اذا اراد اللہ بعبد خیرا یفقہہ فی الدین

الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ کہ فتاوائے جلیل عدیم المثیل منبع مسائل واحکام شریعہ افتاء رو قائع انام مدار و مقتدای دین اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ وسنن سنیہ احسن الفتاوی در فقہ حنفیہ

اعنی

فتاویٰ ہندیہ

ترجمہ

فتاویٰ عالمگیری

جلد سوم حصہ دوم

مترجمہ بحر العلوم شرعیہ و عقلیہ و ریاضیہ مؤلف تفسیر مواہب الرحمن شارح فتاویٰ شہیر و اشاراتہ شارح صوفیہ مصنف عین الہدایہ شرح الہدایہ حقیقیہ البحر العلامہ مولانا السید امیر علی سلمہ اللہ العالی بصرف زر خطیر با لکٹ طبع در یا صفت مولانا ہای عالی و قار ترجمہ ہو کر

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ بین ... طبع

اطلاع

اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطبوعہ ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے ملسکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما وین قیمت بھی ازران ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحے جو سادے ہین اُنمین بعض کتب فقہ اردو و فارسی وغیرہ مندرج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہے

نام کتاب	قیمت
کتب فقہ اردو مذہب اہل سنت	
غایۃ الاوطار - ترجمہ اردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدین کاغذ سفید -	[illegible]
عین الہدایہ - ترجمہ کامل ہدایہ ہر چہار جلد حامل المتن مترجمہ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوائے عالمگیری وغیرہ کاغذ گندہ سفید اور جلدین کاغذ حنائی پر متفرق بھی فروخت کے لیے موجود ہین	[illegible]
جلد اوّل معہ مقدمہ	[illegible]
جلد دوم	[illegible]
جلد سوم کاغذ سفید	[illegible]
ایضاً کاغذ حنائی -	[illegible]
جلد چہارم کاغذ سفید -	[illegible]
ایضاً - کامل کاغذ سفید گندہ	[illegible]
راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ	ا ر
مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری	۳ ر ۳ پا
حقیقۃ الصلوۃ - مع رسالہ نمازان -	۹ پا
کشف الحاجۃ - ترجمہ اردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین -	۴ ر

نام کتاب	قیمت
نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ اردو ہر چہار جلد یکجائی مطبوعہ نظامی کاغذ سفید	[illegible]
ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد وسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالے (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷)	ا
چہل مسائل مؤلفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام	[illegible]
شرع محمدی منظوم - مسائل فقہ از محمد خان قندھاری -	[illegible]
تنبیہ الغافلین - مسائل و نصیحت -	۸
حیرت الفقہ - مسائل مشکل فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -	ا ر
جواب السائلین - بطور استفتا -	ا ر ۶ پا
کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی سلطان خان -	۱۴ ر
چہل مسائل فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری	۳ پا
اشرف المسائل - از مولوی اشرف علی خان	۱۰
رسالہ تجہیز و تکفین میّت از محمد عمر -	ا
فقہ فارسی	
ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحتانی ترجمہ فارسی مع شرح از علماء کلکتہ جو بدست اول ہر دو جلد کامل کاغذ سفید و حنائی	[illegible]

اذا اراد اللہ بعبد خیرا یفقہہ فی الدین
الحمد للہ سبحانہ وتعالی کہ فتاوا ے جلیل بیدیم المثیل منبع مسائل واحکام شرع اقتدار وقائع انام مدار معتقد دین
اسلام حاوی احکام ودینیات علیہ ماخوذ از نصوص محکمہ وسنن سنیہ احسن الفتاوی در فقہ حنفیہ
یعنی
فتاوی ہندیہ
ترجمہ
فتاوی عالمگیریہ
جلد دوم حصہ سوم
مترجمہ جامع صناعات ریاضیہ عقلیہ حاوی اصناف فنون نقلیہ واقف اشارات صوفیہ مولف تفسیر حافل تاویل القرآن اسرار
الفرقان البحر العلامہ مولانا السید امیر علی سلمہ اللہ العلی بصرف زر خطیر مالک مطبع و ریاضت مولانای عالی وقار ترجمہ ہوکر
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن خوبی مطبوع ہوا

کتاب المضاربۃ

اس کتاب مین تئیس باب ہین

باب اول مضاربت کی تفسیر و رکن و شرائط اور احکام کے بیان مین شرعًا ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے عمل کے ساتھ نفع مین شریک ہونے کے عقد کو مضاربت کہتے ہین پس اگر با وجود ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے عمل ہونے کے نفع مین شرکت نہو بلکہ کل نفع کی رب المال کے واسطے شرط ہو تو یہ بضاعت ہوگی اور اگر کل مضارب کے واسطے شرط ہو تو قرض ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ پس اگر مضارب نے اس شرط پر مال اپنے قبضہ مین لیا اور بعد قبضہ کے ہنوز کوئی کام نہین کیا تھا کہ اُسکو کچھ نفع ملا یا اُسنے گھٹی اُٹھائی یا مال تلف ہو گیا تو نفع مضارب کا ہوگا اور گھٹی اور تلف ہونا بھی اُسی پر پڑیگا یہ محیط مین ہے۔ اور مضاربت کا رکن ایجاب و قبول ہے اور یہ ایجاب و قبول ایسے الفاظ سے ہو جو مضاربت پر دال ہون جیسے لفظ مضاربت و مقارضہ و معاملہ وغیرہ اور ایسے الفاظ جو اس معنی پر دلالت کرتے ہون مثلاً رب المال یون کہے کہ یہ مال مضاربت اس شرط سے لے کہ اسمین اللہ تعالی جو نفع سے روزی یا رزق دے وہ ہم دونون مین آدھی یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ اجزائے معلومہ پر ہو یا اسی طور سے کہا کہ مقارضۃً یا معاملۃً لے اور مضارب نے اسکے قول کے بعد کہا کہ مین راضی ہون یا مین نے قبول کیا یا اسکے مثل تو رکن مضاربت کے تمام ہو جائین گے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر یون کہا کہ یہ ہزار درم لے اور آدھے یا تہائی یا دسوین حصہ پر کام کر یا یہ ہزار درم لے اور اس سے کوئی چیز خرید پس جو ملک سے بڑھتی ہو اور بڑھا ہو اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا یا کہا کہ یہ مال آدھے پر یا آدھے کے ساتھ لے اور اس سے زیادہ نہ کہا تو استحسانًا جائز ہے۔ اور اگر یون کہدیا کہ اس مال کے ساتھ کام کر اس شرط سے کہ جو اللہ تعالی رزق دے یا جو بڑھے وہ ہم دونون مین مشترک رہے تو مضاربت قیاسًا و استحسانًا جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔

اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم لے اسکے عوض ہروی کپڑا آدھے پر خرید یا کہا کہ اسکے عوض غلام آدھے پر خرید تو یہ فاسد ہے۔ اور جو چیز
اسکے عوض خریدیگا وہ رب المال کی ہوگی اور مضارب کو اجر المثل ملیگا یعنے جو ایسے کام کی اجرت ہوتی ہے وہی جائیگی
اور جو خریدا ہے اسکو بدون حکم رب المال کے فروخت نہیں کرسکتا ہے اور اگر بلا حکم فروخت کیا تو مثل بیع فضولی کے اسکا
حکم ہے کہ بدون اجازت رب المال کے جائز نہ ہوگی۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز اُسنے فروخت کی اور وہ تلف ہوگئی یا مشتری
سے واپس لینے پر قادر نہ ہوا تو اُس چیز کے فروخت کیے وزکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جس ثمن کو فروخت کی ہے وہ مضارب
کا ہوگا پس اگر اُس ثمن میں اُس قیمت سے جو ڈانڈ دی ہے کچھ زیادتی ہو تو اُسکو صدقہ کرے اور اگر رب المال نے
مضارب کے بیع کی اجازت دیدی پس اگر مبیع بعینہ قائم ہو تو بیع نافذ ہوگی اسی طرح اگر اسکا قائم ہونا یا تلف ہونا کچھ
نہ معلوم ہو تو بھی نافذ ہوگی اور ثمن رب المال کو تمام حلال ہوگا اس میں سے کچھ صدقہ نہ دے جیسا کہ ابتدا میں بیع کے
واسطے حکم دینے کی صورت میں ہے۔ اور اگر اجازت دینے کے وقت مبیع کا تلف ہوجانا معلوم ہو تو اُسکی اجازت باطل
ہے اور جب اجازت باطل ہوئی تو مضارب اُسکی قیمت کا جو بیع کے روز تھی ضامن ہوگا اور ثمن مضارب کا
ہوگا اگر اسمیں قیمت سے زیادتی ہو تو زیادتی صدقہ کردے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ یہ ہزار درم مضاربت
لے اور انکے عوض ہروی کپڑے آدھے پر خرید یا غلام آدھے پر خرید یا یہ مضاربت جائز ہے یا نہیں اسکی کوئی روایت
کسی کتاب میں نہیں ہے اور فقیہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بلخی رح فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہ ہونا چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے
مضاربت کے شرائط صحیحہ بہت ہیں کذا فی النہایہ۔ ازانجملہ راس المال میں درم و دینار ہوں امام اعظم رح و امام
ابو یوسف رح کے نزدیک اور فلوس رائجہ ہوں امام محمد رح کے نزدیک حتی کہ اگر راس المال مضاربت میں سوائے درم و دینار
و فلوس کے ہو وے تو بالاجماع مضاربت نہیں جائز ہے اور اگر راس المال میں فلوس ہوں تو شیخین رح کے نزدیک ناجائز
اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے کذا فی المحیط اور فتوی اسی پر ہے کہ جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں کبری سے نقل ہے۔
اور اگر سونا و چاندی سکہ مضروبہ نہو تو روایت الاصل کے بموجب جائز نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔
اور کبری میں ہے کہ تبر سے مضاربت میں دو روایتیں ہیں پس جن مقامات میں تبر کا رواج مثل اثمان کے ہے یعنے درم و
دینار و فلوس کے طور پر رواج ہے وہاں مضاربت جائز ہے یہ تاتارخانیہ اور مبسوط و بدائع میں ہے اور مضاربت دراہم
نبہرہ و زیوف کے ساتھ جائز اور ستوقہ کے ساتھ ناجائز ہے اور اگر ستوقہ رائج ہوں تو مثل فلوس کے ہیں یہ فتاوی قاضی خان
میں ہے۔ اور اگر مضارب کو کوئی غلام یا عروض دیا اور کہا کہ اسکو فروخت کرکے دام وصول کرکے اسمیں مضاربت کر
اُسنے درم یا دینار سے فروخت کرکے مضاربت کی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ہزار درم قیمت کا غلام سو درم
میں فروخت کیا اور مضاربت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک سو درم میں یہ مضاربت جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر اُس
غلام کو کسی کیلی یا وزنی چیز کے عوض فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع جائز ہے اور مضاربت فاسد ہوگی کیونکہ کیلی
و وزنی راس المال سے مضاربت نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میرا غلام مضاربت کے طور پر لے اس شرط
پر کہ میرا راس المال اُسی کی قیمت ہے تو مضاربت فاسد ہے اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک غلام اُدھار خرید اور پھر
اُسکو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے مضاربت کر اُسنے غلام خریدا اور اُسکو نقدی کے عوض بیچا پھر مضاربت
کی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ راس المال عقد کے وقت معلوم ہو تاکہ ثانی الحال میں دونوں میں

جھگڑا نہ پڑے اور اُسکا معلوم ہونا یا تسمیہ سے یا اشارہ سے ہوتا ہے کیونکہ امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایک نے دوسرے
کو کچھ درم دیے کہ دونوں میں سے کوئی اُنکا وزن نہیں جانتا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ وقت عقد کے اگرچہ تسمیہ راس المال
کا کہ اتنے ہیں پایا نہ گیا ولیکن وقت عقد کے راس المال کی طرف اشارہ پایا گیا ہے کذا فی المحیط۔ اور ان درموں کے
وصف و مقدار میں قسم سے مضارب کا قول قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ راس المال
نقد عین ہو دین نہ ہو کہ دین سے مضاربت نہیں جائز ہے حتیٰ کہ اگر کسی کے دوسرے پر ہزار درم قرضہ ہوں اور صاحب
قرضہ نے قرضدار کو حکم دیا کہ اُنسے مضاربت کرے تو نہیں جائز ہے کذا فی النہایہ اور یہ بالاجماع ہے یہ محیط سرخسی
میں لکھا ہے۔ اور اگر اس حکم کے بعد قرضدار نے ہزار درم قرضہ کے عوض کوئی چیز خریدی اور فروخت کرکے
نفع یا نقصان اُٹھایا تو نفع اور نقصان اُسی پر ہوگا اور قرضخواہ کا قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہیگا اور یہ قول امام اعظمؒ کا ہے
اور صاحبینؒ کے نزدیک جو خرید و فروخت کی وہ قرضخواہ پر جائز ہوگی اور نفع و نقصان اُسی کا ہوگا اور قرضدار
قرضہ سے بری ہو جائیگا اور اُسکا اجر المثل قرضخواہ پر ثابت ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر زید کا قرضہ عمرو پر تھا اُسنے
بکر سے کہا کہ میرا مال عمرو سے وصول کرلے پس اُس سے مضاربت کر تو جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر زید کا
عمرو پر ہزار درم قرضہ ہو اُسنے بکر سے کہا کہ میرا قرضہ عمرو سے وصول کرکے اُس سے مضاربت کر اُسنے ہزار میں سے
تھوڑا وصول کرکے مضاربت کی تو جائز ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ میرا قرضہ عمرو سے وصول کرلے پھر اُس سے
مضاربت کر یا پس اُس سے مضاربت کر اُسنے تھوڑا وصول کرکے مضاربت کی تو جائز نہیں ہے۔ اور ایسے ہی
اگر کہا کہ میرا قرضہ وصول کرلے تاکہ اُس سے مضاربت کرے یا اُس سے مضاربت کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ
محیط میں ہے۔ اگر رب المال نے غاصب یا مستبضع یا مستودع سے کہا کہ جو تیرے پاس ہے اُسمیں آدھے پر
مضاربت کر تو امام ابو یوسفؒ اور حسن بن زیادؒ کے نزدیک جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے فتاوی رشید الدین میں ہے کہ
اگر اپنے قرضدار سے یوں کہا کہ جو میرا قرضہ تجھپر ہے وہ خالد کو دیدے تاکہ خالد اُس سے کپڑے خرید کر فروخت کرے اس
شرط سے کہ جو نفع حاصل ہو وہ باہم دونوں میں برابر تقسیم ہو اور قرضدار نے دیدیا تو بطور مضاربت کے صحیح ہے یہ
فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ راس المال مضارب کے سپرد ہو اُسمیں رب المال کا کچھ قبضہ نہو پس اگر
دونوں نے یہ شرط لگائی کہ مضارب کے ساتھ رب المال بھی عمل کرے تو مضاربت فاسد ہوگی خواہ مالک عاقد ہو یا
غیر عاقد مثل باپ یا وصی کے اگر ان دونوں نے مال صغیر کو مضاربت پر دیا اس شرط سے کہ صغیر اُسکے ساتھ کام کرے
تو فاسد ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر مضارب نے اس طور سے عمل کیا تو مضاربت فاسد ہے ولیکن مضارب کو اپنے کام کے
مثل مزدوری ملے گی کہ وہ باپ یا وصی پر واجب ہوگی کہ پھر دونوں اسکو صغیر کے مال سے ادا کرینگے یہ مبسوط میں
لکھا ہے۔ اگر دو شریک متفاوض یا دو شریک عنان میں سے ایک نے کسی کو مال مضاربت دیا اور مضارب کے ساتھ
اپنے شریک کے کام کرنے کی شرط کی تو صحیح نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر عاقد مضاربت کے مال کا مالک نہو اور اسنے اپنے
کام کرنے کی مضارب کے ساتھ شرط کی پس اگر وہ عاقد ایسا ہو کہ خود اسکو مضاربت کے طور پر لینا جائز ہو تو جائز
ہے جیسے باپ یا وصی کہ اگر ان دونوں نے نابالغ کا مال مضاربت پر دیا اور اپنے کام کرنے کی مضارب کے ساتھ
کسی قدر نفع پر شرط کی تو مضاربت جائز ہے۔ اور اگر مضاربت کا عقد کرنیوالا ایسا ہو کہ خود وہ مال بطور مضاربت کے

نہیں ہو سکتا ہے اور نفع کے کسی حصہ پر اپنے واسطے مضارب کے ساتھ کام کرنے کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہو گا۔ جیسے غلام ماذون نے کسی کو مال مضاربت دیا اور شرط کی کہ خود مضارب کے ساتھ کام کرے گا تو فاسد ہے۔ اگر ماذون نے اپنے مولی کے واسطے مضارب کے ساتھ کام کرنے کی شرط کی حالانکہ ماذون پر قرضہ نہیں ہو تو بھی مضاربت فاسد ہے اور اگر ماذون پر قرضہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی کو مال مضاربت دینے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے مضارب کو مال مضاربت کے واسطے دیا اور اپنے واسطے کسی قدر نفع معلوم پر مضارب کے ساتھ کام کرنے کی شرط کی تو فاسد ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور مکاتب نے اگر کسی کو مال مضاربت کے واسطے دیا اور اپنے مولی کے مضارب کے ساتھ کام کرنے کی شرط لگائی تو مطلقاً جائز ہے۔ کیونکہ وہ مستحق اجنبی کے ہے۔ خواہ مکاتب پر قرضہ ہو یا نہ ہو کذا فی التبیین۔ پس اگر کچھ کام کرنے سے پہلے مکاتب عاجز ہو گیا حالانکہ اس پر کچھ قرضہ نہیں ہے تو مضاربت فاسد ہو جاوے گی پھر اگر اس کے بعد دونوں نے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی اور نفع اٹھایا تو کل نفع رب المال کا ہو گا اور مضارب کو اس کے کام کی کچھ مزدوری نہ ملے گی۔ اور اگر دونوں نے مال سے کوئی باندی خریدی پھر مکاتب عاجز ہوا پس بعض مال کا نقد اور شرکا پھر دونوں نے اس کو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا پھر دونوں نے غلام کو چار ہزار درم کو فروخت کیا تو مولی اس میں سے راس المال پورا لے لیگا۔ اور جو باقی رہے گا۔ دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم مضاربت پر دیئے اور کہدیا کہ اس میں اپنی رائے سے کام کر تو مضارب کو اختیار ہو گیا کہ کسی دوسرے کو مضاربت کے واسطے دیدے پس اگر اس نے دوسرے مضارب کو اس شرط سے دیا کہ خود اس کے ساتھ کام کرے یا رب المال اس کے ساتھ کام کرے تو دوسری مضاربت فاسد ہو گی۔ اور نفع جو حاصل ہو وہ پہلے مضارب اور رب المال میں موافق اس شرط کے تقسیم ہو گا جو شرط کہ مضاربت اولی میں قرار پائی ہو اور رب المال کو کچھ مزدوری نہ ملے گی اگرچہ اس نے کام کیا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور دوسرے مضارب کو اجر المثل ملے گا یعنی اس کے مثل کام کی جو مزدوری ہوتی ہے وہ ملیگی یہ محیط سرخسی میں ہے از انجملہ یہ ہے کہ نفع میں سے مضارب کا حصہ ایسے طور سے معلوم ہو کہ نفع میں شرکت منقطع نہ ہو کذا فی المحیط۔ پس اگر یوں کہا کہ اس نفع پر سو درم زائد یا آدھے و تہائی وغیرہ نفع کے ساتھ دس درم کی شرط لگائی تو مضاربت صحیح نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مضارب کے واسطے آدھے یا تہائی مال کا نفع مشروط کیا تو مضاربت جائز ہے۔ اور اگر کسی کے واسطے راس المال سے سو درم معین کا نفع شرط کیا تو جائز ہے اور اگر کسی کے واسطے سو درم معین کا نفع یا اس نصف راس المال کا نفع شرط کیا یعنی معین نصف کا نفع شرط کیا تو مضاربت فاسد ہے۔ اور اگر کسی کے واسطے نصف نفع سوائے دس درم کے یا تہائی نفع سوائے پانچ درم کے شرط کیا تو مضاربت فاسد ہے۔ قال المترجم یعنی نصف یا تہائی وغیرہ کسی جزو معلوم نفع میں سے کچھ استثنا کیا تو فاسد ہے۔ فاسد یہ ہے کہ جو مضارب کے واسطے مشروط ہے وہ راس المال سے نہ ہو حتی کہ اگر راس المال میں سے یا راس المال و نفع میں سے اس کے لیے کچھ شرط کر دیا تو مضاربت فاسد ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور مضاربت میں شروط فاسدہ کئی ہیں منجملہ ان کے بعض ایسی ہیں کہ مضاربت کو باطل کرتی ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ مضاربت کو باطل نہیں کرتی ہیں بلکہ خود باطل ہو جاتی ہیں۔ اگر رب المال نے مضاربت

کہا کہ تجھکو تہائی نفع ملیگا اور دس درم ہر مہینہ مین کہ تو مضاربت کا کام کرے تو مضاربت جائز ہے۔ اور شرط باطل
ہے یہ نہایہ مین ہے۔ پس اگر اس نے اس شرط پر کام کیا اور نفع اُٹھایا تو نفع موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور اس
مین مضارب کو کچھ مزدوری نہ ملے گی۔ اسی طرح اگر اس مزدوری کی اپنے کسی غلام کے واسطے جو اس کے ساتھ
مضاربت کا کام کرتا ہے شرط کی یا کسی دوکان کے کرایہ کے واسطے شرط کی جس مین خرید و فروخت کرتا ہے تو کل نفع موافق
شرط کے ہے اور غلام مضارب کو یا کرایہ مکان کے واسطے کچھ نہ ملے گا اور وہ غلام جس کے واسطے مضارب نے مزدوری
شرط کی ہے۔ قرضدار ہو یا مضارب کا مکاتب ہو یا اُس کا بیٹا یا باپ ہو تو موافق شرط کے جائز ہے اور جس نے
مضارب کے ساتھ راس المال مین ان لوگون مین سے کام کیا اُس کو موافق شرط کے دس درم ماہواری ملین گے۔
اور اگر یہ شرط کی کہ رب المال کا غلام مضارب کے ساتھ دس درم ماہواری پر کام کرے تو شرط فاسد ہے۔
اور تمام نفع رب المال اور مضارب مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر رب المال کے غلام پر قرضہ ہو اور اُس کے
واسطے یہ شرط لگائی یا اپنے بیٹے یا مکاتب کے واسطے یہ شرط کی تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر آدھے کی مضاربت
پر ہزار درم مضارب کو اس شرط سے دیے کہ رب المال ایک سال تک اپنی زمین مضارب کو دے تاکہ اس مین
وہ اپنی زراعت کرے یا کوئی دار اس کو دے کہ وہ اس مین رہے تو شرط باطل اور مضاربت جائز ہے۔ اور اگر مضارب نے
رب المال کے واسطے اسطور سے زمین یا دار دینے کی شرط کی تو مضاربت فاسد ہوگی یہ نہایہ مین ہے۔ اور امام ابو یوسف رح
سے روایت ہے کہ اگر اپنا مال مضاربت پر اس شرط سے دیا کہ مضارب رب المال کے گھر یا اپنے گھر مین خرید فروخت
کرے تو جائز ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مضارب رب المال کے دار یا اپنے دار مین سکونت کرے تو نہین جائز ہے یہ محیط
مین ہے۔ امام قدوری نے فرمایا کہ جو شرط نفع مین موجب جہالت یا قطع شرکت ہو تو وہ موجب فساد مضاربت
ہے۔ اور جو شرط ان باتون کی موجب نہین ہے وہ مضاربت کے فاسد ہونے کی بھی موجب نہین ہے مثلاً یون
شرط کرین کہ وضیعہ دونون پر رکھی جاوے یعنے بیع کی گھٹی دونون پر پڑے یہ ذخیرہ مین ہے مضاربت کا حکم
یہ ہے کہ مضارب اول مین امین ہوتا ہے اور کام شروع کرنے مین وکیل ہو جاتا ہے۔ اور جب اس نے نفع حاصل
کیا تو شریک ہے اور جب مضاربت فاسد ہو تو وہ اجیر ہے یعنے مزدور ہے اور اگر رب المال کی مخالفت کی
یعنے جو وقت عقد کے قرار پایا ہے اس مین خلاف کیا تو غاصب ہے اگرچہ بعد کو اسے اجازت حاصل ہو جاوے
اور اگر کل نفع رب المال کے لیے شرط کیا تو بضاعت ہے اور اگر کل نفع مضارب کے لیے شرط کیا تو قرض ہے کذا فی
الکافی مضارب نے اگر مضاربت فاسدہ مین کام اور نفع اُٹھایا تو تمام نفع رب المال کو ملیگا اور مضارب کو اسکے کام کے
مثل مزدوری ملیگی ولیکن مسمّی سے زیادہ نہ ملیگی یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہے اور اگر نفع نہ اٹھایا تو مضارب کو اجر مثل ملیگا
یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور یہی حکم ظاہر الروایت ہے کذا فی المحیط اور اگر مضاربت صحیح ہو اور مضارب نے کچھ
نفع نہ اٹھایا تو اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر مضاربت فاسدہ مین مضارب کے پاس مال تلف ہو گیا تو مضارب ضامن
نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اُس کو اپنے کام کا اجر مثل یعنے اُس کام کی سی مزدوری ملے گی۔ کذا فی المبسوط

دوسرا باب

اُن مضاربتون کے بیان مین جن مین بدون صریح نفع کے ذکر کرنے کے مضاربت جائز ہے اور جن مین نہین جائز ہے

[illegible]

اور ان شرطون کے بیان مین جو ایسی مضاربت مین جائز ہین اور جو نہین جائز ہین - اگر رب المال نے مضارب سے
کہا کہ اس شرط پر مضاربت کر کہ جو نفع اللہ تعالیٰ روزی کرے وہ ہم دونون مین مشترک ہو تو جائز ہے اور نفع
دونون کو برابر تقسیم ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر ہزار درم مضاربت مین اس کو دیکر
کہا کہ اس شرط سے کہ ہم دونون نفع مین شریک ہین اور مقدار بیان نہ کی تو مضاربت جائز ہے اس لیے کہ مطلق
شرکت برابری چاہتی ہے۔ اسی طرح اگر اس کو مال دیا اور کہا کہ اس مین میری شرکت کے ساتھ مضاربت کر اور
اس سے زیادہ نہ کہا تو یہ مضاربت جائز ہے اور نفع برابر تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ اس شرط سے کہ مضارب کی کچھ شرکت
یا شرک ہے۔ یا شرکت ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونون یکسان ہین اور نفع برابر تقسیم ہوگا اور
امام محمد رح نے فرمایا کہ مضاربت فاسد ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت کے واسطے
اس شرط سے دیے کہ جو فلان شخص نے فلان مضارب کے واسطے نفع مقرر کیا ہے وہی ہم دونون مین ہے پس
اگر رب المال و مضارب کو فلان شخص کا فلان مضارب کے واسطے نفع مقرر کرنا معلوم ہے تو مضاربت جائز ہے
اور اگر دونون نہین جانتے ہین تو نہین جائز ہے اسی طرح اگر ایک جانتا ہے دوسرا نہین جانتا ہے تو بھی فاسد ہے
یہ محیط مین ہے اور اگر ہزار درم مضاربت مین اس شرط سے دیے کہ مضارب کا جو جی چاہے نفع رب المال کو دے
تو یہ فاسد ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مضاربت مین یہ شرط لگائی کہ مضارب کو تہائی یا چھٹا حصہ نفع مین سے ملے گا
یا رب المال کو تہائی یا چھٹا حصہ نفع ملے گا تو بھی فاسد ہے کیونکہ اس نے دونون حصون مین سے کوئی مبہم حصہ مقرر
کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت پر اس شرط سے دیے کہ مضارب کو تہائی
نفع ملے گا یا کہا کہ نصف ملیگا اور رب المال کے واسطے کچھ تعرض نہ کیا تو مضاربت جائز ہے اور مضارب کو موافق شرط
کے دیکر باقی رب المال کو ملیگا۔ اور اگر کہا کہ رب المال کو نصف ملے گا یا تہائی ملے گا اور مضارب کے واسطے کچھ بیان نہ
کیا تو بھی استحسانا جائز ہے اور رب المال کا حصہ نکال کر باقی مضارب کو دیا جائے گا- یہ محیط مین ہے اور اگر رب المال
نے مضارب سے یہ شرط کی کہ میرے لیے نصف نفع اور تجھکو تہائی ملے گا تو مضارب کو تہائی نفع دیکر باقی رب المال
کو دیا جائے گا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے- اگر مضاربت مین کچھ نفع کی کسی غیر شخص کے واسطے شرط
لگائی کہ وہ مضارب یا رب المال نہین ہے پس اگر اس اجنبی کے حق مین مضاربت کے کام کرنے کی شرط ہے
تو مضاربت جائز ہے اور شرط جائز ہے۔ اور رب المال ایسا ہوگا کہ گویا اس نے دو شخصون کو مال مضاربت
دیا ہے اور اگر اجنبی کے کام کرنے کی شرط نہین ہے تو مضاربت جائز اور شرط غیر جائز ہے اور جسقدر
حصہ اجنبی کے واسطے شرط کیا تھا وہ مسکوت عنہ قرار دیا جائے گا پس رب المال کو ملے گا اور اگر کچھ نفع کی
رب المال یا مضارب کے غلام کے واسطے شرط کی پس اگر غلام کا کام کرنا شرط ہے تو ہر حال مین مضاربت
اور شرط دونون جائز ہین اور اگر کام کرنا شرط نہین ہے پس اگر غلام پر قرضہ نہ ہو تو شرط صحیح ہے- خواہ غلام
مضارب کا ہو یا رب المال کا اور اگر غلام پر قرضہ ہو پس اگر مضارب کا غلام ہو تو امام اعظم رح کے
نزدیک شرط صحیح نہین ہے- اور یہ نفع مشروط مثل مسکوت عنہ کے ہوگا- پس رب المال کو ملے گا- اور صاحبین رح
کے نزدیک شرط صحیح ہے اس کو وفا کرنا واجب ہے- اور اگر غلام رب المال کا ہو تو بلا خلاف مشروط

رب المال کا ہوگا اور اگر کسی ایسے شخص کے واسطے کچھ نفع میں سے دینے کی شرط کی جس کے حق میں مضارب و یا رب المال کی گواہی مقبول نہیں ہوتی ہے جیسا بیٹا جورو و مکاتب وغیرہ اُن کے مانند تو اس کا حکم وہی ہے جو اجنبی کے واسطے کسی قدر نفع کی شرط کرنے میں مذکور ہوا ہے اور اگر بعض نفع کی مضارب کے قرضہ یا رب المال کے قرضہ ادا کرنے کے واسطے شرط کی تو جائز ہے اور جس کے قرضہ ادا کرنے کی شرط ہو مشروط اُسی کو ملے گا یہ محیط میں ہے اور اگر کچھ نفع کی مساکین یا حاجیون کے لیے یا غلامون کی آزاد کرنے کے لیے شرط کی تو شرط صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مشروط لہ کا راس المال نہیں اور نہ عمل ہے پس مشروط بمنزل مسکوت عنہ کے قرار پاکر رب المال کو دیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم مضاربت میں دئیے اس شرط سے کہ تہائی نفع مضارب کا اور تہائی رب المال کا اور تہائی جس کو مضارب چاہے اُس کا ہے تو شرط باطل ہے اور دو تہائی نفع رب المال کو ملے گا۔ اور اگر اس سے کہا کہ تہائی نفع جس کو رب المال چاہے تو یہ اور مسکوت عنہ یکسان ہے پس رب المال کو ملے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دو شخصون نے ہزار درم کسی کو مضاربت پر دئیے اس شرط سے کہ مضارب کو تہائی نفع اور باقی کی تہائی ایک رب المال کو اور دو تہائی دوسرے کو ملے گی پس مضارب نے کام کیا اور نفع اُٹھایا تو تہائی مضارب کو اور باقی دونون کو برابر تقسیم ہوگی اور اگر مضارب نے تہائی نفع کی اپنے واسطے اس طور سے شرط کی کہ اس تہائی کی تہائی ایک کے حصہ میں سے اور دو تہائی دوسرے کے حصہ میں سے لیگا تو صحیح ہے اور باقی نفع دونون مالکون کو بارہ حصہ ہوکر اس طور سے تقسیم ہوگا کہ پانچ اس کو ملیں گے جس کے حصہ سے دو تہائی کی شرط کی ہے اور سات دوسرے کو ملیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر دو آدمیون نے دو شخصون کو ہزار درم اس شرط سے مضاربت پر دیئے کہ آدھا نفع تم دونون کا اس شرط سے کہ فلان کو دو تہائی کہ جن میں سے ایک تہائی فلان رب المال کے حصہ سے اور دو تہائی فلان دوسرے رب المال کے حصہ سے ملے گی اور فلان دوسرے مضارب کو ایک تہائی کہ جس میں سے دو تہائی فلان رب المال کے حصہ سے جس نے اس رب المال کے حصہ سے جس نے پہلے مضارب کو ایک تہائی دی ہے اور ایک تہائی دوسرے رب المال کے حصہ سے ملے گی اور باقی آدھا نفع دونون رب المال کو برابر تقسیم ہوگا پس دونون نے اس شرط سے کام کیا اور نفع اُٹھایا تو آدھا نفع دونون مضاربون کو موافق شرط کے ملے گا اور باقی آدھا دونون رب المال کو نو حصے ہوکر تقسیم ہوگا پس جس نے مضارب کے واسطے اپنے حصہ سے نصف کی دو تہائی کی شرط کی ہے اس کو چار حصے اور دوسرے کو پانچ حصے ملیں گے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کو ہزار درم اس شرط سے دیئے کہ مضارب کو دو تہائی نفع اس شرط سے ملے گا کہ اپنے مال سے ہزار درم ملا دے اور دونون سے کام کرے اُس نے ملا کر دونون سے مضاربت کی اور نفع اُٹھایا تو موافق شرط کے تقسیم ہوگا کہ مضارب کو اس کے ہزار کا نفع خاص کر اسی کو ملے گا اور باقی آدھے نفع میں سے دو تہائی اس کی مضاربت کا اور ایک تہائی رب المال کا ہوگا۔ اور اگر رب المال نے دو تہائی نفع کی اپنے واسطے اور ایک تہائی کی مضارب کے واسطے شرط کی تو نفع دونون کو ان کے مال کے موافق تقسیم ہوگا کیونکہ مال دینے والے نے شرط کر دی ہے کہ اس کے مال کا کل نفع اسی کو ملے اور دو تہائی نفع سے تو یہ از سر نو ابضاع ہے نہ مضاربت یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ہزار درم اس کو مضاربت میں دیئے بشرطیکہ ہزار درم اپنی طرف سے ان میں ملا دے اور دونون

ہزار سے مضاربت کرے اس شرط سے کہ مضارب کو دو تہائی نفع ملیگا نصف اس میں کا رب المال کے نفع سے اور
آدھا خود اس کے ذاتی مال کے نفع سے بشرطیکہ جس قدر نفع باقی رہا وہ رب المال یعنی ہزار درم دینے والے کا
ہو تو یہ جائز ہے مضارب کو موافق شرط کے دو تہائی نفع ملیگا اور ایک تہائی رب المال کو ملیگا اور اگر اس کو دو ہزار درم
اس شرط سے دیے کہ اپنے پاس سے ایک ہزار درم ملا کر مضاربت کرے بشرطیکہ نفع دونوں میں مساوی تقسیم
ہو تو جائز ہے۔ اور اگر رب المال یعنی دو ہزار دینے والے نے یہ شرط کی کہ اسی کو تین چوتھائی ملے۔ اور مضارب
کو ایک چوتھائی تو موافق دونوں کے مال کے تین تہائی ہو کر تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے ایک شخص کو ہزار درم دیے
اور کہا کہ اگر ان سے گیہوں خریدے تو مضارب کو نصف نفع اور اگر آٹا خریدے تو ایک تہائی نفع اور اگر جو خریدے تو چوتھائی
نفع ملیگا تو صحیح ہے اور جو چیز ان میں سے خریدے گا اسی کی شرط کے موافق نفع ملے گا اور اگر اس نے گیہوں
خریدے تو پھر دوسری چیز نہیں خرید سکتا ہے کیونکہ شرکت واقع ہو جائیگی اور عقد اسپر ہوگا حالانکہ یہ شرط عقد
میں نہ تھی۔ اور اگر یہ شرط کی کہ اگر مضارب سفر کو نکلے تو نفقہ اسی پر ہے تو شرط باطل اور مضاربت جائز ہے یہ ذخیرہ
کردری میں منتقی سے منقول ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر تو شہر میں مضاربت کرے تو تجھے تہائی اور اگر سفر کرے تو آدھا نفع ملیگا پھر
اس نے شہر میں خرید کر کے بیچنے کو سفر کیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مضاربت خرید پر ہے اگر اس نے شہر میں خریدا تو
شہر کی مضاربت کے موافق اس کو نفع دیا جائے گا خواہ شہر ہی میں فروخت کرے یا غیر جگہ چلا جاوے اور اگر
اس نے تھوڑے مال سے شہر میں اور تھوڑے سے سفر میں کام کیا تو ہر ایک کی شرط کے موافق ہر ایک کا نفع ملیگا
اگر دو شخصوں کو مضاربت پر مال اس شرط سے دیا کہ ایک کو تہائی نفع اور باقی رب المال کو ملے اور دوسرے
شخص کے واسطے اجر المثل رب المال پر واجب ہوا اور رب المال اور دوسرے کے درمیان بسبب اسکے
کہ نفع میں شرکت نہ ہوئی مضاربت فاسد ہوگی بخلاف اول کے کہ اس کے ساتھ جائز ہے ولیکن کوئی ایک
فقط اس مال میں تصرف نہیں کر سکتا ہے کیونکہ دونوں کے واسطے تصرف کی اجازت دینے ہی قائم ہو کذا فی محیط السرخسی

تیسرا باب

ایسے شخص کے بیان میں جس نے بعض مال مضاربت پر دیا اور بعض مضاربت پر نہیں دیا ہے اگر کسی نے دوسرے
کو ہزار درم دیے اور کہا کہ آدھے تجھ پر قرض میں اور آدھے تیرے پاس ادھیائی کی مضاربت پر ہیں اس نے
لے لیے تو موافق تقریر کے جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پس اگر وہ مال اس کے کام کرنے سے پہلے تلف ہو تو
وہ آدھے کا ضامن ہوگا۔ اور اگر کام کر کے نفع اٹھایا تو نصف نفع خاص مضارب کا ہوگا اور باقی نصف
دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر مضارب نے خواہ کام کرنے سے پہلے یا اس کے بعد اپنے
اور رب المال کے درمیان مال تقسیم کیا حالانکہ رب المال حاضر نہیں ہے تو اسکا تقسیم کرنا باطل ہے کیونکہ ایک
تنہا تقسیم نہیں کر سکتا ہے اور اگر قرض کا ایک حصہ قبل اس کے کہ رب المال اپنے حصہ پر قبضہ کرے تلف ہو گیا تو دونوں
کا مال گیا اور اگر تلف نہ ہوا یہانتک کہ رب المال نے آکر تقسیم کی اجازت دی اس طرح کہ اپنے حصہ پر قبضہ کر لیا تو
تقسیم جائز ہے اور اگر اس نے اپنا حصہ اپنے قبضہ میں نہ لیا تھا کہ تلف ہو گیا تو مضارب کا آدھا حصہ ملیگا۔ اور
اگر خود مضارب کا حصہ گیا تو وہ رب المال کے حصہ میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں حصے تلف ہو گئے

بعد از آنکہ رب المال تقسیم پر راضی ہو چکا ہے تو رب المال مضارب سے اسقدر جسقدر مضارب کا ہوا ہے آدھا ثمن سے
لے لیگا اور رب المال کے پانچ سو درم مضارب پر بحالہ قرض رہیں گے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر رب المال نے
یوں کہا کہ یہ ہزار درم اس شرط سے لے کہ ان کے نصف تجھ پر قرض ہیں اور نصف سے تو مضاربت کر بشرطیکہ تمام نفع
میرا ہے تو جائز ہے مگر مکروہ ہے کیونکہ یہ قرض نفع کھینچنے کے واسطے ہو گیا ہے یہ محیط و ذخیرہ و مبسوط و محیط سرخسی میں
ہے پس اگر مضارب نے اس شرط سے مضاربت کر کے نفع اٹھایا یا نقصان اٹھایا تو نفع و نقصان دونوں میں برابر
تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم اس شرط سے لے کہ اسکے آدھے تجھ پر قرض ہیں اور آدھے
مضاربت میں ہیں تو ادھیاؤ پر کام کر تو یہ جائز ہے اور اگر کہا کہ آدھے اس کے نصف کی مضاربت پر ہیں اور
آدھے مضارب کو ہبہ ہیں اور مضارب نے اسی شرط سے بلا تقسیم کے قبضہ کر لیے تو یہ ہبہ فاسد ہے۔ اور مضاربت
جائز ہے پس اگر مضارب کے پاس مضاربت کا کام کرنے سے پہلے یا اس کے بعد سب مال تلف ہو گیا تو مضارب
حصہ ہبہ یعنے آدھے کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اور کسی کتاب میں کوئی روایت ایسی نہیں پائی جاتی ہے کہ ہبہ فاسدہ
مضمون ہوتا ہے یعنے ہبہ فاسد کی ضمان دینی پڑتی ہے مگر یہی روایت اس کتاب میں ایسی ہے۔ اور اگر اس نے نفع اٹھایا تو
آدھا نفع حصہ ہبہ کا ہے وہ مضارب کو ملے گا اور باقی آدھا موافق شرط کے مضاربت میں تقسیم ہوگا۔ اور گھٹی دونوں
پر برابر پڑے گی پھر ذکر نہ کیا کہ ہبہ کے حصہ کا نفع آیا مضارب کو حلال ہے یا نہیں ہے اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا
کہ امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک حلال نہیں ہے اس کو صدقہ کر دے اور فقیہ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ
بالاجماع حلال ہے اسکا صدقہ نہ کرے۔ یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر آدھے کو بضاعت پر اور آدھے کو نصف
کی مضاربت پر مقرر کر دیا تو جائز ہے۔ پس اگر کام کرنے سے پہلے یا اس کے بعد مال تلف ہو گیا تو رب المال
کا مال گیا اور اگر نفع اٹھایا تو تین چوتھائی نفع رب المال کو اور ایک چوتھائی مضارب کو ملیگا یہ ذخیرہ میں ہے
اور اگر اس شرط سے دیا کہ نصف مضارب کے پاس ودیعت ہے اور نصف آدھے کی مضاربت پر ہے تو موافق
تقریر کے جائز ہے پس اگر اس نے تمام مال میں تصرف کیا تو حصہ ودیعت کے نقصان کا ضامن ہوگا اور اگر نصف میں
نفع اٹھا دے تو اسی کا اور گھٹی اٹھا دے تو اسی پر پڑے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے مال کے دو حصہ برابر
کیے اور ایک حصہ میں مضاربت شروع کی اور گھٹی اٹھائی تو اس پر اور رب المال پر آدھی آدھی گھٹی پڑے گی اور
اگر نفع اٹھایا تو نفع برابر تقسیم ہوگا ولیکن جو حصہ ودیعت کا نفع ہوا اس کو مضارب صدقہ کر دے یہ امام اعظم رح
اور امام محمد رح کے نزدیک ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ہروی کپڑوں کی گٹھری آدھی ایک کے ہاتھ پانچ سو درم کو
فروخت کر کے دیدی پھر اسے حکم کیا کہ باقی کو فروخت کر کے تمام ثمن سے مضاربت کرے پس اگر یہ شرط کی کہ نفع دونوں
میں برابر تقسیم ہو تو نفع اور گھٹی دونوں میں برابر رہے گی اور یہ قیاس قول امام اعظم رح ہے اور صاحبین رح کے
نزدیک تین چوتھائی نفع رب المال کو اور چوتھائی مضارب کو ملے گا اور گھٹی سب رب المال پر پڑے گی اور اگر اس نے
دونوں مالوں کو خلط نہ کیا تو جس میں مضاربت فاسد ہے اس میں مضارب کو اجر المثل ملے گا اور اگر ملا دیا تو اس نصف
میں اس کو اجر المثل نہ ملے گا اور اگر یوں شرط کی کہ مضارب کو دو تہائی نفع اور رب المال کو تہائی ملے تو امام اعظم رح
کے قول پر نفع دونوں میں اسی حساب سے اور گھٹی دونوں میں برابر تقسیم ہوگی اور صاحبین رح کے

نزدیک مضارب کو تہائی نفع اور رب المال کو دو تہائی ملے گا۔ اور اگر رب المال کے واسطے دو تہائی نفع کی اور مضارب
کے واسطے ایک تہائی نفع کی شرط کی تو امام کے نزدیک نفع دونوں کو برابر اور صاحبین رح کے نزدیک مضارب کو چھٹا حصہ
اور باقی رب المال کو ملے گا کذا فی محیط السرخسی ۔ فصل ۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم کی
کی ایک گٹھری دیکر آدھی اس کے ہاتھ پانچ سو درم کو فروخت کر دی پھر اسے حکم کیا کہ باقی فروخت کرکے
تمام ثمن سے مضاربت کرے اس شرط سے کہ جو اللہ تعالیٰ رزق دے وہ ہم دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہو
پس مضارب نے باقی آدھی گٹھری پانچ سو درم کو فروخت کی اور ان درموں سے اور جو اس پر ہیں مضاربت کی
تو امام اعظم رح کے نزدیک نفع اور گھٹی دونوں برابر تقسیم ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور صاحبین رح کے نزدیک
رب المال کو تین چوتھائی نفع اور مضارب کو ایک چوتھائی نفع ملے گا اور گھٹی سب رب المال پر پڑیگی یہ محیط میں
ہے۔ اور اگر رب المال نے اُس کو حکم دیا کہ دونوں مالوں سے اس شرط سے مضاربت کرے کہ مضارب کو دو
تہائی نفع ہے اس نے اُسی شرط سے کام کیا تو مضارب کو دو تہائی نفع ملے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر گھٹی آئی
تو امام اعظم رح کے نزدیک گھٹی دونوں پر برابر پڑے گی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر مضارب نے دونوں
مالوں سے کام کیا تو اسکو تہائی نفع ملے گا اور رب المال کو دو تہائی نفع ملیگا اور سب گھٹی رب المال پر پڑے گی
یہ محیط میں ہے اور اگر رب المال نے اپنی ذات کے واسطے دو تہائی نفع کی اور مضارب کے واسطے ایک تہائی
نفع کی شرط کی اور مسئلہ بحالہ ہے تو نفع دونوں میں مساوی اور گھٹی دونوں پر برابر ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور یہ
امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک رب المال کو پانچ چھٹے حصے اور مضارب کو چھٹا حصہ نفع ملیگا یہ
محیط میں ہے اور دیکھا جائے گا کہ اگر مضارب نے دونوں کو خلط کر دیا ہے تو اُسکو اُس نصف میں جسکی مضاربت فاسد ہے
اجر مثل نہ ملیگا اور اگر خلط نہیں کیا ہے تو اس نصف میں جسکی مضاربت فاسد ہے مضارب کو رب المال سے اجر مثل بھی ملیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے

چوتھا باب

ان تصرفات میں جن کا مضارب کو اختیار ہے اور جن کا اختیار نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ مضارب کے افعال تین طرح کے
ہیں ایک وہ کہ جن کا مطلق مضاربت سے مالک ہوتا ہے یہ وہ ہیں کہ از باب مضاربت و اس کے توابع
سے ہیں از انجملہ بیع و خرید کے واسطے وکیل مقرر کرنا جب ضرورت پڑے اور رہن دینا اور لینا اور اجارہ
دینا اور لینا اور ودیعت رکھنا اور بضاعت دینا اور مسافرت کرنا۔ اور دوم وہ افعال کہ جن کا مطلق مضاربت
سے مالک نہیں ہوتا ہے اور جب یہ اُس سے کہدیا جاوے کہ اپنی رائے سے کام کر تو مالک ہو جاتا ہے۔
اور ایسے وہ افعال ہیں کہ جو مضاربت سے ملحق ہو سکتے ہیں۔ پس دلالت پائی جانے پر لاحق کیے جاوینگے
جیسے کچھ مال مضاربت یا شرکت میں غیر کو دینا یا اپنے یا دوسرے کے مال کو مال مضاربت میں ملانا۔ اور
سوم وہ افعال کہ جن کا مطلق عقد سے اور نیز اپنی رائے سے عمل کرنے کی اجازت دینے سے مالک
نہیں ہوتا ہے مگر اس وقت مختار ہوتا ہے کہ جب صریح طور سے اس فعل کو رب المال بیان کر دے اور وہ
استدانہ ہے یعنی راس المال سے کوئی اسباب خریدنے کے بعد اس کو درم و دینار سے خریدنا یا جو اس کے
مثل ہیں اُسے خریدنا۔ اور سفتجہ لینا اور دینا اور مال کے عوض یا بلا مال آزاد کرنا یا قرض یا ہبہ یا صدقہ

دیا کذا فی الہدایہ۔ اور مضاربت کے واسطے جائز ہے کہ نقد یا ادھار فروخت کرے کذا فی الکافی۔ اور اگر مضارب نے
کا کوئی مال فروخت کیا اور ثمن میں تاخیر دیدی تو رب المال پر بھی اس کا جواز ہوگا اور مضارب کچھ ضامن نہ ہوگا
یہ نہایۃ البیان میں ہے اور اگر عیب مبیع کی وجہ سے تاجروں کے مانند کچھ دام کم کر دیئے یعنی جس طرح تاجر ایسے عیب
میں کم کر دیا کرتے ہیں یا لوگ اتنا خسارہ برداشت کر لیتے ہیں اسقدر کم کر دیا تو جائز ہے کیونکہ یہ تاجرانہ افعال
میں سے ہے۔ اور اگر بدون عیب کے کچھ کم کر دیا یا کھلے خسارہ کے ساتھ کمی کر دی کہ لوگ اسقدر برداشت نہیں
کرتے تو امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک خاص مضارب پر جائز ہوگی۔ اور وہ رب المال کے واسطے اس کا
ضامن ہوگا۔ اور جو ثمن وصول کیا اور اس سے کام کیا تو خاص مضاربت میں ہوگا اور راس المال اسی میں سے
وہی ہوگا جو مشتری سے وصول کیا ہے یہ مبسوط میں ہے اور سواری کے واسطے اس کو ٹٹو خریدنے کا اختیار ہے اور
سواری اس کے واسطے کشتی خریدنے کا اختیار نہیں اور اس کو اختیار ہے کہ کشتی کو کرایہ کر لے اور اس کو اختیار
ہے کہ مضاربت کے غلام کو تجارت کی اجازت دے یہی مشہور روایت ہے کذا فی الکافی۔ اور اس غلام پر کسی
فروخت کی ہوئی چیز کا عہدہ نہ ہوگا عہدہ اس کی فروخت کی ہوئی چیز کا صرف مضارب پر ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور جو شخص
مضارب کی طرف سے ماذون ہو وہ اسی قدر تصرفات کا مختار ہوگا جن کا مضارب مالک ہے نہ انکا جنکا مضارب
مالک نہیں ہے۔ پس اگر غلام ماذون نے کسی غلام کو خریدا اور اس نے کوئی جرم کیا تو یہ ماذون اسکو دے نہیں سکتا ہے
اور نہ اسکا فدیہ دے سکتا ہے تاوقتیکہ مضارب یا رب المال حاضر نہ ہو۔ اور اگر کسی غلام پر مضاربت میں سے قرضہ
پیدا ہو گیا تو مضارب کو وہ غلام اس قرضہ میں بیچنا جائز ہے خواہ مولی حاضر ہو یا غائب ہو۔ اور اگر مضارب نے
اس غلام کو اس کے قرضہ میں رہن کر دیا تو جائز نہیں ہے خواہ اس میں قرضہ سے زیادتی ہو یا نہ ہو کیونکہ رہن حکما
قرضہ کا ایفا ہے حالانکہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کا قرضہ مال مضاربت سے ادا کر دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور
اگر اس نے بعوض قرضہ مضاربت کے وہ غلام رہن کر دیا خواہ اسمیں زیادتی ہو یا نہیں ہے تو رہن جائز ہے۔ اور اگر
رہن نہ کیا ولیکن غلام نے کسی شخص کا مال تلف کر دیا یا اسکا چوپایہ مار ڈالا اور مضارب نے اسکو اس سبب سے فروخت کیا
حالانکہ رب المال حاضر نہیں ہے یا اس شخص کے قرضہ میں وہ غلام دیدیا یا مال مضاربت سے اس کا قرضہ ادا کر دیا تو یہ جائز
ہے۔ یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے تنگدستی یا خوشحالی پر داموں کا اترانا قبول کیا تو جائز ہے کذا فی الکافی
اور اس کو اختیار نہیں ہے کہ مال مضاربت سے کسی غلام یا باندی کا نکاح کر دے۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔
اور اگر مضارب نے مال مضاربت یا کچھ اس میں سے رب المال کو بضاعت دیا اور رب المال نے
اس سے خرید و فروخت کی تو یہ مضاربت بحالہ باقی رہے گی۔ اور رب المال مضاربت کا کام میں مددگار
ہو گیا۔ اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ مال مضاربت نقد یعنی درم و دینار ہوں یا عروض ہو گیا ہو۔ اور اگر
رب المال نے مضارب کی بلا اجازت اسکے گھر سے مال مضاربت لے لیا اور اس سے خرید و فروخت کی پس اگر راس المال
وہی درم و دینار نقدی ہو تو یہ مضاربت کا نقض یعنی توڑ دینا ہے اور اگر راس المال عروض ہو گیا تو مضاربت کا توڑنا
نہیں ہے پھر اگر راس المال کے عروض ہو جانے کی صورت میں رب المال نے عروض کو دو ہزار درم کو فروخت کیا اور راس المال
ہزار درم تھے پھر دو ہزار درم کو کوئی اسباب جو چار ہزار کی قیمت کا ہے خریدا تو یہ اسباب خریدا ہوا رب المال کا ہوگا اور

وہ مضارب کے بیچ پانچ سو درم کا ضامن ہوگا کذا فی المحیط قلت یہ ضمان اس صورت مین ہے کہ مضاربت آگے پر قرار پائی ہو۔ اور اگر مضارب نے رب المال کو راس المال مضاربت پر دیا تو دوسری مضاربت صحیح نہین ہے اور پہلی مضاربت ہمارے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور نفع دونون مین پہلی مضاربت کی شرط کے موافق تقسیم ہوگا یہ کافی مین ہے اگر رب المال نے مال مضاربت مضارب کے ہاتھ بیچا یا مضارب نے رب المال کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے۔ خواہ مال مین راس المال سے زیادتی ہو یا نہ ہو لیکن جس صورت مین کہ رب المال نے مضارب کے ہاتھ فروخت کیا تو مضاربت باطل ہو جاوے گی۔ اور اگر مضارب نے رب المال کے ہاتھ بیچا تو مضاربت باطل نہ ہوگی اور رب المال کو جائز ہوگا کہ چاہے ثمن مضارب کو دیدے اور مضاربت کو باقی رکھے یا نہ دے اور مضاربت کو توڑ دے یہ محیط مین ہے اور مضارب کو اختیار ہے کہ کوئی کھیت اجارہ لیکر بعض مال سے اسمین زراعت کے واسطے گیہون خرید کے کذا فی الحاوی اور اگر کوئی کھیت درخت یا رطب بونے کے واسطے کرایہ لیا اور کہا کہ یہ مضاربت مین سے ہے تو جائز ہے اور گھٹی ہو تو رب المال پر اور نفع ہو تو دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر کوئی درخت یا نخل یا رطب بٹائی پر لیا بدین شرط کہ مال مضاربت اسپر خرچ کرے تو جائز نہین ہے اور جو کچھ خرچ کیا اسکا ضامن ہوگا اگرچہ اس کو کہا گیا ہو کہ اپنی راے پر عمل کرے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کوئی زمین مزارعت پر لی اور اسمین وہ گیہون جو کسیقدر مال مضاربت خریدے ہین بوئے تو جائز ہے بشرطیکہ اس سے کہا گیا ہو کہ اپنی راے سے عمل کرے اور اگر بیج اور ہل کے بیل مالک زمین کی طرف سے ہون اور بونا مضارب پر ہو تو جو حاصل ہو وہ مضارب کا ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اسی طرح اگر ہل کے بیلون کی شرط مضارب پر ہو تو بھی یہی حکم ہو کذا فی الحاوی۔ اور اگر زمین کو بدون دانہ کے مزارعت پر دیا تو جائز ہے خواہ رب المال نے اس سے کہا ہو کہ اپنی راے سے عمل کرے یا نہ کہا ہو۔ یہ محیط مین ہے۔ اور مضارب اور رب المال کو یہ جائز نہین ہے کہ جو باندی مضاربت کے واسطے خریدی ہے اس سے وطی کرے اور نہ اس کا بوسہ لینا جائز ہے اور نہ مساس جائز ہے خواہ اسمین راس المال سے زیادتی ہو یا نہ ہو یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر رب المال نے اسکو باندی کے ساتھ وطی کی اجازت دیدی تو بھی اسکو اس سے وطی کرنا اور بوسہ و مساس وغیرہ حلال نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر رب المال نے اس کو مضارب کے ساتھ بیاہ دیا پس اگر اس مین راس المال سے زیادتی ہو تو نکاح باطل ہے اور وہ مضاربت پر باقی رہے گی جیسے تھی اور اگر اس مین زیادتی نہ ہو تو مثل اجنبی کیساتھ نکاح کر دینے کے جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور یہ باندی مال مضاربت سے نکل جاوے گی اور رب المال کے راس المال مین محسوب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور مضارب کو اسکے بعد فروخت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور مضارب کو یہ اختیار نہین ہے کہ ایسے شخص کو خریدے کہ وہ رب المال کی طرف سے بسبب قرابت کے آزاد ہوتا ہو یا رب المال نے اس کے آزاد کرنے کی بوقت تملک کے قسم کھائی ہو اور یہ بھی جائز نہین ہے کہ ایسے شخص کو خریدے جو خود مضارب کی طرف سے آزاد ہوتا ہو بشرطیکہ مال مین نفع ظاہر ہو پس اگر اس نے ایسے شخص کو خریدا جو رب المال یا مضارب کیطرف سے ہوتا ہے آزاد تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا قرار دیا جاوے گا مضاربت سے نہ ہوگا اور اگر اس کے دام مضاربت سے دیے ہون تو ضامن ہوگا۔ اور اگر مال مین نفع ظاہر نہ ہو تو ایسے شخص کا خریدنا جو مضارب کی طرف سے آزاد ہوتا ہے جائز ہے پس اگر بعد خریدنے کے اس کی قیمت بڑھ گئی حتی کہ نفع ظاہر ہوا تو مضارب کا حصہ اسمین سے آزاد ہو گیا اور رب المال کے

واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور غلام رب المال کے حصہ کی قیمت کے واسطے سعی کریگا اور اگر آدھا غلام مال مضاربت
جس میں نفع نہیں ہے اور آدھا اپنے مال سے خریدا تو دونوں کے قول میں صحیح ہے کذا فی الکافی۔ اور مضاربت مطلقہ میں
مضارب کو اختیار ہے کہ مال مضاربت کے ساتھ خشکی یا تری کا سفر کرے یہی ظاہر الروایہ ہے اور اسکو ایسے خوفناک
سفر کا جس سے لوگ بچتے ہیں بالاتفاق اختیار نہیں ہوا اور یہی صحیح ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور فتاوی ابو اللیث
میں ہے اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیے اور یہ نہ کہا کہ اپنی رائے سے عمل کرے ولیکن اس
ملک کے تاجروں کا یہ معاملہ ہے کہ مضارب لوگ اپنا مال اس میں ملا دیتے ہیں اور رب المال ان کو منع نہیں کرتے ہیں
پس اس مضارب نے بھی لوگوں کے معاملات پر کام کیا پس اگر یہ تعارف ان لوگوں میں غالب ہے تو مجھے امید ہے
کہ مضارب اس صورت میں ضامن نہ ہوگا اور یہ صورت تعارف الناس پر محمول کی جائیگی یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص
نابالغ لڑکے یا غلام مجور کو مال مضاربت دیا اس نے خریدا اور نفع یا نقصان اٹھایا حالانکہ لڑکے کے والد کی یا غلام کے
مولے کی اجازت نہ تھی تو یہ خرید و فروخت رب المال پر جائز ہوگی۔ اور نفع دونوں میں بالشرط تقسیم ہوگا اور خرید و
فروخت کا عہدہ رب المال پر رہیگا پھر یہ عہدہ لڑکے کی طرف بعد بالغ ہونے کے بھی منتقل نہ ہوگا لیکن غلام کی طرف
بعد آزاد ہونے کے منتقل ہوگا۔ اور اگر غلام مضاربت کے کام میں مرگیا یا لڑکا مضاربت کے کام میں قتل ہوا
حالانکہ دونوں نے نفع حاصل کیا ہے تو غلام کا مالک رب المال سے غلام کی وہ قیمت لیگا جو رب المال کی
اجازت سے مضاربت کا کام شروع کرنے کے روز تھی پس جب رب المال نے یہ قیمت اُس کے مولی
کو دیدی تو بعد دینے کے اسکا مالک ہوگیا پس جسقدر غلام نے مضاربت میں نفع اٹھایا ہے وہ رب المال کا ہے
نہ مولی کا اور لڑکے کا حال یہ ہو کہ قاتل کی مددگار برادری پر دیت لازم آویگی اور وارثان طفل کو یہ بھی اختیار ہو کہ
چاہیں رب المال کی مددگار برادری سے دیت وصول کریں پھر رب المال کی مددگار برادری قاتل کی مددگار برادری
سے اسقدر دیت وصول کریگی پھر وارثان طفل کو اس کے حصہ کا نفع دیا جاویگا۔ یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر
مضارب نے شراب یا سور یا ام ولد یا مکاتب خریدا تو راس المال کا ضامن ہوگا خواہ اس کو علم ہو یا نہ ہو یہ محیط
سرخسی میں ہے۔ اور اگر مضارب نے بیع فاسد سے کوئی ایسی چیز خریدی جس کا قبضہ سے مالک ہو سکتا ہے۔
تو خلاف کرنیوالا قرار نہ دیا جائیگا اور خریدی چیز مضاربت میں رکھی جائیگی کیونکہ تصرف کا حکم عام ہوا اسمیں
صحیح و فاسد دونوں داخل ہیں یہ محیط میں ہے اور اگر ایسی کوئی چیز خریدی جسکے دام اسقدر زیادہ دیے کہ لوگ اندازہ میں
اتنا خسارہ برداشت نہیں کرتے ہیں تو مخالف ہوگا خواہ رب المال نے اس سے کہا ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے
یا نہ کہا ہو۔ اور اگر مضاربت کا مال اسقدر خسارہ سے فروخت کیا کہ لوگ اندازہ نہیں کرتے ہیں یا غیر متعارف
میعاد پر اُدھار دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے بخلاف صاحبین رح کے قول کے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
مضارب نے کسی ایسے شخص کے ساتھ خرید و فروخت کی جس کی گواہی اسکے حق میں بسبب قرابت یا زوجیت کے
ملک کے نامقبول ہے جیسے مکاتب یا غلام مدیون پس اگر یہ خرید و فروخت بعوض مثل قیمت کے واقع ہوئی تو بالاجماع
جائز ہے اور اگر ایسی قیمت پر ہو کہ لوگ اسقدر خسارہ مثل قیمت سے کم اندازہ نہیں کرتے ہیں تو بالاجماع نہیں جائز ہے اور
اگر اسقدر خسارہ ہو کہ لوگ اٹھا سکتے ہیں تو امام اعظم رح کے نزدیک نہیں جائز ہے۔ اور صاحبین رح کے نزدیک

ف بیع مراد اس سے یہ ہے کہ دوسرے کے ہاتھ ہو جاتا ہے ۱۲

جائز ہے مگر مکاتب اور غلام مدیون کے ساتھ ان کے نزدیک بھی نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب نے ایسے شخص
کے واسطے جس کی گواہی اس کے حق میں نامقبول ہے یا اپنے مکاتب کے واسطے یا اپنے غلام قرضدار یا غیر قرضدار
کے واسطے مضاربت میں قرضہ کا اقرار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک خاصۃً اسی کے مال میں لازم آوے گا مگر وہ
قرضہ جو اس نے مضاربت میں اپنے غلام غیر قرضدار کے واسطے اقرار کیا وہ اس پر لازم نہ ہوگا۔ اور صاحبین رح کے
نزدیک اس کا اقرار ان سب کے واسطے جائز ہے مگر اپنے غلام یا مکاتب کے واسطے اگر اقرار کیا تو نہیں جائز
ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مال مضاربت میں زیادتی نہ ہو اور اگر زیادتی ہو تو اس کا
اقرار ان لوگوں کے واسطے اس کے حصہ میں جائز ہے یہ مضاربت جامع صغیر میں صریح مذکور ہے یہ محیط میں ہے اگر مضارب
نے ہزار درم مضاربت سے ایک باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو ہزار درم کو فروخت کیا اور ہنوز اس کے
دام وصول نہ کیے تھے کہ اپنے واسطے اس کو پانچ سو درم کو خرید لیا تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر رب المال نے اپنے لیے
پانچ سو درم کو خریدی تو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مضارب نے اس کو دو ہزار کو بیچا اور سوائے ایک درم کے سب
دام وصول کیے ہوں اور پہلے ثمن سے کم پر مضارب یا رب المال نے اس کو اپنے واسطے خریدا تو جائز نہیں اسی طرح
اگر دونوں میں سے کسی کے بیٹے یا باپ یا غلام یا مکاتب نے اس کو خریدا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک ناجائز ہے اور
صاحبین رح کے نزدیک سوائے مکاتب و غلام کے باقی لوگوں کی خریداری جائز ہے۔ اور اگر مضارب نے اپنے یا رب المال
کے بیٹے کو اس کے یا اپنے لیے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے کہ نہ وکیل کے
واسطے روا ہے نہ موکل مضارب کے واسطے اور اگر رب المال نے اپنے واسطے مضارب کو وکیل کیا یا مضارب نے اس کو
وکیل کیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ بشیر بن غیاث نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ دو شخصوں نے
ایک ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور اس کو شرکت کرنے سے منع کر دیا پھر وہ تھیلی جس میں راس المال تھا
پھٹ گئی اور اس کے درم مضارب کے دراہم میں بدون فعل مضارب کے مل گئے تو اس کو ان کی بعوض خرید و فروخت
کا اختیار ہے اور وہ ضامن نہ ہوگا اور شرکت دونوں میں ثابت ہو گئی اور اس کو اختیار نہ ہوگا کہ کسی متاع کو ان میں سے
خاص اپنے واسطے فروخت کرنے کا ارادہ کرے اور نہ اس کے ثمن سے کوئی شے خاص اپنے واسطے خریدے ولیکن
اگر مال کے عوض کسی شے کے خریدنے سے پہلے اپنے ہزار درم کو مضاربت کے لیے کوئی شے خریدی اور گواہ کر لیے پھر
مال سے نقد دام دے دیے پھر اپنے واسطے کوئی شے ہزار درم کو خریدی اور مال سے دام دے دیے تو جائز ہے یہ محیط
میں ہے۔ اگر مضارب نے مال مضاربت سے کوئی باندی خریدی پھر اس کے بعد گواہ کیے کہ میں نے اس باندی کو اپنے
واسطے بطور خرید مستقبل کے بعوض مثل اس مال کے یا نفع سے خریدا ہے اور رب المال نے خواہ اس کو اس کی رائے
پر عمل کرنے کی اجازت دی تھی یا نہیں دی تھی تو اس کا اپنی ذات کے لیے خریدنا باطل ہے اور اس کو اس سے وطی کرنا
نہ چاہیے اور وہ باندی بحالہ مضاربت پر باقی رہے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اور امام محمد رح کا یہ قول کہ اس نے گواہ کیے کہ
میں نے اس باندی کو اپنے واسطے خریدا ہے دو صورتوں کو محتمل ہے۔ ایک یہ کہ باندی جو مضاربت کی ہے اس کو خود ہی اپنے
واسطے اپنے سے بعوض ثمن اول کے یا بہ نفع یا بوضع خرید کرتا ہے اور دوسری یہ کہ باندی کو دوبارہ پہلے بائع سے
اپنے واسطے بعوض ثمن اول کے یا نفع سے یا گھٹی سے خریدتا ہے پس اگر پہلی صورت مراد ہے تو خریدا اس کی ناجائز ہے

خواہ مثل ثمن اول کے خریدے یا نفع سے یا کمی سے کیونکہ خرید و فروخت مین ایک ہی شخص دونون طرف سے عقد
کرنے والا نہین ہو سکتا ہے سواے باپ کے کہ اس نے اگر مال صغیر خرید و فروخت کیا تو خود ہی خریدنے والا اور بائع
ہو سکتا ہے اس مین اتفاق ہے یا وصی کے کہ وہ بھی علی الاختلاف ایسا کر سکتا ہے اور اگر دوسری وجہ مراد ہے تو امام محمدؒ
کے نزدیک تفصیل نہ کرتے ہین یہ اشارہ ہے کہ یہ بھی جائز نہین ہے اور اگر مال مضاربت سے خریدنے کے وقت
اُس نے گواہ کر لیے ہون کہ مین اپنے واسطے خریدتا ہون پس اگر رب المال نے اُسکو یہ اجازت دی ہو تو جائز
ہے اور جو خریدی وہ اسی کی ہوگی اور جسقدر راس نے دام دیے ہین ان کا رب المال کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر
رب المال نے اس کو ایسی اجازت نہین دی ہے تو باندی مضاربت مین ہوگی مگر باندی خریدنے کے وقت اگر
رب المال حاضر ہو اور اس سے اس نے کہدیا کہ مین اس کو اپنے واسطے خریدتا ہون تو ہو سکتا ہے یہ محیط مین ہے
اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہزار درم مضاربت مین لے اور مضارب نے
لے لیے اور ایک باندی ہزار درم مین مضاربت کے لیے خریدی اور کھرے درم قرار دیے گئے جیسا کہ مطلق درم
کہنے کا بیع مین حکم ہوتا ہے پھر اس نے مضاربت کے درم دیکھے تو نبہرہ یا زیوف پائے پس اگر لینے و دینے کے وقت
دونون کو اس مشارٌ الیہ کا علم نہ ہوا یا ایک کو معلوم ہوا اور دوسرے کو معلوم نہوا یا دونون کو معلوم ہوا مگر ایک
کو دوسرے کے معلوم ہونے کی خبر نہین ہے تو خرید مضاربت مین جائز ہے پھر اگر مضارب نے باندی کے بائع کو وہی درم
دیے اور اس نے چشم پوشی کر کے لے لیے تو مضارب رب المال سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور راس المال وہی زیوف
درم قرار دیے جاوینگے اور اگر بائع نے چشم پوشی نہ کی اور مضارب کو واپس دیے تو مضارب رب المال کو واپس کر کے اس
سے کھرے لیگا۔ اور راس المال مین کھرے درم قرار پاوینگے۔ پس اگر مضارب نے خریدنے سے پہلے درمون کو دیکھا
اور معلوم کیا کہ یہ زیوف ہین پھر اس طور سے باندی خریدی کہ یہ خرید مضارب ہی پر نافذ ہوگی اور راس المال زیوف
درم قرار دیے جاوینگے۔ اور اگر وہ دراہم جنکو مضارب نے اپنے قبضہ مین لیا ہے ستوق یا رصاص ہون اور مضارب
نے کھرے ہزار درم کو ایک باندی خریدی تو تینون صورتون مین جو ہم نے ذکر کی ہین کسی صورت مین مضاربت
کی نہ ہوگی رب المال کی ہوگی اور مضارب کو جیسے اس کام کی مزدوری ہوتی ہے وہ ملیگی۔ اور اگر مضارب کے درم
کھرے ہون ولیکن جسقدر رکھے گئے تھے اس سے کم ہون مثلاً پانچ ہی سو ہون اور مضارب نے ہزار درم کو باندی
خریدی تو تینون صورتون مین آدھی باندی مضاربت کی ہوگی اور آدھی رب المال کو دینا ہوگی۔ پھر اگر اس باندی
کو مضارب نے فروخت کر کے نفع اُٹھایا تو آدھے دام رب المال کے ہونگے اور باقی آدھے مین سے اپنا پورا
راس المال نکال لیگا باقی نفع رہجاویگا کہ دونون کو موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور جو کچھ مضارب نے رب المال
کو خرید دیا ہے یعنی آدھی باندی اس مین مضارب کو اجر المثل نہ ملیگا۔ اور اگر مضارب اور رب المال دونون جانتے تھے
کہ دراہم زیوف یا ستوق ہین یا کم ہین اور ہر ایک دوسرے کے آگاہ ہونے کو بھی جانتا تھا تو معاملہ مشارٌ الیہ
سے متعلق ہوگی پس اگر درم زیوف یا نبہرہ ہون اور اس کے عوض باندی خریدی تو خرید مضاربت کے
واسطے ہوگی اور اگر کھرے درمون سے خریدے تو اپنے واسطے خریدنے والا شمار ہوگا۔ اور اگر دراہم ستوق یا رصاص
ہون اور ان کے عوض کوئی شے خریدی تو وہ رب المال کی ہوگی اور مضارب کو ایسی چیز خریدنے کی مزدوری

۱۲

ملیگی اور دراہم کم ہون تو جسقدر پر قبضہ کیا ہے اُسی پر مضاربت رہیگی حتی کہ اگر پانچ سو پر قبضہ کیا ہے اور خریدی ہزار درم
کو تو آدھی باندی مضاربت اور آدھی باندی مضارب کی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مضارب نے مال سے کوئی متاع
خریدی خواہ اس میں زیادتی ہے یا نہیں ہے اور رب المال نے اُس کو فروخت کرنا چاہا اور مضارب نے انکار کیا اور نفع پانے
تک روکنا چاہا تو مضارب اس کی بیع پر مجبور کیا جاویگا ولیکن اگر چاہے کہ رب المال کو دیدے تو ہو سکتا ہے پس اس سے کہا
جاویگا کہ اگر روکنا منظور ہو تو رب المال کا مال دیدے اور اگر اس میں نفع ہو تو کہا جائیگا کہ راس المال اور اُسکا حصہ نفع اُسکو
دیدے اور متاع تجھے سپرد کر دیجاویگی یہ بدائع میں ہے۔ اور رب المال کو اختیار نہیں ہے کہ اس سے انکار کرے یہ مبسوط میں ہے
اگر مضارب نے مال سے کوئی متاع خریدے پھر مضارب نے کہا کہ میں اسے روکنا چاہتا ہوں تاکہ مجھے نفع کثیر حاصل ہو اور رب المال
نے اُسے فروخت کرنا چاہا تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو مال مضاربت میں زیادتی ہوگی یا نہوگی اور دونوں صورتوں میں بدون
رب المال کی رضامندی کے مضارب کو متاع روکنے کا اختیار نہیں ہے ولیکن اگر رب المال کو اُسکا راس المال درصورت عدم
زیادتی کے یا راس المال مع حصہ نفع کے درصورت زیادتی کے دیدے تو روک سکتا ہے اور اگر اس نے رب المال کو نہ دیا
اور اسکو روکنے کا حق حاصل نہوا تو آیا بیع کے واسطے مجبور کیا جائیگا پس اگر مال میں زیادتی ہو تو بیع کے واسطے مجبور کیا جائیگا
ولیکن اگر رب المال سے کہے کہ میں تجھے تیرا راس المال اور تیرا حصہ نفع دیے دیتا ہوں درصورتیکہ مال میں زیادتی ہے
یا فقط تیرا راس المال دیے دیتا ہوں درصورتیکہ زیادتی نہیں ہے اور اس کو اختیار کرے تو بیع کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا
اور رب المال اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور اگر مال میں زیادتی نہ ہو تو بیع پر مجبور نہ کیا جاوے گا۔ اور
رب المال سے کہا جائے گا کہ تمام متاع خالص تیری ملک ہے پس یا تو تو اس کو بعوض اپنے راس المال کے لے
لے یا اس کو فروخت کر دے تاکہ تجھے تیرا راس المال وصول ہو جاوے یہ محیط میں ہے۔ اور جو فعل
مضارب کو مثل بیع و شرا و اجارہ و بضاعت وغیرہ کے مضاربت صحیحہ میں جائز ہے وہی مضاربت فاسدہ میں
جائز ہے اور مضارب پر ضمان نہیں ہے اسی طرح اگر اُس سے کہدیا کہ اپنی رائے سے عمل کر تو جو افعال اس کو مضاربت
صحیحہ میں جائز ہو جاتے تھے وہی جائز ہو جاوینگے کذا فی الفصول العمادیہ۔

پانچواں باب

دو شخصوں کو مال مضاربت دینے کے بیان میں۔ اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے
پس اس کے عوض ایک غلام جو دو ہزار کی قیمت کا ہے دونوں نے خریدا اور قبضہ کر لیا پھر اُسکو ایک نے
بدون دوسرے کی اجازت کے ایک عرض کے بدلے جو ہزار کی قیمت کا ہے فروخت کیا اور رب المال نے اُسکی
اجازت دیدی تو یہ جائز ہے اور مضارب بائع پر دو ہزار درم غلام کی قیمت واجب ہوگی۔ ایک ہزار
اُن میں سے رب المال اپنے راس المال میں لے لیگا اور دوسرا ہزار نفع میں ہے کہ اس کا آدھا رب المال
لیگا اور باقی آدھا دونوں میں برابر تقسیم ہوگا۔ پس حصہ عامل یعنی چہارم ہزار درم کی طرح دیگر باقی اُسکو ڈانڈ
بھرنی پڑے گی اور دوسرے مضارب کا حق رب المال کے حق کا تابع ہے۔ پس اس کے حق کی وجہ سے اُس کے
ایک حصہ میں اجازت رب المال کی ممنوع نہ ہوگی یعنی نافذ ہو جائیگی۔ اور اگر مضاربین نے وہ غلام دو ہزار درم
کو بیچا اور رب المال نے اجازت دیدی تو دونوں مضاربوں پر جائز ہے۔ اور بائع پر ضمان نہ ہوگی اور اگر مشتری نے

دو ہزار لیے جاوینگے اور وہ دونوں ہزار مضاربت میں رکھے جاوینگے گویا دونوں نے اس کو فروخت کیا ہے۔ اور اگر مضارب
نے وہ غلام دو ہزار سے کم کو فروخت کیا خواہ کمی اسقدر ہے کہ قلیل ہے یا کثیر ہے مگر ایسی کہ لوگ برداشت کر جاتے ہیں۔ اور
رب المال نے اجازت دیدی تو اس کی اجازت باطل ہے اور اگر رب المال نے خود ہی فروخت کیا اور ایک مضارب نے
اجازت دیدی پس اگر اس نے مثل قیمت پر فروخت کیا ہے تو جائز ہے اور اگر قیمت سے کم پر تھوڑی کمی یا بہت کمی سے
فروخت کیا تو جائز نہیں ہے جب تک کہ دونوں مضارب اس کی اجازت نہ دیں اور اگر ایک مضارب نے کسی ثمن کے
عوض جنکے ذکر کیے ہیں فروخت کیا اور دوسرے مضارب نے اجازت دیدی اور رب المال نے اجازت
نہ دی تو جائز ہے بشرطیکہ اس کو اسقدر کمی سے بیچا ہو کہ لوگ اسقدر خسارہ برداشت کر لیتے ہیں اور اگر اسقدر
خسارہ ہو کہ لوگ نہیں اٹھاتے ہیں تو صاحبین رح کے نزدیک نہیں جائز ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے
بمنزلہ اس کے کہ گویا دونوں نے اس کو فروخت کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دو شخصوں کو ہزار درم آدھے کی شرکت پر
دیے اور یہ کہا کہ دونوں اپنی رائے سے کام کرنا یا نہ کہا تو ایک شخص تنہا خرید و فروخت نہیں کر سکتا ہے
پس اگر ایک شخص نے آدھے مال میں بدون دوسرے کے حکم کے تصرف کیا تو وہ اس نصف کا ضامن ہوگا
کذا فی محیط السرخسی۔ اور جو کہ اس کے تصرف سے نفع حاصل ہوا وہ اس کا ہے ولیکن اس نفع کو صدقہ کر دے کیونکہ
حرام سبب سے حاصل ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اس صورت میں ایک نے باجازت دوسرے کے کام کیا تو ضامن
نہ ہوگا اور رب المال اپنا راس المال ہر ایک سے نصف نصف لیگا اور جسقدر حاصل کیا اس میں نفع رہا وہ دونوں مضاربوں
اور رب المال میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر وہ مال جو مضارب مخالف پر تھا ڈوب گیا یعنی تلف ہوا تو اپنا
سب راس المال مضارب موافق سے وصول کریگا اور اگر کچھ باقی نفع رہ گیا تو اس میں سے رب المال آدھا لے لیگا
اور باقی چوتھائی میں جو مخالف کا حصہ ہے نگاہ کیا جائیگا کہ اگر اسی قدر ہے جسقدر مضارب مخالف پر ڈوبا ہے تو اس میں
محسوب کر لیا جائیگا اور اگر یہ چوتھائی اس سے زیادہ ہے جسقدر اسپر ہے تو جسقدر اسپر ہے وہ اسمیں سے محسوب کر کے باقی اسکو دیا جائیگا تاکہ
اس کے تمام حصہ نفع میں پورا ہو جاوے اور اگر یہ چوتھائی اس سے کم ہو جسقدر اس پر ہے تو اس نفع کی مقدار اسکا حصہ
اس سے محسوب کر لیا جاویگا اور جو اسپر باقی رہا اس کو وہ وقت فراخ دستی کے ادا کرے اور اسکی تفصیل مسئلہ مذکورہ کی
مثال یہ ہے کہ راس المال ہزار درم ہے اور مضارب موافق کے پاس ڈیڑھ ہزار درم ہیں ہزار درم نفع کے ہیں اور پانسو
درم راس المال کے ہیں اور پانچ سو درم راس المال کے مضارب مخالف پر قرضہ ہیں پس رب المال اپنے راس المال
میں ہزار درم لے لیگا اور مضارب موافق کے پاس پانسو درم رہجاوینگے یہ نفع ہیں ان کو پانچسو درم کے ساتھ
جو مضارب مخالف پر قرض ہیں ملایا جاوے پس ہزار درم نفع ہو گئے اس کے چار حصے کیے جاوینگے دو حصے رب المال کو
ملینگے اور ایک حصہ مضارب موافق کو اور باقی ایک حصہ مضارب مخالف کا پس معلوم ہوا کہ مضارب مخالف کا حصہ
نفع ڈھائی سو درم ہیں اور قرضہ کے اسپر پانچ سو درم ہیں پس یہ دو سو پچاس درم نفع کے اسمیں محسوب کر لیے جاوینگے اور
اسپر ڈھائی سو درم قرضہ باقی رہینگے وہ اس سے جب آسودہ حال ہو جاوے تو وصول کر لیے جاوینگے اور اگر مضارب موافق
کے پاس دو ہزار پانچسو درم ہوں پس رب المال کے ہزار درم دیکر باقی ہیں پانچ سو درم جو مضارب مخالف پر ہیں ملا لینے کے
دو ہزار درم نفع کے ہوئے اس میں موافق تقسیم کے مخالف مضارب کا چوتھائی نفع پانچ سو درم ہوئے اور اسی قدر ہیں

اُسپر قرض ہے پس اس کو کچھ واپس دینا نہ پڑے گا۔ اور اگر مضارب موافق کے پاس تین ہزار درم ہوں تو رب المال کا
راس المال دینے کے بعد جو کچھ مضارب مخالف پر قرضہ ہے وہ ملانے سے دو ہزار پانچ سو درم نفع کے ہوئے اس میں سے
نفع کا جو چوتھائی حصہ یعنی چھ سو پچیس درم ہوئے پس اس میں سے اسقدر جو اُسپر ہے یعنی پانچ سو درم نکال لینے کے بعد
ایک سو پچیس درم باقی رہے وہ اُسکو واپس کر دینا ہوں گے اور یہی اس کا تمام حصہ ہے اور باقی نفع رب المال اور
مضارب موافق کے درمیان تین حصوں میں موافق ان کے حصہ کے تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مضارب مخالف
کا مشتری چیز تلف نہ ہوا بلکہ اس مال کا مقبوضہ تلف ہوا جس نے دوسرے کے حکم سے کام کیا ہے تو رب المال کو اختیار ہے
مخالف سے حصہ راس المال کی ضمان لے گا اس کے سوا اس سے کچھ نہ لے گا اور اگر دونوں مضاربوں نے ہزار درم
مضاربت پر قبضہ کر کے پھر ان کو باہم برابر تقسیم کر لیا پھر ایک نے حصہ سے ایک غلام خریدا پھر دوسرے نے اُسکے
خریدنے کی اجازت دی تو اس کی اجازت سے وہ غلام مضاربت میں سے نہ ہوگا اور اگر دونوں نے ایک غلام ہزار درم
کو خریدا پھر ایک نے اس کو کسی ثمن معلوم کے عوض بیچا اور دوسرے نے اجازت دی تو جائز ہے اسی طرح اگر رب المال
نے اجازت دیدی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک غلام دونوں نے خریدا پھر ایک نے اس کو بعوض کسی اسباب
یا باندی کے فروخت کیا اور دوسرے نے اجازت دیدی تو قیاساً جائز نہیں ہے اور استحساناً جائز ہے۔ اور اگر
دوسرے نے اجازت نہ دی یہاں تک کہ بائع نے اس اسباب یا باندی پر قبضہ کر لیا اور اس کو ہزار درم کو
فروخت کیا پھر دوسرے نے اجازت دی تو جائز نہیں ہے اور وہ غلام مضاربت میں واپس دلایا جائیگا اور دونوں
کے قبضہ میں رہے گا اور مضارب بائع کو اس اسباب یا باندی کی قیمت اس کے مالک کو دینی پڑے گی اور اس کا ثمن اُسکو
ملیگا اور اگر شریک نے غلام کے عوض باندی یا اسباب کے بیچنے کی اجازت نہ دی مگر رب المال نے اجازت دی تو بیع
جائز ہو جاویگی اور غلام بیچنے والے کو غلام کی قیمت رب المال کو دینی پڑیگی اور جو اُس نے خریدا ہے وہ اسی کا ہوگا
اور مضاربت باطل ہو جاویگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک مضارب نے بدون دوسرے کی اجازت کے کسیقدر
مال کسی شخص کو بضاعت میں دیا اور بضاعت لینے والے نے خرید و فروخت کی اور نفع یا نقصان اُٹھایا تو یہ نفع
و نقصان اُسی مضارب بضاعت دینے والے پر پڑے گا اور رب المال کو ضمان لینے میں اختیار ہے چاہے بضاعت
لینے والے سے لیوے اور وہ بضاعت دینے والے سے پھیر لیگا اور چاہے مضارب بضاعت دینے والے سے لیوے اور
وہ اپنے بضاعت لینے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر دونوں مضاربوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اجازت
دیدی کہ جسقدر مال چاہے بضاعت میں دیوے پس ایک نے کسی کو بضاعت دی اور دوسرے نے دوسرے کو دی تو یہ
دونوں پر اور رب المال پر بھی جائز ہے۔ اور اگر دونوں مضاربوں نے کوئی غلام کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو ہر ایک کو
اختیار ہے کہ مشتری سے آدھے دام وصول کر لے اگرچہ اُسکے شریک نے اُسکو اجازت نہ دی ہو اور آدھے دام سے زیادہ
نہیں لے سکتا ہے الا اس صورت میں کہ شریک اسکا اجازت دیوے پس اگر اجازت دیدی تو آدھے سے زیادہ وصول کر لینا جائز
ہے اور اگر رب المال نے مضاربت دیتے وقت دونوں سے کہدیا تھا کہ یہ مال بضاعت میں نہ دینا پھر دونوں نے بضاعت
میں دیا تو دونوں ضامن ہوں گے۔ اور اگر دونوں نے رب المال کو بضاعت میں دیا تو یہ مضاربت پر برقرار
دیگر جائز ہوگا کذا فی المبسوط

چھٹا باب

مضاربت پر شرطیں قائم کرنے کے بیان میں۔ اصل یہ ہے کہ رب المال نے جب مضاربت میں مضارب پر کوئی شرط قائم کی پس اگر ایسی شرط ہو کہ اس میں رب المال کا فائدہ ہو تو مضارب کو اُسکی نگاہداشت ضروری ہے اور اُسکا وفا کرنا واجب ہے اور اگر وفا نہ کی تو مخالفت اور عامل بلا اجازت قرار دیا جاویگا اور اگر نہیں رب المال کا کوئی فائدہ نہیں ہے تو صحیح نہیں اور مثل کالعدم مسکوت عنہ قرار دیا جاویگی کذا فی المحیط اور اگر رب المال نے مضارب کے واسطے مال میں تصرف کرنے کی خصوصیت کسی شہر خاص یا کسی متاع خاص کیساتھ کر دی تو مضاربت اُسی کے ساتھ مقید ہوگی اور مضارب کو اُس سے تجاوز کرنا روا نہیں اسی طرح ایسے شخص کو بضاعت بھی نہیں دے سکتا ہے جو اس کو اُس شہر سے باہر لیجا وے پس اگر مضارب اس کو اس شہر سے باہر لے گیا اور دوسرے شہر میں جا کر خرید و فروخت کی تو ضامن ہوگا اور یہ اسی کے واسطے ہوگا اور نفع بھی اسی کا ہوگا۔ اور نقصان بھی اسی پر پڑیگا۔ اور اگر کوئی چیز خرید و فروخت نہ کی حتیٰ کہ واپس کر کے اسی شہر میں جو معین کیا ہے لے آیا تو ضمان سے بری ہوگیا۔ اور وہ مال مضاربت میں بحالہ ہوگیا۔ اسی طرح اگر کسی قدر مال سے اسی شہر مشروط میں خریدی اور باقی کو جو باہر لے گیا تھا واپس کر لایا تو سب مضاربت میں قرار دیا جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر آدھے مال سے کوفہ میں نہ خریدا حالانکہ کوفہ رب المال نے معین کیا تھا بلکہ کوفہ سے خارج خریدی اور باقی آدھے مال سے واپس لا کر کوفہ میں خرید و فروخت کی تو جسقدر کوفہ سے خارج خریدا اُسکا ضامن ہے اور اس کا نفع اسی کا اور گھٹی اسی پر پڑیگی اور جسقدر سے واپس لا کر کوفہ میں خرید و فروخت کی ہے وہ مضاربت میں ہوگا۔ اور اصل میں ہے کہ مضارب اس صورت میں امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک مخالفت کا نفع سب صدقہ کر دیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر یہ شرط کی کہ کوفہ کے بازار میں مضاربت کرے اس نے دوسری جگہ کام کیا تو استحساناً جائز ہے اور اگر اسطرح کہا کہ سوائے بازار کوفہ کے کہیں مضاربت نہ کرے اور اُسنے دوسری جگہ کام کیا تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ جن الفاظ سے تقیید ہو جاتی ہے یعنے کسی جگہ کام کرنا اس میں مقید ہو جاتا ہے یہ ہیں کہ میں نے تجھے مال مضاربت میں دیا بشرطیکہ تو کوفہ میں کام کرے یا تاکہ تو کوفہ میں کام کرے یا پس اس کے ساتھ کوفہ میں مضاربت کر یا یوں کہا کہ کوفہ میں آدھے کی مضاربت پر میں نے تجھے مال دیا تو ان صورتوں میں خاص کوفہ ہی میں کام کر سکتا ہے غیر جگہ نہیں کر سکتا ہے اور جو الفاظ اس معنی کو مفید نہیں ہیں وہ اس طرح ہیں کہ میں نے تجھے مضاربت میں مال دیا اور تو کوفہ میں کر یا تو کوفہ میں کام کر پس اس سے خصوصیت منحصر کوفہ پر نہیں ثابت ہوتی ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر اس کے مضاربت کیساتھ ایسا لفظ ذکر کیا جو مبتدا نہیں ہو سکتا ہے بلکہ کلام سابق پر مبنی کیا جا سکتا ہے تو اس صورت میں کلام سابق سے متعلق و مبنی کیا جاویگا جیسا کہ پہلے الفاظ میں ہے کہ اس میں مضاربت کے کام کے ساتھ کوفہ میں کام کرنا مقید ہے مبتدا نہیں قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ زبان اُردو کے قواعد میں جاری ہے۔ اور اگر ایسا نہو بلکہ جو لفظ اُسنے قید کے واسطے ذکر کیا ہے وہ ایسا ہو کہ مبتدا ہو سکتا ہے تو اس کو مبتدا قرار دینگے جیسے کہ دوسرے الفاظ میں ظاہر ہے پس یہ کلام زائد بطور مشورہ کے قرار دیا جاویگا اور مضارب کو اختیار ہوگا کہ کوفہ میں یا غیر جگہ کام کرے یہ کافی میں ہے مگر مترجم نے اپنی زبان کے موافق تشریح کی ہے قدوری میں ہے کہ اگر مضارب کو ہزار درم دیئے اور یہ کہا کہ یہ ہزار درم آدھے کی مضاربت پر اس شرط سے کہ تو اُس طعام خریدے تو یہ قید یعنے طعام کی صرف گیہوں اور اس کے آٹے پر قرار دی جاوے گی اسی طرح اگر یوں کہا

کہ یہ ہزار درم آدھے کی مضاربت پر لے پس اس سے طعام خرید کر تو بھی ایسا ہی ہے یا کہا کہ یہ ہزار درم آدھے
کی مضاربت پر لے تاکہ اس سے طعام خریدے یا کہا کہ طعام کی مضاربت میں لے تو ان سب سے مضاربت طعام کے
ساتھ مقید ہوگی حتی کہ اگر اس نے طعام کے سوا کوئی اور چیز خریدی تو مخالف اور ضامن ہوگا۔ اور اس کو اختیار ہے
کہ طعام خواہ شہر میں خریدے یا دوسری جگہ خریدے اور طعام میں بضاعت دے کیونکہ تخصیص صرف طعام کی ثابت
ہوئی ہے اور باقی خریدنے کی جگہ وغیرہ سب عام رہیگی اور اگر یوں کہا کہ یہ ہزار درم لے اور اس سے طعام خرید تو
اس کو اختیار ہے کہ چاہے آٹا گیہوں کا اور گیہوں خریدے یا اور کوئی چیز خریدے اور اس کا یہ کہنا کہ اس سے
طعام خرید بطور مشورہ کے قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ قال المترجم طعام کے لفظ سے گیہوں اور اس کے آٹے کی
خصوصیت ہونا باعتبار اطلاق اہل کوفہ کے ہے اور ہماری زبان میں اگر اس لفظ کو استعمال کیا تو یہ خصوصیت نہ ہوگی
بلکہ میرا گمان ہے کہ گیہوں یا اس کا آٹا خصوصاً مراد نہ ہوگا کیونکہ طعام سے اگر اناج کہا جائے گا تو سب قسم کے اناج کو
شامل ہے اور اگر مطعوم فی الحال مراد ہے تو ہر چیز جو کھائی جاوے اور از قسم طعام ہو وہ مراد ہوگی واللہ اعلم اور بعض مشائخ
نے اس لفظ طعام کو اپنی زبان فارسی میں ان معنی سے منحرف کرکے تصریح کر دی ہے کہ ہماری زبان میں اس سے گیہوں
و اس کا آٹا مراد نہ ہوگا۔ فاحفظہ۔ اگر اس کو ہزار درم اس شرط سے دیے کہ مضاربت میں خاصۃً طعام خریدے تو اس کو
اختیار ہے کہ جب خاصۃً طعام کے واسطے نکلے تو اپنے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ کر لے جیسا کہ طعام کے واسطے کرایہ کریگا

اور یہ بھی اس کو اختیار ہے کہ کوئی ٹٹو اپنے سفر کے واسطے خریدے جیسا کہ تاجر لوگ کیا کرتے ہیں اور یہ بھی اسکو اختیار
ہے کہ اگر کرایہ میں نہ پاوے تو طعام لادنے کے واسطے بار برداری خریدے بلکہ خرید لینا کرایہ کرنے سے زیادہ موافق ہے
یہ مبسوط میں ہے۔ اور طعام لادنے کے واسطے کشتی نہ خریدے الا اس ملک میں جہاں تاجروں کی ایسی عادت ہو
پس اگر مضاربت علی العموم ہے تو کشتی خریدنا بھی جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اس کو اختیار ہے کہ بعض مال سے
کوئی ایسا بیت خریدے کہ جس میں طعام کی حفاظت کرے اور اس میں فروخت کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر
رقیق میں مضاربت کے واسطے اس کو ہزار درم دیے تو سوائے رقیق کے اور کوئی چیز نہیں خرید کر سکتا ہے ہاں اسکو اختیار
ہے کہ اسی شہر میں جس میں مال دیا ہے رقیق خریدے یا دوسرے شہر میں خریدے اور اس کو رقیق میں بضاعت دینے کا بھی
اختیار ہے اور اس کو رقیق لادنے کے واسطے ٹٹو کرایہ لینے بھی جائز ہیں اور یہ بھی اختیار ہے کہ رقیقوں کے واسطے کھانا
کپڑا اس مال سے خریدے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضاربت میں یہ شرط لگائی کہ فلاں شخص سے خریدے اور اسی
کے ہاتھ فروخت کرے تو تقیید صحیح ہے اور اسکے سوا دوسرے سے خرید و فروخت نہیں کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے
اور اگر اسکو اس شرط سے مضاربت میں مال دیا کہ اہل کوفہ سے خرید و فروخت کرے اسنے کوفہ میں ایسے شخص سے
خرید و فروخت کی جو کوفی نہیں ہے تو جائز ہے اسیطرح اگر اسکو بیع صرف کے واسطے اس شرط سے مال مضاربت دیا کہ
صرافوں سے خرید و فروخت کرے تو اسکو غیر صرافوں سے بھی خرید و فروخت کا اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر عقد
مضاربت کے واسطے کوئی وقت معین کر دیا تو مضاربت اسی وقت تک مقید ہوگی حتی کہ اس وقت کے گذر جانے سے
مضاربت باطل ہو جائیگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کسی کو مضاربت میں ہزار درم اس شرط سے دیے کہ نقدی سے
خریدے اور نقدی سے فروخت کرے تو سوائے نقدی سے خرید و فروخت کرنے کے اس کو اختیار

نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اسکو حکم کیا کہ ادھار بیچے اور نقد نہ بیچے اور اس نے نقدی بیچا تو جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہے کہ اس نے نقد سے اس کے مثل پر قیمت پر یا زیادہ پر بیچا ہو یا جسقدر اس سے ثمن بیان کیا ہے اس کے مثل پر فروخت کیا ہو اور اگر اس سے کم کو نقد فروخت کیا تو وہ مخالف قرار دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ اس کو ہزار سے زیادہ پر نہ بیچے اسنے زیادہ پر بیچا تو جائز ہے کیونکہ اس میں رب المال کی بہتری ہے کذا فی الحاوی اور اگر مضاربت پہلے مطلقہ ہو پھر بعد عقد مضاربت کے مضارب نے عمل کرنے سے پہلے یا اس نے کل کرنے اور خرید و فروخت کرنے کے دام وصول کر کے مال نقدی یعنی درہم و دینار ہو جانے کے بعد رب المال نے کوئی قید لگا دی مثلاً کہا کہ ادھار نہ بیچے یا گیہوں وا سکا آٹا وغیرہ نہ خریدے یا فلاں شخص سے نہ خریدے یا سفر نہ کرے تو یہ تخصیص جائز ہے اور اگر مضارب نے کام شروع کیا اور راس المال عروض ہو گیا پھر ایسی تخصیص کی تو صحیح نہیں ہے۔ اور اگر اس کو سفر کرنے سے منع کر دیا تو موافق روایت کے مضاربت مطلقہ میں سفر جائز ہے اور اگر مال عروض ہو گیا ہو تو منع کرنا صحیح نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور جب اس نے تھوڑے مال سے کوئی چیز خریدی پھر رب المال نے کہا کہ اس مال سے سوائے گیہوں کی تجارت کے کوئی کام نہ کرے تو باقی مال سے اسکو سوائے گیہوں کی مضاربت کے کوئی کام کرنا جائز نہیں ہے اور جب اس شے کو فروخت کیا اور نقد دام آگئے تو اُنسے بھی سوائے گیہوں کے کچھ نہیں خرید سکتا ہے یہ حاوی میں ہے اگر کسی کو مال مضاربت اس شرط سے دیا کہ اس سے ثیاب خرید و فروخت کرے پس ثیاب بنی آدم کے لبوس کا اسم جنس ہے یعنی جامہ جو بنی آدم پہنتے ہیں تو اسکو اختیار ہے کہ اس مال سے خز و حریر و قز و سوت کے کپڑے و کتان کی چادریں و طیلسان و اخفیات وغیرہ ایسے کپڑے خریدے اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ پلاس و پردے و انماط و تکیہ وغیرہ ایسے وغیرہ ایسے کپڑے خریدے۔ اور اگر اس شرط سے دیا کہ اس کے عوض ثیاب بز خریدے تو بز میں فقط روئی و کتان کے کپڑے شامل ہونگے اور اس کو حریر و خز و قز کی چادریں و طیلسان وغیرہ خریدنے کا اختیار نہ ہوگا کذا فی المبسوط

ساتواں باب

مضارب کے مال مضاربت غیر کو دینے کے بیان میں۔ اگر مضارب نے رب المال کی بلا اجازت دوسرے کو راس المال مضاربت کے واسطے دیا تو جب تک دوسرا اسمیں تصرف نہ کرے مضارب پہلے والا ضامن نہ ہوگا اور یہی ظاہر الروایۃ ہے یہ تبیین میں لکھا ہے پھر رب المال کو اختیار ہے چاہے اول سے اپنے راس المال کی ضمان لے یا دوسرے سے ضمان لے پس اگر اس نے اول سے ضمان لے لی تو اول و ثانی میں مضاربت صحیح ہو گی اور نفع دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہوگا اور اگر اس نے ثانی سے ضمان لی تو وہ اول کی طرف رجوع کریگا اور جس قدر اُسنے ضمان میں دیا ہے وہ اس سے لیگا اور اول و ثانی میں مضاربت صحیح ہوگی اور نفع دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہوگا اور نفع ثانی کو حلال ہوگا اور اول کو حلال نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر رب المال نے یہ اختیار کیا کہ جو نفع مضارب ثانی نے حاصل کیا ہے اس سے اپنا مستحق حصہ جو پہلے مضارب سے شرط کیا تھا لے لے اور کسی سے دونوں میں سے کچھ ضمان نہ لے تو نہیں کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور یہ سب اسوقت ہے کہ دونوں مضاربتیں صحیح ہوں کذا فی التبیین۔ اور اگر مضاربت اولی فاسد ہو اور دوسری جائز ہو تو دونوں میں سے کسی پر ضمان نہیں ہے اور تمام نفع رب المال کو ملیگا اور پہلے مضارب کو اجر المثل ملیگا اور دوسرے مضارب کا پہلے مضارب پر نفع مشروط کے برابر لازم آوے گا۔ اور اگر پہلی مضاربت جائز اور دوسری فاسد ہو تو بھی کسی پر ضمان نہ ہوگی اور

دوسرے کا اجر المثل پہلا اور پہلے کو موافق شرط کے نفع ملیگا اسیطرح اگر دونون مضاربتین فاسد ہون تو بھی کوئی ضامن نہوگا
یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر دوسرے مضارب نے مال تلف کر دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو خاصۃً اسی پر ضمان ہوگی پہلے پر نہ آویگی
کیونکہ اس نے اس فعل میں مضارب اول کی مخالفت کی یعنی ضمان اسی پر مقصود ہوگی بخلاف اسکے اگر اس نے مضاربت
کا کام کیا ہو تو اس نے اول کے حکم کی فرمانبرداری کی اسی واسطے رب المال کو دونون مین سے ہر ایک سے ضمان
لینے کا اختیار ہوتا ہے۔ یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دوسرے مضارب نے کام شروع کرنے سے پہلے تمام مال اسکے
پاس سے کسی غاصب نے غصب کیا تو دونون مین سے کسی پر ضمان نہ آویگی بلکہ ضمان خاصۃً غاصب پر آویگی
یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دوسرے مضارب نے کسی شخص کو وہ مال بضاعت میں دیا وہ خرید و فروخت کرتا ہے
تو رب المال کو اختیار ہے کہ تینوں میں سے جس سے چاہے ضمان لیوے اور جو نفع ہو وہ دونون مضاربون مین اُنکی
شرط کے تقسیم ہوگا رب المال کو کچھ نہ ملیگا اور کسی پہلے مضارب پر پڑیگی پس اگر رب المال نے پہلے مضارب سے ضمان لے
لی تو دوسری مضاربت صحیح ہو جاویگی اور اگر دوسرے مضارب سے ضمان لی تو وہ اول سے واپس لیگا۔ اور اگر
مستبضع سے جسکے پاس بضاعت ہے اس سے ضمان لی تو وہ دوسرے مضارب سے لیگا اور دوسرا پہلے سے واپس لیگا یہ مبسوط
میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو مال مضاربت دیا اس شرط سے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نفع رزق دے وہ ہم دونون میں مشترک ہوگا
یا ہم دونون میں نصفا نصف ہوگا اور اس سے کہدیا کہ اپنی رائے سے اسمین عمل کرے پس اول نے دوسرے مضارب کو تہائی نفع
کی شرط سے دیدیا تو جائز ہے اور دوسرے کو تہائی نفع اور رب المال کو آدھا اور پہلے کو چھٹا حصہ نفع ملیگا۔ اور اگر پہلے مضارب نے دوسرے
کے واسطے آدھے نفع کی شرط لگائی تو اسکو آدھا نفع اور رب المال کو آدھا نفع ملیگا۔ اور پہلے مضارب کو کچھ نہ ملیگا۔ اور
اگر پہلے مضارب نے دوسرے مضارب کے واسطے دو تہائی نفع کی شرط کی تو نفع رب المال اور دوسرے مضارب میں نصفا
نصف تقسیم ہوگا اور پہلا مضارب دوسرے کو چھٹے حصے نفع کے مثل اپنے پاس سے دیگا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے
اور اگر رب المال نے پہلے مضارب سے یون کہا کہ جو کچھ تو نے اس میں نفع حاصل کیا وہ ہم دونون میں آدھا آدھا
ہوگا یا جو کچھ تجھے نفع یا زیادتی ملے یا کہا کہ جو کچھ تو نے اس میں حاصل کیا یا جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ نے اس میں روزی
دیا یا کہا کہ جو کچھ تجھے اس میں نفع پہونچا وہ ہم دونون میں نصفا نصف ہوگا اور اس سے کہدیا کہ اپنی رائے سے
اس میں عمل کرے اس نے دوسرے کو آدھے یا دو تہائی یا پانچ چھٹے حصے کے نفع سے دیدیا تو یہ جائز ہے اور دوسرے
کو تمام وہ نفع جو اسکے لیے شرط کیا ہے دیا جاویگا اور باقی نفع پہلے اور رب المال کے درمیان برابر تقسیم ہوگا
یہ مبسوط میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ بشر بن الولید رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ ایک
شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور حکم کیا کہ اپنی رائے سے عمل کرے پس مضارب نے
دوسرے کو مضاربت پر دیدیا اور کہا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ رزق دے وہ ہمارے اور تیرے درمیان ہے پس آدھا
نفع رب المال کا اور باقی آدھا دونون مضاربون میں برابر تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص نے دوسرے کو
ہزار درم مضاربت میں دیے اور کہا کہ اپنی رائے سے عمل کرے اُسنے دوسرے کو مضاربت پر دیدیے اور
کہدیا کہ اپنی رائے سے کام کرے تو دوسرے کو بھی اختیار ہے کہ تیسرے کو مضاربت پر دیدے اور دوسرا مضارب
اس امر میں مثل اول کے ہوگا۔ کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر اول نے دوسرے کو مضاربت پر دیا اور اس سے یہ کہا کہ

اپنی رائے سے عمل کرے تو دوسرا اس کو تیسرے کو مضاربت میں نہیں دے سکتا ہے یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص نے ایک شخص کو آدھے کی مضاربت پر مال دیا اور اس سے یہ نہ کہا کہ اپنی رائے سے عمل کرے اس نے دوسرے کو تہائی کی مضاربت پر دیا اور یہ کہا کہ اپنی رائے سے عمل کرے اور دوسرے نے تیسرے کو چھٹے حصہ کی مضاربت پر دیا اس نے کام کیا اور نفع یا نقصان اٹھایا تو پہلا مضارب ضمان سے بری ہے اور رب المال کو اختیار ہے کہ چاہے دوسرے سے اپنے راس المال کی ضمان لے یا تیسرے سے ضمان لے پس اگر اس نے دوسرے سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر تیسرے سے ضمان لی تو دوسرے سے واپس لے سکتا ہے اور نفع دونوں کو موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر پہلے مضارب نے دوسرے کو تہائی پر مال دیتے وقت کہدیا تھا کہ اپنی رائے سے کام کرے پس دوسرے نے تیسرے کو چھٹے حصہ کے نفع پر دیدیا اور اس نے نفع یا نقصان اٹھایا تو رب المال کو تینوں میں سے ہر ایک سے ضمان لینے کا اختیار ہے پس اگر تیسرے سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے واپس لیگا اور دوسرا پہلے سے واپس لیگا۔ اور اگر دوسرے سے ضمان لی تو وہ پہلے سے واپس لیگا۔ اور اگر پہلے سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے پھر بسبب پہلے مضارب کی ملک مستقر ہو گئی (ثابت ہوگئی) تو دوسری اور تیسری دونوں مضاربتیں صحیح ہو گئیں اور گھٹی پہلے مضارب پر پڑے گی اور نفع تیسرے کو چھٹا حصہ اور دوسرے کو چھٹا حصہ اور پہلے کو دو تہائی ملیگا یہ مبسوط میں ہے اور مضارب کو اختیار ہے کہ دوسرے سے شرکت عنان کرے اور نفع دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور جب نفع دونوں میں تقسیم ہوا تو مال مضاربت مع حصہ نفع مضارب کے ہوگا پس اس میں سے رب المال اپنا راس المال لے لیگا اور جو بڑھا وہ دونوں میں شرکت میں ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر مضارب اول نے مال کسی کو مضاربت پر اس شرط سے دیا کہ دوسرے کو نفع میں سے سو درم ملینگے اس نے کام کیا پس نفع یا نقصان اٹھایا یا کام کرنے کے بعد مال اس پر ڈوب گیا تو رب المال کسی سے ضمان نہیں لے سکتا ہے اور گھٹی اسی پر ہوگی اور مال کا ڈوب جانا یعنی ضائع ہونا بھی اسی پر ہوگا اور دوسرے کا اجر مثل پہلے مضاربت پر ہوگا اور پہلا مضارب اسکو رب المال سے واپس لیگا۔ اور اگر اسمیں نفع ہو تو اولاً مال میں سے عامل کو اجر المثل دیا جائے گا پھر نفع رب المال اور مضارب اول میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور اگر رب المال نے پہلے مضارب کے واسطے سو درم نفع کی شرط کی اور یہ نہ کہا کہ اپنی رائے سے کام کرے پھر مضارب نے دوسرے کو آدھے کی مضاربت پر دیا اس نے کام کیا تو گھٹی یا تلف ہونے کی صورت میں دونوں مضاربوں پر ضمان آویگی اور اس صورت میں اگر نفع حاصل ہو تو سب رب المال کا ہے اور رب المال پر پہلے مضارب کے واسطے اجر المثل اور پہلے مضارب پر دوسرے مضارب کے واسطے مثل نصف نفع کے جو اس کے خاص مال میں حاصل کیا ہے واجب ہوگا کذا فی المبسوط

آٹھواں باب

مضاربت میں مرابحہ اور تولیہ کے بیان میں۔ اس میں تین فصلیں ہیں **فصل اول** مضارب کے رقم وغیرہ پر مرابحہ یا تولیہ سے فروخت کرنے کے بیان میں۔ **قال المترجم** یہ اصطلاحات کتاب البیوع میں گزر چکی ہیں ولیکن اعادہ کیا جاتا ہے۔ مرابحہ وہ بیع کہ ثمن اول سے نفع پر فروخت کرے۔ اور تولیہ برابر ثمن اول کے فروخت کرے اور رقم تاجروں کی نشانی جس سے حال ثمن کا معلوم ہو جس کو ہندی میں آنکہ بولتے ہیں۔ فاحفظہ

قال محمد رح فی الجامع صغیر اگر مضارب نے کوئی متاع کچھ خرچہ کے بعد مرابحہ سے فروخت کی تو

متاع کے لادنے وغیرہ میں جو کچھ خرچ کیا ہے اس کا حساب کر لے اور جو اس نے اپنے کھانے و کپڑے و تیل و سواری و
کپڑے و صلائی و اشیائے ضروری میں خرچ کیا ہے اُس کو محسوب نہ کرے قال المترجم یعنی مثلاً کوئی متاع بصرہ سے
خرید لایا اور اس کی باربرداری میں دس درم خرچ ہوئے اور ثمن متاع کا سو درم ہے اور اپنے سفر خرچ میں پانچ
درم خرچ ہوئے تو یوں کہے کہ مجھے ایک سو دس درم میں پڑی ہے اس پر نفع قرار دے اور ایک سو پندرہ درم
نہ کہے اور نہ اُس پر نفع لگاوے اور اصل فقہی اس باب میں یہ ہے کہ جس چیز سے مال عین میں حقیقۃً یا حکماً زیادتی ہو
وہ راس المال کے معنی میں ہے پس وہ راس المال میں داخل کیجاوے گی اور جو ایسی نہیں ہے وہ راس المال کے
معنی میں نہیں ہے پس وہ راس المال میں ملائی نہ جاوے گی اور جس جگہ ملانا صحیح ہوا وہاں مضارب کو چاہیے کہ
بیع مرابحہ کے وقت یوں کہے کہ مجھے اتنے کو پڑی ہے تاکہ کذب سے بچے چنانچہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے کوئی متاع ہزار
درم کو خریدی اور اُس پر دو ہزار کی رقم ڈالدی پھر خریدار سے کہا کہ میں اس کو رقم پر مرابحہ سے بیچتا ہوں پس اگر مشتری
کو اس کی رقم بتلادے تو جائز ہے اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر مشتری کو رقم نہ معلوم ہوئی تو بیع فاسد ہے پھر جب اسکو
معلوم ہوا کہ اس کی رقم اسقدر ہے تو مشتری کو خیار رہے گا چاہے اسکو لے یا چھوڑ دے اور اگر اس نے قبضہ کر لیا اور فروخت
کردی پھر معلوم کیا کہ اسکی رقم اسقدر ہے اور راضی ہو گیا تو اسکی رضامندی باطل ہے اور اُس پر اسکی قیمت واجب
ہو گی۔ اور اس باب میں تولیہ مثل مرابحہ کے ہے۔ اگر مضارب نے اُس کو رقم پر تولیہ کے طور پر فروخت کیا اور مشتری
نہیں جانتا ہے کہ اس کی رقم کیا ہے پھر مضارب نے اس کے بعد دوسرے کے ہاتھ بطور بیع صحیح کے فروخت کیا تو
جائز ہے۔ بشرطیکہ اول نے قبضہ نہ کیا ہو اور اسی طرح اگر اول کو اُسکی رقم معلوم ہوئی اور وہ خاموش رہا قبول نہ
کیا یہانتک کہ مضارب نے دوسرے کے ہاتھ بطور بیع صحیح کے فروخت کر دیا تو بھی بیع ثانی جائز ہے۔ اور اگر اول
مشتری رقم معلوم کرنے کے بعد راضی ہو گیا پھر مضارب نے اس کو دوسرے کے ہاتھ بطور بیع صحیح کے فروخت کیا تو
دوسری بیع باطل ہے۔ اور اگر اول مشتری نے ان صورتوں میں مضارب سے لیکر متاع پر قبضہ کر لیا پھر مضارب نے
دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع ثانی باطل ہو گی اور اگر مشتری اول نے بعد رقم جاننے کے بیع توڑ دی تو بھی دوسری
بیع حسب جائز نہ ہو جاوے گی۔ اور اگر مضارب نے کوئی متاع ہزار درم کو خریدی پھر ایک شخص سے کہا کہ میں تیرے
ہاتھ یہ متاع دو ہزار درم کو سو درم کے نفع سے فروخت کرتا ہوں اور کچھ رقم وغیرہ کا نام نہ لیا اور اس شخص نے خرید لی
پھر اس کو معلوم ہوا کہ مضارب نے ہزار درم کو خریدی تھی تو بیع دو ہزار ایک سو درم کو لازم ہو گی اور جو فعل مضارب
نے کیا اس میں کچھ ڈر نہیں ہے کذا فی المبسوط۔ اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اس کو درم کے ساتھ ایک درم نفع
لیکر بیچا تو اگر دس درم کو خریدی ہو تو بیس درم کی ہوئی اور اگر دس درم کی خریدی ہوئی پر ایک درم کے ساتھ دو درم
نفع سے بیچی تو تیس درم کی ہوئی اور اگر کہا کہ دس درم کے ساتھ پانچ درم نفع سے بیچی تو پندرہ درم کی ہوئی ایسے
ہی اگر ہر درم کے ساتھ نصف درم نفع سے کہا تو بھی پندرہ درم ہوئے اور اگر یوں کہا بریح العشرۃ خمسۃ عشر یعنی دس
درم کے ساتھ پندرہ درم نفع تو قیاساً پچیس درم ہوئے۔ اور استحساناً پندرہ درم ہوئے قال المترجم
زبان اردو میں یوں شائع ہے کہ دس درم کی چیز نفع کے ساتھ پندرہ درم کو بیچی اور مترجم کا گمان ہے کہ صورت
مسئلہ میں شاید استحساناً حکم جو کتاب میں ہے جاری ہو واللہ اعلم بالصواب۔ اسی طرح اگر کہا بریح العشرۃ

باحد عشر و نصفا یعنی دس درم کی چیز نفع سے ساڑھے گیارہ کو تو نفع ڈیڑھ درم کا ہوگا اور کہا کہ بربح العشرة عشرة و خمسة
او خمسة و عشرة دس درم کی چیز کے ساتھ دس و پانچ کا یا پانچ و دس کا نفع ہے تو دام پچیس درم ہونگے قلت یہ کلمی
بلحاظ ایک نوع کی عربی عبارت کے ہے فافہم کذافی المحیط السرخسی اگر مال مضاربت سے ایک کپڑا دس درم کو خریدا اور اسکے
پاس نقصان پاکر تین درم کا رنگا پھر اس نے ہر درم پر ایک درم گھٹی کے ساتھ فروخت کیا تو دام پانچ درم ہونگے
اور اگر ایک درم کے ساتھ دو درم کی گھٹی پر بیچا تو دام تین درم و تہائی درم ہونگے اور اگر فی درم نصف درم کی
گھٹی کے ساتھ دیا تو دام چھ درم و دو تہائی درم ہونگے ایسے ہی اگر کہا کہ بوضیعة العشرة خمسة عشر دس درم کے
ساتھ گھٹی پندرہ درم کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مضارب نے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکو ایک باندی
کے عوض بیچا اور باندی پر قبضہ کرکے غلام دیدیا تو اُسکو اختیار نہیں ہے کہ باندی کو مرابحہ یا تولیہ کے ساتھ فروخت کرے
الا اُسی شخص کے ساتھ جسکی ملک میں غلام ہے۔ اور اگر وہ شخص جسنے غلام خریدا ہے اُسنے غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت
کیا یا اُسکو ہبہ کرکے اُسکو سپرد کر دیا پھر مضارب نے باندی کو مرابحہ یا تولیہ سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر
مضارب نے باندی مرابحہ یا تولیہ سے اس شخص کے ہاتھ بیچی جسکو غلام ہبہ کیا گیا ہے تو یہ جائز ہے اور اگر مضارب نے
ایسے شخص کے ہاتھ جو غلام کا مالک نہیں ہے باندی کو راس المال دس درم پر نفع لیکر فروخت کیا اور غلام کے مالک نے
اجازت دیدی تو جائز ہے۔ پھر باندی مضارب کی طرف سے مشتری کی ملک ہوگی اور مضارب غلام لے لیگا اور جسنے اس سے
باندی خریدی ہے مضارب دس درم اس سے لے لیگا اور غلام کا مولی مشتری سے قیمت غلام کی لیگا اگر مضارب کے
قبضہ میں مضاربت کی باندی تھی اس نے بعوض غلام کے فروخت کر دی اور باہم قبضہ کر لیا پھر مضارب نے وہ غلام اُس
مشتری کے ہاتھ جسنے باندی خریدی ہے دس کے گیارہ درم نفع کے حساب سے بیچا یعنے دس درم کی چیز پر ایک درم
نفع کے حساب سے بیچا تو بیع فاسد ہے اور اگر اُسی کے ہاتھ دس کے ساتھ گیارہ کی گھٹی سے فروخت کی تو جائز ہے
اور مشتری اس مضارب کو اس باندی کے گیارہ جزو کے دس جزو دیگا۔ اور اگر یوں کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ غلام دس
درم نفع سے بیچتا ہوں تو جائز ہے اور مضارب وہ باندی اور دس درم لے لیگا اور اگر کہا کہ دس درم راس المال سے
گھٹی سے بیچتا ہوں تو بیع باطل ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر راس المال ہزار نیشاپوری ہوں اور اس سے ایک غلام
خریدا اور غلام ہزار مروزی کے عوض فروخت کیا اور کہا کہ میں نے اسکو ہزار درم نیشاپوری کو خریدا تھا اور
تیرے ہاتھ سو درم نفع پر بیچتا ہوں تو مشتری پر ہزار درم نیشاپوری اور سو درم مروزی واجب ہونگے اور اگر کہا
کہ دس کے گیارہ نفع کے ساتھ بیچتا ہوں یعنے اس حساب سے نفع لونگا تو ثمن اور نفع دونوں نیشاپوری ہونگے اور
اگر کہا کہ سو درم گھٹی سے بیچتا ہوں تو یہ سو درم بھی نیشاپوری ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو مال مضاربت
دیا اُسنے اس مال سے باندی خریدی اور قبضہ کر لیا اور اُسکو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا اور باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری
کے پاس اُس باندی میں زیادتی ہوگئی یا بچہ جنی۔ پھر مضارب نے وہ غلام اس باندی کے مالک کے ہاتھ سو درم نفع
سے بیچا حالانکہ اس کو باندی کے بچہ جننے کا حال معلوم نہیں ہے پس اگر باندی میں بدن کی زیادتی ہو تو باندی اور
سو درم لے لیگا۔ اور اگر پھر کی زیادتی ہے تو مضارب کو اختیار ہے چاہے باندی و سو درم لے یا بیع توڑے اور قیمت نہیں
لے سکتا ہے۔ اور بیع تولیہ اس صورت میں مثل مرابحہ کے ہے۔ اور مضاربت کا مال ہزار درم ہوا اور اُس کے

عوض باندی خریدی اور اُسکو ڈیڑھ ہزار کو فروخت کیا پھر اس کو ایک ہزار کو خریدا تو صاحبین رحمہ کے نزدیک اُسکو
ہزار کے مرابحہ پر فروخت کرے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک پانچ سو درم کے مرابحہ سے فروخت کرے یعنی نفع کا
حساب پانچ سو درم سے کرے - اور اگر اسکو ہزار درم و ایک کر میانی گیہون سے فروخت کیا ہو یا ہزار درم و ایک
دینار سے بیچا ہو پھر اُس کو ہزار درم مین خرید کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُس کو مرابحہ سے فروخت نہ کرے
اور اگر اسکو سو دینار کو فروخت کیا ہو اور قیمت اُسکی ہزار درم سے زیادہ ہو پھر اسکو ہزار درم کو خریدا تو امام اعظم رحمہ
کے قیاس قول مین اُسکو مرابحہ سے فروخت نہ کرے - اور اگر مضارب نے دو باندی کسی کیلی و وزنی چیز یا کسی عرض
کے عوض کہ جس کی قیمت ہزار درم سے زیادہ ہے فروخت کی پھر اُس کو ہزار درم مین خریدا تو اُس کو ہزار پر نفع لیکر
مرابحہ فروخت کرنا جائز ہے یہ محیط مین ہے

فصل دوسری رب المال و مضارب سے خرید و فروخت مین مرابحہ کے بیان مین - اگر مضارب نے
رب المال سے یا رب المال نے مضارب سے کوئی چیز خریدی اور اس کو مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو ہر دو ثمن
سے کمتر و نفع حصہ مضارب پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین اسبیجابی سے منقول ہے - اگر کسی کو
ہزار درم مضاربت مین دیے اور رب المال نے ایک غلام پانچسو درم کو خریدا اور مضارب کے ہاتھ ہزار درم
کو بیچا تو مضارب اسکو پانچ سو درم پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے ولیکن اگر اس خرید و فروخت کو جیسی واقع ہوئی
ہے سب صاف بیان کر دے تو جس طرح چاہے فروخت کر سکتا ہے کذا فی البدائع - اور اگر مضارب نے ایک غلام
ہزار درم کو خریدا اور رب المال کے ہاتھ ایک ہزار دو سو درم کو فروخت کیا تو رب المال اس کو ایک ہزار ایک
سو پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے کذا فی الکافی قال المترجم یہ اس وقت ہے کہ مضاربت آدھے
پر ہو فافہم - اور اگر رب المال نے ہزار کو ایک غلام لیا اور مضارب کے ہاتھ پانچ سو درم پر مال مضاربت سے
فروخت کیا تو مضارب اس کو پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر رب المال نے
پانچ سو درم کو خریدا اور مضارب کے ہاتھ ایک ہزار ایک سو کو فروخت کیا تو وہ اُسکو پانچ سو پچاس پر مرابحہ سے
فروخت کر سکتا ہے - اور اگر مضارب نے اُسکو چھ سو کو خریدا ہو تو مضارب اُسکو پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت
کرے اپنے ذاتی حصہ نفع کو محسوب نہ کرے گا تاوقتیکہ جو اس نے نقد دیا ہے ہزار سے زیادہ نہو اور جبکہ زیادہ ہو تو
اپنے ذاتی حصہ کو ہزار سے زیادہ پر محسوب کرے گا - اور اسی قیاس پر تمام مسائل جاری ہوتے ہین یہ حاوی مین ہے
اور اگر رب المال نے اُسکو ہزار مین خریدا حالانکہ اُس کی قیمت دو ہزار ہے پھر اُسکو مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو بیچا بعد
ازانکہ مضارب ایک ہزار درم راس المال سے مضاربت کا کام شروع کر چکا ہے اور اس مین ایک ہزار کا نفع اٹھایا
ہے تو وہ اُسکو ایک ہزار پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت کرے گا - اسی طرح اگر رب المال نے پانچ سو کو دو ہزار کی قیمت کا
غلام خریدا اور مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو بیچا تو وہ اُسکو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے گا یہ محیط سرخسی مین ہے اور
اگر رب المال نے اُسکو ہزار مین خریدا اور قیمت بھی اُسکی ہزار ہے اور مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو مضارب
اُسکو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر رب المال نے اس کو پانچ سو مین خریدا اور قیمت اسکی ایک ہزار ہے اور
مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو مضارب اسکو پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت کرے گا یہ مبسوط مین ہے اگر کوئی

غلام ڈیڑھ ہزار کی قیمت کا ہو اور رب المال نے اُسکو ہزار درم مین خریدا اور مضارب کے ہاتھ ہزار مین فروخت کیا
تو مضارب اسکو ایک ہزار دو سو پچاس پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر رب المال نے
اسکو دو ہزار مین خریدا اور قیمت اُسکی ایک ہزار ہے اور مضارب کے ہاتھ اُسکو دو ہزار مین فروخت کیا تو مضارب
اُسکو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر رب المال نے ڈیڑھ ہزار کا اسباب ایک ہزار مین خریدا
اور مضارب کے ہاتھ ڈیڑھ ہزار مین فروخت کیا تو مضارب اُسکو ایک ہزار دو سو پچاس پر مرابحہ سے فروخت
کرے گا ولیکن اگر صورت واقعہ کو ویسا ہی بیان کر دے تو اختیار ہے جس طرح چاہے۔ فروخت کرے۔ کذافی البدائع
اور اگر رب المال بدون عوض کے کسی غلام کا مالک ہوا اور مضارب کے ہاتھ مضاربت کے ہزار درم
پر فروخت کیا تو وہ اس کو مرابحہ سے فروخت نہ کرے تا وقتیکہ بیان نہ کر دے مین نے اس کو رب المال سے
خریدا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ مضارب نے ہزار کی قیمت کا غلام پانچ سو درم مین خریدا اور رب المال کے ہاتھ ہزار کو بیچا
تو وہ اس کو مرابحہ سے پانچ سو درم پر فروخت کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی
مضاربت پر دیے اور مضارب نے اس سے غلام خریدا اور رب المال کے ہاتھ دو ہزار درم کو فروخت کیا تو
رب المال اس کو ڈیڑھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے گا۔ اور اگر مضارب نے پانچ سو درم مضاربت سے غلام خریدا
اور رب المال کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو وہ ڈیڑھ ہزار ثمن پر یعنی جسکے عوض مضارب نے خریدا ہے مع نفع مضاربت
کے اُسپر مرابحہ سے فروخت کرے اور پانچ سو درم نفع رب المال کو طرح دیدے اور وہ پانچ سو درم بھی جس کے ساتھ
ملا کر راس المال پورا ہوتا ہے۔ اور اگر مضاربت مین سے پانچ سو درم مضارب پاس رہے تو اس کا اس غلام کے
ثمن مین حساب نہ کیا جاوے گا اور اس صورت مین غلام کی قیمت اس سے زیادہ ہونا یا کم ہونا دونون برابر مین کچھ
فرق نہین ہے یہ مبسوط مین ہے ایک غلام دو ہزار کی قیمت کا مضارب نے ہزار کو خریدا اور رب المال کے ہاتھ ہزار کو
بیچا تو وہ اس کو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مضارب نے ہزار کو ایک غلام خریدا اور رب المال
کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا پھر رب المال نے اس کو کسی اجنبی کے ہاتھ تین ہزار کو فروخت کیا پھر مضارب نے اُس کو
اجنبی سے دو ہزار کو خریدا تو مرابحہ سے اسکو بقول امام اعظم رح کے نہین فروخت کر سکتا ہے الا اس صورت مین کہ صورت
واقعہ کو صاف بیان کر دے تو اس کو جسطرح چاہے فروخت کر سکتا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک دو ہزار پر مرابحہ سے
فروخت کر سکتا ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر مضارب نے رب المال کے ہاتھ ڈیڑھ ہزار کو وہ غلام فروخت کیا اور
رب المال نے اجنبی کے ہاتھ ایک ہزار چھ سو درم کو بیچا پھر مضارب نے ڈیڑھ ہزار سے مضاربت کر کے دو ہزار تک
بڑھا لیے پھر دو ہزار کو اجنبی سے وہ غلام خریدا تو اُسکو دو ہزار پر مرابحہ سے صاحبین رح کے نزدیک فروخت کر سکتا ہے
اور یہ ظاہر ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک ایک ہزار چار سو پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے مضارب نے
ہزار کو خریدا اور تولیہ مین رب المال کو دیا اس نے اجنبی کے ہاتھ ڈیڑھ ہزار کو مرابحہ سے فروخت کیا پھر مضارب کے
دو ہزار کو مرابحہ سے لیا پھر رب المال نے اجنبی کے ذمہ سے تین سو درم یعنی پانچوان حصہ ثمن کم کر دیا تو اجنبی مضارب سے
پانچوان حصہ یعنی چار سو درم کم کر دے گا اور امام اعظم رح کے نزدیک اسی کو ایک ہزار دو سو پر مرابحہ سے فروخت
کرے گا الا اگر صورت واقعہ صاف بیان کر دی تو جسقدر کو چاہے فروخت کرے اور صاحبین رح کے نزدیک

ایک ہزار چھ سو پر مرابحہ سے فروخت کرے اور دلیل یہ ہے کہ جسقدر رب المال نے اجنبی کے ذمہ سے کم کیا اُسکے تین حصے
کیے جاوینگے دو حصے راس المال مین اور ایک حصہ نفع مین اسکے کا تین سو نفع مین سے سو درم گئے اور چار سو باقی
رہے پھر اجنبی پر واجب ہے کہ ایسے ہی مضارب سے کم کرے پس اجنبی ثمن مین سے چار سو درم کم کریگا پھر ثمن مضارب
سے نفع رب المال بھی طرح دیا گیا اور یہ چار سو درم ہین پس جب ایک ہزار چھ سو سے چار سو درم کم ہوئے تو ایکہزار
دو سو باقی رہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مضارب نے رب المال کے ذمہ سے تولیہ کے ثمن سے دو سو درم کم
کیے تو رب المال اجنبی کے ذمہ سے دو سو درم اور اُسکا حصہ نفع یعنی سو درم کم کردیگا پھر اجنبی مضارب کے ذمہ سے
یہ تین سو درم اور اس کا حصہ نفع سو درم کم کریگا تو مضارب کے ہاتھ مین وہ غلام اجنبی کے پاس سے ایک ہزار
چھ سو کی خرید مین آیا پھر اگر اسکو مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو صاحبین کے نزدیک ایک ہزار چھ سو پر مرابحہ سے
فروخت کرے اور امام اعظم رح کے نزدیک ایک ہزار دو سو پر مرابحہ سے فروخت کریگا یہ مبسوط مین ہے۔

فصل تیسری دو مضاربون مین مرابحہ کے بیان مین قال محمد رح فی الاصل اگر کسی نے ایک مضارب
کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پھر دوسرے مضارب کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پھر ایک
مضارب نے ایک غلام پانچ سو درم کو مضاربت مین خریدا اور دوسرے مضارب کے ہاتھ ہزار درم مین اُسکو
فروخت کیا پھر دوسرے مضارب نے اُسکو مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو ہر دو ثمن سے کمتر پر مرابحہ سے فروخت کریگا
اور اگر اول نے دوسرے کے ہاتھ دو ہزار کو ایک ہزار مضاربت کے اور ایک ہزار اپنے مال سے دیتے ہین فروخت
کیا تو دوسرا اُسکو ایک ہزار دو سو پچاس پر مرابحہ سے فروخت کرے کیونکہ دوسرے نے آدھا اپنے واسطے خریدا ہے اور
اول نے یہ آدھا ڈھائی سو کو خریدا تھا کذا فی البدائع اگر ایک کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور دوسرے کو ہزار درم
آدھے کی مضاربت پر دیے پھر دوسرے نے اس مال سے مضاربت کرکے دو ہزار کر لیے پھر اول نے ان ہزار درم مضاربت
سے ایک غلام خریدا اور دوسرے کے ہاتھ دو ہزار کو جو اُسکے پاس ہین فروخت کیا اور قیمت اس کی دو ہزار درم ہے
تو دوسرا اس کو ڈیڑھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر اول نے اس کو ایک ہزار کو اس طور سے خریدا کہ
پانچ سو درم مضاربت کے دیے ہون اور پانچ سو درم اپنے ذاتی دیے ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہا تو دوسرا اُسکو
ڈیڑھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر اول نے اس غلام کو ہزار درم اپنے ذاتی سے اور پانچ سو درم مضاربت
کے ملا کر خریدا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دوسرا اس کو ایک ہزار آٹھ سو تینتیس اور ایک تہائی درم پر مرابحہ فروخت
کریگا۔ اور اگر اول نے ہزار درم مضاربت اور پانچ سو درم ذاتی سے وہ غلام خریدا ہو تو بھی دوسرا اس کو ایک ہزار
آٹھ سو تینتیس و ایک تہائی درم پر مرابحہ سے فروخت کریگا۔ یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ایک کو ہزار درم مضاربت
مین دیے ہون اور دوسرے کو دو ہزار درم دیے ہون پس اول نے ہزار درم سے ایک غلام خریدا اور دوسرے کے
ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو وہ اُسکو ڈیڑھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کریگا۔ اور اگر اول نے اُسکو پانچ سو درم کو خریدا
ہو تو دوسرا اُسکو ہزار درم پر مرابحہ سے فروخت کریگا۔ اور اگر اول نے ہزار درم مضاربت سے خریدا ہو اور دوسرے
کے ہاتھ تین ہزار کو فروخت کیا دو ہزار اُسنے مضاربت کے دیے اور ایک ہزار اپنے مال سے دیے تو دوسرا اُسکو دو ہزار
اور ایک چھٹے حصے ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے۔ اور اگر اول نے اُسکو مضاربت کے پانچ سو درم سے

لیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دوسرا اُسکو ایک ہزار اور پانچ سو چھیاسٹھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کریگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص کو ہزار درم مضاربت میں اور دوسرے کو دو ہزار درم دیے پس اول نے ایک غلام ہزار درم مضاربت اور پانچ سو درم اپنے مال سے ملا کر خریدا پھر اس کو دوسرے کے ہاتھ تین ہزار درم کو دو ہزار مضاربت سے اور ایک ہزار اپنے مال سے ملا کر فروخت کیا تو دوسرا اس کو چھ سو چھیاسٹھ درم اور دو تہائی درم پر مرابحہ سے فروخت کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اول نے اُسکو ہزار درم مضاربت اور پانچ سو درم ذاتی مال سے ملا کر خریدا ہو پھر دوسرے کے ہاتھ اس کو دو ہزار درم مضاربت اور ایک ہزار ذاتی سے فروخت کیا ہو تو دوسرا اُسکو دو ہزار پانچ سو درم پر مرابحہ سے فروخت کرے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور دوسرے کو دو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پھر اول نے ایک باندی ہزار درم ذاتی اور پانسو درم مضاربت کے ملا کر خریدی اور دوسرے کے ہاتھ دو ہزار درم اس کے ذاتی اور ایک ہزار مضاربت کے ملا کے فروخت کی تو وہ اُسکو دو ہزار آٹھ سو تینتیس درم و ایک تہائی درم پر مرابحہ سے فروخت کرے گا پھر جب اس نے ثمن پر قبضہ کیا تو اپنی ذات کے واسطے ہزار درم کا حصہ نکال لیگا اور باقی مضاربت میں رہیگا۔ اور اگر وہ ثمن جسکے عوض فروخت کیا ہے چار ہزار درم ہوں تو اسمیں سے اُسکے ذاتی سترہ جزوں میں سے بارہ جزو ہونگے اور باقی مضاربت میں رہیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کوئی غلام ہزار درم مضاربت اور پانچسو درم ذاتی مال سے خریدا ہو اور دوسرے کے ہاتھ ایک ہزار درم مضاربت اور دو ہزار درم اُسکے ذاتی مال کے عوض فروخت کیا ہو تو دوسرا اُسکو دو ہزار درم و دو تہائی ہزار درم پر مرابحہ سے فروخت کریگا کذا فی محیط السرخسی

نواں باب

مضاربت میں استدانت کے بیان میں۔ قلت استدانت اُدھار لینا۔ اگر رب المال نے مضارب کو اُدھار لینے کی اجازت دیدی تو قرضہ دونوں پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر رہن کیا اور اس کی قیمت اور دین دونوں برابر ہیں تو مضارب پر اُسکی نصف قیمت ہوگی۔ کیونکہ استدانت کی اجازت دینا دوسرا عقد ہوا اور جو نفع مضاربت میں حاصل ہوا وہ موافق شرط کے رہے گا اور جو استدانت سے حاصل ہوا پس اگر عقد مطلقاً ہو تو دونوں میں برابر تقسیم کرنے کا حکم کیا جائیگا خواہ مضاربت میں نفع نصفا نصف ہو یا تین تہائی ہو کیونکہ اس عقد کو مضاربت سے باہم کوئی تعلق نہیں ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیے تو مضارب کو اس سے زیادہ کے عوض مضاربت کے لیے کسی چیز کے خریدنے کا اختیار نہیں ہے خواہ رب المال نے اُس سے کہا ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرو یا نہ کہا ہو پس اگر اس سے زیادہ مال کو کوئی شے خریدی تو بقدر حصہ ہزار کے مضاربت میں ہوگی اور اس سے زیادہ مضارب کی ہوگی اُسکا نفع و نقصان اسی پر رہے گا اور اس کا ثمن خاصۃً اسی کو دینا پڑے گا اور اس خلط کرنے سے مضارب ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اگر ہزار درم مضاربت کے عوض کوئی چیز خریدی تو پھر اُسکو دوسری چیز خریدنے کا مضاربت میں اختیار نہیں ہے۔ اور اگر راس المال درم ہوں اور مضارب نے اثمان کے سوا یعنے درم و دینار کے سوا کیلی و وزنی چیز کے عوض کوئی اسباب خریدا تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا کیونکہ اپنے مال مضاربت کے سوا دوسری چیز کے عوض خریدا پس مضاربت میں استدانت کی اور یہ اُسکو جائز نہیں ہے اور اگر راس المال درم ہوں اور اُسنے بعوض دینار کے خریدا یا دینار ہوں اور

بعوض دراہم کے خریدا تو استحساناً مضاربت مین جائز ہی کیونکہ درم و دینار ثمن ہوتے ہین حق مضاربت مین مثل جنس واحد کے ہین یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اسی طرح اگر فلوس سے خریدا تو اس امام کے موافق جو فلوس سے مضاربت جائز کہتا ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر دو دھیا درمون سے خریدا حالانکہ مضاربت کے درم سیاہ ہین یا ثابت درمون سے خرید کیا حالانکہ مضارب کے دراہم یکسوتہ ہین تو بھی یہی حکم ہے۔ کذا فی الحاوی۔ اور اگر سونے چاندی کے تبر مرضوضہ سے جو ثمن ہوسکتے ہین کوئی چیز خریدی تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا۔ اور اگر مضاربت مین ہزار درم ہون اور اس نے سو دینار کو کوئی چیز خریدی اور دینارون کی قیمت ہزار درم سے زیادہ ہے تو بقدر حصہ ہزار کے مضاربت مین جائز ہے اور زیادتی مشتری کے ذمہ پڑے گی۔ اور وہ مضاربت مین شریک ہوگا۔ اور اگر قیمت سو دینارون کی ہزار درم ہون اور اس نے دینارون سے کوئی چیز خریدی کہ جس کی نیت مضاربت کے واسطے کی تھی پھر دینارون کا بھاؤ گران ہوگیا قبل اسکے کہ مضارب دام ادا کرے اور ڈیوڑھا ہوگیا یعنی سو دینار کی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہوگئی تو یہ گھٹی مال پڑ آئی پس ہزار درم کے دینار خرید کر کے ادا کریگا پھر متاع کو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے باقی دینار ادا کرے یہ محیط مین ہے اگر مضاربت کے ہزار درم ہون اُسنے پانسو درم اور ایک کر گیہون وسط سے ایک باندی خریدی اور اسپر قبضہ کرلیا اور دراہم مضارب کے پاس تلف ہوگئے تو مضارب باندی کو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اُسپر باندی کا ثمن واجب ہوگا اور مضاربت کی ضمان اُسپر نہ ہوگی۔ اور اگر مضارب نے اُسکو پچاس دینار کو خریدا ہوا اور قبضہ کرلیا ہو اور دام دینے سے پہلے اس کے پاس مضاربت کے درم سب تلف ہوگئے ہون تو رب المال سے استحساناً پچاس دینار پھیر لیکر بائع کو دے گا۔ پھر اگر مضارب نے اُسکے بعد وہ باندی تین ہزار درم کو فروخت کی تو رب المال اُسمین سے اپنا مال ہزار درم و پچاس دینار لے لیگا پھر جو باقی رہے وہ دونون مین نفع مشترک ہوگا۔ اگر اسی طرح راس المال نقد بیت المال ہو یعنے جو نقد بیت المال قبول کرتا ہے ویسا ہو اور مضارب نے باندی کو ہزار درم غلہ سے خریدا تو بھی حکم مذکورہ بالا جاری ہوگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر اس نے پہلے پانچ سو درم کو ایک غلام خریدا تو بھی بعد اُس کے پانسو درم کی مقدار سے زیادہ کو کچھ نہین خرید سکتا ہے۔ ایسا ہی ہر طرح کا دین جو راس المال مین لائق ہوتا ہو تو یہی حکم ہے کیونکہ بقدر مستحق کے مضاربت سے خارج ہوگا۔ اسی طرح اگر اُس کے قبضہ مین کوئی باندی یا عرض ہو پس اُسنے مضاربت مین باندی خریدی تاکہ عروض کو فروخت کرکے اُس سے اُس کے دام ادا کرے تو جائز نہین ہے خواہ دام فی الحال دینے کی شرط ہو یا میعادی اُدھار ہون اور اگر میعاد آجانے سے پہلے اپنے مقبوضہ کو فروخت کیا تو اُس کو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ خریدنے کے وقت عقد بیع اُسی کے واسطے ہوچکا ہے وہ بدل کر مضاربت کا نہ ہوجاویگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر مضارب نے خرید و فروخت کی اور مال مضاربت مین تصرف کیا یہانتک کہ اُسکے پاس کیلی و وزنی و عددی ہر قسم کے اموال جمع ہوگئے اور درم و دینار اس کے پاس نہ رہے اور نہ فلوس رہے تو اس کو اختیار ہے کہ ایسے ثمن سے کوئی متاع خریدے جس کے مثل جنس و صفت و قدر مین اس کے پاس نہین ہے مثلاً ایک غلام بعوض ایک کر گیہون وصف کرکے ذمہ لیکر خریدا پس اگر وہ کر درمیانی گیہون کا ذمہ لیا ہے اور اس کے پاس درمیانی گیہون کا کر موجود ہے تو جائز ہے اور اگر جید ذمہ لیے اور اس کے پاس جید ہین تو جائز ہے۔ اور اگر اُس کے پاس جید ذمہ

گھٹیا درجہ اول کے ۱۲

لیے ہین اُس سے خریداری ہو وہ موجود ہین تو وہ غلام مضاربت کا نہ ہوگا مضارب ہی کا ہوگا کذا فی البدائع۔ اور اگر اُدھار
گیہون سے خرید احالانکہ اس کے پاس گیہون موجود ہین تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مضارب کو رب المال نے
حکم کیا کہ اپنی رائے سے عمل کرے اس نے کچھ کپڑے خریدکے اُن کو اپنے پاس سے عصفر سے رنگا تو بقدر عصفر کی زیادتی
کے وہ مضاربت مین شریک ہوگا اور اصل کپڑے مال مضاربت مین قرار دیے جاوین گے اور رنگ اُسمین خاص مضارب
کی ملک ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر رب المال نے اُسکو اپنی رائے سے عمل کرنے کا حکم نہ دیا ہو اور اُسنے کپڑون کو اپنے
پاس سے رنگا تو وہ کپڑون کا ضامن ہوگا اور رب المال کو خیار ہوگا چاہے کپڑے لیکر اس کو رنگ کی زیادتی دیدے
یا مثل غصب کے اس سے سپید کپڑون کی قیمت لے بشرطیکہ اس قیمت مین راس المال پر زیادتی ہو پس اگر رب المال
نے کسی امر کو اختیار کرنے سے پہلے اُسنے کپڑون کو مساومت یا مرابحہ سے فروخت کردیا تو جائز ہے اور وہ ضمان سے بری
ہوگیا اور مساومت سے فروخت کرنے کا تمام ثمن بے رنگے ہوے کپڑون پر اور رنگ کی زیادتی پر تقسیم ہوگا۔ پس رنگ
کا حصہ مضارب کا ہوگا اور باقی مضاربت مین رہیگا اس مین سے رب المال اپنا راس المال پورا لے لیگا پھر جو باقی
رہا وہ دونون کا نفع ہے اور مرابحہ کی صورت مین تمام ثمن ان دونون پر جن کے عوض مضارب نے کپڑے خریدے
ہین اور رنگ کی قیمت پر جو رنگنے کے روز تھی تقسیم ہوگا اور اگر اس مین زیادتی ہو مثلاً کپڑے ہزار کو خریدے ہون
حالانکہ اسوقت ان کی قیمت دو ہزار کے برابر تھی پس رب المال کو اختیار ہے چاہے سپید کپڑون کے اعتبار سے تین
چوتھائی قیمت کی ضمان لے یا اس سے تین چوتھائی لیکر تین چوتھائی مین جسقدر رنگ سے زیادتی ہوتی ہے وہ
مضارب کو دیدے۔ اور اگر مضارب کے پاس ثمن تلف ہوگیا تو ضامن نہ ہوگا۔ یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر
ان کو سیاہ رنگا تو صاحبین رحمہ کے نزدیک مثل سرخ رنگنے کے حکم کے ہے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک سیاہی کپڑے
مین نقصان شمار ہے پس اس مین مضارب کا کچھ حصہ نہ ہوگا جیسے لدائی وکندی مین نہین ہوتا ہے اور نہ وہ ضامن
ہوگا اور اصح یہ ہے کہ یہ حکم ان کپڑون مین ہے جن مین سیاہی سے کپڑے کی قیمت گھٹ جاتی ہے مگر جن مین سیاہی سے
بڑھتی ہے ان مین سیاہی کا حکم مثل سرخی وزردی کے ہے۔ یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اس نے تمام مال مضاربت سے کپڑے
خریدے پھر اُنکی باربرداری وکندی وچنائی وغیرہ مین اپنے پاس سے مال لگایا تو مضارب احسان کرنیوالا شمار ہوگا کیونکہ
اگر یہ زیادتی بطور احسان کے اُسکی طرف سے نہ قرار دیجاوے تو مضاربت مین استدانت ہوگی اور اُسکا وہ مختار نہین
ہے اور مضارب پر ضمان نہ ہوگی خواہ رب المال نے اس سے کہدیا ہو کہ مضاربت مین اپنی رائے سے عمل کرے
یا نہ کہا ہو ہر صورت یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اسیطرح اگر مضارب کی خریدی ہوئی چیز کے ثمن مین جو اُسنے تمام مال
مضاربت سے خریدا ہے کچھ زیادتی کردی تو یہ زیادتی اُسکی طرف سے احسان ہے اور یہ زیادتی خاص اسی پر اُسکے مال سے
لازم آئیگی مال مضاربت سے دین واجب نہ ہوگی اور اُسکو مرابحہ سے فقط ثمن پر فروخت کرے نہ زیادتی پر یہ کافی
مین لکھا ہے۔ اور اگر مضارب نے کپڑون کو رنگا یا نہین بلکہ سو درم ان کی کندی مین اپنے مال سے دیے اور اس سے خواہ
کپڑون مین کچھ خوبی بڑھ جاتی ہے یا نقصان آتا ہے تو مضارب پر ضمان نہوگی خواہ زیادتی ہو یا نقصان ہو پھر اگر اُسنے
نفع یا نقصان سے فروخت کی تو جسقدر اُسنے کندی مین دیا ہے اسقدر مال مین وہ متبرع یعنی احسان کرنیوالا شمار
ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ موافق قول صاحبین رحمہ کے ہے ولیکن امام اعظم رحمہ کے نزدیک مثل مسئلہ کرایہ کے حکم ہونا چاہیئے

کیونکہ تجارت کے خرچہ میں یہ حکم جاری ہے کہ بمنزلہ کرایہ کے اس کو راس المال میں ملاتے ہیں یہ مبسوط میں ہے منتقی
میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیے اُسنے سو درم کو ایک کشتی خریدی حالانکہ مال اُسکے
پاس بحالہ باقی ہے پھر اُسنے پورے ہزار درم سے طعام خریدا اور اس کو کشتی پر لاد لایا تو وہ کرایہ میں احسان کرنے والا
ہوگا اور اگر اُسنے سو درم باقی رکھے اور نوسو درم کو اناج خریدا اور سو درم باقی کے کرایہ میں خرچ کیے تو احسان
کرنے والا نہ ہوگا اور کرایہ بھی ملاکر مرابحہ سے فروخت کرے گا اسی طرح اگر سو درم کرایہ میں دیدے پھر ہزار درم سے
اناج خریدا اور رب المال نے حکم دیدیا تھا کہ اپنی رائے سے عمل کرے تو اس کو اختیار ہے کہ ایک ہزار ایک سو درم
پر مرابحہ سے فروخت کرے اس میں سے ہزار درم مضاربت کے ہوں گے اور سو درم خود مضارب کے ہوں گے یہ محیط
میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت میں دیے اور اُسکو حکم کیا کہ رب المال پر استدانت کرے تو جائز ہے کیونکہ
استدانت اُدھار خریداری ہے اور اگر کسی کو اُدھار خریدنے کے واسطے اس شرط سے وکیل کرے کہ خریدی ہوئی چیز
پوری موکل کی ہوگی تو جائز ہے پس اسی طرح نصف میں جائز ہے پس اگر مضارب نے مال مضاربت سے ایک غلام خریدا
پھر ایک باندی مضاربت میں اُدھار ہزار درم کو خریدی اور ہزار درم اسکے دام اُدھار رہے اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اس
باندی کو دو ہزار کو فروخت کیا اور دام لیے پھر وہ دام مقبوضہ اُسکے پاس تلف ہوگئے حالانکہ اُسنے باندی ہنوز سپرد
نہیں کی تھی تو مضارب پر اُسکا آدھا ثمن اور آدھا رب المال پر لازم آئیگا اور اگر باندی تلف ہوئی تو وہ دونوں میں
برابر تقسیم ہوگی دونوں اُس کے ثمن سے اپنا اپنا قرضہ دیدیں گے اور باقی دونوں میں برابر تقسیم ہوگا پس اگر مضارب نے
باندی فروخت نہ کی ہو بلکہ اس کو آزاد کر دیا ہو اور راس المال سے اسمیں زیادتی نہیں ہے تو آدھے کا عتق اس کا
جائز ہے۔ اور اگر رب المال نے ہزار درم اُسکو مضاربت میں دیے اور حکم کیا کہ استدانت کرے اس شرط سے کہ جو
کچھ اللہ تعالی اس میں رزق دے وہ دونوں میں اس طرح تقسیم ہو کہ مضارب کے لیے دو تہائی اور رب المال کی
ایک تہائی رہے پس مضارب نے ہزار درم کو ایک باندی جو دو ہزار قیمت کی ہے خریدی اور مضاربت میں اُدھار ایک
غلام ہزار درم کو جسکی قیمت دو ہزار درم ہے خریدا پھر دونوں کو چار ہزار درم کو فروخت کیا تو باندی کے ثمن سے
رب المال اپنا راس المال پورا لے لے گا اور جو کچھ باقی رہا وہ دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا یعنی دو تہائی
مضارب کو اور ایک تہائی رب المال کو ملے گا۔ اور غلام کے ثمن سے اُسکا آدھا ثمن ادا کر کے باقی وہ ان میں برابر
تقسیم ہوگا۔ اور اگر اُسکو یوں حکم کیا ہو کہ مضاربت پر قرضہ لے اس شرط سے کہ قرضہ سے جو چیز خریدے اسمیں
رب المال کا تہائی اور مضارب کا دو تہائی ہو بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی ہمکو رزق دے وہ ہم دونوں میں برابر تقسیم ہو پس
مضارب نے راس المال سے دو ہزار قیمت کی باندی خریدی اور مضاربت میں اُدھار ہزار دینار کو ایک باندی دو ہزار قیمت
کی خریدی پھر دونوں کو چار ہزار درم میں فروخت کیا تو مضاربت کی باندی میں سے رب المال اپنا ہزار درم مال لے لیگا اور باقی
دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا۔ اور جو باندی اُدھار خریدی ہے اُسکا ثمن دونوں میں حصہ ہو کر موافق دونوں کی
ملک کے تقسیم ہوگا اور نفع میں دونوں میں آدھے آدھے کی شرط ہونا باطل ہے۔ اور اگر اُسکو ہزار درم مضاربت میں دیے اس شرط
سے کہ جو کچھ اللہ تعالی رزق دے وہ دونوں کو اس طرح تقسیم ہو کہ رب المال کو تہائی اور مضارب کو دو تہائی
ملے گی اور حکم کیا کہ مضاربت پر قرضہ لے اس شرط سے کہ جو کچھ اللہ تعالی دے وہ بھی دونوں میں اسی طرح

تقسیم ہوگا پھر اس نے مضاربت کے مال سے دو ہزار قیمت کی باندی خریدی پھر مضاربت پر اُدھار ایک باندی دو ہزار
کی ہزار دینار کو خریدی پھر دونون کو چار ہزار کو فروخت کیا تو مضاربت کا حصہ دونون کو موافق شرط کے رب المال
کے اصل مال نکال دینے کے بعد تقسیم ہوگا اور قرضہ کی باندی کا حصہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا اسی طرح اگر اس کو
حکم کیا کہ رب المال پر قرضہ لے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حکم کیا کہ اپنے اوپر قرضہ لے تو جو چیز قرض خریدی وہ مضارب
پر ہوگی رب المال پر نہ ہوگی۔ اور اگر رب المال نے حکم کیا کہ رب المال یا مال پر استدانہ کرے اُسنے مال مضاربت سے
ایک باندی خریدی پھر ہزار درم قرض لیکر ایک غلام خریدا تو خود اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا اور قرض اُسی پر
ہوگا کیونکہ استدانہ اُدھار خرید کو کہتے ہین اور قرض لینا اور چیز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر رب المال نے اُس سے
کہا کہ مجھپر ہزار درم قرض لے اور مضاربت پر کوئی چیز خرید اُسنے ایسا ہی کیا تو خود اسی پر پڑیگا حتی کہ اگر رب المال
کو دینے سے پہلے اُس کے پاس تلف ہوگئی تو وہی ضامن ہوگا کیونکہ قرض لینے کا حکم باطل ہے۔ کذا فی الحاوی
اگر کسی کو ہزار درم تہائی کی مضاربت پر دیے اور حکم کیا کہ اپنی راے سے اس مین کام کرے اور حکم کیا کہ مال پر استدانہ
کرے اُسنے ہزار درم سے کپڑے خریدے اور کسی رنگریز کو دیے کہ ان کو زرد رنگ دے اور سو درم اس کی مزدوری
کے ٹھہرائے اور کوئی معروف چیز بیان کردی کہ جس سے اس نے یہ کپڑے زرد رنگ دیے پھر مضارب نے مرابحہ سے
دو ہزار درم کو فروخت کردیے تو رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لیگا اور مضارب رنگریز کی مزدوری
کے سو درم دیدے گا اور باقی نفع گیارہ حصہ کرکے دس حصہ اس مین سے دونون مین تین ٹکڑے کرکے مضاربت مین تقسیم
ہوگا اور ایک حصہ سو درم قرضہ کا دونون کو آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر اس نے کپڑون کو مساومت[1] کے طور پر فروخت
کیا تو ثمن کو کپڑون کی قیمت اور زیادتی[2] رنگ پر یعنی جسقدر زیادتی رنگ مین بڑھگئی ہے اُسپر تقسیم کرینگے پس جسقدر
کپڑون کے حصہ مین پڑے وہ مال مضاربت ہے اس مین سے رب المال اپنا راس المال لے لیگا اور باقی ان دونون کو تین
تہائی موافق شرط کے نفع مین تقسیم ہوگا۔ اور جو قیمت رنگ مین آوے اس مین سے سو درم رنگریز کی اجرت دیجاویگی
اور باقی دونون کو برابر تقسیم ہوگا اور اگر اسنے ہزار درم مضاربت مین کسی قسم کے کپڑے خریدے اور مال مضاربت پر سو درم قرض
لیے اس سے زعفران خریدی اور کپڑے رنگے پھر ان کو مال مضاربت و قرضہ پر مرابحہ سے دو ہزار درم کو فروخت کیا تو ثمن
کے گیارہ حصہ کیے جاوینگے تو دس حصہ اس مین سے مضاربت کا مال موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور ایک حصہ خاص
مضارب کا ہوگا۔ اور اگر ان کو اُسنے مساومت سے فروخت کیا تو ثمن کو کپڑونکی قیمت اور زیادتی رنگ کی قیمت پر تقسیم کرینگے
پس جسقدر کپڑون کے پرتے مین پڑے وہ مضاربت مین اور جو رنگ کے پرتے مین آوے وہ مضارب کا ہوگا۔ اور
اُسپر اداے قرض اپنی ذات سے فقط واجب ہوگا۔ اور اگر اُسنے زعفران سو درم کو اُدھار خریدی یا رنگریز سے سو
درم اُجرت رنگائی ٹھہرائی تو سب صورتون مین جو ہمنے ذکر کی ہین دونون کا حکم یکسان ہے۔ یہ مبسوط مین ہے۔
رب المال نے اُسکو مال پر استدانہ کرنے کا حکم کیا اُسنے مال مضاربت سے کوئی متاع خریدی اور اس کے لادنے کے
واسطے سو درم کو ٹٹو کرایہ کیے تو یہ سو درم شریک ہونگے اگر اُسنے متاع کو مرابحہ سے فروخت کیا تو سب گیارہ
ہوکر کے دس جزو مضاربت مین رکھے جاوینگے اور ایک جزو دونون مین مساوی ہوگا مگر پہلے اُس ایک جزو مین
سے کرایہ ادا کردیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مساومت مین بیچا تو تمام ثمن دونون مین موافق شرط

سلہ رب المال پر نہ ہوگا ۱۲م
سلہ مساومۃ یعنی بیچنا بغیر ذکر ثمن اول ۱۲م
سلہ زیادتی یعنی جسقدر رنگ سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہوئی ۱۲م

کے مضاربت میں رہے گا پھر کرایہ کا ادا کرنا مضارب پر آدھا اور رب المال پر آدھا آدھا واجب ہے۔ اور اگر اس نے سو درم
کو کرایہ نہ کیا بلکہ سو درم قرض لیے اور بعینہ انہیں سے کرایہ کر لیا تو اس کو اختیار ہے کہ متاع کو ایک ہزار ایک سو پر مرابحہ کے
فروخت کرے اور یہ قول امام اعظم رح کا ہے و صاحبین رح کے نزدیک کپڑوں کو ہزار درم پر مرابحہ سے فروخت کرے گا
اور اس میں کرایہ کا حصہ داخل نہ ہوگا۔ اور اگر مساومۃ سے فروخت کیا تو تمام ثمن مضاربت میں رکھا جائے گا
اور کرایہ کی ضمان خاصۃً مضارب کے مال میں ہوگی کیونکہ اسی نے قرض لیے ہیں۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ میں
نے تو فقط تیرے مال کے لادنے کے واسطے کرایہ کیے تھے۔ اور رب المال نے کہا کہ تو نے اپنی ذات کے واسطے
اپنا مال لادنے کے واسطے کرایہ کیے تھے پھر تو نے اسی میں سے کپڑے لادے تو رب المال کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط
میں ہے کسی نے ہزار درم تہائی کی مضاربت پر دیے اور حکم کیا کہ مضاربت پر استدانہ کرے اس نے ہزار درم مضاربت کا اور
تین ہزار ادھار کو ایک باندی پانچ ہزار کی قیمت کی خریدی اور بعد قبضہ کے پانچ ہزار کو فروخت کر دی اور دام وصول
کر لیے پھر پہلے ہزار درم اور باندی اور اسکے دام سب اسکے قبضہ میں تلف ہو گئے تو ہزار کا ضامن ہوگا چار ہزار باندی
کے بائع کو دیگا اور پانچ ہزار اسکے مشتری کو دیگا یہ محیط سرخسی میں ہے پھر رب المال سے پانچ ہزار پانچ سو اکتالیس اور دو تہائی درم
واپس لیگا اور مضارب کو اپنے ذاتی مال سے تین ہزار چار سو اٹھاون اور ایک تہائی درم قرضخواہ کو دینے پڑینگے پس اگر ہزار درم
مضاربت کے اول تلف ہوے پھر باندی اور پانچ ہزار درم پیچھے تلف ہوے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو بھی اسکو نو ہزار
درم دینے پڑینگے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ولیکن رب المال سے پانچ ہزار چھ سو چھیاسٹھ درم واپس لیگا۔ یہ مبسوط میں ہے۔

دسواں باب

خیار عیب و خیار رویت کے بیان میں۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیے اس نے اُنکے عوض
میں ایک غلام خریدا پھر مضارب نے غلام میں عیب لگایا تو مخاصم اس باب میں مضارب ہی ہوگا۔ رب المال
نہ ہوگا اور جب اس نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہے تو اس کو واپس کر دے گا
پھر اگر بائع نے دعوےٰ کیا کہ مضارب اس عیب پر راضی ہو گیا تھا تو مضارب سے قسم لی جاوے گی کہ واللہ میں اس
عیب پر راضی نہیں ہو گیا تھا اور نہ میں نے کسی بیع کے واسطے یہ غلام پیش کیا ہے۔ اور اگر مضارب نے اقرار
کر دیا کہ میں عیب پر راضی ہو گیا تھا یا میں نے بائع کو اس سے بری کر دیا تھا یا جب سے دیکھا ہے تب سے اسکو
کسی بیع کے واسطے پیش کیا ہے تو اس کو بائع کو واپس نہیں دے سکتا ہے جیسا وکیل خاص کا حکم ہے ولیکن
جبکہ اس کو بائع کو واپس کرنا ممکن نہ ہوا تو یہ غلام مضاربت میں رہیگا اور مضارب کے ذمہ نہ پڑیگا۔ اور کتاب الوکالت
میں وکیل خاص کا یہ حکم لکھا ہے کہ اگر وہ عیب پر راضی ہوا پس اگر قبل قبضہ کے راضی ہوا تو موکل کے ذمہ پڑیگا اور
اگر بعد قبضہ کے راضی ہوا ہے تو وکیل کے ذمہ پڑیگا لیکن اگر موکل اسکو عیب دار ہی لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور
مضارب میں ان دونوں کی تفصیل نہیں مذکور ہے پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ جیسا حکم تفصیلی وکیل خاص میں ہے
وہی مضارب میں بھی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ بخلاف وکیل خاص کے ہے یعنی جب مضارب عیب پر راضی ہوا
تو وہ ہر حال میں مضاربت میں رہے گا خواہ قبضہ سے پہلے عیب پر راضی ہوا یا اس کے بعد راضی ہوا۔ اور اگر بائع
نے رب المال پر دعوی کیا کہ رب المال عیب پر راضی ہو گیا ہے اور مضارب نے انکار کیا اور مدعی نے رب المال اور

مضارب سے اسکی قیمت لینی چاہی تو دونون مین سے کسی سے قیمت نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مضارب نے ایسا غلام خریدا جسکو اس نے نہین دیکھا اور رب المال نے دیکھا ہے تو مضارب کو اختیار ہے کہ اپنے دیکھنے پر اُسے واپس کردے۔ اور اگر مضارب نے اُسکو دیکھ لیا ہے پھر خریدا تو دونون مین سے کسی کو خیار رویت نہ ہوگا۔ اگرچہ رب المال نے اس کو نہ دیکھا ہو۔ اور اگر مضارب کے خریدنے سے پہلے رب المال کو معلوم ہوگیا کہ وہ غلام کانا ہے پھر مضارب نے اُسکو خریدا حالانکہ خود یہ عیب نہین جانتا ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ بسبب عیب کے واپس کردے اور یہ شخص کسی غیر معین غلام کے ہزار درم کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا وہ سب امور مذکورہ بالا مین مثل مضارب کے ہے۔ اور اگر کسی شخص نے مال مضاربت اس شرط سے دیا کہ فلان شخص کا غلام خاص خریدے۔ پھر فروخت کرے پھر مضارب نے اس کو خریدا حالانکہ نہین دیکھا ہے اور رب المال اس کو دیکھ چکا ہے تو مضارب کو آئین خیار رویت نہ ہوگا اسی طرح اگر مضارب اُسکو دیکھ چکا ہے اور رب المال نے نہین دیکھا ہے تو یہ صورت بھی اس حکم مین مثل اول کے ہے اور اگر غلام کانا ہو اور دونون مین سے کوئی یہ جانتا تھا تو مضارب اُسکو کبھی واپس نہین کرسکتا ہے اسی طرح اگر کسی معین غلام کے خریدنے کا وکیل ہو اور اس غلام کو موکل دیکھ چکا ہے یا اس کے عیب سے آگاہ ہوچکا ہے۔ اور وکیل نے خریدا تو واپس نہین کرسکتا ہے۔ یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مضارب نے کوئی مضاربت کا غلام فروخت کیا اور مشتری نے بعد قبضہ کے اُس مین عیب لگایا حالانکہ عیب ایسا ہے کہ ویسا پیدا ہوسکتا ہے اور مضارب نے اقرار کرلیا کہ یہ میرے پاس کا ہے اور قاضی نے بسبب اقرار کے اُسکو واپس کردیا یا مضارب نے خود ہی بدون حکم قاضی کے قبول کرلیا یا مشتری نے اقالہ طلب کیا اور مضارب نے اقالہ کرلیا تو یہ سب رب المال پر جائز ہے۔ اور اگر مضارب نے عیب کا اقرار نہ کیا بلکہ انکار کیا پھر مشتری سے کسی شے پر اس عیب سے صلح کرلی پس اگر مصالح علیہ کی قیمت اس ثمن کے برابر ہو جو عیب کے حصہ مین پڑتا ہے یا زیادہ ہو مگر صرف اتنی زیادتی ہو کہ لوگ برداشت کرلیتے ہین تو جائز ہے اور اگر اسقدر زیادہ ہو کہ لوگ برداشت نہین کرسکتے ہین تو جائز نہین ہے اور کتاب مین یہ مسئلہ بلا ذکر خلاف مذکور ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ حکم صاحبین رح کے قول پر ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک ہر حال مین جائز ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہے کذا فی الذخیرہ

گیارھوان باب

علی التراوف آگے پیچھے دو مال مضاربت کے دینے اور ایک کو دوسرے مین ملا دینے اور مال مضاربت کو غیر مضاربت مین ملا دینے کے بیان مین۔ قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پھر دوسرے ہزار درم بھی آدھے کی مضاربت پر دیے پس مضارب نے پہلے اور دوسرے دونون مالون کو ملا دیا تو اس جنس کے مسائل مین اصل وکلیہ یہ ہے کہ جب مضارب نے رب المال کا مال رب المال سے ملایا تو ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر رب المال کا مال اپنے مال یا غیر کے مال کے ساتھ ملایا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ مین تین صورتین حاصل ہین یا تو رب المال نے دونون مضاربتون مین اُس سے کہا تھا کہ اپنی رائے سے عمل کرے یا دونون مین اُسکو اجازت نہ دی تھی یا ایک مین یہ اجازت دی تھی دوسری مین نہین دی تھی اور مضارب کا ملا دینا یا تو دونون مین نفع اُٹھانے کے بعد واقع ہوا ہے یا دونون مین نہین یا ایک مین بدون دوسرے کے نفع اٹھانے کے بعد واقع ہوا پس اگر مضارب سے رب المال نے دونون مضاربتون مین کہدیا ہو کہ اپنی

لعلہ صحیح ازانجا کہ صحیح و نسخہ مضاربہ و العقد بیچنا نہین ۱۲

رائے سے عمل کرے اور اُسنے ایک مال کو دوسرے مال میں ملا دیا تو ضامن نہ ہوگا۔ خواہ ان دونوں مالوں کو دونوں میں نفع اُٹھانے کے بعد ملایا ہو یا دونوں میں نفع اُٹھانے سے پہلے یا ایک میں بدون دوسرے کے نفع اُٹھانے کے بعد ملایا ہو اور اگر دونوں مضاربتوں میں اپنی رائے سے عمل کرنے کو نہیں کہا تھا اور اس نے دونوں مالوں میں نفع اُٹھانے سے پہلے ایک کو دوسرے میں ملا دیا تو کچھ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر دونوں میں نفع اُٹھانے کے بعد ملایا ہے تو دونوں مالوں کا ضامن ہوگا اور دونوں کے حصۂ نفع کا بھی جو رب المال کا قبل ملانے کے تھا ضامن ہوگا۔ اور اگر ایک میں نفع اُٹھایا تھا دوسرے میں نہیں اُٹھایا تھا کہ دونوں کو ملا دیا تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا جس میں نفع نہیں ہے اور جس میں نفع اُٹھایا اُسکا ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر اُسنے پہلی مضاربت میں اس سے اپنی رائے سے عمل کرنے کو کہا ہے اور دوسری میں نہیں کہا ہے اور اُسنے پہلے مال کو دوسرے میں ملایا تو مسئلہ چار صورتوں سے خالی نہیں ہے یا تو ان دونوں میں قبل کسی میں نفع اُٹھانے کے ایک کو دوسرے میں ملایا یا دونوں میں نفع اُٹھانے کے بعد ملایا یا پہلے میں نفع اُٹھانے اور دوسرے میں قبل نفع اُٹھانے کے ملایا یا دوسرے میں نفع اُٹھا کر پہلے میں نفع اُٹھانے سے پہلے دونوں کو ملا دیا پس دو صورتوں میں دوسری مضاربت کے مال کا جس میں رب المال نے اس سے اپنی رائے سے عمل کرنے کو نہیں کہا ہے ضامن ہوگا ایک یہ ہے کہ جب دونوں میں نفع اُٹھانے کے بعد ملایا اور دوسری یہ ہے کہ جب پہلی مضاربت کے مال میں جس میں رب المال نے اپنی رائے سے عمل کرنے کی اجازت دی ہو نفع اُٹھا کر دوسری مضاربت کے مال سے بدون دوسرے میں نفع اُٹھانے کے ملا دیا ہو تو پہلی مضاربت کے مال کا ضامن نہ ہوگا دوسری کے مال کا ضامن ہوگا۔ اور دو صورتوں میں پہلی اور دوسری دونوں مضاربت کے مال کا ضامن نہ ہوگا ایک یہ کہ دونوں مالوں کو دونوں میں نفع اُٹھانے سے پہلے ملا دیا اور دوسری یہ کہ مال ثانیہ میں جس میں اپنی رائے سے عمل کرنے کو نہیں کہا ہے نفع حاصل کیا اور جس میں رائے سے عمل کرنیکو کہا ہے یعنی پہلی میں نفع نہیں اُٹھایا اور دونوں کو ملا دیا۔ اور اگر دوسری مضاربت میں اُس سے اپنی رائے سے عمل کرنے کو کہا اور پہلی میں نہ کہا ہو تو بھی جیسا ہمنے بیان کیا ہے مسئلہ چار صورتوں سے خالی نہیں ہے اور ان میں سے دو صورتوں میں پہلی مضاربت کے مال کا ضامن ہوگا دوسری مضاربت کا ضامن نہ ہوگا ایک یہ ہے کہ دونوں مالوں کو دونوں میں نفع اُٹھانے کے بعد ملایا دوسری یہ کہ صرف دوسری مضاربت میں جس میں رائے سے عمل کرنے کو کہا ہے نفع اُٹھا کر ملا دیا ہو اور ان میں سے دو وجہوں میں کسی مال کا ضامن نہ ہوگا وہ دونوں یہ ہیں کہ دونوں میں نفع نہیں اُٹھایا اور قبل نفع اُٹھانے کے خلط کر دیا یا دوسری میں نفع نہیں اُٹھایا پہلی میں نفع حاصل کر کے ملایا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو مال مضاربت دیا اور اس نے رائے سے عمل کرنے کو نہیں کہا اور مضارب نے مال کسی شخص کو دیا اور کہا کہ اپنے اس مال سے یا میرے اس مال سے ملا کر دونوں سے کام کر پس اس شخص نے لے لیا لیکن ہنوز نہیں ملایا تھا کہ اس کے پاس سے ضائع ہو گیا تو مضارب پر یا اُس شخص پر جس نے اُس سے لیا ہے ضمان نہیں آتی ہے کیونکہ وہ مال اُسکے ہاتھ میں جب تک کہ نہ ملا وے بمنزلہ ودیعت کے ہے اور مطلق عقد سے مضارب کو ودیعت دینے یا بضاعت دینے کا مالک ہوتا ہے پس مضارب دینے سے مخالف نہ ہو جائے گا اور لینے والا جب تک نہ ملاوے تب تک فقط لے لینے سے غاصب نہ ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم

آدھے کی مضاربت میں اور ہزار درم تہائی کی مضاربت میں دیے اور دونوں میں اس سے اپنی رائے سے عمل کرنے کو نہیں کہا پس مضارب نے دونوں کو ملا دیا اور ہنوز کچھ کام نہیں کیا تھا پھر کام شروع کیا تو اس پر ضمان نہ ہوگی اور دونوں آدھے نفع کو نصفا نصف اور آدھے کو تین تہائی تقسیم کرینگے اور اگر ملانے سے پہلے ایک میں نفع اور دوسرے میں گھٹی اٹھائی تو گھٹی میں وہ مال داخل نہ ہوگا جسمیں نفع ہے کیونکہ یہ مضاربتیں دو ہیں پھر اگر اسکے بعد دونوں کو ملا دیا تو اس مال کا جسمیں گھٹی ہے ضامن ہوگا اور جسمیں نفع اٹھایا ہے اسکا ضامن نہ ہوگا پھر اگر گھٹی کے مال میں نفع اٹھایا تو وہ مضارب کا ہے اور امام اعظم رح و امام محمد کے نزدیک اسکو صدقہ کر دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے کہ اس میں اپنی رائے سے عمل کرے اُسنے اُسمیں ہزار درم کا نفع اُٹھایا پھر رب المال نے دوسرے کو دوسرے ہزار درم آدھے نفع کی مضاربت پر دیے کہ اس میں اپنی رائے سے عمل کرے پھر پہلے مضارب نے وہ ہزار درم کسی شخص کو تہائی نفع پر دیے کہ اپنی رائے سے عمل کرے اور دوسرے مضارب نے بھی اُس شخص کو ہزار درم مضاربت کے تہائی نفع پر دیے کہ اپنی رائے سے عمل کرے اُسنے ان ہزار کو پہلے کے دونوں ہزار سے ملا دیا تو اسپر کچھ ضمان نہیں ہے پھر اگر ان سب پر ایک ہزار کا نفع اُٹھایا تو ایک تہائی خود لے اور باقی دو تہائی دونوں مضاربوں کو دیدے کہ وہ دونوں باہم بحساب اپنے مال کے تین حصہ کرکے تقسیم کرلیں یعنی اس میں سے دو تہائی پہلا مضارب لے اور ایک تہائی دوسرا لے پھر جب پہلے مضارب نے اس میں سے دو تہائی لیا تو رب المال کو اُسکے راس المال کے ہزار درم دیدے اور جو خود مضارب نے نفع حاصل کیا تھا یعنے ہزار درم اس میں سے نصف یعنے پانچ سو درم رب المال کو دے اور پانچ سو درم خود لے اور جو مضارب کے مضارب نے اس کو نفع دیا ہے یعنے دو تہائی ہزار کی دو تہائی اس میں سے رب المال تین چوتھائی لے لے گا اور باقی ایک چوتھائی مضارب کے پاس رہجاوے گی وہ اس کی ہوگی۔ اور دوسرا مضارب بھی اپنے مضارب سے دو تہائی ہزار کی تہائی لے لیگا اور رب المال کو اسکے ہزار درم راس المال کے دیدیگا پھر اس نفع کے چار حصہ کرکے تین چوتھائی رب المال کو دیگا اور ایک چوتھائی خود لیگا یوں باہم تقسیم کرلینگے۔ اور اگر مضارب اول نے جسوقت اپنے مضارب کو تہائی نفع پر مال دیا اور اپنی رائے سے کام کرنے کی اجازت دی تھی خود کچھ نفع حاصل نہ کیا تھا پھر اُسکے مضارب نے کام کرکے ہزار درم نفع پایا۔ پھر دوسرے مضارب نے اُسی شخص کو ہزار درم اپنی مضاربت کے بھی تہائی کے نفع پر دیے اور اپنی رائے سے کام کرنے کی اجازت دیدی پھر اس شخص نے دونوں ہزار ساتھ ایک ہزار کو ملا دیا اور کام کیا اور ایک ہزار نفع اُٹھائے تو نفع اور نقصان باعتبار مال کے تین ٹکڑے کیا جاوے گا۔ بیس ہزار درم کے حصہ میں ایک ٹکڑا یعنے مثلاً تہائی نفع پڑیگا اور ایک ہزار دوسرے مضارب کے ہیں پس اس تہائی میں سے دوسرے مضارب کا مضارب اپنا حصہ نفع یعنی تہائی کا تہائی لے لے گا اور باقی مضارب کو دے گا پھر مضارب سے رب المال اپنا راس المال لے لے گا اور باقی نفع دونوں میں چار حصہ ہو کر تین چوتھائی رب المال کو اور ایک چوتھائی مضارب کو ملے گا۔ اور دو ہزار کے حصہ میں دو ٹکڑے یعنے دو تہائی ہزار آوینگے پس ان دو تہائی ہزار میں سے اور نیز سب پہلے ایک ہزار نفع میں سے وہ شخص یعنے پہلے مضارب کا مضارب اپنا حصہ یعنی ایک تہائی تقسیم کرالیگا اور باقی نفع مع ایک ہزار راس المال کے مضارب اول کو پھر آیا اسمیں سے رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لیگا اور باقی نفع کے چار حصے

ملا یعنی کار کی اجازت دیدی ۱۲

ہوکر تین چوتھائی رب المال کو اور ایک چوتھائی مضارب کو ملیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی
مضاربت پر باین اجازت دیئے کہ اپنی راے سے عمل کرے اُسنے کام کر کے ہزار درم نفع پائے پھر دوسرے
ہزار درم تہائی کی مضاربت پر اس اجازت سے کہ اپنی راے سے کام کرے دیدیے اس نے ان ہزار میں سے
پانچ سو درم پہلی مضاربت میں ملا دیے اور اسکے بعد ملانے کے ہزار درم تلف ہوگئے تو یہ تلف ہونے والے پہلے مال کا
نفع قرار دیے جاوینگے اور ایسا ہوجاویگا کہ گویا اُسنے نفع نہیں اُٹھایا ہے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہزار درم
اس کل میں سے حساب سے تلف شدہ قرار پاوینگے یعنے پانچ حصہ کرکے چار پانچویں پہلے مال سے اور ایک پانچوان
حصہ دوسرے مال سے قرار دیا جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر تلف نہ ہوے بلکہ اُسنے ملا کر کام کیا یہانتک کہ
دوسرے ایک ہزار درم نفع پائے تو اس نفع کا پانچوان حصہ دوسری مضاربت کے درمون کا اور چار پانچویں
حصہ پہلی مضاربت میں قرار پاوینگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی کو ہزار درم مضاربت میں دیئے پس مضارب
نے ان ہزار درم سے اور اپنے پاس سے ہزار درم سے ایک باندی خریدی پھر خریدنے کے بعد دام دینے سے پہلے
دونون ہزار ایک دوسرے میں ملا کر دام دیدیے تو وہ ضامن نہ ہوگا پھر اگر اسکے بعد اُسنے وہ باندی فروخت
کردی اور ملا ہوا ثمن وصول کیا تو اس میں بھی اُسپر ضمان نہیں ہے اور اس کو اختیار ہے کہ پھر ثمن سے خرید و فروخت
کرے پس اس میں سے نصف یعنے اسقدر حصہ ثمن باندی کا جو اس نے مال مضاربت سے خریدا ہے مضاربت میں
ہوگا اور نصف ثمن کا یعنے اسقدر حصہ ثمن باندی کا جو اپنے مال سے خریدا ہے اُسکا ہوگا اور اگر یہ دون موجود گی
رب المال کے مضارب نے مال تقسیم کیا تو قسمت باطل ہے۔ اور اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت کے لیکر
قبل اس کے کہ اُس کے عوض کوئی چیز خریدے اپنے مال سے ہزار درم کے ساتھ ملا دیے پھر ان سے کوئی چیز
خریدی تو خرید اسی کی ذات کے واسطے ہوگی اور رب المال کے واسطے ہزار کا ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسنے
مال مضاربت کے عوض خریدنے کے بعد مال میں اپنا مال ملا دیا اور ہنوز اُس نے خریدی ہوئی چیز کے
دام بائع کو نہ دیے تھے کہ اس کے پاس سے مال ضائع ہوا تو ہزار درم مضاربت کا ضامن ہوگا اور جو کچھ
اُسے بائع کو دینا پڑے گا اپنے مال سے دے گا اور رب المال سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور جب اُسنے باندی
پر قبضہ کرلیا تو آدھی باندی مضاربت میں ہوگی اور آدھی اس کی ہوگی کذا فی المبسوط اگرچہ مضاربت ٹوٹ گئی
کیونکہ مضاربت قائم رہنے کی شرط یہ ہے کہ راس المال اُسکے پاس امانت میں ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر
مضارب نے کسی دوسرے شخص کے ساتھ ہزار درم مضاربت سے اور ہزار درم اس شخص کے پاس سے
ایک باندی خریدی اور دونون ہزار کے ملانے سے پہلے دام ادا کردیے پھر دونون نے باندی پر قبضہ کیا تو
آدھی باندی مضاربت کی اور آدھی اس شخص کی ہوگی پھر اگر دونون نے ایک ہی ثمن سے اس باندی کو فروخت
کیا اور ملا ہوا ثمن وصول کیا تو جائز ہے اور مضارب پر ضمان آوے گی پھر اگر مضارب نے اس شخص سے
دام بٹوا لیے تو یہ بٹوارہ رب المال پر جائز ہے۔ پھر اگر بعد تقسیم کر لینے کے مال مضاربت کو اس شخص کے مال
سے ملا دیا تو مضارب مال مضاربت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر مضارب نے مال مضاربت کے ساتھ رب المال کی
اجازت سے دوسرے سے شرکت کرلی پھر مضارب نے شریک سے کہا کہ میں نے تجھ سے باہمی بٹوارہ کرلیا ہے اور یہ تیرا حصہ ہے

یہ مضاربت کا ہے اور دوسرے نے تکذیب کی تو قسم سے شریک کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے قال محمد رحمۃ اللہ علیہ فی الجامع
ایک شخص نے دوسرے کو سو دینار جنکی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہے دیے اور کہا کہ انسے اور اپنے پاس سے ایک ہزار سے
کام کر اس شرط سے کہ نفع ہم دونون مین برابر تقسیم ہو تو یہ جائز ہے اور اگر نفع مین یہ شرط نہ ہوتی تو نفع دونون پانچ
حصہ ہو کر بقدر دونون مالون کے دونون کو تقسیم ہوتا قلت یعنے تین حصہ رب المال کو اور دو حصہ مضارب کو
ملتے اور جب باہم آدھے آدھے کی شرط ہوئی تو گویا دینار والے سے چھٹے حصے کی شرط ہوئی پس یہ مضاربت سے حصۂ
نفع پر ہے اور یہ صورت اگرچہ شرکت کے طور پر ہے کیونکہ مال دینے کی شرط دونون طرف سے کی گئی ہے ولیکن
شرط کی تصحیح اس وجہ سے ممکن نہین ہے کہ کام کرنیکی شرط دونون نے صرف اسی کی طرف کی ہے جسکو مال دیا ہے اور
شرکت مین دونون پر کام کرنے کی شرط ہوتی ہے پس یہ عقد صورت مین شرکت معلوم ہوتا ہے اور معنی مین مضاربت ہے
اور دینار والے کا یہ کہنا کہ اپنے مال سے ایک ہزار سے کام کر اسکا فائدہ یہ ہے کہ اگر مضارب اپنے مال سے اسکو ملادے
تو مضارب کے ذمہ سے ضمان دور ہو جاوے اور جب یہ عقد حق دینار مین مضاربت ہوا تو ان کا سپرد کرنا اور
حاضر کرنا شرط ہوا اور اگر کوئی مال قبل خرید واقع ہونے کے تلف ہوا تو اُس کے مالک کا تلف ہوا اگر بالفرض یہ ہو کہ اگر دینار
تلف ہو جاوین گے تو مضاربت باطل ہو جاویگی اور اگر درم تلف ہو جاوین گے تو مضاربت بحالہا رہیگی پھر اگر دینارون
کی قیمت گھٹ گئی اور ایک ہزار رہ گئی پھر مضارب نے انکے عوض اور اپنے مال سے ہزار درم کے عوض ایک باندی
خریدی اور باندی کو ہزار درم نفع پر فروخت کیا تو ہر ایک مال کا نفع پانچ سو درم ہوگا مگر مال دینار کا نفع جو پانچسو
درم ہون گے موافق شرط کے اُس کے چھ حصے کرکے پانچ چھٹے حصہ مالک دینار کو دیے جاوین گے اور چھٹا حصہ درم والے
کو ملے گا اور درمون کے جو پانچ سو درم نفع ہین وہ مالک درم کو خاصۃً ملین گے اور اگر مضارب نے ہر مال سے ایک اسباب
علیحدہ خریدا پھر جو درمون سے خریدا ہے اس کو فروخت کیا اور کچھ نفع نہ پایا اور جو دینارون سے خریدا ہے اُس کو
فروخت کر کے پانچ سو درم نفع اٹھایا تو موافق شرط کے اسکو اس نفع مین چھٹا حصہ ملے گا اور اگر دینارون سے خریدے
ہوئے اسباب کے فروخت مین کچھ نفع نہ پایا اور جو درمون سے خریدا ہے اس مین پانچ سو درم نفع اٹھایا تو
کل نفع مالک درم یعنی مضارب کو ملیگا اور اگر دینارون کی قیمت اسقدر گھٹی کہ آٹھ سو رہ گئی پھر مضارب نے دینارون اور
اپنے درمون سے ایک غلام خریدا تو مضارب کو اسمین سے نو حصون مین سے پانچ حصہ ملینگے اور باقی چار حصہ مضاربت مین رہینگے
پس اگر مضارب نے وہ غلام فروخت کیا اور اسمین نفع اٹھایا تو ثمن مین سے ہر ایک اپنا اپنا راس المال لے لیگا پھر اسمین سے
مضارب پانچ نوین حصہ نفع کے خاصۃً اپنے مال کے نکال لیگا اور باقی چار نوین حصہ مضاربت مین رہینگے وہ دونونکو چھ حصہ ہو کر موافق
شرط کے تقسیم ہون گے اور اگر مضارب نے اس غلام کو فروخت نہ کیا یہانتک کہ دینارونکی قیمت ہزار درم ہو گئی پھر اسکو تین ہزار کو
فروخت کیا تو دونون اس ثمن کے نو حصہ کرین گے انمین سے پانچ حصہ یعنی ایک ہزار چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم مضارب کے پاس رہینگے
جسمین ایکہزار اسکا راس المال ہے اور باقی خاصۃً اسی کا نفع ہے اور باقی چار حصہ یعنی ایک ہزار تین سو تینتیس درم اور ایک تہائی
درم مضاربت مین ہونگے کہ جسمین سے ایکہزار درم راس المال کے ہونگے اور باقی دونون مین چھ حصہ ہو کر نفع تقسیم ہوگا یہ محیط مین ہے

بارھوان باب

مضاربت کے نفقے کے بیان مین۔ اگر مضارب نے شہر مین کام کیا تو اُسکا نفقہ راس المال مین

نہیں ہے اور اگر اس نے سفر کیا تو اسکا کھانا و پینا و سواری خواہ خریدے یا کرایہ سے مال مضاربت میں رکھی جاوے گی پھر اگر اس کے پاس کچھ باقی رہجاوے جبکہ اپنے شہر میں آجاوے تو اسکو مضاربت میں ڈالدے اور اگر اسکا نکلنا سفر سے کم ہو پس اگر اتنی مسافت ہو کہ صبح جاتا ہے اور شام کو چلا آتا ہے اور اپنے اہل و عیال میں رات بسر کرتا ہے تو وہ بمنزلہ شہر کے بازاریوں کے ہے کہ جو شہر میں فروخت کرتے ہیں اور اگر ایسا ہو کہ اپنے گھر میں اہل و عیال کے ساتھ رات نہیں بسر کرتا ہے تو اسکا نفقہ مال مضاربت میں قرار دیا جائیگا کذا فی الہدایہ ۔ اور راتبہ ضروریات میں جو صرف ہو وہ نفقہ ہے اور وہ کھانا و پانی و کپڑا و بچھونا و سواری و ٹٹو کا چارا ہے کذا فی محیط السرخسی و از انجملہ کپڑے دھلوائی اور مقام ضروریات میں تیل اور حمام کا کرایہ اور حجامت بنوائی ہے اور ان سب میں اسکو اجازت مطلق بطور معروف کے ہوگی حتی کہ اگر معروف طور سے خرچ نہ کیا تو زیادتی کا ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے ۔ اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ ان سے گوشت کو دریافت کیا گیا فرمایا کہ جس طرح کھاتا تھا کھاوے یہ ذخیرہ میں ہے ولیکن دوا اور پچھنے دلوانے اور سرمہ وغیرہ کا صرف اسکے ذاتی مال سے ہوگا مال مضاربت سے نہ ہوگا ۔ اسی طرح وطی کرنے کی اور خدمت کی باندی کا ثمن کا حساب مضاربت میں نہ لگایا جاوے گا اور اگر کسی شخص کو مزدور کر لیا کہ وہ سفر میں اسکی خدمت کرتا ہے اور جس شہر میں اترتا ہے وہاں اسکے لیے روٹی سالن پکاتا ہے اور اسکے کپڑے دھوتا ہے اور جو کام ضروری ہو سب کرتا ہے تو اسکا حساب مضاربت میں کیا جاوے گا اسی طرح اگر اس کے ساتھ اسکے چند غلام ہوں کہ مال مضاربت میں کام دیتے ہیں تو وہ لوگ بھی بمنزلہ اسی مزدور کے ہوں گے اور ان کا نفقہ مال مضاربت میں ہوگا ۔ اسی طرح اگر مضارب کے چوپائے ہوں کہ انپر مضاربت کا مال لادکر کسی شہر کو لیجاتا ہے تو اسکا چارہ بھی جب تک وہ اس کام میں ہیں مال مضاربت سے دیا جاوے گا یہ مبسوط میں ہے ۔ اور اگر رب المال نے اپنے غلاموں یا چوپاؤں سے سفر میں اس کی اعانت کی تو مضاربت فاسد نہ ہوگی اور ان غلاموں و چوپاؤں کا نفقہ خود رب المال پر ہوگا مال مضاربت میں نہ ہوگا اور اگر مضارب نے بلا اجازت رب المال کے ان کو نفقہ دیا تو اپنے مال سے ضمان دیگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور جب وہ ضامن قرار پایا پس اگر اس نے مال میں کچھ نفع اٹھایا تو پہلے رب المال اپنا راس المال سب لے لیگا اور جو باقی رہا وہ دونوں میں موافق شرط کے نفع تقسیم ہوگا پھر جو نفع حصہ مضارب میں آیا ہے وہ اس مال میں محسوب کیا جاوے گا جو اسپر ضمان ہے پس اگر اسکے حصہ کا نفع اس مال سے جو اسپر ضمان ہے کم ہووے تو مضارب بقدر کمی کے رب المال کو پورا کر دے گا اور اگر اسکا حصہ نفع مال مضمون سے زیادہ ہو تو بقدر ضمان کے کاٹ کر باقی پورے حصہ تک نفع اسکو دیدیا جاوے گا ۔ اور اگر رب المال نے اسکو حکم دیا کہ میرے غلاموں و چوپاؤں کو نفقہ دے تو یہ اسکے مال مضاربت میں محسوب ہوگا یعنی اصل مال رب المال میں حساب کیا جاوے گا یہ محیط میں ہے ۔ اور اگر اس نے باوجود اجازت رب المال کے غلاموں و چوپاؤں کے نفقہ میں اسراف و زیادتی کر دی تو راس المال میں سے فقط نفقہ مثل کا حساب کیا جاوے گا یعنی اسراف و زیادتی کا حساب نہ کیا جاوے گا یہ محیط سرخسی و مبسوط میں ہے اور اس نفقہ کا حساب کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اگر راس المال میں نفع ہو تو پہلے نفع میں سے محسوب کیا جاوے کیونکہ نفقہ جزو تلف شدہ ہے اور اصل تلف شدہ میں یہ ہے کہ نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اور اگر نفع نہ ہو تو راس المال میں محسوب ہوگا یہ محیط میں ہے ۔ اور اگر مضارب نے اپنے مال سے خرچ کیا یا مضاربت پر

او دوا لیا ہو تو یہ مضاربت میں سے لیگا۔ اس طرح کہ پہلے راس المال نکالکر پھر دوسری مرتبہ نفقہ محسوب کریگا پھر نفع تقسیم ہوگا اور اگر مال مضاربت تلف ہوگیا تو رب المال سے کچھ نفقہ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مضارب نے قبل خرید و فروخت کے راس المال میں سے کچھ اپنی ذات پر صرف کیا تو رب المال اس سے اپنا راس المال پھر پورا لے لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر متاع مضاربت لادنے کے واسطے کوئی جانور خریدا یا مضاربت کے واسطے اناج خریدا اور دام دینے سے پہلے راس المال تلف ہوگیا تو رب المال سے دوبارہ لے لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اپنا کھانا کپڑا تیل خریدا یا سواری کرایہ کی پھر راس المال ضائع ہوگیا تو رب المال سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مضارب کے اہل و عیال کوفہ میں بھی ہوں اور اسکے اہل و عیال بصرہ میں بھی ہوں اور دونوں جگہ اسکا وطن ہو پھر وہ راس المال لیکر کوفہ سے بصرہ کو چلا تاکہ وہاں تجارت کرے تو وہ راستے پھر مال مضاربت سے اپنا نفقہ لیگا اور جب بصرہ میں داخل ہوگیا تو جب تک وہاں رہے اسکا نفقہ اسکے ذمہ ہے پھر جب وہاں سے کوفہ کو لوٹ چلا تو راستہ میں نفقہ مال مضاربت سے لیگا۔ اور اگر مضارب کے اہل یہاں کوفہ میں ہوں اور رب المال کے بصرہ میں ہوں اور رب المال کے ساتھ وہ بصرہ کو تجارت کے واسطے چلا تو راستہ میں اور بصرہ میں اور بصرہ سے لوٹ کر راہ میں اسکا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیے حالانکہ دونوں کوفہ میں موجود ہیں ولیکن کوفہ مضارب کا وطن نہیں ہے تو جب تک مضارب کوفہ میں ہے اسکا نفقہ اس کی ذات پر ہے۔ پھر اگر مال مضاربت لیکر سفر کر گیا پھر لوٹ کر تجارت کی غرض سے کوفہ میں آیا تو جب تک کوفہ میں ہے اسکا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا اور کوفہ اور دوسرے شہر اسکے حق میں یکساں ہوں گے۔ یہ محیط میں ہے۔ پھر اگر اس نے کوفہ میں کسی عورت سے نکاح کر لیا اور اسکو وطن بنا لیا تو مال مضاربت سے اسکا نفقہ ہونا باطل ہوگیا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب مال مضاربت لیکر تجارت کی کوئی چیز خریدنے کے واسطے کسی شہر کو گیا اور وہاں پہونچکر کچھ نہ خریدا یہاں تک کہ پھر اپنے شہر کو واپس آیا اور مال میں سے اپنے نفقہ میں خرچ کیا ہو تو یہ نفقہ مال مضاربت میں قرار دیا جائیگا۔ یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو مال مضاربت دیا اور حکم کیا کہ اپنی رائے سے عمل کرے پس مضارب نے دوسرے کو مضاربت میں دیا وہ مال لیکر کسی شہر کو خرید و فروخت کے واسطے سفر کر گیا تو اس کا نفقہ مضاربت میں ہوگا کیونکہ وہ بمنزلہ مضارب اول کے ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے کسی شہر میں اقامت کی نیت کر لی تو نفقہ اسکا مال مضاربت سے رہیگا اور اقامت کی نیت سے اسوقت مضاربت سے نہیں رہتا ہے کہ جب اپنے شہر میں اقامت کرے یا کسی شہر کو دار الاقامت بنالے یعنی وطن اقرار دیوے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مضارب نے مال مضاربت کسی شخص کو بضاعت میں دیا تو مستبضع یعنی بضاعت لینے والے کا نفقہ مال مضاربت میں نہوگا۔ اور اگر مضارب نے رب المال کو بضاعت دیا اس نے کام کیا تو یہ مضاربت میں رہیگا اور نفع دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور رب المال کا نفقہ مضاربت میں نہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مضارب نے مال مضاربت لیکر اور اپنا مال لیکر سفر کیا تو نفقہ دونوں مالوں پر تقسیم کیا جاویگا خواہ اس نے دونوں مالوں کو ملایا ہو یا نہ ملایا ہو خواہ رب المال نے اس سے اپنی رائے سے عمل کرنے کو کہا ہو یا نہ کہا ہو اور مقدار سفر یا اس سے کم دونوں اس باب میں برابر ہیں بشرطیکہ اپنے اہل و عیال میں رات بسر نہ کرتا ہو یہ فتاوی قاضی خان

ف سفر سے مراد یہ نہیں ہے کہ سفر شرعی ہو بلکہ یہ مراد ہے کہ ایک دن کے واسطے گیا ہو کر رات اپنے گھر آجاوے ۱۲

مین ہی۔ اسی طرح اگر دو شخصون کا مال مضاربت لیکر اُس نے سفر کیا تو اسکا نفقہ دونون کے مالون کی مقدار پر ہوگا۔ اور اگر ایک مال بضاعت کا ہو تو اُسکا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا الا اس صورت مین کہ بضاعت کا کام کرنے کے واسطے فارغ ہوا ہو تو اپنا ذاتی مال خرچ کرے بضاعت مین سے خرچ نہ کرے (اور نہ مضاربت مین سے خرچ کرے) ولیکن اگر صاحب بضاعت نے اس کو اجازت دیدی ہو تو بضاعت مین سے خرچ کرے۔ یہ محیط سرخسی مین ہی۔ قال محمد رح فی الزیادات ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پس مضارب نے اس کے عوض ایک باندی جو ہزار درم قیمت کی ہو خریدی اور باندی کے نفقہ کی ضرورت ہوئی تو اس کا نفقہ رب المال پر واجب ہوگا اور مضارب کے حصہ مین اُسکا نفقہ نہ لگایا جائیگا اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اس کا نفقہ رب المال و مضارب دونون پر بقدر ان کی ملک کے ہوگا یہ محیط مین ہی اگر مضارب کسی شہر مین آیا اور کوئی چیز خریدی پھر رب المال مرگیا اور اُسکو خبر نہین ہی پھر متاع کو کسی دوسرے شہر مین لایا تو مضارب کا نفقہ اُسکے ذاتی مال سے ہوگا اور جو راہ مین تلف ہوا اُسکا ضامن ہی اور اگر صحیح سالم پہنچگئی تو متاع کا فروخت کرنا جائز ہی کیونکہ حق بیع مین مضاربت باقی ہی یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ اور اگر مضارب متاع کو لیکر رب المال کے مرنے سے پہلے اس شہر سے باہر ہوا تو ضائع ہونے کا وہ ضامن نہ ہوگا۔ اور سفر کا نفقہ مال سے ہوگا یہان تک کہ شہر مین پہونچ جاوے اور متاع کو مال سے فروخت کرے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مضارب راستہ مین ہو اور رب المال نے ایک ایلچی بھیجکر اس کو سفر سے منع کر دیا یا رب المال مرگیا تو اسکو اختیار ہی جس شہر کی طرف چاہے توجہ کرے اور اُس کا نفقہ مال مضاربت مین ہوگا ولیکن اگر مال مضاربت نقدی ہو حالانکہ وہ شہر یا راستہ مین ہی پھر رب المال کے شہر کے سوا دوسرے شہر کی طرف نکلا تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر رب المال مرگیا درحالیکہ مضارب رب المال کے شہر کے سوا دوسرے شہر مین ہے اور مضاربت مین متاع اسکے پاس ہی پھر اسکو لیکر رب المال کے شہر کی طرف چلا تو استحساناً اسپر تلف ہونے کی ضمان نہین ہی اور نفقہ مضاربت سے واجب ہی یہان تک کہ رب المال کے شہر مین پہونچ جاوے۔ اسی طرح اگر رب المال زندہ ہو اور اس نے ایلچی بھیجکر مضارب کو خرید و فروخت سے منع کر دیا حالانکہ اس کے پاس متاع تجارت موجود ہی پھر وہ اُسکو لیکر رب المال کے شہر کی طرف نکلا تو سفر مین اگر متاع تلف ہو جاوے تو استحساناً ضمان نہ ہوگی اور استحساناً اس کا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا۔ اور اگر مال مضاربت سے اس کے پاس نقدی درم و دینار رہون اور رب المال مرگیا درحالیکہ مضارب دوسرے شہر مین موجود ہی یا کوئی ایلچی بھیجکر رب المال نے اُسکو خرید و فروخت سے منع کر دیا پھر مضارب مال لیکر رب المال کے شہر کی طرف متوجہ ہوا اور مال راستہ مین تلف ہو گیا تو اُسپر ضمان نہین ہی اور اگر سالم بچکر آیا اور اس مین سے مضارب نے راہ مین اپنی ذات پر خرچ کیا تو وہ نفقہ کا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت اور ہزار درم اپنے مال سے ایک غلام خریدا اور اُسپر کچھ خرچ کیا تو اس نے تطوع و احسان کیا اور اگر اُس نے قاضی کے سامنے پیش کرکے بحکم قاضی اُسپر کچھ خرچ کیا تو دونون پر بقدر ہر ایک کے راس المال کے واجب ہوگا کذا فی الحاوی۔ اور جو مضاربت فاسد ہو اُسمین مضارب کا نفقہ مال مضاربت مین نہوگا پس اگر اس نے اپنی ذات پر خرچ کیا تو اُسکے کام کا جو اجر المثل اُسکو چاہیے اس مین محسوب کر لیا جائیگا اور جو باقی بچیگا وہ اُسکو لیگا

اور اگر زیادہ خرچ کیا ہو تو بقدر زیادتی کے مضارب سے لیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے

تیرھوان باب مضاربت کے غلام کے آزاد کرنے اور مکاتب کرنے اور مضاربت کی باندی کے بچہ کی دعوت نسب کے بیان میں - اگر مضارب نے مضاربت کا غلام آزاد کیا پس یا تو مضاربت میں نفع ہوگا یا نہ ہوگا اور یا غلام کی قیمت میں راس المال پر زیادتی ہوگی یا نہ ہوگی - پس اگر مضاربت میں نفع ہو تو عتق صحیح نہیں ہے اور اگر رب المال نے اس کو آزاد کیا ہو تو صحیح ہے - اور وہ اپنا راس المال پھیر پانے والا شمار ہوگا - اور اگر مضاربت میں نفع ہو اور غلام کی قیمت میں زیادتی نہو مثلاً ایک غلام پانسو درم کو جو ہزار کی قیمت کا ہے خریدا اور راس المال بھی ہزار درم ہیں اور مضارب نے اسکو آزاد کیا تو بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ مال مضاربت ہرگاہ دو جنس مختلف ہوں اور قیمت ہر ایک کی مثل راس المال کے ہو تو ہر واحد دونوں مالوں میں سے راس المال کے ساتھ مشغول اعتبار کیا جاویگا گویا کہ اس کے ساتھ دوسرا نہیں ہے اور راس المال دونوں میں شائع اعتبار کیا جائیگا کذا فی محیط السرخسی اور اگر رب المال ہی نے خود آزاد کیا ہو تو عتق جائز ہوگا اور آزاد کرنے کی وجہ سے وہ اپنے تمام مال کا پھیر پانے والا شمار ہوگا اور پانسو درم نفع باقی رہے - وہ دونوں کو برابر تقسیم ہو جاوینگے - یہ محیط میں ہے - اور اگر اس غلام کی قیمت میں زیادتی ہو مثلاً پانسو درم کو دو ہزار کا غلام خریدا اور اس کو آزاد کیا تو چوتھائی میں اسکا آزاد کرنا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - پس رب المال مضارب کے ہاتھ کے باقی پانسو درم اپنے راس المال میں وصول کریگا اور غلام میں سے مضارب کی ملکیت بقدر سات سو پچاس درم ہو جائیگی پس مضارب کی ملکیت غلام میں زیادہ ہو گئی کہ یہ آزاد کرنے کے روز نہ تھی اور جو اس کی زیادتی غلام میں پیدا ہوئی ہو وہ آزاد نہ ہو جائیگی پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر مضارب خوش حال ہو تو رب المال کو تین طور سے اختیار حاصل ہوگا چاہے مضارب سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کی ضمان لے لے پھر مضارب کو اختیار ہوگا کہ غلام سے ایک ہزار پانچ سو درم اگر چاہے تو لے لے اور اسکی تمام ولا مضارب کی ہوگی اور اگر رب المال چاہے تو غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرادے اور مضارب کو اختیار ہوگا کہ چاہے غلام سے دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرادے یا چاہے تو اسیقدر غلام کو آزاد کرے اور ولا ان دونوں میں آٹھ حصوں میں منقسم ہوگی پانچ حصہ رب المال کے اور تین حصہ مضارب کے ہوں گے اور اگر رب المال چاہے تو غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دے اور وقت آزاد کرنے کے غلام کے پانچ حصہ آزاد ہو جاوینگے اور مضارب کو ایک حصہ میں اختیار باقی رہیگا اور یہ وہی ہے جو بعد آزاد کرنے کے اس کے حق میں زیادتی پیدا ہو گئی ہے - پس چاہے تو اس کو آزاد کر دے یا اس سے سعی کرادے اور جو فعل انمیں سے چاہے اختیار کرے مگر ولا ان میں آٹھ حصوں میں تقسیم ہوگی - اور اگر مضارب تنگدست ہو تو رب المال کو دو طرح کا اختیار ہوگا چاہے غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرالے یا چاہے تو اسیقدر غلام آزاد کر دے - اور مضارب کو بھی جسقدر اسکے حق میں زیادتی پیدا ہو گئی ہے اسمیں اختیار ہوگا اور اس کی ولا دونوں کو آٹھ حصہ ہو کر تقسیم ہوگی جیسا کہ ہم نے سابق میں ذکر کیا ہے اور یہ سب امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ہرگاہ مضارب نے نفع ہونے کی حالت میں آزاد کیا تو تمام غلام رب المال و مضارب سے آزاد ہو جائیگا پھر رب المال اپنے پانچ سو درم باقی راس المال کے مضارب سے وصول کرلیگا پھر مضارب سے اگر وہ خوشحال ہو تو ایک ہزار

دو سو پچاس درم کی ضمان لیگا۔ اور مضارب اُسکو غلام سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مضارب تنگدست ہے تو
رب المال غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرا دیگا اور تمام ولاء مضارب کی ہوگی۔ یہ محیط
مین ہے۔ اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت سے دو غلام خریدے ہر ایک دونوں مین سے ہزار درم قیمت کا ہے
اور مضارب نے دونوں کو آزاد کر دیا تو ہمارے نزدیک اس کا آزاد کرنا باطل ہے اور اگر اُسکے بعد اس کی قیمت بڑھ
جاوے تو بھی عتق باطل رہا کذا فی المبسوط اور اگر رب المال نے دونوں کو آزاد کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دونوں کو
ایک ساتھ آزاد کیا ہے تو دونوں آزاد ہو جاوینگے۔ اور مضارب کو پانسو درم کی ضمان دیگا خواہ تنگدست ہو یا
خوشحال ہو۔ اور غلام پر سعی کرنا لازم نہ آوے گا اور اگر ایک کو بعد دوسرے کے آزاد کیا تو پہلا کل آزاد ہو جائیگا
اور اُسکی ولاء رب المال کی ہوگی۔ اور دوسرے مین سے آدھا آزاد ہوگا۔ یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ہزار درم کو دو غلام
ایسے خریدے کہ ایک کی قیمت ہزار درم اور دوسرے کی دو ہزار درم ہے پھر مضارب نے دونوں کو ساتھ آزاد کر دیا یا متفرق
آزاد کر دیا حالانکہ وہ خوشحال ہے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہزار درم کی قیمت والا غلام آزاد نہوگا اس کا آزاد
کرنا صحیح نہیں ہے اور دو ہزار والے کا چوتھائی آزاد ہو جاویگا۔ اور اسکی مضاربت ٹوٹ گئی۔ اور ہزار درم والے کی
مضاربت باقی رہی پھر جب رب المال نے اپنا تمام راس المال وصول کرنیکا قصد کیا تو مضارب اس غلام کو فروخت
کرے گا۔ اور اس کے ثمن سے رب المال اپنا راس المال بھر پائے لیگا پس وہ غلام جسکی قیمت دو ہزار تھی
وہ راس المال مین مشغول رہا بلکہ تمام نفع رہا کہ دونوں مین آدھا آدھا تقسیم ہونا چاہیئے تھا پس مضارب نے رب المال
کا آدھا غلام آزاد کیا ہے۔ حالانکہ وہ خوشحال ہے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک رب المال کو تین طور سے خیار
حاصل ہوگا چاہے رب المال مضارب سے ہزار درم کی ضمان لے پھر اگر مضارب چاہے غلام سے ڈیڑھ ہزار درم
لے لیگا اور اُسکی تمام ولاء مضارب کی ہوگی۔ اور اگر اس نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ اپنی آدھی قیمت کے واسطے
سعی کریگا اور مضارب بھی اس سے پانچ سو درم کے واسطے سعی کرا سکتا ہے اور یہ پانسو درم چوتھائی وہ ہین جو
رب المال کا راس المال دینے کے بعد اُسکی زیادتی اس غلام مین پیدا ہوئی ہے اور رہی چوتھائی کے واسطے جو آزاد
کرنے کے روز مضارب کی ملک تھی سعی نہ کرا وے گا۔ اور غلام کی ولاء دونوں مین برابر مشترک ہوگئی اور اگر اس نے
غلام کا آزاد کر دینا اختیار کیا تو مضارب کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ غلام سے اس چوتھائی کے واسطے جو رب المال کا
راس المال دینے کے بعد اُسکو غلام مین حاصل ہوئی ہے سعی کرا دے اور اگر چاہے تو آزاد کر دے اور چاہے جو فعل
ان دونوں مین سے اختیار کرے بہر صورت غلام کی ولاء دونوں مین برابر تقسیم ہوگی۔ اور اگر مضارب تنگدست
ہو تو بھی سب صورتوں مین یہی حکم ہوگا جو ہمنے ذکر کیا ہے الا یہ کہ رب المال کو صرف دو ہی طور کا خیار حاصل
ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مضارب نے دونوں کو آزاد نہ کیا بلکہ رب المال نے ایک ہی لفظ سے دونوں کو آزاد
کر دیا پس ہزار درم قیمت والا غلام رب المال کے مال سے آزاد ہو جاوے گا اور اسپر کچھ سعی کرنی لازم نہ
آوے گی اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہین اُسکا تین چوتھائی رب المال کے مال سے آزاد ہو جاویگا اور باقی
ایک چوتھائی مین اگر رب المال خوشحال ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک مضارب کو اختیار ہے کہ چاہے یہ چوتھائی
آزاد کر دے یا غلام سے سعی کرا دے یا رب المال سے ضمان لیوے پھر رب المال غلام سے لے سکتا ہے اور اگر رب المال

یعنی سعی کرا کر ۱۲

[illegible]

تنگدست ہو تو چاہے آزاد کرے یا غلام سے سعی کرا دے اور یہ امر ظاہر ہے اور یہی مضارب رب المال سے اپنے
پورے حصہ تک نفع کی ضمان لیگا اور یہ پانچ سو درم ہوئے کیونکہ یہی باقی رہے ہیں خواہ رب المال خوش حال
ہو یا تنگدست ہو پھر رب المال کو اختیار نہیں کہ ان دوسرے پانچ سو درموں کو غلام سے واپس لیوے یہ مبسوط
میں ہے۔ اور اگر رب المال نے دونوں کو متفرق آزاد کیا پس اگر دو ہزار والا اول آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک
تین چوتھائی اسکا آزاد ہوگا۔ اور چوتھائی آزاد نہوگا اور ہزار قیمت والے میں سے وقت آزاد کرنے کے نصف آزاد
ہوگا پھر مضارب کو دونوں غلاموں میں تین طور سے خیار ہے اگر رب المال خوش حال ہو تو چاہے رب المال سے پہلے
غلام کی چوتھائی کی ضمان لے اور دوسرے کے نصف قیمت کی ضمان لے یا چاہے پہلے کا چوتھائی اور دوسرے کا
نصف آزاد کر دے یا چاہے پہلے غلام سے چوتھائی کے واسطے اور دوسرے سے آدھے کے واسطے سعی کرادے
پس اگر مضارب نے رب المال سے ضمان لینا اختیار کیا تو وہ پہلے غلام سے چوتھائی قیمت اور دوسرے سے آدھی قیمت
واپس لیگا اور جب ایسے لے تو ان دونوں کی کل ولا رب المال کی ہوگی۔ اور اگر مضارب نے سعی کرانا یا آزاد کر دینا
اختیار کیا تو پہلے غلام کی ولاء دونوں میں چار حصہ ہو کر منقسم ہوگی تین حصے رب المال کے اور ایک حصہ مضارب کا
ہوگا اور دوسرے کی ولاء دونوں کو برابر تقسیم ہوگی۔ اور اگر رب المال نے پہلے ہزار کی قیمت والا غلام آزاد کیا تو
امام اعظم رح کے نزدیک یہ غلام پورا بدون سعایت کے آزاد ہو جائے گا اور جب اس نے دوسرے کو یعنی دو ہزار
والے کو آزاد کیا تو اس میں سے نصف آزاد ہوگا اور پھر اس میں وہی حکم جاری ہوگا جو دو شخصوں کے مشترک غلام
میں ایک شریک کے آزاد کرنے کی صورت میں جاری ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ہزار درم میں دو غلام خریدے
کہ ہر ایک دونوں میں سے ہزار درم کی قیمت کا ہے پھر مضارب نے دونوں غلاموں کو ایک ساتھ یا ایک بعد دوسرے
کے آزاد کیا پھر رب المال نے ایک کی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹ دیا تو نصف راس المال کا پھر پانے والا
قرار دیا گیا پھر دوسرے غلام میں زیادتی ظاہر ہوئی ولیکن مضارب کے آزاد کرنے کے بعد اس میں زیادتی ظاہر
ہوئی ہے یعنی پیدا ہوئی ہے تو عتق باطل ہے اور اگر مضارب نے اسکے بعد دونوں کو آزاد کیا تو جس غلام پر جنایت
واقع ہوئی یعنی آنکھ پھوڑی گئی یا ہاتھ کاٹا گیا ہے تو اس کا آزاد کرنا جائز نہوگا کیونکہ اس میں باقی راس المال سے
زیادتی نہیں ہے اور رہا دوسرا غلام پس اس میں سے چوتھائی آزاد ہوگا جو کہ نصف زیادتی اس نصف راس المال میں
سے ہے جو باقی رہی ہے پھر وہ غلام جسپر جنایت واقع ہوئی فروخت کیا جائیگا اور رب المال کو تمام راس المال دیا
جائیگا۔ اور مضارب اگر خوش حال ہے تو رب المال کو آدھی قیمت اس غلام کی جسکا آزاد کرنا جائز ہے ضمان دیگا کیونکہ ظاہر
ہوا کہ وہ تمام نفع ہے اور آدھا اس میں رب المال کا ہے۔ پس یہ ضمان رب المال کو دے گا اور غلام سے واپس
لیگا اور یہی امام اعظم کے نزدیک دو سو پچاس درم اس سے لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مضارب نے مضاربت
کا کوئی غلام یا باندی مکاتب کر دی پس اگر اس کی قیمت مثل راس المال کے ہو تو کتابت جائز نہیں اور جب غلام نے
مال کتابت ادا کیا تو آزاد نہ ہوگا اور جو اس نے مال کتابت دیا ہے وہ مضاربت میں قرار دیا جائیگا۔ اور اگر قیمت میں
راس المال پر زیادتی ہو مثلاً قیمت دو ہزار درم ہو اور دو ہزار پر اسے مکاتب کیا اور راس المال ہزار درم ہیں
تو امام اعظم رح کے نزدیک مضارب کے حصہ کے یعنی چوتھائی کے کتابت صحیح ہے اور جو اس میں رب المال کا حصہ ہے اس کی

کتابت صحیح نہیں ہے ولیکن رب المال کو اختیار ہے کہ اُسکی کتابت توڑ دے پس اگر اس نے کتابت نہ توڑی یہانتک کہ غلام نے تمام بدل کتابت ادا کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک حصہ مضارب آزاد ہوگا زیادہ آزاد نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک کل آزاد ہوجاویگا اور جسقدر مضارب نے بدل کتابت ادا کیا ہے اُنہیں سے چہ تھائی اُسکو دیا جائیگا اور تین چہ تھائی بالاتفاق مضاربت مین رکھا جائیگا۔ اور جب حصہ مضارب آزاد ہوا تو مضاربت ٹوٹ جاویگی پس رب المال اپنا راس المال تین چوتھائی مال کتابت سے وصول کر لیگا اور باقی پانچ سو درم اور کل غلام نفع مین رہیگا پس پانچ سو درم برابر اور غلام برابر دونوں مین تقسیم ہوگا پس مضارب کے واسطے ایسی زیادتی شرکت کی پیدا ہوئی جو آزاد کرنے کے روز اُسکو حاصل نہ تھی پس امام اعظم رح کے نزدیک اسقدر آزاد نہ ہوگا جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک رب المال کو اُس کے حصہ مین تین طرح کا اختیار حاصل ہوگا بشرطیکہ مضارب خوش حال ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے کچھ ادا نہ کیا اور مرگیا اور آٹھ ہزار درم سے کم چھوڑے تو مملوک غلام مرا اور کتابت باطل ہوگئی کیونکہ وہ عاجز مرا ہے اس لیے کہ جسقدر اُسکی ملک ہے یعنے چہ تھائی کمائی وہ بدل کتابت ادا کرنے کے واسطے پوری نہیں ہے پس رب المال اس مین سے ایک ہزار درم اپنے راس المال کے لے لیگا اور باقی دونون مین برابر تقسیم ہونگے۔ اور اگر پورے آٹھ ہزار درم چھوڑے تو ادا کر کے مرا ہے پس آزاد مرد مرا پس مضارب اس مین سے دو ہزار درم لے لیگا اور رب المال کے واسطے ایک ہزار پانچ سو درم غلام کی تین چہ تھائی قیمت کی ضمان دے گا کیونکہ اسقدر پر مولی کی ملک باقی رہی تھی۔ اور مضارب نے اُسکو فاسد کیا اسواسطے ضامن ہوگا اور باقی چھ ہزار درم جو اس کی کمائی کے باقی رہے ہین وہ رب المال اور مضارب کے درمیان برابر تقسیم ہون گے۔ اور اگر مکاتب نے نو ہزار درم چھوڑے تو مضارب اس مین سے دو ہزار بدل کتابت لے لیگا اور غلام آزاد مرا اور ایک ہزار درم زائد بھی میراث کے حق مین لے لیگا کیونکہ تمام ولاء اُسی کی رہی کیونکہ تمام غلام اُسی کی طرف سے آزاد ہوا ہے اسلیے کہ بسبب ضمان دیدینے کے مضارب اُسکا مالک ہوگیا۔ پھر اگر کتابت کے روز غلام کی قیمت ایک ہی ہزار درم ہون پھر بڑھ گئی ہو تو کتابت نافذ نہوگی۔ اور اگر کتابت کے روز اُس کی قیمت دو ہزار درم ہون پھر کم ہوگئی پھر اُس نے بدل ادا کیا یا مرگیا تو اُسکا حکم وہی ہوگا جو پہلے مسئلہ مین گذر چکا ہے کیونکہ چہ تھائی اُسکی ملک تھی پس اس مین کتابت کا نفاذ ہوگا ولیکن مکاتب اُسکی اس قیمت کا ضامن ہوگا جو ادا کرنے کے روز رہ گئی ہے پس اس مسئلہ مین مسئلہ اولی سے وقت ضمان مین مخالفت ہوگئی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مضارب نے کسی غلام مضاربت کو جس کی قیمت مثل راس المال[یعنی ادا سے مال کتابت ۱۲] کے یا اس سے کم تھی دو ہزار درم پر آزاد کیا اور راس المال کے ہزار درم ہین تو اسکا عتق باطل ہے جیسے بلا مال آزاد کرنے کی صورت مین عتق باطل ہوتا ہے۔ اور اگر غلام کی قیمت راس المال سے زائد ہو مثلاً دو ہزار درم ہون اور راس المال ایک ہزار درم ہین اور مضارب نے دو ہزار درم پر آزاد کیا تو غلام مین سے امام اعظم رح کے نزدیک خاصۃً مضارب کا چہ تھائی حصہ آزاد ہوگا۔ اور صاحبین رح کے نزدیک تمام غلام آزاد ہوجائیگا۔ اور مضارب کو بدل عتق مین سے اس کا حصہ یعنی چہ تھائی دیا جاوے گا۔ اور باقی غلام کو سپرد کیا جائیگا۔ پس بالاتفاق مضاربت مین سے نہ ہوگا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ مضارب نے غلام سے کہا ہو کہ مین نے تجھے ہزار درم پر آزاد کیا اور غلام نے قبول کیا ہو یہانتک کہ نفس قبول سے آزاد ہوگیا ہو یا مکاتب ہوگیا ہو اور جو اُس نے اسکے بعد کمایا

وہ مکاتب کی یا آزاد قرضدار کی کمائی کے مثل ہو ولیکن اگر مضارب نے غلام سے یون کہا کہ اگر تو نے مجھے دو ہزار درم ادا کیے تو تو آزاد ہے۔ اور اس نے دو ہزار درم دیدیے اور غلام مین سے مضارب کا حصہ آزاد ہو گیا پس جو کچھ اس نے غلام سے لیا ہے وہ مضاربت مین ہوگا کیونکہ وہ مضاربت کے غلام کی کمائی ہے پس اُسمین سے رب المال اپنا راس المال لے لیگا اور باقی دونون مین موافق شرط کے نفع تقسیم ہوگا۔ یہ محیط مین ہے۔ اگر مضارب کے پاس ہزار درم آدھے کی مضاربت پر ہون پس مضارب نے اُسکے عوض ایسی باندی جسکی قیمت ہزار درم ہے خریدی اور اس سے وطی کی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا جو ہزار درم کا ہے پھر مضارب نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر اس بچہ کی قیمت بڑھکر ڈیڑھ ہزار درم ہو گئی اور مضارب خوش حال ہے پس رب المال کو اختیار ہے چاہے غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرا دے یا چاہے اُسکو آزاد کردے اور اگر رب المال نے غلام سے ہزار درم وصول کیے تو مضارب کو باندی کی آدھی قیمت خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو ضمان دینی پڑیگی یہ کافی مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت مین دیدیے پس اُسکے عوض ایک باندی خریدی کہ ہزار درم قیمت کی ہے پھر اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا جو ہزار کی قیمت کا ہے پھر مضارب نے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو دعوت نسب باطل ہے اور وہ باندی کے عقر کا ضامن ہوگا اور اس کو اختیار ہے کہ باندی اور اُسکے بچہ کو فروخت کرے پس اس مقام پر امام محمد رحمہ اللہ نے حکم مبہم بیان کیا ہے حالانکہ اس مین تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہوا ہے تو اُسکو باندی کے فروخت کا اختیار ہے ولیکن مضارب پر عقر لازم نہ ہوگا۔ اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مین بچہ پیدا ہوا ہے تو اُسپر عقر لازم ہوگا اور اُسکو اختیار ہے کہ جب تک رب المال نے اس سے عقر نہین وصول کرلیا ہے اسوقت تک باندی کو فروخت کردے اور جب اس سے عقر وصول کرلیا اور وہ سو درم ہین تو مضارب کی دعوت نسب صحیح ہو گئی اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہو گیا اور باندی اُسکی ام ولد ہو گئی پھر رب المال کے واسطے باندی کی قیمت سے نو سو درم تمام راس المال اُسکا اور پچاس درم باقی اُسکے ڈانڈ دیگا خواہ تنگدست ہو یا خوش حال ہو اور رہا بچہ وہ تمام نفع ہے اس مین سے مضارب کا حصہ آزاد ہو جائیگا یعنی نصف اور باقی نصف کی قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کریگا اور اس مین مضارب پر ضمان نہوگی اگرچہ وہ خوش حال ہو۔ اور اگر اس نے دونون مین سے کسی کو فروخت نہ کیا اور رب المال نے اپنا عقر وصول نہ کیا یہانتک کہ باندی کی قیمت بڑھ گئی پس دو ہزار کی ہو گئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو گئی اور مضارب پر اس کی تین چوتھائی کی قیمت خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو لازم آویگی اور رہا بچہ پس وہ بحالہ مملوک رہیگا تا وقتیکہ مضارب اس قیمت کو جو اسپر باندی کی واجب ہے۔ ادا نکرے یا رب المال کچھ عقر نہ لیوے اور مضارب کو اختیار ہے کہ اُسکو فروخت کر دے اور اگر اس غلام کو فروخت نہ کیا یہانتک کہ بڑھکر دو ہزار درم کا ہو گیا تو وہ مضارب کا بیٹا ہو جائیگا اور اس مین سے اُسکا چوتھائی آزاد ہو جاویگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور مضارب پر غلام کی ضمان نہین آتی ہے صرف غلام پر اپنی قیمت کے واسطے سعی کرنا چاہیے ہے اگرچہ مضارب خوش حال ہووے۔ اور جب غلام مین سے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک چوتھائی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک کل آزاد ہو گیا تو مضارب سے اپنا راس المال ہزار درم لے لیگا جبکہ مضارب خوش حال ہو نہ غلام کی سعایت سے۔ اور جب مضارب سے اپنا راس المال لے لیا پس جسقدر باندی کی قیمت اور اُسکا عقر مضارب پر باقی رہا وہ سب نفع ہوگا اور تمام غلام نفع رہا پس جسقدر

باندی کی قیمت اور اسکا عقر رہا وہ سب نفع مخصوص رب المال کو دیا جائیگا پس اگر عقر کے سو درم ہون تو یہ
سب رب المال کا قرار دیا جاویگا اور مضارب اسکو رب المال کو ادا کرے گا پس حاصل یہ ہے کہ مضارب دو چیزون
مین رب المال کے واسطے تمام باندی کی قیمت ہزار درم کا اور اسکے عقر سو درم کا ضامن ہوگا پس رب المال
ان مین سے ہزار درم اپنے راس المال کا اور ایک ہزار ایک سو درم نفع کا کل پانیوالا ہو جاویگا پھر مضارب
کے واسطے غلام مین سے اسی کے مثل قرار دیا جائیگا جسقدر رب المال نے نفع پایا ہے یعنی ایک ہزار ایک سو درم
پس غلام یعنی اسکے بیٹے مین سے ایک ہزار ایک سو درم بقدر حصہ مضارب کے آزاد ہو جائیگا پس اسقدر بدون
سعی کرنے کے مضارب کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور باقی نو سو درم لڑکے مین سے نفع رہینگے پس وہ دونون مین
برابر تقسیم ہونگے پس مضارب کے حصہ مین اس مین سے چار سو پچاس درم آئینگے پس لڑکے مین سے چار سو
پچاس درم بقدر حصہ مضارب کے بدون سعی کرنے کے آزاد ہوگا اور باقی چار سو پچاس درم کے واسطے وہ سعی
کریگا اور رب المال کو دیگا پھر جب اس نے رب المال کو دیدیا تو کل آزاد ہوگیا پس رب المال کی ولاء اس
غلام مین سے دو دسوین حصہ اور ایک دسوین کا چوتھائی حصہ ہوگی اور مضارب کے واسطے سات دسوین حصہ
اور ایک دسوین کی تین چوتھائی حصہ ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ساری ولاء
مضارب کی ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مضارب تنگدست ہو کہ ادا کرنے پر قادر نہین ہے اور رب المال نے چاہا کہ باندی
سے اپنے راس المال اور حصہ نفع کے واسطے سعی کراوے تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر بچہ سے سعی کرانی چاہی تو اس
سے ڈیڑھ ہزار درم کے واسطے سعی کرا سکتا ہے اسمین سے ہزار درم اسکے راس المال کے ہونگے اور پانسو درم اس
غلام مین نفع کے ہونگے پھر رب المال کو اس غلام کی تین چوتھائی ولاء ملیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور مضارب پر باندی کی
آدھی قیمت اور آدھا عقر باقی رہیگا کہ جب وہ آسودہ حال ہوگا تو اس کو ادا کرنا پڑیگا۔ پس اگر غلام نے سعایت
ادا کیا پھر اس نے چاہا کہ مضارب سے واپس لے تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر باندی ہزار کی قیمت کے
برابر ہو اور اسکے ایک بچہ ہوا جو ہزار کی قیمت کے مساوی ہے اور مضارب نے اسکے نسب کا دعوی کیا اور رب المال نے
اس سے سو درم عقر کے لیے اور مضارب نے باندی لے لی تو باندی مضارب کی ام ولد ہو جاویگی اور بچہ آزاد ہو جاویگا
اور اسکا نسب مضارب سے ثابت ہوگا اور باندی کی قیمت مین مضارب نو سو پچاس درم کا ضامن ہوگا نو سو باقی
راس المال کے اور پچاس درم حصہ نفع رب المال منجملہ ان سو درم کے جو باندی مین ہے پھر جب رب المال نے انپر قبضہ کر لیا تو
نصف ولد مضارب کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور باقی نصف کی قیمت کے واسطے رب المال کیلئے سعی کریگا اور اسکی ولاء دونو
مین برابر تقسیم ہوگی اور اگر مضارب تنگدست ہو حالانکہ اسنے عقر ادا کر دیا تو رب المال کو اختیار ہوگا کہ غلام سے نو سو
درم باقی راس المال کے واسطے سعی کراوے پھر باقی سو درم اس مین سے نفع رہے کہ جسکے آدھے کے واسطے
رب المال کے لیے غلام پھر سعی کریگا اور رب المال کو اسکی ولاء مین ساڑھے نو دسوین حصہ ملینگے اور رب المال کی آدھی
قیمت باندی کی مضارب پر قرضہ رہیگی یہ قول امام اعظم رح کا ہے۔ یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے
کی مضاربت پر دیے اس نے اس مال کے عوض ایک باندی ہزار کی قیمت کی خریدی اسکے ایک بچہ ہوا جو ہزار کی قیمت
کے برابر ہے اور اس کے نسب کا رب المال نے دعوی کیا تو وہ اسکا بیٹا قرار پاویگا۔ اور باندی اسکی ام ولد ہوگی

[illegible] ورب المال پانسو کا حصہ [illegible] ۱۲

اور مضارب کے واسطے باندی یا بچہ کی قیمت میں کچھ ڈانڈ نہ دیگا۔ اور نہ عقر دیگا۔ اور اسی طرح اگر وہ بچہ دو ہزار کی قیمت کے برابر ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر باندی دو ہزار کی قیمت کی ہو اور رب المال نے نسب کا دعوی کیا تو دعوت نسب صحیح ہے اور باندی اُس کی ام ولد ہو جاوے گی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور رب المال باندی کی چوتھائی قیمت مضارب کو ڈانڈ دیگا خواہ آسودہ حال ہو یا تنگدست ہو اور بچہ کی قیمت میں سے کچھ ڈانڈ نہ دیگا اور نہ بھی باندی کے عقر کا آٹھواں حصہ مضارب کو دیگا۔ اور اگر خود مضارب ہی نے باندی سے وطی کی اور قیمت باندی کی دو ہزار درم ہیں اور اسکے بچہ ہوا اور بعد بچہ پیدا ہونے کے مضارب نے اسکے نسب کا دعوی کیا اور قیمت بچہ کی ہزار درم ہے تو باندی اس کی ام ولد ہو جاویگی اور تین چوتھائی اس کی قیمت رب المال کو دیگا اور تین آٹھویں حصے عقر کے دیگا خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو اور بچہ کی قیمت میں کچھ ضامن نہوگا اور یہ بچہ مضاربت میں غلام ہوگا کہ مضارب اُسکو فروخت کر سکتا ہے۔ اور اُسکا نسب مضارب سے ثابت نہوگا۔ پھر جب مضارب نے جو کچھ اُس باندی کی قیمت اور عقر واجب ہوا تھا رب المال کو دیا اور اس نے قبضہ کر لیا تو بچہ کا نسب مضارب سے ثابت ہو جائیگا اور اس میں سے آدھا آزاد ہو جائیگا اور نصف قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کریگا خواہ مضارب خوش حال ہو یا تنگدست ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی ولا رب المال و مضارب میں برابر رہے گی اور صاحبین رح کے نزدیک کل ولا مضارب کی ہوگی کذا فی المحیط

چودھواں باب — خرید و فروخت کرنے سے پہلے یا اس کے بعد مال مضاربت کے تلف ہو جانے کے بیان میں مال مضاربت میں سے جو تلف ہوا وہ نفع میں رکھا جائیگا نہ راس المال میں یہ کافی میں ہے اگر مال مضاربت میں تصرف کرنے سے پہلے مال مضاربت تلف ہو گیا تو مضاربت باطل ہو گئی۔ اور تلف ہونے کے باب میں قسم سے مضارب کا قول مقبول ہوگا۔ اور اگر مضارب نے راس المال تلف کر دیا یا اُسکو خرچ کر دیا یا دوسرے شخص کو دیدیا اُس نے تلف کر دیا تو اُسکو مضاربت پر کوئی چیز خریدنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور اگر مال کو اس شخص سے جس نے تلف کیا ہے لے لیا تو اُس کو اُسکے عوض مضاربت پر خریدنے کا اختیار ہے یہ حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رح سے مروی ہے کہ مضارب نے راس المال کے درم کسی شخص کو قرض دیے پس اگر وہی دراہم بعینہا واپس لے تو مضاربت میں آگئے اور اگر اُن کے مثل واپس لے تو مضاربت میں رجوع نہ ہو جاوینگے۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر مضارب کے پاس ہزار درم ہوں اُس نے اُن کے عوض ایک غلام خریدا اور ہنوز دام نہ دئے تھے کہ یہ دراہم اُس کے پاس سے تلف ہو گئے تو رب المال اُس کو دوسرے ہزار درم دیگا۔ اور اگر دوسرے ہزار بھی ثمن میں ادا کرنے سے پہلے تلف ہوئے تو وہ پھر رب المال سے لے سکتا ہے ایسے ہی جب تک ایسا ہوتا رہے لے سکتا ہے اور راس المال جتنے بار رب المال نے دیے ہوں سب کا مجموعہ قرار پاویگا یہ کافی میں ہے پھر اگر اسکے بعد مضارب نے اس کو مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے۔ اور اگر اس امر کو جو واقع ہوا ہے ویسا ہی بیان کر دے اور کل پر مرابحہ سے فروخت کرنا چاہے تو اُسکو اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے ہزار درم کو ایک باندی خریدی اور ہنوز اُس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ مضارب نے دعوے کیا کہ میں نے اسکا ثمن ادا کر دیا ہے اور بائع نے انکار کیا اور قسم کھالی تو مضارب

رب المال سے دوسرے ہزار درم لیکر بائع کو دیکر باندی پر قبضہ کر لیگا پھر جب دونوں مال مضاربت کو تقسیم کریں تو
رب المال اس میں سے اپنے راس المال میں دو ہزار درم لے لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم
نصف کی مضاربت پر دیئے پھر اُس نے اُن کے عوض ایک باندی خریدی اور دام ادا کرنے سے پہلے یہ ہزار درم تلف ہو گئے
پس رب المال نے کہا کہ تیرے باندی کے خریدنے کے پہلے مال ضائع ہوا ہے پھر تو نے اپنے واسطے باندی خریدی ہے
و ہزار تجھ پر ہیں اسکے واسطے اور مضارب نے کہا کہ نہیں بلکہ مال اسوقت ضائع ہوا ہے کہ میں باندی خرید چکا ہوں اور اب
تجھ سے اسکا ثمن لینا چاہتا ہوں اور حالت یہ ہے کہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مال کب ضائع ہوا ہے تو رب المال کا قول قبول
ہوگا۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مضارب کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر رب المال نے مضارب سے کہا کہ تو نے
مال ضائع ہونے سے پہلے باندی خریدی ہے پس اسکی خرید مضاربت میں رہی اور مضارب نے کہا کہ مال ضائع ہونے
کے بعد میں نے باندی خریدی ہے پس اس کی خرید میرے واسطے رہی تو مضارب کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے
اور اگر ہزار درم تلف نہ ہوئے اور باندی کے ثمن میں ادا نہ کئے ولیکن اُن سے ایک دوسری باندی مضاربت میں
خریدی اور کہا کہ اس کو بجگہ پہلی باندی کے دام اُسکے داموں سے ادا کرونگا تو دوسری باندی کی خرید اُسکی ذات کے
واسطے واقع ہوگی مضاربت میں نہ ہوگی۔ اور اگر پہلی باندی پر قبضہ کر کے اُسکے عوض دوسری باندی خریدی ہو تو جائز
ہے اور دوسری باندی مضاربت میں رہیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ہزار درم کو ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی خریدی
اور دام دینے سے پہلے مال ضائع ہوا تو رب المال کل ہزار کی ڈانڈ بھریگا یہ حاوی میں ہے اور اگر دو ہزار کی قیمت
کی باندی بعوض ہزار کی قیمت کی باندی کے خریدی اور خرید کر اس باندی پر قبضہ کر لیا اور جسکے عوض خریدی ہے وہ ہنوز
نہ دی تھی کہ دونوں مر گئیں تو مضارب خرید شدہ باندی کی قیمت میں پانچ سو درم ڈانڈ دیگا اور باقی رب المال
پر واجب ہونگے۔ اور اگر خرید شدہ باندی کی قیمت ایک ہزار درم ہوں اور جسکے عوض خریدی ہے اُسکی قیمت دو ہزار
ہوں اور رب المال نے اُس کو اجازت دیدی ہو کہ قلیل و کثیر سے خرید تاکہ یہ خریداری جائز ہو جائے پس مضارب نے
خرید شدہ پر قبضہ کیا اور دونوں مر گئیں تو رب المال سے قیمت لیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب کے پاس ہزار درم
آدھے کی مضاربت پر ہوں اُس نے بعوض اُن کے ایک گٹھری کپڑوں کی خریدی اور اُسکو دو ہزار کو فروخت کیا پھر
دو ہزار کو ایک غلام خریدا اور ہنوز دام نہ دیئے تھے کہ دونوں ہزار اُسکے پاس سے ضائع ہو گئے تو رب المال ایک ہزار
پانچسو درم اور مضارب پانچسو درم دیگا اور غلام میں سے چوتھائی مضارب کا اور تین چوتھائی مضاربت کا ہوگا اور
راس المال دو ہزار پانچ سو درم ہو جاوینگے اور غلام کو مرابحہ سے فقط دو ہزار پر فروخت کر سکتا ہے پھر اگر غلام چار ہزار
درم کو فروخت کیا تو چوتھائی ثمن مضارب کا ہوا اور تین چوتھائی مضاربت میں رہا انمیں سے دو ہزار پانچسو درم راس المال
کے نکال دیئے جاوینگے باقی پانچسو درم رب المال و مضارب کے درمیان نفع رہگیا یہ کافی میں ہے اور اگر مضاربت میں
کام کر کے دو ہزار تک بڑھا لیے پھر دونوں ہزار سے ایک باندی خریدی جسکی قیمت دو ہزار سے کم ہے اور اسپر قبضہ کر لیا
پھر یہ سب اُسکے پاس معاً تلف و ہلاک ہو گئے تو مضارب پر باندی کے ثمن کے دو ہزار درم واجب ہونگے اور انمیں
سے تین چوتھائی رب المال سے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ہزار درم مضاربت سے ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی
خریدی اور ہنوز دام نہ دیئے تھے کہ اُسکو دو ہزار کو فروخت کیا اور دام لے لیے اور باندی نہ دی یہانتک کہ یہ سب

تلف ہوگیا تو یہ چار صورتوں سے خالی نہیں ہے یا تو تمام اموال ایک ساتھ تلف ہوئے یا ہزار مضاربت کے پہلے
تلف ہوئے پھر دو ہزار درم اور باندی ساتھ ہی یا آگے پیچھے تلف ہوئی یا باندی پہلے مری پھر دونوں مال ساتھ ہی یا
آگے پیچھے تلف ہوئے یا دو ہزار درم پہلے تلف ہوئے پھر باندی و مال ہزار درم ساتھ ہی یا آگے پیچھے تلف ہوئے پس یہ
چار صورتیں ہیں پس اگر پہلی صورت واقع ہوئی ہو تو مضارب تین ہزار درم کا ضامن ہوگا ہزار درم باندی کے بائع
کو اور دو ہزار درم اسکے مشتری کو دیگا اور رب المال سے دو ہزار پانچ سو درم واپس لیگا۔ اور اگر دوسری صورت
واقع ہوئی تو ضمانت کے تینوں ہزار درم سب رب المال پر واجب ہونگے اور اگر تیسری صورت واقع ہوئی تو دو
ہزار پانچ سو درم رب المال پر اور پانچسو درم مضارب پر واجب ہونگے۔ اور اسی طرح اگر چوتھی صورت واقع ہوئی
ہو تو بھی یہی حکم ہے جو تیسری صورت میں مذکور ہوا ہے اور اصل یہ ہے کہ جسقدر مال کا مضارب رب المال کے واسطے
عامل ہوا اور اُس کے لیے کام کرتا ہو تو اسقدر کی ضمان رب المال پر قرار پاویگی کیونکہ اُسی کے کام کی وجہ سے مضارب
پر ضمان آئی ہے تو جسکے نفع کے لیے کام تھا وہی ضمان دے اور اسوجہ سے کہ اُس نے مضارب کو اس بلا میں ڈالا ہے
تو اسی پر اس کی رہائی اور بلا سے نکالنا واجب ہے اور جسقدر مال کا اپنی ذات کے لیے عامل اور اپنے واسطے کام کرتا تھا
اس کی ضمان مضارب پر ہوگی کیونکہ اُسکا نفع خود کھاویگا تو اُسکا نقصان بھی خود ہی اُٹھاوے یہ محیط سرخسی میں
ہے۔ اگر کسی شخص کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پس اُسنے اُسکے عوض ایک باندی ہزار درم کی قیمت
کی خریدی اور دام نہ دیے یہانتک کہ باندی مقبوضہ کو دو ہزار درم میں فروخت کیا پھر باندی نہ دی اور ثمن
دونوں ہزار وصول کر لیے پھر دو ہزار کو دو ہزار قیمت کی باندی خریدی اور دام نہ دیے مگر باندی پر قبضہ کر لیا
پھر سب درم اور دونوں باندیاں تلف و ہلاک ہوگئیں تو مضارب پر واجب ہے کہ ان لوگوں کو پانچ ہزار درم دیوے کہ اسمیں سے
پہلی باندی کے بائع کو ہزار درم دے اور اُسکے مشتری کو ثمن مقبوضہ یعنی دو ہزار درم واپس دے کیونکہ باندی کے
سپرد کرنے سے پہلے اُسکے مرجانے سے بیع فسخ ہوگئی ہے اور دوسری باندی کے بائع کو دو ہزار اُسکا ثمن دیوے پھر
رب المال سے اُسمیں سے چار ہزار درم لے لیگا اس طرح کہ ہزار درم پہلی باندی کے دام اور ڈیڑھ ہزار درم جو اُسکو فروخت
کرکے دام لئے تھے اسمیں اور ڈیڑھ ہزار دوسری باندی کے دام لیگا اور اگر پہلے ہزار درم اولاً تلف ہوئے پھر باقی سب ساتھ ہی
تلف ہوئے تو رب المال سے پورے پانچ ہزار درم تاوان لیگا اور اگر دوسری باندی اولاً ہلاک ہوئی پھر باقی سب ساتھ
تلف ہوئے تو رب المال سے چار ہزار درم لیگا۔ اسی طرح اگر پہلی باندی اولاً ہلاک ہوئی یا دو ہزار درم اولاً تلف ہوئے تو
بھی یہی حکم ہے کہ یہ صورت اور کل کا ساتھ ہی تلف ہونا معنے میں یکساں ہے اور اگر ہزار درم مضاربت کے ہزار درم کی قیمت
کی باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا اور دام نہ دیے پھر باندی کے عوض دو ہزار قیمت کا غلام خرید کر قبضہ کر لیا اور
باندی نہ دی پھر غلام کے عوض ہروی کپڑوں کی گٹھری تین ہزار قیمت کی خرید کر قبضہ میں لے لی اور غلام نہ دیا پھر اُسکے
پاس یہ چاروں چیزیں تلف ہوگئیں تو اسکی پانچ صورتیں ہیں اگر سب اموال ایک ساتھ تلف ہوئے تو مضارب
پر چھ ہزار درم لازم آوینگے ان میں سے ایک ہزار باندی کی قیمت اور دو ہزار غلام کی قیمت اور تین ہزار ہروی
گٹھری کی قیمت ہوگی پس رب المال سے چار ہزار پانچسو لیگا اور اپنے مال سے ایک ہزار پانچسو دیگا پس پورے
چھ ہزار ادا کریگا۔ اور اگر ہزار درم پہلے تلف ہوئے پھر باقی ایک ساتھ تلف ہوئے تو مضارب رب المال سے

پانچ ہزار یا پانچ سو درم لیکر اپنے مال سے پانچسو درم ملا کر دیوے اور اگر پہلے غلام ہلاک ہوا پھر باقی معاً تلف ہوے تو
رب المال سے چار ہزار پانچسو درم لیگا یعنی اپنے پاس سے ڈیڑھ ہزار دیگا اور اسی طرح اگر پہلے کپڑوں کی گٹھری تلف ہوئی پھر سب
باقی ساتھ ہی تلف ہوے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر باندی پہلے مر گئی پھر باقی سب ایک ساتھ تلف ہوے تو رب المال سے
چار ہزار سات سو پچاس درم لیگا - اور اگر ہزار درم سے ایک باندی ہزار درم کی قیمت کی خریدی اور اسپر قبضہ کر لیا پھر اس
باندی سے دو باندیاں ہر ایک ہزار درم کی خریدیں اور انپر قبضہ کر لیا پھر سب باندیاں اور راس المال ایک ساتھ تلف
ہوے تو مضارب پر پہلی باندی کے ہزار درم اور دوسری دونوں باندیوں کے دو ہزار درم واجب ہونگے اور یہ سب
رب المال سے لیگا بخلاف اسکے اگر پہلی باندی کے عوض ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی خریدی ہو اور اسپر قبضہ کیا
ہو اور باقی مسئلہ یوں ہی واقع ہو تو مضارب پر پہلی باندی کے ہزار درم اور دوسری باندی کے دو ہزار درم واجب ہونگے
اور رب المال سے دو ہزار پانچ سو درم لیگا - اسی طرح اگر دو باندیوں میں سے ایک پہلے مر گئی پھر باقی سب ساتھ ہی
تلف ہوے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ہزار درم پہلے تلف ہوے پھر باقی سب ساتھ ہی تلف ہوے تو مضارب تین ہزار
درم رب المال سے لیگا یہ مبسوط میں ہے - اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت میں دیے اسنے بعوض انکے ہزار
درم کی قیمت کی باندی خریدی اور اسپر قبضہ کر لیا پھر اسکو دو ہزار کو بیچکر دام لے اور باندی نہ دی پھر ان دو ہزار اور پہلے
ایک ہزار سے چار ہزار کی قیمت کی باندی خریدکر قبضہ کر لیا پھر پہلی باندی کے بائع کو راس المال ہزار درم دیدیے اور
دو ہزار اسکو دیے جس سے دوسری باندی خریدی ہے تو اسپر ایک ہزار درم اسکے مال سے دوسری باندی کے بائع
کے واسطے واجب ہونگے پس اگر اسنے پہلے ہزار درم ادا نہ کیے یہانتک کہ تلف ہو گئے اور دوسری باندی چھ ہزار درم
کو فروخت کر دی تو خود مضارب کے ہزار درم کے حصہ کے مقابلہ میں اس باندی کے ثمن کی تہائی ہوگی یعنی دو ہزار درم
اور باقی چار ہزار درم مضاربت میں رہینگے کہ انمیں سے ایک ہزار درم اس شخص کو دیوے جس سے پہلی باندی خریدی ہے
پھر رب المال ہزار درم اپنا راس المال لیگا اور باقی دو ہزار درم موافق شرط کے ان دونوں میں نفع کے تقسیم
ہونگے اور اگر مضارب سے وہ دو ہزار درم جس سے دوسری باندی خریدی ہے ادا نہ کیے ہوں یہانتک کہ ضائع
ہو گئے اور مسئلہ بحالہ رہے تو یہ درم بھی دوسری باندی کے ثمن سے باقی دو تہائی میں سے ادا کریگا پس کچھ
نفع باقی نہ رہیگا یہ مبسوط میں ہے - نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر مضارب نے ہزار
درم مضاربت سے کوئی متاع خریدکر اسپر قبضہ کر لیا اور ہزار درم نہ دیے یہانتک کہ تلف ہو گئے پھر بائع نے اسکو
بری کر دیا تو مضارب کو رب المال سے کچھ لینے کا اختیار نہیں ہے اور وہ متاع مضاربت میں رہیگی یہ محیط میں ہے اور
اگر مضارب نے اس سے کام کیا یہانتک کہ چار ہزار درم ہو گئے دو ہزار انمیں سے دین میں ہیں اور دو ہزار عین میں ہیں
اس نے ان دو ہزار سے ایک باندی خریدی اور ہنوز اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ دونوں دو ہزار تلف ہو گئے تو وہ رب المال
سے اسکی تین چوتھائی لے لیگا اور جب اس نے باندی پر قبضہ کیا تو یوں مضاربت کے چوتھائی باندی اسکی
ہوگی پھر اگر باندی اسکے پاس تلف ہو گئی پھر اسکے بعد دین برآمد ہوا تو یہ سب رب المال کا ہوگا کیونکہ یہ اس کے
راس المال سے کم ہوا سو اسطے کہ اسکا راس المال دو ہزار پانچسو درم ہیں اور مضارب ان دو ہزار میں سے رب المال سے
کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ وجیز میں ہے - اور جو کچھ مال مضاربت میں سے تلف ہو گیا وہ نفع میں سے محسوب کیا جائیگا نہ راس المال سے کذا فی الکافی

پندرھوان باب مضارب کے مال مضاربت سے منکر ہو جانے کے بیان مین ۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر رب المال نے مضارب سے کہا کہ تو نے مجھے کچھ نہین دیا ہی پھر کہا کہ مجھے تو نے ہزار درم مضاربت مین دیے ہین تو وہ مال کا ضامن ہوگا ۔ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر ان دونون سے باوجود انکار کے کوئی چیز خرید ے تو اپنے واسطے خرید نے والا ہوگا ۔ اور اگر بعد اقرار کے خرید ے تو قیاس چاہتا ہی کہ اپنے واسطے خرید نے والا ہو مگر استحسانا مضاربت مین ہوگی اور وہ ضمان سے بری ہو جائیگا کذا فی المحیط ۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مضارب نے کہا کہ یہ ہزار درم راس المال ہین اور یہ پانچ سو درم نفع ہین اور خاموش رہا پھر کہا کہ بلکہ فلان شخص کا قرضہ ہی تو اسکا قول قبول ہوگا حسن رح نے کہا کہ اگر اس نے اپنے قول کو ملا کر بیان کیا تو قبول ہوگا اور اگر جدا کر کے بیان کیا تو مقبول نہ ہوگا اور یہ قیاس قول امام اعظم رح کا ہی کذا فی الحاوی ۔ اگر مضارب کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پس مضارب نے اقرار کیا کہ مین نے اسمین ایک ہزار کا نفع اٹھایا ہی اور وہ دو ہزار درم لایا پھر اس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اسمین صرف پانچسو درم کا نفع حاصل ہوا ہی پھر اسکے پاس دونون ہزار درم تلف ہوگئے اور گواہون نے گواہی دی کہ اس نے اسقدر نفع کا اقرار کیا ہی تو اس سے ان پانچ سو درم نفع کی ضمان لیجاویگی جسکا اس نے انکار کیا تھا اور رب المال انکو راس المال مین لیگا اور سواے ان پانچ سو درم کے اس سے کچھ ضمان نہین لے سکتا ہی ۔ اور اگر اس نے یون انکار کیا ہو کہ مین نے کچھ بھی نفع نہین اٹھایا ہی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو پورے ہزار درم نفع کی ضمان اس سے لیجاویگی اور رب المال اسکو اپنے راس المال مین سے لیگا اور پھر راس المال کی ضمان اسپر نہین آتی ہی یہ مبسوط مین ہی ۔ اور اگر مضارب نے رب المال سے کہا کہ مین نے تجھے تیرا راس المال دیدیا ہی اور یہ جو میرے پاس ہی یہ نفع ہی پھر کہا کہ مین نے تجھے دیا نہین ہی ولیکن میرے پاس تلف ہوگیا ہی تو وہ ضامن ہوگا کذا فی الحاوی ۔

سولھوان باب نفع کے تقسیم کرنے کے بیان مین ۔ اصل یہ ہی کہ رب المال کے اپنے راس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے نفع کی تقسیم موقوف رہتی ہی اگر اس نے راس المال پر قبضہ کرلیا تو تقسیم صحیح ہوگئی اور اگر قبضہ نہ کیا تو باطل ہوگئی یہ محیط سرخسی مین ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مضارب نے مال مضاربت مین کام کیا اور ایک ہزار درم کا نفع اٹھایا پھر دونون نے نفع تقسیم کرلیا حالانکہ مال مضاربت مضارب کے پاس بحالہ باقی ہی پس رب المال نے پانچسو درم نفع سے لیے اور پانچ سو درم مضارب نے لیے ۔ پھر جسکو دونون نے راس المال قرار دیا ہی وہ مضارب کے پاس کام کرنے سے پہلے یا اسکے بعد تلف ہوگیا تو دونون کا نفع تقسیم کرلینا باطل ہوگیا اور جو رب المال نے وصول کیا ہی وہ راس المال مین شمار ہوگا اور جو مضارب نے لیا ہی وہ رب المال کو دیکر اسکے ہزار درم پورے کردے اگر بعینہ قائم ہوا اور اگر اس نے تلف کردیے ہون یا ضائع ہوے ہون تو اسکے مثل رب المال کو دیدے اور ایک ہزار درم جو مضارب کے پاس سے تلف ہوے ہین نفع مین قرار دیے جاوینگے یعنی نفع تلف ہوا ہی یہ محیط مین ہی ۔ اور اگر نفع کے دو ہزار درم ہون ہر ایک نے ایک ایک ہزار لے لیے پھر راس المال تلف ہوا پس وہ ہزار درم جو رب المال نے نفع قرار دیکر لیے ہین وہی راس المال ہین اور مضارب اپنے مقبوضہ مین سے پانچسو درم اسکو دیدے گا اور اگر رب المال نے راس المال وصول کرلیا پھر دونون نے نفع تقسیم کیا پھر رب المال نے وہ ہزار درم جو راس المال مین لیے ہین مضارب کو دیدیے اور کہا کہ اس سے مضاربت سابقہ پر کام کر پھر اگر اسمین نفع یا نقصان ہو تو پہلی تقسیم باطل نہوگی کیونکہ یہ ثانی

جدیدہ ہوا اور پہلی مضاربت تو اُسوقت ختم ہو گئی جس وقت دونوں نے نفع تقسیم کیا اور یہ جو کہا کہ اُس مضاربت
میں جو پہلے تھی کام کرا اس سے یہ مراد لیا ہے کہ جس شرط سے پہلی مضاربت تھی اُسی شرط سے اس مضاربت میں
کام کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دونوں نے نفع تقسیم کر لیا اور مضاربت فسخ کر دی پھر دوبارہ عقد مضاربت قرار دیا پھر اسکے
بعد راس المال تلف ہو گیا تو پہلے نفع کو باہم واپس نہ کرینگے پس جس صورت میں مضارب کو خوف ہو کہ بعد تقسیم
کے بسبب اسکے مقبوضہ راس المال کے تلف ہو جانے کے نفع واپس لیا جاویگا تو اُس صورت میں یہی حیلہ ہے یعنی
عقد جدید قرار دے یہ تبیین میں ہے جس شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور مضارب نے
دو ہزار نفع اُٹھایا پھر دونوں نے نفع باہم تقسیم کر لیا پھر مضارب نے رب المال کو ہزار درم راس المال اُسکا دیدیا پھر
مضارب نے اپنا حصہ نفع ہزار درم سے لیا اور حصہ رب المال رہ گیا وہ اُس نے نہ لیا یہاں تک کہ مضارب کے
پاس تلف ہو گیا پس ہزار درم جو اُسکے پاس ضائع ہوئے ہیں دونوں کے ضائع ہوئے اور جو مضارب کے پاس
باقی رہے وہ دونوں کے باقی رہے پس رب المال اُس سے پانچ سو درم واپس لیگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ درم
رب المال کا قبل قبضہ کے ضائع ہو گیا اور اگر مضارب کا حصہ ہزار درم بعد اُسکے قبضہ کر لینے کے ضائع ہوا تو تقسیم
نہ ٹوٹیگی اور جسقدر ضائع ہوا وہ مضارب کا مال گیا اور جو باقی رہا ہے یعنی غیر مقبوضہ حصہ رب المال وہ رب المال کا
ہی رب المال اسکو لے لیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے رب المال سے بٹائی کر لی اور اپنا حصہ لے لیا اور رب المال
نے اپنا حصہ نہیں لیا یہاں تک کہ جو کچھ مضارب نے اپنے واسطے قبضہ میں لیا تھا اور جو اُسکے پاس باقی تھا سب
ضائع ہو گیا تو جسقدر رب المال نے اپنے حصہ کا نفع اپنے قبضہ میں نہیں لیا تھا وہ دونوں کا مال گیا اور ایسا
ہو گیا کہ گویا تھا ہی نہیں کیونکہ مضارب اسقدر میں امین باقی رہا تھا اور مضارب نے اسقدر میں سے جو اُس نے اپنی
ذات کے واسطے اپنے قبضہ میں لیا ہے نصف حصہ رب المال کو ڈانڈ دیگا چونکہ اُسپر قبضہ کر لینے کی وجہ سے اسکا
پھر دینے والا ہو گیا تھا اسوجہ سے تلف ہونا مال مضمون کا تلف ہونا قرار دیا جاویگا پس اُسکی ضمان لازم آئی
اور جو نابہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہی تمام نفع ہے اسلیے کہ جو حصہ رب المال تلف ہوا وہ امانت کی راہ سے گیا اور ایسا ہو گیا
کہ گویا تھا ہی نہیں تو بسبب امانت کے اُسکی ضمان نہ آویگی رہ گیا صرف اسقدر حصہ جو مضارب کے قبضہ میں ہو گیا
چونکہ یہ مال مضمون ہے اور اسی قدر حصہ نفع ہے اسواسطے مضارب امین سے نصف رب المال کو ڈانڈ دیگا یہ مبسوط
میں ہے۔ کسی نے دوسرے کو آدھے کی مضاربت پر کچھ مال دیا اُس نے اُس مال سے خرید و فروخت کی خواہ نفع
اُٹھایا یا نہیں اور ایک اسباب خریدا اور اُسکو فروخت نہیں کیا یہاں تک کہ رب المال نے مضارب کے حصے نفع میں
کچھ بڑھا دیا یا کچھ گھٹا دیا پھر اسکے بعد نفع اٹھایا تو جائز ہے اور دونوں اس قرار پر تقسیم کرینگے خواہ نفع اُسکے بعد حاصل ہوا یا
پہلے اور اگر دونوں نے بانٹ لیا پھر ایک نے زیادتی یا کمی کر دی تو بھی ایسا ہی ہے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ
رب المال کی طرف سے مضارب کے لیے کمی جائز ہے زیادتی نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر رب المال نے
مضارب سے دس درم لے لیے اور مضارب باقی مال سے کام کرتا رہا پس اگر مضارب نے ہزار پایا تب رب المال کو
دیا تھا کہ یہ مال یہ نفع ہے تو یہ نفع میں رکھا جائیگا اور پھر اسکے بعد مضارب کا یہ کہنا کہ میں نے نفع نہیں اٹھایا ہے جو کچھ
تو نے مجھ سے لیا ہے وہ راس المال میں تھا مقبول نہ ہوگا۔ اور اگر اُس نے دیتے وقت یہ نہیں کہا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ

مردی ہی کہ حساب کے روز رب المال اپنا پورا مال لے لیگا اور باقی دونون مین مشترک ہوگا اور جو کچھ رب المال نے حساب سے پہلے لے لیا ہی وہ راس المال مین سے کم نہ کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کو ہزار درم مضاربت مین دیے اُس نے اُسمین ایک ہزار کا نفع اُٹھایا اُس سے رب المال نے کہا کہ میرا راس المال مجھے دے اور جو باقی رہگیا وہ تیرا ہی تو یہ جائز نہین ہی جس صورت مین کہ مال بعینہ قائم ہو کیونکہ یہ مجہول ہبہ ہوا اور اگر تلف کیا گیا ہو تو جائز ہی کیونکہ جو کچھ مضاربت کا اُسپر تھا اُس سے بری کردیا ہبہ نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔

پندرھوان باب۔ رب المال و مضارب مین اور دو مضاربون مین اختلاف کے بیان مین۔ اور اس باب مین سات فصلین ہین

فصل اول۔ مضارب کی خریدی ہوئی چیزین اس طور سے اختلاف کرنے کے بیان مین کہ یہ مضاربت کی ہی یا نہین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اُس نے ایک ہزار درم کو ایک غلام خریدا اور خریدنے وقت یہ نہ کہا کہ مین اسکو مضاربت کے واسطے خریدتا ہون پھر جب اُسپر قبضہ کیا تو کہا کہ خریدنے کی حالت مین میری نیت تھی کہ مضاربت مین ہی اور رب المال نے اُسکی تکذیب کی اور کہا کہ تو نے اپنے واسطے خریدا ہی تو اس مسئلہ کے اندر چار صورتین ہین یا تو مضارب کے اقرار کے وقت مال مضاربت اور غلام دونون قائم ہونگے یا دونون تلف ہوگئے ہونگے۔ یا غلام قائم ہوگا اور مال تلف ہوگیا ہوگا یا مال قائم ہوگا اور غلام تلف ہوگیا ہوگا پس پہلی صورت مین قسم سے مضارب کا قول قبول ہوگا پھر اگر بائع کو مال مضاربت یعنی غلام کا ثمن دینے سے پہلے اُس کے پاس تلف ہوگیا تو رب المال سے پھر لے لیگا اور بائع کو دیدیگا اور دوسری صورت مین بدون گواہون کے مضارب کے قول کی تصدیق نہوگی اور مضارب بائع کو ہزار درم ڈانڈ دیگا اور رب المال سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور یہی حکم تیسری صورت مین ہی۔ اور چوتھی صورت مین مذکور ہی کہ مضارب کی اس باب مین رب المال پر تصدیق کیجاویگی کہ جسقدر اُسکے پاس راس المال ہی وہ بائع کو دیدے اور اس باب مین تصدیق نہوگی کہ درصورت اس مال مقبوضہ کے تلف ہوجانے کے دوبارہ رب المال سے پھر لے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مضارب نے مال مضاربت ہزار درم سے ایک غلام خریدا پھر اُسکے دام اپنے مال سے دیے اور کہا کہ مین نے اپنے واسطے خریدا ہی اور رب المال نے اُسکی تکذیب کی تو رب المال کا قول لیا جائیگا یعنی وہ غلام مضاربت مین رکھا جائیگا اور مضارب ہزار درم مضاربت کے اپنے دامون کے بدلے جو اُس نے ادا کیے ہین لے لیگا اور اگر ہزار درم کو ایک غلام خریدا اور مضاربت یا غیر مضاربت کا کچھ نام نہ لیا پھر کہا کہ اپنے واسطے مین نے خریدا ہی تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اس امر پر اتفاق کیا کہ مضارب کے دل مین خریدنے کے وقت کچھ نیت نہ تھی تو امام ابو یوسف رح کے قول پر دامون پر حکم ہوگا اگر اُس نے مضاربت سے دام دیے ہین تو وہ غلام مضاربت کا ہی اور اگر اپنے پاس سے دیے ہین تو اُسکا ہی اور امام محمد کے نزدیک یہ خرید مضارب کے واسطے ہوگی خواہ اُس نے مال مضاربت سے دام دیے ہون یا اپنے مال سے دیے ہون جیسا کہ وکیل خاص کا حکم کتاب البیوع مین معلوم ہوچکا ہی یہ محیط مین ہی ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور کچھ نام نہ لیا پھر دوسرا ہزار درم کو خریدا اور کچھ بیان نہ کیا پھر کہا کہ دونون کو مین نے مضاربت کے واسطے نیت کی تھی اور یہ بات زبان سے نہین کہی پس اگر دونون مین اسکی تصدیق کی تو پہلا مضاربت مین ہوگا دوسرا نہوگا اسیطرح اگر دونون مین اُسکی تکذیب کی یا اول مین تصدیق کی

اور دوسرے میں تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہے - اور اگر دوسرے میں تصدیق کی اول میں نہ کی تو رب المال کا قول
قبول ہوگا اور دوسرا غلام مضاربت میں قرار دیا جائیگا - اور اگر دونوں کو ایک ہی صفقہ میں خریدا ہو پھر واحد
ہزار درہم کو خریدا اور کہا کہ میں نے نیت کی تھی کہ ہر واحد دونوں میں سے بعوض ہزار مضاربت کے ہے پس اگر
رب المال نے دونوں میں اسکی تصدیق کی تو ہر ایک کا نصف مضاربت میں قرار دیا جائیگا اور باقی مضارب کا
ہوگا اور اگر دونوں میں تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کسی معین میں تصدیق کی اور کہا کہ یہ غلام تو نے مضاربت
کے واسطے خریدا ہو تو وہی مضاربت میں ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر مضارب نے کہا کہ میں نے دونوں کو
بعوض اپنے ہزار درہم و مضاربت کے ہزار درہم کے خریدا ہے پس رب المال نے کہا کہ تو نے یہ غلام
معین بعوض مال مضاربت کے خریدا ہے تو مضارب کا قول قبول ہوگا اور دونوں غلاموں کا نصف مضاربت
کا ہوگا اور نصف مضارب کا ہوگا کذا فی المبسوط

دوسری فصل مضاربت کے عموم و خصوص میں اختلاف کے بیان میں - اگر مضارب نے دعوی کیا کہ مضاربت
ہر تجارت کے واسطے عام تھی اور رب المال نے خصوص کا دعوی کیا تو مضارب کا قول قبول ہوگا کذا فی الذخیرہ
مضارب و رب المال نے اگر اختلاف کیا پس مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے تجارت کے لیے مضاربت پر مال دیا ہے اور
کسی چیز کا نام نہیں لیا ہے اور رب المال نے کہا کہ میں نے صرف روئی کے کپڑوں یا اناج کی تجارت کی اجازت
دی ہے پس اگر یہ اختلاف تصرف سے پہلے واقع ہوا ہو تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور رب المال کا تجارت
عام ہونے سے انکار کرنا بطور حجر کے ہے تصرف کرنے سے ممانعت ٹھہرایا جائیگا اور مضارب کو بطور خصوص کے تصرف
کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر تصرف کرنے کے بعد یہ اختلاف ہوا تو استحساناً قسم کے ساتھ مضارب کا قول قبول ہوگا
اور رب المال پر گواہ لانے ہونگے اور اسی کو یعنی استحسان ہی کو ہمارے علماء ثلاثہ رحمہم اللہ تعالی نے اختیار کیا ہے
یہ محیط میں ہے اور اگر رب المال عموماً مضاربت کا مدعی ہو تو قیاساً و استحساناً اسی کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عموم
و خصوص میں اختلاف کرنے کی صورت میں دونوں نے گواہ قائم کیے پس اگر دونوں فریق گواہوں نے وقت
وقت بیان کیا یعنی گواہی میں بیان کیا تو اسکی گواہی پر حکم کیا جائیگا جو دونوں میں آخر امر کو ثابت کرتا ہے یعنی
اخیر وقت والے گواہوں کی گواہی پر حکم ہوگا - اور اگر دونوں فریق نے وقت بیان نہ کیا یا ایک ہی وقت بیان کیا
یا ایک نے وقت بیان کیا اور دوسرے نے بیان نہ کیا اور معلوم نہیں ہوتا کہ کون امر پہلے تھا - اور کون اس کے
بعد کا ہے تو مدعی خصوص کے گواہوں پر ڈگری ہوگی - ایسا ہی کتاب الاصل میں مذکور ہے - اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر
دونوں نے گواہ قائم کیے اور مضارب عموم مضاربت کا دعوی کرتا ہے پس اگر اسکے گواہوں نے یہ گواہی دی
کہ رب المال نے اسکو ہر تجارت کے واسطے مال دیا ہے تو اسی کے گواہ قبول ہونگے اور اگر اس طور سے گواہی نہ دی
تو رب المال کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط میں ہے - اسی طرح اگر سفر سے ممانعت و عدم ممانعت میں اختلاف کیا تو بھی مثل
عموم و خصوص تجارت کے اختلاف کے حکم ہے کذا فی الحاوی - اگر مضارب مال میں تصرف کر چکا ہو پھر دونوں نے مضاربت
کے خاص ہونے میں تو اتفاق کیا مگر اس نوع میں اختلاف کیا جسکے ساتھ خصوصیت واقع ہوئی ہے اور دونوں نے
گواہ قائم کیے تو جس طرح عموم و خصوص کے اختلاف میں دونوں کے گواہ قائم کرنے کی صورت میں مذہب ہے

حکم کو رد ہوا تو وہی بیان بھی ہے اگر دونوں فریق نے وقت بیان کیا اور ایک نے دوسرے کے وقت سے پیشتر کا
وقت بیان کیا تو پچھلے وقت والوں پر حکم ہوگا اور یہ امر اخیر امر اول کا ناسخ قرار دیا جائیگا اور اگر اول و آخر معلوم
نہو سکے مثلاً دونوں نے ایک ہی وقت بیان کیا یا وقت ہی بیان نہ کیا یا صرف ایک ہی نے وقت بیان کیا تو
مضارب کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے بصرہ
شہر وغیرہ میں جانے کی اجازت دی تھی یا تو نے کچھ قید نہیں لگائی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے صرف ہمدان
کی اجازت دی تھی تو مضارب کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ مجھے تو نے بصرہ و کوفہ جانے کی اجازت
دی تھی اور رب المال نے کہا کہ فقط بصرہ جانے کی اجازت دی تھی تو رب المال کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ
میں ہے۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ مجھے تو نے نقد و ادھار دونوں کی اجازت دی تھی اور رب المال نے کہا کہ
میں نے تجھے نقد کا حکم کیا تھا تو مضارب کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط سرخسی میں ہے۔

تیسری فصل مضارب کے واسطے جو نفع کی شرط کیا گیا اس کی مقدار میں اختلاف کرنے اور راس المال کی مقدار
میں اختلاف کرنے اور جنس راس المال میں اختلاف کرنے کے بیان میں۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم
مضاربت میں دیے اس نے اس میں ایک ہزار درم کا نفع اٹھایا پھر دونوں نے اختلاف کیا مضارب نے کہا کہ تو نے
میرے لیے آدھے نفع کی شرط کی تھی اور رب المال نے کہا کہ تہائی کی شرط کی تھی تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر
دونوں نے گواہ قائم کیے تو مضارب کے گواہ قبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اگر دونوں نے نفع میں اختلاف کیا رب المال
نے کہا کہ میں نے تیرے لیے تہائی کی شرط کی تھی اور مضارب نے کہا کہ تو نے میرے واسطے نصف کی شرط کی تھی پھر
مضارب کے پاس مال تلف ہو گیا تو مضارب چھٹے حصہ نفع کا ضامن ہوگا اور خاص اپنے مال سے مالک کو ادا کریگا
اور اس کے سوا کسی کا ضامن نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے میرے واسطے آدھے نفع کی شرط کی
تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے نفع میں سے سو درم کی تیرے واسطے شرط کی تھی یا کہا کہ میں نے تیرے واسطے
کچھ شرط نہیں کی تھی اور مضاربت فاسد ہے اور تجھ کو اجر المثل ملیگا تو قسم سے رب المال کا قول قبول ہوگا۔ اسی طرح اگر
مضارب نے کہا کہ تو نے میرے لیے آدھے نفع کی شرط کی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے
دس درم کم تہائی نفع کی شرط کی تھی تو بھی رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر ان دونوں مسئلوں میں دونوں نے
گواہ قائم کیے تو مضارب کے گواہ قبول ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ میرے واسطے تہائی نفع
کی شرط کی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے تہائی نفع اور دس درم کی زیادتی کی شرط کی تھی یعنی
مضاربت فاسد ہے اور اجر المثل واجب ہے تو مضارب کا قول قبول ہوگا اسکو تہائی نفع ملیگا اور رب المال کے
قول کی جو مضاربت فاسد ہونے کے دعوی میں ہے تصدیق نہ کیجائیگی۔ پھر اگر دونوں نے اپنے دعوی پر گواہ
قائم کیے تو رب المال کے گواہ قبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مال میں گھاٹا ہوا اور رب المال نے کہا کہ میں نے
تیرے واسطے نصف نفع کی شرط کی تھی اور مضارب نے کہا کہ تو نے میرے واسطے سو درم دینے کی شرط کی تھی یا کچھ نہیں
شرط کی تھی پس اجر المثل ملنا چاہیے تو قول رب المال کا قبول ہوگا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوی کے گواہ
قائم کیے تو گواہ بھی رب المال کے قبول ہوں گے بشرطیکہ مضارب اس دعوے کے گواہ قائم کرے کہ رب المال نے

یا شرط الی دیا تھا اجر المثل چاہیے ہو اور اگر مضارب نے اس دعوی کے گواہ دیے کہ رب المال نے سو درہم کی
کی شرط کی تھی تو رب المال کے گواہ قبول ہوں گے یا مضارب کے گواہ قبول ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مضارب
کے پاس دو ہزار درہم ہیں اس نے کہا کہ تو نے مجھے راس المال تین ہزار درہم دیے تھے اور ہزار درہم میں نے
نفع کیا ہے اور رب المال نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے دو ہزار درہم مضاربت میں دیے ہیں تو مضارب کا
قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونوں نے مقدار راس المال و نفع میں اختلاف کیا اور رب المال نے کہا کہ میں نے
راس المال تجھے دو ہزار درہم دیے ہیں اور تہائی نفع کی شرط کی ہے اور مضارب نے کہا کہ راس المال میں
ایک ہزار درہم دیے ہیں اور نصف نفع کی شرط کی ہے تو راس المال کی مقدار میں مضارب کا قول قبول ہوگا اور
نفع کی شرط میں رب المال کا قول قبول ہوگا اور دونوں میں سے جس نے اپنی زیادتی کے دعوی کے گواہ قائم کیے
اس کے گواہ قبول ہوں گے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقدار راس المال میں رب المال کے
گواہ قبول ہوں گے اور وہ دو ہزار درہم راس المال کے لے لیگا اور اگر مال تین ہزار درہم ہوں تو نفع کے
دعوی کے بارے میں مضارب کے گواہ قبول ہوں گے حتی کہ دو ہزار سے زیادہ ایک ہزار جو نفع ہے وہ دونوں میں نصفا نصف
تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب تین ہزار درہم لایا اور کہا کہ ایک ہزار راس المال کے ہیں اور ایک ہزار
نفع کے ہیں اور ایک ہزار کسی شخص کی ودیعت ہیں یا غیر کی مضاربت یا بضاعت کے ہیں یا شرکت کے ہیں یا
مجھ پر ہزار درہم قرضہ ہیں تو ودیعت و شرکت و بضاعت و قرضہ میں مضارب کا قول قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اگر
رب المال نے بضاعت ہونے کا دعوی کیا اور مضارب نے مضاربت صحیح یا فاسدہ کا دعوی کیا تو رب المال کا
قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو کچھ مال دیا اس نے نفع حاصل کیا پھر عامل نے کہا
کہ تو نے یہ مال قرض دیا ہے اور دینے والے نے کہا کہ میں نے تجھے بضاعت میں یا تہائی کی مضاربت میں
دیا ہے یا مضاربت میں دیا ہے اور کچھ نفع مقرر نہیں کیا ہے یا تیرے واسطے سو درہم نفع سے مقرر کر دیے ہیں تو رب المال کا
قول قبول ہوگا۔ اسی طرح اگر رب المال نے بضاعت یا مضاربت کا دعوی کیا اور قابض مال نے کہا کہ تو نے اس لیے
مجھ کو قرض دیا ہے تمام نفع میرا ہے تو بھی رب المال کا قول قبول ہوگا اور گواہ مضارب کے مقبول ہوں گے
یہ ذخیرہ میں ہے پس اگر مضارب نے بضاعت ہونے کا اقرار کیا تو اسے کچھ نہ ملیگا اور اگر تہائی پر مضاربت کا
اقرار کیا تو تہائی نفع دیا جائیگا اور اگر مضاربت فاسدہ کا اقرار کیا تو اجر المثل ملیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر دونوں نے
گواہ قائم کیے تو مضارب کی گواہی مقبول ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مال عامل کے پاس تلف ہوا پس اس نے کہا
کہ یہ میرے پاس قرض تھا تلف ہو گیا اور رب المال نے کہا کہ یہ بضاعت یا مضاربت صحیح یا فاسدہ تھا
تو اصل و نفع کا ضامن ہوگا ولیکن اگر رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے تہائی کی مضاربت پر دیا ہے تو اس صورت
میں سوائے تہائی کے باقی کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے مضاربت
میں دیا ہے اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے قرض دیا ہے تو رب المال کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر اس کے بعد
مضارب کے پاس یہ مال تلف ہو گیا پس اگر قبل عمل کے تلف ہوا تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر بعد عمل کے تلف ہوا تو
تو مضارب مال کا ضامن ہوگا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ دیے تو رب المال کے گواہ قبول ہوں گے

اور مضارب ضامن ہوگا خواہ مال قبل عمل کے ضائع ہوا یا اُسکے بعد ضائع ہوا ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب نے کہا کہ
تو نے مجھے مضاربت میں دیا ہے اور میرے کام کرنے سے پہلے وہ ضائع ہوگیا اور رب المال نے کہا کہ تو نے مجھ سے قرض
کر لیا ہے تو مضارب پر ضمان نہوگی اور اگر اُسنے عمل کیا پھر ضائع ہوا ہے تو وہ مال کا ضامن ہوگا اور اگر دونوں نے
گواہ قائم کیے تو دونوں وجہوں میں مضارب کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ مال
مضاربت میں لیا اور اُس سے کام کرنے سے پہلے یا بعد وہ میرے پاس سے ضائع ہوا اور رب المال نے کہا کہ تو نے
مجھ سے غصب کر لیا ہے تو رب المال کا قول مقبول ہوا اور مضارب دونوں صورتوں میں ضامن ہے یہ مبسوط میں ہے۔ نوادر میں
امام محمد رح سے روایت ہے کہ مضارب نے کہا کہ میں نے تجھ سے غصب کر لیا ہے پس ضمان دیکر نفع میرا ہوا اور رب المال
نے کہا کہ میں نے تجھے اُس سے تجارت کرنے کا حکم کیا تھا تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر گواہ قائم ہوں تو اسکے
گواہ بھی قبول ہونگے۔ اور اگر رب المال نے اس امر کے گواہ دیے کہ عامل نے اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ مال بطور مضاربت لیا ہے
اور عامل نے گواہ دیے کہ رب المال نے اقرار کیا ہے کہ عامل نے اسکو غصب کر لیا ہے تو رب المال کے گواہ قبول ہونگے
اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ یہ معلوم نہو کہ ان دونوں اقراروں میں سے کون مقدم ہوا اور اگر معلوم ہو تو پچھلے اقرار والے کے گواہ مقبول ہونگے یہ حاوی میں ہے

چوتھی فصل رب المال کو راس المال خواہ دونوں کے نفع تقسیم کرنے سے پہلے یا بعد وصول ہونے یا نہ وصول
ہونے میں اختلاف واقع ہونے کے بیان میں۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی
مضاربت میں دیے اُسنے انمیں ہزار درم کا نفع اُٹھایا اور رب المال سے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درم راس المال
دیدیا ہے اور یہ باقی میرے پاس نفع موجود ہے اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ وصول نہیں پایا ہے تو قسم سے
رب المال کا قول قبول ہوگا پس اُس سے یوں قسم لیجاویگی کہ واللہ میں نے مضارب سے راس المال پر کچھ
قبضہ نہیں پایا ہے پس اگر اُس نے اسطرح قسم کھالی تو باقی ہزار درم راس المال میں سے لیگا اور مضارب کے
اختلاف کا اعتبار نہ کیا جاویگا پھر مضارب سے قسم لیجاویگی کہ واللہ میں نے راس المال کو تلف نہیں کیا ہے اور نہ ضائع
کیا ہے پس اگر اُس نے قسم کھالی تو ضمان سے بری ہوگیا اور رب المال کا قبضہ کرنا ثابت نہوگا اور اگر مضارب نے قسم
سے انکار کیا تو یہ اقرار ہوا کہ راس المال اُسکے پاس تھا اور وہ انکار کرتا ہے تو راس المال کا ضامن ہوگا اور یہ ظاہر
ہوا کہ مال مضاربت ہزار ہیں موجود ہیں تو رب المال ان ہزار درموں کو اپنے راس المال میں سے لیگا پس
باقی ہزار درم مضارب پر دین رہینگے تو رب المال مضارب سے اپنا حصہ نفع یعنی پانچ سو درم لیگا یہ محیط
میں ہے۔ اور اگر جسوقت رب المال نے اُس سے قسم لینی چاہی اُسوقت مضارب نے اقرار کیا کہ میں نے
تجھے دیا نہیں ہے ولیکن میرے پاس سے ضائع ہوگیا ہے اور اُسپر قسم کھالی تو وہ رب المال کو اسکی آدھی ادا کریگا
اور اگر گواہ قائم کیے تو مضارب کے گواہ قبول ہونگے اور اگر مضارب نے اس امر کے گواہ دیے کہ
رب المال نے اقرار کیا ہے کہ میں نے ہزار درم راس المال پر قبضہ کیا ہے اور رب المال نے اس امر کے گواہ
دیے کہ مضارب نے اقرار کیا ہے کہ رب المال نے اپنے راس المال میں سے کچھ وصول نہیں کیا ہے پس اگر یہ معلوم نہو
کہ کون اقرار اول کا ہے تو مضارب کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ اقرار پہلا ہے تو پچھلے اقرار والے کے
گواہ مقبول ہونگے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر رب المال و مضارب نے نفع تقسیم کیا اور ہر ایک نے اقرار کیا کہ

ہر ایک نے اپنا حصہ لینے کا اقرار کیا پھر اختلاف کیا اور مضارب نے کہا کہ میں رب المال کو اسکا راس المال دے چکا ہوں حالانکہ رب المال منکر ہے تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُسکا نفع کی تقسیم کا اقرار کرنا راس المال وصول پانے کا اقرار نہ رکھا جائیگا اور یہ جو کتاب میں ہے کہ اُسی کا قول قبول ہوگا یعنے رب المال کا اُس سے یہ مراد ہے کہ جو مضارب رب المال پر دعوے کرتا ہے یعنے خاص پانچ سو درم جو اُس نے اپنے قبضہ میں لیے ہیں اسمین رب المال کا قول قبول ہوگا ولیکن مضارب کے راس المال کی ضمان سے بری ہونے کے حق میں مضارب ہی کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجاویگی پھر اگر دونوں نے قسم کھائی تو مضارب کے قسم کھا لینے سے اُسپر سے ضمان اُترجاویگی اور رب المال کے قسم کھا لینے سے اسکا راس المال وصول پانا بھی منتفی ہوجائیگا پس ہزار درم مال مضاربت سے تلف شدہ قرار دیے جاوینگے اور اسقدر مال تلف شدہ نفع میں سے رکھا جائیگا پس جسقدر رب المال نے وصول کیا ہے یعنے پانچ سو درم نفع کے وہ راس المال میں سے شمار کیے جاوینگے اور جو مضارب نے پانچسو درم لیے ہیں وہ بھی راس المال میں شمار ہونگے اور مضارب رب المال کو واپس کردیگا بشرطیکہ یہ قائم ہوں اور اگر تلف ہوگئے ہوں تو رب المال کو اُنکی قدر ادا کریگا تاکہ رب المال کا راس المال پورا ہوجاوے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مضارب کے گواہ قبول ہونگے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔

پانچویں فصل دو مضارب کے اختلاف میں درحالیکہ ایک رب المال کے ساتھ ہو اگر کسی شخص نے دو شخصوں کو مال مضاربت دیا اور آدھے کی شرط کی پھر دونوں تین ہزار درم لائے اور رب المال نے کہا کہ میرا راس المال دو ہزار درم ہیں اور ایک ہزار نفع ہے اور ایک مضارب نے اسکی تصدیق کی اور دوسرے نے کہا کہ راس المال ایک ہزار درم ہیں اور دو ہزار نفع ہیں تو رب المال دونوں مضاربوں سے ہزار درم لے لیگا اور ہر ایک کے پاس ہزار ہزار درم بچ رہینگے پھر رب المال اُس مضارب سے جسنے تصدیق کی ہے پانچسو درم حساب میں اپنے اصل مال کے لے لیگا پھر دوسرے کے مقبوضہ سے پانچسو درم سے مقاسمہ کریگا اور تین تہائی تقسیم کریگا کیونکہ رب المال کے زعم میں یہ پانچ سو درم بھی اُسکے راس المال کے ہیں اور قابض منکر ہے وہ کہتا ہے کہ نفع ہے اور رب المال کا حق اسمین میرے حق سے دو چند ہے کیونکہ رب المال کا حق نصف نفع ہے اور ہر ایک مضارب کا حق چوتھائی نفع ہے اسواسطے پانچ سو کو تین تہائی تقسیم کریگا ایک تہائی رب المال اپنے راس المال کے حساب میں لیگا پس اُسکے پاس ایک ہزار آٹھ سو تینتیس و تہائی درم جمع ہوئے پھر باقی ہزار کو چار حصوں میں تقسیم کرینگے پس رب المال کے پاس پانچ سو درم نفع کے آوینگے اور اُس مضارب کے پاس جسنے اسکی تصدیق کی ہے دو سو پچاس درم آوینگے پھر ان دونوں کو جمع کرکے اسمین سے رب المال اپنا باقی راس المال لے لیگا اور جو کچھ بچا وہ دونوں میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ دو شخصوں کو ایک ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پھر دونوں دو ہزار درم لائے اسمین سے پانچسو درم دودھیا ہیں اور ایک ہزار پانچ سو درم سیاہ ہیں پس ایک نے کہا کہ یہ پانچ سو درم دودھیا فلان شخص کے ہمارے پاس ودیعت ہیں یا دین ہیں یا میری ملک ہیں اور پانچ سو درم سیاہ نفع کے ہیں اور دوسرے مضارب نے

اقرار کیا کہ دو دھیا و سیاہ دونون کو ملا کر ہزار درم سے نفع ہین تو اسکی چند صورتین ہین یا تو مال دونون کے قبضہ
مین ہوگا یا سب مال منکر کے قبضہ مین ہوگا یا سب مال مقر کے قبضہ مین ہوگا یا دو دھیا منکر کے قبضہ مین اور باقی
مقر کے قبضہ مین ہوگا یا دو دھیا درم مقر کے قبضہ مین اور سیاہ منکر کے قبضہ مین ہونگے پس اگر پہلی صورت ہو تو
رب المال ہزار درم سیاہ پہلے لیگا یعنی راس المال مین۔ اور مقر لہ یعنی جس فلان شخص کے واسطے اقرار کیا ہے وہ آدھے
دو دھیا درم مقر کے مقبوضہ سے لیگا۔ اور جسقدر دو دھیا درم منکر کے مقبوضہ مین ہین وہ اسکے اور رب المال کے درمیان
مین تین حصہ ہوکر تقسیم ہونگے دو حصہ رب المال کو اور ایک حصہ مضارب کو ملیگا۔ اور پانچ سو درم سیاہ چار حصہ
ہوکر تقسیم ہونگے آدھے رب المال کو اور چوتھائی ہر مضارب کو ملینگے۔ اور دوسری صورت مین جب تمام مال منکر کے
پاس ہو تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ جس مضارب نے ودیعت سے انکار کیا ہے اور تمام مال پر قبضہ کیا ہے اقرار کیا ہے کہ تمام
مال جو میرے قبضہ مین ہے وہ مضاربت کا ہے پس معنی اسکی طرف سے یہ اقرار ہو گیا کہ اسمین سے آدھا میرے پاس ہے
اور آدھا دوسرے مضارب مقر کے پاس ہے پس وہی پہلی صورت ہوگئی اور اگر تیسری صورت ہو تو وہ پانچ سو
دو دھیا مقر لہ کو دیدیگا اور ہزار درم رب المال کو دیدیگا اور پانچ سو درم چار حصون مین تقسیم ہونگے۔ اور اگر
دو دھیا منکر کے پاس ہون اور مقر کہتا ہے کہ مجھے ودیعت نہین دی ہے بلکہ میرے ساتھی کو دی ہے تو رب المال
راس المال لیگا اور باقی چار حصون پر تقسیم ہوگا پھر مقر اپنا دو دھیا درمون کا حصہ مقر لہ کو دیدیگا۔ اور اگر دو دھیا
سب مقر کے پاس ہون تو مقر لہ لے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر دو شخصون کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اور
دونون کو حکم کیا کہ دونون اپنی رائے سے اسمین عمل کرین پھر دونون دو ہزار درم اپنے قبضہ مین لائے پھر
ایک نے کہا کہ اسمین ہزار درم راس المال ہین اور پانچ سو درم نفع کے ہین اور پانسو درم فلان شخص کے ہین اسنے
ودیعت دیئے تھے جو ہمنے اسکی اجازت سے مال مین ملا دیئے ہین پس وہ شخص مال مین پانسو درم کا ہمارا
شریک ہے اور اس مقر لہ شخص نے تصدیق کی اور دوسرے مضارب نے کہا کہ یہ ہزار پورے نفع کے ہین تو
رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لیگا اور جس نے شرکت کا اقرار کیا ہے اُس سے دو سو پچاس درم مقبوضہ
مقر لہ لیگا اور باقی پانچ سو درم رب المال اور دونون مضارب چار حصہ کرکے باہم تقسیم کرینگے اور اسمین سے
مضارب مقر کو ایک سو پچیس درم ملینگے وہ انکو مقر لہ کے درمون مین ملا کر پھر دونون پانچ حصون مین تقسیم کرینگے اسمین سے
ایک حصہ مضارب کو اور چار حصہ مقر لہ کو ملینگے۔ اور اگر اقرار کے روز تمام مال مقر کے قبضہ مین ہو تو جسکے واسطے اسنے
اقرار کیا ہے وہ شخص پورے پانسو درم مال مین سے لے لیگا اور رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لیگا اور
باقی پانچ سو درم دونون مضاربون اور رب المال مین چار حصہ ہوکر تقسیم ہونگے۔ اور اگر تمام مال منکر کے قبضہ
مین ہو تو رب المال اپنے ہزار درم راس المال لے لیگا پھر باقی ہزار درم کو وہ اور دونون مضارب باہم چار حصون مین
بانٹ لینگے اور جسقدر مقر کو ملا وہ اُسکو اپنے اور مقر لہ کے درمیان پانچ حصون پر تقسیم کریگا جسمین سے مقر لہ کو چار حصے
ملینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دونون مضارب دو ہزار درم لائے اور ایک نے کہا کہ راس المال کے ہزار درم تھے
پھر ہمارے ساتھ فلان شخص پانچ سو درم کا شریک ہوگیا جو ہمنے مال مین ملا دیئے اور کام کیا پھر ہمکو پانچ سو درم
نفع ہوئے اور دوسرے مضارب نے انکار کیا اور رب المال نے بھی انکار کیا اور مال دونون مضاربون کے

قبضہ میں ہو تو رب المال ہزار درم اپنا راس المال لے لیگا اور دو سو پچاس درم مقر لہ کو دیگا پھر مقر کے مقبوضہ سے
دو تہائی درم مقر لہ لیگا اور دوسرے کے مقبوضہ سے بھی مثل اسکے دیا جائیگا اور تین سو تینتیس و ایک
تہائی ہوا اور رب المال اور مضارب منکر کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا پھر جو کچھ دونوں مضاربوں کے قبضہ میں
باقی رہا اور وہ تین سو تینتیس و ایک تہائی ہے چار حصہ ہو کر تقسیم ہوگا آدھا رب المال کو ملیگا اور پھر ایک چہارم مضارب
کو اسکا چوتھائی دیا جائیگا اور جب مقر لہ نے جو کچھ اسکو پہونچتا ہے وصول کر لیا تو جو کچھ اسکے اور مقر کے درمیان
ہے نو حصے ہو کر تقسیم ہوگا اسمیں سے ایک حصہ مقر کو اور آٹھ حصے مقر لہ کو ملینگے یہ جواب مختصر میں لکھا ہے —
چھٹی فصل مضارب کی خریدی ہوئی کے نسب میں اختلاف کے بیان میں۔ مضارب نے جب کسی مال مضاربت سے
ایسی چیز خریدی جسکی بیع کرنا ممکن نہیں ہے تو مضاربت میں سے نہوگی اور اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا
ہوگا اور اگر خلاف و وفاق میں اختلاف کیا تو مدعی وفاق کا قول قبول ہوگا مضارب نے ہزار درم مضاربت سے
ایک غلام خریدا اور اسکا نسب معروف نہیں ہے اور مضارب نے رب المال سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے اور اسنے
تکذیب کی تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو غلام میں راس المال پر زیادتی ہوگی یا نہیں ہوگی اور ان میں سے ہر ایک
صورت تین وجوہ سے خالی نہیں ہے یا تو رب المال اسکی تصدیق کریگا یا تکذیب کریگا یا مضارب سے کہیگا کہ
بلکہ وہ تیرا بیٹا ہے پس اگر غلام کی قیمت میں راس المال پر زیادتی ہو مثلاً اسکی قیمت دو ہزار درم ہو اور
رب المال نے اسکی تصدیق کی تو رب المال سے نسب ثابت ہوجائیگا اور وہ مضارب کا غلام رہا اور اگر
رب المال نے تکذیب کی تو غلام آزاد ہوجائیگا اور دونوں کے واسطے اپنی قیمت کے چہارم حصہ کی سعی کریگا۔
اور اگر مضارب سے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تیرا بیٹا ہے تو وہ مضارب کا غلام رہا اور مضارب راس المال کی ضمان رب المال کو
دیگا۔ اور اگر اسکی قیمت میں زیادتی نہو مثلاً ہزار ہی درم اسکی قیمت ہو اور مضارب نے کہا کہ وہ تیرا بیٹا ہے پس
اگر رب المال نے تصدیق کی تو اسکا نسب رب المال سے ثابت ہوجاویگا اور مضارب کا غلام رہیگا۔ اور وہ
راس المال کی ضمان دیگا۔ اور اگر تکذیب کی تو مضاربت میں رہیگا پھر اگر اسکی قیمت دو ہزار ہوگئی تو آزاد ہوجائیگا
اور تین چوتھائی قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کریگا اور ایک چوتھائی کے واسطے مضارب کے
لیے سعی کریگا یہ جواب مختصر میں ہے۔ اور اگر رب المال نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تیرا بیٹا ہے تو وہ مضاربت میں رہیگا پھر
اگر اسکو فروخت نہ کیا یہانتک کہ قیمت اسکی دو ہزار درم ہوگئی تو آزاد ہوجائیگا اور اپنی قیمت کے واسطے
دونوں کے لیے چار حصہ کر کے سعی کریگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر رب المال نے مضارب سے کہا کہ وہ تیرا بیٹا ہے تو غلام میں
زیادتی ہوگی یا نہوگی پس اگر زیادتی ہو اور مضارب نے تصدیق کی تو آزاد ہوجائیگا اور مضارب راس المال
کی ضمان دیگا اور اگر مضارب نے تکذیب کی تو غلام آزاد ہوجائیگا اور رب المال کے واسطے سعی نہ کریگا۔ اور
اگر مضارب نے رب المال سے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تیرا بیٹا ہے تو غلام مضارب کا ہے اور راس المال کی ضمان دیگا
اگر غلام میں زیادتی نہو پس اگر مضارب نے اسکی تصدیق کی تو مضارب کا بیٹا مضاربت میں مملوک رہیگا اور اگر
اسکی قیمت بڑھ گئی تو مضارب سے اسکا نسب ثابت ہوجائیگا اور آزاد ہوجاویگا اور رب المال کے واسطے
تین چوتھائی قیمت کے لیے سعی کریگا اور مضارب پر ضمان نہ آویگی اور اگر مضارب نے تکذیب کی تو غلام مضاربت میں

رہیگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اسکی قیمت بڑھ گئی اور دو ہزار ہو گئی تو وہ آزاد ہو جاویگا اور دونوں کے لیے
اپنی قیمت کے چار حصے کر کے سعی کریگا یعنی تین چوتھائی رب المال کے واسطے اور ایک حصہ مضارب کے واسطے
یہ مبسوط میں ہے اسی طرح اگر مضارب نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ میرا بیٹا ہے تو بھی ایسا ہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر
ایک غلام دو ہزار درم کی قیمت کا خریدا کہ مضارب نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور رب المال نے کہا کہ تو جھوٹا ہے تو
نسب مضارب سے ثابت ہو جائیگا پھر چونکہ یہ دعوت دعوت تحریر ہی ہیں بمنزلہ آزاد کرنے کے قرار پاوے گی
اور رب المال کو اپنے حصہ میں خیار حاصل ہوگا کہ چاہے آزاد کرے یا تین چوتھائی کے لیے سعی کراوے یا مضارب
سے تاوان لے اگر وہ خوش حال ہو اور ولاء اسکی دونوں میں چار حصے ہو کر مشترک ہوگی اور اگر رب المال نے اسکی
اس امر کی تصدیق کی ہو تو مضارب سے وہ آزاد ہو جائیگا اور مضارب راس المال کا ضامن ہوگا اور اگر اسکی
تصدیق نہ کی ولیکن اسکے بعد اسکے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ مضارب کا بیٹا ہو کر آزاد ہو جائیگا اور مضارب
راس المال کی ضمان دیگا اگر ہزار کی قیمت کا غلام خریدا اور مضارب نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور رب المال نے تکذیب کی
تو نسب ثابت ہوگا اور وہ بحالہ مضاربت میں مملوک رہیگا پھر اگر دو ہزار اسکی قیمت ہو گئی تو اسکا چوتھائی آزاد ہو جائیگا اور
مضارب سے اسکا نسب ثابت ہوگا اور اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کریگا اور مضارب پر
اسکی ضمان نہ آویگی۔ اور اگر رب المال نے اسکی تصدیق کی ہو حالانکہ اسکی قیمت ایک ہزار ہو تو اسکا نسب مضارب سے
ثابت ہو جائیگا اور وہ مضاربت میں رہیگا پھر اگر اسکی قیمت دو ہزار ہو گئی تو اسکا چوتھائی آزاد ہو جائیگا اور تین چوتھائی کے
واسطے رب المال کے لیے سعی کریگا اور اگر پہلے ہی اسکی قیمت بڑھ کر دو ہزار درم ہو گئی پھر مضارب نے اسکے بیٹے ہونے کا
دعویٰ کیا اور رب المال نے تکذیب کی تو نسب ثابت ہو جائیگا اور مضارب کیطرف سے چوتھائی آزاد کرنے کے قرار دیا جائیگا پس
رب المال کو خیار حاصل ہوگا کہ اگر مضارب خوش حال ہو تو چاہے اس سے ضمان لے یا اپنی تین چوتھائی قیمت کی بابت غلام
سے سعی کراوے یا آزاد کر دے اور اگر مضارب سے ضمان لے لی تو مضارب نے جو رب المال کو دیا ہے وہ غلام سے واپس نہیں لے سکتا ہے
اور اگر سعی کرانا یا آزاد کرنا اختیار کیا تو رب المال کو اسکی تین چوتھائی ولاء پہنچیگی اور اگر رب المال نے اسکی تصدیق کی ہو
تو اسکی ضمان مضارب پر واجب نہ ہوگی ہاں یہ اختیار ہوگا کہ چاہے غلام سے سعی کراوے یا اسکو آزاد کر دے اور اگر اس
غلام کی قیمت ہزار سے زیادہ نہ ہو اور مضارب نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور رب المال نے کہا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ
رب المال کا بیٹا اسکے مال سے آزاد ہوگا اور مضارب پر اس صورت میں ضمان نہ آویگی اور اگر اسکے نسب کا دونوں میں سے
کسی نے دعویٰ نہ کیا یہانتک کہ اسکی قیمت دو ہزار درم ہو گئی پھر مضارب نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور رب المال نے کہا کہ تو جھوٹا ہے
بلکہ وہ میرا بیٹا ہے تو مضارب کا بیٹا ہوگا اور دونوں سے آزاد ہو جائیگا اور ولاء دونوں میں چار حصہ ہو کر مشترک ہوگی اور کسی کے
لیے دوسرے پر ضمان نہ آویگی اور اگر خریدنے کے روز غلام دو ہزار کی قیمت کا تھا اور مضارب نے اسکا [illegible]
اور رب المال نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور مضارب نے اسکی تکذیب کی تو رب المال سے اسکا نسب ثابت
ہوگا اور تین چوتھائی غلام بعوض دعوت نسب سے آزاد ہو جائیگا اور مضارب کو چوتھائی میں ویسا ہی خیار ہوگا جیسا ہم نے
رب المال کی صورت میں بیان کیا ہے اور اگر مضارب نے اسکی تصدیق کی تو یہ غلام رب المال کا بیٹا اور مضارب کا ذاتی غلام
ہوگا اور مضارب رب المال کے مال کا ضامن ہوگا۔ اور اگر مضارب نے اسکی تصدیق نہ کی بلکہ کہا کہ نہیں یہ تو میرا بیٹا ہے تو وہ

مضارب کا بیٹا اُسکے مال سے آزاد ہوگا اور یہ اس المال کی ضمان رب المال کو دیگا اور اگر وہ غلام ایک ہزار درم کی
قیمت کا ہو اور رب المال نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مضارب نے تکذیب کی تو اُسکا بیٹا اُسکے مال سے آزاد قرار پائیگا
اور اگر مضارب نے تصدیق کی تو رب المال کا بیٹا مضارب کا غلام ہوگا اور مضارب راس المال کا ضامن ہوگا اور اگر
مضارب نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ میرا بیٹا ہے تو رب المال ہی کا بیٹا اُسکے مال سے آزاد ہوگا اور کسی کی دوسرے پر کچھ ضمان
نہ آویگی- اور اگر دونوں نے ایسا نہ کیا یہانتک کہ اسکی قیمت دو ہزار درم ہو گئی پھر رب المال نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور
مضارب نے کہا کہ تو جھوٹا ہے تو رب المال سے نسب ثابت ہوگا اور تین چوتھائی آزاد ہوگا اور مضارب کو چہارم حصہ پہونچیگا اور
اگر مضارب نے تصدیق کی تو وہ رب المال کا بیٹا اور مضارب کا غلام ہے اور مضارب راس المال کا ضامن ہوگا
اور اگر مضارب نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ میرا بیٹا ہے تو غلام سے تین چوتھائی کا عتق رب المال سے ثابت ہوگا
اور نسب ثابت نہ ہوگا پھر مضارب نے بھی اسی ثابت النسب ہونے کا دعوی کیا تو نسب ثابت نہ ہوگا لیکن مثل
اپنا حصہ آزاد کرنے کے شمار ہوگا پس اسکا حصہ بھی آزاد ہوگا- اور کوئی دوسرے سے تاوان نہیں لے سکتا ہے اور غلام
دونوں میں چار حصہ ہوکر مشترک ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

ساتوین فصل اس باب کے متفرقات میں- نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر مضارب نے
کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم زیوف یا نبہرہ مضاربت میں دیے ہیں اور مضاربت صحیح تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے
کھرے درم دیے ہیں پس اگر مضارب نے اُس سے کام شروع نہیں کیا ہے تو مثل ودیعت کے ہیں پس مضارب کے قول کی تصدیق
کیجاویگی خواہ اُسنے کلام ملا کر کہا ہو یا جدا کر کے کہا ہو مگر صورت ستوقہ کے دعوی میں بدون ملا کر کلام کرنے کے تصدیق نہ کیجائیگی
اور اگر کام شروع کر دیا ہے تو زیوف و نبہرہ میں بھی تصدیق نہ کیجائیگی یہ نیز نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے
کہ کسی مضارب کے قبضہ میں مال ہو وہ اُس سے کام کرتا ہو اور مضارب نے اقرار کیا کہ یہ ہزار درم فلان شخص یعنی میرے کام
سے ہیں وہ رب المال کے ہیں اور مضاربت ہزار درم ہوتی تھی پھر مضارب نے بعد اسکے کہا کہ میرے پاس پانچسو درم اُن ہزار
کی مضاربت سے ہیں جنکا میں نے اقرار کیا کہ وہ مضاربت کے ہیں اور رب المال نے کہا کہ وہ ہزار درم سب میرے ہیں مضاربت
کے نہیں ہیں تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر مضارب نے اپنے اقرار کے ساتھ اس کلام کو ملایا ہو تو اُسکے قول کی
تصدیق کیجاویگی یہ محیط میں ہے- اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور ظاہر میں مضبوطی کی غرض سے اس امر کے
گواہ کر لیے کہ یہ قرض ہیں تاکہ مضارب انکی حفاظت میں کوشش کرے اس خوف سے کہ رب المال قرض کے دعوی سے
وصول نہ کر لے پس مضارب نے عمل کیا اور نفع یا نقصان اُٹھایا پھر اگر دونوں نے ایکدوسرے کی تصدیق کی کہ قرض کا
نام ظاہر میں تلجیہ تھا اور واقع میں در پردہ مضاربت تھی تو واقع دونوں کی تصدیق سے رکھا جائیگا اگر دونوں نے باہم
اختلاف کیا اور رب المال نے کہا کہ حقیقت میں قرض تھے تلجیہ نہ تھا اور مضارب نے کہا کہ قرض میں تلجیہ تھا در حقیقت
مضاربت تھی اور مضارب نے اپنے قول پر گواہ قائم کیے تو صورت اور قرض کے تلجیہ ہونے پر باہم تصدیق کرنے
کی صورت یکسان ہے یہ ذخیرہ میں ہے- اور اگر دونوں گواہوں نے مضاربت کی گواہی دی اور دو گواہوں نے قرض کی گواہی دی
اور اسکے سوا کچھ تفسیر بیان نہ کی تو مدعی قرض کے گواہوں کی گواہی قبول ہوگی یہ مبسوط میں ہے- اور اگر مضاربت کے
گواہوں نے اس تفسیر سے گواہی دی کہ قرض بطور تلجیہ کے تھا اور در حقیقت مضاربت تھی تو انکی گواہی اولی ہو کر مقبول ہوگی

یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر رب المال نے مضارب کے واسطے چہارم حصہ نفع کا اقرار کیا اور مضارب نے کہا کہ میرا نصف نفع
مشروط ہوا ہے اور دو گواہ لایا ایک نے گواہی دی کہ تہائی نفع مشروط ہوا اور دوسرے نے آدھے نفع کی گواہی دی تو امام اعظم رح
کے نزدیک دونوں کی گواہی باطل ہے اور مضارب کو وہی ملیگا جو رب المال نے اقرار کیا ہے یعنی چوتھا حصہ اور صاحبین رح
کے نزدیک گواہی جائز ہے اور تہائی نفع پر جواز ہوگا اسکو تہائی نفع ملیگا - اور اگر مضارب نے نصف کا دعوی کیا اور اُسکے
ایک گواہ نے تہائی نفع کی اور دوسرے نے دو تہائی کی گواہی دی تو بالاتفاق گواہی باطل ہے یہ مبسوط میں ہے - اگر
رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے مال بطور بضاعت کے دیا ہے یا قرضاً ہے کہ قول رب المال ہی کا رہا اور مضارب نے
دو گواہ دیے ایک نے گواہی دی کہ رب المال نے مضارب کے لیے دو سو درم شرط کی ہے اور دوسرے نے سو درم مشروط ہونے کی
گواہی دی پس اگر مضارب سو درم کا مدعی ہے تو یہ گواہی نامقبول ہے اور اُسکو کچھ نفع نہ ملیگا اور اجر المثل ملیگا اور اگر
دو سو درم کا مدعی ہے تو اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک نامقبول اور صاحبین رح کے نزدیک مقبول ہے
اگر سو درم پر مقبول ہوگی اور اُسکے واسطے اجر المثل تک کی ڈگری کی جاویگی یہ محیط میں ہے اور اگر مضارب نے دعوی کیا کہ اُسکے واسطے دو سو
درم کی شرط کی تھی پس ایک گواہ نے ایسی ہی گواہی دی اور دوسرے نے سو درم کی گواہی دی تو بالاجماع اُسکے واسطے
اجر المثل کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہے ایک شخص نے دو شخصوں کو ہزار درم مضاربت میں دیے اور دونوں نے کام کیا اور
نفع اٹھایا پس ایک نے دعوی کیا کہ رب المال نے ہم دونوں کے واسطے آدھے نفع کی شرط کی ہے اور دوسرے نے
دعوی کیا کہ ہم دونوں کے واسطے تہائی نفع کی شرط کی ہے اور رب المال نے دعوی کیا کہ دونوں کے واسطے سو درم نفع
سے مشروط کیے ہیں یہاں تک کہ قول رب المال کا رہا پھر اگر دونوں نے گواہ قائم کیے ایک فریق آدھے نفع کی اور دوسرے
نے تہائی نفع کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے قیاس قول میں یہ گواہی نامقبول ہے اور دونوں کے واسطے اجر المثل
رب المال سے اقرار کی وجہ سے لیگا جیسا اگر بالکل گواہ قائم نہ کرتے تو بھی یہی ہوتا ولیکن صاحبین رح کے نزدیک جس نے
نصف کا دعوی کیا اسکو تہائی حصہ نفع ملیگا اور اجر المثل نہ ملیگا اور دوسرے کو رب المال کے اقرار سے اجر المثل ملیگا یہ محیط میں ہے

اٹھارہواں باب مضارب کے معزول ہونے اور اُسکے تقاضا سے امتناع کرنے کے بیان میں - رب المال
کے فوت سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے خواہ مضارب کو اُسکا علم ہوا ہو یا نہو حتی کہ اُسکے بعد مال مضاربت سے خرید
و فروخت کا اختیار نہیں رکھتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور دونوں میں سے کسی کے مجنون ہو جانے سے
بھی باطل ہو جاتی ہے بشرطیکہ جنون مطبق ہو اور اگر رب المال مرتد ہو گیا اُسکے بعد مضارب نے خرید و فروخت کی
تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ موقوف ہے اگر پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اُسکا نفاذ ہوگا اور تمام احکام میں
اُسکا مرتد ہونا کالعدم شمار کیا جاویگا اسی طرح اگر دار الحرب میں جا ملا ولیکن ہنوز اُسکے دار الحرب میں جا ملنے کا
حکم قاضی کی طرف سے جاری نہوا تھا کہ وہ مسلمان ہو کر واپس آیا تو بھی یہی حکم ہے موافق اُس روایت
کے جس میں اُسکی موت اور میراث کے واسطے حکم حاکم شرط ہے اور اگر وہ مر گیا یا مرتد ہونے سے قتل ہوا یا دار الحرب
میں جا ملا اور قاضی نے اُسکے جا ملنے کا حکم جاری کر دیا تو امام اعظم رح کے قاعدہ پر مرتد ہونے کے روز
سے مضاربت باطل ہو گئی کذا فی البدائع اگر کسی شخص کو آدھے کی مضاربت پر مال دیا اور مضارب مرتد ہو گیا
یا اُسکے مرتد ہونے کے بعد اُسکو مال دیا پھر اُسنے خرید و فروخت کی اور نفع یا نقصان اٹھایا پھر وہ مرتد ہونے پر قتل

کیا گیا یا مر گیا یا دار الحرب میں جا ملا تو جو کچھ اُسنے کیا ہو وہ سب جائز ہی اور نفع دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور جو کچھ اُسنے خرید و فروخت کی ہی اُسکی ذمہ داری یعنی عہدہ رب المال پر ہی یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ کا ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ وامام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تصرف کرنے میں اُسکا حال مرتد ہونے کے بعد مثل اُسکے ہی جیسا قبل مرتد ہونے کے تھا پس عہدہ اُسی پر ہوگا اور رب المال پر اُسکا رجوع کیا جائیگا یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر مضارب مر گیا یا قتل ہوا یا دار الحرب میں جا ملا تو مضاربت باطل ہوگئی پھر اگر وہ دار الحرب میں جا ملا اور وہیں اُسنے خرید و فروخت کی پھر مسلمان ہوکر واپس آیا تو جو کچھ اُسنے دار الحرب میں خرید و فروخت کی ہی سب اُسی کی ہوگی اور کسی چیز کی اُسپر ضمان نہوگی ولیکن عورت کا مرتد ہونا یا نہ مرتد ہونا بالاجماع یکسان ہی خواہ وہ عورت رب المال ہو یا مضارب ہو اور مضاربت بحالہ صحیح رہیگی تا وقتیکہ وہ مر نہ جاوے یا دار الحرب میں نہ جا ملے یہ حاوی میں ہی۔ اور اگر رب المال نے مضارب کو معزول کیا اور مضارب کو اُسکے معزول ہونے کی خبر نہوئی یہانتک کہ اُسنے خرید و فروخت کی تو جائز ہی اور اپنے معزول ہونے سے آگاہ ہونے پر معزول ہوگا۔ اور اگر اپنے معزول ہونے سے آگاہ ہوا حالانکہ مال مضاربت میں اسباب موجود ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ اس اسباب کو فروخت کرے اور معزول ہو جانا اسکا مانع نہیں ہی پھر یہ نہیں جائز ہی کہ اُسکے ثمن سے کوئی دوسرا اسباب خریدے اور اگر مال مضاربت راس المال کی جنس سے ہو تو مضارب کو اسمیں تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہی۔ اور اگر راس المال کی جنس سے نہو مثلاً راس المال دینار ہیں اور یہ مال درم ہیں یا اسکے برعکس ہی تو اسکو استحساناً اختیار ہی کہ راس المال کی جنس سے فروخت کرے۔ اور اسی قیاس پر حق عروض و اُسکے اشباہ میں رب المال کے مرنے یا مرتد ہوکر دار الحرب میں جا ملنے کے بعد حکم جاری ہی یہ کافی میں ہی۔ اگر مال مضاربت فلوس ہوں اور رب المال نے ممانعت کردی تو اسکا حکم بھی ویسا ہی ہی جیسا مال مضاربت کے درم ہونے اور راس المال کے دینار ہونے کا حکم تھا کہ اس صورت میں اسکی ممانعت سے جو خرید بھر وجہ سے خرید ہی اُسکی ممانعت ہو جاویگی اور جو ایک وجہ سے خرید دوسری وجہ سے بیع ہی اُسکی ممانعت نہوگی حتی کہ اگر فلوس کو درموں کے عوض فروخت کیا تو جائز ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر مضارب نے تصرف کیا ہی اور مال مضاربت لوگوں پر اُدھار ہو گیا ہی اور مضارب تقاضے سے باز رہا پس اگر مال میں نفع نہو تو اسکو اختیار ہی کہ تقاضے سے باز رہے اور اُسکو حکم کیا جائیگا کہ رب المال کو قرضداروں پر حوالہ کردے یعنی رب المال کو وکیل کردے اور اگر مال میں نفع ہی تو وہ تقاضے سے باز نہیں رہ سکتا ہی بلکہ اُسکو تقاضے کا حکم کیا جائیگا کہ راس المال درم و دینار نقد ہی ہو جاوے یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اسی طرح بیع پر وکیل بیع کہ تقاضے سے انکار کرے تو اُسپر تقاضے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا ولیکن بجبر حکم کیا جائیگا کہ ثمن رب المال کو مشتری پر اترا دے اور یہی حکم مستبضع میں ہی یہ کافی میں ہی۔ ولیکن جو شخص اُجرت پر فروخت کرتا ہی جیسے بیاع اور دلال وغیرہ تو اُسپر تقاضے کے واسطے ضرور جبر کیا جائیگا کہ وصول کردیں اور بحکم عادت یہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے قرار پائیگا یہ محیط سرخسی میں ہی اور اگر مال مضاربت لوگوں پر قرضہ ہو گیا اور رب المال نے مضارب کو اس خوف سے منع کر دیا کہ مضارب اسکو کھا نہ جاوے اور کہا کہ میں خود تقاضا کرلونگا پس اگر مال میں نفع ہو تو تقاضا مضارب کا حق ہی اور اگر مال میں نفع نہو تو رب المال کو ممانعت کا اختیار ہی اور مضارب پر جبر کیا جائیگا کہ رب المال کو قرضداروں پر

حوالہ کردے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ پھر اگر مال مین نفع ہو اور مضارب تقاضے کے واسطے مجبور کیا گیا پس اگر قرضہ اسی شہر مین جہان مضاربت ہے موجود ہو تو اسکا نفقہ تقاضے کے ایام مین مال مضاربت سے نہوگا اور اگر دوسرے شہر مین ہو تو اس سفر و آمد و رفت کا خرچ جب تک وہ تقاضے مین رہے مال مضاربت سے ہوگا اور اگر مضارب کے سفر و مقام نے طول کھینچا یہانتک کہ تمام دین سب نفقہ مین گیا پس اگر نفقہ دین سے بڑھ گیا تو بقدر دین کے نفقہ محسوب کردیا جائیگا اور جو بڑھا وہ مضارب پر پڑیگا یہ محیط مین ہے

انیسوان باب مضارب کے مرنے اور مرض مین اقرار کرنے کے بیان مین۔ اگر مضارب مرگیا اور اسپر قرضے ہین اور مال مضاربت اسکے پاس ہونا معروف معین ہے اور وہ درہم ہین اور راس المال بھی درم تھے تو قرضخواہون سے پہلے رب المال کو اسکا راس المال دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے پھر اگر مضاربت مین نفع بھی معروف ہوا اور مضارب کو وصول ہوجانا معلوم ہو تو رب المال اپنا حصہ نفع بھی قرضخواہون سے پہلے لیگا پھر جو مضارب کا حصہ نفع رہا وہ قرضخواہون مین تقسیم ہوگا یہ محیط مین ہے پس اگر مضارب کے وارثون اور قرضخواہون نے کہا کہ جو قرضہ مضارب پر ہے وہ مضاربت کا ہے اور رب المال نے انکی تکذیب کی تو رب المال کا قول اسکی علمی قسم سے مقبول ہوگا۔ اور اگر مضاربت کا مال اسکے مرنے کے وقت عروض یا دینار ہون حالانکہ راس المال درم تھے اور رب المال نے چاہا کہ اسکو مرابحہ سے فروخت کرے تو نہین کرسکتا ہے اسکی بیع کا اختیار مضارب کے وصی کو ہے اور اگر اسکا کوئی وصی نہو تو قاضی اسکی طرف سے ایک وصی مقرر کریگا کہ اس مال کو فروخت کرے اسمین سے رب المال کو اسکا راس المال و حصہ نفع دیدیگا اور مضارب کا حصہ نفع اسکے قرضخواہون کو ملیگا اور مضاربت صغیرہ مین لکھا ہے کہ اس مال کو میت کا وصی و رب المال فروخت کرینگے اور جو اول مذکور ہوا وہ صحیح ہے یہ مبسوط مین ہے۔ پھر اگر رب المال نے چاہا کہ دینارون مین سے بقدر اپنے راس المال و حصہ نفع کے لیلے اور وصی نے دیدیے تو جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مضاربت بطور معین معلوم نہوئی تو رب المال بھی تمام ترکہ مین قرضخواہون کے مثل قرار دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی نے ایک ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پھر مضارب نے اپنی موت کے قریب ذکر کیا کہ مین نے اس مال سے خرید و فروخت کی اور ایک ہزار درم نفع اٹھائے پھر مضارب مرگیا اور مال مضاربت معین طور سے شناخت مین نہین ہے حالانکہ مضارب کا استقدر مال موجود ہے کہ اس سے مال اصل و نفع کی وفا ممکن ہے تو رب المال اپنے راس المال کے ہزار درم لے لیگا اور اسکو کچھ نفع نہ ملیگا اور اگر مضارب نے یہ اقرار کیا ہو کہ مین نے نفع پر قبضہ بھی کرلیا ہے تو بقدر حصہ رب المال کے ضامن ہوگا۔ اور اگر مضارب نے مرض مین یون کہا کہ مین نے اس مال مین ہزار نفع حاصل کیا اور میرے قبضہ مین آگیا پھر سب مال ضائع ہوگیا اور رب المال نے کہا نہین بلکہ تیرے پاس ہے اور تو اسکے انکار کرنے کے ضامن ہوگیا تو قسم کے ساتھ مضارب کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر مضارب قسم کھانے سے پہلے مرگیا تو اسکے وارثون سے انکے علم پر قسم لیجاویگی پس اگر سب لوگ قسم کھا گئے تو سب بری ہوگئے اور اگر کوئی قسم سے باز رہا تو خاصۃً اسی کے حصہ مین سے راس المال و حصہ نفع رب المال کو دلایا جائیگا اسی طرح اگر مضارب نے مرض الموت مین یون کہا کہ مین نے راس المال اور حصہ نفع رب المال کو دیدیا ہے اور

رب المال نے انکار کیا تو بھی قسم سے مضارب کا قول قبول ہوگا اور وہ ضامن نہوگا اور اگر قسم سے پہلے مضارب
مرگیا تو جیسا ہم نے پہلی صورت میں بیان کیا ہے رب المال کو اختیار ہے کہ اسکے وارثوں سے قسم لے و لیکن یہ
صورت پہلی صورت سے ایک بات میں خلاف ہے وہ یہ ہے کہ اس صورت میں جسقدر حصہ نفع مضارب کے پاس
اسکے زعم میں اسکا موجود ہے اسمیں سے رب المال اپنا راس المال لے لیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو موافق شرط کے
دونوں کو تقسیم ہوگا۔ پس اگر مضارب پر اسقدر قرضہ ہو کہ اسکے تمام مال کو محیط ہو اور اسکا حصہ نفع معین طور سے
شناخت میں نہو اور یہ معلوم ہے کہ مضارب نے ہزار درم نفع اٹھائے اور وصول پائے ہیں تو رب المال
باقی قرضخواہوں سے بقدر حصہ نفع کے حصہ بانٹ لیگا اور بقدر راس المال و اپنے حصہ نفع کے حصہ نہ پاویگا
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے مرض میں درحالیکہ اسپر اسقدر قرضہ ہے کہ اسکے تمام مال کو محیط ہے یہ اقرار کیا
کہ میں نے اس مال مضاربت میں ہزار درم نفع اٹھایا ہے اور مال مضاربت مع نفع کے فلاں شخص پر قرضہ ہے پھر مرگیا
پھر اگر قرضخواہوں نے اسکا اقرار کر دیا تو رب المال کا کچھ حق مضارب کے ترکہ میں نہوگا و لیکن فلاں شخص
قرضدار سے کل [illegible] لیگا اور اس سے اپنا راس المال وصول کریگا اور باقی کا آدھا کہ اپنا حصہ نفع ہے لے لیگا اور یہ
آدھا اسکو مضارب کے قرضخواہ مضارب کے مال میں ملاکر باہم بانٹ لینگے۔ اور اگر قرضخواہوں نے انکار کیا اور
کہا کہ مضارب نے راس المال میں کچھ نفع نہیں اٹھایا ہے اور جو قرضہ فلاں شخص پر ہے وہ مضاربت کا نہیں ہے
تو یہ قرضہ تمام ترکہ کے ساتھ رب المال و قرضخواہوں کو موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور رب المال کا حصہ بقدر
راس المال کے لگایا جائیگا اور نفع میں سے کچھ نہ لگایا جائیگا یہ مبسوط میں ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مضاربت
حالت صحت میں سپرد کیا ہوا ہے کہ مال مضاربت اسی کے قول سے پہچانا گیا ہو اور اگر مضاربت [illegible] صرف
اسی کے قول سے پہچانی گئی ہو تو رب المال حالت صحت کے قرضخواہوں کے ساتھ بقدر راس المال کے کچھ
شریک نہیں کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ یہ ہزار درم میرے پاس فلاں کی مضاربت میں ہیں اور فلاں
ایک ہزار درم فلاں دوسرے کی ودیعت ہیں اور فلاں شخص تیسرے کا مجھپر اسقدر قرضہ ہے تو پہلے مال مضاربت
ادا کرنا شروع کیا جائیگا اور اگر مضاربت کے مال کا بعینہٖ طور سے اقرار نہ کیا تو مضارب کا تمام مال رب المال اور
صاحب ودیعت اور قرضہ کے درمیان موافق حصوں کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ فلاں شخص
کے ہزار درم مضاربت کے میرے پاس اس صندوق میں ہیں اور فلاں دوسرے کے مجھپر ہزار درم
آتے ہیں پھر صندوق میں کچھ نہ پایا گیا تو تمام ترکہ رب المال اور قرضخواہ میں موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور اگر
صندوق میں ہزار درم ملے تو رب المال ہی لے لیگا اور اگر دو ہزار درم صندوق میں نکلے تو رب المال کو
ہزار درم انمیں سے ملیگا اور باقی ہزار درم قرضخواہ کے ہیں خواہ دونوں ہزار مخلوط ہوں یا جدا جدا رکھے ہوں
پھر اگر یہ معلوم ہو کہ مضارب ہی نے بدون اجازت رب المال کے مال خلط کر دیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک
سب میں موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک آدھا رب المال کو اور آدھا قرضخواہوں کو
ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر ہزار درم مضاربت کے ہیں اور یہ وہی ہیں جو میرے عمرو پر
آتے ہیں اور خالد کے مجھپر ہزار درم ہیں اور اسکے سوا اسکا کچھ مال نہیں ہے تو یہ قرضہ رب المال کو دلایا جائیگا۔ الخ

اگر مضارب نے مرض الموت میں کسی خاص معین مال کا مضاربت ہونا اقرار کیا پھر اسکے بعد اس مال کی نسبت کسی کی ودیعت ہونے کا اقرار کیا پھر دوسرے شخص کے کچھ قرضہ ہونے کا اقرار کیا پھر مرگیا تو پہلے مال مضاربت ادا کردیا جائیگا پھر جو کچھ بچ رہیگا اسکو صاحب ودیعت و قرضخواہ حصہ رسد شرکت سے تقسیم کر لینگے - یہ مبسوط میں ہے دو شخصون کو ہزار درم مضاربت میں دیے پھر ایک مرگیا اور دوسرے نے کہا کہ مال تلف ہوگیا تو اسکے حصہ میں اسکے قول کی تصدیق کیجاویگی اور دوسرے کا حصہ اسکے ذمہ اسکے ترکہ میں قرضہ رہیگا پھر اگر یہ بات معلوم ہوجاوے کہ مضارب میت نے اپنا حصہ بھی زندہ مضارب کے پاس ودیعت رکھا تھا تو سب مال تلف ہونے میں اسکے قول کی تصدیق کیجاویگی اور اگر زندہ مضارب نے کہا کہ میں نے اپنا حصہ دوسرے مضارب میت کو دیا تھا تو قسم سے اسکی تصدیق کیجاویگی اور وہ میت کے ترکہ میں سب قرضہ قرار دیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے

چھٹوان باب مضاربت کے غلام پر جنایت واقع ہونے یا اسکے کسی پر جنایت کرنے کے بیان میں - اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اس نے اسکے عوض ہزار کی قیمت کا ایک غلام خریدا اس نے خطا سے کسی پر جنایت کی تو مضارب کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جرمانہ میں وہی غلام دیدے یا اسکا فدیہ مال مضاربت سے ادا کرے اگرچہ غلام کے ساتھ کچھ اور مال مضاربت بھی موجود ہو اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اسکا فدیہ ادا کیا تو احسان ہے اسکو مال مضاربت سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور وہ غلام مضاربت میں باقی رہیگا جیسا کہ کوئی اجنبی فدیہ دیدے تو یہی حکم ہوتا ہے اور یہ صورت بخلاف اسکے ہے کہ اگر مضارب کی غلام میں کچھ شرکت ہو اور اسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو یہ مضاربت باطل ہوجائیگی - اور اگر دونون حاضر ہون تو رب المال سے کہا جائیگا کہ یا تو غلام دے یا اسکا فدیہ دے پس جب اسنے کوئی بات اختیار کی تو مضاربت ٹوٹ جائیگی پس اگر رب المال نے غلام دیدینا اختیار کیا اور مضارب نے کہا کہ میں اسکا فدیہ دیے دیتا ہون تاکہ غلام مضاربت پر رہجاوے میں اسکو فروخت کرکے نفع اٹھاؤنگا تو رب المال اسکو نہیں دے سکتا ہے - اور اگر مضارب غائب ہو تو رب المال غلام کو نہیں دے سکتا ہے صرف اسکو یہ اختیار ہے کہ غلام کا فدیہ دیدے یہ محیط میں ہے - اور اگر مضاربت کا مال ہزار درم ہو اور مضارب نے اس سے دو ہزار کی قیمت کا غلام خریدا اور اسنے خطا سے جرم کیا تو مضارب سے اسکے دیدینے یا فدیہ دینے کو نہ کہا جائیگا جس صورت میں کہ رب المال حاضر نہو غائب ہو اور بقدار جرم کا مضارب یا غلام پر کوئی بس نہیں ہے صرف انکو یہ اختیار ہے کہ غلام کے مالک کے حاضر ہونے تک غلام کی طرف سے کوئی کفیل لیلین اسی طرح اگر مضارب غائب ہو تو مولی سے غلام دینے کو نہ کہا جائیگا اور دونون میں سے کوئی ایک شخص فدیہ نہیں دے سکتا ہے جب تک کہ دونون حاضر نہون اور اگر ایک نے فدیہ دیدیا تو اس نے احسان کے طور پر دیا پھر جب دونون حاضر ہوئے تو غلام دیدینگے یا فدیہ دینگے پس اگر غلام دیدیا تو دونون کا کچھ نہیں ہے اور اگر فدیہ دیدیا تو فدیہ دونون پر چار حصہ ہوکر تقسیم ہوگا اور غلام مضاربت سے نکل جائیگا اور یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر ایک نے غلام دینا اور دوسرے نے فدیہ دینا اختیار کیا تو دونون کو اختیار ہے یہ بدائع میں ہے - امام محمد رح نے اصل میں فرمایا ہے کہ اگر کسی کو ہزار درم مضاربت میں دیے اور مضارب نے اسکے عوض ہزار درم قیمت کا ایک غلام خریدا یا اس سے کم یا زیادہ قیمت کا تھا پھر اس غلام پر کچھ لوگون نے دعوی کیا کہ اسنے ہمارے باپ کو

اکیسواں باب۔ مضاربۃ میں شفعہ کے بیان میں۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اُس نے ایک دار خریدا جو ہزار کی قیمت کا یا کم و بیش ہے اور رب المال اس دار کا اپنے ایک دار کے ساتھ شفیع ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ یہ دار مضارب سے شفعہ میں لے لے اور اسکا ثمن دیدے کہ وہ ثمن مضاربت میں ہوگا۔ اور اگر مضارب نے کسی قدر مال مضاربت سے ایک دار خریدا پھر رب المال نے اُسکے پہلو میں ایک دار خریدا تو مضارب کو اختیار ہے کہ شفعہ کے رو سے وہ دار رب المال سے بعوض باقی مال مضاربت کے خرید لے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے دار مضاربت فروخت کیا اور رب المال اپنے دار سے اسکا شفیع ہے تو اسکا شفعہ کچھ نہیں ہے خواہ اس دار میں نفع ہو یا نہو اور اگر رب المال نے اپنا کوئی گھر فروخت کیا اور مضارب کسی دار مضاربت سے اسکا شفیع ہے پس اگر مضارب کے قبضہ میں اسقدر مال مضاربت ہے کہ اُس سے ثمن دار ادا ہو سکتا ہے تو شفعہ واجب ہوگا اور اگر اُسکے قبضہ میں اسقدر نہیں ہے پس اگر دار مضاربت میں نفع نہو تو شفعہ نہیں ہے اور اگر نفع ہو تو مضارب کو اپنے واسطے لینے کا اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی اجنبی نے کوئی دار مضاربت کے دار کے پہلو میں خریدا پس اگر مضارب کے پاس اسقدر مال ہے کہ اسکے ثمن کو ادا کر سکتا ہو تو مضاربت کے واسطے اسکو شفعہ میں لے سکتا ہے اور اگر شفعہ مشتری کو دیدیا تو حق شفعہ باطل ہو گیا اور رب المال کو اختیار نہیں ہے کہ اپنے واسطے اسکو شفعہ میں لیوے اور اگر مضارب کے پاس اسقدر نہو کہ ثمن ادا کرسکے پس اگر دار مضاربت میں نفع ہو تو شفعہ مضارب اور رب المال دونوں کا ہے اگر ایک نے شفعہ سپرد کر دیا تو دوسرا اپنے واسطے پورا دار شفعہ میں لے سکتا ہے اور اگر دار میں نفع نہو تو شفعہ خاصۃً رب المال کا ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مضارب کو شفعہ کا حال معلوم ہوا یہانتک کہ دونوں نے مضاربت توڑ دی اور مضاربت کے دار کو بقدر راس المال اور نفع کے بانٹ لیا پھر چاہا کہ دار مبیعہ کو شفعہ میں لے لیں تو دونوں کے لیے اپنی ذات کے واسطے اختیار ہے پس اگر دونوں نے طلب کیا تو دونوں کو نصف نصف ملیگا اور دونوں میں سے جس نے مشتری کو شفعہ دیدیا تو دوسرے کو اختیار ہے کہ پورا دار اپنے واسطے شفعہ میں لے لے۔ اور اگر کسی شخص نے دو شخصوں کو مال مضاربت دیا اور دونوں نے اس سے ایک گھر خریدا اور رب المال اسکا شفیع ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ ایک کا حصہ شفعہ میں لے لے اور دوسرے کا نہ لیوے اسی طرح اگر شفیع کوئی اجنبی ہو تو یہی حکم ہے۔ اور اگر مضارب ایک ہی شخص ہو اور شفیع نے چاہا کہ بعض تھوڑا دار شفعہ میں لے لوں تو یہ نہیں ہو سکتا ہے خواہ شفیع کوئی اجنبی ہو یا رب المال ہو۔ اور اگر دو شخصوں نے کسی ایک شخص کو مال مضاربت دیا اُسنے اُس سے کوئی دار خریدا اور ایک رب المال[1] اسکا شفیع ہے اُس نے چاہا کہ تھوڑا اسمیں سے شفعہ میں لے لے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے یا تو کل لے یا کل چھوڑ دے۔ اور اگر مضاربت کے واسطے شفعہ واجب ہوا اور دو مضاربوں میں ایک نے شفعہ مشتری کو دیدیا تو دوسرا اُسکو لے نہیں سکتا ہے۔ اگر رب المال کے ہزار درم ہوں اُنکے عوض مضارب نے کوئی گھر ہزار یا کم و بیش قیمت کا خریدا اور اسکا شفیع رب المال اپنے ایک دار کی وجہ سے اور اجنبی اپنے دار کی وجہ سے ہے تو دونوں کو اختیار ہے کہ دار کو نصفا نصف لے لیں پھر اگر رب المال نے شفعہ دیدیا اور اجنبی نے لینا چاہا تو قیاس چاہتا ہے کہ اجنبی شفعہ میں نصف دار لے لے اسکے سوا اسکو نہ ملے اور استحسانًا اسکو یہ حکم ہے کہ اجنبی چاہے کل دار لے لے یا ترک کرے کذا فی المبسوط

بائیسواں باب اہل اسلام و اہل کفر کے درمیان مضاربت کے بیان میں۔ اگر مسلمان نے نصرانی کو آدھے[2] کی مضاربت پر مال دیا تو جائز ہے و لیکن مکروہ ہے۔ پس اگر اُس نے شراب و سور میں تجارت کی اور نفع اُٹھایا تو

[1] یعنی دونوں میں سے ایک ۱۲

[2] یا تہائی وغیرہ ۱۲

امام اعظم رح کے نزدیک مضاربت میں جائز ہو ولیکن مسلمان کو واجب ہے کہ اپنا حصہ نفع صدقہ کرے اور صاحبین یعنی
امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک شراب و سور میں اسکا تصرف مضاربت پر جائز نہیں ہے۔ اور اگر اسنے
کوئی مردار خرید کر مضاربت میں سے مال دیا تو بالاجماع مضارب خلاف کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر اس نے ربوا
یعنے سود لیا مثلاً ایک درم کے عوض دو درم خریدے تو بیع فاسد ہوگی ولیکن مال مضاربت کا ضامن نہوگا اور
نفع دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور مسلمان کو نصرانی کا مال مضاربت پر لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے
اسکے حق میں یہ مکروہ نہیں ہے اور اگر اس نے شراب یا سور یا مردار خریدی اور مال مضاربت دیا تو مخالف اور
ضامن ہوگا اور اگر اسمیں نفع کمایا تو جس سے نفع لیا ہے اسکو واپس دے اگر اسکو پہچانتا ہو اور اگر نہ پہچانتا ہو تو صدقہ
کردے اور رب المال نصرانی کو اسمیں سے کچھ نہ دے اور اگر کسی مسلمان نے ایک نصرانی کو مضاربت میں
مال دیا تو بلا کراہت جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کوئی حربی امان لیکر ہمارے یہاں آیا اور کسی مسلمان نے اسکو
آدھے کی مضاربت پر مال دیا اور حربی نے اسکو کسی مسلمان کے پاس ودیعت رکھا اور دار الحرب میں چلا گیا پھر امان لیکر
آیا اور مستودع سے ودیعت لے لی اور اس سے خرید و فروخت کی تو یہ کام اسکا اسکی ذات کے واسطے ہے اور رب المال
کو اسکے راس المال کی ضمان دے۔ اور اگر حربی مال لیکر دار الحرب میں چلا گیا اور وہاں خرید و فروخت کی تو وہ اسی
کی ہے اور ضامن نہوگا کیونکہ جب وہ دار الحرب میں مال کو بدون اجازت رب المال کے لیکر چلا گیا تو وہ مال اسکا مملوک
ہوگیا۔ اور اگر رب المال نے اسکو دار الحرب میں مال لیجانے کی اجازت دی ہو کہ وہاں لیجا کر خرید و فروخت کرے
تو استحساناً میں اسکو مضاربت میں جائز رکھتا ہوں اور موافق شرط کے نفع دونوں میں مشترک قرار دیتا ہوں بشرطیکہ وہاں کے
لوگ مسلمان ہوجاویں یا مضارب مسلمان ہو کر یا معاہدہ کی وجہ سے یا امان لیکر واپس آوے یہ مبسوط میں ہے۔
اور اگر مسلمانوں نے دار الحرب میں اسپر قابو پایا تو راس المال اور رب المال کا حصہ نفع رب المال کا ہوگا اور
باقی تمام مسلمانوں کا ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دو حربی امان لیکر دار الاسلام میں آئے اور ایک نے دوسرے
اپنا مال مضاربت میں دیا اور آدھے نفع کی شرط قرار دی پھر ایک حربی دار الحرب کو چلا گیا تو مضاربت ٹوٹ گئی یہ
مبسوط میں ہے۔ اگر کسی حربی نے مسلمان کو مال مضاربت دیا پھر وہ مسلمان دار الحرب میں باجازت رب المال کے
لیگیا تو وہ مال مضاربت پر باقی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر ایک حربی نے دوسرے کو مال مضاربت اس شرط
سے دیا کہ اسکو نفع میں سے سو درم ملینگے تو مضاربت فاسد ہے اور دونوں کا حکم اس باب میں بمنزلہ دو مسلمانوں
یا دو ذمیوں کے ہے حالانکہ انہوں نے خود التزام کرلیا ہے کہ ہمارے ساتھ تجارت میں احکام اسلام کا برتاؤ کرینگے
جسوقت کہ وہ مال لیکر ہمارے ملک میں تجارت کے واسطے داخل ہوئے تھے ایسا ہی دو مسلمانوں کے
درمیان مضاربت فاسدہ کا حکم دار الحرب و دار الاسلام میں یکساں ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کوئی مسلمان یا ذمی امان لیکر
دار الحرب میں گیا اور کسی حربی کو سو درم نفع کی شرط سے مال مضاربت دیا یا اسکو کسی حربی نے اسی شرط سے دیا
تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور نفع دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا حتی کہ اگر صرف
سو ہی درم نفع اٹھائے ہوں تو کل اسی کو ملینگے یعنی مضارب کو اور کچھ رب المال کو نہ ملیگا اور امام ابو یوسف رح
کے نزدیک مضاربت فاسد ہے اور مضارب کو اجر المثل ملیگا پس اگر مال میں نفع کے سو ہی درم ہوں تو اسی کو

ملینگے اور اگر کم ہوں تو کم ہی ملینگے اور رب المال پر کچھ اور واجب نہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان امان لیکر دار الحرب
میں گیا اور ایسے شخص کو جو وہیں مسلمان ہوا ہے ہمارے ملک میں ہجرت کر کے نہیں آیا ہے کچھ مال سو درم نفع کی شرط سے
مضاربت میں دیا یا اسی شرط پر اس سے لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور موافق شرط کے رکھا جائیگا
اور صاحبین رح کے نزدیک مضاربت فاسد ہے کذا فی المبسوط

تئیسواں باب متفرقات میں۔ اگر کسی کو ہزار درم مضاربت میں اس شرط سے دیے کہ انکا عوض کپڑے خریدے
اور اپنے ہاتھ سے قطع کر کے انکو سیے یعنی ایسا پیشہ کرے پھر جو کچھ اللہ تعالی ہمیں رزق دے وہ ہم دونوں میں برابر تقسیم ہو تو یہ موافق
شرط کے جائز ہے کیونکہ سینے کا کام کرنے کی اس پر شرط لگائی ہے ایسا کام تاجر لوگ نفع حاصل کرنے کی غرض سے کیا کرتے
ہیں اسی طرح اگر یہ شرط لگائی کہ انسے سری و کھالیں خریدے اور اس سے موزے اور ڈول و پکھال اپنے یا کاریگروں
کے ہاتھ سے بناوے تو یہ سب تاجروں کے کام میں اسی شرط پر مضاربت جائز ہے کذا فی المبسوط۔ اور اگر اسکو ہزار درم
اس شرط سے دیے کہ لکڑیوں و گھاس کے گٹھے لاد کر لا دے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی ہمیں رزق دے وہ ہم دونوں
میں برابر تقسیم ہو تو مضاربت نہیں جائز ہے اگرچہ لکڑیاں لادلانے یا گھاس کاٹ لانے کے واسطے اجارہ کرنا جائز ہے یہ محیط
میں ہے۔ اگر اپنے مرض میں آدھے کی مضاربت پر ہزار درم دیے اور مضارب نے کام کر کے ہزار درم نفع اٹھائے پھر رب المال
اس مرض میں مر گیا اور اجر المثل اس کام میں مضارب کا اس نفع سے جو اسکے واسطے شرط کر دیا ہے کم ہوتا ہے اور رب المال پر
اسقدر قرضہ ہے کہ اسکے مال کو محیط ہے تو مضارب کو نصف نفع دیا جائیگا اور مریض کے قرضہ سے پہلے اسکا نفع دیدیا جائیگا اور
اگر مضارب کے واسطے کچھ نفع مقرر نہ کیا ہوتا تو اسکو اجر المثل دینے کا حکم ہوتا اور یہ مریض پر قرضہ ہوتا تو مضارب
بھی باقی قرضخواہوں کے ساتھ ترکہ میں حقدار کی شامل کیا جاتا اور نفع میں اسکا کچھ حق نہوتا۔ اور اگر کسی تندرست
آدمی نے کسی مریض کو ہزار درم مال مضاربت اس شرط سے دیا کہ مضارب کو دسواں حصہ نفع و اجر المثل و پانچسو درم ملینگے
اس نے کام کر کے ہزار درم نفع اٹھائے پھر اپنے مرض میں مر گیا اور اسپر بہت سے قرضے ہیں تو مضارب کو دسواں
حصہ نفع ملیگا اس سے زیادہ کچھ نہ دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو دس مہینہ کے واسطے کسی قدر اجرت
معلومہ پر مزدور کیا تاکہ کپڑے خریدے تو جائز ہے اگر اس مدت میں کچھ مال اسکو آدھے نفع کی مضاربت پر دیا اسنے
کام کیا اور نفع اٹھایا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک کل مال رب المال کا ہوگا اور اس شخص کو وہی اجرت ملیگی جو
اسکے واسطے مقرر کر دی گئی ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو آدھا نفع ملیگا اور اس مدت کی اجرت ساقط ہو جائیگی چنانچہ
اگر غیر شخص نے اسکو مال مضاربت دیا تو جائز ہے اور جسقدر مدت اسنے مضاربت کا کام کیا اتنی مدت کی اجرت ساقط
ہو جاویگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر اجیر نے مال مضاربت رب المال کو آدھے کی مضاربت پر دیا تو جائز ہے اور اجیر
اجارہ پر رہا اور مستاجر مضاربت میں رہا اور اگر رب المال نے اجیر کو بضاعت میں مال مضاربت دیا کہ وہ مضاربت
پر خرید و فروخت کرتا ہے تو جائز ہے اور مضاربت کی شرط بحالہ رہیگی اور اجرت بھی بحالہ رہیگی یہ مبسوط میں ہے اگر
کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیے اور کہا کہ یہ تیرے پاس ایک مہینہ تک مضاربت میں ہے اور
جب مہینہ گذر گیا تو قرض ہے تو یہ مال ایسا ہی ہوگا پھر جب مہینہ گذرا اور وہ مال اسکے پاس درم موجود ہے تو قرض ہو جائینگے
یعنی جب اسپر جدید قبضہ کر لے۔ اور اگر عروض موجود ہے تو قرض نہوگا تاوقتیکہ اسکو فروخت کر کے دراہم نکر لے پھر جب

اُسکے پاس درہم ہوگئے تو قرض ہوجاوینگے یہ محیط میں ہے۔ اگر رب المال نے کسیکو قرض دیئے پھر اُسپر مضاربت کی
بنا کرلی تو مضاربت میں نہ ہونگے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ نوادر بشر میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص
کے پاس ہزار درہم مضاربت کے ہیں اُسنے رب المال سے کہا کہ یہ درہم مجھے قرض دیدے اُسنے ایسا ہی کیا
حالانکہ وہ درہم بعینہ قائم ہیں پھر اُسکے عوض کوئی چیز خریدلی تو امام ثانی رحمہ نے فرمایا کہ مضارب نے اگر انکو اپنے
ہاتھوں میں اُسکے اُٹھ سکنے یا صندوق یا تھیلی سے لیا اپنی ضرورت میں صرف کیے تو یہ اُسپر قرض ہوگئے
محیط میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو مال مضاربت میں دیا پھر مضارب نے کسی شخص کے ساتھ چند درموں سے
سوا مال مضاربت کے شرکت کی پھر مضارب اور اُسکے شریک نے شیرہ انگور دونوں کی شرکت میں خریدا پھر
مضارب نے مضاربت میں سے کچھ گیہوں کا آٹا لیا اور شیرہ انگور اسمیں ملا کر مٹھائی بنائی تو مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ
دیکھا جائیگا کہ اگر شریک نے اسکی اجازت سے مٹھائی بنائی ہو تو آٹے کی قیمت مٹھائی بنانے سے پہلے دیکھی جائیگی اور شیرہ
انگور کی قیمت دیکھی جائیگی تو جسقدر حصہ آٹے کے مقابلہ میں پڑے وہ مضاربت میں قرار دیا جائیگا اور جسقدر شیرہ انگور
کے مقابل ہو وہ مضارب و شریک کے درمیان مشترک ہوگا۔ لیکن یہ حکم اسوقت ہے کہ رب المال نے اسکو
اجازت دیدی ہو کہ اپنی راے سے عمل کرے اور اگر رب المال نے اسکو یہ اجازت نہ دی ہو اور بلا اجازت
شریک کے اسنے مٹھائی بنائی تو مٹھائی تمام مضارب کی ہوگی اور رب المال کے واسطے آٹے کا اور شریک
کے واسطے شیرہ انگور کا بقدر اُسکے حصہ کے ضامن ہوگا۔ اور اگر رب المال نے اُسکو اجازت دی اور
شریک نے اجازت نہیں دی تو مٹھائی مضاربت میں ہوگی اور مضارب شریک کے حصہ کا جتنا شیرہ انگور
میں تھا ضامن ہوگا اور اگر شریک نے اسکو اجازت دی اور رب المال نے نہیں دی ہو تو تمام مٹھائی اُسکے
اور شریک کے درمیان مشترک ہوگی اور وہ رب المال کے واسطے آٹے کے مثل کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو فلوس مضاربت میں دیئے اور اُسنے بقدر نفع کی شرط کی پھر اُسنے ہنوز کوئی چیز نہ
خریدی تھی کہ یہ فلوس کاسد ہوگئے اور بجائے اُنکے دوسرے فلوس رائج ہوئے تو مضاربت فاسد ہوگئی پھر اگر اسکے بعد
مضارب نے کوئی چیز خریدی اور اسمیں نفع یا نقصان اُٹھایا تو یہ سب رب المال کے واسطے ہے
اور مضارب کو اجر المثل ملیگا اور اگر کاسد نہ ہوئے یہانتک کہ مضارب نے اُنسے کوئی کپڑا خریدا اور یہ
فلوس ویسے ہی قبضہ کرلیا پھر یہ فلوس کاسد ہوگئے تو مضاربت بحالہ جائز رہی پھر اگر یہ کپڑا درموں یا عروض کے
عوض فروخت کیا تو وہ مضاربت میں جاری رہیگا پھر اگر نفع اُٹھایا اور تقسیم کرنا چاہا تو رب المال اپنے فلوس
کی وہ قیمت لیگا جو کاسد ہونے کے روز تھی پھر باقی دونوں میں موافق شرط کے نفع تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے
نوادر معلی رحمہ میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو طبرستان میں ہزار درہم
مضاربت پر دیئے اور یہ درہم طبریہ ہیں پھر دونوں سے بغداد میں ملاقات ہوئی تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ
راس المال وہی ہوگا جو خصومت کے روز طبرستان میں ان طبریہ درموں کی قیمت ہو یہ محیط میں ہے اگر مضارب نے
مال میں نفع اُٹھایا اور نفع اور راس المال کا اقرار کیا پھر کہا کہ کام کرنے اور نفع اٹھانے سے پہلے میں نے
مال مضاربت اپنے مال میں ملادیا تو اسکی تصدیق نہ کیجاویگی پھر اگر اسکے بعد راس المال وغیرہ اُسکے پاس تلف ہوگیا

رب المال کو اُسکے راس المال کی اور اُسکے حصہ نفع کی ضمان دیگا یہ مبسوط میں ہے۔ نوادر بشر مین امام ابو یوسف رحمہ
سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت مین دیے کہ اُس سے خرید و فروخت
و شرکت کرے و اُس نے اسے عمل کرے پس اُسکے عوض اور اپنے پاس سے ہزار درم ملا کر کوئی چیز خریدی
اور دونون مالون کو خلط نہین کیا پھر چاہا کہ خاصۃً حصہ مضاربت یا اپنا حصہ فروخت کرے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے
اس جہت سے کہ مبیع مین شرکت واقع ہوئی ہے پس دونون مین سے کسی کو اپنے نفس کی خصوصیت کا اختیار نہین ہے یہ
محیط مین ہے مضاربت صغیرہ مین لکھا ہے کہ اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت سے کوئی غلام خریدا یا باندی خریدی
پھر ہزار درم تلف ہو گئے پھر اُس نے رب المال سے دوسرے ہزار درم اُسکے مثل لیکر ادا کر دیے پھر خادم کو تین ہزار
درم لیکر فروخت کیا اور اُس سے ایک متاع خریدی مگر یہ سب درم ادا کرنے سے پہلے تلف ہو گئے تو رب المال
سے دو ہزار پانچ سو درم لیکر اور پانچ سو درم اپنے پاس سے ملا کر ادا کرے پھر اگر اُسکے بعد وہ متاع دس ہزار کو
فروخت کی تو مضارب کو چھٹا حصہ ثمن کا ملیگا اور باقی مضاربت مین رہیگا اُسمین سے رب المال اپنا راس المال
جو کئی مرتبہ ڈانڈ بھرا ہے سب لے لیگا یعنی چار ہزار پانچ سو درم لے لیگا اور باقی ان دونون کو نفع تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہے
نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم آدھے کی مضاربت مین دیے اور
مضارب نے اُسمین کام کرکے خرید و فروخت مین نفع اُٹھایا یہانتک کہ تین ہزار درم ہو گئے پھر تین ہزار سے تین
غلام خریدے کہ ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہے اور اُسکے دام ہنوز نہ دیے تھے کہ سب مال ضائع ہو گیا تو یہ سب
رب المال پر ہوگا اور راس المال چار ہزار درم ہو جاوینگے۔ اور اگر رب المال نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور
مضارب نے اُس سے بعوض ہزار درم مضاربت کے جو اُسکے پاس ہین خرید لیا اور دام دینے سے پہلے وہ مال
ضائع ہو گیا اور کچھ زیادہ اُسکے پاس نہین ہے تو رب المال مضارب سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور مضارب اُس غلام کو
بدون کچھ دیے لے لیگا اور وہ مضاربت مین رہیگا اور راس المال اس مضاربت مین دو ہزار درم ہو گئے یہ محیط مین ہے
اور اگر مضارب نے مال مضاربت سے دو باندیان خریدین ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہے پھر ایک کو ہزار درم کو فروخت
کیا اور دوسری کو دو ہزار کو بیچا اور مشتری نے دونون پر قبضہ کر لیا پھر مضارب اُس سے ملا اور کہا کہ دونون کے
ثمن مین مجھے کچھ بڑھا دے اُس نے سو درم بڑھا دیے اور مضارب نے سب وصول کر لیے اور بمقابلہ دونون کے یہ
وصول کیے ہین تو دونون کی قیمت پر مثل اصلی ثمن کے پھیلائے جاوینگے جبکہ اُسنے دونون کے مقابلہ مین انکو رکھا ہو اور
قیمت دونون کی مساوی ہے۔ اور اگر مشتری نے دونون مین عیب لگایا اور مضارب نے اُس سے ایک درم ثمن سے
کم کر دینے پر صلح کی پھر مشتری نے اُسمین عیب پایا جسکو ہزار درم مین خریدا ہے تو اُسکو ہزار درم مین دو تہائی سے
و تہائی درم کے واپس کرے۔ اور اگر مضارب نے مشتری سے دونون باندیان جتنے کو فروخت کی ہین اُس سے
سو درم نفع پر خریدین پھر ایک مین عیب پایا تو بعوض اُسکے ثمن اور اس حصہ نفع کے جو دونون کے ثمن پر تقسیم کرنے
سے اُسکے پڑتے مین پڑتا ہے واپس کر دے۔ اور اگر مشتری نے ایک باندی ہزار درم کو اور دوسری دو ہزار کو خریدی
اور دونون کو تین ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو اُسکو اختیار ہے اور اگر پھر ایک باندی کو علیحدہ اُسکے ثمن پر مرابحہ
سے فروخت کرنا چاہا تو امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہے پھر اگر دونون کے ثمن مین سو درم بڑھا دیے

اور مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو دونوں کو تین ہزار ایک سو درہم پر مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر ایک ہی کو علیحدہ
مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو نہیں کر سکتا ہے چنانچہ اگر دونوں کو ایک ہی ثمن میں خریدا ہو اور مرابحہ سے فروخت
کرنا چاہا اور ایک کو علیحدہ اسکے حصہ ثمن پر مرابحہ سے فروخت کرے تو نہیں جائز ہے اور دونوں کو پورے ثمن پر مرابحہ
سے فروخت کرنا جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر
دیئے اور مضارب نے اس سے ایک غلام دو ہزار کی قیمت کا خریدا پھر رب المال نے اسکو ممانعت کر دی کہ
سوائے نقدی کے فروخت نہ کرے اور مضارب نے کہا کہ میں اسکو ادھار فروخت کرونگا یا اپنا چوتھائی حصہ ادھار
فروخت کرونگا تو اسکو سوائے نقدی کے بیچنے کا اختیار نہیں ہے پھر اگر مضارب نے اسکی تین چوتھائی نقد فروخت
کر دی تو بھی اسکو ایک چوتھائی ادھار فروخت کرنے کا اختیار نہوگا تا وقتیکہ تین چوتھائی کے دام لیکر رب المال کو
اسکے راس المال اور نفع میں سے اسکا حصہ نہ دیدے اور جب دیدیا تو پھر اسکو اختیار ہے کہ چاہے ادھار فروخت کرے
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ہزار درم مضاربت میں ایک باندی ادھار خریدی تو اسکو ہزار پر مرابحہ سے فروخت نہیں
کر سکتا ہے تا وقتیکہ واقعی حال بیان نہ کر دے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو کوئی اسباب مضاربت میں دیا
پھر مضارب نے دعوی کیا کہ میں نے تجھے وہ اسباب واپس کر دیا ہے تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اس
بات میں قول اسی کا قبول ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ہشام رح فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف رح سے
سنا کہ فرماتے تھے کہ مضارب کو کوئی اسباب مضاربت میں خریدنا بدون مال عین مضاربت کے نہیں روا ہے حتی کہ اگر
مضارب نے مضاربت کا مال ادھار فروخت کیا پھر اس ادھار کے عوض مضاربت میں کوئی شے خریدی تو نہیں جائز ہے
یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب نے مال مضاربت آدھے یا کم و بیش کے نفع پر دیا یا خود لیا تو جائز ہے اسی طرح وہ
غلام جسکو تجارت کی اجازت ہے اس سے بھی یہ فعل جائز ہے ایسے ہی وہ نابالغ لڑکا جسکو تجارت کی اجازت ہے
ایسا کر سکتا ہے اور اگر کسی لڑکے نے جسکو تجارت کی اجازت نہیں ہے بدون اجازت اپنے باپ یا وصی کے مال مضاربت
دوسرے کو دیا اور مضارب نے اسمیں کام کیا تو مضارب ضامن ہے اور ضمان دیکر اسکا مالک ہو جائیگا اور نفع اسی کا
ہوگا لیکن نفع صدقہ کر دے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے مال مضاربت سے گیہوں کا آٹا خریدا اور رب المال نے
اسکو اور آٹا دیا اور کہا کہ اسی میں بطریق قرارداد ملادے اسنے ملا دیا پھر کل کو فروخت کر دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ
مضاربت کے آٹے کا مقدار ثمن موافق شرط کے جو مضاربت میں ہوئی ہے قرار پائیگا اور دوسرے آٹے کا مقدار
ثمن سب رب المال کا ہوگا اسکا نفع و نقصان اسی پر ہوگا اور مضارب کو اس فروخت کر دینے کا اجر مثل ملیگا یہ
امام ابو بکر بلخی نے فرمایا ہے اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ مضارب کو اجر مثل اسوقت ملیگا کہ جب اسنے مال مقدار
میں خلط نہ کیا ہو اور اگر خلط کیا ہو تو نہ ملیگا کیونکہ اسنے ایسی چیز میں کام کیا جسکے کام میں خود شریک ہے یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ بشر بن الولید نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ مضارب نے مال مضاربت سے ایک باندی
خریدی کہ اسکی قیمت میں راس المال پر زیادتی ہے پھر مضارب نے اسکو ام ولد بنایا پھر وہ استحقاق میں لے لیگئی
اور مضارب سے اسکا عقر اور بچہ کی قیمت لے لیگئی تو مضارب بائع سے بچہ کی قیمت واپس لینے کا اختیار
نہیں رکھتا ہے یہ محیط میں ہے۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر وصی نے یتیم کے مال میں کام کر کے نفع یا نقصان اٹھایا

اور کہا کہ مین نے مضاربت مین کام کیا ہے تو نقصان کی حالت مین اُسکی تصدیق ہوگی نفع کی صورت مین نہوگی۔ ولیکن اگر کام کرنے سے پہلے اِس امر کے گواہ کر لیے تو نفع کی صورت مین بھی تصدیق کیجا دیگی اور اگر کہا کہ مین نے قرض لے لیا تھا تو تصدیق نہوگی تا وقتیکہ کام کرنے سے پہلے اس قرض لینے کے گواہ نہ کر لے بشرطیکہ اسمین نفع ہوا اور اگر اسمین خسارہ ہو تو ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر وصی نے دوسرے کو دیدیا اُسنے کام کر کے نفع اُٹھایا پھر وصی نے کہا کہ مین نے اسکو قرض دیا تھا یا خود قرض لیکر دیا تھا اور اُس شخص دیگر نے تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر یون کہا کہ مین نے اسکو مضاربت یا بضاعت مین دیا ہے اور اُس شخص نے تصدیق کی پس اگر اسمین نقصان ہوا تو ضامن نہوگا اور اگر نفع ہو تو کل نفع تقسیم ہوگا الا اُس صورت مین کہ دینے سے پہلے گواہ کر لے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام حسن ابن زیاد رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اگر مضاربت مین دینار ہون اور مضارب نے وہ دینار کسی صراف کے پاس ودیعت رکھے پس صراف نے بدون اُسکی اجازت کے اپنے مال مین ملا دیے پھر مضارب نے کوئی شی بعوض دیناروں کے خریدی تو مخالف قرار دیا جاویگا یہ محیط مین ہے۔ امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی غلام کو مال مضاربت دیا حالانکہ غلام کو تجارت کی اجازت ہے اُسنے اپنی ذات کو مضاربت کے واسطے خرید اتو جائز ہے اور وہ غلام مجور رہوگا یعنی تصرف مال مین نہین کر سکتا ہے اور وہ فروخت کیا جاویگا اور راس المال رب المال کا ہوگا۔ اسی طرح اگر اُسنے اپنی ذات کو اور اپنے بیٹے اور جورو کو مضاربت مین مال مضاربت سے خریدا تو بھی یہی حکم ہے یہ ملتقط مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پس مضارب نے اُس سے ایک باندی خرید کر رب المال کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کی پھر مضارب نے رب المال سے دو ہزار ایک سو درم کو خریدی تو باندی مضاربت مین رہیگی اور یہ فعل مضاربت کا توڑنا نہین ہے اور مضارب کے اسمین سو درم خاص ہو گئے یہ محیط مین ہے۔ اگر ہزار درم مضاربت سے خرید و فروخت کی یہان تک کہ اُسکے پاس دو ہزار درم ہو گئے اُس سے ایک باندی خرید کر قبضہ کر لیا پھر اُسکو چار ہزار درم کو ایک سال کے اُدھار پر فروخت کیا اور اُسکی قیمت فروخت کے روز ایک ہزار یا کم و بیش ہے اور مشتری کو باندی دیدی پھر دو ہزار درم بائع جاریہ کو دینے سے پہلے تلف ہو گئے تو مضارب ایک ہزار پانسو درم رب المال سے لیگا اور پانسو درم اپنے پاس سے ملا کر دیدیگا پھر جب سال کے بعد چار ہزار درم وصول ہو گئے تو اسمین ایک چوتھائی مضارب کی ہوگی وہ اسکو نکال لیگا اسکو مضاربت سے تعلق نہین ہے پھر باقی سے رب المال دو ہزار پانسو درم راس المال لے لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ مال مضاربت سے ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی خریدی پھر ایک سال گذر گیا اور سوائے اُسکے دوسرا کچھ مال نہین ہے تو رب المال پر اُسکی تین چوتھائی کی زکوۃ دینی واجب ہوگی اور مضارب پر ایک چوتھائی کی زکوۃ واجب ہوگی اور اگر اُس سے دو باندیان ہر ایک ہزار کی قیمت کی خریدی تو رب المال پر دونون کی تین چوتھائی کی زکوۃ واجب ہوگی اور مضارب پر زکوۃ نہوگی یہ امام اعظم رح کا خاصۃً قول ہے۔ اور اگر ایک باندی دو ہزار قیمت والی خریدی پھر بسبب عیب یا کسی شرح کے اسمین نقصان آگیا حتی کہ ہزار کی قیمت کی رہ گئی پھر وہ بڑھی اور جس روز خریدی گئی تھی اور دو ہزار کی قیمت کے برابر تھی اُس روز سے ایک سال گذر گیا تو مضارب پر زکوۃ نہوگی اور رب المال پر تین چوتھائی کی زکوۃ واجب ہوگی اور اگر اُس باندی

کی قیمت ہزار سے بڑھتی رہی ہو تو مضارب پر بھی زکوۃ آویگی۔ اور اگر مال مضاربت سے گیہون وجو و اونٹ و بکریان خریدین کہ ہر جنس کی قیمت ہزار ہے تو مضارب پر زکوۃ نہ آویگی اور اگر ایک ہی جنس ہو تو مضارب پر بھی زکوۃ واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر رب المال نے چاہا کہ میرا مال مضارب کے ذمہ قرضہ رہے اور نفع کا نفع مجھے ملے تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے دے اور سپرد کردے پھر اس سے مضاربت پر لے لے پھر اسکو خود بضاعت پر دے دے اور وہ اسمین کام کرے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کا مال آدھے یا کم و بیش نفع کی مضاربت پر دیا تو جائز ہے اسی طرح اگر خود مضاربت پر لے لیا تو بھی جائز ہے۔ اور اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے کسی شخص کا مال آدھے کی مضاربت پر اس شرط سے لیا کہ باپ اسمین بیٹے کے واسطے کام کرے اور خود اس سے مضاربت کا کام کیا اور نفع اٹھایا تو نفع اسکا رب المال اور باپ کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور بیٹے کا اسمین کچھ نہیں ہے۔ اور اگر وہ لڑکا ایسا ہے کہ ایسے لڑکے خرید و فروخت کرتے ہین پھر باپ نے اس شرط سے لیا کہ لڑکا خرید و فروخت کرے تو جائز ہے اور نفع رب المال اور لڑکے کے درمیان نصفا نصف موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اسی طرح اگر اس صورت مین باپ نے لڑکے کی اجازت سے اسی کے واسطے خود کام کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر لڑکے نے اسکو کام کرنے کی اجازت ندی ہو تو باپ مال کا ضامن ہوگا اور تمام نفع اسی کا ہوگا کہ اسکو صدقہ کردے۔ اور وصی ان سب صورتون مین بمنزلہ باپ کے ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر رب المال نے مال مضاربت بعوض مثل قیمت یا زیادہ کے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر کم قیمت پر فروخت کیا تو نہین جائز ہے خواہ کمی اسقدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین یا نہین برداشت کرتے ہین ولیکن اگر مضارب اس بیع کی اجازت دے دے تو جائز ہو جائیگی۔ اسی طرح اگر دو شخص مضارب ہون اور ایک نے باجازت رب المال کے فروخت کیا تو سوائے مثل قیمت یا زیادہ پر فروخت کرنے کے کسی صورت مین جائز نہین ولیکن اگر دوسرا مضارب اجازت دیدے تو جائز ہو جائیگی یہ حاوی مین ہے۔ ایک مضارب کسی سرائے کی کوٹھری مین اترا اسکے ساتھ اسکے تین رفیق ہین پھر مضارب دو رفیقون کے ساتھ باہر چلا گیا اور چوتھا اسی حجرہ مین بیٹھا رہا پھر وہ بھی دروازہ کھلا چھوڑ کر باہر چلا گیا اور مال مضاربت تلف ہو گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر چوتھے پر حفاظت اسباب کا اعتماد تھا تو مضارب ضامن نہوگا اور چوتھا شخص ضامن ہوگا اور اگر اسپر اعتماد نہ تھا تو مضارب ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر دوسرے کو ہزار درم مضاربت مین دیئے اور یہ شرط کی کہ جسقدر اس سے ہروی کپڑے خریدے انہین خاصتہً نصفا نصف نفع تقسیم ہوگا اور جسقدر اس سے نیشاپوری خریدے اسکا کل نفع رب المال کا ہے اور جسقدر اس سے زطی خریدے اسکا کل نفع مضارب کا ہے تو یہ موافق تسمیہ کے جائز ہے پس اگر اس نے ہروی خریدے تو مضاربت مین موافق شرط کے ہے اور اگر نیشاپوری خریدے تو یہ بضاعت ہے نفع رب المال کا اور نقصان اسی پر ہوگا اور اگر زطی خریدے تو مال قرض ہے اور نفع و نقصان مضارب پر ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مضارب سلطان کی طرف سے گذرا اور اسکو کوئی چیز دی تا کہ اسکا ہاتھ رکے تو ضامن ہوگا اور اگر سلطان نے زبردستی باکراہ لے لیا تو اسپر ضمان نہ آویگی جیسا کہ اس سے کچھ مال غصب کر لیا گیا تو ضمان نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مضارب کسی

عشر لینے والے عاشر کی طرف گذرا اور مال مضاربت اُسکے ساتھ ہی اور اُسکو مال مضاربت سے خبردار کردیا اور عاشر نے اُس سے عشر لے لیا تو بقدر عاشر نے اُس سے لیا ہی اُسکی ضمان مضارب پر نہیں ہی اور اگر بدون لازم کرنے عاشر کے خود اُس نے عاشر کو دیدیا تو ضامن ہی اور اسی طرح اگر چاپلوسی کرکے اُسکو کچھ رشوت دیدی تاکہ وہ باز رہے تو جسقدر اُس نے دیا ہی اُسکا ضامن ہوگا اور شیخ الامام رحمہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں حکم اُسکے برخلاف ہی اور اگر کسی شاطر نے طمع کرکے بطریق غصب کے مال لینا چاہا اور مضارب نے اُسکو کچھ مال مضاربت دیا تو مضارب ضامن نہوگا اسی طرح اگر وصی نے مال یتیم میں سے کچھ رشوت کے طور پر ایسی غرض سے دیدیا تو بھی یہی حکم ہی کذا فی المبسوط۔

کتاب الودیعۃ

اسمین دس باب ہین

باب اول ایداع و ودیعت کی تفسیر اور ودیعت کے رکن و شرائط و حکم کے بیان مین

کسی دوسرے شخص کو اپنے مال کی حفاظت پر مسلط کرنے کو شرعاً ایداع کہتے ہین اور جو چیز امین کے پاس چھوڑی جاوے وہ شرعاً ودیعت ہی یہ کنز مین ہی۔ اور رکن ودیعت بھی ایجاب و قبول ہی یعنی مودع کا یہ کہنا کہ مین نے تجھے یہ مال ودیعت دیا یا جو اسکے قائم مقام اقوال و افعال ہون اور مستودع کی طرف سے قول و فعل سے[1] قبول کرنا یا فقط فعل سے قبول کرنا یہ تبیین مین ہی و ودیعت کبھی صریح ایجاب و قبول سے ہوتی ہی اور کبھی بدلالت ہوتی ہی پس صریح یون ہی کہ مودع نے کہا کہ مین نے تجھے یہ چیز ودیعت دی اور مستودع نے کہا کہ مین نے قبول کی اور حفاظت کے حق کے واسطے بدون اسکے تمام نہوگی اور حق امانت مین صرف ایجاب سے تمام ہوجاتی ہی حتی کہ اگر کسی غاصب نے کہا کہ مین نے تجھے چیز مغصوب ودیعت دی تو غاصب ضمان سے بری ہوگیا اگرچہ اُسنے قبول نکیا ہو ولیکن حفاظت کا وجوب مستودع پر لازم ہی پس اسکا قبول کرنا ضرور ہی اور ودیعت بدلالت اسطرح ہی کہ جب کسی کے پاس متاع رکھی اور کچھ نہ کہا یا کہا کہ تیرے پاس ودیعت ہی اور وہ خاموش رہا تو وہ شخص مستودع ہوجاویگا کیونکہ عرفاً یہ ایداع و قبول ہی حتی کہ اگر غائب ہوا اور متاع ضائع ہوگئی تو وہ ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور شرائط ودیعت چند قسم کے ہین از انجملہ یہ ہی کہ مال ودیعت اس قابل ہو کہ اُسپر قبضہ کا اثبات ہوسکتا ہو حتی کہ اگر بھاگے ہوئے غلام کو یا ہوائی پرند کو یا دریاے عمیق کے گرے ہوئے مال کو ودیعت دیا تو نہین صحیح ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ از انجملہ یہ ہی کہ مستودع عاقل ہو پس مجنون یا طفل لایعقل کا ودیعت قبول کرنا صحیح نہین ہی اور اُسکا بالغ ہونا ہمارے نزدیک شرط نہین ہی حتی کہ جس لڑکے کو تصرف کی اجازت ہی اُسکو ودیعت دینا صحیح ہی ایسے ہی آزادی بھی شرط نہین ہی پس غلام ماذون کو ودیعت دینے کا اختیار ہی ولیکن جو لڑکا محجور ہوگا یعنے تصرف سے ممنوع ہو تو اُسکا ودیعت قبول کرنا صحیح نہین ہی ایسے ہی مستودع کی آزادی بھی عقد ودیعت صحیح ہونے کے واسطے شرط نہین ہی حتے کہ غلام ماذون سے قبول صحیح ہی اور احکام ودیعت کے اُسپر مترتب ہونگے ولیکن غلام محجور سے

[1] یعنی قول یا فعل سے قبول دینا ۱۲

قبول صحیح نہین ہی یہ بدائع مین ہی - اور حکم ودیعت کا یہ ہی کہ مستودع پر ودیعت کا حفظ واجب ہی اور مال اُسکے پاس امانت ہوجاتا ہی اور مالک کے طلب کرنے کے وقت واپس دینا اُسپر واجب ہی کذا فی الشمنی - اور جو چیز ودیعت ہی وہ دوسرے کو ودیعت نہین دیجاتی ہی اور نہ عاریت دیجاتی ہی اور نہ اُجرت پر دیجاتی ہی اور نہ رہن کیجاتی ہی اور اگر مستودع نے انہین سے کوئی فعل کیا تو وہ ودیعت کا ضامن ہوجائیگا یہ بحر الرائق مین ہی ایک شخص کے پاس کوئی چیز بلا حکم اُسکے رکھدی اور وہ ضائع ہوگئی تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ اسنے حفاظت کا التزام نہین کیا ہی اور اگر کسی کے پاس کوئی چیز رکھدی اور کہا کہ اسکو دیکھتے رہنا اُسنے چلا کر کہا کہ مین اسکی حفاظت نہین کرونگا - اور وہ ضائع ہوگئی تو محیط مین ہی کہ وہ ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے حفاظت کا التزام نہین کیا تھا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص مجلس مین سے اُٹھا اور اپنی کتاب یا کچھ اسباب چھوڑ دیا تو باقی لوگ مستودع ہونگے یہانتک کہ اگر سب نے چھوڑ دی اور وہ تلف ہوگئی تو سب ضامن ہونگے کیونکہ سب نگہبان تھے اور اگر ایک ایک کر کے سب اُٹھ گئے تو پچھلے شخص پر ضمان آویگی کیونکہ وہی حفاظت کے واسطے متعین ہوگیا تھا یہ محیط سرخسی مین ہی اگر کوئی شخص اپنی دوکان کا دروازہ کھلا چھوڑ گیا اور جو لوگ بیٹھے تھے ایک ایک کر کے اُٹھ گئے پھر کچھ مال اُٹھ گیا تو پچھلا شخص ضامن ہوگا یہ ملتقط مین ہی - ایک شخص کے ہاتھ مین ایک کپڑا ہی دوسرے نے کہا کہ یہ ذرا مجھے دے اُسنے دیدیا تو بطور ودیعت کے ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - فتاوی اہل سمرقند مین ہی کہ ایک شخص اپنے گھوڑے سمیت سرائے مین گیا اور بھٹیارے سے کہا کہ مین اسکو کہان باندھون اسنے کہا کہ وہان پس بھٹیارے نے باندھ دیا اور وہ شخص کہین چلا گیا پھر واپس آیا تو اپنا گھوڑا نہ پایا اور بھٹیارے نے کہا کہ تیرا ساتھی گھوڑے کو پانی پلانے کے لیے لیگیا تھا حالانکہ اُسکا کوئی ساتھی نہ تھا تو بھٹیارا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی اگر کوئی شخص حمام مین گیا اور حمام والے سے کہا کہ مین اپنے کپڑے کہان رکھون اور حمامی نے کہا کہ وہان رکھدے اُس نے رکھدیے اور حمام مین داخل ہوا پھر حمام سے ایک شخص نکلا اور اُسکے کپڑے لیگیا تو حمام والا ضامن ہوگا اور اگر کپڑون کو حمام والے کی نگاہ کے روبرو رکھدیا اور کچھ نہ کہا اور باقی مسئلہ بحالہ ہی پس اگر حمام مین کوئی ثیابی یعنی جامہ دار یعنے کپڑون کا حفاظت کرنے والا نہو تو حمام والا ضامن ہوگا اور اگر اسکا کوئی جامہ دار رہو اور وہ حاضر ہو تو ضمان اُسی پر ہوگی حمام والے پر نہوگی ولیکن اگر صریح حمام والے پر حفاظت کرنی مقرر کردی مثلاً یون کہا کہ کپڑے کہان رکھون تو اس صورت مین اُسی حمام والے پر ضمان واجب ہوگی اگرچہ حمام کا کوئی جامہ دار ہو اور وہ حاضر ہو یہ ظہیریہ مین ہی - اگر جامہ دار غائب ہوا اور اُس شخص نے حمام والے کے سامنے نگاہ کے روبرو کپڑے چھوڑ دیے تو حفاظت صاحب حمام پر ہی اسوقت مین پس حمام والا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - ایک شخص حمام مین گیا اور کپڑے رکھدیے اور حمام والا حاضر ہو پھر ایک شخص حمام سے نکلا اور کپڑے پہن لیے اور حمام والے کو یہ معلوم نہوا کہ یہ کپڑے اُسکے ہین یا دوسرے کے ہین پھر کپڑون والا نکلا اور کہا کہ میرے کپڑے نہین ہین اور حمام والے نے کہا کہ ایک شخص حمام سے نکلا اور وہ کپڑے پہن گیا اور مین سمجھا کہ اُسی کے ہین تو حمام والا ضامن ہوگا کیونکہ اُس نے حفاظت چھوڑ دی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - شیخ ابو الیث کی کتاب النصاب مین ہی کہ ایک شخص حمام مین گیا اور اپنے کپڑے حمام والے کی نگاہ کے روبرو رکھدیے پھر نکلا

حمام والے کو سوتا پایا اور حال یہ ہوا کہ کپڑے چوری گئے پس اگر وہ بیٹھے بیٹھے سو گیا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر لیٹ
اپنا پہلو زمین پر رکھا ہی تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور مجموع النوازل مین ہی کہ ایک عورت حمام کی طرف نکلی
اور لوٹا ایک نابالغہ کو دیا کہ یہ میری بیٹی کو دیدے اور وہ حمام مین موجود تھی پھر جب وہ نابالغہ اسکے پاس
لے گئی تو اسکی بیٹی نے اس نابالغہ سے کہا کہ اسکو پانی سے بھرکر میرے پاس لا اُسنے بھرا اور وہ ٹوٹ گیا
پس اگر یہ بیٹی اپنی ماں کے عیال مین ہو تو ضامن نہوگی اور اگر اپنے شوہر کے گھر مین ہو پس اگر ماں نے لوٹا
عاریت دیا ہی تو بھی ضامن نہوگی اسی طرح اگر اُس نابالغہ سے کہا ہو کہ میرے سر پر اسی سے پانی ڈال دے
تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ماں نے اُسکے پاس حفاظت کے واسطے بھیجا ہی تو بیٹی ضامن ہوگی اگر اسکو اپنی نظر سے
غائب کیا یہ خلاصہ مین ہی۔

دوسرا باب ودیعت کی حفاظت غیر کے ہاتھ مین کر دینے کے بیان مین۔ مستودع کو اختیار ہی کہ ودیعت
ایسے شخص کو دیدے جو اُسکے عیال مین ہی خواہ جسکو دی ہی وہ اُسکی جورو ہو یا بیٹا بیٹی ہو یا والدین ہون بشرطیکہ
وہ شخص ایسا متہم نہو کہ اُس سے ودیعت پر خوف کیا جاوے یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور ابوبکر رح نے فرمایا
کہ اُسکے عیال کو چونکہ یہ ہوسکے یہ اختیار ہی کہ ایسے شخص کو دیدین جو اُنکے عیال مین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔
اور اس حکم مین عیال مین وہ شمار ہوتا ہی جو مستودع کے ساتھ رہتا ہو خواہ نفقہ مین ساتھ ہو یا نہو یہ فتاوے
صغری مین ہی۔ اور ایسا ہی فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اس باب مین ساکنہ یعنے باہم ساتھ سکونت کرنے کا
اعتبار ہی ولیکن جورو و نابالغ بیٹے و غلام مین یہ ہی کہ اگر نابالغ بیٹا اُسکے عیال مین نہو اور اُسکو ودیعت حفظ کے
واسطے دیدے تو ضامن نہوگا ولیکن یہ ہی کہ وہ نابالغ حفاظت کرنے پر قادر ہو اور جورو اگر دوسرے محلہ مین
رہتی ہو اور شوہر دوسرے محلہ مین ہو اور شوہر اسکو نفقہ بھی نہ دیتا ہو اور شوہر نے ودیعت اُسکو دیدی تو ضامن
نہوگا اور غلام اگر اُسکے عیال مین نہو تو بمنزلہ نابالغ بیٹے کے ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور مستودع نے اگر ودیعت اپنے
غلام یا اجیر کو جو ماہواری یا سالانہ پر مقرر ہی حالانکہ اُسکے ساتھ رہتا ہی یا بالغ بیٹے کو جو اُسکے عیال مین ہی یا اپنے
باپ کو جو اُسکے عیال مین ہی دیدی تو ضامن نہوگا یہ فتاوے عتابیہ مین ہی۔ اور بالغ بیٹا اگر اُسکے عیال مین نہو
اور اُسکو ودیعت دیدی اور ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور والدین کا حکم مثل اجنبی کے ہی
حتی کہ یہ ضرور ہی کہ والدین اُسکے عیال مین ہون پس اگر اُسکے عیال مین ہون تو ودیعت دینا جائز ہی یہ
خلاصہ سے لیا ہی اور یہ سب جو مذکور ہوا اُسوقت ہی کہ مودع نے ودیعت دیکر مستودع کو منع نہ کیا ہو کہ اپنے
عیال کو نہ دینا اور اگر اُسنے منع کیا اور پھر اُسنے کسی کو اپنے عیال مین سے دیدی اور ودیعت ضائع ہوئی تو
دیکھا جائیگا کہ اگر مستودع کو عیال کو دینے کی مجبوری نہ تھی بلکہ اسکی حفاظت کی کوئی راہ نکلتی تھی تو ضامن ہوگا
اور اگر عیال کو دینے کو مجبور ہوگیا اور ضرورت واقع تھی تو ضامن نہوگا مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو ایک چوپایہ
ودیعت دیا اور منع کر دیا کہ اپنی عورت کو حفاظت کے واسطے نہ دینا اور شوہر مجبور ہوا اُسنے عورت کو دیدیا اور
وہ ضائع ہوا تو شوہر یعنے مستودع ضامن نہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر کسی اجیر خوار کو یعنے جسکو ماہواری
نفقہ دیتا ہی اور وہ شخص اُسکے ساتھ سکونت نہین رکھتا ہو یا ایسے اجیر کو جو روزانہ پر کام کرتا ہی ودیعت سپرد کی

تو ضامن ہوگا یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ امام تمرتاشی و امام حلوائی نے امام محمد رح سے ذکر کیا ہے کہ مستودع نے
ودیعت اپنے وکیل کو دیدی حالانکہ وہ اُسکے عیال میں نہیں ہے یا کسی اپنے امین کو جیسا اپنے مال کا اعتبار کرتا ہے
ودیعت دی حالانکہ وہ اُسکے عیال میں نہیں ہے تو ضامن نہوگا کیونکہ جب مستودع کو اپنے مال کا وثوق ہے تو
ایسا ہی ودیعت کا بھی حکم ہے پھر فرمایا کہ اسی پر فتوے ہے کذا فی النہایہ۔ ایک بازاری دوکاندار دُکان سے نماز
کے واسطے اُٹھ گیا اور دُکان میں ودیعت تھی وہ ضائع ہوگئی تو دوکاندار ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے پڑوسیوں پر
حفاظت چھوڑی اسلیئے کہ یہ شخص ضائع کردینے والا قرار نہ دیا جائیگا اور یہ بھی نہیں ہے کہ اس فعل سے اُسنے پڑوسیوں
کو ودیعت کا ایداع کیا ہے بلکہ وہ خود ہی حفاظت کرنے والا رہا اور دُکان اُسکی حرز ہے کہ اُسی میں حفاظت ہے یہ
فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ودیعت کسی شریک مفاوض یا شریک عنان یا غلام ماذون یا ایسے غلام
کو جسکو منزل سے جدا کردیا ہے دیدی اور ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر دو صراف شریک ہوں اور
ایک کو ودیعت دی اُسنے اپنے کیسہ یا صندوق میں رکھی اور شریک کو اُسکی حفاظت کا حکم کیا اُسنے کیسہ اُٹھا لیا
پھر وہ ودیعت ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص کی دو جورو ہوں اور ہر ایک جورو کا ایک لڑکا
اُسکا دوسرے شوہر سے ہے وہ ساتھ رہتا ہے تو وہ دونوں بھی عیال میں داخل ہیں انکو ودیعت دینے سے اگر ضائع
ہو جاوے تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ مستودع کو اگر ودیعت کے ڈوب جانے کا خوف ہوا اُسنے دوسری کشتی میں
منتقل کردی تو ضامن نہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر ضرورت کے وقت مثلاً اُسکے گھر میں آگ لگی اور خوف ہوا کہ ودیعت
جل جاویگی یا ودیعت کشتی میں تھی اُسکے ڈوبنے کی حالت طاری ہوئی یا ڈاکو چور نکلے اور اُسکو خوف ہوا اور
ودیعت اپنے ہاتھ سے نکالکر دوسرے کو دیدی تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ امام خواہرزادہ
نے فرمایا کہ اگر آگ لگی اور اُس نے اکثر گھر کو گھیر لیا اُسوقت اُس نے ودیعت کسی پڑوسی کو دی تو ضامن نہوگا اور
اگر یہ حالت نہ پہونچی ہو تو ضامن ہوگا اور یہ شرط اکثر کی جو فتاوی میں لگائی گئی ہے احق و انظر ہے یعنی حق ہے فی نفسہ اور
مودع کے حق کا لحاظ ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ اُس نے بضرورت دوسرے کو
دیدی ہو اور اگر بلا ضرورت دیدی اور دوسرے کے پاس تلف ہوئی پس اگر پہلے مستودع کے دوسرے
سے جدا ہونے سے پہلے تلف ہوئی ہے تو بلا اختلاف دونوں میں سے کسی پر ضمان نہ آویگی اور اگر مستودع اُس
دوسرے سے جدا ہوگیا پھر وہ تلف ہوئی تو بلا اختلاف مستودع اول ضامن ہے اور دوسرے کے ضامن ہونے میں
اختلاف ہے صاحبین رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا کذا فی المحیط۔ پس اگر مودع نے
اول سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر دوسرے سے ضمان لی تو وہ پہلے سے واپس لیگا
کذا فی المضمرات اور اگر دوسرے نے ودیعت کو خود تلف کردیا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور مودع کو اختیار ہے چاہے پہلے شخص
سے ضمان لے یا دوسرے سے ضمان لے پس اگر اول سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے پھیر لیگا اور اگر دوسرے سے
ضمان لی تو وہ اول سے نہیں لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر مستودع نے دعوی کیا کہ میں نے
ودیعت بسبب ضرورت کے دوسرے کو دی تھی مثلاً گھر میں آگ لگجانے کا دعوی کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک
بدون گواہوں کے اُسکی تصدیق نہوگی اور یہی قیاس قول امام اعظم رح ہے اسکو قدوری نے ذکر کیا ہے کذا فی الذخیرہ

اور زاد المعاد میں ہو کہ یہی صحیح ہو کذا فی التاتارخانیہ اور منتقی میں مذکور ہو کہ اگر یہ بات معلوم ہو کہ اُسکا گھر بھی جل گیا ہو
تو اُسکا قول قبول ہوگا اور اگر نہ معلوم ہو تو بدون گواہوں کے قبول نہوگا یہ محیط میں ہو۔ اور اسپر ائمہ کا اجماع ہو کہ
غاصب کا مستودع ضامن ہوتا ہو اگر ودیعت اُسکے پاس تلف ہو جاوے اور مغصوب منہ کو اختیار ہوتا ہو کہ چاہے
غاصب سے ضمان لے اور وہ مستودع سے پھیر نہ سکیگا اور چاہے مستودع سے ضمان لے اور وہ بقدر ضمان کے
غاصب سے واپس لیگا یہ شرح طحاوی میں ہو۔ قال فی الجامع الکبیر اگر کسی غلام مجور کو ودیعت دی اُسنے دوسرے
غلام مجور کے پاس رکھدی اور تلف ہو گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اول سے بعد عتق کے ضمان لے سکتا ہو
یا دوسرے سے فی الحال لے سکتا ہو اور اصح یہ ہو کہ امام رح کے نزدیک دوسرا بھی ضامن نہوگا اور امام ابو یوسف رح
کے نزدیک اُسکو اختیار ہو کہ دونوں میں سے جس سے چاہے فی الحال ضمان لے اگر اول میں عتق ظاہر ہوا و اگر
کسی تیسرے کے پاس کہ وہ بھی مجور ہو ودیعت رکھی تو امام اعظم رح کے نزدیک اول و ثالث ضامن نہوگا اور اُسکو
اختیار ہو کہ دوسرے سے فی الحال ضمان لے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکو اختیار ہو کہ تینوں میں سے
جس سے چاہے فی الحال ضمان لے یہ ینابیع میں ہو۔ مستودع نے اگر اپنی عورت کے پاس ودیعت رکھی پھر
اُسکو طلاق دیدی اور اُسکی عدت گذر گئی اور اُسنے ودیعت واپس نہیں لی اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئی تو
بعض متاخرین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا کیونکہ اُسپر واپس کر لینا واجب تھا چنانچہ امام محمد رح نے اصل میں فرمایا کہ
اگر مستودع کے گھر میں آگ لگی اُس نے ودیعت کسی اجنبی کو دیدی تو ضامن نہوگا پھر اگر فارغ ہو کر اجنبی کے
پاس سے واپس نہ کر لی یہان تک کہ تلف ہو گئی تو ضامن ہوگا ایسا ہی حکم ہمارے اس مسئلہ میں ہو اور ایسا ہی
صاحب محیط نے حکم دیا ہو اور امام قاضیخان نے فرمایا کہ ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہو اور تجرید میں ہو کہ اگر
مستودع نے ودیعت اپنے ہاتھ سے نکالکر دوسرے کے ہاتھ میں دیدی اور دوسرے کو حکم کیا کہ اُسکو تلف کردے
یا اُسمین نقصان کردے اور دعوے کیا کہ یہ امر مودع کے حکم سے واقع ہوا ہو تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی
اور اُسکو یہ اختیار ہو کہ مودع سے قسم لے۔ اور سغناقی میں لکھا ہو کہ اگر ودیعت مستودع کے بیت میں ہو اور
اُسنے اپنے بیت میں دوسرے سے استحفاظ کیا مثلاً دوسرے کو چھوڑ کر بیت سے خود باہر چلا گیا تو ضامن ہوگا یہ
تاتارخانیہ میں ہو۔ مستودع نے اگر دوسرے شخص کے حرز میں یعنی وہ محرز غیر کا ہو اُسمین اپنے پاس کی ودیعت کی
نگاہداشت کی حالانکہ اُسمین اسکا کچھ مال نہیں ہو تو ضامن ہوگا اور اگر کوئی محرز اپنے واسطے کرایہ لیا اور اُسمین ودیعت
کی حفاظت کی تو ضامن ہوگا اگرچہ اُسمین اُسکا کچھ مال نہ رکھا ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہو۔ اگر مستودع نے اپنی وفات
کے وقت ودیعت کسی پڑوسی کو دیدی حالانکہ اُسکے سامنے وقت وفات کے ایسا کوئی شخص حاضر نہیں ہو جو اُسکے
عیال میں سے ہو تو وہ ضامن نہوگا یہ ملتقط میں ہو اگر اسنے دارمیں سے کوئی بیت کسی شخص کو کرایہ پر دیا اور
مستاجر کے پاس ودیعت رکھدی پس اگر ہر ایک کا دربند علیحدہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر علیحدہ نہو اور ہر ایک دوسرے
کے پاس بدون روک ولحاظ کے چلا آتا ہو تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہو۔ اور اگر اپنی عورت یا غلام کو اپنی دکان میں
چھوڑ گیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ دونوں امین ہوں ورنہ ضامن ہوگا اگر ودیعت تلف ہو جاوے یہ فتاوے
وجیز کردری میں ہو۔ اور اگر مولی نے اپنے غلام کو اپنی دکان پر بٹھلایا اور اُسمین ودیعتیں ہیں اور وہ چوری گئیں پھر

مولی نے بعض ودیعت اُس غلام کے پاس پائیں اور بعض اُسنے تلف کردی ہین پھر مولی نے غلام کو فروخت کیا
پس اگر مودع کے پاس اس امر کے گواہ ہون تو اسکو اختیار ہوگا چاہے بیع کی اجازت دیکر اُسکا ثمن لے لے یا بیع توڑ کر
اور اپنے دین مین اُسکو فروخت کرے اور اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو اُسکو اختیار ہے کہ مولی سے اُسکے علم پر قسم لے پس اگر
مولی نے قسم کھالی تو ثبوت نہوگا اور اگر انکار کیا تو وہ صورتین ہین کہ اگر مشتری نے اقرار کردیا تو اُسکا اقرار کرنا اور گواہون سے
ثبوت ہونا یکسان ہے اور اگر انکار کیا تو بیع کو نہین توڑ سکتا ہے بلکہ مولی سے ثمن لے لیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر والی شہر کے
پاس شہر کھودنے کا چندہ جمع ہوکر آیا اسنے کسی صراف کے پاس رکھدیا اور ضائع ہوا پس اگر شہر کھودنے کے نام سے یا والی
کے نام سے رکھا گیا ہے تو سب کا مال گیا اور اگر اُس شخص کے نام سے رکھا گیا کہ جس سے لیا ہے تو خاصۃً اُسی شخص کا مال گیا کذا فی الملتقط

تیسرا باب۔ کن شرطون کا ودیعت مین اعتبار واجب ہے اور کن شرطون کا نہین واجب ہے۔ اگر مودع نے کہا
کہ ودیعت کی اس بیت مین حفاظت کر اور مستودع نے اس دار کے دوسرے بیت مین حفاظت کی تو ضامن
نہوگا اور یہ استحسان ہے اور قیاساً ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر کہا کہ اس بیت مین رکھ اور اس دوسرے مین نہ رکھ
حالانکہ دونون بیت ایک ہی دار کے ہین تو اسمین بھی یہی قیاس و استحسان مذکورہ جاری ہے اور ینابیع مین لکھا ہے
کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب دوسرا بیت کہ جسمین حفاظت سے منع کردیا تھا اُس بیت سے جسمین حکم کیا تھا بچاؤ
و نگہبانی کے حق مین کم نہو اور اگر کم ہوگا تو ضامن ہوگا اور اگر یون کہا کہ اپنے اس کیسہ مین رکھ اُسنے دوسرے
مین رکھی تو ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اسکو اپنے کیسہ مین رکھ اُسنے صندوق مین رکھی تو
ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اُسکی اپنے کیسہ مین حفاظت کر اور صندوق مین رکھکر حفاظت
نہ کر یا کہا کہ اپنے صندوق مین اسکو محفوظ رکھ اور بیت مین رکھکر حفاظت نہ کر اُسنے بیت مین رکھی تو ضامن
نہوگا یہ قاضیخان کی شرح جامع صغیر مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اسکو اس دار مین چھپا رکھ اُسنے اُس محلہ کے دوسرے
دار مین چھپا رکھا تو ضامن ہوگا اگرچہ دوسرا دار محفوظ تر اول سے ہو ہکذا ذکر شیخ الاسلام فی شرح کتاب الودیعۃ
اسی طرح اگر اس نے کہا کہ اسکو اُس دار مین چھپا رکھ دوسرے دار مین نہ چھپانا اُسنے دوسرے دار مین
چھپا رکھی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور شرح طحاوی مین لکھا ہے کہ اگر وہ دار جسمین چھپا رکھی ہے اور دوسرا دار دونون حفاظت
و بچاؤ کے حق مین یکسان ہون تو ضامن نہوگا یا جسمین حفاظت کی ہے وہ دوسرے سے زیادہ محفوظ ہو تو بھی ضمان
نہ آویگی خواہ اسمین محفوظ رکھنے سے منع کیا ہو یا ممانعت نہ کی ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اس سے کہا کہ اس شہر مین
اسکی حفاظت کر اور دوسرے شہر مین حفاظت کے لیے نہ لیجاوے اُس نے دوسرے ہی شہر مین حفاظت کی
تو بالاتفاق ضامن ہوگا۔ اور اگر کہا کہ اس بیت مین جو یہ صندوق رکھا ہے اسمین محفوظ رکھ اور یہ جو دوسرا اس
بیت مین صندوق ہے اسمین نہ رکھنا اُس نے دوسرے ہی مین محفوظ رکھا تو بالاتفاق ضامن نہوگا یہ غایۃ البیان مین ہے
اور اصل محفوظ اس باب مین یہ ہے کہ جس شرط کی رعایت ممکن ہے اور وہ مفید ہے تو وہ معتبر ہے اور جسکی رعایت
نہین ہوسکتی ہے اور نہ اسمین فائدہ ہے تو وہ باطل ہے یہ بدائع مین ہے پس اگر یہ شرط لگائی کہ اسکو اپنے ہاتھ مین لیے
رکھے نہین یا داہنے ہاتھ سے حفاظت کرے بائین ہاتھ سے نہین یا داہنی آنکھ سے اسکو دیکھے بائین سے
نہ دیکھے یا اسکو کوٹھے سے باہر نہ لیجاوے کہ کوٹھے سے منتقل نہو یا کسی بیت مین صندوق مین اسکی حفاظت کرے

تو اس شرط کا اعتبار نہین ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اگر حفاظت کی کوئی جگہ معین نہ کی یا صریح اسکو اخراج[1] سے منع نہ کیا بلکہ
مطلقاً حفاظت کا حکم کیا وہ ودیعت کو لیکر سفر کو گیا پس اگر راستہ خوفناک ہوا اور ودیعت تلف ہو گئی تو بالاجماع
ضامن ہوگا اور اگر راستہ بیخوف ہوا اور ودیعت کے لیے کچھ بار برداری وخرچہ بھی نہو تو بالاجماع ضامن نہوگا اور
اگر ودیعت کی کچھ بار برداری وخرچہ ہو پس اگر مستودع کو بدون اُسکے سفر مین لیجانے کے کوئی چارہ نہین ہی تو
بالاجماع ضامن نہوگا اور اگر کوئی راہ نہ لیجانے کی نکلتی ہی تو بھی اُسپر ضمان نہین ہی خواہ مسافت قریب ہو یا بعید ہو
اور امام ابو یوسف رح کے قول مین اگر مسافت بعید ہو تو ضامن ہوگا اور اگر قریب ہے تو ضامن نہوگا اور یہی مخلص اور
مختار ہی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ مکان حفاظت معین نہ کیا ہوا اور سفر سے منع نہ کیا ہوا اور اگر مکان
حفاظت صریح معین کر دیا یا سفر مین لیجانے سے صریح منع کر دیا اور مستودع کے واسطے کوئی ایسی راہ نکلتی ہی
کہ سفر مین ساتھ نہ لیجاوے اور پھر بھی وہ لیگیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر کسی شہر مین جسمین حفاظت
کرنے کا حکم کیا ہی حفاظت کرنا ممکن ہی باوجود اسکے کہ خود سفر کو چلا جاوے مثلاً اُسی شہر مین اپنا کوئی غلام
یا کوئی اپنے عیال مین سے ودیعت کی حفاظت کے واسطے چھوڑ سکتا ہی پھر اس حالت مین بھی ودیعت کو
ساتھ لیکر سفر کو چلا جاوے تو ضامن ہوگا اور اگر اُس سے یہ امر ناممکن ہی مثلاً اُسکے عیال نہین ہین یا ہین ولیکن اُنکو
وہان سے لیجانے کی ضرورت ہی پس وہ شخص سفر مین ودیعت لیگیا تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر ودیعت
مین بہت سا اناج ہوا اور اُسکو سفر مین ساتھ لیگیا اور تلف ہوا تو استحساناً ضامن ہوگا۔ یہ مضمرات مین ہی۔ اور بالاجماع
اگر بحری سفر مین ودیعت لے گیا تو ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان مین ہی۔ باپ ووصی نے اگر صغیر کے مال کو لیکر سفر کیا
اور تلف ہوا تو دونون ضامن نہونگے الا اُس صورت مین ضامن ہو سکتے ہین کہ اپنی چوروکو ہین چھوڑ جانا ہین
یہ چیز کروسی مین ہی مطلق بیع کے وکیل نے اگر وہ چیز ساتھ لیکر سفر کیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اُسکی بار برداری و
خرچہ نہو ورنہ ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو ودیعت دی اور کہا کہ اسکو اپنی عورت کو نہ دینا
کہ مین اُسکو متہم سمجھتا ہون یعنی امین نہین جانتا ہون یا بیٹے یا غلام وغیرہ کو دینے سے منع کر دیا پس اگر مستودع
کو بدون اُسکے دینے کے کوئی چارہ نہین ہی تو دیدینے سے ضامن نہوگا اور اگر کوئی راہ نکلتی ہو کہ بدون اُسکے
دینے کے حفاظت ہو سکے تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی مستودع نے ودیعت دکان مین رکھی اور مودع نے کہا
کہ دکان مین نہ رکھ کہ یہ خوفناک ہی اُسنے اُسمین چھوڑ دی یہانتک کہ چوری گئی پس اگر دکان سے زیادہ محفوظ دوسری
جگہہ نہ تھی تو ضامن نہوگا اور اگر تھی تو ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس ودیعت کے وہان اٹھا لیجانے پر قادر ہو یہ خزانۃ المفتین
مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو یہ تی دی کہ اُس سے میری زمین سینچے دوسرے کی زمین نہ سینچے اُسنے اُس شخص
کی زمین سینچی پھر دوسرے کی زمین سینچی اور ستی ضائع ہوئی پس اگر دوسرے کی زمین کو پانی دینے سے فارغ ہو
کے پہلے ضائع ہوئی تو ضامن ہوگا اور اگر بعد فارغ ہونے کے ضائع ہوئی تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی
ایک عورت نے کاشتکار سے کہا کہ میرے تو شہاسے انگور جو اسمین ہین وہ اپنے مکان مین رکھے اور کاشتکار
نے اپنے ہی مکان مین رکھے پھر کاشتکار نے کوئی جرم کیا اور بھاگ گیا اور سلاطین نے جو کچھ اُسکے مکان مین تھا
سب اٹھوا لیا تو فقیہ ابو بکر بلخی رح نے فرمایا کہ اگر اُسکا مکان موضع بیدر سے قریب ہو تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان ۱۲

[1] قولہ اخراج یعنی سفر مین لیجانا ۱۲

انبار خانہ ۱۲

میں ہے۔ ابوجعفر رح نے فرمایا کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ بضاعت دینے والے نے تاجر سے کہا کہ اسکو اس
کوٹھری میں رکھ اور اشارہ سے بتلائی اس نے بضاعت کو پالان میں رکھا تو شیخ رح نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور اگر اسنے
کہا کہ جوال میں رکھ اور اشارہ نہ کیا اسنے پالان میں رکھی تو ضامن ہوگا کذا فی الحاوی۔ مودع نے اگر مستودع کے
واسطے کچھ اجرت کی شرط کی تاکہ ودیعت کی حفاظت کرے تو صحیح ہے اور اسپر لازم آویگی یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور اگر
غاصب نے مغصوب کو کچھ اجرت پر کسی شخص کے پاس حفاظت کے لیے ودیعت رکھا تو صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

چوتھا باب۔ جن صورتوں میں ودیعت کا ضائع کرنا لازم آتا ہے اور جن سے ضمان آتی ہے اور جن سے نہیں آتی ہے انکے بیان میں۔

نوازل میں مذکور ہے کہ اگر مستودع نے کہا کہ سقطت الودیعۃ یعنی یقینا ودیعت از من یعنی
ودیعت مجھ سے گر پڑی تو ضامن نہوگا اور اگر کہا اسقطتُہا یعنی بفعلہ ام یعنی میں نے گرا دی تو ضامن ہوگا۔ اور امام
ظہیر الدین مرغینانی رح نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ضامن نہوگا کیونکہ مستودع گرا دینے سے ضامن نہیں ہوتا ہے
جبکہ وہ ودیعت کو چھوڑ کر چلا نہ گیا ہو اور فتوے اسی پر ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ ضائع ہوئی
یا نہیں تو ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے اسکو ضائع کر دیا ہے یا نہیں ضائع کیا ہے تو ضامن ہوگا
یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دلال کو ایک کپڑا دیا تاکہ اسکو فروخت کر دے پھر دلال نے کہا کہ کپڑا میرے
ہاتھ سے گر گیا اور ضائع ہوا اور مجھے نہیں معلوم ہوا کہ کیونکر ضائع ہوا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اسپر ضمان
نہیں آتی ہے۔ اور اگر کہا کہ میں بھول گیا۔ مجھے نہیں معلوم میں نے کس دکان میں رکھدیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے۔ فتاوے میں ہے کہ ابن الفضل رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے جواہر دوسرے کو
فروخت کر دینے کے واسطے دیے اور لینے والے یعنی قابض نے کہا کہ میں نے انکو ایک تاجر کو دکھایا تھا
تاکہ انکی قیمت معلوم کروں اور اس تاجر کے دیکھنے سے پہلے وہ ضائع ہو گئے تو امام شیخ رح نے فرمایا کہ اگر اسکی
حرکت سے ضائع یا ساقط ہوئے تو ضامن ہوگا اور اگر اسکے پاس سے چوری گئے یا اسکو غیر شخص کا دھکا لگا اور
گر گئے تو ضامن نہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت میں نے اپنے سامنے رکھ لی تھی پھر میں اٹھ کھڑا ہوا
اور اسے بھول گیا وہ ضائع ہو گئی تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر اسنے کہا کہ
میں نے اپنے دار میں اپنے سامنے ودیعت رکھ لی تھی پھر سو گیا اور اسکو بھول گیا وہ ضائع ہو گئی تو دیکھا جائیگا
کہ اگر ودیعت ایسی چیز ہے کہ جو میدان دار میں محفوظ نہیں ہو جاتی اور صحن دار اسکا حفاظت گاہ شمار نہیں کیا جاتا جیسے
درم و دینار کی تھیلی تو ضامن ہوگا ورنہ نہیں ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اس نے کہا کہ میں نے
اپنے دار یا تاکستان یا باغ انگور میں دفن کر دی ہے اور میں اسکا ٹھکانا بھول گیا ہوں تو ضامن نہوگا بشرطیکہ دار اور انگور کے
باغ کا دروازہ ہو اور اگر کہا کہ میں نے کسی مقام پر دفن کر دی ہے اور اسکی جگہ بھول گیا ہوں تو ضامن ہوگا
یہ خلاصہ میں ہے۔ اسی طرح اگر دفن کرنے کا مقام بیان نہ کیا ولیکن کہا کہ ودیعت جہاں دفن تھی وہاں سے
چوری گئی پس اگر دار یا باغ انگور کا دروازہ ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ
مجھے نہیں معلوم کہ میں نے اپنے دار میں رکھی یا کسی دوسری جگہ رکھی ہے تو ضامن ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ مستودع نے
دو دار جسکے بیوت میں ودیعت تھی دوسرے کو واسطے حفاظت کے سپرد کر دیا پس اگر ودیعت کا بیت مقفل نہیں تھا

کہ بدون مشقت کے اسکا کھولنا ممکن نہ تھا تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہے اور اگر ودیعت مدفون نہو بلکہ
ایسے مقام پر رکھی ہو جہان کوئی شخص بدون اجازت و اذن طلب کیے نہیں جاسکتا ہے تو ضامن نہوگا اگرچہ
اُسکا کوئی دروازہ نہو یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے اپنے دار مین ودیعت رکھی اور اسمین بہت آدمی آتے جاتے
ہین اور وہ ودیعت ضائع ہو گئی پس اگر وہ ایسی شے تھی کہ باوجود لوگون کے آنے جانے کی بھی دار مین اسکی حفاظت
کیجاتی ہے تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہے - مستودع نے اگر صحرا مین ودیعت رکھی اور وہ چوری گئی
تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے - ودیعت زمین مین دفن کردی پس اگر اُسپر کوئی علامت بنا دی ہے تو ضامن نہوگا ورنہ
ضامن ہوگا اور دشت کے میدان مین دفن کرنے سے ہر حال مین ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے - اگر چور
ڈاکو مستودع کی طرف متوجہ ہوئے اُس نے ودیعت کو جلدی سے زمین مین دفن کر دیا تاکہ نہ چھین لین اور
خود اُنکے خوف سے بھاگ گیا پھر لوٹ کر آیا تو اُسکو وہ جگہ نہ ملی جہان دفن کی تھی پس اگر دفن کرتے وقت اُس
پر یہ بات ممکن تھی کہ اُسپر نشان بنا دے اور نہ بنایا تو ضامن ہوگا اور اگر یہ بات ممکن نہ تھی یا اگر ... کے
بعد اُس سے جلد تر لوٹ آنا ممکن تھا اور وہ نہ آیا تو ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - اگر ودیعت کا مالک بھی ساتھ
ہو کہ دونون ساتھ ہی جا رہے ہون پھر جب چورون نے اُس طرف توجہ کی تو مالک ودیعت نے کہا کہ ودیعت
دفن کر دے اُس نے دفن کر دی پھر چور چلے گئے اور اُنکے بعد یہ بھی چلے گئے یا یہ دونون پہلے چلے گئے پھر
چور چلے گئے پھر دونون آئے اور مستودع نے ودیعت نہ پائی تو شک نہین ہے کہ اس صورت مین مستودع ضامن
نہوگا کیونکہ اُس نے مالک کے حکم سے دفن کر دی ہے - اور اگر فقط مستودع تنہا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو
اُسکے حکم مین تفصیل ہے کہ اگر چور پہلے چلے گئے اور مستودع کو قدرت تھی کہ ودیعت اُکھاڑ لے اُسنے باوجود قدرت کے
نہ اُکھاڑی وہین چھوڑ دی تو ضامن ہوگا اور اگر چور وہین ٹھہر گئے اور یہ اُنکے خوف سے وہان نہ ٹھہر سکا چلا گیا پھر
آیا اور پتہ نہ پایا تو دو صورتین ہین اگر بعد خوف زائل ہو جانے کے بقدر امکان جلدی آیا اور نہ پایا تو ضامن نہوگا
اور اگر جلد آنا ممکن تھا مگر اُس نے دیر کی تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے - مستودع نے اگر ودیعت ایسے بیت مین
رکھدی جو فتنہ و لڑائی کے زمانہ مین خراب کھنڈل ہو گیا ہے پس اگر زمین کے اوپر کہین رکھی تو ضامن ہوگا اور اگر
زمین مین دفن کر دی ہے تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک قمقمہ ودیعت
رکھا اور جب اُس سے طلب کیا تو اُسنے کہا کہ مجھے نہین معلوم کیونکر ضائع ہو گیا تو بعض نے فرمایا ہے کہ وہ ضامن نہوگا
اور یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کو ایک قمقمہ دیا کہ اسکو فلان شخص کو دیدے تاکہ وہ
درست کر دے اُسنے دیدیا اور بھول گیا تو ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے - ایک لڑکا مراہق یعنے قریب بالغ ہونے
کے تھا اسکو ایک قمقمہ دیا تاکہ پانی پلا دے اُسنے قمقمہ سے غفلت کی اور وہ ضائع ہوا تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہے خلف رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ مین نے اسد رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کا دوسرے پر ایک درم ہے پھر مطلوب نے طالب کو
دو درم ایکبار دیدیئے یا ایک درم دیا پھر ایک درم دوسرا دیا اور کہا کہ اپنا درم لے لے پھر دونون درم قبل اسکے
کہ درم کو معین کرے ضائع ہو گئے تو فرمایا کہ مطلوب کے درم گئے اور طالب کو اسکا درم ملیگا اور اگر اُس نے
پہلا درم دینے کے وقت کہا کہ یہ تیرا حق ہے تو اُس نے بھر پایا اور اُسپر دوسرے کی ضمان نہ آویگی یہ تاتارخانیہ

نیم

ہیں ہے۔ فتاویٰ ابو اللیث رحمہ اللہ کے باب الغصب میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم دیے اور کہا کہ پانچ درم تجھے ہبہ ہیں اور پانچ درم تیرے پاس ودیعت ہیں پس قابض نے اُن میں سے پانچ درم تلف کر دیے اور پانچ خود تلف ہو گئے تو ساڑھے سات درم کا ضامن ہوگا کیونکہ ہبہ اس صورت میں فاسد ہے اس لیے کہ ہبہ مشاع ہے اور جو چیز بطور ہبہ فاسد کے مقبوض ہو وہ ضمان میں ہوتی ہے پس پانچ درم جو تلف ہوئے اُنکے آدھے ضمانت میں اور آدھے امانت میں ہیں پس نصف کی ضمان واجب ہوئی اور یہ ڈھائی درم ہوئے اور جو پانچ درم اُسنے تلف کر دیے ہیں وہ سب بسبب تلف کرنے کے ضمانت میں رہے پس ساڑھے سات دراہم سب ضمانت میں اُسپر واجب ہوئے اور اگر یوں کہا کہ دس میں سے تین درم تیرے ہیں اور باقی سات درم فلان شخص کو دیدے پس وہ درم راستہ میں تلف ہو گئے تو تین درم کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ ہبہ فاسد تھا۔ اور اگر ایسے ہبہ کی وصیت کسی میت کی طرف سے ہو تو کچھ ضامن نہ ہوگا کیونکہ وصیت مشاع جائز ہے اور سات درم کی ضمان دونوں مسئلوں میں نہیں آتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دس درم دوسرے کو دیے اور کہا کہ اسمیں سے پانچ درم تیرے ہیں اور پانچ درم فلان شخص کو دیدے پھر وہ درم تلف ہو گئے تو پانچ درم کا ضامن ہوگا جو ہبہ کیے تجھے اور باقی پانچ درم کا ضامن نہوگا اور اگر اُسکو دس درم پانچ پانچ کر کے علیحدہ دیے پھر کہا کہ اسمیں سے پانچ تیرے ہیں اور یہ نہ کہا کہ کونسے پانچ درم ہبہ کیے ہیں پھر قابض نے سب کو ملا دیا اور وہ تلف ہوئے تو پانچ درم کا ضامن ہوگا سب کا ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ودیعت میں اگر چوہوں نے فساد کیا اور مستودع کو معلوم ہوا کہ چوہے کا بل یہاں ہے پس اگر مالک ودیعت کو خبر دی کہ یہاں چوہے کا بل ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اطلاع ہونے کے خبر نہ دی اور اُسکو بند نہ کیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ امام سید ابو القاسم نے ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص کے پاس ایسی چیز ودیعت رکھی گئی کہ جسمیں ایام گرما میں سُوسُن پڑ جاتے ہیں اُس نے ہوا سے اُسکو سرد ہی دیکر نہ بچایا یعنی بارش وغیرہ میں جس طرح پشمینہ میں کیڑے لگجاتے ہیں اور ہوا دینے سے بچتے ہیں اُسنے نہ بچایا یہاں تک کہ اُسمیں کیڑے لگے تو وہ ضامن نہوگا کذا فی الظہیریہ مع شیء من الزیادۃ من المترجم فتاویٰ ابو اللیث میں ہے کہ اگر ودیعت ایسی چیز ہو کہ اُسکے فاسد ہوجانے یعنی اُسکے بگڑ جانے کا خوف ہوا اور صاحب ودیعت غائب ہو گیا پس اگر اُسنے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا اور قاضی نے اُسکو فروخت کر دیا تو جائز ہے اور یہ امر بہتر ہے اور اگر قاضی کے سامنے پیش نہ کیا یہاں تک کہ وہ چیز بگڑ گئی تو اُسپر ضمان نہ آویگی کیونکہ اُس نے موافق حکم کے اُسکی حفاظت کی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُس شہر میں قاضی نہ ہو تو اُسکو فروخت کر کے اُسکے دام حفاظت سے رکھے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر ودیعت میں گھوسپٹا لگا یا چوہا کاٹ گیا یا آگ سے جلی تو ضامن نہوگا یہ فتاویٰ میں ہے اگر ودیعت کے چوپایہ کا دودھ یا درخت کے پھل شہر میں جمع ہوے اُسنے نہ اُٹھا لیے یہاں تک کہ فاسد ہو گئے یا صحرا میں ایسا واقع ہوا اور اُسنے فروخت نہ کیے یہاں تک کہ بگڑ گئے تو ضامن نہوگا یہ قنیہ [illegible] میں ہے۔ ایک شخص کو حیوان ودیعت دیکر غائب ہو گیا اُسنے اُسکا دودھ دوہا اور بگڑ جانے کا خوف کیا اور وہ شہر میں ہے [illegible] بدون حکم قاضی فروخت کیا تو ضامن ہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے فروخت کیا تو ضامن نہوگا اور اگر یہ [illegible] صحرا میں واقع ہوئی تو اُسکا فروخت کر دینا جائز ہے [illegible]

لا یضمن ورجع الزام الحفظ ... یعنی ضامن نہ ہوگا ۱۲ م

کرنے کو دیا گیا تھا اپنی دُکان مین چھوڑ دیا وہ رات مین چوری گیا پس اگر دوکان مین کوئی حافظ موجود ہی یا اُسی بازار کا کوئی چوکیدار ہو تو ضامن نہوگا۔ اور امام ظہیر الدین مرغینانی ضامن نہونے کا فتوی دیتے تھے اگرچہ دُکان کا حافظ یا بازار کا چوکیدار نہووے اور بعض نے یون کہا ہی کہ اسمین عرف کا اعتبار ہی اگر لوگ دُکانون کو بدون حافظ و چوکیدار کے چھوڑ جاتے ہون تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اسکے برخلاف ہو تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتوی ہی یہ عتابیہ مین ہی۔ اسی طرح کہا گیا ہی کہ اگر دُکان کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا اور یہ ایسے مقام پر واقع ہوا جہان کے لوگون کی عرف و عادت یہی ہی تو اُسپر ضمان نہین ہی اور بخارا مین عرف جاری ہی کہ دُکان کا دروازہ کھلا چھوڑ دیتے ہین اور کوئی شی مثل شبکہ وغیرہ کے دُکان پر لٹکا دیتے ہین اور ضامن نہونے کی روایت جولاہے کے باب مین محفوظ ہی کہ اگر جولاہے نے وہ کپڑا جسمین سے کچھ بُنا ہی اور سوت کو کرگہ مین چھوڑ دیا اور وہان کوئی شخص حافظ یا بازار کا چوکیدار نہین ہی تو جولاہے پر ضمان نہین آتی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک موزہ دوز گانؤن کی طرف چلا گیا تاکہ موزہ سیے وہان اسکو کسی نے موزہ دیا اُس نے مع پالؤن ایک شخص کے دار مین رکھدیا اور خود شہر مین آیا وہ چوری گیا پس اگر اُسنے وہ دار واسطے سکونت کے لیا تھا خواہ کسی طور سے لیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر ایسے شخص کے دار مین رکھا جہان وہ خود سکونت نہین کرتا ہی تو ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ اگر موزہ دوز نے موزہ لیا تاکہ اسکو درست کر دے اسکو اُسنے خود پہن لیا تو جب تک پہنے ہوے ہی اُسوقت تک اگر ضائع ہو تو ضامن ہی اور جب اُتار دیا پھر ضائع ہوا تو ضامن نہین یہ ملتقط مین ہی۔ اگر مستودع کے دار سے ودیعت چوری گئی اور دار کا دروازہ کھلا ہوا ہی اور مستودع غائب ہی دار مین موجود نہین ہی تو محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ ضامن ہوگا پھر پوچھا گیا کہ اگر مستودع اپنے باغ انگور یا بستان مین جو دار سے ملا ہوا ہی گیا ہو تو فرمایا کہ اگر دار مین کسی کو نہین چھوڑ گیا اور نہ ایسی جگہ جاکر ٹھہرا جہان سے آہٹ سنائی دے تو مجھے اُسکے ضامن ہونیکا خوف ہی اور ابو النصر رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے دار کا دروازہ نہین بند کیا اور ودیعت چوری گئی تو ضامن نہوگا اور مراد اُنکی یہ ہی کہ اُسوقت ضامن نہوگا کہ جب دار مین کوئی حفاظت کرنے والا موجود ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اگر ودیعت کا چوپایہ دار کے دروازہ پر باندھکر چھوڑ دیا اور دار مین چلا گیا اور وہ تلف ہوا پس اگر دار مین ایسی جگہ گیا ہی جہان سے اُسکو دیکھتا ہی تو ضامن نہین ہی اور اگر ایسی جگہ پہونچا جہان سے نہین دیکھتا ہی پس اگر شہر مین ایسا کیا تو ضامن ہی اور اگر گانؤن مین ہی تو ضامن نہوگا۔ اور اگر چوپایہ کو باغ انگور یا فالیز کے کنارہ باندھا ہی اور خود چلا گیا پس اگر اُسکی نظر سے اوٹ ہوا تو ضامن ہی اور بعض نے کہا کہ اس جنس کے مسائل مین عرف معتبر ہی یعنی اگر ایسا لوگ کیا کرتے ہین تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا کذا فی الظہیریہ و ہو الصحیح۔ اور اگر ودیعت کے گدھے کو انگور کے باغ مین چھوڑ دیا پس اگر اس باغ کی چہار دیواری ہو اور ایسی اونچی ہو کہ راستہ والون کو باغ کی چیز نظر نہین پڑتی ہی اور دروازہ بند کر دیا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی چہار دیواری نہو یا ہو مگر اونچی نہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر مستودع کروٹ لیکر زمین پر سوگیا تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا اور اگر بیٹھے بیٹھے سوگیا تو ضامن نہین ہی اور سفر مین ضامن نہوگا اگرچہ کروٹ سے زمین پر سورہے یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص کو ایک چھری ودیعت دی اور اُسنے اپنے موزہ کی ساق مین رکھ لی تو ضامن نہوگا اگر اسکی حفاظت کرنے مین قصور نہ کیا ہو یہ قنیہ مین ہی

مستودع نے اگر دراہم ودیعت موزہ میں رکھ لیے اور وہ گر گئے پس اگر دائیں موزہ میں رکھے تو ضامن ہے اور اگر بائیں میں رکھے تو ضامن نہیں ہے کیونکہ جب اُسنے داہنے میں رکھے تو خود ہی کھو دیئے اور گرا دینے کے لیے پیش کر دیا کہ وقت سواری کے گریں اور اگر بائیں میں رکھے ہوں تو ایسا نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ ہر حال میں اُس پر ضمان نہیں آتی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر دراہم ودیعت اپنی آستین کے کنارہ میں باندھے یا دامن یا عمامہ کے کنارہ میں باندھے تو ضامن نہوگا اِسی طرح اگر دراہم ودیعت کسی رومال میں باندھکر اپنی آستین میں رکھے اور چوری گئے تو ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ کسی کو سونا دیا کہ اُسکی حفاظت کرے اُسنے اپنے منھ میں ڈال لیا جیسے تاجروں کی عادت ہے وہ اُسکے حلق میں چلا گیا تو ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر ودیعت سونا یا چاندی ہو اُسنے کہا کہ میں نے اپنی آستین میں رکھ لیا تھا وہ ضائع ہو گئی تو ضامن نہوگا یہ ملتقط میں ہے۔ ایک مستودع نے دراہم ودیعت اپنی جیب میں رکھے اور فسق کے جلسہ میں گیا وہاں وہ درم گر پڑے یا چوری وغیرہ سے ضائع ہوے تو بعض نے کہا کہ ضامن نہوگا کیونکہ اُس نے جیب میں ودیعت محفوظ رکھی تھی جہاں اپنا مال محفوظ رکھتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ اُسکی عقل زائل نہو جاوے اور اگر عقل زائل ہو جاوے اس طرح کہ اپنے مال کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا ہے تو ضامن ہوگا کیونکہ اپنے فعل سے اُس نے حفاظت سے عاجزی اختیار کی پس ضائع کر دینے والا یا ودیعت کو غیر کر دینے والا قرار دیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اُس نے گمان کیا کہ میں نے جیب میں ڈال دیے ہیں اور وہ جیب میں نہیں گئے تھے تو وہ ضامن ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُن درموں کو اپنی ہتھیلی میں رکھا یا ازار بند میں باندھ لیا اور ضائع ہوے تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ مستودع نے اگر ودیعت کی انگوٹھی اپنی چھنگلیا یا اُسکے پاس کی اُنگلی میں پہنی تو بعد تلف کے ضامن ہوگا اور اگر بیچ کی اُنگلی یا کلمہ کی اُنگلی یا انگوٹھے میں پہنی تو ضامن نہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور اگر اُس نے انگوٹھی پہنی اور اُسکے اوپر سے اُنگلی میں دوسری انگوٹھی ہے تو ضامن نہوگا اور یہی امام محمد رح نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے انگوٹھی پہنی اور اُسکا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف کیا تو ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مستودع عورت ہو تو جس اُنگلی میں چاہے پہنے ضامن ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ فتاوی اہل سمرقند میں ہے کہ ایک عورت کو ایک لڑکی چھ برس کی ودیعت دی گئی وہ عورت کسی کام میں مشغول ہو گئی اور وہ بچہ لڑکی پانی میں گر گئی تو عورت پر ضمان نہ آویگی یہی فرق ہے اِس صورت میں اور غصب[1] میں فتاوے ابو اللیث میں یہ مسئلہ یوں ہی مذکور ہے اور اس جواب میں کچھ اعتراض ہے اور یوں کہنا چاہیے کہ اگر اُس کی نظر سے غائب نہیں ہوئی تو ضامن نہ ہوگی اور اگر نظر سے غائب ہو گئی تو ضامن ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک لڑکے کو ودیعت دی اور اُس لڑکے کے پاس ودیعت تلف ہو گئی تو وہ لڑکا بالاجماع ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر اُسنے خود تلف کر دی پس اگر اُس لڑکے کو تجارت کی اجازت ہے تو بالاجماع ضامن ہے اور اگر وہ لڑکا محجور ہے کہ تصرف سے منع کیا گیا ہے ولیکن اُس نے ودیعت کو اپنے ولی کی اجازت سے قبول کیا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر بلا اجازت اپنے ولی کے قبول کیا ہے تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ضامن نہوگا نہ فی الحال اور نہ بعد بالغ ہونے کے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ فی الحال ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر ودیعت غلام ہو اور لڑکے نے

[1] یعنی اگر غصب ہوتا تو غاصب ضامن ہوگی ۱۲

اسکو قتل کرڈالا تو بالاجماع اُسکی قیمت لڑکے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر جان ضائع کرنے سے کم کوئی جرم کیا تو بھی اُسکا جرمانہ لڑکے کی مددگار برادری پر آویگا بشرطیکہ جرمانہ پانچ سو درم یا زیادہ ہوتا ہو اور اگر اس سے کم ہو تو بالاجماع لڑکے کے مال میں سے دینا واجب ہوگا کذا فی السراج الوہاج اور اگر ودیعت میں طعام ہو اسکو لڑکے نے کھالیا تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر غلام کے پاس ودیعت رکھی اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگئی تو بالاتفاق اُسپر ضمان نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور اگر غلام نے خود تلف کردی پس اگر ماذون ہے یا مجبور ہو لیکن اپنے مولی کی اجازت سے اُس نے ودیعت پر قبضہ کیا تو بالاجماع ضامن ہے اور بعد آزاد ہونے کے[1] اُسپر ضمان رہیگی اور اگر غلام مجبور ہو کہ اُس نے بدون اجازت مالک کے اُسپر قبضہ کرلیا تو فی الحال ضامن نہوگا اور بعد آزادی کے ضامن ہوگا بشرطیکہ عاقل بالغ ہو یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ فی الحال ضامن ہوگا اور ودیعت میں فروخت کیا جائے گا یعنی ودیعت ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا جائیگا یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مال ودیعت میں غلام ہو اور غلام مستودع نے باوجود مجبور ہونے کے اُس غلام کو قتل کردیا پس اگر عمداً قتل کیا ہے تو غلام مستودع بھی قتل کیا جائے گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور ودیعت غلام ہونے کی صورت میں غلام مجبور یعنی مستودع نے خطا سے اُسکی جان ہلاک کرنے سے کم کوئی جرم کیا یا خطا سے قتل کیا تو اُسکے مالک سے مواخذہ کیا جائیگا کہ غلام کو دے یا فدیہ دے اور فی الحال ضمان لیا جائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور ام ولد اور مدبر کے مستودع ہونے کا سب وہی حکم ہے جو ہم نے غلام کے حال میں بیان کیا لیکن فرق یہ ہے کہ اگر ان دونوں پر ضمان لازم آوے تو یہ دونوں سعی کرکے ادا کرینگے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی چیز ودیعت دی اُسکے نابالغ لڑکے یا غلام نے اسکو تلف کردیا تو فی الحال تلف کرنیوالا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور مکاتب ودیعت تلف کرنے سے فی الحال ضامن ہوگا یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ اگر مستودع سوگیا اور ودیعت اپنے سر کے نیچے رکھی یا پہلو کے نیچے رکھی اور وہ ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا اور اسی طرح اگر اسکو اپنے سامنے رکھا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میلان کیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دوسری صورت میں اسوقت ضمان لازم نہ آویگی کہ جب بیٹھے بیٹھے سوگیا ہو اور اگر کروٹ سے سویا ہو تو ضامن ہے اور یہ سب حضر کا حکم ہے اور اگر سفر میں ہو تو کسی طرح ضامن نہ ہوگا خواہ بیٹھے بیٹھے سوئے یا کروٹ سے زمین پر سو جائے یہ تبیین میں ہے۔ امام ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ودیعت کے کپڑے اپنے چوپایہ پر رکھ لیے پھر راستہ میں کہیں چوپایہ سے اُترا اور کپڑے اپنے پہلو کے نیچے رکھکر اُسپر سو رہا اور وہ چوری گئے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُس نے اس فعل سے لذت[2] مستور تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے حفاظت کا قصد کیا تھا تو ضامن نہوگا اور اگر جامے کپڑوں کے درمیان کی تھیلی ہو تو ضامن نہوگا یہ حاوی میں ہے اور شرح ابو ذر میں ہے کہ اگر مستودع کے گھر میں آگ لگی اور اُس نے ودیعت یونہی چھوڑ دی اور وہ سب جل گئی باوجود اسکے کہ اُسکے امکان میں تھا کہ دوسرے شخص کو دیدے یا دوسرے مکان میں ڈالدے تو ضامن ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور اگر مستودع کے پاس سے ودیعت چوری گئی اور مودع اسے ودیعت کے مستودع کا خود کچھ مال نہ گیا تو ہمارے نزدیک ضامن نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور ینابیع المعتبر میں ہے کہ امام ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے

پاس ودیعت ہے اسکو کوئی شخص اُٹھا لیچلا اور مستودع نے منع نہ کیا تو فرمایا کہ اگر اسکو منع کرنا اور ہٹانا اُسکے امکان
مین تھا اور اُسنے نہ کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُس شخص کے ڈاکو ہین اور مار پیٹ سے خوف کر کے منع نہ کیا تو
ضامن نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے - اگر مستودع نے کسی شخص کو ودیعت لے لینے کی راہ بتائی تو ایسی صورت مین ضامن ہوگا
کہ جب اُس شخص کو لیتے وقت لینے سے نہ روکا ہو اور اگر لیتے وقت اُسکو روکا تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے مستودع
نے اگر اصطبل ودیعت کا دروازہ کھولدیا یا غلام مقید کی قید کھولدی یعنے بیڑی و زنجیر وغیرہ جس سے وہ بستہ تھا کھولدی
تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے ایک مستودع نے کاروان سرا کے ایک حجرہ مین ودیعت رکھی اور اُسمین
ایک قوم کا صحن ہے اُس مستودع نے اُسکے دروازہ کی زنجیر ودیعت کی رسی سے باندھ دی اور دروازہ بند کیا اور نہ
اُسمین قفل دیا اور باہر نکل آیا پھر ودیعت چوری گئی تو شیخ امام رح نے فرمایا کہ اگر ایسے موقع پر اسطور سے باندھنا مضبوطی
مین شمار ہے تو ضامن نہوگا اور اگر غفلت مین شمار ہے تو ضامن ہوگا ایسا ہی فتاوی نسفی مین لکھا ہے - ایک شخص نے دوسرے
کے پاس ودیعت رکھی اور مستودع نے اپنی دکان مین ڈالدی اور جمعہ کی نماز کو چلا گیا اور دکان کا دروازہ کھلا چھوڑ گیا
اور ایک نابالغ لڑکے کو دکان کی حفاظت کے واسطے بٹھلا گیا اور ودیعت دکان سے جاتی رہی تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رح
نے فرمایا کہ اگر وہ لڑکا اس لائق ہو کہ چیزون کو مضبوطی سے رکھے اور حفاظت کرے تو مستودع ضامن نہوگا - ورنہ
ضامن ہوگا - اور قاضی علی سغدی رح نے فرمایا کہ کسی حال مین ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے ودیعت اپنی حرز مین
رکھی تھی پس ضائع نہین کی تھی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے مستودع چلا گیا اور اپنی کنجی غیر شخص کے پاس
چھوڑ گیا پھر جب آیا تو ودیعت نہ پائی تو کنجی دوسرے شخص کو دیجانے کی وجہ سے ضامن نہوگا یہ ینابیع
مین ہے - ایک شخص نے ایک فامی (بنیا ۱۲) کے پاس کپڑے ودیعت رکھے اور فامی نے اپنی دکان مین رکھدیے
اور سلطان وقت ہر مہینہ مین لوگون سے کچھ مال لے لیتا تھا کہ اُس نے اپنا وظیفہ اُنپر مقرر کر رکھا تھا پس سلطان
نے اپنے وظیفہ مین وہ کپڑے لے لیے اور اُنکو دوسرے کے پاس رہن کر دیا اور وہ چوری گئے تو مشائخ نے
فرمایا کہ اگر فامی سلطان کو یہ کپڑے لینے سے منع نہین کر سکتا ہے تو ضامن نہوگا اور مرتہن ضامن ہوگا اور صاحب ودیعت
مختار ہے چاہے مرتہن سے ضمان لے یا سلطان سے ضمان لے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - عامل والی
نے کسی کے پاس ودیعت رکھی اُس نے اپنے بیت مین رکھدی پھر جب سلطان کے وظیفہ کے دن آئے
تو اُسنے اپنا اسباب اُٹھا لیا اور دوسری جگہ رکھا اور ودیعت وہین چھوڑ دی اور خود روپوش ہو گیا پس اُسکا
گھر اور ودیعت لوٹ لی تو وہ شخص ضامن ہوگا اگرچہ اُسنے اپنا بھی کچھ اسباب چھوڑ دیا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہے شیخ
نجم الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس اپنے کچھ کپڑے ایک بستہ مین لپٹے ہوئے
ودیعت رکھے اُس مستودع نے ایسے ہی بندھے ہوئے اپنے مہمان کے سر کے نیچے رات مین مثل تکیہ کے
رکھدیے پھر صاحب ودیعت کو اُسکی ودیعت واپس دی پھر مالک نے کہا کہ میرے کپڑے اُسمین اسقدر
تھے اُسمین سے بعض ندارد ہین تو شیخ رح نے فرمایا کہ جبتک یہ ثبوت نہو کہ اُسمین اسقدر کپڑے تھے اور اُنمین سے
اسقدر اس رات مین مہمان کے سر کے نیچے رکھنے سے ضائع ہوئے ہین تب تک ضمان واجب ہونے کی کوئی صورت
نہین ہے اور اگر یہ امر ثابت بھی ہو جاوے تو بھی مستودع جبتک وہان حاضر رہا ہے تب تک فقط سر کے نیچے رکھنے سے ضمان

واجب نہین کیجا سکتی ہی ہان جب وہان سے اُسکے سر کے نیچے چھوڑ کر غائب ہوا تب ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین
لکھا ہی- ایک شخص کے پاس ایک زنبیل ودیعت رکھی کہ جسمین ٹھیکری کے آلات نقشے بھر کر واپس لے لی اور دعوی
کیا کہ اسمین ایک بنتولا تھا وہ نہین ہی پس مستودع نے کہا کہ مین نے تجھسے زنبیل لیکر اپنے قبضہ مین ودیعت رکھی تھی
مجھے نہین معلوم کہ اسمین کیا تھا تو اُسپر ضمان نہین ہی اور قسم بھی نہین آتی ہی- اسی طرح اگر کسی کے پاس درہمون کی تھیلی
ودیعت رکھی اور مستودع کے سامنے اسکو وزن نکردیا پھر دعوے کیا کہ اسمین اُس سے زیادہ تھے تو بھی اُسپر قسم
نہین آتی ہی ہان اُسوقت آویگی کہ جب اُسپر کسی فعل کا مثل ضائع کردینے یا کوئی نقصان کردینے کا دعوے کرے یہ
خزانۃ المفتین مین ہی- مودع نے اگر مستودع کے قبضہ سے دوسرے شخص کی ودیعت لے لی اور اپنی ودیعت چھوڑ دی
تو مستودع ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس نے اسکو معائنہ کیا ہو اگرچہ یہ جانتا ہو کہ جسپر اُس نے قبضہ کیا ہی وہ مودع کا حق ہی
یا غیر کا حق ہی یہ جواہر الفتاوی مین لکھا ہی- ایک عورت نے کسی شخص کا کپڑا اُجرت پر دھویا اور اپنی چھت کی منڈیر پر
سکھانے کے واسطے لٹکا دیا اور دوسرا کنارہ دوسری طرف پڑا ہی وہ ضائع ہوگیا تو عورت ضامن ہوگی یہ خلاصہ مین
لکھا ہی ایک عورت نے لوگون کے کپڑے دھوئے اور کپڑون کو چھت پر سوکھنے کے واسطے ڈالا پس اگر چھت کی منڈیر
ہو تو ضامن نہوگی اور بعض نے کہا کہ اگر منڈیر بلند ہو تو ضامن ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی- ایک شخص کے قبضہ
مین دوسرے کا مال ہی اُس سے سلطان ظالم نے کہا کہ اگر تو مجھے وہ مال نہ دیگا تو تجھے ایک مہینہ قید کرونگا یا تجھے
مارونگا یا لوگون مین رسوا پھراؤنگا تو اُسکو دینا جائز نہین ہی- اور اگر دیدیگا تو ضامن ہوگا اور اگر یون کہا کہ تیرا ہاتھ
کٹوا دونگا یا تجھے پچاس کوڑے مارونگا تو دیدینے سے ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی- سلطان
نے مستودع کو ڈرایا کہ اگر تو مجھے ودیعت نہ دیگا تو مستودع کا مال تلف کرادونگا اُسنے دیدی پس اگر اُسکے پاس
بقدر کفایت باقی ہی تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکا کل مال سلطان نے لے لیا تو وہ بیچارہ معذور ہی اُسپر ضمان نہ آویگی یہ خزانۃ المفتین
مین لکھا ہی- مستودع نے اگر مصحف ودیعت مین پڑھا اور پڑھنے کی حالت مین وہ تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا
یہی حکم رہن کے مصحف کا ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی- اگر کاغذات ودیعت مین دیئے اُسنے اپنے صندوق
مین رکھے اور صندوق کے اوپر اپنے پینے کا پانی رکھا اور پانی اُسکے اوپر ٹپکا اور کاغذات تلف ہوئے تو ضامن نہوگا
یہ قنیہ مین لکھا ہی- اگر اُسنے کہا کہ ودیعت جاتی رہی اور مجھے نہین معلوم کیونکر جاتی رہی تو متاخرین نے اسمین اختلاف
کیا ہی اور اصح یہ ہی کہ وہ ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ مین نے ودیعت فروخت کی اور اُسکے دام وصول کرلیئے تو ضامن
نہوگا جب تک کہ یون نہ کہے کہ مین نے اسکو ودیعت سپرد کردی یہ خلاصہ مین ہی- اور اگر مالک سے کہا کہ تو نے
مجھے ودیعت ہبہ کردی یا میرے ہاتھ فروخت کردی اور مالک نے انکار کیا پھر ودیعت تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا
یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی- دوسرے شخص کے پاس ایک طشت ودیعت رکھا اور مستودع نے اپنے گھر کے تنور پر
وہ طشت اوندھا دیا اُسپر کوئی چیز گری اور طشت ٹوٹ گیا پس اگر تنور پر ڈھانکنے کی غرض سے رکھا تھا تو ضامن ہوگا
اور اگر اس غرض سے نہین رکھا تھا بلکہ عادت کے طور پر وہین رکھدیا تو ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- ایک شخص
کے پاس طباق ودیعت رکھا اُس نے گول کے منہ پر رکھدیا اور وہ ضائع ہوگیا پس اگر بطور استعمال کے
رکھا ہی تو ضامن ہی ورنہ ضامن نہین ہی اور اُسکے پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ اگر گول مین کچھ پانی یا آٹا وغیرہ ڈھانکنے

کے لائق کوئی چیز ہو تو ڈھکنا بطریق استعمال ہو ورنہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مستودع کے ہاتھ سے کوئی چیز
گر پڑی اور اُس سے ودیعت کو خراب کر دیا تو مستودع اسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر مستودع نے بدون موجودگی
مودع کے اپنی ذات پر اس امر کے گواہ کر لیے کہ میں نے ودیعت اُسکے مالک سے قرض لی ہے تو اُسپر ضمان
واجب نہوگی الا اس صورت میں لازم آویگی کہ مستودع اسکو کچھ حرکت دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ودیعت میں
اگر کوئی تراکم ہوا اور مستودع اسکو لیکر چھت پر چڑھ گیا وہاں اس سے پردہ کیا پھر ہوا کا جھونکا آیا اور اُسکو
اسی جگہ لا ڈالا جہاں گھر میں رکھا تھا تو وہ شخص ضمان سے بری نہوگا کیونکہ اُسنے قصداً تعدی کی تھی اور تعدی کا
ترک کرنا اُس سے قصداً نہیں پایا گیا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اور ضمیریہ میں ہے کہ امانت رکھی اور کہا کہ
میری امانت جسکے ہاتھ چاہے بھیجدینا اُسنے ایک امانت دار آدمی کے ہاتھ بھیجدی اور وہ تلف ہوئی تو بعض نے
کہا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے کہا کہ ضامن نہوگا کیونکہ اسکا یہ کہنا کہ جسکے ہاتھ چاہے یہ معلوم بات ہے کہ عام
حکم دیا ہے بخلاف اس قول کے کہ ایک مرد کے ہاتھ بھیجدینا کہ اسمیں مرد مجہول ہے پس یہ حکم نہیں صحیح ہوگا یہ تاتارخانیہ میں
لکھا ہے۔ فتاوائے نسفی میں ہے کہ ایک پن چکی کا مالک پن چکی خانہ سے نکل کر پانی دیکھنے چلا گیا اور یہاں گیہوں
چوری گئے پس اگر دروازہ کھلا چھوڑ گیا اور خود دور چلا گیا ہے تو ضامن ہوگا کذا فی الخلاصہ بخلاف مسئلہ کاروان
سرا کے کہ جسمیں اُترنے کی کوٹھریاں بنی ہوتی ہیں اور ہر کوٹھری کا قفل ہے اور وہ شخص نکل کر دروازہ
کھلا ہوا چھوڑ کر چلا گیا اور کسی چور نے آکر کچھ چیز لے لی تو ضامن نہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ ودیعت کا چوپایہ
اگر بیمار ہو گیا یا زخمی ہو گیا پس مستودع نے ایک آدمی کو اسکے علاج کے واسطے حکم کیا اُسنے علاج کیا اور وہ ہلاک
ہو گیا تو چوپایہ کے مالک کو اختیار ہے چاہے مستودع سے ضمان لے یا معالج سے ضمان لے پس اگر مستودع سے
ضمان لی تو وہ کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر معالج سے ضمان لی پس اگر معالج کو یہ معلوم تھا کہ یہ چوپایہ اس شخص کا
نہیں ہے جسنے علاج کرایا ہے تو وہ اس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر یہ معلوم نہوا کہ یہ دوسرے کا ہے
یا گمان کیا کہ یہ اسی کا ہے تو اُسی سے واپس لے لیگا یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے۔ اگر زمیندار کا بیل کاشتکار کے
پاس ہو اُسنے چرواہے کے پاس چرانے کو بھیجا اور وہ ضائع ہو گیا تو نہ وہ ضامن ہوگا نہ چرواہا ضامن ہوگا
اور مستعار اور کرایہ کے بیل کا بھی یہی حکم ہے شیخ رح نے فرمایا کہ مشائخ رح سے اس مسئلہ میں روایات مختلف
آئی ہیں اور جو مذکور ہوا اسی پر فتوے دیا گیا ہے کیونکہ مستودع مثل اپنے مال کے ودیعت کی حفاظت کرتا ہے
اور ظاہر ہے کہ وہ اپنے بیل کو چرواہے کو دیتا ہے اسی طرح ودیعت کے بیل کا بھی یہی حکم ہے اور اگر بیل چھوڑ دیا وہ
چرتا پھرتا ہے اور ضائع ہو گیا تو مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے شیخ رح نے فرمایا کہ فتوے اسی پر ہے اور وہ ضامن
نہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک بکری ودیعت دی اور مستودع نے اپنی بکریوں کے ساتھ چرواہے کو
حفاظت کے لیے دیدیں اور وہ بکری چوری گئی تو مستودع ضامن ہوگا جبکہ چرواہا خاص مستودع کا نہو یہ قنیہ میں ہے
ایک شخص نے دوسرے کو ایک گدھا دیا وہ [illegible] پس مستودع نے گدھے کے مالک سے کہا کہ تو میرا
گدھا لے اور اُس سے کام نکال جب تک کہ میں تجھے تیرا گدھا واپس دوں وہ گدھا مالک کے پاس تلف ہو گیا
پھر مستودع نے اسکا گدھا واپس دیا تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ اسکو قبضہ کر لینے کی اجازت دی تھی یہ خلاصہ میں ہے۔ مستودع

اگر نخل ودیعت سے پھل جھاڑ لیے تو استحساناً اُسپر ضمان نہ آویگی بشرطیکہ اُسنے اسطرح جھاڑ لیے ہوں جیسے دوسرے جھاڑتے ہیں اور اُسکے فعل سے اُسمیں کوئی نقصان نہ بیٹھ گیا ہو اور اگر اُسکے فعل سے اسمین کوئی نقصان بیٹھ گیا ہو تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے مستودع نے اگر ودیعت میں کچھ تعدی کی مثلاً چوپایہ تھا اُسپر سواری لی یا غلام سے خدمت لی یا کپڑا پہن لیا یا غیر کے پاس ودیعت رکھدیا پھر تعدی دور کردی اور اپنے قبضہ میں لے لیا تو ضمان اُس سے ساقط ہو جائیگی بشرطیکہ سواری یا خدمت لینے یا پہننے سے اُسمین نقصان نہ آیا ہو اور اگر نقصان آیا ہو تو ضامن ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے پس حاصل یہ ہے کہ اگر مستودع نے ودیعت میں مخالفت کی پھر موافقت مالک کی جانب عود کیا تو ضمان سے اسوقت بری ہوگا جب مالک عود میں اُسکی تصدیق کرے اور اگر تکذیب کی تو بری نہوگا ولیکن اگر موافقت کی طرف عود کرنے کے گواہ قائم کرے تو تصدیق کیجاویگی اور ایسا ہی شیخ الاسلام ابوبکر نے شرح کتاب الودیعۃ میں ذکر کیا ہے اور ہمنے دوسرے مقام پر دیکھا کہ مستودع نے اگر مخالفت چھوڑ دی اور موافقت کی طرف عود کیا اور مودع نے اُسکے قول کی تکذیب کی تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے - اگر ودیعت کی مادہ جانور پر اُسکا نر چھوڑ دیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا اور بچہ جننے کے سبب سے وہ ہلاک ہوگئی تو ضامن ہوگا اور بچہ مالک کو ملیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے مستودع نے اگر ودیعت کا لباس ایک روز پہنا اور پھر اُتار دیا اور نیت یہ ہے کہ پھر پہنونگا اور اس درمیان میں وہ کپڑا تلف ہوگیا تو ضامن ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے - ودیعت کا کپڑا پہنا اور جہاں پانی جاری تھا وہاں اس غرض سے گیا کہ پانی میں غوطہ لگائے پس کپڑے اُتار کر اس چشمہ کی لگر پر رکھدیے پھر جب پانی میں غوطہ مارا تو کپڑے چوری گئے تو ضامن نہوگا کذا فی خزانۃ المفتین اور بعض نے کہا کہ اسمین اعتراض ہے بدلیل مسئلہ محرم کے کہ محرم نے اگر حالت احرام میں سلا ہوا کپڑا پہنا پھر اُتار دیا پھر دوبارہ پہنا پس اگر پھر پہننے کی نیت سے اُتارا تھا تو ایک ہی جزا لازم آویگی یعنے اس فعل ناجائز کے عوض جو جرمانہ پڑتا ہے وہ ایک ہی جرمانہ دینا پڑیگا اور اگر اُسنے اس قصد سے نہیں اُتارا ہو تو جتنی دفعہ ایسا کرے اُتنی ہی جزا لازم آویگی پس اُسپر قیاس کرکے مستودع کو بری الضمان نہونا چاہیئے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے - لباس ودیعت کو اپنے کپڑوں کے ساتھ حوض کے کنارے رکھدیا اور نہانے کے واسطے گھسا پھر اپنے کپڑے پہن لیے اور لباس ودیعت بھول گیا جب پانی میں غوطہ مارا اُسوقت چوری گئے تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے - ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم ودیعت دیے پس اُسنے بعوض اُن درموں کے کوئی چیز خریدی اور یہ درم دیدیے پھر یہی درم بسبب عیب یا خریدکے واپس لیکر اپنی جگہ پر رکھدیے یعنی ودیعت میں رکھے پھر وہ ضائع ہوگئے تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے - اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر درم ودیعت بحکم مالک ودیعت اپنے قرضخواہ کو دیدیے اُسنے زیوف پاکر پھر مستودع کو واپس کردیے اور وہ تلف ہوگئے تو ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے - اگر کسی شخص کے پاس درم یا دینار یا کوئی کیلی یا وزنی چیز ودیعت میں دی اُسنے اسمین سے کسی قدر اپنی حاجت ذاتی میں صرف کردی تو جسقدر صرف کی ہے اُسی کا ضامن ہوگا باقی کا ضامن نہوگا اور اگر اُسنے جسقدر صرف کیا ہے اسیقدر اُسکے مثل لاکر باقی میں ملادی تو کل کا ضامن ہوگیا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ ملادینے کے وقت اپنے مال پر ایسی کوئی علامت نہ کی جس سے تمیز کیجا سکتی ہو اور اگر ایسی علامت کردی ہے جس سے تمیز ہوجاوے تو صرف اُسیقدر کا ضامن ہوگا جتنی کا

له قوله اور اگر ... فان المراد ان الفعل قول بالعود ... المستودع

اُس سے قرض چکا دیا ہو یا صدقہ کر دیا ہو اور پھر مستودع کو جبراً دینا ہو اور یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مستودع کو یہ ڈر ہو کہ اس صورت میں وہ کل ودیعت کا ضامن
ہو گیا ہے پس اُسنے تمام ودیعت فروخت کر دی پھر جب مالک ودیعت آیا تو اسکو ضمان دیدی حالانکہ جسقدر ضمان
دی ہے اُس سے زیادہ ودیعت کے فروخت میں دام حاصل ہوئے ہیں تو مستودع کو اسقدر حصہ کی زیادتی
حلال ہے جو اُسنے ملا دیا تھا اور باقی ودیعت کے حصہ کی زیادتی صدقہ کر دے یہ امام اعظم رح اور امام محمد رح کا
قول ہے۔ اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب ودیعت کی چیز فروخت کے لائق ہو اور اگر درم ہوں اور درموں سے
کوئی چیز خریدی پس اگر بعینہ انھیں درموں سے خریدی اور یہی درم ادا کیے تب بھی اسکو زیادتی حلال نہیں ہے۔
اور اگر ان درموں سے خرید قرار دی مگر داموں میں دوسرے درم دیے یا خرید میں مطلقاً درموں سے خرید
قرار دی پھر یہی درم ادا کیے تو اس صورت میں اُسکو نفع حلال ہے۔ اسی طرح اگر ان درموں سے کوئی کھانے
کی چیز خریدی اور یہ درم ادا کیے تو انکا ڈانڈ ادا کر دینے سے پہلے اسکو اُس چیز کا کھانا حلال نہیں ہے اور اگر خرید میں
اُن درموں کو ثمن قرار نہ دیا بلکہ مطلقاً درموں سے خریدی پھر یہ درم ادا کیے تو اس چیز سے انتفاع حلال ہے۔
کذا فی المبسوط اور اگر انمیں سے کچھ درم خرچ کرنے کی نیت سے لیے اور اُنکو خرچ میں نہ لایا یہانتک کہ باقی
پھر ملا دیے پھر سب تلف ہو گئے تو اُسپر ضمان نہ آویگی یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر کسی کو بندھی ہوئی تھیلی ودیعت دی اُسنے
کھول ڈالی یا مقفل صندوق دیا اُسنے قفل کھول ڈالا حالانکہ اُسمیں سے کوئی چیز نہیں لی یہانتک کہ وہ ضائع ہو گئی تو
اُسپر ضمان نہ آویگی کذا فی البدائع ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ نقد ودیعت خرچ کرنے یا کپڑے کو پہننے کے لیے
نکالا وہ تلف ہوا تو ضامن نہوگا یہ شرح قدوری بغدادی میں ہے۔ مستودع نے اگر مال ودیعت اپنے مال یا
دوسری ودیعت میں اسطرح ملایا کہ شناخت نہیں ہو سکتی ہے تو ضامن ہوگا کذا فی السراجیہ۔ خلط یعنی ملا دینا چار طرح
کا ہے۔ ایک خلط بطریق مجاورت کے باوجود اُسکے آسانی سے تمیز ہو سکے جیسے دودھیا درموں کو کالے درموں
میں یا سونے کو چاندی میں ملانا ہے اور ایسے ملانے سے بالاجماع مالک کا حق منقطع نہیں ہوتا ہے اور جدا کر دینے
سے پہلے مال تلف ہو جاوے تو امانت میں تلف شدہ قرار دیا جائیگا جیسا ملا دینے سے پہلے تلف ہونے کا حکم ہے
اور دوسرا خلط بطریق مجاورت کے باوجود اسکے کہ جدا کر لینا متعذر ہو جیسے گیہوں کو جو میں ملا دینا اور ایسے ملانے سے
بعض روایات کے موافق مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہے کذا فی المضمرات اور یہی صحیح ہے کذا فی الجوہرۃ النیرہ اور تیسرا خلط بطریق
ممازجت کے اسطرح کہ ایک جنس کو اسکی خلاف جنس میں ممزوج کر دے جیسے تیل کو شہد میں ملانا اور ایسے خلط سے بھی
بالاجماع مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہے۔ اور چوتھا ایک جنس کو اسی جنس میں بطور ممازجت کے خلط کرے جیسے روغن بادام
کو روغن اخروٹ میں ملانا یا بطریق ممازجت کے خلط نہ کرے جیسے گیہوں کو گیہوں میں ملانا یا دودھیا درموں کو دودھیا
درموں میں ملانا اور ایسی صورت میں امام اعظم رح کے نزدیک مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ اسکو بعینہ اسکا
حق پہونچا دینا متعذر ہے اور مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے مستودع کے ساتھ اسی مخلوط میں شرکت کر لے یا اپنے حق کے
مثل ڈانڈ لے کذا فی المضمرات اور اس اختلاف کا ثمرہ ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جب اُسنے خلط کر کے دوسرے کو بری کیا
تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکو مخلوط لینے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ابراء کی وجہ سے ضمان لینے کا
اختیار منقطع ہو گیا پس مخلوط میں شرکت کر لینا متعین ہو گیا اور یہ صورت اختلاف کی اُسوقت کہ مستودع نے بدون اسکے...

اجازت کے درمون مین خلط کیا ہو اور اگر اجازت سے خلط کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک حکم مختلف نہوگا وہی حکم
رہیگا کہ بہرحال مین ملک منقطع ہوگی اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ انھون نے اقل کو اکثر کے تابع قرار دیا ہی۔ اور
امام محمد رح نے فرمایا کہ بہرحال مین شریک ہوجاینگا اور امام ابو یوسف رح اسیطور سے ہر تابع کو اسکی جنس مین ملا دینے کی صورت
مین اکثر کا اعتبار کرتے ہین اور امام اعظم رح سب مین حق مالک منقطع ہوجانے کا حکم دیتے ہین اور امام محمد رح سب مین شرکت کا
حکم دیتے ہین کذا فی الکافی اور اگر چاندی کو گلانے کے بعد خلط کیا تو وہ بھی بالاجماع ضامن ہوجائیگا کیونکہ خلط کرنے کے وقت
حقیقۃً وہ مائع تھی پس اختلاف مذکور اسمین جاری ہوگا کذا فی التبیین۔ فتاوی عتابیہ مین ہی کہ اگر مستودع کے پاس ایک ہی
شخص کے گیہون وجو ودیعت ہون تو ان دونون کو خلط کرنے سے دونون کا ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور جس شخص
نے ودیعت کو خلط کیا ہی اگر وہ شخص مستودع کے عیال مین شامل ہو وہ بیٹا ہو خواہ چھوٹا ہو تو مستودع پر ضمان نہ آویگی وہی
ضامن ہوگا جسنے خلط کیا ہی اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ مودع و مستودع کو بعینہ اس چیز کے لینے کی کوئی راہ نہین جبکہ
غیر شخص نے خلط کر دیا ہی ہان اس خلط کرنے والے سے دونون ضمان لے سکتے ہین اور صاحبین رح نے فرمایا کہ دونون
اختیار ہی چاہین اس خلط کرنے والے سے ضمان لین یا بعینہ اس مخلوط کو لے لین اور دونون باہم شریک ہوجاوینگے
خواہ ملا دینے والا اس صورت مین بالغ ہو یا نابالغ ہو کذا فی السراج خواہ آزاد ہو یا غلام ہو کذا فی الذخیرہ اور مشائخ نے
فرمایا ہی کہ خلط کرنیوالے کو دینار اپنے کھانے مین خرچ کرنا حلال نہین ہی تاوقتیکہ انکے مثل دینار یا انکا تاوان ادا نہ کرے اور
اگر خلط کرنیوالا ایسا غائب ہو کہ اسپر قابو نہین چلتا ہی پس اگر دونون اس امر پر راضی ہون کہ اس مخلوط کو ایک شخص لے لے
اور دوسرے کو اسکے مال کی قیمت ادا کرے تو جائز ہی اور اگر اس امر سے دونون یا ایک نے انکار کیا اور دونون نے
کہا کہ ہم اسکو فروخت کرینگے تو فروخت کے بعد اسکے ثمن مین موافق اپنے اپنے حصہ کے دونون شریک ہونگے پس اگر شئ مخلوط
مین گیہون و جو ہون تو گیہون والا مخلوط گیہون کی قیمت کے حساب سے شریک ٹھہرایا جائیگا اور جو والا مخلوط جو کی قیمت کے
حساب سے شریک قرار دیا جائیگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر بدون مستودع کے فعل کے ودیعت کا اسکے
مال مین خلط ہوگیا تو دونون ایک دوسرے کے شریک ہوجاوینگے پس اگر اسکے صندوق کے اندر تھیلی پھٹ گئی
اور ودیعت کے درم اسکے ذاتی درمون مین مل گئے تو اسپر ضمان نہ آویگی اور دونون مخلوط مین شریک ہوجاوینگے اور
اگر اسمین سے کچھ تلف ہوگئے تو دونون کا مال گیا اور باقی درمون مین موافق حق کے تقسیم ہونگے پس اگر ایک کے
ہزار درم اور دوسرے کے دو ہزار ہون تو باقی مال دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا۔ اور ولوالجی نے اپنے فتاوی
مین فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ دونون کے دراہم ثابت ہون یا شکستہ ہون اور اگر ایک کے دراہم ثابت اور
دوسرے کے شکستہ ہون تو دونون مین شرکت ثابت نہوگی بلکہ ہر ایک کا مال جدا کر کے مستودع اپنا مال اپنے
پاس رہنے دیگا اور مودع کا مال اسکو دیگا اور ایک کے دراہم ثابت کھرے ہون مگر انمین کچھ درم ردی
بھی ہون اور دوسرے کے ثابت ردی درم ہون مگر انمین کچھ درم جید یعنی کھرے بھی ہین تو خلط ہونے کی
صورت مین دونون مین شرکت ثابت ہوجائیگی پھر تقسیم کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ اگر دونون نے باہم ایک دوسرے
کی تصدیق کی کہ ایک کا دو تہائی مال کھرا اور ایک تہائی ردی ہی اور دوسرے کا دو تہائی ردی اور ایک تہائی کھرا ہی
تو مخلوط مال کے کھرے درمون کے تین حصہ کیے دو تہائی ایکو اور ایک تہائی ایک کو بقدر انکے مال کے ملینگے اور

روپے بھی اسی طرح تین تہائی تقسیم کر دیے جاوینگے۔ اور اگر دونوں نے اس طور سے ایک دوسرے کی تصدیق نہ کی پس اگر یہ امر معلوم نہیں ہوتا کہ کس طرح کیسا ہوا اور ہر ایک نے دعوی کیا کہ میرا دو تہائی مال کھرا اور ایک تہائی ردی ہوا اور دوسرے کا دو تہائی ردی اور ایک تہائی کھرا ہو تو ہر ایک کو تہائی کھرے درم دیے جاوینگے کہ اس پر دونوں کا اتفاق ہے کہ ہر ایک کے دو تہائی درم کھرے تھے پس اسقدر لے لینگے اور باقی ایک تہائی میں اختلاف ہے ہر ایک دعوی کرتا ہے کہ یہ میرے ہیں حالانکہ یہ تہائی دونوں کے قبضہ میں آدھے آدھے ہو وہیں پس ہر ایک اس تہائی کی نصف یعنی کل کے چھٹے پر قابض ہے پس ہر ایک کا قول اسکے مقبوضہ میں مقبول ہوگا اور ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو دونوں دعوے سے بری ہو گئے اور مال دونوں کے قبضہ میں جیسا تھا ویسا ہی چھوڑ دیا جاویگا اور اگر دونوں نے نکول کیا تو ہر ایک کے واسطے اس تہائی کے نصف کی ڈگری کیجاویگی جو دوسرے کے قبضہ میں ہے۔ اسی طرح اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک نے قسم کھالی اور دوسرے نے نکول کیا تو قسم کھانے والا بری ہو گیا اور نکول کرنے والا اپنا مقبوضہ نصف تہائی یعنی کل کا چھٹا حصہ دوسرے کو دیدے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر مخلوط مال میں ایک گیہوں اور دوسرا جو ہوں پس اگر دونوں نے کسی امر پر اتفاق کیا تو موافق اتفاق کے حکم دیا جائیگا اور اگر اتفاق نہ کیا تو مخلوط کی قیمت اندازہ کیجائیگی پس گیہوں والا اسمیں جو ملے ہوئے گیہوں کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور جو والا گیہوں سے ملے ہوئے جو کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائیگا کذا فی الحاوی

پانچواں باب تجہیل ودیعت کے بیان میں۔ اگر مستودع نے انتقال کیا اور ودیعت کی شناخت نہ کرائی تو ودیعت اسکے ترکہ میں قرضہ ہو جاویگی کہ اسکے ایام صحت کے قرضوں کے برابر شمار کیجاویگی یعنی جو انکا حال ہے وہی اسکا حال ہوگا کذا فی التہذیب۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مستودع مرا اور ودیعت کا حال معلوم نہ تھا اور اگر وارث ودیعت کو جانتا ہو اور مستودع کو معلوم ہو کہ وارث جانتا ہے پس مستودع نے بیان نہ کی اور مر گیا تو ضامن نہ ہوگا کذا فی الفصول العمادیہ لیکن اگر وارث نے کہا کہ میں نے ودیعت کو معلوم کر لیا تھا اور مودع نے اس سے انکار کیا پس اگر وارث نے ودیعت کو صاف صاف بیان کر دیا اور کہا کہ اسقدر ایسی چیز تھی اور میں نے اسے معلوم کر لیا تھا اور وہ تلف ہو گئی تو اسکی تصدیق کیجاویگی اور یہ صورت اور جبکہ ودیعت خود اسکے پاس ہو اور اس نے کہا کہ تلف ہو گئی دونوں یکساں ہیں مگر ایک بات میں فرق ہے کہ وارث نے اگر چور کو ودیعت لینے کی طرف راہ بتائی تو ضامن نہ ہوگا اگر مستودع نے راہ بتائی تو ضامن ہوگا قال المترجم تاویل المسئلۃ عندی انہ یضمن اذا لم ینہ عند الاخذ واما لو منع عند الاخذ بعد ما دل لا یضمن کما فی المتون فافہم واللہ اعلم کذا فی الخلاصۃ۔ اگر طالب اور وارثان مستودع میں اختلاف ہوا اور مودع نے کہا کہ مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مر گیا ہے اور وارثان مستودع نے کہا کہ اسکے مرنے کے روز ودیعت بعینہ قائم تھی اور معروف تھی پھر اسکے مرنے کے بعد تلف ہوئی تو مودع کا قول قبول ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر وارثوں نے کہا کہ اسنے اپنی حین حیات میں ودیعت واپس کر دی ہے تو بدون گواہوں کے یہ قول اسکا مقبول ہوگا اور مودع کے مال میں ضمان آویگی اور اگر وارثوں نے گواہ قائم کیے کہ مستودع نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ میں نے ودیعت واپس کر دی ہے تو مقبول ہونگے۔ اور اگر مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مر گیا اور وارث نے وجہ سے کہا کہ ودیعت اسکی زندگی میں ضائع ہو گئی تھی تو وارث کا قول

قبول نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر مستودع نے انتقال نہ کیا بلکہ اُسکو جنون مطبق ہو گیا اور اُسکے پاس بہت قسم کا مال ہے اُسمیں سے ودیعت تلاش کی گئی تو نہ ملی اور لوگوں کو اُسکے اچھے ہو جانے یعنی عاقل ہو جانے سے یاس ہو گئی تو ودیعت اُسکے مال پر قرضہ قرار دیجائیگی اور قاضی اُسکی طرف سے ایک ولی مقرر کر دیگا اور وہ قرضہ ودیعت کو اُسکے مال سے لیکر جسکو دیگا اُس سے ایک کفیل ثقہ لے لیگا کذا فی الذخیرہ اور مترجم کہتا ہے کہ کفیل ثقہ سے مراد یہ ہے کہ اُسکا گھر بار ذاتی موجود ہو کر ایسا پر نہو نہ خانہ بدوش ہو کذا قیل واللہ اعلم۔ پھر اُسکے بعد اُسکو افاقہ ہو گیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے ودیعت مودع کو واپس دیدی تھی یا وہ میرے پاس ضائع ہو گئی یا کہا کہ مجھے ودیعت کا حال نہیں معلوم ہے تو اُس سے ودیعت کے بارہ میں قسم لیجاویگی اور اپنا مال واپس کر لیگا یہ ینابیع میں لکھا ہے۔ اور اگر مستودع نے اپنی عورت کو ودیعت دیدی تھی پھر مر گیا تو عورت پکڑی جاویگی پس اگر عورت نے کہا کہ ودیعت ضائع ہو گئی یا چوری گئی تو قسم سے اُسکا قول مقبول ہوگا۔ اور کسی پر کچھ ضمان نہ آویگی۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے مستودع کے مرنے سے پہلے اُسکو ودیعت واپس دی تھی تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور اسقدر مال میں سے قرضہ شمار کر کے وصول کیا جاویگا جو عورت کو اپنے شوہر سے میراث ملا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر فقط مستودع ہی کے کہنے سے یہ بات معلوم ہوئی ہو کہ اُس نے اپنی جورو کو دیدیا ہے مثلاً اُس سے قبل موت کے دریافت کیا تھا کہ ہزار درم جو تجھے فلان شخص نے ودیعت دیے تھے وہ تو نے کیا کیے اُسنے کہا کہ میں نے اپنی عورت کے سپرد کر دیے پھر مر گیا اور عورت سے دریافت کیا گیا اُسنے انکار کیا کہ مجھے نہیں دیے ہیں تو عورت سے قسم لیجاویگی اور اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر میت نے کچھ مال چھوڑا ہو تو جسقدر عورت کی میراث میں آویگا اُسمیں یہ ودیعت قرضہ قرار دیجائیگی یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب نے کہا کہ میں نے فلان صراف کے پاس مال مضاربت ودیعت رکھا پھر مر گیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور نہ اُسکے وارثوں پر کچھ واجب ہوگا پھر اگر صراف نے کہا کہ مجھے ودیعت کچھ نہیں دیا ہے تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُسپر اور وارثان میت پر کچھ واجب نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر صراف نے قبل اُسکے کچھ اقرار کرے مر گیا اور صراف کو ودیعت دینا فقط مضارب ہی کے قول سے معلوم ہوا ہے تو صراف پر اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر صراف کو گواہوں کے سامنے یا صراف کے اقرار پر دیے ہیں یعنی صراف مقر ہوا ہے اگرچہ گواہوں کے سامنے دیے نہوں پھر مضارب مر گیا پھر صراف مر گیا اور اُس ودیعت کو بیان نہ کیا تو صراف کے مال میں قرضہ قرار دیجائیگی اور مستودع پر کچھ واجب نہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مضارب مر گیا حالانکہ صراف زندہ موجود ہے اُسنے کہا کہ میں نے مضارب کی حین حیات میں اُسکو ودیعت واپس کر دی تھی تو اُسی کا قول لیا جائیگا اور قسم لیجاویگی اور اُسپر ضمان نہ آویگی اور نہ میت پر ضمان آویگی یہ محیط میں ہے۔ ہل امانت میں کبھی یہی حکم ہے کہ اگر بدون بیان کیے مر جاوے تو انکی ضمان لازم آجاتی ہے الا صرف تین مسئلوں میں امانت مضمون نہیں ہوتی ہے اول یہ کہ متولی وقف اگر مر جاوے اور جو کچھ حاصلات وقف اُس نے وصول کی ہے اُسکی شناخت نہو اور اُسنے بیان نہ کی تو اُسپر ضمان نہ آویگی۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر سلطان جہاد کے واسطے نکلا اور اہل جہاد نے غنیمت حاصل کی اور بعد احراز کے سلطان نے کچھ غنیمت کسی شخص کے پاس جو غنیمت حاصل کرنے والوں میں سے ہے ودیعت رکھی پھر سلطان مر گیا اور بیان نہ کیا کہ کسکے پاس ودیعت رکھی تھی تو اُسپر ضمان نہ آویگی۔ اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ دو شخصوں میں

شرکت مفاوضہ تھی اگر ان دونوں میں سے ایک شخص مرگیا حالانکہ اُسکے پاس مال شرکت ہے اور اُسنے بیان نہ کیا تو اُسپر ضمان نہیں ہے
یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے - قاضی نے اگر یتیمون کا مال اپنے قبضہ میں لے لیا اور بدون بیان کیے ہوئے
مرگیا تو اُسکی دو صورتیں ہیں اگر اُس نے اپنے گھر مین رکھا اور معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مال کہاں ہے تو ضامن ہوگا اور اگر کسی
قوم کو دیدیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کسکو دیا ہے تو اُسپر ضمان نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر قاضی نے کہا کہ مال میرے
پاس سے ضائع ہوگیا یا میں نے یتیم کے مصارف میں خرچ کردیا تو اُسپر ضمان نہیں ہے اور اگر بدون سبب بیان کرنے کے
مرگیا تو ضامن ہوگا کذا فی الینابیع - نوادر ہشام میں ہے کہ ایک وصی نے انتقال کیا حالانکہ اُسکے قبضہ میں کسی یتیم کا مال
تھا اور اسے معلوم نہیں کہ وہ مال کہاں ہے اور نہ اُسنے خود بیان کیا تو یہ مال اُسکے ترکہ میں سے ڈانڈ لیا جائیگا اور
اگر بیان کرگیا کہ اُسنے کسی شخص کو دیدیا ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کسکو دیا ہے تو ڈانڈ لیا جائیگا کیونکہ اُسکو یہ اختیار ہے
کہ حفاظت کے واسطے یتیم کا مال دوسرے کو دیدے - اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر یوں کہا
کہ یتیم کا مال میرے پاس ضائع ہوگیا یا میں نے اسکو یتیم پر خرچ کردیا تو ضامن نہوگا اور اگر ایسا بیان کرنے سے پہلے
مرگیا تو مال مذکور سے ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے - دو شریکون میں جو باہم مفاوضہ کے شرکت ہے ان میں سے ایک
شریک کو کسی نے کچھ ودیعت دی تھی وہ بدون بیان کے مرگیا یعنی کچھ حال ودیعت کا بیان نہ کیا اور مرگیا تو دونون
شریک ضامن ہونگے اور اگر زندہ شریک نے کہا کہ میرے شریک کی حین حیات میں اُسکے ہاتھ میں ضائع ہوگئی تو اُسکی
تصدیق نہ کیجائیگی یہ ذخیرہ میں ہے - منتقی میں مذکور ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک قاضی نے بطور ولایت کے یتیم
کی ہزار درم کی تھیلی قبضہ میں لے لی اور دوسرے یتیم کی ہزار کی تھیلی بھی قبضہ میں لے لی پھر ایک تھیلی خرچ کردی اور یہ
معلوم نہیں کہ کونسی تھیلی خرچ کردی ہے اور کونسی باقی ہے تو باقی ہزار درم کی تھیلی دونون لڑکون کو برابر تقسیم ہوگی پھر
جب دونون بالغ ہوجاوین تو ہر ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ دوسرے پر اسقدر کا دعوے کرے جو اُسپر خرچ کیا ہے اور اُس
سے قسم لے یہ محیط سرخسی میں ہے - ایک شخص کے قبضہ میں ہزار درم ہیں اُسکو دو شخص قاضی کے پاس لائے ہر ایک نے دعوی
کیا کہ میں نے یہ درم اُسکے پاس ودیعت رکھے ہیں اور مستودع نے کہا کہ تم دونون میں سے ایک نے یہ درم مجھے
ودیعت دیئے ہیں مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ دونون میں سے کون شخص ہے پس اگر دونون مدعیوں نے باہم اصطلاح سے صلح
کرلی کہ ہم دونون برابر دونون کو لیکر بانٹ لیں تو دونون کو یہ اختیار ہے اور مستودع کو یہ درم دونون کو سپرد کرنے
سے انکار کا اختیار نہیں ہے اور بعد اس صلح کے دونون کو باہم قسم لینے کی کوئی راہ نہوگی اور نہ دونون مستودع سے
قسم لے سکینگے - اور اگر دونون نے اسطرح صلح نہ کی اور ہر ایک نے دعوے کیا کہ یہ ہزار درم خاص میرے ہیں اور
مستودع سے لے لینے چاہے تو اُنکو یہ اختیار نہیں ہے ولیکن ہر ایک مستودع سے قسم لیگا پس مستودع یا تو دونون کی طلب پر
قسم کھا جائیگا یا دونون کی قسم سے انکار کریگا یا ایک کی قسم کھا لیگا اور دوسرے کی قسم سے انکار کریگا پس اگر دونون کی
طلب پر قسم کھا گیا تو دونون کا دعوی دفع ہوا پھر اُس قسم کھا لینے کے بعد دونون کو امام ابو یوسف رح کے نزدیک باہم
صلح کرکے ہزار درم لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور امام محمد رح کے نزدیک بعد اُس قسم لینے کے دونون کو باہم صلح کرکے
ہزار درم لے لینے کا اختیار ہے - اور اگر اُسنے دونون کی قسم سے انکار کیا تو اُن ہزار درم کی دونون کے نام نصفا
نصف ڈگری ہوگی اور مستودع دوسرے ہزار درم دونون کو ضمان دیگا اور اگر ایک کی قسم کھالی اور دوسرے کی قسم سے

انکار کیا تو جسکی قسم سے انکار کیا ہی اُسی کے نام ان ہزار درم کی ڈگری ہو گی اور جسکی قسم کھالی ہی اُسکے نام کچھ ڈگری نہو گی یہ غایۃ البیان میں ہی۔ اور قاضی کو چاہیے کہ فقط ایک مدعی کے قسم طلب کرنے اور مستودع کے انکار کرنے سے اُس مدعی کی مستودع پر ڈگری نہ کر دے جب تک کہ دوسرے مدعی کے لیے قسم نہ لے تاکہ وجہ حکم ظاہر ہو جاوے اور اگر ایک مدعی کی قسم طلب کرنے اور مدعا علیہ کے انکار کرنے سے قاضی اُس مدعی کے نام ڈگری ہزار درم کی کر دے حالانکہ قاضی کو یہ روا نہ تھا تو قاضی کا حکم نافذ ہو گا حتی کہ اگر پھر اسنے دوسرے کے واسطے قسم لی اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو وہ ہزار درم دونوں کو برابر ملینگے اور مدعا علیہ دوسرے ایک ہزار درم کی ضمان دیگا کذا فی الکافی اور اسی کو ہمارے مشایخ نے اختیار کیا ہی یہ غایۃ البیان میں ہی۔ پھر جب مدعا علیہ پر مدعی اول کی ڈگری ہو چکی تو اُس سے دوسرے مدعی کے واسطے بالاجماع قسم اس قول پر اختصار کرکے نہ لیجاویگی کہ واللہ اُسکا یہ غلام مثلاً مجھ پر نہیں ہی۔ ہاں اگر غلام ودیعت کے ساتھ اُسکی قیمت ملا کر قسم لے یعنی اسطور سے کہ واللہ اُسکا یہ غلام یا اس غلام کی قیمت کہ جو اسقدر ہی مجھ پر نہیں ہزار درم میں سے کچھ واجب ہی تو اس صورت میں اختلاف بیان کیا گیا ہی کہ امام محمد رح کے نزدیک قسم لینی روا ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکے خلاف ہی یہ تبیین میں ہی۔ اور اگر دونوں مدعیوں نے کسی مستودع پر دعوی کیا ہی کہ ہر ایک مدعی ہی کہ یہ مال معین میری ملک کا اُسکے پاس ودیعت ہی اور مستودع نے کسی ایک کے واسطے دونوں میں سے اقرار کر کے اُسکو دیدیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دوسرے کو یہ اختیار نہیں رہا کہ مستودع سے قسم لے اور امام محمد رح کے نزدیک لے سکتا ہی یہ کافی میں ہی۔ فتاوی عتابیہ میں ہی کہ اگر دو شخصوں میں سے ہر ایک نے زید کو ہزار درم ودیعت دیے تھے پھر ان میں سے ایک ہزار تلف ہو گئے اور معلوم نہیں ہوتا کہ کسکے تلف ہو گئے ہیں تو جب تک دونوں دعوے نہ کریں دونوں میں خصومت قرار نہ دیجاویگی پھر اگر ہر ایک نے دعوے کیا کہ جو موجود ہی وہ میرا مال ہی تو مستودع سے ہر ایک کے واسطے قسم طلب کیجاویگی پس اگر اُس نے دونوں کے دعوے سے قسم کھالی تو دونوں ان ہزار درم موجودہ کو لے لینگے اور کچھ اُس سے مواخذہ نہ کر سکینگے اور اگر دونوں کی قسم سے نکول کیا تو دونوں شخص موجودہ ہزار درم لے لیں اور ہر ایک کو اور پانچ سو درم ملینگے یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اگر کسی شخص کو کوئی باندی ودیعت دی گئی پھر مستودع نے انتقال کیا اور اُس باندی کو ظاہر بیان نہ کیا پھر لوگوں نے اسکی موت کے بعد باندی کو زندہ دیکھا تو مستودع پر ضمان نہ آویگی اور اگر اُسکی موت کے بعد باندی کو زندہ نہ دیکھا اور اُسکے وارثوں نے کہا کہ مستودع نے اپنی زندگی میں مودع کو واپس کر دی تھی یا باندی اُسکے قبضہ میں مر گئی تھی یا بھاگ گئی تھی تو انمیں سے کسی صورت میں وارثوں کا قول قبول نہو گا کیونکہ یہ لوگ اپنی ذات سے ضمان دور کرنا چاہتے ہیں اور مستودع سے باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت ڈانڈ لیجاویگی یہ محیط میں ہی اور اگر باندی کی قیمت بسبب کسی زیادتی یا نقصان آنے کے بدل گئی ہو تو مستودع کے مال سے ڈانڈ میں وہ قیمت لیجاویگی جو سب سے آخر میں باندی کو زندہ دیکھ کر اُسکی قیمت[1] نظروں میں تھی خواہ یہ قیمت قبضہ کے روز کی قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور یہی حکم عاریت اور اجارہ کی صورت میں ہی یہ ینابیع میں ہی۔ ایک لڑکا خرید و فروخت کو سمجھتا ہی مگر وہ مجبور ہی یعنی تصرفات سے منع کر دیا گیا ہی اُسکو ایک شخص نے ہزار درم ودیعت دیے پھر وہ بالغ ہوا اور مر گیا اور معلوم نہوا کہ ودیعت کا کیا حال ہوا تو اُسکے مال سے ضمان نہ لیجاویگی مگر جب گواہ یہ گواہی دیں کہ اُسکے بالغ ہونے کی حالت میں وہ ودیعت اُسکے پاس موجود تھی تو اس صورت میں ودیعت کو بلا بیان چھوڑ کر مرجانے کی وجہ سے اُسکے

[1] قولہ نظروں یعنی آخر وقت باندی کا اسکی قیمت تو معلوم نہیں ولیکن آخر کی دیکھنے والوں کے نزدیک اسکی قیمت نظر میں تھی (ف) متعین کرنی قیمت لازم ہوگی ۱۲

ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر مالک ودیعت نے مستودع سے کہا کہ جو ودیعت تیرے پاس ہے وہ آج
اٹھا کر میرے پاس پہونچا دے اُس نے کہا کہ اچھا ایسا ہی کرونگا پھر اُس نے اُس دن نہ پہونچائی یہانتک کہ وہ دن
گذر گیا پھر وہ ودیعت اُسکے پاس تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ فتاویٰ نسفی میں ہے۔ اگر مالک نے ودیعت
طلب کی اور مستودع انکار کر گیا پس اگر مودع نے بعد انکار کے اُسپر گواہ قائم کئے تو مستودع ضامن ہوگا یہ نہایہ
میں ہے پھر اگر اقرار کیا یعنی عود کیا تو ضمان سے بری نہو جائیگا مگر اسوقت بری ہوگا کہ بعینہٖ ودیعت اُسکے مالک کے
سپرد کر دے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ودیعت سے مودع یا مودع کے وکیل کے سامنے انکار کیا تو ضامن ہوگا اور
اگر ان دونوں کی موجودگی کے انکار کیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُسپر تاوان لازم نہ آئیگی اور ہم اسی کو اختیار
کرتے ہیں یہ ینابیع میں ہے۔ اور اجناس میں لکھا ہے کہ انکار کرنے کی وجہ سے ودیعت کی ضمان صرف اسوقت
لازم آتی ہے کہ جب ودیعت کو اُس جگہ سے جہاں انکار کے وقت موجود تھی منتقل کر دیا اور وہ تلف ہوگئی اور اگر اُس جگہ سے
منتقل نہ کیا اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا اور منتقی میں یون لکھا ہے کہ اگر ودیعت یا عاریت مال منقول میں سے ہوکہ
ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجا سکتے ہوں تو انکار کی وجہ سے ضمان لازم آئیگی اگرچہ اپنی جگہ سے منتقل نہ کیا ہو یہ
وجیز کردری و خلاصہ میں ہے۔ اگر مالک ودیعت کے روبرو بدون اُسکی طلب کے ودیعت سے انکار کیا مثلاً
مالک نے ودیعت کو اُسی سے اسواسطے دریافت کیا کہ اُسکو یاد دلاوے اور کہا کہ میری ودیعت کا کیا حال ہے اُسنے
کہا کہ میرے پاس تیری کچھ ودیعت نہیں ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضامن نہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے۔ مستودع
نے دشمن کے روبرو ودیعت سے اسوجہ سے انکار کیا کہ اُسکے روبرو اقرار میں تلف ہونے کا خوف تھا پھر وہ ودیعت
ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ مودع غائب ہوگیا اُسکی عورت نے ودیعت کے مال سے نفقہ
طلب کیا اور مستودع ودیعت سے انکار کر گیا پھر ودیعت کا اقرار کیا اور کہا ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا۔ اسیطرح یتیمون
کے وصی کا حکم ہے کہ اگر یتیمون کے ولی اور پڑوسی لوگ جمع ہوئے اور وصی سے کہا کہ جو کچھ انکا تیرے پاس ہے اُس میں
سے ان لوگون پر خرچ کر اُسنے انکار کیا اور کہا کہ انکا کچھ مال میرے پاس نہیں ہے پھر کچھ مال کا اقرار کیا اور کہا کہ طلب
کرنے کے بعد میرے پاس ضائع ہوگیا ہے تو وصی ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ مستودع نے ودیعت سے
انکار کیا پھر اُسکو بعینہٖ نکال لیا یا اُسکا اقرار کیا اور مالک ودیعت نے کہا کہ اسکو اپنے پاس ودیعت رہنے دے
پس وہ ضائع ہوگئی پس اگر وہ شخص جسکے پاس ودیعت چھوڑی ہے اُسکے لینے اور حفاظت کرنے پر بشرط حاضر ہونے قادر
تھا تو وہ ضمان سے بری ہوگیا اور اگر اُسکی حفاظت کرنے پر قادر نہ تھا تو پہلی ضمان پر ضامن رہیگا۔ اسیطرح اگر اُسنے
کہا کہ اس مال ودیعت سے مضاربت کر تو بھی یہی حکم ہے اور یہ سب مال منقول میں ہے اور عقار غیر منقول میں امام ابو یوسف رح
کے نزدیک ضامن نہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام سے اسمین دو روایتیں ہیں اور بعض مشائخ نے فرمایا
کہ عقار کی صورت میں انکار کرنے سے بالاجماع ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ مالک ودیعت نے اپنے مستودع
سے کہا کہ جب میرا بھائی طلب کرے تو ودیعت تو اُسکو واپس دینا پھر جب اُسکے بھائی نے اُس سے ودیعت مانگی تو
اُس نے کہا کہ ایک ساعت بعد لوٹ کر آنا کہ میں تجھے ودیعت دیدونگا پھر جب لوٹ کر آیا تو اُسنے کہا کہ ودیعت
تو تلف ہوچکی تھی تو شیخ رح نے فرمایا کہ بسبب تناقض کلام کے ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایام فتنہ و جنگ

[illegible] کہ اگر کہے کہ میرے پاس [illegible] کی ودیعت نہیں ہے پھر کہا کہ ہاں ودیعت تھی مگر تلف ہوگئی تو اول انکار سے ضامن ہوگا [illegible]

مین مودع نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ اسوقت مین ودیعت تک نہیں پہونچ سکتا دو دن بعد آکر لو
پس جہان ودیعت تھی ہلاک ہو گئی اور مستودع نے کہا کہ ودیعت بھی لوٹ لیگئی تو امام ابوبکر رحمہ نے فرمایا کہ اگر
ودیعت سے لیکر دینے سے اس کی دوری یا تنگی وقت کی وجہ سے مستودع اسکو دینے نہیں کرسکتا تھا تو اسپر ضمان
نہ آویگی اور اس امر مین آدمی کا قول قبول ہوگا ورنہ وہ ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر مودع نے حکم کیا کہ میرے
بیٹے یا اپنے بیٹے کو دیدے کہ وہ میرے پاس ودیعت کو لے آوے اور مستودع نے ایسا ہی کیا اور ودیعت
ضائع ہو گئی تو طالب کا مال گیا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ مالک ودیعت نے مستودع سے کہا کہ میرے اس غلام کو
ودیعت دیدے اور غلام نے وہ ودیعت طلب کی اور مستودع نے اسکو نہ دی تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین
مین ہے۔ مالک ودیعت نے مستودع سے پوشیدہ یہ کہدیا کہ جو شخص تجھے ایسی ایسی نشانی بتا دے اسکو تو ودیعت
دیدینا پھر ایک شخص آیا اور اسنے کہا کہ مین مودع کا ایلچی ہون اور یہی نشانیان پیش کین اور مستودع نے
اسکی تصدیق نہ کی اور ودیعت اسکو نہ دی یہانتک کہ ودیعت تلف ہو گئی تو اسپر ضمان نہ آویگی یہ محیط مین ہے۔ مودع
کے ایلچی نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ مین فقط اسی کو دونگا جو میرے پاس ودیعت لایا تھا اور کسی کو
نہ دونگا پھر ودیعت چوری گئی تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ضامن ہوگا اور ظاہر مذہب کے موافق ضامن نہوگا
یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے شاگرد کے ہاتھ ایک کپڑا کندیگر کو بھیجا پھر کندیگر سے کہلا بھیجا کہ جو شخص
تیرے پاس کپڑا دینے گیا ہے اسکو وہ کپڑا نہ دینا پس اگر وہ شخص جو کندیگر کو دینے آیا ہے اسنے یہ نہین کہا کہ یہ کپڑا
فلان شخص کا ہے اس نے تیرے پاس بھیجا ہے تو کندیگر اس شاگرد کو دینے سے ضامن نہوگا اور اگر اس نے
یون کہا کہ یہ کپڑا فلان شخص کا ہے اسنے تیرے پاس بھیجا ہے پس اگر وہ شخص جو کپڑا لایا ہے اس کے امور مین متصرف ہو
تو بھی یہی حکم ہے کہ اسکو دینے سے کندیگر ضامن نہوگا اور یہی اوجہ ہے اور اگر اسکے کاموں مین متصرف نہو تو
ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ درم فلان شخص کو کوفہ مین دیدینا پھر
دینے والا مر گیا اور مستودع نے ایک شخص کو دیے کہ یہ درم فلان شخص کو دیدینا پھر راستہ مین وہ درم اس سے چھین
لیے گئے تو مستودع پر ضمان نہین ہے اور اگر دینے والا زندہ ہو تو مستودع سے ضمان لے سکتا ہے ولیکن اس صورت
مین نہین لے سکتا ہے کہ جب دوسرا شخص جسکے پاس سے چھن گئے ہین مستودع کے عیال مین سے ہو یہ فتاوی
قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص کو ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ درم آج ہی کے روز فلان شخص کو دیدینا اس نے اس روز
فلان شخص کو نہ دیے پھر وہ ضائع ہو گئے تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ اسپر واجب نہ تھا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شہر کے
رہنے والے نے اپنا عمامہ راستہ کے خوف سے ایک دیہاتی کے پاس چھوڑ دیا اور کہا کہ جب مین عمامہ لینے والے کو
بھیجون تو اسکو دیدینا پھر جب عمامہ لینے والا آیا تو اسنے اسکو عمامہ نہ دیا اور خود چند روز بعد عمامہ لیکر آیا اور اپنے ایک
دوست کے مکان مین رکھدیا وہان سے عمامہ چوری گیا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا ولیکن اگر اسنے ایلچی کی تکذیب
کی ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ تو اسکا ایلچی ہے یا نہین ہے تو اس صورت مین ضامن نہوگا کیونکہ ودیعت طلب کرنے
کے بعد انکار کرنیوالا قرار دیا جاویگا یہ حاوی مین ہے۔ مودع نے کہا کہ میرے جس وکیل کو چاہے دیدے پھر ایک وکیل نے
اس سے طلب کی اسنے اس وکیل کو نہ دی تاکہ دوسرے وکیل کو دیوے تو مستودع ایک وکیل کی طلب سے انکار کی وجہ سے

ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی - ایک مودع نے مستودع کے سامنے ایک شخص کو ودیعت پر قبضہ کر لینے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ وکیل چند روز بعد مستودع پاس پہونچا اور ردودیعت طلب کی اُسنے نہ دی اور پھر وہ ودیعت تلف ہوگئی تو فرمایا کہ ضامن ہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ اسمین فرق ہی کہ جب مستودع کے سامنے وکیل کیا پھر انکار کیا اور جب مستودع کے پیچھے وکیل کیا اور اُسنے اُسکے وکیل ہونے کی تصدیق کی تو فرمایا کہ ہاں ایسا ہی یا مع مین صریح مذکور ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے زید کو کچھ مال معین دیا کہ خالد کو دیدے زید اسکو خالد کے پاس لایا اور کہا کہ فلان شخص نے یہ مال تیرے پاس ودیعت دیا ہی اُسنے قبول کر لیا پھر وکیل کو واپس دیا اور وہ تلف ہوگیا تو مالک کو اختیار ہی کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے یہ فصول عمادیہ مین ہی - زید نے ایک تمسک عمرو کے پاس ودیعت رکھا اور تحکم کیا کہ یہ تمسک میرے قرضدار خالد کو دیدے بشرطیکہ خالد تین مہینہ گذرنے سے پہلے میرا مال تجھے دیدے پھر خالد نے تین مہینہ بعد زید کو درہم دیدیے پس زید عمرو کے پاس اپنا تمسک واپس لینے آیا پس اگر عمرو کو یقیناً معلوم ہی کہ خالد نے وہ تمام مال جو تمسک مین تحریر ہی پورا زید کو دیدیا ہی تو عمرو تمسک زید کو نہ دے خواہ خالد نے تین مہینہ کے اندر مال ادا کیا ہو یا اُسکے بعد ادا کیا کیونکہ وہ تمسک زید کو دینا گویا ظلم کرنے پر اعانت کرنا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی عورت نے اپنے مرض مین ایک وصیت نامہ لکھکر سامنے ایک شخص کو دیکر تحکم کیا کہ میری وفات کے بعد میرے شوہر کو دیدینا پھر وہ عورت مرض سے اچھی ہوگئی اور اپنا وصیت نامہ لینا چاہا پس اگر وصیت نامہ مین شوہر کے واسطے کچھ مال کا یا مہر وصول پانے کا اقرار ہو تو اُسکو نہ دینے کا اختیار ہی اگرچہ وصیت نامہ کا کاغذ عورت ہی کی ملک ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - غلام نے اگر کسی شخص کو ودیعت دی اور غائب ہوگیا تو مالک غلام کو اختیار نہوگا کہ وہ ودیعت لے لے خواہ وہ غلام تاجر ہو یا مجور ہو خواہ اُسپر قرضہ ہو یا نہو - اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ یہ معلوم نہو کہ یہ ودیعت غلام کی کمائی ہی اور اگر معلوم ہو کہ غلام کی کمائی ہی تو مولی کو لینے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی - غلام مجور یا تاجر نے خواہ قرضدار ہو یا نہو اگر کسی شخص کے پاس کچھ مال ودیعت رکھا پھر مر گیا تو مولے اُسکو واپس نہین لے سکتا ہی مگر جسوقت معلوم ہو جاوے کہ یہ مال اُسی غلام کا ہی تو واپس لے سکتا ہی کذا فی الصغری - کافی کی کتاب الودیعۃ مین لکھا ہی کہ غلام مجور نے اگر کسی کو کوئی چیز ودیعت دی پھر اسکا مالک آیا اور ردودیعت طلب کی اور مستودع نے نہ دی پھر اُسکے پاس تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا کیونکہ مالک کو اُسکے واپس کر لینے کا استحقاق نہین ہی اور اُسکے فوائد مین ہی کہ کسی باندی یا غلام نے کوئی شی معین بعوض اپنے مال کے خریدی جسکو اُس نے اپنے مالک کے گھر مین حاصل کیا ہی اور وہ چیز کسی شخص کے پاس ودیعت رکھی حالانکہ وہ شخص اس امر سے واقف ہی پھر مولی نے اُسکو طلب کیا اور مستودع نے دینے سے انکار کیا یا مولے نے طلب نہکی یہانتک کہ وہ شی اُسکے پاس تلف ہوگئی تو مستودع ضامن ہوگا کیونکہ وہ شی معین مولی کی ملک ہی اور ودیعت رکھنا بدون اُسکی اجازت کے واقع ہوا تو مستودع غاصب قرار دیا جاویگا یہ فتاوے عتابیہ مین ہی - ایک غلام ایک ٹوکری گیہون کی بھری ہوئی کسی شخص کے گھر لایا اور وہ شخص گھر مین نہ تھا پس غلام نے اُسکی جورو کو سپرد کرکے کہا کہ یہ میرے مولے فلان شخص نے تیرے شوہر کے پاس ودیعت رکھنے کو بھیجی ہی اور پھر غلام چلا گیا پھر جب وہ شخص گھر کا مالک آیا تو اُسکی عورت نے اُسکو اس امر سے مطلع کیا اُس نے عورت کو ملامت کی کہ کیون قبول کی اور غلام کے مالک کے پاس کسی کو بھیجکر کہا کہ تو کسی شخص کو بھیجکر یہ ٹوکری اُٹھوا لے کہ مین تیری ودیعت رکھنا قبول نہین کرتا ہون اُس نے جواب دیا

سلہ الظاہر من الترجم ان المراد ... [illegible]

کہ چند روز یہ نوکری تیرے پاس ودیعت رہیگی پھر مین اُٹھوا لونگا اور تو میرے غلام کو نہ دینا پھر وہ لینے آیا اُس سے
طلب کی اُس نے کہا کہ مین کسی کو نہ دونگا فقط اُسی غلام کو دونگا جو میرے پاس اُٹھا لایا ہے پھر وہ نوکری مع
اسباب صاحب خانہ کے چوری گئی یا لوٹ مین گئی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر صاحب خانہ نے اس امر کی تصدیق
کی کہ وہ غلام اپنے مالک کی طرف سے اُٹھا کر یہان رکھ گیا ہے تو مولے کو نہ دینے کی وجہ سے ضامن ہوگا اور اگر
تصدیق نہ کی ہو یا یہ کہا ہو کہ مجھے نہین معلوم کہ یہ غلام کی غصب کی ہوئی یا کسی کی اُسکے پاس ودیعت ہے یا اپنے
مولی کی بھیجی ہوئی لایا ہے اور اس امر کے دریافت کرنے کے واسطے اُسنے مولی کو دینے سے توقف کیا اور اسی حال
مین یہ حادثہ واقع ہوا تو ضامن نہوگا یہ فتاوی نسفی مین لکھا ہے

ساتوان باب ودیعت واپس کرنے کے بیان مین ۔ اگر مستودع نے ودیعت لاکر مودع کے گھر مین رکھی اور
وہ ضائع ہو گئی تو مستودع ضامن ہوگا اسی طرح اگر مودع کے بیٹے یا غلام یا کسی ایسے شخص کو جو اُسکے عیال
مین ہے ودیعت دیدی اور وہ ضائع ہو گئی تو بھی ضامن ہوگا اور قاضی امام ابو بکر عامری اسی پر فتوی دیتے
تھے اور بعض نے کہا کہ اگر مستودع نے ایسے شخص کو ودیعت دی جو مودع کے عیال مین ہے تو ضامن نہ ہوگا اور
متاخرین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے ۔ اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ جو مستودع کے
عیال مین ہے واپس کی تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے ۔ اگر مستودع نے اپنے ایسے بیٹے کے ہاتھ جو اُسکے عیال مین
نہین ہے ودیعت واپس کر بھیجی پس اگر وہ لڑکا بالغ ہو تو مستودع ضامن ہو ورنہ نہین کیونکہ نابالغ اگرچہ اُسکے عیال مین نہو
ولیکن اُسکی تدبیر اور ولایت اُسی کو حاصل ہے پس اُسکے ہاتھ واپس کرنا مثل اپنے ایسے غلام کے ہاتھ واپس کرنے
کے شمار ہے جسکو اُس نے دوسرے کو اجارہ پر دیا ہے یہ وجیز کردری مین ہے ۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ نابالغ کے
ہاتھ واپس کرنے مین صرف اس صورت مین ضامن نہ ہوگا کہ جب وہ نابالغ حفاظت کرنے کو سمجھتا ہو اور چیزون
کی حفاظت کرتا ہو اور اگر حفاظت نہ کرتا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے ۔ اگر مستودع نے مالک ودیعت سے کہا
کہ مین نے اپنی باندی یا جورو وغیرہ ایسے شخص کے ہاتھ جو میرے عیال مین ہے تیری ودیعت بھیجدی تو اُسی کا
قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے ۔ اور اگر کہا کہ کسی اجنبی کے ہاتھ جو اُسکے عیال مین نہین ہے ودیعت تجھکو
واپس بھیجدی اور تجھے پہونچ گئی ہے اور مالک ودیعت نے انکار کیا تو مستودع ضامن ہوگا لیکن اگر مستودع اس
دعوے پر گواہ لاوے یا مالک ودیعت اقرار کرے تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے ۔ غاصب کے مستودع نے اگر
غصب کی ہوئی چیز غاصب کو واپس کردی تو ضمان سے بری ہو گیا یہ ذخیرہ مین ہے ۔ مستودع نے اگر مودع کو ودیعت
واپس کردی پھر کوئی مستحق آیا اور ودیعت پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو مستودع پر کچھ ضمان نہ آویگی اور اگر مودع نے
مستودع کو حکم کیا کہ ودیعت میرے ایلچی کو دیدے اُسنے دیدی اور وہ ایلچی پاس تلف ہو گئی پھر کسی مستحق نے استحقاق
ثابت کیا تو مستحق کو اختیار ہوگا چاہے مودع سے ضمان لے یا ایلچی سے یا مستودع سے اور یہی دونون صورتون مین
فرق ہے یہ فتاوی صغری مین ہے ۔ مودع غائب ہو گیا کہ اُسکا مرنا و جینا کچھ معلوم نہین ہے تو مستودع برابر اُسکی حفاظت
کرے یہانتک کہ اُسکے مرنے کا اور وارثون کا حال معلوم ہو کیونکہ اُسی چیز ملکر دیتی ہے ۔ اور اُسکو صدقہ نہ کریگا بخلاف لقطہ
کے حکم کے یہ فتاوی غیاثیہ مین ہے ۔ اگر مالک ودیعت مر گیا تو اُسکا وارث ودیعت مین خصم قرار دیا جائیگا یہ مبسوط

مین ہی پس اگر مالک مرگیا اور اُسپر قرضہ مستغرق نہین ہی تو وارثون کو واپس دے اور اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی کو واپس دے یہ وجیز کردری مین ہی مستودع نے اگر وارث مودع کو ودیعت دیدی اور ترکہ پر قرضہ ہی تو قرضخواہون کے واسطے ضامن ہوگا اور وارث کو دینے کی وجہ سے ضمان سے بری نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی

آٹھوان باب اُن صورتون کے بیان مین جنمین مودع یا مستودع ایک سے زیادہ ہون۔ دو شخصون نے ایک شخص کو درمون یا دینارون یا کپڑون یا چوپاؤن یا غلامون کی ودیعت دی پھر دونون مین سے ایک شخص حاضر ہوا اور اپنا حق اُس سے طلب کیا تو جب تک دونون جمع نہون اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر قاضی کے سامنے اُسپر نالش کی تو امام اعظم رح کے نزدیک قاضی مستودع کو اُسکا حصہ دینے کا حکم نہ دیگا اور صاحبین رح کے نزدیک قاضی اُسکو حکم کریگا کہ تقسیم کرکے اُسکا حصہ اُسکو دیدے اور مستودع کا تقسیم کرنا غائب کے حق مین جائز نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور جامع صغیر مین ہی کہ تین آدمیون نے ایک شخص کو ودیعت دی پھر دو شخص غائب ہوگئے تو حاضر کو امام اعظم رح کے نزدیک اپنا حصہ لینے کا اختیار نہین ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اختیار ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مثلی اور قیمتی دونون قسم کی چیزون مین یہ اختلاف برابر جاری ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ اختلاف کیلی و وزنی چیزون مین جو مثلی ہین جاری ہی اور غیر مثلی چیزون کے سواے کپڑون و چوپاؤن وغیرہ مین بالاجماع یہ حکم ہی کہ جو شخص موجود ہی وہ اپنا حصہ نہین لے سکتا ہی یہ کافی مین ہی۔ پھر دو شخصون کی صورت مین اگر مستودع نے ایک کا حصہ اُسکو دیدیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر دوسرا آیا تو اُسکو اختیار ہی کہ مابقی مستودع سے لے لے پس اگر مستودع کے پاس جو اُسکے قبضہ مین ہی تلف ہوگیا تو بالاجماع مال امانت کا تلف ہوا یہ ینابیع مین ہی۔ اور اگر وصول کرلینے والے کے پاس مال مقبوضہ تلف ہوگیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ مابقی مال مین شخص غائب کا شریک ہو جاوے یہ غایۃ البیان مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ اگر مستودع نے شخص حاضر کو آدھا مال دیدیا پھر مابقی اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر شخص غائب اگر موجود ہوا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر مستودع نے بحکم قاضی دیدیا ہی تو کسی پر ضمان لازم نہ آویگی۔ اور اگر بدون حکم قاضی دیدیا ہی تو موجود ہونے والے کو اختیار ہی کہ جسقدر مستودع نے دیدیا اُسکا آدھا مستودع سے لے لے اور مستودع دوسرے قابض سے واپس کریگا یا دوسرے قابض سے جو اُسنے وصول کیا ہی اُسکا آدھا لے لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر دو مودعون مین سے ایک مودع نے مستودع پر اس دعوے کے گواہ قائم کیے کہ تمام ودیعت میری ہی یا وقت ودیعت رکھنے کے دوسرے مودع نے اقرار کیا ہی تو گواہون کی سماعت نہوگی یہ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مستودع نے اس صورت مین دعوی کیا کہ ودیعت میرے پاس تلف ہوگئی یا مجھسے کسی ظالم نے چھین لی ہی پس دونون مودعون مین سے ایک نے کہا کہ تیرے پاس کچھ ودیعت رکھی ہی تو بلا خلاف اُسکو اس امر پر قسم لینے کا اختیار ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگرچہ دونون مین سے ایک مودع کو ودیعت واپس لینے کا اختیار نہین ہی ولیکن قسم لینے کا اختیار ہی۔ دو شخصون کے ہزار درم مشترک ہین دونون نے اُنکو دونون مین سے ایک پاس رکھا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنا حصہ انمین سے لے لے اُسنے لے لیا اور باقی آدھا ضائع ہوگیا تو جو آدھا اُسکے شریک نے لیا ہی وہ دونون مین مشترک ہوگا کیونکہ وہ اپنے نفس کے واسطے مقاسم نہوگا اور اگر وہ نصف ضائع ہوا جو اُسنے لیا ہی تو باقی شریک کے سپرد کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ دو شخصون نے ہزار درم ودیعت رکھے پھر ایک نے کہا کہ میرے شریک کو سو یا دو سو درم یعنی آدھے سے کم تک کو

کہا کہ دیدے پھر باقی مال ضائع ہوگیا تو شریک لینے والے کو اُسقدر دیدیا جائیگا جو اُسنے لیا ہے یہان تک کہ اس کا
شریک اُس سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر کہا کہ آدھا اسکو دیدے پھر باقی آدھا اُس سے ضائع ہوا تو دوسرا
اُس سے جو اُسنے لیا ہے اسکا نصف لے لیگا یہ فتاوی عتابیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر یون کہا کہ اسکو اُسکا حصہ ودیعت اُسنے
دیدیا تو وہ اُسی کا حصہ قرار دیا جائیگا یہانتک کہ اگر باقی تلف ہو تو شریک اُس سے کچھ نہین لے سکتا ہے کذا فی المحیط
زید و عمرو نے خالد کو ہزار درم ودیعت دیے پھر خالد مرگیا اور ایک لڑکا بکر چھوڑا پھر زید نے دعوے کیا کہ بکر نے خالد کے
مرنے کے بعد ودیعت تلف کر دی اور عمرو نے کہا کہ مین نہین جانتا ہون کہ ودیعت کا کیا حال ہوا پس زید نے
جس نے بکر پر تلف کر ڈالنے کا دعوے کیا ہے اُس نے خالد کو ودیعت سے بری کیا کیونکہ اُسکے زعم مین خالد نے
جب انتقال کیا تو ودیعت کو ویسا ہی قائم چھوڑ گیا ہے پھر اُسکے بیٹے بکر نے تلف کر دی اور بکر پر ضمان کا دعوے کیا
تو زید کی خالد کے حق مین تصدیق کیجاویگی یعنے وہ بری ہو جائیگا اور بکر کے حق مین تصدیق نہوگی یہانتک کہ بکر پر اُسکے نام
کچھ ڈگری نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور عمرو کے نام میت کے مال سے پانچسو درم کی ڈگری ہوگی کیونکہ اُسکے حق مین
گویا بدون بیان ودیعت کے مستودع مرگیا ہے اور پانچ سو درم مین زید اُسکا شریک نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ زید و عمرو و بکر نے
خالد کو مال ودیعت دیا اور سب نے کہا کہ جبتک ہم سب جمع نہون جبتک ہم مین سے کسی کو مال نہ دینا پھر خالد
نے اُنمین سے ایک شریک کا حصہ اُسکو دیدیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاساً ضامن ہوگا اور یہی قول امام اعظم رح کا ہے اور
استحساناً ضامن نہوگا اور یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اس صورت مین اگر
مستودع نے چاہا کہ مین ضمان سے بچون تو اُسکا حیلہ یہ ہے کہ جب وہ ایک شخص کو دینے چلیگا اور دوسرا اس سے مطالبہ کرنے
لگا تو اُس سے یہ اقرار نہ کرے کہ مین نے کسی کو اُسکا حصہ دیدیا ہے بلکہ اُس سے کہے کہ تو سب کو حاضر کرتا کہ مین تم سبکو
دیدون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مستودع دو شخص ہون اور ودیعت ایسی چیز ہو جو تقسیم ہو سکتی ہے تو دونون کو
اختیار ہے کہ اسکو حفاظت کی غرض سے آدھی آدھی تقسیم کر لین اور اگر ایک مستودع نے تمام ودیعت دوسرے کے
سپرد کر دی اور وہ ضائع ہو گئی تو سپرد کرنے والا امام اعظم رح کے نزدیک نصف کا ضامن ہوگا اور دوسرا کچھ ضامن نہوگا
اور اگر ودیعت ایسی چیز ہو کہ تقسیم نہین ہو سکتی ہے تو دونون حفاظت کے مہتمم ہونگے اور کوئی شخص دونون مین سے دوسرے
کو سپرد کرنے سے بالاجماع ضامن نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ دو شخصون کے پاس کچھ چیز ودیعت رکھی گئی پھر
ایک شخص نے اُسکی آدھی فروخت کر دی پھر ایک مدعی نے دعوی کیا تو بائع کی گواہی دوسرے کے ساتھ ملکر اس امر مین
مقبول نہوگی کہ یہ شے مدعی کی ملک ہے کیونکہ بائع چاہتا ہے کہ اپنے عقد بیع کو توڑ دے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ زید نے عمرو
و بکر کو ایک باندی ودیعت دی پھر عمرو نے مثلاً اپنی نصف باندی بحصہ فروخت کر دی اور مشتری نے اُس سے
جماع کیا اور اُسکے لڑکا پیدا ہوا پھر باندی کا مالک آیا تو امام نے فرمایا کہ مالک وہ باندی اور اُسکا عقر اور لڑکے کی قیمت
لے لیگا اور نقصان ولادت سے پورا کرنے مین لڑکے کی قیمت دیدینا شامل لڑکے کے دیدینے کے ہے اور اگر لڑکے کی قیمت
نقصان ولادت پورا نہوتا ہو تو مشتری سے لیکر نقصان پورا کریگا پھر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن اور لڑکے کی آدھی قیمت
لے لیگا اور اگر باندی کا مالک چاہے تو بائع سے نصف نقصان لے لے اور اگر یہ امر کہ یہ باندی اسی شخص کی ہے جو حاضر ہوا ہے
فقط انھین دونون مستودعون کے کہنے سے معلوم ہوا ہو اور کسی طور سے ثابت نہو تو اُن دونون کی گواہی اس دعوی پر مقبول

تصدیق نہ کیجاویگی اور وہ ضامن ہوگا کذا فی السراجیۃ۔ اگر مستودع نے کہا کہ دس روز ہوئے کہ ودیعت ضائع ہوگئی
اور مودع نے گواہ قائم کیے کہ دو روز ہوئے کہ اسکے پاس وہ چیز دیکھی تھی پس مستودع نے کہا کہ ودیعت میرے پاس تھی
پھر ضائع ہوگئی تو قسم سے اسکی طرف سے قبول ہوگا یہ ملتقط میں لکھا ہے۔ اور اگر اسی طرح ہوئے پر اس نے کہا کہ اسکی ودیعت
میرے پاس نہیں ہے پھر اسکے بعد کہا کہ میں نے اس ودیعت کو پایا تھا پھر وہ ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا یہ تاج البیان
میں لکھا ہے قسم اول تو اسنے انکار کیا کہ میرے پاس اسکی کچھ ودیعت ہی نہ تھی حالانکہ مطالبہ ہوچکا تو ضامن ہوگیا
پھر اقرار کرنے سے امانت عود نہ کریگی اسواسطے کہ وہ امین نہیں رہا ہے فافہم (م) ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے
پاس ہزار درم ودیعت ہیں پھر کہا کہ میرے اقرار سے پہلے وہ ضائع ہوگئے تو وہ ضامن ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اسکے
ہزار درم میرے پاس تھے پھر ضائع ہوگئے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اسپر ضمان لازم نہ آویگی۔ اور اگر کہا کہ اسکے
ہزار درم میرے پاس ودیعت تھے کہ وہ ضائع ہوگئے اور تمام کلام ملا کر بولا تو استحسانا اسکے قول کی تصدیق ہوگی اور
تقدیر اس مسئلہ کی یوں ہوگی کہ اسکے ہزار درم میرے پاس تھے پھر وہ ضائع ہوگئے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر مستودع نے
کہا کہ ودیعت جاتی رہی اور مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ کیونکر جاتی رہی تو قسم سے اسکا قول قبول ہوگا اور اسپر ضمان نہ آوے گی
اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ ملتقط میں لکھا ہے۔ اور اگر پہلے ہی کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی
تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ضامن نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ ودیعت
میرے گھر سے جاتی رہی اور میرے مال میں سے کچھ نہیں گیا تو قسم سے اسکا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے
اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم نے ایک شخص کو درم اسواسطے دیے کہ انکی طرف سے خرچ کرے پس اسنے
درم لیکر رومال میں باندھ کر آستین میں رکھ لیے اور مسجد میں گیا اور درم جاتے رہے اور یہ نہیں معلوم کہ کیونکر جاتے رہے
اور قوم کے لوگ اسکی تصدیق نہیں کرتے ہیں تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسکا قول قبول نہ ہوگا جب تک کہ جاتے رہنے
کی کیفیت بیان نہ کرے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دوسرے کو کوئی شے معین ودیعت دی پھر مستودع نے اسکے
تلف ہوجانے کا دعوی کیا اور مودع نے اسکی تکذیب کی اور قسم لینی چاہی اسنے قسم سے نکول کیا تو قسم سے نکول کرنے
اس شے معین کے باقی ہونے کا اقرار قرار دیا جائیگا اور مستودع قید کیا جائیگا یہانتک کہ اسکو ظاہر کرے یا یہ ثابت کرے کہ وہ
باقی نہیں رہی یہ جواہر الفتاوی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درم ودیعت دیئے تھے
وہ ضائع ہوگئے اور دوسرے نے کہا کہ تو نے انکو غصب کرلیا تو مقر ضامن ہوگا۔ اور اگر کہا کہ تو نے مجھے درم ودیعت دیئے تھے اور
ودیعت رکھے اور دوسرے نے کہا کہ تو نے بطور غصب کے لیے تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر مستودع نے کہا
کہ یہ درم ودیعت تھے اور مودع نے کہا بلکہ قرض تھے تو ضامن نہ ہوگا کذا فی الوجیز للکردری۔ اگر مستودع نے کہا کہ
کچھ درم ضائع ہوگئے یا کچھ درم تو نے مجھے قرض دیئے تو اسکی مقدار بیان کرنے میں قسم کے ساتھ مستودع کا
قول قبول ہوگا یہ ینابیع میں ہے۔ زید نے عمرو کو ہزار درم ودیعت دیئے اور ہزار درم قرض دیئے پھر زید کو عمرو نے ہزار
درم دیئے اور کہا کہ یہ تیرا قرض ہے اور ودیعت ضائع ہوگئی تو قسم سے اسکی تصدیق کیجاویگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے
اگر کہا کہ میرے تیرے پاس ہزار درم ودیعت تھے تو نے مجھے دیدیے اور مقر لہ نے کہا کہ نہیں وہ تو میرے
ہیں تو مقر لہ کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت تلف ہوگئی یا میں نے تجھے واپس

کردی اور مالک نے کہا کہ بلکہ تونے ودیعت تلف کردی ہی تو مستودع کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر مستودع نے کہا کہ میرے بلا حکم تلف کردی گئی اور مالک نے کہا کہ بلکہ تونے یا تیرے سوائے دوسرے نے تیرے حکم سے تلف کردی ہی تو بھی مستودع کا قول قبول ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی - اگر مالک و مستودع کے وارثون مین اختلاف ہوا مالک نے کہا کہ مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مرگیا بیان نہ کیا پس ودیعت اُسکے ترکہ مین قرضہ ٹھہری اور وارثون نے کہا کہ جسدن مستودع مرا ہی اسدن ودیعت بعینہ قائم تھی اور معروف تھی پھر اُسکے مرنے کے بعد تلف ہو گئی تو مالک کا قول قبول ہوگا اور یہی صحیح ہو کذا فی الذخیرہ - اور میت کے مال سے ضمان دینی واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر مستودع کے وارثون نے کہا کہ مستودع نے اپنی زندگی مین ودیعت واپس کردی تھی تو بدون گواہون کے قول قبول نہوگا اور مستودع کے مال مین ضمان واجب رہیگی کیونکہ مستودع مجہول چھوڑ کر مرگیا ہی پھر اگر وارثون نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مستودع نے اپنی زندگی مین کہا تھا کہ مین نے ودیعت واپس کردی ہی تو قبول ہونگے اور اگر مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مرگیا اور وارث نے اُسکی زندگی مین ودیعت ضائع ہو جانے کا دعویٰ کیا تو وارث کا قول قبول نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - جامع مین لکھا ہو کہ اگر مستودع نے مالک سے کہا کہ تونے اپنی کچھ ودیعت وصول کرلی ہی پھر مستودع مرگیا اور باقی معلوم نہین ہی اور مالک نے کہا کہ مین نے کچھ وصول نہین کی اور مستودع کے وارثون نے کہا کہ تونے نوسو درم وصول کرلیے اور سو درم باقی ہین تو وارثون کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور مالک مال سے کہا جائیگا کہ تجھکو ضرور کچھ وصول کر پانے کا اقرار کرنا لازم آیا اور پھر باقی کے واسطے قسم کھانا لازم ہی کہ واللہ جسقدر وارث کہتے ہین اُسقدر مین نے وصول نہین پایا کیونکہ مالک ودیعت کے وصول پانے کا اقرار مستودع سے جائز ہی کیونکہ مستودع اُسکی طرف سے امین قرار پایا ہی اور اسی واسطے اگر اُسنے یون اقرار کیا کہ مالک ودیعت نے تمام ودیعت وصول کرلی ہی تو اسکا اقرار صحیح ہی تو یہ اقرار مذکور بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگا پھر مالک اور مستودع کے وارثون مین مقدار مقبوض مین اختلاف واقع ہوا کیونکہ اُسنے شئے مجہول کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا ہی پس اُسی نے مجمل کردیا تو بیان کرنے مین اُسی کا قول لیا جائیگا کذا فی محیط السرخسی - پس اگر اُسنے کہا کہ سو درم وصول کیے ہین اور وارثون نے کہا کہ نوسو درم وصول کیے ہین تو قسم سے مالک کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ زیادتی کا منکر ہی یہ کافی مین لکھا ہی - اور اگر مالک نے مستودع کی زندگی یا اُسکے مرنے کے بعد کہا کہ مین نے بعض ودیعت وصول کرلی تو قسم کے ساتھ مقدار بیان کرنے مین اُسی کا قول قبول ہوگا اور اگر مستودع نے اپنی زندگی مین کہا کہ مین نے تمام ودیعت کو ودیعت دیدی مگر اُسمین سے کچھ اپنی زندگی مین خرچ کردی یا تلف کردی تو اُسکی مقدار بیان کرنے مین قسم کے ساتھ اُسی کا قول قبول ہوگا یہ ینابیع مین ہی - اگر مودع کے مرنے کے بعد کہا کہ مین نے ودیعت کو اُسی کو واپس کردی تو قسم کے ساتھ اُسی کا قول قبول ہوگا اور وہ ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر ودیعت مستودع کے پاس سے غصب کی گئی اور تلف ہوئی اور مالک نے غاصب سے ضمان لینی چاہی اور مستودع نے کہا کہ اُسنے مجھے واپس کردی اور وہ میرے پاس تلف ہوئی اور مالک نے کہا بلکہ غاصب کے پاس تلف ہوئی ہی تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اگر مستودع نے کہا کہ مین نے ایک اجنبی شخص کے پاس ودیعت رکھدی تھی پھر اس نے مجھے واپس دی پھر وہ میرے پاس تلف ہوئی اور مودع اس قول مین اُسکی تکذیب

له قوله قبول ہوگا اسواسطے کہ اس گواہی سے ثابت ہوگیا کہ مستودع نے ودیعت مجہول نہین چھوڑی تھی پس ضمان نہ دیگی اور اگر مستودع کے وارثون کے گواہ ایسے ہون کہ وارث کے پاس ودیعت اُسکی حیات مین ضائع ہوئی اور گواہ بھی گواہی دین تو بھی ضمان واجب ہوگی ۱۲

کرتا ہے تو مودع کا قول قبول ہوگا اور مستودع پر ضمان لازم آویگی کیونکہ اُس نے اپنے اوپر ضمان واجب ہونیکا
اقرار کیا پھر ضمان سے برأت کا دعوے کیا تو بدون گواہ قائم کرنے کے اسکی تصدیق نہ کیجائیگی اور جب اپنے
دعوی پر گواہ قائم کیے تو ضمان سے بری ہوجائیگا کیونکہ ضمان واجب ہونے کا سبب دور ہونے پر اُس نے
گواہ قائم کرکے ثابت کردیا۔ اسیطرح اگر مستودع نے کہا کہ مین نے کسی اجنبی کے ہاتھ تیرے پاس ودیعت بھیجدی
اور مودع منکر ہے تو بھی مودع کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ودیعت دی
اور غائب ہوگیا پھر آکر ودیعت طلب کی پس مستودع نے کہا کہ تو مجھے حکم دے گیا تھا کہ اسکو تیرے اہل و اولاد پر
خرچ کردون اور مین نے انھین لوگون پر خرچ کردی اور مالک ودیعت کہتا ہے کہ مین نے تجھے ایسا حکم نہین دیا
تھا تو مالک ودیعت کا قول قبول ہوگا اور مستودع ضامن ہوگا کذا فی المحیط اسی طرح اگر کہا کہ تو نے مجھے یہ حکم کیا تھا
کہ اسکو مسکینون پر خرچ کردے یا فلان شخص کو ہبہ کردے اور مالک نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین
ہے۔ مستودع نے اگر مال ودیعت سے مودع کا قرضہ ادا کردیا تو ضامن ہوگا اگرچہ قرضہ جنس ودیعت سے ہو
اور بعض نے کہا کہ ضامن نہوگا اور اسی کو بعض نے اختیار کیا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک مستودع نے
مالک سے کہا کہ تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ ودیعت فلان شخص کو دیدون اور مالک نے تکذیب کی تو ضامن ہوگا ولیکن
اگر گواہ لاوے یا قسم کھلاوے تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر مالک ودیعت نے مستودع کو حکم دیا
کہ ودیعت فلان شخص کو دیدے اُسنے کہا کہ مین نے اسی شخص کو دیدی اور اُس نے کہا کہ مجھے نہین دی ہے
اور مالک نے کہا کہ تو نے اسکو نہین دی تو مستودع کی ضمان سے بری ہونے کے واسطے مستودع کا قول قبول
ہوگا اور اس شخص پر ضمان واجب ہونے کے بارہ مین مستودع کا قول قبول نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ زید نے
عمرو کو ہزار درم ودیعت دیے پھر کہا کہ مین نے خالد کو یہ درم تجھسے وصول کرنے کا حکم کیا اور پھر خالد کو اس امر سے
منع کردیا پس مستودع نے کہا کہ خالد میرے پاس آیا تھا مین نے اسکو یہ درم ودیعت کے دیدیے ہین اور خالد
نے کہا کہ مین عمرو کے پاس نہین گیا تھا اور نہ مین نے یہ درم اس سے وصول کیے ہین تو زید ان درمونکی
ضمان سے بری ہے کذا فی المحیط۔ زید نے مستودع پر جسکا نام عمرو ہے یہ گواہ قائم کیے کہ مالک ودیعت خالد
نے مجھے عمرو سے ودیعت وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور وکالت کا کوئی وقت بیان کیا یہ فتاوے
قاضیخان مین ہے۔ اگر رب الودیعۃ نے کہا کہ مین نے تجھے ایک غلام و ایک باندی ودیعت دی تھی اور مستودع
نے کہا کہ فقط تو نے ایک باندی ودیعت دی تھی اور وہ ہلاک ہوگئی اور مالک ودیعت نے اپنے دعوی پر گواہ
قائم کیے تو مستودع ضامن ہوگا اور اسکو غلام کی قیمت دینی پڑیگی۔ شیخ رح نے فرمایا کہ قاضی صرف اُسوقت
گواہون کی گواہی قبول کریگا اور قیمت غلام کی ڈگری کریگا کہ جب گواہون نے غلام کا حلیہ قاضی کے سامنے خوب
ظاہر کیا ہو اور قاضی ایسے غلام کی قیمت پہچانتا ہو اور اگر قاضی نہ پہچانتا ہو تو مدعی سے اسکی قیمت کے گواہ طلب
کریگا اور اگر گواہون نے غلام کے حلیہ اور اوصاف بیان نہ کیے صرف یون گواہی دی کہ اُسنے ایک غلام ودیعت
رکھا تھا تو قاضی انکی گواہی قبول نہ کریگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید کے پاس عمرو نے ایک باندی ودیعت رکھی اور
بکر نے ایک غلام ودیعت رکھا پھر ہر ایک نے دعوی کیا کہ باندی میری ہے اور غلام دوسرے کا ہے اور زید نے کہا کہ تم دونون نے

سے مجھے صرف یہی باندی ودیعت دی ہو تو اس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مجھے ہر ایک نے صرف آدھی ہی باندی
ودیعت دی ہو اور فتاوی اہل خوارزم میں لکھا ہو کہ عمرو نے زید کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا اور بکر نے ایک باندی
ودیعت رکھی پھر ہر ایک نے غلام کا دعوی کیا اور ہر ایک نے باندی ودیعت رکھنے سے انکار کیا اور زید نے خاص
ایک کیواسطے باندی کا اقرار کیا اور جسکے واسطے اقرار کیا اسنے زید کی تصدیق کی اور زید نے کہا کہ مجھے یہ معلوم
نہیں رہا کہ تم دونوں میں سے کسنے میرے پاس غلام ودیعت رکھا ہو یہ میں جانتا ہوں کہ تم دونوں میں سے
کسی نے رکھا ہو تو باندی اس مقر لہ کو دیجاویگی اور غلام دونوں میں مشترک رہیگا پھر مستودع سے ہر ایک کے
واسطے اسطور سے قسم لیجاویگی کہ واللہ اسنے یہ غلام میرے پاس ودیعت نہیں رکھا ہو پھر دونوں کو غلام کی
قیمت ڈانڈ دیگا کہ دونوں باہم برابر تقسیم کرلیں یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ ایک شخص کے پاس ایک باندی ہو اور دو
ہیں اس سے دو شخصوں نے ہر ایک نے کہا کہ میں نے تجھے یہ باندی ودیعت دی ہو اور مستودع نے کہا کہ مجھے یاد
نہیں رہا کہ یہ باندی تم دونوں میں سے کسکی ہو اور دونوں کیواسطے قسم کھانے سے انکار کیا تو ہزار درم اور وہ باندی
دونوں میں برابر مشترک ہوگی اور مستودع ہزار درم اور باندی کی قیمت دونوں کو ڈانڈ دیگا کہ باہم برابر تقسیم کرلینگے
یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اگر مستودع نے مالک ودیعت سے کہا کہ تو نے مجھے ودیعت ہبہ کردی یا میرے ہاتھ فروخت
کردی ہو اور مالک ودیعت نے انکار کیا پھر وہ ودیعت تلف ہوگئی تو مستودع ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہو۔
زید نے عمرو کو کچھ درم ودیعت دیے پھر ایک شخص خالد آیا اور عمرو سے کہا کہ مجھے زید نے ایلچی بنا کر بھیجا ہو کہ تو مجھے ودیعت
دیدے اور عمرو نے دیدی وہ اسکے پاس تلف ہوگئی پھر زید آیا اور اسنے اس بات سے انکار کیا تو عمرو ضامن ہوگا
پھر اگر عمرو نے خالد کے ایلچی ہونے کی تصدیق کی ہو اور اسپر ضمان کی شرط نہ کی ہو یونہی ودیعت اسکو دیدی
ہو تو عمرو اس سے کچھ نہیں واپس لے سکتا ہو اور اگر اسکے ایلچی ہونے کی تکذیب کی ہو اور باوجود اسکے ودیعت
اسکو دیدی یا نہ تصدیق کی ہو نہ تکذیب کی ہو اور باوجود اسکے ودیعت اسے دیدی ہو یا تصدیق کی ہو اور ضمان
کی شرط لیکر ودیعت دی ہو تو ان سب صورتوں میں عمرو خالد سے واپس لے سکتا ہو اور شرط ضمان کی اس مقام پر
یہ صورت ہو کہ عمرو مثلاً خالد سے یوں کہے کہ میں جانتا ہوں کہ تو زید کا ایلچی ہو مگر مجھے اس امر کا خوف ہو کہ زید اگر
ایلچی بھیجنے سے انکار کر جاوے اور مجھسے ڈانڈ لے لیوے یا تو اس امر کا ضامن ہوتا ہو کہ جو تو مجھ سے لیتا ہو وہ
مجھے دیدے پس اگر اسنے کہا کہ ہاں تو کفالت بالدین کہ جسکی اضافت سبب وجوب کیجانب ہو حاصل ہوگئی اور
یہ جائز ہے تو مستودع بحکم کفالت اس ایلچی یعنی خالد سے واپس لے سکیگا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر مستودع
نے کہا کہ میں نے ودیعت ایسے شخص کے ہاتھ جو میرے عیال میں ہو تجھے واپس کردی ہو اور مودع نے اسکی تکذیب
کی تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہو۔ شیخ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے
پاس تانبے کے برتن ودیعت رکھے پھر کچھ دن بعد واپس لیے اس نے چھ برتن واپس دیے اور مالک نے کہا
کہ سات تھے ساتواں کہاں ہو مستودع نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں رہا کہ سات دیے تھے یا چھ تھے اور یہ نہیں معلوم
کہ میرے پاس ضائع ہوگیا ہو یا نہیں اور کبھی کہتا ہو کہ مجھے نہیں معلوم کہ تیرے پاس سے کوئی ایلچی آکر
لیگیا ہو یا نہیں تو آیا ضامن ہوگا یا نہیں پس شیخ رحمہ نے فرمایا کہ نہیں ضامن ہوگا کیونکہ اسنے ضائع ہونے کا

اقرار نہیں کیا پس دونوں باتوں میں کچھ تناقض نہیں ہے یہ فتاوی نسفی میں ہے۔ زید کے عمرو کے پاس ہزار درم
ودیعت ہیں اور ہزار درم زید کے اسپر قرض ہیں پھر مستودع نے اسکو ہزار درم دیے پھر چند روز بعد دونوں
میں اختلاف پڑا مالک مال نے کہا کہ میں نے ودیعت لے لی ہے اور قرضہ بحالہ باقی ہے اور مستودع نے کہا کہ میں نے
تجھے قرض ادا کردیا ہے اور ودیعت ضائع ہو گئی تو مستودع کا قول قبول ہوگا کیونکہ جو ہزار درم واپس کیے ہیں انکے وزن
میں اختلاف ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ تو مالک کو پہنچ گئے خواہ کیسے ہی ہوں اور ان باقی ماندہ ہزار
درم میں دونوں کا اختلاف ہے کہ مالک دعوے کرتا ہے کہ تو نے قرض لیے اور مستودع کہتا ہے کہ میرے پاس
ودیعت تھے اور ایسی صورت میں مدعی ودیعت کا قول قبول ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے

دسواں باب متفرقات میں۔ ودیعت ایک غلام یا باندی ہے اور اسنے مستودع کو قتل کیا تو قتل عمد
میں اس سے قصاص لیا جائیگا اور قتل خطا میں وہ غلام یا باندی دیدی جاوے گی یا اسکا فدیہ دیا جائیگا۔ اور
اگر ام ولد یا مدبر ہو تو مولے اسکی قیمت ڈانڈ دیگا۔ اگر مستودع نے کہا کہ مجھے ودیعت دی فلاں شخص نے
بلکہ فلاں شخص نے تو ودیعت دوسرے کو ملیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر سو درم قرضہ ہیں اور
قرضدار کے اس شخص کے پاس سو درم ودیعت ہیں اسنے کہا کہ بعوض قرضہ کے میں نے بدلا کر دیے پس اگر
دراہم اسکے ہاتھ میں موجود ہوں یا اسقدر قریب ہوں کہ اسپر قبضہ کر سکتا ہے تو جائز ہے اور بدلا ہو جائیگا اور اگر
قریب نہوں تو بدلا نہو گا تاوقتیکہ دوبارہ رجوع کرکے قبضہ نہ کرے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر مستودع نے ودیعت سے
انکار کیا پھر مودع کے پاس اسکے مثل رکھا تو مودع کو روا ہے کہ اپنی ودیعت کے عوض جس سے مکر گیا ہے اسکے
بدلے اسکو اب رکھے اسیطرح اگر اسپر مال قرضہ ہو اور انکار کر گیا پھر قرضہ کے مثل قرضخواہ کے پاس ودیعت
رکھی تو بھی یہی حکم ہے۔ ولیکن اگر اسکے حق کی غیر جنس سے اسکے پاس ودیعت رکھی تو امام اعظم رح کے نزدیک
اسکو اب رکھنے کا اختیار نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مودع نے اسکو قسم دلائی تو اسطرح قسم کھا جاوے
کہ تیرا مجھپر کچھ نہیں ہے اور یوں قسم نہ کھاوے کہ تو نے مجھے کچھ ودیعت نہیں دی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر زید
کے ہزار درم عمرو کے پاس ودیعت ہوں اور بکر کے زید پر ہزار درم قرضہ ہوں تو بکر کو روا ہے کہ جب قابو پاوے
تو عمرو سے ودیعت کے درم لے لے اگرچہ عمرو کو اختیار نہیں ہے کہ بکر کو ہزار درم اداے قرضہ میں دیدے یہ نصاب
میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا پھر زید نے وہ غلام عمرو کو ہبہ کردیا حالانکہ غلام حاضر نہ تھا اور
عمرو نے ہبہ قبول کیا تو جائز ہے اور ودیعت کا قبضہ ہبہ کے قبضہ کا نائب ہوگا اور عمرو فقط ہبہ قبول کرنے سے اس
غلام پر قابض قرار دیا جائیگا حتی کہ اگر از سرنو قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلام مرجاوے تو موہوب لہ کا مال گیا اور
اگر زید ہبہ سے رجوع نکرے تو کفن اسکا عمرو پر دینا لازم آویگا پھر اگر خالد نے اس غلام میں (یعنی عمرو کا) اپنا استحقاق ثابت
کیا تو خالد کو خیار ہوگا کہ چاہے زید سے (غلام ودیعت کا) ضمان لے یا عمرو سے ضمان لے۔ پھر اگر خالد نے عمرو کے غلام پر از سرنو قبضہ
کرنے سے پہلے عمرو سے ضمان لے لی تو عمرو اسکے مثل زید سے واپس لے سکتا ہے اور اگر خالد کے عمرو سے ضمان
لینے سے پہلے عمرو نے اسپر از سرنو قبضہ کر لیا ہو تو عمرو زید سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ منتقی میں امام
ابو یوسف رح سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ زید کے ہزار درم عمرو کے پاس ودیعت ہیں اور عمرو کے ہزار درم

زید پر قرضہ تھے پس زید نے کہا کہ یہ درم اس مال کا بدلا ہیں جو تیرا مجھپر آتا ہے پھر ہنوز عمرو واپس ہوکر اپنے مکان میں گیا
نتھا کہ ان درموں پر جدید قبضہ کرے کہ وہ درم تلف ہو گئے تو یہ زید کا مال گیا اور اصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں عمرو کا قبضہ
ان درموں پر قبضہ ودیعت تھا اور قبضہ ودیعت قبضہ امانت ہے و قبضہ ضمان کا نائب نہیں ہوتا ہے اور قرضہ کے ادا میں قبضہ
ضمان ہے پس فقط بدلا کرنے سے بدون قبضہ واقع ہونے کے بدلا تمام نہوگا تاوقتیکہ جدید قبضہ ثابت نہوا اور جدید قبضہ
یہان نہیں پایا گیا کذا فی المحیط بتشریح زائد۔ اگر کسی شخص کی ودیعت کو کسی نے تلف کردیا تو مستودع اس سے
مخاصمہ کرسکتا ہے اور قیمت ڈانڈ لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کے پاس ودیعت یا عاریت
یا اجارت ہو اور اسکے پاس سے کسی نے غصب کرلی تو وہ غاصب کا خصم ہمارے نزدیک ہوسکتا ہے محیط میں
ہے ایک شخص کے پاس ایک باندی ودیعت رکھی اس سے ایک شخص نے غصب کرلی اور باندی اسکے پاس سے
بھاگ گئی تو مستودع کو اختیار ہے کہ غاصب سے بحکم قاضی یا بلاحکم قاضی باندی کی قیمت ڈانڈ لے اور وہ قیمت مستودع
کے پاس امانت رہیگی پھر اگر باندی ظاہر ہوئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے باندی لے لے یا اسکی قیمت لے لے پس اگر
اسنے باندی لے لی تو غاصب نے جو مستودع کو دیا ہے اس سے واپس لیگا بشرطیکہ وہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف ہوا
ہو تو اسکے مثل واپس لیگا پس اگر مال ضمان یعنے قیمت باندی کی تلف ہوگئی ہو اور غاصب نے مستودع سے اسکے
مثل واپس لی تو مستودع اسیقدر مالک سے لے لیگا۔ اور اگر مستودع نے غاصب سے قیمت وصول پانے کا اقرار
کیا اور یہ امر صرف اسکے اقرار سے ثابت ہوا تو غاصب قیمت سے بری ہوگیا پھر اگر باندی ظاہر ہوئی اور مولے
نے اسکا لے لینا اختیار کیا تو اسکو یہ اختیار ہوگا اور غاصب مستودع سے وہ قیمت واپس کرلیگا جو مستودع نے اس سے
لے لی ہے بشرطیکہ قائم ہو اور اگر تلف ہوگئی ہو تو اسکے مثل واپس لیگا اور مستودع باندی کے مالک سے واپس نہیں لے سکتا
ہے پس معلوم ہوا کہ عہدہ اسی کے ساتھ لاحق ہوا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے عمرو کے پاس کچھ ودیعت رکھی اور وہ ضائع
ہوگئی پھر زید نے طلب کی تو عمرو نے کہا کہ وہ ضائع ہوگئی اور زید نے انکار کیا اور عمرو سے قسم طلب کی اسنے
قسم سے نکول کیا اور دینار زید کو دیے پھر وہ ودیعت خالد کے ہاتھ میں ظاہر ہوئی اور مستودع نے اس سے خصومت کرنی
چاہی تو دیکھا جائیگا کہ سو دینار کا دینا کسکے قول پر تھا پس اگر زید نے کہا تھا کہ ودیعت کی قیمت سو دینار تھی
اور اسپر گواہ قائم کیے تھے تو خالد سے خصومت کرنے کا استحقاق عمرو کو ہوگا۔ لیکن عمرو کو اختیار ہوگا کہ جب وہ
ودیعت خالد سے پاوے تو زید کو دیکر اپنے سو دینار واپس کرے کیونکہ اتنی قیمت میں لینے پر وہ راضی نتھا۔ اور اگر
مستودع نے کہا ہو کہ ودیعت کی قیمت سو دینار تھی اور اسپر قسم کھالی ہو تو اسوقت خصومت کا اختیار زید کو حاصل
ہوگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اگر مالک کے پیٹھ پیچھے مستودع نے ودیعت کی اصلاح میں کچھ خرچ کیا حالانکہ قاضی نے
حکم نہیں دیا تھا تو مستودع احسان کرنیوالا شمار ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر اس مسئلہ میں مستودع نے قاضی
کے سامنے مرافعہ کیا تو قاضی اس سے اس امر کے گواہ طلب کریگا کہ یہ مال عین اسکے پاس ودیعت ہے اور
اسکا مالک غائب ہے پھر جب اس امر کے گواہ پیش کیے پس اگر وہ ودیعت ایسی چیز ہے کہ کرایہ پر دیجاوے اور اسکا کرایہ
اس ودیعت پر خرچ کیا جاوے تو قاضی مستودع کو حکم دیدیگا کہ ایسا کرے۔ اور اگر ودیعت کرایہ پر دینے کے لائق نہو تو
قاضی مستودع کو حکم دیگا کہ اپنے مال سے ایک دو تین روز تک اس امید پر خرچ کرے کہ شاید اسکا مالک حاضر ہو جاوے

اور اس سے زیادہ مدت تک مستودع کو اپنے مال سے خرچ کرنے کا حکم نہ کریگا بلکہ یہ حکم دیگا کہ اسکو فروخت کرکے اسکا ثمن اپنے پاس ودیعت رکھے اور حاصل یہ ہے کہ قاضی مستودع کو ایسے فعل کا حکم دیگا کہ جو مالک ودیعت کے حق میں بہتر ہو۔ اور اگر قاضی نے پہلے ہی مرتبہ دفعۃً میں مستودع کو ودیعت فروخت کرنے کا حکم دیدیا تو بھی جائز ہے اور جسقدر مستودع نے ودیعت پر بحکم قاضی خرچ کیا ہے وہ مالک ودیعت پر قرضہ ہوگا کہ جب وہ حاضر ہوگا تو مستودع اس سے ضمان لے لیگا مگر ان چوپایہ کی قیمت سے زیادہ نہیں لے سکتا ہے بقدر قیمت چوپایہ کے لے لیگا اور اگر غلام ودیعت پر خرچ کیا ہو تو غلام کی قیمت سے زیادہ خرچ بھی لے لیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے پچاس درم قرض مانگے اسنے ساٹھ درم تھیلی سے دئیے پس اس شخص نے دس واپس کرنے کی غرض سے نکالے اور چلا اور راستہ میں یہ پچاس تلف ہو گئے تو دس کے پانچ چھٹے حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اسقدر قرض ہے اور باقی ودیعت تھی کذا فی الخلاصۃ اور یہی صحیح ہے کذا فی التاتارخانیہ اور اسیطرح اگر باقی درم اسطور سے تلف ہوئے تو انکے پانچ چھٹے کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے زید کے عمرو پر پچاس درم آتے تھے اسنے ساٹھ درم تھیلی سے اسکو ادا کیے پھر جب زید کو معلوم ہوا تو اسنے دس درہم واپس کرنے کی غرض سے نکالے وہ تلف ہو گئے تو دس کے پانچ چھٹے حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اسیقدر مضمون تھے اور باقی امانت میں تھے یہ وجیز کردری میں ہے۔ زید سے عمرو نے بیس درم قرض مانگے اسنے سو درم دیے اور کہا کہ اسمیں سے بیس درم قرض لے لے اور باقی تیرے پاس ودیعت ہیں اسنے ایسا کیا پھر وہ بیس درم انھیں سو درم میں دوبارہ ملا دیے پھر رب المال نے اسکو چالیس درم دیے اور کہا کہ انکو انھیں درموں میں ملا دے اسنے ایسا ہی کیا پھر سب درم ضائع ہو گئے تو سوا اسے چالیس کے باقی کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص کو دس درم دیے اور کہا کہ پانچ درم تو قرض لے لے اور پانچ درم تیرے پاس ودیعت ہیں پھر وہ ضایع ہو گئے تو پانچ درم قرض کا ضامن ہوگا ودیعت کا ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرضہ تھے پس قرضدار نے دو ہزار درہم اسکو دیکر کہا کہ ہزار درم تیرے قرضہ کی ادا میں ہیں اور ہزار درم تیرے پاس ودیعت ہیں اسنے دونوں ہزار پر قبضہ کر لیا پھر سب ضائع ہو گئے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قرضخواہ نے اپنا قرضہ وصول پایا اور کچھ ضامن نہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسیکو ہزار درم اسواسطے دیے کہ دس درم ماہوار کی اجرت پر مال کے مالک کیواسطے خرید و فروخت کرے پھر وہ شخص مرگیا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ اسنے کیا کیا اور اسنے کچھ غلام اور کپڑے چھوڑے تو کل مال میت کے مال پر قرضہ قرار دیا جائیگا اسیطرح اگر کوئی زمین مزارعت پر دی اور بیج دونوں کی طرف سے ٹھہرایا ایک طرف سے ٹھہرا پھر کاشتکار مرگیا حالانکہ کھیتی کاٹی یا آملیان میں ہے اور اسکے مرنے کے بعد حال معلوم نہوا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ جسدن وہ مرا ہے اس دن کے حساب سے کھیتی کی قیمت یا مرنے کے روز جسقدر اناج اسکے قبضہ میں تھا اسکی قیمت میت کے مال پر قرضہ قرار دیجائیگی یہ ینابیع میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم ودیعت دیے پھر مالک ودیعت نے یہی درم ودیعت کے مستودع کو قرض دیے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ یہ درہم ودیعت ہونے سے خارج نہونگے تاوقتیکہ مستودع کے ہاتھ میں اگر قبضہ جدید نہو جاوے حتی کہ اگر اسکے دوبارہ قبضہ میں آنے سے پہلے یہ درم تلف ہو جاویں تو ضامن نہوگا اور ہر چیز کا جو بطور اصل امانت میں ہو ایسا ہی حکم ہے

مستودع نے مالک ودیعت سے کہا کہ مجھے خرید و فروخت کرنیکی اجازت دیدے کیونکہ وہ امانت دار ہو تو بھی یہی
حکم ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو۔ ابراہیم رحمۃ اللہ نے امام محمد رحمۃ اللہ سے روایت کی ہو کہ ایک شخص کے دو سو درہم قرض تھے
ہین اور مطلوب نے طالب کو دو سو درہم دیے اور کہا کہ یہ تیرا مال ہو تو لے لے اسنے لے لیے اور ضائع ہو گئے
حالانکہ لینے والے کو یہ نہین معلوم کہ کسقدر تھے تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسپر کچھ ضمان نہوگی اور صاحبین رحمہما اللہ نے
فرمایا کہ اسپر سو درہم واجب ہونگے یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص کے پاس ہزار درہم بضاعت کے خرید متاع کیواسطے
بھیجے اس شخص نے یہ درہم ایک دلال کو دیدیے اسنے کچھ متاع خریدی پھر مالک کے پاس بھیجی اور راہ مین وہ
متاع تلف ہو گئی تو ضامن نہوگا اور اگر مالک نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ہزار درہم بضاعت ہین اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ضامن
ہوگا دلال نے اگر مالک کے سامنے خریدی ہو تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہو۔ شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ سے دریافت
کیا گیا کہ ایک شخص نے ترکستان سے بقصد تجارت سمرقند کو جانا چاہا اسکو ایک شخص نے کچھ مال اس غرض سے دیا کہ
بضاعت مین میرے واسطے کوئی چیز خریدے وہ وہان گیا اور بضاعت کی چیز خریدی مگر جلدی وہانسے واپس
آنیکا سر انجام اس سے نہوسکا پس اسنے کچھ اپنے مال کے ساتھ بضاعت کا مال بھیجدیا تاکہ بضاعت والے
کو اسکی بضاعت پہونچ جاوے پھر جب یہ مال راہ مین کسی شہر مین آترا تو وہانکے حاکم نے ظلم کر کے یہ مال اس سے چھین لیا
پس آیا مستبضع ضامن ہوگا یا نہین تو شیخ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ہان ضامن ہوگا یہ فصول استروشنیہ مین ہو۔ ایک شخص مرگیا
حالانکہ اسپر قرضہ ہو اور ہزار درہم اور ایک بیٹا چھوڑا اور بیٹے نے کہا کہ یہ ہزار درہم زید کی ودیعت میرے باپ کے پاس تھے
اور زید نے آکر اسکا دعوی بھی کیا اور میت کے قرضخواہون نے اس باب مین اسکی تصدیق کی اور کہا کہ یہ ہزار درہم
زید کے ہین تو قاضی قرضخواہون کو ہزار درہم میت کیطرف سے قرضہ ادا کریگا اور مدعی ودیعت کیواسطے دینے کا حکم نہ کریگا
ولیکن جب قاضی نے ہزار درہم سے قرضخواہون کا قرضہ ادا کردیا تو زید ان لوگون سے یہ درہم لے لیگا کیونکہ انھون نے اقرار
کیا ہی کہ یہ درہم زید کے ہین۔ اور بضاعت و مضاربت و عاریت و اجارہ و رہن کی صورت مین مثل ودیعت
کے حکم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اگر زید نے کچھ ودیعت عمرو کے پاس رکھی اور غائب ہوگیا پھر زید کے بیٹے نے
گواہ قائم کیے کہ میرا باپ مرگیا اور میرے سوا کوئی وارث نہین چھوڑا ہو اور ودیعت وصول کرلی پھر زید زندہ آکر
موجود ہوا تو بیٹے یا دونون گواہون سے ضمان لیگا اور مستودع سے نہین لے سکتا ہو اور اگر بجاے ودیعت
کے مال غصب ہو تو ہر ایک سے اُ نہین سے ضمان لے سکتا ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ زید غائب ہوگیا اور اسکی
جورو قاضی کے پاس زید کے باپ کو لائی اور دعوے کیا کہ زید کی ودیعت اسکے باپ کے پاس ہو اور اس مال سے
نفقہ طلب کیا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر زید کے باپ کے پاس دراہم یا اناج و کپڑا وغیرہ ایسی ودیعت ہو
جو جورو کے نفقہ مین دیجا سکتی ہو اور باپ قرار کرتا ہو کہ ایسی ودیعت میرے پاس ہو تو عورت کو اس سے ملنا
پہونچتا ہو اور قاضی اسکو حکم کریگا کہ عورت کو اسمین سے دیدے اور باپ کو یہ اختیار نہین کہ بدون حکم قاضی کے
عورت کو اسمین سے نفقہ دیدے اور اگر بدون حکم قاضی کے دیگا تو ضامن ہوگا۔ اور اگر باپ نے اس امر سے
انکار کیا کہ میرے پاس ودیعت زید کی ہو تو اسیکا قول قبول ہوگا اور عورت کو اس سے قسم لینے کا اختیار نہین ہو
اور اگر باپ کے پاس ایسی چیز ودیعت ہو جو جورو کے نفقہ مین دیجا سکتی ہو تو ان دونون مین خصومت قائم نہوگی۔ اور

اگر زید غائب کا کسی شخص پر قرضہ ہوا اور قرضدار قرضہ کا مقر ہوا اور عورت کے ساتھ زید کے نکاح ہونے کا بھی مقر ہو تو یہ قرضہ بھی بمنزلہ ودیعت کے ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے پانسو درم ودیعت رکھے اس نے تین سو درم خرچ کیے اور دو سو درم واپس کیے اور قسم کھائی کہ میں نے ودیعت میں سے کچھ واپس نہیں رکھا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور قسم میں جھوٹا نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ودیعت میں مستودع کے پاس کوئی باندی ہو اور مستودع نے اس سے وطی کی اور لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا باندی کے مالک کا مملوک ہوگا اور مستودع پر حد زنا ماری جاویگی اور بچہ کا نسب مستودع سے ثابت نہوگا ولیکن اگر مستودع نے یہ دعوی کیا کہ میں نے منکوحہ یا زرخریدہ یا وجہ شبہہ میں اس سے وطی کی تھی تو حد اس سے دور کر دیجاویگی اور وطی شبہہ کا عقر دینا پڑیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ودیعت میں باندی ہو اور مستودع نے اسکا نکاح کر دیا تو نکاح فاسد ہے اور اگر شوہر نے اس سے وطی کی تو وطی کا عقر باندی کے مالک کو ملیگا۔ اور اگر کرایہ پر دی تو کرایہ و مزدوری اسیکو ملیگی۔ اور اگر مستودع نے باندی واپس کر دی پھر وہ استحقاق ثابت کر کے لیلیگی تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ودیعت میں باندی ہو اور مستودع نے کسی شخص سے اسکا نکاح کر دیا اور اسکا عقر لے لیا اور باندی کے بچہ پیدا ہوا اور بچہ ہونے سے باندی میں نقصان آیا پھر باندی کا مالک آیا تو اسکو اختیار رہوگا کہ باندی اور اسکے بچہ کو لے لے یا نکاح فاسد کر دے اور اگر نکاح فاسد کر دیا تو باندی کا عقر لے لیگا اور مستودع سے ولادت کا نقصان لے لیگا بشرطیکہ کچھ نقصان آیا ہو اور لڑکے سے اس نقصان کا ایفاء نہوتا ہو اور اگر لڑکے سے نقصان پورا ہوجاتا ہو تو لڑکے سے نقصان پورا کیا جاویگا اور اگر ولادت کیوجہ سے نقصان نہو بلکہ دوسری وجہ سے ہو مثلاً شوہر نے اس سے اسطور سے جماع کیا کہ اسمیں نقصان آیا تو مستودع اسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر مستودع نے بچہ کو تلف کر دیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ مستودع نے اگر ودیعت فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دی اور مالک نے مستودع سے ضمان لے لی تو ظاہر الروایۃ میں اسکی بیع نافذ ہوجائیگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ودیعت اگر کوئی تلوار ہو اور مودع نے چاہا کہ میں لیکر اس تلوار سے کسی شخص کو ناحق قتل کروں اور مستودع کے نزدیک یہ بات تحقیق ہوئی تو مستودع کو نہ دینے کا اختیار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک قبالہ ودیعت رکھا اور مودع مر گیا تو وارثوں کو اسکے مطالبہ کا اختیار ہے یا نہیں ہے تو قاضی رحمہ نے فرمایا کہ قاضی مستودع پر یہ خط وارثوں کو دینے کیواسطے جبر کریگا۔ ایک تمسک ودیعت رکھا اور معلوم ہوا کہ کچھ حق اسمیں سے طالب کو وصول ہوگیا ہے پھر طالب مر گیا اور وارثوں نے کچھ حق وصول پانے سے انکار کیا تو مستودع وہ تمسک ہمیشہ کیواسطے داب رکھے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا مخاصمہ کیا اور دوسرے نے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے ہزار درم نکالکر تیسرے شخص کے پاس رکھے تاکہ مدعی گواہوں کو لاوے پھر مدعی گواہ نہ لایا اور مدعا علیہ نے درم واپس طلب کیے اور تیسرے شخص نے دینے سے انکار کیا پھر اسی جانب کا انکار پڑا اور یہ درم بھی لوٹ لیے گئے ہیں آیا وہ شخص ضامن ہوگا یا نہیں تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ اگر تیسرے شخص کے پاس مدعی و مدعا علیہ نے رکھے ہیں تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ وہ دونوں میں سے کسی ایک کو نہیں دے سکتا ہے اور اگر مالک مال نے رکھے ہیں تو اسکو نہ دینے کی وجہ سے ضامن ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ زید کی عمرو کے پاس

ودیعت تھی پھر عمرو نے زید سے کہا کہ مین نے تیری ودیعت مکہ معظمہ مین فلان روز تجھے واپس کر دی اور زید
نے گواہ قائم کیے کہ جس روز عمرو مکہ مین ودیعت واپس دینے کا دعویٰ کرتا ہو اُس دن عمرو کوفہ مین موجود تھا
تو ایسی گواہی ناجائز ہو اور اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ عمرو نے اقرار کیا ہو کہ اُس روز مین کوفہ مین تھا
تو گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک گائے ودیعت دی اور کہا
کہ جب تو اپنے بیلون کو چرانے چراگاہ لیجاوے تو میری گائے کو بھی ساتھ لیجانا پھر مستودع فقط اُسکی گائے
کو چراگاہ لے گیا اور وہ وہان ضائع ہو گئی تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہو۔ زید نے عمرو کا گھوڑا غصب کر لیا
اور عمرو نے کہا کہ مین نے اپنا گھوڑا زید کے پاس ودیعت رکھا پھر زید کے پاس وہ گھوڑا خود بخود مر گیا قبل
اسکے کہ عمرو اُس سے مطالبہ کرے تو زید ضامن نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہو۔ ایک شخص نے بضاعت
کرمان مین دی وہ اصفہان لایا پھر کرمان لوٹ گیا اور کہا کہ مین نے بضاعت اصفہان مین چھوڑ دی حالانکہ
مالک بضاعت نے کرمان سے اصفہان تک کیواسطے بضاعت دی تھی تو ضامن نہوگا یہ جواہر الفتاوے
مین لکھا ہو۔ چار آدمیون نے سفر کیا اور سب ساتھ ہی کھاتے اور ساتھ اُترتے اور چلتے تھے انمین سے ایک کے
پاس کسی شخص کے دینار ودیعت تھے کہ جنکو اُسنے اپنی قبا مین ٹانک لیا تھا پھر اُسنے وہ قبا اپنے ساتھیون
کے پاس چھوڑ دی اور وہ ضائع ہو گئی تو ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر بضاعت لینے والے نے اپنی قبا مین درم
ٹانک لیے اور چار رفیقون کے ساتھ سفر کیا جو ساتھ کھاتے اور ساتھ سوتے تھے پھر قبا انکے پاس چھوڑ کر حمام
چلا گیا اور جب آیا تو دیکھا کہ قبا کاٹ کر درم نکال لیے گئے ہین تو مستبضع ضامن نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہو
مستودع نے مالک سے کہا کہ مین باغ جاتا ہون تیری ودیعت اپنے ہمسایہ فلان شخص کے گھر رکھدون مالک
نے کہا کہ اچھا رکھدے وہ رکھکر باغ گیا اور واپس آکر ودیعت اُس سے لے لی اور اپنے گھر لا کر رکھی اُسکے گھر سے
غائب ہو گئی پس آیا پہلا مستودع ضامن ہوگا یا نہین تو چاہیے کہ ضامن نہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اگر مستودع
کے پاس ودیعت مین کتاب ہو اُسنے کتاب مین غلطی دیکھی تو اُسکی اصلاح کرنا مکروہ ہو بشرطیکہ مالک کو یہ امر
ناگوار معلوم ہو یہ ملتقط مین ہو۔ ایک شخص نے اپنی زمین کی دستاویز دوسرے کے پاس ودیعت رکھی حالانکہ دستاویز
اُسکے نام کی نہین ہو پھر جس شخص کے نام کی دستاویز ہو اُسنے اُس زمین کا دعویٰ کیا اور جن گواہون نے
اُسپر گواہی لکھی تھی اُنھون نے انکار کیا کہ ہم گواہی نہ دینگے جب تک اپنی لکھی ہوئی گواہی نہ دیکھین تو قاضی
مستودع کو حکم کریگا کہ گواہون کو دستاویز دکھادے کہ اپنی تحریر پہچان لین اور دستاویز مدعی کو نہ دیگا اور اسی پر
فتویٰ ہو یہ عتابیہ مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو مال اسواسطے دیا کہ دلھن کی ڈولی پر نثار کرے پس اگر وہ مال
درم ہون تو اُسکو اپنے واسطے کچھ رکھ لینا روا نہین ہو اور اگر خود ہی نثار کیا تو خود کچھ نہین اُٹھا سکتا ہو یہ محیط سرخسی
مین ہو اور یہ بھی روا نہین ہو کہ نثار کرنے کیواسطے کسی دوسرے کو دیدے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو۔ اور شکر
شکر نثار کرنے کے واسطے مامور ہو اُسکو اپنے واسطے کچھ شکر رکھ لینے کا اختیار نہین ہو اور نہ دوسرے کو نثار کرنے
کیواسطے دیسکتا ہو اور نہ خود اُٹھا سکتا ہو یہ امام ابوبکر اسکاف کے نزدیک ہو اور صدر الشہید نے فرمایا کہ ہم ابوبکر
کے قول کو لیتے ہین اور اسی پر فتویٰ ہو یہ فتاویٰ غیاثیہ مین ہو۔ ایک مسافر کسی شخص کے مکان مین مر گیا اور اسکا کوئی وارث

معروف نہین ہے اور تھوڑا سا تر کہ جو پانچ درم کا ہوتا ہے یا اُسکے مانند چھوڑا اور گھر کا مالک فقیر آدمی ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ خود لے لے یہ جوہرۃ النیرۃ مین ہے۔ ایک شخص نے عمرو سے ہزار درم لیکر کہا کہ یہ درم فلان شخص کے ہاتھ بھیجدے پھر ایلچی کے ہاتھ سے وہ ضایع ہوگئے تو قرضدار کا مال گیا یہ محیط مین ہے۔ ودیعت واپس کرنے کا خرچہ مالک پر پڑیگا مستودع پر نہ پڑیگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر ودیعت ایک محلہ سے دوسرے محلہ مین لیگیا تو واپس کرنے کا خرچہ بالاتفاق مالک ودیعت پر پڑیگا یہ فتاوی عتابیہ مین ہے۔ اگر کسی ایسے موقع پر جہان ودیعت کو لیکر مستودع کو سفر کرنا جائز ہے مستودع نے اُسکو لیکر سفر کیا تو ودیعت کا کرایہ مالک کے ذمہ پڑیگا یہ سراج الوہاج مین ہے اگر چند شخص کی چیز ودیعت رکھکر غائب ہوگیا پھر مرگیا اور مستودع نے سوا اُسکی پوتی کے جو قریب بالغ ہونے کے تھی اور کوئی وارث نہ پایا تو اُس پوتی کو دیدینے مین مستودع معذور رکھا جائیگا بشرطیکہ وہ لڑکی حفاظت پر قادر ہو یہ قنیہ مین ہے۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک باندی نے دو کنگن ایسے مال سے خریدے جسکو اُسنے اپنے مالک کے گھر مین کمایا ہے اور خرید کر ایک عورت کے پاس ودیعت رکھے اور عورت نے قبضہ کرلیا اور یہ امر مالک کی اجازت سے نہین واقع ہوا پھر ودیعت تلف ہوگئی تو آیا وہ عورت ضامن ہوگی تو شیخ رح نے فرمایا کہ ہان کیونکہ یہ کنگن مولی کی ملک ہے اور بدون اُسکی اجازت کے ایداع صحیح نہوا پس وہ عورت غاصبہ قرار پائی یہ فتاوی نسفی مین ہے۔ اگر مستودع نے دوسرے شخص کو مالک کے حکم سے ودیعت دی یا بدون حکم کے دی تھی پھر مالک نے اجازت دیدی تو مستودع درمیان سے نکل گیا کذا فی [illegible]

کتاب العاریۃ

اس کتاب مین نو باب ہین

باب اول۔ عاریت کی تفسیر شرعی اور رکن و شرائط و انواع و حکم کے بیان مین۔ واضح ہو کہ بلا عوض منفعتون کے مالک کردینے کو عاریت شرعی کہتے ہین اور یہ قول ابوبکر رازی اور عامہ اصحاب حنفیہ کا ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور عاریت کا رکن یہ ہے کہ معیر کیطرف سے ایجاب ہو اور مستعیر کیطرف سے قبول شرط نہین ہے یہ ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک استحسانا ہے اور ایجاب کی یہ صورت ہے کہ مثلاً یون کہے کہ یہ شئے مین نے تجھے عاریت دی یا تجھے دی یا یہ کپڑا یا یہ گھر مین نے تجھے عاریۃ یا منحہ دیا یا یون کہا کہ یہ چیز یا کپڑا یا دار تیرے واسطے منحہ ہے یا یہ زمین مین نے تجھے کھانے کے واسطے دی یا اپنے زراعت کر کھایا یہ زمین تیرے واسطے طعمہ ہے یا یہ غلام مین نے تیری خدمت کو دیا یا مین نے بیچ یا یہ تیری سواری مین دیا بشرطیکہ اس سے ہبہ کرنیکی نیت نکرے یا یون کہا کہ میرا گھر تیرے لیے سکنی ہے یا تیرے لیے عمری سکنی ہے کذا فی البدائع اور اصل مین یا بیان یہ ہے کہ اگر اُسنے ان الفاظ کو ایسی چیز کی طرف نسبت دیکر کہا کہ وہ چیز بعینہ باقی رہے اور اُس سے انتفاع ممکن ہو تو یہ منفعت کی تملیک ہوگی اور عین شئے کی تملیک نہوگی اور اگر ایسی شئے کیطرف نسبت کی کہ جس سے نفع اُٹھانا بدون عین شئے کے تلف ہونیکے ممکن نہین ہے تو یہ تملیک عین شئے کی ہے پس قرضہ ہوجائیگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ عاریت کے

شرائط چند قسم ہین از انجملہ عقل شرط ہے پس عاریت دینا مجنون اور لڑکے لا یعقل سے صحیح نہین ہے ولیکن بلوغ شرط نہین ہے
حتی کہ لڑکے ماذون سے اعارہ صحیح ہے۔ از انجملہ مستعیر کیطرف سے قبضہ شرط ہے۔ از انجملہ مستعار ایسی شی ہو کہ بے
بدون اُس شی کے تلف ہونے کے انتفاع ممکن ہو اور اگر ایسی نہو تو اُسکا عاریت دینا صحیح نہین ہے کذا
فی البدائع حاکم شہید نے کافی مین فرمایا کہ عاریت درم و دینار و فلوس کی قرض ہوتی ہے اسیطرح عاریت کیلی
و وزنی چیز کی اور ہر عددی چیز کی مثل اخروٹ و انڈون وغیرہ کے بھی قرض ہوجاتی ہے اور ایسی ہی قلعی و صوف
و ابریشم و کافور و مشک و تمام عطریات و متاع عطر فروشون کی جنکے منافع پر اجارہ نہین واقع ہوتا ہے قرض ہوتی
ہین۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب عاریت کو مطلق رکھا ہو اور اگر جہت عاریت بیان کر دی مثلاً درم و دینار
اسواسطے عاریت دیا کہ ترازو کو درست کرے یا دکان کی زینت رکھے یا خود آرایش کرے یا ایسی ہی اور
صورتین جنمین عین درم و دینار کا اتلاف نہین ہوتا ہے اور باوجود انکے عینہ باقی رہنے کے جس نفع کیواسطے عاریت
دیا ہے وہ نفع حاصل ہوجاتا ہے تو ایسی صورت مین قرض نہوجاوینگے بلکہ عاریت باقی
رہینگے اور اُسنے صرف جس صورت سے نفع اٹھانا بیان کیا گیا ہے اُسی صورت سے انتفاع لے سکتا ہے سوا
اُسکے دوسری صورت سے انتفاع حاصل کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اگر تجمل کیواسطے
برتن مستعار لیے یا تلوار جسپر حلیہ ہے یا چھری حلیہ دار یا چاندی کی جڑاؤ پیٹی یا انگوٹھی عاریت لی تو کوئی شی انمین
قرض نہوجاویگی یہ کافی مین ہے اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے یہ پیالہ ثرید کا عاریت دیا اُس نے لیا اور
کھا گیا تو اُسپر اُسکے مثل یا اُسکی قیمت واجب ہوگی اور وہ قرض ہوگا بشرطیکہ ان دونون مین باہم ایسی
کشادہ روئی جاری ہو تا کہ یہ امر اباحت کی دلیل ہو یہ خلاصہ مین ہے عیون مین ہے کہ اگر دوسرے سے ایک
پیوند اپنی قمیص مین لگانے کیواسطے یا لکڑی اپنی عمارت مین داخل کرنے کیواسطے یا پختہ اینٹ عاریت کی
تو یہ عاریت نہین ہے قرض ہے اسکا ضامن ہوگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مستعیر نے اُس سے یہ نکہا ہو کہ مین واپس
دونگا اور اگر یہ کہا ہو تو عاریت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ عاریت کی چار قسمین ہین ایک یہ کہ وقت اور انتفاع
دونون مطلق چھوڑ دیے گئے ہون اور ایسی عاریت کا حکم یہ ہے کہ مستعیر اُس شی سے ہر طرح نفع اٹھا سکتا ہے جیسا
نفع جسوقت چاہے حاصل کرے اور دوسری یہ ہے کہ وقت اور نفع دونون مقید ہون اور ایسی عاریت
مین مستعیر خلاف بیان معیر کے انتفاع نہین اٹھا سکتا ہے لیکن اگر خلاف کرنے مین معیر کی بہتری ہو تو جائز ہے اور تیسری
یہ ہے کہ وقت مقید ہو اور نفع مطلق ہو اور چوتھی یہ ہے کہ نفع مقید ہو اور وقت مطلق ہو اور ان دونون صورتون مین
بر خلاف بیان معیر کے تجاوز نہین کر سکتا ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ حکم عاریت یہ ہے کہ مستعیر کیواسطے بلا عوض منفعت
کی ملکیت حاصل ہوتی ہے یا جو عرف و عادت مین منفعت مین ملحق ہے ہمارے نزدیک حاصل ہوتا ہے یہ بدائع
مین ہے۔ اور عاریت امانت ہوتی ہے اور اگر بدون حد سے تجاوز کرنے کے عاریت تلف ہوجاوے تو ضامن نہوگا
اور اگر عاریت مین ضمان کی شرط لگائی تو اُسکی صحت مین مشائخ کا اختلاف ہے اور خلاصہ مین لکھا ہے کہ اگر کسی
شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو مجھے یہ شی عاریت دے اگر ضائع ہوجاویگی تو مین اُسکا ضامن ہون تو وہ شخص
ضامن نہوگا اور شرح طحاوی مین ہے کہ اگر اُس نے نفع لینے مین حد سے تجاوز کیا تو بالاجماع ضامن ہوگا مثلاً اسپر

ایسا بوجھ ڈالا کہ جیسا بوجھا ایسی چیز نہیں اٹھا سکتی ہے یا جانور سے دن رات برابر ایسا کام لیا کہ چوپائے ایسا کام نہیں کر سکتے ہیں اور عرف وعادت اس طور سے نہیں جاری ہوا اور وہ چوپایہ تھک کر مر گیا تو اس صورت میں مستعیر اسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے۔

دوسرا باب۔ ان الفاظ کے بیان میں جنسے عاریت منعقد ہوتی ہے اور جنسے نہیں منعقد ہوتی ہے

عاریت بہ لفظ تملیک منعقد ہوتی ہے کذا فی الظہیریہ پس اگر کسی سے کہا کہ میں نے تجھے اس گھر سے انتفاع کا بلا عوض ایک مہینہ تک یا ایک مہینہ نہ کہا مالک کیا تو عاریت ہو جائیگی کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر کہا کہ میں نے تیرے واسطے اپنے اس گھر کا سکنی ایک مہینہ تک دیا یا کہا کہ عمری سکنی تیرے واسطے دیا تو عاریت ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھے یہ کپڑا قرض دیا تاکہ تو ایک روز پہنے یا گھر قرض دیا کہ تو ایکسال تک اسمیں رہے تو اس قول سے بھی عاریت صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھے فی سبیل اللہ اس گھوڑے پر سوار کیا تو یہ عاریت دینا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا گھر تیرے لیے ہبہ کی راہ سے رہنے کو یا سکونت اسکی ہبہ ہے تو یہ عاریت ہے یہ ہدایہ کی کتاب الہبہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا گھر تیرے واسطے عطیہ سکنی ہے یا سکونت صدقہ ہے یا سکونت عاریت ہے یا عاریۃ ہبہ ہے تو یہ سب عاریت ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا گھر تیرے واسطے رقبی ہے یا حبس ہے تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک عاریت ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہبہ ہے اور اسکا یہ کہنا کہ رقبی و حبس ہے باطل ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا گھر رقبی ہے تیرے لیے یا حبس ہے تیرے واسطے تو یہ بالاجماع عاریت ہے یہ ینابیع میں ہے۔ قال المترجم دونوں صورتوں میں تملیک کا فرق ہے اگر اسنے تیرے لیے سے پہلے کہا پھر نفع کی تملیک تجھے سے بیان کیا پہلی صورت میں ہے جیسے داری لک رقبی تو اسمیں اختلاف ہے اور اگر صورت انتفاع کی پہلے بیان کی جیسے داری رقبی لک تو اسمیں عاریت ہونے پر اجماع ہے ولیکن مترجم زعم کرتا ہے کہ شاید یہ اختلاف بیان اردو زبان میں ظاہر نہ ہو واللہ اعلم فلیتامل فیہ۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تجھے یہ گدھا دیا تاکہ تو اس سے کام لے اور اسکو چارہ اپنے پاس سے دے تو یہ عاریت دینا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تجھے یہ زمین کھانے کو دی تو یہ عاریت ہے ولیکن اگر ہبہ کا ارادہ کرے تو ہو سکتا ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے یہ دار ایک مہینہ کیواسطے بلا عوض اجرت پر دیا یا ایک مہینہ کی قید نہ لگائی تو یہ عاریت نہوگی اور شیخ الاسلام رح نے ذکر کیا ہے کہ بعض نے اسکے برخلاف کہا ہے کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز عاریت مانگی اسکا مالک چپ ہو رہا تو شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ چپ ہو رہنے سے عاریت دینا ثابت نہیں ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کوئی زمین مستعار لی تاکہ اسپر عمارت بناوے اور رہے اور جب چاہے تو عمارت کا زمین کی ہو تو یہ یعنی صورت میں عاریت میں مالک زمین کو ایسی زمین کی سکونت کے مثل کرایہ ملیگا اور عمارت اسی مستعیر کی ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کوئی چوپایہ کل کے روز شام تک کیواسطے عاریت مانگا اسکے مالک نے ہاں کر لیا پھر دوسرے روز دوسرے شخص نے شام تک کیواسطے عاریت مانگا اور مالک نے ہاں کر لیا تو دونوں میں سے سابق کا استحقاق ہوگا اور اگر دونوں نے معاً طلب کیا اور مالک نے قبول کیا تو دونوں کو

معاً مستعار ملیگا یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے

تیسرا باب۔ اُن تصرفات کے بیان میں جنکا مستعیر شی مستعار میں مالک ہوتا ہے اور جن تصرفات کا مالک نہیں ہوتا ہے۔ مستعیر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مستعار شی کو دوسرے شخص کو کرایہ پر دیدے اگرچہ عاریت دینا ہمارے نزدیک منفعت کا مالک کردیتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے پس اگر اُسنے کرایہ پر دیدیا اور وہ ہلاک ہوگیا تو اسوقت کی قیمت کا ضامن ہوگا جسوقت مستاجر کو دیا ہے یہ کافی میں ہے اور کرایہ اسکو ملیگا اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکو تصدق کردے یہ محیط میں ہے اور معیر کو اختیار ہے چاہے مستاجر سے ضمان لے لیں اگر مالک نے مستعیر سے ضمان لی تو مستعیر اسقدر مال مستاجر سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستاجر سے ضمان لی تو وہ مستعیر سے یعنی اجارہ دینے والے سے واپس لیگا بشرطیکہ اجارہ لینے کیوقت اسکو یہ معلوم نہو کہ یہ شی اُسکے پاس عاریت ہے اور اگر یہ معلوم تھا کہ یہ چیز اُسکے پاس عاریت ہے تو واپس نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور مثل ودیعت کے عاریت کو رہن نہیں کرسکتا ہے کذا فی التبیین اور عاریت کو ودیعت رکھنے میں مشایخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ ودیعت رکھدینے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان اور صحیح یہ ہے کہ مستعیر کو اختیار ہے کہ اسکے پاس مستعار کو ودیعت رکھدے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتاوی العتابیہ اور یہی مختار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ اختلاف مشایخ کے درمیان اُس شی میں ہے جسکے اجارہ کا مالک ہے اور جسکے اجارہ کا مالک نہیں ہے اسکے ایداع کا بالاتفاق مالک نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور مستعیر کو اختیار ہے کہ دوسرے کو عاریت دیدے خواہ ایسی شی ہو کہ اُس سے نفع اٹھانے میں لوگوں میں تفاوت ہو یا تفاوت نہو بشرطیکہ مستعیر نے جسکو عاریت لیا ہے تو اعارہ مطلقاً ہو مستعیر پر یہ شرط نہ لگائی گئی ہو کہ خود ہی اُس سے نفع اٹھاوے اور اگر اسپر یہ شرط لگائی ہو تو اسکو یہ اختیار ہوگا کہ ایسی چیز کو عاریت دیوے کہ جس سے لوگ یکساں نفع اٹھاتے ہیں باہم کچھ تفاوت نہیں ہے اور ایسی چیز کو جس سے نفع اٹھانے میں لوگوں کا تفاوت ہے عاریت نہیں دیسکتا ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اسکی مثال یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ایک کپڑا مستعار لیا تاکہ خود اسکو پہنے یا کوئی گھوڑا لیا تاکہ خود اسپر سوار ہو تو زید کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کپڑا کسی دوسرے کو پہنا دے یا گھوڑے پر دوسرے کو سوار کرے اور اگر کوئی گھر اپنے رہنے کیواسطے مستعار لیا تو اسکو اختیار ہے کہ جسکو چاہے بسا دے اور اگر مطلقاً پہننے کیواسطے کوئی کپڑا عاریت لیا یا مطلقاً سواری کے واسطے کوئی گھوڑا عاریت لیا اور پہننے والے یا سوار ہونے والے کا نام نہ رکھا تو دوسرے کو پہنا سکتا ہے اور سوار کرا سکتا ہے یہ ظہیریہ میں لیا گیا ہے پھر اگر خود سوار ہوا یا خود پہنا پھر چاہا کہ دوسرے کو عاریت دیدے یا دوسرے کو پہلے پہنایا یا سوار کرایا پھر خود پہنایا سوار ہونا چاہا تو اسمیں مشایخ نے اختلاف کیا ہے اور راجح یہ ہے کہ وہ اس فعل کا مالک نہیں ہے اور اگر ایسا فعل کیا تو ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک گھوڑا اپنی سواری کیواسطے عاریت لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنی ردیف میں دوسرے کو سوار کرلیا اور وہ گھوڑا ہلاک ہوگیا تو آدھی قیمت کا ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب ردیف میں دوسرے مرد کو سوار کیا ہو اور اگر کسی لڑکے کو سوار کیا تو بقدر اسکے بوجھ کے ضامن ہوگا۔ اور یہ سب اسوقت ہے کہ وہ گھوڑا دونوں کے بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضیخان میں ہے مستعیر کو اختیار ہے کہ مستعار شی کو [illegible] میں باندھے یہ محیط میں ہے۔ ایک کتاب پڑھنے کیواسطے مستعار لی

اور اُنہیں غلطی پائی پس اگر یہ جانتا ہو کہ مالک کتاب اسکی اصلاح کر دینے کو برا جانیگا تو اصلاح نہ کرنی چاہیے ورنہ اگر اصلاح
کر دی تو جائز ہے اور اگر اصلاح نہ کی تو اُسپر کچھ گناہ نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ منتقی میں امام محمد رحمہ اللہ سے بروایت
ابراہیم رحمہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا گھوڑا دو کوس لیجانے یا دو کوس تک مستعار دے
تو اُسکو دو کوس آنے جانے ہونگے پس چار کوس ہو جاوینگے اور ایسا ہی حکم ہر عاریت میں ہے جو شہر میں ہو جیسے
جنازہ کی مشایعت کرنا وغیرہ اور یہ استحسان ہے کہ اسکو ہمارے علما نے لیا ہے یہ محیط میں ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے
روایت ہے کہ اگر کوئی گھوڑا عاریت لیا اور مقام بیان نہ کیا تو اُسکو شہر سے باہر لیجانے کا اختیار نہوگا یہ فتاوی
قاضیخان میں ہے۔ اور فتاوے رشید الدین میں ہے کہ اگر جبانہ تک جانے کیواسطے ایک گھوڑا مستعار لیا تو یہ شہر ہی
تک کیواسطے قرار دیا جائیگا ایسے ہی خادم کا عاریت لینا یا کرایہ پر لینا بھی یہی حکم رکھتا ہے ایسا ہی جسکے واسطے
خدمت غلام کی وصیت کی گئی ہو وہ بھی شہر ہی میں خدمت لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ بار برداری کے
واسطے ایک چوپایہ مستعار لیا تو مثل چارہ کے خود سوار ہونے کا اختیار ہے یہ قنیہ میں ہے ✦

چوتھا باب۔ مستعیر کے خلاف کرنے کے احکام میں۔ اگر زید نے عمرو سے کوئی چیز لادنے کیواسطے ایک
ٹٹو مستعار لیا پھر اُسپر ایک دوسری چیز لادی تو اسکی چار صورتیں ہیں اگر اُسپر سوائے اسکے جو مالک نے بیان کی
ہے دوسری چیز ایسی لادی جو پہلی شے کی جنس سے ہے اور وہی ضرر ٹٹو کو پہونچتا ہے جو پہلی چیز سے پہونچتا مثلاً
دس من گیہوں لادنے کیواسطے مستعار لیا پھر ان گیہوں کے سوائے دوسرے گیہوں دس من لادے
یا اپنے ذاتی گیہوں کے لادنے کے لیے مستعار لیا پھر غیر کے گیہوں لادے تو مستعیر پر ضمان نہ آویگی۔ اور
اگر جنس میں اختلاف کیا مثلاً دس قفیز گیہوں لادنے کیواسطے مستعار لیا پھر اُسپر دس قفیز جو لادے اور وہ
مر گیا تو استحساناً ضمان نہ آویگی اور اگر اُسپر دس قفیز سے زیادہ جو لادے ولیکن یہ جو وزن میں گیہوں کے برابر ہیں
تو امام شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا کہ استحساناً ضامن نہوگا اور یہی اصح ہے اور اگر خلاف جنس میں ایسی چیز لادی
جو ٹٹو کے حق میں مضر ہو مثلاً گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُسپر خشت خام یا خشت پختہ یا لوہا گیہوں
کے وزن کے برابر لادا اور وہ مر گیا تو ضامن ہوگا۔ اسیطرح اگر اس صورت میں اُسپر قطن یا بھوسا یا لکڑی یا جھاڑ
لادے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اُس نے مقدار میں مخالفت کی مثلاً دس من گیہوں لادنے کے واسطے
مستعار لیا پھر اُسپر پندرہ من لادے اور وہ مر گیا تو تہائی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ حکم بخلاف اسکے ہے کہ
اگر کوئی بیل دس من گیہوں پیسنے کیواسطے چکی میں جوتنے کو مستعار لیا پھر اُس سے گیارہ من پیسائے کچھ تھکا اور وہ مر گیا
اس صورت میں بیل کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ وہ ٹٹو پندرہ من بوجھ اُٹھا سکتا ہو اور
اگر نہ اُٹھا سکتا ہو اور اُس نے لادا اور وہ مر گیا تو اُسکا تلف کرنے والا قرار دیا جائیگا اور ٹٹو کی پوری قیمت کا
ضامن ہوگا یہ محیط و ذخیرہ میں ہے۔ اگر کوئی ٹٹو مطلقاً مستعار لیا تو مستعیر اُسپر اسقدر لاد سکتا ہے جسکو وہ اٹھا
سکے اور اگر اُسپر اسکے طاقت سے زیادہ لادا اور وہ تھک کر ہلاک ہو گیا تو ضامن ہوگا اسیطرح اگر بہ اندازہ
بدون دانہ چارہ دیے اُس سے کام لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسپر بوجھ لادا اور چارہ دیا تو ضامن نہوگا جبکہ
جانے جس وقت چاہے جو بوجھ اُسپر لادے یہ ملتقط میں ہے۔ ایک ٹٹو گیہوں لادنے کیواسطے مستعار لیا پھر

مستعیر نے وہ ٹٹو اپنے وکیل کو دیا تھا کہ گیہون لادنے کو بھیجا اور وکیل نے اُسپر اپنا ذاتی اناج لادا اور وہ مرگیا تو
مستعیر ضامن نہوگا یہ حکم صحیح کتاب الشفعہ میں مذکور ہے حالانکہ یہ حکم عجیب ہے یہ فتاوے صغری میں ہے۔
اگر عاریت کیساتھ کسی مقام تک کی قید ہو تو اُسکا حکم مثل عاریت مطلقہ کے ہو ولیکن صرف مقام کی قید لگا
رکھی جاویگی پس اگر مستعیر نے اُس مقام کی حد سے تجاوز کیا یا مخالفت کی تو ضامن ہوگا اگرچہ جس مقام کی
طرف مخالفت کرکے لے گیا ہو وہ مقام اُس مقام سے نزدیک ہو جسکی عاریت دینیوالے نے اجازت دی ہے
یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کوئی ٹٹو کسی مقام تک کیواسطے جسکو بیان کردیا ہو مستعار لیا پھر مستعیر اس مقام
کے راستہ کے سوا کسی دوسری راہ سے ٹٹو کو اُس مقام تک لے گیا پس اگر دوسرا راستہ ایسا ہو کہ لوگون کی
عادت اُس راستہ سے اُس مقام کو جانے کی جاری ہو تو ضامن نہوگا اگرچہ ٹٹو تھک کر مرجاوے اور اگر اُس
دوسرے راستے سے لوگون کی عادت اُس مقام کو جانے کی جاری نہو اور ٹٹو تھک کر مرگیا تو مستعیر ضامن ہوگا
یہ سراج الوہاج میں ہے کسی موضع تک کیواسطے ایک ٹٹو مستعار لیا پھر ٹٹو کو ایسی راہ سے لیگیا جو کہ چلتی ہوئی
نہیں ہے اور وہ تھک کر مرگیا تو ضامن ہوگا اور اگر عاریت دینے والے نے کوئی راستہ خاص مقرر کردیا اور
مستعیر دوسری راہ سے لیگیا پس اگر دونون راستے یکسان ہون تو ضامن نہوگا اور اگر دوسرا راستہ دور
ہو یا چلتا راستہ نہو تو ضامن ہوگا اسیطرح اگر دونون راستہ مخوف ہونے مین فرق رکھتے ہون بایطور کہ
دوسرا راستہ کہ جس راہ سے گیا ہے زیادہ خوفناک ہو یا مامون نہو تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص
نے ایک گدھا ایک گھڑا پانی لانے کیواسطے مستعار لیا پھر تین گھڑے پانی تین دفعہ کرکے لایا اور اُس گدھے
مین عیب تھا پھر جیسا تھا ویسا ہی واپس کردیا اور مالک کے پاس وہ گدھا مرگیا پس اگر مستعیر کے پاس زیادہ
عیب نہیں پیدا ہوگیا ہو تو ضامن نہوگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ فتاوی دیناری میں ہے کہ ایک شخص نے
کسی موضع سے بوجھ لادنے کیواسطے ایک گدھا عاریت چاہا اور معیر نے کہا کہ چار روز سے زیادہ نرکھنا چار روز
بعد یہ گدھا واپس لانا اُس نے پندرہ روز رکھا اور وہ گدھا مرگیا تو کس روز کی قیمت کا ضامن ہوگا تو فرمایا کہ روز
عاریت سے پانچوین روز جو کچھ گدھے کی قیمت تھی اُسکا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کوفہ میں کسی جا
کو اپنی ضرورت کیواسطے لیجانے کو ایک ٹٹو مستعار لیا پھر اُسکو پانی پلانے کے واسطے دریاے فرات
کیطرف لایا اور جس جانب کیواسطے مستعار لیا تھا وہ جانب اس دریا سے علاوہ ہے اور ٹٹو مرگیا تو ضامن ہوگا
یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنی زمین میں ہل چلانے کے واسطے کوئی بیل مستعار لیا اور زمین کو معین کردیا تھا پھر سوا
اُسکے دوسری زمین میں ہل چلایا اور بیل تھک کر مرگیا تو ضامن ہوگا کیونکہ زمینین باہم سختی ونرمی مین مختلف
ہوتی ہین اسیطرح اگر بیل سے ہل نہ چلایا بلکہ اپنے گھر اُسکو باندھ رکھا یہانتک کہ مرگیا تو بھی ضامن ہوگا یہ
فتاوے صغری میں ہے۔ ایک شخص نے قنطرہ جانے کے واسطے کسی مقام تک ایک ٹٹو مستعار لیا اور مقام معین
کردیا ہے پھر ٹٹو کو اُس مقام سے آگے بڑھا لے گیا پھر اُسی مقام پر لوٹ آیا تو اُسپر ضمان لازم رہیگی جبتک کہ
اُسکے مالک کو واپس نہ کردے اور اسمین کچھ اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر آنے جانے کیواسطے مستعار لیا پھر
خلاف کرنیکے بعد موافق شرط کے عمل کیا تو ضمان سے بری ہوجاویگا جیسا کہ ودیعت مطلقہ میں حکم ہے اور یہی اصح

اور یہی مختار ہے یہ فتاوے عتابیہ میں ہے۔ اگر کسی جانور کو کسیقدر گیہون شہر تک لادلانے کیواسطے مستعار لیا اور وہ گیہون راستہ میں تلف ہوگئے تو اسکو اختیار ہوگا کہ شہر تک خود سوار ہوجاوے اور [illegible] سوار ہوکر لوٹ آوے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر ایک گھوڑی کسی خاص مقام تک کیواسطے مستعار لی اور اسپر سوار ہوکر اپنی ردیف میں دوسرے آدمی کو سوار کر لیا پھر گھوڑی بیٹھ ڈال گئی تو اسپر تضمین کی ضمان لازم نہ آویگی لیکن اگر گھوڑی میں اس سبب سے کچھ نقصان آیا تو آدھے نقصان کا ضامن ہوگا۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ گھوڑی ایسی ہو کہ اسپر دو آدمی سوار ہوسکتے ہوں اور اگر ایسی نہو تو یہ تلف کرنے میں شمار کیا جائیگا پس پورے نقصان کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ عورت نے لباس ماتمی کی اوڑھنی مستعار لی پھر اسکو دوسری جگہ رکھدی اور [illegible] تو ضامن ہوگی کذا فی القنیہ۔ ایک بیلچہ باغ میں کام کرنے کیواسطے عاریت لیا اور معیر نے کہا کہ باغ میں چھوڑ تا اپنے ساتھ لانا۔ پھر مستعیر نے باغ میں چھوڑ دیا اور وہ چوری گیا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک [illegible] کوٹنے کیواسطے ایک بیلچہ مستعار لیا اور کوڑ کر جب فارغ ہوا تو دوسرے کو عاریت دیدیا اور وہ ضائع ہو گیا تو مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لیوے یہ قنیہ میں ہے

پانچواں باب۔ عاریت کے ضائع کر دینے اور جسکا مستعیر ضامن ہوتا ہے اور جسکا نہیں ہوتا ہے اسکے بیان میں

امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص عاریت یا کرایہ کے ٹٹو پر سوار ہوا اور وہ کسی کوچہ میں اترکر نماز کیواسطے مسجد میں داخل ہوا اور کوچہ میں اسکو کھلا چھوڑ دیا اور وہ تلف ہوا تو ضامن ہوگا۔ اور بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ اگر اسکو کسی چیز سے نہ باندھا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر باندھ دیا ہو تو ضامن نہوگا۔ اور بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ ہر حال میں ضامن ہوگا اور امام محمدؒ کا بیان اطلاق کیساتھ بدون قید کے اسی پر دلالت کرتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی اسی پر فتوی دیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مستعیر نے مستعار ٹٹو پر سے اترا اور اسکو کوچہ میں چھوڑ دیا اور خود گھر کے اندر چلا گیا اور وہ ٹٹو ضائع ہوا تو ضامن ہوگا خواہ کسی شے سے باندھا ہو یا نہ باندھا ہو کیونکہ جب اسنے اپنی نظر سے اسکو پوشیدہ چھوڑا تو اسکو ضائع کر دیا حتی کہ اگر اسنے یہ تصور کیا کہ جب میں مسجد یا گھر میں داخل ہونگا تو ٹٹو میری آنکھ سے پوشیدہ نہوگا تو اسپر ضمان نہ آویگی اور اسی پر فتوی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر جنگل میں نماز پڑھنے کا ارادہ کر کے ٹٹو سے اترکر اسکو پکڑ لیا اور نماز میں مشغول ہوا اور وہ چھوٹکر بھاگ گیا تو اسپر ضمان نہ آویگی اور یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ ضمان کیواسطے یعنی آنکھ سے پوشیدہ کر دینے کا اعتبار ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے مثلاً بعجلت جنازہ کیواسطے کسی مقام تک ایک ٹٹو مستعار لیا پھر جب مقبرہ تک پہونچا تو اترکر ایک آدمی کو دیدیا اور خود مقبرہ میں فاتحہ پڑھنے داخل ہوا پھر وہ ٹٹو چوری گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور ایسے وقت میں اپنی ذات سے حفاظت کرنا عقد استعارہ سے مستثنی ہو گیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ مستعار چوپایہ کو مربط میں یعنی جس مکان میں جانور باندھے جاتے ہیں باندھا اور دروازہ کے پیچھے ایک لکڑی لگادی تاکہ نکل نجاوے اور وہ چوری گیا تو ضامن نہوگا یہ [illegible] ہے ایک شخص نے دوسرے کا ایک بیل [illegible] مستعار لیا کہ اسکا ایک بیل [illegible] روز آیا کہ اسکا بیل مستعار لیوے اور یہ شخص [illegible] دیدیا وہ لیکر اپنی زمین میں لے گیا اور وہاں بیل ضائع ہوگیا تو ضامن [illegible]

(حاشیہ: جنازہ کے ہمراہ جانا ۱۲)

ایک بیل عاریت مانگا اور معیر نے کہا کہ میں کل کے روز تجھے دونگا پھر جب کل کا روز ہوا تو مستعیر بدون اسکی اجازت
کے بیل لے گیا اور اپنے کام میں لایا اور بیل تھک کر مر گیا تو فتاوی ابو اللیث میں مذکور ہے کہ اسپر ضمان لازم
آویگی اور مجمع النوازل میں لکھا ہے کہ لازم نہ آویگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک بیل مستعار لیا اور اس سے کام
لیکر چراگاہ میں چرنے کو چھوڑ دیا اور وہ ضائع ہو گیا پس اگر جانتا تھا کہ مالک اسکا تنہا چراگاہ میں بیل کے چرنے
سے راضی ہوگا تو ضامن نہوگا اور اگر یہ نجانتا تھا تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور امام سید ابو القاسم
نے ذکر فرمایا کہ اگر ایک چوپایہ عاریت لیکر ظہر تک اس سے کام لیکر پھر جنگل میں چھوڑ دیا اور اسکو بھیڑیا کھا گیا تو ضامن
ہوگا اور اگر وہ جنگل اس چوپایہ کا چراگاہ ہو اور معیر اس امر سے راضی تھا کہ یہ چوپایہ اکیلا اس جنگل میں چرے تو
ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کسی مخصوص موضع تک کیواسطے کوئی گدھا مستعار لیا پھر اسکو
خبر ملی کہ راہ میں چور لگتے ہیں اور وہ اسی راہ گیا اور گدھا چھن گیا تو اسپر ضمان نہیں آویگی بشرطیکہ لوگ
ایسا راستہ چلتے ہوں یہ ملتقط میں ہے۔ ایک گدھا مستعار لیا اور وہ تھک کر لنگڑا ہوا تو ضامن نہوگا یہ قنیہ میں
ہے اور اگر مستعار گدھے کو رسی سے جو اسپر تھی کسی درخت سے باندھ دیا اور وہ رسی اسکی گردن میں
پڑ گئی اور اسکا گلا گھونٹ گیا اور وہ مر گیا تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک بیل مستعار لیا اور اس سے کام
لیکر جب فارغ ہوا تو اسکی رسی نہ کھولی وہ چراگاہ میں چلا گیا اور وہ رسی اسکی گردن میں پھنس کر
سخت کھنچ گئی اور وہ مر گیا تو مستعیر ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک چوپایہ
مستعار لیا اور پھر مستعیر میدان میں اسکی ناتھ ہاتھ میں پکڑے سو گیا اور ایک شخص نے آکر اسکی ناتھ کاٹ دی
اور یہ چلا گیا تو مستعیر پر ضمان نہ آویگی اور اگر اس شخص نے رسی مستعیر کے ہاتھ سے کھینچ لی اور چوپایہ لے گیا
اور مستعیر کو شعور نہوا تو ضامن ہوگا اور صدر الشہید نے فرمایا کہ اسکی تاویل یوں واجب ہے کہ یہ اسوقت ہے کہ
جب کروٹ سے سو گیا ہو اور اگر بیٹھے بیٹھے سویا ہو تو یہ حکم نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ کروٹ سے سونے میں اسی
حالت میں ضامن ہوگا کہ جب یہ معاملہ حضر میں واقع ہو اور اگر سفر میں ہو تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔
اگر ایک چوپایہ ایک یا دو دن کے واسطے مستعار لیا پھر جب مدت گذر گئی تو اسکو واپس نہ کیا باوجودیکہ
واپس کر سکتا تھا یہانتک کہ وہ مر گیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ کسی وجہ سے مر گیا ہو ایسا ہی اصل
میں مذکور ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ بعد مدت گذرنے کے بھی اس سے کام لیا ہو اور
اگر کام نہ لیا ہو تو ضامن نہوگا اور یہی مختار ہے اور اسمیں کچھ فرق نہیں ہے کہ عاریت کا وقت صریح مذکور ہو یا
دلالۃً ہو حتی کہ بعض نے فرمایا ہے کہ اگر لکڑی چیرنے کیواسطے کوئی بسولا مستعار لیا اور اسکو رکھ چھوڑا
یہانتک کہ تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ ایک بیل عاریت مانگا اور ایک شخص
بھیجا کہ معیر کے پاس سے بیل لے آوے وہ شخص راستہ میں بیل پر سوار ہو گیا اور بیل مر گیا تو وہ شخص
مامور ضامن ہوگا اور اپنے حکم دینے والے سے واپس نہ لے سکیگا بشرطیکہ حکم دینے والے نے اسکو سوار
ہونے کا حکم نہ کیا ہو۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ وہ چوپایہ ایسا ہو کہ بدون سواری کے قابو میں آسکتا ہے اور اگر
بدون سواری کے قابو میں نہ آسکتا ہو تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ قاضی بدیع الدین سے دریافت

کیا گیا کہ ایک گدھا لکڑیاں جنگل سے لانے کے واسطے مستعار لیا پھر ایک مزدور کو دیا کہ جنگل سے لکڑیاں جا کر لا دے اور وہ مزدور اسے لیکر چلدیا اور غائب ہو گیا تو قاضی رحمہ نے فرمایا کہ اگر مزدور معتمد آدمی نہو تو مستعیر ضامن ہوگا اور قاضی جمال الدین نے فرمایا کہ اگر مزدور روزانہ پر مقرر ہو تو مستعیر ضامن ہوگا اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ زید نے ایک ایلچی عمرو کے پاس اسواسطے بھیجا کہ میرے واسطے عمرو سے ایک ٹٹو فلان موضع تک کے لیے عاریت لادے ایلچی نے عمرو سے جا کر کہا کہ زید کہتا ہے کہ مجھے فلان موضع تک کے واسطے ٹٹو عاریت دے اور اس ایلچی نے جس موضع کا زید نے نام لیا تھا اسکے سوا دوسرے موضع کا نام لیا پس عمرو نے اسکو دیدیا پھر زید نے جس موضع کے جانے کا خود قصد کیا تھا وہاں تک سواری لی اور جس موضع کا ایلچی عمرو نے نام لیا ہے وہان کو گیا اور ٹٹو مرگیا تو ضامن نہوگا کیونکہ اسکے واسطے اجازت حاصل ہوگئی تھی اور اگر اس موضع کو گیا جہاں کا زید نے نام لیا تھا اور ٹٹو مرگیا تو ضامن ہوگا اور ٹٹو کی قیمت ادا کرنی پڑیگی کیونکہ اسنے مباح کا قصد کیا اور حرام میں پڑگیا اور جسقدر ضمان دی ہے وہ ایلچی سے نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اپنی جنایت کا جرمانہ ادا کیا ہے اور اگر ایسا ہو کہ جس مقام کا زید نے نام لیا تھا وہ اس موضع کے راستہ میں ہو جسکا ایلچی نے نام لیا ہو مثلاً زید نے کاکوری تک کو کہا اور ایلچی نے ملیح آباد تک کی اجازت لی حالانکہ کاکوری ملیح آباد کے راستے میں ہے پس اگر زید کاکوری تک گیا تو ضامن نہوگا کیونکہ اسکی اجازت حاصل ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے اس شرط سے ایک ٹٹو مستعار لیا کہ جہاں چاہے اسکو لیجائے اور مقام کا اور وقت کا اور جو اسپر لادے یا کام لیگا کسی کا نام نہ لیا پھر مستعیر اسکو حیرہ تک لیگیا یا کوفہ میں ایک مہینہ تک اسپر بوجھ لادا پھر وہ ٹٹو مرگیا تو ان میں سے کسی صورت سے ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک چوپایہ مستعار مانگا اور اپنے غلام کو معیر کے پاس اسکے لانے کو بھیجا اور غلام نے جا کر لے لیا تاکہ اپنے مالک کے پاس لادے پھر مالک کے پاس لانے سے پہلے غلام نے اس سے کام لیا اور اسکے کام لینے سے چوپایہ مرگیا تو غلام اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ ضمان اسکی گردن پر پڑیگی اور اسکے واسطے فی الحال فروخت کیا جائیگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ زید نے اپنے مقررہ نوکر کو عمرو کے پاس ایک ٹٹو عاریت لینے کو بھیجا اور اسپر کملی پڑی تھی وہ گرگئی پس اگر نوکر کی سختی سے گری تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا کذا فی المحیط۔ ایک شخص نے گانون میں شہر تک کے واسطے ایک ٹٹو مستعار لیا پھر جب شہر میں آیا تو گانون لوٹ جانے کا اسکو اتفاق نہوا اسنے ٹٹو ایک شخص کو دیا تو گانون لے جا کر اسکے مالک کو دیدے اور وہ رستے میں مرگیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر واپس لانے میں یہ شرط تھی کہ مستعیر خود ہی سوار ہو کر واپس لادے تو دوسرے کو دینے سے ضامن ہوگا اور اگر مطلقاً مستعار لیا ہو تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کام میں لانے کیواسطے ایک بیل مستعار لیا اور اسکا جوڑا ایسے بیل سے لگایا جو اس بیل سے دو چند قیمت کا ہوتا ہے اور وہ زبردست تھا پس مستعار بیل ہلاک ہوگیا حالانکہ لوگ ایسا کیا کرتے ہیں تو وہ شخص ضامن نہوگا اور اگر لوگ ایسا نہ کرتے ہوں تو ضامن ہوگا یہ ینابیع میں لکھا ہے۔ ایک چوپایہ حاملہ مستعار لیا پس اگر بدون مستعیر کی سختی کرنے کے وہ چوپایہ حاملہ پھسل پڑا اور بچہ ڈال گیا تو یہ شخص ضامن نہوگا اور اگر مستعیر نے سختی

اسکی ہاتھ کھینچی یا مارکر اسکی آنکھ پھوڑی تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک گدھا مستعار مانگا اسنے کہا کہ میرے پاس اصطبل مین دو گدھے ہین اُنمین جون سا تیرا جی چاہے ایک گدھا لیجا وہ ایک لیگیا پس اگر ہلاک ہو جاوے تو ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ دونون مین سے ایک لیجا وہ ایک لیگیا اور دوسرا ویسا ہی چھوڑ گیا تو ہلاک ہونے سے ضامن ہوگا کذا فی خزانۃ المفتین قال المترجم عدم ضمان کی صورت یہ ہے خذ احدہما ایہما شئت اور ضمان کی صورت یہ ہے خذ احدہما واذہب بہ والباقی خلا لہ یعنے ایک کو دونون مین سے لیجا اور باقی بحالہ ہے۔ اور مترجم تجاوز اللہ الغفور عن ذنوبہ وستر عیوبہ کہتا ہے کہ اس دوسری صورت مین محاورہ اُردو یعنے ہمارے عرف کے موافق چاہیے کہ ضامن نہو کیونکہ ایسا کلام ہمارے عرف مین مستعیر کی مشیت پر حوالہ کرنے کی صورت مین بولا جاتا ہے یعنے جب اس سے کہا کہ ان دونون مین سے ایک لے لے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ جون سا تیرا جی چاہے لیلے پس صورت اولی مین اور اسمین کچھ فرق نہین ہے واللہ اعلم۔ ایک چوپایہ بوجھ لادنے کے واسطے مستعار لیا اسکے مالک نے کہا کہ اسکی ناک تھامے رہ اور چھوڑنا نہین کہ یہ اسکی عادت سے تھاما جاتا ہے پھر جب کچھ دیر گذری تو مستعیر نے اُسکی ناک چھوڑ دی وہ تیز چلا اور گر گیا اور اسکا پاؤن ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا یہ چوپایہ زید کو عاریت دیا یا بجائے چوپایہ کے کپڑا کہا حالانکہ زید حاضر تھا اور نہ اسنے سنا پھر زید آیا اور اُسکو لیگیا تو ضامن ہوگا اور اگر اسنے سنا ہو یا اسکے ایلچی نے سنکر خبر دی ہو یا کسی درمیانی نے سنکر اُسکو خبر دی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک زید کو ضامن نہونا چاہیے بشرطیکہ درمیانی ایک شخص عادل ہو یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک بیل ایک روز کام لینے کے واسطے قرض لیا یعنی مستعار لیا پھر وہ اپنا بیل بھی عاریت دیگا پس وہ بیل کام لینے مین مرگیا تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے۔ ایک تیلی نے ایک بیل مستعار لیا اور اُسپر ترکون نے ڈاکہ ڈالا تو ضامن نہوگا یہ ملتقط مین ہے۔ ایک غلام محجور نے ایک چوپایہ مستعار لیا اور اُسکو اپنے مثل ایک غلام محجور کو عاریت دیا اسنے تلف کر دیا تو دوسرا غلام فی الحال ضامن ہوگا کذا فی السراجیہ اور اگر کسی غلام محجور نے اپنے مثل کسی غلام محجور کو ایک چوپایہ عاریت دیا اور وہ اسپر سوار ہوا اور چوپایہ اُسکے نیچے مرگیا پھر اس چوپایہ کا کسی نے استحقاق ثابت کیا یعنے میرا ہے تو اسکو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے سوار ہونیوالے سے ضمان لی تو وہ عاریت دینے والے سے وہ مال نہین لے سکتا ہے جو اُسنے ڈانڈ بھرا ہے اور اگر اُس نے عاریت دینے والے سے ضمان لی تو اسکا مالک یہ مال ضمان مستعیر کی گردن پر ڈالکر اُسکے دامون سے وصول کریگا اسیطرح اگر چوپایہ معیر کے مالک کا ہو تو بھی اختیار ہے کہ مستعیر سے ضمان لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ غلام محجور نے اگر کوئی شے مستعار لی اور اُسکو تلف کر دیا تو بعد آزاد ہونے کے اُس سے مواخذہ کیا جائیگا۔ ایک چوپایہ مستعار لیا اور اسکو کسی شخص کے پاس اسی مدت مین ودیعت رکھا کہ جتنی مدت کا استعارہ لیا ہے تو ضامن نہوگا اور امام ابو بکر محمد بن الفضل رح اور فقیہ ابو اللیث نے اسی پر فتوی دیا ہے اور اسی کو صدر الشہید حسام الدین نے اختیار فرمایا ہے کذا فی السراجیہ۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک کنٹھا سونے کا مستعار لیا اور ایک لڑکے کے گلے مین پہنایا اور وہ چوری گیا پس اگر وہ لڑکا اس لائق تھا کہ جو زیور اُسپر ہو اُسکی حفاظت

کر سکے تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مستعیر کسی مستعار زرہ مین پیل پڑا اور وہ پھٹ گئی تو ضامن نہوگا یہ ینابیع مین ہے نتاوے دیناری مین مذکور ہے کہ اگر عین مستعار حالت استعمال مین ناقص ہو گئی تو بسبب نقصان کے ضامن نہوگا بشرطیکہ بطور معروف اسکو استعمال مین لایا ہو یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور اگر کوئی کپڑا بچھانے کیواسطے مستعار لیا اور اسپر اسکے ہاتھ سے کوئی چیز گر پڑی یا اسکا پانون پھسلا اور بچھا پڑنے سے وہ پھٹ گیا تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اگر آدمین کیواسطے جسکو فارسی مین خوازہ کہتے ہین کوئی کپڑا مستعار لیا اور وہ ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اسکی حفاظت چھوڑدی ہو کذا فی الذخیرہ جامع الاصغر مین ہے کہ ایک عورت نے ایک طاقت مستعار لی اور اسکو اندر گھر کے داخل کیا اور دروازہ کھلا چھوڑکر چھت پر چڑھی پھر جب اتری تو طاقت نہ پائی تو بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص سے زید کی عورت نے زید کی ملوکہ چیزون مین سے کوئی چیز مستعار مانگی اسنے دیدی اور وہ تلف ہوگئی پس اگر وہ چیز گھر کے اندر کی چیزون مین سے اور ان چیزون مین سے تھی جو عرف وعادت مین عورتون کے ہاتھ رہتی ہین تو کسی پر ضمان نہ آویگی اور اگر بیل و گھوڑا وغیرہ ہو تو مستعیر اور عورت دونون پر ضمان آویگی یعنی دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لیوے یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر مستعیر نے شے مستعار کو اپنے سامنے رکھا اور بیٹھے بیٹھے سوگیا تو ضمان نہ آویگی اور اگر کروٹ سے سویا حالانکہ شہر مین ہے تو ضامن ہوگا اور اگر شہر مین نہین ہے تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر شے مستعار کو اپنے سر کے نیچے یا پہلو کے نیچے رکھکر کروٹ سے سوگیا تو ضائع ہونے سے ضامن نہوگا یہ فتاوی عتابیہ مین ہے ایک شخص نے دوسرے سے اپنی زمین کے سینچنے کے کام کیواسطے ایک بیلچہ مستعار لیا اور اس سے پانی کا راستہ کھولا اور اپنے سر کے نیچے گنوارون کی عادت کے موافق رکھکر کروٹ سے سورہا اور وہ چوری گیا تو حکم کیا ہے اور یہ واقعہ بخارا مین واقع ہوا تھا اور مشائخ نے یہ فتوے دیا تھا کہ وہ ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اگر مال عاریت رکھدیا پھر بھول کر کھڑا ہوگیا اور اسکو چھوڑ گیا تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہے ایک شخص حمام مین گیا اور حمام کا پیالہ اسکے ہاتھ سے چھوٹ پڑا اور حمام مین ٹوٹ گیا یا فالوده فروش کا کوزہ اسکے ہاتھ سے ٹوٹ گیا تو امام ابوبکر بلخی نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور بعض نے کہا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ ایسا امر اسکے بری طرح تھامنے سے نہوا ہو اور اگر اسکے بری طرح تھامنے سے واقع ہوا تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اگر دوسرے کے چوپایہ پر سوار ہوگیا اور ہنوز اسکو اپنی جگہ سے جنبش نہ دی تھی کہ کسی نے اسکی کوچین کاٹ ڈالین تو کوچین کاٹنے والے پر ضمان آویگی اس سوار پر نہ آویگی یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے کوئی چیز عاریتہ دی اور یہ شرط کی کہ یہ شے مضمون ہے یعنی تلف ہونے سے اسکی ضمان دینی پڑیگی تو وہ شے مضمون نہوگی ایسا ہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا کپڑا عاریت دے اگر وہ ضائع ہوجاوے تو مین ضامن ہون پس وہ ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر لڑائی کیواسطے گھوڑا یا تلوار عاریت لی اور وہ تلف ہوا تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے ہتھیار لڑائی کیواسطے مستعار لیے پھر تلوار کی ضرب لگائی اور تلوار ٹوٹ گئی یا زرہ پھٹ گئی یا نیزہ مارا اور وہ ٹوٹ گیا تو اسپر ضمان نہ آویگی

اور اگر ہتھیار پتھر پر مارا تو ٹوٹ گئے سے ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے - اگر کپڑے دھونے کے واسطے کوئی دیگ مستعار لی اور واپس نہ دی یہانتک کہ رات میں چوری گئی تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے - ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے سے کوئی بسولا وغیرہ عاریت لیا اور یہ چیز درحقیقت میں اس دینے والے کے سوا کسی دوسرے شخص کی تھی اور وہ تلف ہو گئی پس اگر دینے والا لڑکا ماذون ہو یعنی اسکو تصرفات کی اجازت حاصل ہو تو دوسرے لڑکے مستعیر پر ضمان نہ آویگی اور ضمان فقط دینے والے پر واجب ہوگی اسوجہ سے کہ اسکے سپرد کرنے سے ضائع ہوا ہے اور اگر یہ چیز دینے والے کی ہو تو ضمان نہ آویگی - اور اگر دینے والا ماذون نہو بلکہ محجور ہو تو دینے والے اور لینے والے دونوں پر ضمان لازم ہوگی یعنی مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دینے والے سے بوجہ دینے کے ضمان لے یا لینے والے سے بوجہ لینے کے ضمان لے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے - اگر ایک کو لہاڑی مستعار لی اور یہ لکڑی میں لگائی وہ لکڑی کو پھاڑ کر اسمیں پھنس گئی اسنے دوسری کولہاڑی اٹھا کر کولہاڑی کے مہرہ پر لگائی اور کولہاڑی ٹوٹ گئی تو ضامن ہوگا کذا فی القنیہ اور قاضی جمال الدین نے فتوی میں یہی حکم دیا ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ اگر پھنسنے کی صورت میں یونہی پتھر سے مارنے کی عادت جاری ہو تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے - ایک شخص نے دوسرے کو کوئی شے مستعار دی اور وہ مستعیر کے پاس تلف ہو گئی پھر کسی مستحق نے اس شے کا استحقاق ثابت کیا کہ یہ میری ہے تو اسکو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اسنے معیر سے ڈانڈ لیا تو وہ مستعیر سے یہ مال ضمان نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستعیر سے ضمان لی تو وہ بھی معیر سے ضمان نہیں لے سکتا ہے کیونکہ مستعیر نے قبضہ میں اپنا ذاتی کام کیا ہے پھر جبکہ اپنے ذاتی کام کیوجہ سے اسکو ڈانڈ دینی پڑی تو یہ ڈانڈ دوسرے سے نہیں پا سکتا ہے یہ محیط میں ہے - اگر کوئی محمل یا پڑا خیمہ مستعار لیا حالانکہ وہ شہر میں موجود ہے پھر اسکو سفر میں لیگیا تو ضامن نہوگا اور اگر تلوار یا جامہ یا عمامہ مستعار لیا اور اسکو سفر میں لیگیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک شخص زید نے ایک ایلچی عمرو کے پاس کوئی شے مستعار لینے کی غرض سے بھیجا اور ایلچی نے جا کر عمرو کو گھر میں نہ پایا مگر وہ شے اسکے گھر رکھی پائی اسکو مستعیر کے پاس لے آیا اور مستعیر سے کچھ نہ کہا اور وہ زید کے پاس ضائع ہو گئی تو عمرو کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے خواہ زید سے یا اسکے ایلچی سے اور دونوں میں سے جس سے اس نے ضمان لی اسکو دوسرے سے واپس لینے کا اختیار نہوگا یہ جواہر لفتاوی میں ہے - اور اگر کوئی دیگ شوربا پکانے کیواسطے مستعار لی اور اسمیں شوربا پکایا اور اسکو مع شوربا چولہے پر سے اتار کر لے چلا یا گھر میں سے باہر نکالا اور وہ اسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی تو صحیح یہ ہے کہ ضامن نہوگا بخلاف حال کے کہ اگر وہ پھسل پڑے تو اسکا حکم یہ نہیں ہے کذا فی القنیہ

چھٹا باب عاریت واپس کر دینے کے بیان میں - اگر عاریت کی چیز اپنے غلام کے ہاتھ یا ہوا ری یا سالانہ تنخواہ کے نوکر کے ہاتھ نہ روزانہ مزدوری کے نوکر کے ہاتھ یا غیر کے غلام یا نوکر کے ہاتھ واپس کر دی اور وہ تلف ہو گئی تو ضامن نہوگا یہ تمرتاشی میں ہے - اور اگر عاریت کسی اجنبی کے ہاتھ واپس کی تو ضامن ہے یہ ہدایہ میں ہے - اور اگر ٹٹو کے مالک کے غلام کے ہاتھ جو اس ٹٹو کی خور و پرداخت کیا کرتا ہے واپس کیا تو ضمان سے بری ہو گیا اور ضمان سے مراد واپسی کی ضمان ہے عین شے کی ضمان مراد نہیں ہے - پھر اگر واپس کئے بعد وہ ٹٹو اسکا

غلام کے ہاتھ مین تلف ہوا تو عین شی کا ضامن نہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ حکم استحسانا ہی اور قیاسا ضامن
ہونا چاہیے کذا فی الظہیریہ اور امام محمد رح نے کتاب مین غلام کا جو ٹٹو کی پرداخت کرتا ہو اور جو نہین کرتا ہو دونون
کا حکم مفصل بیان نہین کیا اور کتاب الاصل مین مسئلہ کے بیان کرنے مین ایسا غلام بیان کیا جو ٹٹو کی غور پرداخت
کرتا ہو اور اسکا حکم یہ لکھا ہی کہ ضمان سے مستعیر بری ہوگا اسی سے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر مستعیر نے
مالک کے ایسے غلام کے ہاتھ واپس کیا جو ٹٹو کی غور پرداخت نہین کرتا ہی تو واجب ہی کہ ضمان سے بری نہوا ور
فخر الاسلام علی بزدوی رح نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ دونون غلامون کا حکم یکسان ہی کیونکہ جو غلام ٹٹو کی غور پرداخت
نہین کرتا ہو وہ بھی کبھی کبھی اس ٹٹو کو ہاتھ مین لے لیتا ہی یہ غایۃ البیان مین ہی- اگر مستعیر نے چوپایہ کو ایسے
غلام کے ہاتھ واپس کیا اور اس غلام نے اسکی کونچین کاٹ ڈالین تو غلام اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور
اس قیمت کے واسطے غلام فروخت کیا جائیگا یا اسکا مالک اسکی طرف سے یہ قیمت ادا کریگا یہ مبسوط مین ہی- اور
اگر چوپایہ معیر کے گھر یا اصطبل مین واپس بھیجدیا اور وہ ضایع ہوا تو قیاسا ضامن ہوگا اور استحسانا ضامن نہوگا
اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم انکی عادت کے موافق ہی کہ وہانکے لوگون مین ایسی عادت جاری تھی اسواسطے
ضامن نہوا پس جہان ایسی عادت نہو وہان موافق قیاس کے ضامن ہوگا اور اس بنا پر ضمان سے
بری ہونے کا حکم ہی اور بعض نے کہا کہ چوپایہ بندھنے کی جگہ اگر احاطہ سے خارج ہو تو بری ہوگا کیونکہ ظاہر یہ ہی کہ
چوپایہ وہان بدون نگہبان کے نہین رہ سکتا ہی- اور اگر چوپایہ کو مستعیر نے مالک کی زمین مین واپس کردیا
تو ضمان سے بری نہوگا کیونکہ معیر اسکو اپنی زمین مین محفوظ نہین رکھتا ہی یہ قرتاشی مین ہی- اور اگر شی مستعار
کوئی جواہر کی لڑی یا ایسی ہی نفیس چیز ہو اور مستعیر نے معیر کے غلام یا نوکر کے ہاتھ واپس کردی تو ضامن
ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی- اور یتیمیہ مین ہی کہ عیسی و الدرح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کوئی شی مستعار
لی اور پھر معیر کے گھر مین لے آیا اور اس نے مستعیر سے کہا کہ اس کنارے اسکو رکھدے پس وہ شی مستعیر
ہاتھ مین سے بدون اسکی تقصیر کے گر پڑی اور وہ ٹوٹ گئی تو والد رح نے فرمایا کہ ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی
اگر مستعار کپڑا واپس کیا مگر اسکو معیر نہ ملا اور نکوئی ایسا شخص ملا جو معیر کے عیال مین سے ہو پس اس نے رات بھر
عاریت کو اپنے پاس رکھ چھوڑا تو تلف ہو جانے سے ضامن نہوگا اور اگر کوئی ایسا شخص جو معیر کے عیال
مین سے ہو مستعیر کو ملا ہو اور پھر بھی اس نے واپس ندیا تو ضامن ہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی

ساتوان باب عاریت کے واپس مانگنے اور جو امر عاریت واپس لینے کا مانع ہوتا ہی اسکے بیان مین معیر کو
اختیار ہی کہ عاریت واپس کرلے خواہ عاریت مطلقہ ہو یا موقتہ ہو یعنی کوئی میعاد مقرر کی ہو یہ وجیز کردری مین
ہی اگر زید نے کوئی زمین زراعت کیواسطے مستعار لی تو اس سے نہین لیجا سکتی ہی جبتک کہ کھیتی کو
ندکاٹے یہ استحسانا ہی خواہ وقت مقرر کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ اسکی انتہا معلوم ہی اور ایسی زمین کا جو پوتہ مقرر کرکے
چھوڑدی جاویگی کیونکہ اسمین دونون شخصون کے حق کی رعایت ہی یہ تبیین مین ہی- پھر جب کھیتی کٹ گئی تو بعض روایات
مبسوط مین مذکور ہی کہ زمین کا مالک زمین کو مع پوتہ کے لے لیگا اور بعض روایات مین ایسا مذکور نہین ہی اور
فقیہ ابو اسحق حافظ رح فرماتے ہین کہ زمین کے مالک کو پوتہ ملنا اسوقت واجب ہوگا کہ بیان کرین دام سے لے

یا قاضی نے وہ زمین مستعیر کو بوتے وقت سپرد کی ہو اور بدون اسکے بوتے واجب نہوگا پس اگر مستعیر نے زمین کے بوتے
پر اپنے پاس ہونے سے انکار کیا اور کھیتی اکھاڑنے کو بھی نکروہ جاتا اور مالک زمین سے اپنی کھیتی کی قیمت کی
ضمان لینی چاہی اور کہا کہ میری کھیتی تیری زمین سے متصل ہوئی یہ اتصال تیرے کپڑے کے ساتھ رنگ کے
اتصال ہونیکے مشابہ ہوئی پس مجھے یہ حق ہے کہ میں تجھ سے ضمان لوں تو یہ مسئلہ کتاب الاصل میں مذکور نہیں ہے اور
منتقی میں ایک جگہ یوں لکھا ہے کہ مستعیر کو یہ اختیار حاصل ہوگا مگر زمین کا مالک اگر اس امر پر راضی ہو کہ کھیتی کٹنے
کیوقت تک اسکی کھیتی اپنی زمین میں چھوڑ دے تو ایسا نہیں ہے اور یہ رضا مالک زمین کیطرف سے اس
شرط کا ایفا ہے جو اسنے عقد عاریت میں قرار دی تھی پس اسکے سوا دوسری چیز اسپر لازم نہ آویگی اور دوسری
جگہ یوں لکھا ہے کہ کھیتی بونے والے کو مالک زمین سے کھیتی کی قیمت کی ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے کذا فی المحیط
اور اگر مالک زمین نے چاہا کہ مستعیر کو اسکا بیج اور بونے کا خرچہ دیکر زمین مع کھیتی کے اس سے لے لے اور مستعیر
اس امر پر راضی ہوگیا اور یہ سب کھیتی کے جمنے سے پہلے واقع ہوا تو جائز نہیں ہے اور اگر کھیتی جمنے کے بعد ہو تو جائز
ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاوی عتابیہ میں ہے اگر کسی شخص نے کوئی زمین عمارت بنانے یا درخت لگانے کیواسطے مستعار
لی پھر مالک کی رائے میں آیا کہ یہ زمین مستعیر کے ہاتھ سے نکال لے تو اسکو یہ اختیار ہوگا خواہ عاریت مطلقہ ہو
یا موقتہ ہو ہاں فرق یہ ہے کہ اگر عاریت مطلقہ ہو تو اسکو درخت اکھاڑنے اور عمارت ڈھا دینے کے لیے مستعیر پر
جبر کرنیکا اختیار ہوگا اور جب اسنے درخت اکھاڑے یا عمارت ڈھائی تو درختوں اور عمارت کی قیمت کا معیر کچھ ضامن نہوگا یہ
بدائع میں ہے پس اگر ایسا کرنے سے زمین میں کچھ نقصان آتا ہو اگر معیر اس نقصان پر راضی ہو جاوے تو مستعیر درخت اکھاڑ ڈالیگا اور
اگر مستعیر نے اس امر کی درخواست کی کہ معیر سے ڈھائی ہوئی عمارت یا کٹے ہوئے درختوں کے حساب سے قیمت
مجھے دلائی جاوے یعنی میں عمارت و درخت ایسے ہی چھوڑ دونگا مگر مجھے قیمت درختوں و عمارت کی اس حساب سے
دلا دیجاوے تو معیر اسطرح قیمت دینے کیواسطے مجبور نہ کیا جاویگا اور مستعیر اکھاڑنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر معیر
اپنی زمین ناقص واپس لینے پر راضی نہوا تو مستعیر کو عمارت و درختوں کی قیمت ڈھائی ہوئی یا اکھڑی ہوئی
کے حساب سے ڈانڈ دیگا اور مستعیر کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائیگا کذا فی المضمرات اور اگر عقد عاریت موقت
ہو یعنی معین میعاد تک کیواسطے عاریت دی ہو پھر اس میعاد سے پہلے نکال لینا چاہا تو معیر کو اختیار نہوگا کہ مستعیر کے
ہاتھ سے اس میعاد سے پہلے نکال لے اور نہ درخت اکھاڑنے یا عمارت ڈھانے کے واسطے جبر کر سکتا ہے اور
مستعیر کو خیار ہوگا کہ چاہے معیر سے اپنے درختوں و عمارت کی قیمت ثابت قائم کے حساب سے لے لے اور عمارت
و درخت اسکے قبضہ میں چھوڑ دے اور مالک زمین ادائے ضمان کے بعد انکا مالک ہو جاویگا یا چاہے تو
اپنی عمارت و درخت لے لے اور زمین کے مالک پر کچھ اسکو دینا لازم نہ آویگا۔ اور عمارت و درخت اکھاڑ کر لے
لینے کا اختیار مستعیر کو اسوقت حاصل ہوگا کہ جب اس فعل سے زمین میں کچھ نقصان نہ آتا ہو اور اگر نقصان
آتا ہو تو اختیار مالک کو حاصل ہوگا کذا فی البدائع اور مالک کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو مدت گذرنے
تک انتظار کرے پھر اسپر عمارت ڈھانے یا درخت اکھاڑنے کیواسطے جبر کرے یا عمارت و درخت کی قیمت ڈھائی ہوئی
اور اکھڑی ہوئی کے حساب سے ڈانڈ دے بشرطیکہ زمین میں ڈھانے یا اکھاڑنے سے نقصان آتا ہو اور اگر چاہے تو مستعیر کو

عمارت کی قیمت بنی ہوئی کے حساب سے اور درختوں کی لگے ہوئے کے حساب سے ادا کرے اور یہ عمارت و درخت
اسکی ملک ہوجاوینگے اور اسکے سوائے مالک کو کچھ اختیار نہیں ہے کذا فی الینابیع اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مدت
گذرنے سے پہلے مالک زمین نے مستعیر کے قبضہ سے زمین نکالنی چاہی ۔ اور اگر مدت گذر گئی ہو تو زمین کا مالک
عمارت اسکی ڈھا دیگا اور درخت اکھاڑ دیگا اور ہمارے نزدیک کچھ ضامن نہوگا لیکن اگر اکھاڑنے سے زمین
مین نقصان آتا ہو تو ایسی صورت مین ضمان دیکر مالک زمین عمارت و درختوں کا مالک ہوجائیگا اور ضمان دینے
کے واسطے درختوں کی قیمت اکھڑی ہوئی کے حساب سے اعتبار کیجائیگی یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو کوئی زمین
عاریت دی اور اجازت دی کہ اسمین عمارت بنالے اسنے ایسا ہی کیا پھر خالد نے مدت گذرنے سے پہلے آکر اس
زمین پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور عمرو کی عمارت گروا دی تو زید پر عمرو کے واسطے عمارت کی قیمت دینی واجب
نہین ہے خواہ عاریت مؤقتہ ہو یا مطلقہ ہو۔ اور خصاف نے اپنی شروط مین ذکر کیا ہے کہ عاریت مؤقتہ کی صورت مین
وقت گذرنے سے پہلے استحقاق ثابت ہونے مین امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک معیر پر مستعیر کو عمارت
کی قیمت دینی واجب ہوگی یہاں امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے موافق روایت خصاف کے دونون
صورتون مین یعنے جبکہ عمارت توڑ دینا معیر کے فعل سے ہوا اور جبکہ مستحق کی طرف سے ہو حکم یکسان رکھا ہے اور امام محمد رح
نے دونون صورتون مین فرق کیا ہے کہ جب مستحق کی طرف سے توڑنا واقع ہوا تو معیر پر قیمت واجب ہوگی اور جب معیر کی طرف
سے واقع ہوا تو معیر پر قیمت واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ نوازل مین لکھا ہے کہ زید نے عمرو سے ایک دار بطور عاریت
لیا اور اسمین مٹی کی ایک دیوار جسکو فارسی مین پاخسہ کہتے ہین بیچ درم میں ایک مزدور مقرر کرکے بنوالی اور یہ امر
عمرو کی بلا اجازت واقع ہوا پھر عمرو نے اپنا گھر واپس لینا چاہا تو زید کو اختیار نہین ہے کہ جو کچھ اسنے خرچ کیا ہے وہ عمرو
سے واپس لے کیونکہ یہ فعل بلا اجازت عمرو کے زید نے کیا ہے اور زید نے اگر وہ دیوار عمرو کی مٹی سے بنوائی ہو تو زید
کو اسکے توڑ ڈالنے کا بھی اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ تو میری اس زمین مین اپنے واسطے
عمارت بنالے یا درخت لگالے اور مین شرط کرتا ہون کہ یہ زمین تیرے قبضہ مین ہمیشہ کیواسطے چھوڑ دونگا یا کہا کہ
اتنی مدت تک چھوڑ دونگا اور اگر مین پھر زمین تیرے قبضہ مین سے چھڑا لون تو جو کچھ تو عمارت وغیرہ مین خرچ کریگا اسکا مین
ضامن ہون اور وہ عمارت میری ہوجائیگی تو جسوقت عمرو کے ہاتھ سے وہ زمین نکالے تو مستعیر کو اسکی عمارت
و درختوں کی قیمت ڈانڈ دے اور یہ عمارت و درخت سب مالک زمین کے ہوجائینگے یہ فتاوی قاضیخان مین
ہے اگر معیر نے عاریت طلب کی اور مستعیر نے دینے سے انکار کیا تو وہ ضامن ہوگیا اور اگر انکار نہ کیا و لیکن یہ کہا کہ کل
کے روز تک میرے پاس اور چھوڑ دے پھر مین تجھے واپس کر دونگا اور معیر اسپر راضی ہوگیا پھر وہ عاریت ضائع ہوگئی
تو ضامن نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ معیر نے عاریت طلب کی اور مستعیر نے کہا کہ ہان دونگا اور ایک مہینہ گذر گیا
یہانتک کہ وہ عاریت تلف ہوگئی پس اگر طلب کرنے کے وقت مستعیر واپس کرنے سے عاجز تھا تو ضامن
نہوگا۔ اور اگر قادر تھا پس اگر معیر نے روک رکھنے مین اپنے دل کی کراہیت اور ناخوشی صریح ظاہر کی اور باوجود
اسکے مستعیر نے روک رکھی تو ضامن ہوگا اور اگر چپ رہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر صریح رضامندی ظاہر کی مثلاً
کہا کہ خیر کچھ ڈر نہین ہے تو ضامن نہوگا ۔ اور اگر معیر نے عاریت طلب نہ کی اور مستعیر بھی واپس نہین کرتا ہے یہانتک

کہ وہ ضائع ہو گئی پس اگر عاریت مطلقہ[عہ] ہو تو ضامن نہو گا اور اگر موقتہ ہو یعنی کسی وقت تک کیواسطے عاریت دی ہو اور وہ وقت گذر گیا اور مستعیر نے واپس نہ کی تو ضائع ہونے سے ضامن ہو گا ۔ ایک کتاب مستعار لی پھر وہ ضائع ہو گئی پھر اسکا مالک آیا تاکہ مستعیر نے اُسکو ضائع ہو جانے سے آگاہ نہ کیا پس اگر اس کتاب کا موجود ہونا بیان نہ کیا ہو تو ضامن نہو گا اور اگر بیان کیا ہو تو ضامن ہو گا ۔ اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ یہ تفصیل ظاہر روایت کے خلاف ہے کیونکہ اگر اُسنے واپس کرنے کا وعدہ کیا پھر ضائع ہونے کا دعوی کیا تو بسبب تناقض کے ضامن ہو گا بشرطیکہ وعدہ سے پہلے ضائع ہونے کا دعوی کرے اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ وجیز کردری میں ہے ۔ زید نے عمرو سے ایک باندی اپنے لڑکے کو دودھ پلانے کیواسطے مستعار لی اُسنے دودھ پلایا پھر جب لڑکے کی یہ عادت ہو گئی کہ اس باندی کے سوا دوسرے سے دودھ نہیں پیتا ہے تو عمرو نے کہا کہ میری باندی مجھے واپس کر دے تو عمرو کو یہ اختیار نہیں ہے اور اُسکو لڑکے کے بڑے ہونے تک اُسکی باندی کا اجر المثل ملیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے ۔ زید نے عمرو سے ایک کپا مستعار لیا اور اُسمیں روغن زیت بھرا اور عمرو نے زید کو جنگل میں پکڑا تو عمرو کو کپا لینے کا اختیار نہیں ہے اور اُسکو اجر المثل اُسوقت تک دیا جائیگا کہ جبتک زید ایسی جگہ پہونچے جہان تیل تلاش کر کے اُسمیں اپنا تیل لوٹ لے یہ محیط میں ہے ۔ ایک شخص نے جہاد کیواسطے زید سے ایک گھوڑا مستعار لیا اُسنے چار مہینہ کے واسطے دیا پھر دو مہینہ کے بعد دار الاسلام میں مستعیر سے ملاقات ہوئی اور زید نے اپنا گھوڑا واپس لینا چاہا تو لے سکتا ہے اور اگر دار الحرب میں ملا ہو ایسی جگہ کہ وہان دوسرا گھوڑا کرایہ یا خرید نہیں سکتا ہے تو مستعیر کو اختیار ہے کہ زید کو واپس نہ دے اور جس جگہ زید نے طلب کیا ہے وہانسے قریب تر موضع تک جہان مستعیر کو خرید یا کرایہ پر دوسرا گھوڑا مل سکتا ہے زید کو اُسکے گھوڑے کا اجر المثل ملیگا کذا فی الظہیریہ

آٹھوان باب عاریت میں اختلاف واقع ہونے اور اُسمین گواہی کے بیان میں ۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ اگر زید نے عمرو سے کوفہ سے حمام اعین تک کیواسطے ایک ٹٹو مستعار لیا اور سوار ہو کر حمام اعین سے آگے چلا گیا پھر لوٹ کر حمام اعین میں آ گیا یا کوفہ میں آ گیا حالانکہ ٹٹو ویسا ہی موجود تھا پھر مر گیا پس عمرو نے کہا کہ حمام اعین تک کیواسطے میں نے تجھے اجازت دی تو نے اُسمیں مخالفت کی اور وہان تک نہیں واپس لایا اور زید نے کہا کہ میں نے مخالفت کی تھی پھر واپس ہو کر اُسی موضع میں آ گیا جہانتک کہ تو نے اجازت دی تھی تو عمرو کا قول قبول اور زید ضامن ہو گا اور اگر زید نے اس امر کے گواہ دیے کہ میں وہ ٹٹو کوفہ تک یا حمام اعین تک واپس لایا پھر وہ مر گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ وہ ضامن ہو گا جبتک کہ عمرو کو اُسکا ٹٹو واپس نہ کرے اور اس کی تاویل یون بیان کی گئی ہے کہ زید نے حمام اعین تک جانے کیواسطے فقط مستعار لیا تھا جانے اور آنے کیواسطے نہیں لیا تھا اور اس صورت میں ضامن ہو گا اور اگر اُسنے آمد و رفت کیواسطے مستعار لیا ہو تو ضمان سے بری ہو گا کیونکہ اُسنے بعد مخالفت کے موافقت اختیار کی اور عقد عاریت ہنوز قائم ہے پس ضمان سے بری ہو گا یہ محیط میں ہے ۔ اور اگر عمرو نے اس امر کے گواہ دیے کہ وہ ٹٹو اس مقام میں زید کی سواری میں مر گیا کہ جہان یہ شخص خلاف اجازت اُسکو لیگیا تھا اور زید نے اس امر کے گواہ دیے کہ میں وہ ٹٹو عمرو کو واپس دیا ہے تو عمرو کے گواہ قبول ہونگے یہ سراج الوہاج میں ہے ۔ اگر زید کی ران کے نیچے وہ ٹٹو جو اُسنے عمرو

[عہ] عاریت مطلقہ یعنی کسی وقت تک کے لیے عاریت نہ دی ہو بلکہ مطلق ہو ۱۲

عاریت لیا تھا مرگیا پھر خالد نے گواہ قائم کیے کہ وہ ٹٹو میرا تھا تو قاضی خالد کی ملک ہونے کا حکم دیگا اور گواہوں
سے یہ استفسار نہ کریگا کہ خالد نے فروخت تو نہیں کیا اور اگر اس شخص نے میں سے خالد نے ضمان لینے
کا قصد کیا ہو یوں دعوی کیا کہ اس نے مجھے اس ٹٹو کی عاریت کے باب میں اجازت دیدی تھی تو خالد سے
اس امر پر قسم لیجاویگی پس اگر اس نے قسم سے نکول کیا تو اسکا قسم سے انکار کرنا مثل اقرار قرار دیا جائیگا اور
خالد کو کسی شخص سے ضمان لینے کا اختیار نہوگا اور اگر خالد نے قسم کھائی تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے زید سے
ضمان لے یا عمرو سے پس اگر اس نے عمرو سے ضمان لی تو عمرو زید سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر زید سے ضمان لی تو وہ
بھی مال ضمان عمرو سے نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اُسنے ایسے فعل کی وجہ سے ڈانڈ بھرا ہے کہ جسکا خود مرتکب ہوا
ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے اپنا ٹٹو عاریت دیا اور وہ تلف ہوگیا اور عمرو نے کہا کہ تو نے
غصب کر لیا تھا تو زید پر ضمان نہ آویگی بشرطیکہ سوار نہوا ہو اور اگر سوار ہوا ہے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر زید نے
کہا کہ تو نے مجھے عاریت دیا اور عمرو نے کہا کہ میں نے تجھے کرایہ پر دیا تھا اور حال یہ ہے کہ زید اُسپر سوار ہوا تھا اور
اُسکی سواری سے مر گیا تو اس صورت میں زید کا قول قبول ہوگا اور اُسپر ضمان نہ آویگی یہ محیط میں ہے۔ اگر
معیر اور مستعیر میں عاریت کے ایام یا جگہوں یا لادنے کے بوجھ میں اختلاف واقع ہوا تو قسم سے چیز یا یہ کے
مالک کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر مستعیر نے عاریت کی چیز میں تصرف کیا اور دعوی کیا کہ معیر نے مجھے اجازت
دی تھی اور معیر انکار کر گیا تو مستعیر ضامن ہوگا و لیکن اگر اسکی اجازت دیدینے کے گواہ لاوے تو ایسا نہوگا یہ فصول
عمادیہ میں ہے۔ اگر مستعیر نے اپنی صحت یا مرض میں کہا کہ عاریت کی چیز مجھ سے تلف ہوگئی تو قسم سے اُسکا
قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں یا تاتارخانیہ میں ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے یہ دار اور یہ زمین عاریت دی تھی
کہ میں اس زمین میں عمارت بناؤں اور جس قسم کے نخل اور شجر میرا جی چاہے زمین میں لگاؤں پس میں نے اس زمین میں
یہ درخت لگائے ہیں اور دار میں یہ عمارت بنائی ہے اور معیر نے کہا کہ جب میں نے تجھے دار اور زمین عاریت دی
تھی تب اُسمیں یہ عمارت بنی ہوئی اور درخت لگے ہوئے تھے تو معیر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ
قائم کیے تو گواہ بھی معیر کے قبول ہونگے یہ محیط میں ہے۔ زید نے عمرو کے پاس آکر کہا کہ خالد کا ٹٹو جو تیرے پاس
مستعار ہے اُسکو میں نے خالد سے مستعار کیا ہے اور اُس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے لیکر قبضہ کر لوں پس
عمرو نے زید کی تصدیق کی اور ٹٹو اُسکو دیدیا اور وہ زید کے پاس مر گیا پھر خالد نے ایسے حکم دینے سے انکار کیا تو
عمرو اُسکا ضامن ہوگا اور جو مال اُسنے ڈانڈ بھرا ہے اُسکو زید سے نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر عمرو نے زید کے قول
کی تکذیب کی ہو یا نہ تصدیق کی ہو اور نہ تکذیب کی ہو یا تصدیق کر کے اُسپر ضمان کی شرط لگائی ہو تو ان صورتوں
میں عمرو نے جو مال ڈانڈ دیا ہے اُسکو زید سے واپس لے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر شی عاریت پر
قبضہ کرنے کیواسطے معیر کا غلام آیا ہو پھر غلام کے مالک نے انکار کیا کہ میں نے غلام کو یہ حکم نہیں دیا تھا تو مستعیر پر
ضمان نہ آویگی یہ مبسوط میں ہے۔ دو شخص ایک بیت میں رہا کرتے ہیں ہر ایک شخص ایک کونے میں رہتا ہے پس ایک
شخص نے دوسرے سے کوئی شی مستعار لی پھر مالک نے اُس شی کو واپس طلب کیا پھر مستعیر نے کہا کہ تیرے کونے میں جو
طاق ہے میں نے اُسپر رکھدی تھی اور معیر نے انکار کیا تو حکم یہ ہے کہ اگر وہ بیت دونوں کے قبضہ میں ہو تو مستعیر ضامن نہوگا کذا فی محیط السرخسی

نوان باب متفرقات مین ۔ واپسی عاریت کا خرچہ مستعیر پر اور ودیعت کا مودع پر اور جو شئ کرایہ پر لی گئی اسکا موجر پر اور شئ مغصوب کا غاصب پر اور مرہون کا مرتہن پر پڑتا ہے اور اصل یہ ہے کہ واپسی کا خرچہ اُس شخص پر آتا ہے جسکے لیے قبضہ واقع ہوا کیونکہ خرچہ بعوض تاوان ہے کذا فی الکافی ۔ امام محمد رح نے کتاب مین ذکر فرمایا کہ مستعار کا نفقہ مستعیر پر ہوتا ہے اور قاضی ابو علی نسفی رح نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ مستعار کو نفقہ دینے کیواسطے مستعیر پر جبر نہ کیا جائیگا کیونکہ عاریت مین لزوم نہین ہوتا ہے ولیکن اُس سے یون کہا جائیگا کہ اسکا نفع تجھے پہونچ سکتا ہے کہ تو اسکا مستحق ہے پس اگر چاہے تو نفقہ دے تاکہ نفع تجھے حاصل ہو اور اگر تیرا جی چاہے تو اس سے دست بردار ہو اور یہ بات کہ اُسپر مستعار کو نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جاوے پس نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے ۔ چوپایہ مستعار کا چارہ مستعیر پر ہے خواہ عاریت مطلقہ ہو یا مقیدہ ہو اور غلام کے نفقہ کا بھی یہی حکم ہے ولیکن غلام کا کپڑا پس وہ معیر پر ہے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے ۔ زید نے بدون اسکے کہ عمرو نے زید سے اسکا غلام مستعار طلب کیا ہو ویسے یون کہا کہ تو یہ میرا غلام لے اور اس سے خدمت لے تو ایسے غلام کا نفقہ اُسکے مالک پر ہے یہ وجیز کردری مین ہے ۔ مال مغصوب یا مال عاریت کے واپس کرنے کیواسطے کفیل کر لینا صحیح ہے اور اگر واپس کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مالک کے مکان پر منتقل کرکے پہونچانے کے واسطے وکیل پر جبر نہ کیا جائیگا بلکہ جہان اُسکو پاوے دیدے یہ کافی مین ہے ۔ ایک شخص اپنے دوست کے انگور کے باغ مین گیا اور بدون اُسکی اجازت کے کچھ میوہ کھایا پس اگر یہ جانتا ہے کہ اگر مالک باغ کو یہ معلوم ہو تو وہ اُسکی کچھ پروا نہ کریگا تو مجھے امید ہے کہ اسمین کچھ ڈر نہو یہ خلاصہ مین ہے ۔ اگر عمدہ زمین زراعت کیواسطے مستعار لی تو مستعیر یون لکھدے کہ تو نے یہ زمین مجھے کھانے کیواسطے دی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ یون لکھے کہ تو نے مجھے عاریت دی کذا فی التبیین ۔ اور گھر اور کپڑے کی عاریت مین بالاتفاق یون تحریر کرے کہ تو نے مجھے عاریت دیا اور یون نہ لکھے کہ تو نے مجھے پہنایا یا مجھے بسایا یہ کافی مین ہے ۔ جامع الاصغر مین ہے کہ ایک زمین چند آدمیون کی ایک جماعت کے درمیان مشترک ہے انمین سے ایک شخص نے باقیون کو اُس زمین مین گھر بنانے کی اجازت دیدی اُنھون نے بنائے پھر اجازت دینے والے نے چاہا کہ انمین سے ایک گھر کی عمارت ڈھا دیوے تو اُن لوگونکو منع کرنیکا اختیار ہے اور اس شخص کو یہ اختیار ہے کہ اُن لوگون سے اُنکے گھر دور کر دینے کا مواخذہ کرے اسلیے کہ عاریت لازمہ نہین ہوتی ہے کذا فی الحاوی ۔ اور شمس الائمہ نے اول شرح وکالت مین ذکر کیا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو عاریت دیتا ہے اور آیا اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے بیٹے کا مال عاریت دیدے پس بعض مشایخ متاخرین نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار ہے اور عامہ مشایخ نے فرمایا کہ یہ اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے پس اگر باپ نے باوجود جائز نہونے کے ایسا کیا اور مال تلف ہوا تو ضامن ہوگا اور ماذون لڑکے نے اگر اپنا مال عاریت دیا تو اعارہ صحیح ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے ۔ شرح بیوع الطحاوی مین لکھا ہے کہ قاضی کو یتیم کا مال عاریت دینے کا اختیار ہے یہ ملتقط مین ہے ۔ غلام ماذون کو عاریت دینے کا اختیار ہے یہ سراجیہ مین ہے ۔ یتیم لڑکے کے وصی نے لڑکے کے کام کیواسطے ایک چوپایہ مستعار لیا اور رات کو اُسے واپس نہ کیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو ضمان لڑکے پر آویگی وصی پر نہ آویگی ۔ شیخ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ مسئلہ عجیب ہے کذا فی القنیہ ۔ شیخ برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک

طشت عاریت لیا تاکہ اُسمین پانی رکھے یا کپڑا دھو دے تو آیا یہ عاریت اُسی پانی رکھنے یا اُسی کپڑے کے
دھونے کے واسطے مقید ہوگی یا نہین پس شیخ رح نے فرمایا کہ فقط اُسی کیواسطے مقید ہونا چاہیے اور ایسا ہی تاج
سراج الدین نے فتوی دیا ہو اور اسکے معنی یہ ہین کہ ایک مرتبہ پانی رکھنے یا کپڑے دھونے کیواسطے مقید ہوگی اور
قاضی جلال الدین نے اسکے برخلاف فتوی دیا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو - جز غیر منقسم کا عاریت کسیطرح ہو صحیح ہو
خواہ ایسی چیز ہو جو قابل تقسیم ہو یا قابل تقسیم نہو خواہ اجنبی کو عاریت دیا ہو یا شریک کو - ایسا ہی دو شخصون کو
عاریت دینا صحیح ہو خواہ مجمل رکھا ہو یا آدھے وتہائی وغیرہ کے نام سے تفصیل کردی ہو کذا فی القنیہ - معیر یا مستعیر
مرگیا تو عاریت واپس کیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہو - ایک تیر مستعار لیا پس اگر دار الحرب مین جہاد کرنے کی غرض
سے لیا تو صحیح نہین ہو اور اگر نشانہ اڑانے کی غرض سے لیا ہو تو صحیح ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو - غیر شخص کی دوات
کی روشنائی سے لکھنا چاہا پس اگر اُس سے اجازت لے لی تو اختیار ہو اور اگر آگاہ کردیا تو بھی اختیار ہو بشرطیکہ اسکو
منع نہ کیا ہو اور اگر یہ کچھ نہ کیا پس اگر دونون مین بے تکلفی اور کشادہ روئی ہو تو بھی کچھ ڈر نہین ہو اور اگر یہ نہو تو مین مکروہ
کرتا ہون کہ ایسا نہ کرے یہ وجیز کردری مین ہو - زید نے عمرو کے پاس انگوٹھی رہن کرکے قرض لیا اور مرتہن سے کہا
اسکو پہن لے اُسنے پہن لی پھر وہ انگوٹھی تلف ہوگئی تو قرضہ مین اُسکا تلف ہونا محسوب نہوگا اور قرضہ بحالہ باقی رہیگا کیونکہ
وہ انگوٹھی عاریت ہوگئی تھی اور اگر اُسنے انگوٹھی پہن لی پھر انگلی سے اُتار دی پھر وہ تلف ہوگئی تو قرضہ کے عوض
تلف قرار دیجائیگی کیونکہ وہ پھر عود کرکے رہن ہوگئی تھی - اور مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ جب مالک نے
چھنگلیا مین پہننے کو کہا ہو اور اگر کلمہ کی انگلی مین پہننے کیواسطے کہا ہو اور وہ اُس حالت مین تلف ہوئی جب
اُسکو پہنے ہوئے تھا تو قرضہ کے عوض تلف قرار دیجائیگی - اور اگر حکم کیا کہ اپنی چھنگلیا مین پہنے اور اسکا نگینہ ہتھیلی
کیطرف رکھے اُسنے چھنگلیا مین پہنکر نگینہ اوپر کیطرف رکھا تو یہ عاریت دینے مین شمار ہو اور اسطور سے کہنا کہ چھنگلیا مین
پہنے اور نگینہ ہتھیلی کیطرف رکھے یا فقط یہ کہنا کہ چھنگلیا مین پہنے یہ دونون قول یکسان ہین وہ عاریت رہیگی
اور یہی صحیح ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہو - کتاب الاصل کے مسائل رہن مین ہو کہ اگر ہزار درم قیمت کا غلام
بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر راہن نے اُسکو مستعار لیا پھر واپس کیا حالانکہ اس واپسی کے وقت بھاؤ گھٹکر
قیمت غلام کی پانچ سو درم رہگئے تھے پھر وہ غلام مرگیا تو بعوض تمام قرضہ کے ہلاک ہوا اور رہن مین پہلے قبضہ کے
روز کی قیمت معتبر ہوگی - اور اگر بجاے رہن کے غصب ہو تو دوبارہ غصب کرنے کے روز کی قیمت معتبر ہوگی یہ
فصول عمادیہ مین ہو - دوسرے شخص سے رہن کرنیکے واسطے کوئی شی عاریت لینا جائز ہو اور یہ معروف ہو اور دوسرے
کو اجارہ پر دینے کے واسطے مستعار لینا جائز ہو یہ محیط مین ہو - فتاوی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ ایک شخص نے
دوسرے سے ایک کر گیہون بدبودار قرض لیے اور اُنکو تلف کردیا پھر اُسکو جید گیہون یعنی کھرے ادا کیے اور قرض
دینے والے نے کہا کہ میرے گیہون کھرے تھے اور قرض لینے والے نے اُسکی تصدیق کی اور کھرے دیدیے پھر دونون نے
سچائی پر اتفاق کیا کہ وہ گیہون قرض کے بدبودار تھے تو قرض لینے والے کو اختیار ہو کہ جو اُسنے ادا کیے ہین اُن کو
واپس لے اور اگر کچھ نہ کہا ولیکن کھرے ادا کیے تو جائز ہو کذا فی الحاوی - جامع اصغر مین ہو کہ زید کے عمرو پر ایک قفیز گیہون
قرض تھے اور عمرو نے زید سے ایک قفیز گیہون معین خرید کیے اور اپنی ٹوکری عمرو کو دیکر حکم کیا کہ دونون قفیز مین سے ڈالدے اُسنے اپنے

کیا پھر لوگرہی اور جو کچھ اسمین تھا سب تلف ہو گیا پس اگر عمرو نے پہلے فروخت کیے ہوئے گیہون اسمین ڈالے پھر قرض والے ڈالے تو تلف ہونے سے زید کا مال گیا اور اگر پہلے قرض والے ڈالے پھر فروخت کیے ہوئے ڈالے تو عمرو کا مال گیا یہ حاوی مین ہے فصول مین مذکور ہے کہ زید نے عمرو کی اجازت سے عمرو کی دیوار پر دھنی رکھی یا اسکے دار کے نیچے اسکی اجازت سے ایک سرداب بنایا پھر عمرو نے اپنا گھر فروخت کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ دیوار سے دھنیان دور کر دینے کا زید سے مطالبہ کرے اور یہی حکم سرداب مین ہے لیکن اگر بائع نے بیع مین دھنیان اور سرداب باقی رکھنے کی شرط کی ہو تو مشتری کو انکے دور کرنے کے مطالبہ کا اختیار نہو گا - اور مشتری کا وارث اس استحقاق مین بمنزلہ مشتری کے ہے و لیکن وارث کو ہر حال مین یہ اختیار ہو گا کہ دھنیان اور سرداب دور کر دینے کا مطالبہ کرے یہ فصول عمادیہ کی کتاب الحیطان کے متفرقات مین ہے - امام اعظم رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے غطریفی درم بخارا مین قرض لیے پھر دونون سے ایسے شہر مین ملاقات ہوئی کہ جہان قرضدار کو غطریفی درم نہین مل سکتے ہین تو امام رحمہ نے فرمایا ہے کہ قرضخواہ کو روا ہے کہ بقدر مسافت کے اسکو مہلت دے تاکہ اسکے مثل ادا کر دے اور قرضدار سے اپنی مطلوب طلب کرے کذا فی الحاوی - ایک شخص نے ایک آرہ مستعار لیا اور وہ چیرنے مین دو ٹکڑے ہو گیا پس مستعیر نے بلا اجازت مالک کے ایک لوہار کو دیا اسنے جوڑ دیا تو مالک کا حق اس سے منقطع ہو گیا اور مستعیر پر آرہ کی قیمت ٹوٹے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگی اسیطرح اگر غاصب نے ٹوٹا ہوا غصب کیا اور یہ فعل کیا تو اسکا بھی حکم ہے کذا فی القنیہ فی کتاب الہبہ

کتاب الہبۃ

اور اسمین بارہ باب ہین

باب اول - ہبہ کی تفسیر و رکن و شرائط و انواع و حکم کے بیان مین اور ان الفاظ کے بیان مین جو ہبہ ہوتے ہین یا اسکے قائم مقام ہوتے ہین اور جو نہین ہوتے ہین - ہبہ کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ عین شی کے بلا عوض مالک کر دینے کو ہبہ کہتے ہین یہ تبیین مین لکھا ہے - اور ہبہ کا رکن یہ ہے کہ ہبہ کرنیوالا کہے کہ مین نے ہبہ کیا کیونکہ یہ مالک کر دینا ہے اور فقط مالک کے کہدینے سے تمام ہو گا و لیکن موہوب لہ کا قبول کرنا یہ اسکی ملک ثابت ہونے کیواسطے شرط ہے اسواسطے یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ مین ہبہ نہ کرونگا پھر کہا کہ مین نے ہبہ کیا اور دوسرے نے قبول نہ کیا تو وہ شخص ہبہ کرنے والا حانث ہو جائیگا یعنی قسم کا کفارہ دینا پڑیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور یہی تبیین فی الالفاظ - اور ہبہ کے شرائط چند قسم کے ہین بعضے نفس رکن کی طرف راجع ہین اور بعضے واہب کیطرف راجع ہین اور بعضے موہوب کیطرف راجع ہین پس جو نفس رکن کیطرف راجع ہین وہ یہ ہین کہ ہبہ کرنا ایسی چیز کیساتھ معلق نہو کہ جسکے وجود و عدم کا خطرہ ہو جیسے زید کا گھر مین داخل ہونا یا خالد کا سفر سے آنا وغیرہ اور وہ کسی وقت کیطرف مضاف نہو جیسے کہا کہ مین نے تجھے یہ شی ہبہ کی کل سے آئندہ روز یا شروع مہینہ مین کذا فی البدائع قال المترجم معلق ہونے کی صورت یہ ہے کہ یون کہے کہ اگر زید اس دار مین داخل ہوا تو مین نے تجھے یہ غلام ہبہ کیا علی ہذا القیاس خالد کا آنا یا پانی کا برسنا وغیرہ ہے - اور رقبیٰ باطل ہے وہ یون کہ مثلاً کہے کہ میرا گھر تیرے واسطے رقبیٰ ہے اور معنی اسکے یہ ہین کہ اگر

تو مرگیا تو یہ میرا ہوا اور اگر میں مرگیا تو تیرا ہو پس ہر ایک دونون مین سے دوسرے کی موت کا منتظر رہتا ہو تو
اختیار شرح مختار مین ہی - اور جو شرط واہب کی طرف راجع ہو وہ یہ کہ واہب ہبہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو
یعنی آزاد و عاقل و بالغ اور موہوب کا مالک ہو حتی کہ اگر غلام یا مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا شخص ہو کہ
اسکی گردن پر کچھہ رقیت باقی ہو یا نابالغ یا مجنون ہو یا شئی موہوب کا مالک نہو تو ہبہ صحیح نہوگا یہ نہایہ میں ہی
اور جو شرطین شئی موہوب کیطرف راجع ہین وہ چند قسم ہین از انجملہ یہ ہی کہ وہ شئی ہبہ کیوقت موجود ہو پس جو
شئی وقت عقد موجود نہو اسکا ہبہ درست نہین ہی مثلاً کہ یہ پہلے وہ پھل ہبہ کیے جو اس سال اسکے درخت مین
آوین یا جو او نٹنی اس سال بچہ جنے وہ ہبہ کیا تو یہ صحیح نہین ہی اسیطرح اگر یون ہبہ کیا کہ جو کچھہ میری اس باندی
کے پیٹ مین ہی یا جو کچھہ اس بکری کے پیٹ مین ہی یا تھنون مین ہی تو بھی ناجائز ہی اگرچہ وقت ولادت
یا دودھ دوہنے کے موہوب لہ کو قبضہ دیدیا ہو اور اسیطرح اگر کسی دودھ کا مسکہ یا تلونکا تیل یا گیہون کا
آٹا ہبہ کیا اور کہا کہ جو کچھہ مسکا اس دودھ مین یا تیل ان تلون مین یا آٹا ان گیہون مین ہی تجھے ہبہ کیا تو جائز نہین ہی اگرچہ
ان چیزون کے پیدا ہونے کے وقت موہوب لہ کو قابض کردیا ہو کیونکہ یہ چیزین فی الحال نہین موجود ہین پس
محل حکم عقد نہ پایا گیا اور یہی صحیح ہی جو اسی خلاصہ مین ہی اگر کسی بکری کی پیٹھہ کا صوف ہبہ کیا اور کاٹ کر موہوب لہ
کے سپرد کردیا تو جائز ہوگیا اور از انجملہ ہی کہ شئی موہوب قیمت دار مال ہو پس ایسی چیز کا ہبہ جو اصلا مال نہین ہی جائز
نہین ہی جیسے آزاد اور خون اور مردہ کا شکار اور سور وغیرہ اور نہ ایسی چیز کا ہبہ جائز ہی جو مال مطلق نہین ہی جیسے
ام ولد اور مدبر مطلق اور مکاتب وغیرہ اور نہ ایسی چیز کا ہبہ جائز ہی جو مال متقوم نہین ہی جیسے شراب کذا فی البدائع
اور از انجملہ یہ ہی کہ شئی موہوب مقبوضہ ہوجاوے حتی کہ قبل تقسیم کے موہوب لہ کی ملکیت ثابت نہین ہوتی ہی
اور یہ چاہیئے کہ شئی موہوب تقسیم ہوئی ہو جبکہ وہ لائق تقسیم ہو - اور یہ چاہیئے کہ شئی موہوب غیر موہوب سے ممیز ہو اور
غیر موہوب کیساتھہ متصل و مشغول نہو حتی کہ اگر ایسی زمین ہبہ کی جسمین واہب کی کھیتی ہی بدون کھیتی کے یا برعکس
اسکے ہبہ کی یا پھلدار درخت کے پھل بدون درخت کے یا اسکے برعکس ہبہ کیے تو جائز نہین ہی اسیطرح اگر
کوئی دار یا ظرف جسمین واہب کی کوئی چیز رکھی ہو ہبہ کیا تو بھی یہی حکم ہی کذا فی النہایہ - اور از انجملہ یہ ہی کہ وہ شئی مملوک
ہوتی ہو پس جو چیزین مثل آب دریا وغیرہ کے مباحات مین سے ہین انکا ہبہ نہین جائز ہی کیونکہ جو شئی مملوک ہی نہین
ہی اسکا کسیکو مالک کردینا محال ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ وہ شئی واہب کی مملوک ہو پس مال غیر کا ہبہ کرنا بدون اسکی اجازت
کے صحیح نہین ہی کیونکہ جسکا واہب خود مالک نہین اسکا دوسرے کو مالک نہین کرسکتا کذا فی البدائع - اور ہبہ کی دو قسمین
ہین ایک تملیک دوسری اسقاط اور ان دونون پر اجماع ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور ہبہ کا حکم یہ ہی کہ موہوب لہ
کیواسطے شئی موہوب پر ملکیت غیر لازمہ ثابت ہوتی ہی حتی کہ ہبہ سے رجوع کرلینا اور عقد کو فسخ کردینا صحیح ہی اور اس میں
خیار شرط صحیح نہین ہی پس اگر شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ کو تین روز خیار ہی تو ہبہ صحیح ہی بشرطیکہ دونون کے جدا ہونے
سے پہلے موہوب لہ اسکو اختیار کرلے اور ہبہ فاسد شرط کے لگانے سے باطل نہین ہوتا ہی حتی کہ اگر کسی نے اپنا
غلام کسیکو اس شرط سے ہبہ کیا کہ وہ اسکو آزاد کردے تو ہبہ صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی کذا فی البحر الرائق - اور زبان
سے ہبہ واقع ہوتا ہی تین طرح کے ہین ایک وہ ہین کہ جنسے ہبہ از روی وضع لغت کے واقع ہوتا ہی اور دوسرے

ہین کہ جنسے از روی عرف و کنایہ کے ہبہ واقع ہوتا ہے اور تیسرے وہ ہین کہ جو ہبہ اور عاریت کا برابر احتمال رکھتے ہین پس قسم اول کی مثال مثلاً یون کہا کہ وہبت ہذا الشئی لک و ملکتہ منک یعنی مین نے یہ شے تجھے ہبہ کی یا تجھے اسکا مالک کیا او جعلتہ لک و ہذا لک یا مین نے تیرے واسطے کر دی یا یہ شے تیرے واسطے ہے او اعطیتک و نحلتک یا مین نے تجھے عطا کی یا نحلہ دی فہذا کلہ ہبۃ پس یہ سب الفاظ ہبہ ہین اور دوسری قسم کے مثلاً یون کہا کہ مین نے تجھے یہ کپڑا پہنایا یا مین نے تجھے اس گھر مین آباد کر دیا تو یہ ہبہ ہے اسی طرح اگر یون کہا کہ میری عمر بھر یا میری زندگی بھر یا تیری زندگی بھر یہ دار تیرا ہے پھر جب تو مر جاوے تو یہ واپس ہو کر میرا ہو گا تو بھی ہبہ جائز ہے اور شرط باطل ہے اور تیسری قسم کے مثلاً یون کہا کہ یہ گھر تیرے لیے رقبی یا حبس ہے اور موہوب لہ کو دیدیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک یہ عاریت اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہبہ ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اطعمتک ہذا الطعام یعنی یہ اناج مین نے تجھے اطعام کر دیا پس اگر اسکے ساتھ کہا کہ فاقبضہ یعنی اسپر قبضہ کر لے تو یہ ہبہ ہے اور اگر اسنے فاقبضہ نہ کہا تو اسکے ہبہ یا عاریت ہونے مین مشائخ نے اپنی اپنی شرح مین اختلاف کیا ہے کذا فی المحیط۔ اگر یون کہا کہ مین نے تجھے اس چوپایہ پر سوار کیا تو یہ عاریت ہے لیکن اگر ہبہ کی نیت کرے تو ہو سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ سلطان کیطرف سے ایسا فرمان ہبہ ہے کذا فی الظہیریہ۔ اور اصل ان مسائل مین یہ ہے کہ اگر ایسا لفظ بولا جس سے تملیک رقبی یعنی عین شے کا مالک کر دینا ثابت ہوتا ہے تو یہ ہبہ ہوگا اور جس سے منفعت شے کا مالک کر دینا معلوم ہو تو عاریت ہوگی اور جس لفظ سے دونون کا احتمال پیدا ہوتا ہے اسمین نیت پر حکم ہوگا کذا فی المستصفی شرح النافع۔ اور اگر کہا کہ یہ گھر تیرے واسطے ہبہ ہے تو اسمین رہا کر یا یہ اناج تیرے واسطے ہبہ ہے تو اسکو کھا۔ یا یہ کپڑا تیرا ہے تو اسکو پہنا کر تو یہ ہبہ ہے۔ اور اگر حکم کیا کہ فلان شخص کو حج کرادو اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے حج کرادو تو اسکو نقد حج کرنے کے دیا جائیگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے حج نکرے اسیطرح اگر وصیت کی کہ فلان شخص کو ہزار درم دیے جاوین تاکہ وہ حج کرے یا ہزار درم حج کے دیے جاوین تو بھی یہی حکم ہے یہ تمرتاشی مین ہے زید کے پاس عمرو کے درم ہین عمرو نے کہا کہ انکو اپنے حوائج مین صرف کر تو یہ قرض ہوگا اور اگر بجائے درم کے اناج ہو اور عمرو نے کہا کہ اسکو تو کھا تو یہ ہبہ ہے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اگر کہا کہ نحلتک داری او اعطیتک او وہبتہ منک یعنی مین نے تجھے اپنا گھر بخشش دیا یا عطا کیا یا ہبہ کیا تو یہ ہبہ ہے کذا فی شرح الطحاوی۔ اور اگر کہا کہ مین نے یہ گھر تیرے واسطے کر دیا یا گھر تیرا ہے پس تو اسپر قبضہ کر لے تو یہ ہبہ ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اگر کہا کہ ہذہ الدار لک و ہذہ الارض لک یعنی یہ دار تیرا ہے یا یہ زمین تیری ہے یہ قول ہبہ ہے اقرار نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر کہا کہ ہذہ ہبۃ لک و لعقبک من بعدک یعنی یہ زمین شلاً ہبہ ہے تیرے واسطے اور جو تیرے بعد تیری نسل ہو تو یہ ہبہ ہوگا اور پچھلا ذکر کرنا لغو ہے اسی طرح اگر کہا کہ یہ زمین تیرے واسطے ہے اور جو تیرے بعد تیری نسل ہو انکے واسطے ہے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المحیط۔ زید نے عمرو سے کہا کہ یہ باندی تیرے واسطے ہے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایسا ہبہ جائز ہے اور جب عمرو اسپر قبضہ کر لے تو اسکا مالک ہو جائیگا اور اگر یون کہا کہ یہ باندی تیرے واسطے حلال ہے تو یہ قول ہبہ نہ ہوگا و لیکن اگر اس سے پہلے کوئی ایسا کلام بولا ہو جس سے اس امر پر استدلال ہو سکے کہ زید نے اس قول سے ہبہ مراد لیا ہے تو ہو سکتا ہے اور اگر کہا کہ مین نے اس باندی کی فرج تجھے ہبہ کی تو یہ باندی کا ہبہ کرنا قرار

[illegible]

دیا جائیگا جبکہ اُسپر قبضہ کرے تو مالک ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ہبۃ الاصل میں لکھا ہے کہ اگر یون کہا کہ
باندی تیرے واسطے ہے پس تو اُسپر قبضہ کرلے تو یہ ہبہ ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا یہ غلام فلان شخص کے
واسطے ہے اور وصیت کو بیان نہ کیا اور نہ وصیت کے ذکر میں یہ کلام کیا اور نہ یہ کہا کہ میرے مرنیکے بعد تو قیاساً
و استحساناً یہ ہبہ ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ غلام تیری زندگی اور غلام کی زندگی تک تیرا ہے اور اُسنے قبضہ کرلیا
تو یہ ہبہ جائز ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ این چیز ترا تو یہ ہبہ ہے کہ اسمین قبضہ شرط
ہے اور اگر کہا کہ ترا ست تو اقرار ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے داماد سے کہا کہ این زمین ترا
فاذ ہب فازرعہا یعنی یہ زمین تیری ملک ہے پس تو جا کر اُسکی زراعت کر پس اگر داماد نے اُسکے مقولہ کیوقت
کہا ہو کہ مین نے قبول کیا تو قبول سے تمام ہو کر زمین اُسکی ہو جائیگی اور اگر داماد نے یون نہ کہا تو زمین اُسکی
نہو جائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ زیادات میں مذکور ہے کہ اگر مسلمانون کی ایک جماعت سے کہا کہ یہ مال تمہارا ہے تو یہ ہبہ
ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ یہ مال لے اور اللہ تعالی عز و جل کی راہ میں جہاد کر تو یہ
قرض ہے کذا فی الظہیریہ۔ اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ ٹوکری گیہون یا یہ کپا گھی تجھے ہبہ کردیا تو اس ہبہ مین فقط
گیہون اور گھی داخل ہوگا ٹوکری اور کپا داخل نہوگا۔ اگر یون کہا کہ مین نے تجھے یہ گیہون کی ٹوکری یا گھی کا
کپا ہبہ کیا تو فقط ٹوکری اور کپا داخل ہبہ ہوگا گیہون اور گھی داخل نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میرا تمام
مال یا ہر شے جو میری ملک میں ہے واسطے فلان شخص کے ہے تو یہ ہبہ ہے کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور اگر کہا کہ سب
جسکا مین مالک ہون فلان شخص کے واسطے ہے تو یہ قول ہبہ ہے کہ بدون قبضہ کے جائز نہین ہے۔ اور اگر کہا کہ سب
چیز جو میری جانب معروف یا میری طرف منسوب ہے فلان شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک
نابالغ کے باپ نے کچھ درخت یا انگور کا باغ لگایا پھر کہا کہ مین نے اسکو اپنے بیٹے کیواسطے کردیا تو یہ ہبہ ہے اور اگر کہا کہ مین نے
اپنے بیٹے کے نام کردیا تو بھی یہی حکم ہے اور یہی اظہر ہے اور اسی پر اکثر مشائخ گئے ہین یہ ینابیع میں ہے۔ اور اگر اُسنے
ہبہ کا ارادہ نہ کیا تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی کذا فی الملتقط۔ اور اگر کہا کہ اسکو اپنے بیٹے کے نام سے بوتا ہون تو وہ ہبہ
نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر باپ نے کہا کہ سب جو کچھ میرا حق و ملک ہے وہ میرے بیٹے اس نابالغ کی ملک ہے تو یہ کہنا
ہے تملیک نہین ہے بخلاف اسکے اگر معین کردیا اور کہا کہ میری دوکان جسکا مین مالک ہون یا میرا گھر میرے نابالغ بیٹے کا
ہے تو یہ ہبہ ہے اور باپ کے قبضہ مین ہونے سے تمام ہو جائیگا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ مین نے یہ چیز اپنے فلان بیٹے کیواسطے
کردی تو یہ ہبہ ہوا اور اگر کہا کہ یہ شے میرے نابالغ لڑکے فلان کی ہے تو جائز ہے اور بدون قبول کے ہبہ تمام ہو جائیگا یہ
تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر اُسنے بیٹے سے کہا کہ این مال ترا کردم یہ مال مین نے تیرا کردیا یا کہا کہ بنام تو کردم تیرے نام کردیا
یا آن تو کردم یعنی تیری ملک کردیا یا ایسا ہی کوئی کلام جو اُسکے قائم مقام ہو بیان کیا تو یہ بیٹے کو مالک کردینا
قرار دیا جائیگا یعنی ہبہ ہوگا یہ جواہر الخلاطی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ قد متعتک ہذا الثوب او
بہذہ الدراہم یعنی مین نے تجھے یہ کپڑا یا یہ درم بخش دیے اُس نے قبضہ کرلیا تو یہ ہبہ ہے اسی طرح اگر کسی عورت
سے جس سے بدون بیان مہر کے نکاح کیا ہے یون کہا کہ مین نے تجھے یہ کپڑا یا یہ درم متع دیے تو یہ ہبہ ہے
محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس دوسرے کا کپڑا ودیعت ہو اُسنے مالک سے

کہا کہ یہ کپڑا مجھے عطا کردے اُسنے کہا کہ مین نے عطا کیا تو یہ ہبہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر وہ کپڑا مالک کے پاس ہو تو ودیعت ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ منحتک ہذہ الارض او ہذا الدار او ہذہ الجاریۃ یعنی مین نے تجھے یہ زمین یا یہ گھر یا یہ باندی منحہ دی تو یہ عاریت دینا ہے لیکن اگر ہبہ کی نیت کرے تو ہوسکتا ہے۔ اور اگر کہا کہ منحتک ہذا الطعام او ہذہ الدراہم او ہذہ الدنانیر یعنی مین نے تجھے یہ اناج یا یہ درم یا دینار منحہ دیے تو یہ ہبہ ہے کہ اسنے بدون تلف کرنے عین شے کے انتفاع ممکن نہین اور ایسی ہر چیز کا جس سے انتفاع با وجود عین شے کے باقی رہنے کے ممکن نہین ہے یہی حکم ہے پس اگر لفظ منحہ کو ایسی چیز کیطرف نسبت کیا کہ جس سے نفع اُٹھانا با وجود عین شے کے باقی رہنے کے ممکن ہے تو ہم اسکو عاریت دینے پر محمول کرینگے کیونکہ عاریت ادنی ہے اور اگر ایسی چیز کی طرف نسبت کیا جس سے بدون اُس شے کے تلف کرنے کے انتفاع ممکن نہین ہے تو ہم اسکو ہبہ پر محمول کرینگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ فتاوی اہل خوارزم مین ہے کہ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک نوالہ دو شخصون مین مشترک ہے ایک نے کہا کہ مین نے اپنا حصہ تجھے ارزانی کیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ یہ ہبہ نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر کسی گھر کے حق مین دوسرے سے کہا کہ یہ گھر تیرے واسطے ہبہ اجارہ ایکدرم ماہواری ہے یا کہا کہ اجارہ ہبہ ایکدرم ماہواری پر ہے تو یہ اجارہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے زید نے عمرو سے کہا کہ یہ شے مجھے ہبہ کردے عمرو نے کہا کہ فدا ہے تو باد یعنی تجھپر فدا ہو وے یا کہا کہ از تو دریغ نیست یعنی تجھسے دریغ نہین ہے تو یہ ہبہ نہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ این کنیزک خویش مرا بخش یعنی اپنی یہ باندی مجھے بخشدے اُسنے جواب دیا کہ فدا ے تو باد تو اس سے وہ شوہر کی مالک نہو جائیگی۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ می باید کہ این غلام مرا بخشی تا آزاد کنمش یعنی چاہیے کہ یہ غلام مجھے بخشدے تاکہ مین اسے آزاد کردون اس نے کہا کہ از تو دریغ نیست تو یہ ہبہ نہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ حاکم نے منتقی مین ذکر کیا ہے کہ اگر زید کا کوئی غلام عمرو کے پاس ودیعت ہے پس عمرو نے زید سے کہا کہ یہ غلام مجھے ہبہ کردے اُسنے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے پس عمرو نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو یہ ہبہ ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک عورت نے انتقال کیا اور دو لڑکے دو شوہرون سے چھوڑے یعنی جس سے نکاح مین انتقال کیا ہے اُس شوہر کا لڑکا نہین ہے پس ایک لڑکے نے اپنی ماں کی قبر کے پاس یہ کہا کہ مین نے ماں کے شوہر کو جو اسپر میری ماں کا مہر تھا ہبہ کیا پھر دوسرے لڑکے سے دریافت کیا گیا کہ تو کیا کہتا ہے اُسنے جواب دیا کہ وی چنان بابی نبود کہ ویرا ابجاز ارم یعنی وہ میرا ایسا باپ نہین ہے یعنی سوتیلا کہ مین اسکو آزار دون تو یہ قول مہر کا ہبہ کرنا نہوگا اور نہ بری کردینا ہے اور اگر اُسنے مہر مین سے اپنا حصہ طلب کیا تو آزار رسانی مین شمار ہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے کسی فقیہ سے کہا کہ یہ لکڑی اپنی کتابون کے کام مین صرف کردے تو یہ ہبہ ہے اور کتابون کے کام مین صرف کرنا بطور مشورہ کے قرار دیا جائیگا یہ قنیہ مین ہے۔ امام محمد رح نے سیر کبیر مین ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم سے کہا کہ مین نے اپنی یہ باندی ہبہ کی جسکا جی چاہے سو لے لے پس ایک شخص نے لے لی تو اسکی ہوجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

دوسرا باب جن صورتون مین ہبہ جائز ہے اور جن مین نہین جائز ہے۔ جو چیز واہب کے حوزہ تصرف مین اور اُسکی املاک سے فارغ ہو اور اُسکے حقوق سے فارغ ہو یعنی اُسکی ملکیت اور حق اُس سے متعلق نہ ہو اور جو شے غیر منقسم کردہ ہم

نہین کیجاتی ہے اور نہ بعد تقسیم کرنے کے اس سے اُس جنس انتفاع کا جو تقسیم سے پہلے حاصل تھا حاصل رہتا ہے
جیسے بیت صغیر و کام صغیر تو اُسکا ہبہ صحیح ہے اور جو شئی غیر منقسم کہ تقسیم کیجاتی ہے و بعد تقسیم کے اور قبل تقسیم کے اُس سے
انتفاع حاصل کیا جاتا ہے تو اُسکا ہبہ صحیح نہین ہے کذا فی الکافی۔ اور یہ شرط ہے کہ شئی موہوب قبضہ کیوقت نہ ہبہ
کیوقت تقسیم کر کے علیحدہ کردیگئی ہو اس دلیل سے کہ اگر زید نے آدھا دار غیر منقسم ہبہ کیا اور ہنوز سپرد نہ کیا تھا
کہ باقی نصف بھی ہبہ کر کے تمام دار سپرد کردیا تو جائز ہے کذا فی الظہیریہ اور اگر نصف دار کسی کو ہبہ کر کے سپرد
کیا پھر نصف باقی ہبہ کر کے سپرد کردیا تو جائز نہین ہے۔ اور دونون فاسد ہین یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ اور ہبہ کا حکم
بدون مقبوضہ ہونے کے تمام نہین ہوتا ہے اور اسمین اجنبی اور اولاد برابر ہین بشرطیکہ بالغ ہو کذا فی المحیط۔ اور
جس قبضہ سے ہبہ کا ثابت ہونا متعلق ہے وہ قبضہ ہے جو مالک کی اجازت سے ہو اور اجازت کبھی صریحاً ثابت ہوتی
ہے اور کبھی دلالۃً ثابت ہوتی ہے اور صریحاً کی مثال یہ ہے کہ مثلاً مالک یون کہے کہ اُسپر قبضہ کرلے جبکہ وہ شئی مجلس
مین موجود ہے اور جب مجلس مین نہو تو یون کہے کہ جاکر اُسپر قبضہ کرلے پھر اگر وہ شئی مجلس مین حاضر ہو اور واہب
نے کہا کہ تو اُسپر قبضہ کرلے اُس نے مجلس مین یا مجلس سے جدا ہونے کے بعد اُسپر قبضہ کرلیا تو قبضہ
صحیح ہے اور قیاساً اور استحساناً اُسکا مالک ہوگیا۔ اور اگر بعد ہبہ کرنیکے قبضہ کرنے سے موہوب لہ کو منع کردیا تو قبضہ
صحیح نہوگا خواہ مجلس ہبہ مین قبضہ کیا ہو یا اُسکے بعد۔ اور اگر مالک نے اُسکو قبضہ کرنیکے لیے صریح اجازت ندی
ہو اور منع کیا پس اگر اُسنے مجلس مین اُسپر قبضہ کرلیا تو استحساناً صحیح ہے نہ قیاساً۔ اور اگر مجلس سے جدا ہونیکے
بعد قبضہ کیا تو قیاساً و استحساناً صحیح نہین ہے اور اگر شئی موہوب مجلس مین موجود نہو غائب ہو اور موہوب لہ
نے جاکر اُسپر قبضہ کرلیا پس اگر باجازت قبضہ کیا ہے تو استحساناً جائز ہے نہ قیاساً اور اگر بدون اجازت کے قبضہ کیا تو قیاساً
و استحساناً نہین جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ زید نے عمرو کو ہبہ فاسدہ ایک گھوڑا ہبہ کیا اور عمرو و گھوڑے کے
درمیان تخلیہ کردیا یعنے قبضہ کے موانع دور کردیے اُسنے قبضہ کرلیا تو جائز نہین ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اگر کوئی
ایسی شئی جو مجلس مین حاضر تھی زید کو ہبہ کردی پس زید نے کہا کہ مین نے اُسپر قبضہ کرلیا تو امام محمد رح کے نزدیک
قابض ہوجائیگا اور امام ابو یوسف رح کا قول اُسکے خلاف ہے کذا فی السراجیہ اور تتارخانیہ مین ابو یوسف رح سے روایت
ہے کہ اگر شئی موہوب مجلس مین موجود ہو اور مالک نے کہا کہ اُسپر قبضہ کرلے اُسنے کہا کہ مین نے قبضہ کرلیا تو جائز ہے بشرطیکہ
اس کہنے سے پہلے کہ مین نے قبضہ کرلیا چلا نہ گیا ہو اور صرف یہ کہنا کہ مین نے قبول کیا کافی نہین ہے۔ اور
اگر مالک نے یہ نہ کہا کہ تو اُسپر قبضہ کرلے تو قبضہ کی فقط یہی صورت ہے کہ اُس شئی کو منتقل کرے پس اگر اُس نے نہ کہا کہ
مین نے قبول کیا تو جائز نہین ہے اگرچہ شئی کو منتقل کیا ہو ولیکن اگر یہ ہبہ اُسکی درخواست اور سوال سے ہوا
ہو تو جائز ہوسکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے کہا کہ مجھے یہ غلام ہبہ کردے عمرو نے کہا کہ مین نے ہبہ کردیا تو ہبہ
تمام ہوگیا یہ تبیین مین ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ خالد کو ہزار درم اس شرط سے ہبہ کردے کہ مین اُسکا ضامن ہون
اور عمرو نے ایسا ہی کیا اور خالد نے قبول کرلیا تو ہبہ جائز ہے اور زید ضامن ہوگا اور حقیقت مین ہبہ کرنیوالا
وہی زید ہے نہ عمرو حتی کہ اگر ہبہ سے رجوع کرے تو رجوع کا استحقاق زید کو ہوگا نہ عمرو کو یہ جواہر اخلاطی مین ہے
اگر زید نے عمرو سے دل لگی مین کہا کہ یہ شئی مجھے ہبہ کردے عمرو نے کہا کہ مین نے ہبہ کردی اور زید نے کہا کہ مین نے قبول کی

اور عمرو نے سپرد کردی تو یہ جائز ہو گیا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھے ہبہ کیا حالانکہ غلام
حاضر ہے اور عمرو نے اسپر قبضہ کر لیا تو ہبہ جائز ہے اگرچہ عمرو نے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے قبول کیا یہ ملتقط میں ہے۔ اور اگر
غلام سامنے موجود نہ ہو غائب ہو اور زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے اپنا فلان غلام تجھے ہبہ کیا تو جا کر اسپر قبضہ کر لے
اسنے جا کر قبضہ کر لیا تو جائز ہے اگرچہ یہ نہ کہا ہو کہ میں نے قبول کیا اور اسی کو ہم لیتے ہیں یہ حاوی میں لکھا ہے۔ زید
نے عمرو سے کہا کہ یہ غلام تیرا ہے اگر تو چاہے پھر اسکو دیدیا پس عمرو نے کہا کہ میں نے منظور کیا تو امام ابو یوسف رح سے
روایت ہے کہ یہ جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر زید نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا حالانکہ غلام دونوں کے سامنے
موجود ہے اور زید نے یہ نہ کہا کہ تو اسپر قبضہ کر لے پھر عمرو غلام کو چھوڑ کر چلا گیا تو پھر عمرو کو یہ اختیار نہیں ہے کہ زید کی بلا اجازت
اس غلام پر قبضہ کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو کوئی غلام ہبہ کیا اور ہنوز عمرو نے اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ زید
نے خالد کو وہی غلام ہبہ کیا پھر دونوں کو اسپر قبضہ کرنے کا حکم کیا اور دونوں نے اسپر قبضہ کیا تو خالد کو ملیگا اسیطرح
اگر عمرو کو اسپر قبضہ کا حکم کیا اور اسنے قبضہ کر لیا تو باطل ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ بیوع فتاوی میں
ہے کہ اگر کوئی غلام خریدا اور ہنوز اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ کسی شخص کو ہبہ کر دیا یا اسکے پاس رہن کیا اور اسکو قبضہ
کرنے کا حکم دیا اور اس نے قبضہ کیا تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ غلام ماذون اگر کچھ ہبہ کردے تو جائز نہیں ہے
اور اگر اسکے مالک نے اجازت دیدی اور اسپر قرضہ نہیں ہے تو جائز ہے اور اگر اسپر قرضہ ہو تو جائز نہیں ہے۔ اگرچہ
مالک اور قرضخواہوں نے اجازت دیدی ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے اس
اناج کی ڈھیری میں سے کوئی ایک قفیز ہبہ کی اور عمرو نے زید کے سامنے اسمیں سے ایک قفیز ناپ لی
تو جائز نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے اس ڈھیری میں سے ایک قفیز ہبہ کی تو اسکو ناپ لے اور
عمرو نے ناپ لی تو جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کو کپڑے جو ایک مقفل صندوق میں ہیں ہبہ کیے
اور صندوق دیدیا تو یہ قبضہ نہ ہوگا اور اگر صندوق کھلا ہوا ہو تو قبضہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر شی موہوب
اس شخص کے پاس جسکو ہبہ کی گئی ہے بطور ودیعت یا عاریت یا امانت کے ہو تو موہوب لہ اسکا ہبہ اور قبول سے
مالک ہو جائیگا اگرچہ از سر نو اسپر قبضہ نہ کرے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کرایہ کی چیز مستاجر کو ہبہ کردی یا غصب کی ہوئی
چیز غاصب کو ہبہ کی تو جائز ہے اور وہ ضمان سے بری ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر موہوب شی موہوب لہ
کے پاس اسطرح ہو کہ اسکی ضمان بقیمت یا بمثل لازم ہو جیسے کوئی شی خریدنے کی غرض سے اپنے قبضہ میں کر لی ہے
اور مالک نے وہ شی اسی کو ہبہ کردی تو صحیح ہے اور فقط ہبہ سے اسمیں ملکیت ثابت ہو جائیگی یہ کافی میں ہے۔ اور
اگر شی موہوب اسکے پاس رہن ہو تو جامع میں مذکور ہے کہ فقط ہبہ کرنے کیساتھ ہی موہوب لہ اسکا قابض ہو جائیگا
اور وہی رہن کا قبضہ اس قبضہ ہبہ کا قائم مقام ہو جائیگا اور جب ہبہ بوجہ قبضہ کے صحیح ہو گیا تو رہن باطل ہو گیا تو
مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لیگا یہ بدائع میں ہے۔ اور جدید قبضہ کرنیکے معنی یہ ہیں کہ جہاں وہ شی ہے وہاں
جا کر اتنا توقف کرے کہ جتنی دیر میں اسپر قبضہ کر سکتا ہے کذا فی المستصفی شرح النافع اور اصل یہ ہے کہ جب دونوں
قبضے ایک جنس کے ہوں تو ایک دوسرے کا نائب ہو جائیگا اور جس قبضہ میں ضمان لازم ہے وہ بدون ضمان کے
قبضہ کا نائب ہوتا ہے اور جو بدون ضمان کا قبضہ ہو وہ ضمان کے قبضہ کا نائب نہیں ہوتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ

میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بھائی کو ایک غلام یا کپڑا یا متاع یا دار یا چوپایہ ودیعت دیا پھر کہا کہ میں نے اپنی ودیعت تجھے ہبہ کی حالانکہ وہ مستودع کے پاس موجود ہے تو یہ صحیح ہو گیا بشرطیکہ مستودع نے قبول کیا ہو اور اگر کوئی غلام اپنے بھائی کو ہبہ کیا اور اُسنے واہب کے صریح حکم سے خواہ مجلس میں یا اُسکے بعد اُس پر قبضہ کر لیا تو صحیح ہے پس قبول کی شرط پہلی صورت میں نہیں ہے دوسری صورت میں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ایسی غیر منقسم چیز کا جو لائق تقسیم نہیں ہے ہبہ کرنا خواہ اجنبی کو ہبہ کرے یا شریک کو جائز ہے کذا فی الفصول العمادیہ اور جو شے غیر منقسم کہ لائق تقسیم ہو اُسکا ہبہ کرنا خواہ شریک کو ہبہ کرے یا اجنبی کو جائز نہیں ہے اور اگر موہوب لہ نے اُس پر قبضہ کر لیا تو شیخ حسام الدین رح نے واقعات میں فرمایا ہے کہ مختار یہ ہے کہ اُس سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے اور دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ ملک فاسد ثابت ہوتی ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے کذا فی المحیط اور جو لائق تقسیم نہیں ہے ایسی غیر منقسم چیز کے ہبہ کے صحیح ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ بقدر معلوم ہو حتی کہ اگر کسی غلام میں سے اپنا حصہ ہبہ کر دیا حالانکہ حصہ کی مقدار معلوم نہیں ہے تو جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی جہالت سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر موہوب لہ کو واہب کا حصہ معلوم ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہونا چاہیے اور صاحبین رح کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور لائق تقسیم چیز میں غیر منقسم دو یا زیادہ آدمیوں کو ہبہ کرنا صاحبین رح کے نزدیک صحیح ہے اور امام کے نزدیک فاسد ہے باطل نہیں ہے حتی کہ قبضہ ہو جانے سے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ صدر الشہید نے ذکر کیا ہے کہ اگر لائق تقسیم چیز دو آدمیوں کو ہبہ کی حتی کہ یہ امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ٹھہرا پھر اُس پر قبضہ کر لیا تو ملک فاسد ثابت ہوئی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ اور موہوب لہ کو سوائے قبضہ کے اور کسی طرح سے ملکیت نہیں ثابت ہوتی ہے یہی مختار ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر طرفین سے شیوع یعنی غیر انقسام ہو حالانکہ وہ شے ایسی ہے کہ لائق تقسیم ہے تو بالاجماع جواز ہبہ کا مانع ہے اور اگر موہوب لہ کی طرف سے شیوع ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جواز ہبہ کا مانع ہے بخلاف قول صاحبین رح کے کذا فی الذخیرہ اگر دو شخصوں کو ہبہ کیا پس اگر دونوں فقیر ہوں تو مثل صدقہ کے بالاجماع جائز ہے اور اگر دونوں غنی ہوں اور ہر ایک کو نصف ہبہ کیا یا مبہم کہدیا کہ میں نے تم دونوں کو ہبہ کیا یا ایک کی دوسرے پر تفضیل کی کہ اسکے واسطے دو تہائی اور اُسکے واسطے ایک تہائی ہے تو امام اعظم کے نزدیک تینوں صورتوں میں صحیح نہیں ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ تینوں صورتوں میں جائز ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ تفضیل کی صورت میں جائز نہیں ہے اور باقی دو صورتوں میں جائز ہے اور مختصر کرخی میں امام ابو یوسف رح سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ اگر دو شخصوں سے کہا کہ میں نے تم دونوں کو یہ دار ہبہ کیا آدھا اسکو اور آدھا اسکو تو جائز ہے کیونکہ اُسنے مبہم ہبہ کیا اور اس ہبہ واقع ہونیکے بعد جسطرح مبہم ہبہ کا حکم مقتضی تھا اسی طور سے اُس نے تفسیر کی اور اگر اُسنے یوں کہا کہ تیرے واسطے میں نے نصف ہبہ کیا اور دوسرے کو نصف دیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ اُسنے ہر نصف کو دوسرے سے علیحدہ عقد کے ساتھ جدا کر کے ہبہ کیا پس عقد ہبہ مشاع ہوا۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے تم دونوں کو یہ دار ہبہ کیا دو تہائی تجھکو اور ایک تہائی دوسرے کو تو امام ابو یوسف رح اور امام اعظم رح کے نزدیک نہیں جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور امام اعظم رح اور ابو یوسف رح نے اس ہبہ کے فاسد ہونے پر بنا بر دو مختلف اصول کے اتفاق کیا ہے یعنی امام اعظم رح نے

اسکو اس وجہ سے فاسد کہا ہے کہ قبضہ میں اشاعت[1] پائی گئی اور امام ابو یوسف رح نے اس وجہ سے فاسد کہا کہ جب
واہب نے دونوں کا حصہ مختلف بیان کیا تو یہ اختلاف اس امر پر دال ہوا کہ ہر ایک کا عقد ہبہ دوسرے سے
جدا ہو پس ایسا ہو گیا کہ گویا اسنے غیر منقسم میں ہر ایک کا عقد ہبہ علیحدہ مقرر کیا اور یہ ایسا ہو گیا کہ مثل رہن کے
ہے میں قبضہ شرط ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو ایک دار ہبہ کیا تو بالاجماع صحیح ہے یہ مضمرات
میں ہے۔ اور واضح ہو کہ یہ عقد ہبہ کا فاسد کرنے والا وہ شیوع ہے جو عقد ہبہ سے مقارن[2] ہو اور وہ شیوع جو طاری
ہو جاوے وہ مفسد نہیں ہے مثلاً ہبہ کیا پھر بعض غیر منقسم میں ہبہ سے رجوع کیا اور بعض میں استحقاق ثابت
ہوا تو مفسد نہ ہوگا بخلاف رہن کے کہ اسمیں شیوع جو طاری ہو جاوے وہ بھی مفسد ہوتا ہے یہ شرح وقایہ میں ہے۔
اگر لائق تقسیم چیز میں ہبہ مشاع کیا پھر اسکو الگ کر کے سپرد کر دیا تو ہبہ صحیح ہو گیا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور
اگر نصف کا ہبہ کیا اور پوری چیز سپرد کر دی تو جائز نہ ہوگا اور اگر تمام کا ہبہ کیا اور متفرق سب پر قبضہ دیا تو جائز ہے
یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر زید کو نصف دار ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر باقی آدھا عمرو کو ہبہ کیا تو انمیں سے کچھ جائز نہ ہوگا
اور اگر پہلے کو آدھا سپرد کر کے ہنوز قبضہ نہ دیا یہانتک کہ عمرو کو باقی آدھا ہبہ کر کے تمام دار دونوں کو سپرد کر دیا تو امام
ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور یہ بمنزلہ اسکے ہوا کہ دونوں کو وہ دار یکبارگی ہبہ کیا حالانکہ
یہ جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر ایک درم ثابت دو شخصوں کو ہبہ کیا تو اسمیں اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور
مشائخ نے فرمایا کہ ثابت دینار بمنزلہ درم ثابت کے ہو جاتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر بعض الدرہم
یعنے ایک درم میں سے بعض کسی شخص کو ہبہ کیا تو جائز ہے کذا فی الصغری ایک شخص کے پاس دو درم
ہیں اسنے ایک شخص سے کہا کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک تجھے ہبہ کیا تو مشائخ نے فرمایا
کہ اگر دونوں درم وزن و جودت میں یکسان ہوں تو جائز نہیں ہے اور اگر دونوں میں فرق ہو تو جائز ہے کیونکہ
پہلی صورت میں یہ قول دونوں میں سے ایک کو شامل ہوا اور دوسری صورت میں ایک درم کے وزن
کو شامل ہوا اور یہ ایسے غیر منقسم کا ہبہ ہے جو لائق تقسیم نہیں ہے۔ ایک شخص نے ایک شخص کو دو درم
دیے اور کہا کہ ان دونوں میں سے نصف تیرا ہے حالانکہ وہ دونوں [اور یہ] وزن اور جودت میں یکسان ہیں
تو امام اعظم رح سے روایت ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک بھاری یا زیادہ کھرا یا کھوٹا
ہو تو جائز ہے اور یہ ہبہ ایسی شے غیر منقسم کا ہوگا جو لائق تقسیم نہیں ہے۔ اور اگر کہا کہ دونوں میں سے ایک
تہائی میں نے تجھے ہبہ کی حالانکہ دونوں وزن و جودت میں یکسان ہیں اور دونوں اسکو دیدیے تو جائز ہے اور
اگر کہا کہ دونوں میں سے ایک تیرے واسطے ہبہ ہے تو جائز نہیں ہے خواہ دونوں یکسان ہوں یا مختلف ہوں یہ
فتاوی قاضیخان میں ہے۔ فتاوی اہل خوارزم میں ہے کہ ذکر کیا گیا ہے کہ قاضی بدیع الدین سے کسی نے دریافت
کیا کہ اگر کسی نے اپنی ذی رحم محرم سے کہا کہ بگیر این پنج دینار ترا و بسوے وے انداخت یعنے یہ پانچ دینار تجھے
دیے اور اسکی طرف پھینک دیے پس قبل اسکے کہ وہ اسپر قبضہ کرے پھر لے لیے تو قاضی رح نے فرمایا کہ ہبہ صحیح نہیں ہوا یہ
تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم دیے اور کہا کہ تین درم انمیں سے تیرے قرضہ کی ادا میں ہیں
اور تین درم تجھکو ہبہ ہیں اور تین صدقہ کے ہیں پس سب ضائع ہو گئے تو تین درم ہبہ کا ضامن ہوگا کیونکہ یہ ہبہ فاسد تھا

[1] اشاعت یعنی پھیلی ہوئی شرکت ۱۲
[2] قولہ مقارن یعنی [illegible]

اور صدقہ کے بیچ درمونکا ضامن نہوگا کیونکہ صدقہ غیر منقسم جائز ہی الا ایک روایت مین آیا ہی کہ نہین جائز ہی یہ
محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو آدھا یا تہائی غلام ہبہ کرکے سپرد کردیا تو جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک
شخص نے دو شخصونکو دو غلامون کا آدھا یا مختلف کپڑونکا آدھا یا دس مختلف کپڑونکا نصف جیسے زطی و
مروی و ہروی وغیرہ ہبہ کردیا تو جائز ہی ایسی ہی مختلف چارپایون کا بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک ہی قسم مین ایسا
واقع ہو تو جائز نہین ہی مگر جب تقسیم کرکے علیحدہ کردے تو جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی دیوار یا خاص راستہ یا حمام
مین سے اپنا حصہ ہبہ کیا اور بیان کردیا اور موہوب لہ کو اسپر قبضہ کرادیا تو جائز ہی چنانچہ اگر کوئی اپنا بیت مع تمام حدود
و حقوق کے تقسیم کرکے اپنے تعلقات سے فارغ کرکے دوسرے کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے مالک کی اجازت سے اسپر
قبضہ کرلیا ولیکن بیت کی آمدورفت کی گذرگاہ اسکے اور دوسرے شخص کے درمیان مشترک رہی تو ایسا ہبہ جائز ہی
یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دو کپڑے ایک شخص کو دیے اور کہا کہ ان دونون مین جو تو چاہے وہ
تیرے واسطے اور دوسرا فلان شخص کیواسطے ہے پس اگر دونون کے جدا ہونے سے پہلے اسنے بیان کردیا کہ کونسا
اسکے واسطے ہی تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی یہ پہلا ہی مین ہی۔ ایک غلام ماذون پر بہت قرضہ ہی اسکو اسکے مالک نے کسی شخص
کو ہبہ کردیا تو یہ جائز نہین ہی اور یہ قرضہ اسکی گردن پر رہیگا کہ اسی قرضہ مین وہ فروخت کیا جائیگا ولیکن اگر اسکا
وہ مالک جسکے قبضہ مین یہ غلام ہی اسکی طرف سے قرضہ ادا کرے تو ہوسکتا ہی اور اس قول سے کہ ہبہ جائز نہین ہی یہ
معنے ہین کہ ہبہ تمام نہین ہوتا ہی اور قرضخواہون کو اختیار ہی کہ اسکا ہبہ باطل کرین پھر فرمایا کہ اگر موہوب لہ
اس غلام ماذون کو لیگیا اور اب سپرد نہین ہوسکتا ہی تو قرضخواہون کو اختیار ہی کہ واہب سے اس قدر قیمت
کا مواخذہ کرین جو ہبہ کرنے کے روز غلام ماذون کی قیمت تھی یہ مبسوط مین ہی۔ جو ہبہ فاسد ہو وہ قبضہ کرنے
سے مضمون ہوتا ہی یعنے اسکی ضمان واجب ہوتی ہی اور کتاب المضاربۃ مین صریح لکھا ہی کہ اگر زید نے عمرو
کو ہزار درم دیے اور کہا کہ آدھے تیرے پاس مضاربت مین ہین اور نصف تجھکو ہبہ ہین پھر وہ سب تلف ہوگئے تو انمین
سے مضارب بقدر حصہ ہبہ کے ضامن ہوگا۔ یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ زید نے عمرو کو نصف دار اپنا ہبہ مین عطا
کیا اور نصف باقی اسکو صدقہ مین عطا کیا اور عمرو نے قبول کرکے اسپر قبضہ کرلیا تو یہ جائز ہی۔ اور واہب کو اختیار
ہی کہ جس نصف کا اسنے ہبہ مین نام لیا ہی اسمین رجوع کرکے یعنے واپس کرلے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر زید نے نصف
دار عمرو کو ہبہ کیا یا صدقہ مین دیا اور سپرد کردیا پھر واہب نے یعنے زید نے جو ہبہ یا صدقہ مین دیا ہی فروخت
کردیا تو وقف الاصل مین مذکور ہی کہ اسکی بیع جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ کتاب الاصل مین صریح مذکور ہی
کہ اگر کسی شخص نے اپنا نصف دار کسی کو ہبہ کرکے سپرد کردیا اور موہوب لہ نے اسکو فروخت کردیا تو جائز نہین ہی
اور فتاوی مین صریح لکھا ہی کہ یہی مختار ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہی اسکو ایک شریک
نے کوئی چیز ہبہ کی پس اگر وہ چیز لائق تقسیم ہی تو ہبہ اصلا صحیح نہین ہی اور اگر تقسیم ہونے کا احتمال نہین رکھتی ہی تو
اسکے شریک کے حصہ مین صحیح ہی کیونکہ یہ ہبہ مشاع ہی کہ محتمل قسمت نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور فتاوی خلاصہ
مین ہی کہ اگر کسی حربی نے مسلمان کو ہبہ کیا اور وہ دار الحرب کو لوٹ گیا پھر آیا تو استحسانا قبضہ جائز ہی اور اگر موہوب لہ پر دو
مختلف مال آتے ہون اور اسنے دونون مین سے ایک ہبہ کیا تو صحیح ہی اور اسکا بیان کرنا اسی پر رہا یہ تاتارخانیہ مین ہی

اور اگر ایسا گھر ہبہ کیا جسمین واہب کا اسباب ہی اور گھر اسکے سپرد کر دیا یا مع اسباب کے گھر سپرد کیا تو صحیح نہین ہی اور
حیلہ اس باب مین یہ ہی کہ پہلے وہ اسباب موہوب لہ کو ودیعت دیکر اسپر قبضہ کرا دے پھر یہ گھر اسکے سپرد کرے۔ اور
اگر فقط اسباب بدون گھر کے ہبہ کیا اور اسباب پر قبضہ دیدیا تو صحیح ہی اور اگر گھر و اسباب دونون ہبہ کرکے دونون پر
قبضہ دیدیا تو ہبہ دونون مین صحیح ہی کذا فی الجوہرۃ النیرۃ اور اگر سپرد کرنے مین تفریق کر دی مثلاً دونون مین ایک
کو ہبہ کرکے سپرد کیا پھر دوسرے کو ہبہ کرکے سپرد کیا پس اگر گھر کا ہبہ مقدم رکھا تو گھر کا ہبہ صحیح نہوگا اور اسباب کا ہبہ
صحیح ہوگا اور اگر اسباب کا ہبہ مقدم رکھا تو دونون کا ہبہ صحیح ہوگا۔ اور اگر زمین بدون کھیتی کے یا کھیتی
بدون زمین کے یا درخت بدون پھل کے یا پھل بدون درخت کے ہبہ کیے اور قبضہ دیدیا تو دونون صورتونمین
ہبہ صحیح نہین ہی کیونکہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے سے مثل ایک جزو کے دوسرے جزو سے متصل ہونیکے
اتصال رکھتا ہی پس یہ ہبہ مثل ایسے ہبہ مشاع کے قرار پایا جو محتمل قسمت ہی۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک کو علیحدہ
ہبہ کیا مثلاً زمین کو ہبہ کیا پھر کھیتی کو ہبہ کیا یا کھیتی کو پھر زمین کو ہبہ کیا پس اگر سپرد کرنے مین دونونکو یکبارگی سپرد کیا
تو دونونکا ہبہ جائز ہی اور اگر سپرد کرنے مین تفریق کی تو دونون کا ہبہ جائز نہین ہی خواہ دونون سے کسی کو مقدم رکھا
ہو یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر گھر کو ہبہ کیا اور سپرد نہ کیا یہانتک کہ اسباب کو ہبہ کرکے دونون کو سپرد کیا تو ہبہ
جائز ہی اور اگر تھیلی یا گون ہبہ کر دی اور سپرد نہ کیا یہانتک کہ اناج جو اسمین بھرا ہوا ہی وہ بھی ہبہ کیا اور دونونکو
یکبارگی سپرد کیا تو سب کا ہبہ جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ہبہ ایسے وقت مین کیا کہ جس وقت گھر واہب کے تعلق سے
فارغ تھا اور سپرد ایسی حالت مین کیا کہ جب اسکے تعلق مین مشغول ہوا تو صحیح نہین ہی اور اسکا یہ کہنا کہ اس گھر پر قبضہ کر
یا مین نے تجھے سپرد کیا یہ صحیح نہین ہی اس حالت مین کہ واہب اسمین رہتا ہو یا اسکے اہل و عیال
ہون یا اسکا اسباب رکھا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ شاغل کا ہبہ جائز ہی اور مشغول کا ہبہ جائز نہین ہی قال مثلاً
کسی گون مین اناج ہی تو گون کا ہبہ ناجائز ہی اور اناج کا ہبہ جائز ہی فافہم۔ اور اصل مین حلبی کے مسائل مین یہ ہی
کہ اگر موہوب کا اشتغال ملک واہب کیساتھ ہو تو ہبہ کا تمام نہین ہوتا ہی کیونکہ قبضہ شرط ہی یعنی قبضہ مین بالکل تخلیہ
چاہیے اور اگر ملک واہب کا اشتغال موہوب کیساتھ ہو تو وہ ہبہ تمام ہونے کا مانع نہین ہی مثال اسکی یہ ہی
کہ اگر ایسی گون ہبہ کی جسمین اناج ہی تو جائز نہین ہی اور اگر اناج جو کسی گون مین ہی ہبہ کیا تو جائز ہی اور اسی قیاس
پر اسکی نظیرون کا حکم ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اپنی باندی جسکے تن پر زیور اور کپڑے تھے ہبہ
کرکے سپرد کر دی تو ہبہ جائز ہوگا اور ایسے ہی اگر صدقہ دیا تو بھی جائز ہوگا اور اسکا زیور اور کپڑے واہب کے ہونگے
نہ موہوب لہ کے یا متصدق علیہ کے کیونکہ عرف و عادت یون ہی جاری ہی وقال رحمہ اللہ تعالیٰ پس اگر باندی کے تن پر
کپڑا اسقدر ہو جس سے اسکا ستر چھپتا ہی تو موہوب لہ کا ہونا چاہیے۔ اور اگر فقط زیور و کپڑا جو باندی کے تن پر ہی ہبہ کیا
باندی کو ہبہ نہ کیا تو جائز نہوگا تاوقتیکہ اتار کر موہوب لہ کو سپرد نہ کر دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایسا
چوپایہ جس پر جھول یا لگام بھی بدون جھول و لگام کے ہبہ کرکے سپرد کیا تو ہبہ پورا ہوگیا اور اگر جھول یا لگام بدون چوپایہ
کے ہبہ کی تو ہبہ پورا نہوا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایسا چوپایہ ہبہ کیا جسپر بوجھ لدا ہی تو جائز نہین ہی اور اگر بوجھ جو چوپایہ پر ہی ہبہ کیا
اور بوجھ مع چوپایہ کے سپرد کیا تو جائز ہی۔ اور اگر پانی جو گلاس مین ہی ہبہ کیا تو جائز ہی اور اگر گلاس بدون پانی کے ہبہ کیا تو

نہین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر عورت نے اپنا گھر جسمین اپنے شوہر کیساتھ رہتی ہی اپنے شوہر کو ہبہ کیا اور قبضہ
تو جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اور منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ شوہر کو نہین جائز ہی اپنی عورت
کو اور عورت کو نہین جائز ہی کہ اپنے شوہر کو یا کسی اجنبی کو وہ گھر ہبہ کرے جسمین وہ دونون رہتے ہین اور یہی حکم
بالغ لڑکے کا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر کسی زمین کی کھیتی یا درخت کے پھل یا تلوار کا حلیہ یا دار کی عمارت یا
ڈھیری کے گیہون ایک کو ہبہ کیے اور موہوب لہ کو کھیتی کاٹ لینے یا پھل توڑ لینے یا حلیہ جدا کر لینے یا عمارت توڑ کر
لے لینے یا گیہون جدا کر لینے کا حکم کیا اُسنے ایسا ہی کیا تو استحساناً جائز ہی اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا اُس نے
لیکر کھیتی وغیرہ کاٹ لینے کے ہبہ کی ہی اور اگر اُس نے قبضہ کی اجازت نہ دی اور موہوب لہ نے ایسا کیا تو
ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی - اور اگر زید کے پاس کوئی دار اجارہ پر ہو اور مالک نے اُسکی عمارت زید کو ہبہ کی تو جائز
ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر کوئی گھر مع اُسکے اسباب کے ہبہ کیا اور سپرد کر دیا پھر اسباب پر کسی شخص نے استحقاق
ثابت کیا تو گھر کا ہبہ صحیح رہا یہ کافی مین ہی اگر شیء موہوب کا سواے واہب کے کسی دوسرے کی ملک کے ساتھ
اشتغال ہو تو آیا یہ امر ہبہ پورا ہونے کا مانع ہی یا نہین ہی پس صاحب محیط نے ہبہ زیادات کے باب اول مین ذکر کیا ہی کہ
یہ امر مانع نہین ہوتا ہی چنانچہ فرمایا کہ اگر زید نے اپنا دار عمرو کو مستعار دیا پھر عمرو نے خالد کا اسباب غصب کر کے
اُس دار مین رکھا پھر زید نے عمرو کو وہ دار ہبہ کیا تو ہبہ دار جائز ہی اسیطرح اگر خود ہبہ یعنی زید نے کوئی مال خالد کا
غصب کر کے دار مین رکھا ہو پھر وہ دار مستعیر کو ہبہ کیا تو بھی جائز ہی اور ہبہ پورا ہوگا اگرچہ یہ امر ظاہر ہو کہ وہ دار ایسی چیز

کے ساتھ مشغول تھا جو موہوب نہین ہی کیونکہ وہ دار ملک واہب کے ساتھ جو ہبہ پورا ہونے کی مانع ہوا ہی
مشغول نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی - اگر زید نے عمرو کو گھر مع اسباب کے ودیعت دیا پھر گھر اُسکو ہبہ
کر دیا تو ہبہ صحیح ہی پھر اگر وہ اسباب تلف ہو گیا حالانکہ مستودع نے اسکو اپنی جگہ سے منتقل نہین کیا ہی پھر ایک
شخص نے اُس اسباب پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو اسکو موہوب لہ سے ضمان لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور ابن رستم
نے ذکر کیا ہی کہ یہ قول امام محمد رح کا ہی اور امام ابو یوسف رح کا یہ قول ہی کہ اگر اسمین سے ایک تکیہ پر بھی استحقاق
ثابت ہو تو گھر کا ہبہ باطل ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کوئی جوال مع اُس متاع کے جو اُسکے اندر تھی یا
کوئی کوٹھی مع اُسکے گیہون کے ہبہ کر کے موہوب لہ کے سپرد کر دی پھر متاع یا گیہون استحقاق ثابت کر کے
لے لیے گئے تو جوال اور گیہون کا ہبہ صحیح رہیگا یہ محیط مین ہی - اسیطرح اگر جوال مع اُس متاع کے جو اُسکے اندر تھی
ہبہ کر دی اور کل پر قبضہ دیدیا پھر وہ جوال استحقاق مین لے لی گئی تو اُسکی متاع کا ہبہ صحیح رہیگا یہ فتاوی
قاضیخان مین ہی زید نے اپنا گھر ہبہ کیا اور اسمین اسباب تھا اور سب سپرد کر دیا پھر اسباب مین استحقاق
ثابت ہوا تو گھر کا ہبہ باطل نہوگا اور اگر اسباب تلف ہو گیا پھر اسمین استحقاق ثابت ہوا حالانکہ خواہ موہوب لہ
نے اسکو اپنی جگہ سے منتقل کیا ہو یا نہ کیا ہو تو مستحق کو اختیار ہو جائیگا موہوب لہ سے ضمان لے یا واہب سے اور
بعض نے فرمایا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہی اور شیخین رح کے نزدیک جبتک اُسکو منتقل نکرے تب تک ضامن نہوگا اور
بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک گھر کسی شخص کو ہبہ کیا اُسنے قبضہ کر لیا پھر
کچھ گھر استحقاق مین لیا گیا تو ہبہ باطل ہو گیا یہ ینابیع مین ہی اور اگر کوئی زمین مع اُسکی کھیتی کے ہبہ کر کے دونون سپرد کی

یا کوئی نخل مع اسکے ثمر کے ہبہ کیے کے دونون سپرد کر دیے پھر کھیتی اور ثمر مین بدون زمین و نخل کے استحقاق ثابت
ہوا تو زمین اور نخل کا ہبہ باطل ہے یہ محیط مین ہے - اگر کوئی زمین اور اسکی کھیتی ہبہ کی اور کاٹ کر پھر سپرد کی پھر دونون
مین سے ایک مین استحقاق ثابت ہوا تو دوسرے کا ہبہ باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر کوئی کشتی
جسمین اناج ہے مع اناج کے ہبہ کی پھر اناج استحقاق مین لیا گیا تو امام ابو یوسف رح کے قول مین ہبہ باطل ہو گیا
اور ابن رستم رح نے کہا کہ یہ قول امام اعظم رح کا ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ کشتی کا ہبہ باطل نہو گا یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے - اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے یہ دونون بیت ہبہ کیے حالانکہ دونون مین سے ایک بیت
مشغول ہے یعنی مالک و اسباب سے اسکا تعلق ہے تو دونون مین سے کسیکا ہبہ جائز نہین - اور اگر کہا کہ
مین نے تجھے یہ بیت اور اپنا حصہ اس دوسرے بیت مین سے ہبہ کیا تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے -
فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر کسی نے اپنا گھر اپنی جورو اور اسکے پیٹ کے بچہ کیواسطے ہبہ کیا یا دونون پر صدقہ کیا
تو جائز نہین ہے اور اگر زندہ و مردہ کیواسطے کوئی دار یا دیوار ہبہ کی تو سب زندہ کیواسطے جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے
اور اگر باندی کو ہبہ کیا اور جو کچھ اسکے پیٹ مین ہے اسکو مستثنی کیا تو باندی اور اسکے بچہ کا ہبہ جائز ہوا اور استثنا کرنا
باطل ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر کسی نے جو کچھ اسکے پیٹ مین ہے آزاد کیا پھر باندیکو ہبہ کیا تو باندیکا ہبہ جائز ہے اور
اصل کی کتاب العتاق مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے جو کچھ اسکی باندی کے پیٹ مین ہے مدبر کیا پھر باندیکو ہبہ کیا تو جائز نہین
ہے اور بعض نے فرمایا کہ اسمین دو روایتین آئی ہین ایک روایت مین آیا ہے کہ آزاد کرنے اور مدبر کرنے دونون
صورتون مین ہبہ جائز نہین ہے اور بعض نے فرمایا کہ دونون صورتون مین ہبہ جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونون
مین فرق ہے کہ اعتاق کی صورت مین جائز ہے اور مدبر کرنے کی صورت مین نہین جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے - ایک شخص کا ایک موتی گم ہو گیا اسنے دوسرے کو ہبہ کیا اور اجازت دیدی کہ تلاش کرکے جب جہان
پائے اسپر قبضہ کر لے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ ہبہ فاسد ہے کیونکہ ایسی شی کا ہبہ ہے جسکے وجود و عدم کا
خطر ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اگر مضاربت کا مال مضارب کو ہبہ کیا حالانکہ کچھ مال مضارب کے پاس موجود ہے اور کچھ
لوگون پر ہے تو جو کچھ اسکے ہاتھ مین ہے اسکا ہبہ جائز ہے اور جو کچھ لوگون پر ہے اگر کہا کہ اسپر قبضہ کر لے تو جائز ہے
اور اگر مضارب نے کہا کہ مال مین نفع ملا ہوا ہے تو ہبہ جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے - دو شریکون مین سے اگر ایک نے
دوسرے سے کہا کہ مین نے نفع مین سے اپنا حصہ تجھے ہبہ کر دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ مال بعینہ قائم ہو تو
صحیح نہو گا کیونکہ یہ ہبہ غیر منقسم ایسی شی کا ہے جو تقسیم ہو سکتی ہے اور اگر شریک نے مال تلف کر دیا ہو تو صحیح ہے کیونکہ
ایسی حالت مین یہ ابرا کی طرح ہے کذا فی الظہیریہ

تیسرا باب تحلیل کے متعلق مسائل کے بیان مین - اگر زید نے عمرو سے کہا انت فی حل مما اکلت من مالی یعنی
تو حلت مین ہے جو کچھ تو میرا مال کھاوے تجھے حلال ہے تو اسکو حلال ہے کہ کھاوے لیکن اگر نفاق کی علامتین موجود
ہون تو ایسا نہو گا یہ ملتقط مین ہے - اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا من اکل من مالی فہو فی حل جسنے میرا مال
کھایا وہ حلت مین رہا یعنی اسکو حلال ہے تو فتوی اسپر ہے کہ مخاطب کو حلال ہے یہ مضمرات مین ہے - ابن مقاتل سے
روایت ہے کہ اگر ایک شخص مالک درخت نے کہا کہ جسنے اس درخت مین سے کھایا وہ حلت مین رہا تو ابن ... غنی و فقیر

کو کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاوے غیاثیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ حللنی من کل حق ہو لک علی یعنی مجھے ہر حق سے جو تیرا مجھپر ہے حلال کردے یعنی بری کردے اُسنے ایسا ہی کیا اور اُسکو بری کردیا پس اگر صاحب حق اپنے حق سے واقف تھا تو یہ شخص حکم ودیانت دونون طرح سے بری ہوجائیگا اور اگر واقف نہ تھا تو حکم کی راہ سے وہ بالاجماع بری ہوجائیگا اور دیانۃً امام ابو یوسف رح کے نزدیک بری ہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ زید نے عمرو کو کوئی چیز دی اُسنے اپنے مال مین ملادی اور غالب گمان اُسکا یہ ہے کہ اُسکا جدا کرکے تمیز کرلینا ممکن نہین ہے پس اُسکے مالک سے حلت کی درخواست کی اُس نے اُسکو حلال دروا کردی پھر اُس شخص نے وہ چیز پائی اور پہچان لی یعنے ممیز ہوگئی تو مالک کو واپس کردے یہ قنیہ مین ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ تجھکو میرا مال حلال ہے جہان تو پاوے جسقدر چاہے لے لے تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ یہ مقولہ صرف درم و دینار کے حق مین لیا جائیگا اور اگر عمرو نے زید کی زمین یا درخت مین سے فواکہ یا میوہ لے لیا یا اُسکی بکری یا گاے دودھ لی اور دودھ لے لیا تو اُسکو حلال نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر فواکہ یا اونٹ یا بکری لے لی تو حلال نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کے واسطے اپنے مال مین سے کھالینا مباح کردیا حالانکہ وہ فلان شخص اس قول سے واقف نہین تو اُسکو کھالینا حلال ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر فلان شخص نے ناواقفی مین اُسکا کچھ مال لے لیا تو اُس نے مال حرام لیا اور روا نہ ہوگا جب تک کہ اجازت و اباحت سے آگاہ نہو یہ تاتارخانیہ مین ہے زید کا عمرو پر کچھ قرضہ ہے اور زید تمام قرضہ سے واقف نہین ہے پس عمرو نے اُس سے کہا کہ تو نے مجھے جو کچھ تیرا مجھپر آتا ہے اُس سے بری کیا اُس نے جواب دیا کہ دونون جہان مین مین نے تجھے بری کیا تو شیخ نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ صرف اُسی قدر سے بری ہوگا کہ جسقدر اُس نے توہم کیا کہ میرا اُسپر ہے اور محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ سب سے بری ہوجائیگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ حکم قضا مین ایسا ہی حکم ہوگا جیسا کہ محمد بن سلمہ رح نے فرمایا اور حکم آخرت ایسا ہوگا جیسا کہ شیخ نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ جو تو میرا مال کھاوے تجھے حلال ہے یا لے لے یا عطا کردے تو عمرو کو اُسکا مال کھالینا حلال ہے اور لے لینا یا عطا کردو حلال نہین ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ قال جعلتک فی حل الساعۃ او فی الدنیا یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے اس ساعت یا دنیا مین حلال کردیا تو تمام ساعتون مین اور دونون جہان مین بری ہوگا یہ جواہر (؟) وخلاصہ مین ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ جو میرا تجھپر ہے اُسکا دین تجھ سے مخاصمہ کرونگا اور نہ طلب کرونگا تو شیخ امام رح نے فرمایا کہ یہ قول کچھ نہین ہے اور اُسکا حق قرضدار پر بحال باقی رہیگا یہ حاوی مین ہے۔ امام ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا چوپایہ سائبہ کرکے چھوڑ دیا بسبب اسکے کہ اُسمین کچھ چارہ کی لاگت ہوگی ایک شخص نے پکڑ کر اچھا کر لیا تو وہ کس کا ہوگا فرمایا کہ اُسی کا ہوگا جسنے سائبہ کرکے چھوڑا ہے اور اگر اُسنے چھوڑنے کے وقت یون کہا ہو کہ جو چاہے اُسکو لے لے اور اُسکو کسی نے پکڑ لیا تو اُسیکا ہوگا جس نے پکڑا ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر اُس نے کسی قوم معین کے واسطے یہ اجازت دی ہو کہ تم سے جو شخص چاہے اُسکو پکڑ لے تو یہی حکم ہوگا جو مذکور ہوا اور اگر اُس نے کسی قوم معین کے واسطے یہ اجازت نہ دی یا یہ اجازت بالکل بیان ہی نہ کی تو وہ چوپایہ اُسکے مالک کی ملک رہیگا اور اُسکو اختیار ہے کہ جہان اُسکو پاوے پکڑ کر لے لے اور

فتاوی میں یہ مسئلہ مطلقاً مذکور ہے کوئی تفصیل اس امر کی بیان نہیں ہے کہ اُس نے یہ قول کسی معین قوم کے واسطے بیان کیا یا مطلقاً بیان کیا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنا جو یا یہ چھوڑ دیا اور کہا کہ مجھے اسکی کچھ حاجت نہیں ہے اور یہ نکہا کہ یہ اُسکا ہے جسنے اُسے پکڑ لیا پھر اُسکو کسی نے پکڑ لیا تو اُسکا نہو جائیگا۔ اور اگر مملوک پرند چھوڑ دیا تو وہ بھی بمنزلہ جو پایہ چھوڑ دینے کے ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر پرند در اصل وحشی پرندوں میں سے ہو تو اُسکا چھوڑ دینا چاہیے جبتک کہ یہ نکہے کہ جو شخص اُسکو پکڑے یہ اُسی کے واسطے ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر کسی نے اپنا جو پایہ چھوڑ دیا اور اُسکو کسی نے پکڑ کر درست کر لیا پھر اُسکے مالک نے آکر اُسکو لینا چاہا اور یہ اقرار کیا کہ جسوقت میں نے اُسکو چھوڑا ہے اُسوقت یہ کہا تھا کہ جو اُسکو پکڑ لے اُسی کا ہے یا اس کہنے سے انکار کیا پھر اُسپر گواہ قائم کیے گئے یا قسم لی گئی اور وہ قسم سے نکول کر گیا تو یہ جو پایہ دوسرے کو جس نے پکڑا ہے دیا جائیگا خواہ اُسنے یہ مقولہ سُنا ہو اور حاضر ہو یا غائب ہو اور اُسکو اُسکی خبر ہو گئی ہو کذا فی الخلاصہ۔ امام ابو بکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا کپڑا پھینک دیا تو فرمایا کہ کسی شخص کو جائز نہیں ہے کہ اُسکو لے جب تک کہ اُس نے پھینکتے وقت یہ نکہا ہو کہ جسکا جی چاہے اُسکو لے لے۔ اور واقعات میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک انگور کا گچھا اُٹھا لیا اور زعم کیا کہ پھینکنے والے نے کہا ہے کہ جو اُسکو اُٹھا لے اُسی کا ہے اور اس امر پر گواہ قائم کیے یا پھینکنے والے سے قسم لی گئی اُسنے نکول کیا تو وہ اُٹھا لینے والے کو ملیگا اور اگر پھینکنے والا حاضر ہو کہ اُسکا کلام سُننے میں آوے لیکن کھانے والے کو خبر ہوئی کہ اُسنے یوں کہا ہے تو اُسکو خبر پر اُٹھانے کا اختیار ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کا کوئی دانہ یا درم غصب کر لیے اور وہ غاصب کے ہاتھ میں موجود ہیں پھر مغصوب منہ نے بیان کیا کہ انت منہما فی حل یعنے تو ان دونوں سے حلت میں ہے تو غاصب اُن دونوں کی ضمان سے بری ہوگا اور یہ دونوں بحالہ مغصوب منہ کی ملک رہینگے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گچھا انگور کا غصب کر لیا اور مالک نے غاصب کو جو کچھ حق اُسکا غاصب پر آتا تھا اُس سے حلال کر دیا تو ائمہ بلخ نے فرمایا ہے کہ یہ تحلیل اُس حق سے متعلق ہے جو غاصب کے ذمہ واجب ہے نہ اُس انگور کے خوشہ سے کذا فی القنیہ۔ امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر زید کا عمرو پر کچھ مال آتا ہو اُس نے کہا کہ میں نے تجھے وہ مال حلال کر دیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ ہبہ ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھکو اُس مال سے حلال کر دیا تو یہ برأت ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ترا بحل کردم حالانکہ مخاطب پر اسکا قرضہ آتا ہے تو قرضدار بری ہو جائیگا اور اگر کہا کہ ہمہ عزیزان خود را بحل کردم یعنے تمام اپنے قرضداروں کو میں نے بحل کیا تو تمام قرضدار بری ہو جاوینگے اور اُسکے تحت میں اجارہ طلو پایہ کا مال داخل نہو گا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کاروانسرا میں چوپایوں کا گوبر ہے اور مالک نے ہبہ کیا تو نوادر ہشام میں روایت ہے کہ یہ گوبر اُسکا ہے جسنے اُسکو لے لیا اور کاروانسرائے کا مالک اسکا زیادہ حقدار نہ سمجھا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی نابالغ کو کوئی چیز کھانے کی ہبہ کی گئی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکے والدین کو اُسمیں سے کھانا جائز ہے اور اکثر مشائخ بخارا نے فرمایا کہ یہ حلال نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اکثر مشائخ بخارا نے فرمایا کہ مباح نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر نابالغ لڑکے کے واسطے فواکہ ہدیہ بھیجے گئے تو اُسکے والدین کو اُسمیں سے کھانا روا ہے کیونکہ درحقیقت ہدیہ اُنھیں کو بھیجا گیا ہے اور بچہ کا ذکر درمیان میں لانا فقط ہدیہ کو حقیر خیال کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور کسی نے ختنہ کا ولیمہ کیا اور لوگوں نے اُسکے پاس

ہدیہ بھیجا تو مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ لڑکے کا ہوگا خواہ لوگوں نے کہا ہو کہ یہ لڑکے کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو خواہ باپ کو سپرد کیا ہو یا بیٹے کو اور بعضوں نے کہا کہ والدین کا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ اگر انھوں نے ولد کے واسطے کہا تو ولد کا ہے اور اگر کچھ نہ کہا تو والد کا ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ اگر وہ ہدیہ لڑکے کے لائق ہے جیسے پہننے کے کپڑے یا کوئی ایسی چیز جو اسکے استعمال کی ہو تو وہ لڑکے کی ہوگی اور اگر ہدیہ میں درہم یا دینار ہوں یا کوئی اسباب خانہ داری یا حیوانات میں سے ہو پس اگر باپ کے عزیزوں یا دوستوں میں سے کسی نے بھیجی تو وہ باپ کی ہوگی۔ اگر کسی شخص نے ختنہ کے واسطے کھانا کیا اور لوگوں نے اسکو ہدیے بھیجے اور لڑکے کے سامنے رکھے پس خواہ ہدیہ دینے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ لڑکے کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو اگر وہ ہدیہ ایسا ہو کہ جو لڑکے کے لائق ہو مثل کپڑے یا گیند وغیرہ کے تو وہ لڑکے کے واسطے ہوگا کیونکہ ایسی چیزیں لڑکے کی ملک میں دینے کی عادت ہے اور اگر لڑکے کے لائق نہو پس اگر باپ کے عزیزوں یا دوستوں میں سے کسی نے بھیجا ہے تو وہ باپ کا ہے اور اگر ماں کے عزیزوں و دوستوں میں سے کسی نے بھیجا ہے تو وہ ماں کا ہے کیونکہ باپ کی صورت میں باپ کا مالک اور ماں کے عزیزوں سے ماں کا مالک کرنا مقصود ہے پس یہ مقام پر عرف وعادت پر اعتماد کیا جاتا ہے حتی کہ اگر کسی مقام پر اس عرف وعادت کے سوا کوئی سبب دلیل ظاہری کسی دوسرے امر پر قائم ہو تو اُسپر اعتماد کیا جائیگا اسی طرح اگر اپنی دختر کے زفاف کا ولیمہ کیا اور لوگوں نے ہدیے بھیجے تو اسمیں بھی اسی طور سے تقسیم ہوگی اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ ہدیہ دینے والے نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ماں کا ہے یا باپ کے واسطے ہے یا شوہر کے واسطے ہے یا جورو کے واسطے ہے اور اسکے قول کی طرف رجوع کرنا بھی متعذر ہو۔ اور اگر اُس نے ایسا کہا یا قرائن سے بات کے موافق رکھا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص سفر سے آیا اور جسکے پاس آیا ہے اُسکے پاس کچھ ہدیہ رکھا اور کہا کہ اپنی اولاد اور جورو اور اپنے درمیان تقسیم کر دے پس اگر ہدیہ دینے والا موجود ہو تو اُسکے بیان کی طرف رجوع کیا جائیگا اور اگر نہو تو جو چیزیں خاصتہً عورتوں کے لائق ہیں وہ جورو کو ملینگی اور جو چیزیں لڑکیوں کے لائق ہیں وہ لڑکیوں کو اور جو لڑکوں کے لائق ہیں وہ لڑکوں کو اور جو خود اُس شخص کے لائق ہیں وہ اُسکو ملینگی اور اگر ہدیہ ایسی چیز ہو کہ مرد و عورت سب کے لائق ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر ہدیہ دینے والا مرد کے عزیزوں یا دوستوں میں سے ہو تو مرد کے واسطے ہوگی اور اگر عورت کے اقارب اور رشتہ داروں سے ہو تو اُسکو ملیگی کیونکہ اعتماد ایسے مقام پر عرف وعادت پر ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص نے دوسرے کو کسی پیالہ یا ظرف میں کوئی ہدیہ بھیجا پس اگر ہدیہ مثل ثرید وغیرہ کے ہو تو اُسکو اُسی ظرف میں کھانا جائز ہے کیونکہ دلالةً اُس برتن میں کھانے کی اجازت دی گئی ہے اسواسطے کہ اگر دوسرے برتن میں کر لے تو اُسکی لذت جاتی رہیگی اور اگر وہ شے فواکہ وغیرہ کی قسم سے ہو پس اگر دونوں میں کشادہ روئی اور بے تکلفی ہو تو بھی اُسی برتن میں کھا لینا مباح ہے ورنہ مباح نہیں ہے۔ اور اگر ہدیہ کسی برتن یا ظرف میں بھیجا اور عادت یہ ہے کہ وہ ظرف واپس کیا جاوے تو وہ شخص برتن و ظرف کا مالک نہوگا جیسے پیالہ اور ٹوکری و سینی وغیرہ اور اگر برتن واپس کرنے کی عادت نہو جیسے میوہ بارون کی زنبیل وغیرہ جیسے ڈالی میں آتی ہے تو وہ ظرف بھی ہدیہ ہے کہ اُسکا واپس کرنا لازم نہیں ہے پھر جب وہ ظرف ہدیہ نہوا تو اُسکے پاس امانت رہیگا اور اسکو سوائے ہدیہ کے دوسری چیزیں استعمال کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر عادت جاری ہو کہ اُس ظرف میں ہدیہ کی چیز کھاوے تو کھا سکتا ہے

اور اگر عادت یون ہو کہ اُس ظرف سے نکال لے اور ظرف کو خالی کردے تو اُسکا خالی کردینا اُسپر لازم ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ابن مقاتل رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ چند لوگ ایک دسترخوان پر بیٹھے اور اُنھون نے ایسے شخص کو جو دوسرے دسترخوان پر ہے یا جو اُنکے ساتھ نہین بلکہ اُنکی خدمت کررہا ہے کوئی چیز دیدی تو ابن مقاتل رحمہ نے فرمایا کہ اُنکو یہ فعل روا نہین ہے اور اگر ایسے شخص کو دی جو اُنکے ساتھ اُنکے دسترخوان پر ہے تو کچھ ڈر نہین ہے اور فقیہ رحمہ نے فرمایا کہ یہ قول قیاسی ہے اور استحساناً یہ حکم ہے کہ جو شخص اس ضیافت مین شریک ہے اگر اُسکو کچھ چیز دی تو جائز ہے اور ہم اسی استحسان کو لیتے ہین یہ حاوی مین ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ میرے انگور کے باغ مین جا اور انگور لے لے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو مختار یہ ہے کہ سات انگور لے کذا فی القنادیٰ القنایہ۔ اور اگر گیہون سے لینے کو اسیطرح کہا تو دو من لے کذا فی المحیط اور من سے مراد من شرعی ہے۔ ایک لڑکا ہدیہ لایا اور کہا کہ میرے باپ نے تجھے ہدیہ بھیجا ہے تو اُسکو کھانا جائز ہے لیکن اگر اُسکے دل مین یہ گذرے کہ یہ جھوٹا ہے تو جائز نہین ہے یہ ملتقط مین ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر زید نے عمرو سے دس درم کو ایک کپڑا خریدا اور درم وزن مین بھاری کردیے یعنی جو ٹھہرے تھے اُن سے راجح دیے تو قبول نہ کرے جب تک وہ یہ نہ کہدے کہ تجھے حلال ہین یا تیرے واسطے ہین یہ حاوی مین ہے۔ اگر وکیل نے کہا کہ مین تیرے مال لینے سے بچ جاؤن اور سالم رہون یعنی یہ چاہتا ہون کہ اگر وکیل مقرر ہون تو اُس سے بچ جاؤن اور موکل نے کہا کہ تو میرے مال لینے سے ایک درم سے سو درم تک حلت مین ہے پھر وکیل نے وکالت اختیار کی تو اُسکو یہ روا نہین ہے کہ یکبارگی سو درم یا پچاس درم لے لے اور اُسکو یہ روا ہے کہ کھانے پینے یا درم سے جو ضروری ہو لے لے یہ ملتقط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے قرض دینے والے کو کوئی چیز ہدیہ بھیجی پس اگر قرض لینے سے پہلے کوئی شی ہدیہ نہ بھیجتا ہو تو قبول کرنا مکروہ ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک گاے دو شخصون مین مشترک ہے دونون اس امر پر رضامند ہوے کہ ہر ایک کے پاس پندرہ پندرہ روز رہے اور وہ اُسکا دودھ لے تو یہ باطل ہے اور کسی کو زیادہ حلال نہوگا اگرچہ ایک دوسرے کو حلت مین کردے یعنی حلال کردے ولیکن اگر زیادتی والا زیادتی کو تلف کردے پھر دوسرا اُسکو حلال کردے یعنی معاف کردے تو روا ہوگا کیونکہ پہلی صورت مین ہبہ ایسی شی غیر منقسم کا ہے جو محتمل قسمت ہے اسواسطے نہین جائز ہے اور دوسری صورت مین اگرچہ ہبہ شاع ہے ولیکن قرضہ کا ہے اسواسطے جائز ہے یہ فتاوے عمادیہ مین ہے۔ دولھن کی ڈولی کا تکیہ ایک شخص لوٹ لایا اور اُسکو فروخت کیا تو حلال ہے بشرطیکہ وہ لٹانے کے واسطے رکھا گیا ہو یہ قنیہ مین ہے قرضخواہ سے کہا گیا کہ تیرا قرضدار مرگیا اور اُسنے کچھ نہین چھوڑا اُسنے کہا کہ ھو فی حل پس وہ حلت مین ہے تو بری ہوجائیگا اور علی ہذا اگر یون ہی کہا گیا اور اُسنے کہا کہ ہو بری یعنی وہ بری ہے اور پھر اُسکے برخلاف ظاہر ہوا یعنی اُسنے مثلاً کچھ چھوڑا ہے تو وہ بری رہیگا اور اگر کہا کہ فہو بری پس وہ بری ہے تو بری نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو وہی ہدیہ بھیجا پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی اُسکے نابالغ لڑکے کی گاے کے دودھ کا ہے تو جائز نہین ہے اور دودھ کے دہی بنادینے سے باپ اُسکا مالک نہوجائیگا اسیطرح اگر باپ نے نابالغ کو اُسکا عوض دیدیا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی القنیہ۔

چوتھا باب قرضدار کو قرضہ ہبہ کرنے کے بیان مین

قرضدار کو قرضہ ہبہ کرنا قیاساً و استحساناً جائز ہے اور قرضہ سواے قرضدار کے دوسرے کو ہبہ کرنا استحساناً جائز ہے جبکہ پہلے قرضہ وصول کرنے کا حکم اُسکو دیدے ۱۱

ہم کردے تو یہ جائز ہے لیکن اگر اول نے بونا دان چڑھنے کے معاف نہ کیا تو اسکو اسی کے مثل لاکر دینا واجب ہوگا فافہم یاد رہے کہ اسکا حصہ کاٹے ...

یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ قرضدار کو قرضہ ہبہ کرنا یا بری کرنا بدون قرضدار کے قبول کرنے کے تمام ہو جاتا ہے اور اگر قرضدار (یعنی نہ کہے کہ میں نے قبول کیا ۱۲)
اسکے ہبہ کرنے یا بری کرنے کو رد کر دے تو رد ہو جاتا ہے اسکو ہمارے مشائخ نے ذکر کیا ہے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی
میں ہے۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ یہ قرضہ بدل الصرف نہو اور اگر بدل الصرف ہوا اور قرضخواہ نے اُسکو ہبہ یا بری کیا تو
اُسکے قبول کرنے پر موقوف رہیگا پس اگر قبول کیا تو بری ہو گا اور اگر نہ قبول کیا تو بری نہوگا اور باقی تمام قرضوں میں
خواہ قبول کرے یا چپکا رہے بری ہو جاتا ہے ولیکن باقی تمام قرضوں میں ہبہ یا برائت اُسکے رد کرنے سے رد ہو جائیگی اور
یہ سب حکم اصیل کا ہے اور اگر کفیل کو قرضہ ہبہ کیا تو بدون قبول کے تمام نہوگا اور اگر کفیل نے رد کر دیا تو رد ہو جائیگا اور
اگر کفیل کو بری کیا تو بدون قبول کے تمام ہو جائیگا اور رد کرنے سے رد نہوگا۔ اور اگر اصیل قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا یا اُسکو
بری کیا اور وہ رد کرنے سے پہلے مرگیا تو بری ہوگیا اسیطرح اگر مرگیا ہو اور پھر قرضخواہ نے اُسکو بری کیا یا حالت میں
کر دیا تو جائز ہے پھر اگر وارث نے رد کر دیا تو اُسکا رد کرنا کام دیگا اور موقوف ہوگا اور مال کا حکم ہوگا یعنی حکم کیا جائیگا کہ فلاں
میت اسقدر قرضدار ہے اور یہ امام ابو یوسف رحمہ کا قول ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اُسکا رد کرنا کچھ کام کا نہیں ہے اور
برائت بحالہ رہیگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر طالب نے اصیل کو قرضہ سے بری کیا یا ہبہ کر دیا پس اگر اُس نے قبول
کیا تو اصیل اور کفیل دونوں بری ہو جائینگے اور اگر قبول نہ کیا تو بری نہونگے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص پر قرضہ ہے وہ
اُسکے ادا کرنے سے پہلے مرگیا اور قرضخواہ نے قرضدار کے وارث کو قرضہ ہبہ کیا تو صحیح ہے خواہ ترکہ اُسکا مستغرق ہو
یا نہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر وارث نے اُسکو رد کیا تو ہبہ رد ہو جائیگا بخلاف قول امام محمد رحمہ کے۔ اور
اگر بعض وارثوں کو ہبہ کیا تو سب کو ہبہ ہوگا اور اگر وارثوں کو بری کیا تو بھی صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ فتاوے
آہو میں ہے کہ اگر وارثوں میں سے ایک کو قرضہ سے بری کیا تو اُسکے حصہ میں صحیح ہے اور خزانہ میں لکھا ہے کہ دو عقد ایسے
ہوتے ہیں کہ اُنمیں مرجانا بمنزلہ قبول عقد کے قرار دیا جاتا ہے۔ ایک مدیون کو دین ہبہ کرنا کہ اگر مدیون نے قبول نہ کیا
یہانتک کہ مدیون مرگیا اور دوسرا عقد وصیت کہ اگر موصی لہ نے قبول نہ کیا یہانتک کہ موصی مرگیا تو ہبہ وصیت واجب
ہوگئی۔ اور فتاوے عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر قرضہ قرضدار کے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔
اگر قرضدار نے طالب سے کہا کہ جو تیرا مجھپر ہے اُس سے تو مجھے بری کر دے اُس نے کہا کہ [illegible] میں نے تجھے
اپنے قرضہ سے جو تجھپر ہے بری کر دیا پھر مدیون نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو وہ بری ہوگیا یہ خلاصہ میں ہے
اگر ایک وارث نے اپنا حصہ قرض مدیون کو تقسیم سے پہلے ہبہ کیا اور ترکہ میں نقود و عروض دونوں ہیں۔ تو
استحساناً مثل صلح کے صحیح ہے۔ قال رضی اللہ عنہ اور اگر مال عین سے اپنا حصہ کسی وارث یا غیر وارث
کو ہبہ کیا تو محتمل قسمت چیزوں میں صحیح نہیں ہے اور جو چیزیں غیر محتمل قسمت ہیں اُنمیں صحیح ہے کذا فی القنیہ فتاوی آہو
میں لکھا ہے کہ اگر مدیون سے مال وصول کر لیا پھر اُس سے کہا کہ وامے کہ مرا بود بتو بخشیدم یعنی جو
میرا قرضہ تجھپر تھا میں نے تجھے بخش دیا تو ہبہ صحیح ہے اور جب ہبہ صحیح ہوا تو مدیون کو اختیار ہے کہ جو کچھ اُسنے
طالب کو دیا ہے اُس سے واپس کر لے یہ تاتارخانیہ میں ہے قرضخواہ نے قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا اُسنے قبول
نہ کیا اور نہ رد کیا یہانتک کہ دونوں مجلس سے جدا ہوگئے پھر چند روز کے بعد اگر ہبہ رد کر دیا تو اسمیں مشائخ
کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہبہ رد نہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور آیا رد ہبہ کے واسطے مجلس

ابراء ہوتا شرط ہو اسمین مشائخ کا اختلاف ہو کذا فی التاتارخانیہ - ماذون کبیر مین لکھا ہو کہ اگر زید کا عمرو کے غلام
پر قرضہ ہو زید نے عمرو کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہو خواہ غلام پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکی گردن قرضہ مین ڈوبی ہوئی ہو یا نہو
اور آیا عمرو یعنے اُسکے مولے کے رد کرنے سے ہبہ رد ہوگا تو بعض نے فرمایا کہ بالاجماع رد ہوجائیگا اور یہی مختار ہو
یہ محیط سرخسی مین ہو - اگر قرضہ دو شخصون مین مشترک ہو یعنی دونون اُسکے مالک ہون اور ایک شریک نے اپنا حصہ
مدیون کو ہبہ کیا تو صحیح ہو اور اگر مطلقاً نصف دین ہبہ کیا تو چوتھائی مین ہبہ نافذ ہوگا اور چوتھائی مین موقوف
رہیگا جیساکہ نصف غلام مشترک کے ہبہ کر دینے کی صورت مین حکم ہو یہ فتاوے صغرے مین ہو - اگر قرضدار نے
قرضخواہ کو کچھ مال ہبہ کیا تو قرضخواہ اُسکا بوجہ ہبہ کے مالک ہوگا نہ بوجہ قرضہ کے یہ محیط مین ہو - ایک شخص نے
اپنے مکاتب سے کہا کہ جو میرا تجھپر ہو مین نے تجھے ہبہ کیا پس مکاتب نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو مکاتب
آزاد ہوگیا اور مال اُسپر قرضہ رہا یہ سراج الوہاج مین ہو - فتاوے آہو مین لکھا ہو کہ شیخ برہان الدین سے
دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مفلس حال مین مرگیا اور اُسپر قرضہ ہو پس ایک شخص نے احسان کرکے اُسکا قرضہ ادا کر دیا
پس آیا اُسکا قرضہ ساقط ہوجائیگا تو شیخ رح نے فرمایا کہ نہین اسواسطے کہ ساقط کا ساقط کرنا متصور نہین ہو سکتا کیونکہ
قرضہ اُسکے مفلس مرنے سے ساقط ہوا تھا اور آخرت مین مطالبہ کا حق ساقط نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہو - اور بھی شیخ رح
سے دریافت کیا گیا کہ ایک مستاجر مرگیا اور اجارہ ٹوٹ گیا پس وارثان مستاجر نے اجارہ دہندہ سے کہا کہ
ما ازین خانہ بیزار شدیم یعنی ہم اس گھر سے بیزار ہوئے پس آیا مال اجارہ سے بری ہوگا تو شیخ رح نے فرمایا
کہ بری نہوگا بلکہ ساقط ہوگا - اور اگر اُسکی قبر کے پاس اجارہ دہندہ نے کہا کہ آزاد کن گردن این غریب را یعنے
اس غریب کی گردن آزاد کر دے پس وارث نے کہا کہ وے خود آزاد ست یعنی وہ خود آزاد ہو تو بری نہوگا یہ ملتقط
مین ہو - اور قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص متوفی کی جورو نے کہا کہ مین نے اپنا آٹھوان
حصہ اور مہر فرزندون کو ارزانی کیا تو آیا ترکہ سے بری ہوگی فرمایا کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہو - اور اگر اپنے
قرضدار سے کہا کہ ترکت دینی علیک یا فارسی مین کہا حق خویش بتو ماندم قلت یا اُردو مین کہا کہ مین نے اپنا قرضہ
تجھپر چھوڑ دیا تو یہ ابراء ہوگا حتے کہ اسکے بعد دعوے نہین کر سکتا ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو - اور قاضی جمال الدین
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے نیکوکاری کی راہ سے دوسرے شخص قرضدار کا قرضہ طالب کو ادا
کر دیا پھر طالب نے بعد قرضہ وصول کر لینے کے مطلوب کو بری کر دیا پس آیا احسان کرنے والے کو جو
اُس نے ادا کیا ہو واپس کر لینے کا اختیار ہو فرمایا کہ ہان واپس کر سکتا ہو - ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ اپنی مان کے شوہر کی گردن اُس حق سے جو تیری مان کا اُسپر ہو آزاد کر دے اُس نے کہا کہ مین نے
آزاد کیا اگر وہ میری مان کو بحل کرے اُس نے کہا کہ مین نے بحل کیا پس آیا یہ ابراء ہو فرمایا کہ نہین کیونکہ
تعلیق بخطر ہوا اور جسکے وجود و عدم کا خطر ہو اُسکی تعلیق باطل ہو - اسی طرح اگر کسی سے کہا کہ مرا بحل کن یعنے مجھے
بحل کر دے اُس نے کہا کہ مین نے بحل کیا اگر تو مجھے بحل کر دے اُس نے جواب دیا کہ مین نے بحل کیا
تو پہلے شخص کا ابراء صحیح نہین ہوا اور دوسرے کا ابراء صحیح ہو - اور اگر پہلی صورت مین کہا کہ گردن وے بیزار کردم
او قال آزاد کردم ولکن تا مادر مرا بحل کند یعنے مین نے شوہر مادر کی گردن بیزار کی یا آزاد کر دی ولیکن

تاکہ میری ماں کو بحل کرے تو یہ ابراء صحیح ہے اور اگر یون کہا کہ مجھے بحل کر دے تاکہ تجھے بحل کردون اُسنے کہا کہ
مین نے بحل کیا پس اُسنے کہا کہ مین نے بھی بحل کیا تو جسقدر قرضہ ہے اُس سے بری ہو جائیگا اور جو مال
عین ہے اس سے بری نہوگا جیسے غصب و ودیعت وغیرہ کذا فی التاتارخانیہ

پانچوان باب ہبہ سے رجوع کرنے کے بیان مین اور جو چیزین رجوع سے مانع ہین اور جو نہین مانع ہین اُنکے
بیان مین۔ فتاوی عتابیہ مین لکھا ہے کہ ہبہ سے رجوع کر لینا سب حالتون مین مکروہ ہے مگر صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین
لکھا ہے۔ جاننا چاہیے کہ ہبہ چند طرح کا ہوتا ہے ایک ہبہ ذی رحم محرم کو اور ایک اجنبی کو اور ایک ذی رحم کو جو
محرم نہین ہے اور ایک محرم کو جو ذی رحم نہین ہے اور ان سب صورتون مین سپرد کرنے سے پہلے واہب کو رجوع کرنے کا
حق حاصل ہے کذا فی الذخیرہ خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو اور اُسنے قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی ہو یا نہ دی ہو
کذا فی المبسوط اور بعد سپرد کر دینے کے ذی رحم محرم سے واپس کر لینے کا حق نہین رکھتا ہے اور ذی رحم محرم کے سواے
باقیون مین رجوع کر سکتا ہے ولیکن بعد سپرد کر دینے کے خود واہب فقط رجوع کر لینے مین مستقل نہوگا بلکہ حکم قاضی یا موہوب لہ
کی رضامندی کا محتاج ہوگا اور سپرد کر دینے سے پہلے خود ہی واہب فقط رجوع کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور واہب
کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو کچھ ہبہ واپس کر لے یہ ظہیریہ مین ہے اور الفاظ رجوع کے یہ ہین رجعت فی ہبتی او ارتجعتہا او
رددتہا الی ملکی او ابطلتہا او نقضتہا یعنی مین نے اپنی ہبہ مین رجوع کر لیا یا ہبہ واپس لیا یا ہبہ اپنی ملک مین واپس لیا یا
ہبہ باطل کیا یا اُسکو توڑ دیا اور اگر اُسنے ایسا کوئی لفظ نہ کہا ولیکن ہبہ کو بیع یا رہن کیا یا غلام موہوب کو آزاد یا مدبر
کیا تو یہ رجوع نہوگا اسیطرح اگر کپڑے کو رنگا یا طعام موہوب کو اپنے ذاتی طعام مین خلط کیا تو رجوع نہوگا اور اگر کہا کہ جسوقت
مہینہ شروع ہو اُسیوقت مین نے ہبہ سے رجوع کیا تو صحیح نہین ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور ایسے عوارض جو ہبہ سے
رجوع کرنے کے مانع ہوتے ہین وہ چند قسم کے ہین ازانجملہ موہوب کا تلف ہو جانا ہے کیونکہ اُسکی قیمت واپس نہین کر سکتا
اسواسطے کہ قیمت پر عقد ہبہ نہین قرار پایا ہے اور ازانجملہ موہوب شی کا موہوب لہ کی ملک سے باہر ہو جانا ہے
خواہ بیع و ہبہ وغیرہ کسی سبب سے خارج ہوئی ہو اور اسی طرح موت بھی ہے کیونکہ وارث کو جو ملکیت ثابت ہوئی
وہ مورث کی ملکیت ثابتہ کے غیر ہے۔ اور اگر کسی شخص کے غلام کو ہبہ کیا اور غلام نے قبضہ کر لیا تو واہب کو رجوع کر لینے کا
اختیار ہے اور یہی حکم مکاتب مین ہے کہ اگر اُسکو کچھ ہبہ کیا اور اُسنے قبضہ کر لیا تو واہب رجوع کر سکتا ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو کر
پھر رقیق کیا گیا تو بھی امام ابو یوسف رح کے نزدیک واہب رجوع کر سکتا ہے اور ازانجملہ واہب کا مرجانا ہے کذا فی البدائع
اور اگر موہوب لہ نے کچھ ہبہ اپنی ملک سے نکال دیا تو واہب باقی مین رجوع کر سکتا ہے زائل مین نہین کر سکتا
ہے اور اگر موہوب لہ نے موہوب کسی دوسرے کو ہبہ کر دی پھر رجوع کر کے لے لی تو پہلے واہب کو رجوع کر لینے
کا اختیار ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور ازانجملہ موہوب مین زیادتی متصلہ حاصل ہو جانی منع ہوتی ہے خواہ موہوب لہ کے
فعل سے زیادتی ہوئی ہو یا اُسکے فعل سے نہوئی ہو اور خواہ زیادتی متولدہ ہو یا غیر متولدہ ہو مثلاً شی موہوب ایک
باندی لاغر تھی وہ موٹی تازی ہو گئی یا گھر تھا کہ اُسمین عمارت بنوائی یا زمین تھی اُسمین درخت لگائے یا چرخ بنوایا یا
ایسی ہی سینچنے کی کوئی چیز تیار کرائی اور وہ زمین مین ثابت ہے اور اُسمین بنی ہوئی ہے اسطرح کہ زمین کی بیع مین بدون
ذکر کے داخل ہو جاتی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یا موہوب کوئی کپڑا تھا کہ اُسکو عصفر یا زعفران سے رنگا یا اُسکی

قمیص قطع کرا کر سلائی یا جبہ تھا کہ اسمیں روئی وغیرہ بھرائی یا قبا بنوائی تو یہ سب صورتیں رجوع سے مانع ہیں اور اگر کپڑے کو ایسے رنگ سے رنگا یا جس سے زیادتی یا کمی نہیں آتی ہے تو واہب رجوع کر سکتا ہے یہ بدائع میں ہے حسن بن زیاد نے مجرد میں امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو ایک کپڑا ہبہ کیا اُسنے سیاہ رنگا یا تو واہب رجوع کر سکتا ہے کذا فی المحیط اور صاحبین کے نزدیک نہیں رجوع کر سکتا ہے جیسا کہ دوسرے رنگوں میں ہے اور امام ابو یوسف پہلے مثل قول امام اعظم رح کے فرماتے تھے پھر رجوع کیا اور کہا کہ اکثر سیاہ رنگانے میں سرخ سے زیادہ خرچ پڑتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ رنگ سیاہ زیادتی میں شمار نہ کیا جاتا ہو اور اگر زیادتی میں شمار ہو یعنی اس رنگ سے قیمت کپڑے کی بڑھ جاتی ہو تو بالاتفاق رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور زیادت متصلہ وہ زیادتی ہے جو نفس موہوب میں کسی ایسی شی کی زیادتی ہو جس سے قیمت بڑھجاتی ہو جیسے جمال وسلائی اور رنگ وغیرہ۔ اور اگر فقط اُس شی کا نرخ بڑھجاوے تو واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے اسیطرح اگر نفس موہوب میں زیادتی ہو مگر اس سے قیمت میں زیادتی نہوتی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر شی موہوب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر کے لیگیا یہانتک کہ اسکی قیمت بڑھگئی اور منتقل کرنے میں خرچ پڑا تو منتقی میں مذکور ہے کہ امام اعظم رح وامام محمد کے نزدیک واپس کرنیکا حق منقطع ہوگیا۔ اور اگر کوئی غلام کافر ہبہ کیا اور وہ موہوب لہ کے پاس مسلمان ہوگیا یا ایسا غلام ہبہ کیا جسکا خون بسبب قصاص کے حلال تھا اور موہوب لہ کے پاس ولی قصاص نے عفو کر دیا تو واہب اُسکو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر غلام کا جرم خطا سے ہو اور موہوب لہ نے اُسکا فدیہ دیدیا تو یہ امر واہب کو رجوع کرنیکا مانع نہیں ہے اور وہ فدیہ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر موہوب لہ کے فدیہ ادا کر دینے سے پہلے واہب نے رجوع کر لیا تو حکم جرم غلام پر ہے پس واہب یا تو غلام کو دیدیگا یا اُسکا فدیہ ادا کریگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور موہوب لہ نے اُسکا ارش لے لیا تو واہب کو رجوع کرنیکا اختیار ہے مگر ارش نہ لیگا یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر موہوب لہ نے غلام موہوب کو قرآن شریف یا لکھنا یا کوئی صنعت سکھلائی تو یہ رجوع کرنے سے مانع نہیں ہے کیونکہ یہ زیادتی نفس موہوب میں نہیں ہے پس نرخ کے زیادہ ہونے کے مشابہ قرار دی جاویگی تبیین میں ہے اور اگر زیادتی منفصلہ ہو تو وہ رجوع کرنے سے مانع نہیں ہوتی ہے خواہ اصل موہوب سے متولد ہو جیسے بچہ اور دودھ اور پھل وغیرہ یا اُس سے متولد نہو جیسے ارش وعقر وکمائی وکرایہ وغیرہ۔ اور اگر موہوب میں نقصان آیا ہو تو وہ رجوع کرنے سے مانع نہیں ہے اور موہوب لہ نقصان کا ضامن نہوگا۔ اور از انجملہ عوض ہے کذا فی البدائع اور از انجملہ موہوب کا متغیر ہونا رجوع کرنے کا مانع ہے مثلاً گیہوں تھے کہ اُسنے پسائے یا آٹا تھا کہ اسکی روٹی پکائی یا ستو تھے کہ انکو مسکہ میں لت کیا یا دودھ تھا کہ اُس کا پنیر بنایا یا مسکہ نکالا یا اقط بنایا یہ کذا فی التاتارخانیہ اور از انجملہ زوجیت ہے یعنی واہب وموہوب لہ باہم جورو وشوہر ہوں خواہ دونوں میں سے کوئی کافر ہو یا مسلمان ہو کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور اگر ایک نے میاں وبی بی میں سے دوسرے کو کچھ ہبہ کیا تو پھر رجوع نہیں کر سکتا ہے اگرچہ دونوں میں کسی وجہ سے نکاح منقطع ہو جاوے اور اگر مرد نے کسی اجنبی عورت کو کچھ ہبہ کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا یا اجنبی عورت نے کسی مرد کو کچھ ہبہ کیا پھر اپنے تئیں اُس کے نکاح میں دیا تو واہب کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرے کیونکہ ہبہ کرنے کے بعد نکاح ہوا ہے

له یعنی کسی غلام سے جس کا ہاتھ کاٹا ہو ۱۲

سله عوض یعنی موہوب لہ نے ہبہ کا عوض دیا ہو ۱۲ منہ

سے رجوع کرنیکا مانع نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور ازانجملہ محرمیت کی قرابت اگر موہوب لہ
اور واہب میں متحقق ہو تو ہبہ سے رجوع کرنے کی مانع ہے خواہ قریب مسلمان ہو یا کافر ہو کذا فی المشتمل اور
جو لوگ قرابت کے محارم میں سے ہوں جیسے باپ و دادا وغیرہ اور ماں و دادی و نانی وغیرہ اور اولاد بیٹے و پوتے
وغیرہ اگر ان لوگوں کو ہبہ کرے تو پھر رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اس حکم میں پسر و دختر کی اولاد کا حال یکساں ہے
اسیطرح بھائی اور بہن ایک حکم میں ہیں اور چچا اور پھوپھی کا حکم بھی یکساں ہے اور جن لوگوں کے ساتھ کسی وجہ سے
محرمیت ہو بسبب قرابت کے نہو تو ایسی محرمیت ہبہ سے رجوع کرنے کی مانع نہیں ہوتی ہے جیسے رضاعت
کے ماں اور باپ وغیرہ یا بھائی و بہن وغیرہ اسیطرح اگر دامادی کے رشتہ سے محرمیت قائم ہو تو وہ بھی رجوع کی مانع نہو گی جیسے جورو
کی ماں وغیرہ اور ربائب یعنی جورو کے ساتھ جو غیر شوہر سے اولاد ہو اور بہو اور داماد وغیرہ کو اگر ہبہ کیا تو رجوع کر سکتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ
میں ہے۔ فرمایا کہ ایک حربی ہمارے ملک میں امان لیکر آیا اور یہاں اسکا ایک بھائی مسلمان ہے اور ان دونوں میں سے کسی نے
دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کی تو پھر اس ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر موہوب لہ نے اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ وہ دار الحرب کو
لوٹ گیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور اگر اسنے یعنی حربی نے مسلمان پر اسکو قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی تھی پھر حربی کے دار الحرب
لوٹ جانے کے بعد اسنے قبضہ کیا تو استحسانا جائز ہے اور قیاسا جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اپنے بھائی کے وکیل
کو کوئی چیز ہبہ کی تو رجوع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ عقد ہبہ اور موہوب لہ کی ملک کی اسکے بھائی کو حاصل ہوتی ہے
بخلاف اسکے اگر بھائی کے غلام کو ہبہ کی تو ایسا نہیں ہے اور اگر وکیل نے ہبہ رد کیا اور موکل نے قبول کیا تو صحیح
ہے یہ قنیہ میں ہے اگر ایک شخص نے اپنا غلام اپنے بھائی اور ایک اجنبی کو ہبہ کیا اور دونوں نے اسپر قبضہ کر لیا تو اجنبی
کے حصہ میں رجوع کر سکتا ہے اس سبب سے کہ اس حصہ بعض کی صحت رجوع کو کل پر اعتبار کیا ہے یہ مبسوط میں ہے
اگر ایک دار ہبہ کیا اور موہوب لہ نے بیت الضیافۃ میں جسکو فارسی میں کاشانہ کہتے ہیں ایک تنور روٹی پکانے
کا بنوایا تو واہب کو رجوع کرنے کا اختیار رہا اسیطرح اگر اسمیں چارہ دینے کی جگہ تیار کی تو بھی واہب رجوع
کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی کو حمام ہبہ کیا اور اس نے اسکو مسکن بنایا یا مسکن ہبہ کیا اور اس نے حمام
بنایا پس اگر اسکی عمارت بحالہ ہو کہ اسمیں کچھ زیادتی نہیں کی ہے تو رجوع کر سکتا ہے اور اگر اسمیں کچھ عمارت
بڑھا دی یا دروازہ تیار کرنے کا لگایا یا اسپر گچ کرا دی و اصلاح کرا دی یا کہگل کرائی تو رجوع نہیں کر سکتا ہے
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عمارت ڈھا دی ہو تو زمین واپس لے سکتا ہے اور اگر کچھ تلف کیا ہو تو باقی واپس کر سکتا ہے
یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک دار ہبہ کیا اسنے اس پر گچ کرائی یا کہگل لگائی یا سونے
یا چاندی سے نقش و نگار کرائے یا اسمیں غسل خانہ بنوایا یا کوئی زمین ہبہ کی کہ اسکے ایک ٹکڑے میں اسنے
عمارت بنوائی تو ہمارے نزدیک اسمیں کچھ رجوع کرکے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسیکو ایک
دار ہبہ کیا اس نے تھوڑی عمارت توڑ دی ویسی ہی رکھی اور باقی کو دوسرے طور سے بنوا لیا تو رجوع کرکے
اسمیں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کو جنگل زمین ہبہ کی اور موہوب لہ نے اسکے
ایک گوشہ میں نخل لگائے یا کوئی عمارت یا دکان بنوائی پس اگر یہ امر اس زمین میں زیادت کرنا شمار ہو تو
کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر زیادتی میں شمار نہیں ہے یا نقصان شمار کیا جاتا ہے تو ہبہ سے رجوع کرنے کا

مانع نہوگا حتی کہ اگر اُسمین کوئی چھوٹی دوکان بنوائی کہ اصلاً زیادتی مین شمار نہین ہے تو اسکا اعتبار نہوگا اور
اگر زمین بہت ہو تو یہ صورت تمام زمین مین زیادتی کردینا شمار نہوگی صرف اُسی ٹکڑے مین زیادتی گنی
جائیگی پس اس ٹکڑے کے سوائے باقی مین رجوع کرکے واپس لے سکتا ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر زیادتی
عمارت کی ہے اور وہ گر گئی تو واپس کرنے کا حق عود کریگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر موہوب لہ نے وہ زمین
نصف غیر مقسوم فروخت کردی تو واہب کو باقی نصف مین رجوع کرلینے کا اختیار ہے۔ اور اگر اُسمین سے
کچھ فروخت نہ کی ہو تو بھی واہب کو نصف زمین مین رجوع کا اختیار ہے کیونکہ جب اُسکو کل زمین واپس کرنیکا
اختیار ہے تو نصف کا اختیار بدرجہ اولی حاصل ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین ہے۔ اگر دار ہبہ کیا اور اُسنے اُسکی
عمارت ڈھلا دی تو اُسکو زمین واپس لینے کا اختیار ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دار ہبہ کیا پھر اُسکی عمارت گر گئی
تو باقی واپس لے سکتا ہے اسی طرح اگر بعض ہبہ کو تلف کیا تو تلف کردہ شدہ سے واپسی کا حق ساقط ہوا اور
باقی موجود کو واپس لے سکتا ہے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اگر ایک دار ہبہ کیا اور اُسمین سے تھوڑا واپس کرلیا تو
باقی کا ہبہ باطل نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر موہوب لہ نے ہبہ کے مریض غلام یا زخمی کی دوا کی اور وہ
اچھا ہو گیا یا اندھا وبہرا تھا پس دیکھنے اور سننے لگا تو رجوع کرنے کا استحقاق باطل ہو گیا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور
اگر غلام موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور اسنے علاج کرکے اچھا کیا تو اس سے واپس لینے کا حق باطل
نہوگا یہ بحر الرائق مین ہے۔ ایک غلام ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسکو مدبر کردیا تو واپس نہین کرسکتا ہے اور اگر
مکاتب کردیا تو وہ عاجز ہوکر پھر مملوک رقیق ہو گیا تو واہب واپس لے سکتا ہے۔ اور اگر موہوب لہ کی ملکیت
سے خارج ہوا پھر فسخ عقد کی وجہ سے اُسکی ملک مین آگیا تو واہب رجوع کرسکتا ہے۔ اور اگر غلام نے موہوب لہ
پر کوئی جنایت کی تو واہب واپس لے سکتا ہے اور جنایت باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسیکو ایک غلام ہبہ
کیا اور وہ نوجوان تھا پھر پورا جوان ہو گیا پھر بڈھا ہو گیا اور اسوقت اُسکی قیمت اُس قیمت سے کم ہو گئی جو ہبہ کے
وقت تھی اور واہب نے رجوع کرنا چاہا تو نہین لے سکتا ہے کیونکہ جسوقت اُسمین زیادتی ظاہر ہوئی اُسیوقت رجوع
کرنے کا استحقاق باطل ہو گیا پھر اب استحقاق عود نکریگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر غلام نحیف تھا اور موٹا
ہو گیا یا بدشکل تھا خوبصورت ہو گیا تو رجوع نہین کرسکتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر وہ غلام طویل تھا
اور ہبہ کیا پھر اُسکا طول زیادہ بڑھ گیا اور یہ طول نقصان مین شمار ہے کہ اس سے قیمت نہین بڑھی بلکہ گھٹی
ہے اور کوئی بھلائی نہین آئی ہے تو واہب اُسکو واپس لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام
خریدکر قبضہ کرکے دوسرے شخص کو ہبہ کرکے اُسکے سپرد کیا پھر ہبہ سے بدون حکم قاضی رجوع کرلیا پھر غلام
مین کوئی عیب پایا تو اپنے بائع کو واپس کرسکتا ہے کیونکہ اس صورت مین بدون حکم قاضی واپس لینے کو
بمنزلہ حکم قاضی کے واپس لینے کے قرار دیا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر قرضدار غلام کو اُسی شخص کو
ہبہ کیا جسکا غلام پر قرض ہے تو قرضہ باطل ہو گیا اسیطرح اگر غلام نے خطا سے کسیکو قتل کیا ہے اور مولی نے
ولی مقتول کو یہ غلام ہبہ کردیا تو جنایت باطل ہو گئی اور استحساناً واہب کو رجوع کرنے کا اختیار ہے اور جب ہبہ
سے رجوع کرلیا تو امام محمد رح کے قول مین قرضہ اور جنایت عود نکریگی۔ اور یہ ایک روایت امام اعظم رح سے بھی

آئی ہو اور قیاساً ہبہ سے رجوع نہین کرسکتا ہو یہ حسن نے امام اعظم رح سے اور معلی نے امام ابو یوسف رح سے
اور ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہو اور استحساناً اسکا رجوع کرلینا صحیح ہو یہ فتاوی قاضیخان مین
ہو زیادات مین ہو کہ کسی لڑکے کا اپنے وصی کے مملوک پر قرضہ ہو پھر وصی نے وہ مملوک اسی لڑکے کو ہبہ کر دیا
پھر اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کا قصد کیا تو امام محمد رح سے روایت ہو کہ اسکو یہ اختیار نہین ہو اور ظاہر الروایۃ کے
موافق رجوع کرسکتا ہو یہ خلاصہ مین ہو - اگر ایک شخص نے ایک غلام دو شخصون کو ہبہ کیا تو اسکو ایک شخص کے
حصہ سے رجوع کر لینے کا اختیار ہو اسی طرح اگر اس نے ایک کا حصہ بطور ہبہ کے دیا ہو اور دوسرے کو بطور
صدقہ کے دیا ہو تو ہبہ سے رجوع کرسکتا ہو یہ مبسوط مین ہو - دو شخصون نے ایک غلام ایک شخص کو ہبہ کیا دونو
نے اسکے سپرد کر دیا پھر ایک شخص نے دوسرے کے غائب ہونے کی حالت مین اپنے حصہ ہبہ سے رجوع کرنا چاہا
تو اسکو اختیار ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہو - اگر کسی نے دوسرے کو ایک باندی ہبہ کی اس نے باندی کو
قرآن شریف یا لکھنا یا مشاطگی سکھلائی تو واہب اسکو واپس نہین لے سکتا ہو یہی مختار ہو یہ مضمرات مین
ہو - اگر دار الحرب مین کوئی باندی ہبہ کی اور موہوب لہ اسکو دار الاسلام مین نکال لایا تو واہب رجوع نہین
کرسکتا ہو یہ بحر الرائق مین ہو - اگر ہبہ کی باندی بچہ جنے تو فی الحال واہب کو باندی واپس لینے کا اختیار نہی
اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جب تک بچہ اپنی ماں سے بے پروا نہو جاوے یعنی محتاج نرہے تب تک واپس
نہین لے سکتا ہو اور بعد اسکے صرف باندی کو بدون بچہ کے واپس لے سکتا ہو یہ ظہیریہ مین ہو بشر رح نے فرمایا کہ
مین نے پوچھا کہ اگر رجوع کرنے مین باہم جھگڑا کیا حالانکہ بچہ صغیر ہو پھر وہ بالغ ہوا اور حال یہ گذرا کہ قاضی نے
باندی واپس لینے کو باطل کیا ہو تو فرمایا کہ باندی کو واپس لے سکتا ہو یہ حاوی مین ہو - اور اگر شئی موہوبہ
کے بدن مین قیمت کے لحاظ سے اچھی زیادتی ہو گئی پھر وہ زیادتی جاتی رہی تو واہب کو اختیار ہو کہ اسکو
واپس کرلے یہ ظہیریہ مین ہو - اگر ایک شخص کو ایک باندی ہبہ کی تو واہب کو اختیار ہو کہ رجوع کر کے
باندی کے بچہ کے سوائے باندی کو واپس لے اور یہی حکم تمام حیوانات و پھلون وغیرہ مین ہو یہ ینابیع مین
ہو - اور اگر واہب نے باندی ایسی حالت مین واپس لینی چاہی کہ جب وہ پیٹ سے تھی پس اگر پیٹ ہونے
سے اسمین خوبی آگئی ہو تو واپس نہین لے سکتا ہو اور اگر برائی آگئی ہو تو واپس لے سکتا ہو اور اس حالتمین
باندیون کا حال مختلف ہوتا ہو بعضی باندیان پیٹ ہونے سے موٹی تازی خوشرنگ نکل آتی ہین اور بعضی
باندیونکو جب پیٹ ہو جاتا ہو تو پنڈلی پتلی زردرو ہو جاتی ہین پس پہلی صورت مین نفس ذات مین زیادتی ہونیکی
وجہ سے واپس نہین کرسکتا ہو اور دوسری صورت مین نقصان آنے کی وجہ سے واپس کرلینے کا کوئی مانع
نہین ہو یہ مبسوط مین ہو - اگر کوئی باندی ہبہ کی اور وہ جوان ہو کر کبیرہ ہو گئی تو واپس نہین کرسکتا ہو اور یہی حکم
تمام حیوانات کا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو - اگر کوئی حاملہ باندی یا گابھن چوپایہ ہبہ کیا اور بچہ جننے سے پہلے ہبہ سے
رجوع کر کے لے لیا پس اگر اتنی مدت بعد واپس لیا کہ جسمین یہ معلوم ہو کہ حمل مین کچھ زیادتی نہوئی تو جائز ہو ورنہ
جائز نہین ہو اور اگر باندی ہبہ کیا اور اسمین بچہ پیدا ہو گیا تو واپس نہین لے سکتا ہو یہ جوہرۃ النیرہ مین ہو اگر اپنی
باندی اسکے شوہر کو ہبہ کر دی تو نکاح باطل ہو گیا پھر اگر ہبہ سے رجوع کرلیا تو نکاح عود نہ کریگا جیسا کہ دین و جنایات

عود نہیں کرتی ہے یہ خزانۃ المفتیین و قاضی خان میں ہے اور اگر منکوحہ باندی اسکے شوہر کو ہبہ کر دی یہانتک
کہ نکاح فاسد ہو گیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا تو نکاح عود کریگا اسکو صدر الشہید نے خلافیات میں ذکر کیا ہے اور
امام محمد رح نے کتابوں میں چند مقامات میں ذکر کیا کہ ہبہ میں رجوع کر لینے سے واہب کیجانب اسکی قدیم
ملک عود کرتی ہے اور قدیم ملک عود کرنے سے مراد زمانہ مستقبل کے لیے ہے نہ زمانہ ماضی کے واسطے آیا تو نہیں
دیکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے مال زکوٰۃ دوسرے کو سال گذرنے سے پہلے ہبہ کیا اور سپرد کر دیا پھر بعد سال کے ہبہ
سے رجوع کر لیا تو واہب پر زمانہ ماضی کی زکوٰۃ واجب نہو گی پس زمانہ ماضی کی زکوٰۃ واجب ہونے کے
حق میں قدیم ملک عود کرنے کا حکم نہ دیا گیا اسیطرح اگر کوئی دار دوسرے شخص کو ہبہ کر کے سپرد کیا پھر اسکے
پہلو میں کوئی دار فروخت کیا گیا پھر واہب نے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا تو واہب کو اختیار نہو گا کہ وہ دار شفعہ میں
لے اور اگر وہ دار اسکے زمانہ ماضی کی قدیم ملک کے ساتھ عود کرتا اور ایسا ہوتا کہ گویا اسکی ملک سے خارج نہیں
ہوا ہے تو اسکو شفعہ میں دار فروخت شدہ لینے کا اختیار حاصل ہوتا یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر کوئی باندی ہبہ
کی اور موہوب لہ نے اس سے وطی کر لی تو بعض نے فرمایا کہ جبتک وہ حاملہ نہوئی ہو تو تب تک رجوع
کر سکتا ہے اور یہی اصح ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے - اور اگر اپنے بھائی کو ہبہ کیا حالانکہ وہ دوسرے کا غلام ہے تو ہبہ واپس
کر سکتا ہے اور اگر اپنے بھائی کے غلام کو ہبہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک رجوع کر سکتا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک
ہبہ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں واہب کے ذی رحم محرم ہوں تو فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ
بالاتفاق رجوع نہیں کر سکتا ہے کذا فی محیط السرخسی اور یہی صحیح ہے فتاوی قاضیخان میں ہے - اور اگر کسی مکاتب
کو ہبہ کیا حالانکہ وہ مکاتب اس واہب کا ذو رحم محرم ہے پس اگر اسنے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو واپس
نہیں لے سکتا ہے اور اگر عاجز ہو کر پھر مملوک ہو گیا تو امام محمد رح کے نزدیک رجوع نہیں کر سکتا ہے اور امام ابو یوسف
کے نزدیک ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے - اور اگر مکاتب کوئی شخص اجنبی ہو اور اسکا مولی اس واہب کا
قرابتی دار ہو پس اگر وہ مکاتب بدل کتابت دیکر آزاد ہو گیا تو واہب کو رجوع کا اختیار ہے اور اگر عاجز ہوا تو بھی
امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو ایک باندی ہبہ
کی اسنے قبضہ کر لیا پھر واہب نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا حالانکہ غلام کا مالک غائب ہے پس اگر وہ باندی
مولی کے قبضہ میں ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر غلام کے قبضہ میں ہو پس اگر غلام ماذون التجارۃ ہے تو واہب
ہبہ سے رجوع کر کے واپس لے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتیین میں لکھا ہے - اور اگر غلام ماذون نہو بلکہ مجبور ہو تو
جبتک مولی حاضر نہو واپس نہیں لے سکتا ہے - اور اگر غلام نے کہا کہ میں مجبور ہوں اور واہب نے کہا کہ
تو ماذون ہے اور تجھے قدرت اسکے حاضر ہونے تک نہیں ہے رجوع کرنے کا اختیار ہے تو قسم سے واہب کا قول
قبول ہوگا اور یہ استحسان ہے اور قیاساً غلام کا قول قبول ہونا چاہئے اور واہب سے قسم صرف اسکے علم پر
لیجاویگی اور اگر غلام نے اپنے مجبور ہونے کے گواہ پیش کیے تو قبول نہونگے - اور یہ سب حکم اسوقت کا ہے کہ جب
غلام حاضر ہو اور مولی غائب ہو اور اگر مولی حاضر ہو اور غلام غائب ہو اور واہب نے اپنے ہبہ سے رجوع کر کے
ہبہ واپس لینا چاہا پس اگر موہوب غلام کے قبضہ میں ہو تو مولی خصم قرار نہ دیا جائیگا اور اگر موہوب مولی کے

ہاتھ میں ہو تو خصم قرار دیا جاویگا پھر اگر مولی نے کہا کہ مجھے یہ باندی میرے فلان غلام نے ودیعت دی ہے اور میں
نہیں جانتا ہوں کہ تو نے اُسکو ہبہ کردی ہے یا نہیں پھر مدعی نے ہبہ کر دینے کے گواہ قائم کیے تو مولی خصم قرار دیا جائیگا
یعنی اُسپر ڈگری ہو سکتی ہے اور جب قاضی نے واہب کے نام باندی کی ڈگری کردی اور اُس نے قبضہ کرلیا پھر
وہ واہب کے پاس موٹی تازی بدن کی راہ سے بڑھ گئی پھر موہوب لہ نے آکر غلام ہونے سے انکار کیا تو اسکا
قول قبول ہوگا اور وہ باندی کو واپس لے سکتا ہے پھر واہب کو ہبہ سے رجوع کا اختیار نہوگا اور اگر وہ باندی
واہب کے پاس مرگئی ہو تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے واہب سے قیمت کی ضمان لے یا مستودع سے
پھر اگر واہب سے ضمان لی تو وہ مستودع سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستودع سے ضمان لی تو مستودع
بھی اُسکو واہب سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور واضح ہو کہ کتاب میں مستودع پر ضمان واجب ہونا ذکر کیا
اور کچھ اختلاف بیان نہ کیا اور کرخی رح نے ذکر کیا ہے کہ یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مستودع
ضامن نہوگا اور اگر مستودع نے واہب سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تو نے میرے مودع کو یہ باندی ہبہ کی ہے ولیکن
وہ شخص میرا غلام نہیں ہے پھر مدعی نے گواہ دیے کہ وہ شخص غائب اسکا غلام ہے پس اگر وہ غلام زندہ ہو تو ایسی
گواہی قبول نہوگی۔ اور اگر واہب نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں اور مستودع سے قسم طلب کی تو قاضی اُس سے
قسم لیگا کہ واللہ فلان غائب میرا غلام نہیں ہے پس اگر اُسنے قسم کھالی تو خصومت سے بری ہو گیا اور اگر نکول
کیا تو مدعا علیہ قرار دیا جائیگا۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ مودع نے اقرار کیا ہے کہ فلان غائب
میرا غلام ہے تو گواہ قبول ہونگے۔ اور ہبہ سے رجوع کر لینے کی ڈگری کردیجائیگی۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے
گواہ دیے کہ فلان غائب اُسکا غلام تھا اور وہ مرگیا تو قبول ہونگے اور قابض ہبہ مدعا علیہ ٹھہرایا جائیگا۔
اور اگر مدعی نے یہ گواہ سنائے کہ فلان شخص اسکا غلام تھا اُسنے اُسکو ہزار درہم کو خالد کے ہاتھ فروخت کردیا
اور خالد نے بعوض ہزار درہم کے غلام لیکر قبضہ کرلیا تو گواہ قبول نہونگے۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیے
کہ باندی کے قابض نے اقرار کیا ہے کہ میں نے فلان غائب کو خالد کے ہاتھ فروخت کردیا اور گواہوں نے
یہ گواہی نہ دی کہ فلان غائب کی نسبت اپنا غلام ہونے کا اُسنے اقرار کیا ہے تو قاضی ایسے گواہ قبول نہ کریگا
اور نہ قابض کو اسکا خصم و مدعا علیہ ٹھہرادیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کرپاس ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسکو کتر کر
کرالی تو ہبہ سے رجوع نہیں کرسکتا ہے کیونکہ یہ زیادتی متصلہ اور قیمت دار صفت ہے اور اگر اُسکو دو قطعہ یا
تو رجوع کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر سن کو بٹوایا تو واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اس سے ثمن میں
زیادتی ہوتی ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔ اگر مصحف مجید میں اعراب لگالے تو رجوع نہیں کرسکتا ہے یہ خزانۃ المفتین
میں ہے اگر لوہا ہبہ کیا اُسکی تلوار ڈھالی یا سوت دیا اُسکو بٹوایا یا رجوع کرکے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے
اور اگر حلقہ دیا اُسمیں موہوب لہ نے نگینہ جڑا یا پس اگر بدون ضرر کے اُسکا اکھاڑنا ممکن نہو تو رجوع نہیں کرسکتا ہے
اور اگر بلا ضرر اُسکا اکھاڑنا ممکن ہو تو رجوع کرسکتا ہے اور اگر ورق ہبہ کیا اور اُسنے اُسپر کوئی سورت یا بعض سورت
تحریر کی تو رجوع کرسکتا ہے کیونکہ اس سے ثمن میں زیادتی نہیں ہوتی ہے اور اگر اُسکا مصحف بنا لکھا تو رجوع نہیں کرسکتا
ہے کیونکہ کتابت مصحف سے ثمن میں زیادتی ہوتی ہے اور اگر دستہ کاغذ ہو پھر اُسمیں فقہ یا حدیث تحریر کی یا اشعار لکھے

پس اگر ثمن میں زیادتی ہو تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر نقصان آ دے تو رجوع کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔
اگر آئینہ ہبہ کیا اسنے صیقل کرایا تو رجوع کر سکتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر چھری کو تیز کرایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے
یہ وجیز کردری و محیط میں ہے۔ اور اگر تلوار ہبہ کی اسنے چھری بنوائی یا توڑ کر دوسری تلوار بنائی تو رجوع نہیں
کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جذوع ہبہ کیے اسنے چیر کر جلانے کے ٹکڑے کر دیے یا خشت خام ہبہ کر دیں
اُسنے پانی دیکر مٹی کر دیں تو رجوع کر سکتا ہے اور اگر پھر اُس مٹی سے کچی اینٹیں بنالیں تو رجوع نہیں کر سکتا
ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اسکو خشک مٹی ہبہ دی اسنے پانی ڈالکر تر کردی تو رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں
ہے۔ اور اگر ستو ہبہ کیے اُس نے پانی میں تر کیے تو رجوع کر سکتا ہے جیسا کہ اگر گیہوں دیے اور اُس نے پانی میں
بھگو لیے تو رجوع کر سکتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔ اگر بختج ہبہ کیا اور اُس نے سہ کہ کر ڈالا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے
اور بختج اُسکو کہتے ہیں کہ آب انگور کو جوش دیں یہانتک کہ دو تہائی جلجاوے اور ایک تہائی باقی رہے پھر
جسقدر جلگیا ہے اسیقدر پانی اُسمیں ڈالے اور دھیری آنچ سے پکاوے پھر چھوڑ دے یہانتک کہ اشتداد آجاوے
اور جھاگ ڈالدے اور یہ لفظ معرب ہے اصل میں پختہ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے بکری یا بدنہ یا
گاے ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اسکو اپنی قربانی یا ہدی یا جزاء شکار یا نذر کے واسطے واجب کر دیا یا بدنہ یا
گاے کو مقلد کر دیا تطوع کی قربانی کے لیے واجب کر دیا تو ظاہر الروایات میں واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع
کر لینے کا اختیار ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسیکو
ایک بکری ہبہ کی اسنے ذبح کر ڈالی تو واہب رجوع کر سکتا ہے اور یہ بلا خلاف ہے۔ اور اُسکی قربانی کی یا متعہ کی ہدی
میں ذبح کی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع نہیں کر سکتا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک رجوع کر سکتا ہے اور
موہوب لہ کا اضحیہ و متعہ کافی ادا ہوگیا اور امام اعظم رح کے قول کی تصریح نہیں ہے اور مشایخ نے اختلاف کیا
ہے بعضوں نے کہا کہ اُنکا قول مثل قول امام محمد رح کے ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایکدرم ہبہ کیا پھر
موہوب لہ سے قرض مانگا اُسنے وہ درم قرض دیدیا تو واہب کو کبھی رجوع کرنے کا اختیار نہوگا یہ خزانۃ المفتین
میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک درم ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسپر قبضہ کر کے اللہ تعالی کیواسطے صدقہ
کر دیا تو واہب کو ہبہ سے اُسوقت تک رجوع کر لینے کا اختیار ہے کہ جب تک متصدق علیہ اُسپر قبضہ نکرے
یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص زید نے اپنا قرضہ جو عمرو پر تھا عمرو کو ہبہ کیا تو پھر رجوع نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر
کسی درخت کے پھل اُسکو ہبہ کیے اور اُسکو قبضہ کر لینے کا حکم دیدیا تو رجوع کر سکتا ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے
ایک شخص نے ایک درخت ہبہ کیا اور اُسکے کاٹ لینے کا حکم دیا اور موہوب لہ نے اُسکو کٹایا اور مزدوری
دی تو واہب کو رجوع کا اختیار ہے اور اگر کوئی درخت جڑ سمیت ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسکو قطع کر لیا
تو واہب رجوع کر کے اُس درخت کو اور اُسکی جڑ کی زمین کو واپس لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر موہوب لہ
نے اُس درخت سے کواڑ اور دھنیاں بنوائیں تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ دھنیوں کی
صورت میں رجوع کر سکتا ہے چنانچہ اگر جلانے کا ایندھن بنوا لیا تو رجوع کر کے ایندھن لے سکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ اگر زید نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا اُس نے قبضہ کرنے کے بعد خالد کو ہبہ کیا اور خالد نے اُسپر قبضہ کیا تو زید کو

رجوع کرنے اور غلام لینے کی نہ عمرو سے کوئی راہ ہی اور نہ خالد سے ولیکن اگر عمرو چاہے تو رجوع کر کے خالد سے لیلے اور پھر زید اسکو عمرو سے لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی قال المترجم یہ بنابر اصل مذکور ہ بالا ہی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج مانع رجوع واہب ہی اور پھر عود موجب حق رجوع ہی۔ فافہم اور اگر عمرو کو غلام خالد سے بوجہ ہبہ یا صدقہ یا میراث یا وصیت یا خرید وغیرہ کے پہونچا ہو تو زید کو اختیار نہو گا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کر کے اسکو لے لے یہ محیط مین ہی۔ اگر موہوب لہ نے ہبہ کی چیز کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری نے عیب کی وجہ سے واپس کر دی تو واہب کو اختیار نہو گا کہ ہبہ سے رجوع کر کے اسکو لے لے یہ شرح مجمع البحرین مین لکھا ہی۔ اور سغناقی مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص کی کوئی چیز غصب کر لی پھر غاصب نے وہ چیز کسیکو ہبہ کی یا صدقہ مین دی یا اجارہ پر دی یا رہن کی یا ودیعت رکھی یا عاریت دی اور وہ تلف ہو گئی تو یہ لوگ اُسکی قیمت کے ضامن ہونگے یعنی مغصوب منہ کو اُسکی قیمت ڈانڈ دینگے اور جو ان لوگون نے ڈانڈ دیا ہی ان مین سے موہوب لہ اور متصدق علیہ اس ڈانڈ کو غاصب سے واپس نہین لے سکتا ہی اور مستاجر اور مستودع و مرتہن اُسکی قیمت غاصب سے واپس لے سکتے ہین۔ اور مشتری اپنے دام اس سے واپس لے سکتا ہی اور اگر غاصب کے پاس سے کسی شخص نے چرا لی یا غصب کر لی اور تلف ہو گئی اور مغصوب منہ اصلی یعنی مالک نے ان دونون سے ضمان لی تو یہ دونون غاصب سے واپس نہین لے سکتے ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی ان مین کچھ اختلاف نہین ہی کہ اگر ہبہ سے رجوع کرنا بحکم قاضی واقع ہوا تو یہ عقد ہبہ کا فسخ ہی اور باہمی رضامندی سے رجوع کر لینے مین اختلاف ہی اور ہمارے اصحاب کے مسائل اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ وہ بھی مثل حکم قاضی سے رجوع کرنے کے فسخ ہی کیونکہ انھون نے فرمایا ہی کہ جو شی غیر منقسم ایسی ہو کہ محتمل قسمت ہی اسمین رجوع کرنا صحیح ہی اور اگر ابتدائی ہبہ ہوتا تو شیوع کے باوجود ہبہ صحیح نہوتا اسی طرح اس رجوع کا صحیح ہونا قبضہ پر موقوف نہین رہتا ہی اور اگر فسخ عقد نہوتا بلکہ ابتدائی ہبہ ہوتا تو اسکا صحیح ہونا قبضہ پر موقوف رہتا اسیطرح اگر زید نے عمرو کو کوئی چیز ہبہ کی اور عمرو نے خالد کو ہبہ کر دی پھر عمرو نے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا تو زید کو اختیار ہی کہ وہ بھی اپنے ہبہ سے رجوع کر کے عمرو سے واپس لے پھر اگر اس صورت مین عمرو کو خالد سے بطور مستقل ہبہ کے وہ شی پہونچی ہوتی تو زید کو عمرو سے رجوع کر لینے کا اختیار نہوتا پس یہ مسائل دلالت کرتے ہین کہ بغیر حکم قضا کے رجوع کرنا بھی فسخ ہی پس جب رجوع کی وجہ سے عقد ہبہ فسخ ہوا تو وہ شی اپنی قدیم ملک کیطرف عود کر آئی اور واہب اسکا مالک ہو گیا اگرچہ اسنے قبضہ نہ کیا ہو کیونکہ قبضہ کا اعتبار ملک کے منتقل ہونے مین ہوتا ہی نہ ملک قدیم کیطرف عود کرتے مین۔ اور شی موہوب رجوع کرنے کے بعد موہوب لہ کے ہاتھ مین امانت رہتی ہی کہ اگر وہ تلف ہو جاوے تو موہوب لہ ضامن نہو گا۔ اور اگر واہب و موہوب لہ نے رجوع کرنے پر باہمی رضامندی ظاہر نہ کی اور نہ قاضی نے حکم کیا ولیکن موہوب لہ نے واہب کو وہ شی موہوب ہبہ کر دی اور واہب نے اسکو قبول کر لیا تو جبتک اسپر قبضہ نہ کرے اسکا مالک نہو گا اور جب قبضہ کر لیا تو بمنزلہ باہمی رضامندی یا بحکم قاضی رجوع کرنے کے قرار دیا جائیگا اور موہوب لہ کو یہ اختیار نہو گا کہ رجوع کر کے واپس لیوے یہ بدائع مین ہی ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی ہی کہ جب تک قاضی ہبہ کے نقض کا حکم نہ دے تب تک

موہوب لہ کو ہبہ میں تصرف کرنا جائز ہے اور جب واہب کے توڑ دینے کا حکم دیدیا تو پھر نہیں جائز ہے اور ایسا ہی امام
اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر شے موہوب قابض ہونے موہوب لہ کے قبضہ میں قاضی کے
ہبہ توڑ دینے کے حکم کے بعد تلف ہوگئی اور ہنوز واہب نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا تو واہب کو اس سے ضمان لینے
کا اختیار نہ ہوگا لیکن اگر بعد حکم قاضی کے واہب نے طلب کی اور موہوب لہ نے دینے سے انکار کیا اور وہ
تلف ہوگئی تو ضمان لے سکتا ہے اور اگر واہب کے رجوع کر لینے کے بعد موہوب لہ نے ہبہ واپس نہ کیا اور ہنوز
حاکم نے بھی واپسی کا حکم نہ کیا تھا کہ موہوب لہ نے وہی شے موہوب واہب کو ہبہ کی اور واہب نے اس پر قبضہ کر لیا
تو بمنزلہ اسکے رد کر دینے یا حاکم کے رد کر دینے کے ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر قاضی نے کسی امر مانع کی وجہ سے رجوع
باطل ہونے کا حکم کیا پھر وہ امر مانع زائل ہوگیا تو رجوع کر لینے کا حق عود کریگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر فقیر کو کوئی شے ہبہ کی
تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ ہبہ سے صدقہ کی نیت کی ہو یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر
کسی شخص کو کوئی شے ہبہ کی پھر واہب نے کہا کہ میں نے اپنا حق ہبہ سے رجوع کرنیکا ساقط کر دیا تو ساقط نہ ہوگا یہ
جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور اگر واہب نے رجوع کرنے کے حق سے کوئی چیز لیکر صلح کر لی تو صحیح ہے اور وہ شے اس ہبہ
کا عوض ہوجائیگی اور رجوع کرنے کا حق ساقط ہوجائیگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے مسجد میں
کوئی رسی رکھی یا قندیل لٹکائی تو رجوع کر سکتا ہے بخلاف اسکے اگر قندیل کے واسطے کوئی رسی لٹکائی تو
ایسا نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور ہبہ میں رجوع کرنے کا حکم یکساں رہتا ہے خواہ موہوب لہ مسلمان ہو یا کافر
ہو یہ مبسوط میں ہے۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ دختر کی ماں کو پانچ دینار دیے کہ
اسکے واسطے جہیز تیار کر دے پھر باپ نے رجوع کرنا اور لینا چاہا تو شیخ رح نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ
یہ اس دختر نابالغ کیواسطے ہبہ ہے اور شیخ رح کے سوا دوسرے فقہاء نے فرمایا کہ اسکو رجوع کرنیکا اختیار ہے کیونکہ
یہ فعل توکیل ہے جیسا کہ اگر اس سے کہا کہ اسکے واسطے جہیز خرید دے کذا فی فتاوی ابی الفتح محمد بن محمود بن الحسین الاستروشنی

چھٹا باب نابالغ کے واسطے ہبہ کرنے کے بیان میں۔ اگر کسی شخص نے اپنی صحت میں اپنی اولاد کو کوئی
شے ہبہ کی اور اس ہبہ میں بعض کی تفضیل کا قصد کیا تو اصل میں ہمارے اصحاب سے اسکی کوئی روایت نہیں
ہے اور امام اعظم رح سے مروی ہے کہ اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ جسکی تفضیل منظور ہے اسمیں دین کی راہ سے
کوئی فضیلت ہو اور اگر سب برابر ہوں تو مکروہ ہے اور معلی نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ کچھ
ڈر نہیں ہے بشرطیکہ اس سے ضرر رسانی مقصود نہ ہو اور اگر ضرر رسانی مقصود ہو تو سب میں تسویہ کرکے
بیٹے کو عطا کیا جاوے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور یہی مختار ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک
شخص نے اپنی صحت میں کل مال اپنے بیٹے کو ہبہ کر دیا تو حکم قضا میں جائز ہوگا و لیکن وہ شخص اپنی
اس حرکت سے گنہگار رہیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر اسکی اولاد میں کوئی فاسق ہو تو
اسکو اسکی خوراک سے زیادہ نہ دینا چاہیے تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرایا جاوے یہ خزانۃ المفتین میں
ہے۔ اور اگر کسی شخص کا لڑکا فاسق ہو پس اس نے چاہا کہ میں اپنے مال کو نیک راہ میں صرف کر ڈالوں اور
اسکو میراث سے محروم رکھوں تو یہ امر اس مال کے چھوڑ جانے سے بہتر ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کوئی

لڑکا علم مین مشغول ہو کمائی مین مشغول نہو تو کچھ ڈر نہین ہو کہ اسکو دوسرے پر تفضیلت دے یہ ملتقط مین ہو۔ باپ
اپنے نابالغ لڑکے کو ہبہ کرے تو یہ ہبہ صرف عقد سے تمام ہوجاتا ہو خواہ وہ شے باپ کے پاس ہو یا اسکے مستودع
کے پاس ہو بخلاف اسکے اگر غاصب یا مستاجر یا مرتہن کے پاس ہو تو ہبہ جائز نہو گا اسیطرح اگر نابالغ کو اسکی
ماں نے ہبہ کیا اور وہ شے ماں کے پاس ہو اور باپ مرچکا ہو اور کوئی شخص اسکا وصی نہین ہو تو بھی یہی حکم ہو
اسیطرح اگر وہ شخص جو اسکی عیال داری کرے اسکا بھی یہی حکم ہو یہ تبیین و کافی مین ہو۔ اگر اپنے غلام کو کسی
ضرورت سے بھیجا پھر اسکو اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کردیا تو ہبہ صحیح ہو پھر اگر وہ غلام ہنوز لوٹ کر نہ آیا تھا کہ
باپ نے انتقال کیا تو وہ غلام بیٹے کا ہوگا اور باپ کی میراث قرار نہ دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر ایسے غلام کو جو دارالحرب
کیطرف بھاگ گیا ہو اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہو اور اگر وہ بھاگ کر دارالاسلام مین موجود ہو تو جائز ہو
اور قابض ہوجانے کا حکم دیا جائیگا کذا فی الصغری۔ اور اگر غلام کو بطور بیع فاسد کے فروخت کرکے مشتری
کے سپرد کیا یا مشتری کے خیار کی شرط پر فروخت کیا پھر اسکو نابالغ لڑکے کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہو یہ مبسوط مین ہو
اور اس حکم مین صدقہ مثل ہبہ کے ہو یہ کافی مین ہو۔ اگر یتیم کے وصی نے اپنا غلام یتیم نابالغ کو ہبہ کیا حالانکہ یتیم
کا اسپر قرضہ ہو تو یہ ہبہ صحیح ہو اور قرضہ ساقط ہوجائیگا پھر اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا تو ظاہر الروایۃ
کے موافق اسکو اختیار ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ باپ نے اگر اپنے نابالغ لڑکے کو کوئی غلام ہبہ
کیا پھر غلام مرگیا پھر ایک شخص نے غلام پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور باپ سے ضمان لے لی تو باپ بہرحال
مین جو کچھ اُسنے ڈانڈ بھرا ہو نابالغ کے مال سے نہین لے سکتا ہو اور اگر مستحق نے بیٹے سے بعد بلوغ کے
ضمان لی تو اگر بعد بالغ ہونے کے بیٹے نے اسپر از سر نو قبضہ کیا ہو پھر وہ غلام مرا ہو تو ڈانڈ کا مال باپ سے واپس
نہین لے سکتا ہو اور اگر از سر نو قبضہ کیا ہو تو واپس لے سکتا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ باپ نے اگر اپنا گھر اپنے نابالغ
بیٹے کو ہبہ کیا حالانکہ اسمین واہب کا اسباب رکھا ہو تو جائز ہو اور یہی حکم لیا گیا ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ
فتاوی عتابیہ مین ہو۔ منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا
حالانکہ اسمین کوئی شخص کرایہ پر رہتا ہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ نہین جائز ہو اور اگر کوئی شخص بلا کرایہ رہتا ہو یا
واہب خود رہتا ہو تو جائز ہو اور امام ابو یوسف رح سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہو کہ اگر اپنے نابالغ بیٹے کو
ایسا گھر ہبہ کیا جسمین خود رہتا ہو تو جائز نہین ہو چنانچہ امام اعظم سے بھی یہی مروی ہو یہ ذخیرہ و محیط مین ہو۔ اگر
کوئی گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا پھر اس گھر کے عوض دوسرا گھر خرید لیا تو دوسرا نابالغ کا ہوگا یہ ملتقط مین ہو۔
ایک شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کو ایک دار صدقہ دیا حالانکہ باپ اسمین رہتا ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک
جائز ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ اگر ایک شخص نے
اپنے نابالغ بیٹے کو ایک گھر صدقہ دیا حالانکہ باپ کا اسباب اسمین رکھا ہو یا کوئی شخص دوسرا اسمین
بلا کرایہ رہتا ہو تو صدقہ جائز ہو اور اگر کوئی شخص کرایہ پر رہتا ہو تو صدقہ نہین جائز ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ
صدقہ کی صورت مین اگر اسمین کوئی شخص کرایہ پر یا بلا کرایہ رہتا ہو تو امام اعظم رح سے جو روایت آئی ہو
وہ موافق اس صورت کے ہو کہ جب صدقہ کی صورت مین وہ خود اس گھر مین رہتا ہو یا اسکا اسباب ہو

یعنی ان دونوں صورتوں میں روایت موافق ہے اور ہبہ کی صورت میں مخالف ہے کیونکہ امام اعظم رح سے مروی ہے کہ اگر واہب خود اس دار میں رہتا ہو یا اسکا اسباب رکھا ہو تو ہبہ جائز نہیں ہے۔ اور جسطرح ہبہ میں قبضہ کی ضرورت ہے ویسے ہی صدقہ میں قبضہ کی ضرورت ہے پس ان دونوں مسئلوں میں امام اعظم سے دو روایتیں ہوگئیں یہ محیط و ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایسی زمین جسمیں کھیتی ہے اپنے نابالغ بیٹے کو صدقہ دی پس اگر کھیتی اسکی ہو تو جائز ہے اور اگر کسی غیر شخص کی اجارہ پر ہو تو جائز نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ صاحب کتاب الاحکام نے بیان کیا کہ امام ظہیر الدین کو لکھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی زمین اور اپنے پاس سے بیج دیکر مزارعت پر کسی کاشتکار کو دی اور وہ اسکے پاس ہے پھر زمین کے مالک نے وہ زمین مع اپنے حصہ زراعت کے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دی پس آیا یہ صحیح ہے یا نہیں اور کاشتکار کے ہبہ پر راضی ہونے یا راضی نہونے دونوں صورتوں میں کچھ فرق ہوگا یا نہوگا تو امام ظہیر الدین نے جواب میں لکھا کہ ہبہ جائز نہیں ہے کذا فی فتاوی ابی الفتح محمد بن محمود بن الحسین الاستروشنی ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے سے کہا کہ اس زمین میں تصرف کر جسمیں تصرف شروع کیا تو اسکی ملک ہو جائیگی یہ قنیہ میں ہے۔ اگر اپنے بیٹے کو کوئی شی ہبہ کی اور شریک کو لکھدیا تو جب تک بیٹا اسپر قبضہ نہ کرے مالک نہوگا۔ اور اگر اپنے بیٹے کو کچھ مال دیا اس نے اسمیں تصرف کیا تو وہ باپ ہی کا رہیگا لیکن اگر کوئی امر تملیک پر دلالت کرنے والا پایا جاوے تو البتہ بیٹے کا ہو سکتا ہے یہ ملتقط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کچھ مال اپنی صحت میں دیا کہ وہ اسمیں تصرف کرے اور وہ مال کثیر ہو گیا پھر باپ مر گیا پس اگر باپ نے اسکو ہبہ کیا ہو تو سب اُسیکا ہوگا اور اگر اسواسطے دیا ہو کہ باپ کیواسطے تجارت کرے تو وہ میراث قرار دیا جائیگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بیٹے یا شاگرد کو کپڑے بنا دیے پھر چاہا کہ یہ کپڑے دوسرے لڑکے یا دوسرے شاگرد کو دے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے لیکن اگر بنا دینے کے وقت کہا ہو کہ یہ عاریت ہیں تو دے سکتا ہے۔ یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک کپڑا خریدا اور اسکی کوئی چیز اپنے نابالغ لڑکے کیواسطے قطع کرائی تو یہ شخص بسبب قطع کرانے کے ہبہ کرنیوالا ہوگیا اور قبل سلانے کے اسکا سپرد کر دینے والا ہوا اور اگر وہ لڑکا بالغ ہو تو جب تک سلا کر سپرد نکرے تب تک سپرد کرنے والا قرار نہ دیا جائیگا۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے یہ کپڑا اسکے واسطے خریدا ہے تو اسکی ملک ہوگیا یہ قنیہ میں ہے۔ امام ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر کسی عورت نے اس بچہ کیواسطے جو اسکے پیٹ میں ہے کوئی کپڑا تیار کیا اور پھر جنی پس اگر بچہ کو اس کپڑے پر رکھا تو کپڑا اس بچہ کی ملک قرار دیا جائیگا۔ اور فقیہ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک جب تک وہ عورت یہ اقرار نہ کرے کہ میں نے یہ کپڑا اس بچہ کی ملک کر دیا تب تک عورت ہی کا رہیگا آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر بچہ دس بارہ برس کا ہو اور وہ عورت ہر رات میں اسکے واسطے بچھونا بچھاتی ہو اور چادر لحاف اوڑھاتی ہو تو یہ بستر اور لحاف بچہ کا نہو جائیگا جب تک کہ عورت یہ نہ کہے کہ یہ اس بچہ کیواسطے ہے پس ایسا ہی اس مقام میں بھی ہے اور اسکا حکم مثل بدن کے کپڑوں کے نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی دختر کو سامان جہیز اسکی صغر سنی میں دیا یا حالت بلوغ میں دیا اور سپرد کر دیا تو اسیکا ہوگا بشرطیکہ اس شخص نے اپنی صحت میں ایسا کیا ہو یہ فتاوی صغری میں ہے۔ ایک عورت کا پہلے شوہر سے مہر ہے اس نے یہ مہر اپنے لڑکے کو جو اسی شوہر سے پیدا ہوا ہے ہبہ کیا تو صحیح یہ ہے کہ ایسا ہبہ صحیح

نہین ہو لیکن اگر ہبہ کرکے بیٹے کو اُسکے قبض و وصول کرنے پر مسلط کردے تو جائز ہو اور جب بیٹا اُسپر قابض ہو تو اُسکا مالک ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ موہوب لہ اگر قبضہ کرنیکی لیاقت رکھتا ہو تو قبضہ کا حق اسی کو حاصل ہوگا اور اگر وہ شخص نابالغ یا مجنون ہو تو قبضہ کا حق اُسکے ولی کو ہوگا اور اسکا ولی باپ ہوتا ہے یا باپ کا وصی پھر دادا پھر اسکا وصی پھر قاضی یا جسکو قاضی مقرر کردے خواہ صغیران مین سے کسی کی عیال مین ہو یا نہو یہ شرح طحاوی مین ہو اگر باپ اور اسکا وصی اور حقیقی دادا و اسکا وصی غائب ہو اور غیبت منقطعہ ہو تو جن لوگون کو اُنکے بعد ولایت حاصل ہو اُنکا قبضہ کرنا جائز ہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔ اور سوا باپ و دادا کے باقی اہل قرابت مثل بھائی و چچا و مان وغیرہ کے استحساناً ہبہ پر قبضہ کر لینے کا اختیار رکھتے ہین بشرطیکہ نابالغ موہوب لہ اُنکے عیال مین ہو۔ اسی طرح اُن لوگون کے وصی کو بھی استحساناً ہبہ پر قبضہ کا اختیار ہو بشرطیکہ صغیر اُسکے عیال مین ہو اسی طرح اگر کوئی اجنبی ہو اور نابالغ اُسکے عیال مین ہو اور اُس اجنبی کے سواے نابالغ کا کوئی نہو تو استحساناً اُسکا قبضہ بھی جائز ہو۔ اور ان سب مسائل مین خواہ نابالغ قبضہ سمجھتا ہو یا سمجھتا نہو یکسان حکم ہو کچھ فرق نہین ہو۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ باپ مرگیا ہو یا غائب ہو اور اُسکی غیبت منقطعہ ہو اور اگر باپ زندہ حاضر ہو اور نابالغ اُن لوگون مین سے کسی کی عیال مین ہو تو اس صورت کو صریح ذکر نہین کیا کہ اُس صورت مین ان لوگونکا قبضہ جائز ہو یا نہین ولیکن اجنبی کی صورت مین یون ذکر کیا کہ اگر اُسکے عیال مین نابالغ ہو اور نابالغ کا کوئی شخص اُسکے سواے نہین ہو تو اُسکا قبضہ جائز ہو پس اس قید لگانے سے یعنی نابالغ کا اُسکے سواے کوئی نہو یہ نکلتا ہو کہ باپ کے حاضر ہونے کی صورت مین اُن لوگونکا قبضہ درست نہونا چاہئے اور دادا کی صورت مین بھی ذکر کیا کہ اگر باپ زندہ اور حاضر ہو تو دادا کا قبضہ جائز نہین ہو اور کوئی تفصیل اس امر کی بیان نہ کی کہ اگر نابالغ دادا کے عیال مین ہو تو کیا حکم ہو اور اگر نہو تو کیا حکم ہو بلکہ علی الاطلاق یہی حکم دیا تو ظاہر الاطلاق اس امر کا مقتضی ہو کہ باپ کی حاضری مین حقیقی دادا کا قبضہ درست نہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر نابالغ چچا کی گود مین اور اُسکے عیال مین ہو اور اُسکو کوئی شی ہبہ کی گئی اور چچا نے اُسپر قبضہ کیا حالانکہ باپ کا وصی حاضر ہو تو بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہو۔ اور اگر بھائی یا چچا یا مان نے قبضہ کیا حالانکہ نابالغ کسی اجنبی کے عیال مین ہو تو جائز نہین ہو اور اگر اُس اجنبی نے جسکے عیال مین وہ نابالغ ہو قبضہ کیا تو جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر ایسی صغیرہ عورت نے جسکے مثل عورت سے جماع کیا جا سکتا ہو اور وہ شوہر کے عیال مین ہو خود قبضہ کیا یا اُسکے شوہر نے قبضہ کیا تو جائز ہو۔ اور چونکہ زوجہ صغیرہ کیطرف سے شوہر کے قبضہ جائز ہونے کے واسطے یہ شرط لگائی کہ وہ صغیرہ قابل جماع ہو اسواسطے ہمارے بعض صحاب نے فرمایا کہ اگر وہ صغیرہ ایسی ہو کہ اُس سے جماع نہین کیا جا سکتا ہو تو اُسکی طرف سے شوہر کا قبضہ کرنا جائز نہوگا اور صحیح یہ ہو کہ اگر شوہر کے عیال مین ہو حالانکہ وہ ایسی صغیرہ قابل جماع نہین ہو تو بھی اُسکی طرف سے شوہر کا قبضہ کرنا جائز ہو۔ اور جب صغیرہ کے ساتھ اُسکے شوہر نے خلوت نہین کی ہو اُسکے شوہر کا قبضہ نہین جائز ہو بلکہ اُس صغیرہ کا ولی قبضہ کریگا یہ ذخیرہ مین ہو اور اگر نابالغہ عورت اپنے دادا یا بھائی یا چچا یا مان کے عیال مین ہو اور اُسکو کوئی چیز ہبہ کی گئی اور شوہر نے

اُسپر قبضہ کیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر بالغہ ہو تو باپ یا شوہر کا قبضہ بدون اسکی اجازت کے جائز نہیں ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔ اگر نابالغہ عورت کسی اجنبی کے عیال میں ہو کہ اُس نے اُسکے باپ کی اجازت سے اسکو اپنی عیال میں رکھا ہے اور باپ غائب ہے تو اُس اجنبی کا قبضہ ہبہ جائز ہے اُس نابالغہ کے بھائی کا قبضہ جائز نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر نابالغ لڑکا اپنے دادا یا بھائی یا ماں یا چچا کے عیال میں ہو اور اُسکو کوئی شی ہبہ کی گئی اور جسکے عیال میں نابالغ ہو اُس نے قبضہ کر لیا حالانکہ باپ حاضر ہے تو اسمین مشایخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے کذا فی الصغری۔ اگر نابالغ نے خود قبضہ کر لیا اور وہ قبضہ کو سمجھتا ہے تو جائز ہے اگرچہ اسکا باپ زندہ ہو کذا فی الوجیز للکردری اور یہی ہمارے علماء ثلثہ رحمہم اللہ کا قول ہے کذا فی الذخیرہ اور اگر وہ لڑکا قبضہ کو نہ سمجھتا ہو تو نہیں جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ لڑکا اگر ہبہ قبول کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ اس ہبہ میں سراسر اُس نابالغ کا نفع ہو اور اگر اُسمین کچھ ضرر ہو تو صحیح نہیں ہے حتی کہ اگر کسی شخص نے کسی لڑکے کو ایک اندھا غلام یا کسی دار کی مٹی ہبہ کی اور اُسنے قبول کی پس اگر یہ ہبہ اُس سے کسیقدر محصول کو خرید لیا جاوے تو اُسکا قبول کرنا صحیح ہے اور رد نہ کیا جائیگا اور اگر اُس سے کسی دامون کو نہ خریدا جاوے اور نابالغ کو اُس مٹی کے اُٹھوانے کی مزدوری اور غلام کا نفقہ دینا پڑے تو یہ ہبہ رد کر دیا جائیگا۔ اور ہبہ کا رد کرنا ایسے لڑکے سے جو اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہے صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ حاکم نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اپنے دو لڑکون کو جنمین ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہے ہبہ کیا اور بالغ نے قبضہ کیا تو ہبہ باطل ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ نابالغ کا ہبہ وقت عقد ہبہ کے منعقد ہو گیا کیونکہ واہب یعنی باپ کا قبضہ اُسکے قبضہ کے قائم مقام ہے اور بالغ کا ہبہ اُسکے قبول کرنیکا محتاج رہا پس نابالغ کا ہبہ پہلے ہی منعقد ہو گا پس شیوع پہل گیا اور اسکے صحیح ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ پہلے وہ گھر بالغ کو سپرد کر دے پھر دونون کو ہبہ کر دے یہ وجیز کردری میں ہے۔ واضح ہو کہ ہر حیلہ ہے جس سے آدمی حرام سے بچ جاوے یا حلال کی طرف توسل حاصل کرے تو وہ حیلہ اچھا ہے اور صغیرون کو صدقہ دینا مثل اجنبیون کے صدقہ دینے کے ہے یہ تمرتاشی میں ہے

سا تو ان باب ہبہ میں عوض لینے کے بیان میں۔ واضح ہو کہ عوض ہبہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ کہ عقد ہبہ کے بعد عوض دیا گیا اور دوسرا وہ کہ عقد ہبہ میں شرط کیا گیا پس اول قسم میں دو طور سے گفتگو کیجاتی ہے اول یہ کہ ایسے عوض کے دینے کے جواز کی شرط اور عوض کے عوض ہو جانے میں اور دوم اُس تعویض کی ماہیت کے بیان میں پس اول کے واسطے تین شرطیں ہیں ایک یہ کہ عوض کو ہبہ کے مقابلہ میں رکھنا وہ اسطرح سے ہو گا کہ تعویض ایسے لفظ سے کیجاوے جو مقابلہ پر دلالت کرتا ہو مثلاً کہے کہ یہ تیرے ہبہ کا عوض ہے یا تیرے ہبہ کا بدل ہے یا تیرے ہبہ کی جگہ ہے یا نحلتک ہذا عن ہبتک یعنی بخشیدم این چیز ترا از ہبہ تو یا میں نے تجھے یہ چیز تیرے ہبہ کے بدلے صدقہ دی یا تیری مکافات کی یا مجازات کی یا اور ایسے ہی الفاظ جو اسکے قائم مقام ہوں اور اگر یہ شرط نہ پائی گئی مثلاً کسی شخص زید نے عمرو کو کچھ ہبہ کیا پھر عمرو نے بھی زید کو کوئی چیز ہبہ کی اور ایسا لفظ نہ کہا جس سے معلوم ہو کہ یہ ہبہ اُسکے ہبہ کا عوض ہے تو دونون ہبہ قرار دیا جائیگا

له یعنی نقد و نفت ... ۱۲

اور ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کرکے لے لے اور دوسری شرط یہ ہے کہ جو چیز عوض مین دیتا ہے وہ
اسی عقد ہبہ کی مملوک نہ ہو جسکا عوض دیتا ہے حتی کہ موہوب لہ نے اگر تھوڑی شی موہوب کو عوض دیا تو صحیح
نہوگا اور نہ عوض ہوگا اور اگر شی موہوب اپنی حالت سے ایسا تغیر پا گئی ہو جسکے باعث سے واہب کا رجوع
کرنا ممنوع ہوگیا ہو تو ایسی صورتمین اگر اس شی مین سے کچھ عوض مین دے تو باقی سے عوض ہو جائیگی اور یہ حکم اسوقت ہے
کہ ایک شی ہبہ کی ہو یا دو چیزین ایک ہی عقد ہبہ مین ہبہ کی ہون اور اگر دو چیزین دو عقدون مین ہبہ کی
ہون اور موہوب لہ نے ایک کو دوسری کے عوض دیا تو اسمین اختلاف ہے اور امام اعظم رح و امام محمد رح نے فرمایا
کہ عوض ہو جائیگی اور اگر ایک شی ہبہ کی اور دوسری صدقہ دی اور موہوب لہ نے صدقہ کو ہبہ کے عوض دیا تو
بالاجماع عوض ہو جائیگی اور تیسری شرط یہ ہے کہ عوض کی چیز واہب کو مسلم پہونچ جاوے اور اگر یہ ہو کہ
مثلاً اسکے ہاتھ سے استحقاق مین لیگئی تو عوض نہوگی اور واہب کو رجوع کا اختیار رہوگا بشرطیکہ ہبہ کی چیز بعینہ
قائم ہو ہلاک نہوئی ہو اور نہ اسمین قیمت کی راہ سے کوئی بہتری ظاہر ہوئی ہو اور نہ کوئی ایسی شی اسمین پیدا ہوگئی ہو
جسکے باعث سے ہبہ سے رجوع کرنا ممنوع ہوگیا ہو۔ اور اگر وہ شی تلف ہوگئی ہو یا اس نے تلف کر دی ہو تو ضمان
نہین لے سکتا ہے جیسا کہ قبل تعویض کے ہلاک ہونے یا ہلاک کردینے کا حکم ہے اور اسی طرح اگر موہوب مین قیمت کی راہ سے
کچھ بہتری آگئی ہو تب بھی ضمان نہین لے سکتا ہے جیسا کہ عوض دینے سے پہلے تھا یہ بدائع مین لکھا ہے اور اگر کچھ عوض استحقاق
مین لیا گیا تو باقی عوض پوری موہوب شی کا عوض ہوگا اور اگر چاہے تو اسکو واپس کردے اور اپنا ہبہ پورا واپس
کرلے بشرطیکہ موہوب بعینہ قائم ہو اسکی ملک سے خارج نہوئی ہو اور نہ تن کی راہ سے اسمین کچھ زیادتی ہوئی ہو یہ
سراج الوہاج مین ہے اور موہوب کا صحیح سلامت ہونا تعویض کی شرط ہے حتی کہ اگر موہوب شی استحقاق مین لی گئی
تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ اپنا عوض واپس کرلے اور اگر نصف موہوب استحقاق مین لی گئی تو اسکا نصف عوض
واپس لینے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ شی موہوب محتمل قسمت ہو خواہ عوض مین نرخ کی راہ سے زیادتی و کمی ہو گئی ہو
یا بدن کی راہ سے زیادتی و کمی ہو گئی ہو یا نہوئی ہو پس نقصان کی صورت مین اسکو اختیار ہوگا کہ نصف
عوض مع نصف نقصان کے واپس کرلے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ مین باقی ہبہ واپس کرتا ہون اور پورا
عوض پھیر لونگا تو ایسا نہین ہو سکتا ہے اور اگر مستہلک ہو تو عوض پر قبضہ کرنے والا اسقدر عوض کا ضامن ہوگا
جسقدر موہوب لہ کو واپس کرنا واجب ہوا ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر تمام ہبہ استحقاق مین لے لیا گیا حالانکہ
عوض کو اس نے تلف کردیا ہے تو پورے عوض کی قیمت کا ضامن ہوگا ایسا ہی کتاب الاصل مین بدون
ذکر اختلاف کے مذکور ہے یہ بدائع مین ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ موہوب یا عوض ایسی شی ہو کہ محتمل قسمت نہین ہے اور اسمین
سے تھوڑے مین استحقاق ثابت ہوا۔ اور اگر ایسی شی ہو کہ محتمل قسمت ہے اور دونون مین سے کسی مین سے کچھ استحقاق
مین لیا تو عوض باطل ہوجائیگا بشرطیکہ وہ ہی استحقاق مین لیا جاوے اسی طرح ہبہ باطل ہو جائیگا بشرطیکہ ہبہ بھی
استحقاق مین لے لیا گیا ہو اور جب عوض باطل ہوگیا تو ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے اور جب ہبہ باطل ہوجاوے تو
عوض واپس کرسکتا ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور دوسری قسم جو عوض کی بابت کے بیان مین ہے اسمین اسطرح سے
گفتگو ہے کہ جو عوض ہبہ کے پیچھے ہو تو وہ از سر نو ہبہ ہے اسمین ہمارے اصحاب مین کچھ اختلاف نہین ہے پس جس شی سے ہبہ صحیح ہوتا ہے اس سے

یہ بھی صحیح ہوتا ہے اور جس سبب سے ہبہ باطل ہوتا ہے اُس سبب سے یہ بھی باطل ہوتا ہے کسی امر مین مخالفت نہین ہے مگر صرف رجوع مین کہ ہبہ کی صورت مین واہب کو رجوع کرنیکا حق حاصل ہوتا ہے اور اس صورت مین نہین حاصل ہوتا ہے اور اگر موہوب لہ نے موہوب مین کوئی کھلا ہوا عیب پایا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ واپس کرکے عوض کو واپس لے لے اسی طرح واہب کو بھی یہ اختیار نہوگا کہ اگر اُسنے عوض مین کچھ عیب پایا تو اسکو واپس کرکے ہبہ کو واپس لے پھر جب واہب نے عوض پر قبضہ کرلیا تو دونون مین سے کسی کو اختیار نہوگا کہ جس چیز کا اُسنے دوسرے کو مالک کردیا ہے اُسکو واپس لے خواہ واہب کو موہوب لہ نے خود عوض دیا ہو یا اُسکے حکم سے یا بدون حکم کے کسی اجنبی نے عوض دیا ہو یہ بدائع مین ہے - اور جو شرطین ہبہ مین ہین وہی بعد ہبہ کے عوض مین ہین جیسے قبضہ و حیازت و افراز کذا فی خزانۃ المفتین اور یہ عوض ہبہ بمعنی معاوضہ ابتداءً و انتہاءً نہین ہوتا ہے پس شفیع کو اسمین شفعہ کا حق ثابت نہوگا اور نہ موہوب لہ کو بسبب عیب کے واپس کرنے کا اختیار رہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اب بیان دوسری قسم عوض کا یعنے جو عوض کہ عقد ہبہ مین مشروط ہوا سطرح ہے کہ اگر ہبہ بشرط عوض ہو تو ابتداءً اسکے واسطے وہی شرطین چاہیے ہین جو ہبہ مین ہین حتی کہ ایسی غیر منقسم شے مین جو محتمل قسمت ہے صحیح نہوگا اور قبضہ سے پہلے ملک ثابت نہوگی اور دونون مین سے ہر ایک کو سپرد کرنے سے انکار کرنیکا اختیار رہوگا اور بعد باہمی قبضہ واقع ہونے کے اسکو بیع کا حکم ثابت ہوگا پس ہر ایک کو دونون مین سے یہ اختیار نہوگا کہ جو چیز اُسکی واپس کرلے اور شفعہ ثابت ہوگا اور دونون مین سے ہر ایک کو یہ اختیار رہیگا کہ اپنے مقبوضہ کو بسبب عیب کے واپس کردے اور ہبہ صدقہ مین عوض دینا شرط ہو وہ بمنزلہ ہبہ بشرط العوض کے ہے اور یہ جو مذکور ہوا مدلیل استحسان ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ ہبہ بشرط العوض ابتداءً و انتہاءً دونون راہ سے بیع ہو کذا فی فتاوی قاضی خان - ایک اگر دو شخصون کو بشرط ایک درم عوض لینے کے ہبہ کیا تو بعد باہمی قبضہ کے اس ہبہ کا انقلاب بیع جائز کی جانب ہوگا یعنی ہبہ منقلب ہوکر بیع جائز ہوجائیگا یہ قنیہ مین لکھا ہے - اگر تمام ہبہ کی طرف سے عوض دیا خواہ عوض قلیل ہو یا کثیر ہو تو ہبہ سے رجوع کرلینا ممنوع ہوجاتا ہے اور اگر کچھ ہبہ کی طرف سے عوض دیا تو واہب کو اختیار ہوگا کہ جسقدر کا عوض اُس سے نہین لیا ہے اُسمین ہبہ سے رجوع کرے اور جسکا عوض لے لیا ہے اُسقدر مین ہبہ سے رجوع نہین کرسکتا ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے - اگر واہب کو موہوب لہ نے صدقہ یا نحلہ یا عمرہ دیا اور کہا کہ یہ تیرے ہبہ کا عوض ہے تو جائز ہے یہ فتاوی صغری مین ہے - اور اگر کسی اجنبی نے واہب کو عوض دیدیا تو جائز ہے خواہ موہوب لہ کے حکم سے ہو یا بلا حکم اور اس اجنبی کو یہ اختیار نہوگا کہ جسقدر اُس نے عوض دیا ہے وہ موہوب لہ سے واپس لے خواہ اُسکے حکم سے دیا ہو یا بلا حکم دیا ہو و لیکن اگر موہوب لہ نے اُس سے یون کہا ہو کہ تو فلان شخص کو میری طرف سے اس شرط سے عوض دیدے کہ مین ضامن ہون تو واپس لے سکتا ہے اور یہ صورت ایسی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کو یہ غلام اپنا ہبہ کردے میری طرف سے تو مامور اُس سے واپس نہین لے سکتا ہے لیکن اگر حکم دینے والا اُسکے ساتھ یون بھی کہے کہ بشرطیکہ مین ضامن ہون تو واپس لے سکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - اور اصل اس جنس کے مسائل مین یہ ہے کہ جو حق ایسا ہو کہ حبس یعنی قید و ملازمہ کے ساتھ آدمی سے اُسکا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر ایسے حق کے ادا کردینے کا حکم دے تو بدون ضمان کی شرط لگانے کے حکم دینے والے سے واپس لے سکتا ہے اور جو حق ایسا نہو اگر

اسکے ادا کر دینے کا حکم دے تو مامور کو بدون شرط ضمان کے واپس لینے کا اختیار حاصل نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے
اور اگر کسی کو کچھ ہبہ کیا اور اُسنے بدون شرط کے اسکا عوض دیدیا اور واہب نے قبضہ کر لیا پھر وہ عوض استحقاق
مین لے لیا گیا تو واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ وہ ہبہ بلک موہوب لہ مین قائم ہو اور اُسمین زیادتی
نہوئی ہو اور نہ کوئی ایسا امر جو رجوع کا مانع ہوتا ہے پیدا ہوا ہو یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر عوض استحقاق
مین لے لیا گیا حالانکہ ہبہ مین زیادتی پیدا ہو گئی ہے تو رجوع نہین کر سکتا ہے یہ خلاصہ مین ہے اور اگر ہبہ تلف ہو گیا
یا موہوب لہ نے تلف کر دیا ہو تو بالاجماع واہب اُس سے ضمان نہین لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر
کسی شخص کو ہزار درم ہبہ کئے اور موہوب لہ نے اُنہین درمون مین سے ایک درم واہب کو عوض دیا تو ہمارے
نزدیک یہ عوض نہوسکیگا اور واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار ہوگا اسیطرح اگر ہبہ مین کوئی دار دیا ہو اور
موہوب لہ نے اُسمین سے کوئی بیت عوض دیا تو بھی عوض نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ فتاوی عتابیہ
مین ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا گھر بشرط عوض ہبہ کیا اور اُسکے عوض کی قیمت ایک ہزار درم ہے پھر موہوب لہ نے ثمن
یعنی مشروط دینے سے پہلے اُسکو ہزار درم کو فروخت کیا تو شفیع اُسکو دو ہزار کو لیگا اور موہوب لہ اپنے واہب کو
مشروط چیز یا اُسکی قیمت دیگا اور اگر مشروط چیز واہب کو دینے کے بعد شفیع حاضر ہوا تو وہ گھر بعوض مشروط اسکے شفعہ
مین لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر ایک شخص نے ایک کپڑا اور پانچ درم ہبہ کئے اور سب موہوب لہ کو سپرد کر دئے پھر اُسنے
کپڑا یا درم عوض مین دئے تو استحساناً ہمارے نزدیک یہ عوض نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر گیہون
ہبہ کئے اور موہوب لہ نے اُنہین سے کچھ گیہون پیسا کر اُنہین کا آٹا عوض مین دیا ہو تو یہ عوض ہوگا اسیطرح
اگر چند کپڑے ہبہ کئے اور موہوب لہ نے کوئی کپڑا اُن کپڑون مین سے عصفر سے رنگا یا اُسکی قمیص سلوا کر واہب کو
عوض مین دی تو عوض ہوگی اسیطرح اگر ستو ہبہ کئے اور موہوب لہ نے مسکہ وغیرہ مین لت کر کے یہی ستو تھوڑے
سے عوض دینے تو عوض ہوسکینگے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی نصرانی نے ایک مسلمان کو کچھ ہبہ دیا اور مسلمان نے اُسکو
شراب یا سور عوض دی تو عوض نہوگا اور نصرانی کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص نے
اپنے واہب کو پوست کشیدہ بکری عوض دی پھر معلوم ہوا کہ یہ مردار تھی تو عوض نہوگی اور واہب کو رجوع کا اختیار رہیگا یہ
فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کا کپڑا خالد کو ہبہ کیا اور سپرد کر دیا اور عمرو نے ہبہ کی اجازت دیدی تو ہبہ اُسکے
مال سے جائز ہوا اور اُسکو اختیار رہا کہ جب تک خالد نے اُسکو عوض نہ دیا یا اُسکا ذی رحم محرم نہو تب تک اپنے
ہبہ سے رجوع کر لے اور اگر خالد نے زید کو عوض دیدیا ہو یا دونون قرابت نہو تو یہ امر عمرو کے ہبہ سے رجوع کر لینے کا
مانع نہین ہوسکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک غلام ماذون التجارۃ نے کسی کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسکو عوض
دیدیا تو ہر ایک کو دونون مین سے یہ اختیار ہے کہ اپنی چیز واپس کر لے اور ہبہ باطل ہے اسیطرح اگر نابالغ کے واسطے
اگر نابالغ کے مال مین سے کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے عوض دیدیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر نابالغ
نے اپنا مال کسی کو ہبہ کیا اور اُسنے ہبہ کا عوض نابالغ کو دیدیا تو صحیح نہین ہے کیونکہ اُسنے ہبہ باطل کا عوض دیا ہے
یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر نابالغ کو کوئی چیز ہبہ کی گئی اور باپ نے نابالغ کے مال سے [illegible]
تو عوض جائز نہین ہے اگرچہ ہبہ [illegible] مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دو باندیان [illegible]

کر دیں پھر موہوب لہ کے پاس ایک باندی کے بچہ پیدا ہوا اسنے بچہ کو دونوں کی طرف سے عوض میں دیا تو
واہب کو دونوں باندیاں ہبہ سے رجوع کرنے دواپس لینے کا اختیار نہ رہیگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔
ایک مریض نے ہزار درم قیمت کا ایک غلام ایک صحیح آدمی کو ہبہ کیا حالانکہ اسکے سوائے اسکا کچھ مال
نہیں ہے اور صحیح نے اسکو ہبہ کا عوض دیا اور مریض نے قبضہ کر لیا پھر مریض مرگیا حالانکہ عوض اسکے پاس موجود ہے
پس اگر یہ عوض اس غلام کی دو تہائی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ہبہ تمام رہا اور اگر عوض کی قیمت ہبہ کی نصف
ہو تو واہب کے وارث لوگ چھٹا حصہ ہبہ کا واپس لینگے اور اگر عوض دینا اصل ہبہ میں شرط ہو تو موہوب لہ کو
اختیار ہوگا چاہے تمام ہبہ واپس کر کے اپنا عوض پھیر لے یا ہبہ کا چھٹا حصہ واپس دے اور باقی رہنے دے کذا فی المبسوط

آٹھواں باب ہبہ کرنے میں شرط لگانے کے بیان میں۔ بقالی میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے
کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ مال میں تیرا ہے اگر تو چاہے اور اسکو دیدیا اس نے کہا کہ میں نے چاہا تو جائز ہے اور
امام محمد سے روایت ہے کہ جسوقت خرما کی گود ہبہ ہوئی تو مالک نے دوسرے سے کہا کہ یہ تیری
ہیں اگر پک جاویں یا کہا کہ جب کل کا روز آوے تو ہبہ ناجائز ہے بخلاف گھر میں داخل ہونے کی شرط لگانے کے
کہ اسمیں یہ حکم نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر غلام یا کوئی چیز اس شرط پر ہبہ کی کہ موہوب لہ کو تین روز تک خیار رہے
تو اگر اس نے قبل افتراق کے اجازت دیدی تو جائز ہے اور اگر اجازت نہ دی یہانتک کہ دونوں جدا ہو گئے تو جائز
نہیں ہے۔ اور اگر اس شرط سے ہبہ کی کہ واہب کو تین روز تک خیار رہے تو ہبہ صحیح ہے اور شرط باطل ہے کیونکہ ہبہ
ایک ایسا عقد غیر لازم ہے پس اسمیں شرط خیار صحیح نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے
پر ہزار درم ہیں اسنے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو وہ ہزار درم تیرے ہیں یا کہا کہ تو اس سے بری ہے یا کہا کہ جسوقت
تو نے نصف مال ادا کیا تو باقی نصف سے بری ہے یا باقی نصف تیرا ہے تو یہ سب باطل ہے کذا فی الجامع الصغیر
فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے بری کیا بشرطیکہ تو اپنے غلام کو آزاد کردے
یا کہا کہ تو بری ہے بشرطیکہ تو بسبب میرے تجھکو بری کرنے کے اپنے غلام کو آزاد کر دے اسنے کہا کہ میں نے
قبول کیا یا غلام کو آزاد کر دیا تو قرضہ سے بری ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ فتاوی ابو اللیث رح میں ہے کہ شیخ ابو نصر
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اس حق سے جو میرا تجھپر آتا ہے بری کیا بشرطیکہ
مجھے خیار ہے تو شیخ رح نے فرمایا کہ برات جائز ہے اور خیار باطل ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر اسکو کوئی چیز بشرط
خیار ہبہ کی تو ہبہ جائز اور خیار باطل ہوگا پس برات میں خیار باطل ہونا بدرجہ اولی ثابت ہوگا یہ محیط
میں ہے۔ منتقی میں امام محمد رح سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے
تجھے یہ باندی ہبہ کی بشرطیکہ تو مجھے ہزار درم عوض دے اور وہ باندی اسکو دیدی اسنے باندی سے وطی کی
اور بچہ نہیں پیدا ہوا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ موہوب لہ کو حکم دونگا کہ واہب کو جو عوض شرط کیا ہے وہ عوض مشروط دے یا
قیمت دے یہ ذخیرہ میں ہے ہمارے سب اصحاب نے فرمایا کہ اگر کچھ ہبہ کیا اور ہبہ میں کوئی شرط فاسد لگائی تو ہبہ جائز ہوگا اور شرط باطل
ہوگی مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی ہبہ کی اور شرط لگائی کہ اسکو فروخت نکرے یا اسکو ام ولد بناوے یا فلان
شخص کے ہاتھ فروخت کر دے یا ایک مہینہ کے بعد مجھے واپس کر دے تو ہبہ جائز ہے اور یہ سب شرطیں باطل ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے

اگر کسی شخص کو ایک باندی اس شرط سے ہبہ کی کہ مجھے اسکو واپس کر دے یا اسکو آزاد کر دے یا اسکو ام ولد بنا دے
یا کوئی گھر اسکو اس شرط سے صدقہ میں دیا کہ اسمیں سے کچھ مجھے واپس دے یا کچھ اسمیں سے مجھے عوض دے
تو ہبہ جائز اور شرط باطل ہے یہ کافی میں ہے اور صدقہ بھی مثل ہبہ کے ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ جو عقد ایسا ہو کہ اسمیں قبضہ شرط ہے تو اسکو کوئی شرط
فاسد نہیں کرتی ہے جیسے ہبہ و رہن وغیرہ یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور وہ تمام عقود جنکی تعلیق کسی شرط کے ساتھ
صحیح نہیں ہے اور فاسد شرطیں لگانے سے باطل ہو جاتے ہیں تیرہ عقد ہیں۔ بیع اور قسمت اور اجارہ اور رجعت
اور مال سے صلح کرنا اور قرضہ سے بری کرنا اور ماذون کو مجحور کرنا اور وکیل کو معزول کرنا موافق روایت شرح طحاوی
کے اور ایجاب اعتکاف کو شرط پر معلق کرنا اور عقد مزارعت اور عقد معاملت اور اقرار اور موافق ایک روایت
کے وقف ہے اور جو عقود ایسے ہیں کہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتے ہیں وہ چھبیس ہیں طلاق اور خلع بمال
یا بغیر مال اور رہن و قرض و ہبہ و صدقہ و ولایت قضا و وصیت و شرکت و مضاربت و قضا و امارت اور امام محمد رحمہ
کے نزدیک تحکیم۔ اور کفالت و حوالہ و اقالہ و نسب اور غلام کو تجارت کی اجازت دینا اور دعوت ولد اور صلح کرنا
خون عمد سے اور ایسی جراحت سے جسمیں فی الحال یا انجام کار قصاص لازم آتا ہے اور جنایت غصب اور
ودیعت اور عاریت جبکہ اسمیں کوئی شخص ضامن ہو اور کفالت یا حوالہ کی شرط لگائی جاوے اور عقد ذمہ اور
رد بالعیب کو شرط پر معلق کرنا اور رد خیار شرط کو شرط پر معلق کرنا اور قاضی کو معزول کرنا۔ اور واضح ہو کہ نکاح
کو شرط پر معلق کرنا یا کسی چیز کی جانب مضاف کرنا صحیح نہیں ہے ولیکن شرط باطل ہو جائیگی اور نکاح صحیح رہیگا وہ
شرط لگانے سے باطل نہو گا اسی طرح غلام ماذون کو مجحور کرنا اور ہبہ و صدقہ اور مکاتب کرنا خواہ بشرط متعارف
ہو یا بشرط غیر متعارف ہو صحیح رہتا ہے اور شرط باطل ہو جاتی ہے۔ اور جن عقود کا زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے وہ
چودہ ہیں اجارہ و فسخ اجارہ اور مزارعت یعنی کھیت بٹائی پر کاشت کے لیے دینا اور معاملت یعنی درختوں کو بٹائی پر
دینا اور مضاربت و وکالت و کفالت و ایصاء و وصیت و قضا و امارت یعنی امیر مقرر کرنا و
و طلاق و عتاق اور وقف۔ اور جو عقد ایسے ہیں کہ انکا زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں ہے وہ نو ہیں
بیع کی اجازت اور بیع کا فسخ اور عقد قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور مال سے صلح اور قرضہ سے
ابراء یہ فصول استروشنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک زمین اس شرط سے تعلیقاً ہبہ کی کہ جو کچھ اسمیں سے
از قسم زرع پیدا ہو اسکو موہوب لہ واہب کو نفقہ میں دے تو ابو القاسم صفار رح نے فرمایا کہ اگر اس زمین میں تاک
انگور یا درخت ہوں تو ہبہ جائز اور شرط باطل ہے اور اگر وہ زمین قراح ہو تو ہبہ فاسد ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔
اگر شئ موہوب کوئی انگور کا باغ ہو اور شرط معلق لگائی کہ اسکے پھل سے مجھے نفقہ دے تو ہبہ صحیح اور شرط باطل ہے یہ محیط
سرخسی میں ہے اور اسبیجابی میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کی یا صدقہ اور یہ شرط معلق لگائی
کہ اسمیں سے تہائی یا چوتھائی یا کچھ مجھے واپس دے یا اسمیں کی تہائی یا چوتھائی یا کچھ مجھے عوض میں دے تو
ہبہ جائز ہے اور واپسی یا عوض میں کچھ نہ دیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور منتقی میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے
کہا کہ میں نے وہ ہزار درم جو میرے تجھ پر ہیں تجھے صدقہ دیے بشرطیکہ تو مجھ پر یعنی میرے ہوتے کوئی باندی نہ بٹھا دے یا
کہا کہ دوسرا نکاح نکرے اور اسنے قبول کیا پھر باندی بٹھلائی یا نکاح کیا تو ہزار درم وہ نہیں لے سکتی ہے یہ محیط میں ہے ایک عورت نے

اپنے شوہر کو اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کیا کہ شوہر کی ہر جورو کا امر اسکے اختیار مین دے اور شوہر نے قبول نہ کیا
تو مختار یہ ہے کہ مال یونہی سے کے بلا قبول کرنے کے ہبہ صحیح ہوتا ہے پس اگر اسنے قبول کیا کہ جورو کا امر اسکے اختیار مین دے
تو برابر دین پورا ہوجائیگا اور اگر ایسا نہ کیا تو مختار یہ ہے کہ مہر عود کریگا اسیطرح اگر اس شرط سے ابرا کیا کہ اس عورت
کو نہ مارے اور شہر مجبور کرے یا اسکو اسقدر چیز ہبہ کرے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ امر ہبہ مین شرط نہو تو مہر عود نکریگا
یہ وجیز کردری و خلاصہ مین ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین نے اپنا مہر جو تجھپر ہے چھوڑ دیا بشرطیکہ تو میرا
امر میرے اختیار مین دے یعنی جب چاہون اپنے تئین طلاق دیدون تو اس عورت کا مہر بحال نہ رہیگا جب تک کہ
آپ کو طلاق نہ دے کیونکہ اس نے اپنے مہر کو اسکا کام اسکے اختیار مین دینے کے عوض مین کردیا ہے اور یہ
عوض ہونیکی صلاحیت نہین رکھتا ہے یہ مضمرات مین ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ اگر تو مجھپر ظلم نکرے
تو مین نے اپنا مہر تجھے ہبہ کیا اور شوہر نے قبول کیا پھر اسکے بعد اسپر ظلم کیا تو فقیہ ابو بکر اسکاف اور ابو القاسم
صفار نے فرمایا کہ یہ ہبہ فاسد ہے کیونکہ یہ ہبہ کا شرط پر معلق کرنا ہے بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ مین نے اپنا مہر تجھے ہبہ
کیا بشرطیکہ تو مجھپر ظلم نکرے اور شوہر نے قبول کیا تو ہبہ صحیح ہے کیونکہ یہ قول ہبہ کا قبول پر معلق کرنا ہے پس جب اسنے
قبول کیا تو ہبہ تمام ہوگیا اور پھر مہر عود نہ کریگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر شوہر نے اسپر ظلم کیا تو اسکا مہر بحال رہے گا
اور فتوی اسی قول پر ہے۔ اور اگر شوہر نے شرط قبول کرنے کے بعد اس عورت کو مارا پس اگر ناحق مارا تو مہر عود
کریگا اور اگر ادب دینے کے واسطے مارا کہ جسکی وہ عورت مستحق تھی یعنی ایسے ادب دینے کے لائق تھی تو مہر عود
نہ کریگا یہ فتاوی قاضیخان وظہیریہ مین ہے۔ امام ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے
کہا کہ میرے رخصت کرا لیجانے کے وقت تو ولیمہ کردینا اور جو کچھ تیرا خرچ ہو وہ میرے مہر مین سے کم کردینا تو امام
ابو بکر نے فرمایا کہ جسطرح عورت نے کہا ویسا ہی ہوگا یعنی یہ امر جائز ہے کذا فی الحاوی۔ اگر کسی عورت کے شوہر نے
اس سے کہا کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کردے تاکہ مین تجھے اسقدر ہبہ کرون پس عورت نے بری کردیا پھر شوہر نے
ہبہ کرنے سے انکار کیا تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ مہر پھر عود کریگا جیسا کہ پہلے تھا قال المترجم شاید شیخ رح نے قولہ تاکہ مین
تجھے الخ بمنزلہ غایت کلام اور شرط کے قرار دیا ہے ورنہ نوع تامل ہے واللہ اعلم۔ اور کتاب الحج مین مذکور ہے کہ ایک عورت نے
اپنے شوہر کو جو اسکا مہر شوہر پر آتا تھا چھوڑ دیا بشرطیکہ شوہر اسکے طرف سے حج کردے پھر شوہر نے حج نہ کیا تو محمد بن
مقاتل نے فرمایا کہ مہر جیسا تھا ویسا ہی عود کریگا اور صدر الشہید نے اپنے واقعات مین لکھا ہے کہ جسطرح شیخ
نصیر رح و محمد بن مقاتل نے فرمایا ہے کہ مہر عود کریگا یہی حکم فتوے کے واسطے مختار ہے یہ مضمرات مین ہے۔ ایک عورت
نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو اکثر میرے پاس سے غائب رہتا ہے پس اگر تو میرے ساتھ رہے اور غائب نہو
تو مین نے تجھے وہ دیوار جو فلان مکان مین ہے ہبہ کی پھر شوہر اسکا ایک زمانہ تک اسکے ساتھ رہا پھر اسکو طلاق
دیدی تو مسئلہ کی پانچ صورتین ہین پہلی صورت یہ ہے کہ اگر یہ امر عورت کی طرف سے وعدہ ہو فی الحال ہبہ نہو تو اس
صورت مین وہ دیوار شوہر کی نہوگی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر عورت نے اسکو ہبہ کی اور سپرد کردی اور شوہر نے
اسکے ساتھ رہنے کا اس سے وعدہ کیا تو اس صورت مین وہ دیوار شوہر کی ہوگی اور سپرد نہ کی ہو تو نہوگی اور تیسری
صورت یہ ہے کہ اگر اس شرط سے ہبہ کی کہ شوہر اسکے ساتھ رہے اور سپرد کردی اور شوہر نے قبول کیا تو اس صورت مین وہ دیوار شوہر کی ہوگی

ملہ یعنی [illegible] قرضدار [illegible] یعنی امر طلاق [illegible] مین [illegible]

ایسا ہی شیخ ابوالقاسم رح نے ذکر کیا ہے اور موافق قول شیخ نصیر بن یحیی رح بن مقاتل کے شوہر کی ہوگی اور یہی مختار ہے
اور چوتھی صورت یہ ہے کہ یوں کہا کہ مین نے تجھے یہ دیوار ہبہ کی اگر تو میرے ساتھ رہے تو اس صورت مین دیوار
شوہر کی ہوگی اور پانچوین یہ صورت ہے کہ عورت نے شوہر سے اس امر پر کہ اسکے ساتھ رہے صلح کی اس شرط سے
کہ دیوار ہبہ ہے تو اس صورت مین وہ دیوار شوہر کی ہوگی یہ مضمرات مین لکھا ہے - ایک عورت نے اپنے شوہر
کو اپنا مہر ہبہ کیا تا کہ سال مین دوبار اسکے کپڑے بنوا دے اور شوہر نے اسکو قبول کیا پھر دو برس گذر گئے اور
اس نے کپڑے نہ بنوا دیے تو امام ابوبکر محمد رح بن الفضل نے فرمایا کہ اگر یہ امر ہبہ مین شرط تھا تو اسکا مہر شوہر پر
بحالہ رہیگا اور اگر شرط نہ تھا تو ساقط ہو جائیگا اور پھر عود نہ کریگا اسی طرح اگر اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کیا کہ اس
عورت پر احسان کرے اور اس نے احسان نہ کیا تو ہبہ باطل ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - ایک عورت
نے اپنے شوہر سے کہا کہ کابین ترا بخشیدم چنگ از من بدار یعنی مہر مین نے تجھے بخشا تو اپنا ہاتھ مجھ سے دور
رکھ پس اگر شوہر نے اسکو طلاق نہ دی تو مہر سے بری نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - ایک عورت نے اپنا مہر اپنے
شوہر کو ہبہ کیا بشرطیکہ اسکو اپنے پاس رکھے اور طلاق نہ دے اور شوہر نے اسکو قبول کیا تو امام ابوبکر محمد بن
الفضل رح نے فرمایا کہ اگر اسنے اپنے پاس رکھنے کیواسطے کوئی میعاد و مدت مقرر نہ کی تو اسکا مہر عود نہ کریگا اور
اگر کوئی میعاد مقرر کر دی اور شوہر نے اس میعاد سے پہلے اسکو طلاق دی تو اسکا مہر بحالہ رہیگا پس شیخ امام ابوبکر
سے دریافت کیا گیا اور کہا گیا کہ پہلی صورت مین جبکہ کوئی میعاد نہ بیان کی تو قصد یہ ہوگا کہ جب تک زندہ رہے
اپنے پاس رکھے اور یہی وقت ٹھہر گیا تو شیخ نے فرمایا کہ ہان ٹھیک ہے و لیکن اطلاق لفظ کا اعتبار ہوتا ہے - ایک
عورت نے اپنے شوہر کو اپنا مہر ہبہ کیا بشرطیکہ شوہر اسکو طلاق نہ دے اور شوہر نے قبول کیا تو شیخ خلف رح نے
فرمایا کہ ہبہ صحیح ہے خواہ اس نے طلاق دی یا نہ دی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - فقیہ ابو جعفر سے دریافت
کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو اپنے والدین کے گھر جانے سے روکا حالانکہ وہ بیمار تھی اور کہا کہ اگر تو مجھے
اپنا مہر ہبہ کر دے تو تجھے تیرے والدین کے گھر بھیجدون اس نے کہا کہ ایسا ہی کرونگی پس انکو
گواہون کے سامنے لایا اسنے تھوڑا مہر ہبہ کیا اور تھوڑے مہر کی فقیرون کے واسطے وصیت وغیرہ کر دی پھر اسکے
بعد شوہر نے اسکو نہ بھیجا اور والدین کے پاس جانے سے روکا تو فقیہ رح نے فرمایا کہ ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ وہ
عورت ہبہ کرنے مین بمنزلہ مکرہہ کے ہوئی یعنی گویا زبردستی ہبہ کرایا ہے یہ حاوی مین ہے - ایک عورت نے اپنے
شوہر مریض سے کہا کہ اگر تو اپنے اس مرض سے مرگیا تو تو میرے مہر کی طرف سے حلت مین ہے یا میرا مہر تجھپر
صدقہ ہے تو یہ ہبہ باطل ہے کیونکہ یہ ہبہ معلق بالخطر ہے یعنی معلق ہے اور ایسی چیز پر معلق ہے کہ جسکے وجود و عدم کا خطرہ
ہے یہ ظہیریہ مین ہے - ایک عورت مریضہ نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین اس مرض مین مرگئی تو میرا مہر تجھے صدقہ ہے یا تو
مہر سے حلت مین ہے پس وہ اس مرض مین مرگئی تو اسکا قول باطل ہے اور مہر اسکا شوہر پر بحالہ رہیگا یہ خزانۃ المفتین
مین ہے - ایک عورت نے چاہا کہ اسی شوہر سے جس نے اسکو طلاق دی ہے نکاح کرے اس نے کہا کہ جبتک
تو مجھے اپنا مہر جو مجھپر آتا ہے ہبہ نہ کریگی مین تجھ سے نکاح نہ کرونگا پس عورت نے مہر ہبہ کیا بشرطیکہ وہ شوہر اسکو
اپنے نکاح مین کر لے تو یہ مہر اس شخص پر باقی رہیگا خواہ اسکو اپنے نکاح مین کرلے یا نکرے کیونکہ عورت نے اپنے اوپر

مال کو نکاح کے عوض رکھ لیا حالانکہ نکاح مین عوض عورت کے ادا نہین ہوتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر شوہر نے اپنی عورت کے ساتھ اضطجاع کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کر دے اور مین تیرے ساتھ کروٹ سے لیٹونگا اُسنے بری کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ وہ بری ہو جائیگا کیونکہ یہ ابرا رباہمی محبت کیواسطے ہی جو مجامعت کی طرف خواہش دلاتا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر اپنے قرضدار سے کہا کہ اگر میرا مال ادا نہ کرے یہانتک کہ مرجاوے تو تو حلت مین ہی تو یہ ہبہ باطل ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر رب الدین نے کہا کہ جسوقت تو مرے تو حلت مین ہی تو یہ جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر تو مر گیا تو تو قرضہ سے بری ہی تو بری نہو گا کیونکہ یہ خطر پر معلق ہی چنانچہ اگر کہا کہ اگر تو دار مین داخل ہو تو اس قرضہ سے جو کچھ میرا تجھپر ہی تو بری ہی تو بری نہو گا یہ وجیز کردری مین ہی ایک شخص کو اپنے قرضہ سے اس غرض سے بری کیا کہ جو کام میرا سلطان سے متعلق ہی اُسکی اصلاح کر دے تو بری نہو گا اور یہ رشوت مین داخل ہی کذا فی القنیہ

نوان باب واہب و موہوب لہ مین اختلاف اور اسمین گواہی دینے کے بیان مین۔

ایک غلام زید کے قبضہ مین ہی اور عمرو نے آکر اُسپر اپنا دعوی کیا اور کہا کہ مجھے زید نے ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہی اور زید نے اس سے انکار کیا پھر عمرو گواہ لایا جنھون نے گواہی دی کہ زید نے اقرار کیا ہی کہ مین نے ہبہ کر کے سپرد کر دیا اور عمرو نے اُسپر قبضہ کر لیا ہی تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے کہ یہ گواہی قبول نہو گی پھر رجوع کیا اور کہا کہ قبول ہو گی اور یہی قول صاحبین رح کا ہی۔ اور رہن و صدقہ مین ایسا اختلاف واقع ہونے کا بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر ایسا اختلاف دونون گواہون مین واقع ہو مثلاً ایک گواہ نے قبضہ کے معائنہ کی گواہی دی اور دوسرے نے واہب کے اقرار کی کہ موہوب لہ نے قبضہ کر لیا ہی گواہی دی تو بلا خلاف گواہی مقبول نہو گی۔ اور اگر غلام موہوب لہ کے قبضہ مین ہو اور گواہون نے واہب کے اقرار کی کہ موہوب لہ نے قبضہ کر لیا ہی گواہی دی تو یہ گواہی امام اعظم رح کے اول و دوم دونون قولون کے موافق جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر واہب نے قاضی کے سامنے ایسا اقرار کیا حالانکہ غلام اُسکے قبضہ مین ہی تو اُسکے اقرار سے غلام لے لیا جائیگا اسیطرح یہ مسئلہ اس مقام پر مذکور ہی اور امام اعظم رح کا اول و ثانی قول مذکور نہین ہی اور کتاب الاقرار مین امام اعظم کا اول قول مذکور ہی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ جو اس مقام پر مذکور ہی وہی اصح ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو کچھ ودیعت دی پھر وہ ودیعت اُسکو ہبہ کر دی پھر انکار کر گیا اور دو گواہون نے زید پر اُسکی گواہی دی اور قبضہ کے معائنہ کی گواہی ندی تو یہ جائز ہی۔ اور اگر واہب نے اُس سے انکار کیا کہ وہ شی موہوب لہ کی مقبوضہ ہبہ کے روز تھی اور گواہون نے ہبہ کی گواہی دی اور معائنہ قبضہ کی گواہی ندی اور نہ واہب کے اقرار کی گواہی دی حالانکہ جس روز خصومت پیش ہوئی اُسدن وہ شی موہوب لہ کے قبضہ مین موجود ہی تو بھی جائز ہی بشرطیکہ واہب زندہ موجود ہو اور اگر مر گیا ہو تو گواہون کی گواہی باطل ہی یہ مبسوط مین ہی۔ زید نے عمرو کو کوئی شی ہبہ کی پھر کہا کہ مین نے تجھے وہ شی فقط ودیعت رکھنے کو دی تھی تو قسم سے مالک کا قول قبول ہو گا اور جب مالک نے قسم کھالی تو وہ شی واپس لیگا پھر اگر معلوم ہوا کہ وہ شی تلف ہو گئی ہی پس اگر مستودع کے ہبہ ہونے کا دعوے کرنے کے بعد تلف ہوئی ہی تو مستودع اُسکی قیمت کا ضامن ہو گا اور اگر ہبہ کے دعوی سے پہلے وہ تلف ہوئی ہی تو مستودع پر ضمان نہ آویگی یہ محیط مین ہی۔ زید نے عمرو کو ایک غلام ہبہ کیا اور عمرو نے قبضہ کر لیا پھر خالد نے آکر دعوی کیا کہ مین نے ہبہ و قبضہ ہونے سے پہلے یہ غلام زید سے خریدا ہی اور گواہ قائم کیے

ملہ قولہ اقرار یعنی اسکا اقرار ... پس دو اقرار ... ملہ قولہ معائنہ ... قبضہ و ودیعت ... [illegible]

تو ہبہ باطل ہو جائیگا اور اگر گواہون نے ہبہ سے پہلے خریدنے کی گواہی نہ دی صرف خریدنے کی گواہی دی تو وہ غلام موہوب لہ کو دیا جائیگا۔ اسیطرح اگر خریدکے گواہون نے مہینہ یا سال کے حساب سے تاریخ بیان کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر غلام مذ واہب کے قبضہ مین ہو اور موہوب لہ نے گواہ قائم کیے کہ اُسنے مجھے فروخت کرنے سے پہلے ہبہ کیا اور مین نے قبضہ کر لیا ہے اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ مین نے ہبہ سے پہلے خرید کرکے قبضہ کر لیا ہے تو وہ غلام مشتری کو ملیگا یہ ذخیرہ مین ہے منتقی مین امام ابو یوسف رحمۃ سے روایت شرح مذکور ہے کہ واہب و موہوب لہ نے ہبہ کے بشرط عوض ہونے پر اتفاق کیا مگر مقدار عوض مین اختلاف کیا واہب نے کہا کہ ہزار درم مین اور موہوب لہ نے کہا کہ پانسو درم مین اور ہنوز عوض پر قبضہ نہین ہوا ہے اور موہوب بعینہ قائم ہے تو واہب کو اختیار ہے کہ چاہے پانچ سو درم پر قبضہ کرے یا اپنے ہبہ کو واپس کر لے اور اگر شی موہوب کو اُسنے تلف کر دیا ہو تو چاہے اُسکی قیمت واپس لے اور اگر دونون نے اصل عوض مین اختلاف کیا موہوب لہ نے کہا کہ مین نے تیرے واسطے بالکل عوض کی شرط نہین کی ہے تو اُسیکا قول قبول ہوگا اور واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار رہیگا بشرطیکہ موہوب چیز قائم ہو اور اگر مستہلک ہو گئی تو موہوب لہ پر کچھ ضمان نہ آویگا ولیکن اس صورت مین موہوب لہ سے قسم لیجاویگی کہ واللہ مین نے واہب کیواسطے عوض دینے کی شرط نہین کی تھی یہ محیط مین ہے۔ زید کے قبضہ مین ایک گھر ہے اُسنے عمرو سے کہا کہ تونے یہ گھر مجھے صدقہ دیا اور قبضہ کی اجازت دی مین نے اُسپر قبضہ کر لیا تو متصدق کا قول قبول ہوگا اور اگر قابض نے کہا کہ یہ گھر میرے قبضہ مین تھا پھر تونے مجھے صدقہ دیا اور وہ صدقہ جائز ہو گیا اور متصدق نے کہا کہ نہین بلکہ میرے قبضہ مین تھا تونے میری بلا اجازت اُسپر قبضہ کر لیا ہے تو متصدق علیہ کا قول قبول ہوگا۔ اگر زید نے ایک غلام کا کہ جو عمرو کے قبضہ مین ہے دعوی کیا اور کہا کہ مین نے عمرو کو ہبہ کیا حالانکہ یہ غلام اُسوقت ہم دونون سے غائب تھا پھر موہوب لہ نے میری بلا اجازت اسپر قبضہ کر لیا ہے اور عمرو نے کہا کہ تونے مجھے ہبہ کیا اور مین نے تیری اجازت سے اُسپر قبضہ کیا ہے تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اور اگر موہوب لہ نے کہا کہ جسوقت تونے مجھے ہبہ کیا ہے اُسوقت تیری منزل یعنی گھر مین تھا ہمارے سامنے موجود نہ تھا اور تونے مجھے قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی تھی مین نے قبضہ کر لیا تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے منتقی مین ہے کہ اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کرنیکا ارادہ کیا اور موہوب لہ نے دعوی کیا کہ وہ تلف ہو گیا ہے تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اور اسپر قسم نہ آویگی پھر اگر واہب نے کوئی شی معین کر دی اور کہا کہ یہی ہبہ کی تھی تو موہوب لہ سے اُسپر قسم لیجاویگی یہ محیط مین ہے۔ اگر شوہر نے کہا کہ جورو نے مجھے اپنی صحت مین مہر ہبہ کیا ہے اور جورو کے وارثون نے کہا بلکہ اُسنے اپنے مرض مین ہبہ کیا ہے تو شوہر کا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے موہوب لہ نے جو وارث بھی ہے دوسرے وارث کے ساتھ اختلاف کیا ایک نے کہا کہ ہبہ صحت مین واقع ہوا اور دوسرے نے کہا کہ مرض مین ہوا تو مدعی صحت کا قول قبول ہوگا کیونکہ تصرفات مریض کے نافذ ہوتے مین صرف بعد موت کے انتقاض ہوتا ہے اور اسی مین اختلاف ہے پس منکر نقض کا قول قبول ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ مدعی مرض کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ لزوم عقد و ملک کا منکر ہے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک زیور خرید کرکے اپنی جورو کو دیدیا وہ اُسکو اپنے استعمال مین لاتی رہی پھر مرگئی اور اُسکے وارثون اور شوہر مین جھگڑا ہوا آیا یہ ہبہ تھا یا عاریت تھی تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا کہ عاریۃً دیا تھا کیونکہ وہ ہبہ کا منکر ہے یہ جواہر الفتاوی مین لکھا ہے اگر مدعا علیہ سے کہا کہ تجھے یہ چیز میرے والد نے ہبہ کی تھی پھر تونے اُسکی موت کے بعد اُسپر قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ مین نے تو ہبہ تمام ہوا ہا

اسکی زندگی مین قبضہ کیا ہر اور وہ شئ مدعی ہبہ کے قبضہ مین ہر تو وارث کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر واہب
نے ہبہ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ مین تیرا بھائی ہون یا مین نے تجھے عوض دیدیا ہو یا تو نے مجھے یہ چیز
صدقہ مین دی ہو اور واہب نے اسکی تکذیب کی تو واہب کا قول لیا جائیگا اسیطرح اگر ہبہ مین کوئی باندی ہو اور
موہوب لہ نے کہا کہ تو نے مجھے صغیرہ بچہ ہبہ کی تھی پھر میرے پاس بڑی ہوئی اور قیمت کی راہ سے اسمین بہتری آگئی اور واہب
نے تکذیب کی تو واہب کا قول لیا جائیگا اور یہ استحسان ہر اور قیاس چاہتا ہر کہ موہوب لہ کا قول قبول ہو یہ محیط مین ہر
اور یہی حکم ہر زیادتی متولدہ مین ہر یہ خزانۃ المفتین مین ہر۔ اور اگر موہوب لہ نے دعویٰ کیا کہ وہ باندی میرے پاس موٹی ہوگئی اور واہب
نے تکذیب کی تو ہمارے نزدیک واہب کا قول قبول ہوگا یہ کافی مین ہر۔ اور اگر ہبہ کی چیز کوئی زمین ہو کہ اسمین عمارت بنی
اور درخت لگے ہین یا ستو ہون کہ وہ مسکہ شدہ مین لتھڑے ہوئے ہین یا کپڑا ہو کہ وہ رنگا ہوا یا سلا ہوا ہر پس موہوب لہ نے کہا
کہ تو نے مجھے زمین جب ہبہ کی میدان تھی مین نے اسمین عمارت بنوائی اور درخت لگائے ہین یا ستو بدون لتھڑے
ہوئے یا کپڑا بدون رنگ کا ہبہ کیا تھا پھر مین نے لتھڑ کر لئے یا رنگایا ہر اور واہب نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے ایسی ہی جیسی اب ہر تجھے ہبہ
کی تھی تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اسیطرح اگر دار کی عمارت یا تلوار کے حلیہ مین ایسا اختلاف کیا ہو تو بھی یہی حکم ہر یہ محیط مین
ہر منتقی مین امام محمد رح سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہر کہ زید نے عمرو کو ایک باندی ہبہ کی اور عمرو نے قبضہ کر لیا اور اس سے اولاد ہوئی
پھر زید نے گواہ قائم کئے کہ مین نے عمرو کو ہبہ کرنے سے پہلے باندی کو مدبر کر دیا تھا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ باندی اور اسکا عقر اور اسکی
اولاد کی قیمت لے لیگا اسیطرح اگر واہب مر گیا اور باندی نے گواہ دئیے کہ اس شخص کو ہبہ کرنے سے پہلے زید نے مجھے مدبر کر دیا تھا تو بھی
یہی حکم ہر یہ محیط مین ہر۔ فتاوی عتابیہ مین ہر کہ اگر موہوب لہ نے باندی کو ام ولد بنا لیا اور باندی نے گواہ دئیے کہ واہب نے
مجھے مدبر کر دیا تھا تو واہب اسکو اور اسکا عقر اور اسکے بچہ کی قیمت لے لیگا اور بچہ بالقیمت آزاد ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہر زید نے عمرو کا
غلام بدون اسکی اجازت کے خالد کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہر اور گواہ دئیے اور قاضی نے اسکی
ڈگری کر دی پھر عمرو نے غلام کے ہبہ کی اجازت دیدی تو خصاف نے ذکر کیا ہر کہ امام اعظم رح کے نزدیک اجازت جائز نہوگی اور
یہ بنا بر اس روایت کے ہر جو امام اعظم رح سے مروی ہر کہ مستحق کے نام قاضی کا ڈگری کر دینا عقود ماضیہ کے حق مین فسخ ہوتا ہر یعنے
عقود سابقہ فسخ ہو جاتے ہین لیکن ظاہر الروایت کے موافق فسخ نہین ہوتا ہر ایسا ہی شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہر اور جب
استحقاق کی وجہ سے بیع فسخ نہین ہوتی ہر تو ہبہ بھی فسخ نہوگا پس مستحق کا اجازت دیدینا جائز ہوگا اور بیع کی صورت مین ظاہر الروایت
کے موافق فتویٰ ہر۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم ہبہ کئے پھر بعد سکوت کرنے کے کہا کہ مین نے اسپر قبضہ نہین کیا
تو اسکا قول قبول ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہر یہ جواہر الاخلاطی مین ہر۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو کوئی چیز ہبہ کی اور دعویٰ کیا کہ مجھ
شوہر نے ہبہ کیواسطے زبردستی کی ہر تو اسکا دعویٰ مسموع ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہر۔ ایک عورت نے اپنا مہر شوہر کو ہبہ کیا
اور کہا کہ مین نابالغہ ہون پھر اسکے بعد کہا کہ مین بالغہ تھی اور اپنے نفس کی تکذیب کی پس اگر اسوقت کہ بالغہ عورتون کی میعاد تک
پہونچ گئی ہو یا اسمین بالغ ہونے کی کوئی علامت پائی جاتی ہو تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی اور اگر ایسی نہو تو نابالغہ ہونے کی
بابت اسیکا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہر۔ اور ینابیع مین ہر کہ جو چیز غلام کو مولے کی غیبت مین ہبہ کی اس سے رجوع
کرنا جائز ہر بشرطیکہ غلام ماذون ہوا اور واہب کے اس کہنے کی کہ غلام ماذون ہر تصدیق کیجاویگی اور غلام کے گواہ کہ مین مجبور ہون مقبول
نہونگے لیکن اگر گواہون نے واہب کے اقرار کی کہ غلام مجبور ہر گواہی دی تو گواہی قبول ہوگی اور گواہ نہونے کی صورت مین واہب

اسکے علم پر قسم لیجائیگی اور اگر غلام غائب ہوگیا حالانکہ ہبہ کسی کے پاس ہو تو مولی سے کچھ خصومت نہیں کرسکتا ہے اور اگر دوسرے کے پاس ہبہ ہو تو وہ خصم ٹھہرایا جائیگا بشرطیکہ واہب کے قول کی تصدیق کرے یا گواہ قائم ہوں یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے یہ غلام کل کے روز ہبہ کیا تھا مگر تو نے قبول نہیں کیا تو واہب کا قول قبول ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔

دسواں باب مریض کے ہبہ کے بیان میں۔ کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ مریض کا ہبہ یا صدقہ جائز نہیں ہے مگر جبکہ اسپر قبضہ ہو جاوے اور جب قبضہ ہوگیا تو تہائی مال سے جائز ہے اور اگر سپرد کرنے سے پہلے واہب مرگیا تو ہبہ باطل ہوگیا اور جاننا چاہئے کہ مریض کا ہبہ کرنا عقد ہبہ ہے وصیت نہیں اور تہائی مال سے اسکا اعتبار کرنا اسوجہ سے نہیں ہے کہ وہ وصیت ہے بلکہ اسواسطے ہے کہ وارثوں کا حق مریض کے مال سے متعلق ہوتا ہے اور اس نے ہبہ کرنے میں جیسا کیا تو اسکا احسان اسقدر مال سے ٹھہرایا جاویگا جتنا شرع نے اسکے واسطے قرار دیا ہے یعنے ایک تہائی۔ اور جب یہ تصرف عقد ہبہ ٹھہرایا گیا تو جو شرائط ہبہ کے ہیں وہ مرعی ہونگے اور از انجملہ ایک یہ شرط ہے کہ واہب کے مرنے سے پہلے موہوب لہ اسپر قبضہ کرلے یہ محیط میں ہے۔ اگر مریض نے کوئی گھر ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا پھر واہب مرگیا اور سوائے اس گھر کے اسکا کچھ مال نہیں ہے تو موہوب لہ ایک تہائی لیلے اور باقی دو تہائی وارثوں کو واپس کردے اور یہی حال باقی چیزونکا ہے جو تقسیم ہوسکتی ہیں یا نہیں ہوسکتی ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مریض نے کسی شخص کو ایک باندی ہبہ کی اس سے موہوب لہ نے وطی کی پھر واہب مرگیا اور اسپر اسقدر قرضہ نکلا کہ تمام مال کو محیط ہے تو ہبہ واپس لیا جائیگا اور موہوب لہ پر عقر واجب ہوگا یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے روایت ہے کہ اگر واہب مریض نے ہبہ کی باندی سے وطی کی تو بچہ کا نسب مریض سے ثابت ہوگا اور موہوب لہ کو اسکا عقر دینا واہب پر واجب ہوگا اور موہوب لہ کو باندی و تہائی بچہ ملیگا اور باقی واہب کے وارثوں کو دیا جائیگا اور اگر واہب نے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو ارش واجب ہونے میں دو روایتیں آئی ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ہبہ میں کوئی باندی ہو اور موہوب لہ نے اسکو مکاتبہ کردیا پھر مریض مرگیا اور اسکا کچھ مال سوائے اس باندی کے نہیں ہے تو موہوب لہ پر دو تہائی قیمت باندی کی واجب ہوگی کہ وارثوں کو واپس دے ورنہ کتابت رد کردیجائیگی۔ اور اگر قاضی نے دو تہائی قیمت اسکی موہوب لہ پر ڈگری کردی پھر وہ باندی مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوکر رقیق ہوگئی تو وارثوں کو اسکے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر حکم قاضی سے پہلے وہ عاجز ہوئی تو وارث لوگ دو تہائی باندی لے لینگے اسیطرح اگر مریض کے مرنے کے بعد موہوب لہ نے مکاتب کیا ہو تب بھی یہی حکم ہے جب تک کہ قاضی نے اسکی دو تہائی واپس کرنے کی ڈگری وارثوں کے نام نہ کی ہو یعنی کتابت اس حکم قضا سے پہلے واقع ہوئی ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے فتاوی عتابیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام کہ اسکے سوائے اس شخص کا کچھ مال نہیں ہے بشرط عوض ہبہ کیا اور عوض میں یہ شرط کی کہ جسکی قیمت ہبہ کی دو تہائی کے برابر یا زیادہ ہے تو جائز ہے اور اگر کم ہو تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے دو تہائی تک پورا کردے یا تمام ہبہ واپس کرکے اپنا عوض واپس کرلے اسیطرح اگر بدون شرط کے موہوب لہ نے عوض دیدیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک مریض نے ایک غلام ہبہ کیا اور سپرد کردیا پھر موہوب لہ نے واہب کو عمداً یا خطا سے قتل کیا تو غلام کو واہب کے وارثوں کو واپس کردے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض میں ایک غلام جسکی قیمت ہزار درم ہے ہبہ کیا اور سپرد کردیا حالانکہ اسکے سوا اسکا کچھ مال نہیں ہے پھر اس غلام نے واہب کو قتل کیا تو موہوب لہ سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اسنے فدیہ دیدینا اختیار کیا تو دس ہزار درم دیدیگا اور اگر غلام دینا اختیار کیا تو فقط غلام دیدے اور کچھ زیادہ اسپر لازم نہ آویگا کیونکہ مالک غلام اس غلام مجرم کے دینے سے جرم کے لگاؤ سے چھوٹ جائیگا نصف

غلام بطور ہبہ کے وارثون کو واپس دیگا اور نصف بطور وصایت مین چھینکے واپس کریگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک مریض نے اپنا غلام ہبہ کیا اور اسکے سوائے اسکا کچھ مال نہین ہے اور موہوب لہ نے اسکو فروخت کردیا پھر مریض مرگیا تو موہوب لہ کا تصرف صحیح اور وارثون کو غلام کی دو تہائی قیمت واپس دیگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ایک مریض نے اپنا غلام کسی شخص کو ہبہ کیا اور اسپر اسقدر قرضہ ہے کہ غلام کی قیمت کو محیط ہے حالانکہ سوائے غلام کے اسکا کچھ مال نہین ہے پھر واہب کے مرنے سے پہلے موہوب لہ نے اسکو آزاد کردیا تو جائز ہے اور اگر اسکے مرنے کے بعد آزاد کیا تو جائز نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک مریض نے دوسرے مریض کو ایک غلام ہبہ کیا اور سپرد کردیا اسنے آزاد کردیا اور دونون مین سے کسی کے پاس سوائے اس غلام کے کچھ مال نہین ہے پھر واہب مرگیا پھر موہوب لہ مرگیا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے وارثان واہب کے لیے سعی کریگا اور باقی کی دو تہائی کیواسطے وارثان موہوب لہ کے لیے سعی کرے گا اور اگر موہوب لہ پر ہزار درم قرضہ ہو اور غلام کی قیمت ہزار درم ہو تو غلام اپنی قیمت کیواسطے سعی کریگا اور اس قیمت مین وارثان واہب دو تہائی کے اور اسکے قرضدار باقی کے حصہ رسد شریک ہوجاوینگے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر مریض نے کوئی گھر تین سو درم قیمت کا ہبہ کیا بشرطیکہ موہوب لہ ایک غلام سو درم قیمت کا عوض دیدے اور باہمی قبضہ ہوگیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ وہ گھر بعوض قیمت غلام کے شفعہ مین لے لے پھر اگر واہب مرگیا اور وارثون نے اجازت دینے سے انکار کیا تو شفیع کو مثل موہوب لہ کے اختیار دیا جائیگا کہ چاہے ایک تہائی گھر واپس دے یا کل گھر واپس کرکے غلام لے لے اور اگر ہبہ مین عوض کی شرط نہ لگائی ہو تو شفیع اسکو شفعہ مین نہین لے سکتا ہے یہ کافی مین ہے ایک مریض نے ایک غلام تین سو درم کا ایک شخص تندرست کو اس شرط سے ہبہ کیا کہ سو درم قیمت کا غلام عوض دے اور دونون نے باہم قبضہ کرلیا پھر مریض اسی مرض مین مرگیا اور سوائے غلام کے اسکا کچھ مال نہین ہے اور وارثون نے مریض کے فعل کی اجازت دینے سے انکار کیا تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے ہبہ توڑ دے اور کل موہوب واپس کرکے اپنا عوض لے لے یا تہائی غلام واپس دے اور دو تہائی اسکے پاس برقرار رکھا جائیگا اور عوض مین سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر موہوب لہ نے کہا کہ جسقدر ایک تہائی سے زیادہ ہوجانے مین محاباۃ واقع ہوگئی ہے اسیقدر مین عوض مین بڑھائے دیتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر مریض نے ایسی کوئی شی ہبہ کی ہو اسکا تہائی مال نہین ہوتی ہے بلکہ زیادہ ہوتی ہے تو بطلان خیار موہوب لہ تہائی سے جسقدر زیادہ ہو وہ واپس دے اور بیع کی صورت مین مشتری کو خیار ہوگا یہ فتاوی صغری مین ہے۔ اگر مریض نے ایک من چھوہارے تین سو درم قیمت کے اس شرط سے ہبہ کیے کہ موہوب لہ جو صحیح سالم ہے سو درم قیمت کے ایک من چھوہارے عوض دیدے اور باہمی قبضہ ہوگیا پھر مریض مرگیا اور وارثون نے اجازت نہ دی تو موہوب لہ وہ سب چھوہارے واپس کرکے اپنے سب چھوہارے لے لے یا اسکو نصف چھوہارے واپس کرکے اپنے نصف چھوہارے لے لے اور اگر ہبہ بعوض مین شرط نہو تو اسکو اسطرح اختیار ہوگا کہ چاہے کل ہبہ واپس کرکے اپنا سب عوض لے لے یا دو تہائی ہبہ واپس کرے اور عوض مین سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے یہ کافی مین ہے۔ ایک مریض کا پانچ ہزار درم کا ایک غلام ہے اسنے کسیکو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اسپر قبضہ کرلیا حالانکہ مریض کے پاس کچھ مال سوائے اس غلام کے نہین ہے پھر غلام نے خطا سے مریض کو قتل کیا تو موہوب لہ سے کہا جائیگا کہ یا یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دیت کا فدیہ دیگا اور پورا غلام اسکو دیدیا جائیگا کیونکہ جو دیت واہب کے نفس کے عوض ملے وہ بمنزلہ ایسے مال کے قرار دی جائیگی کہ گویا اسنے ترکہ چھوڑا ہے اور وہ دس ہزار درم ہوے اور پانچ ہزار کا غلام ہے پس ظاہر ہوا کہ اسکا کل مال پندرہ ہزار ہوا اور غلام اپنی قیمت کے لحاظ سے

کل مال کا ایک تہائی ہوتا ہے پس سب تہائی میں ہبہ جاری و نافذ ہوگیا اور جب ظاہر ہوا کہ تمام غلام کا ہبہ نافذ ہوگیا تو غلام موہوب لہ کی ملک تام ہوگیا پس ثابت ہوا کہ موہوب لہ کو وارثان واہب کو پوری دیت دینی پڑی کیونکہ اس نے غلام کا دینا اختیار نہیں کیا بلکہ فدیہ دینا اختیار کیا ہے اور اگر غلام چھ ہزار درم کا ہو اور اس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو وارثان واہب کو چوتھائی غلام واپس کریں اور قیمت چوتھائی دیت کو بعوض باقی غلام کے دیدے یہ مبسوط میں ہے عیون میں امام محمدؒ سے بروایت ہشام مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام اپنے مرض میں ایک شخص کو ہبہ کیا اور اس شخص کے اس غلام پر ہزار درم قرضہ ہیں پھر واہب مرگیا اور سوائے غلام کے کچھ مال نہیں چھوڑا تو وارثوں کو تہائی غلام واپس ملیگا اور قرضہ باطل ہوگیا اور یہ قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ و ابو یوسفؒ کا ہے پھر امام ابو یوسفؒ نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ دو تہائی قرضہ عود کریگا۔ اور اگر مریض نے اپنے بیٹے کو غلام ہبہ کیا حالانکہ بیٹے کا اس غلام پر قرضہ ہے پس اگر مریض اس مرض سے اچھا ہوگیا تو ہبہ جائز ہے اور اگر مرگیا تو وہ غلام وارثوں کا ہوگیا اور قرضہ عود کریگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کرلیا حالانکہ موہوب لہ مریض ہے اور یہ ہبہ حالت صحت موہوب لہ میں واقع ہوا تھا پس اگر بحکم قاضی واپس لیا ہے تو رجوع صحیح ہے اور موہوب لہ اگر مرجاوے تو اسکے وارثوں و قرضخواہوں کو واہب کا پیچھا پکڑنے کی راہ نہیں ہے۔ اور اگر بحکم قاضی رجوع نہیں واقع ہوا تو واہب کے رجوع کرنے اور مال ملنے کے وقت مریض کا واپس دینا بمنزلہ جدید ہبہ کے قرار دیا جائیگا پس ایک تہائی میں سے جائز ہوگا بشرطیکہ موہوب لہ پر قرضہ نہو اور اگر اسپر قرضہ ہو کہ اسکے تمام مال کو محیط ہو تو یہ ہبہ سے رجوع کرنا باطل ٹھہر کر پھر وہ قرضخواہوں کے ترکہ میں واپس کردیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مریض نے اپنی باندی دوسرے مریض کو ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اپنی طرف سے ہبہ کے طور پر وہی باندی واہب کو واپس دی تو جائز ہے اور وارثان موہوب لہ کو جو اسنے ہبہ کیا ہے اس میں سے کچھ واپس لینے کا اختیار نہوگا پس اس مسئلہ میں اس واپسی کو ہر طرح سے فسخ ہبہ اعتبار کیا اور یہ حکم اس روایت کی موافقت رکھتا ہے جو ابو حفص نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو اپنے مرض کی حالت میں ایک غلام ہبہ کیا اسنے قبضہ کرکے آزاد کردیا پھر مریض مرگیا تو عتق نافذ ہوگا اور عورت اسکی قیمت کی ضامن ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک مریضہ عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پس اگر اس مرض سے اچھی ہوگئی تو برات صحیح ہے اور اگر مرگئی پس اگر اسکا مرض ایسا تھا کہ اسکو مرض الموت کہا جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مرض الموت کی بیماری تھی تو بدون وارثان کی اجازت کے جائز نہیں ہے اور مرض الموت کی پہچان میں طرح طرح کے کلام ہیں مگر فتوی کے واسطے یہ قول مختار ہے کہ اگر ایسا مرض ہو کہ اکثر اس سے آدمی نہیں بچا ہے تو وہ مرض الموت ہے خواہ وہ بیمار بستر پر پڑگیا ہو یا نہیں یہ مضمرات میں ہے۔ اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ مرض الموت اسکو کہتے ہیں کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے اور یہ پہچان پسندیدہ ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔ ایک مریضہ نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پھر مرگئی تو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ اگر ہبہ کے وقت وہ ایسی تھی کہ اپنی ضرورتوں کیواسطے اٹھتی بیٹھتی تھی اور بدون مددگار کے لوٹ آتی تھی تو وہ بمنزلہ تندرست کے قرار دی جاویگی کہ اسکا ہبہ صحیح ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور لنجا اور مفلوج اور اشل اور مسلول اگر بہت دراز تک بیمار رہیں اور سردست موت کا خوف نہو تو ان لوگوں کا ہبہ کل مال سے صحیح قرار دیا جائیگا یہ تبیین میں ہے۔ اگر عورت کو درد زہ شروع ہوا تو اس حالت میں جو اُسنے کیا وہ تہائی مال سے صحیح ہوگا پھر اگر وہ اس درد میں بچ گئی تو جو کچھ اس نے کیا ہے وہ کل مال سے جائز ٹھہریگا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔ اگر ایک عورت نے درد زہ میں اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پھر بچہ پیدا ہوگیا اور وہ عورت حالت نفاس میں مرگئی تو صحیح نہیں ہے

یہ سراجیہ مین ہی ایک عورت نے اپنے مرض الموت مین اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا اور اُسکا شوہر اُس سے پہلے مرگیا تو عورت کا اُسکے ترکہ پر مہر کا دعوی کچھ نہین ہوسکتا ہی کیونکہ جب تک خود اس مرض سے نہ مرے تب تک ابرا صحیح ہی ہان جب وہ خود مرگئی تو اُسکے وارث مہر کا دعوی کرسکتے ہین یہ قنیہ مین لکھا ہی ایک مریض مرض الموت کے مریض نے اپنی جورو کو تین طلاق دین اور اُسکے ہاتھ ایک حویلی فروخت کی اور اسکا ثمن اُسکو ہبہ کیا اور اُسکے واسطے ہزار درم کی وصیت کی پھر مرگیا حالانکہ عورت عدت مین باقی تھی تو مشائخ مین سے جسنے بیع کو جائز کہا ہی اُسکے نزدیک وصیت اور ثمن کا ہبہ دونون باطل ہین اور اگر تمام وارثون نے اجازت دیدی تو اُسکی دو صورتین ہین اگر انھون نے کہا کہ جو کچھ میت نے حکم کیا ہی ہمنے اُسکی اجازت دی تو وصیت جائز اور ہبہ باطل ہوگا اور اگر کہا کہ جو کچھ میت نے کیا ہی ہمنے اُسکی اجازت دی تو وصیت اور ہبہ دونون جائز ہونگے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر مولی نے اپنی ام ولد کو اپنی صحت مین کچھ ہبہ کیا تو صحیح نہین اور اگر مرض الموت مین ہبہ کیا تو بھی صحیح نہین اور وہ وصیت بھی نہوجائیگا ولیکن اگر موت کے بعد کچھ دینے کی وصیت کرگیا تو صحیح ہی کذا فی جواہر الفتاوی

گیارھوان باب متفرقات مین۔ مجموع النوازل مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے دوسرے کو ایک بکری ہبہ کی اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا پھر واہب اُسکو اجازت کے بغیر لے بھاگا اور تلف کردی تو موہوب لہ اُسکی قیمت ڈانڈ دے۔ اور اگر کوئی بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ کی بلا اجازت واہب نے اُسکو ذبح کردیا یا کپڑا ہبہ کیا اور موہوب لہ کی بلا اجازت واہب نے اُسکو قطع کیا تو بکری کی صورت مین موہوب لہ ذبح کی ہوئی بکری لے لے اور کچھ ڈانڈ نہین لے سکتا ہی اور کپڑے کی صورت مین وہ کپڑا لے لے اور کٹے ہوئے اور بے کٹے ہوئے مین جسقدر نقصان کا فرق ہو اُسقدر نقصان لے لے یہ محیط مین ہی۔ فتاوی آہو مین لکھا ہی کہ زید کے عمرو پر ڈیڑھ سو درم آتے ہین جنمین سے سو درم فی الحال ادا کرنے ہین اور پچاس کی میعاد ہو پھر قرضخواہ نے مدیون کو پچاس ہبہ کیے تو آیا یہ پچاس درم فی الحال والے مین رکھے جاوینگے یا میعادی درمون مین قرار دیے جائینگے تو امام برہان الدین مرغینانی رح نے فتوی دیا کہ دونون مین سے قرار دیے جائینگے اور ایسا ہی قاضی بدیع الدین نے فتوی دیا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ملتقطہ عورت نے کہا کہ میرا میرے شوہر پر کچھ مہر نہین ہی تو ہمارے نزدیک شوہر بری نہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ امام ہمام علی سغدی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ مجھے اپنی تمام املاک ہبہ کردے اُسنے کہا کہ مین نے ہبہ کردی پس آیا مہر داخل ہوگا یا نہین تو شیخ رح نے فرمایا کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی دختر کو اپنے مال سے سامان دیکر اپنے داماد کیطرف رخصت کیا پھر لڑکی مرگئی اور باپ نے دعوی کیا کہ یہ سامان عاریۃ دیا تھا اور شوہر نے مالک ہونیکا دعوی کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ شوہر کا قول قبول ہوگا اور باپ پر گواہ لانے لازم آوینگے اور ایسا ہی امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہی اور بعض نے فرمایا کہ باپ کا قول لیا جائیگا کہ اُسی نے دیا ہی اور مالک کیا ہی قال رضی اللہ عنہ حکم مین تفصیل ہونا چاہیے کہ اگر باپ کا بڑا اشراف لوگون مین سے ہی تو باپ کا قول قبول نہوگا کیونکہ ایسے لوگ عاریت دینے سے جھجکتے ہین اور اگر درمیانی لوگون مین سے ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا کیونکہ اُسنے دیا ہی اور ظاہری طور سے اُسکی تکذیب نہین ہوئی ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو کچھ دینار دیے تاکہ اُسکے کپڑے بناکر میرے پاس پہنے رہے اُس عورت نے کسی معاملہ مین دیدیے تو اُسی عورت کے ہونگے اگر عورت اپنے شوہر کو حاجت نفقہ کے وقت روپیہ پیسا دیا کرتی تھی اور وہ اپنے عیال پر خرچ کیا کرتا تھا تو عورت اُس سے واپس نہین لے سکتی ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ ایک عورت نے کہا کہ میرا میرے شوہر پر کچھ نہ تھا تو یہ بہت سے بری کرنے مین شمار ہی

اور اگر کہا کہ میرا شوہر حلت میں ہو تو شوہر اُسکا مہر سے بری ہو جائیگا یہ خزانۃ الفتاوی میں ہو۔ ایک شخص نے اپنی
عورت سے کہا کہ یون کہہ کہ وہبت مہری منک حالانکہ وہ عورت عربی نہیں جانتی ہو پس عورت نے کہا وہبت
تو صحیح نہیں ہو بخلاف طلاق و عتاق کے اور اسی واسطے اگر زبردستی ہبہ کرایا تو صحیح نہیں ہوتا ہو یہ وجیز کردری
میں ہو۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو کچھ ہبہ کیا اور قاضی کے یہان دعوی کیا کہ اُس نے مجھسے ہبہ کے واسطے زبردستی
کی ہو تو دعوی کی سماعت نہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہو۔ اگر عورت نے چاہا کہ شوہر کو اسطرح مہر ہبہ کرے کہ جب چاہے
پھر مہر عود کرے تو ایک موتی یا کپڑے پر صلح کرے اور اُسکو نہ دیکھے اور شوہر کو بری کردے پھر اگر دیکھا تو اسکو بسبب خیار رویت
کے واپس کردے تو مہر عود کریگا پھر اگر عورت مرگئی تو عقد کا لزوم ہو جائیگا اور خیار رویت باطل ہو جائیگا یہ خزانۃ الفتاوی
میں لکھا ہو۔ اور اگر عورت نے چاہا کہ اگر مر جاوے تو اُسکا مہر اُسکے شوہر کو ہبہ ہو جاوے اور اگر جیتی رہے تو مہر کل شوہر
پر رہے تو یون کرے کہ ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا بعوض اپنے مہر کے شوہر سے خرید کرے پس اگر مرگئی تو خیار رویت
باطل ہو جائیگا اور اگر زندہ رہی تو خیار رویت کیوجہ سے وہ کپڑا شوہر کو واپس کرسکتی ہے یہ حسب المفتی میں ہو۔ مرد کو شوہر
کو مہر ہبہ کرنا استحسانًا صحیح ہو یہ سراجیہ میں لکھا ہو۔ دختر نے اگر اپنا مہر اپنے باپ کو ہبہ کردیا پس اگر اُسکو قبضہ اور وصول کرنے کی
اجازت دی تو صحیح ہو یہ خلاصہ میں ہو۔ اصل میں لکھا ہو کہ ہبہ میں جو شخص وکیل ہوتا ہو وہ ایلچی کے معنی میں ہوتا ہو
حتی کہ موکل ہی عقد کرنے والا قرار دیا جاتا ہو نہ وکیل اور بقالی میں لکھا ہو کہ جو شخص ہبہ کرنے کیواسطے وکیل مقرر ہو وہ سپرد
کردینے کا بھی وکیل ہو اور اس وکیل کو اختیار رہتا ہو کہ کسی دوسرے کو وکیل کردے بخلاف قبضہ کرنے کے وکیل کے کہ اسکو
دوسرے کو قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کرنیکا اختیار نہیں ہو یہ محیط میں ہو سغناقی عتابیہ میں لکھا ہو کہ اگر واہب نے سپرد
کرنے کیواسطے ایک وکیل کردیا اور موہوب لہ نے قبضہ کرلینے کیواسطے ایک وکیل کردیا اور خود دونوں غائب ہوگئے تو وکیل
کا سپرد کردینا صحیح ہو اور اگر واہب کے وکیل نے سپرد کرنے سے انکار کیا تو موہوب لہ کا وکیل اُس سے خصومت کرسکتا ہو۔
اور اگر سپرد کرنے کے واسطے دو وکیل ہون تو ایک وکیل تنہا سپرد کرسکتا ہو بخلاف قبضہ کرنے کے دو وکیلون کے کہ ایک وکیل
تنہا قبضہ نہین کرسکتا ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اگر کسی شخص کی طلاق دی ہوئی عورت عدت میں بیٹھی تھی
اُسکو کسی شخص نے اس طمع سے نفقہ دیا کہ بعد عدت کے مجھ سے نکاح کرلے پھر اُس عورت نے اُسکے ساتھ نکاح کرنے سے انکار
کیا پس اگر اُسنے نفقہ دینے میں نکاح کرلینے کی شرط کی تھی تو واپس لے سکتا ہو ورنہ صحیح یہ ہو کہ واپس نہین لے سکتا ہو
ایسا ہی صدر الشہید نے فرمایا ہو اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ اصح یہ ہو کہ واپس لیوے خواہ عورت اُسکے ساتھ نکاح کرے
یا نکرے کیونکہ یہ رشوت ہو اور اگر عورت نے اُس مرد کے ساتھ ملکر کھایا پیا ہو تو کچھ واپس نہین لے سکتا ہو یہ قنیہ میں لکھا ہو
امام ابو القاسم رحمۃ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے شریک کو لکھا کہ میرا مال میرے اس لڑکے کو بطور ہبہ کے
دیدے اور اسکو یہ حکم کردیا اور شریک نے دینے سے انکار کیا پس آیا لڑکے کو اُسکے ساتھ خصومت کا اختیار ہو تو شیخ
نے فرمایا کہ یہ ایسا حق ہو کہ ہنوز واجب نہین ہوا اور نہ واجب ہوگا جب تک قبضہ نہو جاوے پس لڑکا اس امر میں خصومت
نہین کرسکتا اور فقیہ نے فرمایا کہ اگر بطور ہبہ کے نہو تو بیٹے کو خصومت کا اختیار ہو بشرطیکہ شریک مال کا اور وکالت کا اقرار کرتا
ہو یہ حاوی میں ہو ایک امیر نے ایک شخص کو ایک باندی ہبہ کی باندی نے اُسکو خبر دی کہ میں ایک تاجر کی ہون وہ مقتول
ہوا اور میں مغلوب ہو کر دست بدست ایک سے دوسرے کے پاس پہونچی ہون اور موہوب لہ نے وارثان مقتول کو جب تلاش کیا تو نہ پایا

۱ے قولہ حلال نہ ... عربی زبان میں ... قاضی ... [illegible]
وکیل ... [illegible]

وہ جانتا ہے کہ اگر مین اس باندی کو چھوڑے دیتا ہون تو ضائع ہوگی اور اگر اپنے پاس رکھتا ہون تو فتنہ مین پڑجانے (یعنی زنا) کا خوف ہے تو اسکو چاہیئے کہ یہ امر قاضی کے سامنے پیش کرے تا کہ قاضی مالک غائب کیواسطے اسی قابض کے ہاتھ فروخت کردے تا کہ جب کبھی اسکا مالک ظاہر ہو تو اپنے درم قابض سے وصول کرلے یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ فتاوی ابو الفضل مین ہے کہ ایک زمین ایک شخص کے باپ کے پاس تھی پھر اسکے پاس مدت تک رہی پھر اسنے کسی شخص کو ہبہ کردی پھر ایک شخص مدعی نے آکر زمین کا دعوی کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ موہوب لہ کے ساتھ خصومت کرے واہب پر نالش نہ کرے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اسکو زمین لینا منظور ہے تو موہوب لہ سے خصومت کرے اور اگر ہبہ کردینے کیوجہ سے زمین کو تلف کردینے سے قیمت کا دعوی کرتا ہے تو واہب پر نالش کرے یہ حاوی مین ہے۔ قاضی یا کسی دوسرے کو کوئی چیز اپنے کام کی اصلاح کیواسطے دی اسنے اصلاح کردی پھر وہ شخص آیا تو جو کچھ اسنے دیا ہے اسکو واپس دیا جاوے۔ ہر دو متعاشق باہم ایک دوسرے کو چیزین بھیجا کرتے ہین یہ رشوت ہے کہ اس سے ملک ثابت نہین ہوتی ہے اور دینے والے کو واپس لینے کا اختیار ہے۔ ایک عورت اپنے بھائی کے گھر مین ہے اسکے ساتھ کسی نے منگنی کی اسکے بھائی نے اس عورت کے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک اسقدر درم تو نہ دے گا نہ دونگا اسنے درم دیدیے اور اس عورت سے نکاح کرلیا تو جسقدر اس نے دیا ہے وہ سب واپس لے سکتا ہے کیونکہ یہ سب درم اسنے عورت کے بھائی کو رشوت دیے ہین یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر اپنی جان سے یا اپنی کسی اہلبیت کی جان سے ظلم دور دفع کرنے کیواسطے رشوت دی تو گنہگار نہوگا۔ اگر دار الحرب کے بادشاہ نے بادشاہ اسلام کے ایلچی کو کوئی باندی دی تو یہ باندی اسیکی ہوگی اور اگر دشمنون کے سردار نے لشکر اسلام کے سردار کو کچھ ہدیہ بھیجا تو تمام لشکر کا ہوگا یہ سیر کبیر مین ہے۔ ابن مقاتل رح سے دریافت کیا گیا کہ لڑکون کے والدین انکے معلمون کو نوروز و عید وغیرہ مین ہدیہ بھیجا کرتے ہین تو شیخ رح فرمایا کہ اگر معلم نے سوال کرکے یا جھگڑے کے نہ لیا ہو تو کچھ ڈر نہین ہے یہ حاوی مین ہے۔ شمس الائمہ حلوائی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کوزہ لگایا یا چھت پر رکھدیا پھر پانی برسا اور کوزہ بھرگیا پھر ایک شخص نے آکر کوزہ مع پانی کے لے لیا پس آیا مالک کو کوزہ مع پانی کے واپس لینے کا اختیار ہے تو شیخ رح نے فرمایا کہ ہان قال رضی اللہ عنہ شیخ رح نے کوزہ کے حق مین جو حکم دیا اسمین کوئی اشکال نہین ہے لیکن پانی کے حق مین اسطرح تفصیل ہے کہ اگر مالک نے وہ کوزہ اسی واسطے رکھا تھا تو واپس لے سکتا ہے اور اگر اسواسطے نہ رکھا تھا تو پانی واپس نہین لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر لقیط کو کوئی شخص صدقہ یا ہبہ دے تو اسکا قبول کرنا اسکے ملتقط یعنی اٹھالانے والے پر ہے اور ملتقط کا قبضہ کرنا استحسانا جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک لقیط کسی ملتقط کے پاس ہے وہ اسکو اٹھا لایا ہے اور اسکو نفقہ دیتا ہے اور اس بچہ کا سوا اسکے کوئی نہین ہے تو جو کچھ اس بچہ کو ہبہ دیا جاوے اسپر اس اجنبی کا قبضہ کرنا جائز ہے اگرچہ نابالغ خود قبضہ کرنیکے لائق ہو اور اس اجنبی کو یہ بھی اختیار ہے کہ اسکو تعلیم کیواسطے سپرد کرے اور کسی دوسرے اجنبی کو اس سے لینے کا اختیار نہین ہے اسکو شمس الائمہ سرخسی نے کتاب الہبۃ مین صریح ذکر کیا ہے کذا فی الصغری۔ ابن حارث سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص حمام مین گیا اور صاحب حمام کو اجرت دیدی اور ایک پیالہ پانی کے حوض سے پانی لیا کہ جسکو حمام والے نے حمام کے مالک کی عادت کے موافق اس شخص کو دیدیا تھا پس آیا یہ پانی اس شخص بھر لینے والے کی ملک ہوگیا یا حمام والے کی ملک رہیگا اور حمام مین آنیوالون کو اسکی طرف سے اباحت ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ وہ شخص اس پانی کا بہ نسبت دوسرون کے زیادہ مستحق ہوگیا لیکن اسکی ملک نہین ہوا ہے

تاتارخانیہ مین ہے ایک شخص نے کسی اجنبیہ عورت کو کچھ مال زنا کے ارادہ سے دیا پس اگر اس عورت نے یون کہا کہ مین تجھے اسواسطے
دیتی ہون کہ تیرے ساتھ زنا کرون تو اسکو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اگر زنا کے ارادہ سے ہبہ کیا اور وہ قائم ہے تو واپس
لے سکتا ہے ورنہ نہین یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ فوائد شمس الاسلام مین لکھا ہے کہ اگر اپنی عورت کو مار پیٹ سے ڈرایا یہانتک
کہ عورت نے اسکو اپنا مہر ہبہ کر دیا تو صحیح نہین ہے بشرطیکہ شوہر اسکے مارنے پر قادر ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور میرے والد رح
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے جھگڑا پھیلایا اور اسکو مار پیٹ اور گالیون کی ایذا پہونچائی
یہانتک کہ عورت نے اسکو اپنا مہر ہبہ کر دیا اور مرد نے اسکو کچھ عوض نہین دیا پس آیا رجوع کرنے کا اختیار ہے تو میرے والد
نے فرمایا کہ ایسی برات باطل ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ فتاوی نسفی مین ہے کہ شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک
عورت نے اپنے شوہر کو اسکی درخواست سے کچھ مال دیا تاکہ وہ شخص خوش گذران کرے پھر اسکے شوہر پر شوہر کے
بعض قرضخواہون نے قابو پا کر یہ مال لے لیا تو آیا عورت کو اختیار ہے کہ شوہر کے قرضخواہ سے یہ مال لے لے فرمایا
کہ اگر شوہر کو اس نے ہبہ کیا یا قرض دیا ہو تو نہین لے سکتی ہے اور اگر اس طور سے دیا تھا کہ باوجود عورت کی ملک کے اسکا
شوہر اسمین تصرف کرے تو لے سکتی ہے یہ محیط مین ہے۔ ہبہ کرنا عمارت کا بدون زمین کے جائز ہے کذا فی الذخیرہ
اور زمین کے ہبہ کرنے مین بلا ذکر وہ سب چیزین داخل ہو جاتی ہین جو زمین کے بیع کرنے مین بلا ذکر داخل ہو جاتی ہین
جیسے عمارت و اشجار وغیرہ اسی طرح اگر زمین سے یا کسی زمین دینے پر صلح قرار دی تو بھی یہی حکم ہے لیکن کھیتی بدون ذکر
کرنے کے صلح مین داخل نہین ہوتی ہے اور رکن الصباغی نے فرمایا کہ زمین و اقرار و وقف مین کھیتی داخل ہو جاتی ہے اور بیع و رہن
قسمت و وصیت و اجارہ و نکاح و وقف و ہبہ و صدقہ و ملک مطلق کی قضا مین داخل نہین ہوتی ہے اور پھل و کھیتی سب بھی
درختون کے ہبہ کرنے مین بلا ذکر داخل نہین ہوتے ہین اور جب درختون کے ہبہ مین ذکر نہ کیا حالانکہ اسمین پھل
موجود ہین تو ہبہ فاسد ہوگا کیونکہ تسلیم نہین کر سکتا ہے یہ قنیہ مین ہے تتمہ مین لکھا ہے کہ میرے والد سے دریافت کیا گیا کہ
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا اصطبل دیدے تاکہ اسمین میرا چوپایہ رہے اس نے دیدیا تو گوبر کس کا
ہوگا پس والد رح نے فرمایا کہ چوپایہ کے مالک کا ہوگا قال رضی اللہ عنہ ایسا ہی شیخ علی بن الحسین السغدی رح نے جواب
مین فرمایا ہے اور شیخ ابن الحسین رح سے پھر ایکبار دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ گوبر اس شخص کا ہوگا جو گھاس ڈالتا ہو خواہ
وہ اصطبل کا غصب کرنے والا ہو یا مستعیر ہو یا چوپایہ کا غصب کرنیوالا ہو یا مستعیر ہو لیکن اگر اسکے واسطے کوئی
جگہ معروف مقرر کر دی ہو یا اصطبل کے مالک نے چوپایہ کے مالک سے یون کہا ہو کہ مجھے اپنا چوپایہ دیدے تاکہ میرے اصطبل
مین رات کو رہا کرے تو اسوقت مین گوبر مالک اصطبل کا ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ فتاوی نسفی مین ہے کہ ایک شخص نے
اپنی جورو سے گواہون کے سامنے یون کہا کہ اللہ تعالی نے مجھے بخشے کہ تو نے اپنا مہر جو مجھ پر تھا مجھے ہبہ کیا اس نے کہا
آرے بخشیدم یعنی ہان مین نے بخشا پس گواہون نے اس سے کہا کہ ہم تیرے ہبہ کر دینے پر گواہی دین اس نے کہا کہ ہزار
تن گواہ باشید یعنی ہزار آدمی گواہ رہو تو شیخ رح نے فرمایا کہ عورت کے اثنائے کلام مین رد و تصدیق پائی جاتی ہے پس
جو کچھ گواہون نے دیکھا اسی پر محمول کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی نے اپنی دختر کسیکو ہبہ کی تو نکاح ہے اور اگر اپنی
جورو و اسکی ذات کو ہبہ کی تو طلاق ہے اور اگر اپنا غلام اسکے تئین ہبہ کیا تو عتق ہے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے۔ اور جامع
الفتاوی مین لکھا ہے کہ اگر ایک غلام قرضدار ہبہ کیا گیا اور قرضخواہون نے ہبہ توڑ دینا چاہا تو انکو یہ اختیار ہوگا

اور اگر لوٹنے سے پہلے واہب یا موہوب لہ نے فدیہ دیدیا تو ہبہ پورا ہو جائیگا اور یہی حکم صدقہ کا ہے اور موصی نے اگر دوسرے
کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قرضخواہوں نے ہبہ کی اجازت دیدی تو انکا حق باطل ہو گیا لیکن اگر غلام
آزاد کر دیا جائے تو ایسا نہیں ہے اور اگر ایسے غلام کی کسی شخص کے لیے وصیت کر کے مر گیا تو قرضخواہوں کو وصیت
توڑ دینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ وہ غلام موصی لہ کے پاس فروخت کیا جائیگا اور قرضہ ادا کرنے کے بعد اگر کچھ بچ رہے تو موصی لہ کو
ملیگا اور صدقہ اور ہبہ کی صورت میں بڑھتی مال موہوب لہ یا متصدق علیہ کو نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام ابوبکر رح سے
دریافت کیا گیا کہ اگر کسی غلام ماذون نے اپنی کمائی سے یا ایسے مال سے جو اسکو مولی نے دیا ہے کچھ ہبہ کیا تو شیخ امام
نے فرمایا کہ اگر اسکو معلوم ہے کہ اگر مولی کو یہ خبر پہونچی تو اسکو برا جانیگا تو اسکو ہبہ کرنا حلال نہیں ہے ورنہ کچھ ڈر نہیں ہے یہ
حاوی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے اپنے مکاتب سے کہا کہ میں نے تجھے بدل کتابت ہبہ کی اور مکاتب نے کہا کہ میں
نہیں قبول کرتا ہوں تو مکاتب آزاد ہو جائیگا اور مال کتابت اسپر قرضہ رہیگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے
اقرار کیا کہ میں نے زید کو اپنا دار ہبہ کیا تو یہ اقرار صحیح ہے اور غیاثیہ میں لکھا ہے کہ اگر ہبہ کا اقرار کیا تو اس اقرار سے یہ
ثابت نہیں ہوتا کہ اسنے موہوب لہ کے قبضہ کر لینے کا بھی اقرار کیا اور یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ جامع اصغر
میں امام محمد رح سے بروایت خلف رح مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک نخل ہبہ کیا حالانکہ وہ درخت اپنی جگہ
قائم ہے تو موہوب لہ اسکا قابض شمار نہوگا جب تک کہ اسکو قطع کر کے اسکے سپرد نکرے اور بیع کی صورت میں اگر مشتری اور
نخل کے درمیان تخلیہ کر دیا تو قابض ہو گیا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ذمی لوگ ہبہ کے احکام میں بمنزلہ مسلمانوں کے ہیں کیونکہ
انھوں نے ایسے احکام اسلام کا اپنے اوپر التزام کر لیا ہے جو معاملات سے متعلق ہیں ولیکن مسلمان و ذمی کے درمیان
شراب کو ہبہ کے عوض دینا جائز نہیں ہے خواہ مسلمان دے یا ذمی اور اگر وہ شراب قاضی کے ہاتھ میں سرکہ ہوگئی تو عوض
نہوجائیگی اور چاہئے کہ اسکے مالک کو واپس کر دے اور باہم دو ذمیوں میں خمر و سور کا معاوضہ جائز ہے جیسے ابتدائی
بیع ان چیزوں کے عوض جائز ہے لیکن مردار و خون کا معاوضہ جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے مرتد نصرانی کو نصرانی نے مرتد کو اس
شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ شراب عوض میں دے تو یہ باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مسلمان نے ایک مرتد کو
کچھ ہبہ کیا اور مرتد نے اسکا کچھ عوض دیدیا پھر قتل کیا گیا یا دار الحرب میں جا ملا تو ہبہ جائز ہے اور اسکا عوض دینا امام اعظم رح
کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اسکا عوض دینا بھی مثل اور تصرفات کے صحیح ہے ولیکن دونوں میں
اختلاف اسقدر ہے کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ تعویض کل مال سے معتبر ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک تہائی مال
سے معتبر ہوگی جیسے اسکے اور تصرفات جو بطریق تبرع و احسان کے ہیں تہائی سے معتبر ہیں اور اگر مرتد نے کچھ ہبہ کیا اور
موہوب لہ نے اسکو عوض ہبہ دیا پھر مرتد مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا تو اسکا ہبہ اسکے وارثوں کو واپس دیا جائیگا اور
عوض مالک عوض کو پھیر ملیگا بشرطیکہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف کر دیا ہو تو مرتد کے مال میں قرضہ ٹھہرایا جائیگا خواہ
اس معاملہ میں اسکے مرتد ہونے کا دوسرے کو علم ہو یا نہو حکم یکسان ہے۔ اور اگر کسی حربی مستامن نے کسی مسلمان کو
یا مسلمان نے حربی مستامن کو کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا پھر وہ دار الحرب کو لوٹ گیا پھر امان لیکر واپس آیا تو ہر ایک
کو دونوں میں سے اپنے ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار ہوگا اور اگر وہ حربی جہاد میں قید ہوا اور ہبہ اس سے چھین لیا گیا تو مسلمان واہب
کو وہ ہبہ واپس لینے کا اختیار نہوگا اگرچہ مال غنیمت تقسیم ہو جانے سے پہلے واہب حاضر ہوا ہو۔ اور اگر حربی کسی شخص کے حصہ کا

بیٹا اُسنے اُسکو آزاد کردیا پھر یہ بسبب ہبہ خرید وغیرہ کے اُسکو ملگیا تو واہب کو ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار نہوگا
اور اگر حربی نے ہبہ کیا ہو اور حربی دین قید ہوا اور کسی شخص کے حصہ میں آیا تو اپنی ہبہ سے رجوع نہیں کرسکتا ہے اسی طرح
اگر آزاد کیا گیا تو بھی رجوع نہیں کرسکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک نصرانی نے مسلمان کو کوئی چیز ہبہ کی اُسنے شراب عوض
میں دی تو نصرانی اپنی ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک حربی نے دوسرے حربی کو کچھ ہبہ کیا پھر
دونوں حربی کے وطن والے ذمی ہوگئے یا دونوں حربی مسلمان ہوگئے اور دارالاسلام میں چلے آئے تو واہب
کو ہبہ سے رجوع کا اختیار ہے اور اگر اُسنے عوض دیدیا ہو تو موہوب لہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے تتمہ میں
ہے کہ شیخ عمر النسفی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اولاد کو حکم دیا کہ فلاں جانب جو زمین ہے اُسکو باہم تقسیم کر
اور ہر فرد اُسکی تملیک ہے پھر اُن لوگوں نے تقسیم کرلی اور اُس تقسیم پر راضی ہوگئے پس آیا اُنکی ملکیت ثابت ہوجائیگی یا احتیاج
باقی رہیگی کہ باپ اُن سب سے کہے کہ میں نے تمکو ان زمینوں کا مالک کیا یا ہر ایک سے کہے کہ میں نے تجھے اس قطعہ
زمین کا جو علیحدہ کرکے تیرے حصہ میں آیا ہے مالک کیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ نہیں اور یہی مسئلہ حسن رح سے دریافت کیا گیا تو انھوں
نے فرمایا کہ تقسیم سے اُنکی ملکیت ثابت ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے شیخ رح سے پوچھا گیا کہ ایک عورت نے کرباس اپنے شوہر کے
ہاتھ فروخت کیا اور وہ ثمن جو شوہر پر ہے اپنے بیٹے کو بطریق انعام و صلہ رحم کے دینے کے قرار دیا پھر بیٹا مرگیا تو ثمن کسکو ملیگا
فرمایا کہ سب عورت کو ملیگا اور بیٹے کی میراث نہ قرار دیا جائیگا یہ فتاوی امام محمود استروشنی میں ہے۔ باپ اور اُسکا
بیٹا جنگل میں ہیں اور دونوں کے ساتھ اسقدر پانی ہے کہ ایک کیواسطے کافی ہوسکتا ہے تو دونوں میں سے کون
شخص پانی کا مستحق ہے تو فرمایا کہ بیٹا زیادہ مستحق ہے کیونکہ اگر باپ زندہ ہو تو بیٹے پر واجب ہوگا کہ اپنے باپ کو پانی
پلاوے اور اگر باپ کو پلایا تو خود پیاس سے مرگیا پس یہ امر اُسکی طرف سے اپنے آپکو قتل کرنے پر اعانت کرنا
ٹھہرا اور اگر خود پی لیا تو باپ کو اپنے قتل نفس کا معین نہ کیا پس یہ صورت ایسی ہوگئی کہ دو شخص ہیں ایک نے اپنے
آپکو قتل کیا اور دوسرے نے دوسرے شخص کو قتل کیا تو اپنے تئیں قتل کرنے والا زیادہ گنہگار ہے اور حدیث شریف
میں آیا ہے کہ حضرت سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے تیز چیز سے اپنے آپکو قتل کیا وہ قیامت میں
اس حال سے آویگا کہ اُسکے ہاتھ میں یہ تیز چیز ہوگی کہ اپنے پیٹ میں مارتا ہوگا کذا فی الظہیریہ وفی بعض النسخ
المحیط۔ قال رضی اللہ عنہ جب میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے بادشاہ کو اپنا حال لکھا اور درخواست کی کہ مجھے
فلاں زمین محدودہ کا مالک کردے اور بادشاہ نے اُسکے نام فرمان کرامت عنوان اُسکی عرضی کی پشت پر لکھدیا
کہ میں نے تجھکو اس زمین کا مالک کردیا پس آیا مالک ہوگیا یا قبول کرنا سلطان کی طرف سے ایک ہی مجلس میں واقع
ہونا چاہیئے تو فرمایا کہ یہ تملیک قیاساً ایسی ہی ہے کہ مجلس واحد میں قبول ہونا چاہئے ولیکن چونکہ رسائی متعذر ہے
لہذا اسکا سوال و عرضی بجائے اُسکی حاضری کے قرار دی جائیگی پھر جب سلطان نے حکم دیدیا اور اُسنے فرمان
اُسکی طرف سے لیلیا تو مالک ہوگیا یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ امام ہمام محمد بن الحسن رح نے سیر کبیر میں فرمایا کہ اگر امام المسلمین
نے مال غنیمت دارالحرب میں غازیوں کے درمیان تقسیم کیا یا جو سوداگر اُسکے ساتھ لگ کر چلے گئے ہیں اُنکے ہاتھ
فروخت کردیا پھر دشمن نے اُنکو آگھیرا اور دارالاسلام میں لانے نپائے پس خریداروں یا اُن لوگوں نے جنکے حصہ میں آیا تھا
یہ چاہا کہ اسکو جلا کر خاک کردیں اس قصد سے اُنھوں نے اسباب اتار کر پھینک دیا پھر کچھ سوچکر بولے کہ جو شخص ہم میں سے جو چیز

کے لیے وہ امی کی ہے پس بہت سے مسلمانون نے لے لی تو لیتے ہی اُنکی ہو جائیگی خواہ اُسکو دار الاسلام مین لے آئے
یا نہ لائے ہون اور امام محمد رح نے اُسکی وجہ یہ بیان کی کہ یہ امر اُنکی طرف سے بمنزلہ ہبہ کر دینے کے ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔
اور کتاب السیر مین ایک حدیث ذکر کی جو دلالت کرتی ہے کہ اگر کسی شخص کو ہدیہ بھیجا جاوے اور وہ اپنے
جلیسون کے ساتھ بیٹھا ہو تو وہ ہدیہ اُسمین اور جلیسون مین مشترک ہوتا ہے اور طحاوی نے فرمایا کہ اگر ہدیہ ایسی چیز ہو کہ
محتمل قسمت نہین ہے جیسے کپڑا یا فی الحال کھانے کے لائق نہو جیسے گوشت وغیرہ تو اُسکے جلیسونکو اسمین سے
کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر لائق تقسیم ہو اور فی الحال کھانے کے لائق ہو تو اپنے جلیسون کے لیے اُسمین سے حصہ لگا دے
اور باقی اپنے اہل و عیال کے واسطے رکھ لے یہ تاتارخانیہ مین ہے ایک شخص مرگیا اور کسی شخص نے اسکے بیٹے کے پاس
اُسکی تکفین کے لیے کپڑا بھیجا پس آیا بیٹا اُس کپڑے کا مالک ہو جائیگا حتی کہ اُسکو جائز ہوگا کہ اُس کپڑے کو رکھ لے
اور دوسرے مین اُسکی تکفین کرے تو حکم یہ ہے کہ اگر میت ایسا شخص تھا کہ اُسکے علم یا فقاہت یا پرہیزگاری کے باعث
لوگ اُسکے کفن دینے کو متبرک سمجھتے ہون تو بیٹا مالک نہوگا اور اگر بیٹے نے دوسرے کپڑے مین کفن دیا تو واجب ہوگا
کہ وہ کپڑا اُسکے مالک کو واپس کر دے اور اگر ایسا نہو تو لڑکے کو جائز ہوگا کہ کپڑے کو جسطرح چاہے صرف مین لاوے
یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ کو کوئی گھر ہبہ کیا اور اُسکے حدود و حقوق بیان نہ کیے اور وہ گھر کسی دوسرے کے
پاس ہبہ کیوقت ودیعت مین تھا اور مستودع اُسمین بستا تھا تو عقد ہبہ تمام ہو کر نابالغ اُسکا مالک ہو جائیگا اور اس حکم مین صدقہ بھی مثل ہبہ کے ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے

بارھوان باب صدقہ کے بیان مین

صدقہ منقسم وغیر منقسم کا مثل ہبہ کے ہے اور اُسمین بھی مثل ہبہ کے قبضہ کی ضرورت ہے
لیکن فرق یہ ہے کہ صدقہ جب پورا ہو جاوے تو پھر رجوع نہین کر سکتا ہے خواہ کسی غنی کو صدقہ دیا ہو یا فقیر کو۔ اور ہمارے بعض
اصحاب نے فرمایا کہ غنی کو صدقہ دینا مثل ہبہ کے ہے یہ مبسوط مین ہے وفی بعض نسخ المحیط- اگر کسی شخص کو ایک گھر صدقہ دیا تو
واپس نہین لے سکتا ہے خواہ متصدق علیہ غنی ہو یا فقیر ہو یہ مضمرات مین ہے- اگر صدقہ کی نیت سے کسیکو ایک کپڑا دیا اُسنے یہ
گمان کیا کہ یہ ہبہ یا عاریت ہے لے لیا اور پھر دینے والے کو واپس کیا تو دینے والے کو لے لینا حلال نہین ہے کیونکہ جب اُسنے
نے اُسپر قبضہ کیا تب ہی اُسکی ملک سے وہ کپڑا نکل چکا اور اگر لے لیا تو اُسپر واپس کر دینا واجب ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ہبہ
صحیح نہین ہوتا ہے جب تک کہ زبان سے قبول نہ کرے اور استحسانا صدقہ بدون زبان سے قبول کرنے کے صحیح ہوتا ہے کیونکہ
ہر زمانہ مین ایسی عادت جاری تھی کہ فقیرون کو صدقہ دیتے تھے بدون اسکے کہ اُنکی طرف سے زبانی قبول پایا جاوے یہ
قنیہ مین ہے اور صدقہ فاسدہ مثل ہبہ فاسدہ کے ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر دو غنی آدمیون کو صدقہ دیا تو ایک روایت
مین امام اعظم رح سے جائز ہے اور یہی صاحبین رح کا قول ہے اور اگر دو فقیرونکو صدقہ دیا تو بالاجماع جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے
اگر چاندی کے گداختہ کا ایک ٹکڑا دو فقیرون کو صدقہ دیا تو بالاتفاق جائز ہے یہ تہذیب مین ہے ایک شخص نے مسکینون کو کچھ ہبہ کر کے اُنکو دیدیا
تو استحسانا رجوع نہین کریگا اور قیاسا رجوع کر سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر سائل یا محتاج کو بطور حاجت کے کچھ عطا کیا اور
صریح صدقہ ہونا بیان نہ کیا تو استحسانا رجوع نہین کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص کے ہاتھ مین درم تھے اُسنے کہا کہ
للہ علی ان اتصدق بہذہ الدراہم یعنی اللہ تعالی کیواسطے اپنے اوپر یہ رکھتا ہون کہ مین ان درمون کو صدقہ کردون پھر اُس شخص
نے اُنمین سواے دو سو درم کے صدقہ کر دیے تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ جائز ہے اور اگر اُسنے صدقہ نہ کیے یہانتک کہ سب تلف ہو گئے تو
اُسپر کچھ صدقہ کرنا لازم نہ آویگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ فتاوی مین ہے کہ ابن سلمہ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے

عورت کو صدقہ دیا اور وہ تنگدست تھی مگر شوہر اسکا مالدار ہے تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر اسکا شوہر خوش گذران سے اسکو نفقہ
دیتا ہے تو عورت اپنے شوہر کے غنا کے سبب غنی گنی جاویگی یہ حاوی میں ہے۔ ملتقط میں امام محمد رح سے بروایت ابراہیم
مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ صدقہ دیکر سپرد کیا پھر اس سے صدقہ کا اقالہ کرنا چاہا اُسنے اقالہ کردیا تو جب
تک پھر قبضہ نہ کرے جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مستقل ہبہ ہے۔ اور اگر بجائے صدقہ کے اس صورت میں کسی ذی رحم محرم
کو ہبہ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر ایسے عقد میں جسکو قاضی نے فسخ نہیں کردیا ہے تو انمیں خصومت کا یہی حکم ہے
اور ہر ایسے عقد میں جسکو قاضی نے فسخ کردیا ہے مثلاً ہبہ ہوا اور اسمیں خصومت کی اور موہوب لہ نے اقالہ کردیا تو واہب
کا مال ہے اگرچہ قبضہ نہ کیا ہو۔ اور جاننا چاہئے کہ صدقہ کا عقد قابل اقالہ و فسخ کے نہیں ہوتا ہے پس صدقہ کا اقالہ کرنا
از سر نو تملیک ابتدائی ہبہ قرار دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر دونوں نے باہم صدقہ کا اقالہ کیا
اور متصدق کے قبضہ کرنے سے پہلے متصدق علیہ مرگیا تو اقالہ باطل ہے اور اگر ہبہ میں ایسا ہوتا تو اقالہ بغیر قبضہ جائز ہوتا یہ
بحر الرائق میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کو ایک گھر اس شرط سے دیا کہ نصف صدقہ ہے اور
نصف ہبہ ہے تو اسکے قبضہ کر لینے کے بعد بھی اسکو نصف ہبہ سے رجوع کا اختیار ہے کیونکہ ہر عقد نصف علیحدہ سے متعلق ہوا و نیز
عدم انقسام مانع رجوع نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک گھر ایک عورت کو اور جو اسکے پیٹ میں ہے اسکو صدقہ دیا حالانکہ
وہ عورت حاملہ ہے تو کچھ صدقہ جائز نہیں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تجھے اور اپنے غلام کو یا تجھے اور اپنے اپ کو میں نے یہ دار
صدقہ دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ تجھے اور جو شخص اس بیت میں موجود ہے اسکو صدقہ دیا حالانکہ اس بیت میں کوئی
بھی نہ تھا تو یہ صورت بمنزلہ اس صورت کے ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ گھر اپنی تینوں اولاد نابالغوں کو صدقہ دیا
اور اسکا گمان ہے کہ وہ سب زندہ موجود ہیں حالانکہ انمیں سے بعض مرگئے اور اسکو علم نہ تھا تو یہ صدقہ باطل ہے اور اگر
اُسنے اسطرح صدقہ کیا حالانکہ جو اولاد انمیں مری ہے اسکو وہ جانتا ہے تو اس صورت میں صدقہ جائز ہوگا اور جو زندہ موجود ہے
اسی کو ملیگا اور اسمیں اشارہ ہے کہ ایجاب اگر ایک ایسے شخص کیواسطے واقع ہو جو بوجہ من الوجوہ مالک ہوتا ہے تو ایجاب
بتمامہ اسی کے واسطے ہوگا اور اس صورت میں شیوع بالکل ثابت نہوگا پس ایجاب جائز ہوجائیگا اور اگر ایجاب دو شخصوں
کیواسطے واقع ہو اور دونوں میں سے ہر ایک ایسا ہو کہ بوجہ من الوجوہ مالک ہوتا ہے تو ایجاب دونوں کے حق میں ہوگا
اور اسوقت شیوع احد الجانبین سے ثابت ہوجائیگا پس جس مجتہد کے نزدیک احد الجانبین سے شیوع کا متحقق ہونا مانع
ہوتا ہے اسکے نزدیک جواز ایجاب نہوگا یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص کو صدقہ دیا اور سپرد کردیا پھر متصدق علیہ مرگیا اور جس نے صدقہ
دیا ہے وہی اسکا وارث ہوا اس نے یہ صدقہ میراث میں پایا تو اسکو لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اور اگر
کسی شخص نے کہا کہ میں نے اپنے اس دار کا کرایہ وغیرہ حاصلات مسکینوں پر صدقہ کردیا یا کہا کہ میرا گھر مسکینوں پر صدقہ ہے
تو جب تک وہ زندہ ہے صدقہ کردینے کا حکم اسکو کیا جائیگا اور اگر صدقہ نافذ کیے جانے سے پہلے وہ مرگیا تو دار و کرایہ حاصلات اسکی
میراث ہوجائینگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر وہ زندہ رہا اور اسنے دار کی قیمت صدقہ کردی تو کافی ہے یعنی حق واجب ادا ہوگیا یہ مبسوط
میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال یا جسکا میں مالک ہوں مسکینوں پر صدقہ ہے تو یہ مال زکوٰۃ پر رکھا جائیگا اور اسمیں ہر جنس جس پر
زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یعنی سونا و نقود و عروض تجارت سب داخل ہوجائینگی خواہ بقدر نصاب زکوٰۃ پہونچی ہوں یا نہوں اور
خواہ اس شخص پر اسقدر قرضہ ہو کہ تمام مال کو گھیرے ہوئے ہے یا قرضہ نہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسکی اراضی جنمیں عشر لیا جاتا ہو وہ

داخل ہونگی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک داخل نہونگی اور خراجی زمینین داخل نہونگی اور خدمت کے رقیق یعنے مملوک خواہ غلام ہون یا باندیان اور عقار اور اثاث البیت اور پہننے کے کپڑے اور استعمال کے اور زار و ہتھیار اور ایسی چیزین جو اموال زکوۃ مین سے نہین ہین داخل نہونگی اور بعض مشایخ نے کہا کہ اگر اسنے یون کہا کہ جس چیز کا مین مالک ہون یا سب وہ چیز جسکا مین مالک ہون مسکینون پر صدقہ ہے تو اسپر واجب ہے کہ سب کچھ جو اسکی ملک مین ہے صدقہ کردے یہ قیاس و استحسان دونون طرح سے حکم ہے اور صرف قیاس و استحسان اسکے اس قول مین ہے کہ میرا مال صدقہ ہے یا میرا تمام مال صدقہ ہے اور صحیح حکم وہی پہلا ہے کیونکہ ان دونون قولون کا استعمال ایک ہی طرح ہوتا ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور اس سب مال مین سے اپنے روزینہ کے قدر خوراک رکھ لے پھر جب اسکے بعد کچھ مال اسکے ہاتھ آوے تو جسقدر اسنے رکھ لیا ہے وہ بھی صدقہ کردے اور کتاب مین جسقدر رکھ لیوے اسکی مقدار اسوجہ سے بیان نہ کی کہ یہ عیال کی کمی و زیادتی کے مختلف ہے اور بعض نے کہا کہ اگر پیشہ ور ہے تو ایک روز کا قوت رکھ لے اور اگر کرایہ و اجارہ سے اسکو ملتا ہے تو ایک مہینہ کے قدر روزینہ رکھ لے اور اگر زمیندار ہے تو ایک سال تک کا روزینہ رکھ لے یہ مبسوط مین ہے ۔ اور اجناس مین ہے کہ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے حالانکہ اسکے درہم بھی لوگون پر آتے ہین تو ان درہمون کا صدقہ کرنا لازم نہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے اور اسکی کچھ نیت نہین اور اسکے قرضہ لوگون پر ہین تو اسمین داخل ہوجاینگے اور اگر قسم کھائی کہ جس چیز کا مالک ہے سب صدقہ کرے تو یہ سب و مسکن و خادم و کپڑے و اثاث البیت سب داخل ہونگے یہ ینابیع مین ہے ۔ اور اگر یون کہا کہ میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے اگر مین ایسا کام کرون پھر اس نے وہ کام کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اموال تجارت و درہم و دینار داخل ہونگے یعنی یہ سب تصدق کرے اور جو کچھ لوگون پر قرضہ ہے وہ داخل نہوگا یہ ملتقط مین ہے ۔ خجندی رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ للہ علی ان اہدی جمیع مالی او جمیع ملکی یعنے اللہ کیواسطے مجھپر واجب ہے کہ مین اپنا تمام مال یا تمام ملک ہدیہ کرون یعنی اسطور سے کہکر اپنے اوپر نذر لازم کرلی تو وقت نذر کے جن چیزون کا مالک ہے سب ہدیہ کرنا واجب ہے مگر اسمین سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے پھر جب اسکو کچھ مال ہاتھ آوے تو جسقدر رکھا ہے اسکے مثل ہدیہ کردے یہ سراج الوہاج مین ہے ۔ اور اگر اسنے کہا کہ للہ علی ان اتصدق بہذا الثوب یعنی مین اللہ تعالی کے واسطے نذر کرتا ہون کہ یہ کپڑا صدقہ کرون تو اسکو اختیار ہے کہ اسکی قیمت صدقہ کردے اور کپڑے کو رہنے دے اور اسکو یہ بھی اختیار ہے کہ فروخت کرکے اسکا ثمن صدقہ کردے ایسا ہی خلف رحمہ و فقیہ رحمہ سے منقول ہے اسیطرح اگر اس کپڑے کے صدقہ کرنے کی وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے یعنے وارث اسکی قیمت یا ثمن صدقہ کردے یہ ملتقط مین ہے ۔ ہلال بن یحیی رحمہ نے اپنی کتاب الوقف مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میری زمین مسکینون پر صدقہ ہے تو صدقہ نہوجائیگی کیونکہ مجہول ہے اور اگر یون کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہے اور اسکی طرف اشارہ کیا حالانکہ اسکے حدود بیان نہ کیے تو صدقہ ہوجائیگی کیونکہ اشارہ سے زمین معلوم ہوگئی اسیطرح اگر اسکے حدود بیان کردیے حالانکہ اشارہ نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور وہ حدود کے بیان کرنے سے معلوم ہوگئی اور یہ صدقہ تملیک ہوگا نہ صدقہ وقف یہ محیط سرخسی مین ہے ۔ فتاوی آہو مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو دس درہم دیے اور کہا کہ یہ درہم فلان فقیر کو صدقہ دیدے اسنے یہ درہم رکھ لیے اور اپنے پاس سے درہم صدقہ دیدیے تو قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ بالاتفاق ضامن ہوگا ۔ ایک شخص نے دوسرے کو دس درہم یا سو من گیہون دیے اور کہا کہ فلان فقیر کو دیدے تو حاوی مین لکھا ہے کہ ضامن ہوگا اور امام رحمہ اللہ نے

فرمایا کہ ضامن نہوگا کیونکہ اصل مالک کی غرض خداوند تعالی کی رضامندی حاصل کرنا تھی وہ کسی فقیر کے دینے سے
حاصل ہوگئی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک محتاج کے پاس کچھ درم ہین تو اسکو اپنے نفس کیواسطے صرف کرنا دوسرے
فقیرون کے صدقہ دینے سے افضل ہے اور اگر اس نے اپنی ذات پر انکو مقدم رکھا تو یہ افضل ہے بشرطیکہ اپنے دل مین
جانتا ہو کہ شدت و سختی کیوقت اچھی طرح صبر کر سکونگا اور اگر اپنی ذات سے بے صبری کا خوف ہو تو اپنی ذات پر خرچ کر
یہ ملتقط مین ہے بعض مشائخ سے دریافت کیا گیا کہ جو لوگ جھوٹے منہ الحاح کرکے آدمیون سے مانگتے ہین اور اسراف مین
خرچ کرتے ہین انکا دینا کیسا ہے تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ جب تک تجھے یہ نہ ظاہر ہو کہ یہ شخص معصیت مین خرچ کرتا ہے یا غنی ہے
تب تک اسکو دینے مین کچھ ڈر نہین ہے اور تجھے اپنی نیت کے موافق کہ اسکی احتیاج دور کرنی چاہتا ہے اجر و ثواب ملیگا یہ
حاوی مین لکھا ہے لڑکے نے اگر باپ کی اجازت سے اپنا مال صدقہ کر دیا تو جائز نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ منتقی مین امام
ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا بھاگا ہوا غلام اپنے نابالغ لڑکے کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہے اور
معلی نے ابو یوسف رحمہ روایت کی کہ جائز ہے پس امام ابو یوسف رحمہ سے اس مسئلہ مین دو روایتین ہو گئین یہ ظہیریہ مین ہے۔
ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہے اسنے اپنے نابالغ بیٹے کو صدقہ دیا اور یہ نہ کہا کہ مین نے اسکی طرف سے اسپر قبضہ کیا
پھر وہ دار اپنے قبضہ سے نکالا اور نابالغ بحد بلوغ پہونچا اسنے باپ کے قول پر گواہ قائم کیے تو گھر اسی کو ملیگا یہ تاتارخانیہ
مین ہے۔ غلام کا ثمن محتاجون کو صدقہ دیدینا غلام کے آزاد کر دینے سے افضل ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے میت کے
نام صدقہ دیا یا اسکے حق مین دعاے خیر کی تو میت کو ثواب پہونچتا ہے اور اگر اپنے کار خیر کا ثواب کسی شخص مومن کو دیدیا تو
جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک شخص نے پیسہ کے دھوکے مین طازجہ کسی فقیر کو صدقہ دیدیا تو ظاہر و اپس نہین لے سکتا
ہے۔ اور قاضی عبد الجبار نے کہا کہ اگر اسنے یون کہا کہ مین نے تجھے پیسہ کا مالک کر دیا تو طازجہ ظاہر ہونے پر واپس لے سکتا ہے
اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اسکا مالک کر دیا تو واپس نہین لے سکتا ہے اور سیف السائلی نے فرمایا کہ دونون صورتون مین
واپس نہین لے سکتا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے تھیلی یا جیب مین سے درم نکالے تاکہ کسی مسکین کو دیدے
پھر اسکے خیال مین دینے کی راے نہ ٹھہری تو حکم ظاہری کے موجب اسپر کچھ واجب نہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر کوئی
باندی صدقہ کی اور اسپر دکر دی حالانکہ اسپر کپڑا اور زیور رکھتا تو جائز ہے اور کپڑا اور زیور اس شخص کا ہوگا جسنے صدقہ دیا ہے
یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو منفعت تیرے مال سے مجھے پہونچے
اسکو مین لینے اور اپنے اوپر لازم کرتا ہون کہ صدقہ کر دون پس اگر اس نے کوئی شی اس شخص کو ہبہ کی تو اسپر اسکا صدقہ
کر دینا واجب ہے اور اگر اسنے اپنے اناج مین سے کھانیکی اسکو اجازت دیدی تو اسکو صدقہ کر دینا حلال نہین ہے
سوا اناج مین سے اسکو فقط کھانا حلال ہے یہ حاوی مین ہے حسن بصری رحمہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص شکستہ درم
کسی مسکین کے پاس لے گیا اور اسکو نہ پایا تو رکھ چھوڑے یہانتک کہ کوئی دوسرا آئے اسکو دیدے اور اگر انکو خرچ کر دیا
تو اسکے مثل دیدے اور ابراہیم نخعی رحمہ سے اسکے مثل مروی ہے اور عامر شعبی رحمہ نے فرمایا کہ اسکو اختیار ہے کہ چاہے دیدے
یا نہ دے کہ صدقہ بدون قبضہ کے جائز نہین ہوجاتا ہے اور مجاہد رحمہ نے فرمایا کہ جس شخص نے صدقہ نکالا اسکو اختیار ہے چاہے
ارادہ پورا کرے کہ دیدے یا نہ دے اور عطا رحمہ سے بھی اسی کے مثل مروی ہے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے کہا کہ یہی حکم لیتا ہون
یہ محیط مین ہے مسجد مین سوال کرنیوالے کو صدقہ دینے مین اختلاف ہے مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ جس مسجد مین جماعت کے لوگون

اسکے سائل کو صدقہ نہ دینا چاہیے کیونکہ لوگون کی ایذا رسانی پر اعانت ہے - اور خلف بن ایوب نے کہا کہ اگر مین قاضی ہوتا تو جو شخص مسجد کے سائل کو صدقہ دیتا ہے اسکی گواہی قبول نہ کرتا - اور شیخ ابوبکر بن اسمعیل زاہد رح سے مروی ہے کہ انھون نے فرمایا کہ ایسے سائل کو جو پیسا دیا جاوے تو ستر پیسون کا محتاج ہے کہ جب یہ ستر پیسے دیے جاوین تو اس پیسہ دینے کا کفارہ ادا ہو مگر ہان مسجد مین داخل ہونے سے پہلے یا نکلنے کے بعد صدقہ دیدے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - اور تجنیس ناصری مین ہے کہ اگر سائل نے اسطرح سوال کیا کہ بحق اللہ تعالی یا بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ دے تو ظاہر حکم مین اسکو کچھ دینا واجب نہوگا لیکن مودت و مروت کی راہ سے دینا اسکا بہت بہتر ہے اور امام عبداللہ بن المبارک رح سے مروی ہے کہ انھون نے فرمایا کہ مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ سائل اللہ تعالی کیواسطے سوال کرے اور نہ دیا جاوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے

کتاب الاجارہ

اور اس کتاب مین بتیس باب ہین

باب اول اجارہ کی تفسیر و اسکے رکن و الفاظ و شرائط و اقسام و حکم اجارہ کے انعقاد کی کیفیت و صفت کے بیان مین منافع پر بمقابلہ عوض کے عقد کرنے کو شرعاً اجارہ کہتے ہین یہ ہدایہ مین ہے اور جو الفاظ عقد اجارہ کیواسطے موضوع ہین انکے ساتھ ایجاب قبول ہوتا یعنی اجارہ کے رکن ہین - اور ان الفاظ کا بیان یہ ہے کہ اجارہ فقط ایسے دو لفظون سے منعقد ہوتا ہے جنسے زمانہ ماضی کی تعبیر ہو مثلاً ایک شخص کہے کہ مین نے یہ دار اجارہ پر دیا اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیا یا اجارہ پر لیا اور ایسے دو لفظون سے منعقد نہین ہوتا ہے جنمین سے ایک لفظ استقبال پر دلالت کرے مثلاً ایک شخص کہے کہ مجھے اجارہ پر دیدے اور دوسرا کہے کہ مین نے دیدیا کذا فی النہایہ اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلح مین ذکر کیا ہے کہ اجارہ بلفظ ہبہ و صلح بھی منعقد ہوتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ اجارہ بلفظ اعارہ بھی منعقد ہوتا ہے - اور اگر اپنے دار سے نفع اٹھانا ایک ماہ تک بعوض دس درم کے ہبہ کیا یا کوئی مال مین ایک ماہ تک بعوض دس درم کے عاریت دیا تو ابو طاہر دباس نے امام ابوحنیفہ رح سے نقل کیا ہے کہ استیفاء منفعت سے پہلے اسکے ذمہ لازم نہو جائیگا اور بعد استیفاء منفعت کے اجارہ اعتبار کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے - اگر کہا کہ میرا یہ گھر تیرے واسطے اجارہ ہے ہر مہینہ ایک درم پر یا کہا کہ اجارہ ہبہ ہے تو دونون صورتون مین اجارہ ہے اور کتاب مین یہ مذکور نہین کہ آیا یہ اجارہ لازم ہوگا یا نہین پس خصاف رح نے فرمایا کہ اجارہ لازم نہوگا حتی کہ ہر ایک کو دونون مین سے اختیار ہوگا کہ قبضہ سے پہلے رجوع کرلے اور ہر ایک دونون مین سے قبل قبضہ کے فسخ عقد کرسکتا ہے اور اگر سکوت اختیار کی تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا یہ محیط مین ہے - اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اپنے اس گھر سے ایک مہینہ تک نفع اٹھانیکا بعوض دس درم کے مالک کردیا تو یہ اجارہ جائز ہے اور اگر کہا اجرتک منفعۃ ہذہ الدار شہراً بکذا یعنی مین نے تجھے اس دار کی منفعت ایک مہینہ تک بعوض دس درم کے اجارہ پر دی تو اصح قول کے موافق جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - کتاب الصلح مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک دار کے ٹکڑے کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اس سے اس دار کے ایک بیت مین دس برس تک رہنے پر صلح کی تو جائز ہے پھر اگر مدعی نے یہ بیت اسی شخص کو جس نے صلح کی ہے کرایہ پر دیدیا تو امام ابو یوسف رح

کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔ اور اگر مدعی نے یہ سکنی کسی شخص
کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے بعض مشائخ نے فرمایا کہ سکنی کی بیع اس وجہ سے جائز نہوئی کہ میعاد بیان نہیں کی تھی اور بعض
مشائخ نے فرمایا کہ بیع سکنی جائز نہیں ہوتی ہے اگرچہ اُسمیں میعاد بیان ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے
اس دار کی منفعت تیرے ہاتھ ہر مہینہ دس درم کے عوض فروخت کی یا اسی مہینہ بھر دس درم کو بیچی تو عیون میں
لکھا ہے کہ یہ اجارہ فاسد ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ لفظ بیع کے ساتھ اجارہ کے منعقد ہونے میں
مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اظہر یہ ہے کہ اگر مدت معلومہ بیان ہو تو منعقد ہو جاتا ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے
کہا کہ میں نے تیرے اس غلام کی خدمت دس درم ماہواری کو خریدی تو یہ اجارہ فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔
امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر کہا کہ میں نے اپنا یہ غلام تجھے دیا کہ ایکسال تک بعوض پچاس درم کے تیری خدمت
کریگا تو جائز ہے اور اجارہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور عقد اجارہ بتعاطی منعقد ہو جاتا ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ امام محمد رح
نے کتاب الاصل کے اجارات میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کچھ دیگیں غیر معین کرایہ پر لیں تو جائز نہیں ہے
کیونکہ دیگیں باہم متفاوت ہوتی ہیں کوئی چھوٹی کوئی بڑی ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص کچھ دیگیں سامنے لایا اور مستاجر نے ان کو
کرایہ پر انکو قبول کرلیا تو جائز ہے اور یہ ازسرنو باہم بالتعاطی اجارہ منعقد ہوگیا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اجارہ طویلہ بتعاطی منعقد
نہیں ہوتا ہے اور نہ اس کہنے سے کہ میں گرد کر دے میرے پاس تو نے گرد کر دی دوسرے نے کہا کہ ہم یعنی میں نے لی اگرچہ
دونوں کی دار واس سے اجارہ کیونکر نہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور تتمہ میں ہے کہ میں نے امام ابو یوسف رح سے سوال کیا کہ اگر
شخص کشتی میں جا بیٹھا ہے یا پچھنے لگواتا ہے یا حمام میں چلا جاتا ہے یا سقایہ سے پانی پی لیتا ہے پھر اجرت اور پانی کے دام دیدیتا ہے
تو فرمایا کہ استحساناً جائز ہے اور اس سے پہلے عقد ٹھہر لینے کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ
دار ایک دینار سالانہ پر ہے آیا تو راضی ہوا اُسنے کہا ہاں پھر کنجی اُسکو دیدی تو یہ اجارہ ہے اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا غلام بعوض
تیرے گھر کے ایک سال تک نفع اُٹھانے کے تیرے ہاتھ فروخت کیا اُسنے قبول کیا تو یہ اجارہ ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص قبالہ
نویس کے پاس کرایہ نامہ کسی اپنی شی محدود کا جو یا اجارہ طویلہ ایک سال کی شخص کو دی ہے لکھوانے گیا اور اُس چیز کے حدود
اور مال اجارہ بیان کردیا اور کرایہ نامہ لکھنے کا حکم دیا اور آخر ہر سال فسخ عقد کا وقت بیان کیا اُسنے کرایہ پر دینے والے اور
لینے والے دونوں کے سامنے لکھ دیا اور حاضرین نے گواہی کردی لیکن اس سے زیادہ دونوں میں کچھ معاملہ نہیں جاری ہوا تو
دونوں میں اجارہ منعقد نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر اجارہ دینے کو کسی مستقبل وقت کیجانب نسبت کیا مثلاً کہا کہ کل کے
روز تجھے میں نے یہ دار کرایہ پر دیا یا ایسا ہی کوئی وقت مستقبل بیان کیا تو یہ جائز ہے پھر اگر اُس وقت کے آنے سے پہلے اجارہ
کو توڑ دینا چاہا تو امام محمد رح سے ایک روایت میں آیا ہے کہ نہیں توڑ سکتا ہے اور انھیں سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ توڑ
سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اپنا یہ ٹٹو کل کے روز ایک درم کرایہ پر دیا پھر آج ہی اسکو
دوسرے شخص کے ہاتھ تین دن تک کیواسطے کرایہ پر دیدیا پھر جب کل کا روز ہوا تو پہلے مستاجر نے دوسرے اجارہ کو توڑ دینا
چاہا تو ہمارے اصحاب سے اسمیں دو روایتیں آئی ہیں ایک روایت میں توڑ سکتا ہے اور اسی کو شیخ نصیر رح نے لیا ہے اور دوسری
روایت میں ہے کہ نہیں توڑ سکتا ہے اور اسکو فقیہ ابو جعفر رح اور فقیہ ابو اللیث اور شمس الائمہ حلوائی نے لیا ہے اور یہی عیسیٰ بن
ابان کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ جو اجارہ زمانہ مستقبل کیطرف مضاف ہو وہ میرے

نزدیک وقت سے پہلے لازم ہوتا ہے پس دوسرا اجارہ پہلے کے حق مین کچھ مضر نہین ہوسکتا ہے یہ سب اس صورت مین ہے کہ پہلا اجارہ
آیندہ وقت کی طرف مضاف ہو پھر فی الحال اُسنے دوسرے کے ہاتھ اجارہ دیدیا ہو۔ اور اگر پہلا اجارہ آیندہ وقت کیطرف مضاف
ہوا اور فی الحال اُسنے فروخت کردیا تو منتقی مین مذکور ہے کہ اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین ہے کہ وقت اجارہ سے
پہلے اُسکو فروخت کا اختیار نہین ہے اور دوسری مین آیا ہے کہ اجارہ کیوقت آنے سے پہلے اگر اُسنے شے فروخت کردی تو اُسکا فعل جائز ہے
اور فتوی اسیپر ہے کہ بیع نافذ ہوجائیگی اور اجارہ مضاف باطل ہوجائیگا اور اسی کو شمس الائمہ حلوانی نے اختیار کیا ہے۔ اور جب
بیع نافذ ہونا مفتی بہ ٹھہرا پھر اگر اجارہ کے وقت آنے سے پہلے بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیدی یا ہبہ سے
رجوع کرلیا تو اجارہ بحالہ باقی رہیگا اور اگر از سر نو کسیوجہ سے اُسکی ملک مین آگئی تو اجارہ عود نہ کریگا یہ فتاوی قاضی خان
مین ہے۔ فتاوی ابو اللیث مین لکھا ہے کہ اگر کسی دوسرے سے کہا کہ جب شروع مہینہ آوے تو مین نے تجھے یہ دار کرایہ پر دیا
یا جب کل کا روز آوے تو مین نے تجھے یہ دار کرایہ پر دیا تو یہ اجارہ جائز ہے اگرچہ اسمین تعلیق ہے کذا فی المحیط اور اسی پر فتوی ہے
یہ قنیہ مین ہے شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ہمارے بعض مشایخ نے فرمایا ہے کہ فسخ کو شروع مہینہ وغیرہ آیندہ اوقات کیطرف
مضاف کرنا صحیح ہے ولیکن فسخ عقد کو آیندہ وقت پر معلق کرنا صحیح نہین ہے مثلاً جب کل کا روز آوے تو اجارہ فسخ ہے اور فتوی اسی
قول پر ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ حُر یعنی مرد آزاد نے اگر کہا کہ مین نے اپنے تئین اس کام کیواسطے اسقدر دِرم
ماہواری پر فروخت کیا تو یہ اجارہ صحیح ہے یہ ظہیریہ و خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک کپڑا دیا کہ اُسکو فروخت کرے
اور اس شرط پر معلق کیا کہ جو کچھ اسقدر دامون سے بڑھتی ہے وہ تیرا ہے تو فرمایا کہ یہ بطور اجارہ کے ہے اور ایسا اجارہ فاسد ہے
اور اگر وہ کپڑا اُس شخص کے ہاتھ مین ضایع ہوگیا تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اب واضح ہو کہ اجارہ کے شرائط چند قسم کے
ہین بعض شرائط انعقاد ہین اور بعض شرط نفاذ ہین اور بعض شرط صحت ہین اور بعض شرط لزوم ہین۔ قال المترجم
واضح ہو کہ اول اجارہ کا منعقد ہونا چاہیے اور جب منعقد ہوگیا تو عمل درآمد ہونے کے واسطے شروط ہین وہ شروط نفاذ کی
ہین اور پھر اجارہ صحیح ہونے کیواسطے شروط ہین اور بعد صحت کے لازم ہوجانے کے واسطے شروط ہین۔ اول شروط انعقاد
بیان ہوتے ہین از انجملہ عقل ہے پس مجنون یا نابالغ بے عقل کا اجارہ منعقد نہوگا اور بالغ ہونا ہمارے نزدیک نہ شروط
انعقاد مین سے ہے نہ شروط نفاذ مین سے ہے حتی کہ اگر سمجھدار لڑکے نابالغ نے اپنا مال یا جان اجارہ پر دی پس اگر اپنے
ولی کی طرف سے ماذون ہے تو اجارہ نافذ ہوجائیگا اور اگر محجور ہے تو ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا اسیطرح اگر لڑکے
محجور نے اپنی جان اجارہ پر دی اور سپرد کی اور کام کیا اور کام کرکے سپرد کردیا تو اجرت کا مستحق ہوگا اور یہ اجرت اُسیکو
ملیگی۔ اور اسی طرح عاقد کا آزاد ہونا ہمارے نزدیک اجارہ کے انعقاد کی شرط نہین ہے اور نہ نفاذ اجارہ کی شرط ہے
پس مملوک نے اگر اجارہ کا عقد کیا تو نافذ ہوجائیگا بشرطیکہ وہ ماذون ہو اور اگر ماذون نہوگا تو مالک کی اجازت پر
موقوف رہیگا اور جبکہ اس نے اپنی ذات کے اجارہ سے یا مولے کے مال کے اجارہ سے کام کرکے کام داخل کیا تو جو
کچھ اجرت ٹھہری ہے وہ مستاجر کے ذمہ واجب ہوگی اور وہ مولی کو ملیگی اور اگر لڑکا یا غلام مستاجر کے پاس مرگئے درحالیکہ
اجارہ پر اُسکا کام کرتے تھے اور اجازت نہ تھی تو مستاجر ضامن ہوگا کیونکہ بغیر اجازت ولی یا مولے کے دونون کو اپنے کام
مین لانے کی وجہ سے غاصب ہوگیا ہے اور اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر غلام یا لڑکے کو خطا سے قتل کیا تو اُسکی مددگار
برادری پر دیت لڑکے کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی اور مستاجر پر اجرت واجب نہوگی اور لڑکا جب کو اجارہ دینے اور

سے لینے کا خود اختیار ہے۔ اور عاقد کا خوشی سے عمداً اپنے نفع کیواسطے عاقد ہونا ہمارے نزدیک اس عقد کے انعقاد یا نفاذ کی شرط نہیں ہے ولیکن صحت عقد کیواسطے شرط ہے۔ اور عاقد کا مسلمان ہونا بالکل شرط نہیں ہے پس مسلمان و ذمی و حربی اور حربی مستامن کا اجارہ دینا و لینا جائز ہے ولیکن اگر عاقد مذکر ہو تو اسکا مرتد نہونا امام اعظم رح کے نزدیک شرط ہے۔ اور صاحبین رح کے نزدیک نہین شرط ہے۔ از انجملہ ملک و ولایت چاہئے پس اگر کسی اجنبی نے اجارہ کا عقد کیا تو نافذ نہوگا کیونکہ نہ ملکیت ہے اور نہ ولایت ہے ولیکن ہمارے نزدیک اسکا انعقاد ہو کر مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا از انجملہ یہ شرط ہے کہ جس چیز پر عقد کیا گیا ہے یعنی منافع وہ قائم ہوں پس اگر کسی درمیانی اجنبی نے کوئی چیز اجرت پر دیدی پھر پوری منفعت حاصل کرنے کے بعد مالک نے اجازت دی تو اسکی اجازت جائز نہوگی اور اجرت عاقد کو ملیگی کیونکہ منافع معقود علیہا معدوم ہو گئے اور وکیل کا اجارہ دینا نافذ ہوتا ہے کیونکہ اسکو ولایت حاصل ہے۔ اسیطرح اگر باپ یا وصی یا قاضی یا امین قاضی نے نابالغ کا مال اجارہ دیا تو جائز و نافذ ہے کیونکہ شرع نے انکو نائب مقرر کیا ہے۔ اور باپ و وصی و دادا و اسکے وصی کے سوائے دوسرے ذی رحم محرم کا ان لوگوں میں سے کسی کے ہوتے ہوئے اجارہ پر دینا صحیح نہین ہے اور ان سب صورتوں میں اجارہ کی مدت گذرنے سے پہلے اگر لڑکا بالغ ہو گیا تو اسکو خیار ہوگا چاہے اجارہ تمام کر دے یا فسخ کر دے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ حویلی وغیرہ کے اجارہ میں مستاجر کے سپرد کر دینا شرط ہے جبکہ عقد مطلقاً ہوا اسمین تعجیل وغیرہ کی شرط نہو یہ ہمارا مذہب ہے حتی کہ اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور ہنوز مستاجر کے سپرد نہ کیا تو کرایہ کا استحقاق بالکل نہوگا اور کچھ مدت گذری پھر سپرد کر دی تو بقدر مدت گذشتہ کے اجرت کم کر دیجائیگی۔ از انجملہ یہ کہ عقد اجارہ میں شرط خیار نہو اور اگر شرط خیار ہو تو مدت خیار تک اسکا نفاذ نہوگا۔ اور اب عقد صحیح ہونے کے شرائط بیان ہوتے ہیں۔ از انجملہ دونوں متعاقدین کا راضی ہونا شرط ہے اور از انجملہ معقود علیہ یعنی منفعت ایسے طور سے معلوم ہونا چاہئے کہ جسمین جھگڑا نہ پڑے پس اگر معلوم نہو بلکہ مجہول ہو اسطرح کہ جس سے جھگڑا و نزاع پیدا ہو سکتا ہے تو عقد صحیح نہوگا ورنہ صحیح ہوگا۔ از انجملہ محل منفعت کو بیان کرنا شرط ہے حتی کہ اگر یوں کہا کہ مین نے اپنے ان دونوں گھروں مین سے ایک گھر یا ان دونوں غلاموں میں سے ایک غلام تجھے اجرت پر دیا یا ایسے ہی چیزوں مین کیا تو صحیح نہین از انجملہ گھروں و حویلیوں و دوکانوں و دودھ پلائی کی اجرت پر لینے مین مدت کا بیان کرنا شرط ہے اور حویلیوں وغیرہ مین یہ بیان کرنا کہ کس غرض سے لیتا ہے شرط نہین ہے حتی کہ اگر انمین سے کوئی چیز کرایہ پر لی اور یہ بیان نہ کیا کہ اسمین کیا کام کریگا تو جائز ہے ولیکن زمین کے اجارہ مین یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ کسواسطے اجارہ پر لیتا ہے اور چوپایوں مین مدت و جگہ بیان کرنا چاہئے کہ کسواسطے کرایہ لیا ہے آیا بوجھ لادیگا یا اسپر سوار ہوگا اور پیشہ وروں کے اجارہ لینے مین کام بیان کرنا چاہئے اور اسیطرح اجیر مشترک مین بھی جس چیز میں کام لیگا اسکو اشارہ و تعیین سے بیان کرنا چاہئے یا کپڑوں کی کندی سلائی مین جنس و نوع و مقدار و صفت بیان کرنا چاہئے اور چرواہے کے مزدور مقرر کرنے مین جنس و قدر یعنی گھوڑے ہیں یا گائے یا اونٹ یا بکریاں اور کسقدر ہیں تعداد و بیان کرنا ضرور ہے۔ اور اجیر خاص کے حق مین جس چیز مین کام لیگا اسکی جنس و نوع و قدر و صفت کا بیان کرنا شرط نہین ہے صرف مدت کا بیان کرنا شرط ہے اور دودھ پلائی کے اجارہ پر مقرر کرنے مین مدت بیان کرنا جواز عقد کے واسطے شرط ہے چنانچہ غلام کی خدمت کیواسطے اجارہ پر مقرر کرنے مین ایسا ہی ہے۔ اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ اس چیز سے استیفاء منفعت حقیقۃً و شرعاً ممکن و مقدور ہو پس بھاگے ہوئے غلام کا اجارہ لینا نہین جائز ہے۔ اور معاصی کیواسطے اجارہ لینا نہین جائز ہے کیونکہ ایسی منفعت کیواسطے اجارہ لینا

کہ اسکا حاصل کرنا شرعاً قدرت سے باہر ہو۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ جس کام کیواسطے اجارہ پر لیتا ہو وہ کام اجارہ لینے سے پہلے
اجیر پر واجب یا فرض نہو پس اگر اجارہ لینے سے پہلے سے اسپر واجب ہو تو اجارہ صحیح نہوگا۔ ازانجملہ یہ ہے کہ جس منفعت
کیواسطے لیتا ہو وہ ایسی ہو کہ لوگون کی عادت ہو کہ ایسی منفعت کے لیے قصد کرکے اجارہ پر لیتے ہون اور لوگون مین
باہمی معاملہ جاری ہو پس کپڑے لٹکا کے سکھلانے کے واسطے درختون کا اجارہ پر لینا جائز نہین ہے۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ وہ شی
اجارہ دینے والے کے قبضہ مین ہو جبکہ وہ شی مال منقول مین سے ہو اور اگر اسکے قبضہ مین نہو تو اسکا اجارہ دینا
صحیح نہین ہے ازانجملہ یہ ہے کہ اجرت معلوم ہو۔ ازانجملہ یہ ہے کہ اجرت ایسی منفعت نہو جو معقود علیہ کی جنس سے ہو جیسے خدمت
کے عوض خدمت اور سکنی کے عوض سکنی کیونکہ اس صورت مین جسکواسطے اجارہ لیا ہو ویسی ہی جنس کی منفعت
عوض دی ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ رکن مین ایسی کوئی شی شرط نہو جسکو عقد بنفسہ مقتضی نہین اور نہ وہ ملائم عقد ہے۔ اب شرط لزوم کا
بیان ہوتا ہے پس جو شرطین اس عقد کے لازم ہوجانے کے واسطے ضرور ہین ازانجملہ یہ ہے کہ عقد اجارہ صحیح ہو۔ اور ازانجملہ یہ ہے
کہ جو چیز اجارہ پر لی ہے اسمین عقد یا قبضہ کیوقت کوئی ایسا عیب نہو کہ اس سے جو نفع مقصود ہے اسمین خلل پڑتا ہو اور اگر
ایسا عیب ہوگا تو عقد اجارہ لازم نہو جائیگا اور ازانجملہ یہ ہے کہ مستاجر نے جو چیز اجارہ لی ہے اسکو دیکھے۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ وہ چیز
جسکو اجارہ پر لیا ہو کسی عیب کے پیدا ہوجانے سے جس سے انتفاع مین خلل پڑتا ہو سالم ہو اور اگر اسمین کوئی ایسا عیب
جس سے انتفاع مقصود نہین حاصل کیا جا سکتا ہو پیدا ہوگیا تو عقد اجارہ لازمی نرہیگا۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ دونون عقد
کرنے والے اور اجارہ کی چیز مین کچھ عذر پیدا نہو وے حتی کہ اگر ان دونون مین سے کسی مین یا اجارہ کی چیز مین کچھ عذر پیدا
ہوگیا تو عقد لازمی نرہیگا۔ اور ازانجملہ اجارہ کے غلام کی آزادی ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا غلام ایکسال تک کیواسطے اجارہ
پر دیا پھر جب چھ مہینہ گذر گئے تو اسکو آزاد کردیا تو اس صورت مین اسکو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے اجارہ پورا کردے یا فسخ
کردے ازانجملہ نابالغ لڑکے کا بالغ ہونا ہے پس اگر کسی لڑکے کو اسکے باپ یا وصی یا دادا یا اسکے وصی یا قاضی یا امین قاضی
نے اجارہ پر دیا پھر وہ لڑکا بالغ ہوا تو اسکو خیار رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اب اجارہ کے اقسام کا بیان کیا جاتا ہے واضح
ہو کہ اجارہ کی دو قسمین ہین ایک قسم اجارہ کی یہ ہے کہ اشیاے عین کے منافع پر اجارہ قرار دیا گیا جیسے گھرون و زمین و
چوپایون وغیرہ کا اجارہ لینا کہ ان چیزون کے نفع سے متعلق ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ جسکو اجارہ لیا ہو اسکے کام سے
نفع مقصود ہو جیسے درزی و دھوبی وغیرہ پیشہ ورون کو اجارہ پر مقرر کرنا یہ محیط مین ہے۔ اب حکم اجارہ کا بیان ہے
اجارہ کا حکم یہ ہے کہ ہر دو بدل مین ہر ہر ساعت ملک واقع ہوتی جاتی ہے مگر جب کہ اجرت کا فی الحال دیدینا قرار
پاوے تو دینا نہین ہے۔ اور اجارہ کے انعقاد کی کیفیت یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اجارہ مابین متعاقدین کے فی الحال منعقد ہو
ہو اور حق حکم یعنی ملک مین موافق حدوث منفعت کے ساعت بساعت انعقاد ہوتا رہتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اجارہ کی
صفت یہ ہے کہ اجارہ اگر اجارہ صحیحہ ہو اور خیار شرط و عیب و رویت سے خالی ہو تو عامہ علما کے نزدیک اجارہ عقد لازم ہوتا ہے
کذا فی البدائع۔ اور جو چیزین بیع مین ثمن ہو سکتی ہین جیسے نقود و کیلی و وزنی چیزین وہ سب اجارہ مین اجرت ہو سکتی ہین اور
جو بیع مین ثمن نہین ہو سکتی ہین وہ بھی اجارہ مین اجرت ہو سکتی ہین جیسے غلام و کپڑے وغیرہ کذا فی الکافی۔ اور اگر اجرت مین درم و دینار قرار
پائے ہون تو بیان مقدار ضرور ہے اور جید و ردی بیان کرنا ضرور ہے اور اگر شہر مین ایک ہی نقد رائج ہو تو اجارہ مین وہی نقد مراد
لیا جائیگا اور عقد اسی پر واقع قرار دیا جائیگا کذا فی النہایہ اور اگر شہر مین نقود مختلفہ رائج ہون اور سب یکسان چلتے ہون اور کوئی

دوسرے سے بڑھکر ہو تو عقد جائز ہوگا اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ جو نسا نقد چاہے ادا کرے اگرچہ اس صورت مین اجرت مجہول
ہو لیکن ایسی جہالت نہین ہے جس سے نزاع پیدا ہو اور اگر سب نقود رواج مین یکسان ہون اور بعض نقد دوسرے سے بڑھکر ہو
تو عقد فاسد ہوگا اور اگر بعض نقد دوسرے سے زیادہ رائج ہو تو عقد جائز ہوگا اور جو نقد زیادہ چلتا ہے وہی اجارہ کا نقد قرار
دیا جائیگا کیونکہ ایسا ہی عرف جاری ہے اگرچہ دوسرے نقد کو اسپر فضیلت ہو یہ محیط مین ہے - اور اگر اجرت مین کیلی
یا وزنی یا عددی متقارب چیز قرار پائی تو مقدار و صفت بیان کرنا شرط ہے اور اگر اس شے کی باربرداری مین خرچہ
پڑتا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ادا کرنے کی جگہ بیان کرنا شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک شرط نہین ہے اور جب اجرت
کی چیزین باربرداری کا خرچہ پڑتا ہو اور ادا کرنے کی جگہ بیان نہ کی تو امام کے قول پر اجارہ فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک
فاسد نہوگا اور جہان زمین یا دار ہے وہین دیدیگا۔ اور باربرداری کے بیان مین جہان واجب آوے یعنی جب کسی قدر
مسافت طے کریگا تو اسکا حصہ اجرت سے لیگا اور کام کے اجارہ مین جہان اسکو کام پورا کرکے دیدے وہان اجرت ملیگی
اور اگر اس جگہ کے سوائے کہین دوسری جگہ اجرت کا مطالبہ کیا تو وہان مستاجر کو ادا کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی بلکہ طالب آپس
اپنی مصنوعی کرے کہ جہان ادا کرنے کی جگہ ہے وہان ادا کریگا اور اگر اجرت کی باربرداری و خرچہ نہو تو جہان چاہے لیلے یہ محیط
سرخسی مین ہے - اور میعاد بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے اور اگر میعاد بیان کردی تو مثل ثمن بیع کے میعادی ہو جاویگی
اور اگر اجرت مین عروض یا ثیاب قرار پاوین تو مقدار و صفت و مدت بیان کرنا ضرور ہے کہ یہ چیزین فقط سلم کے طور سے
ذمہ ثابت ہوتی ہین پس سلم کے شرائط انمین رعایت رکھنا شرط ہے - اور اگر اجرت مین باندی غلام یا باقی حیوانات قرار
پائے تو معین اور مشارالیہ ہونا شرط ہے اور اگر ان چیزون سے نفع اٹھانا اجرت قرار پایا ہو تو اسکی دو صورتین ہین
ایک یہ کہ اگر انکی منفعت اس منفعت کی جنس کے خلاف ہے جسکے واسطے خود اسنے اجارہ لیا ہے مثلاً اسنے گھر کو رہنے
کے واسطے اجارہ لیا اور اجرت یہ قرار دی کہ گھر کا مالک مستاجر کے جانور پر سوار ہوا کرے یا کھیتی کی زمین بعوض لباس
پہننے کے اجارہ لے تو ایسا اجارہ جائز ہے اسی طرح اگر گھر کو بعوض خدمت غلام کے اجارہ لیا تو بھی جائز ہے اور اگر اسی کی
جنس سے ہو جسکے واسطے خود اجارہ لیا ہے مثلاً ایک گھر اجارہ لیا اور اجرت مین اپنے دوسرے گھر کو رہنے پر دیا یا کوئی
سواری کا جانور اجارہ لیا اور اجرت مین اپنی سواری کے جانور کی سواری قرار دی تو اجارہ فاسد ہے کیونکہ جنس مین
نسیہ حرام ہوتا ہے یہ سراج الوہاج مین ہے - نوادر بشر رح مین امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر اجرت مین پیسے ٹھہرے
اور قبضہ سے پہلے وہ گران یا ارزان ہو گئے تو آجر کو یعنی اجرت پر دینے والے کو سوائے پیسون کے کچھ نہ ملیگا اور اگر وہ
فلوس کاسد ہو گئے تو اسکو معقود علیہ کی قیمت دینی واجب ہوگی اسیطرح ہر کیلی و وزنی چیز جو منقطع ہو جاتی ہے یعنی بازار مین اسکا
آنا بند ہو جاتا ہے اگر اجرت قرار دی اور انقطاع سے پہلے دینا اسکی مدت قرار دی تو مثل فلوس کے اسکا بھی حکم ہے یہ محیط مین
لکھا ہے اور اگر کسی غلام کو ایک مہینہ خدمت کے واسطے اپنی باندی کی خدمت کے عوض اجارہ پر لیا تو فاسد ہے کیونکہ جنس
خدمت متحد ہے یہ سراج الوہاج مین ہے - اور اگر کسی نے بیل اجرت پر دیا اور گدھا اجرت مین لیا تو اختلاف جنس کے باعث جائز
ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے فتاوے ابو اللیث رح مین ہے کہ کھیتی روندنے کے واسطے باہم بیلون بیلون کا معاوضہ کرنا خیر
نہین ہے یعنی حرام ہے کیونکہ بجنس منفعتون کا باہم معاوضہ ہوا پھر اگر بجنس منفعتون کا باہم معاوضہ ہو گیا حتے کہ عقد اجارہ
فاسد ٹھہرا - اگر اجرت پر دینے والے نے اس سے اپنا نفع کھیت لوہے کر حاصل کر لیا تو ظاہر الروایت کے موافق اسپر اجر المثل

واجب ہوگا۔ اور اگر ایک غلام خدمت کے واسطے دو شخصون نے لیا آسنے ایک کی خدمت کی اور دوسرے کی نکی تو اسکو کچھ اجرت ملیگا اور ابو الحسن نے اپنے جامع مین فرمایا کہ اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک مملوک ہو پھر ایک نے اپنا حصہ دوسرے کو اجارہ پر ایک مہینہ کے واسطے اس شرط سے سلائی مین دیا کہ وہ بھی اپنا حصہ میرے ساتھ ایک مہینہ کے واسطے مثلاً رنگریزی کے کام مین دے تو یہ امر ایک غلام مین جائز نہین ہو اور اگر دو غلام ہون اور دو کام مختلف قرار دیکر اس طور سے اجارہ مین لیا تو جائز ہو کذا فی المحیط

دوسرا باب

اجرت کب واجب ہوتی ہو اور اُسکے متعلق مالک وغیرہ کے بیان مین اجرت پر دینے والا نفس عقد سے مالک اجرت نہین ہوتا ہو اور ہمارے نزدیک نفس عقد پر اجرت کا تقسیم کر دینا واجب نہین ہوتا ہو خواہ عین ہو یا دین ہو یہ کافی مین ہو۔ اور ایسا ہی امام محمد نے جامع مین لکھا ہو اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہی صحیح ہو کذا فی النہایہ پھر واضح ہو کہ اجرت کا استحقاق ان تین باتون مین کسی بات کے پائے جانے سے ہوتا ہو یا تو تعجیل شرط ہو یا تعجیل کرکے ادا کر دے یا جس منفعت کے واسطے اجارہ لیا ہو وہ بھرپور حاصل کرلے پس جب ان تینون باتون مین سے کوئی بات پائی گئی تو مواجر مالک اجرت ہوگیا یہ شرح طحاوی مین ہو۔ اور جسطرح منفعت بھرپور حاصل کرلینے سے اجرت واجب ہو جاتی ہو اسیطرح حاصل کرنے کی قدرت پائے جانے سے بھی واجب ہوتی ہو بشرطیکہ اجارہ صحیح ہو مثلاً اگر کسی شخص نے کوئی دوکان یا گھر کسی مدت معلومہ تک کے واسطے کرایہ لیا حالانکہ اُسمین اُس مدت تک نہ رہا باوجودیکہ اسکو رہنے کا کوئی مانع نتھا وہ رہ سکتا تھا تو کرایہ واجب ہوگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کوئی دار کرایہ پر دیا اور خالی کرکے سپرد کر دیا مگر ایک بیت اُسمین سے سپرد نہ کیا کہ اسکو اپنے اسباب کے کام مین رکھا یا تمام دار سپرد کر دیا پھر ایک بیت اسکے ہاتھ سے نکال لیا تو اجرت مین سے اسقدر حصہ بیت کے کم کر دیا جائیگی۔ اور مدت اجارہ تک جن منافع کے واسطے اجارہ لیا ہو اور جس جگہ کی طرف عقد مضاف کیا ہو وہان ان منافع کے حاصل کرنے کی قدرت پانا شرط ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر اُسنے منافع حاصل کرنیکی بالکل قدرت نہ پائی یا جس جگہ کی طرف عقد مضاف ہو اُسکے سوائے دوسری جگہ حاصل کرنے کی قدرت پائی یا وہین جہان منافع حاصل کرنے کے واسطے عقد کو مضاف کیا ہو حقیقتاً منافع کی قدرت پائی مگر مدت گذرنے کے بعد یہ قدرت پائی تو اجرت واجب نہوگی مثلاً اگر کسی شخص نے ایک روز کیواسطے ایک ٹٹو سواری کے لیے کرایہ لیا اور مستاجر نے اُسکو اپنے گھر مین باندھ لیا اور سوار نہوا یہانتک کہ وہ روز گذر گیا پس اگر اُسنے شہر مین سوار ہونے کے لیے کرایہ لیا ہو تو اجرت واجب ہوگی کیونکہ جس مقام کی طرف عقد مضاف ہو وہان منفعت حاصل کرنے کی قدرت اُسنے پائی ہو۔ اور اگر شہر سے باہر سواری کے واسطے کرایہ لیا تھا تو اجرت واجب نہوگی جبکہ اُسنے شہر مین روک رکھا ہو۔ اور اگر ٹٹو کو اُس روز اُسی مقام پر لیگیا اور سوار نہوا تو اجرت واجب ہوگی اور اگر وہ دن گذر جانے کے بعد ٹٹو کو شہر کے باہر اُسی مقام پر لے گیا تو اجرت واجب نہوگی اگرچہ جس مقام کی طرف عقد مضاف ہو وہان منفعت حاصل کرنے کی قدرت پائی ولیکن چونکہ وہ روز گذر گیا ہو اسواسطے اجرت واجب نہوئی یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر مستاجر نے کہا کہ تو منزل چھوڑ دے مین اُسمین رہونگا ولیکن اُس نے دروازہ کھول نہین دیا تھا پھر مدت گذر جانے کے بعد مستاجر نے کہا کہ مین اُسمین نہین رہا پس اگر بلا مشقت کے مستاجر اُسکا دروازہ کھول سکتا تھا تو اُسپر اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین۔ اور موجر کو اسطرح حجت لانے اور جھگڑا کرنے کا اختیار نہین ہو کہ تو نے غلق کو کیون نہ توڑ ڈالا۔ پھر واضح ہو کہ اگر اجرت معجل ٹھہری ہو تو اُسکا مطالبہ کرسکے

اور یہ جائز ہے کہ اُسکے حاصل کر لینے کے لیے گھر کو روک رکھے اور اگر میعادی ہے تو مطالبہ نہین کر سکتا ہے جب تک میعاد نہ گذرے
اور اگر قسط وار ٹھہری ہے تو جب ایک قسط گذرے تو واجب ہو جاویگی یعنے یہ قسط واجب ہوگی۔ اور اگر موجر نے اجرت وصول
کر لینے کے بعد اجارہ توڑ دیا تو جسقدر منفعت مستاجر نے حاصل کی ہے اسقدر اجرت مین سے کاٹکر باقی مستاجر کو واپس
کر دے یہ وجیز کردری مین ہے۔ زمین اور دار کے مالک کو ہر روز اپنے کرایہ طلب کرنے کا اختیار ہے اور دھوبی و نانبائی
اور درزی کو کام سے فارغ ہونے کے بعد مطالبہ اجرت کا اختیار ہوگا اور اگر اُس نے مستاجر کے گھر مین کام کیا حالانکہ کام
سے فارغ نہوا تو موافق تحریر صاحب ہدایہ و تجرید کے کچھ اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور مبسوط و شرح جامع صغیر فخر الاسلام و قاضیخان
مین مذکور ہے کہ اگر مستاجر کے گھر مین درزی نے تھوڑا سا کپڑا سی دیا تو اُسکے حساب سے اجرت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہے
اگر کسی کو مزدور کیا کہ فلان موضع تک یہ بوجھ اُٹھا لے چلے پس جب وہ کچھ راستہ طے کر گیا تو اُسنے اجرت طلب کی کہ جسقدر
دور لایا ہے اسقدر کی اجرت دیدے تو ہو سکتا ہے اور مستاجر کو اسقدر اجرت دیدینا چاہیے ولیکن حمال پر جبر کیا جائیگا کہ
جہان تک پہونچا دینے کی اُسنے شرط کی ہے وہان تک پہونچا دے اور جب وہان تک پہونچا دیا تو پوری اجرت
حاصل کریگا۔ اور اگر ایک جگہ سے بوجھ اٹھا کر دوسری جگہ پہونچا دینے کے واسطے حمال مقرر کیا اُسنے تھوڑا سا بوجھ پہونچا کر
اسقدر کی اجرت طلب کی تو ظاہر الروایۃ کے موافق مطالبہ روا ہے ولیکن اُسپر جبر کیا جائیگا کہ باقی بوجھ بھی پہونچا کر باقی اجرت لے
یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اگر مالک مکان کو تعجیل کر کے اجرت دیدی تو واپس نہین کر سکتا ہے اور اگر اجرت مین مال عین ٹھہرا ہے
اسکو مالک مکان کو عاریت یا ودیعت کے طور سے دیا تو تعجیل کے ہے۔ اور جو اجارہ ایسا ہے کہ زمانہ مستقبل کی جانب مضاف
ہے اسمین تعجیل کی شرط لگانے سے اجرت کا مالک نہین ہوتا ہے اور تعجیل کر کے مستاجر کے ادا کر دینے سے مالک ہو جاتا ہے
یہ غیاثیہ مین ہے۔ فتاویٰ آہو مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ مٹکا دروازہ حجرہ تک اُٹھا لے چل اور
یہ مزدوری دونگا یعنے مزدوری کا شرط عوض ہونا اجارہ مین داخل ہے پھر وہ شخص اٹھا لایا اور دیکھا تو وہ شراب نکلی پس آیا
اجرت واجب ہوگی تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ نہین اور ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہے بشرطیکہ اسکو شراب
ہونا معلوم ہو ورنہ اسکو اجرت ملیگی۔ ایک امام اسلام کی زمین کرایہ پر ہے مستاجر نے اسکو بویا اور کاٹا نہین یا کھیتی پختہ نہین ہوئی
اور اُسنے اجرت کچھ نہین لی تھی کہ وہ مرگیا پس آیا اُسکے وارثون کو اختیار ہے کہ جسقدر اُنکے واسطے واجب ہوا ہو اسکو متولی سے
طلب کرین تو شیخ رح نے فتوے دیا ہے کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر زیور دس روز تک عروس کو آراستہ کرنے کے
واسطے کرایہ پر لیا اور قبضہ کر لیا اور عروس کو نہ پہنایا اور مدت گذر گئی تو فرمایا کہ اجرت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور نوادر معلیٰ
رحمہ اللہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک محمل مکہ تک سوار ہونے کے واسطے کرایہ لی پھر اُسکو اپنے
اہل و عیال مین چھوڑ گیا اور سوار نہوا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی کیونکہ اُسنے منفعت حاصل کرنے کی جگہ منفعت حاصل کرنے کا قابو نہین
پایا اور اگر محمل کو کچھ نقصان پہونچے تو وہ شخص ضامن ہوگا اسی طرح اگر کوئی قمیص مکہ تک پہننے کیواسطے کرایہ پر لی تو بھی یہی
حکم ہے اسی طرح اگر ایک مہینہ کے واسطے کوئی محمل مکہ تک سوار ہو جانے کے لیے کرایہ پر لی تو بھی اس صورت مین یہی حکم ہے یہ
ذخیرہ مین ہے اور اجارہ فاسدہ مین اجرت واجب ہونے کے واسطے حقیقۃً منفعت بھرپور حاصل کر لینا شرط ہے اور اگر حقیقۃً منفعت
کا استیفا نہ پایا جاوے تو بھی جب ہی اجرت واجب ہوگی کہ جب موجر کی طرف سے مستاجر کو سپرد کر دینا بھی پایا جاوے
اور اگر موجر نے وہ شئی مستاجر کو سپرد نہ کی ہو تو اجرت واجب نہ ہوگی اور اُسکی مثال وہ ہے جو جامع مین امام محمد نے ذکر فرمائی

ساقط ہونی چاہیئے یہ محیط میں ہے۔ اور جس کام کرنے والے کے کام کا کچھ اثر مال عین میں قائم نہوتا ہو جیسے حمال وملاح وغیرہ
اسکو بالاجماع اجرت کے واسطے مال عین اپنے پاس روک رکھنے کا اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور جسکے کام کا اثر قائم
ہو وہ روک سکتا ہے ولیکن اگر اجرت ادا کرنے کی کوئی میعاد مقرر ہو تو نہیں روک سکتا ہے۔ اور جولاہہ اور حجام ولکڑی
چیرنے والا اور ہر وہ شخص جسکے کام کرنے سے شی معین بدل کر دوسری شی ہو جاوے اس طرح کہ اگر غاصب اس
فعل کو ترک کرتا تو ملک مالک زائل ہو جانے کا حکم کیا جاتا تو وہ شخص اجرت کے واسطے روک سکتا ہے اور یہ سب اس
صورت میں ہے کہ کاریگر نے اپنی دوکان میں کام کیا ہو اور اگر مستاجر کے گھر میں کام کیا ہو تو نہیں روک سکتا ہے یہ وجیز کردری
میں ہے اور اگر کندی کرنے والے نے کپڑے پر کندی کی اور نشاستہ وغیرہ کے استعمال سے اسمیں کچھ اثر ظاہر ہو گیا تو روک سکتا
ہے اور اگر اسکے کام کا کچھ اثر ظاہر نہو تو اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ ہر حال میں اسکو روک رکھنے کا حق حاصل ہے یہ نہایہ میں ہے
اور ہر وہ شخص جسکو روک رکھنے کا استحقاق حاصل ہے اور اسنے روک رکھی اور وہ چیز اسکے پاس تلف ہو گئی تو اسکو اجرت
نہیں ملیگی اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے کذا فی شرح الطحاوی۔ اور اگر اجیر کے پاس وہ شی بدون اسکے فعل کے اور
بدون اجرت کے لیے روکنے کے تلف ہوئی پس اگر اسکے کام کا کچھ اثر اس شی میں ہو جیسے درزی ورنگریز وغیرہ
تو اسکا اجر ساقط ہو جائیگا اور اگر اثر نہو جیسے حمال وکرایہ پر دینے والا وغیرہ تو اجرت ساقط نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے
اور جس شخص کو روک رکھنے کا استحقاق نہیں ہے اگر اُس نے وہ چیز جو اسکو کام بنانے کے واسطے دی گئی تھی روک رکھی اور
وہ تلف ہو گئی تو مثل غاصب کے ضمان دیگا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے بنی ہوئی تیار چیز کے حساب سے قیمت لے اور
اسکو اجرت دیوے یا بے بنی ہوئی کی قیمت لے اور اجرت نہ دے یہ مضمرات میں ہے۔ اگر کپڑے کے مالک نے جولاہہ
سے کہا کہ یہ کپڑا اپنے گھر کو لیجا جب ہم لوگ جمعہ سے واپس ہونگے تو میں تیرے گھر کو آؤنگا اور اجرت پوری دیکر اپنا کپڑا
لے لونگا پس اُس اثناء میں وہ کپڑا جولاہہ کے ہاتھ سے اچک لیا گیا معلوم نہ ہوا کہ کسنے اچک لیا ہے تو فقیہ ابو بکر بلخی رحمہ نے
فرمایا کہ اگر جولاہہ نے مالک کو کپڑا دیدیا یا ایسا کر دیا کہ وہ چاہے تو اسکے ہاتھ سے لے لے پھر اُسنے جولاہہ کو کپڑا دیدیا
تاکہ اجرت ادا کرنے لے تو وہ کپڑا جولاہہ کے پاس رہن رہا پھر جب تلف ہوا تو اجرت کے عوض تلف ہوا یعنے اجرت
بھی گئی اور اگر مالک کپڑے نے بطور ودیعت کے کپڑا اسکو دیا تو جولاہہ ضامن نہ ہوگا اور اسکی مزدوری مالک پر بحالہ رہیگی
اور اگر واپس دینے سے پہلے جولاہہ نے بوجہ اجرت کے دینے سے روکا ہو تو اسمیں علماء نے اختلاف کیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ
ایسی صورت میں باہم کسی چیز پر صلح کر لیں یہ فتاوے قاضی خان ہے۔ اور اگر اجیر کوئی کندی کرنے والا ہو اور مالک نے
حکم دیا کہ اپنے پاس رکھے تاکہ اجرت ادا کر کے لیوے اور وہ تلف ہو گیا تو اسمیں اختلاف ہے اور جولاہہ کے مسئلہ پر قیاس
کر کے اسمیں بھی تفصیل ہونی چاہیئے یہ محیط میں ہے۔ جولاہہ نے ایک شخص کا کپڑا بن دیا پھر مالک نے لینے کے واسطے وہ
کپڑا پکڑ لیا اور جولاہہ نے اپنی مزدوری کے واسطے دینے سے انکار کیا پس مالک کے ہاتھ سے کپڑا پھٹ گیا تو
جولاہہ پر ضمان نہ آویگی اور اگر دونوں کے ہاتھ سے پھٹا ہو تو جولاہہ نصف کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر دلال نے
کپڑا فروخت کر کے کپڑے کے دام کہ جسکی بیع کے واسطے مامور تھا مالک کی اجازت سے رکھ لیے تاکہ مالک اسکو ادا کرکے دام
لے لے پھر وہ ثمن اسکے پاس سے چوری گیا تو بالاجماع ضامن نہوگا اسی طرح اجیر کے مالک نے اگر حمال سے کہا کہ یہ اپنے
پاس رکھ کر میں اجرت دیکر لونگا پھر گٹھریاں چوری گئیں تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ دلال وحمال کے کام کا اثر مال عین میں

قائم نہیں ہوتا ہو اور جس کام کا اثر مال میں نہیں قائم ہو وہ اجرت کے واسطے روک نہیں سکتا پس لامحالہ اسکے پاس چیز امانتا میں رہی اور رہن نہو گی یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اگر زید نے عمرو سے اپنے قرضہ کے عوض جو عمرو پر آتا ہو کوئی گھر عمرو کا کرایہ پر لیا تو جائز ہو اسی طرح بعینہ اس مسئلہ میں اگر بجائے گھر کے غلام لیا تو بھی جائز ہو اور اگر دونوں نے باہم اجارہ فسخ کیا اور مستاجر نے اپنے قرضہ سابق کے لیے اجارہ کی چیز روک رکھنی چاہی تو اسکو یہ اختیار ہو یہ محیط میں ہو زید نے اپنے مدیون سے کوئی گھر کرایہ پر لیا اور اجرت میں کچھ قرضہ کاٹ دیا تو جب مدت اجارہ منقضی ہو جاوے تو زید کو باقی قرضہ کے لیے اجارہ کی چیز روک رکھنے کا اختیار نہوگا اور اگر اجارہ کی مدت گذرنے کے بعد گھر میں رہا تو مدت اجارہ کے بعد جب تک رہا اسکی کچھ اجرت دینی واجب نہو گی یہ فتاوی کبریٰ میں ہو ایک شخص نے ایک گھر اجارہ دیا اور اجرت معجلہ مقرر کر کے مستاجر سے لے لی اور گھر اسکے سپرد نہ کیا یہاں تک کہ خود مر گیا اور عقد ٹوٹ گیا تو مستاجر کو اپنی اجرت معجلہ واپس لینے کے واسطے گھر کو روک لینے کا اختیار نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اور اگر اجارہ فاسد ہو تو مستاجر کو اپنی اجرت معجلہ واپس لینے کے واسطے روک رکھنے کا اختیار ہوتا ہو یہ خلاصہ میں ہو۔ حاکم نے ذکر فرمایا ہو کہ اگر کچھ مدت معلومہ کے واسطے کوئی غلام اجارہ لیا اور اجرت معجلہ ادا کر دی پھر موجر مر گیا تو مستاجر کو اختیار ہو کہ مابقی مدت کے حصہ کی اجرت واپس لینے کے واسطے غلام کو روک رکھے اور اگر غلام اسکے ہاتھ میں مر گیا تو اسپر ضمان نہ آویگی اور اجرت واپس کر کے لیگا یہ محیط میں ہو

تیسرا باب اُن اوقات کے بیان میں جنمیں اجارہ واقع ہوتا ہو۔ مدت معلومہ پر اجارہ صحیح واقع ہوتا ہو خواہ قلیل ہو جیسے ایک دو دن وغیرہ یا کثیر طویل ہو جیسے دو چار برس وغیرہ کذا فی المضمرات اور جس وقت سے بیان کر دیا اسی وقت سے ابتداء مدت کا شمار ہوگا اور اگر کچھ بیان نہ کیا تو جس وقت سے اجارہ لیا اُسی وقت سے ابتداء مدت لگائی جاویگی یہ کافی میں ہو۔ اگر زید نے ایک مہینہ محرم الحرام کے واسطے گھر اجارہ دیا پھر دوسرے کو ماہ صفر کے واسطے اجارہ دیا اور عقد ماہ محرم میں قرار پایا تو پہلے وہ گھر محرم کے واسطے اجارہ لینے والے کو سپرد کر دے پھر جب محرم گذر جاوے تو صفر کے مستاجر کو سپرد کر دے یہ سراج الوہاج میں ہو۔ اور اگر ایک ماہ یا چند ماہ کے واسطے اجارہ واقع ہوا پس اگر عقد اجارہ غرہ ماہ میں ٹھہرا تو مہینہ کا شمار چاند پر ہوگا حتی کہ اگر انتیس کا چاند ہوا ایک دن گھٹ جاوے تو اجرت میں کمی نہوگی پوری دینی پڑیگی اور اگر مہینہ کے کچھ دن گذرے اجارہ قرار دیا گیا تو ماہواری اجارہ لینے میں بالاجماع تیس روز کا مہینہ قرار دیا جائیگا اور اگر چند ماہ کے واسطے اجارہ لیا حالانکہ شروع مہینہ سے کچھ دن گذرے اجارہ قرار پایا ہو تو امام اعظم رح سے دو روایتیں ہیں ایک یہ ہو کہ سب مہینوں کا شمار تیس دن کے حساب سے ہوگا اور دوسری روایت میں ہو کہ صرف اس مہینہ کا شمار دنوں سے ہوگا اور باقی مہینوں کا حساب چاند سے ہوگا یہ بدائع میں ہو۔ اور اگر ماہواری چند مہینوں کیواسطے اجارہ ٹھہرا ہو حالانکہ کچھ دن گذرے اجارہ بیچ مہینہ میں قرار پایا تو بلا خلاف اس مہینہ کا حساب جسمیں عقد قرار دیا گیا ہو دنوں سے ہوگا اور باقی مہینوں کا بھی دنوں سے شمار ہوگا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر ایک سال مستقبل کے واسطے اجارہ لیا پس اگر شروع چاند سے اجارہ لیا تو چاند کے حساب سے بارہ مہینہ سال کے گنے جاوینگے اور اگر بیچ مہینہ میں عقد ٹھہرا ہو تو دنوں کے حساب سے تین سو ساٹھ روز کا سال گنا جائیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور امام ابو یوسف سے بھی مروی ہو اور امام محمد کے نزدیک ذہی ایک مہینہ بحساب دنوں کے لیا جائیگا اور باقی گیارہ مہینہ چاند کے حساب سے شمار کیے جاوینگے اور یہی امام ابو یوسف سے مروی ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اجارہ دیا اور ہر مہینہ ایک درم اجارہ ٹھہرایا تو ایک مہینہ

کے واسطے عقد صحیح اور باقی کا فاسد ہے اور مہینہ گذرنے پر دونوں میں سے ہر ایک کو عقد توڑ دینے کا اختیار رہوگا کیونکہ عقد صحیح کی مدت گذر گئی۔ ہاں اگر اُسنے سب مہینوں کو یکبارگی بیان کر دیا ہو کہ چار یا چھ مہینے کے واسطے ایک درم ماہواری کے حساب سے اجارہ دیا تو جائز ہے اور ظاہر الروایۃ میں آیا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کو جو مہینہ آوے اُسکی چاند رات اور اُسی رات کے دن میں خیار حاصل ہوگا کذا فی الکافی اور ظاہر الروایۃ ہی پر فتوی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر بیچ مہینہ میں عقد فسخ کیا تو فسخ نہوگا اور بعض نے کہا کہ فسخ ہوگا جب مہینہ نکل جاوے اور شیخ ابو نصر محمد السیاہی فرماتے تھے اور اگر بیچ مہینہ میں کہا کہ شروع مہینہ میں میں نے فسخ کر دیا تو جسوقت چاند ہوگا اُسی وقت بلاشبہہ فسخ ہو جائیگا اور اگر دو یا تین مہینہ کی اجرت پہلے دیدی اور اُس نے قبضہ میں لے لی تو جسقدر دنوں کی اجرت پہلے دیدی ہے اُتنے دنوں کسی کو فسخ کا اختیار نہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے ہوتے ہوئے اجارہ فسخ کیا تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظم و امام محمد کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق نہیں صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے ایک سال کیواسطے تجھے یہ گھر کرایہ دیا ماہواری ایک درم ہے تو بالاجماع جائز ہے کیونکہ مدت معلوم اور اجرت معلوم ہے پس بلا عذر سال گذرنے سے پہلے دونوں میں سے کسی کو فسخ کا اختیار نہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر دس درم پر سال بھر کے واسطے اپنا مکان کرایہ دیا تو جائز ہے اگرچہ ماہواری قسط بیان نہ کی کیونکہ مدت معلوم ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک روز کے واسطے کسی کام کرانے کو کوئی مزدور مقرر کیا پس اگر وہاں کے لوگوں کا معمول یہ ہو کہ صبح سے عصر تک کام کرتے ہوں تو دن بھر سے یہی مراد ہوگی اور صبح سے غروب آفتاب تک معمول ہو تو یہ مراد ہوگی اور اگر دونوں معمول ہوں تو صبح سے غروب تک رکھا جائیگا کیونکہ اُسنے دن کا لفظ کہا ہے اسکے اعتبار سے غروب تک قرار دینا چاہیے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ گھر کے کام کے واسطے جو شخص اجیر مقرر کیا گیا اسکا کام یہ ہے کہ صبح تڑکے اُٹھے اور چراغ روشن کرے اور اگر مخدوم کی نیت روزہ کی ہو تو سحری کھلاوے اور پانی لاکر وضو کراوے اور وضو کا طشت اوٹھا کر چہ بچہ میں پھینک آئے اور جاڑے کے دنوں میں صبح و شام آگ روشن کردے اور مخدوم کے ہاتھ پاؤں اور تمام بدن داب دے یہانتک کہ وہ سو جاوے اور ایسے اور کام ضروری ہیں یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے اور اگر کسی نے ایک روز کے واسطے ٹٹو کرایہ لیا تو صبح صادق سے غروب تک سوار ہو سکتا ہے اور اگر رات کے واسطے لیا تو غروب سے سوار ہو اور صبح صادق ہوتے ہی واپس کردے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر نہار کے واسطے کرایہ لیا تو اسکا حکم کتاب میں مذکور نہیں ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ صبح آفتاب نکلنے سے غروب تک سوار ہو سکتا ہے کیونکہ نہار روشنی کا نام ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ گفتگو فرق کی اہل لغت کے نزدیک ہے کہ وہ لوگ نہار اور روز کے معنی میں فرق کرتے ہیں اور عام لوگ اپنی بول چال میں فرق نہیں کرتے ہیں پس وہی حکم ہوگا جو ایک روز کے کرایہ لینے میں مذکور ہوا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے وان اکاری دابۃ من الغدوۃ الی العشی یردہا بعد زوال الشمس۔ اگر کسی نے غدوہ سے عشا تک کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا تو زوال شمس کے بعد واپس کرے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ سورج ڈھلے واپس کرنے کا حکم اہل عرب کے محاورہ کے موافق ہے اور ہمارے عرف کے موافق اجارہ سورج ڈھلے تمام نہوگا بعد غروب شمس کے تمام ہوگا کیونکہ ہمارے نزدیک عشا کا لفظ فقط سورج ڈوبنے کے بعد کے وقت بولا جاتا ہے اسی طرح اگر فارسی میں کہا کہ این خر بدرم گرفتم تا شبانگاہ یعنی میں نے یہ خچر شبانگاہ تک کے واسطے ایک درم کو کرایہ لیا تو بھی ہمارے محاورہ کے موافق سورج ڈوبنے تک ہوگا کذا فی المحیط قال المترجم اور ہمارے عرف کے موافق جب تک نماز مغرب کا

وقت باقی ہو عشا کا وقت نہیں ہوسکتے ہیں اسیلیے ہمارے عرف کے موافق نماز مغرب کا وقت نکل جانے تک رہنا چاہئے
واللہ اعلم ۔ اور اگر کسی بڑھئی کو اجارہ پر مقرر کیا کہ دس روز تک میرا کام کرے تو عقد اجارہ ان دس روز پر ہوگا جو متصل ہیں وہ
قرار دیے جاوینگے اور اگر کہا کہ گرمیوں میں دس روز تک کام کرے تو عقد صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ دس روز مجہول ہیں اور اگر
کہا کہ [illegible] کے دس روز وغیرہ کہہ دے تو صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے ۔ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے
دوسرے کو دو درم دیے تاکہ دو روز تک اسکا کام کرے اُس نے ایک روز کام کیا اور دوسرے روز کام سے
انکار کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر اُسنے کام بیان کر دیا ہو تو اجارہ جائز اور کام کرنے پر مجبور کیا جائیگا پھر اگر دو روز گذر گئے تو بعد کو
اُس سے کام کرنے کیواسطے مطالبہ نہ ہوگا اور اگر کام بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی کہا کہ کسی دو روز میں کام کر دے تو اجارہ فاسد
ہوگا اور اگر مزدور نے کام کیا تو اُسکو دو درم نہیں بلکہ اجر المثل ملیگا یہ حاوی میں ہے ۔ فتاوی فضلی میں ہے کہ اگر کسی کو کسی کام
معلوم کے واسطے ایک روز کے لیے مزدور کیا تو مزدور پر واجب ہے کہ تمام دن یہی کام کرے اور سوائے فرض نماز دن کے
کسی کام میں مشغول نہو اور فتاوی اہل سمرقند میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ نماز سنت بھی ادا کرسکتا ہے اور نفل نہ
ادا کرنے پر سبھوں کا اتفاق ہے اور اسی قول پر فتوی ہے یہ ذخیرہ میں ہے ۔ غریب الروایہ میں لکھا ہے کہ شیخ ابو علی الدقاق نے فرمایا کہ
مستاجر اپنے اجیر کو شہر کے اندر جمعہ کی نماز میں جانے سے منع نہیں کرسکتا ہے اور اگر جامع مسجد دور ہو تو جسقدر دیر تک وہ اس
کام میں مشغول رہے اتنی اجرت کاٹ لے اور اگر نزدیک ہو تو اجرت میں سے کچھ کم نہیں کرسکتا پس اگر دور ہونے کی صورت
میں چوتھائی روز اُسنے صرف کیا تو چوتھائی مزدوری کاٹ لے اور اگر مزدور نے کہا کہ چوتھائی میں صرف اسقدر وضع کرے
جسقدر دیر تک نماز میں مشغول رہا ہوں تو یہ نہیں کرسکتا ہے پھر فرمایا کہ احتمال ہے کہ چوتھائی میں سے اسی قدر وضع کرے
لیکن جسقدر دیر تک نماز میں رہا ہو یہ محیط میں ہے ۔ اگر ایک مہینہ تک اپنے کام معلوم کیواسطے کوئی اجیر مقرر کیا تو عرف کے موافق
جمعہ کا روز داخل نہ ہوگا اور اجارہ کی ابتدا نماز صبح کے وقت سے ہوگی یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے ۔ ایک بڑھئی کو ایک روز کام
کے واسطے اجیر مقرر کیا پھر اسکو دوسرے شخص نے حکم کیا کہ میرے واسطے ایک گھڑا ایک درم میں بنا دے اُسنے بنا دیا پس اگر
اُسکو معلوم تھا کہ یہ اجیر ہے تو حلال نہیں ہے اور اگر نہیں معلوم تھا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور جتنی دیر بڑھئی نے اُس کام میں لگائی اتنی مزدوری
کم کر دیجائیگی لیکن اگر مستاجر نے اُسکو حلال کر دیا یعنی معاف کر دیا تو پوری مزدوری حلال ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر مزدور نے
ایک شخص کے یہاں مقرر ہونے کے بعد کمانے وغیرہ کے لحاظ سے دوسری جگہ اُس سے اچھی پائی پس اگر پہلے شخص کے یہاں ایک
درم پر ٹھہرا تھا اور دوسرے کے یہاں دو درم پر ٹھہرتا ہو تو دوسرے کا کام کرنا حلال نہیں ہے اگرچہ اسکو دو درم کیوں نہ ملتے ہوں یہ محیط میں ہے

چھٹا باب ۔ اجیر کو اجرت میں تصرف کرنے کے بیان میں ۔ موجر نے یعنی جسکی چیز اجارہ پر لی ہے اگر مستاجر کو اجرت سے
بری کیا یا اجرت اسکو ہبہ کر دی یا صدقہ دیدی اور یہ امر مستاجر کے منفعت حاصل کرنے سے پہلے کیا اور عقد میں تعجیل کے ساتھ
اجرت ادا کرنے کی شرط نہ تھی تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں ہے خواہ اجرت مال عین ہو یا دین ۔ اور اجارہ
بحال باقی رہیگا فسخ نہوگا ۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر اجرت دین ہو تو یہ جائز ہے خواہ مستاجر قبول کرے یا نہ کرے اور
اجارہ نہ ٹوٹیگا اور اگر مال عین اجرت میں ٹھہرا ہو اور موجر نے مستاجر کو ہبہ کیا اور باہمی قبضہ واقع ہونے سے پہلے یہ ہبہ
واقع ہوا پس اگر اُسنے ہبہ قبول کیا تو اجارہ باطل ہوجائیگا اور اگر ہبہ رد کر دیا تو اجارہ بحالہ عود کریگا باطل نہوگا یہ محیط میں ہے
اور اگر مستاجر کو اجرت سے بری کیا یا اجرت ہبہ کر دی پس اگر اجرت دین ہو اور تعجیل کی شرط ہو تو بالاجماع صحیح ہے اور عقد اجارہ

بحالہ باقی رہیگا اور اگر سوای ایک درم کے سب اجرت سے بری کیا تو بالاجماع صحیح ہو کیونکہ یہ امر بمنزلہ اجرت کم کر دینے کے
ہو اور اگر اجرت میں مال عین ٹھہرا ہو تو بری کرنا صحیح نہیں ہو یہ غیاثیہ میں ہو۔ اور اگر مستاجر کے پوری منفعت حاصل کر لینے کے
بعد موجر نے ایسے تصرفات کیے تو بہر حال بلاخلاف صحیح ہو یہ محیط میں ہو۔ فقیہ ابو اللیث رح نے نوازل میں فرمایا کہ اگر
موجر نے ماہ رمضان کا کرایہ ہبہ کیا تو فقیہ نے کہا کہ امام محمد رح کے قول کے موافق اگر سالانہ اجرت پر لیا ہو تو جائز ہو اور اگر
ماہواری پر لیا ہو تو رمضان آنے سے پہلے نہیں جائز ہو اور جب رمضان آجاوے تو جائز ہو یہ محیط سرخسی میں ہو اور ہم اسی کو
لیتے ہیں یہ وجیز کردری میں ہو۔ اور اگر نصف سال گذر گیا پھر موجر نے اسکو پوری اجرت سے بری کیا یا ہبہ کر دی تو امام
محمد رح کے نزدیک سب سے بری ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصف سے بری ہو گا۔ اور نصف سے
بری ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہو۔ حاکم شہید رح نے منتقی میں فرمایا کہ ایک شخص نے کسی اجرت معلومہ پر اپنی زمین ایک شخص کو اجارہ
دی اور اجرت لے لی اور ہنوز مستاجر نے زمین میں کھیتی نہیں کی تھی کہ موجر نے مستاجر کو اجرت ہبہ کر کے دیدی پھر کسی
وجہ سے باہمی اجارہ ٹوٹ گیا تو مستاجر کو اختیار ہو گا کہ موجر سے وہ اجرت جو اس نے دیدی ہو واپس کرے سوا
اسقدر حصہ کے جو سال میں سے گذرا اور زمین مستاجر کے پاس رہی ہو اور اگر موجر نے اجرت پر قبضہ کرنے سے پہلے
ہبہ کر دی ہو تو بعد نقض اجارہ کے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہو یہ محیط میں ہو۔ اور اگر موجر نے مستاجر سے کوئی مال عین خریدا
تو بالاتفاق جائز ہو اور عقد بیع میں مثل اجرت کے موجر کے ذمہ ثمن قرار دیا جائیگا پھر ثمن واجرت میں بدلا واقع
ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہو پھر اگر منفعت کا حاصل کرنا متعذر ہو گیا تو مستاجر اپنے ثمن کے درم واپس لیگا مال عین جو فروخت
کر دیا ہو واپس نہ لیگا یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اگر اجرت میں درم ٹھہرے ہوں اور بجاے انکے آٹا یا روغن زیتون وغیرہ
کوئی شے عوض میں لیلی تو جائز ہو یہ غیاثیہ میں ہو۔ اور اگر موجر و مستاجر نے باہم بیع صرف کر لی اور درموں کے عوض دینار لیلیے
پس اگر مستاجر کے منفعت تام حاصل کرنے کے بعد ایسا کیا یا اجرت کی تعجیل عقد اجارہ میں شرط تھی یعنی اگر اجرت واجب
ہو چکی پھر ایسا کیا تو بیع صرف بالاجماع جائز ہو اور اگر تمام منفعت حاصل نہیں کر چکا اور نہ تعجیل اجرت کی شرط تھی تو اختلاف ہو موافق
قول امام محمد اور اول قول امام ابو یوسف کے جائز ہو اور دوسرا قول امام ابو یوسف کا یہ ہو کہ اگر ایفاء عمل سے پہلے دونوں
جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل ہو گی یہ حکم اس صورت میں ہو کہ جب اجرت دین ہو اور اگر اجرت مال عین ہو مثلاً نقرہ معین ہو اور
مستاجر نے بجاے اسکے دینار دیے تو جائز نہیں ہو خواہ استیفاء منفعت سے پہلے ایسا کیا ہو یا اسکے بعد اور خواہ تعجیل اجرت کی شرط
لگانے کے بعد ایسا ہو یا اس سے پہلے۔ اور کتاب الاصل میں لکھا ہو کہ اگر اجرت کے عوض بیع صرف واقع ہوئی اور حال یہ ہو کہ
کسی شے معین کے اٹھانے پر دس درم اجرت پر اجارہ واقع ہوا ہو پھر کچھ نہیں اٹھایا اور مر گیا یا آدھی دور چلکر مر گیا تو پوری اجرت مستاجر کو
واپس کیجاویگی بشرطیکہ حمال نے کچھ نہ اٹھایا ہو اور اگر آدھی دور اٹھایا ہو تو آدھی اجرت یعنی پانچ درم اسکو واپس دیے جاوینگے
اور یہ حکم امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق ہو سکتا ہو اور یہی امام محمد رح کا قول ہو اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے
قول کے موافق بیع صرف صحیح نہ ہو گی اور باہمی بدلا واقع نہ ہو گا اور مستاجر پوری اجرت ادا کرنے والا قرار نہ دیا جائیگا اور
اگر کچھ بوجھ اٹھانے سے پہلے حمال مر گیا تو وارثان حمال پر واجب ہو گا کہ مستاجر کو دینار واپس کریں کیونکہ حمال نے بیع
صرف فاسد کے حکم سے اسپر قبضہ کیا تھا اور وارثان حمال کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر آدھی دور چلکر راہ میں مر گیا تو وارثان
حمال وہ دینار مستاجر کو واپس دینگے اور وارثان حمال کو نصف اجرت ملیگی یہ محیط میں ہو۔ اگر کچھ درم معلومہ کے عوض ایک

سال کے واسطے نامی کو ایک گھر کرایہ پر دیا پھر ایک شخص نے موجر سے کچھ قرض مانگا اُسنے نامی کو حکم دیا کہ دو مہینہ کا کرایہ اس شخص کو دیدے پس وہ شخص نامی سے آٹا و روغن وغیرہ ایسی ایسی چیزیں لیتا رہا یہانتک کہ دونوں مہینہ کا کرایہ پورا ہو گیا تو یہ جائز ہی اور نامی کا اس شخص پر کچھ نہو گا ولیکن مالک مکان کا اسپر قرض ہو گا چنانچہ اگر خود نامی سے وصول کر کے اسکو دیدیتا تو بھی قرض ہوتا اسی طرح یہ بھی قرض ہو گا یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر مستقرض نے نامی سے ایک دینار خرید لیا تو بھی جائز ہی بشرطیکہ نامی پر یہ کرایہ واجب ہو گیا ہو مثلاً دو مہینے گذر گئے ہوں یا تعجیل شرط کی ہو اور یہ جواز سب کے نزدیک بالاتفاق ہو گا اور اگر کرایہ نہ واجب ہو گیا ہو مثلاً مدت نہ گذری ہو و شرط تعجیل ہو تو امام ابو یوسف رح کے قول اول و قول امام محمد رح کے موافق بیع صرف جائز ہو گی اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول کے موافق ناجائز ہو گی اور اگر قرض طلب کرنے والے پر نامی کا ایک دینار قرض ہو اور مکان کا کرایہ دس درم ماہواری مقرر ہو اور ایک مہینہ گذر گیا اور مکان والے نے نامی سے کہا کہ اس شخص کو دو مہینہ کا کرایہ دیدے کہ میرا اُسپر قرض رہیگا اور وہ شخص اسپر راضی ہو گیا تو جائز ہی پھر اگر نامی نے اپنے دینار سے جو اسپر آتا ہی بدلا کر لیا اور باقی کے عوض اُسنے نامی سے اپنی ضروریات کی چیزیں خرید یں تو جائز ہی کیونکہ جنس مختلف میں باہم بدلا کر لینا اسوقت ناجائز ہوتا ہی جب باہمی رضا مندی نہ پائی جاوے اور جب پائی جاوے تو جائز ہی ولیکن اگر بیع صرف قرار دی تو ایسا نہیں ہی پھر یہ بیع صرف بقدر ایک مہینہ کے کرایہ کے جو واجب ہو گیا ہی بالاتفاق جائز ہی اور باقی ایک ماہ کا کرایہ جو نہیں واجب ہوا ہی اسمیں اختلاف ہونا چاہیے کہ امام محمد رح کے نزدیک و امام ابو یوسف کے قول اول کے موافق جائز ہی اور دوسرے قول امام ابو یوسف کے موافق ناجائز ہی چنانچہ اگر خود مکان والا دوسرے ماہ کے کرایہ کے عوض جو نہیں واجب ہوا ہی نامی سے بیع صرف کرے تو بھی جواز ہو گا پھر فرمایا کہ یہ بیع صرف مکان والے اور نامی کے درمیان نہو گی بلکہ مستقرض اور نامی کے درمیان قرار دیجائیگی کذا فی المحیط اور اگر مکان والے نے اس شرط سے درم قرض دیئے کہ جب قرض ادا کرے تو ایک دینار و دس درم ادا کرے تو یہ جائز نہیں ہی اور اگر نامی پر اسطرح اقرار دیئے اور اسنے اپنے دینار کے عوض بدلا کر دیا تو قرضخواہ کے مستقرض پر صرف بیس درم ہو نگے۔ اور اگر مکان والے نے اسکو دو مہینہ کا کرایہ قرض دیا حالانکہ نامی ہنوز مکان میں بالکل نہیں رہا۔ اور نامی کو حکم دیا کہ اسکو دیدے اور نامی اسپر راضی ہوا اور اُسکو آٹا و روغن اور کپڑے دس درم کے عوض ایک دینار دیا پھر نامی کے مکان میں سکونت اختیار کرنے سے پہلے مکان والا مر گیا یا مکان گر گیا یا کسی نے استحقاق میں لے لیا تو مستقرض سے نامی کچھ نہیں لے سکتا ہی ولیکن مکان والے سے اپنے درم لیگا اور مکان والا مستقرض سے لیگا یہ مبسوط میں ہی۔ ولیکن جاننا چاہیے کہ نامی مکان والے سے اپنے بیس درم امام ابو یوسف کے قول اول و قول امام محمد کے موافق لیگا اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول کے موافق مکان والے سے صرف دس درم جو اشیاء ضروری میں عوض ہو گئے ہیں وہی لے سکتا ہی اور باقی دس درم میں جو بیع صرف کر کے دیا ہی اُسکے درم مکان والے سے نہیں لے سکتا ہی بلکہ مستقرض سے اپنا دینار واپس لیگا کیونکہ اُس نے بیع صرف فاسد کی رو سے اسپر قبضہ کیا تھا یہ محیط میں ہی۔ اگر کسی نے گھر کرایہ لیا اور اُسمیں رہا پھر وہ گھر استحقاق میں لے لیا گیا تو کرایہ موجر کو ملیگا اور وہ صدقہ کر دے کیونکہ یہ امر ظاہر ہو گیا کہ موجر اس گھر کے کرایہ پر دینے میں غاصب تھا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر ایک کپڑے کے عوض گھر کرایہ لیکر اُسنے درموں کے عوض کرایہ پر دیا جو کپڑے کی قیمت سے زیادہ ہیں تو موجر کو زیادتی حلال ہی اور جنس مختلف کے معاوضہ

یہی حکم ہو چنانچہ اگر دس درہم کرایہ پر دیا اور مستاجر نے دو دینار دیے تو بھی زیادتی حلال ہو کیونکہ درہم و دینار میں
قیمت اندازہ کرنے کے بغیر زیادتی دکھی ظاہر نہیں ہوتی ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر مکان والے نے مہینہ گذرنے سے
پہلے تمام کرایہ بتعجیل لینا چاہا اور مستاجر نے انکار کیا تو جس قدر دن مستاجر کو رہتے ہوئے ہیں اتنے دنوں کے کرایہ دیدینے
کیواسطے مجبور کیا جائیگا اور باقی دنوں کے حصہ کے کرایہ دیدینے کے واسطے مجبور نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہو اگر کسی نے
معین کپڑے کے عوض اپنا گھر کرایہ دیا اور مستاجر اسمین رہا تو مکان والے کو کپڑے پر قبضہ کرنے سے پہلے مستاجر یا کسی
دوسرے کے پاس اس کپڑے کے بیچ کر دینے کا اختیار نہیں ہو اسی طرح عروض وحیوان کیلی و وزنی وغیرہ ہر شی معین میں یہی حکم ہو یہ
مبسوط میں ہو اور اگر کیلی و وزنی کوئی چیز غیر معین ہو مگر وصف بیان کر کے مستاجر کے ذمہ قرار دی گئی ہو تو قبضہ کر لینے سے پہلے مستاجر
کے ہاتھ اسکے فروخت کر دینے میں کچھ ڈر نہیں ہو مگر یہ حکم اسوقت ہو کہ جب کوئی شی بسبب استیفا منفعت یا شرط تعجیل کے مستاجر کے
ذمہ واجب ہوگئی ہو یہ محیط میں ہو اور اگر اسکے عوض کوئی شی معین خرید کی تو جائز ہو خواہ اسی مجلس میں اپنے قبضہ میں لے لی
ہو یا نہ لی ہو اور اگر بعوض اسکے کوئی غیر معین چیز خریدی تو بدون قبضہ کرنے کے جدا نہ ہوا اور اگر قبضہ سے
پہلے جدا ہو گیا تو بیع ٹوٹ جاویگی۔ اور اگر مکان والے نے اس چیز کو جو کرایہ میں ذمہ ٹھہری ہو سوائے مستاجر
کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو روا نہیں ہو کیونکہ جو چیز کسی شخص کے ذمہ قرضہ ہو اسکو سوائے قرضدار کے دوسرے
کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اگر کسی شخص نے ایک سال کے واسطے اپنا گھر بعوض ایک غلام معین کے
کرایہ پر دیا اور ہنوز غلام پر قبضہ نہ کیا اور نہ گھر مستاجر کے سپرد کیا تھا کہ وہ غلام آزاد کر دیا تو عتق باطل ہو کیونکہ جو اجرت قرار
پائی ہو وہ استیفاء منافع یا تعجیل یا شرط تعجیل کے پائے جانے سے موجر کی ملک میں ہو جاتی ہو اور یہاں انمین سے کچھ
نہیں پایا گیا۔ اور اگر موجر نے غلام پر قبضہ کر لیا اور ہنوز مستاجر کو مکان کا قبضہ نہ دیا تھا کہ غلام کو آزاد کر دیا تو اعتاق جائز ہو
یہ محیط میں ہو۔ پھر اگر مستاجر نے گھر قبضہ میں لیا اور میعاد سکونت تمام ہوئی تو خیر اور اگر عقد اجارہ فسخ ہو گیا خواہ مکان پر استحقاق
ثابت ہونے کی وجہ سے یا دونوں میں سے کسی کی موت یا مکان کے غرق ہونے کی وجہ سے یا قدرت انتفاع
حاصل نہ رہنے کے باعث سے تو آزاد کرنے والے پر غلام کی قیمت دینی واجب ہوگی اور اگر وہ غلام مستاجر کے
پاس رہا اور مستاجر اس مکان میں ایک مہینہ رہا پھر دونوں نے غلام کو آزاد کر دیا تو موجر کی طرف سے بقدر ایک مہینہ کی
اجرت کے آزاد ہوا اور باقی مستاجر کی طرف سے آزاد ہوا اور باقی سال کا اجارہ ٹوٹ گیا یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر پھر مستاجر
اس مکان میں باقی سال تک رہا تو اسکو اجر المثل دینا پڑیگا یہ غیاثیہ میں ہو اور اگر موجر کے غلام پر قبضہ کرنے سے پہلے میعاد
سکونت پوری ہوگئی پھر وہ غلام مرگیا یا استحقاق میں لے لیا گیا تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو اور اجارہ فاسد
کی صورت میں بھی اجر المثل واجب ہوتا ہو ولیکن جسقدر بیان کیا گیا ہو اس سے بڑھایا نہ جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اگر
موجر نے وہ غلام بسبب خیار عیب یا خیار رویت کے واپس کر دیا حالانکہ مستاجر پوری مدت تک سکونت حاصل کر چکا ہو تو اسپر اجر المثل
واجب ہوگا کیونکہ عقد اجارہ جڑ سے ٹوٹ گیا یہ غیاثیہ میں ہو۔ اور اگر مستاجر نے وہ غلام مکان والے کو دیدیا اور ہنوز مکان میں
سکونت نہ اختیار کی تھی کہ خود ہی وہ غلام آزاد کیا تو عتق باطل ہو کیونکہ مکان والے کو دیدینے کی وجہ سے اسکی ملک سے
نکل گیا پس اسنے ایسے غلام کو آزاد کیا جو اسکی ملک میں نہیں ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر مستاجر ایک مہینہ تک مکان میں رہا پھر مستاجر
کے پاس وہ غلام مرگیا قبل اسکے کہ موجر کے سپرد کرے تو مستاجر کو ایک مہینہ کا اجر المثل دینا واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو بخلاف

آ سکے اگر اجارہ فاسد ہوتا تو اجر المثل دینا پڑتا مگر غلام کی قیمت کے پرتے پر جو ایک مہینہ کا کرایہ پڑتا ہو اس سے زیادہ نہ کیا جاتا یہ محیط میں ہو۔ اگر موجر نے مستاجر کی بلا اجازت مال اجارہ کہ جو عین ہی قبضہ میں سے لیا اور اسکو فروخت کر دیا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو بیع نافذ ہو جاویگی اور اگر اجارہ فسخ ہو گیا تو مستاجر اپنے موجر سے اس مال معین کی قیمت سے لیگا اور اگر اجرت میں کوئی غلام ٹھہرا اور تعجیل کے ساتھ موجر کو دیدیا یا اسنے آزاد کر دیا یا اسکے پاس مر گیا پھر اجارہ فسخ ہو گیا تو مستاجر اسکی قیمت واپس لیگا اور اگر آدھی مدت گذرنے کے بعد اجارہ فسخ ہوا تو غلام کی نصف قیمت واپس لیگا یہ غیاثیہ میں ہو۔ ایک شخص نے بعوض ایک غلام معین کے ایک مکان ایک سال کے واسطے کرایہ لیا اور اسمیں ایک مہینہ رہا اور غلام موجر کو نہ دیا پھر اسکو خود آزاد کر دیا تو آزاد کر دینا صحیح ہو اور مستاجر پر ماہ گذشتہ کا اجر المثل جاہیے جسقدر ہو واجب ہوگا اور باقی سال کا اجارہ ٹوٹ جائیگا اسی طرح اگر کوئی گھر بعوض کسی مال معین کے کرایہ لیا اور اسمیں سکونت اختیار کی اور مال معین ندیا یہانتک کہ وہ مال تلف ہو گیا تو اجر المثل دینا پڑیگا چاہیے جہانتک پہونچے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے

پانچوان باب۔ اجارہ میں خیار وغیرہ شرط لگانے کے بیان میں۔ اگر تین روز کے خیار شرط پر اجارہ لیا تو جائز ہی اور زیادہ میں اختلاف ہی یہ وجیز کردری میں ہو۔ اور مدت خیار کی ابتداء وقت اجارہ سے شمار ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہو اور اگر مستاجر نے تین روز کے خیار کی شرط لگائی اور اس مدت میں مکان کے اندر سکونت اختیار کی تو خیار ساقط ہو گیا او۔ اگر سکونت کے سبب سے منزل گر پڑی تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ اسنے بحکم اجارہ سکونت اختیار کی ہو اور ابتدا مدت خیار کے ساقط ہونے کے وقت سے گنی جاویگی یہ وجیز کردری میں ہو اور اگر مکان والے کو خیار ہو اور مستاجر نے مدت خیار میں رہنا اختیار کیا تو کچھ اجرت نہ دیگی اور مستاجر کی سکونت کے سبب سے جو کچھ منہدم ہوا اسکا ضامن ہوگا یہ غیاثیہ میں لکھا ہو۔ اور اگر موجر کی اجازت دینے کے بعد سکونت اختیار کی تو اجرت لازم آویگی اور مستاجر کو خیار رویت حاصل ہوگا اور مکان کا دیکھ لینا مثل منافع دیکھنے کے شمار ہوگا یہ وجیز میں ہو۔ اگر بے دیکھا ہوا گھر اجارہ لیا تو خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر دیکھا ہوا گھر اجارہ لیا تو خیار رویت حاصل نہوگا ولیکن اگر اسمیں سے ایسا کچھ گر گیا ہو جس سے سکونت کے منافع میں کچھ نقصان آتا ہو تو بسبب تغیر کے خیار رویت حاصل ہوگا یہ مبسوط میں ہو۔ صدر الشہید نے ذکر کیا کہ اگر کسی نے اجرت معلومہ پر ایک شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ کہیں دیکھیں پانچ والوے اسنے دس کہیں پانچ دیں اور باقی سے انکار کیا تو فرمایا کہ اگر مزدور مقرر کرنے کے وقت اسکو کہیں دکھلادی ہوں تو باقی کہیں اٹھانے کے واسطے مزدور پر جبر کیا جائیگا اور اگر اسنے نہ دیکھی ہوں تو مجبور نہ کیا جائیگا اور اس مسئلہ کی اصل وہ ہی جو امام محمد نے اجارات میں ذکر کی ہی کہ اگر کسی نے دھوبی کو اس شرط سے مقرر کیا کہ کسی قدر اجرت معلومہ پر میرے دس کپڑے کندی کر دے اور کپڑے نہ دکھلائے اور نہ اسکے پاس تھے تو اجارہ فاسد ہو اور اگر دکھلا دیے تو جائز ہی یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر دھوبی سے کپڑوں کی جنس بیان کر دی تو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح میں لکھا ہو کہ یہ نہ دکھلانے کے مثل ہی یعنی اجارہ فاسد ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں لکھا ہو کہ اگر اسنے کپڑے کی صفت بیان کرنے میں یہانتک وضاحت اور خوب الذکیا کہ دھوبی کو اپنے کام کی مقدار معلوم ہو گئی تو یہ اور کپڑوں کا دکھلا دینا یکسان ہو اور شاید شمس الائمہ کا قول دیگوں کے مسئلہ میں بھی ایسا ہی ہو جیسا کہ انھوں نے دھوبی کے مسئلہ میں حکم دیا ہو پس تامل کر کے فتوے دینا چاہیے یہ محیط میں ہو۔ نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ ایک دھوبی سے ایک شخص نے شرط کی کہ ایک درم میں میرا ایک مروی کپڑا کندی کر دے اور دھوبی راضی ہو گیا پھر جب اسنے کپڑا دیکھا تو کہا کہ میں نہیں راضی ہوتا ہوں تو اسکو خیار ہو اور فرمایا کہ رنگریزی کا بھی یہی حکم ہی۔ اور

اصل اس باب مین یہ ہو کہ ہر کام جو باعتبار اپنے محل کے مختلف ہوتا ہو اسمین محل کے دیکھنے کے وقت خیار رویت حاصل ہوتا ہو اور جو کام ایسا ہو کہ اسمین محل کے اعتبار سے اختلاف نہین ہوتا ہو اسمین وقت دیکھنے کے خیار رویت حاصل نہین ہوتا اور کندی کرنا یا سلائی ایسی ہو کہ تھوڑے کپڑے مین تھوڑی سلائی اور بڑے کپڑے مین بڑی سلائی کرنی پڑتی ہو اس واسطے ہمنے دونون مین خیار رویت حاصل ہونے کا حکم دیا ہو۔ قال (مترجم) یعنے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک گیہون ناپ و پیسنے کے واسطے کسی کو اجیر مقرر کیا پھر جب اسنے گیہون دیکھے تو کہا کہ مین راضی نہین ہوتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہین ہو اگر کسی شخص کو پیٹھ مین پچھنے لگانے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور ایک دانگ اجرت ٹھہرائی اور وہ راضی ہوا پھر جب پیٹھ کھولکر پچھنے لگانے کا قصد کیا تو کہا کہ مین راضی نہین ہوتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہین ہو کیونکہ اس مقام پر کام مین کچھ اختلاف نہین ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر کسی کو مزدور مقرر کیا کہ میری دس من روئی دھن دے یا دس کپڑے کندی کر دے اور مستاجر پاس کچھ روئی یا کپڑے نہین ہین تو جائز نہین ہو۔ اور اگر ہون اور مزدور نے نہ دیکھے تو دیکھنے کے وقت مزدور کو کپڑون مین خیار رویت حاصل ہوگا اور روئی مین حاصل نہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہو۔ اور ہشام مین امام محمدؒ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے اپنے گھر کے عوض ایک غلام ایک سال تک خدمت کے واسطے اجارہ لیا اور چھ مہینہ اس سے کام لیچکا تھا کہ موجر غلام نے گھر کو دیکھا حالانکہ اس سے پہلے وہ گھر نہ دیکھا تھا اور کہا کہ مجھے اس گھر کی کچھ حاجت نہین تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسکو اختیار ہو اور اسکو اپنے غلام کا اجر المثل ملیگا یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے ایک انگور کا باغ اجارہ لیا حالانکہ اسکو دیکھا نہ تھا اور باغ والے نے درختون کو اجارہ سے پہلے فروخت کر دیا تھا حتے کہ اجارہ صحیح ٹھہرا تو مستاجر کو باغ مین خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر اسنے اسمین مالکانہ تصرف کیا تو خیار رویت باطل ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر اس باغ کے پھل کھائے تو خیار رویت ساقط نہ ہوگا کیونکہ یہ تصرف جو اس پھل کھانے کا کیا ہو یہ خریدی ہوئی چیز مین تصرف ہو اجارہ کی چیز مین نہین ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ اور اجارہ مین بھی مثل بیع کے خیار عیب ثابت ہوتا ہو ولیکن فرق اسقدر ہو کہ اجارہ مین قبضہ سے پہلے اور قبضہ کے بعد خود ہی مستاجر تنہا بسبب خیار عیب کے واپس کر سکتا ہو اور بیع کی صورت مین قبضہ سے پہلے تنہا مشتری کو واپس کرنے کا اختیار رہا اور قبضہ کے بعد حکم قاضی یا رضاے بائع کی ضرورت ہو یہ محیط مین ہو اگر کوئی مکان کرایہ لیا اور قبضہ کے بعد اسمین سکونت کے حق مین کوئی عیب دیکھا مثلاً اسمین دھنیان شکستہ ہین یا دیوار دبی ہوئی ہو تو اسکو رد کر دینے کا اختیار ہو اور اگر عقد اجارہ کے بعد اسمین کوئی عیب قبضہ کرنے سے پہلے پیدا ہو گیا تو واپس کر سکتا ہو کیونکہ عقد اجارہ منفعت پر واقع ہوتا ہو پس پوری منفعت حاصل کرنے سے پہلے جو عیب اسمین پیدا ہو گیا وہ ایسا گنا جائیگا کہ گویا وقت عقد کے موجود تھا یہ وجیز کردری مین ہو۔ ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو آج کے روز اسواسطے مزدور کیا کہ یہ مٹی کا تودہ یہان سے وہان منتقل کر دے حالانکہ یہ تودہ ایک روز کا کام نہین ہو چند روز مین اٹھ سکتا ہو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ اجارہ کام پر نہین ہو دن پر ہو پس اصل یہ ٹھہری کہ جب مستاجر نے عقد اجارہ مین کام اور زمانہ کو جمع کیا اور یہ کام ایسا ہو کہ مزدور اسکو اتنے زمانہ مین پورا نہین کر سکتا ہو تو یہ عقد اجارہ صرف اتنے زمانہ کا ہوگا کام کا نہوگا اور مزدور کو اپنی جان اتنے زمانہ تک اس کام مین سپرد کرنے سے مزدوری کا استحقاق حاصل ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے یہ گھر ایک درم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ دیا کہ ماہ رمضان کا کرایہ تجھے ہبہ کیا یا ماہ رمضان مین تجھپر کرایہ نہین ہو تو اجارہ فاسد ہو یہ محیط سرخسی مین ہو

ایک شخص نے ایک حمام ایک سال تک کے واسطے اس شرط سے اجارہ دیا کہ متاجر سے دو مہینے کا کرایہ بسبب تعطیل کے کم
کر دیگا تو فاسد ہو اور اگر کہا کہ جسقدر معطل رہیگا اتنا کرایہ کم کر دیگا تو جائز ہو اور اگر کہا کہ متاجر اسکے بیکار رہنے کے بقدر کرایہ نہیں
دیگا اور مدت بیان کر دی تو جائز ہو یہ خزانۃ الفتاوی میں لکھا ہو۔ ایک حمام کو اس شرط سے اجارہ لیا کہ اگر متاجر کو کوئی حادثہ
پیش آیا تو تیرے لیے کچھ اجرت نہیں ہو تو یہ اجارہ فاسد ہو۔ کذا فی الخلاصہ۔ ایک دوکان جل گئی اسکو ایک شخص نے
پانچ درہم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ لیا کہ اسکی تعمیر کرا دیگا بشرطیکہ اسکا خرچ حساب کرایہ میں سے کاٹ لیگا
تو یہ اجارہ فاسد ہو اور اگر متاجر باوجود اسکے اس دوکان میں رہا تو اسکو اجر المثل جہانتک ہو دینا پڑیگا اور متاجر کو
وہ خرچ ملیگا جو اسنے عمارت میں خرچ کیا اور بنوائی کے کام میں جو خود مستعد رہا ہو اسکی نگرانی وغیرہ کا اجر المثل ملیگا
یہ ذخیرہ میں ہو۔ ایک کاروانسرا سے خراب کھنڈل ہو گئی مگر اسمیں بعض دوکانیں ثابت ہیں پس ایک شخص سے
ثابت دوکانوں کو بحساب پندرہ درم ماہواری کے اور خراب دوکانوں کو پانچ درم ماہواری پر اس شرط سے لیا کہ
خراب کو اپنے مال سے تیار کرا دے اور تمام کرایہ سے اسکا خرچ محسوب کرے پس شکستہ کا اجارہ لینا تاکہ بنوا کر پھر اوس سے
نفع اٹھاوے فاسد ہے اگر یہ شرط کی تو عمارت موجر کی ہوگی اور متاجر کا خرچہ موجر پر ہوگا اور متاجر کو اس عمارت بنوائی کا
اجر المثل بھی ملیگا اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو دوکانیں اس نے بنوائی ہیں انکو واپس لے لے لیکن جو دوکانیں ثابت تھیں انکا
اجارہ جائز ہو کیونکہ انمیں کوئی شرط مفسد نہیں ہو کذا فی المحیط۔ اگر متاجر پر وہ چیز واپس[١] لانے کی شرط لگائی تو جائز نہیں ہو جبکہ اس شی کی
باربرداری وخرچہ پڑتا ہو اور اگر اسکی باربرداری وخرچہ نہو تو جائز ہو یہ غیاثیہ میں ہو۔ فتاوی میں لکھا ہو کہ ایک شخص نے بڑی دیگ
ایک ماہ کے لیے شیرہ انگور پکانے کے واسطے اجارہ لی اور موجر نے متاجر پر واپسی کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہو اور اگر یہ شرط
نہ لگائی تو متاجر پر ایک ماہ کا کرایہ واجب ہوگا خواہ وہ آدھے ماہ میں فارغ ہو جاوے یا پورے مہینہ میں کذا فی الحاوی
قلت ہمارے یہان کڑھاؤ کھنڈسال کی بھی امید ہو کہ اسی حکم میں ہوں۔ اور غیاثیہ میں لکھا ہو کہ پھر جب مہینہ گذر جاوے
تو اسپر کرایہ نہ چڑھیگا۔ اگرچہ مدت تک اسکے پاس رہے یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اور اگر کہا کہ ایک درم روزانہ پر کرایہ سے
تو جب کام سے فارغ ہو جاوے تو پھر اسپر کرایہ نہ چڑھیگا خواہ مالک کو واپس دی ہو یا نہ دی ہو اور اگر آدھے روز میں کام
سے فارغ ہوا تو پورے دن کا کرایہ دینا پڑیگا چنانچہ ماہواری کی صورت میں آدھے مہینہ میں فارغ ہونے کا یہی حکم تھا یہ
خزانۃ الفتاوی میں ہو۔ اور اگر جباب[٢] اور کوزے اجارہ لیے اور موجر نے کہا کہ بیشک تو نے صحیح و سالم واپس نہ کر دے
تب تک میرا ایک درم روز تجھپر چڑھیگا اور متاجر نے قبضہ کر لیا اور وہ ٹوٹ گئے تو جباب کا اجارہ فاسد اور کوزون کا جائز ہو بشرطیکہ
اگر کوزون کی اجرت بیان کر دی اور ایسی ہی جباب کی بیان کی تو ٹوٹنے کے وقت تک کوزون کا حصہ اجرت واجب ہوگا
اور جباب میں اجر المثل واجب ہوگا یہ فتاوی کبرے میں ہو۔ قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ فتوی اسپر ہو کہ کوزون کا اجارہ
فاسد ہوگا لیکن جبکہ یہ ثابت ہو کہ اسکی بھی باربرداری وخرچہ پڑتا ہو اور[٣] ہمکو عبارتی ہوتا ہو اسیطرح اگر جباب کی اجرت
اور کوزون کی اجرت بیان نہ کرے تو بھی عقد فاسد ہوگا اگرچہ کوزون کی باربرداری وخرچہ کچھ نہو یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہو۔ [illegible]
میں لکھا ہو کہ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک مکان اس شرط سے کرایہ لیا کہ مجھے تین روز تک خیار ہو پس اگر
میں راضی ہوا تو سو درم کو لے لونگا اور اگر مجھے پسند نہ آیا تو پچاس درم کو لے لونگا تو ایسا اجارہ فاسد ہو اور اگر اسنے سکونت اختیار
کی تو تین روز تک اور بعد تین روز کے بھی اسپر اجر المثل واجب ہوگا اور اسکی سکونت کے باعث سے جسقدر مکان منہدم ہو جاوے

[١] یعنی اجارہ تمام ہوسکے پھر واپس پہونچانا متاجر پر [illegible]
[٢] [illegible]
[٣] [illegible]

اُسکا ضامن نہوگا خواہ مدت خیار مین منہدم ہو یا اُسکے بعد اور بخلاف اسکے اگر مکان والے کے واسطے خیار کی شرط ہو تو مدت خیار
کے اندر مستاجر کی سکونت کے باعث جو کچھ مکان منہدم ہوا ہو اُسکی ضمان مستاجر پر واجب ہوگی اور اگر یون کہا کہ تین روز تک
مجھے خیار ہو پس اگر مین راضی ہوا تو سو درم کو اجارہ سے لونگا تو یہ جائز ہی پھر اگر اس نے سکونت اختیار کی تو خیار باطل اور اجارہ
لازم ہوگیا اور جسقدر رہ رہا ہی اُسکا کرایہ دینا واجب ہوگا اور جو کچھ اُسکے رہنے سے منہدم ہوا اُسکا ضامن نہ ہوگا یہ محیط
مین ہی۔ اگر کوئی زمین اجارہ لی اس شرط سے کہ وہ زمین سو جریب ہی حالانکہ وہ کم یا زیادہ تھی تو جسقدر رکھتی وہ سب پوری
اجرت کے عوض قرار دیجائیگی مگر کم ہونے کی صورت مین مستاجر کو اجارہ فسخ کر دینے کا خیار ہوگا اور اگر عقد مین یہ بھی
کہدیا ہو کہ ہر جریب اسقدر درم کو ہی تو اسی حساب سے اسکو کرایہ ملیگا یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی۔ اگر چند ماہ معلوم کے واسطے
کوئی مکان اجارہ لیا اور موجر نے سپرد نہ کیا حتی کہ کچھ مدت گذر گئی پھر باقی مدت کے واسطے سپرد کرنا چاہا تو اسکو اختیار ہی اور
مستاجر کو کچھ انکار کا اختیار نہین ہی اسی طرح اگر مستاجر نے موجر سے قبضہ کرا دینے کی درخواست کی اور اُسنے انکار کیا پھر سپرد
کرنا چاہا تو اُسکو اختیار ہی اور مستاجر کو انکار کا اختیار نہین ہی۔ اور اگر کسی نے دو گھر کرایہ پر لیے پھر ایک گر گیا یا اُسکو لینے سے کوئی
مانع پیش آیا یا ایک مین کچھ عیب پیدا ہو گیا تو دونون کو ترک کر دینے کا اختیار ہی یہ بدائع مین ہی۔ اگر دو بیت کرایہ لیے اور
قبضہ کے بعد ایک گر گیا تو باقی مین اسکو رد کرنے کا اختیار نہوگا بخلاف اسکے اگر قبضہ سے پہلے ایسا واقع ہو تو اختیار ہی یہ مبسوط
مین لکھا ہی۔ فتاوی نسفی مین لکھا ہی کہ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پن چکی اجارہ دی بشرطیکہ جو اجرت مقرر کی
ہی وہ پانی جاری ہونے کے روز ہوگی اور نہ جاری ہونے کے روز بھی ہوگی تو شیخ رح نے فرمایا کہ یہ شرط مقتضائے شرع
کے خلاف ہی پس عقد فاسد ہی کیونکہ پانی نہ جاری ہونے کے روز اجرت شرعاً نہ چاہیئے کذا فی الحاوی۔ ایک بیل کرایہ لیا
اس شرط پر کہ بیس قفیز روز بیل چکی مین چلا کر اُس سے پیسے پھر مستاجر نے چلا کر دیکھا تو صرف دس قفیز روز پیس سکتا ہی تو
مستاجر کو خیار ہوگا چاہے راضی ہو یا واپس کر دے اور اگر راضی ہوا تو جو اجرت روزانہ مقرر ہوئی ہی وہی پوری دینی
پڑیگی کم نہ ہوگی اور اگر واپس لیا تو جس روز کام لیا ہی اُسکی پوری اجرت دینی پڑیگی اور کمی کام سے اجرت مین کمی نہ ہوگی کیونکہ
اجارہ وقت پر واقع ہوا ہی اسیواسطے اگر کچھ بھی نہ پیسا ہو تو بھی اجرت کا مستحق ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر نہا فتکسا کیواسطے
کوئی ٹٹو کرایہ کر کے لیچلا پھر مستاجر کو معلوم ہوا کہ اس ٹٹو کو رات مین نہین سوجھتا ہی یا اڑیل ٹٹو پایا یا ٹھوکر کھاتا ہی یا موزہ
کاٹتا ہی پس اگر وہ ٹٹو جو کرایہ مین ٹھہرا ہی یہی بعینہ ہو تو مستاجر کو خیار ہوگا کیونکہ شرط مین تغیر ہوا پس جسقدر راہ چلا ہی اُس کے
حساب سے اجرت دیدے کیونکہ اُسی قدر منفعت اُس نے حاصل کی ہی اور اگر غیر معین کوئی ٹٹو ٹھہرا ہو تو ٹٹو والے کو اختیار
ہی کہ کسی دوسرے ٹٹو پر اسکو بغداد تک پہونچا دے کیونکہ اُس نے اجارہ کا عقد اپنے ذمہ لازم کر لیا ہی۔ اور یہ حکم اُسوقت
ہی کہ جب اس ٹٹو مین عیب ہونے کے گواہ قائم ہون یہ مبسوط مین ہی۔ خلاصہ مین ہی کہ کسی اجارہ کے عقد کو دوسرے اجارہ
کے فسخ ہونے پر معلق کرنا جائز نہین ہی مثلاً کسی شخص سے ایک ٹٹو کرایہ لیا پھر دوسرے ٹٹو والے سے کہا کہ اگر ہم دونون مین
اجارہ فسخ ہوا تو مین نے تجھسے اجارہ لیا تو یہ اجارہ جائز نہین ہی یعنے اگر فسخ بھی ہو جاوے تو دوسرا اجارہ منعقد نہوگا اور
جامع الفتاوے مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص کو مزدور مقرر کیا کہ اس مٹی سے یا جو فلان مقام پر میری مٹی ڈھیر ہی اُس سے
ہزار اینٹین روز اس سانچہ سے تیار کر دے یا کوئی سانچہ معروف بیان کیا تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر دیوار مکان
بنانے والے سے یہ شرط ٹھہرائی کہ دیوارون پر دھنیان رکھدے اور پر چھتیان ڈالے اور صاف کر کے چھت پہگل لگادے

تو جائز ہے۔ اور اگر اسواسطے مقرر کیا کہ کچی اینٹوں سے دیوار بنا دے تو سیاہ مٹی اور اسکا لانا مستاجر کے ذمہ ہوگا لیکن اگر جگہ دور ہو تو بعد معلوم ہونے کے مزدور کو خیار ہوگا اور اگر جگہ دکھلا دی تو خیار نہ رہیگا۔ اور اگر اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ روڑوں سے پشتہ دار دیوار بنا دے اور طول وعرض بیان کر دیا اور اونچائی بھی ذکر کر دی تو جائز ہے کیونکہ اس بیان سے کاریگروں کے نزدیک کام ایسا صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ پھر اس میں فرق نہیں رہتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر روڑوں کی پشتہ دار دیوار بنانے کے لیے مزدور مقرر کیا اور فقط طول یا عرض بیان کیا تو اجارہ جائز نہیں ہے کیونکہ اتنے سے کام کا حال معلوم نہیں ہوتا کذا فی المحیط

چھٹا باب ایک پر دو شرطوں میں سے یا دو شرطوں یا زیادہ پر اجارہ واقع ہونے کے بیان میں۔ اصل یہ ہے کہ اگر دو چیزوں میں سے ایک چیز پر اجارہ واقع ہوا حالانکہ دونوں میں سے ہر ایک کا کرایہ معلوم بیان کر دیا مثلاً کہا کہ میں نے یہ مکان پانچ درم ماہواری کو یا وہ مکان دس درم ماہواری کو کرایہ دیا یا ایسا کلام دو دو کاموں یا دو غلاموں کے حق میں یا بھاڑے کی صورتوں دو مسافتوں مختلفہ کے حق میں واقع ہوا مثلاً کہا کہ مکہ تک دو ہزار درم یا مدینہ تک تین ہزار درم کو کرایہ دیا تو ہمارے علماء کے نزدیک یہ سب جائز ہے اسی طرح اگر تین چیزوں میں اسکو پسند کا اختیار دیا تو بھی جائز ہے اور اگر چار چیزیں ذکر کیں تو جائز نہیں ہے اسی طرح رنگ کے انواع اور سلائی کے اقسام میں اگر تین طرح کے رنگ یا سلائی بیان کی تو جائز ہے اور اگر زائد کیا تو بدلیل بیع کے یہ بھی جائز نہیں ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اجارہ بدون شرط خیار کے صحیح ہو جاتا ہے اور بیع میں جبتک خیار نہ دے تب تک صحیح نہیں ہوتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی درزی کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اگر تو نے فارسی کے طور سے سیا تو تجھے ایک درم سلائی ملیگا اور اگر تو نے رومی سلائی کی تو دو درم ملینگے یا رنگریز سے کہا کہ اگر تو نے عصفر سے رنگا تو ایک درم اور اگر زعفران سے رنگا تو دو درم ملینگے تو یہ جائز ہے اور اگر درزی سے کہا کہ اگر تو نے خود سیا تو ایک درم اور اگر تیرے شاگرد نے سیا تو نصف درم دونگا تو یہ صورت اور فارسی و رومی سلائی کی صورت یکساں ہے کذا فی البدائع۔ اور اگر بھاگے ہوئے غلام پکڑ لانے والے سے کہا کہ اگر تو بریلی سے پکڑ لایا تو تجھے دس درم اور اگر دہلی سے لایا تو بیس درم ملینگے تو یہ جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر تو نے یہ کپڑا سیا تو تجھے ایک درم اور اگر وہ کپڑا سیا تو دو درم ملینگے تو بھی جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر تو نے اس گھر میں عطار بسایا تو ایک درم اور اگر لوہار بسایا تو دو درم یا کہا کہ اگر اسمیں درزی بسایا تو ایک درم اور اگر لوہار بسایا تو دو درم کرایہ ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہے۔ اور اگر ٹٹو کرایہ کیا اور اُسنے کہا کہ اگر حیرہ تک گیا تو ایک درم ہے اور بڑھ کر قادسیہ کی راہ لی تو دو درم ہیں تو یہ بھی جائز ہے اور امام محمد نے اس مسئلہ کو ذکر کر کے کچھ اختلاف بیان نہیں کیا اس سے احتمال ہوتا ہے کہ شاید سب کا قول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک جائز نہیں۔ اور اگر کوئی ٹٹو حیرہ تک اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر مستاجر اسپر دس من گیہوں لادے تو کرایہ ایک درم ہے اور اگر دس من جو لادے تو کرایہ نصف درم ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کوئی ٹٹو کرایہ کیا بشرطیکہ اگر مستاجر نے بوجھ اسپر لادا تو دس درم کرایہ ہے اور اگر خود سوار ہوا تو کرایہ پانچ درم ہے تو امام اعظم رح کے دوسرے قول کے موافق جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں جائز ہے۔ اور اگر ٹٹو و مکان کے مسئلہ میں یہ صورت واقع ہوئی کہ موجر نے ٹٹو یا مکان سپرد کر دیا حالانکہ مستاجر نے مکان میں سکونت اختیار نہ کی یا ٹٹو پر کچھ بوجھ نہ لادا اور نہ خود سوار ہوا تو امام اعظم رح کے مذہب کے موافق مشائخ رحمہم اللہ نے اس صورت کے حکم نکالنے میں باہم اختلاف کیا ہے بعضوں نے

کہا کہ موجر نے جو دو مقدار کرایہ کی بیان کی ہین انمین سے جو کم ہو وہ مستاجر کے ذمہ واجب ہوگی کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہو یہ تبیین مین ہی۔ اور شیخ کرخی رح نے ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک ٹٹو بغداد سے قصر نعمان تک پانچ درم مین کرایہ کیا اور اگر کوفہ تک جاوے تو دس درم کرایہ ہو پس اگر بغداد اور کوفہ کے بیچ مین قصر نعمان واقع ہو ایسے مسافت نصف ہو تو عقد جائز ہو اور اگر کم یا زیادہ ہو تو عقد فاسد ہی۔ اور یہ حکم امام محمد کے اصل پر ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دونون صورتون مین عقد جائز ہی۔ حاکم شہید رح نے منتقی مین ذکر کیا ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ لیا کہ اگر سوار ہو کر کوفہ تک جاؤن تو دس درم اور اگر قصر نعمان تک جاؤن حالانکہ وہ آدھی دور ہی تو پانچ درم کرایہ ہو تو یہ جائز ہی اور اگر کہا کہ اگر اُسنے یہ شرط کی کہ اگر قصر نعمان تک جاؤن تو چھ درم کرایہ ہو تو جائز نہین ہی کیونکہ جب وہ شخص قصر نعمان تک پہونچا تو نہ معلوم ہوگا کہ آیا اُسپر پانچ درم واجب ہوئے یا چھ درم واجب ہوے یہ محیط مین ہی۔ ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے زطی کپڑون کی گٹھری اور ہروی کپڑون کی گٹھری اُٹھانے پر ایک مزدور مقرر کیا اور کہا کہ ان دونون گٹھریون مین جو گٹھری تیرا جی چاہے میرے مکان پر پہونچا دے بشرطیکہ اگر تو نے زطی کپڑون کی اُٹھائی تو تجھے ایک درم ملیگا اور اگر ہروی کی گٹھری اُٹھائی تو دو درم ملینگے اُسنے دونون گٹھریان پیچھے آگے اُٹھائین اور اُسکے مکان کو پہونچا تو اجارہ جائز ہی اور جونسی اول مرتبہ اُٹھائی ہی اُسی سے اجارہ متعلق ہوا اور دوسری کے اُٹھانے مین وہ متطوع ہی یعنے لطور احسان کے اُٹھائی ہی اگر ضائع ہو جاوے تو ضامن ہوگا اور یہ بالاجماع سب کے نزدیک ہی اور اگر اُسنے دونون کو ایک ساتھ ہی اُٹھایا تو امام اعظم رح کے نزدیک دونون مین سے ہر ایک کی نصف اجرت اسکو ملیگی اور ہر ایک گٹھری کی نصف کا ضامن ہوگا جبکہ دونون ضائع ہو جاوین اور صاحبین رح کے نزدیک اگر دونون ضائع ہون تو دونون کا ضامن ہوگا۔ اور نوادر ہشام مین امام محمد رح سے اس طرح مروی ہی کہ اگر مزدور سے کہا کہ اگر تو یہ لکڑی فلان جگہ پہونچا دے تو تجھے ایک درم اور اگر وہ لکڑی اُسی جگہ پہونچا دے تو تجھے دو درم دونگا اُسنے دونون لکڑیان یکبارگی اُسی جگہ پہونچا دین تو اسکو دو درم ملینگے اور اس مسئلہ مین امام محمد نے مستاجر کے بیان سے جو دونون مین سے زیادہ اجرت تھی وہ پوری مستاجر کے اوپر واجب ٹھہرائی اور یہ حکم گٹھریون کی روایت کے حکم سے جو بواسطہ ابن سماعہ مروی ہی مخالف ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر درزی سے کہا کہ اگر اسکو تو نے آج کے روز سیا تو تجھے ایک درم اور اگر کل کے روز سیا تو نصف درم ملیگا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ شرط اول صحیح ہی اور شرط ثانی صحیح نہین ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ دونون شرطین صحیح ہین پس اگر اُسنے اُسی روز سیا تو وہی اجرت جو بیان کر دی ہی اُس کو ملیگی اور اگر دوسرے روز سیا تو اجر المثل واجب ہوگا کہ ایک درم سے زیادہ نہوگا اور نصف درم سے کم نہوگا۔ اور نوادر مین ہی کہ اجر المثل دیا جائیگا کہ جو نصف درم سے زیادہ نہوگا اور قدوری نے ذکر کیا کہ نوادر کی روایت صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اُسنے تیسرے روز اسکو سیا تو بالاتفاق اجر المثل ملیگا پھر اس اجر المثل مین بھی امام اعظم رح سے روایات مختلفہ ہین ایک یہ روایت ہی کہ ایک درم سے زائد نہین اور نصف سے کم نہوگی اور یہ بھی روایت ہی کہ نصف سے زائد نہوگی اور نصف سے کم ہوگی جبکہ اجر المثل نصف درم ہو اور یہی روایت امام اعظم سے اور صاحبین سے بھی صحیح ہی یہ فتاوی کبری مین ہی۔ اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب اُسنے آج اور کل کو عقد اجارہ مین جمع کیا ہو اور اگر فقط اُسنے آج کے روز کو عقد مین ٹھہرایا مثلاً کہا کہ اگر آج کے روز تو اسکو سیا دے تو تجھے ایک درم ملیگا پھر اُس نے کل کے روز اسکو سیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کیا حکم ہی پس بعض نے کہا کہ اسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی اور بعض نے کہا کہ ملیگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر اُس نے آدھا آج سیا اور آدھا کل سیا تو اسکو نصف

آج کا ملیگا اور کل کا اجر المثل ملیگا جو چوتھائی درم سے کم نہین اور نصف سے زائد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک تین چوتھائی درم
ملیگا یہ تمرتاشی مین ہی اور اگر مستاجر نے پہلے کل کا ذکر کیا پھر آج کا ذکر کیا یعنی شرط مین تو امام اعظم کے نزدیک پہلی شرط الفاظ صحیح ہی
یہ فتاوی عتابیہ مین ہی - اور اگر یون کہا کہ اگر تو نے آج سیا تو ایک درم اور اگر کل کے روز سیا تو کچھ مزدوری نملیگی پس اگر اسنے
آج کے روز سیا تو اسکو ایک درم ملیگا اور کل کے روز سیا تو اجر المثل ملیگا کہ بالاجماع ایک درم سے زائد نہوگا یہ محیط سرخسی
مین ہی - اور اگر یون کہا کہ جسقدر تو آج سیئے اسکی اجرت بحساب ایک درم کے اور جسقدر کل سیئے اسکی بنسبت درم کے حساب سے
ملیگی تو یہ فاسد ہی کیونکہ مجہول ہی اسی طرح اگر یون کہا کہ اتنے کپڑے دن مین سے جسقدر تو فارسی سلائی سئیگا اسکی اتنی اجرت حساب کے
حساب سے مزدوری اور جسقدر رومی سلائی سئیگا اسکی اس حساب سے ملیگی تو یہ بھی بسبب کام مجہول ہونے کے فاسد ہی - اور اگر
کہا کہ سلانے کے وقت مین نے تجھے ایک درم کے حساب سے مزدور مقرر کیا اور اسنے اسی روز سی دیا تو اسکو کچھ مزدوری نملیگی
کیونکہ اضافت صحیح ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر کہا کہ مین نے آج کے روز ایک درم پر مزدور کیا پھر اگر راستے مین آویگا تو ہر روز
ایک درم کے حساب سے مزدور کرلونگا تو قیاساً اجارہ فاسد ہی اور استحساناً جائز ہی کذا فی محیط السرخسی قال المترجم الحکم
علی قطع الیوم وتعلیقہ بالبدو والخطر فاذا اشتمل العقد علیہما سری الفساد فیہما ہذا ہو القیاس والاستحسان کانظر الی اعتبار نوہ مین عدم التعلیق
علی الخطر ہذا ولیس فی البحث عنہ کثیر طائل فالترک اولی متصلاً اسی فصل سے یہ مسائل بھی متصل ہین کہ جب عقد
اجارہ مین وقت اور کام کو جمع کیا تو کیا حکم اور کیا صورتین ہین - اگر ایک شخص کو مزدور مقرر کیا کہ آج رات تک ایک درم مین
میرا کام کرے خواہ رنگریزی یا روٹی پکانا یا اور کوئی کام تو ایسا اجارہ فاسد ہی یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین کے نزدیک استحساناً
جائز ہی اور یہ عقد کام پر قرار دیا جائیگا نہ دن پر حتے کہ اگر آدھے دن مین اس کام سے فارغ ہوا تو اسکو پوری اجرت ملیگی اور
اگر آج کے روز فارغ نہوا تو مستاجر کو اختیار ہی کہ اس سے دوسرے روز وہی کام لے - اور اگر کوئی ٹٹو کوفہ سے بغداد تک کسی
اجرت معلومہ پر تین روز کے واسطے کرایہ کیا اور مدت و مسافت و کام ذکر کر دیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی اسی طرح اگر
کچھ اناج ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے واسطے آج رات تک مزدور کیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی جیسا ہم نے
کل کے روز بھی کام لینے مین بیان کیا یہ مبسوط مین لکھا ہی - اور اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے لیے آج کے روز
اس کپڑے کی قمیص ایک درم مین سیدے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی - اور اگر یون کہا کہ قمیص سیدے یا ایک
قفیز آٹے کی روٹی پکا دے اور وقت مقرر نہ کیا تو بالاتفاق جائز ہی - اور اگر کہا اس کپڑے کی قمیص آج تیار کر دے تو جائز
ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی - اور اجارات الاصل مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص ایک بیل اسواسطے کرایہ لے کہ ہر روز دس قفیز گیہون چکی
مین چلا کر پیسے تو ایسا اجارہ جائز ہی اور اسمین کوئی اختلاف بیان نہین کیا پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم صاحبین کے قول پر
ہونا چاہیے اور امام اعظم کے قول پر روٹی کے مسئلہ پر قیاس کرکے فاسد ہونا چاہیے اور بعضون نے کہا کہ یہ اجارہ بالاتفاق جائز
ہی - اور نیز کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ اگر نان بائی پر یہ شرط لگائی کہ یہ دس ڈھیری آٹا پکا دے اور آج ہی فارغ ہو جاوے
تو بالاتفاق جائز ہی اگرچہ وقت اور کام دونون مذکور ہین یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے ایک درزی کو کپڑا دیا کہ اسکی قمیص قطع
کرکے سیدے بشرطیکہ آج ہی فارغ ہو جاوے یا ایک شخص نے کسی سے کچھ اونٹ مکہ تک کرایہ لیے کہ بیس روز مین مکہ مین
داخل ہو جاوے ہر اونٹ کی بیس دینار کے حساب سے اجرت مقرر کی اور اس سے زیادہ نہ کہا تو امام محمد رح نے امام اعظم رح
سے روایت کی کہ ایسا اجارہ جائز ہی پس اگر اسنے شرط پوری کر دی تو جو اجرت بیان کی ہی وہ ملیگی اور اگر شرط پوری نکی تو

اجر المثل ملیگا جو اس مقدار بیان کردہ شدہ سے زائد نہوگا اور یہی صاحبین رح کا قول ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی
کہ اگر کسی شخص سے کوئی ٹٹو ایام معلوم کے لیے کرایہ لیا اور کچھ ذکر نہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین کے
نزدیک جائز ہی۔ اور اگر درزی سے کہا کہ مین نے تجھے آج کے روز مزدور کیا تاکہ تو یہ قمیص ایک درم مین سیدے یا نانبائی
سے کہا کہ مین نے تجھے آج کے روز مزدور کیا تاکہ تو یہ ایک قفیز آٹا ایک درم مین پکا دے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین
جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی اور کرخی نے کہا کہ امام اعظم سے اس مسئلہ مین دو روایتین ہین صحیح یہ ہی کہ اس
مسئلہ مین امام سے دو روایتین ہین اور صحیح مذہب امام کا یہ ہی کہ اجارہ فاسد ہی خواہ اُس نے کام کو مقدم بیان کیا یا موخر کیا جبکہ
اجرت کو بعد وقت و کام کے ذکر کیا ہو۔ اور اگر اُس نے وقت کو پہلے ذکر کیا پھر اجرت بیان کی پھر اسکے بعد کام بیان کیا یا پہلے
کام بیان کیا پھر اجرت بیان کی تو عقد فاسد ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی قال المترجم اور اس اصل کے موافق جس طرح
مترجم نے ترجمہ کیا ہی اسی طرح امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہوگا پس جو صورت ناجائز ہونے کی ہی وہ یون ہی کہ مین نے مزدور
کیا تاکہ سیدے تو یہ قمیص ایک درم مین۔ یا تاکہ پکا دے تو یہ قفیز آٹا ایک درم مین۔ وزعم المترجم ان لا یکون الفرق ناقصًا
فی اختلاف الحکم فی لساننا مع انہ لیست فینا تلک المحاورہ فتامل واللہ اعلم بالصواب۔ اور جب اجارہ فاسد ٹھہرا پس اگر
اُسکا فاسد ہونا بسبب اجرت مسمی کے مجہول ہونے کے ہو یا بسبب اجرت بیان نہونے کے ہو تو اجر المثل واجب ہوگا جا ہے
جسقدر ہو مثلاً اگر کوئی گھر یا دوکان ایک سال کے واسطے سو درم پر کرایہ لی بشرطیکہ مستاجر اسکی مرمت کرادے تو مستاجر پر اجر المثل واجب
ہوگا چاہے جسقدر ہو یعنے خواہ سو درم ہون یا کم ہون یا زیادہ ہون کیونکہ جب مستاجر کے ذمہ مرمت کی شرط لگائی تو مرمت بھی
اجرت مین ہو گئی پس اجرت مجہول ہو گئی۔ اور اگر اجارہ اس باعث سے فاسد ہوا کہ اسمین کوئی شرط فاسد لگائی تھی تو مالک کو
اجر المثل ملیگا مگر جو اجرت بیان کی ہی اُس سے بڑھایا نہ جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے
اپنا غلام کسی جولاہہ کو دیا تاکہ اسکو بنا سکھلا دے اور شرط کی کہ تین مہینہ مین اُسکو فلان فلان بنائی مین خوب ہوشیار کامل کر دے
تو یہ جائز نہین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہونا چاہیے ہی اگرچہ کامل ہوشیار کر دینا جولاہہ کی وسعت مین نہین ہی اور
اجارہ فاسد ہونے مین امام اعظم رح کے نزدیک اصل یہ ہی کہ وقت و عمل کو جمع کرنے کی صورت مین امام رح کے نزدیک اجارہ
جبھی فاسد ہوتا ہی کہ جب اُسنے عقد و اجارہ مین وقت و عمل کو اسطرح ذکر کیا کہ ہر ایک اگر تنہا ذکر کیا جاوے تو معقود علیہ
ہونے کی صلاحیت رکھے۔ اور اگر اس طرح ذکر کیا کہ ہر ایک تنہا ذکر کرنے سے معقود علیہ نہین ہو سکتا ہو تو عقد فاسد
نہ ہوگا اور اسکی صورت وہی ہی جو معمار کے اجارہ لینے کے آخر باب مین ذکر کی ہی کہ اگر کسی نے دو ہفتے کو دراتنا کام
کے واسطے اسلیے مزدور کیا کہ گچ اور پختہ اینٹ سے عمارت بنا دے تو بلا خلاف جائز ہی اگرچہ اُس نے وقت و عمل کو
جمع کیا ہی ولیکن چونکہ ایسے طور سے جمع نہین کیا کہ تنہا معقود علیہ ہوسکے اسواسطے جائز ہی کیونکہ اُسنے مقدار عمل بیان نہ کی
اور جب تک مقدار عمل بیان نہ ہو تب تک تنہا اجارہ مین معقود علیہ نہین ہو سکتا ہی اور اگر اُسنے عقد اجارہ فقط مدت پر قرار دیا
ہی اور عمارت بنانے کا ذکر فقط نوع عمل بیان کرنے کے واسطے ہو حتی کہ اگر اُسنے کام کی مقدار بھی بیان کی ہو تو امام اعظم رح
کے نزدیک اجارہ جائز نہ ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے شخص کو اجیر مقرر کیا ماہواری ایک درم پر تاکہ پیس دے
ہر روز ایک قفیز گیہون رات تک تو یہ فاسد ہی اور اس مسئلہ کو ذکر کر کے کچھ اختلاف بیان نہ کیا حالانکہ امام اعظم رح کے
قول پر تو یہ جواب صحیح ہی ولیکن صاحبین رح کے قول پر اشکال ہی کہ اُنکے نزدیک جائز ہونا چاہیے پس بعض مشائخ نے

یون کہا کہ اسی مسئلہ سے ثابت ہوتا ہو کہ صاحبین رح نے امام اعظم کے قول کی طرف رجوع کرلیا ہو اور بعض نے کہا کہ جو حکم
اس مسئلہ مین مذکور ہو وہ صاحبین رح کا قول بحکم قیاس ہو اور جو مسائل سابق مین مذکور ہوا ہو وہ صاحبین رح کا قول بحکم استحسان ہو شیخ
امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اس جنس کے مسائل مین اصل یہ ہو کہ اگر کسی شخص کو کسی کام کے واسطے اجیر مقرر کیا پس
اگر وہ کام ایسا ہو کہ اگر اجیر نے الحال اس کام کو شروع کر دینا چاہے تو کرسکے تو اجارہ جائز ہو گا خواہ اس مین وقت مذکور
کیا ہو یا نہ کیا ہو مثلاً یون کہا کہ مین نے تجھے مزدور مقرر کیا تاکہ پکا دے تو مجھ کو من آٹے کی روٹی ایک درم مین تو جائز ہو
بشرطیکہ مستاجر اُس وقت روٹی پکانے کی چیزون کا مثل آٹے وغیرہ کے مالک ہو۔ اور اگر اُس نے مقدار عمل بیان نہ کی
لیکن اسکے واسطے ایک وقت بیان کر دیا مثلاً کہا کہ مین نے تجھے اجیر کیا تاکہ روٹی پکا دے تو آج شام تک ایک درم
مین تو بھی جائز ہو۔ اور اگر کہا کہ بدین دہ درم دیوار من بازکن یعنی ان دس درم پر میری دیوار کھود دے تو جائز ہو خواہ
اُسکے واسطے وقت بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر کہا کہ بدین یک درم این خرمن بازکن یا اس ایک درم پر یہ کھلیان
صاف کر دے پس اگر اُسکے واسطے کوئی وقت بیان نہ کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر وقت بیان کیا تو دو صورتین ہین کہ اگر پہلے
وقت پہلے بیان کیا پھر اجرت بیان کی مثلاً کہا کہ مین نے تجھے اجیر مقرر کیا آج کے روز ایک درم مین تاکہ یہ خرمن صاف
کر دے تو جائز ہو کیونکہ اس نے کام معلوم کے واسطے اجارہ کیا ہو اور اجرت کو بیان کام کے بعد ذکر کیا پس کچھ تغیر نہین
ہوگا۔ اور اگر اسنے اجرت پہلے بیان کر دی پھر کام بیان کیا مثلاً کہا کہ مین نے مزدور کیا ایک درم مین آج کے روز
تاکہ تو اس خرمن کو صاف کر دے تو جائز نہین ہو کیونکہ عقد اجارہ پہلے اجرت پر واقع ہوا پھر کام پر حالانکہ اجرت کا ذکر
کرنا بعد کام کے بیان کرنے کے چاہیے پس جب کام معدوم یا مجہول رہا تو اجرت بیان کرنے کے بعد وقت کا ذکر
کرنا استعجال کی غرض سے ہوا یعنی آج ہی اس کام کو کر دے تاخیر نہ کرے پس وقت کا ذکر کرنا اسواسطے نہ ہوا کہ عقد
اجارہ کا وقوع منفعت پر ہو اسلیئے جائز نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے

ساتوان باب

مستاجر نے جو چیز اجارہ لی ہو اُسکے اجارہ دینے کے بیان مین۔ اصل ہمارے نزدیک یہ ہو کہ جس چیز سے
لوگ یکسان نفع اُٹھاتے ہین کچھ تفاوت نہین ہوتا اُسکے اجارہ دینے کا مستاجر مالک ہوتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر مستاجر نے
کوئی مال منقول اجارہ لیا تو قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو اجارہ پر نہین دے سکتا یعنی جائز نہین ہو اور اگر غیر منقول ہو اور قبضہ
سے پہلے اجارہ پر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہو اور امام ثانی رح کے نزدیک مثل بیع کے جائز نہین ہو
اور بعض نے کہا کہ اجارہ مین بالاتفاق جائز نہین ہو اور بیع مین اختلاف ہو یہ شرح طحاوی مین ہو اگر کوئی گھر کرایہ لیکر قبضہ
کرلیا پھر دوسرے کو اجارہ پر دیدیا تو جائز ہو بشرطیکہ جتنے کو اجارہ لیا ہو اُتنے ہی کو یا اُس سے کم کو اجارہ دیا ہو اور
اگر زیادہ پر دیا تو بھی جائز ہو لیکن اگر اُسکی اجرت اسی جنس سے ہو جسکے عوض اجارہ لیا ہو تو زیادتی اسکو حلال نہین صدقہ
کر دے اور اگر اُسکی جنس سے مخالف ہو تو زیادتی اسکو حلال ہو اور اگر اس نے گھر مین کوئی کنوان کھدایا یا کہگل کرائی یا
کوٹھا درست کرائے یا دیوار کی درستی کرائی ہو اور پھر جس اجرت سے کرایہ لیا ہو اُسی جنس کی زیادہ اجرت پر کرایہ دیا تو
زیادتی اسکو حلال ہو اور جھاڑو دلوا کر صاف کرا دینا کوئی ایسی اصلاح نہین ہو جس سے زیادہ کرایہ حلال ہو جائے اور
مستاجر کو اختیار ہو کہ جسکو چاہے کرایہ پر دیدے ولیکن ایسے لوگون کو نہین دے سکتا ہو کہ جنکے کام سے عمارت کو
ضرر پہونچتا ہو جیسے لوہار و کندی گر و پسائی والے اور انکے مانند لوگ کہ اُنکے کام سے ضرر پہونچتا ہو یہ سراج الوہاج مین ہو

اور اگر اُس نے اس گھر کو اپنے کسی ایسے مال کے ساتھ جسکو اجارہ دے سکتا ہو ملا کر اجارہ دیدیا تو بھی اگر اُسی جنس کی زیادہ
اجرت پر کرایہ دیا جس سے خود اجارہ لیا ہو تو زیادتی حلال ہو یہ محیط مین ہو۔ اور خصاف نے کتاب الحیل مین لکھا ہو کہ اگر کرایہ کے
گھر کو کوڑے سے صاف کرکے جس جنس اجرت پر کرایہ لیا ہو اسی جنس کی زیادہ اجرت پر کرایہ دیا تو زیادتی حلال نہین ہو اور اگر
یون ہی زیادہ اجرت پر اجارہ دیا اور وقت اجارہ کے یون کہا کہ اسقدر اجرت پر دیتا ہون اس شرط سے کہ مین گھر کو کوڑے
سے صاف کرادون تو زیادتی اُسکو حلال ہوگی یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب الحیل مین لکھا ہو کہ زمین کرایہ
لی اور اُسمین کاریز[1] بنوائی تو یہ ایسی زیادتی ہو کہ جس سے ہمجنس اجرت کی زیادتی مستاجر کو حلال ہوگی اسی طرح جو کام ایسا ہو
کہ وہ قائم رہے تو اسکی وجہ سے زیادتی اجرت حلال ہوتی ہو اور اگر اس زمین کی نہرین اُگرا دین یعنے کیچڑ صاف کرادی تو خصاف
نے لکھا کہ اس سے بھی زیادتی اجرت حلال ہو جاتی ہو اور قاضی ابو علی نسفی نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب اس صورت مین
متردد ہین بعضے اسکو زیادتی شمار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مستاجر پر پانی بہانا آسان ہو جائیگا اور سینچنے مین اسکو سہولت ہوگی پس
یہ بھی زیادتی ہو اور بعضے اسکو زیادتی نہین شمار کرتے ہین۔ اور نوادر بشر مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ اگر ایک
شخص سے ایک ہی صفقہ مین دو چیزین اجارہ لین اور ایک مین کچھ بڑھایا اور بعضے نسخون مین[2] ہو کہ ایک مین کچھ اصلاح کی تو
اسکو اختیار ہو جس اجرت پر لیا ہو اُس سے زیادہ اُسی جنس کی اجرت پر دونون کو کرایہ پر دیدے اور اگر علیحدہ علیحدہ صفقہ مین لی ہون
تو دونون کو زیادہ اجرت پر نہین دے سکتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اور امام ابو علی نسفی اپنے استاد سے نقل کرتے تھے کہ مستاجر نے
اگر اپنے موجر کو اجارہ پر دی تو نہین جائز ہو اور اگر کسی دوسرے کو کرایہ پر دی اور دوسرے نے موجر کو کرایہ دیدی تو جائز ہو
اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام محمد سے مروی ہو کہ مالک کو اجارہ پر دینا صحیح نہین ہو خواہ کوئی شخص ثالث درمیان مین
پڑے یا نہ پڑے اور عامہ مشائخ کا یہی مذہب ہو اور یہی صحیح ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ وجیز کردری مین ہو۔ اور دوسرا اجارہ واقع
ہونے کے بعد اگر موجر اول نے وہ شی مستاجر سے اجارہ لیکر اپنے قبضہ مین کرلی تو پہلے مستاجر سے اجرت ساقط ہوجائیگی اور
اگر اپنے قبضہ مین نہ لی ہو تو ساقط نہوگی کذا فی فتاوی قاضی خان پھر جب ہمارے نزدیک یہ فعل صحیح نہین ہو تو آیا پہلے عقد کا
فسخ ہوگا یا نہوگا پس اسمین مشائخ کا اختلاف ہو اور صحیح یہ ہو کہ فسخ نہوگا یہ طحاوی نے ذکر کیا ہو کذا فی سراج الوہاج اور
شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہو کہ مستاجر نے اگر اجارہ کی چیز کو موجر کو کرایہ پر دیدیا تو بعض نے فرمایا کہ پہلا عقد فسخ ہوجائیگا
اور یہ صحیح نہین ہو کیونکہ دوسرا عقد فاسد ہو اور فاسد عقد کو اتنی قدرت نہین ہو کہ عقد صحیح کو دور کردے اور عامہ مشائخ
کے نزدیک فسخ نہ ہوگا ولیکن اگر یہی صورت برابر باقی رہی یہان تک کہ اجارہ تمام ہوگیا تو پہلا عقد باطل ہوجائیگا مگر اسواسطے
باطل نہین ہوگا کہ دوسرے عقد نے پہلے کو فسخ کردیا بلکہ اسواسطے باطل ہوگا کہ منافع دمبدم پیدا ہوتے جاتے ہین اور اجارہ
مین موافق حدوث منافع کے مستاجر کو سپرد کرنا واقع ہونا چاہیے اور جب موجر نے اسکو دوبارہ مستاجر سے لیلیا تو جو منافع پیدا
ہوتے جاتے ہین اسکے موافق اسنے کرایہ کی چیز کو مستاجر کے سپرد نہ کیا پھر جب برابر یہی بات رہی اور مدت گذر گئی تو استیفاء
منفعت کی قدرت پانے سے پہلے مدت گذری پس ظاہر ہو کہ اجارہ خواہ مخواہ فسخ ہوگا حتے کہ اگر کچھ مدت گذر جانے کے بعد
مستاجر اول نے چاہا کہ مکان واپس لے تاکہ باقی مدت اسمین رہے تو اسکو جائز ہو کیونکہ جسقدر منفعت تلف ہوچکی ہو صرف
اسی قدر کا عقد فسخ ہوا ہو اور باقی کا بحالہ باقی ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہو۔ اور اگر مالک اس مکان مین اپنے اجارہ کی وجہ سے
رہا تو مالک پر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ حاوی مین ہو اور اگر مستاجر نے اجارہ کا مکان مثلاً مالک کو عاریت دیدیا تو مستاجر کے

[1] یعنی پانی کی نالیان ۱۲
[2] یعنی اُس کا کرب
[3] یعنی بالا اور زمین ۱۲

ذمہ سے اجرت ساقط ہوگی اور اسمین مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مستاجر نے وہ مکان مالک کے باپ یا بیٹے یا مکاتب یا غلام قرضدار کو اجارہ پر دیدیا تو باتفاق الروایات جائز ہی اور پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور اگر غلام پر قرض نہو تو نہین جائز ہی اور اگر اسکے سپرد کردیا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر کوئی زمین اجارہ یا مزارعت پر مالک کو دیدی پس اگر مالک کی طرف سے بیج ٹھہرے ہون تو نہین جائز ہی کیونکہ موافق ظاہرالروایۃ کے یہ اجارہ فسخ ہو اور اگر بیج مستاجر کی طرف سے ٹھہرے ہون تو جائز ہی کیونکہ مالک پہلی صورت مین مستاجر ہوتا ہی اور دوسری صورت مین اجیر ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین ہو مستاجر نے اگر مالک زمین کو اسی زمین مین کام کرنے کے واسطے کچھ اجرت معلومہ پر مزدور مقرر کیا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی گھر یا زمین کرایہ لی اور مستاجر نے دونون مین کچھ زیادتی کردی یعنے عمارت بڑھادی پھر مالک کو اجارہ دیا یا عاریت دیا تو پہلے اجارہ کا نقض ہو اور نوادر بن سماعہ مین صورت اجارہ مین لکھا کہ مالک مکان پر بقدر حصہ عمارت مستاجر کے اجرت واجب ہوگی اور حاکم شہید رح نے فرمایا کہ یہ مسئلہ فقط تنہا عمارت کے اجارہ لینے کی دلیل ہو کہ جائز ہی۔ غاصب نے اگر مغصوب شی کسی غیر شخص کو اجارہ پر دیدی پھر مستاجر نے وہی شی غاصب کو اجارہ دیکر اجرت سے لی تو غاصب کو اختیار ہوگا کہ جسقدر اجرت اس کو دیدی ہو واپس کرلے یہ محیط مین ہی۔ غاصب نے مغصوب چیز کسی شخص کو اجارہ پر دی پھر مدت کے بعد مالک نے اجازت دی تو اجازت سے پہلے کا حساب کرایہ ہوگا وہ غاصب کا ہوگا کیونکہ اسی نے عقد اجارہ قرار دیا ہو اور مالک کی اجازت دینے کے بعد پھر مالک کا ہوگا کیونکہ غاصب تو فضولی و درمیانی ہو اور اگر مالک نے اجازت نہ دی یہانتک کہ اجارہ کی مدت پوری ہوگئی تو پورا کرایہ غاصب کا ہوگا اور اس مسئلہ کی اصل نظیر یہ ہو کہ اگر مالک نے اپنے غلام کو ایک سال تک کے واسطے اجارہ پر دیا پھر سال کے بیچ مین اسکو آزاد کردیا اور غلام آزاد نے مالک کے اجارہ کی اجازت دیدی تو گذشتہ کرایہ سب مالک کو ملیگا اور آئندہ کا کرایہ غلام آزاد کا ہوگا۔ اور شیخ قدوری رح نے فرمایا کہ اجارہ بھی باقی عقود کے مثل ہو پس اگر کچھ منفعت حاصل کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دی تو تمام اجرت مالک کو ملیگی اور اگر پوری منفعت حاصل کرنے کے بعد اجازت دی تو اجازت کا اعتبار نہین اور کل اجرت عقد کرنے والے کو ملیگی اور اگر تھوڑی مدت گذرنے کے بعد اجازت دی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک گذشتہ و آئندہ سب مدت کا کرایہ مالک کو ملیگا اور جو حکم ہمنے پہلے ذکر کیا ہو وہ امام محمد رح کا قول ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہو۔ اور اگر چند سال کے واسطے غاصب نے مغصوب چیز کرایہ پر دیدی اور چند سال گذر گئے پھر مالک نے دعوی کیا کہ مین نے اجازت دیدی تھی تو بدون گواہون کے اسکا قول مقبول نہ ہوگا اور اگر دعوے کیا کہ مین نے غاصب کو یہ حکم دیا تھا تو قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہو جس شخص نے بطور اجارہ فاسدہ کے کوئی شی کرایہ لی اور دوسرے شخص کو اجارہ صحیحہ پر اجارہ دی تو جائز ہی کذا فی الصغری اور نصاب مین لکھا ہو کہ یہی صحیح ہو اور سراجیہ مین ہو کہ ایسا ہی امام ظہیرالدین مرغینانی نے فتوے دیا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو پھر واضح ہو کہ جسکے نزدیک اجارہ فاسدہ پر لیکر دوسرے کو اجارہ صحیحہ پر دیدینا جائز ہو اگر مستاجر نے اس صورت مین دوسرے کو اجارہ صحیحہ پر دیدی تو پہلے موجر کو اختیار ہوگا کہ دوسرا اجارہ نقض کرادے جیسا کہ بیع کی صورت مین ہو مثلاً کوئی چیز بطور بیع فاسدہ کے خریدی اور کسی شخص کو بطور اجارہ صحیحہ کے کرایہ پر دیدی تو بائع کو اجارہ توڑ دینے کا اختیار ہو مستاجر نے اگر وہ زمین دوسرے شخص کو اجارہ پر یا مزارعت پر دیدی پھر مستاجر اول نے پہلا عقد

اجارہ فسخ کر دیا تو دوسرے عقد اجارہ کے فسخ ہو جانے مین مشائخ کا اختلاف ہو اور صحیح یہ ہو کہ فسخ ہو جائیگا چاہے دونون اجارون کی مدت متحد ہو یا مختلف ہو یہ محیط مین ہو۔ اور مدت متحد ہونے کے یہ معنی ہین کہ جتنے روز پہلے اجارہ کے فسخ ہو جانے کے قرار دیئے گئے ہین اتنے ہی روز دوسرے کے فسخ کے ٹھہرے ہون یہ فتاوے صغرے مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک موضع اجارہ وادیلہ پر اجارہ لیا پھر مستاجر نے وہ موضع موجر کے غلام کو اجارہ دیا پس اگر غلام نے بدون مالک کی اجازت کے لیا ہو تو جو کچھ اسنے اپنے غلام سے راس المال سے لیا اسکو مستاجر کے حساب مین محسوب نکریگا۔ اور اگر غلام نے مالک کی اجازت سے اجارہ لیا ہو تو انمین شیخ امام رحمہ نے توقف فرمایا اور صحیح یہ ہو کہ غلام کا باجازت مالک اجارہ لینا مثل مالک کے خود اجارہ لینے کے ہو کذا فی جواہر الاخلاطی بشرطیکہ اس صورت مین غلام قرضدار نہو یہ کبرے مین لکھا ہو ایک شخص نے دوسرے کو اپنا گھر ایک درم ماہواری پر کرایہ دیکر سپرد کر دیا پھر کسی شخص کے ہاتھ اسکو فروخت کر دیا اور مشتری کرایہ مقررہ اُس مستاجر سے وصول کرتا رہا اور اسی طور سے ایک زمانہ گذر گیا اور مشتری نے بائع سے وعدہ کیا تھا کہ جب تو میرا ثمن مجھے واپس دیگا تب مین یہ گھر تجھے پھیر دونگا اور جو کچھ مین نے مستاجر سے کرایہ وصول کیا ہوگا وہ ثمن مین محسوب کر دونگا پھر بائع درم لیکر آیا اور چاہا کہ کرایہ ثمن مین محسوب کرے تو مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ جب مشتری نے مستاجر سے کرایہ وصول کیا تب ہی سے یہ اجارہ از سر نو قرار پایا پس جو کچھ مشتری نے وصول کیا وہ مشتری کی ملک ہوا کیونکہ اُسی کے عقد اجارہ سے وصول ہوا ہی اور بائع کو اختیار نہین ہی کہ اسکو ثمن مین داخل کرے اور جو مشتری نے بائع سے کہا تھا کہ گھر واپس کرنے کے وقت مین اسکو ثمن مین محسوب کر دونگا یہ قول ایک وعدہ ہی پس اگر اسنے اپنا وعدہ وفا کیا تو بہتر ہی ورنہ اُسپر وفا کرنا حق واجب نہین ہی اور اگر دونون نے یہ امر بیع مین شرط ٹھہرایا ہو تو بیع فاسد ہو گی یہ ظہیریہ مین ہی۔ کتاب الابانہ مین ہی کہ اگر کسی شخص نے کچھ مدت معلومہ کے واسطے ایک خیمہ کرایہ لیا تو اسکو اختیار ہی کہ دوسرے کو کرایہ پر دیدے کیونکہ اُس سے نفع اُٹھانے مین لوگون کا حال یکسان ہی جیسے بیت کا حال ہی اور اگر اسکو باورچی خانہ بنایا تو ضامن ہوگا لیکن اگر وہ خیمہ اسی واسطے رکھا گیا ہو کہ اسمین کھانا

پکایا جاوے تو ضامن نہوگا جیسے پلاس کا خیمہ یہ تاتارخانیہ مین ہی

آٹھوان باب۔ بغیر لفظ کے اجارہ منعقد ہونے کا بیان اور بقاے اجارہ وانعقاد اجارہ کے حکم کا بیان باوجود آنکہ کوئی شے اجارہ کی منافی پائی جاتی ہو۔ ایک گھر ایک مہینہ کے واسطے کرایہ لیا اور دو مہینہ رہا تو دوسرے مہینہ کا اُسپر کچھ کرایہ نہ ہوگا یہ حکم کتاب مین مذکور ہی اور ہمارے اصحاب سے مروی ہی کہ واجب ہوگا اور شیخ کرخی اور امام محمد بن سلمہ سے مروی ہی کہ انھون نے دونون روایتون مین اسطرح توفیق دی ہی کہ حکم کتاب ایسی چیز مین ہی جو کرایہ پر چلانے کے واسطے نہین مقرر کی گئی ہو اور دوسری روایت یعنی کرایہ واجب ہونے کی ایسی چیز مین ہو جو اسی واسطے ہو اور اس حکم مین خواہ گھر ہو یا حمام ہو یا زمین سب یکسان ہی کچھ تفصیل نہین ہی اور صدر الشہید رحمہ نے فرمایا کہ اسی پر فتوے ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ اگر کوئی کسی غیر کے گھر مین رہنے لگا حالانکہ کوئی عقد اجارہ دونون مین نہین ٹھہرا ہی پس اگر وہ گھر اسی واسطے رکھا گیا ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور اگر اسی واسطے نہین ہی تو واجب نہوگا لیکن اگر مالک مکان نے اُس سے کرایہ کا تقاضا کیا اور بعد تقاضہ کے بھی اُسنے سکونت اختیار کی تو اب کرایہ واجب ہوگا کیونکہ یہ امر دلالت کرتا ہی کہ اجارہ پر راضی ہوا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ جو مکان کرایہ کے واسطے رکھا گیا ہی انمین رہنے سے کرایہ جب ہی واجب ہوگا

کہ جب بطور اجارہ کے رہا ہو اور یہ امر اُسکے حالات سے بطور دلالت کے ثابت ہوا ہو یعنی اسکے حالات اس بات کی دلیل
ہوں کہ بطور کرایہ کے رہا ہے اور اگر کسی دوسری وجہ سے مثلاً ملکیت کی تاویل کر کے رہا ہو جیسے ایک بیت یا دوکان دو
شخصوں میں مشترک ہو انمیں سے ایک شخص اسمیں رہا تو رہنے والے پر کرایہ واجب نہوگا اگرچہ وہ دوکان وغیرہ کرایہ پر چلانے
کے واسطے رکھی گئی ہو محیط میں ہے۔ ایک سرائے میں ایک شخص اُترا تو یہ کرایہ پر قرار دیا جائیگا اور اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی کہ
بلا کرایہ ہے ایسا ہی محمد بن سلمہ رح اور ابو نصر بن سلام نے فرمایا ہے اور اسی کو فقیہ ابو بکر و فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے اور
قاضی فخر الدین رح نے فرمایا کہ فتویٰ اس طرح ہے کہ اسکا رہنا اجرت پر قرار دیا جائیگا لیکن اگر کسی قرینہ سے یہ بات معلوم ہو
کہ بلا اجرت ہو تو ہو سکتا ہے مثلاً وہ شخص ظالم مشہور ہو یا غاصب مشہور ہو یا وہ لشکری ہو کہ اسکے حال سے معلوم ہو کہ وہ کوئی
رہنے کی جگہ کرایہ پر نہیں لیتا ہے یہ مضمرات میں ہے۔ کرایہ کی دوکانیں ہیں انمیں سے ایک دوکان میں ایک شخص آکر رہا تو شیخ
محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ اجر المثل واجب ہوگا اور اگر اُسنے غصب کا دعویٰ کیا تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی جبکہ وہ مالک
کی ملک کا مقر ہو اور اگر اُسنے اپنی ملک کا دعویٰ کیا تو اجرت واجب نہوگی اگرچہ مالک نے اپنی ملک ہونا بدلیل ثابت کر دیا ہو اسیطرح
اگر کسی حمام میں گیا اور غصب کی راہ سے گھس جانیکا دعویٰ کیا تو سماعت نہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر کرایہ کی چیز کسی نابالغ کی ہو
تو دیکھنا چاہیے کہ اجر المثل کسقدر ثابت ہوتا ہے اور اگر ضمان نقصان لیا وے تو کسقدر ہوا پس دونوں میں سے جو نابالغ کے
حق میں مفید ہو وہی دلایا جائیگا۔ ایک شہر میں دھوبی لوگ کام کیا کرتے ہیں وہاں ایک شخص کے پتھر ہیں کہ وہ اُن لوگوں کو
اجارہ پر دیتا ہے پھر ایک دھوبی نے ایک پتھر سے کام لیا اور مالک سے کوئی شرط اجرت کی نہیں ٹھہرائی پس اگر یہ امر مشہور نہو کہ جو
دھوبی چاہے ان پتھروں سے اپنا کام چلاوے اور کرایہ دیدے تو اسپر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی جیسا کہ مالک کی بلا اجازت کام
لیا ہو اور اگر یہ بات معروف ہو کہ جو چاہے کام چلا دے اور کرایہ دیدے تو اسپر کرایہ واجب ہوگا۔ پھر اگر کوئی اجرت ٹھہری ہو
پہلے کٹی ہوئی ہو تو وہی دینی پڑیگی اور اگر مقرر نہو تو اجر المثل دینا پڑیگا یہ کبریٰ میں ہے۔ ایک گھر اجرت معلومہ دیکر ایک سال کے
واسطے کرایہ لیا اور اسمیں رہا پھر دوسرے سال بھی رہا اور کرایہ دیدیا تو اُسکو اس کرایہ کے واپس کر لینے کا اختیار نہیں ہے اور
شیخ رح نے فرمایا کہ اصول کے موافق اُنکی تخریج اس امر کی مقتضی ہے کہ یوں حکم کیا جاوے کہ اگر وہ گھر بھاڑے پر چلانے
کے واسطے ہو تو کرایہ واپس کر لے یہ قنیہ میں ہے۔ منتقی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر گھر کے مالک نے غاصب سے
کہا کہ یہ گھر میرا ہے تو اسمیں سے نکل اور اگر رہیگا تو تجھے اسقدر ماہواری کرایہ دینا پڑیگا اور غاصب نے انکار کیا پھر مالک نے
کئی مہینے کے بعد اسپر گواہ قائم کر کے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا تو مالک کو کچھ کرایہ نہ ملیگا اور اگر غاصب نے انکار نہ کیا ہو بلکہ
اقرار کیا ہو کہ یہ گھر مدعی کا ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو غاصب کا رہنا دلیل ہے کہ وہ کرایہ دینے پر راضی ہوا پس کرایہ واجب ہوگا
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک سال کے واسطے ایک مکان ہزار درم پر کرایہ لیا پھر جب سال گذر گیا تو مالک مکان نے کہا
کہ اگر تو آج ہی اسکو خالی کر دے تو خیر ورنہ ایک درم روزانہ کرایہ پر تیرے پاس رہا پھر اُسنے بہت دنوں تک خالی نہ کیا
اور مستاجر اس امر کا مقر ہے کہ یہ گھر اسی موجر کا ہے تو جو کچھ کرایہ روزانہ اُس نے بیان کیا ہے وہ دینا پڑیگا اور ہشام نے
کہا کہ میں نے اس مسئلہ میں امام محمد رح سے کہا کہ کیا آپ یہ حکم نہ دینگے کہ جتنے عرصہ میں وہ اپنا اسباب اس مکان سے دوسرے
مکان کو منتقل کر سکتا ہے اُتنے عرصہ تک اجر المثل پر اُسکے پاس رہیگا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ بہتر ہے اُتنے عرصہ تک
اجر المثل پر اُسکے پاس رہیگا پھر اگر اُتنے عرصہ تک خالی نہ کیا تو آیندہ اُسی کرایہ پر رکھونگا جو موجر نے بیان کیا ہے یعنی ہر روز

ایک درم یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی دوکان تین درم ماہواری کرایہ پر دی پھر جب دو مہینے گذر گئے تو دوکان والے نے کہا کہ آئندہ سے اگر پانچ درم ماہواری دینا منظور ہوں تو بہتر ورنہ خالی کر دے اور مستاجر نے اسکا کچھ جواب نہ دیا لیکن رہتا رہا تو اُسپر پانچ درم کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا کیونکہ جب اُس نے رہنا اختیار کیا تو اس کرایہ پر راضی ہوا اور اگر مستاجر نے یوں جواب دیا ہو کہ میں پانچ درم دینے پر راضی نہیں ہوں اور پھر رہا کیا تو اُسپر پہلی ہی اجرت کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام اجارہ پر لینا چاہا اور مالک غلام نے کہا کہ بیس درم ماہواری پر ہے اور مستاجر نے کہا کہ دس درم ماہواری پر اور اسی پر دونوں جدا ہو گئے اپنی غلام لیکر مستاجر چلا گیا تو مستاجر پر بیس درم کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا اور اگر مستاجر نے یوں کہا ہو کہ نہیں بلکہ دس درم پر ہے اور غلام لیکر چلا گیا ہو تو صحیح یہ ہے کہ دس ہی کرایہ واجب ہوگا کیونکہ مستاجر نے تصریح کر دی ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے یہ مکان ایک سال کے واسطے ہزار درم کو یعنی سو درم ماہواری کے کرایہ پر دیا تو فرمایا کہ اجارہ ایک ہزار دو سو درم پر واقع ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب اُس نے سو درم ماہواری پر ہونے کا تذکرہ کیا اور اگر پڑتا پھیلانے میں دونوں سے غلطی ہوگئی یعنی ہزار درم سالانہ کا ماہواری پڑتا پھیلانے میں سو درم ماہواری غلطی سے بیان کیے تو اس صورت میں مستاجر پر صرف ہزار درم واجب ہونگے اور اگر موجر نے کہا کہ میں نے قصداً ماہ فسخ چاہا تھا اور مستاجر نے غلطی تفسیر کا دعویٰ کیا تو موجر کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کچھ مدت مکان میں رہ کر اجارہ سے انکار کیا اور کہا کہ یہ مکان میرا ہے یا کہا کہ میں نے اسکو غصب کر لیا ہے یا میرے پاس عاریت ہے حالانکہ وہ مکان ایسا نہیں ہے کہ کرایہ پر چلنے کے واسطے رکھا گیا ہو پھر مستاجر پر مالک نے گواہ قائم کرکے اپنا حق ثابت کر لیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جب سے مستاجر نے انکار کیا ہے تب سے اُسپر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ غاصب ٹھہرا اور امام محمد رح کے نزدیک واجب ہوگا کیونکہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ مکان اُسکے پاس کرایہ پر تھا اور اگر بجائے مکان کے کوئی چوپایہ یا دوسرا مال معین ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو مستاجر کو اجارہ کی مدت گذرنے کے واپس کرنا چاہئے اور اگر قبل واپس کرنے کے ضائع ہوا تو ضامن ہوگا کیونکہ وہ اپنے زعم میں غاصب ہے۔ اور موجر کا ارادہ اگر کرایہ پر دینے سے راضی ہو یا اجرت طلب کی اور مستاجر نے سکونت کی اپنی رہتا رہا تو کرایہ واجب ہوگا اور وارثوں میں یا قرضخواہوں میں سے جس شخص کا اجارہ باقی ہونا کہتا ہو اسی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص سے کہا کہ یہ گھر کتنے ماہواری کو دیتا ہے اُس نے کہا کہ دو درم کو پس مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک درم کو اور گھر کو ٹھکانا کر لے گیا اور مہینہ گذر گیا تو صحیح یہ ہے کہ ایک درم واجب ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ ایک چرواہا کسی قدر ماہواری اجرت معلومہ پر بکریاں چراتا تھا اُس نے بکریوں کے مالک سے کہا کہ اب میں تیری بکریاں نہ چراؤنگا لیکن اگر تو ایک درم روزینہ دے تو چراؤنگا اور مالک نے اسکا کچھ جواب نہ دیا مگر بکریاں اُسی کے پاس چھوڑ دیں تو اُسپر ایک درم روز کے حساب سے اجرت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ چرواہے نے کہا کہ میں تیری بکریاں نہ چراؤنگا الا یہ کہ ایک درم روز مجھے دے مالک نے جواب نہ دیا مگر بکریاں اُسی کے پاس چھوڑیں تو روزانہ ایک درم کے حساب سے واجب ہوگا اور یہی حکم گھروں کے کرایہ میں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے نہر کی حفاظت کے واسطے ماہواری کچھ درم پر ایک شخص کو مقرر کیا پھر مستاجر مر گیا اور وصی نے مزدور سے کہا کہ تو اپنا کام جیسا کرتا تھا کرتا رہ میں تیری مزدوری نہیں روکونگا وہ ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا پھر وصی نے وہ زمین فروخت کر دی اور مشتری نے مزدور سے کہا کہ تو پہلی ہی طرح کرتا رہ جیسا کرتا تھا

کر دیا ہو تو اسکی مزدوری مزدور کو نہ ملیگی کیونکہ اُس نے مستاجر اول کی زندگی میں کام کیا ہی اُسکی مزدوری میت کے ترکہ میں واجب ہوگی اور جب سے وصی نے اُس سے کام کرنے کو کہا تب سے وصی پر واجب ہو گی اور جب سے مشتری نے کہا تب سے مشتری پر واجب ہو گی لیکن میت پر تو بحساب دس درم کے واجب ہوگی کیونکہ اس نے بیان کر دیا تھا اور وصی و مشتری پر اگر مقدار مشروط معلوم نہ ہو تو دونوں کو اجر المثل دینا پڑیگا اور اگر مقدار مشروط معلوم ہو اور دونوں نے مزدور سے کہا کہ اسی شرط سے کام کرتا رہے تو ان دونوں پر بھی اسی حساب سے مزدوری واجب ہو گی یہ محیط میں ہی ایک شخص نے دس درم میں ایک خچر کرایہ کیا اور ان درموں میں بعضے کھرے ہیں اور بعضے کھوٹے ہیں پس کرایہ دینے والے نے راستہ میں کہا کہ میں سب کھرے درم چاہتا ہوں اُس نے جواب دیا کہ جیسا تو چاہتا ہی ایسا ہی کرونگا تو یہ قول ایسا وعدہ ہی کہ اُسکا وفا کرنا مستاجر کے ذمہ واجب نہیں ہی اور نہ کچھ اُسکو دینا واجب ہوگا اسی طرح اگر کرایہ دینے والے نے مستاجر سے کچھ اجرت بڑھا دینے کی درخواست کی اور اُس نے یوں ہی جواب دیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ میں ہی کتاب الاصل میں فرمایا کہ اگر کوفہ تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو کرایہ لیا اور راستہ میں ٹٹو والا مر گیا تو مستاجر کو اختیار ہی کہ کوفہ تک اسی کرایہ پر ٹٹو لیجاوے اور اجارہ اسواسطے نہ ٹوٹے گا کہ یہ حالت حالت عذر ہی اور عذر کی وجہ سے از سر نو اجارہ منعقد ہو جاتا ہی مثلاً کسی شخص نے دریا میں ایک کشتی کرایہ لی ایک مہینہ کے واسطے اور مدت گذر گئی حالانکہ مستاجر بیچ دریا میں ہی تو ان دونوں میں از سر نو اجارہ منعقد ہو جائیگا پس جو اجارہ بعد موجود ہو جب وہ باقی رہے تو اُسکا باقی رہنا بدرجہ اولی ثابت ہوگا اور عذر کا بیان یہ ہی کہ بیچ جنگل میں اُسکو دوسرا ٹٹو نہ ملنے کی وجہ سے اپنی جان و مال کا خوف ہی اور وہاں کوئی قاضی نہیں کہ اُسکے پاس مرافعہ کرکے دوبارہ اجارہ منعقد کرلے حتی کہ بعض مشایخ نے کہا کہ اگر وہاں دوسرا ٹٹو پایا جاوے کہ وہ اُس کو کرایہ کرکے اسباب لاد سکے تو اجارہ ٹوٹ جائیگا اسی طرح اگر ایسے موقع میں جہاں دوسرا ٹٹو اجارہ مل سکتا ہی موجر نے انتقال کیا تو اجارہ ٹوٹ جائیگا۔ پھر جب مستاجر اُسکو کوفہ تک لے گیا اور راستہ میں اُسکا دانہ چارہ اپنے پاس سے دیا تو اُسمیں متبرع یعنی محسن قرار دیا جائیگا یعنی کہ حق کی جہت سے یہ نہ ہوگا کہ کرایہ والے کے وارثوں سے یہ خرچہ واپس لے یہ ذخیرہ میں ہی اور اگر قاضی کے حکم سے اُس نے دانہ چارہ دیا ہی اور اُسکو گواہوں سے ثابت کر دیا تو واپس لے سکتا ہی یہ خلاصہ میں ہی۔ اور اگر مستاجر نے کوئی شخص ٹٹو کی خور برداخت کے لیے نوکر رکھا تو اُسکا کرایہ مستاجر ہی کو دینا پڑیگا اور موجر میت کے وارثوں سے واپس نہیں لے سکتا ہی پھر جب اُس جگہ پہونچا تو قاضی کے پاس مقدمہ پیش کریگا تاکہ وارثان میت کے حق میں جو بہتر ہو وہ حکم دے پس اگر قاضی نے یہ رائے مناسب دیکھی کہ وہ بارہ اُسی مستاجر کو کرایہ پر دیدے مثلاً مستاجر ثقہ امین آدمی ہی اور چوپایہ قوی ہی اور قاضی کو ثابت ہوا کہ اس شخص کو کرایہ پر دینے سے وارثوں کو یہ جانور بعینہ ملجائیگا تو اُسکو کرایہ پر دیدے اور اگر اُسکی رائے میں یہ بہتر معلوم ہوا کہ ٹٹو کو فروخت کر دے بایں وجہ کہ اُس نے مستاجر کو متہم دیکھا یا ٹٹو کو ضعیف پایا اور اُس سے معلوم ہوا کہ ایسے شخص کو کرایہ پر دینے سے وارثوں کو عین مال نہ پہونچیگا یا اگر پہونچا بھی تو بڑے نقصان کے ساتھ پہونچیگا تو ایسی صورت میں ٹٹو کو فروخت کر دے اور یہ فروخت کرنا قضا علی الغائب نہیں ہی بلکہ غائب شخص کے مال کی حفاظت میں رکھنا ہی۔ اور اگر مستاجر نے ٹٹو والے کو پہلے ہی بہ تعجیل پورا کرایہ دیدیا ہو اور قاضی نے اجارہ فسخ کر دیا اور ٹٹو فروخت کر دیا پس مستاجر نے اپنے کرایہ کا دعوی کیا تو قاضی اُسکو گواہ پیش کرنے کا حکم دیگا کہ اپنے دعوی کے گواہ لاوے اور میت کی طرف سے

ایک شخص وصی مقرر کر گیا کہ اُسکے مقابلہ میں گواہوں کی سماعت ہو یہ محیط میں ہے۔ امام محمد رحمہ نے سیر کبیر میں کشتی کا مسئلہ
ذکر فرمایا ہے یعنی کرایہ کی کشتی کے اجارہ کی مدت ایسی حالت میں گذری کہ جب کشتی بیچ دریا میں تھی اور مستاجر کو وہاں دوسری
کشتی دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ اور کپّہ کا مسئلہ ذکر فرمایا یعنی کپّہ کرایہ لیکر اُسمیں روغن زیتون بھر لیا اور چلا اور بیچ جنگل میں
اجارہ کی مدت گذر گئی اور وہاں مستاجر کو دوسرا کپّہ دستیاب نہیں ہوتا ہے اور ان دونوں مسئلوں میں موجر نے کشتی یا کپّہ کرایہ پر
دینے سے انکار کیا اگر وہاں امام وقت موجود ہو تو اگر امام وقت نے مستاجر کو کسی قدر روزانہ کرایہ پر یہ دونوں چیزیں کرایہ
دیدیں تو جائز ہے پس امام محمد رحمہ نے شرط کر دی کہ اجارہ دینا امام کی طرف سے ہو۔ اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں
امام محمد رحمہ سے یہ مسئلہ روایت کیا اور اسمیں یہ شرط نہیں لگائی کہ امام وقت موجود ہو بلکہ یہ شرط لگائی کہ مستاجر یوں کہے کہ
میں نے یہ کشتی روزانہ اتنے درم پر اجارہ لی یا اُسکا کوئی نوکر یا دوست اجارہ دے پھر اگر اُس کے بعد بھی موجر نے کشتی کے
دینے سے انکار کیا تو مستاجر اپنے نوکروں یا رفیقوں کو مددگار کر کے کشتی لے لے یا وہ کپّہ لے لے جسمیں روغن ہے اور
رہنے دے یہانتک کہ اُسکو دوسری کشتی یا کپّہ دستیاب ہو۔ اور اس مسئلہ میں یہ حکم ظاہر ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے
کے مکان میں جا رہا تو کرایہ واجب نہوگا مگر جبکہ مالک مکان اس امر سے انکار کرے اگرچہ وہ مکان کرایہ پر چلانے کے
واسطے ہو ولیکن اگر رہنے والے نے کہا کہ میں نے دس درم ماہواری پر مثلاً اُسکو کرایہ لیا تو کرایہ لازم آویگا۔ پھر
جاننا چاہیے کہ کشتی و کپّہ کے مسئلہ میں دو مختلف روایتیں نہیں ہیں بلکہ سیر کبیر کی روایت میں جو حکم مذکور ہے وہ امام وقت
کی موجودگی کے وقت ہے اور جو نوادر ابن سماعہ میں لکھا ہے وہ امام کی عدم موجودگی کے وقت ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص
نے زمین کرایہ لی اور اُسمیں کھیتی بوئی پھر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے مستاجر مر گیا تو کھیتی کے پکنے تک وارثان
مستاجر پر کرایہ مقررہ واجب ہوگا کیونکہ اجارہ جیسے بسبب عذر کے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی بسبب عذر کے
باقی رہتا ہے اسی طرح اگر موجر مر گیا اور مستاجر باقی رہا تو بھی کھیتی پکنے تک اجارہ باقی رکھا جائیگا۔ اور اگر اجارہ کی مدت گذر گئی
حالانکہ کھیتی موجود ہے تو بعض نے فرمایا کہ قیاساً مستاجر کو کھیتی کاٹ لینے کا حکم کیا جائیگا اور استحساناً اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی
چاہے تو ابھی کھیتی کاٹ لے یا چھوڑ دے تاکہ پک جاوے تو تجھ پر زمین والے کو اجر المثل دینا واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر مدت اجارہ گذر گئی اور زمین میں رطبہ بوئی ہوئی ہے تو کاٹ لیجاویگی اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اجارہ کی
مدت گذر گئی اور زمین میں رطاب ہیں تو زمین اجر المثل پر اُسکے پاس چھوڑ دیجاویگی یہانتک کہ جھاڑنے کے وقت پر آجاوین
اور وہ پہلی مرتبہ اجارہ گذرنے کے بعد جھاڑنے پر قرار دیا جائیگا۔ اور موت کی صورت میں بیان کیا کہ اگر کوئی موجر مر گیا اور
زمین میں رطاب ہوں تو جو کرایہ ٹھہرا ہے اُسی پر زمین چھوڑ دیجاویگی یہانتک کہ جھاڑ لیے جاوین۔ اور اسی طرح اگر کوئی کپّہ لیا
اُسمیں سرکہ بھرا پھر اجارہ کی مدت بیچ جنگل میں گذر گئی تو اجر المثل پر اُسکے پاس چھوڑ دیا جائیگا یہانتک کہ اُسکو دوسرا کپا دستیاب
ہو اور اگر اجارہ گذرنے سے پہلے موجر مر گیا تو پہلے اجارہ کے حکم سے اُسکے پاس چھوڑا جاویگا اجر المثل پر نہیں یہ محیط میں ہے۔ اگر
ایک سال کے واسطے کوئی زمین کرایہ لی اور اُسمیں کھیتی بوئی پھر مستاجر اور ایک دوسرے شخص نے ملکر وہ زمین خرید لی تو
اجارہ ٹوٹ گیا اور کاٹنے کے وقت تک کھیتی اُنکی زمین میں چھوڑ دیجاویگی اور شریک کو زمین کے اجر المثل کا آدھا دینا
پڑیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر مدت اجارہ گذر گئی اور ہنوز کھیتی نہیں اُگی ہے
اور دونوں نے جھگڑا کیا تو اجارہ فسخ کر کے زمین اُسکے مالک کو واپس دونگا اور اگر اُسکے بعد کھیتی اُگی تو جسقدر کرایہ پر ہو

مستاجر کو واپس دیگا اور اگر مدت گذر گئی اور کھیتی ساگ ہو اور دونوں نے جھگڑا ڈالا یہاں تک کہ مستاجر نے اُس کو اُٹھنے تحت
پہ کاٹا تو اسی حساب سے کرایہ دینا پڑیگا اور زمین والا اس زیادتی کو جو اسکو ملی ہو صدقہ نہ کریگا اسی طرح اگر دونوں نے
جھگڑا کیا تو بھی بحکم استحسان اجر المثل پر اُسکے پاس چھوڑ دیجاویگی یہ تمرتاشی میں ہے - اور اگر مدت اجارہ گذرنے کے بعد کھیتی
اُگی تو صدقہ کر دے اور اگر موجر نے بھی اُسمیں اپنی کھیتی بودی ہو پھر کھیتی نکلی اور دونوں نے ایک دوسرے کی
تصدیق کی کہ ہم دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کو نصف کھیتی ملیگی اور اگر دونوں میں سے کوئی غالب ہو تو تمام کھیتی اُسی کو
دلائی جاویگی اور وہ دوسرے کو اُسکے مال کی قدر ضمان دیگا یہ غیاثیہ میں ہے - ایک زمین کرایہ پر لی اور اُسمیں درخت
لگا دیئے پھر مدت اجارہ گذر گئی تو صحیح یہ ہے کہ اگر مستاجر نے اُسمیں پودے لگائے ہیں تو زمین والے کو اختیار ہے کہ اُس سے
مطالبہ کرے کہ میری زمین خالی کر کے مجھے سپرد کر دے بخلاف اسکے اگر اُسمیں کھیتی ہو تو اجر المثل پر مستاجر کے پاس
چھوڑ دیجاویگی اور اگر ان پودوں کے اُکھاڑنے میں زمین کو کھلا ضرر پہونچتا ہو تو ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ قیمت دیکر زمین
والا اُن پودوں کا مالک ہو جاوے یہ محیط میں ہے - اور اگر اُن پودوں کے اُکھاڑنے میں زمین کو ضرر پہونچتا ہو تو زمین
والا اُن پودوں کا مالک ہو جاویگا اور اُسکو اُن پودوں کی قیمت جمے ہوئے کے حساب سے نہیں بلکہ اُکھڑے ہوئے کے
حساب سے مستاجر کو دینی پڑیگی اور یہ ملکیت اس وجہ سے ہے کہ زمین والے کو ضرر نہ پہونچے یہ خزانۃ المفتین میں ہے - ایک شخص نے
کسی سے ایک دوکان کرایہ پر لیکر اُسمیں سرکہ کے مشک رکھے پھر اجارہ کی مدت گذر گئی اور موجر نے دوکان خالی کرانی چاہی
اور مستاجر نے انکار کیا پس اگر سرکہ ایسا ہو گیا ہے کہ دوسری جگہ لیجانے سے بگڑ نہ جاویگا تو حکم دیا جاویگا کہ دوسری جگہ منتقل
کرے اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ حکم دیا جائیگا اور مستاجر سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے دوسری جگہ لیجا یا سرکہ اچھا ہو جانے تک دوکان
کرایہ پر رکھ لے اور کرایہ پر رکھ لینے سے یہ مراد نہیں ہے کہ از سر نو کرایہ مقرر کر کے اجارہ ٹھہرائے بلکہ یہ مراد ہے کہ اُس پر اجر المثل
دینے کا حکم کیا جائیگا - اور اگر مدت گذرنے سے پہلے موجر یا مستاجر مر گیا اور سر دست دوکان خالی کرنا ممکن نہ ہوا تو استحساناً اجر
مقررہ کا حکم دیا جائیگا حالانکہ قیاس چاہتا ہے کہ اجر المثل دلایا جاوے جیسا کہ مدت گذرنے کے بعد حکم ہوتا ہے یہ محیط میں ہے - اگر
ایک سال کے واسطے ایک مکان کرایہ پر لیا اور مدت گذر گئی اور مکان کا مالک اُس وقت غائب تھا اور مستاجر اُسمیں دوسرے
سال بھی رہا تو دوسرے سال کا کرایہ اُسکے ذمہ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ بطور اجارہ کے نہیں رہا ہے - اسی طرح اگر مدت گذر گئی
اور مستاجر غائب ہے اور مکان اُسکی عورت کے پاس ہے اور وہ دوسرے سال رہی تو بھی کرایہ عورت پر واجب نہ ہوگا کیونکہ
بطور اجارہ کے نہیں رہی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اور امالی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
ایک سال کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ دراہم پر ایک زمین کرایہ پر لی اور اُسمیں کھیتی بوئی پھر کھیتی کٹنے سے پہلے موجر مر گیا
اور مستاجر نے یہ اختیار کیا کہ کھیتی کٹنے تک اجارہ پر زمین اُسکے پاس رہنے اور کرایہ کا ایک شخص کفیل ہے تو امام محمد رح نے فرمایا
کہ موجر کے مرنے کے بعد جب تک وہ زمین مستاجر کے پاس رہی تھی اُسکے کرایہ کی کفالت سے کفیل بری نہ ہوگا اسی طرح
اگر موجر نہیں مرا بلکہ مستاجر مر گیا اور اُسکے وارثوں نے کھیتی کٹنے تک زمین میں باقی رکھنا اختیار کیا تو بھی کفیل کفالت سے
بری نہ ہوگا اور اگر موجر نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوتا مگر اس صورت سے راضی ہوں کہ کرایہ وارثان مستاجر پر رکھا جاوے تو اُسکو
یہ اختیار نہیں ہے - اور اگر سال گذر گیا پھر مستاجر مر گیا اور زمین میں کھیتی ہنوز ساگ ہو اور وارثوں نے یہ اختیار کیا کہ اجر المثل پر کھیتی
زمین میں لگی رہے یہاں تک کہ اُسکے کاٹنے کا وقت آجاوے تو یہ کرایہ وارثوں پر وارثوں کے مال سے ہوگا میت کے

مال ہو جائیگا یہ محیط میں ہے - ایک زمین کرایہ پر لی اور اس میں کھیتی بوئی پھر ان دونوں نے عقد اجارہ کو فسخ کر لیا اور کھیتی ہنوز سبز ہے
پس آیا کھیتی کٹنے تک یہ زمین مستاجر کے پاس اجر المثل پر چھوڑ دیجاویگی یا نہیں پس بعض نے کہا کہ چھوڑ دیجاویگی اور بعض نے کہا کہ
نہیں چھوڑی جائیگی اور حاکم اس مسئلہ سے کیونکر استدلال کریگا جو امام محمد نے کتاب المزارعۃ میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے
اپنی زمین مزارعت پر دوسرے شخص کو دی اور کاشتکار نے اس میں کھیتی کی اور سال تک تاخیر سے رکھا اور کھیتی سبز تھی اور ہنوز
لائق کاٹنے کے نہ تھی پس مالک زمین نے چاہا کہ کھیتی اکھاڑ ڈالے تو اسکو یہ قدرت نہ دی جائیگی اور کھیتی کٹنے تک دونوں
میں آدھی زمین کا اجارہ منعقد ہو جائیگا تاکہ کھیتی میں کاشتکار کا حق محفوظ رہے اور آدھی زمین کا اجر المثل اسکو دینا
پڑیگا کہ اسکا حق کھیتی میں باطل ہو گیا بسبب اسکے کہ اس نے آخر سال تک کھیتی میں تاخیر کر دی مگر باوجود اسکے شرع نے
اسکا حق محفوظ رکھا اور آدھی زمین میں اجارہ ثابت کر دیا کذا فی الذخیرہ

نواں باب ان صورتوں کے بیان میں جن میں اس معنی پر حکم دیا جاتا ہے کہ اجیر نے کام سے فراغت کر کے مستاجر کو سپرد کر دیا
اور جن میں ایسا نہیں ہوتا ہے - اگر کوئی کام بیان کر کے اپنے گھر میں کام لینے کے واسطے کوئی مزدور مقرر کیا اور مزدور نے
مستاجر کے گھر میں کام سے فراغت کر کے اپنے ہاتھ سے نہ رکھا تھا کہ وہ کام مزدور کے ہاتھ سے بگڑ گیا یا اسکے ہاتھ سے
ضائع ہو گیا تو مزدور کو مزدوری ملیگی یہ مبسوط میں ہے - ایک شخص نے کسی کو مزدور مقرر کیا تاکہ اسکے گھر بیٹھکر روٹیاں پکا دے
اور اس نے جب روٹیاں تنور سے نکالیں تو جل گئیں مگر اسکی حرکت سے نہیں جلی ہیں تو اسکو اجرت ملیگی اور اسپر ضمان نہ
آویگی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب مستاجر کے گھر بیٹھکر روٹیاں پکائی ہوں کذا فی شرح الجامع الصغیر القاضی خان اور اگر کچھ روٹیاں
تنور سے نکالیں تو اسکے حساب سے اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی الینابیع - اور اگر مستاجر کے گھر میں نہ ہو اور روٹیاں جل گئیں تو اسکو
کچھ مزدوری نہ ملیگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے - اور اگر اس نے تنور میں روٹی لگائی پھر اسکو چھوڑنے لگا وہ چھوٹکر
اندر گری اور جل گئی تو ضامن ہو گیا پس اگر مستاجر نے پکی ہوئی روٹی کی ضمان لی تو اسکو اجرت دینی پڑیگی اور اگر آٹے کی
ضمان لی تو اجرت نہ دینی پڑیگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر روٹی تنور ہی میں نکالنے سے پہلے جل گئی تو کچھ اجرت نہ ملیگی خواہ
مستاجر کے گھر میں لگائی ہو یا اپنے گھر میں لگائی ہو یہ نہایہ میں لکھا ہے - اور اگر نکالنے کے بعد روٹی چوری گئی پس
اگر مستاجر کے گھر میں پکاتا ہو تو اسکو اجرت ملیگی اور اگر اپنے گھر میں ہو تو نہ ملیگی اور امام اعظم رہ کے نزدیک جسقدر چوری ہوئی
اس کا ضامن نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے - اگر کوئی درزی اجیر مقرر کیا کہ میرے
گھر میں بیٹھکر سی دے اس نے کپڑا قطع کیا اور تاگا بٹا اتنے میں کپڑا چوری گیا تو اس کام کے مقابل کچھ اجرت نہ پاوے گا
اگرچہ سلائی کا کام مسلم یعنی مستاجر کو سپرد کیا ہوا شمار ہے کہ اسکے گھر میں کام کیا ہے اور اجرت اسواسطے نہ ملیگی کہ اجرت سلائی
کے مقابل مشروط ہے اور جو کام اس نے کیا ہے یہ سلائی نہیں بلکہ سلائی کے کاموں میں سے ہے اسی طرح اگر باورچی اجیر
کیا کہ اسقدر آٹا میرے گھر میں پکا دے اس نے آٹا چھانا اور گوندھا کہ اتنے میں چوری ہو گیا وہ پکانے نہیں پایا تو
کچھ اجرت نہ ملیگی کیونکہ پکانے کے مقابل اجرت ٹھہری ہے اور یہ کام پکانا نہیں ہے بلکہ پکانے کے لوازم میں سے ہے یہ محیط میں ہے
اور اگر کنواں کھودنے کے واسطے اجیر مقرر کیا اور باوجود کھودنے کے اسکو اینٹوں سے پختہ کرنے اور جگت بنانے کی بھی شرط
کی اور مزدور نے یہ سب کام کر دیا پھر وہ کنواں بیٹھ گیا تو مزدور کو پوری مزدوری ملیگی اور اگر اینٹوں سے پختہ کرنے
سے پہلے بیٹھ گیا ہو تو اسکے حساب سے جو حصہ مزدوری کا نکلے وہ ملیگا یہ مبسوط میں ہے - اگر کسی شخص کو مزدور کیا کہ میرے کان میں

کچھ عمارت بناوے یا چھتا یا کمانچہ وغیرہ بناوے یا کنواں یا نہر یا کاریز وغیرہ کھودے خواہ اسکی ملک میں یا جو اسکے قبضہ میں ہو
وہاں تیار کرنے کے واسطے مقرر کیا اس نے اسمیں سے کچھ کام کیا تو اسکو اسی قدر کی اجرت طلب کرنے کا اختیار ہے لیکن
باقی پوری تیار کرنے کے واسطے اسپر جبر کیا جائیگا اور اگر عمارت گر گئی یا کنواں بیٹھ گیا یا اسمیں پانی یا مٹی اسقدر بھر گئی
کہ زمین سے برابر ہو گیا یا چھتا گر گیا تو جسقدر اس نے کام کیا ہے اسکے حصہ کی مزدوری اسکو ملیگی اور اگر مستاجر کی ملک و
قبضہ کی جگہ کے سوائے دوسری جگہ میں ایسا کام بنایا تو پورے کام سے فارغ ہو کر سپرد کرنے سے پہلے اس کو اجرت
طلب کرنے کا اختیار نہ ہوگا حتی کہ اگر سپرد کرنے سے پہلے تلف ہو جاوے تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی۔ اگر مستاجر نے اسکو جنگل میں
کوئی جگہ دکھلا دی کہ اسمیں میرے واسطے ایک کنواں کھود دے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ بدون تخلیہ کے قابض شمار نہ ہوگا اگرچہ
مستاجر کو موضع دکھلا دیا ہو اور یہی صحیح ہے اور اگر مستاجر کی ملک میں یا مقبوضہ میں ایسا واقع ہوا اور مزدور نے کچھ کام کیا اور
مستاجر اس سے قریب تھا پس مزدور نے کام اور مستاجر کے درمیان تخلیہ کر دیا اور مستاجر نے کہا کہ میں اسپر قبضہ نہ کرونگا جبتک
تو کل کام سے فراغت کر کے مجھے سپرد نہ کرے تو مستاجر کو یہ اختیار ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر جنگل کے
راستہ میں اپنے لیے کنواں کھود دینے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور اس نے کھودا تو اسکو جبتک سپرد نہ کرے کچھ مزدوری
نہ ملیگی اور مشایخ نے فرمایا کہ امام محمد رح نے اس صورت میں صرف سپرد کر دینا شرط کیا اور کھودنے کی جگہ بیان کرنا شرط
نہ کیا اسمیں یہ اشارہ ہے کہ جہاں مستاجر کی ملک نہیں ہے وہاں جگہ بیان کرنا شرط نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر اپنی ملک
یا مقبوضہ زمین میں کچی اینٹیں بنانے کے واسطے اینٹیں بنانے والے کو اجیر مقرر کیا تو جبتک اسکو بنا کر خشک نہ کرے
اور نصب نہ کرے تب تک امام اعظم رح کے نزدیک اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ خشک کرے اور
نصب کرے (کھڑی کر دینا ۱۲) اور صاف کر کے چن دے تب اجرت کا مستحق ہوگا اور اسمیں اختلاف نہیں ہے کہ اگر اس نے نصب کیا تو مستحق اجرت
ہوگا اور اگر اسکے بعد وہ کچی اینٹیں تلف ہو جاویں تو اسکو پوری اجرت ملیگی۔ اور اگر غیر ملک یا غیر مقبوضہ میں بنانے کے واسطے مقرر کیا ہو
تو جبتک مستاجر کے سپرد نہ کرے تب تک مستحق اجرت نہ ہوگا اور سپرد کرنے کی شرط یہ ہے کہ مستاجر اور اینٹوں کے درمیان تخلیہ
کر دے کہ یہ اینٹیں ہیں تو جان اور تیرا کام اور وہاں کوئی مانع نہ ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ تخلیہ اسوقت ہونا چاہیے کہ
جب اس نے بنا کر نصب کر دی ہوں۔ اور صاحبین رح کے نزدیک جب اس نے صاف کر کے چن بھی دی ہوں کذا فی البدائع
اور اگر سپرد کرنے سے پہلے وہ اینٹیں تلف ہو گئیں تو اجیر کا مال گیا خواہ صاف کر کے چن دینے کے بعد تلف ہوئی ہوں یا اس سے پہلے یہ ینابیع
میں ہے اور اگر اینٹیں بنانے والے کو کوئی خاص پیمانہ دیکر اسکے موافق اینٹیں بنانے اور انکے پکانے کے واسطے اجیر مقرر کیا
پھر پکانے میں جو لکڑیاں صرف ہوں وہ مستاجر کے ذمہ ہیں تو یہ جائز ہے اور اگر آوے میں ڈالنے کے بعد اینٹیں بگڑ گئیں اور
ٹوٹ گئیں تو اسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی اور اگر اس نے ثابت پختہ کردیں پھر آگ ٹھنڈی کر دی اور آوے سے نکالنے میں دونوں
نے جھگڑا کیا تو آوے سے نکالنا اجیر کے ذمہ ہے جیسے تنور سے روٹی کا نکالنا باورچی کے ذمہ ہوتا ہے اور اگر نکالنے سے
پہلے وہ اینٹیں ٹوٹ گئیں تو کچھ اجرت نہ ملیگی۔ اور اگر انکو آوے سے نکال چکا ہے اور وہ زمین مستاجر کی ملک ہے تو اجیر اپنی اجرت
کا مستحق ہوگا اور ضمان سے بری ہوگا اور اگر آوے کی زمین اسی اجیر کی ملک ہو تو جبتک مستاجر کے حوالہ نہ کر دے تب تک
اجرت کا مستحق نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ [illegible] درزی نے اگر مستاجر کے گھر میں بیٹھکر سینا شروع کیا اور کچھ کپڑا سیا لیکن
ایک کپڑے میں سے تھوڑا سا سیا تو اسکو اجرت نہ ملیگی کیونکہ اس سے ہنوز انتفاع ممکن نہیں ہے اور اگر وہ تلف ہو گیا تو درزی ضامن

نہ ہوگا اور اس مسئلہ مین قدوری نے تھوڑے سے سینے پر اجرت نہ ملنے کا حکم کیا ہی حالانکہ یہ حکم روایت اصل کے مخالف ہی پھر قدوری مین فرمایا کہ اگر اس کام سے فارغ ہو گیا تو اُسکو پورا اجر ملیگا اور صاحبین کے قول پر اگر کام سے فارغ ہونے سے پہلے تلف ہو گیا یا فارغ ہونے کے بعد مستاجر کے سپرد کرنے سے پہلے تلف ہوا تو درزی ضامن ہوگا اور جو کپڑا اُس کے پاس ہی وہ ضمانت مین ہی پس جب تک مالک کے سپرد نہ کرے تب تک ضمان سے باہر نہ ہوگا پس جب تلف ہو جاوے تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہوگا چاہے اپنے کپڑے کی قیمت لے لے اور کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی اور اگر چاہے تو سیے ہوئے کپڑے کے حساب سے قیمت لے لے اور اُسکو درزی کی مزدوری دینی پڑیگی یہ محیط مین ہی

دسوان باب دودھ پلانے والی کو اجارہ لینے کے بیان مین۔ قال المترجم اگر عورت کو طلاق دی اور دودھ پلانے کے واسطے شوہر نے اُسکو مقرر کر لیا تو یہ عورت بچہ کی مان ہی اور دودھ پلائی پر مقرر ہی اگرچہ اسکو عرف مین انّا کہینگے لیکن مترجم بچہ کی کہتا ہی کہ دودھ پلائی خواہ کوئی ہو ترجمہ مین اُسکے واسطے دائی کا لفظ مقرر کیا ہی فاحفظہ۔ قال فی الکتاب اور اجرت معلومہ پر دائی کو مقرر کر لینا جائز ہی کذا فی الہدایہ اور جن صورتون مین غلام کو خدمت کے واسطے اجارہ لینے مین جائز ہین وہ دائی کے اجارہ مین جائز ہین اور جو غلام کی صورت مین باطل ہین وہ دائی کی صورت مین بھی باطل ہین لیکن امام اعظم رح نے دائی کے اجارہ لینے مین استحسانًا کھانے کپڑے پر اجارہ لینا جائز رکھا ہی اگرچہ کھانا کپڑا موصوف نہو یعنی کپڑا کھانا کپڑا دیا جاویگا اور موصوف نہونے کی صورت مین اُسکو درمیانی کھانا کپڑا ملیگا نہ اعلیٰ نہ ادنیٰ۔ اور صاحبین رح نے فرمایا کہ یہ صورت نہین جائز ہی اور دائی کے اجارہ لینے مین مدت مقرر کرنا بالاجماع شرط ہی یہ فتاویٰ کبریٰ مین لکھا ہی اگر بچہ کے وارثون نے شرط لگائی کہ ہمارے گھر مین دودھ پلایا کرے تو دائی کو اُنکے یہان سے باہر جانا جائز نہین ہی لیکن مرض وغیرہ کی وجہ سے جا سکتی ہی اور اگر اُن لوگون نے یہ شرط نہ لگائی ہو تو انکو یہ اختیار نہین ہی کہ دائی کو اپنے گھر مین روک رکھین بلکہ دائی کو اختیار ہی کہ بچہ کو اپنے گھر لیجاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جو مرض دائی کو ایسا پیدا ہو جاوے کہ اُسکے ہوتے ہوئے دودھ نہین پلا سکتی ہی تو یہ عذر ہی اور وارثون کو اختیار ہی کہ جب وہ بیمار پڑے تو اُسکو نکالدین یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دائی سے صریح یہ شرط نہ لگائی گئی ولیکن لوگون کا برتاؤ یہی ہی کہ دائیان بچے کے باپ کے گھر مین دودھ پلایا کرتی مین تو اس دائی پر بھی یہی کرنا لازم ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دائی کا کھانا کپڑا عقد اجارہ مین شرط نہ کیا گیا ہو تو اُسکا کھانا کپڑا اُسی پر ہوگا یہ خلاصہ مین ہی اور اگر دائی کے ہاتھ سے بچہ ضائع ہو گیا یا گر کر مر گیا یا بچہ کے زیور و کپڑون مین سے کوئی چیز چوری گئی تو دائی اُن مین سے کسی چیز کی ضامن نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ پھر اگر دائی کو درمون پر اجارہ لیا تو درمون کی مقدار و صفت بیان کرنا ضرور ہی یعنی کیا وزن ہی اور کھرے ہین یا کھوٹے ہین اور اگر کسی کیلی یا وزنی چیز کے عوض اجارہ لیا تو اُسکی قدر و صفت بیان کرنا چاہیے اور اگر کسی کپڑے کے عوض اجارہ لیا تو اس کپڑے مین جسقدر بیع سلم کے شرائط ہین وہی سب یہان شرط ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اجرت مین درم مقرر کیے اور بجائے اُنکے اناج دیا تو بالاجماع جائز ہی اور اگر کپڑا ٹھہرا اور اُسکی جنس و گزون کی تعداد بیان کر دی اور ادا کرنے کی میعاد بیان کر دی تو بالاجماع جائز ہی اور اگر اناج اجرت مین ٹھہرایا اور مقدار بیان کر دی تو بھی جائز ہی اور اسکی ادائی کی میعاد بیان کرنا شرط نہین ہی ہان امام اعظم کے نزدیک وہ جگہ جہان اناج ادا کریگا بیان کرنی شرط ہی اور اُنمین صاحبین رح نے خلاف کیا ہی یعنی اُنکے نزدیک یہ شرط نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی اور دائی پر واجب ہی کہ بچہ کی بابت سے جو امور متعلق ہین اُنکی درستی مین مستعد رہے یہ محیط سرخسی مین ہی اور دائی پر بچہ کے کپڑے پیخانہ پیشاب سے دھونے

واجب ہین اور تیل کچھیل سے دہونے واجب نہین ہین یہی اصح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اور بچہ کو نہلانا اور تیل کنگھی کرنا دائی پر واجب ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور دائی پر واجب ہی کہ بچہ کا کھانا درست کر دے مثلاً غذا اسکو چبا کر نرم کر دے اور اسپر واجب ہی کہ کوئی ایسی غذا نہ کھاوے جس سے دودھ بگڑ جاوے اور بچہ کو ضرر پہونچے اور دائی پر یہ بھی واجب ہی کہ بچہ کی غذا پکاوے یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر بچہ بیمار ہو جاوے تو تیل و ریحان وغیرہ جن سے بچہ کا علاج کیا جاتا ہی وہ اُسکے اہل اماموں کے ملک کی رواج کے موافق دائی کے ذمہ ہوتے ہین لیکن ہمارے ملک کے رواج کے موافق بچہ کے والدین کے ذمہ ہی ہان دائی پر اُسکا کھانا تیار کر دینا واجب ہی یہ غایۃ البیان مین ہی - اور اصل یہ ہی کہ جب اجارہ کسی کام کے واسطے قرار پایا تو جسقدر باتین اس کام کے توابع ہین اور اجارہ کے وقت اجیر سے ان سب باتون کے کرنے کی شرط نہین لگائی گئی تو عرف کے موافق جو کام اجیر کو کرنے چاہیئے ہین وہ اُسپر واجب ہونگے اور جو نہین وہ نہ واجب ہونگے یہ محیط مین ہی - بچہ کے والدین کا کوئی کام کرنا دائی پر واجب نہین ولیکن اُس کا جی چاہے تو خوشی خاطر سے احسان کر دے اور اُسپر واجب ہی کہ بچہ کو تنہا نہ چھوڑے یہ غیاثیہ مین ہی - اور دائی کو یا اُسکے مقرر کرنے والے کو یہ اختیار نہین ہی کہ بلا عذر اجارہ فسخ کر دے اور بچہ کے لیے مقرر کرنے والے کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہی کہ مثلاً بچہ اُسکا دودھ نہین لیتا یا قے کر دیتا ہی کیونکہ جب یہ حالت ہوگی تو مقصود حاصل نہوگا اسی طرح اگر دائی حاملہ ہو جاوے یا بیمار ہو جاوے یا چوری کرتی ہو یا ایسی چھنال ہو کہ اُسکی بدکاری کھلی ہو بخلاف اسکے اگر وہ دائی کافرہ ہو تو اس مقصود مین یہ عذر نہین ہی کیونکہ کفر اُسکے اعتقاد مین ہی - اور اگر کسی شخص نے کوئی دائی اجارہ پر مقرر کی پھر معلوم ہوا کہ یہ بدکار یا مجنون یا معتوہ ہی تو اسکو اجارہ فسخ کر دینے کا اختیار ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور دائی کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہی کہ مثلاً ایسی بیماری ہو گئی کہ دودھ نہین پلا سکتی ہی اور اگر پلاوے بھی تو بڑی مشقت سے اور اسی طرح اگر حاملہ ہو جاوے تو بھی عذر ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر بچہ کے گھر والے لوگ دائی کو برا بھلا کہکر ایذا دیتے ہون تو روکے جاوینگے اور اگر اُسکے ساتھ بدخلقی کا برتاؤ کرتے ہون تو بھی روکے جاوینگے پس اگر باز رہے تو دائی کو اختیار ہی کہ چھوڑ کر چلی جاوے یہ مبسوط مین ہی - اور اگر وہ عورت دائی گری مین مشہور نہو اور ایسی ہو کہ اس فعل سے اُسپر عیب رکھا جاوے تو اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار ہی بخلاف اسکے اگر اس پیشہ مین مشہور ہو تو فسخ نہین کر سکتی ہی ولیکن اگر یہ پہلا اجارہ اُس نے کیا ہو تو اختیار رہی یہ مضمرات مین ہی - اور اگر پہلے دائی گری کی محنت سے واقف نہو پھر جب پڑے تو جانے تو اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر وہ عورت ایسی ہو کہ دائی گری سے اُسپر عیب لگایا جاتا ہو تو اُسکے اہل کو اختیار ہی کہ اجارہ فسخ کرا دین کیونکہ اُن لوگون کو ایسے طعن سے عار دلائی جاتی ہی اسی طرح اگر خود اس عورت نے انکار کر دیا تو اجارہ فسخ ہو جاویگا بشرطیکہ ایسی ہو کہ اُس پر اسکا عیب لگایا جاوے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور اگر لڑکے نے اس سے الفت کر لی اور اُس سے مانوس ہو گیا اور دوسری دائی کا دودھ منھ مین نہین لیتا حالانکہ وہ دائی ایسے خاندان سے ہی کہ دائی گری مین مشہور نہین ہی تو بھی ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار ہی اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر فسخ اجارہ سے لڑکے کے حال پر خوف ہو تو اُسکو فسخ کا اختیار نہین ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسی روایت پر جو امام ابو یوسف سے مروی ہی اعتماد ہی اور امام محمد کی تاویل پر اعتماد ہی کہ اگر لڑکے کو تھپتھپا دے یا غذا وغیرہ دیکر کچھ تدبیر نکال سکتے ہون یا کسی حیلہ سے وہ دوسری دائی کا دودھ منھ مین لیوے تو اجارہ فسخ ہو سکتا ہی - اور اگر غذا سے کچھ تدبیر نہ چلتی ہو اور نہ کسی حیلہ سے وہ دوسری دائی کا دودھ لیتا ہو تو

امام محمد رحمہ اللہ نے بھی وہی حکم دیا ہو جو امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر دائی کا کوئی شوہر ہو اور اُس عورت نے بدون اسکی اجازت کے دائی گری کا اجارہ کر لیا تو شوہر کو اسکے فسخ کر دینے کا اختیار ہو اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ شوہر ایسے لوگون مین سے ہو کہ اُسپر یہ عیب لگایا جاوے کہ اُسکی جورو دائی ہو۔ اور اگر عورت کا کوئی خاوند معروف ہو کہ یہ اُسکا شوہر ہو اور عورت نے اپنے آپ بدون اُسکی اجازت کے دائی گری کا اجارہ کر لیا تو شوہر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہی خواہ وہ ایسا ہو کہ اُسکو عیب لگایا جاوے یا ایسا نہو اور یہی قول صحیح ہو اور اگر اُسکا خاوند مجہول ہو کہ یہ امر کہ یہ عورت اُسکی جورو ہو فقط اس عورت کے کہنے سے معلوم ہو تو ایسے مجہول شوہر کو اجارہ فسخ کرا دینے کا اختیار نہین ہو یہ ذخیرہ مین ہو اگر کسی عورت کا کوئی خاوند معروف ہو اور اُس عورت نے ایک مہینہ کے واسطے دائی گری کر لی پھر مہینہ گذر گیا اور حال یہ ہوا کہ لڑکا اس سے ایسا مانوس ہو گیا کہ اُسکے سوا دوسری عورت کا دودھ نہین لیتا ہو پس اگر اُس عورت نے شوہر کی بلا اجازت دائی گری کی تھی تو شوہر کو اختیار ہو کہ اب اُسکو منع کرے اگرچہ اس سے بچہ کے مرجانے کا خوف ہو۔ اور اگر اُسنے ایک مہینہ کے شوہر کی اجازت سے دائی گری کر لی تھی تو شوہر کو اختیار نہین کہ اب اُسکو منع کرے جبکہ حالت یہ ہو کہ لڑکا اُسکے سوا دوسری دائی کا دودھ نہین لیتا ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو۔ اور عیون مین لکھا ہو کہ اگر شوہر نے اجارہ تسلیم کر لیا اور پھر لڑکے کے والیون نے چاہا کہ شوہر کو دائی یعنے اپنی جورو کے ساتھ وطی کرنے سے منع کرین اس خوف سے کہ اُسکو حمل نرہ جاوے اور اُنکے بچہ کے حق مین ضرر ہو تو اُنکو یہ اختیار اپنے گھر مین ہو کہ دائی کو اُسکے خاوند کے پاس نہ جانے دین اور اگر خاوند نے دائی کو اپنے گھر مین پایا تو اُسکو اختیار ہو کہ دائی کے ساتھ وطی کرے اور اُسوقت دائی کو بھی اختیار نہین ہو کہ اُسکو اپنے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور بچہ کے والیون کو اختیار رہا کہ دائی کے اقرباؤن کو اپنے گھر مین ٹھہرنے سے منع کرین یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور بچہ کے والیون کو یہ اختیار ہو کہ دائی کو اپنے اقرباؤن کے دیکھنے جانے یا اقرباؤن کو اُسکے دیکھنے آنے سے مالغت کرین لیکن بلکہ یہ امر لڑکے کے حق مین مضر ہوتا ہو اور اگر مضر نہو تو نہین یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور دائی کو اختیار نہین ہو کہ بچہ کے والیون کی بلا اجازت اُنکا کھانا کسی شخص کو کھلا دے اور اگر دائی کا کوئی لڑکا اپنی ماں کو دیکھنے آیا تو بچہ کے والیون کو اختیار ہو کہ اُس لڑکے کو اپنی ماں پاس رہنے سے منع کرین یہ مبسوط مین ہو۔ اور جو امور ایسے ہین کہ بچہ کے حق مین مضر ہون جیسے دیر تک گھر سے باہر رہنا وغیرہ تو ایسے سب امور سے بچہ کے والیون کو اختیار ہو کہ دائی کو منع کرین اور جو امور بچہ کے حق مین مضر نہین ہین اُنسے مالغت کا اختیار نہین ہو کیونکہ دائی کو ایسے امور کی ضرورت ہو اور اسقدر وقت اوکات عقد اجارہ سے مستثنی ہو جائیگا جیسے اوقات نماز خود مستثنی ہو جاتے ہین اور یہ جو فرمایا کہ بچہ کے حق مین مضر ہون اس سے یہ مراد ہو کہ لا محالہ مضر ہون پس جو امور ایسے ہین کہ اُنمین ضرر کا وہم ہو یقین نہین ہو تو اُنسے منع نہین کر سکتے ہین یہ محیط مین ہو۔ اور اگر بچہ یا دائی مرگئی تو اجارہ ٹوٹ جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اصل مین لکھا ہو کہ اگر ایک شخص نے اپنے بچہ کے واسطے دائی مقرر کی پھر وہ شخص مرگیا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا اور فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ باپ کے مرجانے سے اجارہ صرف اسوقت نہین ٹوٹتا ہو کہ جب بچہ کا کچھ مال موجود ہو اور اگر کچھ مال نہو تو باپ کے مرجانے سے ٹوٹ جاتا ہو اور بعض مشایخ نے کہا کہ دونون حالتون مین باپ کے مرنے سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہو اور کتاب الاصل مین امام محمد رہ کا مطلقاً حکم دینا بھی اسی امر پر دلالت

کرتا ہو۔ پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ دائی کی اجرت بچہ کی میراث سے ملیگی اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہو کہ باپ
کے مرنے کے بعد آیندہ جو اجرت چڑھی ہو وہ بچہ کی میراث سے ملیگی اور جو اجرت باپ کی حین حیات میں واجب
ہو چکی ہو وہ تمام ترکہ میں سے ادا کی جائیگی۔ اور بعض نے کہا کہ سب اجرت بچہ کی میراث ہی سے ملیگی اور یہی صحیح
ہے اور نوازل میں لکھا ہو کہ ایک شخص نے اپنے بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے دائی مقرر کی اور جب اُسنے چند مہینہ
دودھ پلایا تو اُس بچہ کا باپ مرگیا پھر بچہ کی پھوپھی نے اُس دائی سے کہا کہ تو اسکو دودھ پلایا کر اور ہم تجھے اجرت
دینگے پھر اُسنے چند مہینہ دودھ پلایا پس اگر جسوقت باپ نے دائی مقرر کی ہو اسوقت بچہ کا کچھ مال نہو تو جس روز
سے باپ مرا ہو اُس روز سے دائی کی اجرت پھوپھی کے ذمہ ہوگی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکی پھوپھی بچہ کی وصی بھی
ہو تو بچہ کے مال سے واپس لیگی ورنہ واپس نہیں لے سکتی ہو اور اگر ایسا ہو کہ جسوقت باپ نے دائی مقرر کی ہو اُسوقت
بچہ کا کچھ مال موجود ہو تو پوری اجرت بچہ کے مال سے ادا کی جائیگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ جسوقت باپ نے
دائی مقرر کی ہو اسوقت بچہ کا کچھ مال نہو پھر اسکو کچھ مال ملگیا تو ظہیریہ میں لکھا ہو کہ میرے والد رح سے یہ مسئلہ دریافت
کیا گیا تھا انھوں نے فرمایا کہ بعض نے کہا ہو کہ گذشتہ ماہ کی اجرت باپ پر ہوگی اور آیندہ کی اجرت بچہ کے مال
سے ملیگی کذا فی الظہیریہ۔ اور اگر ایک شخص نے دائی مقرر کی کہ اسکے دو بچوں کو دودھ پلاتی تھی پھر ایک بچہ مرگیا تو
آدھی اجرت اُسکے ذمہ سے کم کردیجائیگی اور اُن بچوں کے باپ کو یہ اختیار نہوگا کہ کسی دوسرے بچہ کو بجائے مردہ بچہ
کے مقرر کردے یہ محیط میں ہے۔ اگر دو دائیوں کو مقرر کیا کہ دونوں ایک ہی بچہ کو دودھ پلاتی ہیں تو جائز ہو اور جو اجرت
ہو وہ دونوں دائیوں کے دودھ پر تقسیم کردیجائیگی اور ہر ایک کو نصف نصف ملیگی بشرطیکہ دونوں کے دودھ میں کچھ
تفاوت نہو اور اگر تفاوت ہو تو اسی حساب سے تقسیم ہوگی پھر اگر دونوں دائیوں میں سے ایک مرگئی تو صورت مسئلہ کا عقد اجارہ
باطل ہوگیا کیونکہ معقود علیہ یعنی دودھ دینا جاتا رہا اور دوسری دائی کو اُسکا حصہ اجرت ملیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور دائی کو
اختیار نہیں ہو کہ کسی دوسرے کا بچہ لیکر پہلے بچہ کے ساتھ دودھ پلادے اور اگر اُسنے ایسا کیا تو برا کیا اور گنہگار ہوئی بشرطیکہ
پہلے بچہ کو اُسنے ضرر پہونچایا ہو کذا فی البدائع اور دائی کو اس صورت میں دونوں فریق سے پوری اجرت ملیگی اور اُن
کچھ صدقہ نہ کرے کذا فی خزانۃ المفتین اور تمام اجرت اسکو حلال ہوگی اور پہلے اجارہ کی اجرت میں سے کچھ کم نہ کیا جائیگا کیونکہ
جو اجرت شرط کی تھی اس تمام مدت میں اُسنے مستاجر کے بچہ کو دودھ پلایا ہو اور جتنے دنوں دائی دودھ پلانے سے پھر رہے
اور ناغہ کرے وہ دن کاٹ لیے جاوینگے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر دائی نے بچہ اپنی باندی کو دیدیا اُسنے دودھ پلایا تو دائی کو
پوری اجرت ملیگی اور یہ استحسان ہو اور اگر دائی سے یہ شرط لگائی گئی کہ خود ہی دودھ پلاوے پھر اُسنے اپنی باندی کو دودھ
پلانے کے واسطے دیدیا تو صحیح یہ ہو کہ کچھ اجرت کی مستحق نہوگی کذا فی الذخیرہ اور آوجہ یہ ہو کہ اجرت کی مستحق ہوگی یہ فتاوی صغری
میں ہو اور اگر دائی نے ایک سال تک خود دودھ پلایا اور پھر اسکا دودھ خشک ہوگیا پھر باقی ایک سال تک اُسکی باندی نے
دودھ پلایا تو دائی کو پوری اجرت ملیگی اسیطرح اگر خود دائی اور اُسکی باندی دودھ پلاتی ہو تو بھی پوری اجرت ملیگی اور باندی کو کچھ
اجرت نہ ملیگی۔ اور اگر دائی کا دودھ خشک ہوگیا اور اُسنے کوئی دوسری دائی اپنی طرف سے مقرر کرلی تو دوسری دائی کی اجرت
جو ٹھہری ہو وہ پہلی دائی کے ذمہ ہوگی اور پہلی دائی کی جو اجرت ٹھہری ہو وہ پوری ملیگی یہ حکم استحسانا ہو اور قیاسا اسکو کچھ
اجرت نہ ملنی چاہیئے پھر دوسری دائی کی اجرت دینے کے بعد جو کچھ اجرت پہلی دائی کو بچ رہی ہو وہ صدقہ کردے یہ مبسوط میں ہے

۱۵ قولہ مقرر ہے یعنی دائی کی اس [illegible] سے بچہ کے حق میں ضرر ہوا ہو ۱۲

اور اگر دائی نے بچہ کو بکری کا دودھ پلا کر یا غذا کھلا کر مدت اجارہ تمام کر دی تو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر اس صورت میں دائی
نے انکار کیا کہ میں نے اسکو بکری وغیرہ کسی جانور کا دودھ نہیں پلایا بلکہ اپنا دودھ پلایا ہو تو استحساناً قسم کے ساتھ اسی کا
قول قبول ہوگا اور اگر بچہ کے والیون نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے اور دعوی ثابت ہو گیا تو دائی کو کچھ اجرت نہ ملیگی
اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں گواہوں کی گواہی سے یہ مراد ہی کہ اسطرح گواہی دین کہ دائی نے اس بچہ کو
بکری وغیرہ کا دودھ پلایا ہی اور اپنا دودھ نہیں پلایا ہی اور اگر صرف اسی قدر گواہی دی کہ اُسنے اپنا دودھ نہیں پلایا ہی تو
گواہی مقبول نہوگی کیونکہ بالقصد یہ گواہی نفی پر قائم ہی بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں اثبات کے ضمن میں نفی داخل ہوگئی ہی۔
اور اگر دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو بھی دائی کے گواہ قبول ہونگے یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر باپ نے بچہ کی ماں کو
اس بچہ کے دودھ پلانے کیواسطے اجرت پر مقرر کیا پس اگر نکاح قائم ہونے کی حالت میں اپنے مال سے مقرر کیا ہو تو جائز
نہیں ہی اور جیسا خود اسکا اجارہ پر لینا نہیں جائز ویسا ہی اُسکی باندی یا مدبرہ باندی کا اجارہ لینا بھی نہیں جائز ہی اور اگر اسکی
مکاتبہ باندی کو اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہی۔ اور اگر بچہ کی ماں کو حالت نکاح میں بچہ کے مال سے اجارہ پر مقرر کیا تو ابن سماعہ نے
امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ یہ جائز ہی۔ اور یہ سب اُس صورت میں ہی کہ جب نکاح قائم ہو۔ اور اگر بعد طلاق کے اجارہ
پر مقرر کیا پس اگر طلاق رجعی ہو تو جائز نہیں ہی اور اگر طلاق بائن ہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہی۔ اور یہ سب اس صورت
میں ہی کہ باپ نے اس بچہ کے واسطے مقرر کیا ہو جو اُسی جورو سے پیدا ہوا ہی اور اگر کسی دوسری جورو سے پیدا ہوئے
بچہ کے واسطے اسکو دائی مقرر کیا تو جائز ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر مطلقہ کو عدت گذرنے کے بعد اسی بچہ کے دودھ
پلانے کے واسطے مقرر کیا جو اُس جورو مطلقہ سے پیدا ہوا ہی تو جائز ہی پھر اگر اسکے بعد اُس عورت سے نکاح کر لیا اور ہنوز
اجارہ کی مدت نہیں گذری ہو تو میرے والد رح نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہی اور مین نے امام ظہیر الدین
مرغینانی رح سے دریافت کیا تھا انھوں نے فرمایا کہ اجارہ باطل ہوگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی ماں یا بیٹی
یا بہن کو اپنے بچہ کے دودھ پلانے کیواسطے دائی مقرر کیا تو جائز ہی اور اُسپر اجرت واجب ہوگی اور اسی طرح جو عورت
اس مرد کی ذات رحم محرم ہو اسکا یہی حکم ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اگر کوئی شخص لقیط بچہ اٹھا لایا اور اسکے واسطے کوئی دائی مقرر کر دی تو
دائی کی اجرت اسی شخص پر واجب ہوگی اور اُسنے اس کام میں احسان اور نیکی کی۔ اور منتقی میں لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے
اپنی ایسی باندی کو جس سے اسکا کوئی بچہ پیدا ہوا ہی اُس بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے بچہ ہی کے مال سے اجرت
پر مقرر کیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور یتیم کا دودھ پلانا اور پالنا اُسی شخص پر واجب ہی کہ جس پر اس یتیم کا نان نفقہ
واجب ہی۔ اور اگر اُس یتیم کا کوئی وارث نہو اور نہ کسی شخص نے نیک کام سمجھکر اُسکے دودھ پلانے اور پالنے میں
دستگیری کی تو اسکا دودھ پلا کر پالنا بیت المال پر ہی یعنی دائی کی اجرت بیت المال سے دلائی جائیگی۔ اور اگر باپ نے
اپنے بچہ کے واسطے کوئی دائی مقرر کی اور بچہ کی ماں نے بچہ کے سپرد کر دینے سے انکار کیا اور کہا کہ وہ دائی میرے پاس دودھ
پلایا کرے تو بعض نے فرمایا کہ باپ کو چاہیے کہ ایسی دائی مقرر کرے جو اسکی ماں کے پاس ہی دودھ پلا دے یہ سراج الوہاج
میں ہی فتاوی اہل سمرقند میں ہی کہ اگر کوئی دائی ایک سال دودھ پلانے کیواسطے سو درم پر اس شرط سے مقرر کی کہ اگر
سال سے پہلے بچہ مر گیا تو بھی سب درم دائی کو دیے جاوینگے تو یہ شرط ایسی ہی کہ جس سے عقد اجارہ فاسد ہوتا ہی۔
پھر اگر وہ بچہ سال گذرنے سے پہلے مر گیا تو دائی کو بقدر اسکے دودھ پلانے کے اجر المثل ملیگا اور باقی سب متاجر کو واپس

کردے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے سال بھر کے واسطے سو درم پر ایک دائی اس شرط سے مقرر کی کہ تمام اجرت پہلے مہینے کے مقابلہ مین ہو اور بعد اسکے آخر سال تک بلا اجرت دودھ پلانا شمار کیا جاوے پھر اُسنے ڈھائی مہینے دودھ پلایا تھا کہ وہ بچہ مرگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ تمام اجرت اس قدر میعاد کی اجر المثل کے حساب سے تقسیم کر کے اُسکو دیدی جائیگی اور باقی اجرت مستاجر کو واپس کردے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے سال بھر کے واسطے سو درم پر ایک دائی اس شرط سے مقرر کی کہ تمام اجرت پہلے مہینے کے مقابل ہو اور اسکے بعد سے آخر سال تک دودھ پلانا بلا اجرت ہو پھر اُسنے ڈھائی مہینے دودھ پلایا تھا کہ بچہ مرگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکا اجر المثل ایک سال کا بارہ مہینے پر تقسیم کیا جاوے پس جو کچھ اس قدر میعاد کے پرتے مین پڑے وہ دائی کو دیا جاوے اور باقی اجرت واپس کرکے مستاجر کو ملیگی اسواسطے کہ یہ اجارہ فاسد ہو گیا پس دائی کو اجر المثل دیا جائیگا ولیکن جو مقدار اجرت بیان کردی گئی ہے اُس سے زیادہ نہونا چاہیئے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور جو باندی ماذونہ ہو یعنی اسکو تصرفات کی اجازت دی گئی ہو تو اسکو اختیار ہے کہ اپنی ذات کو دائی گری کے واسطے اجارہ مین دیوے اسی طرح مکاتبہ کو بھی اپنی ذات اور اپنی باندی کی ذات کو دائی گری کے واسطے اجارہ دینے کا اختیار ہے کیونکہ یہ بھی مال حاصل کرنے کا طریقہ ہے اور باندی اُسکی ذاتی ہے۔ اسی طرح مکاتب اور غلام ماذون کو یہ اختیار ہے کہ مولی کو اپنی ذات اجارہ پر دیوین پھر اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو امام محمد کے نزدیک اجارہ ٹوٹ جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ٹوٹیگا۔ اور اگر کسی مکاتبہ نے کوئی دائی اجارہ پر لی پھر مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گئی تو اجارہ ٹوٹ جائیگا یہ غیاثیہ مین لکھا ہے۔ اور مسلمان عورت کو کافر کے بچہ کو اجرت پر دودھ پلانے مین کچھ ڈر نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور مسلمان کو بھی کچھ ڈر نہین ہے کہ کافرہ دائی کو یا ایسی عورت کو جو حرام سے بچہ جنی ہو اپنے بچہ کو دودھ پلانے کے واسطے مقرر کرے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی بکری کو اسواسطے کرایہ لیا کہ اسی بکری کے بچہ یا آدمی کے بچہ کو دودھ پلاوے تو جائز نہین ہے یہ سراج الوہاج مین ہے

گیارھوان باب خدمت کے واسطے اجارہ لینے کے بیان مین

ہمارے علما نے کہا ہے کہ ہر شخص کے حق مین یہ بات مکروہ ہے کہ آزاد عورت یا باندی کو خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کرے اور خلوت مین اس سے خدمت لے کیونکہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کرنا شرعًا ممنوع ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک آزاد عورت نے عیالدار آدمی کی خدمتگاری مین نوکری کرلی تو جائز ہے اور اس شخص کو اس عورت کے ساتھ خلوت کرنا یعنی خلوت مین اُس سے خدمت لینا مکروہ ہے اور امام فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس حکم کی تاویل ہے جو اصل مین مذکور ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ کبری مین ہے اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی جورو کو کچھ ماہواری پر خدمت کیواسطے اجارہ لیا تو جائز نہین ہے جیسا کہ اگر گھر کے کامون مین سے کسی کام کیواسطے مثل روٹی یا ہانڈی پکانے یا جو بچہ اُس جورو سے پیدا ہوا ہے اُسکے دودھ پلانے وغیرہ کے واسطے اجارہ لیا تو جائز نہین ہے اور اگر کسی ایسی خدمت کیواسطے اجارہ لیا جو گھر کے کامون کی جنس سے نہین ہے جیسے اپنے جانور چرانے وغیرہ تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ کام اسپر واجب نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر جورو کسی کی باندی ہو تو جائز ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور صیرفیہ مین ہے کہ اگر اپنی جورو کو روٹی پکانے کے واسطے اجارہ لیا پس اگر کھانے کی روٹی پکانے کیواسطے مقرر کیا تو جائز نہین ہے اور اگر فروخت کرنے کی روٹی پکانے کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اور اگر جورو نے اپنے شوہر کو خدمت یا بکریان چرانے کیواسطے اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہے اور شوہر کو اختیار ہوگا کہ اجارہ فسخ کردے اور جورو کی خدمت نہ کرے یہ ظاہر الروایۃ

کے موافق ہو اور ابن سماعہ نے امام ابو عصمہ سعد بن معاذ المروزی سے دو سند سے امام اعظمؒ سے روایت کی ہو کہ ایسا اجارہ
باطل ہو اور ایسا ہی حاکم شہید رحمہ نے اپنی مختصر میں ذکر فرمایا ہو اور ظاہر الروایۃ کے حکم کی وجہ یہ ہو کہ شوہر جورو کی خدمت
کرنے کا استحقاق نہیں ہو اور شوہر اسپنے منافع کا خود مالک ہو پس اسکو اختیار ہو کہ اجارہ پر دیدے۔ اور اگر شوہر نے
اجارہ فسخ کر دیا اور جورو کی خدمت کی تو اجرت کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اسی پر فتوی ہو یہ جواہر اخلاطی میں ہو اور اگر
کسی شخص نے اپنے والدین کو خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو نا جائز ہو خواہ اسکے والدین آزاد ہوں یا کسی شخص کے
غلام ہوں یا دونوں کافر ہوں اور باوجود اسکے اگر باپ نے خدمت کی تو انکو اجرت مثل ملیگی اور اگر مقررہ اجرت سے
اجرت مثل کم ہو تو کم دیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اگر اپنے دادا یا دادی کو خدمت کیواسطے اجرت پر مقرر کیا تو نا جائز ہو
اور اگر باوجود اسکے اس نے خدمت کی تو جو کچھ ٹھہرا ہو وہ دیا جائیگا خواہ اس صورت میں پوتا بیٹا آزاد ہو یا غلام
مسلمان ہو یا کافر یہ محیط میں ہو۔ اور اگر کسی مرد نے اپنے بیٹے یا عورت نے اپنے بیٹے کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ عورت
کے گھر میں بیٹھے اپنی ماں کی گھر میں خدمت کیا کرے تو جائز نہیں اور نہ اجرت واجب ہوگی اگر اس نے خدمت
کی لیکن آزاد یا مکاتب ہو تو ہو سکتا ہو یہ خلاصہ میں ہو۔ اور اگر بیٹا آزاد ہو اور اس نے ماں باپ میں سے کسی کو اسواسطے
اجیر مقرر کیا کہ میری بکریاں چرا دے یا سوا سے خدمت کے کسی دوسرے کام کے واسطے اجیر مقرر کیا تو یہ جائز ہو
یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور فتاوی میں لکھا ہو کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرے پاؤن داب دے
اس شرط سے کہ تجھکو ہزار درہم دونگی پس شوہر نے اسکے پاؤن داب دیے یہانتک کہ عورت نے کہا کہ بس اب اس سے
زیادہ میں نہیں چاہتی ہوں تو یہ اجارہ باطل ہو اور یہ حکم ابو عصمہ کی روایت کے موافق اور ظاہر الروایۃ کے مخالف
ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اور بھائیوں اور باقی اہل قرابت میں ہر ایک دوسرے کو خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کر سکتا
ہو اور جائز ہو اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی پھوپھی یا بڑے بہن کے چچا یا بڑے بھائی کو خدمت کے
واسطے اجیر مقرر کیا تو جائز نہیں ہو یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اگر مسلمان نے کسی کافر کی خدمت کے واسطے نوکری کر لی تو
جائز ہو مگر مکروہ ہو اور امام فضلی رحمہ نے فرمایا کہ خدمت یا ایسی چیزوں کے واسطے جن میں ذلت ہو مسلمان کو کافر کی نوکری
جائز نہیں ہو بخلاف زراعت اور سینچنے وغیرہ کی نوکریوں کے کہ یہ جائز ہیں یہ خلاصہ میں ہو۔ اگر کسی غلام کو اس محرم و صفر
دو مہینوں معلومہ کے واسطے ایک ماہ بحساب چار درہم اور دوسرا بحساب پانچ درہم کے اجیر مقرر کیا تو جائز ہو اور
پہلا مہینہ چار درہم کا رکھا جائیگا حتی کہ اگر اسنے صرف پہلے مہینہ کام کیا پھر دوسرے مہینہ کام نہ کیا تو چار درہم کا مستحق
ہوگا اور اگر فقط دوسرے مہینہ میں کام کیا تو پانچ درہم کا مستحق ہوگا یہ شرح جامع صغیر حسام الدین میں ہو۔ اور اگر تین مہینہ کے واسطے
اجارہ لیا دو مہینہ ایک درہم میں اور ایک مہینہ پانچ درم تو پہلے دو مہینہ ایک درم میں قرار دیے جاوینگے یہ مبسوط میں لکھا ہو۔ اور
اگر کسی شخص نے کوئی غلام خدمت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو اسکو اپنے ساتھ سفر میں نہیں لیجا سکتا ہو ولیکن اگر شرط کر لے تو جائز
ہو اور یہ حکم اسوقت ہو کہ اس نے شہر میں نوکر رکھا ہو اور سفر کے قصد میں نہو اور اگر سفر کی تیاری میں ہو تو اسمین مشائخ کا اختلاف
ہو اور اگر وہ شخص مسافر ہو اور اس نے نوکر رکھا تو اسکو سفر میں لیجا سکتا ہو یہ جوہرۃ النیرہ میں ہو۔ اگر کوئی غلام کوفہ میں نوکر
رکھا تاکہ اس سے خدمت لے اور خدمت لینے کے واسطے کوئی مقام معین نہیں کیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ کوفہ میں اس سے
خدمت لے اور باہر کوفہ سے خدمت لینے کا اختیار نہیں ہو کیونکہ کوفہ میں خدمت لینا دلالت حال سے ثابت ہو تو مثل صریح

ثابت ہونے کے قرار دیا جاویگا پس اگر مستاجر اسکو سفر مین لے گیا تو ضامن ہوگا اور ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل کے
اجارات مین مسئلہ بیان کیا ہی کہ اگر کسی شخص نے ایک مکان کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اپنا غلام ایک سال تک خدمت
کے واسطے دیکر صلح کر لی تو مدعی کو اختیار ہی کہ غلام اپنے اہل کے پاس لیجاوے اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلح
مین لکھا کہ اپنے اہل کے پاس لیجانے سے یہ مراد نہین ہی کہ غلام کو مسافت سفر مین لیجا دے صرف یہ ہو سکتا ہی کہ گاؤن یا
فنائے شہر مین لیجاوے اور شمس الائمہ سرخسی اجارہ اور صلح مین فرق کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صلح کی صورت مین مدعی کو لیجانے
کا اختیار ہی کہ غلام کو سفر مین لیجاوے اور مستاجر کو سفر مین لیجانے کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مستاجر کو غلام
کے مارنے کا اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی اگر مستاجر نے غلام کو اجرت دیدی حالانکہ غلام ہی نے عقد اجارہ قرار دیا تھا
تو اجرت سے بری ہو گیا اور اگر غلام نے عقد اجارہ نہ ٹھہرایا ہو تو بری نہو گا اگرچہ اجرت دینا ایسے شخص کے ہاتھ مین واقع
ہوا کہ حکماً اسکا ہاتھ مثل مولی کے ہاتھ کے ہی۔ یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور مستاجر کو اختیار ہی کہ غلام سے گھر کی ہر طرح کی خدمت
لے اور حکم کرے کہ میرا کپڑا دھووے[1] اور سیے اور آٹا گوندھ کر روٹی پکاوے اگر غلام اسکو اچھی طرح کر سکتا ہو اور ٹٹو کو چارہ
دیوے اور چھت پر سے متاع نیچے لاوے اور اوپر لیجاوے اور بکری دوہ دیوے اور کنوین سے پانی بھر لاوے اور یہ
اختیار نہین کہ اسکو درزی گری یا کسی دوسرے پیشہ کے واسطے ٹھہراوے اگرچہ وہ اس کام کو خوب جانتا ہو اور
مستاجر پر اسکا کھانا دینا واجب نہین ہی لیکن اگر احسان کرکے دیدے تو خیر یا وہان ایسا ہی رواج ہو گا تو دیگا۔ اور مستاجر کو
اختیار ہی کہ اسکو اپنے مہمانون کی خدمت کے واسطے حکم دے اور یہ بھی اختیار ہی کہ کسی دوسرے شخص کو خدمت کے
واسطے اجرت[2] پر دیدے۔ اور اگر مستاجر نے نکاح کیا تو اُسے کہہ سکتا ہی کہ میری اور میرے اہل و عیال کی خدمت کر۔ اسی طرح
اگر عورت نے اجارہ پر لیا ہو اور اُس سے کسی نے نکاح کیا تو عورت بھی غلام کو حکم دے سکتی ہی کہ میری اور میرے
شوہر کی خدمت کرے یہ مبسوط مین ہی۔ منتقی مین بروایت ابراہیم رح امام محمد سے مروی ہی کہ ایک شخص نے اپنا غلام
ایک سال کے واسطے اجارہ دیا پھر غلام نے گواہ قائم کئے کہ مالک نے اجارہ دینے سے پہلے مجھے آزاد کر دیا ہی تو
اجرت غلام کو ملیگی۔ اور اگر غلام نے کہا کہ مین آزاد ہون اور مین نے اجارہ فسخ کر دیا اور اُسکے پاس گواہ نہ تھے اور قاضی نے وہ
غلام مالک کو دیدیا اسنے اجارہ کا کام کرنے کے واسطے غلام پر جبر کیا پھر غلام نے گواہ سنائے کہ مین آزاد ہون اور مولی نے
مجھے اجارہ دینے سے پہلے آزاد کر دیا ہی تو نہ اجرت غلام کو ملیگی نہ مولی کو۔ اور اگر غلام نے یہ نہ کہا ہو کہ مین نے اجارہ فسخ کر دیا تو
اجرت غلام کو ملیگی اور اگر غلام نابالغ ہو اور اُس نے عتق کا دعوی کیا اور مولی اسکو اجارہ پر دے چکا ہی اور اُس نے کہا کہ مین نے
اجارہ فسخ کر دیا پھر اُس نے کام کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو اجرت غلام کو ملیگی اور یہ بمنزلہ ایسے لقیط کے ہی جو کسی شخص کی پرورش
مین تھا اور اُس شخص نے اسکو اجارہ پر دیدیا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک سال کے واسطے اپنا غلام اجارہ پر دیا پھر جب چھ مہینے
گذر گئے تو اسکو آزاد کر دیا تو غلام کو اختیار ہی چاہے اجارہ پورا کر دے یا توڑ دے پس اگر اُسنے فسخ کر دیا تو باقی کا عقد فسخ
ہو گیا اور مابقی اجرت مستاجر کے ذمہ سے ساقط ہو گئی اور گذشتہ مدت کی اجرت مولی کو ملیگی کذا فی البدائع اور یہ حکم اسوقت ہی کہ
غلام پر قرضہ نہو اور اگر قرضہ ہو تو اجرت مین سے قرضخواہون کا قرضہ ادا کرکے جو باقی بچے وہ مولی کو ملیگا یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر
اسنے اجارہ کی اجازت دیدی اور پورا کر دیا تو وقت آزادی سے آخر سال تک کی اجرت غلام کو ملیگی اور جب غلام نے
اجارہ پورا کر دینا اختیار کیا تو پھر اسکو اجارہ توڑنے کا اختیار نہوگا۔ اور تمام مال اجارہ پر قبضہ کرنیکا حق مولی کو حاصل ہوگا اور

[1] قولہ دھووے یہ اس ملک کا رواج تھا اور ہمارے ملک میں ہمارا رواج معتبر ہوگا ۱۲ م

[2] قولہ اجرت [illegible]

غلام کو اجرت وصول کرنے کا استحقاق ہوگا ولیکن مولی کی طرف سے وکیل ہوکر وصول کرسکتا ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مستاجر نے تعجیل کے ساتھ اجرت ادا نہ کردی ہو اور تعجیل کے ساتھ ادا کرنے کی شرط مولی نے لگائی ہو۔ اور اگر تعجیل کے ساتھ مستاجر نے اجرت ادا کردی یا اجارہ میں تعجیل کی شرط تھی اور غلام آزاد ہوا اور اس نے اجارہ پورا کردینا اختیار کیا تو تمام اجرت مولی کو ملیگی۔ اور اگر غلام نے اجارہ فسخ کردینا اختیار کیا تو مولی آدھی اجرت مستاجر کو واپس کریگا خواہ مولی نے خود ہی غلام کو اجارہ پر دیا ہو یا غلام کو اس نے اجازت دی ہو کہ اپنے تئیں سال بھر کے واسطے اجارہ پر دیدے اور پھر بیچ میں ایسا ہو کہ مولی نے آزاد کیا ہو ولیکن اجرت وصول کرنے کا استحقاق اس صورت میں غلام کو حاصل ہوگا۔ اور اگر غلام عاقل بالغ ہو اور اس نے اپنے تئیں بدون اجازت مولی کے کسی کو اجارہ پر دیدیا اور بیچ مدت میں مولی نے اسکو آزاد کردیا تو غلام کو اختیار ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر غلام نے بدون اجازت مولی کے اپنے تئیں اجارہ پر دیدیا پس اگر کام کرنے میں صحیح سالم بچ رہا تو صحیح ہے اور اجرت واجب ہوگی اور غلام کا وصول کرنا بھی صحیح ہے اور مستاجر کو اختیار نہ ہوگا کہ غلام سے اجرت واپس لے اور اگر غلام اس عرصہ میں آزاد ہو جاوے تو اسکو فسخ اجارہ کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ اس نے خود ہی اجارہ کرلیا ہے اور جو اجرت بعد عتق کے واجب ہو وہ باتفاق الروایات غلام ہی کی ہوگی۔ اور اگر کام کرنے میں مرگیا قبل اسکے کہ آزاد کیا جاوے تو اجارہ صحیح نہیں ہے اور مستاجر کو اسکی قیمت کی ضمان مولی کو دینی پڑیگی اور اجرت کچھ نہ ملیگی یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام ایک ماہ کے واسطے اجارہ لیا اور اسپر قبضہ کرلیا پھر آخر مہینہ آگیا اور حال یہ ہے کہ غلام بھاگا ہوا ہے یا مریض ہے پس مستاجر نے کہا کہ قبضہ کرنے کے وقت سے بھاگا ہوا یا بیمار ہے اور مولی نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے کچھ دیر پہلے سے ایسا واقع ہوا تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا اور اگر اس جھگڑے کے وقت وہ غلام بھاگا ہوا یا مریض نہ ہو تو مولی کا قول قبول ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے ایک شخص نے ایک غلام کو غصب کرلیا اور اس غلام نے اپنے تئیں اجرت پر دیدیا اور کام کرنے میں مرنے سے بچ گیا تو اجارہ صحیح ہے اور بالاجماع غلام کو اجرت وصول کرنا جائز ہے پس اگر غلام نے اجرت وصول کی اور غاصب نے اس سے چھین کر کھالی تو اسپر ضمان نہ آویگی اور صاحبین نے فرمایا کہ غاصب اسکا ضامن ہوگا اور اگر مولی نے وہ اجرت بعینہ قائم پائی تو بالاجماع غاصب سے لے لیگا یہ جامع صغیر میں ہے۔ مکاتب نے اگر کوئی غلام اجارہ پر دیا پھر خود مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو اجارہ امام محمد رح کے نزدیک ٹوٹ جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہ ٹوٹیگا۔ اور اگر مکاتب نے کوئی غلام اجارہ لیا پھر خود عاجز ہو گیا تو بالاتفاق اجارہ ٹوٹ جائیگا اور اگر مکاتب نے مال کتابت ادا کردیا اور آزاد ہو گیا تو بالاتفاق اجارہ باقی رہیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک غلام اجارہ پر دیا اور وہ غلام بعد اسکے استحقاق میں لیا گیا یعنی کسی شخص نے اپنا استحقاق مالک غلام پر ثابت کیا اور پھر مستحق نے اجارہ کی اجازت دیدی پس اگر یہ اجازت تمام منفعت حاصل کرنے سے پہلے واقع ہوئی تو جائز ہے اور تمام اجرت بھی مستحق کو ملیگی۔ اور اگر منفعت حاصل کر لینے کے بعد اسنے اجازت دی تو اسکا اعتبار نہ ہوگا اور تمام اجرت غاصب کو ملیگی۔ اور اگر کچھ مدت باقی رہنے پر اس نے اجازت دی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک گذشتہ مدت اور باقی مدت سب کی اجرت مالک کو ملیگی یعنی مستحق کو ملیگی اور امام محمد رح کے نزدیک گذشتہ مدت کی اجرت غاصب کو اور باقی کی اجرت مالک کو ملیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ باپ یا حقیقی دادا یا ان دونوں کے وصی نے اگر نابالغ کو کسی اپنے کام کے

واسطے جسکو نابالغ کرسکتا ہو اجارہ پر دیدیا تو جائز ہو اور باپ کے ہوتے ہوئے دادا کو اختیار نہیں ہو اور باپ کا وصی بھی دادا
پر مقدم ہو اور اگر نابالغ کا باپ یا حقیقی دادا یا ان دونوں کا وصی موجود نہو اور نابالغ کو کسی ذی رحم محرم نے اجارہ پر دیا حالانکہ یہ
اسکی گود میں پرورش پاتا ہو تو جائز ہو اور اگر نابالغ جس ذی رحم محرم کی گود میں پرورش پاتا ہو اسکے سوائے دوسرے ذی رحم
محرم نے جو پہلے ذی رحم محرم سے زیادہ قریب ہو اجارہ پر دیا مثلاً نابالغ اپنے چچا کی گود میں پرورش پاتا ہو اور ماں نے اسکو اجارہ
پر دیدیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہو اور امام محمد رح کے نزدیک نہیں جائز ہو۔ اور اگر کسی ذی رحم محرم نے جسکی گود میں
نابالغ پرورش پاتا ہو اس نابالغ کو اجارہ پر دیا اور کرایہ وصول کرلیا تو اسکو یہ مال نابالغ پر خرچ کرنیکا اختیار نہیں ہو جیسے اسکو نابالغ کے مال
میں تصرف کا اختیار حاصل نہو جیسا کہ اگر نابالغ کو کچھ مال ہبہ کیا گیا اور وہ کسی ذی رحم محرم کی گود میں پرورش پاتا ہو تو اس ذی رحم
محرم کو اختیار ہو کہ اس ہبہ پر قبضہ کرلے لیکن یہ اختیار نہیں ہو کہ اسکو نابالغ پر خرچ کردے یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور غیاثیہ
میں ہو کہ سوائے باپ اور دادا کے کوئی نابالغ پر خرچ نہیں کرسکتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ پرورش کنندہ اسقدر خرچ کرسکتا
ہو کہ جسکے خرچ کیے بغیر چارہ نہیں ہو اور ضروری ہو اور اگر قاضی نے مطلقاً اجازت دیدی تو ہر طرح خرچ کرسکتا ہو یہ
تاتارخانیہ میں ہو۔ اور باپ و دادا و دونوں کے وصی کو نابالغ کے غلام یا عقار کے اجارہ دینے کا اختیار ہو اور ان لوگوں کے
سوا جسکی گود میں پرورش پاتا ہو اسکو نابالغ کے غلام کو اجارہ پر دینے کا اختیار نہیں ہو۔ اور امام محمد رح نے استحساناً یہ حکم دیا
کہ پرورش کنندہ بھی دے سکتا ہو اسی طرح استحساناً حکم دیا کہ اجرت کو بطور ضروری خرچ کے خرچ کرسکتا ہو اور ہمارے
استاد رح نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہو یہ فتاوی کبری میں ہو۔ دو وصیوں میں سے ایک وصی کو امام اعظم رح کے
نزدیک یہ اختیار ہو کہ یتیم کو اجرت پر دیدے مگر یتیم کے غلام کو اجرت پر نہیں دے سکتا ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ
غلام کو بھی اجرت پر دے سکتا ہو کیونکہ جو شخص یتیم پر تصرف کرسکتا ہو وہ اسکے غلام پر بھی کرسکتا ہو یہ سراج الوہاج میں
ہو۔ نابالغ کو اگر اسکے باپ نے یا باپ کے وصی یا دادا نے یا دادا کے وصی یا قاضی یا قاضی کے امین نے اجارہ
پر دیدیا اور وہ نابالغ مدت اجارہ کے اندر ہی بالغ ہوگیا تو یہ عذر ہو چاہے اجارہ پورا کردے اور چاہے فسخ کردے
اور اگر ان لوگوں میں سے کسی نے اسکے مال میں سے کوئی چیز اجارہ پر دی اور وہ مدت کے اندر ہی بالغ ہوا تو اسکو
اختیار نہیں ہو یہ سراج الوہاج میں ہو۔ اگر وصی نے نابالغ لڑکے کو ایک سال کے واسطے کھانے و کپڑے پر اجارہ دیدیا اور سال
گذر گیا تو باپ کو اختیار ہو کہ مستاجر سے اجر المثل کا مطالبہ کرے کیونکہ اجارہ فاسدہ واقع ہوا ہو اور جو کچھ مستاجر نے
نابالغ کو دیا ہے وہ احسان کرنے والا شمار ہوگا۔ اور فتاوی میں لکھا ہو کہ اگر بقدر اجر المثل کے کپڑا خرچ نہ کیا ہو تو مطالبہ
کرسکتا ہو۔ کذا فی التاتارخانیہ اور قاضی خان نے فرمایا کہ مستاجر اپنا کپڑا واپس کرلے اور اجر المثل دیدے اور یہی صحیح اور
صواب ہو کیونکہ جو کچھ اسنے دیا ہو وہ مدت میں نہیں دیا ہو یہ قنیہ میں باب اجارہ فاسدہ میں ہو۔ ایک طفل نابالغ ہو اور اسکا باپ
نہیں ہو اور ماں ہو اور چچا ہو اور اس یتیم سے اسکے اقرباء میں سے کسی نے بلا اجازت قاضی کے اور بدون اجارہ لینے کے ذکر کسی
کام لیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ بالغ ہونے کے بعد اتنی مدت کے اجر المثل کا ان لوگوں سے مطالبہ کرے یہ قنیہ میں باب
تفار الاجارہ میں ہو۔ اگر کسی نے اپنے آپ کو یا اپنے غلام کو یتیم کے کسی کام کے واسطے اجارہ میں دیا تو نہیں جائز ہو کذا فی المبسوط اور یہی صحیح ہو
یہ جواہر اخلاطی و محیط میں ہو۔ اگر وصی نے یتیم یا اسکے غلام کو اپنے مال سے اپنے کسی کام کرنے کے واسطے اجارہ لیا تو امام اعظم رح اور
دوسرے قول امام ابو یوسف رح کے موافق جائز ہونا چاہیے بشرطیکہ ایسی کم اجرت پر لیا ہو کہ اسکے مثل لوگ خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں

یہ کبری میں ہو- اگر کوئی شخص دو یتیموں کا وصی ہو اور اُس نے ایک کا مال دوسرے کو اجارہ دیدیا یعنے دوسرے
کی طرف سے اجارہ لیا تو جائز نہیں ہو جیسے کہ اگر ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی ناجائز ہو یہ فتاوی
قاضی خان میں ہو- اور باپ نے اگر نابالغ بیٹے کو اپنے واسطے اجارہ لیا تو اُسکے جائز ہونے میں کچھ شک نہیں ہو یہ
ذخیرہ میں ہو اور باپ نے اگر اپنے نفس کو نابالغ کے واسطے اجارہ دیا یا اپنے مال کو نابالغ کے واسطے اجارہ دیا یا
نابالغ کا مال اپنے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو اور جس لڑکے نابالغ کو تصرف کی اجازت نہو
یعنی وہ محجور ہو اور اُسنے اپنے تئین کسی شخص کو اجارہ پر دیا تو جائز نہیں ہو- اسی طرح غلام محجور نے اگر اپنے تئین کسی کو اجارہ
دیا تو جائز نہیں ہو پھر بعد اجارہ دینے کے اگر کام کرنے میں مرنے سے بچ گیا تو استحساناً جو اجرت ٹھہری ہو وہ مستاجر پر واجب
ہوگی اور اگر کام کرنے سے مرگیا پس اگر نابالغ محجور ہو تو مستاجر کی مددگار برادری کو اسکی دیت دینی پڑیگی اور مرنے سے پہلے
جسقدر اجرت واجب ہوئی ہو وہ مستاجر کو دینی پڑیگی اور اگر غلام محجور ہو تو مستاجر کو اسکی قیمت دینی پڑیگی اور جسقدر غلام نے کام
کیا ہو اُسکی اجرت کچھ نہ دینی پڑیگی یہ محیط میں ہو- اور اگر قاضی نے کسی شخص کو یتیم کے کام کے واسطے اجیر مقرر کیا تو اجرالمثل
کے حساب سے جائز ہو یعنے جسقدر اجرالمثل ہو اسی قدر اجرت پر جائز ہو- اور اگر اجرالمثل سے اجرت زائد ہو تو زیادتی
یتیم کے مال سے دینی واجب نہوگی- اور اگر اجیر سے کام کرایا تو زیادہ اجرت یعنی اجرالمثل سے بڑھتی اجرت اسکے
مال سے دلائی جاویگی- اور اگر قاضی نے نابالغ یتیم کا گھر یا غلام اجرالمثل سے کم کرایہ پر اجارہ دیدیا تو جائز نہیں ہو اور اگر
مستاجر اس صورت میں اس مکان میں رہا تو اجرالمثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو یعنے کرایہ مقررہ سے چاہے
جسقدر زیادہ ہو سب دلایا جائیگا اور اگر یتیم کے مکان میں کوئی شخص غصب کرکے رہا تو اجرت واجب نہوگی یعنی بلکہ ضمان
واجب ہوگی- اور بعض نے فرمایا کہ مکان کے نقصان اور اجرالمثل دونوں کو دیکھکر اُن دونوں میں سے جو یتیم کے حق میں بہتر
ہو وہی غاصب کے ذمہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ میں ہو- ایک شخص نے ایک لڑکا کسی پیشہ ور آدمی کے پاس اُسکے ساتھ کام
کرنے کے لیے بٹھادیا اُس شخص نے اس لڑکے کو کپڑے بنوا دیے پھر اُس لڑکے کی راے میں یہ آیا کہ اس شخص کے
ساتھ کام نہ کرے تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر اُس نے کرباس لڑکے کو عطا کیا اور لڑکے نے خود ہی اُسکو سیا ہو تو اُس
شخص کو کپڑے کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہو کیونکہ سلائی کے سبب سے اسکا حق منقطع ہوگیا کذا فی فتاوی قاضی خان

بارھوان باب تسلیم اجارہ کی صفت کے بیان میں- اگر عقد اجارہ صحیح واقع ہوا خواہ مدت مسمی ہو یا مسافت معلوم
تو جس شی پر عقد قرار پایا ہو اُسکا ہمیشہ مدت اجارہ تک تسلیم کرنا واجب ہو یہ محیط میں ہو **قلت** حاصل یہ کہ اگر غلام ایک
سال تک کے واسطے یا ٹٹو کوفہ تک کے لیے اجارہ لیا تو اس مدت یا مسافت تک غلام یا ٹٹو موافق حصول منافع کے ہمیشہ
سپرد کرنا واجب ہو فافہم اور معقود علیہ کا سپرد کرنا اجارہ میں اسطرح ہوتا ہو کہ مستاجر کو اُس سے نفع اُٹھانے کا قابو دیدے اور
قابو دینا اس طور سے ہو کہ جو چیز محل نفع ہو وہ اس طور سے سپرد کردے کہ اُس سے نفع لینے کا کوئی امر مانع نہو- اور اگر مدت
کے اندر کچھ دنوں کوئی ایسا سبب پیدا ہوگیا جو نفع اُٹھانے سے مانع ہو مثلاً کرایہ کا مکان غصب کرلیا گیا یا اجارہ کی زمین غرق
ہوگئی یا اس زمین سے پانی رک گیا اور منقطع ہوگیا یعنی وہاں پانی نہیں دیا جاسکتا ہو یا غلام بیمار ہوا یا بھاگ گیا تو بقدر اُسکے
اجرت بھی ساقط ہو جاویگی یہ محیط سرخسی میں ہو- شہر کے اندر کرایہ کے مکان کی کنجی مستاجر کو دیدینا اور اسکے ساتھ مستاجر اور مکان
کے درمیان تخلیہ کرا دینا یہی اُس گھر کا سپرد کرنا ہو حتی کہ مدت گذر جانے سے اجرت واجب ہوگی اگرچہ مستاجر اُس میں نہ رہا ہو

اور سواد شہر مین کنجی سپرد کرنا مکان کا سپرد کرنا نہین ہی اگرچہ مستاجر شہر مین داخل ہوگیا درحالیکہ کنجی اسکے ہاتھ مین ہو کذا فی التتمہ
ایک شخص نے دوسرے کو ایک دوکان کرایہ دی اور کنجی اسکو دیدی اور مستاجر اسکے کھولنے پر قادر نہوا اور کنجی
چند روز تک گم رہی اور پھر مستاجر کے ہاتھ آئی پس اگر اُس کنجی سے دوکان کھولنا ممکن ہو تو مستاجر پر گذشتہ ایام کا کرایہ
واجب ہوگا اور اگر وہ دوکان اُس کنجی سے نہین کھل سکتی ہو تو کرایہ واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر ایک دار مین
سے ایک منزل کرایہ لی اور اُس دار مین اور لوگ بھی رہتے ہین اور مالک نے مستاجر اور منزل کے درمیان تخلیہ
کرادیا پھر جب شروع مہینہ آیا تو اس نے گذشتہ مہینہ کا کرایہ طلب کیا اور مستاجر نے کہا کہ مین اُس منزل مین نہین رہا ہون
مجھے اُسمین رہنے سے فلان ساکن مانع ہوا اور وہ شخص اس امر کا مقر ہی یا منکر ہی تو اسوقت کے حال کے موافق حکم دیا
جائیگا یعنے اگر فی الحال اسمین مستاجر رہتا ہو تو اُسپر کرایہ واجب ہوگا اور اگر غاصب اسمین موجود ہو تو واجب نہوگا اور مستاجر
ہی کا قول قبول ہوگا اور اگر منزل مین فی الحال کوئی نہو تو مستاجر کو کرایہ ڈانڈ دینا پڑیگا یہ مبسوط مین ہی- منتقی مین امام ابویوسف رح
سے روایت ہی کہ مستاجر اگر کرایہ کے غلام کو بیمار لیکر آیا یا کہا کہ یہ غلام بھاگ گیا تھا اور غلام کے مالک نے گواہ قائم کیے
کہ غلام نے فلان فلان وقت ایسا ایسا کام کیا ہو اور مستاجر نے گواہ قائم کیے کہ اس ایام مین یہ غلام بھاگا ہوا یا مریض
تھا تو مالک غلام کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط مین ہی- اگر کرایہ کے مکان مین مالک کا اسباب رکھا ہوا اجارہ کی زمین مین
اُسکی کھیتی ہو تو صحیح یہ ہی کہ اجارہ صحیح ہی ولیکن جب تک خالی کرکے سپرد نہ کرے یا مستاجر کے ہاتھ اُسکو فروخت نہ کرے
تب تک کرایہ واجب نہ ہوگا اور اگر اُس نے مکان خالی کرکے سپرد کردیا تو اجارہ لازم ہو جائیگا- اور اگر مالک نے تمام گھر
سپرد کیا مگر ایک بیت مین اپنا اسباب رکھا تو بقدر اُسکے حصہ کے اجرت ساقط ہو جائیگی ولیکن مستاجر کو باقی گھر لینے مین
خیار ہوگا کہ چاہے فسخ کردے کیونکہ صفقہ متفرق ہوگیا ہی اور اگر مالک نے فسخ ہونے سے پہلے بالکل خالی کردیا تو
اجارہ لازم ہو جائیگا یہ غیاثیہ مین ہی- اور اگر تمام گھر مین سے کوئی بیت منہدم ہوگیا یا کوئی دیوار گر گئی اور باقی مین مستاجر
رہتا تھا تو کرایہ مین سے کچھ کمی نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی

تیرھوان باب ان مسائل کے بیان مین جو کرایہ کی چیز مالک کو واپس کرنے سے متعلق ہین

امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ جو چیز مستاجر نے اجارہ لی ہی اُسکا مالک کو واپس کرکے دینا مستاجر کے ذمہ نہین ہی اور جسنے
اجارہ پر دی ہی اُسکے ذمہ ہی کہ مستاجر کے گھر سے وصول کرلا دے اور یہ عقد مثل عاریت کے نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اگر
ایک شخص نے چکی ایک مہینہ تک پیسنے کے واسطے اجارہ لی اور اسکو اپنے گھر اُٹھا لے گیا تو چکی کے واپس کرنے کا
خرچہ مالک کے ذمہ ہی اور شہر اور غیر شہر اس حکم مین یکسان ہی قیاساً خواہ اجارہ ہو یا عاریت ہو پس اجارہ کی صورت مین
واپسی کا خرچہ مالک مال پر ہی اور عاریت کی صورت مین مستعیر کے ذمہ ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم
اسوقت ہی کہ اگر اجارہ اور عاریت مین وہ شی لیجانا مالک کی اجازت سے واقع ہوا ہو تو واپسی کے وقت اجارہ مین مالک
پر خرچہ پڑیگا اور عاریت مین مستعیر کے ذمہ ہوگا- اور اگر لیجانا مالک کی بلا اجازت واقع ہوا ہی تو واپسی کے وقت خرچہ
اُس شخص پر پڑیگا جو اُس شی کو لے گیا ہی خواہ مستاجر ہو یا مستعیر ہو یہ محیط مین ہی- اجیر مشترک جیسے دھوبی رنگریز اور جولاہہ
وغیرہ کی صورت مین واپس کرنا اجیر پر واجب ہی کیونکہ رد کرنا نقض قبضہ ہی پس اُسی شخص پر واجب ہونا چاہیے جسکو قبضہ کی
منفعت حاصل ہوئی اور قبضہ کی منفعت ان صورتون مین اجیر کو حاصل ہوئی ہی کیونکہ اجیر کو مال مین یعنی اجرت ملی اور کپڑے کے

مالک کو منفعت آنو ظاہر ہو کہ مال میں محض نفع سے بہتر ہوتا ہی پس منفعت قبضہ اُسی کو حاصل ہوئی پس واپس کرنا بھی اسی پر واجب ہی بخلاف اُسکے اگر کوئی غلام یا ٹٹو کرایہ پر دیا اور مستاجر اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو واپسی مالک پر واجب ہو کیونکہ یہاں مستاجر کو منفعت اور موجر کو مال میں حاصل ہوا ہو کذا فی الذخیرہ - ایک شخص نے شہر میں اپنی ضروریات کے واسطے سوار ہو کر جانے کے لیے ایک ٹٹو ایک وقت معلوم تک کرایہ لیا پھر وہ وقت گذر گیا تو مستاجر پر مالک کو واپس کرنا واجب نہیں ہو بلکہ جس شخص نے کرایہ پر دیا ہو اُسپر واجب ہو کہ مستاجر کی منزل سے قبضہ کرلے حتی کہ اگر مستاجر نے اسکو چند روز تک باندھ لیا اور وہ مستاجر کے قبضہ میں مرگیا تو ضامن نہ ہوگا خواہ موجر نے اُس سے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ طلب کرنے سے مستاجر کے ذمہ واجب نہ ہوگا کہ موجر کے گھر واپس پہونچا دے پس اگر مستاجر نے عدوان کی راہ سے اسکو نہیں باندھا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر مستاجر نے کسی خاص مقام سے جو شہر کے اندر ہو آنے اور جانے کے واسطے کرایہ لیا تو مستاجر پر واجب ہو کہ اُسی مقام پر واپس کردے کہ جہاں سے اسکو اپنے قبضہ میں لیا تھا پھر اسوجہ سے نہیں کہ مستاجر کے ذمہ واپس کرنا مال اجارہ کا واجب ہو بلکہ اسوجہ سے کہ جو مسافت عقد اجارہ میں قرار پائی ہو وہ تمام نہ ہو گی جبتک کہ اسی جگہ واپس نہ لاوے اور اگر اس صورت میں مستاجر نے اسکو اپنے گھر لیجاکر باندھا اور وہ مرگیا تو قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ جو جگہ عقد اجارہ میں قرار پائی تھی اُسکے سوا دوسری جگہ لیجانے کی وجہ سے اُسکے ذمہ عدوان ثابت ہوا اور اگر مستاجر نے یوں کہا ہو کہ میں اس مقام سے فلان مقام تک جاؤنگا اور وہان سے اپنے مکان پر لوٹ آؤنگا تو مستاجر پر واجب نہ ہوگا کہ جہان سے قبضہ کیا ہو وہان واپس لاوے کیونکہ جب مستاجر اپنے گھر پر واپس پہونچا تو اجارہ منقضی ہوا پس ٹٹو اُسکے پاس امانت میں رہا یہ بدائع میں ہی - اور اگر مستاجر کرایہ کے ٹٹو کو موجر کے مکان پر پہونچا دینے کے واسطے مالک لیچلا باوجودیکہ اُسکے ذمہ پہونچانا واجب نہیں ہی اور وہ راستہ میں مرگیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر مالک کسی شہر میں چلا گیا ہو اور مستاجر اسکو اُسی شہر میں واپس پہونچانے کے واسطے لیچلا اور وہ راستہ میں مرگیا تو ضامن ہوگا کیونکہ ٹٹو کو شہر سے باہر نکالنے کی وجہ سے غاصب ٹھرا یہ محیط میں ہی - امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک شہر سے دوسرے شہر تک جانے کے واسطے ٹٹو کرایہ کیا اور اُسکو اپنے گھر میں باندھ لیا اور وہ مرگیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے اتنے دنون تک باندھا ہو کہ جتنے دنون تک لوگون کا معمول ہی کہ اپنے سامان کی درستی کے واسطے باندھ رکھتے ہین تو ضامن نہ ہوگا اور اجرت واجب ہوگی اور اگر اس سے زیادہ باندھا ہو تو اجارہ نہ رہا اور وہ شخص غاصب ہو گیا پس ضامن ہوگا اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ اُنھون نے بدون اس تفصیل کے ضامن ہونیکا حکم دیا ہی یہ ذخیرہ میں ہی منتقی میں ہی کہ ایک شخص نے ٹٹو کرایہ لیا اور موجر کے گھر واپس پہونچا دیا اور جہان بندھتا تھا وہان باندھ دیا یا گاؤخانہ میں قفل یا دربند لگا دیا پس اگر وہ مرجاوے یا ضائع ہو جاوے تو ضامن نہ ہوگا - اور مستاجر نے اگر وہی کام کر دیے جو واپس ملنے سے اُسکا مالک اُسکے ساتھ کرتا تو ضمان سے بری ہو جاویگا اور اگر مستاجر نے ٹٹو کو اُسکے وارین داخل کر دیا یا مربط میں داخل کر دیا مگر باندھا نہیں اور نہ دربند کیا تو وہ ضامن ہوگا اگر ہلاک یا ضائع ہو جاوے یہ محیط میں ہی

چودھوان باب اجارہ کے صحیح ہو جانے کے بعد اُسکی تجدید اور اسمین زیادتی کرنے کے بیان مین۔

اگر موجر یا مستاجر نے معقود بہ میں کچھ زیادہ کیا پس اگر وہ زیادتی مجہول ہی تو زیادتی نہیں جائز ہو خواہ موجر کی طرف سے ہو یا مستاجر کی

طرف سے اور اگر معلوم ہو اور موجر نے زیادتی کر دی تو جائز ہے خواہ اُسی جنس سے زیادتی کر دی ہو جو اُس نے اجارہ پر دی ہو یا اُسکی خلاف جنس سے ہو۔ اور اگر مستاجر کی طرف سے ہو پس اگر اُسی جنس کی زیادتی سے ہو جسکے عوض کرایہ لیا ہو تو نہیں جائز ہے اور اُسکی خلاف جنس سے ہو تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کچھ مدت گذر جانے کے بعد مستاجر نے اجرت مین زیادتی کر دی تو زیادتی صحیح نہیں ہے اور اگر اجرت مین کمی کر دیجاوے تو صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ابراہیم رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کوئی زمین بعوض چار گز گیہون کے اجارہ لی پھر ایک شخص نے موجر کو ایک گز بڑھا کر اجارہ طلب کیا اُسنے پانچ گز پر اُسکے ساتھ اجارہ کر لیا پھر مستاجر اول نے جا کر ایک گز اور بڑھا کر اجارہ جدید کر لیا تو عقد اجارہ یہی دوسرا قرار دیا جائیگا اور پہلا عقد اجارہ بمقتضا سے تجدید ثانیہ کے فسخ ہو گیا اور یہی مسئلہ امام ابو یوسف رح سے مذکور ہے اور اُسکی صورت یون ہے کہ مستاجر اول نے دوسرے مستاجر سے زیادہ اجرت بڑھا دی اور موجر نے وہ زمین پہلے کرایہ اور اُس زیادتی کے عوض مستاجر اول کو سپرد کر دی اور حکم یون بیان کیا کہ پہلا اجارہ فسخ ہو گا اور جو کچھ بڑھایا ہے وہ اجرت مین بڑھا دینا شمار کیا جائیگا اور حاصل یہ ہے کہ اگر مالک نے از سر نو اجارہ کی تجدید کی تو پہلا اجارہ ٹوٹ جائیگا اور اگر تجدید نہ کی تو نہ ٹوٹیگا اور جو کچھ بڑھایا ہے وہ اجرت مین زیادتی کر دینی شمار ہوگی۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک دار غصب کیا اور اُسکو اجارہ پر دیدیا پھر وہ دار خرید لیا پس آیا اجارہ کی دوبارہ تجدید کرے تو فرمایا کہ نہین اجارہ تو ہو چکا ہے اور اگر از سر نو تجدید کر لی تو یہ افضل و اطیب ہے کذا فی الحاوی۔ اور زمین کو طویل و قصیر مدت تک اجارہ لینے مین کچھ ڈر نہین ہے مگر وہ مدت معلوم ہونا چاہیے مثلاً دس برس یا زیادہ مدت تک اجارہ پر لی تو جائز ہے اور یہ اسوقت ہے کہ زمین مملوکہ ہو۔ اور اگر زمین وقف ہو اور متولی نے طویل مدت تک اجارہ لی پس اگر نرخ زمین کا بحالہ ہے کم و بیش نہین ہوا تو یہ جائز ہے۔ اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک مزدور کو کسی خاص کام معلوم کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر ایک مہینہ کے واسطے مقرر کیا پھر مہینہ کے بیچ مین اُسکو ایک درہم کے عوض دوسرے کسی کام کے واسطے مقرر کیا تو دوسرا اجارہ بقدر اتنی مدت کے کہ دوسرے اجارہ مین گئی پہلے اجارہ کا فسخ کرنے والا ہو جائیگا حتی کہ اسکو دونون اجرتین نہ ملینگی بلکہ پہلی اجرت مین سے بقدر دوسرے کے حصے کے کم کر دیا جاویگا پھر جب وہ مزدور دوسرے کام سے فارغ ہوا تو اُسکے ذمہ اُسکی اجرت لازم ہوگی اور پہلا اجارہ پھر عود کریگا یہ محیط مین ہے۔

پندرھوان باب۔ اُن اجارات کے بیان مین جو جائز ہین اور جو جائز نہین۔ اور اس مین چار فصلین ہین۔

پہلی فصل ان اجارات مین جنمین عقد فاسد ہوتا ہے۔

اجارہ کا فساد کبھی بسبب مقدار عمل کی جہالت سے ہوتا ہے مثلاً محل عمل[1] بیان نہ کیا۔ اور کبھی بسبب مقدار منفعت کی جہالت کے ہوتا ہے مثلاً مدت بیان[2] نہ کی اور کبھی کوئی شرط فاسد خلاف مقتضی عقد بیان کرنے سے فاسد ہوتا ہے پس اجارہ فاسدہ مین اجر المثل واجب ہوتا ہے اور اگر اجارہ مین کچھ اجرت معلوم بیان کر دی ہے تو یہ اجر المثل اُس سے زیادہ نہ کیا جائیگا اور اگر کچھ اجرت معلوم بیان نہ کی ہو تو اجر المثل واجب ہو گا خواہ کسی قدر ہو اور اجارہ باطل مین اجرت واجب نہین ہوتی ہے۔ اور واضح ہو کہ جو چیز اجارہ پر لی ہو وہ ہر حال مین مضمون نہین ہوتی ہے خواہ اجارہ صحیح ہو یا فاسد ہو یا باطل ہو یہ غیاثیہ مین ہے۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ دار مع اسکے حدود و حقوق کے اسقدر درم کو کہ جنکی یہ صفت ہے فلان سال کے دس مہینہ کے واسطے اس شرط سے کرایہ دیا کہ اگر تیرا جی چاہے تو خود اسمین رہے اور تمام شرائط جو اجارہ صحیح ہونے کی ہین ذکر کر دین پس آیا یہ اجارہ صحیح ہے فرمایا کہ نہین صحیح ہے کیونکہ اُس نے اول مدت بیان نہ کی پس مدت مجہول رہی اور ضرور ہے کہ یون بیان

[1] مثلاً گدھا ... کے واسطے اجارہ لیا اور بیان نہ کیا کہ کتنا ... لادیگا [illegible] ... ۱۲

[2] مثلاً [illegible] کرایہ لیا اور مسافت بیان نہ کی ۱۲

کرے کہ اس وقت سے یا اس ساعت سے فلاں وقت تک تاکہ مدت معلوم ہو جاوے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اراضی
کے اجارہ میں یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ کس کام کے واسطے اجارہ لیتا ہے یعنی زراعت یا درخت لگانے یا عمارت بنانے وغیرہ کس کام
کے واسطے لیتا ہے۔ اور اگر اس نے یہ کام بیان نہ کیا تو اجارہ فاسد ہوگا ولیکن اگر موجر نے اسکو اجازت دیدی کہ جس طرح
چاہے اس سے نفع اٹھاوے تو جائز ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر بیان نہ کیا کہ میں اس میں کیا چیز بوؤنگا یا یون شرط نہ لگائی
کہ جو میرا جی چاہے اس میں بوؤن تو اجارہ فاسد ہے یہ تبیین میں ہے اور چوپایون کے اجارہ میں مدت بیان کرنا یا جگہ بیان
کرنا ضرور ہے اور اگر کوئی بیان نہ کی تو اجارہ فاسد ہے اور یہ بھی بیان کرنا ضرور ہے کہ لادنے کے واسطے کرایہ کرتا ہے یا سواری کے واسطے
اور سوار ہوگا تو کون شخص سوار ہوگا اور اگر لادے گا تو کیا چیز لادیگا۔ اور خدمت کے غلام اور رہنے کے گھر اور پہننے کے کپڑے اور
پکانے کی دیگ کے اجارہ لینے میں مدت بیان کرنا ضرور ہے۔ اور اگر جس وقت ان چیزون میں اجارہ واقع ہوا اسی
وقت جھگڑا پیدا ہوا اور ہنوز زمین میں اس نے نہ کھیتی کی اور نہ درخت لگائے اور نہ عمارت بنائی اور نہ چوپایہ پر سوار ہوا اور
نہ اسکو لادا اور نہ کپڑے کو پہنا اور نہ دیگ میں پکایا ہے تو قاضی دونون میں اجارہ فسخ کر دیگا۔ پس اگر اس نے زمین میں زراعت
کی یا چوپایہ پر سوار ہوا یا کپڑا پہنا یا دیگ میں پکایا اور مدت گذر گئی تو استحساناً اُسپر وہی اجرت دینی پڑیگی جو مقرر ہوئی تھی اور
اگر قاضی نے اجارہ فسخ کر دیا پھر مستاجر نے ان چیزون سے یہ کام لیا تو کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور
اگر سواری کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کون شخص سوار ہوگا یا زمین لی اور بیان نہ کیا کہ میں زراعت کرونگا
اور کس چیز کی زراعت کرونگا تو فاسد ہے اور اگر فسخ اجارہ سے پہلے ان چیزون کو معین کر دیا تو جائز ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے اگر
گیہون بونے کے واسطے کوئی زمین اجارہ لی اور پھر اس میں رطبہ بویا (اجارہ تو گیہون کے بونے کے واسطے لیا تھا) تو جس قدر زمین کو نقصان ہوا ہو تو اس کا ضامن
ہوگا اور اجرت کچھ واجب نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اگر کوئی باربردار اونٹنی کرایہ کی تاکہ اسپر اسقدر آٹا اور ستو اور جو چیزین
اصلاح کی ہیں جیسے سرکہ و روغن زیتون وغیرہ لادے اور جو کچھ اشیا سفر میں ضروری ہیں مثل لوٹا و کٹورہ وغیرہ اس کے
پالان میں لٹکا دے اور اس میں سے کچھ بیان نہ کیا تو قیاساً اجارہ فاسد ہوا اور استحساناً جائز ہے یہ محیط میں ہے اگر کوئی محمل
مکہ تک کرایہ کی تاکہ دو شخص سوار ہون اور وہ دونون مع اسباب اوڑھنے بچھونے کے سوار ہونگے تو ضرور ہے
کہ وہ دونون شخص دکھلا دیئے جاوین کیونکہ سواری مقصود انھین کی ہے اور اوڑھنے بچھونے کا بیان کرنا ضرور نہیں ہے
کیونکہ وہ بالتبع ہے اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر کے لیے باہر چلنے کے وقت میں اختلاف کیا تو قافلہ کی روانگی
کا وقت معتبر ہوگا اور جو شخص قافلہ کے وقت سے بہت دن پہلے نکلنا چاہتا ہے تاکہ طول سفر سے دوسرے پر بہت سختی
پڑے تو اسکے قول کی طرف التفات نہ کیا جاویگا اسی طرح اگر محمل والے نے ایسا وقت بیان کیا کہ اس وقت روانہ ہونے
سے غالباً حج کے جاتے رہنے کا خوف ہے تو اس کی بات پر بھی التفات نہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے باہم کوئی وقت
ٹھہرا لیا ہو تو اسی کے موافق عمل درآمد کرینگے اور اگر حج کے جانے کے واسطے ایام حج سے ایک ماہ یا ایک سال
پہلے کرایہ کرے تو کچھ ڈر نہیں ہے کیونکہ یہ عقد اجارہ مضاف کے معنی میں ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر ایک محمل اور ایک باربردار
اونٹنی کرایہ لی اور کچھ بوجھ معلوم اونٹنی پر لادنا شرط کر لیا پس جس قدر اس بوجھ میں سے کھالیوے اور وزن و مقدار
میں کم ہو جاوے تو اس کو اختیار ہے کہ اسی قدر ہر منزل میں آتے جاتے پورا کر لیا جاوے اور جمال کو یہ اختیار نہیں
ہے کہ اس سے منع کرے بخلاف محمل کے کہ اگر اسمین دو شخص معلوم کی سواری کی شرط ٹھہری تو سوائے ان دونون کے دوسرے

[illegible] تو اگر بیان نہ کیا بلکہ الفاظ ... ضرور ہے کی تعداد اور وزن بیان نہ کیا تو در التفات ... ۱۲ اس کا قول مردود ہو قابل التفات نہیں ۱۲

آدمی کو بجائے اسکے سوار کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ جیسا سوار ہوتا ہے ویسا ہی چوپایہ کو ضرر پہونچتا ہے پس چوپایہ کا ضرر بتحلمت
سوار کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے لیکن اگر حمال کسی دوسرے کے سوار کر لینے پر راضی ہو تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور
اگر لٹکانے کی چیزون اور ہدیہ جو کچھ لیجانے منظور ہیں ان سب کا وزن بیان کر دے تو ہمارے نزدیک بہت بہتر ہے
اور اگر احتیاط منظور ہو تو یون بیان کر دینا چاہیے کہ ہر محمل میں دو مشک پانی اور دو لوٹے بڑے سے بڑے ہیں اور
کرایہ نامہ میں لکھدے کہ حمال نے اوڑھنا بچھونا اور دونون شکیین اور دونون لوٹے اور خیمہ اور قبہ یہ سب دیکھ لیا ہے کیونکہ
اس میں زیادہ مضبوطی ہے اور کرایہ نامہ کو اچھی مضبوطی کے ساتھ لکھوانا چاہیے - اور اگر حمال سے عقبۃ الاجیر کی شرط کر لی
تو جائز ہے اور عقبۃ الاجیر کے معنی دو طرح سے بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ مستاجر ہر روز صبح و شام اترے اور یہ امر معروف
ہے اور اتنے عرصہ تک اس کا اجیر سوار ہو لے اور اسکو عقبۃ الاجیر کہتے ہیں - اور دوسرا یہ کہ جو لکڑی محمل کے پیچھے لگی ہوتی ہے اسپر
بیٹھ کر اجیر ہر مرحلہ میں فرسخ یا دو فرسخ تک سوار ہو کر چلے اور اسکو عقبۃ الاجیر کہتے ہیں - اور کتاب الشروط میں ہے کہ امام
ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک جو بہتر ہے یہ ہے کہ یہ لادیگا اگر ان کی شرط کر لی کہ اتنے من ہونگے تو
بہتر ہے یہ مبسوط میں ہے - اگر کوئی اونٹ یا گدھا گیہون لادنیکے واسطے کرایہ کیا اور گیہون کا وزن بیان نہ کیا نہ اشارہ
سے انکی تعیین کی تو بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور بعضون کے نزدیک جائز ہے اور اس صورت میں اسقدر گیہون
رکھے جاوینگے جتنے معتاد ہون اور یہی اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے - اگر کوئی ٹٹو یا دوسرا مال عین اجارہ
لیا اور عقد میں اس کو معین نہ کیا تو جائز نہیں ہے ولیکن اگر بعد اس کے معین کیا اور مستاجر نے قبول کر لیا تو جائز ہے یہ فتاوی
عتابیہ میں ہے - اگر سمرقند تک کے لیے کوئی ٹٹو کرایہ کیا تو جائز ہے کیونکہ سمرقند خاص شہر کا نام ہے اور اگر بخارا تک کے
واسطے کرایہ کیا تو نہیں جائز ہے کیونکہ کرمینیہ سے وردبات تک بخارا کہلاتا ہے اور فتوی کے واسطے مختار یہ ہے کہ
جائز ہے کیونکہ اجارہ کے وقت اس لفظ سے فقط نفس شہر مراد ہوتا ہے یہ عرف ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے - اگر فارس تک
کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا تو اجارہ فاسد ہے کیونکہ فارس و خراسان و خوارزم و شام و فرغانہ و سغد و ماوراء النہر
و ہند و خطا و دشت و روم و یمن یہ سب ولایتیں ہیں اور بلخ و ہرات و اوزجند یہ شہرون کے نام ہیں پس جہان
ولایت کے نام سے کرایہ کیا ہے وہان ولایت کی حد آنے ہی اجر المثل واجب ہوگا مگر مقدار مسمی سے زیادہ نہ دیا جائیگا
اور جس صورت میں شہر کے نام سے کرایہ کیا ہے وہان جب شہر میں پہونچے تو مستاجر کے گھر تک پہونچانا ضرور ہوگا یہ جنبر کردری
میں لکھا ہے - اگر کسی شخص نے پیسنے کے واسطے ایک چکی دس درم ماہوری پر کرایہ لی اور یہ بیان نہ کیا کہ کیا چیز پیسے اور کس قدر
پیسے تو جائز ہے اور اس سے موافق رواج کے پیسنے کا کام لے اور اگر اس سے تجاوز کیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور
اگر مدت بیان نہ کی اور نہ یہ بیان کیا کہ کیا چیز اور کسقدر پیسے تو جائز نہیں ہے - اور اگر یون بیان کیا کہ ہر روز دس قفیز گیہون
پیسے تو جائز ہے پھر اگر مستاجر نے دیکھا کہ اس چکی سے ہر روز اس قدر نہیں پیسا جاتا ہے تو مستاجر کو اجارہ توڑ
دینے کا اختیار ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے - ایک شخص نے ایک بیل کرایہ لیا تاکہ چکی میں چل کر پیسے اور ہر روز ایک درم
دیگا اور یہ بیان کر دیا کہ کونسا اناج پیسیگا تو کتاب میں مذکور ہے کہ یہ جائز ہے اگرچہ یہ بیان نہ کیا کہ کس قدر روز پیسا اور
ایسا ہی بعض مشائخ نے فرمایا ہے اور امام ابوبکر معروف بخواہر زادہ نے فرمایا کہ جس قدر روز پیسے اسکی مقدار بیان کرنا ضرور
ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ ظہیریہ و فتاوی قاضی خان میں ہے - ایک شخص نے ایک رباط یا بیت کرایہ لیا اور جیسے کرایہ لیا ہے اس کو بیان

نہین کیا تو استحساناً اجارہ فاسد نہوگا یہ محیط مین ہی ایک شخص کو اجارہ پر لیا تاکہ میرے لیے اسقدر کو فروخت کرے یا میرے لیے اسقدر کو خریدے تو یہ فاسد ہی پھر اگر اس نے فروخت کرکے ثمن وصول کیا تو اس کے پاس امانت مین ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کر دیا پس اگر وقت کو پہلے بیان کیا پھر اجرت بیان کی مثلاً کہا کہ مین نے تجھے آج کے روز ایک درہم پر اجارہ لیا تاکہ تو میرے واسطے یہ خریدے یا فروخت کر دے تو جائز ہی - اور اگر پہلے اجرت بیان کی پھر وقت بیان کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے تجھے اجارہ لیا ایک درہم مین آج کے روز تاکہ میرے واسطے تو یہ خریدے یا فروخت کر دے تو جائز نہین ہی **قال المترجم** یہ احکام نوع عربیہ سے متعلق ہین اور زبان عرب مین فعل و فاعل اول پھر بترتیب غیر واجب زوائدات کا استعمال ہی اور جملہ صرف فعل و فاعل سے تام ہو جاتا ہی پس پہلے فعل و فاعل کے ذکر سے جملہ تام ہوا اور عقد قرار پایا اور پھر صرف زیادت عقد جیسا کہ کتاب مین مذکور ہین علی الترتیب مذکور ہونے پا نہوسکے اور زبان اردو مین اس کے بالعکس ہی پس زعم مترجم کا یہ ہی کہ بہرحال خواہ اجرت مقدم یا وقت مقدم ہو اجارہ جائز ہوگا کیونکہ صرف اجرت یا وقت کی تقدیم سے عقد قرار ہی نہ پاویگا تاوقتیکہ فعل و فاعل مذکور نہو اور جملہ تام نہو فافہم ہذا واللہ اعلم بالصواب - اور جبکہ اجارہ فاسد ٹھہرا اور مستاجر نے کام کرکے تمام کیا تو اس کو اجر المثل یعنے جو اجرت ایسے کام کرنیوالون کو رواج کے موافق ملا کرتی ہی وہ اسکو بھی ملیگی - اور امام محمد نے دلال کے اجارہ لینے کا ایک حیلہ ذکر کیا ہی وہ یہ ہی کہ دلال کو حکم دے کہ فلان شی معلوم میرے واسطے خرید کرے یا فروخت کرے اور اجرت کچھ نہ بیان کرے پھر جب کام کر چکے تو موا ساۃ کر دے یا بطور ہبہ کے دیدے یا کام کی جزا مین دیدے اور یہ جائز ہو جاویگا کہ اس کی ضرورت پڑتی ہی - اور اگر دلال نے اجر المثل لے لیا تو آیا جائز ہی پس مشایخ نے کلام کیا ہی اور شیخ امام خواہرزادہ نے فرمایا کہ جائز اور حلال ہی اور ایسا ہی دوسرے مشایخ نے بھی کہا ہی اور اسی طرف امام محمد رح نے اشارہ کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اجارہ کی چیز اگر اجارہ فاسدہ مین تلف ہو گئی تو مستاجر ضامن نہوگا جیسا کہ اجارہ صحیحہ ہی ضامن نہین ہوتا ہی - اور شیخ علی بن حسن مرغینانی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کپڑون پر نقش کیا کرتا ہی اور نقش اسطور سے ہوتے ہین کہ بکری کا خون لفظ سیاہ مین ملا کر نقش بناتے ہین اور اس کام مین سوا بکری کے خون کے کوئی چیز کام نہین آتی ہی اور وہ اس کام کی مزدوری لیتا ہی پس آیا جائز ہی فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کوئی خشک نہر اجارہ لی تاکہ اس سے اپنی زمین یا پن چکی کی طرف پانی لیجاوے یا کوئی پانی بہنے کا راستہ اپنے پرنالہ کا پانی بہانے کے واسطے اجارہ لیا تاکہ اس مین اپنا دھوون بہاوے یا کوئی بالوعہ اجارہ لیا تاکہ اس مین پیشاب اور نجاسات بہاوے تو یہ نہین جائز ہی کذا فی المحیط اور اگر کوئی بالوعہ اس واسطے کرایہ لیا کہ اس مین اپنے وضو کا پانی بہاوے تو جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر زمین کا کوئی موضع معروف اپنے پانی بہانے کی غرض سے اجارہ لیا تو جائز ہی کیونکہ جب اس نے جگہ معین کر دی تو جہالت جاتی رہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر نہر یا کاریز یا کنوین کا پانی اجارہ لیا تو جائز نہین ہی اور اگر پانی مع نہر و کاریز کو اجارہ لیا تو بھی جائز نہین ہی کیونکہ اس مین استہلاک عین ہی اور چونکہ اس مین عام مبتلا ہین اس واسطے فتوے یون دیا گیا ہی کہ جائز ہی اور اگر زمین مع پانی کے اجارہ لی تو تبعاً جائز ہی یہ تہذیب مین ہی - اگر کسی منزل کا علو اس واسطے اجارہ لیا کہ اسپر عمارت بناوے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین نے اس مین اختلاف کیا کیونکہ بالاخانہ کی زمین بمنزلہ زمین سفل کے ہی اور ظاہر یہ ہے

سقف علو بالاخانہ و چھت پر ہوتا ہے ۱۲

اگر کوئی زمین اس واسطے اجارہ لی کہ اُسپر عمارت بنا وے تو جائز ہی اگرچہ عمارت کی مقدار مجہول ہو پس اسی طرح اس
مسئلہ میں بھی جائز ہونا چاہیئے یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر کوئی ایسا راستہ جس سے خود گذرتا ہی یا لوگ گذرتے ہیں
اجارہ لیا تو اصل میں مذکور ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک نہیں جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی اور عیون میں
صاحبین کا قول اختیار کیا ہی یہ خلاصہ میں ہی۔ اگر کسی منزل کا بالاخانہ اس غرض سے اجارہ لیا کہ اسمین ہو کر اپنے
حجرہ میں جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہیں جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اسی طرح اگر نیچے کا
مکان اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسمین ہو کر اپنے مسکن میں جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک ناجائز اور صاحبین رح کے
نزدیک جائز ہی اور امام زاہد شیخ احمد طواویسی نے فرمایا کہ ایسا اجارہ بالاجماع جائز ہونا چاہیئے یہ محیط میں لکھا ہی۔
اگر کسی بیت کی چھت اس غرض سے اجارہ لی کہ ایک مہینہ اسپر شب باش ہو یا اسپر اپنا اسباب رکھے تو کتاب الاصل کے
نسخون کے اختلاف کی وجہ سے مشایخ نے اختلاف کیا ہی بعض نسخون میں لکھا ہی کہ یہ نہیں جائز ہی اور بعض میں لکھا ہی
کہ جائز ہی اور یہی صحیح ہی کیونکہ معقود علیہ معلوم ہی کذا فی البدائع۔ اگر مدت معلومہ کے واسطے کسی مکان کا سفل یعنی
نیچے کا مکان اس غرض سے اجارہ لیا کہ اسپر بالاخانہ بناوے تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی جامع صغیر
میں خلف رح کی روایت سے امام محمد رح سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ اگر کرایہ کے مکان میں مستاجر نے
کوئی بیت یا جاے ضرور بنالی تو کچھ ڈر نہیں ہی بشرطیکہ مکان کو کچھ ضرر نہ دے اور فقیہ ابو اللیث الکبیر رح نے فرمایا
کہ یہی حکم ماخوذ ہی یہی اختیار کیا گیا ہی یہ حاوی میں ہی۔ اگر زمین یا بیت سے کوئی خاص موضع کچھ مدت معلومہ کیواسطے
یا چھت یا مدت معلومہ کے واسطے اس غرض سے اجارہ لی کہ اس میں پانی بہاوے تو جائز ہی۔ اور اگر اپنی زمین اس غرض
سے کرایہ دی کہ مستاجر اس میں نہر کھودے یا اپنی دیوار اس غرض سے اجارہ دی کہ مستاجر اسپر کوئی عمارت بناوے
یا دھنیان وغیرہ رکھے تو ان صورتون میں اجارہ جائز نہیں ہی یہ مضمرات میں ہی۔ اگر کوئی پرنالہ کھلا ہوا ہی اجرت
معلومہ پر اپنے مکان میں چھٹنے کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہی اور اگر وہ پرنالہ اس کے مکان کی دیوار میں
جڑا ہوا ہو تو جائز نہیں ہی یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور تالابون اور نہرون کو مچھلی وغیرہ کے شکار کے واسطے اجارہ لینا
جائز نہیں ہی۔ اور چراگاہ کا اجارہ جائز نہیں ہی اور اس سے یہ مراد نہیں ہی کہ اس اراضی کا اجارہ نہیں جائز ہی
کیونکہ اراضی کا اجارہ جائز ہی صرف یہ مراد ہی کہ گھاس کا اجارہ جائز نہیں ہی اور اس کے جواز کیواسطے حیلہ یہ ہی کہ اس زمین میں
سے کوئی جگہ خیمہ گاڑنے کے واسطے اجارہ لے یا وہان اپنی بکریون کا حظیرہ بنا وے پس یہ اجارہ صحیح ہوگا پھر چراگاہ کا
مالک اس مستاجر کو چراگاہ سے منفعت اٹھانے کی اجازت دیدے کذا فی المحیط اور جامع الفتاوی میں لکھا ہی کہ مستاجر
کو اختیار ہوجائیگا کہ جو شخص اس زمین میں آنا چاہے اسکو منع کر دے یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اگر چراگاہ کی گھاس بعوض کسی
معین غلام کے اجارہ لی اور اس سال بھر اسکی گھاس چرائی تو بقدر گھاس چرائی ہی اس کا ضامن ہوگا۔ اور اپنا
غلام واپس لے لے اور اگر موجر نے اس غلام کو آزاد یا فروخت کر دیا ہو تو عتق و بیع جائز ہوگی اور موجر اس کی
قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں کتاب الشرب میں ہی۔ اگر کوئی گھڑی اور رسی و ڈول اپنی بکریون کو پانی پلانے کے
واسطے اجارہ لیا بسبب جہالت کے فاسد ہی ولیکن اگر مدت بیان کر دے تو جائز ہی یہ مبسوط کی کتاب الاجارات
میں ہی۔ اگر کوئی دیوار اس واسطے اجارہ لی کہ اسپر دھنیان رکھے یا سترہ بنا وے یا اس میں روشندان بنا وے

تو نہیں جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی زمین میں سے کوئی جگہ معلوم میخین تانا تننے کے واسطے گاڑنے کے لیے تاکہ اس سے کپڑا بنے اجارہ لی تو جائز ہے کیونکہ لوگ ایسا اجارہ لیا کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی دیوار اس غرض سے اجارہ لی کہ اسپر میخین اور کھونٹیاں گاڑکر ابریشم کا تانا درست کرے تاکہ اس سے دیبا وغیرہ ریشمی کپڑے بنے تو بھی یہ جائز ہے ایسا ہی بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کیونکہ ایسا اجارہ لوگوں میں رائج نہیں ہے اور بعض مشائخ نے ذکر کیا کہ ہمارے ملک کے رواج کے موافق جائز ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے ملک میں دونوں صورتوں سے اجارہ لینا لوگوں کا معمول ہے اور نوادر ہشام میں ہے کہ اگر کوئی میخ گاڑنے کے واسطے اجارہ دے تو جائز ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص سے ایک میخ کرایہ کو لایا تاکہ اپنے گھر کی دیوار میں گاڑے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جن کھونٹیوں پر ابریشم کا تانا درست کیا جاتا ہے انکا اجارہ لینا جائز ہے اور اگر کوئی کھونٹی اسباب لٹکانے کے واسطے اجارہ لی تو جائز نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور درخت کا اجارہ اس شرط سے کہ پھل مستاجر کے ہوں جائز نہیں ہے اسی طرح اگر گائے یا بکری اس شرط سے اجارہ دی کہ دودھ یا بچہ مستاجر کے ہوں تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور منتقی میں ہے کہ اگر کسی شخص سے مکان کی چھت اس غرض سے اجارہ لی کہ اسپر کپڑے سکھلاوے تو جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر کوئی درخت اس غرض سے اجارہ لیا کہ اسپر کپڑے پھیلا کر خشک کرے تو جائز نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر بغداد تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر مجھے اس نے بغداد تک پہونچا دیا تو جتنی مزدوری پر راضی ہوگا وہ دونگا تو ایسا اجارہ فاسد ہے کیونکہ اجرت مجہول ہے اسی طرح اگر اپنے حکم یا ٹٹو والے کے حکم پر کرایہ کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اس نے کہدیا کہ میری رضامندی بیس درم پر ہے تو بیس درم سے زیادتی نہیں ہوگی ہاں بیس درم سے کم ہو سکتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی ٹٹو اس طور سے کرایہ کیا کہ جو میرے ساتھیوں نے دیا ہو وہی میں بھی دونگا پس اگر اسکے ساتھیوں نے جو کرایہ دیا ہو وہ بھی مثل اس ٹٹو کی مزدوری کے معلوم نہو بلکہ مختلف ہو تو اجارہ فاسد ہے۔ اور اگر معروف ہو کہ دس درم ہیں نہ کم نہ زیادہ اور یہ معلوم بھی ہو جاوے تو جائز ہے اور اگر مختلف ہو مثلاً ایسے ٹٹو کا کرایہ باختلاف احوال مختلف ہوتا رہتا ہے کبھی دس اور کبھی کم اور کبھی زیادہ تو درمیانی کرایہ دینا پڑیگا تاکہ دونوں کا لحاظ رہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے

دوسری فصل ان صورتوں کے بیان میں جنمیں شرط کی وجہ سے عقد فاسد ہوتا ہے۔ جو ایسی شرطیں ہیں کہ جن کو عقد اجارہ مقتضی نہیں ہے وہ عقد اجارہ کو فاسد کرتی ہیں مثلاً اجیر خاص کے ساتھ یہ شرط لگائی کہ جو اسکے فعل سے یا بغیر اسکے فعل کے تلف ہو اسکا ضامن ہوگا یا اجیر مشترک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ جو بغیر اسکے فعل کے تلف ہو اسکا ضامن ہوگا تو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک مفسد ہے۔ اور اگر ایسی شرط لگائی کہ جسکو عقد اجارہ مقتضی ہو تو وہ عقد کو فاسد نہیں کرتی ہے مثلاً اجیر مشترک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ جو اسکے فعل سے تلف ہو اسکا ضامن ہو یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔ اگر کوئی غلام ایک مہینہ کے واسطے اس شرط سے اجارہ لیا کہ اگر غلام بیمار ہو جاوے یا مستاجر بیمار ہو جاوے تو جسقدر مرض کے باعث سے ناغہ ہوا اسقدر دوسرے مہینہ میں کام کر دے تو یہ فاسد ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کوئی غلام یا ٹٹو دس درم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ لیا کہ غلام کا کھانا مستاجر کے ذمہ یا ٹٹو کا چارہ مستاجر کے ذمہ ہے تو کتاب میں مذکور ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ ٹٹو کی صورت میں ہم متقدمین کا قول لیتے ہیں ولیکن غلام کی صورت میں ہمارے یہاں عادت

یہ ہو کہ وہ مستاجر کا کھانا کھاتا ہو یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور ہر اجارہ جو لیا ہو کہ اسمین کھانے یا چارہ کی شرط ہو وہ فاسد ہو ولیکن
دائی کو اجارہ لینے مین کھانے کپڑے وسیلے کی شرط جائز ہو یہ مبسوط مین ہو **قلت** ارادبہ الاختلاف عند الاعظم رح
فقط۔ اگر کسی شخص سے ایک مہینہ کے واسطے دس درم پر ایک گھر اس شرط سے کرایہ لیا کہ اگر اسمین مستاجر ایک روز
بھی سکونت کرے پھر چاہے خارج ہو جاوے تو دس درم واجب ہونگے تو ایسا اجارہ فاسد ہو۔ اور اگر کوئی گھوڑا اس
شرط سے کرایہ لیا کہ جب بادشاہ سوار ہوا کریگا مین بھی اسکے ساتھ سوار ہوا کرونگا تو یہ بھی بسبب جہالت معقود علیہ کے
فاسد ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر کوئی گھر اجرت معلومہ پر کرایہ لیا اور موجر نے کرایہ مین مستاجر کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ مکان
مین کہگل کرا دے اور دروازہ کا در بند لگا دے یا اسکی چھت مین شہتیر ڈلوا دے تو یہ اجارہ فاسد ہو اسیطرح
اگر کوئی زمین اجارہ دی اور اسکے ساتھ شرط لگائی کہ مستاجر اسکی نہر گروا دے یا اسمین کنوان کھدوا دے یا کاریز
بنوا دے تو بھی یہی حکم ہو یہ بدائع مین ہو۔ ایک شخص نے اپنا گھر ایک شخص کو اس شرط سے دیا کہ اسمین رہا کرے
اور اسکی مرمت کرا دے اور اسپر کچھ اجرت نہین ہو تو یہ اجارہ نہین بلکہ عاریت ہو کیونکہ اجرت نہونا شرط کر دی ہو اور
کچھ اجرت شرط نہین کی اور یہ جو مرمت کرانا شرط کیا ہو یہ اس گھر کا نفقہ ہو اور نفقہ مستعار چیز کا مستعیر پر ہوتا ہو یہ فتاوی
صغری وغیاثیہ مین ہو۔ اگر ایک شخص نے بغداد تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ کیا کہ جو کچھ
اللہ تعالے مجھے بغداد سے رزق دیگا یا فلان شخص سے دلادیگا اسمین سے نصف موجر کو دونگا تو یہ اجارہ فاسد ہو اور
مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا جہانتک سوار ہوا ہو اور اگر ٹٹو کو اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر اسنے مجھے بغداد تک پہونچا دیا تو موجر
کو دس درم کرایہ ملیگا ورنہ کچھ نہ ملیگا تو یہ فاسد ہو اور جہانتک وہ سوار ہو کر جاویگا اتنی دور کا اجر المثل موجر کو دلا دیا جائیگا
یہ مبسوط مین ہو۔ اگر کسی شخص نے خراج دینے کی شرط مستاجر کے ذمہ لگائی تو کتاب مین مذکور ہو کہ ایسا اجارہ فاسد
ہو اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ یہ خراج مقاسمہ پر محمول ہو یعنے خراج مقاسمہ اسکو دینا پڑیگا یا ایسی زمین کے
خراج مین ہو کہ جو صلح سے حاصل ہوئی ہو کہ اسکا خراج مختلف ہوتا رہتا ہو ولیکن اگر خراج وظیفہ مراد لیا جاوے
تو اس صورت مین خراج یا اجرت مسمی یکسان ہو یعنے جائز ہونا چاہیے اور صحیح یہ ہو کہ عقد مطلقاً جائز نہین ہو اور یہی
منتقی ہو یہ فتاوی صغری ہو۔ اگر زمین عشری ہو اور موجر نے عشر دینا مستاجر کے ذمہ شرط کیا تو صاحبین رح کے نزدیک
جائز ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اور اگر یون کہا کہ اس زمین کا خراج ادا کر دے اور تجھپر
کچھ اجرت نہین ہو تو یہ اجارہ فاسد ہو۔ اسیطرح اگر چوپایہ کے کرایہ لینے مین یہ شرط لگائی کہ اگر مستاجر کچھ راستہ چل کر
لوٹ آیا تو اسپر پوری اجرت واجب ہوگی تو یہ فاسد ہو یا یہ شرط لگائی کہ اگر اس ٹٹو نے مجھے آج کے روز فقط
فلان موضع تک پہونچایا تو تجھپر کرایہ واجب نہ ہوگا تو بھی کل اجارہ فاسد ہوگیا اور مستاجر پر جسقدر دور سوار ہوا ہو
اسکا اجر المثل واجب ہوگا۔ اسیطرح اگر چارہ دینے کی شرط مستاجر کے ذمہ لگائی تو بھی فاسد ہو اور اس صورت مین
اگر مستاجر نے چارہ نہ دیا یہانتک کہ ٹٹو مر گیا تو ضامن نہوگا۔ اسیطرح اگر اجارہ کی چیز مین بار برداری وخرچہ پڑتا ہو اور موجر
نے یہ شرط لگائی کہ مستاجر مجھے واپس دیجاوے تو بھی اجارہ فاسد ہو اور اگر اسکی کچھ بار برداری وخرچہ نہو تو جائز ہو۔ اسیطرح
اگر یہ شرط لگائی کہ مجھے بلا عیب واپس کرے (جو چیز اجارہ پر دی گئی) یا اگر مر جاوے یا عیب دار ہو جاوے تو مستاجر ضامن ہو تو بھی اجارہ فاسد ہو
اور اگر معمار کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اس عمارت کے بنانے مین اسقدر اپنی ذاتی اینٹین لگا دے یا درزی سے یہ شرط کی

کہ میری ٹوپی سیدے بشرطیکہ اسکا استر اور روئی بھرائی اسنے پاس سے لگا دے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر اسنے ایسا ہی کیا
تو اجرت مقررہ واجب نہ ہوگی بلکہ جو کچھ اجر المثل ہو وہ آئیگا اور اسکے ساتھ اینٹوں کی قیمت یا استر و روئی بھرائی کی
قیمت ملیگی اور یہ حکم بخلاف روئی اوٹنے و دھننے والے کی صورت کے ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص کو مزدور کیا کہ مستاجر کے جو
درخت فلان گانوں میں جو شہر سے فاصلہ پر تھا واقع ہیں انکو قطع کر دے اور یہ کہدیا کہ آنے و جانے کا خرچہ مستاجر کے ذمہ
ہوگا تو مشائخ نے فرمایا مستاجر کے ذمہ یہ خرچہ واجب ہوگا۔ اور اگر مستاجر کے ذمہ خرچہ کی شرط عقد اجارہ میں لگائی ہو تو اجارہ
فاسد ہے۔ اور چاہیے یہ ہے کہ اس حکم میں تفصیل ہو۔ اسطرح کہ اگر یہ درخت معلوم ہوں تو یہی حکم ہے اور اگر مستاجر کو معلوم نہوں
تو جبتک وقت ذکر نہ کرے اجارہ صحیح نہوگا۔ اور اگر وقت بیان کر دیا تو اسقدر وقت تک وہ مزدور اجیر خاص ہوگا پس
مستاجر پر سوائے اسقدر اجرت کے جو بیان کر دی ہے اور کچھ واجب نہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر
میں فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی زمین بعوض چند درموں کے اس شرط سے کرایہ لی کہ مستاجر اسکو گوڑ کر اسمیں زراعت کرے
یا سینچ کر اسمیں زراعت کرے تو یہ جائز ہے۔ اور اگر یوں شرط لگائی کہ زمین کا تسنیہ کرے یا اسمیں کھاد ڈلوائے تو فاسد ہے
اور تسنیہ کی تفسیر میں مشائخ رحمہ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ تسنیہ کے یہ معنی ہیں کہ زمین کو گوڑی ہوئی واپس کرے
پس اگر یہی معنی ہیں تو یہ ایسی شرط ہے کہ خلاف مقتضائے عقد ہے کیونکہ بعد اجارہ پورے ہونے کی اسکی منفعت رب الارض
کو حاصل ہوگی۔ اور بعضوں نے فرمایا کہ یہ معنی ہیں کہ زمین کو دو بار گوڑے پھر اسمیں زراعت کرے پس اگر یہ معنی مراد
ہیں تو اجارہ کا فاسد ہونا امام محمدؒ کے ملک کے عرف پر ہے کہ وہاں کی زمین ایک بار گوڑنے سے پوری پیداوار
دیتی ہے اور ایسا ہی ملک نسف میں بھی ہے پس ایسے ملکوں میں البتہ ایسی شرط خلاف مقتضائے عقد ہے اور مالک زمین
کو اس شرط سے نفع ہے کیونکہ گوڑنے کا نفع انقضائے اجارہ کے بعد باقی رہیگا حتیٰ کہ اگر باقی نرہے تو عقد فاسد نہوگا ولیکن
ایسے ملکوں میں جہاں بدون دو تین بار گوڑے ہوئے زمین میں اچھی پیداوار نہیں ہوتی ہے وہاں ایسی شرط لگانے سے
عقد فاسد نہوگا اور ایسے ہی کھاد ڈلوانے میں بھی تفصیل ہے کہ اگر کھاد دینا مستاجر کے ذمہ قرار دیا اور ظاہر ہے کہ یہ ایکسال میں
دینے کی شرط ہے پس اگر اس کھاد کی منفعت دوسرے سال تک باقی رہتی ہے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر سال آیندہ تک
باقی نہیں رہتی ہے تو عقد فاسد نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا کہ اگر مدت اجارہ کے اندر کی
گوڑی ہوئی واپس کرے تو عقد فاسد ہے اور یہی صحیح ہے ولیکن اگر یہ شرط لگائی کہ مدت اجارہ کے اندر نہیں بلکہ اجارہ گذر جانے
کے بعد گوڑ کر واپس کرے تو اسکی دو صورتیں ہیں اگر اس طور سے اجارہ دیا کہ میں نے تجھے یہ زمین بعوض اتنے درموں
اور بعوض اسکے کہ بعد اجارہ گذر جانے کے گوڑ کر واپس دے اجارہ میں دیدی تو یہ صحیح ہے اور کتاب میں فرمایا کہ اگر یوں
اجارہ پر دی کہ میں نے تجھے یہ زمین اسقدر درموں پر اجارہ دی بشرطیکہ بعد اجارہ کی مدت گذر جانے کے تو اسکو گوڑ دے
تو صحیح نہیں ہے۔ اور اگر اس نے گوڑ دینا مطلقاً بیان کیا تو اس سے یہ مراد لیجاویگی کہ مدت اجارہ گذر جانے کے بعد
گوڑ دے پس اجارہ جائز ہوگا۔ ولیکن یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے اور ہم نے یہ تفاصیل اسی کی وجہ سے پائی ہیں اور یہ
صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔ اور اگر مستاجر کے ذمہ نہر کے اگارنے کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہوگا۔ اور
ہمارے بعضے مشائخ نے پانی کی نالیوں اور نہر میں فرق کیا ہے اور فرمایا ہے کہ نالیوں کو صاف کرا کر گرد او سنے کی شرط صحیح
ہے مگر حکم اول اصح ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص سے ایک سال کے واسطے ایک گھر سو درم پر اس شرط سے اجارہ لیا کہ

اسمین سکونت اختیار نہ کریگا۔ تو اجارہ فاسد ہی۔ اور اگر کوئی گھر اس شرط سے اجارہ دیا کہ مستاجر خود اسمین رہے اور مستاجر کے ساتھ کوئی دوسرا نہ رہے تو اجارہ جائز ہی حالانکہ موجر کے واسطے اس شرط مین نفع ہی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ یہان کچھ تاویل کرنا ضرور ہی تاکہ فرق ظاہر ہو جاوے پس ہم کہتے ہین کہ دوسری صورت مسئلہ کی تاویل یہ ہی کہ اس دار مین کوئی چہ بچہ یا وضو کا گڈھا نہ تھا پس جب یہ صورت تھی تو مالک مکان کا اس شرط مین کچھ نفع نہین ہی اسلیے کہ دوسرے کے رہنے سے اسکا ضرر نہوگا کیونکہ ایسی صورت مین جو کچھ پانی اس دار مین جمع ہوگا اسکا باہر نکالنا مستاجر کے ذمہ ہی پس موجر کا کیا نقصان ہی اور بہت لوگون کے رہنے سے عارت کمزور نہین ہوتی ہی پس عقد فاسد نہ ہوگا اور پہلی صورت کی تاویل یہ ہی کہ اس دار مین چہ بچہ وغیرہ تھا پس اس صورت مین عدم سکونت کی شرط سے مالک مکان کو نفع ہی ولیکن ایسی شرط خلاف مقتضاے عقد ہی پس عقد فاسد ہوا پھر اگر اس پہلی صورت مین باوجود فساد اجارہ کے مستاجر نے سکونت اختیار کی تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنے گھر کا اجارہ یہ ٹھہرایا کہ مستاجر ہمارے واسطے ایک سال تک اذان دیدے یا امامت کرا دے تو اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر نے سکونت اختیار کی تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا اور اذان و امامت کی مزدوری اسکو کچھ نہ ملیگی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے دس درہم ماہواری پر ایک دار اپنے رہنے یا اپنے اہل و عیال کے رہنے کے واسطے اس شرط سے کرایہ لیا کہ اس دار کی تعمیر کرا دیگا اور جو اسمین شکست و ریخت ہوگی اسکی مرمت کرا دیگا اور چوکیداری دیگا اور جو ٹکس سلطان وغیرہ کی طرف سے اسپر باندھا جائیگا وہ ادا کر دیگا تو ایسا اجارہ فاسد ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ تعمیر کرانے اور ٹکس دینے کی شرط کرنے کی صورت مین یہ حکم بیشک صحیح ہی کیونکہ عارت بنوانا مالک مکان کے ذمہ ہی اور وہ فی نفسہ مجہول چیز ہی پس اسکی شرط کرنے مین اسنے اپنے اوپر ایک مجہول چیز کی شرط لگائی ولیکن چوکیداری رہنے والے پر ہوتی ہی پس اس سے اسنے اپنے اوپر مجہول چیز کی شرط نہین کی تو عقد فاسد نہ ہوگا اور اگر ایسے اجارہ کرنیکے بعد مستاجر نے اس مکان مین سکونت نہ اختیار کی تو اسپر کرایہ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اسمین رہا تو اجر المثل واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو مگر جسقدر بیان کر دیا ہی اس سے زیادہ نہ دیا جائیگا پس اصل یہ قرار پائی ہی کہ اگر عقد اجارہ مین کرایہ کی تعداد معلوم ہو اور اجارہ کسی دوسری وجہ سے فاسد ہو جاوے تو اسمین اجر المثل دینا پڑتا ہی مگر مقدار مسمی معلوم سے زیادہ نہین کیا جاتا ہی حتی کہ اگر مقدار مسمی پانچ درہم ہون اور اجر المثل دس درہم ہون تو پانچ ہی درہم دینے پڑینگے اور اگر عقد اجارہ مین کرایہ کی تعداد مجہول ہو یا کچھ بیان ہی نہوئی ہو اس سبب سے عقد اجارہ فاسد ہوگیا تو اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو سب دینا پڑیگا۔ اسی طرح اگر کچھ کرایہ معلوم اور کچھ مجہول ہو جیسے مرمت اور ٹکس کے مسئلہ مین ہی تو بھی اجر المثل سب دینا واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو اور واضح ہو کہ یہ کلام جو مذکور ہوا یہ مقدار مسمی سے زیادہ کرنے مین ہی ولیکن مقدار مسمی سے کم کرنے کے حق مین یہ حکم ہی کہ جس صورت مین مقدار مسمی کل معلوم ہو اور عقد اجارہ کسی دوسری وجہ سے فاسد ہو تو اجر المثل دینا پڑیگا اور اگر اجر المثل مقدار مسمی سے کم ہو تو کم کر دیا جائیگا مثلاً اجر المثل پانچ درہم ہو اور مسمی دس درہم ہون تو فقط پانچ درہم واجب ہونگے اور اگر عقد اجارہ مین کچھ کرایہ معلوم اور کچھ مجہول ہو تو اجر المثل مین مقدار مسمی سے کم نہ کیا جائیگا جیسا کہ مرمت اور ٹکس کے مسئلہ مین ہی کہ اگر اس مسئلہ مین اجر المثل پانچ درہم ہون اور مقدار مسمی دس درہم ہون تو دس ہی درہم واجب ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی

تیسری فصل قفیز الطحان یا جو اُسکے معنی میں ہیں ان اجارات کے بیان میں **قال المترجم** قفیز الطحان اجارہ کی صورت
کا اشارہ ہو اور صورت اُسکی کتاب میں مذکور ہو۔ فرمایا قفیز الطحان کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے
ایک بیل اسواسطے کرایہ لیا کہ میرے گیہون اس شرط سے پیسے کہ بیل والے کو اسی آٹے سے ایک قفیز آٹا ملیگا یا کسی شخص کو
مزدور کیا اس شرط سے کہ آدھے یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ آٹے پر گیہون پیسے تو یہ اجارہ فاسد ہو اور جو شخص ایسے اجارہ
کا جائز ہونا چاہتا ہو اُسکے حق میں یہ حیلہ ہو کہ گیہون والا کھرے آٹے کی ایک قفیز دینے کی شرط کرے اور یہ نہ کہے کہ ان
گیہون سے دونگا یا اُنھین گیہون کی چوتھائی کھرے آٹے میں سے دینے کی شرط کرے یعنی جسقدر ان گیہون کی چوتھائی
ہوتی ہو اسی قدر کھرے آٹے سے دینے کی شرط کرے کیونکہ آٹا جب کسی خاص گیہون کی طرف مضاف نہوگا تو وہ ذمہ
واجب ہو جاویگا اور اجرت جسطرح نقد و مشار الیہ ہوتی ہو اسی طرح کبھی ذمہ بھی قرار دیجاتی ہو اور قرضہ ہوتی ہو۔ پس
اس حیلہ سے عقد جائز ہو جائیگا اور جب عقد جائز ہو گیا تو بعد پیسے جانے کے اگر چاہے تو اُنھین گیہون کے آٹے میں سے
چوتھائی آٹا دیدے یہ محیط میں ہو۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے گیہون بعوض ایک قفیز کے انہین سے
یا انہین سے ایک قفیز اور ایک درم کے عوض پیسے یا اسواسطے کہ میری بکری بعوض اسکے ذبح کردے کہ ایک درم
اور ایک رطل اسکا گوشت دونگا تو یہ اجارہ فاسد ہو یہ ینابیع میں ہو۔ اور اگر کسی تیلی کو تل اس غرض سے دیے کہ انکا تیل نکالدے
اور انہین سے کچھ تیل تیلی کو دیگا یا کسی نے قصاب کو بکری ذبح کرنے کو دی اس شرط سے کہ کچھ گوشت اس بکری کا اسکو
دیگا تو فاسد ہو جائز نہیں ہو یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہو۔ اگر کوئی چکی اس طرح کرایہ لی کہ اس سے آٹا پیسے اور انہین سے
کچھ آٹا موجر کو دیگا تو صحیح نہیں ہو یہ شرح ابو المکارم میں ہو۔ اگر کسی حمال کو ٹھہرایا کہ میرا اناج اٹھاکر پہونچا دے اور اناج
سے ایک قفیز اجرت دیگا یا کوئی گدھا اناج لادنے کے واسطے کرایہ کیا اسطرح کہ ایک قفیز اناج میں سے اجرت دیگا
تو یہ اجارہ جائز نہیں ہو اور اگر اُس نے لادا تو اجر المثل دلایا جائیگا مگر جو مقدار بیان کردی ہو اُس سے زیادہ نہ دیا جائیگا
بخلاف اسکے اگر اس طرح حمال مقرر کیا کہ نصف اناج بعوض باقی نصف کے لادکر پہونچا دے تو اس صورت میں
کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہو کہ اگر لکڑیاں لادنے میں شرکت کرلی اور ایک نے
لکڑیاں توڑ کر ڈالین اور دوسرے نے جمع کردین تو اجرت مثل پوری واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو سب دینی ہوگی یہ امام
محمد کے نزدیک ہو یہ کافی میں ہو۔ اور واضح ہو کہ اصل یہ ٹھہری ہو کہ جب مستاجر نے تمام بوجھ اپنی ملک رکھا اور اجیر کو اسواسطے
اسی میں سے کسی قدر دینے کی شرط کردی تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر اجیر نے اس صورت میں بوجھ اٹھاکر پہونچایا تو اُسکی اجرت
واجب ہوگی اور اگر اسطرح اجیر حمال مقرر کیا کہ بوجھ میں سے کچھ مستاجر کا اور باقی اجیر کا ہو اور اجیر نے کام کیا تو کچھ اجرت
واجب نہوگی اور اجارہ باطل ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہو۔ اور اگر کسی شخص کو اس غرض سے مزدور مقرر کیا کہ اس روئی کے کھیت میں
سے روئی چن دے اور اُس روئی میں سے دس سیر روئی اُسکی اجرت مقرر کی تو جائز نہیں ہو۔ اور اگر یون کہا کہ دس سیر روئی
اجرت ملیگی اور یہ نہ کہا کہ اسی روئی میں سے ملیگی تو اجارہ جائز ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہو۔ ایک جولاہہ کو سوت اسطرح
ٹھہرا کر دیا کہ آدھے پر اسکو بن دے تو یہ کپڑا سوت کے مالک کا ہوگا اور جولاہہ کو اجر المثل ملیگا مگر جسقدر کپڑا اُس نے دینا
قبول کیا تھا اُسکی قیمت سے زیادہ نہ دیا جائیگا اور مشائخ بلخ نے ایسا اجارہ بسبب ضرورت و تعامل کے جائز رکھا ہو لیکن صحیح
وہی ہو جو ہمنے کتاب سے نقل کیا ہو یعنی فاسد ہو اور اجر المثل ملیگا کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان۔ اگر

کوئی غلام ماذون یا غیر ماذون اس شرط سے اجارہ پر لیا کہ جو کچھ وہ غلام اس ٹٹو کا کرایہ کماوے اسمین سے نصف
اجرت مین دیا جائیگا تو اجارہ فاسد ہی اور غلام کو اس کام کا اجر المثل ملیگا بشرطیکہ وہ غلام ماذون یعنی مولی نے اسکو
تصرفات کی اجازت دیدی ہو یا مستاجر نے اسکو اُسکے مالک سے اجارہ پر لیا ہو اور اگر وہ غلام ماذون نہو اور نہ مستاجر
نے اسکو اُسکے مالک سے اجارہ پر لیا ہو پس اگر وہ غلام اس کام مین تھک کر مر گیا تو مستاجر کو اسکی قیمت ڈانڈ دینی
پڑیگی اور کچھ اجرت واجب ہوگی اور اگر وہ غلام صحیح وسالم بچ رہا تو مستاجر پر جسقدر اجرت واجب ہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہی
اگر کسی شخص نے اپنی زمین کسی شخص کو درخت لگانے کے واسطے اس شرط سے دی کہ زمین و درخت دونون مین
نصفا نصف ہونگے تو یہ جائز نہین ہی اور وہ درخت مالک زمین کے ہونگے اور اُسپر اُن درختون کی قیمت ادا کرنی
واجب ہوگی۔ اور وہ اجرت دینی پڑیگی جو ایسے کام کی ہوتی ہی اور مزدور کو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ ان درختون کو اکھاڑ لے اور
اگر دونون نے اسکے ماحصل مین سے کچھ کمایا ہو تو مزدور نے جسقدر رکھا یا وہ اسکی اجرت مین وضع کر لیا جائیگا یہ محیط سرخسی
مین ہی اگر کسی شخص نے اپنا ٹٹو ایک شخص کو اسواسطے دیا کہ اس سے کام لے اور اسکو کرایہ پر چلاوے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی رزق عطا
فرماوے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہو جاوے پس اگر اجیر نے وہ ٹٹو لوگون کو کرایہ پر دیا اور انکی اجرت وصول کر لی تو تمام
کرایہ ٹٹو کے مالک کا ہوگا اور اجیر کو اسکے کام کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اُس نے ٹٹو لوگون کو کرایہ پر نہ دیا بلکہ لوگون
سے کامون کا ٹھیکہ لیا اور اُس ٹٹو یا چوپایہ کے ذریعہ سے وہ کام پورے کئے تو جسقدر اجرت ملیگی وہ اجیر
کی ہوگی اور جو کچھ اُس ٹٹو کا اجر المثل ہو اسقدر کرایہ اجیر کو اُسکے مالک کو دینا پڑیگا یہ محیط مین ہی اگر کسی شخص کو
اونٹ مع پکھال اسواسطے دیا کہ پانی بھر کر فروخت کرے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی اس سے رزق عطا فرما دے وہ
ہم دونون مین نصفا نصف تقسیم ہو جاوے تو یہ فاسد ہی پھر اگر اس نے اونٹ اور پکھال سے کام لیا اور پانی فروخت
کیا تو سارے دام عامل کو ملینگے اور عامل پر واجب ہوگا کہ مالک اونٹ کا اجر المثل اور پکھال کا اجر المثل ادا کرے
اسی طرح اگر کسی شخص کو جال شکار کے واسطے دیا بشرطیکہ جو کچھ شکار حاصل ہو وہ دونون مین نصفا نصف رہے تو بھی جو
کچھ شکار ہاتھ آوے وہ سب صیاد کا ہوگا اور جال کا اجر المثل اسکے مالک کو ادا کریگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے ایک
اونٹ اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسپر اپنی ذاتی چیزین لاد کر گونون مین بھر کر فروخت کرے بشرطیکہ جو کچھ اسکی تجارت مین
حاصل ہو اسکا نصف اس اونٹ کا کرایہ ہوگا تو یہ فاسد ہی اور جو کچھ اسنے اپنی تجارت مین کمایا ہی وہ سب اُسی کا
ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ اونٹ کے مالک کو ایسے کام کا اجر المثل ادا کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو
کو اپنا گھر اسواسطے دیا کہ عمرو اسمین گیہون بھر کر فروخت کرے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی کے فضل سے حاصل ہو وہ دونون
کو برابر تقسیم ہو اور عمرو نے اُس گھر پر قبضہ کر کے گیہون فروخت کرنے شروع کیے اور کچھ دنون مین بہت سا مال حاصل کیا
تو یہ سب مال عمرو کا ہوگا اور زید کو اسکے گھر کا اجر المثل ملیگا۔ اور اگر زید نے عمرو کو اس غرض سے دیا کہ اسکو اجارہ پر
دیدے اور اسمین گیہون فروخت کیے جاوین بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی کرایہ نصیب کرے وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا تو
ایسا اجارہ فاسد ہی۔ اور اگر عمرو نے اسکو کرایہ پر دیدیا اور کرایہ وصول کر لیا تو سب کرایہ زید کو ملیگا پھر جب مستاجر نے
مدت اجارہ تک اس سے نفع حاصل کیا تو زید پر واجب ہوگا کہ عمرو کے کام کا اجر المثل عمرو کو دے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص
کو ایک درم روزانہ مقرر کیا اور شرط کی کہ جو کچھ تو شکار کر کے لادے وہ ہم دونون مین برابر تقسیم ہوگا تو یہ فاسد ہی اور اس شخص نے

جو کچھ شکار کیا وہ سب مستاجر کو دیا جائیگا اور مستاجر کو اس شخص کے کام کا اجر المثل دینا پڑیگا۔ اور اگر کسی غلام کو اجارہ پر لیا [illegible]
شرط کی کہ جو کچھ نفع تجارت سے حاصل کر کے لاوے اس میں سے نصف اجرت ہوگا یا کسی کو بکریاں چرانے کو [illegible]
اس شرط سے اجارہ کیا کہ بکریوں کا دودھ یا کچھ دودھ یا بکریوں کی اون اسکی اجرت کو دیگا تو جائز نہیں ہے اور اجر المثل
دینا پڑیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص کو ایک گاے اس شرط سے دی کہ اسکو چارہ دیوے اور جو کچھ اسکا دودھ [illegible]
حاصل ہو وہ ہم دونوں میں برابر تقسیم ہوگا تو ایسا اجارہ فاسد ہے اور گاے کے مالک پر واجب ہوگا کہ [illegible]
کام کی اجرت دیوے اور اسکے چارہ کی قیمت دیوے بشرطیکہ چارہ اسنے اپنی ملک سے دیا ہو اور اگر [illegible]
سے چرایا ہو تو واجب نہیں ہے اور وہ شخص تمام دودھ اگر بعینہ موجود ہو مالک کو واپس کریگا اور اگر اس [illegible]
ہو تو مالک کو اسکے مثل دیگا کیونکہ دودھ بھی مثلی چیزوں سے ہے اور اگر اس نے دودھ کو پھاڑ کر چکا دہی بنایا تو وہ [illegible]
ہوگا اور اسپر واجب ہوگا کہ دودھ کے مثل ڈانڈ دے کیونکہ دہی بنانے سے مالک کا حق منقطع ہوگیا ہے اور اسکے
جائز ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ آدھی گاے کچھ داموں کو اسکے ہاتھ فروخت کر دے اور ثمن سے اسکو بری کر دے
پھر اسکو حکم دے کہ اسکے دودھ سے مسکہ یا چکا دہی بنا دے پس وہ دونوں میں برابر مشترک ہوگا۔ اسیطرح اگر کوئی مرغی
اس شرط سے دی کہ اسکے انڈے دونوں میں برابر تقسیم ہوں یا کرم پیلہ اس شرط سے دیے کہ ابریشم دونوں کو برابر تقسیم ہو
تو جائز نہیں ہے اور جو کچھ پیدا ہو وہ سب مرغی اور کرم پیلہ کے مالک کو ملیگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ پھر مالک نے جس شخص کو
گاے یا مرغی دی ہے اگر اس نے کسی دوسرے کو آدھی بٹائی پر دیدی اور اسکے قبضہ میں تلف ہوگئی تو جس شخص کو مالک
نے پہلے دی ہے وہ ضامن ہوگا اور اگر اسنے گاے کو چرنے کے واسطے چراگاہ بھیجا اور وہاں ضائع ہوگئی تو وہ ضامن نہ
ہوگا کیونکہ چراگاہ بھیجنے کا دستور جاری ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کو بیضہ کرم پیلہ آدھے کی بٹائی پر دیے پھر جب انکے
انڈوں میں سے بچے نکلے تو شریک نے کہا کہ اسمیں سے اکثر بچے مرگئے ہیں پس مالک نے کہا کہ تو مجھے انڈوں کی
قیمت دیدے اور میں بچوں سے درگذرا حالانکہ شریک اپنے قول میں جھوٹا تھا تو سب بچے مالک کو ملینگے اور مالک [illegible]
ہوگا کہ شریک کے کام کا اجر المثل اسکو دیوے اور شہتوت کے پتوں کی بھی قیمت ادا کرے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور اگر
عمرو نے زید کے بیضہ کرم پیلہ یا مرغی کے انڈے [illegible] کر لیے اور انکو رکھ چھوڑا یہانتک کہ اسنے کرم پیلہ یا چوزے
پیدا ہوئے تو شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ اگر خود بخود پیدا ہوئے ہوں تو مالک کو ملینگے۔ اور واقعات [illegible]
مسائل میں جوانہ کا حیلہ یہ ہے کہ انڈے یا مرغی کا مالک آدھے انڈے یا آدھی مرغی اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دے
جسکو اسنے دی ہے اور داموں سے اسکو بری کر دے تو پھر جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے [illegible]
کا قرضدار عمرو نامے دوسرے شہر میں رہتا ہے پس زید نے خالد سے کہا کہ تو وہاں جا کر میرا قرضہ وصول کر لے اور جب
تو نے وصول کر لیا تو ان درموں میں سے دس درم تجھکو اجرت دونگا پس خالد نے جا کر قرضہ وصول کر لیا تو اجر المثل
واجب ہوگا اور مقبوضہ میں سے دس درم دینے کی شرط فاسد ہے کیونکہ وہ قفیز الطحان کے معنی میں ہے یہ [illegible]
میں ہے۔ اگر کسی شخص کو کار معلوم کے واسطے مزدور کیا اور مزدوری بیان نہ کی یا ثوب یا مردار چیز مزدوری ٹھہرائی تو
اجر المثل چاہیے جسقدر ہو دینا پڑیگا اسی طرح اگر کچھ درم گنتی میں مزدوری میں ٹھہرائے اور انکا وزن بیان نہ کیا
حالانکہ اس شہر میں نقود مختلفہ رائج ہیں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کوئی نقد زیادہ چلتا ہو تو وہی مراد رکھا جائے گا [illegible]

وجیز کردری مین ہی۔ اگر ایک تالاب کے نرکل کاٹنے کے واسطے کسی شخص کو اس شرط سے مزدور کیا کہ ان نرکلون مین سے پانچ گٹھے مزدور کو ملینگے تو جائز نہین ہی اور اگر یون کہا کہ مین نے تجکو ان پانچ گٹھون پر اس واسطے مزدور کیا کہ اس تالاب کے نرکل کاٹ دے تو جائز ہی اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھے پانچ گٹھون پر اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ تو اس تالاب کے نرکل کاٹ دے تو جائز نہین ہی کیونکہ گٹھے مجہول ہین یعنی معلوم نہین کہ کس چیز کے کسقدر گٹھے ٹھہرائے ہین یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی

چوتھی فصل اُن صورتون کے بیان مین جنمین اجارہ اس باعث سے فاسد ہوتا ہی کہ اجارہ کی چیز دوسرے کے کام مین پھنسی ہوئی ہی۔ اگر کوئی مکان کرایہ لیا حالانکہ اسمین مالک کا اسباب رکھا ہی تو کرخی رحمہ نے اپنی مختصر مین امام اعظم رحمہ سے یہ روایت نقل کی ہی کہ ایسا اجارہ جائز ہی لیکن مالک کو حکم کیا جائیگا کہ خالی کر کے مستاجر کے سپرد کر دے اور اسی پر فتوی ہی مگر جب خالی کرنے مین کھلا ہوا ضرر مالک کو پہونچتا نظر آوے تو یہ حکم نہ کیا جاویگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایسی زمین اجارہ لی جسمین کھیتی یا تاک انگور ہونے کی وجہ سے زراعت نہین ہو سکتی ہی تو اجارہ فاسد ہی اور اگر مالک نے اسکو اکھاڑ کر خالص زمین مستاجر کے سپرد کر دی تو جائز ہی کیونکہ مانع مرتفع ہو گیا اور اگر کھیتی ایسی پختہ ہو گئی کہ کاٹنے سے اسکو ضرر نہ پہونچے تو بھی اجارہ جائز ہی اور مالک کو حکم دیا جائیگا کہ کھیتی کاٹ لے اور اگر نالش دائر ہونے سے پہلے اجارہ کی کچھ مدت گذر گئی پھر مالک نے اسمین سے کھیتی کاٹ لی تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے زمین پر قبضہ کرے اور جتنے دنون قبضہ نہین کیا ہی اُنکی اجرت وضع کر دے یا چھوڑ دے بخلاف اسکے اگر رہنے کیواسطے کوئی گھر کرایہ لیا اور مالک نے اسکو کچھ مدت تک رہنے نہ دیا پھر راضی ہوا تو مستاجر کو چھوڑ دینے کا اختیار نہو گا اور باقی مدت کا اجارہ لازم ہو گا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایسی زمین ایک سال کے واسطے اجارہ لی جسمین رطبہ بویا ہوا ہی تو امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک اجارہ فاسد ہی پھر اگر مالک نے رطبہ اکھاڑ لیا اور مستاجر سے کہا کہ خالص زمین پر قبضہ کر لے تو جائز ہی اور اگر اس سے پہلے اس نے نالش کی اور حاکم نے اجارہ باطل کر دیا پھر اسکے بعد مالک نے رطبہ کاٹ کر زمین مستاجر کے قبضہ مین دینی چاہی تو صحیح نہین ہی لیکن اگر از سر نو عقد اجارہ قرار دین تو صحیح ہی اور اگر مدت اجارہ مین سے ایک یا دو دن نالش کرنے سے پہلے گذر گئے پھر مالک نے رطبہ کاٹ لیا تو مستاجر کو اختیار ہی اگر چاہے تو اسی اجارہ پر زمین پر قبضہ کر لے اور ایام غیر مقبوضہ کی اجرت کم کیجائیگی یا اجارہ چھوڑ دے اور قبضہ نہ کرے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ پھر اگر کھیتی پختہ نہوئی ہو اور یہ منظور ہو کہ زمین کا اجارہ جائز ہو جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مستاجر کو کھیتی بٹائی پر دیدے بشرطیکہ وہ کھیتی مالک زمین کی ہو اور یہ شرط ٹھہرالے کہ اسمین مستاجر خود مع اپنے نوکرون چاکرون کے کام کرے اور جو کچھ اللہ تعالی اسمین رزق دے وہ سو حصہ ہو کر اسطرح تقسیم ہو کہ اسمین سے ایک حصہ مالک کو اور ننانوے حصے مستاجر کو ملینگے پھر مالک اسکو اجازت دیدے کہ جو اسکا حصہ ہی وہ اس زمین کے کام مین یا جسمین اسے منظور ہو صرف کر دے پھر اسکے بعد وہ زمین اسکو اجارہ پر دیدے۔ اور اگر وہ کھیتی کسی دوسرے شخص کی ہو تو سال گذرنے کے بعد اجارہ پر دینا چاہیے یعنی جب سال گذر جاوے تو تیرے پاس اجارہ پر ہی پس اجارہ جائز ہو گا اور یہ اجارہ زمانہ مستقبل کی طرف مضاف ہو گا اور اسیطرح درختون اور انگور مین بھی یہی حیلہ ہی کہ پہلے درخت و انگور بٹائی پر دیدے یہ محیط مین ہی۔ اور دوسرا حیلہ یہ ہی کہ اگر وہ کھیتی مالک زمین کی ہو تو پہلے وہ کھیتی مستاجر کے ہاتھ بثمن معلوم فروخت کر دے اور دونون باہم قبضہ کر لین پھر وہ زمین مستاجر کے ہاتھ

اجارہ پر دیدے۔ اور اگر کھیتی کسی دوسرے شخص کی ہو تو بعد مدت گذرنے کے اجارہ پر دیدے۔ اور اگر باوجود اسکے بدون جدا کیے ہوئے اجارہ پر دیدی اور پھر جب زمین خالی ہو گئی تو مستاجر کے سپرد کر دی تو بھی اجارہ عود کر کے جائز ہو جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے ایسی زمین اجارہ پر دی کہ جسمین تھوڑی زمین خالی ہے اور تھوڑی زمین میں کھیتی ہے تو کھیتی والے ٹکڑے کا اجارہ فاسد ہوا اور اسکے فاسد ہونے کی وجہ سے خالی زمین کا اجارہ بھی فاسد ہو گیا یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اور فتاوی فضلی میں یوں لکھا ہے کہ اگر ایسی زمین اجارہ لی کہ جسمین تھوڑے حصہ میں کھیتی ہے اور تھوڑی خالی ہے تو خالی حصہ کا اجارہ جائز ہوگا اور جس میں کھیتی ہے اسکا ناجائز ہوگا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو موجر کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی ایسی زمین یا ایسی زمین جس سے پانی رستا ہے اور وہ قابل زراعت نہیں ہے اجارہ لی تو صحیح نہیں ہے کیونکہ عادت سے معلوم ہوا کہ زراعت کی منفعت اس سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے یہ بدائع میں ہے۔ اگر کسی شخص نے گیہوں وغیرہ کے درخت خریدے تاکہ انکو قطع کر لے یا مطلقاً چھوڑ دیا کچھ بیان نہ کیا اور خرید صحیح ہو گئی پھر وہ درخت لگے رہنے کے واسطے کچھ مدت کے لیے زمین اجارہ پر لی تو جائز ہے اور اگر اس مستاجر نے وہ درخت یہاں تک چھوڑ رکھے کہ بڑھ کر وہ پوری کھیتی ہو گئے تو بائع کو اجرت دینی پڑیگی اور جسقدر درختوں میں زیادتی ہوئی ہے وہ مستاجر کو حلال ہے کیونکہ اجارہ صحیح تھا اور اگر درختوں کے مشتری نے زمین اسطرح کرایہ لی کہ جب تک یہ درخت بڑھکر پوری کھیتی ہو جاوین تب تک اجارہ پر ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے کیونکہ مدت معلوم نہیں ہے اور اگر اس نے کچھ کھیتی پختہ ہونے تک یہ درخت زمین پر لگے رکھے تو مستاجر کو اجر المثل دینا پڑیگا بخلاف تخلیل کے کہ تخلیل کی صورت میں بالکل اجرت واجب نہیں ہوتی اور فرمایا کہ مستاجر کو اسقدر کھیتی حلال ہے کہ جسقدر اس نے ثمن دیا اور جسقدر اجرت ادا کی ہے اور باقی زیادتی کو صدقہ کر دے اور یہ جو ہمنے ذکر کیا ہے یہ قیاس امام اعظم رح و امام محمد کا ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب صورتوں میں اسکو زیادتی حلال ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی نخل کے چھوہارے خریدے پھر کسی قدر مدت کے واسطے نخیل کو اجارہ لیا جس میں یہ چھوہارے لگے ہوئے ہیں تو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ لوگوں کے اجارات میں سے نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مستاجر نے اس صورت میں اجرت ادا کر دی ہو تو واپس کر لیگا اور جو کچھ پھلوں میں زیادتی ہو گئی وہ اسکو حلال ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر نخل میں پھل خریدے پھر وہاں کی زمین بدون نخل کے اجارہ لی تو جائز نہیں ہے کیونکہ اسکے اور پھلوں کے درمیان درخت حائل ہے اور وہ موجر کی ملک ہے اور جو چیز اس نے اجارہ لی ہے وہ بھی خالی نہیں یعنی انمین بھی موجر کی چیز یعنی درخت موجود ہے۔ اسی طرح اگر رطبہ کی جڑ نہ خریدی صرف اسکی بالائی پتے وغیرہ خریدے پھر رطبہ کے باقی رکھنے کے واسطے زمین اجارہ میں لی تو جائز نہیں ہے کیونکہ رطبہ کی جڑ مالک موجر کی ہے پس مستاجر اور مستاجر کی ملک کے درمیان موجر کی ملک حائل رہی۔ اور اگر کوئی ایسا نخل خریدا جسمیں چھوہارے لگے ہیں اور غرض یہ تھی کہ اسکو کاٹ لے پھر چھوہاروں کے باقی رکھنے کے واسطے زمین کرایہ لے لی تو جائز ہے اسی طرح اگر رطبہ مع جڑوں کے خرید کیا پھر اسکو باقی رکھنے کے واسطے زمین اجارہ لے لی تو جائز ہے اور ان سب صورتوں میں زمین اجارہ لی تو جائز ہے یہ محیط و تتمیہ میں ہے۔ میرے والد سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے کچھ زمین خربوزوں کی فالیز کے واسطے اجرت معلومہ پر کرایہ لی اور وہاں مٹی اور کھاد ڈالی زمین کی اصلاح کے واسطے ہے اور جتنے اجارہ دی ہے اس نے نہ مدت بیان کی اور نہ کھاد کے دام تبلائے پس آیا یہ اجارہ اسکے حق میں صحیح ہے فرمایا کہ

نہین صحیح ہی پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مستاجر نے اپنے پاس سے فالیز کی اصلاح اور بیجون کے اُگنے کیواسطے کچھ ضروری خرچ کیا پھر معلوم ہوا کہ یہ اجارہ فاسد ہی پس یہ خرچ لغو ہوجائیگا یا مالک زمین سے ضمان لے سکتا ہی فرمایا کہ ہان اور مالک زمین سے ضمان نہین لے سکتا ہی پھر دریافت کیا گیا کہ جب شرعًا ضمان نہین لے سکتا ہی تو اسکو یہ بھی اختیار ہی کہ جو کچھ اُسنے اصلاح کی ہی اسکو بگاڑ دیوے اور خربزے کی بیلون کو تلف کردے تو فرمایا کہ ان خربزے کی بیلون کو تلف کرسکتا ہی لیکن جو اُس نے اصلاح کی ہی اُسکا بگاڑنا خباثت ہی پس یہ اختیار نہ دیا جاویگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ مشتری نے خریدا ہوا غلام قبضہ سے پہلے بائع کو اجارہ پر دیا کہ ایک مہینہ تک اسکو روٹی پکانا یا سلائی ایک درم مین سکھلاوے تو یہ جائز ہی اور بائع نے اگر سکھلا دیا تو اجرت اسکو ملیگی اور اگر مہینہ گذرنے سے پہلے یا اسکے بعد بائع کے پاس مرگیا تو بائع کا مال گیا اور جو کچھ مشتری نے کیا یہ قبضہ شمار نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی کپڑا خریدا اور سینے یا دھونے کے واسطے اُسی کو اجارہ دیا تو جائز ہی اور اگر وہ تلف ہوگیا پس اگر قطع کرنے سے یا دھونے سے اُسمین نقصان آگیا ہو تو مشتری قابض شمار ہوگا اور تلف ہونے سے مشتری کا مال گیا ورنہ بائع کا مال گیا۔ اور اگر مشتری نے بائع کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ خریدی ہوئی چیز اسقدر اجرت پر اپنی حفاظت مین رکھے تو یہ اجارہ فاسد ہی کیونکہ مشتری کو سپرد کرنے تک اسکی حفاظت بائع کے ذمہ ہی اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو شے مرہون کی حفاظت کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مرتہن کو کسی کام سکھلانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا مثلاً راہن کے غلام کو کوئی ہنر سکھلاوے تو جائز ہی اسی طرح اگر مالک نے غاصب کو اجارہ پر مقرر کیا تو بھی حکم مین یہی تفصیل ہوگی جو مذکور ہوئی یہ قنیہ مین ہی۔

سولھوان باب اجارہ مین شیوع ہونے کے احکام مین اور طاعات و معاصی و افعال مباح کے واسطے اجارہ لینے کے بیان مین۔

ایسی غیر منقسم چیز کا اجارہ جو قابل قسمت ہی اور جو نہین ہی امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی بشرطیکہ اپنا حصہ بیان کردے اور اگر اپنا حصہ بیان نہ کیا تو صحیح قول کے موافق جائز نہین ہی اور مغنی مین لکھا ہی کہ غیر منقسم چیز کے اجارہ مین صاحبین رح کے قول پر فتوی ہی یہ تبیین مین ہی اور ایسے اجارہ کی صورت یہ ہی کہ اپنے گھر مین سے ایک حصہ اجرت پر دیا یا ایک مشترک گھر مین سے اپنا حصہ شریک کے سواے دوسرے کو اجارہ پر دیا یا نصف غلام یا نصف چوپایہ اجارہ پر دیا یہ جواہر اخلاطی مین ہی اور بالاجماع اگر اسنے اپنے شریک کو اجارہ پر دیا تو جائز ہی خواہ ایسی چیز غیر منقسم ہو جو قابل قسمت نہین ہی یا قابل قسمت ہی خواہ اپنا پورا حصہ اجارہ پر دیدیا ہو یا کسی قدر حصہ دیا ہو یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر اجارہ مین پہلے شیوع نہ ہو پھر کسی وجہ سے شیوع طاری ہوجاوے تو اس سے اجارہ فاسد نہین ہوتا ہی اسپر اجماع ہی مثلاً پورے گھر کا اجارہ کیا پھر دونون نے نصف کا اجارہ فسخ کردیا یا ایک شخص دونون مین سے مرگیا یا کسی قدر گھر استحقاق مین لے لیا گیا تو باقی کا باقی رہیگا۔ اور نصاب و صغری مین لکھا ہی کہ مشاع مین اجارہ جائز ہونے کی صورت یہ ہی کہ کوئی حاکم ایسا حکم دیدے پس سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق جائز ہوجائیگا یا کوئی حکم ایسا حکم لگاوے بشرطیکہ قاضی کے پاس مرافعہ کرنا متعذر ہو یا ایسا ہو کہ پہلے کل چیز کا اجارہ قرار دے پھر اسمین سے آدھی و تہائی و چوتھائی جسقدر دونون کا جی چاہے اجارہ فسخ کردین پس باقی کا بالاتفاق جائز ہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر کوئی چیز دو شخصون کو اجارہ پر دیدی تو جائز ہی اور دونون مستاجرون مین سے ہر ایک اُس چیز کی نصف منفعت غیر منقسم کا مالک ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر عمارت

بدون زمین کے اجارہ پر دیدی تو نہیں جائز ہو اور امام محمد رح سے نوادر میں ذکر فرمایا کہ یہ جائز ہو اور قاضی امام علی النسفی رح نے فرمایا کہ ہمارے شیخ رح اسی پر فتوے دیتے تھے اسی طرح اگر عمارت کسی شخص کی مملوکہ ہو اور جس زمین میں یہ عمارت بنی ہوئی ہو وہ وقف ہو اور مالک نے عمارت کرایہ دیدی تو جائز نہیں ہو کیونکہ یہ بھی مشاع کے معنی میں ہو اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہو اور اگر کسی شخص نے ایک مجلسرا اجارہ میں دی حالانکہ ایک بیت اسمین کا کسی دوسرے شخص کے پاس کرایہ پر ہی تو ماسوا اسی بیت کے باقی کا اجارہ جائز ہو اور شمس الائمہ حلوائی کی کتاب الحیل میں مذکور ہو کہ اگر عمارت کسی شخص کی ہو اور اسکی زمین کسی دوسرے شخص کی ہو اور عمارت کے مالک نے سوائے زمین کے مالک کے کسی دوسرے کو یہ عمارت کرایہ پر دیدی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور شمس الائمہ نے خود بیان کیا کہ فتوی جواز پر ہو اور اگر اسکی زمین کے مالک کو اجارہ پر دیدے تو بیشک جائز ہو۔ اور اگر سوائے عمارت کے اسکی زمین اجارہ لی تو جائز ہو یہ خلاصہ میں ہو۔ تتمہ میں لکھا ہو کہ شیخ ابوالحسن بن علی رح سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے یہ نصف دار غیر منقسم اور وہ دار فارغ پورا اجارہ دیا پس آیا دوسرے دار کا اجارہ جو فارغ ہو صحیح ہو یا نہیں صحیح ہو تو فرمایا کہ اجارہ جو فارغ ہو صحیح ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ جو اعمال بندوں کے طاعات میں جیسے قرآن مجید پڑھانا یا فقہ پڑھانا اور اذان و وعظ کہنا اور پڑھانا اور حج و عمرہ وغیرہ ایسے اعمال کا اجارہ لینا جائز نہیں ہو اور اجرت واجب نہ ہوگی یہ اصل میں لکھا ہو کذا فی الخلاصہ۔ مسجدوں و رباطات و پل بنانے کے واسطے اجارہ لینا جائز ہو یہ بدائع میں ہو۔ اور لغت و علم ادب یعنی زباندانی سکھلانے کے واسطے اجارہ لینا بالاجماع جائز ہو یہ سراج الوہاج میں ہو اور مشائخ بلخ رح نے تعلیم قرآن کے واسطے اجارہ لینا جائز رکھا ہو بشرطیکہ اسکے واسطے کوئی مدت مقرر کی ہو اور فتوی دیا کہ اس صورت میں جو اجرت ٹھہری ہو وہ واجب ہوگی اور اگر اجارہ نہ ٹھہرایا یا مدت بیان نہ کی تو مشائخ بلخ نے فتوی دیا کہ اس صورت میں اجر المثل واجب ہوگا کذا فی المحیط اور استحسانا ان مشائخ نے حکم دیا کہ بچہ کے والد پر جبر کیا جائیگا کہ رسمی طعام ضروری بھیجے اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل فرماتے تھے کہ مستاجر پر اجرت تعلیم قرآن ادا کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور اگر نہ دے تو قید کیا جائیگا اور فرماتے تھے کہ اسی پر فتوی ہو اور مانند فقہ وغیرہ کی تعلیم کے لیے اجارہ لینے میں بھی یہی حکم ہو اور ہمارے زمانہ میں فتوی اسواسطے متاخرین مشائخ رحمہم اللہ کا قول مختار ہو یہ فتاوی عتابیہ میں ہو۔ اور اگر کسی معلم کو اپنے لڑکے کے واسطے کتابت یا نجوم یا طب یا تعبیر سکھلانے کے لیے اجارہ پر مقرر کیا تو بالاجماع جائز ہو اور فتاوی نسفی میں لکھا ہو کہ اگر کسی معلم کو لڑکوں کے حفظ یا تعلیم خط یا ہجا کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہو اور اگر معلم سے یہ شرط ٹھہرائی کہ اسکو حاذق کر دے تو باطل ہو یہ مذکور ہو کہ یہ فاسد ہو اور شروط میں لکھا ہو کہ اگر اپنا بیٹا یا غلام اسواسطے دیا کہ اسکو حساب آجاوے تو نہیں جائز ہو اور اگر یہ شرط لگائی کہ ان چیزوں کے سکھلانے میں کوشش کرے تو جائز ہو اور بھی شروط میں امام محمد سے مروی ہو کہ اگر کسی شخص کو اسواسطے اجارہ لیا کہ کوئی حرفہ معین میرے لڑکے کو سکھلادے پس اگر کوئی مدت بیان کر دی مثلاً ایک مہینہ تا کہ اسکو یہ کام سکھلا دے تو عقد صحیح ہو اور اجارہ مدت پر قرار دیا جائیگا کہ اگر معلم نے اتنی مدت تک اپنے تئیں اس کام میں لگایا تو اجرت کا مستحق ہوگا خواہ لڑکے نے سیکھ لیا ہو یا نہیں اور اگر مدت بیان نہ کی تو عقد فاسد ہو پھر اگر اسنے سکھلا دیا تو اجرت کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں پس حاصل یہ ہو کہ اسمین دو روایتیں ہیں اور مختار یہ ہو کہ جائز ہو یہ مضمرات میں ہو۔ ایک شخص نے اپنا لڑکا کسی کو دیا کہ اسکو فلاں حرفہ سکھلا دے اور یہ لڑکا اس معلم کا چار مہینے کام کردیگا تو جائز نہیں ہو اور اگر اسنے یہ حرفہ

سکھلا دیا تو اجر المثل واجب ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے ایک معلم کو اسواسطے مقرر کیا کہ میرے لڑکے کو ادب سکھلا دے پھر سال کے اندر اسکو روک لیا تو شیخ نے فرمایا کہ آنچہ خواہد پدر از روے مروت بدہد یعنی اجرت دینے مین شیخ رح نے فرمایا کہ از روے مروت کے اسکا باپ جو کچھ چاہے دیدے یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ ایک معلم کو نو درم ماہواری پر دو لڑکون کی تعلیم کے واسطے اجارہ لیا کہ ایک کو علم ادب سکھلاوے اور دوسرے کو قرآن شریف پڑھاوے پھر معلم نے کہا کہ قرآن شریف پڑھانا میرا کام نہین ہی پس تو کسی شخص کو جسکو لوگ مقرر کرتے ہین مقرر کر لے اور میری اجرت مین سے اسکو دے مستاجر نے ایسا ہی کیا اور چاہا کہ اجرت نصفا نصف دونون کو دے تو اوسنے کہا کہ قرآن شریف کے معلم کو ماہواری ایک درم یا آدھا درم دینے کی عادت ہی پس تو جو کرتا ہی مین اسپر راضی نہین ہون تو شیخ رح نے فرمایا کہ یہ صورت قریب قریب اسکے ہی کہ گویا اوسنے مستاجر کو اپنی طرف سے اس کام کا وکیل مقرر کیا پس معلم قرآن کو اسکی اجرت مین سے اوسی قدر کاٹ کر دیا جائیگا جسقدر کا وہ مستحق ہی یہ حاوی مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اجرت معلومہ پر معلم کیا اور لڑکون کی تعداد بیان نہ کی تو جائز ہی یہ ملتقط مین ہی۔ ایک مدت معلومہ تک قبر پر قرآن شریف پڑھنے کے واسطے اجارہ لینے مین مشائخ کا اختلاف ہی اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہی اور یہی قول مختار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کو کوئی خاص حرفہ کے سکھلانے کے واسطے ایک اوستاد کو دیا کہ چار برس مین اسکو یہ حرفہ سکھلا دے اور اسنے باپ کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اگر چار برس سے پہلے اوسنے بیٹے کو روک رکھا تو استاد کے اسپر سو درم واجب ہونگے پھر باپ نے دو برس بعد روک رکھا تو اسپر سو درم واجب نہ ہونگے بلکہ اس تعلیم کا اجر المثل دینا پڑیگا یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ فتاوی آہو مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے اپنا لڑکا ایک معلم کے پاس تعلیم کے واسطے بھیجا اور اسکے ساتھ بہت سی چیزین بھیجین اوسنے ایک مہینہ تعلیم کیا پھر غائب ہوگیا پس لڑکے کے باپ کو اختیار ہی کہ جو کچھ اوسنے دیا ہو وہ واپس لے تو فرمایا کہ اگر بطور اجرت کے بھیجا ہو تو جسقدر ایک مہینہ کی اجرت سے زیادہ ہوا اسقدر واپس لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کوئی کتاب اسواسطے اجرت پر لی کہ اسمین پڑھیگا خواہ شعر ہون جنکو پڑھیگا یا فقہ کی کتاب ہو یا اسکے مانند ہو تو نہین جائز ہی اور موجر کو کچھ اجرت نہ ملیگی اگرچہ مستاجر نے ایسے شعرون کو پڑھا ہو ایسے ہی مصحف کے اجارہ مین بھی یہی حکم ہی اور شاید یہ سب مسئلہ نظیری ہین اور جس مسئلہ کی نظیر ہین وہ یہ ہی کہ ایک شخص نے انگور کا باغ اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسکا فقط دروازہ کھلا اسکو دیکھتا رہیگا اور اسکے اندر داخل نہوگا کہ وحشت کم ہو یا کوئی خوبصورت ملیح آدمی اس غرض سے اجارہ لیا کہ اسکی صورت دیکھے تاکہ دل بہلے یا پانی سے بھرا ہوا حوض اسواسطے کرایہ لیا کہ عمامہ باندھتے وقت اسمین عمامہ دیکھ کر درست کرے تو یہ سب باطل ہی ایسے عقود سے اسپر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی پس اسی کی نظیر مسائل سابقہ ہین پس انمین بھی اجرت واجب نہ ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے کرایہ پر مقرر کیا کہ میرے واسطے مصحف یا اشعار لکھدے اور خط بیان کر دیا تو جائز ہی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اجیر کے حق مین یہ اجرت مکروہ نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر کوئی قلم لکھنے کے واسطے کرایہ پر لیا پس اگر کچھ مدت بیان کر دی تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ وصی یتیم یا متولی وقف نے یتیم یا وقف کی حویلی اجر المثل سے کم پر کرایہ دیدی تو بعض مشائخ نے اسکو مثل اجرت تک جائز قرار دیا پس اجر المثل واجب ہوگا اور خصاف رح سے لوگون نے پوچھا کہ آپ اسی پر فتوی دیتے ہین

فرمایا کہ ہان اور بعض مشائخ نے کہا کہ مستاجر اسمین رہنے سے مثل غاصب کے قرار دیا جائیگا پس اجرت کچھ واجب نہو گی اور یہی حکم باپ کے اجارہ دینے کا ہی یعنی باپ نے نابالغ کی حویلی کم پر اجارہ دیدی۔ اور قاضی نے فرمایا کہ مین بھی اس صورت مین مثل ضمان حق کے اجر المثل واجب ہونے کا فتوی دیتا ہون یہ حاوی مین ہی۔ اور غنا اور نوحہ و مزامیر و طبل انہین سے کسی شی کے واسطے اجارہ جائز نہین ہی اور نہ کسی لہو کی چیز کے واسطے اجارہ جائز ہی اور اسی طرح حدی اور قرارت شعر وغیرہ کے واسطے بھی اجارہ جائز نہین ہی اور ان سب صورتون مین کچھ اجرت نہ ملیگی اور یہ بالاجماع امام اعظمؒ و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اگر غنا کی تعلیم کرنے کے واسطے اجارہ لیا یا ذمی نے کسی شخص کو اسواسطے اجارہ لیا کہ غلام کو خصی کردے تو جائز نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ بیل اور گھوڑے مین جائز ہی یہ غیاثیہ مین ہی اگر کسی مزدور کو اس واسطے کرایہ پر مقرر کیا کہ میری شراب اٹھا کر پہونچا دے تو مزدور کو مزدوری ملیگی یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی۔ اور اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے اس طرح کہا کہ میری شراب اٹھا کر پہونچا دے تاکہ مین اسکو پیون یا یہ نہ کہا تاکہ مین پیون تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اجارہ جائز ہی اور صاحبین رح نے اسمین اختلاف کیا ہی اور اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی کو شراب اٹھا کر پہونچا دینے کے واسطے اجارہ لیا تو بالاتفاق جائز ہی کیونکہ ذمیون کے نزدیک شراب ایسی ہی جیسے ہمارے نزدیک سرکہ ہوتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے ڈونگی اس غرض سے کرایہ لی کہ اسپر شراب لادکر لادے تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی اور اگر مشرکون نے کسی مسلمان کو اس غرض سے اجارہ پر لیا کہ وہ مسلمان انکا ایک مردہ مدفن تک لادکر پہونچا دے پس اگر اس طور سے اجارہ لیا کہ شہر کے قبرستان تک پہونچا دے تو سب کے نزدیک جائز ہی اور اگر اس واسطے اجارہ لیا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو لیجائے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر حمال کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ مردار ہی تو اسکو اجرت ملیگی اور اگر جانتا تھا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے ایک گھر اسواسطے اجارہ لیا کہ اسمین شراب فروخت کرے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک نہین جائز ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی سے شراب فروخت کرنے کے واسطے کوئی گھر اجارہ لیا تو بالاجماع جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی ذمی نے مسلمان سے ایک گھر اجارہ لیا کہ اسمین رہا کرتا ہی تو کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ اسمین شراب پیا کرتا ہو یا صلیب کی پرستش کرتا ہو یا مکان کے اندر خنزیر یعنی سور لاتا ہو اور اس سے مسلمان کے واسطے کچھ خوف نہین ہی کیونکہ مسلمان نے اسکو اس کام کے واسطے نہین دیا بلکہ رہنے کے واسطے اجارہ دیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک ذمی نے ایک دار ایک مسلمان سے اجارہ لیا پھر اسکو اپنا ذاتی مصلی بنایا تو منع نہ کیا جائیگا کیونکہ اگر اسنے فقط اپنے واسطے مصلی بنایا تو اس سے یہ لازم نہین آتا ہی کہ اسنے نیا بیعہ ایجاد کیا یا مسلمانون کے شہرون مین اپنے دین کے علامات ظاہر کیے اور اگر اسنے ایک جماعت کے واسطے مصلی قرار دیا اور اسمین ناقوس بجایا تو مالک مکان کو منع کرنے کا اختیار ہی اسی طرح اگر اسمین شراب فروخت کرنے کا ارادہ کیا تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ مسلمانون کے شہرون مین ایسی چیزون کا اظہار کرنا ممنوع ہی۔ اور اگر سواد شہر مین ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور شیخ محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ سواد شہر مین منع نہ کیا جاتا تو امام محمد رح نے ذکر کیا یہ سواد عراق کے واسطے ہی کیونکہ سواد عراق کے بستے لوگ اس زمانہ مین ذمی لوگ تھے اور سواد خراسان

مین یہ حکم نہین ہو کیونکہ یہان اکثر لوگ مسلمان ہین اور سوائے محمد بن سلمہ رح کے دوسرے مشایخ نے کہا کہ سواد خراسان مین ممانعت نکیجاویگی یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ یہ خون جو میری ملک ہو یا یہ مردار اٹھا کر پہونچاوے تو بالاجماع جائز ہو۔ اور اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کا گرجا نماز پڑھنے کے واسطے کرایہ لیا تو جائز نہین۔ اور اگر ذمی نے کسی مسلمان کو اپنی سوزین چرانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو جیسا اختلاف شراب اُٹھانے کی صورت مین ہو ویسا ہی اسمین بھی اختلاف ہونا واجب ہو اور مسلمان کو اگر اسنے مردار بیچنے کے واسطے مقرر کیا تو جائز نہین ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر کسی مسلمان نے کسی مجوسی کی نوکری اس کام کے واسطے کی کہ مجوسی کے لیے آگ روشن کر دیا کرے تو کچھ ڈر نہین ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ نوادر ہشام مین امام محمدؒ سے روایت ہو کہ زید نے عمرو کو اس واسطے نوکر رکھا کہ زید کے گھر یا خیمہ مین آدمی کی صورتین اور تمثال نقش کر دے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین اسکو مکروہ جانتا ہون لیکن عمرو کو اجرت دلا دونگا اور ہشام کہتے ہین کہ اس صورت مین تاویل یہ ہو کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ جب تصویرون کا رنگ عمرو کی طرف سے ہو یعنے اُسنے اپنے پاس سے لگایا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اور اگر زید نے عمرو کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے بت تراشے یا میرے کپڑے پر کسی حیوان کی تصویر بنا دے اور رنگ تصویر کا زید کی طرف سے دینا ٹھہرا تو عمرو کو کچھ اجرت نہ ملیگی یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر زید نے عمرو کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے کمرے مین حیوان کی تصویرین بنا دے اور رنگ اسمین اپنی طرف سے دونگا تو عمرو کو کچھ مزدوری نہ ملیگی یہ سراجیہ مین ہو۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے طنبورہ یا بربط بنا دے چنانچہ اُسنے بنا دیا تو اجرت اسکی حلال ہو مگر اس فعل سے گنہگار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اگر کسی کو اسواسطے اجرت پر مقرر کیا کہ میرے واسطے جادو کا تعویذ لکھدے تو صحیح ہو بشرطیکہ خطا اور کاغذ کی مقدار بیان کر دے جیسا کہ اگر کسی شخص نے کسی کو اسواسطے مقرر کیا کہ میرے محبوب یا محبوبہ کو خط لکھدے تو جائز ہو اور اجرت اُسکو حلال ہو یہ قنیہ مین ہو۔ اگر ذمی نے ایک مسلمان کو اس غرض سے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے صومعہ یا کنیسہ بنا دے تو جائز ہو اور مزدوری حلال ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر کسی ذمی نے ایک ذمی یا مسلمان سے نماز پڑھنے کے واسطے ایک صومعہ کرایہ پر لیا تو نہین جائز ہو۔ اسی طرح کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان سے نماز پڑھنے کے واسطے مسجد کرایہ لی تو نہین جائز ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر کسی مسلمان سے ایک مکان اسواسطے کرایہ لیا کہ اُسکو مسجد بنا کر اسمین فرض یا نفل نماز پڑھا کرے تو ایسا اجارہ ہمارے علماء کے نزدیک نہین جائز ہو۔ اسی طرح اگر ذمی نے ذمیون مین سے ایک شخص کو اسواسطے مقرر کیا کہ انکو نماز پڑھایا کرے تو یہ ناجائز ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور ابراہیم ابن یوسف سے دریافت کیا گیا کہ ایک مسلمان کو پانچ درم روزانہ پر نصرانیون کے ناقوس بجانے کی نوکری ملتی ہو اور دوسرے کام مین اُسکو دو درم ملتے ہین تو شیخ رح نے فرمایا کہ دوسرے کام سے اپنا رزق پیدا کرے اور نصرانیون کی نوکری نہ کرے اور اگر نصرانیون کیواسطے شیرہ انگور نکالنے کی نوکری کی تاکہ وہ لوگ اس سے شراب بنا دین تو مکروہ ہو یہ حاوی مین ہو۔ زید نے عمرو کو اسواسطے مقرر کیا کہ نقارہ بجایا کرے پس اگر یہ بطور لہو ولعب کے ہو تو جائز نہین ہو اور اگر جہاد یا قافلہ کے واسطے ہو تو جائز ہو یہ غایۃ البیان مین لکھا ہو۔ اور اگر کوئی نقارہ بدون غرض لہو ولعب کے اجارہ لیا اور مدت ذکر کر دی تو جائز ہو اور اگر کسی شخص کو مزدور مقرر کیا کہ وہ مردار اُٹھاتا ہو یا زید کو قتل کرتا ہو یا بکری وہان ذبح کرتا ہو تو جائز ہو اور اگر کسی طبیب یا کحال یا جراح کو اجرت پر مقرر کیا

کہ وہ مستاجر کی ادا کرتا ہو اور مدت مقرر کر دی تو جائز ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ اگر اپنا غلام کسی جولاہہ کو اس شرط سے دیا کہ
ایک سال معینہ تک جولاہہ اسکی پرداخت کرے اور اسکو بُننا سکھا دے اور مولی جولاہہ کو دس درم دیگا جولاہہ مالک
کو پانچ درم دے تو یہ جائز ہے ایسے ہی سب پیشوں میں یہی حکم ہے اور کاریگر اس سے اپنے ذاتی کاموں میں خدمت
لیویگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر زید اپنا غلام کسی کاریگر کو اس غرض سے دے کہ بطور اجارہ کے اسکو کام سکھلاوے
اور دونوں میں سے کسی نے دوسرے سے اجرت کی شرط نہیں ٹھہرائی تو رواج دیکھا جائیگا اور اگر وہ ایسا کام ہے
کہ اسمیں غلام کا مالک اجرت دیا کرتا ہے تو اسپر کچھ اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر ایسا کام ہے کہ اسمیں کاریگر اجرت دیا کرتا ہے
تو اسپر بھی اجرت واجب نہوگی کیونکہ معروف مثل مشروط کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور واقعات ناطفی میں لکھا ہے کہ اگر زید نے
عمرو سے کہا کہ میرا یہ اسباب فروخت کر دے تجھے ایک درم دونگا یا کہا کہ مجھے یہ اسباب خرید دے اور تجکو ایک درم دونگا
پس اسنے ایسا ہی کیا تو اسکو اجر المثل ملیگا مگر ایک درم سے بڑھایا نہ جائیگا۔ اور دلال و سمسار میں اجر المثل واجب ہوتا
ہے اور وہ لوگ جو کچھ کہ کرنا بطور کمیشن کے اسطور سے مقرر کرتے ہیں کہ ہر دس دینار کی خرید و فروخت میں اسقدر
تو یہ فعل انپر حرام ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے ایک کپڑا دلال کو دیا کہ اسکو دس درم میں فروخت کر دے پس
جو کچھ زیادہ میں فروخت ہو وہ ہمارے اور تیرے درمیان برابر تقسیم ہوگا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر اسنے دس
درم کو فروخت کیا یا بالکل فروخت ہی نہ کیا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اگرچہ اسنے بہت محنت اٹھائی ہو اور اگر اسنے دس درم سے
زیادہ بارہ درم یا زیادہ کو فروخت کیا تو اسکو اجر المثل ملیگا اور اسی پر فتوی ہے یہ غیاثیہ میں ہے ایک شخص نے بطور مزایدہ
کے فروخت کرنا چاہا اور ایک شخص کو مقرر کیا کہ وہ پکارتا جاوے اور خود فروخت کرے اسنے پکارنا شروع کیا حالانکہ
اسنے فروخت نہ کیا تو مشایخ نے فرمایا کہ اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو اجارہ جائز ہے اور اجیر کو اجر مسمی ملیگا اسیطرح
اگر کوئی وقت بیان نہ کیا ولیکن یوں اجارہ لیا کہ اسقدر آوازیں بولے تو بھی جائز ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اسکو
کچھ نہ ملیگا کیونکہ لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جب بیع واقع نہیں ہوتی ہے تو وہ لوگ منادی کو کچھ نہیں دیتے ہیں اور یہی مختار ہے یہ ظہیریہ
و قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص نے دلال سے یہ کہا کہ میرا یہ اسباب فروخت کے واسطے پیش کر دے اور فروخت کر دے اور
اگر تو نے فروخت کر دیا تو تجھے اسقدر اجرت ملیگی پھر اس دلال سے وہ اسباب فروخت نہو سکا اور دوسرے دلال نے
اسکو فروخت کیا تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ اگر پہلے دلال نے اسکو پیش کیا اور ایک زمانہ تک وقت محنت بہ
اسمیں صرف کیا تو بقدر اسکی مشقت و کام کے اسکو اجر المثل دینا واجب ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ حکم
قیاسی ہے اور استحسانًا جب اسنے ترک کر دیا اور فروخت نہ کیا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور ہم اسی کو لیتے ہیں اور
یہ امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاوے کبریٰ میں لکھا ہے۔ اور نکاح کی دلالہ بھی کچھ اجرت
کی مستحق نہیں ہوتی ہے اور امام فضلی نے اپنے فتاوے میں یہی فتوے دیا ہے اور اُنکے سوائے ہمارے زمانہ کے مشایخ نے
یوں فتوے دیا ہے کہ اجر المثل واجب ہوگا اور یہی فتوے دیا گیا ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ بیع واقع ہونے کے
بعد اگر دلال نے اپنی دلالی لے لی پھر کسی وجہ سے وہ بیع مشتری و بائع کے درمیان فسخ ہو گئی تو دلال کو دلالی سپرد
رہیگی یعنی اس سے واپس نہ لیجاویگی جیسے درزی کا حکم ہے کہ اگر اسنے کپڑا سی دیا پھر درزی کے سیے ہوئے کو مالک
نے اُدھیڑ ڈالا تو بھی درزی سے مزدوری وضع نہیں کیجا سکتی ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے

مزدور کیا کہ میرے لیے آج کے روز حاجی قطع کرے اُسنے ایسا ہی کیا تو مستاجر پر کچھ اجرت واجب ہوگی اور
یہ حاج ماجور ہونگے اور شیخ نصیر نے فرمایا کہ مین نے شیخ ابوسلیمان سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک مزدور
اسواسطے مقرر کیا کہ رات تک میرے واسطے لکڑیان جمع کرے تو ابوسلیمان نے فرمایا کہ اگر اسنے دن بیان کردیا تو جائز ہی
اور لکڑیان مستاجر کو ملینگی اور اگر کہا کہ یہ لکڑیان جمع کرے تو اجارہ فاسد ہی اور مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا اور لکڑیان اُسکو ملینگی
اور اگر ایسا ہو کہ جو لکڑیان اُسنے معین کی ہین وہ مستاجر کی ملک ہون تو اجارہ جائز ہی۔ اور شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ پھر مین نے
کہا کہ اگر اُسنے کسی شخص سے مدد لی کہ وہ لکڑیان اُسکے واسطے جمع کردیتا یا شکار پکڑ دیتا ہو تو ابوسلیمان نے فرمایا کہ یہ لکڑیان
اور شکار اُسی عامل کا ہو اسی طرح جال کے شکار کا بھی حکم ہی۔ ہمارے اُستاد نے فرمایا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اسمین عام
وخاص سب مبتلا ہین کہ لوگ لکڑیان جمع کرنے اور گھاس کاٹنے یا برف کے جمع کرنے مین لوگون سے مدد لیتے ہین جیسے کام
اور کام اُنسے درست کراتے ہین پس انھین مددگارون کی ملکیت ان چیزون مین ثابت ہو جاتی ہی حالانکہ سب ان سے
ناواقف ہین اور قبل اسکے کہ وہ لوگ سبب کے طریقہ سے ہبہ کرین یا اجازت دین اُن چیزون کو خرچ کرتے ہین پس ایسا ہو کہ اُن
چیزون کے مثل دینا یا اُنکی قیمت دینا جیسے کام کرنے والے واجب ہو جاتا ہی حالانکہ لوگ اپنی جہالت وغفلت سے نہین سمجھتے ہین اللہ تعالی ہم لوگون کو
جہالت سے پناہ مین رکھے اور علم وعمل کی توفیق دے یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرے
واسطے شکار پکڑ لاوے یا سوت کاتے یا نالش کرنے کے واسطے یا تقاضاے قرض یا اُسکے وصول کرنیکے واسطے مقرر کیا تو
جائز نہین ہی اور اگر اجیر نے ایسا کیا تو اجر المثل واجب ہوگا اور اگر ان سب صورتون مین مدت بیان کردی تو سب صورتین جائز
ہین اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر شکار مین کوئی جانور معین کیا تو جائز نہین ہی اگرچہ مدت بیان کردی ہو۔ اگر مال مین سے
قبضہ کرنے کے واسطے کسی کو اجرت پر مقرر کیا تو جائز ہی ولیکن امام محمد رح سے ایک روایت آئی ہی کہ نہین جائز ہی یہ خلاصہ
مین ہی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ بھیڑیا یا شیر مار ڈال مین تجھے ایک درم دونگا حالانکہ
یہ بھیڑیا اور شیر دونون شکار ہین تو اُسکو اجر المثل ملیگا مگر ایک درم سے زیادہ نہین ہوسکتا اور شکار مستاجر کو ملیگا یہ محیط سرخسی
مین ہی۔ ایک شخص کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ پکی اینٹون اور گچ سے میری دیوار بنا دے اور بیان کردیا کہ اسنے
من گچ اور اینٹون مین سے اسقدر اینٹین لے اور دیوار کا طول وعرض بیان نہ کیا تو قیاساً اجارہ فاسد ہی اور استحساناً
صحیح ہی اور اگر یون بیان کردیا کہ اسقدر پختہ یا خام اینٹین تعداد مین ہین اور ان اینٹون کا کوئی پیمانہ بیان نہ کیا اور نہ اُسکو
دکھایا پس اگر اس شہر کے لوگون کا ایک ہی پیمانہ ہو یا مختلف پیمانے ہون ولیکن اکثر انکا کام ایک ہی خاص پیمانہ سے
جاری ہو تو استحساناً اجارہ جائز ہی اور اگر اُس شہر مین مختلف پیمانے یکسان رائج ہون تو اجارہ فاسد ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اگر
زید نے عمرو کو پختہ اینٹین اور گچ سے اپنی دیوار بنانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا اور عمرو کو دیوار کا طول وعرض معلوم ہو تو جائز
ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کسی کو کنوان یا تہ خانہ کھودنے کے واسطے مزدور کیا تو ضرور ہی کہ کنوئین کا طول وعمق ودور اور
جگہ بیان کردے اور تہ خانہ کی صورت مین اسکا طول وعرض وعمق بیان کرنا ضرور ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کو
کنوان کھودنے کے واسطے مزدور کیا اور طول وعرض وعمق بیان نہ کیا تو استحساناً جائز ہی اور لوگون کے علم پر درمیانی
درجہ کا مراد لیا جاویگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو اسواسطے مزدوری پر مقرر کیا کہ اُسکے گھر مین
کنوان کھودے اور اُسکا عرض وطول وعمق بیان کردیا یہانتک کہ اجارہ صحیح ہوگیا پھر جب عمرو نے تھوڑا سا کھودا

تو آئین ایسا پہاڑ نکلا کہ جسکے کھودنے مین سختی و مشقت پیش آئی پس اگر انہین اوزار سے جنسے کنوان کھودا جاتا ہے وہ پہاڑ
پتھر بھی کھودا جا سکتا ہے اگرچہ مشقت و محنت زیادہ پیش آوے تو مزدور پر جبر کیا جاویگا کہ اسکو پورا کرے - اور اگر ان اوزار
سے نہین کھودا جا سکتا ہے جنسے کنوئین کھودے جاتے ہین تو اسپر کھودنے کے واسطے جبر نہ کیا جاویگا اور آیا جسقدر اسنے
کام کیا ہے اُسکی مزدوری کا مستحق ہے یا نہین تو امام محمد رح نے یہ صورت نہین ذکر فرمائی اور شمس الائمہ اوزجندی کا فتوے
منقول ہے کہ اگر مستاجر کی ملک مین اسنے کنوان کھودا ہے تو اسقدر کام کی اجرت کا مستحق ہوگا بخلاف اسکے اگر غیر ملک مستاجر
مین کام کیا ہو تو مستحق نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے - اور اگر مستاجر نے تھوڑا سا کنوان کھودا پھر ایسی نرم زمین نکلی کہ مزدور کی جان
جانے کا خوف ہوا تو اسپر جبر نہ کیا جاویگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے - اور اگر مزدور سے یہ شرط لگائی کہ ہر پتھریلی و نرم زمین
مین فی گز ایک درم کے حساب سے لیگا یا پتھریلی زمین مین فی گز دو درم کے حساب سے اور پانی مین فی گز تین درم کے
حساب سے لیگا اور کنوئین کا طول مثلاً دس گز بیان کیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اور اگر مزدور نے تھوڑا سا کنوان کھودا
اور اُسکے حصہ کی اجرت کی درخواست کی پس اگر مستاجر کی ملک مین کنوان کھودا ہے تو اسکو یہ اختیار ہے اور جسقدر کنوان کھودتا
جاتا ہے وہ مستاجر کے سپرد ہوتا جاتا ہے حتے کہ اگر اُسنے تمام کنوان کھود دیا پھر وہ بیٹھ گیا اور پانی کی سیل ہوا سے اُس مین مٹی بھر گئی
یہانتک کہ اُسکا پیٹ کہ زمین سے برابر ہوگیا تو اجرت مین سے کچھ کمی نہ ہوگی اور اگر مستاجر کی ملک مین نہین کھودتا ہے بلکہ غیر ملک
مستاجر مین کھودتا ہے تو جبتک کام سے فارغ ہو کر مستاجر کے سپرد نہ کرے تب تک اجرت کا مستحق نہوگا حتے کہ اگر تمام
کھودنے کے بعد سب کنوان بیٹھ گیا اور سپرد کرنے سے پہلے سب پیٹ کہ زمین سے برابر ہوگیا تو اجرت کا مستحق نہوگا
یہ ینابیع مین لکھا ہے اور اگر مزدور نے غیر ملک مستاجر مین کنوان کھودنا شروع کیا تو مستاجر کے سپرد کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ کنوئین اور
مستاجر کے درمیان تخلیہ کردے اور اگر مزدور نے تھوڑا کنوان کھودکر چاہا کہ مستاجر کے سپرد کرے تو مستاجر کو اختیار ہے کہ جبتک
مزدور تمام کام سے فراغت نہ کرے تب تک اپنے قبضہ مین نہ لے یہ غیاثیہ مین لکھا ہے - اور اگر کسی شخص کو اپنے گھر مین
کنوان کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا پھر جب اُسنے کھودنا شروع کیا تو جسقدر گہرائی شرط کی تھی اُسکی انتہا تک پہونچنے
سے پہلے پانی نکل آیا پس اگر مزدور کو انہین آلات سے جنسے کنوان کھودتا تھا پانی کے اندر پوری انتہاے مشروطہ تک
کھودنا ممکن ہے تو اُسپر پورا کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور اگر اس صورت مین کسی دوسرے اوزار کی ضرورت پڑتی ہو
تو جبر نہ کیا جاویگا یہ ذخیرہ مین ہے اور نہر اور کاریز و قنات بنانے وچہ بچہ مین اگر گہرائی کی انتہا تک کھودنے سے پہلے پانی ظاہر ہوگیا پس
[یعنی زمین دوز نالی ۱۲]
اگر پانی بہ نکل آنے کی وجہ سے کھودنا ممکن نہو تو یہ عذر ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے - اگر کسی شخص نے ایک کنوان کھودنے کے واسطے
کو مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے ایک حوض دہ در دہ دس درم کے عوض کھود دے اور اُسکا گہراؤ بیان کردیا مگر مزدور نے
پانچ در پانچ حوض کھودا تو اسکو چوتھائی مزدوری ملیگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے
کوئی نہر یا کاریز کھود دے اور مزدور کو اُسکا مفتح یعنی جہان سے پانی آتا ہے اور مصب یعنی جہان سے باہر جاتا ہے اور چوڑائی
سب دکھلا دی تو جائز ہے - اور اگر یہ شرط ٹھہرائی کہ مزدور اپنے پاس سے پختہ اینٹون اور گچ سے اسکو پختہ کردے تو اجارہ
فاسد ہے اور اگر اینٹین اور گچ اپنے پاس سے دینے اور پختہ بنانے کی شرط کی اور اینٹون کی تعداد بیان نہ کی تو قیاساً فاسد ہے
اور استحساناً جائز ہے اور جو لوگون کا معمول ہے اسی قدر لگادی جاویگی اور اگر اینٹون کی تعداد بیان کرے اور گچ کی نات بیان
کرے اور پختہ بنانے کی چوڑائی اور اوپر کی لمبائی بیان کردے تو یہ بہتر اور مضبوطی کے ساتھ ہے کیونکہ اس سے جھگڑا دور

رہیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر قبر کھودنے کے واسطے مزدور کیا اور طول وعرض وعمق بیان کردیا تو قیاساً و استحساناً جائز ہی اور اگر طول
وعرض وعمق بیان نہ کیا تو قیاساً ناجائز اور استحساناً جائز ہی اور جو لوگون کا معمول ہی اُس سے بیچ بیچ کا اندازہ رکھا جائیگا یہ تاتارخانیہ
مین لکھا ہی۔ اور اگر مزدور کو کوئی جگہ بتلادی اور مزدور نے کھودنے مین اوپر کی زمین نرم پائی مگر جب کسی قدر کھودی تو پتھریلی
چٹان نکلی پس اگر لوگ ایسی صورت مین کھودتے ہون تو مزدور پر باقی کھودنے کے واسطے جبر کیا جاویگا اور اگر مزدور سے
لحد یا شق کچھ بیان نہ کی تو اس نواح کے لوگون کی عادت کے موافق رکھا جاویگا پس اگر کوفہ مین ہو تو لحد لیجاویگی کیونکہ اکثر معمول
یہان کے لوگون کا لحد ہی اور اگر کسی ایسی جگہ ہو کہ یہان کے لوگون مین شق کا زیادہ رواج ہی تو یہ اجارہ شق پر رکھا جاویگا
یہ مبسوط مین ہی۔ نوازل مین لکھا ہی کہ شیخ جس سے دریافت کیا گیا کہ قبر کی اجرت تمام مال سے دلائی جائیگی فرمایا کہ قبر بمنزلہ کفن کے
تمام مال سے اجرت دیجاویگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی ایک شخص نے کچھ لوگون کو جو مردے کو نہلاتے اور اٹھاتے
ہین اجارہ پر مقرر کیا پس اگر مستاجر ایسی جگہ ہو کہ یہان سوائے اُن لوگون کے کوئی شخص نہلانے اور اٹھانے والا نہین ہی
تو اُن لوگون کو کچھ اجرت نہ ملیگی۔ اور اگر وہان اور لوگ بھی موجود ہون تو اُن لوگون کو اجرت ملیگی اور یہی حکم قبر کھودنے
والے کا ہی۔ اور واضح ہو کہ جس جگہ ان لوگون کی اجرت کا استحقاق نہین ہوتا ہی اگر ایسی جگہ ان لوگون نے اجرت لے لی
تو انکو حلال نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر زید نے عمرو کو قبر کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اُس نے قبر کھودی پھر
قبل اُسکے کہ مستاجر اسمین اپنا مردہ لاکر دفن کرے وہ قبر گر پڑی اور مٹ گئی یا کسی دوسرے مسلمان نے اس مین اپنا
مردہ دفن کردیا پس اگر عمرو نے زید کی ملک مین یہ قبر کھودی تو اُسکو اجر ملیگا اور اگر اُسکی غیر ملک مین کھودی ہو تو کچھ اجرت
نہ ملیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مستاجر آیا اور اجیر نے وہ قبر اُسکے سپرد کردی یعنی اُسکے اور قبر کے درمیان تخلیہ کردیا
پھر اُسکے بعد قبر بیٹھ گئی یا کسی شخص نے اس مین دوسرے مُردے کو دفن کردیا تو اجیر کو پوری اجرت ملیگی کیونکہ اُس نے
معقود علیہ مستاجر کے سپرد کردیا۔ اور اگر مستاجر نے اُس مین اپنے مردے کو دفن کیا اور اجیر سے کہا کہ اس پر مٹی ڈال
اُسنے انکار کیا تو استحساناً اُسپر مٹی ڈالنا لازم نہین ہی ولیکن مین اُس شہر کے لوگون کا ڈھنگ دیکھونگا پس اگر یہ رواج
ہوگا کہ مزدور ہی مٹی ڈالتا ہی تو اسپر اس کام کے واسطے جبر کرونگا اور کوفہ مین بھی ایسا ہی معمول ہی اور اگر یہ رواج نہوگا
تو اُسپر جبر نہ کرونگا۔ اور اگر اہل میت نے یہ چاہا کہ اجیر ہی مردے کو قبر کے اندر رکھے اور کچی اینٹین چنے تو اس کام
کے واسطے اجیر پر جبر نہ کیا جاویگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کو قبر کے کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور بیان
نہ کیا کہ کس مقبرہ مین کھودے تو استحساناً جائز ہی اور جس مقبرہ مین اس محلہ کے لوگ اپنے مُردون کو دفن کرتے ہون
وہی قبرستان مراد لیا جائیگا اور ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اہل کوفہ کے عرف کے موافق ہی کہ وہان ہر محلہ کا قبرستان
علیحدہ ہی کہ ہر محلہ والا اپنے قبرستان مین اپنا مردہ دفن کرتا ہی دوسرے محلہ کے قبرستان مین نہین لیجاتا ہی اور ہمارے ملک مین
ایسا رواج نہین ہی بلکہ ایک محلے والے بھی دوسرے محلے کے قبرستان مین لیجاکر دفن کرتے ہین اسواسطے مکان و جگہ بیان
کرنا ضرور ہی اور اگر ایسا شہر ہو کہ جہان مثل اہل کوفہ کے ایک محلہ والے اپنا مردہ دوسرے محلہ کے قبرستان مین نہ لیجاتے ہون
یا وہان ایک ہی قبرستان مین سب لوگ دفن کرتے ہون تو ایسے شہر مین بدون قبرستان بیان کرنے کے اجارہ جائز ہوگا
یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر گورکن کو قبر کھودنے کے واسطے حکم دیا اور جگہ نہ بتلائی اور اُسنے اُس شہر یا اس محلہ کے لوگون
کے قبرستان کے سوائے کسی دوسری جگہ قبر کھودی تو اجرت کا مستحق نہوگا ولیکن اگر لوگون نے میت کو اُسی قبر مین

دفن کیا تو اسوقت گورکن اجرت کا مستحق ہوا اور اگر ان لوگون نے گورکن سے یہ چاہا کہ قبر کو لیس دے یا گچ کر دے تو یہ فعل
اسپر واجب نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے گورکن کو قبر کھودنے کا حکم دیا اور جگہ بتلادی اُسنے دوسری جگہ قبر کھودی
تو مستاجر کو اختیار ہی کہ چاہے اجارت دیدے کیونکہ اسنے اصل قبر کھودنے مین مخالفت حکم نہین کی تھی اور اگر وصف اور
جگہ مین مخالفت کرنے کا لحاظ کرے تو اسکو اختیار ہی کہ ترک کر دے اور اگر مستاجر کو بعد دفن کرنے کے یہ امر معلوم ہوا تو یہ
رضامندی مین شمار ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر گورکن یا قبر کھودنے مین مزدور نے کوئی پتھر کاٹا تو اجرت مین زیادتی نہ کیجائیگی
چنانچہ اگر زمین نرم ہونے کی وجہ سے اُسنے آسانی پائی ہو تو اُسکی اجرت مین کمی نہین کیجاتی ہی کذا فی خزانۃ المفتین

فصل متفرقات کے بیان مین۔ اگر دریاے فرات کے کنارے کسی شخص نے ایک مشرعہ بنایا تاکہ سقہ لوگ وہان سے پانی
بھرا کرین اور یہ شخص ان لوگون سے اجرت لیا کرے پس اگر اسنے اپنی ملک مین بنایا اور ان لوگون کو پانی بھر لینے کے
واسطے اجارہ دیا تو جائز نہین ہی اگرچہ اُسنے اپنی ملک کے اجارہ پر دی ہی کیونکہ قصدًا یہ اجارہ عین شی کے تلف کر دینے
پر واقع ہوا ہی اور اگر اسواسطے اجارہ پر دیا کہ سقے وہان کھڑے ہوا کرین اور اپنی مشکین رکھا کرین اور جانورون کو وہان
کھڑے کیا کرین تو جائز ہی اور اگر اسنے عام لوگون کی ملک مین مشرعہ بنایا اور پھر اسکو سقون کو اجارہ پر دیا تو کسی طرح نہین
جائز ہی خواہ پانی بھرنے کے واسطے اجارہ دیا ہو یا کھڑے ہونے اور مشک رکھنے کے واسطے دیا ہو یہ ذخیرہ مین ہی اور
درہم و دینار اور ان دونون کے تیرون کا اجارہ دینا اور ایسے ہی تانبے اور رانگے کے تیرون کا اجارہ دینا جائز نہین ہی اور
آکلی اور وزنی چیزون کا بھی اجارہ جائز نہین ہی کیونکہ ان صورتون مین عین شی سے نفع لینا بدون اُسکے تلف کرنے کے ممکن نہین
ہی حالانکہ اجارہ مین صرف منفعت داخل ہوتی ہی نہ عین شے حتی کہ اگر اُسنے درہم و دینار کو میزان درست کرنے یا گیہون کو
پیمانہ درست کرنے یا کسی وزنی چیز کو من و سیر کے درست کرنے کی غرض سے ایک مدت معلومہ تک اجارہ لیا تو اصل مین لکھا
ہی کہ جائز ہی اور کرخی رحمہ نے ذکر کیا کہ نہین جائز ہی کیونکہ دوسری شے دراہم و نقود ہی یعنی منفعت ہونا چاہیے کذا فی البدائع اور اگر درہمون
یا گیہون کو ایک روز کیواسطے مطلقًا اجارہ لیا یہ بیان نہ کیا کہ انکو کسواسطے اجارہ لیتا ہی تو اصل مین یہ مسئلہ مذکور نہین ہی اور شیخ الاسلام
معروف بخواہرزادہ نے فرمایا کہ مسئلہ والا کہہ سکتا ہی کہ عقد جائز ہونے کے واسطے یون رکھا جائیگا کہ اُسنے وزن کی غرض سے اجارہ
لیا ہی اور دوسرا کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہی کہ عقد جائز نہین ہی اور اسی طرف شیخ کرخی رحمہ نے میل کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور درہم و دینار
کا دوکان کی زینت کیواسطے یا مشک و عود وغیرہ خوشبودار چیزون کا سونگھنے کی غرض سے اجارہ لینا جائز نہین ہی کیونکہ یہ منفعت
مقصودہ نہین ہی کذا فی البدائع اور اگر کوئی ترازو تولنے کی غرض سے اجارہ پر لے تو جائز ہی کیونکہ یہ منفعت مقصودہ ہی۔ یہ
فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے ترازو کا بانٹ صبح سے رات تک تولنے کے واسطے اجارہ لیا تو شمس الائمہ
سرخسی نے فرمایا کہ اجرت واجب ہوگی اور حلوانی رحمہ نے ذکر کیا کہ اگر اُس پتھر کی قیمت ہو اور ایسا اجارہ لینا لوگون کی عادت
ہو تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین اور بعضون نے شمس الائمہ کے کلام کو اسی پر محمول کیا ہی اور بعض نے کہا کہ ہر حال مین اجرت
واجب ہوگی یہ وجیز کردری مین ہی عیون مین لکھا ہی کہ اگر کچی اینٹین بنانے کیواسطے کوئی زمین کرایہ پر لی تو اجارہ فاسد ہی
کیونکہ یہ اجارہ عین شی کے تلف کرنے پر ٹھہرا ہی اور تمام اینٹین اُسکے بنانے والے کو ملینگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ مٹی کی قیمت
ادا کر دے بشرطیکہ اس موقع پر مٹی کی کچھ قیمت ہو اور زمین کا اجر المثل ادا کرے اور اگر اس موقع پر مٹی کی کچھ قیمت نہو یا اس
مقام پر مٹی دور کرنے کی قیمت ہو یا مٹی دور کرنے سے زمین کو نفع پہونچتا ہو تو اینٹین بنانیوالے پر کچھ واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی

اور اگر زمین میں کچھ نقصان آگیا تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور زمین کا اجر المثل اُسی نقصان میں آجائیگا ورنہ اس پر کچھ واجب نہوگا یہ وجیز کردری میں ہی۔ اگر قاضی نے کسی کو قصاص وحدود پورا کرنے کے واسطے یعنی قصاص لے لینے اور حدود مارنے کے واسطے اجارہ پر لیا تو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اگر اجارہ کا کوئی وقت بیان نہ کیا تو صحیح نہیں ہی اور اگر ایک مہینہ کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر اس غرض سے مقرر کیا کہ جس شخص پر قصاص عائد ہو اُس سے قصاص کرادے یا جسپر حد جاری ہو اسکو حد مار دے یا ہاتھ کٹوادے یا مجلس قضا میں حاضر رہے اور جو کام ہو وہ کرے تو اجارہ جائز ہی کیونکہ اس مدت کے اندر جو کچھ اُسکی ذات سے منفعت حاصل ہو وہی معقود علیہ ہی پس جو امر مثل حدود جاری کرنے وغیرہ کے پیش آوے اسمین اُسکے ذاتی نفع کو صرف کرے اور اگر مدت بیان نہ کی تو معقود علیہ مجہول رہا کیونکہ اسکا وقوع معلوم نہین پس اجارہ فاسد ہوا اور اجارہ فاسد ہونے کی علامت یہ ہی کہ اگر اُسنے کسی کام کو انجام دیا تو اسکا اجر المثل ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر قاضی نے اسکو اپنے ساتھ مصاحبت مین اس شرط سے رکھا کہ ہر مہینے اسکو رزق دیا کریگا۔ تو جائز ہی پس اگر رزق کی مقدار بیان کر دی تو عقد جائز ہی کیونکہ معقود علیہ اُسکی ذاتی منفعت ہی اور وہ معلوم ہی اور اگر مقدار بیان نہ کی تو وہ رزق کے حکم مین مثل قاضی کے ہوگا اور قاضی کو جائز ہی کہ بقدر کفایت اپنا رزق بیت المال سے لیا کرے پس جو شخص قاضی کی کسی کام مین نیابت کرے اسکا بھی یہی حکم ہی۔ اسی طرح تمام قاضی کا حکم ہو کہ اگر قاضی نے اسکو کسی قدر ماہواری اجرت پر اس کام کے واسطے نوکر رکھا تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو پر اپنا حق قصاص ثابت کیا اور زید نے قصاص لینے کے واسطے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا کہ میرے واسطے قصاص لے تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور سیر کبیر مین لکھا ہی کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ جائز نہین ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہی۔ اسیطرح اگر امام المسلمین نے کسی شخص کو اسواسطے نوکر رکھا کہ مرتدون یا جہاد کے کافر قیدیون کو قتل کرے یا جان کا قصاص لے لیا کرے تو شیخین کے نزدیک جائز نہین ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور اگر جان مارنے کے قصاص سے کم قصاص کے واسطے مثلاً فقط ہاتھ کاٹنے کے قصاص لینے کے واسطے نوکر رکھا تو بالاجماع جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور ذبح کرنیکے واسطے اجارہ لینا جائز ہی کیونکہ مقصود اُس سے گردن کی رگین کاٹنا ہی نہ روح کا فوت کرنا جو اُسکی قدرت مین نہین ہی پس جان مارنے سے کم کے قصاص لینے کا مشابہ ہوگیا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ لشکر اسلام کے سردار نے اگر کسی مسلمان یا ذمی سے کہا کہ اگر تو نے فلان سوار کو قتل کیا تو تجکو سو درم ملینگے اُسنے قتل کیا تو کچھ دینا واجب نہوگا کیونکہ یہ اجارہ جہاد و طاعت پر ہی اسواسطے بالکل اجرت کا مستحق نہوگا۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے ذمی سے یہی کہا تو اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر کفار مقتول پڑے ہون اور سردار اسلام نے کہا کہ جو شخص ان لوگون کے سر کاٹ لے اسکو دس درم ملینگے تو جائز ہی کیونکہ یہ فعل جہاد نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان و صغری مین ہی۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ اگر کافرون کا سردار مارا گیا اور سردار اسلام نے کہا کہ جو شخص اسکا سر کاٹ لاوے اس غرض سے کہ وہ سر کافرون کی طرف پھینکا جاوے تاکہ وہ لوگ جان لین کہ انکا سردار مارا گیا اور شکست کھاوین تو اسکو اسقدر اجرت دیجائیگی پس ایک شخص گیا اور اسکا سر کاٹ لایا تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی لیکن اگر کافر لوگ اُس جگہ سے جہان انکا سردار مقتول ہوا ہی ہٹ گئے ہون اور اُسکے سر کاٹ لانے مین لڑائی کی ضرورت نہ پڑے تو البتہ اجرت ملیگی۔ اور اگر سردار لشکر اسلام نے ایک شخص خاص سے یا لشکر کی ایک جماعت سے یون کہا کہ اگر تو اُسکا سر کاٹ لاوے یا تم مین سے کوئی اُسکا سر کاٹ لاوے تو اسقدر اجرت پاویگا پھر ایک شخص اسکا سر کاٹ لایا تو اجر المثل ملیگا۔ اور اگر مسلمانون کے لشکر کا سردار دار الحرب

ہین ہوا اور وہان ایک گڑھی مین اقامت اختیار کی کہ جسمین لڑنے والے مرد نہ تھے صرف مال اسباب و بچے و عورتین تھین پس مرد اہل
نے کہا کہ جتنے شخص اس گڑھی کی شام سے صبح تک حفاظت کرین انمین سے ہر ایک کو مثلاً دس دس درم ملینگے پس ایک قوم نے
اسکی حفاظت کی تو ہر ایک شخص کو دس دس درم ملینگے یعنی جو امام نے بیان کیا ہی اور ہمارے بعض مشائخ فرماتے ہین کہ گڑھی کی
حفاظت کے مسئلہ مین پہلے اجارہ منعقد نہوگا کیونکہ اسنے کسی قوم معین کو مخاطب نہین کیا ہان جب کسی قوم نے حفاظت اختیار کی اور
امام راضی ہوا تو یہ امر اجارہ کے معنی مین ہی پس اجارہ بالتعاطی منعقد ہو جائیگا اور اجارہ بالتعاطی جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر کسی
شخص کا اونٹ مثلاً گم ہو گیا اسنے کہا کہ جو شخص مجھے بتا دکھا دے اُسکو دس درم دونگا پس ایک شخص نے بتا دیا تو اجرت کا
مستحق ہوگا اور اگر اونٹ والے نے ایک شخص معین سے یہ کہا اور اُسنے صرف زبانی بتا بتا دیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اسکے ساتھ
چلکر بتا دیا تو اسکو اجر المثل ملیگا اور سیر کبیر مین ہی کہ اگر امیر السریہ یعنی چھوٹے لشکر کے سردار نے کہا کہ جو شخص ہمکو فلان مقام تک راہ
بتا دے اُسکو دس درم دینگے تو یہ صحیح ہی اور راہ بتانے کے ساتھ اجرت متعین ہوگی اور واجب ہو جائیگی یہ وجیز کردری مین ہی
ایک شخص سے سیکھا ہوا کتا شکار کرنے کے لیے کرایہ لیا تو اجرت واجب نہوگی اسی طرح اگر باز کو لیا تو بھی یہی حکم ہی اور بعض روایات
مین آیا ہی کہ اگر سیکھا ہوا کتا یا باز شکار کیواسطے اجرت پر لیا اور وقت معلوم مقرر کر دیا تو جائز ہی اور ناجائز صرف اُسی صورت مین
ہی کہ جب وقت معلوم نہ بیان کیا ہو اور اگر کوئی بلی اس غرض سے کرایہ پر لی کہ اپنے گھر کے چوہے پکڑوا وے تو منتقی مین لکھا ہی
کہ یہ جائز نہین ہی اور اگر کوئی کتا اس غرض سے اجارہ لیا کہ میرے گھر کی حفاظت اور حراست کرے تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ جائز
نہین ہی اور اگر کوئی بندر گھر مین جھاڑو دینے کے واسطے کرایہ لیا تو مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جائز ہونا چاہیے بشرطیکہ مدت
معلوم بیان کر دی ہو کیونکہ بندر مارنے سے کام کرتا ہی بخلاف بلی کے کہ وہ مارنے سے بھی کام نہین کرتی ہی یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی- اور منتقی مین لکھا ہی کہ اگر کوئی مرغ اس واسطے کرایہ لیا کہ صبح کے وقت آواز دیا کرے تو
جائز نہین ہی اور اس مقام پر ایک اصل بیان کی ہی وہ یہ ہی کہ جو چیز ان مین کسی کے فعل سے نہو اور نہ یہ ہو سکے کہ آدمی
اسکو مار کر اُس سے یہ کام لے تو اُس شرط سے اُسکی بیع جائز نہین اور نہ اس غرض سے اسکا اجارہ جائز ہی یہ محیط
مین لکھا ہی- جانورون مین بکری وغیرہ کے گابھن کرانے کے لیے مثلاً نر بکرا کرایہ لینا اور مالک کو اُس کی اجرت لینا
جائز نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی- اور اگر کوئی فرش اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسکو اپنے مکان مین بغرض
تجمل بچھاوے مگر اس پر نہ بیٹھے نہ سووے تو جائز نہین ہی- اسی طرح اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ لیا کہ
اپنے کوتل مین رکھے تو جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی- اگر کسی شخص نے کوئی گھوڑا اس غرض سے کرایہ لیا کہ اپنے
دروازے پر باندھے تاکہ لوگ دیکھین کہ اس کے یہان بھی گھوڑا ہی یا کچھ برتن اس غرض سے کرایہ لیے کہ
اپنے یہان تجمل کے واسطے رکھے اور اُن کو استعمال مین نہ لاوے یا کوئی گھر اس غرض سے لیا تاکہ لوگ گمان
کرین کہ اُس کے پاس بھی محل ہی اور اس مین سکونت نہ کریگا یا کوئی غلام اس واسطے لیا کہ لوگ گمان کرین کہ
اس کے پاس بھی غلام ہی اور مستاجر اُس سے خدمت نہ لیگا یا فقط اپنے گھر مین رکھنے کے واسطے درم اجارہ لیے
تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہی اور کچھ اجرت واجب نہوگی ولیکن اُس نے جو چیز اجارہ لی ہی اگر اُس نفع کے
واسطے بھی کبھی اجارہ لیجاتی ہو تو اجرت واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہی- اور منتقی مین ہی کہ اگر کوئی بکرا یا مینڈھا
اس غرض سے اجارہ لیا کہ اپنی بکریان و بھیڑیان اُسکی چال پر آگے رکھکر چلاوے تو ناجائز ہی یہ محیط و فتاوی

قاضی خان مین ہی۔ اگر کوئی زمین اس غرض سے اجارہ لی کہ اپنی بکریون کو اس زمین کے گیہون وغیرہ کے درخت چراوے یا کوئی بکری اسواسطے کرایہ لی کہ اسکی اون جھاڑے تو یہ فاسد ہی اور مستاجر کو درختون اور اون کی قیمت دینی واجب ہوگی کیونکہ یہ موجر کی ملک تھی کہ جسکو مستاجر نے بذریعہ عقد فاسد کے حاصل کیا ہی بخلاف اسکے اگر گھاس چرانے کے واسطے اجارہ لے تو گھاس کی قیمت نہ دینی پڑیگی کیونکہ گھاس مباح ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اگر تلوار یا بندوق نشانے کے واسطے ایک مہینہ تک کرایہ لی یا تیر اندازی کے واسطے کوئی کمان ایک مہینہ تک کرایہ لی تو جائز ہی یہ محیط مین ہی اگر کوئی زمین اس غرض سے اجارہ لی کہ اسمین جال پھیلاوے اور وقت بیان کر دیا تو بھی جائز نہین ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ اس شتل کا تنقد اسقدر اجرت پر بنا دے حالانکہ شتل غصب کیا ہوا ہی اور کاریگر کو معلوم ہی کہ یہ شخص غاصب ہی پھر اسنے بنا دیا تو اسکو اجرت ملیگی یہ قنیہ مین ہی چور اور غاصب نے اگر کسی کو اس غرض سے مزدور کیا کہ یہ مال مسروقہ یا مغصوبہ اٹھا کر پہونچا دے تو جائز نہین ہی کیونکہ غیر کا مال منتقل کرنا معصیت ہی کذا فی محیط السرخسی

سترھوان باب ۔ جو مستاجر پر واجب ہی اور جو موجر پر واجب ہی اسکے بیان مین۔ اجارہ کی چیز کا نفقہ موجر کے ذمہ ہی خواہ اجرت مین مال عین ٹھہرا ہو یا منفعت یہ محیط مین ہی۔ کرایہ کے ٹٹو وغیرہ کا دانہ چارہ دینا اور پانی پلانا موجر کے ذمہ ہی کیونکہ وہ موجر کی ملک ہی اور اگر موجر کی بلا اجازت مستاجر نے اسکو چارہ دیا تو اسنے احسان کیا موجر سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی۔ مکان کے کرایہ لینے مین مکان کی عمارت بنوانا اور کہگل کرانا اور پرنالون کی درستی اور عمارت کی مرمت سب مالک مکان کے ذمہ ہی اور اسیطرح ہر ایسی چیز کہ جسکے یون ہی چھوڑ دینے سے رہنے مین خلل پڑتا ہی اسکی درستی مالک مکان کے ذمہ ہوگی اور اگر مالک مکان نے اسکی درستی سے انکار کیا تو مستاجر کو اسمین سے نکل جانیکا اختیار ہی لیکن اگر ایسا واقع ہوا کہ جسوقت اسنے کرایہ لیا ہی اسوقت بھی ایسا ہی تھا اور اسنے دیکھ لیا تھا تو نہین چھوڑ سکتا ہی کیونکہ اس صورت مین مستاجر عیب پر راضی ہو چکا ہی اور شیخ ابو نصر الدین نسفی نے عمدۃ الفتاوے مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایک بیت کرایہ لیا حالانکہ اسکی چھت مین تنکون کا چھپر ہی پھر اسکی چھت مین سے بارش کا پانی ٹپکنے لگا تو اسکی اصلاح کے واسطے مالک بیت پر جبر نکیا جاویگا کیونکہ کوئی شخص اپنی ملکیت کی درستی کے لیے مجبور نہین کیا جاتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کوئی مکان کرایہ لیا حالانکہ اسمین روشندان نہین ہی یا اسکی چھت پر پرنالہ چاہیے ہوا ہو اور مستاجر کو یہ بات معلوم بھی ہوگئی تو پھر اسکو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار رہیگا یہ قنیہ مین ہی پانی کے کنوین اور بدرو اور موری کا درست کرانا مالک مکان کے ذمہ ہی اگرچہ مستاجر کے فعل سے بھر گیا ہو لیکن اسکی درستی کے واسطے مالک پر جبر نکیا جائیگا اور مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور مستاجر کے جھاڑ دینے سے مکان مین خاک جمع ہوگئی ہی تو اسکا اٹھوانا مستاجر پر واجب ہی کیونکہ یہ اسی کے فعل سے جمع ہوئی ہی پس ایسا ہی کہ گویا اسی نے رکھی ہی اور اگر ایسا ہو کہ بدرو وغیرہ کا بیت الخلا اور موریان مستاجر کے فعل سے بھر گئین تو قیاس یہ چاہتا ہی کہ اسکا اگر وانا مستاجر کے ذمہ ہو جیسے راکھ اور کوڑے کا دور کرانا اسکے ذمہ ہی لیکن مشائخ نے استحسانا یہ حکم دیا ہی کہ لوگون کے رواج اور عادت کی وجہ سے یہ بھی مالک مکان کے ذمہ ہی چنانچہ اگر اسکی وجہ سے زمین معیوب معلوم ہوتی ہو تو اسکا دور کرانا مالک کے ذمہ ہوتا ہی پس اسکو بھی عادت ہی پر محمول کیا ہی اور اگر مستاجر نے اسمین سے کوئی چیز درست کرائی تو جو کچھ اسنے خرچ کیا وہ کرایہ مین محسوب نہوگا اور مستاجر احسان کرنے والا قرار دیا جاویگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ روشندان اور سیڑھیون کی درستی موجر کے ذمہ ہی اور برف اٹھوانے مین مشائخ کا اختلاف ہی اور جیسا رواج ہو وہی معتبر ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور نہرون کا اگروانا اور کاریز کی درستی

موجر کے ذمہ ہی یہ خزانۃ المفتاوی مین ہو اگر ایسا مکان کرایہ لیا کہ جہین پانی کا کنوان ہو تو مالک مکان کی بلا اجازت وضو وغیرہ کے واسطے کنوین سے پانی بھر لینے کا اختیار ہی کیونکہ اجارہ لینے سے پہلے جب اسکو یہ حق حاصل تھا چنانچہ معلوم ہو تو بعد اجارہ لینے کے بدرجہ اولی حاصل ہوگا اور اگر اُس کنوین مین چوہا گر پڑا یا اور کوئی آفت آگئی تو دونون مین سے کسی شخص پر اسکا درست کرانا واجب نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور حمام کے اجارہ لینے مین راکھ اور گوبر کا پھینکنا اور بہانے کی جگہ کا صاف کرنا مستاجر کے ذمہ ہی خواہ پانی بہنے کی موری نکلی ہوئی ہو یا پٹی ہو اور اگر اجارہ مین موجر کے ذمہ یہ شرط لگائی تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر مستاجر کے ذمہ یہ شرط لگائی تو اجارہ مع شرط جائز ہوگا۔ اور اگر مستاجر نے انکار کیا اور کہا کہ یہ راکھ میرے فعل سے نہین جمع ہوئی تو ایسی کا قول مقبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے حجرہ کرایہ پر لیا اور وہ دامن مین تھوک کر بیٹھ گیا اور مستاجر نے ایک شخص کو حکم دیا کہ کچھ خرچ کرکے اسکا علاج کرے اُسنے ایسا ہی کیا پس اگر اس شخص کو معلوم تھا کہ یہ حجرہ اُس شخص کا نہین بلکہ دوسرے کا ہی تو جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہو وہ کسی سے نہین لے سکتا ہی کیونکہ اُسنے احسان کی راہ سے خرچ کیا اور اگر یہ جانتا تھا کہ حجرہ اس شخص کا ہی دوسرے کا ہی تو جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہو وہ حکم دینے والے سے واپس لیوے اگرچہ حکم دینے والے نے یون نہ کہا ہو کہ تو اس شرط سے خرچ کر کہ مین ضامن ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہے

فصل توابع بھی اسی باب سے متعلق ہی۔ اصل یہ ہی کہ اگر کسی کام کرنے کا اجارہ قرار پایا تو جو کام اس کام کے توابع ہین اور انکا انجام دینا مزدور سے شرط نہین کیا گیا تو ان توابع مین سے موافق عرف و رواج کے مزدور کو یا شرط انجام دینے پڑینگے یہ محیط مین ہی۔ اور کپڑے کے بننے مین مانڈی دینا کپڑے کے مالک کے ذمہ ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کپڑا سینے کے واسطے کوئی درزی مقرر کیا تو سوئی و تاگا درزی کے ذمہ ہوگا اور یہ اُنکے عرف کے موافق ہی اور ہمارے عرف مین تاگا دینا مالک کے ذمہ ہی قال المترجم۔ اور ہمارے شہرون مین بھی موافق اہل کوفہ کے رواج ہی اور ریشمی کپڑے مین بھی موافق اُنکے عرف کے ہی چنانچہ کتاب مین فرمایا۔ اور اگر کپڑا ریشمی ہو تو سینے کے واسطے ریشم مالک کو دینا پڑیگا۔ اور اینٹین بنانے والے کو اجارہ پر لینے مین اینٹون کا سانچہ اجیر کے ذمہ اور مٹی مستاجر کے ذمہ ہی۔ اور تنور سے روٹی نکالنا باورچی کے ذمہ ہی اور پیالون مین سالن کا نکالنا بھی باورچی کے ذمہ ہوگا بشرطیکہ شادی اور ولیمہ کے کھانا پکانے کے لیے مقرر کیا ہو اور اگر اُسنے خاصتہً دیگ پکائی ہو تو اُسکے ذمہ نہین ہی یہ فتاوی قاضی مین ہی۔ اور اگر لادنے کے واسطے کوئی چوپایہ کرایہ لیا تو جو گیر اور رسیان اور گون مین عرف و رواج کا اعتبار کیا جاویگا یعنی دونون مین سے کس کو دینا چاہیے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ لیا تو لگام اور زین مین بھی عرف کا اعتبار ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر سمرقند یا بخارا ایک کوئی ٹٹو کرایہ کیا تو جب ٹٹو والا شہر مین داخل ہو تو اسپر اسباب واجب ہی کہ مستاجر کے گھر تک پہونچا دے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ اور اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ کیا کہ مستاجر اُسپر بوجھ لادیگا تو ٹٹو کے اوپر سے بوجھ اتارنا ٹٹو والے کے ذمہ واجب ہی اور اُتار کر مستاجر کی حویلی مین پہونچانا اُسکے ذمہ نہین ہی لیکن اگر ایسے مقام پر یہ صورت واقع ہوئی کہ جہان اُتار کر پہونچانا بھی ٹٹو والے کے ذمہ ہوتا ہی یعنی ایسا رواج ہی تو وہان اسکو پہونچانا پڑیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر حمال نے بوجھ اُٹھایا تو اُسکے ذمہ واجب ہی کہ گھر کے اندر پہونچا دے مگر یہ واجب نہین ہی کہ چڑھ کر چھت پر دریچہ مین اتار دے لیکن اگر اس سے یہ شرط کر لیجاوے تو ہو سکتا ہی۔ اسی طرح مٹکون مین بھرنا بھی اُسکے ذمہ نہین ہی لیکن اگر شرط ٹھہرا لے تو ہو سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اپنی نوازل مین ذکر فرمایا کہ پن چکی کی نہر کرانا موجر کے ذمہ ہی کیونکہ پن چکی بدون پانی کے نہین چلتی ہی۔ اور پانی بغیر نہر کراوے کے جاری نہین ہوتا و لیکن اگر نہر کرانا مستاجر کے

ذمہ شرط کر لی تو ہو سکتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر کوئی کاتب اجارہ پر لیا پس اگر سیاہی دوات اور سپیدی کی شرط لگائی تو سیاہی دوات کی شرط جائز ہو اور سپیدی کی شرط فاسد ہو یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ امام محمد رہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک دھوبی کو کپڑون پر گندی کرنے کے لیے مزدور مقرر کیا اُسنے گندی کر دی تو کپڑون کا اٹھالانا کس کے ذمہ ہو امام محمد رہ نے فرمایا کہ استحساناً مین دھوبی کے ذمہ واجب کرتا ہون لیکن اگر دھوبی نے مالک سے شرط کر لی ہو تو ایسا نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اگر کوئی حمال اس شرط سے کرایہ پر مقرر کیا کہ اپنی پیٹھ اور مستاجر کے جانورون پر لادکر گیہون پہونچا دے تو رسی اور گون مستاجر کے ذمہ واجب ہونگی۔ اور فقیہ ابو اللیث رہ نے فرمایا کہ ہمارے عرف مین گونین ہر حال مین مستاجر کے ذمہ ہونگی لیکن اگر یہ شرط ٹھہرالیوے کہ حمال لے آوے تو ہو سکتا ہو اور وجہ اسکی یہ ہو کہ رسیان اس واسطے ہوتی ہین کہ بوجھ گرنے نہ پاوے۔ اور اگر کسی شخص نے حمال کو اجرت پر مقرر کیا کہ میری گونین فلان مقام تک پہونچا دے پھر جب حمال اس مقام تک پہونچا تو ایک دار مین اترا اور وہان گونون کو اُتار اپھر اُسکے مالک کو وزن کرکے دیدین اور پھر اُسکے مالک نے چند روز تک وہان سے وہ گونین نہ اُٹھوائین پھر اس جگہ کے کرایہ کی بابت باہم سب نے جھگڑا کیا اور مالک مکان نے حمال سے کرایہ طلب کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر حمال یا مستاجر دونون مین سے کسی شخص نے گونین رکھنے کے واسطے اس جگہ کو کرایہ لیا ہو تو جسنے کرایہ لیا ہو اسپر کرایہ دینا واجب ہوگا اور اگر بدون کرایہ لیے ہوے ان گونون کو اس جگہ رکھا ہو تو وزن کرکے سپرد کر دینے کے بعد گونون کے مالک پر کرایہ واجب ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ کرایہ حمال پر واجب ہوگا۔ اور اگر گونون کے مالک نے حمال سے مطالبہ کیا کہ دوبارہ انکا وزن کر دے تو اُسپر جبر نہ کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ پیمانہ سے ناپ دینے والے کی اجرت کس شخص پر واجب ہوگی فرمایا کہ بائع پر واجب ہوگی اور ثمن تولنے کی اجرت مشتری پر واجب ہوگی یہ حاوی مین ہو۔ شیخ ابو بکر رہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے باغ انگور مین انگور توڑنے پر فروخت کیے تو فرمایا کہ اگر اُسنے مجازفتہ فروخت کیے ہون تو ثمن لینا اور جمع کرنا مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر موازنتہ یعنی تول سے فروخت کیے تو انکا تول دینا بائع کے ذمہ ہوگا ولیکن اگر بائع یون حیلہ نکالے تاکہ اسپر وزن کرنا واجب نہو کہ یون کہے کہ یہ انگور وزن مین اسقدر ہین پس یا مشتری اسکی تصدیق کریگا تو اسکو وزن کرنے کی تکلیف نہ دیگا یا اسکی تکذیب کریگا تو اُس سے کہیگا کہ مجھے تول دے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک گون گیہون قرض لیے اور مقرض نے ایک شخص حمال سکو کرایہ کر دیا تو شیخ رہ نے فرمایا کہ اسکا کرایہ قرض دینے والے پر واجب ہوگا ولیکن اگر مستقرض نے اس سے کہا کہ کوئی حمال مجھے کرایہ کر دے تو اسکا کرایہ قرض دینے والے پر واجب ہوگا مگر مقرض کو اختیار ہوگا کہ یہ کرایہ جو اسنے ادا کیا ہو اسکو مستقرض سے واپس لے یہ حاوی مین ہو۔ اور شیخ ابو نصر الدبوسی رہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک حمال نے چند روز تک راستہ مین اس غرض سے توقف کیا کہ مستاجر کو اُس ناج کی گونون کا کرایہ زیادہ پڑے تو اُن گونون کا کرایہ کس شخص پر واجب ہوگا فرمایا کہ حمال اس توقف کرنے کے باعث سے خلاف کرنے والا نافرمان ہو گیا اور اُسپر واجب ہوا کہ جو کچھ اُسنے اجرت وصول کی ہو اسکو یہان مستاجر کو واپس کر دے مگر گونون کی اجرت مستاجر کے ذمہ رہیگی یہ تاتارخانیہ مین ہو۔

اٹھارھوان باب اُس چیز کے اجارہ کے بیان مین جو باہم دو شریکون کے درمیان مشترک ہو اور دو اجیرون کو اجارہ پر مقرر کرنے کے بیان مین۔ عیون مین لکھا ہو کہ گیہون دو شخصون مین مشترک تھے پس ایک شریک نے دوسرے سے ایک چوپایہ اسواسطے کرایہ پر لیا کہ گیہون مین سے اپنا حصہ لادکر فلان مقام تک لیجاوے حالانکہ گیہون غیر مقسوم تھے یعنی

ہے بانٹے ہوئے تھے پس اُسنے سب گیہون لادکر وہان پہونچاے تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر ایک شریک کے پاس
کشتی ہو اور اُسنے چاہا کہ گیہون دوسرے شہر مین منتقل کرے پس ایک نے دوسرے کشتی کے مالک سے کہا کہ آدھی کشتی مجھے کرایہ
پر دیدے اور میرا حصہ اُسپر لادلے اور باقی اپنا حصہ باقی نصف کشتی پر لادلے اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر دونون نے
ان گیہون کے پیسانے کا ارادہ کیا اور دونون مین سے ایک کے پاس چکی ہے پس دوسرے نے چکی والے سے آدھی چکی
اپنا حصہ پیسانے کے واسطے اجارہ لی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک نے دوسرے شریک سے یون کہا کہ مین نے تیرا غلام
تجھسے کرایہ پر لیا تاکہ یہ گیہون جو ہم دونون مین مشترک ہین اُٹھا کر لے چلے تو جائز نہین ہے۔ اسی طرح اگر اسکے غلام کو ان گیہون
کی حفاظت کے واسطے اجارہ پر لیا تو بھی جائز نہین ہے۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر ایسی شی جس سے کوئی کام انجام ہوتا ہو اور ایک
شریک نے دوسرے سے اجارہ لیا تو جائز نہین ہے جیسے چوپایہ وغیرہ اور ہر ایسی شی کہ جسکی ذات سے کوئی کام نہین ہوتا ہے اور
اسکو ایک شریک نے دوسرے سے اجارہ لیا تو جائز ہے جیسے کوٹھری وغیرہ اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ قول روایت
مبسوط کے خلاف ہے کہ وہان کتاب المضاربۃ مین فرمایا کہ اگر ایک شریک نے دوسرے سے کوئی گھر یا دوکان اجارہ پر لی
تو اجرت واجب نہوگی۔ اور قدوری نے ذکر فرمایا ہے کہ جو ایسی چیز ہو کہ بدون مال مشترک مین کام کرنے کے اُسکی اجرت کا
مستحق نہوتا ہو اور اسکو ایک شریک نے دوسرے کو اجارہ پر دیا تو جائز نہین ہے مثلاً ایک نے اپنے تئین یا اپنے غلام
یا اپنے گدھے کو گیہون اُٹھانے کے واسطے اجارہ پر دیا یا کپڑے پر کُنڈی کرنے کے واسطے اجارہ پر دیا تو اجرت کا مستحق نہوگا
اور جو چیز ایسی ہو کہ بدون مال مشترک مین کام کرنے کے اجرت کا مستحق ہوتا ہو تو اُسکا اجارہ جائز ہے مثلاً کوئی گھر اسواسطے
کرایہ لیا کہ اُسمین گیہون حفاظت سے رکھے یا کشتی یا گون یا چکی اجارہ لی تو جائز ہے اور فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ جو کچھ
قدوری نے ذکر کیا اور عیون مین مذکور ہے اسی پر فتوے ہے یہ کبرے مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین مذکور ہے کہ دو شخصون کو اجیر مقرر
کیا کہ میرے گھر تک یہ لکڑی ایک درم پر اُٹھا کر پہونچا دین پھر دونون مین سے ایک نے اسکو اُٹھایا تو اسکو آدھا درم ملیگا
اور اُسنے احسان کیا بشرطیکہ قبل اسکے دونون حمالی یا اور کام مین شریک ہون اسیطرح اگر دونون کو دیوار بنانے یا کنوان
کھودنے کے واسطے اجیر مقرر کیا اور ایک نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہوگا۔ اور اگر اس سے پہلے دونون شریک ہون تو ایک کے
اُٹھانے سے پوری اجرت واجب ہوگی اور ایک کا اُٹھانا بوجہ شرکت کے مثل دونون کے اُٹھانے کے قرار دیا جائیگا اور
اجرت دونون کو برابر ملیگی یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے غلام مین اپنے شریک کا حصہ اسواسطے اجارہ لیا کہ غلام میرے واسطے
کپڑا سی دے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اصل مین ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرے
واسطے تہ خانہ کھود دین اور اجارہ سب طرح سے صحیح ہو گیا اور سبھون نے کام کیا مگر کسی نے زیادہ کام کیا اور کسی نے بہ نسبت
دوسرے کے کم کیا تو اجرت مزدورون کی تعداد سے تقسیم ہوگی۔ اور اگر اُسنے دو چوپایے بیس من گیہون لادنے کے واسطے
کرایہ کیے اور اجرت مقرر کر دی تو اسکو اختیار نہین ہے کہ ایک چوپایہ پر دس من سے زیادہ لادے اور اگر کسی پر اُسنے دس من
سے زیادہ لادا تو دونون کے اجر المثل کے حساب سے مزدوری دونون کو تقسیم ہوگی کیونکہ دو چوپایون کا تفاوت کھلا ہوا ہوتا ہے کہ جسکے
باعث سے اجرت مین اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ایک ہی کام پر چند مزدور ہون تو اُنمین باہم تھوڑا فرق ہوتا ہے ایسا فرق نہین
ہوتا ہے کہ جسکے ساتھ اجرت مین فرق کیا جاوے پس اسکا اعتبار نہین کیا جاتا ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ حکم اسی وقت ہے کہ اس صورت مین
مزدورون کے درمیان کام مین کم تفاوت ہو زیادہ کھلا ہوا تفاوت نہو اور اگر کھلا تفاوت ہوگا تو مثل چوپایون کے

مسئلہ کے انہیں بھی اجر بحساب مزدوروں کی تعداد اور گنتی کے تقسیم نہ ہوگا بلکہ اجر المثل کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور اگر مزدوروں میں سے ایک نے بسبب مرض یا عذر کے کام نہ کیا اور دوسرے نے کام کر دیا پس اگر دونوں نے شرکت[سلہ] میں یہ کام قبول نہیں کیا ہے تو مریض کا حصہ اجرت ساقط ہو جاویگا۔ اور اگر دونوں نے اس کام کے انجام دینے میں شرکت کی ہے تو پورا اجر دیا جائیگا اور بیمار ہو جانے والے مزدور کا حصہ اسکو ملیگا۔ اور فتاوی ابواللیث رح میں لکھا ہے کہ دو کاریگروں میں سے ایک نے اپنی کاریگری کے آلات دوسرے کو اجارہ دیئے پھر دونوں نے شرکت اختیار کر لی پس اگر اجارہ باعتبار ماہواری کے ہو تو پہلے مہینہ میں اجرت واجب ہوگی اور اسکے بعد واجب نہ ہوگی کیونکہ پہلے مہینہ میں اجارہ صحیحہ کے بعد شرکت طاری ہوئی پس شرکت کے طاری ہونے سے اجارہ صحیحہ باطل نہ ہوگا اور پھر دوسرے مہینہ میں قبل اجارہ کی صحت کے شرکت طاری ہوئی پس اجارہ باطل ہو جائیگا اسواسطے اجرت واجب نہ ہوگی۔ اور اگر اجارہ کی مدت مثلاً دس برس قرار پائی ہو تو پوری مدت تک اجرت واجب ہوگی کیونکہ اجارہ پوری مدت تک صحیح ہو جانے کے بعد شرکت طاری ہوئی پس ایسی شرکت اجارہ کو باطل نہ کریگی۔ اور شیخ محمد بن سلمہ رح سے روایت ہے کہ شرکت اجارہ کو گرا دیتی ہے اور جو صورت محمد بن سلمہ رح سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دکان کرایہ پر لی پھر دونوں نے ایک کام میں شرکت کر لی کہ اس کام کو اسی دکان میں انجام دینگے میں تو محمد بن سلمہ رح کے قول پر فتوی ہے اور اجرت دکان ساقط ہو جائیگی اگر ان دونوں نے اسی دکان میں کام کیا کیونکہ اپنے معقود علیہ کو سپرد کیا یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت نے اپنا گھر اور سکنی سب اپنے شوہر کو اجارہ پر دیا تو اس مقام پر ذکر کیا ہے کہ عورت کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور یہ صورت بمنزلہ اسکے ہے کہ شوہر نے اس عورت کو روٹی یا سالن پکانے کے واسطے اجارہ پر لیا۔ اور چاہیے یہ کہ جائز ہو اور قاضی خان نے ذکر کیا کہ فتوی یہ ہے کہ صحیح ہے یہ کبری میں ہے۔ اجارات الاصل کے آخر باب اجارات الدور میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک مہینہ کے واسطے ایک دار کرایہ پر لیا اور مالک مکان اسکے ساتھ آخر مہینہ تک اس مکان میں رہا پھر مستاجر نے کہا کہ میں تجھے اجرت نہ دونگا کیونکہ تو نے میرے اور مکان کے درمیان تخلیہ نہیں کیا یعنی قبضہ کامل نہ دیا تو جس قدر مستاجر کے قبضہ میں رہا اسکے حساب سے اسکو کرایہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ بعض کو کل پر قیاس کیا ہے کذا فی المحیط۔

انیسواں باب عذر کی وجہ سے اجارہ فسخ ہو جانے کے بیان میں اور جو چیزیں عذر ہو سکتی ہیں اور جو نہیں ہو سکتی ہیں اور جو صورتیں فسخ ہوتی ہیں اور اسکے متعلق احکام کے بیان میں اور جو فسخ نہیں ہوتی ہیں انکے بیان میں۔ اصل یہ ہے کہ جب اجارہ بلا عوض استہلاک عین پر واقع ہو جیسے کتابت کے واسطے اجارہ لینے میں کاغذ و روشنائی کا استہلاک ہے یا جیسے زمین بوتی مزارعت کی صورت میں جبکہ بیج اسکی طرف سے ٹھہرے ہوں تو ایسی صورتوں میں اسکو بلا عذر اجارہ و مزارعت کے فسخ کرنیکا اختیار ہے اور اس اصل سے بہت واقعات کا حکم نکلتا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے یہ قنیہ میں ہے۔ ہمارے نزدیک عذروں کی وجہ سے اجارہ ٹوٹ جاتا ہے اور اسکی چند صورتیں ہیں یا تو دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی کیطرف سے عذر ہوگا یا معقود علیہ کی طرف سے ہوگا اور جب عذر متحقق ہوا تو بعض روایات میں آیا ہے کہ اجارہ ٹوٹ نہ جائیگا اور بعض میں ہے کہ ٹوٹ جائیگا اور ہمارے مشائخ نے دونوں روایتوں میں اسطرح توفیق دی ہے کہ اگر اجارہ کسی غرض سے ہو اور یہ غرض باقی نہ رہی اور یا عذر ایسا ہو کہ عقد کے موجب کارروائی کرنے سے شرعاً مانع ہو تو بدون توڑنے کے اجارہ ٹوٹ جائیگا مثلاً ہاتھ گلنا شروع ہوا اور کسی جراح کو ہاتھ کاٹنے کے واسطے اجارہ پر لیا یا داڑھ میں درد پیدا ہوا اسکے اکھاڑنے کے واسطے اجارہ کیا پھر گلنا دور ہوگیا اور درد جاتا رہا تو اجارہ ٹوٹ جائیگا کیونکہ شرعاً اجارہ کے موجب کارروائی نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر خود اسکے جانیکے لیے کوئی ٹٹو میں اس غرض سے کرایہ کیا کہ

[سلہ] قولہ شرکت یعنی پہلے سے ان دونوں مزدوروں کے باہم شرکت ... دونوں کام ... [illegible]

اپنے کسی قرضدار یا بھاگے ہوئے غلام کو گرفتار کرائے پھر وہ قرضدار حاضر ہو گیا یا غلام واپس آیا تو اجارہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ
یہ اجارہ ایک ایسے معنی سے ٹھہرا تھا اور وہ غرض جاتی رہی۔ اسی طرح اگر گمان کیا کہ میرے مکان کی نیو میں خلل آگیا ہو اور
ایک شخص کو مکان منہدم کرانے کے لیے اجارہ لیا پھر معلوم ہوا کہ خلل نہیں ہے یا طعام ولیمہ کے واسطے کوئی باورچی اجارہ پر لیا
پھر دولہن مر گئی تو اجارہ باطل ہو جاویگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور جو عذر ایسا ہو کہ جسکی وجہ سے شرعاً بموجب عقد کے
کارروائی کرنا ممنوع ہو لیکن ایک طرح کا ضرر اسکو لاحق ہوتا ہو تو فسخ عقد میں فسخ کرانے کی ضرورت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور
اور جب عذر متحقق ہوا اور فسخ کی ضرورت ہوئی تو صاحب عذر تنہا فسخ کرسکتا ہے یا حکم قاضی یا دوسرے کی رضامندی کی حاجت
ہوتی ہے اسمیں مختلف روایات آئی ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اگر عذر متحقق ظاہر ہو تو تنہا فسخ کرسکتا ہے اور اگر مشتبہ ہو تو تنہا فسخ نہیں
کرسکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر مال اجارہ میں کوئی عیب پیدا ہو گیا پس اگر ایسا عیب ہو کہ جس سے منافع حاصل
کرنے میں کچھ فرق نہیں آتا تو مستاجر کو اختیار حاصل نہو گا مثلاً ایک غلام اجارہ لیا اور اسکی ایک آنکھ جاتی رہی حالانکہ
جس خدمت کے واسطے اجارہ لیا ہے اسمیں کچھ حرج نہیں آتا یا اسکے بال گر گئے یا مکان کی ایسی دیوار گر گئی جس سے
سکونت میں کچھ حرج نہیں آتا تو اختیار نہو گا اور اگر ایسا عیب پیدا ہوا جس سے منافع حاصل کرنے میں فرق آتا ہے مثلاً غلام
مریض ہو گیا یا گھر میں سے کوئی عمارت یا دیوار ایسی گر گئی جس سے سکونت میں حرج واقع ہوا تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے
باوجود اسکے اسمیں سکونت اختیار کرے اور منفعت حاصل کرے گر پوری اجرت دینی پڑیگی یا عقد اجارہ توڑ دے یہ محیط
سرخسی میں ہے۔ پس اگر مستاجر کے اجارہ توڑنے سے پہلے موجر نے دیوار بنوا دی یا مثلاً غلام بیماری سے اچھا ہو گیا تو مستاجر کو
فسخ کا اختیار نہ رہیگا کیونکہ عیب باقی نہ رہا۔ اور اگر عیب دور ہونے سے پہلے مستاجر فسخ کرنے پر آمادہ ہوا تو اسی وقت فسخ
کرے جبکہ مکان کا مالک حاضر ہو اور اگر اسکی پیٹھ پیچھے فسخ کیا تو فسخ نہیں کرسکتا ہے اور اگر مالک کی غیبت میں مکان سے
نکل گیا تو کرایہ چڑھتا رہیگا جیسا کہ رہنے کی صورت میں چڑھتا کیونکہ اجارہ ابھی باقی ہے اور باوجود عیب کے اسکو نفع حاصل کرنے کی
قدرت حاصل ہے یہ کبری میں ہے اور اگر تمام گھر منہدم ہو گیا تو مالک کی بدون موجودگی کے مستاجر کو فسخ کرنیکا اختیار ہے لیکن اجارہ
خود فسخ نہو گا کیونکہ خالی میدان سے اسکو منفعت حاصل کرنے کی قدرت ہے اسی طرف شیخ الاسلام خواہرزادہ گئے ہیں اور
اجارات شمس الائمہ میں لکھا ہے کہ اگر پورا گھر منہدم ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ اجارہ خود فسخ نہو گا لیکن اجرت ساقط ہو جائیگی
خواہ مستاجر فسخ کرے یا نہ کرے یہ صغری میں ہے۔ اگر گھر منہدم ہو گیا اور مستاجر نے میدان میں سکونت اختیار کی تو
اجرت واجب نہو گی اور اگر گھر کا کوئی بیت فقط گر گیا اور مستاجر باقی میں رہا تو اجرت میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی گھر
اس شرط پر کرایہ لیا کہ اسمیں تین بیت ہیں پھر اسمیں دو ہی بیت نکلے تو مستاجر کو خیار حاصل ہونا واجب ہے لیکن اجرت میں سے
کچھ کمی نہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ موجر نے اگر کرایہ والا گھر مستاجر کی رضامندی یا بلا رضامندی توڑ ڈالا تو مستاجر کو اجارہ فسخ کرنے
کا اختیار ہو گا اور بغیر فسخ کیے خود اجارہ فسخ نہو گا اور مستاجر کے ذمہ سے کرایہ ساقط ہو جاویگا چنانچہ اگر کسی شخص نے
غصب کر لیا تو بھی مستاجر کو فسخ کا اختیار اور اجرت ساقط ہو گی اور خود اجارہ فسخ نہو گا اسکی طرف امام محمد رح نے اصل میں
اشارہ کیا ہے۔ اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر کرایہ والا گھر منہدم ہو گیا اور موجر نے اسکو بنوا دیا اور مستاجر نے باقی مدت اسمیں
رہنا چاہا تو موجر ممانعت نہیں کرسکتا ہے اور مراد امام محمد رح کی یہ ہے کہ مستاجر کے اجارہ فسخ کرنے سے پہلے موجر نے بنوا دیا
ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور امام محمد رح نے کشتی کے حق میں فرمایا کہ اگر کشتی ٹوٹ گئی اور تختے الگ الگ

ہو گئے پھر موجر نے انکو ترکیب دیدیا تو مستاجر کے سپرد کرنے کے واسطے اسپر جبر نہ کیا جائیگا کیونکہ کشتی کے ٹوٹنے سے اجارہ
فسخ ہو گیا اور پھر جب دوبارہ تیار ہوئی تو یہ دوسری کشتی تیار ہوئی ہے بعینہ پہلی نہیں کہ جسکا سپرد کرنا واجب ہو آیا تو نہیں
دیکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے تختے غصب کرکے انکی ترکیب دیکر کشتی بنائی تو اسکا مالک ہو جاتا ہے کذا فی المحیط السرخسی قلت
یعنی مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہے اور غاصب کو ان تختوں کی قیمت دینی پڑیگی کیونکہ یہ اور چیز ہو گئی فافہم۔ اور اصل میں مروی ہے کہ
اگر کسی عذر متحقق ہونے کے باعث سے مستاجر کرایہ کے مکان میں سے نکل گیا تو اجرت ساقط ہو جائیگی اور زیادات میں مروی ہے
کہ ساقط نہ ہوگی ولیکن اگر موجر خود اُس مکان میں رہنے لگا تو ساقط ہو جاویگی کیونکہ یہ فسخ پر رضامندی ہے یہ غیاثیہ میں لکھا
ہے ایک مکان کرایہ لیا اُس میں سے تھوڑا مکان گر گیا اور موجر غائب ہے یا ایسا کمینہ آدمی ہے کہ قاضی کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا
تاکہ عقد فسخ ہو وے تو قاضی اُسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کرکے اُسکے روبرو عقد فسخ کر دیگا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر غلام اجارہ
کے مالک نے سفر کا قصد کیا اور چاہا کہ غلام کو ساتھ لیجاؤں تو اجارہ فسخ کرنے کے واسطے یہ عذر کافی نہیں ہے یہ محیط میں ہے
اور اگر کوئی عقار مثل گھر کے اجارہ دیا پھر سفر کر گیا تو یہ عذر فسخ نہیں ہے کیونکہ اُسکی پیٹھ پیچھے مستاجر اپنا نفع حاصل کر سکتا ہے اور
اگر مستاجر نے سفر کا ارادہ کیا تو یہ عذر ہو سکتا ہے کیونکہ عدم الفسخ میں سفر سے روکنا یا بدون سکونت و انتفاع کے کرایہ دینا
لازم آتا ہے اور یہ ضرر ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور موجر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اگر اسکو کوئی شخص زیادہ کرایہ دینے پر راضی ہے
تو وہ اس اجارہ کو جو بالفعل ہے فسخ کر دے اگرچہ زیادتی دو چند ہو یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر مستاجر نے ایک پیشہ
کے واسطے مثلاً مکان کرایہ لیا تھا پھر اُسکو چھوڑ کر دوسرا پیشہ اختیار کیا مثلاً تجارت چھوڑ کر زراعت اختیار کی یا زراعت کے
واسطے جو زمین کرایہ پر لی تھی اُسکو اس وجہ سے چھوڑ جانا چاہا کہ اُسنے زراعت چھوڑ کر تجارت اختیار کی تو یہ عذر ہو سکتا ہے یہ
تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر تجارت کے واسطے بازار میں دکان کرایہ لی پھر وہ بازار پھیکا پڑ گیا یہاں تک کہ اُسکی تجارت نہیں چل سکتی ہے
تو یہ عذر ہے اُسکی وجہ سے فسخ کر سکتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک اونٹ کوفہ سے بغداد تک کرایہ لیا پھر اُسکی
رائے میں آیا کہ خچر کرایہ کرنا چاہیے تو یہ ارادہ سواے اجارہ کے فسخ کرنے کے واسطے عذر نہیں ہو سکتا ہے ہاں اگر اُسنے
کوئی … تو یہ عذر ہو سکتا ہے یہ کبرے میں ہے۔ اور اگر بغداد تک کوئی سواری کا جانور کرایہ لیا پھر
اُسکی رائے میں آیا کہ سفر ترک کرے یا حج کے واسطے کوئی اونٹ کرایہ کیا پھر اُسکی رائے میں آیا کہ امسال سفر حج کیواسطے
نہ جاوے یا بیمار ہو کر سفر سے عاجز ہو گیا تو یہ عذر ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر … کی حویلی جسمیں خود رہتا تھا کرایہ پر دی اور
وہ حویلی اُسکی جو کرایہ پر ہے اُسکے سواے اُسکی کوئی اور حویلی نہیں ہے اور اُسنے چاہا کہ اُسمیں رہے تو اجارہ نہیں توڑ
سکتا ہے اسی طرح اگر اُسنے اُس شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں جا رہنے کا قصد کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ اُس حویلی کو
اپنے ساتھ نہیں لیجا سکتا ہے پس جو کچھ اُسنے عقد اجارہ میں اپنے اوپر ضرر لازم کر لیا ہے اُس سے زیادہ ایفاے اجارہ میں
ضرر نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اگر مکان کرایہ بازار میں ہو کہ اُسمیں مستاجر خرید و فروخت کیا کرتا ہے پھر مستاجر پر قرضہ چڑھ گیا یا
مفلس ہو گیا اور وہ بازار سے اُٹھ گیا تو یہ عذر ہے اُسکو اجارہ توڑ دینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر مستاجر نے ایک شہر
سے دوسرے شہر میں چلے جانیکا قصد کر لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مالک مکان نے یہ کہا کہ یہ شخص فقط تعلل کرتا ہے اسکا ارادہ
… جانیکا نہیں ہے تو قاضی مستاجر سے اسپر قسم لیگا اسی طرح اگر اس تجارت سے کسی دوسری تجارت کی طرف
تحول کرنا چاہا تو یہ بھی عذر ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک پیشہ کرنے کے واسطے ایک دکان کرایہ لی پھر اُس

پیشہ کو چھوڑ کر دوسرا پیشہ اختیار کرنا چاہا پس اگر دوسرے پیشے کا کام اُس دکان میں کرسکتا ہو اور سب ضرورت کی چیز مہیا ہوسکتی ہو
تو اجارہ نہیں توڑ سکتا ہو ورنہ توڑ سکتا ہو کیونکہ عذر متحقق ہوگیا یہ کبری میں ہو۔ اگر کرایہ دار نے دوسرا مکان سستے کرایہ کا پایا تو یہ عذر
نہیں ہوسکتا ہو۔ اسی طرح اگر کوئی حویلی خریدی اور اُنہیں اٹھ جانا چاہا تو بھی عذر فسخ نہیں ہوسکتا ہو۔ اور اگر کوئی خاص ٹٹو بغداد تک کا
کرایہ کیا پھر مستاجر کی رائے میں آیا کہ سفر کو نہ جاوے تو یہ عذر ہو اور اگر ٹٹو والے نے کہا کہ یہ شخص تعلل کرتا ہو تو قاضی اُس سے
یوں کہے کہ تو صبر کر اگر یہ شخص سفر کو جاوے تو تو اسکے ساتھ ٹٹو کو ہانک لیجا نا کیونکہ معقود علیہ ٹٹو کے قدم تھے پس جب
اُسنے ٹٹو کو مستاجر کے ساتھ ہانک دیا تو مستاجر کو اپنی منفعت حاصل کرلینے کا قابو مل گیا اسواسطے اُسپر کرایہ واجب
ہوگا اگرچہ سوار نہوا ہو اور اگر مستاجر بیمار یا قرضدار ہوگیا یا کسی امر کا خوف پیدا ہوا یا ٹٹو ٹھوکر کھا کر گر گیا یا ٹٹو میں کوئی ایسی چیز
پیدا ہوگئی کہ اس سے سواری کی استطاعت نہ رہی تو ان میں سے کچھ تو ٹٹو میں عیب ہوا اور کچھ مستاجر کے حق میں عذر ہو
کہ وہ سفر کو نہیں نکل سکتا ہو۔ اور اگر ٹٹو کے مالک کو ایسی بیماری ہوگئی کہ ٹٹو کے ساتھ نہیں چل سکتا ہو تو اجارہ ٹوٹ
نہ جائیگا اسی طرح اگر اسکو کسی قرضخواہ نے پکڑ کر روک رکھا اور قید کرادیا تو بھی یہی حکم ہو یہ مبسوط میں ہو۔ ایک شخص نے
زید کو حمال مقرر کیا کہ میرا بوجھ فلان مقام تک اس کرایہ پر پہونچادے اور کرایہ اسکو دیدیا پھر جب کچھ مسافت طے کی تو
اسکی رائے میں آیا کہ وہاں نہ جاوے اور اجارہ ترک کردے اور حمال سے کہا کہ آدھی اجرت مجھے واپس کردے تو
مشائخ نے فرمایا کہ اگر باقی آدھا راستہ بھی آسانی سے طے ہوتا ہو جیسا پہلے آدھی دور کا راستہ طے ہوا تو مستاجر کو یہ اختیار رہیگا ورنہ
اسکے حساب سے واپس لیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ ایک شخص نے اپنا گھر کرایہ دیا پھر چاہا کہ اجارہ توڑ کر اسکو فروخت
کردے کیونکہ اسکا اور اسکے عیال کا نفقہ بالکل نہیں رہا تو اسکو یہ اختیار حاصل ہوگا یہ کبری میں لکھا ہو۔ ایک شخص نے اپنا
گھر یا غلام اجارہ دیا پھر اسپر اسقدر قرضہ فادح چڑھ گیا کہ اسکے ادا کی سوا اسکے کوئی صورت نہیں کہ کرایہ والے مکان
یا غلام کو فروخت کرکے اسکے ثمن سے ادا کرے تو فسخ اجارہ کے واسطے یہ عذر ہوسکتا ہو اور موجر کو چاہیے کہ قاضی
کے سامنے مرافعہ کرے کہ قاضی اسکو فسخ کردے اور خود موجر کو فسخ کردینے کا اختیار نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر
موجر نے اپنا قرضہ ادا کرنے کے واسطے اجارہ کے مکان یا غلام کو خود ہی فروخت کردیا تو صحیح نہیں ہو جبتک کہ قاضی
کے سامنے مرافعہ نہ کرے اور اسی پر فتوے ہو یہ سراجیہ میں ہو۔ پھر جب موجر نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا پس
اگر قاضی سے یہ درخواست کی کہ اجارہ توڑ دے تو قاضی اسکو منظور نہ کریگا اور اگر یہ درخواست کی کہ اُس مکان یا
غلام کو خود فروخت کردے یا موجر وغیرہ کو اُسکے فروخت کرنے کا حکم دے تو قاضی اُس درخواست کو منظور کریگا پھر
جب بائع یعنے موجر نے قرضہ ہونا گواہوں سے ثابت کردیا تو قاضی اس بیع کو نافذ کردیگا اور اُسکے نافذ ہونے کی ضمن میں
اجارہ ٹوٹ جائیگا پس مشتری سے ثمن وصول کرکے قرضخواہ کو ادا کردیگا۔ اور جبتک قاضی نے بیع نافذ ہونے کا حکم
نہیں دیا ہو اسوقت تک کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور وہ موجر کو ملیگا اور اُسکے حق میں حلال ہوگا۔ اسی طرح اگر قاضی کے
پاس جانے سے پہلے موجر نے خود ہی وہ گھر فروخت کردیا پھر قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو بھی جبتک قاضی اس
بیع کو تمام و نافذ کرکے اجارہ توڑ دے اسوقت تک کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور یہ حکم اسوقت ہو کہ موجر پر قرضہ
ہونا قاضی کو معلوم ہو۔ اور اگر ظاہر و معروف نہو فقط موجر کے اقرار سے ثابت ہوا ور مقرلہ نے اسکے اقرار کی تصدیق کی
اور مستاجر نے تکذیب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک زمین فروخت کردیجائیگی اور اجارہ توڑ دیا جاویگا اور صاحبین کے

نزدیک زمین فروخت نہ کیجائیگی اور نہ اجارہ توڑا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور جب قاضی نے اسکو فروخت کیا تو ثمن میں سے
پہلے مستاجر کے درم جو اُسنے کرایہ معجل دیدیا ہے ادا کردیا جائیگا پھر جو کچھ بچ رہا وہ قرضخواہوں کو دیا جائیگا حتیٰ کہ اگر ثمن میں کچھ نہ بچا
تو فسخ ہوگا اور بعد فسخ کے اسکو اختیار ہے کہ گھر کو روک لے یہانتک کہ جو کچھ اُسنے پیشگی دیا ہے وہ اسکو واپس ملے اور فقیہ
نے فرمایا کہ جبتک اسکو کرایہ واپس ملے تبتک اسکو مکان میں سکونت رکھنا حلال ہے کیونکہ موجر نے اسکو مطلقاً رہنے
کی اجازت دی تھی۔ اور اگر روک رکھنے کے زمانہ میں مستاجر کے پاس وہ مکان تلف ہوا تو امانت تلف ہوئی بخلاف
رہن کے کہ اسمیں یہ نہیں ہے۔ اور اگر موجر مرگیا اور اسپر سب لوگوں کا قرضہ ہو تو دوسرے قرضخواہوں کی بہ نسبت مکان پر
مستاجر کا زیادہ استحقاق ہے جیسا کہ رہن کی چیز پر مرتہن کا حق ہوتا ہے۔ اور اگر اجارہ پر زمین ہو کہ اسمیں مستاجر کی کھیتی ہو رہی
ہو تو قرضہ کے عذر کی وجہ سے فسخ اجارہ نہوگا تاوقتیکہ کھیتی پک کر تیار نہو جاوے اور اُسکے پکنے تک موجر جو بسبب
قرضہ کے قید پڑا ہے باہر نکالا جائیگا اور چھوڑ دیا جائیگا۔ اور اگر مشتری کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ مکان اجارہ پر ہے تو اسکو
اختیار ہے کہ چاہے بیع کو فسخ کردے یا صبر کرے یہانتک کہ اجارہ کی مدت گذر جاوے۔ اور اگر موجر نے مکان کو
مستاجر کی بلا اجازت فروخت کیا اور مستاجر نے بیع رد کردی پس آیا بیع ٹوٹ جائیگی تو مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے اور
اصح یہ ہے کہ مستاجر کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور اگر مستاجر کی اجازت سے اسکو فروخت کیا تو اجارہ فسخ ہوگیا اگرچہ
مستاجر نے مکان کو اپنی اجرت معجلہ یعنی پیشگی کے وصول کرنے کے واسطے روک لیا ہو اور اگر سپرد کردینے پر راضی ہوا
پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی بائع کو واپس ملا تو اجارہ عود نہ کریگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر مستاجر کو فسخ اجارہ کی حاجت
پیش آئی اس وجہ سے کہ کمائی سے عاجز ہوگیا یا فقیر ہوگیا یا مریض ہوگیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اجارہ فسخ کرکے کرایہ واپس
کرے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنا غلام اجارہ پر دیا تو یہ فسخ اجارہ کے واسطے کچھ عذر نہیں ہے اور اسپر عقد پورا
کرنے میں کچھ ضرر نہیں ہے مگر ہاں اسی قدر ضرر ہے جو اُسنے عقد اجارہ قرار دینے کے وقت خود ہی قبول کرکے اپنے
اوپر لازم کرلیا تھا یعنی مدت اجارہ گذرنے تک میں اس غلام میں تصرف نہ کریگا یہ نہایہ میں ہے۔ اگر کرایہ کی حویلی
کو مالک نے اس وجہ سے فروخت کرنا چاہا کہ اُسکے بالفعل فروخت کرنے میں کچھ نفع حاصل ہوتا ہے تو اسکو فسخ اجارہ
کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک سال تک کی خدمت کے واسطے ایک غلام بعوض
سو درم اور ایک سیر شراب کے اجارہ لیا اور باہمی قبضہ ہوگیا پھر موجر نے بسبب اجارہ فاسد ہونے کے عقد اجارہ کو
توڑنا چاہا تو اسکو اختیار ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک درزی نے ایک غلام اسواسطے اجارہ لیا کہ میرے ساتھ سیا کرے
پھر جو مفلس یا مریض ہوکر بازار سے اٹھ گیا تو یہ ایسا عذر ہے کہ اسکو اجارہ پورا کرنے سے مانع ہے اور اگر اُسنے سلائی چھوڑکر کوئی دوسرا
کام شروع کیا تو یہ ایسا عذر نہیں ہے کہ اجارہ نہ پورا کرسکے کیونکہ ممکن ہے کہ جو کام اُسنے اختیار کیا ہے اُس دُکان کے ایک گوشہ
میں اس غلام سے سلائی کا کام لیا کرے یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ میرا کپڑا دھوکر کندی کردے
یا سی دے یا قمیص قطع کردے یا میرے واسطے کوئی بیت تیار کردے یا میرے بیج سے میری زمین میں کھیتی بودے
پھر اسکی رائے میں آیا کہ یہ کام نہ کرے تو یہ عذر ہے اسی طرح اگر اسکو کنواں کھودنے کے واسطے اجارہ لیا ہو تو بھی ایسا ہی
ہے اور اگر فصد و پچھنے لگانے کے واسطے اجارہ لیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر ان صورتوں میں اجیر نے کام کرنے سے انکار کیا تو اسپر
جبر کیا جائیگا اور اجارہ فسخ نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی زمین کرایہ پر لی پھر وہ تری یا لونیا ہوگئی تو اجارہ باطل ہوجائیگا یہ فتاوی

قاضی خان میں ہے۔ اور اگر پانی کے جوش سے خراب ناک ہو گئی یعنی پانی رسنے لگا کہ زمین زراعت نہیں ہو سکتی تو یہ عذر ہے
اور نوازل میں لکھا ہے کہ اگر اس زمین سے پانی منقطع ہو گیا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار حاصل ہوا اور اگر زمین میں کھیتی موجود ہو تو
زمین اسکے قبضہ میں اجر المثل کے عوض چھوڑ دیجاویگی یہانتک کہ کھیتی پک جاوے پس اگر اسنے پانی دیا اور سینچی تو پیداوار منجملہ
مین داخل ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر زراعت کرنے کے واسطے کوئی زمین اجارہ لی پھر دوسری زمین میں زراعت کرنی چاہی
تو یہ عذر نہیں ہے اور نوازل میں ہے کہ ایک گانون میں زمین زراعت کے واسطے لی پھر اسکی رائے میں آیا کہ یہاں
چھوڑ کے دوسرے ایک گانون میں زراعت کرے پس اگر ان دونون گانون میں شرعی سفر کی مسافت ہو تو اسکو اختیار
ہے اور اگر اس سے کم مسافت ہو تو یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ سفر سے کم مسافت بمنزلہ احکام میں ایسی ہے جیسے ایک محلہ سے
دوسرے محلہ میں اٹھ جانا یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور اگر مستاجر بیمار ہو کر زراعت کرنے سے عاجز ہوا پس اگر وہ ایسا شخص ہے کہ زراعت
کا کام خود ہی کرتا ہے تو یہ عذر ہے اور اگر ایسا ہے کہ خود نہیں کیا کرتا ہے تو یہ عذر نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر خدمت کیواسطے
کوئی غلام اجارہ لیا اور وہ غلام بیمار ہو گیا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اگر مستاجر اسپر راضی رہا تو موجر کو فسخ کا اختیار نہ
ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اجارہ کا غلام بھاگ گیا تو یہ عذر ہے اور اگر اس صورت میں مستاجر نے
اجارہ فسخ نہ کیا یہانتک کہ غلام پھر لوٹ کر آ گیا تو اجرت میں سے بقدر اسکے بھاگنے کے کم کر دیا جائیگا اور باقی کا حصہ
عقد لازم رہیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر وہ غلام چور نکلا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے مگر موجر یعنی مالک غلام کو فسخ کا اختیار
نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اجارہ کا غلام اس کام میں جسکے واسطے اجارہ لیا گیا ہے نہایت ہوشیار نہو تو مستاجر کو
یہ امر فسخ اجارہ کے واسطے عذر نہیں ہو سکتا ہے اور اگر وہ کام خراب کرتا ہو تو مستاجر کو فسخ کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کچھ
معین چوپایون کا اجارہ اسباب لادنے کے واسطے ٹھہرایا پھر وہ سب مر گئے تو اجارہ فسخ ہو گیا بخلاف اسکے اگر
چوپائے معین نہون اور موجر نے کچھ چوپائے دیے اور وہ مر گئے تو عقد فسخ نہوگا اور موجر پر واجب ہوگا کہ اسکے
سوائے دوسرے چوپائے مستاجر کے واسطے لائے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کوئی معین چوپایہ ٹھہرا ہے اور وہ بیمار ہو گیا
تو عذر ہے اور اگر غیر معین چوپایہ دینے کے واسطے اجارہ کیا اور موجر کا چوپایہ بیمار ہو گیا تو عذر نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے اور اگر مستاجر سوار ہو کر چلا پھر راہ میں مر گیا تو اسپر جسقدر چلا ہے اسکے حساب سے کرایہ واجب ہوگا اور باقی کا ساقط
ہو جاویگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ہشام نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ ایک عورت حج میں قربانی کے روز دسویں تاریخ
بچہ جنی ہنوز اسنے طواف نہیں کیا تھا اور اونٹ والے نے اسکے ساتھ توقف کرنے سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رح
نے فرمایا کہ اجارہ اونٹ کے واسطے یہ امر عذر ہے کیونکہ طواف کو چھوڑ کر عورت وہاں سے نکل نہیں سکتی ہے اور اونٹ والے
کو بھی مدت نفاس ختم ہونے تک اسکے ساتھ پڑے رہنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا ہے اور اگر وہ عورت اس سے پہلے
زچہ ہو چکی ہو اور اب نفاس کے ایام میں سے مثل ایام حیض کے یا اس سے بھی کم رہ گئے ہون تو اونٹ والے پر
جبر کیا جاویگا کہ اسکے ساتھ اتنے دنون تک قیام کرے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک کام سیکھنے کے استاد کو اسواسطے اجارہ پر
مقرر کیا کہ اس سال میں مجھے یہ کام سکھلا دے پھر چھ مہینے گذر گئے اور اسنے کچھ نہیں سکھایا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہوا اور
میں نے اسکی کوئی روایت کتاب میں نہیں دیکھی لیکن شیخ علی اسبیجابی نے ایسا ہی فتوے دیا ہے پس میں نے بھی یہی
فتوے دیا کذا فی الصغرى۔ اگر کوئی چیز خرید کر دوسرے شخص کو اجارہ پر دیدی پھر اسکے عیب سے مطلع ہوا تو اسکو

اختیار ہو کہ بسبب عیب کے واپس کر دے اور اجارہ فسخ کر دے یہ محیط میں ہو۔ اور تتمہ میں لکھا ہو کہ اگر اسنے تئین کسی کام یا
صناعت میں اجارہ پر دیا پھر اسکی رائے میں آیا کہ اس کام کو نہ کرے تو اسکو یہ اختیار ہوگا اور اگر اسکے افعال میں سے
یہ کام نہو بایہ لوگ اسپر یہ کام کرنے سے عیب رکھتے ہوں تو اجارہ فسخ کرسکتا ہو یہ خلاصہ و محیط میں ہو۔ اور اگر کسی عورت نے
اپنے تئین ایسے کام کے اجارہ میں دیدیا جس کام کا اسپر عیب رکھا جاوے تو اسکے وارثوں کو اختیار ہو کہ اسکو اجارہ
سے نکال لیں یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ اگر پن چکی کا پانی کم ہوگیا پس اگر بہت کمی آگئی تو اجارہ فسخ کرسکتا ہو اور اگر
تھوڑی کمی ہو تو نہیں فسخ کرسکتا ہو اور قدوری نے فرمایا کہ اگر پانی میں اسقدر کمی ہوگئی کہ جسقدر پہلے پیستی تھی اسکے آدھے
سے بھی کم پیستی ہو تو یہ بہت کمی میں گنا جائیگا۔ اور واقعات ناطفی میں لکھا ہو کہ اگر پن چکی کا پانی گھٹ گیا اور آہستہ
چلنے لگی کہ بہ نسبت سابق کے آدھا اناج پیستا ہو تو مستاجر کو واپس کر دینے کا اختیار ہو۔ اور اگر اسنے واپس نہ کی بلکہ پیسا
تو نقصان و عیب پر رضامندی ہو پھر اسکے بعد اسکو واپس کرنے کا اختیار نہ رہیگا۔ اور اگر مدت اجارہ کے اندر پن چکی کا
پانی موقوف و منقطع ہوگیا مثلاً کسی قدر اجرت معلومہ پر ایک مہینہ معلوم کے واسطے پن چکی کرایہ لی اور مہینہ کے درمیان
میں پانی منقطع ہوگیا اور مستاجر اس سے کام نہ لے سکا تو اسکو خیار ہوگا ایسا ہی اصل میں مذکور ہو پس اگر اسنے اجارہ فسخ
نہ کیا یہانتک کہ پھر پانی آنے لگا تو باقی مدت کا اجارہ اسکے ذمہ لازم ہوگا کیونکہ جو سبب مانع فسخ کا تھا وہ جاتا رہا مگر مستاجر سے
بحساب اسکے اجرت کم کر دیجائیگی ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہو پھر مشائخ نے امام محمد رح کے اس قول
کی تفسیر میں یعنی قولہ بحساب اسکے اجرت کم کر دیجائیگی۔ اختلاف کیا ہو بعضوں نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ مہینہ میں جسقدر
دنوں پانی منقطع ہوگیا ہو اسکے حساب سے مثلاً دس روز پانی منقطع ہوا تو دس روز کے حساب سے جو کرایہ ٹھہرا ہو اس کا تہائی
کم کیا جاویگا اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ یہی وضع ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر کسی شخص نے ایسا بیت جس میں پن چکی ہو
کرایہ لیا اور اجارہ میں ہر حق کے ساتھ جو اسکو ثابت ہو لینا بیان کر دیا تو حقوق پن چکی داخل ہونگی اور موجر کو اختیار ہوگا
کہ اپنی چکی اٹھوا لے۔ اور اگر بیت کو مع چکی اور دونوں پاٹوں کے اجارہ لیا تو اسکو چکی کے حقوق حاصل ہونگے پھر اگر
اس پن چکی کا پانی منقطع ہوگیا تو واپس نہ کرے یہانتک کہ سال گذر جاوے پس اگر وہ بیت ایسا ہو کہ بدون چکی
کے نفع کے اس بیت سے بھی نفع ہوسکتا ہو تو اجرت دونوں پر تقسیم کر کے چکی کا حصہ اسکے ذمہ سے ساقط کیا جاویگا اور بیت کا
حصہ اجرت اسکے ذمہ لازم کیا جاویگا اور اگر بیت سے کوئی فائدہ سوائے اس چکی کے فائدہ کے نہو تو مستاجر کے ذمہ
کچھ اجرت واجب نہوگی اگرچہ اسنے بیت کو واپس نہیں کیا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمد
سے روایت کی ہو کہ اگر ایک شخص نے پن چکی مع اسکے آلات و بیت کے اجارہ لی اور اسوقت پانی برابر جاری تھا پھر
وہاں پانی آنا منقطع ہوگیا تو یہ عذر ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو کہ جسوقت اسنے پن چکی اجارہ لی ہو اسوقت پانی
منقطع ہوا اور مستاجر نے کہا کہ میں اپنی نہر کا پانی اسطرف پھیر لاؤنگا اور یہ امر بدون کھودنے اور بدون خرچ کے ممکن ہو تو مستاجر
کے ذمہ اجرت واجب ہوگی خواہ وہ نہر کا پانی یہاں پھیر لایا ہو یا نہ لایا ہو اور اگر پانی پھیر لانے کے واسطے اسنے سعی کی اور اپنی
نہر میں سے ایک نہر کھود کر چکی کی نہر میں لایا اور دہان گذرا اور کہا کہ میری رائے میں آیا کہ میں اسکو کھود دوں تو اسکو اجارہ چھوڑ
دینے کا اختیار ہو اور اگر اسنے اجارہ نہ چھوڑا پس اگر کھود کر پانی جاری کر دیا پھر اسکی رائے میں آیا کہ یہ پانی اپنے کھیت کی
طرف جاری کرے اور اجارہ چھوڑ دے تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور اجرت لازم آویگی اور اگر اسوجہ سے کوئی ایسا ضرر عظیم پیدا ہوا

کہ جس سے اسکی کھیتی جاتی رہنے کا خوف ہو اور اُسکے مال کو سخت نقصان پہونچتا نظر آتا ہو اگر پانی نہ پہونچے تو یہ عذر قرار دیا جائیگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ اجارہ ترک کر دے یہ محیط میں ہو ایک شخص سے زمین اجارہ پر لی پھر اُسکا پانی لوٹ گیا پس اگر وہ زمین نہر کے پانی یا بارش کے پانی سے سینچی جاتی تھی اور اُس سال بارش نہوئی تو اسکو کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی اور اگر کوئی زمین اجارہ لی اور زراعت کرنے سے پہلے وہ سب پانی میں غرق ہوئی اور مدت گذر گئی تو اسکو کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی جیسا کہ غاصب کے غصب کر لینے میں حکم ہی اگر اسنے زراعت کی پھر کھیتی کو کوئی آفت پہونچی کہ جس سے کھیتی تلف ہو گئی یا بعد زراعت کرنے کے زمین غرق ہو گئی اور کچھ پیداوار نہوئی تو امام محمد رح سے ایک روایت میں آیا ہی کہ اُسپر پوری اجرت واجب ہوگی اور دوسری روایت میں امام محمد سے مروی ہی کہ واجب نہوگی۔ اگر کوئی زمین اجارہ لی اور اسمین کھیتی بوئی پھر اُسکا پانی کم ہو گیا یا لوٹ گیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ موجر کو قاضی کے پاس لیجا کر نالش کرے کہ یہ حکم حاصل کرے کہ کھیتی کے پکنے تک اجر المثل پر زمین مستاجر کے پاس چھوڑ دے پھر اُسکے بعد اگر اسنے زمین کو پانی دیا تو اجارہ نہیں توڑ سکتا ہو اور فتوے کے واسطے مختار یہ ہی کہ اگر کھیتی تلف ہو گئی تو اسکے تلف ہونے کے بعد باقی مدت کی کچھ اجرت اسپر واجب نہوگی لیکن اگر وہ قابو پاوے کہ زمین میں پہلے کے مثل یا کم ضرر دینے والے بیج بو دے تو یہ حکم نہیں ہی۔ اور اگر کھیتی میں کوئی خلل یا نقصان آیا تو اُسپر پورا پورا واجب ہوگا اگرچہ کھیتی نہ ہو بشرطیکہ اسنے ایسے واقعہ کے وقت قاضی کے پاس مرافعہ کیا ہو یہ فتاوی قاضی خان اور محیط میں ہی۔ اور اگر پانی لوٹ گیا پس اگر بدون پانی کے کھیتی ہو سکتی ہی تو اجارہ فسخ کرنے کے واسطے یہ عذر کافی نہوگا اور اگر نہیں ہو سکتی ہی تو عذر ہی اور اگر اسنے اجارہ فسخ نہ کیا یہانتک کہ مدت گذر گئی تو کچھ اجرت واجب نہوگی اور اگر فسخ نہ کرنے کی صورت میں اپنی زمین کو پانی دیا تو فسخ کرنے کا حق باطل ہو گیا اور اگر اسقدر پانی میسر آیا کہ زمین کے فقط تھوڑے ٹکڑے کو کافی ہو تو اسکو اختیار باقی رہیگا اور اگر اسنے اجارہ نہ توڑا تو جسقدر زمین سیراب ہو گئی ہی اُسی کا حصہ اجرت واجب ہوگا یہ غیاثیہ میں ہی۔ اور اگر اجارہ کی زمین میں سے موجر نے کوئی درخت کاٹ لیا تو مستاجر کو فسخ کرنیکا اختیار حاصل ہوگا بشرطیکہ درخت بھی اجارہ میں مقصود ہو یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور فتاوی آہو میں ہی کہ قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر نے موجر کو اجارہ والی زمین کے درخت بیچنے کی اجازت دیدی تو قاضی نے فرمایا کہ اجارہ فسخ ہوگا اور بھی قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر سے کہا گیا کہ تو اجارہ کی زمین دس دینار کو خریدتا ہی اُسنے کہا کہ میں نو دینار کو خریدتا ہوں پس بائع نے کہا کہ میں اسکو دس دینار کو بیچتا ہوں تو قاضی نے فرمایا کہ اس سے اجارہ فسخ ہوگا اور بھی دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دس درم کرایہ پر ایک گھر اجارہ لیا اور اسمین کچھ مدت تک رہا پھر لشکر خوارزم کے خوف سے بھاگ گیا حالانکہ مالک نے اس سے سب کرایہ پیشگی وصول کر لیا تھا پھر مالک نے وہ مکان دوسرے شخص کو کرایہ پر دیدیا پھر پہلا کرایہ دار آیا پس آیا اسکو یہ اختیار ہی کہ دوسرے کرایہ دار کو نکال کر جتنے دنوں وہ رہا ہی اتنے دنوں کا کرایہ لیلے تو فرمایا کہ ہاں یہ اختیار ہی بشرطیکہ اُسنے مکان کو بطور فسخ اجارہ کے نہ چھوڑا ہو اور کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدینے کی اجازت بھی دی ہو اور اگر اسنے اجازت نہ دی ہو تو مکان کا مالک غاصب قرار دیا جاویگا اور سب کرایہ اُسی کو ملیگا پہلے کرایہ دار کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام ایک درم ماہواری پر اجارہ لیا پھر غلام بیمار ہو گیا اور جیسا کام کیا کرتا تھا ویسا نہ کر سکا لیکن جیسا صحت میں کرتا تھا اُس سے کم کر سکتا ہو تو مستاجر کو اختیار ہی کہ اجارہ توڑ دے اور اگر نہ توڑا یہانتک کہ مہینہ گذر گیا تو اجرت دینی پڑیگی اور اگر ایسا بیمار ہوا کہ کچھ کام نہیں کر سکتا ہی تو مستاجر پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہی۔ زید نے ایک شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے فلان مقام پر کنوان کھود دے اور وہ مقام

اسکو دکھلا دیا اور کنوئین کے گھیر کا اندازہ بھی دکھلا دیا اور یہ شرط لگائی کہ دس گز فی گز دو درم کے حساب سے کھود دے پھر مزدور
چند گز کھود دئے پایا تھا کہ مرگیا تو جسقدر اُسنے کھودا ہے اور جسقدر باقی ہے دونوں کی قیمت لگائی جائیگی پھر اجرت یعنی دونوں قیمتوں پر
تقسیم کرکے جسقدر کھودائی ہوئی کی قیمت کے پڑتے میں پڑے وہ مزدور کو ملیگی کیونکہ ہر گز اسکے اسفل و اعلی میں شائع ہوا اور
اسکے معنی یہ ہیں کہ اعلی سے ہر گز کی قیمت اور اسفل سے ہر گز کی قیمت دیکھی جائیگی کیونکہ اوپر کے گزوں میں کھدائی سستی
ہوتی ہے اور نیچے کے گزوں میں کھدائی گران ہوتی ہے اسواسطے دونوں قیمتوں کا جمع کرنا ضرور ہے تاکہ اعتدال متحقق ہو پھر
بسبب اعلی و اسفل کی قیمت ظاہر ہوگئی پس اسکا ہر گز دونوں گزوں میں سے رکھا جائیگا اور دونوں قیمتوں کے حساب سے
اسکا حصہ اجرت لیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ عیون میں ہے کہ اگر کوئی زمین اجارہ لی اور اسمین کھیتی بوئی اور اسکے سینچنے
کے واسطے پانی نہ پایا اور کھیتی خشک ہوگئی تو فرمایا کہ اگر اسنے بدون پانی کے زمین اجارہ لی ہے اور جب نہر سے پانی
لیکر سینچنے کی امید تھی اسکا پانی منقطع نہیں ہوا ہے تو مستاجر کو پوری اجرت دینی پڑیگی اور اگر اسکا پانی منقطع ہوگیا ہے تو مستاجر کو
خیار حاصل ہوگا اور اگر اُسنے زمین کو سینچنے کے پانی کے ساتھ اجارہ لیا ہے پھر پانی ٹوٹ گیا تو پانی ٹوٹنے کی وجہ
سے جس دن سے کھیتی میں فساد آیا اُس دن سے اجرت ساقط ہو جائیگی کذا فی الکبری وہکذا فی المحیط میں زراعت
کے واسطے کوئی زمین اجارہ لی پھر بڑی نہر خراب ہو گئی اور مستاجر سینچنے سے عاجز ہوا تو اسکو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہے اور
اگر اسنے فسخ نہ کیا یہانتک کہ مدت گذر گئی تو مستاجر کو اجرت دینی پڑیگی بشرطیکہ ایسی صورت ہو کہ کسی حیلہ سے مستاجر
اسمین کھیتی کر سکے اور اگر کسی وجہ سے اسمین کچھ زراعت نہیں کر سکتا ہے تو اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی اسی طرح اگر پانی
منقطع نہوا بلکہ وہ اسقدر رہا کہ وہ زراعت سے عاجز ہوگیا تو بھی اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
(یعنی اسمین سیلاب آگیا)
اگر پہاڑی زمین اجارہ پر لی اور اسمین تخم ڈال دیے پھر اس سال پانی نہ برسا اور کھیتی نہ جمی یہانتک کہ پورا سال
گذر گیا پھر پانی برسا اور کھیتی اُگی تو ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ تمام کھیتی مستاجر کی ہوگی اور اُسپر زمین کا
کرایہ یا نقصان دینا کچھ واجب نہوگا اور ہمارے استاد نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ کھیتی اُگنے سے پہلے کا کرایہ اسپر
واجب نہوگا ولیکن کھیتی اُگنے کے بعد واجب ہوگا کہ اجر المثل پر اپنی کھیتی باقی رہنے کی درخواست کرے یہ کبری
میں ہے۔ اور تتمہ میں ہے کہ اگر اسسال پانی نہ برسا اور کھیتی نہ اُگی پھر اجارہ کا سال گذرنے کے بعد کھیتی اُگی تو وہ کاشتکار کی ہے
اور زیادتی کو صدقہ کردے اور اگر زمین کے مالک نے کہا کہ میں کھیتی اُکھاڑے ڈالتا ہوں تو اُسکو اختیار ہے یہ خلاصہ میں ہے۔
اور فتاوی ابواللیث رح میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دو پن چکیاں ایسی جگہ اجارہ لیں کہ جہاں یہ عادت جاری ہے کہ نہر کا
کھدوانا موجر کے ذمہ ہوتا ہے اور ان دونوں کی نہر کے صاف کرانے کی ضرورت ہوئی اور ایسی ہوگئی تھی کہ صرف ایک
پن چکی کا کام نکال سکتی تھی پس اگر وہ نہر اس لائق باقی ہے کہ اگر اسکا پانی دونوں پن چکیوں کی طرف پھیر دیا جاوے تو
دونوں سے ناقص کام نکل سکتا ہے تو مستاجر کو اجارہ توڑنے کا اختیار حاصل ہوگا کیونکہ اجارہ سے جو کچھ اُنکا مقصود تھا
اسمین خلل واقع ہوا ہے اور اگر اُسنے فسخ نہ کیا تو اُسپر دونوں کا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ دونوں سے انتفاع حاصل
کر سکتا ہے۔ اور اگر پانی صرف اسقدر رہگیا ہے کہ دونوں کی طرف پھیرنے سے دونوں پن چکیاں کام نہیں دے سکتی ہیں پس اگر
اُسنے اجارہ فسخ نہ کیا تو اُسپر ایک پن چکی کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر دونوں کے کرایہ میں فرق ہو تو اُسپر دونوں میں زیادہ کرایہ واجب
ہوگا لیکن بشرطیکہ تمام پانی زیادہ کرایہ والی پن چکی کو کافی ہوتا ہو۔ اور اگر اجارہ ایسے مقام پر واقع ہو کہ جہاں نہر کا صاف

کرانا مستاجر کے ذمہ ہی تو ہر حال مین مستاجر کو پورا کرایہ دینا پڑیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کوئی خیمہ اجارہ لیا اور اسکی میخین ٹوٹ گئین
تو اجرت ساقط نہوگی بلکہ واجب ہوگی اور اس باعث سے فسخ اجارہ کا اختیار نہوگا اور اگر طنابین ٹوٹ گئین تو اسپر کچھ
اجرت واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک جولاہہ کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ مجھے یہ سوت بن دے اور یہ سوت
ایسا ہی کہ ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہی اور جولاہہ سے بدون مدت طویل کے بنا ہو نہین سکتا ہی تو جولاہہ کو اجارہ فسخ کر دینے کا
اختیار رہیگا بشرطیکہ ٹوٹ جانا کثرت سے واقع ہوتا یہ قنیہ مین ہی۔ اگر مستاجر نے کرایہ کے گھر مین برے کام اور بد فعل کرنا
شروع کیے جیسے شراب خواری و سود خواری یا زنا و لواطت وغیرہ تو اسکو نصیحت کے طور پر فہمائش کیجائیگی مگر مکان والے
یا پڑوسیون کو یہ اختیار نہوگا کہ اسکو مکان سے نکال دین۔ اسی طرح اگر اسنے گھر کو چورون کی بیٹھک قرار دی کہ وہان
پناہ لین تو بھی یہی حکم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک دکان کرایہ لی اور اس دکان
کی پشت ایک مسجد کی طرف ہی پھر چھ مہینے گذر گئے اور اس مدت مین مسجد کی طرف سے دکان مین تین مرتبہ چوری ہوئی
پس آیا مستاجر کو فسخ عقد کا اختیار ہی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص کو ایک روز
جنگل مین کام کرنے کے واسطے مزدور مقرر کیا مثلاً گارا بنانے وغیرہ کے واسطے اجیر کیا پھر جب مزدور جنگل کیطرف
نکلا تو پانی برسنے لگا تو اسکو اجرت نہ ملیگی ایسا ہی امام ظہیر الدین مرغینانی فتوے دیا کرتے تھے یہ تاتارخانیہ مین
ہی۔ شمس الائمہ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کچھ مدت معلوم کے واسطے ایک گاؤن مین ایک حمام
اجارہ لیا پھر وہان کے لوگ بھاگ کر جلاوطن ہوگئے اور اجارہ کی مدت گذر گئی پس آیا اجرت واجب ہوگی فرمایا کہ اگر
حمام سے اسکو کوئی آرام حاصل کرنا ممکن نہوا تو اجرت واجب نہوگی اور شیخ علی سغدی نے مطلقاً نہ واجب ہونے کا
حکم کیا اور اگر کچھ لوگ بھاگ گئے اور کچھ رہگئے تو دونون شیخون رحمہ نے یہی جواب دیا کہ اجرت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی
اگر کسی شخص کی عورت نے اسکے ساتھ کرایہ کے مکان مین رہنے سے انکار کیا تو یہ عذر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ عقد اجارہ
جس شخص کے واسطے واقع ہوا ہی اگر وہ مرجاوے تو عقد فسخ ہو جائیگا اور جس شخص کے واسطے اجارہ واقع نہین ہوا ہی اسکے
مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہوگا اگرچہ اسنے عقد قرار دیا ہو اور مراد یہ ہی کہ اگر وکیل یا باپ یا وصی نے موکل یا طفل یا صغیر کے
واسطے عقد قرار دیا تو انکے مرنے سے عقد فسخ نہوگا اسی طرح اگر متولی وقف نے اجارہ کیا پھر مرگیا تو بھی یہی حکم ہی
یہ ذخیرہ مین ہی۔ قاضی نے اگر مثلاً یتیم کا مال اجارہ پر دیا پھر مرگیا تو اجارہ فسخ نہوگا یہ خلاصہ مین ہی مستاجر نے اگر اجارہ
فسخ ہونے کی یہ تاویل کرکے سکوت اختیار کی کہ جب تک کرایہ جو مین نے پیشگی دیدیا ہی وصول نہ کرلون تب تک
روکنے کا اختیار ہی تو قول مختار کے موافق اگر وہ گھر کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو تو اسپر کرایہ واجب ہوگا۔ اور
موافق قول مختار کے وقف مین بھی ایسا ہی ہی۔ موجر کے مرنے کے بعد مستاجر مکان مین رہتا رہا تو فتوے کے
واسطے وہی حکم مختار ہی جو کتاب مین مذکور ہی یعنی کرایہ واجب نہوگا بشرطیکہ کرایہ طلب کیے جانے سے پہلے سکونت
اختیار کی ہو۔ اور اگر کرایہ طلب کیے جانے کے بعد بھی رہتا رہا تو کرایہ واجب ہوگا اور اس صورت مین خواہ مکان
کرایہ پر چلانے کے لیے ہو یا نہو کچھ فرق نہین ہی صرف فرق اس بات مین ہی کہ کرایہ طلب کرنے کے بعد رہا یا پہلے
اور محیط مین لکھا ہی کہ جو کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو اسمین صحیح یہ ہی کہ ہر حال مین کرایہ واجب ہوگا یہ وجیز کردری
مین ہی۔ اگر عقد اجارہ مین درمیانی فضولی مرگیا پس اگر مالک کی اجازت دینے سے پہلے مرا ہو تو اجارہ باطل ہو جائیگا

اور اگر اسکے بعد مرا ہو تو باطل نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ فضولی کا عقد اجارہ صحیح ہونے کے واسطے چار چیزون کا قیام شرط ہی ایک عقد دوسری دونون عاقد تیسری مالک چوتھی معقود علیہ۔ اور اگر ثمن از قسم عروض ہو تو اُسکا قائم ہونا بھی شرط ہی پس ایسی صورت مین پانچ چیزون کا قیام شرط ہو گیا یہ فتاوی صغری مین ہی۔ موجر یا مستاجر کے مجنون ہو جانے کی وجہ سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر موجر یا مستاجر نعوذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملا اور یہان اسکے دار الحرب مین جا ملنے کا حکم ہو گیا تو اجارہ باطل ہو جائیگا اور اگر مدت اجارہ کے اندر وہ شخص مسلمان ہو کر پھر دار الاسلام مین لوٹ آیا تو اجارہ عود کریگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر دو شخصون نے ایک شخص کو اپنا مکان کرایہ دیا پھر ایک موجر مر گیا تو ہمارے نزدیک اسی کے حصہ کا اجارہ باطل ہوگا اور باقی زندہ کا باقی رہیگا اسی طرح اگر دو شخصون نے ایک شخص سے ایک مکان کرایہ لیا پھر ایک مستاجر مر گیا پس اگر وارث لقاے اجارہ پر راضی ہوا اور عاقد بھی راضی ہوا تو جائز ہی یہ بدائع مین ہی۔ دو شخصون نے ایک شخص سے زمین کرایہ پر لی پھر ایک مستاجر مر گیا تو زندہ مستاجر کے حصہ کا اجارہ باطل نہوگا بحالہ باقی رہیگا اور بلا عذر فسخ نہوگا اور بحساب آدھی زمین کے جو کچھ غلہ حاصل ہو وہ مستاجر کا ہوگا اور نصف حصہ اجرت کا اسکو دینا پڑیگا۔ اور باقی آدھی زمین کا غلہ دوسرے مستاجر کے وارثون کو ملیگا اور ترکہ مین سے اُنکو حصہ اجرت ادا کرنا پڑیگا۔ اور اگر زمین مین کھیتی لگی ہوئی ہو تو ایک مستاجر کے مرنے سے اجارہ فسخ نہوگا یہان تک کہ غلہ وارثون کے ہاتھ آجاوے اور اتنے دنون تک وہ زمین وارثان مستاجر کے پاس اُسی کرایہ پر چھوڑی جائیگی جو مستاجر میت سے قرار پایا ہی اجر المثل لیا جائیگا ایسا ہی کتاب مین مذکور ہی اور یہی صحیح ہی بخلاف اسکے اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور زمین مین کھیتی لگی ہوئی ہو تو مستاجر کے پاس بعوض اجر المثل کے چھوڑی جائیگی یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اگر مستاجر نے اجارہ کا مال بسبب میراث یا ہبہ وغیرہ کے پایا اور اسکا مالک ہوا تو اجارہ باطل ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ اجارہ کی چیز فروخت کر دے اسنے قبول کیا تو جب تک فروخت نہ کر دے تب تک اجارہ فسخ نہوگا کذا فی القنیہ اور بعض مشائخ سے منقول ہی کہ موجر نے اگر مستاجر سے کہا کہ اجارہ کی چیز فلان شخص کے ہاتھ فروخت کرے اسنے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی تو بیع جائز ہی اور اگر بجاے اسکے رہن کی چیز ہوا اور راہن نے مرتہن سے کہا کہ اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دے اور مرتہن نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی تو بیع جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اجارہ طویلہ کے اندر اگر مستاجر نے اجارہ کا مال طلب کیا اور موجر نے کہا کہ ہان اچھا یا فارسی مین کہا کہ ہلا یا ہلا بدہم یعنی ہان یا ہان دونگا مین یا کہا کہ زمان دہ تو ایسی صورت مین اجارہ فسخ ہو جائیگا اگرچہ اسنے ادا نہ کیا ہو قال رحمہ اللہ اور ایسا ہی شیخ الاسلام ظہیر الدین مرغینانی رحمہ نے فتوے دیا ہی۔ اور اگر موجر نے کہا روا باشد تو فسخ نہوگا اور اگر کہا روا باشد بدہم یعنی روا ہی دیدونگا تو فسخ ہو جائیگا اور اگر موجر نے جواب دیا کہ میرے پاس مال نہین ہی اگر مل جائیگا تو دیدونگا تو اس سے اجارہ فسخ نہوگا۔ اور اگر اجارہ طویلہ مین بلا طلب تھوڑا مال اجارہ دیدیا تو جب تک کل مال نہ ادا کر دے تب تک اجارہ فسخ نہوگا اسی کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہی اور بعضے مشائخ نے اکثر کا اعتبار کیا ہی کہ اگر اکثر مال دیدیا کچھ رہگیا تو اجارہ فسخ ہوگا۔ اور قاضی امام استاد رحمہ نے فرمایا کہ اگر کچھ مال بطور فسخ کے دیدیا ایسے طور سے دیا کہ اجارہ کے فسخ پر دلالت کرتا ہو تو سب کا اجارہ فسخ ہو جائیگا خواہ یہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو اور محیط مین لکھا ہی کہ اگر ایسے طور سے دیا کہ جو فسخ پر دلالت نہین کرتا ہو تو جب تک کل مال ادا نہ کرے اجارہ فسخ نہوگا اور یہ بعض مشائخ کا

قول ہو اور اسی پر امام ظہیر الدین نے فتوی دیا ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ فتاوی بخاریہ مین ہو کہ ایک موجر سے اسکے مستاجر نے
کہا کہ یہ کرایہ والا مکان میرے ہاتھ فروخت کر دے اسنے کہا کہ ہان اچھا تو اجارہ فسخ ہو جائیگا۔ اسی طرح اگر موجر نے کہا
کہ مین اس گھر کو فروخت کرتا ہون اور مستاجر نے کہا کہ ہان اچھا تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر مستاجر نے موجر سے کہا کہ یہ گھر میرے
ہاتھ فروخت کرتا ہو اُسنے کہا بیچتا ہون تو شیخ برہان الدین و قاضیخان نے فرمایا کہ اجارہ فسخ ہوگا اور قاضی بدیع الدین نے
فرمایا کہ فسخ ہو جائیگا۔ اور اگر مستاجر سے کہا کہ اس گھر کو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دون اسنے کہا کہ فروخت کر دے
تو اجارہ فسخ ہو جائیگا۔ یہ قنیہ مین ہو۔ اور اگر موجر نے کہا کہ مال اجارہ لقد کن یعنی کرایہ کے روپیہ پر ٹھکے لے مستاجر نے کہا
اچھا تو فرمایا اجارہ فسخ ہو جائیگا اور اگر موجر نے کہا کہ اپنا کرایہ کا روپیہ لے لے کہ میرے پاس خرچ ہوا جاتا ہو اور مستاجر
نے جواب دیا کہ تو جان تو شیخ برہان الدین نے فرمایا کہ اجارہ فسخ نہوگا اور قاضی بدیع الدین رح نے کہا کہ اگر اسنے فسخ
کی نیت کی تو فسخ ہوگا ورنہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ اپنے کرایہ کا روپیہ لے لے
اور مستاجر نے کہا کہ اچھا تو اجارہ فسخ ہو جائیگا اور اگر مستاجر کے طلب کرنے کے بعد موجر نے ایسا کہا تو بھی یہی حکم ہو اور قاضی
جمال الدین نے اسی طرح فتوی دیا ہو اور قاضی خان نے یہ فتوی دیا کہ فسخ نہوگا بخلاف اسکے اگر مستاجر کے طلب
کرنے کے بعد موجر نے ایسا کہا تو فسخ ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ موجر کے ایلچی نے مستاجر سے کہا کہ تیرے موجر نے کہا ہو کہ
اپنے اجارہ کا روپیہ لے لے مستاجر نے کہا کہ ہان اچھا تو اجارہ فسخ ہو جائیگا یہ قنیہ مین ہو۔ اگر موجر ایک شخص ہو اور مستاجر
دو آدمی ہون اور موجر نے دونون مین سے ایک کا حصہ کرایہ دیدیا تو اسی کا حصہ اجارہ فسخ ہو گیا اور اگر دو موجر ہون اور
ایک مستاجر ہو اور مستاجر نے ایک کا اجارہ فسخ کیا تو اسی کا حصہ اجارہ فسخ ہوگا دوسرے کا فسخ نہوگا۔ اسی طرح اگر ایک
شخص مر گیا تو بھی یہی حکم ہوگا۔ اور محیط مین ہو کہ اگر اسنے ایک کی طرف کنجی پھینک دی اُسنے قبول کر لی تو اسی کے حصہ کا اجارہ
فسخ ہوا۔ اور اگر مستاجر نے موجر کے پاس کوئی آدمی بھیجا اُسنے کہلا بھیجا کہ سیم نقد شدہ است یا تا ہو گیری یعنی روپیہ نقد
جمع ہو گیا ہو آکر لے لے پھر جب مستاجر آیا تو موجر نے کہا کہ مین نے درم خرچ کر ڈالے تو اجارہ فسخ نہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔
اگر مستاجر نے موجر سے فسخ کے وقت کہا کہ مین نے جو محدود چیز تجھسے اجارہ لی تھی اسکا اجارہ فسخ کر دیا تو فسخ صحیح ہو اگرچہ
اسنے حدود بیان نہ کیے اور نہ اس اجارہ کی چیز کو موجر کی طرف نسبت کر کے بیان کیا ہو۔ اسی طرح اگر موجر نے مستاجر
سے کہا کہ مین نے جو محدود چیز تجھے اجارہ دی تھی اسکا اجارہ فسخ کر دیا تو بھی صحیح ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر کسی شخص نے
اپنا مکان اجارہ پر دیدیا پھر اجارہ کی مدت گذرنے سے پہلے اسکو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بائع اور مشتری
کے درمیان بیع جائز منعقد ہوگی حتی کہ اگر اجارہ کی مدت گذر گئی تو بیع مشتری کے ذمہ لازم ہو جائیگی اور اسکو اختیار نہ
ہوگا کہ لینے سے انکار کرے ولیکن اگر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے مشتری نے بائع سے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا اور بائع
سے سپرد کرنا ممکن نہوا اور قاضی نے دونون مین بیع فسخ کر دی تو مدت اجارہ گذرنے پر پھر عود نہ کریگی کہ جائز ہو جاے
یہ شرح طحاوی مین ہو۔ اور اگر موجر نے مستاجر کی بلا اجازت اجارہ کی چیز فروخت کر دی تو بائع اور مشتری کے حق مین بیع
نافذ ہو جاویگی مگر مستاجر کے حق مین نافذ نہوگی اور اگر مستاجر کا حق کسی وجہ سے ساقط ہو گیا تو یہ بیع کام دیگی اسکی از سر نو
تجدید کرنے کی ضرورت نہین ہو اور یہی قول صحیح ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اس صورت مین اگر مستاجر نے بیع کی اجازت دیدی
تو سب کے حق مین بیع نافذ ہو جاویگی ولیکن جب تک مستاجر کو اسکا مال اجارہ نہ پہونچ جاوے تب تک اجارہ کی چیز

اسکے قبضہ سے جدا نہ کیجاویگی اگرچہ وہ بیع پر راضی ہوگیا ہو پس اسکی رضامندی فسخ اجارہ کے حق مین معتبر ہو اسکے ہاتھ سے چھین لینے کے حق مین معتبر نہین ہو اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز کسی شخص کے ہاتھ بدون مستاجر کی رضامندی کے فروخت کرکے سپرد کردی پھر مستاجر سے رضامندی حاصل کی تو مستاجر کو اسکے روکنے کا حق نہ رہا۔ اور اگر موجر نے اجارہ کی زمین مستاجر کی رضامندی سے فروخت کردی یہان تک کہ اجارہ فسخ ہوگیا یا دونون نے باہم اجارہ فسخ کرلیا یا اجارہ کی مدت گذر گئی اور کھیتی از قسم بقولات موجود ہو مگر ایسی ہوگئی ہو کہ بلا خلاف اسکی بیع جائز ہو یا ایسی کھیتی ہو کہ اسکی بیع مین مشائخ کا اختلاف ہو تو وہ مستاجر کی ہوگی اور اگر مستاجر نے موجر کو تمام حقوق متون اور دعوون سے بری کردیا پھر کھیتی سخت ہوئی اور موجر نے اسکا غلہ اٹھوا لیا پھر مستاجر نے آکر غلہ کا دعوی کیا کہ میرا ہو اور موجر پر نالش کی پس آیا دعوی صحیح ہو اور نالش کی سماعت ہوگی یا نہین تو بعض نے فرمایا کہ سماعت ہوگی کیونکہ یہ غلہ بری کرنے کے بعد حاصل ہوا ہو۔ اور اگر ایسا ہوا کہ موجر نے غلہ اٹھوا لیا پھر مستاجر نے اسکو تمام دعوون اور خصومات سے بری کردیا۔ پھر دعوی کیا کہ یہ غلہ میرا ہو تو اسکے دعوی کی سماعت نہوگی یہ محیط مین ہو۔ اور اگر موجر نے مستاجر کی اجازت سے اجارہ کی چیز فروخت کردی یہانتک کہ اجارہ فسخ ہوگیا پھر وہ چیز مشتری نے موجر کو کسی عیب کی وجہ سے واپس کردی پس اگر واپسی بطریق فسخ بیع کے ہو تو اجارہ عود کریگا اور کچھ اشکال نہین لازم آتا ہو اور اگر بطریق فسخ کے واپس کردی پس آیا اجارہ عود کریگا یا نہین اور ایسا واقعہ پیش آیا تھا اور اسپر فتوی طلب کیا گیا تو قاضی امام زرنجری نے اور میرے جد شیخ الاسلام عبد الرشید بن الحسین نے یہ فتوی دیا کہ اجارہ پھر عود کریگا یہ خلاصہ مین ہو۔ ایک شخص نے ایک مکان رہن لیا اور اسکی دہلیز ایک سال کے واسطے اجارہ کرلی پھر قرضدار نے سال گذرنے سے پہلے قرضہ ادا کردیا تو دہلیز کا اجارہ فسخ ہوجائیگا خواہ اسنے برضامندی ادا کیا ہو یا بکراہت ادا کیا ہو یہ قنیہ مین ہو۔ اور طویل[له] اجارہ نامہ مین یون تحریر کیا کہ دونون مین سے ہر ایک کو مدت خیار کے اندر دوسرے کے سامنے یا پیٹھ پیچھے فسخ کا اختیار ہو تو امام ابو علی نسفی وغیرہ نے فرمایا کہ عقد فاسد ہو کیونکہ شرط خلاف شرع ہو اور امام فضلی رحمہ نے ذکر کیا کہ عقد فاسد نہوگا کیونکہ خیار کی مدت عقد مین داخل نہین ہو پس ہر ایک کو فسخ کا اختیار اس حکم سے حاصل ہوا نہ بحکم خیار حاصل ہوا ہو اور ہمنے امام محمد رحمہ سے ایک روایت پائی جسمین مروی ہو کہ عقد فاسد نہ ہوگا یہ جیز کردری مین ہو۔ فتاوی آہو مین لکھا ہو کہ قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ اجارہ فسخ کردیا اور مال اجارہ جو پیشگی ادا کیا ہو اسمین سے کچھ وصول کیا اور باقی کی میعاد مقرر کردی تو فرمایا کہ جائز ہو اور قاضی جمال الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اجارہ کی چیز کو فروخت کردیا پھر جب مستاجر کو خبر پہونچی تو وہ مشتری کے پاس آیا اور کہا کہ مین نے سنا ہو کہ تونے یہ چیز جو میرے پاس اجارہ مین تو خریدی ہو مجھے اتنی مہلت دیجیے کہ مین اپنا کرایہ پیشگی دیا ہوا وصول کرلون تو قاضی جمال الدین نے فتوی دیا کہ اس سے اجارہ فسخ ہوگیا اور بیع نافذ ہوگئی یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک شخص نے ایسی زمین مثلاً جو اسپر وقف کردی گئی تھی زید کو دس برس کے واسطے اجارہ پر دی پھر پانچ برس بعد مر گیا اور وہ وقف دوسرے مصرف کی طرف منتقل ہوا تو اجارہ ٹوٹ گیا اور مستقبل مال اجارہ پیشگی دیا ہوا مستاجر کا رہ گیا وہ سب میت کے ترکہ مین سے وصول کرلے یہ قنیہ مین ہو۔ غلام ماذون نے اگر اپنی کمائی ہوئی کوئی چیز اجارہ پر دیدی پھر مولی نے اسکو مجحور کردیا تو اجارہ باطل ہوگیا اور اگر مکاتب نے اپنے تئین کسی کو اجارہ پر دیا پھر مال کتابت ادا کرنے سے عاجز قرار دیا گیا تو اجارہ باطل نہوگا۔ اسی طرح اگر غلام ماذون نے اپنے تئین

له طویل اجارہ جس کو اجارہ مجارہ بھی کہتے ہین اور اسکی صورت [illegible]

کسی کو اجارہ پر دیا پھر ولی نے اسکو مجبور کر دیا یعنی تجارت و تصرفات سے منع کر دیا تو امام محمد رح کے نزدیک اجارہ باطل ہوگا

یہ ظہیریہ مین ہے

بیسوان باب کپڑے اور متاع و زیور و خیمہ وغیرہ ایسی چیزون کے اجارہ کے بیان مین - اگر کسی عورت نے درع چند روز معلومہ تک کسی قدر اجرت معلومہ پر پہننے کے واسطے کرایہ پر لی تو جائز ہے اور عورت کو اختیار ہوگا کہ تمام دن اور اول و آخر رات مین اسکو پہنے اسکے سوا نہین پہنے بشرطیکہ وہ کپڑا احتیاط سے پہنے اور تجمل کے واسطے ہو اور اگر وہ کپڑا احتیاط سے پہنے اور تجمل کا نہو بلکہ ثیاب بذلہ و مہنہ مین سے ہو یعنی سستا ہمیشہ معمول سے پہننے کے لائق ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ تمام رات پہنے رہے - پھر اگر احتیاط اور تجمل سے پہننے کا کپڑا ہو اور عورت نے اسکو تمام رات پہنا اور وہ پھٹ گیا پس اگر رات مین پھٹا ہے تو وہ عورت ضامن ہوگی اور اگر رات مین نہین پھٹا بلکہ دن نکلے پھٹا ہے تو ضامن نہوگی اگرچہ اسنے تمام رات پہننے مین عقد اجارہ کی مخالفت کی اور عورت کو یہ اختیار نہوگا کہ احتیاط والے کپڑے کو دن پہنے ہوئے سو رہے اور اگر پہنے ہوئے سوگئی اور اسوجہ سے وہ کپڑا نقصان کیا تو عورت ضامن ہوگی اور جس حال مین وہ پہنے ہوئے سوئی ہے اُس ساعت کی اجرت اُسپر واجب نہوگی کیونکہ پہنے ہوئے سونے کی حالت مین وہ عورت غاصبہ قرار دی گئی ہے اور غاصب پر کرایہ واجب نہین ہوتا ہے اور اس ساعت سے پہلے اور بعد کا کرایہ اسپر واجب ہوگا کیونکہ جب وہ عورت جاگی تو اسنے مخالفت ترک کر دی اور ہنوز عقد اجارہ باقی تھا پس پھر وہ عورت امین ہوگئی اور اسقدر ساعت کا کرایہ معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ جو شخص ساعات کو جانتا ہے اس سے کہا جاوے وہ تمام کرایہ ساعتون پر تقسیم کر کے اسقدر ساعت کا کرایہ جُدا کر دیگا اور یہ سب اسوقت ہے کہ یہ کپڑا احتیاط و تجمل کا ہو اور اگر معمولی سستا ہو تو عورت کو سوتے مین پہننے کا اختیار ہوگا یہ محیط مین ہے - اور اگر عورت نے وہ کپڑا ایک درم روزینہ پر باہر جانے کی غرض سے کرایہ لیا اور اسکو اپنے گھر مین بھی پہنا تو کرایہ اسپر واجب ہوگا اسی طرح اگر اسنے نہ پہنا اور نہ باہر نکلی تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر اسکو چوہے نے کتر دیا یا آگ سے جلکر داغ پڑگیا یا کیڑے چاٹ گئے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اسنے اپنی بیٹی یا باندی کو اسکے پہننے کا حکم دیا اُسنے پہنا اور وہ پھٹ گیا تو عورت ضامن ہوگی چنانچہ اگر کسی اجنبی عورت کو پہنا دے تو ضامن ہوگی مگر اُس عورت کو کرایہ دینا واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر اُس عورت کی باندی نے اسکو بلا عورت کی اجازت کے پہن لیا تو عورت ضامن نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر عورت نے کہین جانے کی غرض سے ایک درم روز پر کپڑا اجارہ لیا اور وہ کپڑا دن ہی مین عورت سے ضائع ہوگیا تو اسپر کرایہ واجب نہوگا اور اگر مالک اور عورت نے اختلاف کیا یعنی مالک نے کہا کہ دن مین ضائع نہین ہوا اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ دن ہی مین ضائع ہوا ہے تو صورت حال کے موافق حکم دیا جائیگا کہ اگر جھگڑے کے وقت وہ کپڑا عورت کے ہاتھ مین ہو تو قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر عورت کے ہاتھ مین نہو تو عورت ہی کا قول قبول ہوگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ ضائع ہونے کے بعد پھر مل گیا ہو - اور اگر پھر نہ ملا ہو تو یہ صورت امام محمد رح نے کتاب مین ذکر نہین فرمائی اور چاہیے کہ عورت ہی کا قول قبول ہو - اور اگر وہ کپڑا عورت کے پاس سے چوری گیا تو اسپر ضمان لازم آویگی اور اگر عورت کے پہننے سے کپڑا پھٹ گیا تو بھی اُسپر ضمان نہوگی اگرچہ تلف ہونا اسی کے ہاتھ سے لازم آیا یہ ذخیرہ مین ہے - اگر کچھ مدت معلومہ تک پہننے کے واسطے کوئی کپڑا اجارہ لیا تو اسکو یہ اختیار نہین ہے کہ کسی دوسرے کو پہنا وے کیونکہ پہننے مین تفاوت ہوتا ہے اور عقد اجارہ مین عادت

کے موافق پہنا مراد لیا جائیگا یعنی دن مین اور اول شب مین سوتے وقت تک اور آخر رات مین اُٹھنے کے وقت اور رات مین اسکو پہنکر نہین سوسکتا ہو اور اگر اسنے رات مین بھی پہنا اور پھٹ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر بچ گیا یہان تک کہ اسکے پہننے کا وقت جائز آگیا تو ضمان سے بری ہو جائیگا۔ اور جو کپڑا ایسا ہو کہ اسکو پہنکر رات مین سویا جاتا ہو تو اسکو رات مین پہن سکتا ہو۔ اور کپڑے کو چادر کے طور پر اوڑھنا جائز ہو کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا پہننا ہو مگر لنگی باندھنا نہین جائز ہو اور اگر اس صورت مین پھٹ جاوے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر اسکی بلا اجازت اسکے غلام نے پہنا تو غلام ضامن ہوگا کہ یہ قرضہ اسکی گردن پر چڑھیگا اگر باہر پہنکر جانے کے واسطے اجارہ لیا اور اسکو اپنے گھر مین پہنا یا رکھ چھوڑا اور نہ پہنا تو ضامن نہوگا اور کرایہ واجب ہوگا اور اسکے برعکس صورت مین ضامن ہوگا۔ اور اگر ہر مہینہ ایک درم پر پہننے کے واسطے اجارہ لیا اور گھر مین دو برس تک رکھ چھوڑا تو اسپر ایک درم ماہواری کے حساب سے برابر کرایہ چڑھتا رہیگا یہان تک کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ اگر اتنی مدت تک برابر پہنے تو ایسا کپڑا پھٹ جاوے اور اگر ایک کپڑا اس شرط سے صبح سے رات تک کے واسطے کرایہ لیا کہ اگر مستاجر کی راہ مین آیا تو آج واپس نہ کریگا پھر مستاجر نے اسکو دس روز تک واپس نہ کیا تو استحساناً اسپر ہر روز کی اجرت واجب ہوگی اور زیور کا حکم مثل کپڑے کے ہی اور تنبو وخیمہ وقبہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک مثل کپڑے کے ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک انکا حکم مثل بیت کے ہی۔ اور اگر کوئی قبہ اس شرط سے اجارہ لیا کہ اسکو اپنے بیت مین کھڑا کریگا پھر اسکو جنگل مین کھڑا کیا تو ضامن ہوگا اور مستاجر کو یہ اختیار نہین ہی کہ اسکو کسی شخص کو بطور عاریت وغیرہ کے دیدے جیسے کپڑے کو نہین دے سکتا ہی یہ امام ابو یوسف رح کے مذہب کے موافق ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک تنبو اجارہ لیا اور قبضہ کرلیا تو جائز ہی کہ دوسرے کو اجارہ پر دیدے جیسا کہ مکان کی صورت مین حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ [illegible] ان یکون ہذا علی قول محمد رح اگر کوئی قبہ اسواسطے لیا کہ اپنے بیت مین کھڑا کریگا اور ایک مہینہ تک اسمین رات کو سویا کریگا تو جائز ہی اور اگر ان گھرون کو جنمین نصب کریگا نام بنام بیان نہ کیا تو بھی عقد جائز ہی۔ اور اگر کسی بیت کا نام بیان کیا پھر اسکے سوا دوسرے بیت مین ایک مہینہ بھر نصب کیا تو جائز ہی اور اسپر کرایہ واجب ہوگا اور اگر اسکو دھوپ یا مینہ مین کھڑا کیا حالانکہ اس سے قبہ کو نقصان پہونچتا ہی پس اگر اس سے اسمین کچھ نقصان آیا تو مستاجر ضامن ہوگا اور اگر قبہ نقصان سے بچ رہا تو استحساناً مستاجر پر اجرت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر یہ شرط ٹھہرائی کہ اسکو ایک دار معینہ مین نصب کریگا پھر اسکو دوسرے قبیلہ مین دوسرے دار مین نصب کیا ولیکن یہ امر اسی شہر مین واقع ہوا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکو کسی دوسرے شہر مین لے گیا یا سواد شہر مین لے گیا تو اسپر کچھ اجرت واجب نہوگی خواہ قبہ صحیح سالم بچ گیا ہو یا تلف ہوگیا ہو۔ اور اگر کوئی تنبو اسواسطے کرایہ لیا کہ اسکو مکہ معظمہ مین لیجائیگا تاکہ اسکو تانکر سایہ مین بیٹھے تو یہ جائز ہی اور اسکو اختیار ہوگا کہ خواہ اپنے واسطے تانکر سایہ کرے یا غیر کے واسطے کیونکہ اسکا استعمال لوگون مین بلا تفاوت ہوتا ہی اور اگر اسنے خیمہ یا تنبو یا قبہ مین چراغ جلایا یا قندیل لٹکائی کہ مفسد ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اسمین باورچی خانہ کیا تو ضامن ہوگا کیونکہ اسنے ایسا فعل کیا جیسے لوگون کی عادت نہین ہی ولیکن اگر یہ خیمہ وغیرہ ایسے کام کے واسطے رکھا گیا ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کوئی تنبو اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسکو سفر مین لیجائیگا اور آمد ورفت مین کام مین لائیگا اور ساتھ لیکر حج کریگا اور فلان روز شہر سے نکلکر روانہ ہوگا تو یہ جائز ہی اور اگر روانہ ہونے کا وقت بیان نہ کیا پس اگر حاجیون کے نکلنے اور روانہ ہونیکا کوئی ایسا وقت

سلہ مترجم کہتا ہی کہ یہ حکم بنا بر قول امام محمدؒ [illegible] سوا دو بڑے کے دو دونون [illegible] ۱۲ م

وقت مقررہ معلوم ہو کہ جسمین تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی ہو تو اجارہ قیاساً و استحساناً فاسد ہے۔ اور اگر حاجیون کے نکلنے
کا کوئی ایسا وقت مقررہ معلوم ہو کہ جسمین تقدیم و تاخیر ہو گی تو استحساناً اجارہ جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر خیمہ پھٹ گیا
حالانکہ اُسنے کوئی سختی نہیں کی اور نہ کوئی مخالفت کی تو ضمان لازم نہ آویگی۔ اور اگر خیمہ نہ پھٹا و لیکن مستاجر نے کہا
کہ مین نے اسکو سایہ کرنے کے واسطے کبھی نہیں تانا حالانکہ اُسکو مکہ معظمہ تک لے گیا ہو تو اسپر کرایہ واجب ہوگا
اور اگر اسکی طنابین ٹوٹ گئین یا عمود ٹوٹ گئے اور کھڑا نہ کرسکا تو اُسپر کرایہ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اسمین دونون
نے اختلاف کیا پس اسکی دو صورتین ہین اگر انقطاع پر اتفاق کیا لیکن مقدار انقطاع مین اختلاف کیا تو اس
صورت مین مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر نفس انقطاع مین اختلاف کیا تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین لکھا ہے کہ
موافق حالت موجودہ کے حکم کیا جائیگا۔ اور اگر مستاجر نے طنابین یا عمود اپنے پاس سے بنا کر خیمہ کھڑا کرتا رہا یہانتک
کہ سفر سے واپس آیا تو اسپر پوری اجرت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسکی میخین ٹوٹ گئین تو انکا کچھ اعتبار نہین
ہے کیونکہ عادت یون جاری ہے کہ میخین مستاجر کے ذمہ ہوا کرتی ہین و لیکن اگر لوہے کی میخین ہون تو مثل عمود کے قرار
دیجائینگی۔ اور اگر خیمہ کو اپنے ساتھ لیگیا اور اسکو کبھی نصب نہ کیا باوجودیکہ نصب کرنا سب طرح ممکن تھا تو اسپر کرایہ
واجب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر اُسنے خیمہ کے اندر آگ جلائی تو مثل چراغ جلانے کے ہے اگر خیمہ مین اسقدر
آگ جلائی جیسے عرف و عادت کے موافق لوگ خیمہ کے اندر جلایا کرتے ہین اور اُسنے خیمہ کو خراب کر دیا یا خیمہ جل گیا
تو ضامن نہ ہوگا اور اگر عرف و عادت سے زیادہ آگ جلائی تو ضامن ہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر خیمہ ایسا خراب
ہو گیا کہ کام کے لائق نہیں رہا اس سے کچھ نفع نہیں حاصل ہو سکتا ہے تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور اسپر کچھ کرایہ
واجب نہ ہوگا۔ اور اگر کچھ خراب ہو گیا ہے تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور پوری اجرت دینی واجب ہوگی بشرطیکہ
اُسنے پورے خیمہ سے انتفاع حاصل کیا ہو۔ اور اگر اسکے فعل سے خیمہ خراب نہ ہوا ٹوٹ گیا حالانکہ اسنے عادت سے
زیادہ آگ جلائی تھی تو حکم قیاساً اور استحساناً اسی طرح ہو قیاس سے یہ حکم ہے کہ اسپر اجرت واجب ہوگی اور استحساناً
واجب نہ ہوگی۔ اور اگر خیمہ کے مالک نے بروقت عقد کے یہ شرط کر لی کہ اسمین آگ نہ جلاوے اور نہ چراغ جلاوے
اور مستاجر نے ایسا ہی کیا کہ اسمین آگ جلائی یا چراغ جلایا تو مستاجر ضامن ہوگا اور جیسا کہ آگ جلانے کی صورت مین
خیمہ صحیح سالم بچ جانے کی صورت مین اسپر کرایہ واجب ہوتا تھا اسی طرح اس صورت مین بھی واجب ہوگا یہ بدائع مین
ہے۔ اور اگر کسی نے قندیل کو مثلاً دس درہم ماہواری پر کرایہ پر لیا تاکہ اسمین آگ روشن کرے اور اسکے نیچے سو یا کرے
تو جائز ہے اور اگر آگ روشن کرنے سے خیمہ جل گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر خیمہ مین اسنے اپنے غلام یا مہمان کو [illegible]
مین سُلایا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کرایہ پر [illegible] لیا پھر اسکو [illegible] نہ لیجا کر چلا گیا یہانتک کہ واپس
آیا تو ضامن ہوگا اور اسپر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا اور اسی کا قول معتبر ہوگا مگر اس سے قسم لی جاویگی کہ واللہ مین اسکو
باہر نہیں لے گیا اسی طرح اگر کہا کہ نہیں اقامت کی اور باہر گیا اور خیمہ اسکے مالک کو دیا تو بھی یہی حکم ہے
اور اسی طرح اگر خود سفر کو چلا گیا اور خیمہ اپنے غلام کو دے گیا کہ اسکو اسکے مالک کو دیدے یا غلام نے دیدیا
یہانتک کہ خود واپس آیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مستاجر نے کسی دوسرے کو دیدیا اور اُسنے لاکر خیمہ کے مالک کے
پاس پہونچایا اُسنے قبول کرنے سے انکار کیا تو مستاجر اور شخص دونون ضمان سے بری ہو گئے اور مستاجر پر کرایہ واجب

ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ فرمایا کہ اگر مستاجر نے تنبو کسی اجنبی کو اسواسطے دیا کہ اُسکے مالک کو پہونچادے اُسنے مالک
کے پاس پہونچادیا تو دونون بری ہوگئے اور اگر تنبو کے مالک نے لینے سے انکار کیا تو اسکو یہ اختیار نہین ہے اور
اگر مالک کے پاس بار کر لیجانے سے پہلے وہ تنبو اس شخص کے پاس تلف ہوگیا تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے
نزدیک تنبو کے مالک کو اختیار حاصل ہوگا چاہے مستاجر سے ضمان لے یا اس اجنبی سے۔ اور امام ابو حنیفہ رح
کا قول مذکور نہین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق یون کہنا چاہیے کہ اگر مستاجر کے غاصب
ہوجانے سے پہلے مستاجر نے اس اجنبی کو وہ تنبو دیدیا اور غاصب ہونے کی صورت یہ ہے کہ مستاجر نے وہ خیمہ صرف
اتنے عرصہ تک روک رکھا کہ جتنے عرصہ تک لوگ اپنا اسباب درست کرکے سفر کو روانہ ہوتے ہین تو ایسی صورت مین
اس اجنبی پر ضمان واجب ہوگی اور امام اعظم رح کا مذہب بھی یہ ہے کہ دوسرا مستودع ضامن نہین ہوتا ہے صرف پہلا
مستودع ضامن ہوتا ہے اور مراد یہ ہے کہ جب پہلا شخص یعنی مستاجر غاصب نہ ٹھہرا تو امین ہوا اور مستودع قرار پایا اُسنے
دوسرے کو ودیعت دیا ہے اور دوسرا مستودع ضامن نہین ہوتا ہے۔ اور اگر مستاجر نے لوگون کی عادت سے زیادہ
تنبو کو روک رکھا یہانتک کہ غاصب و ضامن قرار پایا پھر اسنے اجنبی کو دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے مستاجر
سے ضمان لے یا اجنبی سے ضمان لے پس اگر اسنے مستاجر سے ضمان لی تو مستاجر مال ضمان اس اجنبی سے نہین
لے سکتا ہے اور اگر اُسنے اجنبی سے ضمان لی تو اجنبی نے جسقدر مال ڈانڈ بھرا ہے وہ سب مستاجر سے واپس لیگا یہ محیط مین ہے
اور اگر مستاجر تنبو کو مکہ معظمہ لے گیا اور واپس لایا پھر موجر نے مستاجر سے کہا کہ یہ تنبو میرے مکان پر واپس پہونچا دے تو مستاجر
پر یہ واجب نہین ہے اور واپس پہونچانا اس شخص پر واجب ہے جسکا یہ مال ہے۔ اور اگر مستاجر اسکو ساتھ نہ لیگیا بلکہ کوفہ مین
چھوڑ گیا اور ضامن قرار پایا اور اجرت اُسکے ذمہ سے ساقط ہوگئی تو اس صورت مین واپس پہونچانا مستاجر کے ذمہ
واجب ہے یہ مبسوط مین ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر ایک بصری و ایک کوفی دو شخصون نے کوفہ سے ایک تنبو
مکہ تک جانے اور آنے کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر کرایہ لیا اور دونون اُسکو مکہ معظمہ تک لے گئے پھر واپسی مین دونون
نے جھگڑا کیا بصرہ والے نے کہا کہ مین بصرہ جانا چاہتا ہون اور کوفی نے کہا کہ مین کوفہ جانا چاہتا ہون اور ہر ایک نے چاہا
کہ جہان جانا چاہتا ہے وہان تنبو اپنے ساتھ لیجاوے پس اگر بصرہ والا اسکو بصرہ لیگیا اور کوفی کی بلا اجازت لے گیا
تو پورے تنبو کا ضامن بصری ہوگا اور کوفی پر ضمان نہ آویگی اور واپسی کا کرایہ دونون سے ساقط ہوجائیگا۔ اور اگر کوفی
کی اجازت سے لیگیا تو بصری پورے تنبو کا ضامن ہے اور کوفی صرف اپنے حصہ کا ضامن ہوگا یعنی نصف کا اور کرایہ
دونون سے ساقط ہوجائیگا۔ اور اگر کوفی اُسکو کوفہ مین لایا پس اگر بصری کی بلا اجازت لایا تو بصری کے نصف حصہ کا ضامن
ہوگا اور اپنے حصہ کا ضامن نہوگا۔ اور اُسپر واپسی کا آدھا کرایہ واجب ہوگا اور بصری پر واپسی کا کچھ کرایہ واجب نہوگا
اور اگر بصری کی اجازت سے کوفہ مین لایا تو بصری پر اسکے حصہ کی ضمان امام محمد رح کے نزدیک لازم نہ آویگی خواہ
بصری نے اپنا حصہ اُسکو عاریت دیا ہو یا ودیعت دیا ہو کہ اپنی باری کے روز اسکو کام مین لا اور میری باری کی
روز اسکی حفاظت رکھنا۔ لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک اگر بصری نے اپنا حصہ اُسکو ودیعت دیا ہو تو یہی حکم
ہے جو امام محمد رح نے فرمایا ہے اور اگر عاریت دیا ہو یا کرایہ پر دیا ہو تو واجب ہے کہ امام ابو یوسف کے قول پر بصری اپنے حصہ
کا ضامن ہو اور کوفی پر ضمان واجب ہونے مین وہی کلام ہے جو بصری پر ضمان واجب ہونے مین بیان ہوا۔ اور دونون پر

پوری اجرت واجب ہوگی اگر بصری نے اپنا حصہ کوفی کے پاس ودیعت رکھا ہو کیونکہ بصری کا اپنے پاس رکھنا مثل
کوفی کے اپنے پاس رکھنے کے ہے۔ اور اگر بصری نے اسکو غارت کیا ہو تو بصری پر کرایہ واجب نہوگا کیونکہ اسنے
عقد اجارہ کی مخالفت کی یعنی بمنزلہ غاصب کے ہوگیا۔ اور اگر دونون نے قاضی کے پاس مرافعہ کیا اور قاضی سے
تمام قصہ بیان کیا اور خصومت کی تو قاضی کو اختیار ہے چاہے دونون کی طرف تاوقتیکہ اسپر گواہ عادل نہ لاوین التفات
نہ کرے اور اگر چاہے تو دونون کے قول کی تصدیق کرے پھر اسکو یہ بھی اختیار ہے کہ اسکے بعد چاہے وہ تنبو انھین
دونون کے پاس چھوڑ دے یا اجارہ فسخ کردے پھر اگر قاضی نے غائب کے حق مین یعنی اصل مالک کے حق مین
اجارہ فسخ کرنے مین بہتری دیکھی اور اجارہ فسخ کردیا پھر اگر بصری کا حصہ کوفی کو کرایہ دے دیا بشرطیکہ وہ راضی ہو
تاکہ اصل مالک کو جو کوفہ مین ہے تمام کرایہ پہونچ جاوے اور عین مال یعنی تنبو بھی پہونچ جاوے تو جائز ہے اور یہ امر
کسی دوسرے کو اجارہ دینے سے بہتر ہے اور ایسا اجارہ بالاجماع جائز ہے اگرچہ قاضی نے مشاع یعنی غیر منقسم چیز
اجارہ پر دی ہے۔ اور اگر بصری کے حصہ لینے پر کوفی راضی نہوا تو کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدے اگر کوئی دوسرا
لینے والا موجود ہو اور یہ اجارہ جائز ہے اگرچہ غیر منقسم کا اجارہ ہے۔ اور اگر ایسے کوئی ایسا شخص نہ پایا جسکو بصری کا
حصہ کرایہ پر دیدے تو اس حصہ کو کوفی کے پاس ودیعت رکھدیگا بشرطیکہ اسکو ثقہ پاوے تاکہ مالک کا مال مالک کو پہونچ
جاوے اور اگر قاضی چاہے تو وہ تنبو انھین دونون کے پاس چھوڑ دے یہ محیط مین ہے۔ مکہ تک جانے آنے کیلیے
ایک تنبو کرایہ کیا اور اسکو مکہ معظمہ مین چھوڑ آیا تو اسپر آمد ورفت کا کرایہ واجب ہوگا اور جسدن اسنے مکہ معظمہ مین چھوڑا ہے
اس روز جو کچھ تنبو کی قیمت تھی وہ مستاجر کو دینی پڑیگی اور تنبو اس مستاجر کا ہوجائیگا اور اگر دونون نے باہم جھگڑا نہ کیا یہانتک
کہ مستاجر نے دوسرے سال حج کیا اور تنبو اپنے ساتھ لایا تو واپسی کا کرایہ اسکو کچھ دینا نہوگا یہ محیط سرخسی مین
ہے۔ اور حسن بن زیاد سے مذکور ہے کہ انھون نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سونے کا زیور بعوض سونے کے یا چاندی
کا زیور بعوض چاندی کے کرایہ لے تو کچھ ڈر نہیں اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایسا مکان کرایہ
لیا کہ جسکے دروازہ وغیرہ پر سونے کے پتر ہین یعنی سونے کے کواڑ ہین اور اجرت مین سونا ٹھہرا تو جائز ہے یہ محیط
مین ہے اگر کسی عورت نے کوئی زیور جو معلوم ہے بعوض اجرت معلومہ کے دن رات تک پہننے کے واسطے کرایہ لیا اور
اسکو ایک رات دن سے زیادہ رکھ چھوڑا تو وہ عورت غاصبہ قرار دیجائیگی مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت
ہے کہ اسنے مالک کے طلب کرنے کے بعد روک لیا ہو یا اسطور سے رکھ چھوڑا ہو کہ اسکو استعمال کرتی ہو اور اگر
اسنے حفاظت کے واسطے رکھ چھوڑا تو غاصبہ نہو جائیگی بشرطیکہ طلب کرنے کے بعد نہ رکھا ہو اور حفاظت کے واسطے
رکھ چھوڑنے مین اور استعمال کے واسطے رکھ چھوڑنے مین فرق یہ ہے کہ اگر اسنے وہ چیز ایسی جگہ رکھی کہ جہان استعمال کے
واسطے رکھی جاتی ہے تو یہ استعمال کے واسطے رکھ چھوڑنا ہے۔ اور اگر ایسی جگہ رکھی جہان استعمال کے واسطے نہین ہوتی ہے
تو حفاظت کے واسطے ہے پس اس بنا پر اگر خلخال کو ہاتھون مین ڈال لیا یا کنگن کو پیرون مین ڈال لیا یا قمیص کو عمامہ
کی طرح سر پر رکھا یا عمامہ کو کندھے پر ڈال لیا تو یہ سب حفاظت کی صورتین ہین استعمال نہین ہے۔ اور اگر عورت نے
وہ زیور اس روز کسی دوسرے کو پہنایا تو نقصان ہوگی اور اس روز سے ضامن ہے کہ بسبب اجارہ کے زیادہ لیا گیا کیونکہ
زیور کے استعمال مین لانے مین لوگون مین فرق ہے یعنی کسی کے استعمال سے کم ضرر ہوتا ہے اور کسی کے استعمال سے

زیادہ ضرر ہوتا ہے اسواسطے عورت ضامن ہوگی یہ فصول عمادیہ میں مع تشریح ہے۔ اور اگر عورت نے کوئی زیور مثلاً دو دلہم روز پر کرایہ لیا اور اسکو ایک مہینہ تک رکھ رکھا پھر وہ عورت وہ زیور لے آئی تو جتنے روز تک استعمال رکھا ہے اتنے روز تک کا روزانہ کرایہ دینا ہوگا اور اگر اس طور سے کرایہ قرار دیا کہ آج رات تک ساتھ کے واسطے کرایہ لیتی ہوں پھر اگر میری ملک میں آیا تو ہر روز اسی کرایہ پر رہیگی پھر اس عورت نے دس روز تک واپس نہ کیا تو اجارہ اس شرط سے سوائے ایک روز کے باقی دنوں کا قیاساً فاسد ہوگا اور استحساناً جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ جو اجارہ کہ مال عین از قسم حیوان یا متاع یا مکان کے فاسد ہو جاوے اور ایسا ہو جاوے کہ اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ رہے تو کرایہ ساقط ہو جائیگا اور جسقدر مدت اسنے نفع اٹھایا ہے اسکا کرایہ دینا پڑیگا۔ اور اگر زمانہ ماضی میں تمام مدت تک فاسد ہونے میں اختلاف کیا تو فی الحال جو صورت ہو اسکے موافق حکم دیا جائیگا اور صورت حال جس شخص کے قول کی شاہد ہو اسی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر وہ چیز فی الحال صحیح سالم موجود ہو اور اس بات پر دونوں نے اتفاق کیا کہ کچھ مدت یہ چیز خراب رہی ہے مگر اسقدر مدت میں اختلاف کیا یعنی کسقدر رہی تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہی کسی قدر کرایہ دینے سے منکر ہے یہ محیط سرخسی میں ہے

اکیسواں باب ایسے اجارہ کے بیان میں جس میں معقود علیہ پھر کر دینا پایا جاوے

ایک شخص نے ایک درزی کو سینے کے واسطے کچھ کپڑا دیا اسکو درزی نے قطع کیا اور ہنوز سینے نہ پایا تھا کہ مر گیا تو ابو سلیمان جوزجانی نے فرمایا کہ اسکو قطع کرنے کی مزدوری ملیگی اور یہی صحیح ہے کذا فی الظہیریہ و فی البعض الشیخ کذا فی الذخیرہ اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی الکبرے۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ زید نے ایک ٹٹو کرایہ کیا کہ اسکو اپنے گھر لیجاویگا وہاں سے فلاں موضع تک اسپر سوار ہو جائیگا اور موجر نے ٹٹو اسکو دیدیا وہ اسکو اپنے گھر لایا پھر اسکی راہ سے جانے کی نہ ٹھہری اسنے ٹٹو واپس کر دیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ حساب کرکے اپنے گھر تک لیجانے کا کرایہ اسپر واجب ہوگا۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک درزی نے زید کا کپڑا با جرت سیا اور زید کے قبضہ کرنے سے پہلے خالد نے اسکو ادھیڑ ڈالا تو درزی کو کچھ مزدوری نہ ملیگی اور درزی پر دوبارہ سینے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا کیونکہ اگر پہلے عقد کے حکم سے اسپر جبر کیا جاوے تو یہ عقد کام پورا ہو جانے پر ختم ہو چکا ہے اور دوسرا کوئی عقد پایا نہیں گیا۔ اور اگر درزی نے خود ہی ادھیڑ ڈالا تو اسپر دوبارہ سینا واجب ہوگا کیونکہ درزی نے جب خود ہی کپڑے کو ادھیڑا تو اسنے اپنے کام کو میٹ دیا پس ایسا ہوا کہ گویا کچھ نہ کیا تھا۔ اور موزہ سینے والے کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اسی طرح حمال نے کچھ دور تک بوجھ اٹھایا پھر لوگوں نے اسکو ڈرایا اور اسنے لوٹ کر بوجھ وہیں پہونچا دیا جہاں سے اٹھایا تھا تو اسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی ایسا ہی فتاوی میں مذکور ہے اور مجبور کیے جانے کا کچھ ذکر نہیں ولیکن واجب ہے کہ اسپر جبر کیا جاوے جیسا کہ مسئلہ سابقہ میں گذرا اور جیسا کہ کشتی کے مسئلہ میں ہے جو بعد مذکور ہوتا ہے یعنی اگر ملاح نے کسی مقام معلوم تک کشتی پر بوجھ اناج کا لاد کر پہونچا دینے کا اجارہ کیا پھر راستے میں ہوا کے تھپیڑے سے کشتی لوٹ کر وہیں آ گئی جہاں سے اجارہ ٹھہرا ہے تو ملاح کو کچھ کرایہ نہ ملیگا بشرطیکہ جو شخص کرایہ کرنے والا ہے وہ ساتھ نہو کیونکہ اس صورت میں جو کچھ کام ملاح نے کیا وہ مستاجر کے سپرد نہوا اور اگر مستاجر ساتھ موجود ہو تو اسپر ملاح کا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ ساتھ ہونے سے جو کچھ کام کیا وہ مستاجر کے سپرد ہو گیا۔ اور اگر ملاح نے

خود ہی کشتی کو لوٹا کر جہاں سے چلا یا تھا وہیں پہونچا دیا تو اسپر جبر کیا جائیگا کہ جو مقام عقد اجارہ میں ٹھہرا ہو وہاں پہونچا دے
اور اگر وہ مقام جہاں کشتی لوٹ آئی ہو ایسا ہو کہ جس میں ملاح کا مالک اپنے مال پر قبضہ نہیں کر سکتا تو ملاح پر واجب ہوگا کہ ایسے مقام
پر کشتی چلا کر سپرد کرے جہاں مالک اپنے مال پر قبضہ کر سکے اور جتنی دور ملاح چلا ہو اُسکی مزدوری اجر المثل
کے حساب سے اسکو ملیگی - اور اگر ایسا ہوا کہ بسبب ہوا کے تھپیڑے سے کشتی لوٹ آئی تب مستاجر نے کہا کہ
مجھے تیری کشتی کی پروا نہیں ہو میں دوسری کشتی کرایہ لیتا ہوں تو مستاجر کو یہ اختیار ہو اسکو ہشام رحمہ اللہ نے
روایت کیا ہو یہ ذخیرہ میں ہو اگر کسی موضع معلوم تک جانے کے واسطے ایک خچر کرایہ کر کے اسپر سوار ہو گیا پھر جب کچھ
دور چلا تو خچر نے سرکشی کی اور اٹک گیا اسنے خچر کو لوٹا کر وہیں پہونچا یا جہاں سے سوار ہوا تھا تو جسقدر وہ دور چلا ہو اسکا کرایہ مستاجر
پر واجب ہوگا - اور اگر مستاجر نے قاضی سے کہا کہ آپ خچر کے مالک کو حکم دیں کہ جہاں تک پہونچانے کے واسطے
میں نے کرایہ کیا تھا وہاں تک مجھے پہونچا دے اور جو کچھ کرایہ میں نے ٹھہرا لیا ہو وہ مجھپر واجب ہوگا تو موجر کو اختیار
ہو چاہے ایسا کرے ورنہ مستاجر سے کہا جائیگا کہ جہاں تک پہونچ کر تو واپس آیا ہو وہاں تک اُس سے کرایہ ٹھہرا کے
پھر وہاں سے موجر تجھکو موضع مشروط تک پہونچا دے ایسا ہی ہشام نے امام محمد رح سے روایت کیا ہو اور فرمایا کہ یہی
حکم کشتی کی صورت میں ہو یہ محیط میں ہو - اگر کسی شخص کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ میرے عیال کو لے آوے پھر عیال
میں سے بعض مر گئے اور اجیر باقی عیال کو لے آیا تو مزدوری کی اجرت کا مگر باقی زندوں کے حساب سے اجرت ملیگی اور
فقیہ ابو جعفر الہندوانی نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ جب اُسکے عیال معلوم معین ہوں تاکہ جو کرایہ ٹھہرا ہو وہ سب اسکے مقابلہ
میں قرار دیا جاسکے اور اگر کسی ایک کے مقابلہ میں قرار پائی تو ان میں سے بعض کا مر جانا کل اجرت کا مستوجب نہیں ہو یہ تاتارخانیہ
میں ہو اگر کسی نے شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ میرا خط فلان شخص کے پاس لیجا کر اس سے جواب لے آوے وہ ایلچی خط لیکر وہاں
گیا مگر مکتوب الیہ انتقال کر چکا تھا پس ایلچی نے خط وہیں چھوڑ دیا یا پراگندہ کر دیا اور واپس نہ لایا تو بالاتفاق اسکو جانے کی
مزدوری ملیگی کیونکہ اسنے اپنے کام میں کمی نہیں کی اور بعض نے فرمایا کہ پراگندہ کر دینے کی صورت میں اجرت واجب
ہونا چاہیے کیونکہ اگر وہ شخص خط کو وہیں چھوڑ دیتا تو مکتوب الیہ کا وارث اسکو دیکھتا اور غرض حاصل ہوتی کیونکہ فقط
اُسکے سبب اسنے پراگندہ کر دیا تو یہ غرض حاصل نہیں ہو سکتی ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو - اگر کسی شخص کو اسواسطے
مزدور کیا کہ میرا خط شہر بصرہ میں لیجا کر فلان شخص سے اُسکا جواب لا دے وہ شخص مزدور گیا اور فلان شخص مر گیا تھا پس
مزدور اُس خط کو واپس لایا تو شیخین کے نزدیک اسکو مزدوری کچھ نہ ملیگی اور امام محمد رح کے نزدیک اسکو جانے کا اجر
ملیگا اور اگر مزدور خط کو واپس نہ لایا بلکہ میت کے وارث یا وصی کو دیدیا تو بالاجماع اجرت ملیگی - اور اگر یہ صورت واقع
ہوئی کہ مکتوب الیہ وہاں موجود نہ تھا کہیں چلا گیا تھا اور ایلچی خط وہیں چھوڑ کر لوٹ آیا تو یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہو
اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسمیں بھی وہی اختلاف ہو جو ہمنے ذکر کیا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس صورت میں جانے
کی مزدوری بالاتفاق واجب ہوگی - اور یہ اسوقت ہو کہ جب مستاجر نے جواب لانے کی شرط لگائی ہو اور اگر
جواب لانے کی شرط نہ لگائی ہو تو یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہو اور ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ شرط نہ لگائی اور ایلچی نے خط
وہیں چھوڑ دیا تاکہ اس شخص کو پہونچ جاوے اگر وہ کہیں چلا گیا ہو یا اُسکے وارث کو پہونچ جاوے اگر وہ مر گیا ہو تو ایلچی پوری
اجرت کا مستحق ہوگا اسی طرح اگر ایلچی نے مکتوب الیہ کو خط دیدیا مگر اسنے نہ پڑھا یہانتک کہ ایلچی بلا جواب واپس آیا تو ایلچی

پوری اجرت ملیگی کیونکہ جو کچھ اسکے امکان مین تھا اسنے کیا ہو۔ اور اگر اسنے مکتوب الیہ کو نہ پایا پایا مگر اسکو خط نہ دیا بلکہ پھیر
لایا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو جانے کی مزدوری ملیگی۔ اور اگر وہ خط وہین بھول گیا تو بالاجماع
اسکو جانے کی مزدوری نہ ملیگی یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر ایلچی مکتوب الیہ کے پاس بصرہ مین گیا اور خط نہ لیگیا تو بالاجماع اسکو
کچھ مزدوری نہ ملیگی۔ اور جس صورت مین کہ جواب لانے کی شرط ٹھہری ہو اگر اسنے مکتوب الیہ کو خط دیا اور جواب لایا تو اسکو
پوری مزدوری ملیگی یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر کسی شخص نے زید کے پاس بغداد اپنا پیغام پہونچانے کے واسطے کسی شخص کو مزدور مقرر
کیا اور مزدور نے بغداد مین پہونچکر دیکھا کہ وہ شخص مرگیا ہو یا کہین چلا گیا ہو پس مرجانے کی صورت مین اسکے وارثون کو پیغام
پہونچا دیا یا غائب ہونے کی صورت مین ایسے شخص سے کہدیا جو زید کو پیغام پہونچا دے یا کسی شخص کو پیغام نہ دیا اور لوٹ آیا
تو بالاجماع اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی الصغری بشرطیکہ واضح ہو کہ اجرت کا استحقاق اُس شخص پر ہوتا ہو جسنے اسکو بھیجا ہو نہ اُس شخص پر جسکے
پاس بھیجا گیا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ بصرہ مین فلان شخص کے پاس یہ اناج
لیجاوے پس مزدور لے گیا مگر فلان شخص کو نہ پایا پایا مگر اناج اسکو نہ دیا بلکہ واپس لایا تو مستاجر پر کچھ مزدوری واجب
نہوگی یہ ذخیرہ مین ہو۔ ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے کشتی کے مالک سے اسواسطے کشتی کرایہ کی
کہ اسکو فلان موضع مین لیجاوے اور مثلاً دس من گیہون لادلاوے وہ شخص کشتی کو لیگیا مگر اُسنے وہ گیہون جنکے لادنے کیواسطے
کشتی کرایہ لی تھی وہان نہ پائے (یعنی کشتی والا ۱۲) اور لوٹ آیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ خالی کشتی لیجانے کا اسپر کرایہ واجب ہوگا۔ اور اگر مستاجر
نے یون کہا کہ مین یہ کشتی تجھ سے اس شرط پر کرایہ لیتا ہون کہ تو فلان موضع سے دس من گیہون یہان لادلاوے پھر کشتی
والے نے گیہون نہ پائے تو اسکو کچھ کرایہ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر کوفہ تک چند خچر اسواسطے کرایہ کیے کہ خچرون والا
وہان سے مستاجر کا اسقدر بوجھ لادلاوے پھر خچرون والے نے کہا کہ مین وہان گیا مگر مین نے وہان کچھ بوجھ نہ پایا پس اگر مستاجر نے
اسکے قول کی تصدیق کی تو اسکو جانے کا کرایہ دینا پڑیگا۔ اور مجموع النوازل مین لکھا ہو کہ بغداد سے ایک خچر اس واسطے
کرایہ لیا کہ اسکو مدائن لیجاوے اور مدائن سے اُسپر اناج لادلاوے پھر اُسکو مدائن لے گیا اور اناج نہ پایا تو جانے کا
کرایہ واجب ہوگا۔ اور اگر بغداد سے اسکو کرایہ نہ کیا بلکہ اس طور پر کرایہ کیا کہ مدائن سے اسپر اناج لادلاویگا تو ایسی صورت مین
اسپر کچھ کرایہ واجب نہوگا یہ وجیز کردری مین ہو۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ فلان گڈھی مین سے دانہ وچارہ لادلاوے
وہ شخص وہان گیا مگر کچھ نہ پایا تو جو مزدوری ٹھہری ہو اُسکے تین حصے کئے جائینگے یعنی آنے اور جانے اور بوجھ لانے پر
مزدوری تقسیم کرینگے جسقدر جانے کے حصہ مین آوے اُسقدر مزدوری دینی واجب ہوگی کیونکہ اسکا جانا مستاجر ہی کیواسطے
واقع ہوا ہو اور یہ حکم اسوقت ہو کہ جب اُسنے گڈھی کا نام بیان[سلہ] کردیا ہو اور اگر نہ بیان کیا ہو تو جانے کا اجر المثل اسکو ملیگا
مگر پوری اجرت مقررہ کے حساب سے جسقدر جانے کا حصہ ہوتا ہو اُس سے زیادہ نہ دیا جائیگا یہ فتاوی کبری مین ہو۔
فتاوی فضلی مین ہو کہ ایک شخص نے شہر مین ایک خچر اسواسطے کرایہ کیا کہ چکی گھر سے آٹا لادلاوے یا فلان گاؤن سے
گیہون لادلاوے پھر اُسکو لے گیا مگر گیہون پسے ہوے نہ پائے یا گاؤن مین گیہون نہ پائے اور شہر کو لوٹ آیا تو دیکھا جائیگا
کہ اگر اُسکے کرایہ کرنے کے وقت بیان کیا تھا کہ مین نے تجھ سے یہ خچر اس شہر سے کرایہ کیا تاکہ فلان چکی گھر سے آٹا لادلاوے
تو آدھا کرایہ واجب ہوگا۔ اور اگر یون بیان کیا ہو کہ مین نے تجھ سے یہ خچر ایک درم پر کرایہ لیا ہو تاکہ چکی گھر سے آٹا
لادلاوے تو ایسی صورت مین جانے کا کرایہ واجب نہوگا یہ محیط مین ہو۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور کیا کہ فلان

سلہ یعنی معین کردیا ہو اور اسکو معلوم ہو ۱۲

یعنی کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا ۱۲

موضع مین جاکر فلان شخص کو بلا اور کچھ اجرت ٹھرالی پس مزدور اُس موضع مین گیا مگر اس شخص کو نہ پایا تو اسکو مزدوری
ملیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے

بائیسوان باب اُن تصرفات کے بیان مین جس سے مستاجر کو روکا جاتا ہو اور جن سے نہین روکا جاتا ہو اور
موجر کے تصرفات کے بیان مین۔ اگر کسی شخص نے کوئی دار یا بیت کرایہ لیا اور جس واسطے کرایہ لیا ہو اسکو بیان نکیا
یعنی کہ اجارہ استحسانا جائز ٹھہرا تو مستاجر کو اختیار ہو کہ اسمین سکونت اختیار کرے یا دوسرے کو بساوے اور اسمین
اپنا اسباب رکھے اور جو کچھ عمل اُسکی رائے مین آوے اسمین کرے مگر وہ عمل ایسا ہو کہ عمارت کو ضرر نہ پہونچاوے
اور نہ کمزور کرے جیسے وضو کرنا اور کپڑے دھونا وغیرہ اور جو کام ایسا ہو کہ اس سے عمارت کو ضرر پہونچتا ہو اور کمزور
ہوتی ہو جیسے چکی کا کام یا لوہارون کا پیشہ وکندی گری وغیرہ ایسے کام بدون مالک مکان کی رضامندی کے
نہین کر سکتا ہو۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ چکی سے مراد پن چکی اور بیل چکی ہی اور جو ہاتھون سے چلائی جاتی ہو وہ مراد
نہین ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہاتھون کی چکی سے عمارت کو ضرر ہوتا ہو تو اس سے بھی ممانعت کی جائیگی اور اگر مضر
نہو تو ممانعت نہ کیجائیگی اور اسی قول کی طرف شمس الائمہ رحمہ نے میل کیا ہی۔ اور اسی پر فتوے ہو یہ محیط مین ہی۔ اور
مستاجر کو اختیار ہو کہ اسمین اپنی سواری کا جانور و اونٹ و بکری باندھے اور اگر اس مکان مین مربط ہو تو اسکو مربط بنا لینے
کا اختیار نہین ہی۔ اور شرح شافی مین مذکور ہو کہ جو حکم کتاب مین مذکور ہو یہ اہل کوفہ کے رواج کے موافق ہو مگر ہمارے بخارا مین
حویلیان نہایت تنگ ہوتی ہین آدمیون کی گنجائش نہین ہوتی تو چوپایہ سواری وغیرہ باندھنے کا کیا ذکر ہو اور سواری کے
جانور کو مکان کے دروازے باندھے اور اگر چوپایہ نے کسی آدمی کو مارا کہ مر گیا یا کوئی دیوار پیچھ کر گرا دی تو ضامن
ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دار کی ایک منزل کرایہ لی حالانکہ اُس دار مین سوا اس شخص کے اور لوگ
بھی رہتے ہین پھر اس شخص نے اپنا چوپایہ دار کے اندر داخل کیا یا اُس دار کے دروازے پر کھڑا کیا اور اسنے کسی شخص کو
مارا یا کوئی دیوار گرا دی یا اس شخص کے مہمان نے اپنا چوپایہ دار مین داخل کیا یا دروازے پر کھڑا کیا اور اسنے کسی رہنے
والے کو مارا تو مہمان یا میزبان پر ضمان لازم نہ آویگی لیکن جسوقت چوپایہ نے کسی شخص کو مارا ہو اگر چوپایہ کا مالک اسوقت اسپر
سوار ہو تو ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور مکان کے اندر پکانے وغیرہ کی غرض سے عادت کے موافق لکڑیان چیرنے
سے منع نہ کیا جائیگا کیونکہ اس سے مکان کمزور نہین ہوتا ہو اور اگر عادت سے زیادہ لکڑیان چیرے کہ اس سے
عمارت کمزور ہوتی ہو تو بدون مالک کی رضامندی کے ایسا نہین کر سکتا ہو اور اسی قیاس پر کوٹنا بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہونا
چاہیے کیونکہ تھوڑے کوٹنے کی ضرورت خواہ مخواہ ہوتی ہو اور یہ عادت جاری ہو کہ دار کے لوگ اپنے کپڑے اپنی اپنی
منزل مین کندی کے واسطے کوٹتے ہین اور اسقدر کوٹنے سے عمارت کمزور نہین ہوتی ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر مستاجر نے
کرایہ کے مکان مین کوئی لوہار یا کندی گر بٹھایا یا خود ہی یہ کام کیا اور کچھ عمارت گر گئی تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ لوہاری
یا کندی گری کے اثر سے یہ عمارت منہدم ہوئی ہو رہنے کے باعث سے نہین گری لیکن جسقدر کی اُس نے سکونت
ادا کر دی ہو اتنی عمارت کی اجرت اسپر واجب ہوگی یہ نہایہ مین ہو۔ اور کتاب مین یہ فرمایا کہ ضامن اور اُسنے کی
ہو مثلا صحن کی اجرت اسپر واجب ہوگی یا نہوگی اور واجب یہ ہو کہ اجرت لازم ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر لوہاری
یا کندی گری سے کچھ عمارت منہدم نہ ہوئی تو قیاس کے حکم سے اُس پر اجرت واجب نہوگی مگر استحسانا

اجرت قرار پائی ہے وہ واجب ہوگی۔ اور اگر موجر و مستاجر نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ مین نے لوہاری کے کام کیواسطے
مکان کرایہ لیا تھا اور موجر نے کہا کہ تو نے رہنے ہی کے واسطے کرایہ لیا تھا تو موجر کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر ایک
نوع کے سواے دوسری نوع کے اجارہ سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونون نے گواہ قائم کئے تو مستاجر کے
گواہ قبول ہونگے یہ نہایہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار ایک لوہار بٹھانے کے واسطے اجارہ لیا
پھر اسنے چاہا کہ اسمین کندی گر بٹھاوے تو اسکو اختیار ہے بشرطیکہ دونون کے کام سے یکسان ضرر ہوتا ہو یا کندی گر کی ضرر
کم ہو اور چکی کا حکم بھی اسی طور سے ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دار یا منزل سکونت کے واسطے کرایہ لی پھر اسمین
زراعت یعنی گیہون یا جو یا چھوہارے وغیرہ از قسم طعام بھر دیئے تو مالک مکان کو اختیار نہین ہے کہ مستاجر کو اس سے منع کرے
یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دار کرایہ لیا اور اسمین وضو وغیرہ کے پانی کے واسطے ایک چہ بچہ کھودا اور اسمین ایک آدمی
ہلاک ہوگیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسنے مالک مکان کی اجازت سے کھودا ہے تو ضامن نہوگا چنانچہ اگر خود مالک مکان کھودتا تو
یہی حکم تھا اور اگر اسکی بلا اجازت کھودا ہے تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دوکان زید سے کرایہ لی اور اسکے پہلو مین
دوسری دکان عمرو سے کرایہ لی اور دونون دوکانون کے بیچ کی دیوار مین سوراخ کرلیا تاکہ اسکو آسانی و آرام ملے تو دیوار کی خرابی کا
ضامن ہوگا اور دونون دوکانون کا پورا کرایہ دینا پڑیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک سال کیواسطے دس درہم کو ایک
منزل کرایہ لی اور وہ شخص اس منزل کی بیت مین سے باہر ہوگیا اور اسکے اہل نے بعد اسکے بیت کسی شخص کو کرایہ دیا یا کسی شخص کو
بلا اجرت بسایا پھر وہ بیت منہدم ہوگیا تو اسکی دو صورتین ہین یا تو اس ساکن کی سکونت سے منہدم ہوا یا غیر وجہ سے منہدم ہوا اور
دونون صورتون مین مستاجر پر ضمان نہ آویگی اور آیا اہل یا ساکن پر ضمان آویگی یا نہین پس اگر اس ساکن کی سکونت کے سبب سے
منہدم نہین ہوا ہے بلکہ اور وجہ سے منہدم ہوا ہے تو کسی شخص پر ضمان نہ آویگی یہ قول امام اعظم رح کا دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا ہے
اور امام محمد رح کے نزدیک ضمان لازم ہوگی اور مالک مکان کو اختیار ہوگا کہ چاہے اہل سے ضمان لے یا ساکن سے لیکن
اگر اسنے اہل سے ضمان لی تو وہ لوگ اس شخص ساکن سے مال ضمان واپس نہین لے سکتے ہین اور اگر اسنے ساکن
سے ضمان لی تو ساکن مال ضمان کو اہل سے واپس پھیر لیگا اور اگر بیت اس ساکن کی سکونت کی وجہ سے منہدم
ہوا ہے تو وہ ساکن بالاجماع ضامن ہوگا اور جو اسنے ڈانڈ دیا ہے وہ اہل سے واپس لے سکتا ہے یا نہین پس اسمین وہی اختلاف
ہے جو ہمنے ذکر کیا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کوئی بیت کرایہ لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کام کے واسطے کرایہ لیتا ہے پھر اسمین خود رہا اور
اپنے ساتھ دوسرے کو بسایا اور دوسرے کے رہنے سے مکان منہدم ہوگیا تو ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور موجر کو
مستاجر کے کرایہ والے مکان مین آجانے کے بعد یہ اختیار نہین ہے کہ اس مکان مین اپنا چوپایہ باندھے اور اگر باندھا
اور اسنے کچھ تلف کیا تو ضامن ہوگا لیکن اگر مستاجر کی اجازت سے اندر لایا ہے تو ایسا نہین ہے بخلاف اسکے اگر اپنا مکان
عاریت دیا اور پھر مستعیر کی بلا اجازت اپنا چوپایہ اس مکان مین لایا تو جائز ہے اور جو کچھ اسنے تلف کیا اسکا ضامن نہوگا
اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اسنے پورا مکان کرایہ دیا ہو اور اگر مکان کا صحن کرایہ نہ دیا ہو تو اسکو اختیار ہے کہ مکان کے
اندر صحن مین اپنا چوپایہ داخل کرے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر کسی شخص سے ایک دار ایک درہم ماہواری پر کرایہ لیا اور
دار کے اندر ایک کنوان ہے اور موجر نے مستاجر کو حکم دیا کہ اس کنوئین کو کھدوا کر اسکی مٹی نکلوا ڈالے اسنے نکلوائی اور
مکان کے صحن مین ڈلوادی اور اسمین ایک آدمی پھسل کر مرگیا تو مستاجر ضامن ہوگا خواہ موجر نے اسکو صحن مین

مٹی ڈالوانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب مستاجر نے کنوان کُھدوا کر صحن مین مٹی ڈالی ہو اور اگر موجر نے ایسا کیا اور صحن مین مٹی ڈالی اور کوئی شخص مر گیا پس اگر مستاجر کی اجازت سے ایسا کیا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی بلا اجازت ایسا کیا ہی تو ضامن ہوگا۔ اور اسی کی نظیر اس صورت مین حکم ہو کہ جب مستاجر کے کرایہ والے مکان مین موجر نے اپنی کوئی چیز رکھی ہو اور اُس سے کوئی شخص مر گیا ہو یعنی تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہوگا اور یہ سب اس صورت مین ہی جب مٹی صحن مین ڈالی گئی ہو اور اگر مٹی نکلوا کر مسلمانون کے راستہ مین یعنی شارع عام مین ڈالی گئی ہو اور اس سے کوئی آدمی ہلاک ہو گیا تو مٹی ڈلوانے والا ضامن ہوگا خواہ مستاجر ہو یا موجر ہو یہ محیط مین ہی۔ وقفی گھر کے مستاجر کو یہ اختیار ہی کہ جسقدر مٹی مکان مین جھاڑو دینے سے جمع ہو گئی ہی اُسکو پھینکدے بشرطیکہ اسکی کچھ قیمت نہو اور اسکو اختیار ہی کہ اسمین کھونٹیان گاڑے اور اسکی دیوار سے استنجا کرے اور اسمین چھپر بنالیوے ولیکن اگر چھپر بنانے مین کوئی کھلا ہوا نقصان ہو تو نہین بنا سکتا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے کوئی زمین زراعت کے واسطے اجارہ پر لی تو اُسکو زمین کا پانی یعنی جہان سے اسکو پانی دیا جاتا ہو وہ پانی اور زمین کا راستہ اس اجارہ سے ملنا ضرور ہی اگرچہ بوقت اجارہ کے شرط نہ کر لی ہو۔ اسی طرح اگر کوئی مکان کرایہ لیا تو بدون شرط کیے ہوے مکان کا راستہ اُسکو ملنا ضرور ہی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان مین ہی۔ ایک سال کے واسطے ایک زمین اس شرط سے کرایہ لی کہ جو کچھ مستاجر کا جی چاہیگا اسمین بونے گا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونو فصلین ربیع و خریف کی اسمین زراعت کرے یہ قنیہ مین ہی۔ دو شخصون نے ایک دار مین سے دو بیت کرایہ لیے ہر ایک نے ایک ایک بیت کرایہ لیا اور ہر ایک نے کوئی کام شروع کیا اور دوسرے کو اپنا بیت دیا اور اسمین دوسرے نے سکونت اختیار کی پھر دونون مین سے ایک بیت گر گیا یا دونون گر گئے تو دونون مین سے کوئی شخص ضامن نہوگا۔ اور اگر ہر ایک کرایہ دار دوسرے کے بیت مین بدون دوسرے کی اجازت سکے رہا تو بالاجماع سب ائمہ رحمہ کے نزدیک ہر ایک اُس چیز کا ضامن ہوگا جو اسکے رہنے کی وجہ سے منہدم ہو گئی ہی یہ محیط مین ہی۔ دو شخصون نے اپنے آپ کام کرنے کے واسطے ایک دوکان کرایہ لی یعنی انمین خود دونون کام کرتے ہین پھر دونون مین سے ایک نے ایک مزدور مقرر کر کے اپنے ساتھ بٹھایا اور دوسرے شخص شریک نے منع کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اُس شخص کو اختیار ہی کہ اپنے ساتھ اپنے حصہ مین جسکو چاہے بٹھلاوے بشرطیکہ اُسکے شریک کو کوئی کھلا ہوا ضرر نہ پہونچتا ہو اور اگر شریک کو کوئی ضرر ظاہر پہونچتا ہو تو اس سے منع کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر ایک شریک کے پاس اسباب زیادہ ہو تو بھی اسکو اختیار ہی کہ اپنے حصہ مین جسقدر چاہے رکھے بشرطیکہ اُسکے شریک کو ضرر ظاہر نہ پہونچے ورنہ منع کیا جائیگا اور اگر دونون مین سے ایک نے چاہا کہ بیچ دوکان مین کوئی دیوار بنا لے تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دو شخصون نے ایک دوکان کرایہ لی اور باہم دونون نے یہ شرط ٹھہرا لی کہ ہم دونون مین سے ایک اگلی طرف گھر مین رہیگا اور دوسرا پچھلی طرف رہیگا تو یہ امر ایسا ہی کہ اس سے کچھ لازم نہین آتا ہی اور اگر ایسی شرط موجر کے ساتھ قرار دی تو عقد اجارہ فاسد ہو جائیگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دوکان وقفی جوار کوٹنے کے واسطے کرایہ لی تو اسکو اس کام کرنیکا اختیار ہی بشرطیکہ یہ امر عمارت کو مضر نہو اور دار مسبلہ کے اجارہ لینے والے کو یہ اختیار نہین کہ اسکو اصطبل بنا دے یہ قنیہ مین ہی اگر مستاجر نے اجارہ کے دار مین تنور یا آگ کی بھٹی بنائی اور اُس سے پڑوسیون کے گھر یا حصہ کرایہ والے مکان کا جل گیا تو اُسپر ضمان لازم نہ آویگی خواہ اُسنے مالک دار کی اجازت سے ایسا کیا ہو یا بلا اجازت ایسا کیا ہو۔ اور

اگر مستاجر نے تنور گاڑنے مین کوئی ایسا فعل کیا جو لوگ نہین کیا کرتے ہین مثلاً اُسنے تنور رکھنے مین احتیاط نہ کی یا اسقدر آگ جلائی کہ اسقدر آگ تنورون مین نہین جلائی جاتی ہو تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ وظہیریہ مین لکھا ہو۔ اگر کوئی زمین اجارہ یا مستعار لی اور اسکی نباتات کاٹ کر جلائی کہ جس سے دوسری زمین سے کچھ جل گیا تو اُسپر ضمان لازم نہ آوے گی کیونکہ یہ تسبیب ہو اور بنفسہ مباشرۃ فعل نہین ہو اور تسبیب مین تاوقتیکہ تعدی نہو ضمان لازم نہین آتی ہو اور تعدی یہان نہین پائی گئی کیونکہ اسنے فقط اپنی ملک مین تصرف کیا ہو۔ اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کاسنٹے یا بھوسا اپنی زمین مین جلایا اور اُسکی چنگاریان ہوا سے اڑکر دوسری زمین مین پہونچین کہ دوسری زمین کی کھیتی جل گئی اور یہ کھیتی و زمین دوسرے شخص کی ہو پس اگر یہ آگ اُس پڑوس کی زمین سے اسقدر دور تھی کہ غالباً عادت کے موافق اسکے شرارات دوسری زمین مین نہین پہونچتے ہین تو ضامن نہوگا کیونکہ جو کچھ واقع ہوا یہ ہوا کی وجہ سے آگ کا فعل ہو اور اگر اسقدر فصل ہو کہ اکثر اتنے فاصلے سے آگ کی چنگاریان موافق عادت کے اُس زمین تک پہونچتی ہین تو ضامن ہوگا کیونکہ اُسکو اپنی زمین مین آگ جلانے کا اختیار ہو مگر اس صورت مین اختیار ہو کہ ایسے طور سے جلاوے کہ دوسرے کی زمین کو ضرر نہ پہونچے یہ غایۃ البیان مین ہو۔ ایک شخص نے ایک معین چوپایہ کسی قدر معلوم بوجھ لادنے کے واسطے کرایہ کیا پس مالک نے چاہا کہ مستاجر کے اسباب کے ساتھ اُسپر اپنا بھی کچھ بوجھ لادے تو مستاجر کو اختیار ہو کہ چوپایہ کے مالک کو اس فعل سے منع کرے اور باوجود اُسکے اگر مالک نے اپنا کچھ بوجھ لادا اور وہ چوپایہ منزل مقصود تک پہونچ گیا تو مستاجر پر پوری اجرت واجب ہوگی بخلاف اسکے اگر مستاجر نے کوئی گھر کرایہ لیا اور تھوڑے گھر مین مالک مکان نے اسباب ذاتی رہنے دیا تو اس صورت مین مستاجر کے ذمہ سے بقدر اسکے حصہ کے کرایہ ساقط ہو جائیگا یہ صغری مین ہو۔ اور شرح طحاوی مین مذکور ہو کہ مستاجر کو اختیار ہو کہ اجارہ کی چیز کو بعاریت دے یا ودیعت رکھے یا اجارہ پر دیدے اور یہ مسئلہ یون ہی مطلقاً مذکور ہو اور تاویل اسکی یہ ہو کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ جب اجارہ کی چیز ایسی چیز ہو کہ لوگ اس سے یکسان نفع اُٹھاتے ہین اور اگر ایسی چیز ہو کہ لوگ اُس سے مختلف طور سے نفع اُٹھاتے ہین تو مستاجر کو اختیار نہین ہو کہ اُس کو اجارہ پر یا عاریت دیدے حتی کہ اگر کسی شخص نے کوئی ٹٹو کرایہ لیا تاکہ خود سوار ہو تو اسکو اختیار نہین ہو کہ کسی دوسرے کو اجارہ پر عاریت دیدے یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر اجارہ کی مدت مثلاً ایک سال گذرنے کے بعد مستاجر غائب ہو گیا اور اُسنے مکان کی کنجی مالک مکان موجر کو نہ دی تو موجر کو اختیار ہو کہ بلا اجازت حاکم کے اُسمین دوسری کنجی لگا کر کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دیدے یہ قنیہ مین ہو۔ فتاوے آہو مین لکھا ہو کہ قاضی بدیع الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر نے اجارہ کی چیز اپنے قرضخواہ کے پاس رہن کر دی تو جتنے دن قرضخواہ کے پاس رہے اسکا کرایہ کس شخص پر واجب ہوگا فرمایا کہ مستاجر پر نہین واجب ہوگا کیونکہ جب اسنے رہن کر دی تو وہ چیز امانت سے نکلکر ضمان مین داخل ہوگئی اور جب ایسی صورت ہوگئی کہ اگر تلف ہو جاوے تو ضمان دینی واجب ہو تو اجرت واجب نہوگی اگرچہ تلف نہوا اور صحیح سالم سپرد کرے اگر قرضخواہ نے مستاجر سے زبردستی بدون اسکی رضامندی کے لے لی ہو تو اجرت واجب ہوگی کیونکہ مستاجر کو واپس کر لینے کا استحقاق حاصل ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو

تیئسوان باب حمام اور چکی کے اجارہ لینے کے بیان مین۔ حمام کی اجرت لینا اور پچھنے لگانے کی اجرت لینا

جائز ہی اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی- اگر چند ماہ معلوم کے واسطے اجرت معلومہ پر کوئی حمام اجارہ لیا تو جائز ہی اور اگر ایک حمام مردون کا اور ایک حمام عورتون کا ہو اور دونون کے حدود بیان کر دیئے ولیکن اسنے عقد اجارہ مین حمام کا لفظ بیان کیا تو قیاساً ایسا اجارہ جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ دونون حامون کا دروازہ ایک ہو اور دہلیز ایک ہو اور اگر ہر ایک حمام کا دروازہ علیحدہ ہو تو عقد جائز نہین ہی تاوقتیکہ دونون کا نام نہ لے یہ محیط مین ہی- ایک شخص نے ایک حمام مع حدود کے اجارہ لیا یعنی حدود بلفظ بیان کر دیئے تو بدون لفظ حقوق کے ذکر کرنے کے اُسکے توابع داخل ہو جاوینگے جیسے پانی کا کنوان اور پانی جاری ہونے کی راہ اور حمام اور گوبر پڑنے کی جگہ کیونکہ حمام سے بدون اُن چیزون کے نفع حاصل نہین ہو سکتا ہی اور حمام کی تعمیر جیسا دیواری پوتنا اور حوض و پانی کی راہ اور کنوان اور دیگون کی درستی یہ سب مالک حمام کے ذمہ ہی اور باوجودیکہ اُنکی درستی مالک حمام کے ذمہ ہوتی ہی اگر مالک حمام نے مستاجر سے شرط کر دی کہ دس درم ماہواری اسکی مرمت مین صرف کر دیا کرے اور اجازت دیدی تو جائز ہی اور یہ حیلہ ہی اور مستاجر اسکی طرف سے خرچ کرنے مین نائب قرار دیا جائیگا چنانچہ اگر ٹھوکے مالک نے مستاجر سے شرط کی کہ اجرت مین سے کچھ اجرت اُسکے واسطے چارہ مین خرچ کر دے تو استحساناً جائز ہی یا اگر یون کہے کہ مین نے تجھے دو مہینہ کا کرایہ حمام کی مرمت کے واسطے چھوڑ دیا تو جائز ہی اور اگر مستاجر نے کہا کہ مین نے اسکی مرمت مین اسقدر خرچ کیا ہی تو بدون حجت کے اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی یا حمام کے مالک سے اُسکے علم پر قسم لے یہ غیاثیہ مین ہی- اور اگر مستاجر نے چاہا کہ اُس بات مین میرا قول بدون گواہون کے مقبول ہو تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ دس درم مالک حمام کو دیدے پھر مالک حمام اسکو دیدے اور حکم دے کہ اسکو مرمت حمام مین صرف کرے تو اس صورت مین مستاجر امین ٹھہریگا اور دوسرا حیلہ گواہون کے ساقط ہونے کا یہ ہی کہ مقدار مرمت کے واسطے کوئی شخص عادل مقرر کرے پس مستاجر کا قول مقدار خرچ مین مقبول ہوگا کیونکہ عادل امین ہوتا ہی یہ محیط مین ہی اور اگر دونون نے اپنے درمیان کسی شخص ثالث عادل کو مقرر کیا کہ وہ وصول کر کے حمام کی مرمت مین خرچ کر دیا کرے پھر مستاجر نے کہا کہ مین نے اُسکو دیدیا اور مالک حمام نے تکذیب کی پس اگر مرد عادل نے تصدیق کی تو مستاجر بری ہو گیا اور اگر وہ شخص عادل اجرت کا کفیل ہو تو وہ بھی مثل مستاجر کے غیر موتمن یعنی غیر امین ہوگا اور اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی یہ مبسوط مین لکھا ہی- اور اگر حمام کے کوئین کا پانی فاسد ہو گیا تو حمام کے مالک پر تمام پانی اُسیچنے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا ولیکن مستاجر کو فسخ اجارہ کا حق حاصل ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی- اور حمام کا ایندھن اور راکھ مدت اجارہ گذرنے پر مستاجر کی قرار دیجائیگی اور حکم دیا جائیگا کہ اُسکو اُٹھوا لیجاوے اور اگر مستاجر نے انکار کیا کہ یہ راکھ میرے فعل سے نہین ہی تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اور حمام کے اجارہ مین راکھ اور گوبر کا اٹھوانا اور موضع غسالہ کا خالی کرنا مستاجر کے ذمہ ہی خواہ پانی نکلنے کی موری کھلی ہوئی ہو یا پٹی ہوئی ہو اور اگر یہ امور موجر کے ذمہ شرط کیے تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر مستاجر کے ذمہ شرط کئے تو اجارہ و شروط دونون جائز ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور اگر مستاجر کے ذمہ مالک حمام نے ہر مہینہ دس طلاوت کی شرط لگائی تو اجارہ فاسد ہی یہ مبسوط مین ہی- اور اگر مستاجر کی جہت سے چہ بچہ جسمین پانی جمع ہوتا ہی پٹ گیا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اسکو صاف کرا دے یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر چند ماہ معلوم کے واسطے دو حمام کسی قدر اجرت معلومہ پر

کرایہ پر لیے اور دونوں پر قبضہ کرنے سے پہلے ایک حمام منہدم ہو گیا تو اسکو اختیار ہو گا کہ باقی کا اجارہ ترک کر دے اور اگر دونوں پر قبضہ کے بعد ایک منہدم ہوا تو باقی حمام بعوض اسکے حصہ اجرت کے لازم ہو گا یہ مبسوط میں ہے اگر کوئی حمام ایک سال کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر کرایہ لیا مگر موجر نے دو مہینہ تک مستاجر کے سپرد نہ کیا پھر باقی مدت کیواسطے سپرد کیا مگر مستاجر نے لینے سے انکار کیا تو مستاجر پر جبر کیا جائیگا کہ اُسپر قبضہ کرے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک حمام اجارہ لیا اور قبضہ سے پہلے یا بعد ایک بیت اسکا منہدم ہو گیا تو اُسکو ترک کر دینے کا اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے سال بھر کیواسطے حمام اجارہ دیا پھر درمیان سال میں کسی دوسرے کو اجارہ پر دیدیا تو اجارہ ثانیہ صحیح نہیں[۱] ہے لیکن اگر دوسرا مستاجر بعد انقضاے مدت کے اجارہ لے تو صحیح ہے کیونکہ اجارہ کو زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اگر ایک حمام اور ایک غلام اجارہ لیا تاکہ یہ غلام اس حمام کے کام میں درستی کرے پھر دونوں پر قبضہ کرنے کے بعد حمام گر گیا تو اسکو غلام کا اجارہ ترک کر دینے کا اختیار ہے اور اگر غلام مر گیا تو اُسکو حمام کا اجارہ ترک کرنیکا اختیار ہے اور اگر اُسنے غلام کو اسواسطے نہیں لیا کہ حمام کے کاموں کی درستی کرے تو اسکو ترک کرنے کا اختیار کچھ نہو گا کذا فی محیط السرخسی قال المترجم ظاہر مراد یہ ہے کہ اسکو حمام یا غلام دونوں میں سے کسی کے ترک کا اختیار نہو گا واللہ اعلم۔ ایک شخص سے ایک حمام بدون آگی دیگون کے ایک سال کے واسطے اجارہ لیا اور مستاجر نے دیگین کسی دوسرے سے اجارہ لین مگر وہ دیگین ٹوٹ گئین اور ایک مہینہ بھی مستاجر نے حمام میں کام نہ کیا تو حمام والے کو کرایہ ملنا واجب ہے کیونکہ اسنے موافق التزام عقد کے حمام سپرد کر دیا ہے اور مستاجر کو اس سے نفع اٹھانا بھی ممکن تھا کیونکہ دوسری دیگین کرایہ لے سکتا تھا بخلاف اسکے اگر یہ دیگین حمام والے کی ہوں اور ٹوٹ جاوین تو مستاجر کو وہ نفع جو عقد اجارہ کے روسے حاصل ہونا چاہیے حاصل نہو گا تاوقتیکہ حمام والا اپنی دیگین درست کرا کر مستاجر کے سپرد نہ کرے اور دیگون والے کو جب سے دیگین ٹوٹ گئین ہین تب سے اجرت نہ ملیگی کیونکہ مستاجر کو اُسنے نفع حاصل کرنے کی قدرت نہ دی۔ اور مستاجر پر اُنکی ضمان واجب نہو گی خواہ دیگین عادت کے موافق کام میں لانے سے شکستہ ہوئی ہوں یا غیر عادت کے موافق کام سے شکستہ ہوئی ہوں یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص حمام میں ایک دانگ پر اس شرط سے داخل ہوا کہ حمام والا حمام گرم کرے یا ایک پیسے پر اس شرط سے داخل ہوا کہ غسل کرے تو قیاساً فاسد ہے اور استحساناً جائز ہے کیونکہ عرف تعامل یوں جاری ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک حمام کسی قدر اجرت معلومہ پر اجارہ لیا اور اسکے حمام کا چلن ایسا خراب ہو گیا کہ اُسکا حصول بقدر اجرت کے بھی نہیں آتا ہے اور مستاجر نے چاہا کہ میں اجارہ توڑ کر حمام واپس کر دوں تو فرمایا کہ اگر اُسنے حمامی نہیں کی ہے تو اسکو اختیار ہے کہ حمام واپس کر دے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اگر ایک مہینہ کیواسطے ایک حمام اجارہ لیا اور پھر دوسرے مہینے بھی اُس میں کام کیا تو دوسرے مہینہ کا کرایہ اُسپر واجب نہو گا اور ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ اسپر دوسرے مہینہ کا کرایہ بھی بہ فرقی واجب ہو گا اور ایسا ہی دار کے مسئلہ میں مروی ہے اور کرخی و محمد بن سلمہ سے منقول ہے کہ انھوں نے دونوں روایتوں میں اس طرح توفیق دی ہے کہ اجرت واجب ہونا ایسی صورت میں ہے کہ جب حمام یا دار کرایہ پر دینے کیواسطے ہو اور جس صورت میں کہ کرایہ پر چلنے کے واسطے رکھا گیا ہو تو کرایہ دوسرے مہینہ کا بھی واجب ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کوئی حمام اجارہ لیا پھر دیکھا تو وہ شکستہ و خراب ہے تو اجارہ توڑ سکتا ہے اور جتنی مدت گذر گئی اگر اسمین اصل منفعت حاصل ہوئی تو اسقدر اجرت واجب ہو گی۔ اور اگر کوئی حمام اجارہ لیا اور حمام میں موجر اسکے بعض دوستوں کے داخل ہوا تو اسپر اجرت واجب نہو گی کیونکہ اُسنے مدت اجارہ کے اندر بعض معقود علیہ یعنی کچھ منفعت حمام کی

[۱] قولہ صحیح نہیں یعنی ...

واپس لی اور کرایہ میں سے بھی کچھ ساقط نہوگا کیونکہ معلوم نہیں ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ مجموع النوازل میں لکھا ہے ایک شخص
نے حمام اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ تمام کے چلنے کے موسم و نہ چلنے کے موسم دونوں حالتوں میں مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا تو
یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے پس عقد فاسد ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ ایک
شخص نے ایک چکی اس بیت میں جسمیں وہ ہے مع اسکی متاع کے دس درم ماہواری پر کرایہ لی پھر اسنے اسمیں تیس درم ماہواری
پسائی کا کام کیا پس بیس درم نفع اٹھائے پس آیا زیادتی اسکو حلال ہے یا نہیں تو اسکی دو صورتیں ہیں اگر اسنے کوئی
ایسی اصلاح کردی ہے جس سے چکی کو نفع حاصل ہو جیسے اسکی نہر صاف کرانا یا اس کے پتھر تلانا وغیرہ یا ایسی کوئی اصلاح
نہیں کی پس اگر کوئی اصلاح نہیں کی اور خود ہی اسنے پیسنے کا کام کیا تو زیادتی حلال ہے اور اگر اناج کے مالک
نے اپنے آپ پیسا ہے تو زیادتی مستاجر کو حلال نہیں ہے اور اگر مستاجر نے کوئی شے اصلاح بڑھائی ہو تو زیادتی اسکو
حلال ہے اگرچہ اسنے خود پیسنے کا کام نہ کیا ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر نہر کے کنارے کوئی مقام ہو واسطے کرایہ لیا کہ اسپر ایک عمارت
میں چکی گھر کی بنا دے اور اسمیں چکی رکھے بشرطیکہ چکی کے پاٹ اور تمام اسباب و لوہا و عمارت سب مستاجر کے ذمہ ہے تو
یہ جائز ہے اور اگر نہر کا پانی منقطع ہو گیا اور پسائی نہ ہو سکی اور مستاجر نے اجارہ فسخ نہ کیا تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی یہ مبسوط
میں ہے۔ اور اگر چکی کے مالک نے پانی ٹوٹ جانے کا خوف کیا کہ پانی ٹوٹنے سے اجارہ فسخ ہوگا پس اسنے چکی گھر اور چکی
کے پاٹون اور متاع کو خاصتہً اجارہ دیدیا تو جائز ہے پھر اگر پانی منقطع ہو گیا تو عذر قرار دیا جائیگا اسی طرح اگر یہ شرط قرار
دی کہ اگر پانی منقطع ہو جاوے تو مستاجر کو خیار نہیں ہے۔ تو ایسی شرط کا کچھ اعتبار نہیں ہے یعنی انقطاع کا عذر متحقق ہوگا
یہ محیط میں ہے۔ ایک پن چکی گھر یا ایک حمام دو شخصوں میں مشترک ہے اور ہر ایک شریک کا حصہ ایک۔ ایک شخص نے اجارہ لیا
پھر ایک مستاجر نے اپنے موجر کی اجازت سے حمام کی مرمت میں کچھ خرچ کیا اور چاہا کہ جو کچھ اسنے خرچ کیا ہے وہ مال اس مالک
سے واپس لے جسنے اسکو اجارہ نہیں دیا ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اسی شخص سے لے سکتا ہے جسنے اسکو اجازت دی ہے یعنی
اپنے موجر سے کیونکہ اسی کی اجازت سے اسنے خرچ کیا ہے پس ایسا ہوا کہ گویا خود اسکے موجر نے خرچ کیا ہے اور اسکا موجر
یعنی شریک اپنے شریک سے صرف اسی صورت میں بقدر اسکے حصے کے واپس لے سکتا ہے کہ جب مرمت میں خرچ کرنا شریک
کی اجازت یا قاضی کے حکم سے ہو اور قاضی پہلے اسکے شریک کو حکم کریگا کہ اس حمام یا چکی گھر کی مرمت کرے پس اگر
اسنے مرمت نہ کی تو شریک کو حکم دیگا کہ تو اسکی مرمت کرا دے اور جو کچھ حصہ تیرے شریک کے ذمہ پڑے اس سے
نالش کر کے لے لے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ ایک شخص نے گیہوں پیسنے کے واسطے ایک چکی اجارہ پر لی پھر اسمیں ایسا
اناج پیسا جسکے پیسنے سے مثل گیہوں کے یا اس سے کم چکی کو ضرر پہونچتا ہے تو شرط اجارہ میں مخالفت کرنے والا شمار نہوگا
اور اگر ایسا اناج پیسا جس سے چکی کو گیہوں سے زیادہ ضرر پہونچتا ہے تو مخالف و غاصب قرار دیا جائیگا یہ وجیز کردری
میں ہے۔ قال رضی اللہ عنہ جب میں نے شیخ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک چکی دو شخصوں میں مشترک ہے ایک شخص
کی ایک تہائی اور دوسرے کی دو تہائی ہے پھر دو تہائی والے نے اپنا حصہ ایک شخص کو اجارہ پر دیدیا اور مستاجر نے
تمام چکی میں تصرف کیا پھر ایک تہائی والے نے چاہا کہ مستاجر سے اپنا حصہ اجرت لے لے تو نہیں لے سکتا ہے کیونکہ مستاجر
نے اسکے حصہ کو غصب کر لیا ہے اجارہ پر نہیں لیا ہے اور تہائی حصہ والے کو یہ اختیار تھا کہ مستاجر کو چکی کے انتفاع سے
روکے یا اپنا حصہ اسکو اجارہ دیدے کیونکہ غیر منقسم کا اجارہ صحیح نہیں ہے اور اگر حکام مسلمین سے کسی حاکم نے ایسے

اجارہ کی صحت کا حکم دیدیا تو اُسوقت مستاجر کو اختیار ہوگا کہ دو روز خود اُس چکی سے نفع حاصل کرے اور ایک روز تہائی کے واسطے
کے واسطے چھوڑ دے تاکہ وہ اُس روز نفع حاصل کرے۔ اور تہائی حصہ کے شریک کو اختیار ہے کہ یون کہے کہ جو روز میرا
ہے مین اُس روز چکی گھر کا دروازہ بند کر دونگا کیونکہ اُس سے چکی کو کچھ ضرر نہین پہونچتا ہے۔ اور اگر بجائے چکی کے کوئی
حمام ہو اور ایک حصہ دار نے اپنا حصہ کسی شخص کو اجارہ پر دیدیا اور کسی حاکم نے اُسکی صحت کا حکم دیا تو دوسرے
حصہ دار کو جسنے اجارہ نہین دیا ہے یہ اختیار نہین ہے کہ یون کہے کہ مین اپنے حصہ کے روز اس حمام کا دروازہ بند
کر دونگا کیونکہ حمام کو اُس سے ضرر پہونچتا ہے چکی کو ضرر نہین ہوتا ہے ولیکن یہ ہوسکتا ہے کہ مدت کثیر کی باری مثلاً ایک
مہینہ کی مقرر کرلین پس دو تہائی حصہ والا حمام سے دو مہینہ نفع حاصل کرے پھر دوسرا شخص ایک مہینہ تک بند کر دے
یا ایک مہینے سے زیادہ مدت تک کے واسطے اسطور سے باری مقرر کرلین تاکہ حمام سے نفع اُٹھانا ساقط نہو جاوے
کیونکہ تھوڑی مدت مین جو ضرر حمام کو پہونچتا ہے اُسکو دوسرا دفع نہین کرنے پاتا ہے کہ مدت گذر جاتی ہے پس حمام سے انتفاع
ساقط ہو جاتا ہے یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ ایک مستاجر نے ایک شخص سے چکی اور دوسرے سے چکی کے واسطے
گھر اور تیسرے سے چکی چلانے کے واسطے اونٹ کرایہ لیا اور سب کو ایک ہی صفقہ مین اجارہ لیا اور جنھون نے اسکو
اجارہ دیا اور اجارہ مین ماہواری کچھ اجرت معلومہ مقرر ہوئی تو یہ جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص کا کوئی بیت ایک
نہر کے کنارے ہو اور پہلے اُسمین ایک پنچکی تھی کہ وہ جاتی رہی پھر دوسرا شخص اپنی چکی لایا اور اس بیت مین نصب کی
اور چکی کے سب ضروریات آلات بھی لایا اور دونون نے باہم اس شرط سے شرکت کرلی کہ لوگون سے گیہون وغیرہ لیکر
پیسا کرین اور جو کمائی کرین وہ ہم دونون نصفا نصف تقسیم کر لیا کرین تو یہ جائز ہے اور جو کچھ انھون نے کمائی مین
کمایا وہ دونون کو برابر تقسیم ہوگا اور بیت یا چکی کی کچھ اجرت نہوگی۔ اور اگر اسنے چکی کو اجرت معلومہ پر کوئی اناج
معلوم پیسنے کے واسطے اجارہ پر دیدیا تو تمام اجرت چکی کے مالک کو ملیگی اور مکان والے کو جو کچھ ایسے مکان
کی اجرت ہوتی ہے وہ ملیگی اور اُسکی ذات کی اجرت ملیگی اور یہ سب چکی کے مالک پر واجب ہوگی بشرطیکہ اُسی
بیت مین اُسنے کام کیا ہو اور فرمایا کہ امام ابو یوسف کے قول کے موافق یہ کرایہ چکی کی اجرت مثل کے نصف سے زیادہ
نہ دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور فرمایا کہ اگر ایک شخص کی چکی اور بیت اور نہر اور چکی کا اسباب ہو پھر چکی کے اوپر کا
پاٹ ٹوٹ گیا پھر ایک شخص نے آکر مالک کی بلا اجازت اُسپر ایک پاٹ نصب کر کے لوگون کا اناج اجرت معلومہ پر
پیسنا شروع کیا اور لوگون کو کرایہ پر دینا شروع کیا تو وہ شخص اس فعل مین گنہگار ہوگا مگر اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی۔ اور
اگر اُسنے اوپر کا پاٹ مالک کی رضامندی سے اس شرط سے نصب کیا کہ جو کمائی ہو وہ ہم دونون مین برابر تقسیم ہوا اور ہم
دونون اپنے آپ کام کرین تو ایسی صورت مین جب یہ شخص کرایہ پر دیدیگا تو تمام اجرت اُسی شخص کو ملیگی اور اگر دونون نے
پسائی کے واسطے لوگون کا اناج لیا تو جو مزدوری ملیگی وہ اُس شخص اور مالک کے درمیان برابر تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہے
ایک چکی گھر کا صحن دو شخصون مین مشترک ہے اور چکی کے پاٹ خاص ایک ہی شخص کے ہین اور اُسکو ایک شخص مستاجر کو اجارہ دیدیا
پھر جس شخص کا چکی کے پاٹون مین کچھ حق نہین ہے اُسنے آدھا کرایہ طلب کیا تو فرمایا کہ اسکو اختیار ہے یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔
فرمایا کہ ایک شخص نے ایک نہر کنارے ایک گھر بنایا اور اُسمین پنچکی نصب کی اور یہ سب مالک نہر کی بلا اجازت کیا پھر
لوگون کا اناج لیکر پسائی کر کے مال حاصل کیا تو تمام مال اُسی کا ہوگا اور وہ شخص نہر کے مالک کی زمین غصب کرنے والا شمار

ہوگا اور جو احکام غصب کے ہین وہ معتبر رکھے جاوینگے پس جو کچھ اُسکی زمین مین نقصان آیا ہی اُسکی ڈانڈ لیگا جیسے زمین کے غصب مین ہوتا ہی ولیکن پانی کی ضمان نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی مستاجر نے چکی مین لوہا یا کوئی اور شے جڑوائی پھر اجارہ کی مدت گذر گئی اور مستاجر نے چاہا کہ جو مال میرا اسمین لگا ہی وہ لے لے پس اگر اُسنے موجر کی اجازت سے اس شرط سے لگایا ہی کہ کرایہ مین سے وضع کرنے تو موجر سے لے سکتا ہی اور اگر اسکی بلا اجازت لگایا ہی تو جو چیز جڑی ہوئی نہو اُسکو لے سکتا ہی اور جو چیز جڑی ہوئی ہی اسکی قیمت لے سکتا ہی یہ وجیز کردری مین ہے۔

چوبیسوان باب اجرت اور معقود علیہ کی کفالت کے بیان مین۔ فرمایا کہ اجرت کی کفالت خواہ معجل ہو یا موجل ہو جمیع اجارات مین اور نیز حوالہ بھی صحیح ہی خواہ کفالت کے وقت اجرت اسطرح واجب ہوگئی ہو کہ مستاجر نے منفعت اجارہ تمام حاصل کر لی ہو یا شرط تعجیل ہو خواہ واجب نہوئی ہو اور تعجیل یا تاجیل مین یعنے فی الحال ادا کرنے یا میعاد پر اجرت ادا کرنے کا حکم کفیل پر ویسا ہی ہوگا جیسا اصیل پر ہی بشرطیکہ کفالت مین جس طرح اصیل پر ہی اُسکے خلاف شرط نہ ٹھہری ہو۔ اور اگر کفیل نے اجرت فی الحال ادا کر دی تو اپنے اصیل سے فی الحال نہین لے سکتا ہی تاوقتیکہ میعاد مقررہ نہ آجاوے یہ محیط مین ہی۔ اور کفیل کو یہ اختیار نہین ہی کہ جبتک خود اجرت ادا نہین کی ہی تبتک اصیل سے یعنے مستاجر سے اجرت کا مواخذہ کرے یعنے جبتک خود ادا نہ کرے تبتک مستاجر سے مواخذہ نہین کر سکتا ہی ولیکن اگر موجر نے کفیل کے ساتھ دستک دی اور اُسکے پیچھے پڑ گیا تو کفیل کو اختیار ہی کہ اسیطرح اپنے مکفول عنہ کا دامنگیر ہو یہانتک کہ مکفول عنہ اُسکا پیچھا چھوڑا دے یا اسکی طرف سے ادا کرے یہ مبسوط مین ہی اور اگر مقدار اجرت مین موجر و کفیل و مستاجر نے اختلاف کیا مثلاً کفیل نے کہا کہ ایک درم ہی اور موجر نے کہا کہ دو درم ہین اور مستاجر نے کہا کہ نصف درم ہی تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ زیادتی سے منکر ہی ولیکن کفیل سے ایک درم کا مواخذہ کیا جائیگا اور کفیل اپنے اصیل مستاجر سے فقط نصف درم واپس لے سکتا ہی۔ اور اگر تینون نے اپنے اپنے عادل گواہ قائم کیے تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر طالب نے گواہ عادل پیش کیے تو اسکو اختیار ہی کہ خواہ کفیل یا مستاجر جس سے چاہے مواخذہ کرے یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر اجرت مین کوئی معین چیز مثلاً کوئی معین کپڑا قرار پایا اور اُسکی کسی شخص نے کفالت کی تو جائز ہی۔ اور اگر وہ کپڑا مستاجر کے پاس تلف ہوگیا تو کفیل بری ہوگیا اور مستاجر پر اجر المثل دینے کا حکم کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی خیاط کو کپڑا سینے کے واسطے مقرر کیا اور شرط کر لی کہ خود ہی سیئے اور کسی شخص نے اسکی کفالت کی پس اگر نفس خیاطت کے سپرد کرنے کی کفالت کی تو صحیح ہی اور اگر اسی کی سلائی کی کفالت کی تو صحیح نہین ہی اور اگر مستاجر نے درزی پر اُسی کے سینے کی شرط نہ لگائی اور کسی شخص نے سلائی کی کی کفالت کی تو صحیح ہی۔ پھر واضح ہو کہ خیاطت کے مسئلہ مین جبکہ سلائی کی کفالت صحیح نہوا اور کفیل نے خود سی کر مستاجر کے سپرد کیا تو اُس سے اپنے کام کا اجر المثل لے لیگا اور جس صورت مین سلائی کی کفالت صحیح ہو اور کفیل نے خود سی کر مستاجر کو دیا تو مکفول عنہ یعنی درزی سے اپنے کام کا اجر المثل چاہے جسقدر ہو لے لیگا بشرطیکہ یہ کفالت درزی کی اجازت سے ہو یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص سے کچھ اونٹ غیر معین کسی شہر معلوم تک کچھ بار معلوم لادنے کے واسطے کرایہ کیے اور ایک شخص نے مستاجر سے باربرداری کی کفالت کر لی تو کفالت صحیح ہی اور اگر اونٹ معین اسطور سے کرایہ لیے اور کسی شخص نے باربرداری کی کفالت کر لی تو صحیح نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ امام ابو حنیفہ رح نے

فرمایا کہ اگر مستاجر نے کرایہ پیشگی ادا کر دیا اور ایک شخص نے کفالت کر لی کہ اگر اجارہ ٹوٹ جائیگا تو مین تیرے کرایہ کا کفیل ہون تو کفالت جائز ہے یہ محیط مین ہے

پچیسوان باب دونون گواہون مین اور موجر و مستاجر مین اختلاف واقع ہونے کے بیان مین۔ اور اسمین دو فصلین ہین

فصل اول بدل یا مبدل مین موجر و مستاجر کے درمیان یا دونون گواہون کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین۔ اگر دونون نے مدت اجارہ گذرنے کے بعد جو چیز اجارہ لی گئی مدت اجارہ کے اندر سپرد کرنے مین اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ عادل پیش کیے تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ یہ چیز موجر نے اول مدت یا اول مسافت مین سپرد کر دی گئی ولیکن عذر عارض ہو جانے مین اختلاف کیا مثلاً مستاجر نے کہا کہ مرض یا غصب یا غلام کا بھاگ جانا وغیرہ ایسا کوئی عذر پیدا ہو گیا کہ جس سے مین انتفاع حاصل نہین کر سکا اور موجر نے اس سے انکار کیا پس اگر خصومت کے وقت یہ سبب موجود ہو تو قطعی قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر اسوقت یہ سبب موجود نہو تو موجر کا قول قبول ہوگا مگر ساتھ ہی موجر سے اسکے علم پر قسم لیجاویگی۔ اور اگر کوئی عذر پیدا ہو جانے مین دونون نے اتفاق کیا مگر اسمین اختلاف کیا کہ کتنے دنون تک یہ عذر مانع قایم رہا ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قبضہ سے پہلے مقدار اجرت مین اختلاف کیا یا مدت اجارہ مین اختلاف کیا تو دونون سے قسم لیکر اجارہ فسخ کر دیا جائیگا یہ تہذیب مین ہے۔ اور اگر مدت اجارہ گذرنے مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ اجارہ کے دونون گواہون نے اجارہ کی اجرت مین اختلاف کیا اور مدعی خواہ موجر ہو یا مستاجر ہو اور ایک گواہ نے موافق مدعی کے گواہی دی اور دوسرے نے اجرت اس سے کم یا زیادہ ہونے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہوگی۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم منفعت کامل حاصل کرنے سے پہلے ہے کیونکہ اس صورت مین عقد اجارہ کے حکم دینے کی ضرورت ہے اور جب دونون نے گواہی بدل مین اختلاف کیا تو قاضی ایسے حکم کا قابو نہ پاویگا۔ اور اگر منفعت کامل حاصل کرنے کے بعد ایسا واقع ہوا تو اسوقت مال کا حکم کرنے کی ضرورت ہے پس اسمین اختلاف ہونا چاہیے کہ امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک کم گواہی مین کم مال کی ڈگری کیجاویگی جیسا کہ قرضہ کے دعوی مین ہوتا ہے کہ اگر مدعی نے چھ درہم کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے پانچ درہم کی گواہی دی تو پانچ درہم کی ڈگری ہوگی قال الشیخ رضی اللہ عنہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہان بالاجماع گواہی مقبول نہوگی کیونکہ منفعت معدومہ مین اجرت بدل ہوتی ہے جیسے بیع مین ثمن ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ دونون گواہون مین سے ایک کی تکذیب ہوگی پس انکی گواہی قبول نہوگی۔ اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون اور اجارہ واقع ہونے پر دونون نے اتفاق کیا اور منفعت سے پہلے اجرت مین اختلاف کیا تو باہم قسم کھا کر اجارہ فسخ کر دینگے اسی طرح اگر چوپایہ [illegible] کرایہ لیا اور مستاجر نے کہا کہ کوفہ سے بغداد تک پانچ درہم مین ٹھہرا ہے اور چوپایہ کے مالک نے کہا کہ کوفہ سے [illegible] تک جو بغداد و کوفہ کے بیچ مین ہے دس درہم کو ٹھہرا ہے تو دونون سے قسم لیجاویگی اور بعد قسم کھانے کے اگر دونون [illegible] گواہ قایم کیے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو چوپایہ کے مالک کے گواہ کرایہ کی زیادتی پر قبول ہونگے اور مستاجر کے گواہ زیادتی

زیادتی مسافت پر قبول ہونگے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور پہلے امام اعظم رح فرماتے تھے کہ بغداد تک ساٹھ بارہ درم پر
ڈگری ہوگی اور اگر دونوں نے جگہ و مقام میں اتفاق کیا مگر جنس اجرت میں اختلاف کیا تو چوپایہ کے مالک کے گواہ مقبول
ہونگے اور اگر اسکو بغداد تک سوار ہو کر لے گیا اور کہا کہ تو نے مجھے یہ چوپایہ عاریت دیا ہی اور اسکے مالک نے کہا کہ مین نے
تجھے ڈیڑھ درم میں کرایہ دیا ہی تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اسپر ضمان یا اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر موجر نے گواہ قایم کیے
پس ایک گواہ نے ایک درم کرایہ کی گواہی دی اور دوسرے نے ڈیڑھ درم کی گواہی دی تو ایک درم کی ڈگری کیجاویگی یہ
مبسوط میں ہی۔ رنگریز نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس شخص نے کوئی کپڑا نہیں دیا ہی پھر دو گواہ قائم ہوئے ایک نے
گواہی دی کہ اسنے سرخ رنگنے کیواسطے دیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے زرد رنگنے کیواسطے دیا ہی تو گواہی مقبول
نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہی اگر ایک نے عمرو پر دعوی کیا کہ اسنے مجھے معین دو ٹٹو بغداد تک دس درم میں کرایہ دیے ہیں اور اس
دعوی پر گواہ قائم کیے اور عمرو نے گواہ دیے کہ عمرو نے ان دونوں ٹٹوؤں میں سے ایک ٹٹو معین دس درم میں بغداد تک
کے واسطے کرایہ دیا ہی تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے کہ دونوں ٹٹوؤں کے پندرہ درم پر بغداد تک اجارہ دینے کا حکم دیا
جائیگا بشرطیکہ دونوں کا اجر مثل یکسان ہو پھر اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ دونوں ٹٹوؤں کے دس درم پر بغداد تک
اجارہ دینے کی ڈگری کیجاویگی اور یہی امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہی۔ اور یہ جو مذکور ہوا اسوقت ہی کہ دونوں نے
جنس اجرت میں اتفاق کیا ہو اور اگر اختلاف کیا مثلاً ٹٹو کے مالک نے کہا کہ مین نے ان دونوں میں سے ایک ٹٹو ایک دینار میں
بغداد تک تجھے کرایہ پر دیا ہی اور اسپر گواہ قایم کیے اور مستاجر نے کہا کہ تو نے دونوں ٹٹو دس درم میں بغداد تک کیواسطے اجارہ
دیے ہیں تو یون ڈگری کیجاویگی کہ اسنے دونوں ٹٹو ایک دینار اور پانچ درم میں بغداد تک اجارہ دیے بشرطیکہ دونوں کا اجر مثل
یکسان ہو یہ محیط میں ہی۔ ایک شخص نے دو ٹٹو کرایہ کیے انمین ایک ٹٹو معین مقام حیرہ تک اور دوسرا معین مقام قادسیہ
تک کرایہ لیا پھر دونوں کو قادسیہ کیطرف آگے بڑھا لیگیا یعنی حیرہ سے آگے بڑھ گیا پھر ایک ٹٹو مرگیا اور موجر و مستاجر نے اختلاف
کیا اور موجر نے کہا کہ جو ٹٹو مرگیا ہی اسکو فقط حیرہ تک کے واسطے تو نے کرایہ لیا تھا پھر جب تو آگے لیگیا تو تو نے مخالفت کی اور تو
ضامن ہوا اور مستاجر نے کہا کہ جو ٹٹو مرگیا ہی اسکو مین نے قادسیہ تک کیواسطے اجارہ لیا تو موجر کا قول قبول ہوگا اور
مستاجر اسکی قیمت کی ضمان ادا کرے یہ غیاثیہ میں ہی۔ اور اگر مستاجر نے اجارہ کا دعوی کیا یعنی اسنے مجھے اجارہ دیا ہی اور
ٹٹو کے مالک نے انکار کیا پھر ایک گواہ نے یون گواہی دی کہ مستاجر نے بغداد تک خود سوار ہو جانے کیواسطے دس درم
مین کرایہ لیا ہی اور دوسرے گواہ نے یہ گواہی دی کہ اسنے بغداد تک سوار ہوتے اور یہ اسباب لادنے کے واسطے کرایہ
لیا ہی اور مستاجر بھی اسی امر کا مدعی ہی جو دوسرے گواہ نے گواہی دی ہی تو گواہی جائز نہین ہی اسی طرح اگر دونوں گواہوں نے
بوجھ میں اختلاف کیا ایک نے ایک قسم کا بوجھ بتلایا ہی اور دوسرے نے دوسری قسم کے بوجھ کی گواہی دی تو بھی گواہی قبول
نہوگی یہ مبسوط میں ہی۔ ایک شخص کشتی پر ترمذ سے آمل تک سوار ہوا پھر مالک کشتی نے کہا کہ مین نے تجھے آمل تک
پانچ درم کرایہ پر سوار کیا ہی اور سوار نے ملاح سے کہا کہ تو نے مجھے دس درم پر اسواسطے اجیر مقرر کیا تھا کہ مین آمل
تک سکان کشتی کو تھام کر کھینتا چلونگا تو دونوں مین سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی اور دونوں میں سے
کسی کو اولویت نہین ہی کہ اسکے واسطے پہلے قسم لیجاوے لیکن قاضی کو اختیار ہوگا کہ دونوں مین سے جس سے چاہے
قسم لینا شروع کرے اور اگر دونوں کے نام قرعہ ڈالے تو بہتر ہی پس اگر دونوں نے قسم کھا لی تو کسی کا دوسرے پر کچھ

کچھ کرایہ واجب نہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قایم کیے تو سوار ہونیوالے کے گواہ قبول ہونگے اور اُسکے نام مالک کشتی پر دس درم اجرت کی ڈگری کردیجاویگی اور کشتی والے کے نام سوار پر کچھ ڈگری نہوگی کیونکہ جب دونوں نے گواہ قایم کیے تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا دونوں امر واقع ہوئے پھر کشتی والے نے جو سوار ہونیوالے کے ساتھ سوار کرنیکا اجارہ کیا ہے وہ باطل ہو جائیگا کیونکہ ملاح کے واسطے تو خود ہی بلا کرایہ سوار ہونا ضرور ہے- ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے ترمذ سے بلخ تک دس درم کرایہ پر اپنے خچر پر سوار کیا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے مجھے اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ مین بلخ مین فلان شخص کو بحفاظت پہونچا دون اور پانچ درم اجرت ٹھہرائے ہین تو بھی ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجائیگی پس اگر دونون نے قسم کھالی تو کسی پر کچھ واجب نہوگا اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو خچر کے مالک کے گواہ مقبول ہونگے کیونکہ مستاجر پر خچر کی حفاظت واجب ہے پس اجارہ حفاظت کیواسطے باطل ہوگیا یہ ظہیریہ مین ہے- اگر مستاجر نے کہا کہ مین نے قادسیہ تک کے واسطے ایک درم مین کرایہ کیا اور موجر نے کسی اور موضع کا نام لیا حالانکہ مستاجر اُسپر قادسیہ تک سوار ہوا ہے تو اسصورت مین مستاجر پر کچھ کرایہ واجب نہوگا کیونکہ اُسنے عقد اجارہ کی مخالفت کی ہے یہ سراجیہ مین ہے- اور اگر موجر نے کہا کہ مین نے تجھے اس موضع تک اپنا ٹٹو کرایہ پر دیا ہے اور سوار نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے مجھے عاریت دیا ہے اور اس موضع سے آگے بڑھا لیگیا اور ٹٹو مرگیا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے- اگر کوئی شخص کسی شخص کا ٹٹو حیرہ تک سوار ہوکر لیگیا اور ٹٹو کے مالک نے کہا کہ مین نے جبانہ تک تجھے ایک درم مین کرایہ دیا تھا اور تو اُسکو آگے لیگیا اور جو شخص سوار ہوکر لے گیا ہے اُسنے کہا کہ تو نے مجھے عاریت دیا تھا اور اُسپر قسم کھالی تو کرایہ سے بری ہو جائیگا پھر اگر ٹٹو کے مالک نے گواہ قایم کیے کہ مین نے اسکو حیرہ تک ایک درم مین کرایہ پر دیا تھا تو قبول نہ کیے جاوینگے اور اگر ٹٹو کے مالک نے دعوی کیا کہ مین نے اسکو صالحین تک ڈیڑھ درم مین کرایہ پر دیا ہے اور ایک گواہ نے اُسکے حق مین یون ہی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے صالحین تک ایک درم مین کرایہ پر دیا ہے تو مستاجر پر ایک درم کی ڈگری کردی جاویگی بشرطیکہ مستاجر سوار ہوا ہو یہ مبسوط مین ہے- اور اگر ٹٹو کے مالک نے دو گواہ قایم کیے اور انمین سے ایک گواہ نے اُسکے حق مین ڈیڑھ درم کی گواہی دی تو مستاجر پر ایک درم کی ڈگری ہوگی- اور اگر موجر نے دو درم پر اجارہ دینے کا دعوی کیا پھر ایک گواہ نے ایک درم پر اجارہ دینے کی اور دو گواہون نے دو درم پر اجارہ دینے کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک مقبول نہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے- ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک مکان کرایہ لیا ہے پھر مستاجر نے دعوی کیا کہ مین نے گیارہ مہینے تک ایک درم مین کرایہ لیا اور ایک مہینہ تک نو درم مین یعنے بارہ مہینہ تک اس تفصیل سے کرایہ پر لیا ہے اور موجر نے دعوی کیا کہ مین نے ایکسال تک دس درم مین کرایہ پر دیا ہے اور ہر ایک نے اپنے دعوے پر گواہ قایم کیے تو امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ موجر کے گواہون پر ڈگری کیجائیگی- اور اگر ان وجوہ مین مدت اجارہ گذر جانے یا جس مقام تک کے واسطے ٹٹو وغیرہ کرایہ لیا ہے وہان پہونچ جانے کے بعد اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا اور دونون سے ہر ایک کے دعوے پر قسم نہ لیجاویگی یہ بالاجماع سب کے نزدیک ہے- اور اگر تھوڑی مدت گذرنے پر یا تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد دونون نے اجرت مین اختلاف کیا تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی اور جس وقت دونون نے قسم کھالی اُسوقت باقی مدت کا اجارہ فسخ کردیا جائیگا اور گذشتہ مدت یا مسافت کے حصہ اجرت مین مستاجر کا

قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور نیز امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک مستاجر نے گواہ قایم کیے کہ مین نے یہ
مکان اس شخص سے دو مہینہ کے واسطے دس درم پر کرایہ لیا ہے اور مالک مکان نے گواہ دیے کہ مین نے اسکو ایک مہینہ کے
واسطے دس درم پر اجارہ دیا ہے تو مین کرایہ کی بابت مالک مکان کے گواہ قبول کرونگا اور مکان کو ایک مہینہ کے واسطے
دس درم پر قرار دونگا اور دوسرے مہینے مین مستاجر پر پانچ درم کرایہ قرار دونگا یہ محیط مین ہے۔ اور جامع الفتاوی مین لکھا
ہے کہ اگر موجر نے کہا کہ مین نے اس مہینہ تک تجھے یہ مکان دس درم پر کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے کہا کہ مین نے اس
مہینہ اور دوسرے مہینہ تک پانچ درم مین کرایہ لیا ہے تو پہلے مہینہ مین دس درم واجب ہونگے اور دوسرے
مہینہ مین ڈھائی درم واجب ہونگے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے گواہ قایم کیے کہ مین نے اپنا یہ بیت
نو درم پر تین مہینے کے واسطے بحساب تین درم ماہواری کے کرایہ پر دیا ہے اور مستاجر نے گواہ دیے کہ مستاجر نے
چھ مہینے کے واسطے بحساب ایک درم ماہواری کے کرایہ پر لیا ہے تو مستاجر پر تین مہینے کے واسطے نو درم واجب
ہونگے اور پھر تین مہینہ تک تین درم واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ہشام رح کہتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسف سے
دریافت کیا کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک مکان ہے کہ اسمین وہ شخص ایک مہینہ تک رہا ہے پھر دو شخصون مین سے ہر ایک
نے یہ گواہ قایم کیے کہ یہ میرا مکان ہے مین نے اس قابض کو دس درم پر اسی مہینے کے واسطے کرایہ دیا ہے اور قابض
ان دونون کے دعوی سے منکر ہے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ مکان دونون مدعیون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا
اور استحسانا ہر ایک کو پانچ پانچ درم ملینگے اور قیاس کی دلیل سے ہر ایک کو دس درم دینے چاہیے ہین یہ محیط مین ہے۔ نوادر
ہشام مین امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا پھر مالک نے کہا کہ مین نے تجھے ایک
درم اجرت پر کپڑا دیا ہے اور درزی نے کہا کہ تو نے کچھ اجرت بیان نہین کی ہے تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور
اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ مین نے کچھ اجرت نہین ٹھہرائی تھی اور تو نے بطور اجرت پر سینے کے کپڑا لے لیا تھا اور
درزی نے کہا کہ تو نے اجرت ٹھہرائی تھی تو کپڑے کے مالک سے قسم لیجاویگی اور اسکو اجر المثل ملیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔
کتاب الاصل مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے رنگریز کو سرخ رنگنے کے واسطے کپڑا دیا اس نے عصفر سے جس طرح مستاجر نے
بیان کر دیا تھا سرخ رنگ دیا پھر دونون نے اجرت مین اختلاف کیا رنگریز نے کہا کہ مین نے ایک درم پر کام کیا
ہے اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ دو دانگ پر کام کیا ہے پس اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو رنگریز کے گواہ
مقبول ہونگے۔ اور اگر دونون نے گواہ قایم نہ کیے تو مین دیکھونگا کہ عصفر سے کپڑے کی قیمت مین کسقدر زیادتی
ہو گئی پس اگر ایک درم یا زیادہ کی ہوگئی ہے تو پہلے رنگریز سے قسم لیجاویگی واللہ مین نے دو دانگ مین نہین رنگا ہے پھر
اسکو ایک درم دلا دونگا اور اس سے زیادہ نہ کیا جائیگا۔ اور اگر عصفر سے صرف دو دانگ یا اس سے کم زیادتی ہوئی
ہے تو رنگریز کو دو دانگ دلا دونگا مگر پہلے کپڑے کے مالک سے قسم لونگا کہ واللہ مین نے فقط دو دانگ پر اس سے
رنگایا ہے اور دو دانگ سے کمی نہ کیجاویگی۔ اور اگر عصفر سے نصف درم کی زیادتی ہوگئی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ پہلے
رنگریز سے قسم لیکر کہ واللہ مین نے دو دانگ پر نہین رنگا ہے پھر اسکو نصف درم دلا دونگا اور جو رنگ ایسا ہو کہ اس کی کچھ
قیمت ہوتی ہے اس مین بھی یہی حکم ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر سیاہ رنگنے کے واسطے دیا ہو تو قسم سے کپڑے کے
مالک کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ تو نے مجھے بلا اجرت رنگ دیا ہے تو اسی کا قول

قبول ہوگا اسی طرح جو کپڑا اپنے رنگ سے رنگا جاوے کہ جس سے قیمت گھٹ جاتی ہے اُنمیں بھی یہی حکم ہے اور جو رنگ ایسے
ہیں کہ قیمت بڑھاتے ہیں اُنمیں اگر مالک نے کہا کہ تو نے بلا اجرت رنگ دیا ہے اور رنگریز نے کہا کہ ایک درہم کے
عوض رنگا ہے تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی۔ اور یہ باہمی قسم اسوجہ سے نہیں ہے کہ دونوں نے
عقد اجارہ کے بدل میں یعنی اجرت میں اختلاف کیا ہے بلکہ دونوں پر قسم یوں آئی کہ رنگریز نے مالک پر اپنے ایک درم
کا دعوی کیا اور مالک منکر ہے اسواسطے مالک پر قسم عائد ہوئی اور مالک دعوی کرتا ہے کہ رنگریز نے رنگ مجھے ہبہ کیا اور
چونکہ اسکی ملوکہ چیز سے یہ ہبہ متصل ہوگیا اسواسطے ہبہ میں ملکیت پوری ہوگئی اور رنگریز نے اُس سے انکار کیا اسواسطے
اُسپر بھی قسم عائد ہوئی پس دونوں پر قسم عاید ہوئی پھر کپڑے کا مالک رنگ کے عوض اسقدر ڈانڈ دیگا جسقدر اُسکے
کپڑے میں بوجہ رنگ کے قیمت زیادہ ہوگئی ہے مگر ایک درم سے زیادہ نہ کیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر
دونوں نے اصل اجرت میں اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ اے کندی کرنے والے تو نے مجھے بلا اجرت یہ کپڑا کندی کر دیا
ہے اور کندی کرنے والے نے کہا کہ نہیں بلکہ اجرت پر میں نے کام کیا ہے پس اگر دونوں نے کام سے فارغ ہونے سے
پہلے ایسا اختلاف کیا تو دونوں سے باہم قسم لیجائیگی اور پہلے مستاجر سے شروع کیا جائیگا اور اگر کام سے فارغ ہونے کے
بعد ایسا اختلاف کیا تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ مالک نے کندی گر کو یوں
ہی دیدیا کچھ اجرت بیان نہیں کی تو اُسکا حکم کتاب میں مذکور نہیں ہے اور فقیہ ابو اللیث نے عیون المسائل میں لکھا ہے کہ اسمیں
تین قول ہیں اور تینوں قول بیان کر دیے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کندی گر نے اسی کام کیواسطے کوئی دوکان
کرایہ لی ہو تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کندی گر اور مالک ثوب
نے مقدار اجرت میں اختلاف کیا پس اگر اُسنے کام شروع نکیا ہو تو دونوں سے باہم قسم لیجاویگی اور عقد اجارہ رد کر دینگے
اور اگر کام سے فارغ ہوگیا ہو تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کچھ کام کیا ہو تو جسقدر کام کیا اُسمیں قسم سے
کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور باقی میں بعض کو کل پر قیاس کرکے یہ حکم دیا جائیگا کہ باہم قسم کھا دیں یہ مبسوط میں ہے
اور اگر اجرت کی جنس میں کہ درم ہیں یا دینار ہیں یا صفت میں کہ جید ہیں یا ردی ہیں اختلاف کیا پس اگر کام شروع کرنے
سے پہلے اختلاف کیا تو باہم قسم لیجاویگی اور اگر اجرت مال عین ہو پس اگر اسکی جنس یا مقدار میں اختلاف کیا تو دونوں سے باہم
قسم لیجاویگی اور اگر اسکی صفت میں اختلاف کیا تو باہم قسم نہ لیجاویگی بلکہ مستاجر کا قول قبول ہوگا بخلاف اسکے اگر اجرت مال
دین ہو تو یہ حکم نہیں ہے۔ اور اگر دونوں نے مقدار منزل میں اختلاف کیا اور یہ اختلاف منفعت حاصل کرنے سے پہلے واقع ہوا
تو مثل مال عین کی بیع کے اسمیں بھی دونوں سے قسم لیجاویگی پھر بعد اسکے اگر اجرت میں اختلاف ہو تو پہلے مستاجر سے قسم لینی
شروع کیجائیگی اور اگر منفعت میں اختلاف ہو تو پہلے موجر سے قسم لینی شروع کیجائیگی اور دونوں میں سے جو شخص قسم سے
نکول کریگا اُسی پر دوسرے کا دعوی ثابت و لازم ہو جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ قایم کیے پس اگر اجرت میں اختلاف ہو
تو موجر کے گواہ قبول ہونگے اور اگر منفعت میں اختلاف ہو تو مستاجر کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر موجر نے اجرت مستحقہ میں
زیادتی کا دعوی کیا اور مستاجر نے منفعت مستحقہ میں زیادتی کا دعوی کیا تو باہم قسم لینے میں وہی صورت ہے جو ہمنے بیان کر دی ہے
اور اگر دونوں نے گواہ قایم کیے تو ہر ایک کے گواہ اُسکے دعوے پر مقبول ہونگے مثلاً اگر موجر نے دس درم ماہواری کا
دعوی کیا اور مستاجر نے دو مہینہ تک پانچ درم میں اجارہ لینے کا دعوی کیا تو دو مہینہ میں دس درم کرایہ کی ڈگری کیجائیگی

اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہوں اور مستاجر کچھ منفعت حاصل کر چکا ہو تو مدت گذشتہ میں منفعت حاصل شدہ کی
اجرت کی بابت مستاجر کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور باقی کی بابت دونوں سے قسم لیکر عقد فسخ کر دیا جائے گا اور
اگر نوع اجرت میں اس طرح اختلاف کیا کہ ایک نے درہم کا اور دوسرے نے دینار کا دعوی کیا تو باہمی قسم اور نکول
اور کسی ایک شخص کے گواہ قایم کرنے میں وہی حکم ہے جو ہم نے بیان کر دیا۔ اور اگر دونوں نے گواہ قایم کیے تو موجر کے
گواہ قبول ہونگے اور اگر باوجود اسکے مدت یا مسافت میں بھی اختلاف کیا مثلاً موجر نے کہا کہ میں نے تجھے قصر نعمان
تک ایک دینار میں کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ کوفہ تک دس درہم میں اجارہ لیا ہے اور دونوں نے گواہ
قائم کیے تو کوفہ تک ایک دینار اور پانچ درہم میں کرایہ ہونے کا حکم دیا جائیگا یہ ینابیع میں ہے۔ اور اگر دونوں نے دو جنس
میں اختلاف کیا اور موجر نے کہا کہ میں نے تجھے یہ ٹٹو قصر نعمان تک ایک دینار میں کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ کوفہ
تک دس درہم میں دیا ہے تو دونوں سے باہم قسم لیجاویگی اور دونوں میں سے جسنے نکول کیا اسی پر دوسرے کا دعوے
ثابت و لازم ہوگا اور جسنے گواہ قایم کیے اسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونوں نے گواہ قایم کیے تو کوفہ تک ایک
دینار و پانچ درہم میں اجارہ ہونے کا حکم دیا جائے گا بشرطیکہ قصر نعمان ٹھیک بیچ میں کوفہ و بغداد کے واقع ہو پس قصر
نعمان تک بعوض ایک دینار کے موجر کے گواہوں پر اور قصر نعمان سے کوفہ تک پانچ درہم میں مستاجر کے گواہوں پر حکم دیا جائیگا
یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر دونوں نے اجرت و مدت دونوں میں یا اجرت و مسافت دونوں میں اختلاف کیا
اور موجر نے کہا کہ میں نے قصر نعمان تک دس درہم میں دیا ہے اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ کوفہ تک پانچ درہم میں دیا ہے
تو دونوں سے باہم قسم لیجائیگی اور جب دونوں نے قسم کھالی تو عقد فسخ کر دیا جائیگا اور اگر دونوں میں سے کسی نے
گواہ قایم کیے تو مقبول ہونگے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو دونوں فریق کے گواہوں پر ڈگری ہوگی پس اجرت
کی زیادتی میں موجر کے گواہوں پر اور مدت یا مسافت کی زیادتی میں مستاجر کے گواہوں پر حکم ہوگا اور دونوں میں
سے جسنے پیشتر دعوی کیا اسی کیواسطے دوسرے سے پہلے قسم لینی شروع کیجاویگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ امام
ابو یوسف نے فرمایا کہ ایک شخص نے جوتی ٹانکنے والے کو ٹانکنے کیواسطے جوتی دی اُسنے کہا کہ تو نے مجھے دو درہم
پر ٹانکنے کیواسطے دی ہے اور مستاجر نے کہا کہ ایک درہم پر دی ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر جوتی بدون ضرر پہونچانے کے اسکا
پیوند جدا کر سکتا ہے تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اپنا پیوند جدا کرے۔ اور اگر بدون ضرر کے نہیں جدا کر سکتا ہے تو جسقدر
اُسنے زیادتی کی ہے اُسکی اجرت دیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کپڑے کے مالک و درزی نے باہم اختلاف کیا
کپڑے کے مالک نے کہا کہ میں نے تجھے قبا سینے کا حکم دیا تھا مگر تو نے قمیص قطع کر کے سی دی ہے۔ اور درزی نے کہا کہ
نہیں بلکہ تو نے قمیص سینے کا حکم کیا تھا تو قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے قمیص لیکر
درزی کو اجر المثل دیدے یا درزی سے بے سلے ثابت کپڑے کی قیمت لے لے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور شیخ علاء الدین اسبیجابی نے
شرح کافی میں فرمایا کہ اگر اس صورت میں دونوں نے گواہ قائم کیے تو درزی کے گواہ قبول ہونگے یہ غایۃ البیان میں
ہے۔ اگر رنگریز اور کپڑے کے مالک نے اختلاف کیا مالک نے کہا کہ میں نے عصفر سے رنگنے کا حکم دیا ہے اور رنگریز نے
کہا کہ نہیں بلکہ زعفران سے رنگنے کا حکم کیا ہے تو بالاجماع کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ ایک
شخص نے ایک قفیز عصفر سے رنگنے کیواسطے کپڑا دیدیا پھر رنگریز نے کہا کہ میں نے ایک قفیز سے رنگ دیا ہے اور مالک نے

کہا کہ چوتھائی قفیز سے رنگا ہی تو دوسرے رنگریز ون کو دکھایا جائیگا اگر انھون نے کہا کہ ایسا رنگ چوتھائی قفیز سے ہو سکتا ہی
تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہو گا اور رنگریز کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اجارات کتاب الاصل مین
لکھا ہی کہ ایک شخص نے حجام کو اپنا دانت اکھاڑنے کا حکم دیا اُسنے اکھاڑ دیا پھر دونون نے اختلاف کیا مستاجر نے کہا
کہ مین نے اس دانت کے سوائے دوسرا دانت اکھاڑنے کا حکم دیا تھا اور حجام نے کہا کہ اسی دانت کے اکھاڑنے کا
حکم کیا تھا تو مستاجر کا قول قبول ہو گا۔ اور اگر حجام نے وہی دانت اکھاڑا جسکے اکھاڑنے کا حکم کیا تھا مگر اُسکے ساتھ متصل
دوسرا دانت تھا کہ وہ بھی اکھڑ آیا تو ضامن نہو گا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر جراح کو حکم دیا کہ میرے بدن سے کچھ جدا کر دے
یا پھوڑا چیر دے پھر دونون نے اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہو گا کیونکہ حکم اسی کی طرف سے پایا گیا ہی یہ
محیط سرخسی مین ہی۔ قال رضی اللہ عنہ کسی نداف کو ایک کپڑا دیا کہ اُسپر روئی دھنکر جما دے اور حکم دیا کہ اپنی طرف سے
جسقدر جی چاہے بڑھا دے پھر نداف نے تیس سیر روئی دھنکر جما کر دیدی پھر کپڑے کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے پندرہ
سیر روئی دی تھی اور کہا تھا کہ اپنے پاس سے ڈال دینا اور تو نے فقط پانچ سیر روئی بڑھائی اور نداف نے کہا کہ تو نے مجھے
دس سیر دی تھی اور کہا تھا کہ دس سیر اپنے پاس سے ڈال دے اور مین نے دس سیر بڑھا دی تو قول نداف کا قبول ہے اور مالک
مالک پر واجب ہو کہ دس سیر روئی اُسکو دیدے۔ اور بھی اگر اس امر مین اختلاف کیا اور قبا کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے
پندرہ سیر روئی دیکر حکم دیا تھا کہ پندرہ سیر اپنے پاس سے بڑھا دے اور نداف نے کہا کہ تو نے مجھے دس سیر دیکر دس سیر
بڑھانے کا حکم کیا تھا اُسی کے موافق مین نے بڑھا دی ہی تو قبا کے مالک کو اختیار ہو گا کہ چاہے اُس کی تصدیق کر کے
دس سیر روئی دیدے یا اپنے کپڑے کی قیمت اور دس سیر روئی کے مثل روئی لے لے اور وہ کپڑا نداف کا ہو جائے گا یہ
محیط مین ہی۔ ایک درزی کو کپڑا دیا کہ اُس کی دوہری روئی دار قباسی کر لا دے اور اُسکو استر و روئی دیدی اور اُسنے
سی کر پھر کر تیار کر دی اور دونون نے کام و اجرت پر اتفاق کیا مگر کپڑے کے مالک نے یہ کہا کہ یہ استر میرا نہین ہے
تو قسم سے درزی کا قول قبول ہو گا یعنے قسم کھا دے کہ یہ استر اُسی کا ہی پس اگر اُسنے قسم کھا لی تو وہ استر کپڑے کے
مالک کو لازم ہو گا اور اُسکو جائز ہو گا کہ اسکو لیکر پہنے یہ کبری مین ہی۔ اگر کسی دھوبی کو کپڑا دیا کہ اسکو ایک درم مین کندی
کر دے پھر دھوبی نے اسکو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ یہ تیرا کپڑا ہی اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ یہ میرا کپڑا نہین ہی تو امام اعظم رح
کے نزدیک دھوبی کا قول قبول ہو گا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور دھوبی کو مزدوری ملیگی یہ خلاصہ مین ہی اسیطرح
اگر دھوبی نے دعوی کیا کہ مین نے وہ کپڑا مالک کو واپس کر دیا ہی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے کیونکہ
انکے نزدیک دھوبی اسصورت مین امین ہی اور اسی طرح ہر اجیر مشترک انکے نزدیک امین ہوتا ہی اور امام ہی کے قول
پر فتوے ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہی مین نے اُسپر کندی کرنے کا
تجھے حکم نہین دیا تھا اور جو کپڑا مین نے تجھے کندی کے واسطے دیا ہی وہ اس کے سوائے دوسرا کپڑا ہی تو اسصورت مین
مالک اس کپڑے کو لے لیگا اور اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر درزی کے ساتھ سینے و قطع کرنے کے کام مین
ایسا اختلاف واقع ہو تو مالک اُس کپڑے کو نہین لے سکتا ہی مگر درزی اُسکی قیمت کی ضمان دیگا اور یہ کپڑا اُسی کے پاس اُسی
کی ملک مین چھوڑنا پڑیگا اور یہ اختیار دھوبی کے مسئلہ مین دھوبی کو حاصل نہین ہوا۔ اور اگر دھوبی سے ایسا اختلاف نہوا
بلکہ یون ہوا کہ دھوبی نے آکر کہا کہ مین نے تیرا کپڑا دھوکر کندی کر دیا اور مجھے اجرت واجب ہوئی اور کپڑے کے مالک نے

کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا بلکہ میں نے تیرے پاس یا تیرے گھر میں یا میرے اس غلام نے تیرے پاس یا تیرے گھر میں اُسپر کندی
کی ہو تو کپڑے کے مالک کی تصدیق نہوگی اور دھوبی کا قول قبول ہوگا۔ اسیطرح اس کام کے مشابہ جسقدر کام ہیں اگر کام
کرنے والے کے پاس وہ چیز موجود ہوا اور دونوں نے اختلاف کیا تو سب میں یہی حکم ہے۔ اور اگر دونوں اُس چیز پر قابض
ہوں یا مالک اُسپر قابض ہو تو مالک کا قول قبول ہوگا پھر اگر دھوبی نے مالک سے قسم لینے کی درخواست کی تو میں اُس
سے اسطرح قسم نہ لونگا کہ واللہ اسکو اس دھوبی نے نہیں دھویا ہے مگر یوں قسم لونگا کہ واللہ مجھپر اسکے کپڑے کی دھولائی کے
اسقدر دام واجب نہیں ہیں یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر دھوبی نے اسکو کوئی کپڑا دیا اور کہا کہ یہ کپڑا تیرا ہے اُسنے لے لیا حالانکہ انکار
ہے اور نسبت کی کہ یہ میرے کپڑے کا عوض ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو جائز نہیں ہے کہ اسکو پہنے یا فروخت کرے ولیکن اگر
اُسنے دھوبی سے کہا کہ میں اُسکو اپنے کپڑے کے عوض لیتا ہوں اور دھوبی نے کہا کہ ہاں اچھا تو جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ فتاوی سے منقول ہے کہ کپڑوں کے مالک نے اپنا ایلچی اپنے چار وں کپڑے لینے کے واسطے دھوبی کے
پاس بھیجا پھر جب وہ لیکر آیا تو تین ہی کپڑے نکلے اور دھوبی نے کہا کہ میں نے چاروں کپڑے اسکو دیدیے ہیں
اور ایلچی نے کہا کہ مجھکو یوں ہی دیدیے تھے گن کر نہیں دیدیے تھے تو اس صورت میں کپڑوں کے مالک سے دریافت
کیا جائیگا پس اگر اُسنے دونوں میں سے کسی شخص کی تصدیق کی تو وہی خصومت سے بری ہو جائے گا اور جس کی اُسنے
تکذیب کی اگر اُسنے قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو اسکے ذمہ دعویٰ لازم ہوگا پس اگر مالک نے دھوبی
کی تصدیق کی تو چوتھے کپڑے کی اجرت واجب ہوگی اور اگر اسکی تکذیب کی اور دھوبی نے قسم کھالی تو کپڑے کے مالک
پر دھوبی کے لیے اجرت کی قسم عاید ہوگی پس اگر قسم کھالی تو چوتھے کپڑے کے حصۂ اجرت کی خصومت سے بری ہو جائیگا یہ
حاوی میں ہے۔ متفرقات فتاوی سے دیناری میں ہے کہ گازرے را جامہ دہم داد کہ فعمارت آن کنی ہم دو روز و بعد وہی نکرد و
داشت چند انکہ ہلاک شد یعنی ایک دھوبی کو کپڑا اور اُسکی دھولائی کے واسطے ہر دو دری دی اور کہا کہ دو روز میں
اسکو دھو کر دیدے اُسنے نہ دھویا اور ڈال رکھا یہاں تک کہ تلف ہو گیا قال ضامن شود یعنی شیخ نے فرمایا کہ دھوبی ضامن
ہوگا۔ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ بدان شرط دادہ ام کہ دو روز را تمام کنی یعنی میں نے
اس شرط سے دیا تھا کہ دو روز میں دھو کر تمام کر دے اور یہ مدت گذر گئی پھر کپڑا تلف ہو گیا پس تجھپر ضمان واجب ہوئی
اور دھوبی نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے مطلقاً دھونے کے واسطے دیا تھا کوئی مدت معین نہیں کی تھی اور ایسا اختلاف
ایک مرتبہ واقع ہوا تھا جسپر فتوے طلب کیا گیا تھا اور ایسی صورت میں دھوبی کا قول قبول ہونا چاہیے کیونکہ وہی شرط سے
منکر ہے۔ پھر اگر مستاجر نے دھوبی سے یہ شرط ٹھہرائی کہ ایک یا دو روز میں مثلاً کام سے فراغت کر دے اور اُسنے مدت مقررہ
میں پورا کام نہ کیا بلکہ چند روز بعد دھو کر دیا پس آیا اجرت واجب ہوگی یا نہیں اور یہ واقعہ بھی پیش آیا تھا جس پر فتوی
طلب کیا گیا تھا پس ایسی صورت میں اجرت واجب نہونی چاہیے اس دلیل سے کہ بر تقدیر تلف ہونے کے اُسپر ضمان
لازم آتی ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کسی حمال کو کچھ اسباب دیا کہ اس موضع سے اُٹھا کر پہونچا دے پھر دونوں نے
اختلاف کیا اور اسباب کے مالک نے کہا کہ یہ میرا اسباب نہیں ہے اور حمال نے کہا کہ یہی تیرا اسباب ہے تو قسم کے ساتھ حمال
کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے اور مستاجر پر اجرت واجب نہوگی کیونکہ اُسنے استیفاء منافع کا اقرار نہیں کیا ولیکن اگر حمال
کی تصدیق کر کے اُسکو لے لے تو واجب ہوگی۔ اسیطرح اگر اسکو گیہوں اُٹھانے کیواسطے حمال مقرر کیا اور حمال نے

پہونچا کر کہا کہ یہ بعینہ تیرے گیہوں ہیں - اور گیہوں کے مالک نے کہا کہ میرے گیہوں اس سے بہتر تھے تو قیاساً مالک
کا قول قبول ہوگا اور اجرت باطل ہو گی مگر استحساناً یہ ہے کہ حمال کا قول قبول ہوگا اور وہ اپنی اجرت لے لیگا - اور اگر
ایسا اختلاف صفت میں نہیں بلکہ وہ نوع مختلف میں ہو مثلاً حمال نے جو لاکر دیا ہے اور مالک نے کہا کہ گیہوں تھے تو
اجرت واجب نہو گی تا وقتیکہ مالک اسکے قول کی تصدیق نہ کرے یہ محیط سرخسی میں ہی - ایک شخص نے اسباب کی گٹھریاں ایک
حمال کو دین کہ فلان شہر میں پہونچا کر فلان دلال کے سپرد کردے اُسنے پہونچا کر سپرد کر کے وزن کر دین پھر دلال نے حمال سے
کہا کہ گٹھریوں کا بوجھ جو بارجامہ یا بار نامہ میں لکھا ہی اس سے کم نکلا اور میں بقدر کمی کے تیری اجرت نہ دونگا پھر اسکے بعد دونون
نے اختلاف کیا اور دلال نے کہا کہ میں نے تجھے پورا کرایہ ادا کر دیا ہی اور حمال نے کہا کہ نہیں ادا کر دیا ہی تو حمال کا قول قبول ہوگا
اور ان دونون میں سے کسی کو دوسرے سے کچھ خصومت کرنیکا استحقاق نہیں ہی بلکہ یہ خصومت فقط حمال اور مالک کے درمیان
ہوگی یہ خلاصہ میں ہی - عیون میں امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ملاح کو چند کر گیہوں اسواسطے دیئے کہ فی کر دو
درم اجرت پر مثلاً فلان جگہ پہونچا دے پھر جب اُسنے مقام مشروط پر پہونچا دئے تو مالک نے کہا کہ میرا اناج گھٹ گیا حالانکہ اُسنے
ملاح کو ناپ کر دیا تھا اور ملاح نے کہا کہ کم نہیں ہوا ہی تو مالک کا قول قبول ہوگا اور مالک سے کہا جائیگا کہ اسکو ناپ دے
تاکہ فی کر جو اجرت ٹھہری ہی اُسکے حساب سے ملاح اپنی اجرت لے لے - اور اگر اُسنے ملاح سے نقصان کی ضمان طلب کی
اور اجرت پہلے دے چکا تھا تو ملاح کا قول قبول ہوگا کہ اناج پورا ہی اور مالک سے کہا جائیگا کہ اسکو ناپ دے تاکہ جسقدر
تیرا اناج کم ہوا ہی اُسکی ضمان لے لے - صاحب کتاب لکھتا ہی کہ اس مقام پر امام محمد نے فرمایا کہ مالک سے کہا جائیگا کہ ناپ دے
تاکہ جسقدر اناج کم ہوا ہی اسکی ضمان لے اور اس کلام سے دو احتمال پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ امام محمد رح کی مراد یہ ہی کہ تاکہ وہ
بقدر نقصان کے اپنے کرایہ میں سے جو ادا کر دیا ہی واپس لے اور دوسرا یہ کہ اناج ہی میں سے جسقدر کم ہو گیا ہی اُسقدر
واپس لے جیسا کہ ظاہر لفظ سے مفہوم ہی پس اگر پہلا احتمال مراد ہو تو یہ حکم سب ائمہ کے نزدیک بالاتفاق ہی اور اگر دوسرا احتمال
مراد ہو تو امام اعظم کے نزدیک مالک کو ملاح سے اناج کی ضمان لینے کا اختیار نہیں ہی مگر درصورتیکہ اُسنے کوئی خیانت
یا تقصیر کی ہو تو البتہ ضمان لے سکتا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات میں ہی

دوسری فصل اُجرت میں عیب پائے جانے میں موجر و مستاجر کے اختلافات کے بیان میں - اگر موجر نے اجرت میں
عیب پاکر مستاجر کو واپس کرنی چاہی پس اگر اجرت مال دین یعنی درم یا دینار ہو یا سوائے دراہم و دینار کے کوئی کیلی یا
وزنی چیز اپنے ذمہ ٹھہرائی ہو یا مال عین ہو جیسے معین کپڑا یا معین گیہوں ہوں پس اگر مستاجر نے موجر کے قول کی تصدیق کی
تو موجر کو ہر حال میں واپس کر دینے کا اختیار ہی خواہ اجرت مال دین ہو یا عین ہو - اور اگر مستاجر نے اسکے قول کی تکذیب کی اور
کہا کہ میں نے تجھے ایسی اجرت یعنی عیب دار نہیں دی ہی پس اگر اجرت مال دین ہو پس اگر موجر نے قبضہ کرنے کیوقت ٹھہری اجرت
پر قبضہ کرنے یا استیفاء حق کا اقرار نکیا ہو فقط مثلاً دراہم وصول پانے کا اقرار کیا ہو تو قیاساً مستاجر کا قول قبول ہونا چاہیے
اور استحساناً قسم کے ساتھ موجر کا قول قبول ہوگا اور اگر موجر نے وقت قبضہ کے کھرے درموں پر یا اپنی اجرت پر قبضہ
کرنے یا استیفاء حق کا اقرار کیا ہو تو موجر کے قول کی تصدیق نکیجائیگی اور نہ اسکے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط میں ہی -
اور اگر کسی مکان کے کرایہ میں کوئی معین کپڑا دیا اور موجر نے قبضہ کر لیا پھر عیب کی وجہ سے اسکو واپس کرنے لایا اور
مستاجر نے کہا کہ یہ میرا کپڑا نہیں ہی تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر موجر نے عیب ہونے پر گواہ قائم کیے تو واپس کر سکتا ہی

خواہ عیب تھوڑا ہو یا بہت ہو پھر اُسکے رد کرنے سے عقد اجارہ فسخ ہو جائیگا کیونکہ عقد سے جسکا استحقاق حاصل تھا اُسکا قبضہ جاتا رہا پس مستاجر سے سکونت کی قیمت یعنی مکان کا اجر المثل سے لیگا اور اگر اس کپڑے میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جسکی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے تو مکان کے اجر المثل کے حساب سے بقدر حصہ عیب کے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے - ایک بنیے نے ایک شخص سے ایک بیت کرایہ لیا اور مدت تک اُسمیں خرید و فروخت کرتا رہا پھر اُسکو چھوڑا اور جو کچھ اُسمیں برتن وغیرہ تھے اُسکی بابت اختلاف کیا اور مالک بیت نے کہا کہ جس دن کو تو نے مجھ سے کرایہ پر لیا ہے اسوقت یہ سب اسباب مکان میں موجود تھے اور بنیے نے کہا کہ نہیں میں نے خود رکھے ہیں تو قیاساً مالک بیت کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور استحساناً مستاجر کا قول مقبول ہے اور یہی حکم طحان وغیرہ باقی پیشہ وروں میں ہے کہ اگر انھوں نے ایسی چیز میں اختلاف کیا جسکو عادت و رواج کے موافق مستاجر خود لاکر رکھتا ہے یا تیار کرتا ہو اور موجر نہیں کرتا ہے تو اسمیں قیاس اور استحسان دو طرح سے حکم ہوگا - اور اس جنس کے مسائل میں حاصل یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ جسکو عادت کے موافق مستاجر اپنی ضرورت کے واسطے تیار کرتا ہے اس کی بابت مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر مالک مکان و مستاجر نے سوائے اُن چیزوں کے جو ہم نے بیان کر دی ہیں عمارت مکان میں اختلاف کیا یا دروازہ کی نسبت یا کسی لکڑی کی نسبت جو چھت میں ڈلوائی ہے اختلاف کیا اور موجر نے کہا کہ جسوقت میں نے تجھے مکان دیا ہے اُسوقت یہ چیز اُسمیں موجود تھی اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے بنوائی ہے تو قسم کے ساتھ مالک مکان کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے - اور صحن وغیرہ مکان کی بچھی ہوئی اینٹیں پختہ اور غلق اور پیر تالہ کی بابت اگر اختلاف ہو تو ظاہر یہ ہے کہ ایسی چیزیں مالک مکان بنواتا ہے - اور اگر مکان کے اندر پکی اور پکی اینٹیں ڈھیر ہوں یا گچ یا دھنیاں یا کواڑ رکھے ہوں تو وہ مستاجر کی قرار دیجاویگی اور اگر دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو جن صورتوں میں ہم نے مستاجر کا قول قبول کرنے کا حکم دیا ہے اُن صورتوں میں گواہ موجر کے قبول ہونگے - اور اگر مکان میں پانی کا کنواں جگت بنا ہوا ہو یا چہ بچہ سندلا یا ہوا ہو اور مستاجر نے کہا کہ میں نے اسکو تیار کرایا ہے اور میں اسکو اکھاڑونگا تو موجر کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر عمارت مکان میں گچ یا ستون یا لکڑی لگی ہوئی ہے یا اوٹے ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اوٹوں سے مراد یہ ہے کہ عمارت مکان میں اوٹے بنے ہوئے ہوں اور اگر عمارت سے علیحدہ رکھے ہوں جیسے سیڑھی تو اسمیں مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے - اور اگر مالک مکان نے اقرار کیا کہ مستاجر نے اسپر گچ کرائی یا اسمیں پختہ اینٹوں کا فرش کرایا یا اسمیں دروازہ یا غلق لگایا ہے تو مستاجر کو اسکے اُکھاڑ لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اکھاڑنے سے مالک مکان کو ضرر پہونچتا ہو تو نقصان کے روز جو کچھ ان چیزوں کی قیمت ہو وہ قیمت مالک مکان پر مستاجر کو دینی واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہے - اور اگر تنور و چولھے میں اختلاف کیا کہ کس نے بنایا ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ ظاہراً اُسی نے اپنی ضرورت سے بنایا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر مکان میں شہد کی مکھی کے چھتے یا کبوتر ہوں تو یہ سب مستاجر کو ملینگے جیسے رکھا ہوا اسباب اسکو ملتا ہے یہ مبسوط میں ہے - قال المترجم شہد کی مکھی کے چھتے میں بنا بر عرف کے کہ لوگ لا کر مکان میں رکھتے ہیں تا کہ مکھیاں شہد جمع کریں یہ حکم ہے اور معروف ہندوستان میں ایسا نہیں کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالحکم - اور اگر مستاجر مکان میں سے چلا گیا پھر جو چیزیں مکان میں ہیں اُنکی نسبت اختلاف ہوا تو جو چیزیں مکان سے مرکب ہیں جیسے دروازہ اور دربند اور چبوترہ وغیرہ اُسمیں مالک مکان کا قول مقبول ہوگا اور

جو چیزیں الگ ہیں جیسے فرش اور برتن اور رکھی ہوئی لکڑیاں وغیرہ انمیں مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے لیکن اگر دروازہ کا ایک کواڑ جڑا ہوا ہو اور دوسرا رکھا ہو یا دھنی کی نسبت اگر یہ معلوم ہو کہ یہ چھت میں سے گر پڑی ہے تو موجر ہی کا قول قبول ہوگا اُسی کو ملیگی اور تنور میں عرف کا اعتبار کیا جائیگا۔ اور اگر مکان میں سے کوئی بیت منہدم ہو گیا اور اس افتادہ میں اختلاف کیا پس اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اسی بیت منہدمہ کا ہے جو اس مکان سے تھا تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر یہ بات معلوم نہ ہوئی ہو اور مستاجر نے کہا کہ میرا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر مالک مکان نے مستاجر کو حکم دیا ہو کہ مکان میں یہ بیت اس شرط سے بنوا دے کہ کرایہ میں سے اسکا خرچ محسوب کر لینا پھر دونوں نے اتفاق کیا کہ اسی طور پر بنوایا گیا ہے مگر خرچہ میں اختلاف کیا یعنی کسقدر خرچ ہوا ہے تو قول مالک مکان کا اور گواہ مستاجر کے قبول ہونگے اسیطرح اگر مالک مکان نے کہا کہ تو نے بنوایا نہیں یا میری بلا اجازت بنوایا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ مالک مکان کا قول قبول ہونا ایسی صورت میں جب ہے کہ اشکال و اشتباہ پیش آوے کہ اس صناعت کے دانا کار بنوائی کے خرچہ میں مختلف ہوں بعضے کہتے ہیں کہ ایسی عمارت کی بنوائی میں اسیقدر خرچہ پڑتا ہے جسقدر مالک مکان بیان کرتا ہے اور بعضے کہتے ہوں کہ نہیں بلکہ اسیقدر پڑتا ہے جسقدر مستاجر کہتا ہے حتی کہ ان دونوں کے قول میں سے کسی کے قول کی صداقت ثالث کی طرف سے نہیں ہو سکتی ہے تو ایسے وقت میں دعوی و انکار کا اعتبار کیا جائیگا پس مستاجر دعوی کرتا ہے کہ بہت کچھ میں نے ادا کر دیا اور مالک مکان منکر ہے تو اسواسطے اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر ایسا اشکال پیش نہ آوے بلکہ اس صناعت کے دانا کار بالاتفاق بیان کریں کہ ایسی عمارت میں اسقدر خرچ ہوتا ہے جسقدر موجر یا مستاجر بیان کرتا ہے تو جسکے قول پر اتفاق ہوا اسکا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مکان کے دروازہ کے دو کواڑ ہیں ان میں سے ایک گرا پڑا ہوا اور دوسرا دروازہ معلق ہوا اور گرے ہوئے میں اختلاف کیا تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ یہ شناخت ہو جاوے کہ یہ گرا ہوا لگے ہوئے کے جوڑ کا ہے اور اگر منقول ہو تو ایسی میں مستاجر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کسی بیت کی چھت میں نقشی دھنیاں پڑی ہوں اُن میں سے کوئی دھنی گر پڑی اور مکان میں پڑی رہی اور مالک مکان نے کہا کہ یہ دھنی اسی چھت کی ہے اور مستاجر نے اختلاف کر کے کہا کہ نہیں بلکہ میری ہے اور یہ ظاہر ہوا کہ اس دھنی کی تصویریں اور چھت کی دھنیوں کی تصویریں یکساں ہوں تو قسم کے ساتھ مالک مکان کا قول قبول ہوگا اگرچہ دھنی منقول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک بڑے مکان میں سے ایک منزل کرایہ پر لی اور ایک درم ماہواری کرایہ ٹھہرا حالانکہ اُس مکان میں کوئی رہتا تھا پھر مالک مکان مستاجر کو مکان میں لایا اور مستاجر اور منزل کے درمیان تخلیہ کر کے قبضہ کرا دیا اور کہا کہ آئیں رہا کر پھر جب دوسرا مہینہ شروع ہوا تو مالک منزل نے مستاجر سے کرایہ طلب کیا پس مستاجر نے کہا کہ میں اس منزل میں رہا نہیں ہوں مجھے اس منزل میں رہنے سے فلاں شخص نے جو مکان میں رہتا ہے یا فلاں سبب نے روکا اور مانع ہوا حالانکہ مستاجر کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور وہ ساکن اس امر کا مقر ہے یا منکر ہے تو ساکن کے قول پر التفات نہ ہوگا پس اختلاف فقط موجر و مستاجر میں رہ گیا پس اگر وقت نزاع کے مستاجر اُسمیں رہتا ہو تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر ہو وقت مستاجر کے سوائے دوسرا شخص ساکن ہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اسپر کرایہ واجب نہ ہوگا ایک شخص نے ایک درم ماہواری پر ایک مکان کرایہ لیا پھر جب مہینہ شروع ہوا تو موجر نے کرایہ طلب کیا پس مستاجر نے کہا کہ تو نے تو مجھے عاریت دیا تھا یا بلا کرایہ ٹھہرایا تھا اور مالک مکان اُس سے منکر ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قسم کے ساتھ رہنے والے کا قول

قبول ہوگا اور اگر دونوں کے پاس گواہ ہوں اور قائم کیے تو مالک مکان کے گواہ مقبول ہونگے - اسی طرح اگر ساکن نے کہا کہ یہ مکان تو میرا ہے تیرا اس میں کچھ حق نہیں ہے تو قسم کے ساتھ ساکن کا قول قبول ہوگا اور اگر ساکن نے کہا کہ یہ مکان فلان شخص کا ہے اسنے مجھے اسکی پر داخت کے واسطے وکیل کیا ہے تو ساکن کا قول قبول ہوگا اور مدعی کے مقابل میں خصم قرار دیا جائیگا - اور اگر مستاجر نے کہا کہ تو نے مجھے یہ مکان ہبہ کر دیا ہے پس کچھ کرایہ تجھے نہیں چاہیئے اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے کرایہ پر دیا ہے تو اجرت کے بارہ میں مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے - اور یہ اسوقت ہے کہ ساکن نے کبھی اصل کرایہ کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اسنے اصل کرایہ دینے کا اقرار کیا ہو پھر ہبہ یا عاریت کا دعوی کیا ہو تو اسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور اسپر کرایہ واجب ہوگا ولیکن اگر گواہ قائم کرے تو ایسا نہوگا - اور مستاجر کو خیار رویت حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ اسنے کبھی دیکھا نہو پس اگر دونوں نے اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے اسکو دیکھا ہے اور مستاجر نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھا تھا تو اسی کا قول قبول ہوگا پھر جب اسنے نہ دیکھنے کی قسم کھالی تو واپس کر دیگا ولیکن اگر گواہ قائم ہوں کہ اسنے دیکھا تھا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے - اگر ایک مہینہ کیواسطے ایک مکان کرایہ لیا پھر مستاجر نے دعوی کیا کہ موجر نے بعد اجارہ کے میرے ہاتھ یہ مکان فروخت کر دیا ہے اور موجر نے انکار کیا پھر اسکے بعد مدت گذر گئی تو مشائخ نے فرمایا کہ مدت گذشتہ کا اجارہ لازم ہوگا کیونکہ دونوں نے اجارہ واقع ہونے پر اتفاق کیا ہے اور بیع ثابت نہیں ہوئی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک منزل اس شرط سے اجارہ لی کہ اسکا کرایہ یہ ہے کہ مستاجر جب تک اس مکان میں رہے تب تک اس کے اور اسکے عیال کا خرچہ اٹھاوے اور کفالت کرے تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر نے سکونت کی تو شل اور اجارات فاسدہ کے اسپر اجر المثل واجب ہوگا - اور اگر مستاجر نے کہا کہ میں نے تیرے عیال کو نفقہ دیا ہے اور موجر نے کہا کہ نہیں دیا ہے تو موجر کا قول قبول ہوگا اور مستاجر کے گواہ مقبول ہونگے - اور اگر دس درم پر ایک مہینہ کیواسطے ایک مکان کرایہ لیا اور اسمیں ایک یا دو روز رہا پھر یہ مکان بدل کر دوسرے مکان میں چلا گیا تو موجر کو پورے مہینہ کا کرایہ طلب کرنے کا اختیار ہوگا پھر اگر مستاجر نے کہا کہ میں نے ایک روز ہی کیواسطے کرایہ پر لیا تھا تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے - اگر کوئی مکان ایک مہینہ کیواسطے ایک درم میں کرایہ لیا اور اسمیں دو مہینہ تک رہا تو اسپر پہلے مہینے کا کرایہ واجب ہوگا دوسرے مہینے کا واجب نہوگا اور اگر دوسرے مہینے میں اسکی سکونت کی وجہ سے کچھ گر گیا تو اسکا ضامن ہوگا اور اگر پہلے مہینہ کی سکونت کیوجہ سے کچھ منہدم ہوا ہو تو اسکا ضامن نہوگا - اور اگر منہدم ہونے میں دونوں نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ ماہ اول کی سکونت سے منہدم ہوا ہے اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ دوسرے مہینے تیری سکونت سے ہوا ہے اور تجھپر ضمان واجب ہے تو قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہوگا اور مالک مکان کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط میں ہے - اور اگر پہلے مہینے پر صرف ایک یا دو دن زیادہ ہوئے ہوں اور مستاجر نے کہا کہ پہلے مہینے میں منہدم ہوا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ غاصب ہو گیا ہے یہ مبسوط میں ہے - ایک شخص نے کوئی دار یا دوکان ایک مہینہ تک رہنے کیواسطے کرایہ لیا اور مالک مکان نے اسکو کنجی دیدی پھر جب مہینہ گذر گیا تو مالک نے کرایہ طلب کیا اور مستاجر نے کہا کہ میں اس مکان کو کھول نہیں سکا اور موجر نے کہا کہ تو اسکے کھولنے پر قادر ہوا اور تو نے اسمیں سکونت کی ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو جو کنجی اسکو دی ہے اسکو دیکھا جائیگا کہ کیا حال ہے پس اگر وہ کنجی غلق کے مناسب ہے

اور اس سے دروازہ کھل سکتا ہے تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور مستاجر کے اس قول کی کہ میں کھول نہ سکا تصدیق نہ کی جائے گی
اور اگر وہ کنجی غلق کے مناسب نہو اور اس سے دروازہ کھل نہ سکتا ہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر
دونوں نے گواہ قائم کیے تو مالک مکان کے گواہ مقبول ہونگے اگرچہ وہ کنجی ایسی ہو کہ غلق کے مناسب نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی
میں ہے۔ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے مکان کرایہ دیا پھر جب سال گذر گیا تو مستاجر سے مکان لیکر اس میں جھاڑو دیکر
خود رہنا شروع کیا اور مستاجر نے کہا کہ اس میں میرے دو درم تھے کہ تو نے جھاڑ کر پھینک دیے پس اگر مالک مکان نے اسکے قول کی
تصدیق کی تو ضامن ہوگا اور اگر انکار کیا تو قسم سے مالک کا قول قبول ہوگا یہ کبریٰ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کچھ مدت معلومہ
کے واسطے کسی سے حمام کرایہ لیا پھر حمام کی دیگوں کی نسبت اختلاف کیا کہ یہ مستاجر کی ہیں یا مالک حمام کی ہیں تو مالک حمام کا
قول قبول ہوگا اور اگر اجارہ کی مدت گذرنے پر حمام کے اندر بہت سی راکھ و گوبر نظر آیا اور مالک حمام نے کہا کہ گوبر میرا ہے
اور مستاجر نے کہا کہ میرا ہے میں اسکو اٹھوا لونگا پس اگر یہ معلوم نہو کہ یہ گوبر حمام کرایہ دینے سے پیشتر مالک حمام کے پاس تھا تو مستاجر
کا قول قبول ہوگا۔ اور راکھ کی نسبت یہ حکم ہے کہ اگر یہ راکھ مستاجر کے فعل سے جمع ہوئی ہے اور وہ مقر ہے تو اسپر اس کا
اٹھوانا واجب ہوگا اور اگر اسنے انکار کیا کہ میرے فعل سے نہیں جمع ہوئی ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر
کسی عورت نے کوئی زیور بمعاوضہ معلوم صبح سے رات تک پہننے کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہے اور اگر اسنے اسی روز یہ زیور کسی
دوسری عورت کو پہنایا تو ضامن ہوگی اور اسپر کچھ اجرت واجب نہوگی اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اور زیور کے
مالک نے کہا کہ تو نے خود پہنا ہے اور عورت نے کہا کہ میں نے غیر کو پہنایا ہے تو ذکر فرمایا کہ زیور کے مالک کا قول قبول ہوگا
اور اس کے معنی یہ ہیں کہ دونوں نے اجرت میں اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے خود پہنا ہے پس تجھپر کرایہ واجب ہے
اور عورت نے کہا کہ میں نے غیر کو پہنایا ہے مجھپر کرایہ واجب نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم مکان کا ذکر فرمایا اسی کے
قیاس پر حکم ہونا چاہیے یعنی فی الحال دیکھنا چاہیے کہ اگر جھگڑے کے وقت عورت کے قبضہ میں موجود ہو تو زیور
کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر غیر کے پاس موجود ہو تو عورت کی بات مقبول ہوگی اور اگر زیور تلف ہو گیا تو زیور
کے مالک کو اختیار ہوگا کہ عورت کی بات کی تصدیق کرکے اسپر ضمان لے اور اجرت نہ لیگی چنانچہ اگر غیر کو پہنانا بالمعائنہ
ثابت ہو تو یہی حکم ہے۔ اور اگر مالک نے اسکی تکذیب کی تو عورت کو ضمان سے بری کردیا پھر مالک کا قول قبول ہوگا اگر ٹٹو
کے مالک اور مستاجر میں سواری لیجانے کی مقدار میں اختلاف ہوا اور مستاجر نے کہا کہ تو نے مجھے کوفہ سے بغداد تک دس درم میں
کرایہ دیا ہے اور مالک نے کہا کہ میں نے کوفہ سے قصر نعمان تک جو ٹھیک بیچ میں واقع ہے دس درم پر کرایہ دیا ہے پس
اگر دونوں نے گواہ نہ دیے تو باہمی قسم لینے کے بعد دونوں آدمی عقد پھیر لیں اور اگر دونوں میں سے کسی نے گواہ
قائم کیے تو اسپر حکم دیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ دیے تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے کہ بغداد تک پندرہ درم پر کرایہ
دینے کا حکم دیا جائیگا پھر آخر قول سے رجوع کیا اور فرمایا کہ بغداد تک دس درم پر حکم کیا جائیگا اور یہی امام ابو یوسف اور
امام محمد رح کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی جگہ تک معلوم مسافت کوئی ٹٹو کرایہ لیا اور بیان نہ کیا کہ اسپر کیا لادیگا پھر اگر
دونوں نے جھگڑا کیا تو اجارہ رد کردیا جائیگا اور اگر مستاجر نے اسپر کوئی چیز لاد لی یا خود سوار ہو گیا تو استحساناً اسپر وہ کرایہ
جو ٹھہرا ہے واجب ہوگا اسیطرح اگر کوئی غلام اجارہ لیا اور خدمت کا بیان نہ کیا کہ کسطرح [illegible] تو بھی یہی حکم [illegible] میں ہے
اگر کسی شخص نے ایک ٹٹو کرایہ لیا اور [illegible] لگام [illegible] سکو دیا اور کہا کہ میں [illegible] اجارہ [illegible]

زین یا لگام کے ساتھ نہیں دیا ہے اور مستاجر نے کہا کہ میں نے تجھ سے مع زین و لگام کرایہ پر لیا ہے تو ٹٹو کے مالک کا قول
قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر میں نے تین ٹٹو بغداد سے کوفہ تک اجارہ پر لیے تو جائز ہے اور جب اجارہ جائز ٹھہرا پھر
موجر نے بھی تینوں ٹٹو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیے یا ہبہ یا صدقہ یا اجارہ یا عاریۃ یا ودیعت دیے پھر مستاجر آیا
اور اُس نے وہ جانور کسی دوسرے شخص کے ہاتھ میں پائے اور اپنے اجارہ کے گواہ پیش کرنے چاہے پس آیا قبول ہونگے یا نہیں
تو کہا کہ دو صورتیں ہیں یا تو موجر موجود ہوگا یا غائب ہوگا پس اگر وہ حاضر ہو تو مستاجر کے گواہ قبول ہونگے اگرچہ موجر اقرار کرتا
ہو کہ میں نے اسکو اجارہ پر دیے ہیں اور جب گواہ مقبول ہوئے اور موجر نے وہ جانور کسی کے ہاتھ فروخت کر دیے ہیں پس اگر کسی
عذر کی وجہ سے مثلاً ایسا قرضہ تھا کہ اُسکی وجہ سے مقید ہوتا تھا اُسنے فروخت کر کے قرضہ ادا کیا تو مستاجر کو ان جانوروں کے
لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر اُسنے بلا عذر فروخت کیے ہیں تو مستاجر مستحق ہے جانور اسکو دلائے جاوینگے یہانتک کہ اُسکے
اجارہ کی میعاد منقضی ہو جاوے اور اگر اُسنے کسی کو اجارہ پر یا صدقہ میں یا ہبہ دیے ہوں تو مستاجر ان جانوروں کا مستحق ہے
یہانتک کہ اجارہ سے اپنی منفعت تمام حاصل کرے پھر بعد اُسکے یہ تصرفات جائز ہونگے اور ان تصرفات کے حق میں ایسا ہی
حکم ہے جیسا بلا عذر فروخت کرنے کا حکم ہے یہ سب اُس صورت میں ہے کہ جب موجر موجود حاضر ہو اور اگر غائب ہو پس اگر جانوروں
کا قابض مشتری یا متصدق علیہ یا موہوب لہ ہو تو مستاجر کے گواہ مقبول ہونگے کیونکہ ایسا قابض مقبوضہ میں اپنی ملک کا دعوی
کرتا ہے پس جو شخص مقبوضہ میں کسی حق کا دعوی کریگا اسکے مقابل خصم قرار دیا جائیگا پھر بعد سماعت کے اگر موجر نے جانوروں کو کسی
عذر کی وجہ سے فروخت کیا ہو تو مستاجر کو جانور نہیں مل سکتے ہیں اور اگر بلا عذر فروخت کیے یا ہبہ یا صدقہ میں دیے ہوں تو
مستاجر اپنی منفعت اجارہ حاصل کرنے تک انکا زیادہ حقدار ہے اور اگر جانوروں کا قابض کوئی مستاجر یا مستعیر یا مستودع ہو
اور مستاجر اول نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو آیا مستاجر مدعی کے گواہوں کی سماعت ہوگی پھر کتاب میں فرمایا کہ مستاجر اپنی منفعت
اجارہ حاصل کرنے تک اُن جانوروں کا مستحق ہے اور یہ نہ فرمایا کہ پہلا مستاجر یا دوسرا مستاجر مستحق ہے اور اس صورت میں واجب
ہے کہ دوسرا مستاجر مستحق ہو بخلاف مستودع و مستعیر کے کہ جب موجر خود حاضر ہو چنانچہ مذکور ہوا اور واضح ہو کہ شیخ الاسلام خواہر زادہ
نے یہ مسئلہ اسی طور سے بیان کیا ہے اور انہوں نے دوسرے مستاجر کو پہلے مستاجر کا خصم و مدعا علیہ نہیں ٹھہرایا یعنی اُس کے مقابلہ
میں گواہوں کی سماعت نہ کی مگر شیخ الاسلام احمد زاہد طواویسی اور فخر الاسلام علی بزدوی نے ذکر کیا کہ پہلے مستاجر کے گواہ دوسرے
مستاجر قابض کے مقابلہ میں مقبول ہونگے اور دوسرے کو خصم قرار دیا اور دونوں نے مستاجر میں اور مستعیر و مستودع میں فرق
کیا یعنی بعوض ہبہ مستعیر و مستودع کے بعد تصدیق مستاجر مدعی کے مالک کے گواہ قبول نہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کوئی ٹٹو کرایہ لیا
اور موجر نے کہا کہ ایک غلام اجارہ کو لے کہ تیری اور ٹٹو کی متابعت کریگا اور کرایہ میں سے اُسکا اور ٹٹو کا نفقہ دیدینا تو یہ جائز ہے
پھر اگر اُسنے غلام کو اُسکا نفقہ اور ٹٹو کا نفقہ دیا اور اُسکے پاس سے چوری گیا پس اگر ٹٹو کے مالک نے اسکی تصدیق کی یا اقرار
کیا تو مستاجر بری ہو گیا اور اگر دونوں نے غلام کرایہ لینے کے حکم یا غلام کو نفقہ دیدینے کے حکم دینے میں اختلاف کیا تو ٹٹو کے
مالک کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے مستاجر پر لازم ہوگا کہ غلام کو اجارہ پر لینے کے گواہ سناوے۔ اور اگر مستاجر کو اُسنے
غلام اجارہ لینے کے واسطے وکیل کیا اور اسکے بعد اُسنے گواہ قائم کیے کہ میں نے غلام اجارہ پر لے لیا اور غلام نے اقرار کیا کہ میں نے
مستاجر سے نفقہ وصول کیا تھا ولیکن میرے پاس سے ضائع یا چوری ہو گیا اور موجر نے انکار کیا تو غلام کا قول قبول ہوگا کیونکہ
جب غلام کا اجارہ پر لینا ثابت ہو گیا تو وہ غلام موجر کی طرف سے بقدر نفقہ کے کرایہ وصول کرنے کا وکیل ہو گیا اور جو شخص قرضہ

وصول کرنے کا وکیل ہو اگر اُسنے کہا کہ مین نے قرضہ وصول کر لیا مگر میرے پاس تلف ہو گیا تو اُسی کا قول قبول ہوتا ہے ویسے ہی
ایساہی یہان ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ٹٹو کے مالک نے اقرار کیا کہ مین نے مستاجر کو حکم دیا تھا کہ غلام کو نفقہ دیدے
مگر اُسنے نہین دیا ہے اور غلام نے اقرار کیا کہ اُسنے دیا ہے تو غلام کا قول قبول ہو گا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر کوئی ٹٹو آمد و رفت
کیواسطے یعنی ادائی جوائی کرایہ کیا اور ٹٹو والا راستہ مین مر گیا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا پس اگر اُسنے کوئی شخص اجارہ پر رکھ لیا
تاکہ ٹٹو کی پرداخت کرے تو جائز ہے اور اسکا کرایہ مستاجر پر واجب ہو گا اور جو کچھ اُسنے دیا ہے اُسکو میت کے وارثون سے
واپس نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر مستاجر اور میت کے وارثون مین اختلاف ہوا اور وارثون نے کہا کہ ہمارے باپ نے
تجھکو یہ ٹٹو اس شرط سے کرایہ دیا تھا کہ اس ٹٹو کا خرچہ سب تجھپر پڑے اور مستاجر نے اُس سے انکار کیا تو مستاجر کا قول قبول
ہو گا اور اگر دونون فریق نے گواہ قائم کیے تو وارثون کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر ایک شخص نے دو شخصون سے بغداد
تک جانے اور آنے کیواسطے ایک ٹٹو کرایہ لیا پھر دونون مین سے ایک نے کہا کہ ہمنے تجھے یہ ٹٹو دس درم مین کرایہ دیا ہے
اور دوسرے نے کہا کہ پندرہ درم مین پس اگر معقود علیہ یعنی سواری حاصل کرنے سے پہلے دونون نے اختلاف کیا اور
سب مین کسی کے پاس گواہ نہین ہین اور مستاجر ان دونون کی تکذیب کرتا ہے اور پانچ درم پر اجارہ کا دعوی کرتا ہے
تو دونون مین سے ہر ایک کے حصہ مین باہمی قسم لیجاویگی اور اگر سب نے باہم قسم کھالی تو قاضی پورے ٹٹو کا اجارہ
فسخ کر دیگا جیسا کہ مال عین کی بیع مین حکم ہے اور اگر مستاجر نے دونون مین سے کسی کی تصدیق کی مثلاً دس درم پر اجارہ
ہونے کا اقرار کیا تو جسکی تصدیق کی ہے اُسکے حصہ مین باہمی قسم واجب نہین ہے اور دوسرے شخص کے حصہ مین جو پندرہ
درم پر اجارہ کا دعوی کرتا ہے باہم قسم ہو گی پھر اگر دونون نے قسم کھالی اور ایک موجر یا دونون نے قاضی سے فسخ کی
درخواست کی تو بالاجماع حصہ مخالف کا عقد قاضی فسخ کر دیگا اور حصہ موافق کا اجارہ پانچ درم پر باقی رہے گا چنانچہ دونون
مین سے ایک کے مر جانے کی صورت مین ہوتا ہے اور اگر معقود علیہ مین منفعت حاصل کرنے کے بعد ایسا اختلاف ہوا تو قسم کے ساتھ مستاجر
کا قول قبول ہو گا۔ اور اگر دونون موجرون نے اپنے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کیواسطے اسکے نصف دعوی کی
ڈگری ہو گی پس پندرہ کے مدعی کے لیے ساڑھے سات درم کی اور دس کے مدعی کے واسطے پانچ درم کی ڈگری ہو گی یہ سب
اُس صورت مین ہے کہ بدل مین یعنے اجرت مین اختلاف کیا ہو اور اگر مقدار معقود علیہ یعنی مقدار سیر مین اختلاف کیا مثلاً ایک
موجر نے کہا کہ ہمنے تجھے مدائن تک کے لیے کرایہ پر دیا ہے اور دوسرے نے بغداد تک کہا اور مقدار کرایہ پر سب نے اتفاق کیا
پس اگر سوار ہو جانے سے پہلے ایسا اختلاف کیا ہو و مستاجر نے دونون کی تکذیب کی اور جہان تک دونون اقرار کرتے ہین
اُس سے بھی زیادہ دور تک کے مقام تک کرایہ لینے کا دعوی کیا تو ہر ایک کے حصہ مین باہمی قسم واجب ہو گی پس اگر سب نے
قسم کھالی اور قاضی سے فسخ کی درخواست کی تو قاضی پورے ٹٹو کا اجارہ فسخ کر دیگا۔ اور اگر مستاجر دونون مین سے کسی
کی تصدیق کرتا ہو تو جسکی تصدیق کرتا ہے اُسکے حصہ مین باہمی قسم واجب نہو گی فقط دوسرے کے حصہ مین واجب ہو گی پھر اگر
دونون نے قسم کھالی تو اسکے حصہ کا عقد فسخ ہو گا اور موافق کے حصہ کا عقد باقی رہیگا اور بالاجماع اسکے حصہ کا اجارہ جائز
رہیگا اور یہ اُسوقت ہے کہ سواری لینے سے پہلے دونون نے باہم اختلاف کیا ہو اور اگر موجرون کی مسافت تک سوار ہو جانے کے
بعد اختلاف کیا ہو تو قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہو گا اور اگر سب نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے حالانکہ مستاجر دونون
کی مقدار مسافت سے زیادہ دور تک مسافت کا دعوی کرتا ہے تو مستاجر کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے

شق محمل کرایہ لی اور حمال نے کہا کہ تو نے عیدان محمل مراد لی ہیں یعنی تیری غرض محمل سے عیدان محمل تھی اور مستاجر نے کہا کہ
نہیں بلکہ میں نے اونٹ مراد لیا ہے پس اگر کرایہ اس لائق ہو کہ جس سے عیدان محمل کرایہ لیجاتی ہیں تو حمال کا قول قبول ہوگا
اور اگر کرایہ اس لائق ہو کہ جس سے اونٹ کرایہ کیے جاتے ہیں تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ محمل کا اطلاق جسطرح عیدان
پر ہوتا ہے ایسے ہی اونٹ پر ہوتا ہے پس اس لفظ کے بولنے سے مراد مجہول رہی پس ضرور ہوا کہ کرایہ کے اندازہ سے اس
لفظ کی مراد ظاہر کیجاوے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام اسواسطے اجارہ لیا کہ اُسکا خط بغداد کو لیجاوے
پھر مستاجر و اجیر میں اختلاف واقع ہوا پس اگر کام پورا کرنے میں اختلاف ہوا اور منکر دونوں میں سے مرسل یعنی بھیجنے والا ہے
تو اسی کا قول قبول ہوگا چنانچہ بائع اگر مبیع سپرد کردینے کا مدعی ہو اور مشتری منکر ہو تو مشتری کا قول قبول ہوتا ہے۔ اور اگر دونوں نے
اجرت ادا کرنے میں اختلاف کیا تو غلام کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام اسواسطے اجارہ لیا کہ اُسکا خط
بغداد کو پہونچا دے پھر غلام نے کہا کہ میں خط لیگیا اور جس کے پاس خط بھیجا ہے اُسنے کہا کہ میرے پاس تو خط نہیں لایا ہے تو غلام
پر اپنے دعوی کے گواہ لانے واجب ہیں کیونکہ وہ معقود علیہ پورا کردینے کا مدعی ہے پس اگر اُسنے گواہ قائم کیے کہ غلام نے
مکتوب الیہ کو خط دیدیا ہے تو جو امر گواہوں سے ثابت ہوا وہ مثل خصم کے خود اقرار سے ثابت ہونے کے ہے اور غلام کی اجرت
مرسل پر واجب ہوگی مرسل الیہ یعنی جسکے پاس بھیجا ہے اُسپر واجب نہوگی۔ اور اگر مرسل الیہ نے دعوی کیا کہ میں نے غلام کو اُسکی
اجرت کے دس درہم دیدیے ہیں تو اُسپر ادا کردینے کے گواہ لانے واجب ہیں چنانچہ اگر خود مرسل نے اجرت ادا کرنے کا دعوی
کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر غلام نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام خط لیکر بغداد میں آیا مگر مکتوب الیہ نہیں ملا تو غلام کی اجرت مرسل
پر واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک سواری کا چوپایہ کرایہ لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ چوپایہ آیا خچر
ہے یا گدھا ہے پھر موجر ایک گدھا سپرد کرنے کو لایا اُسوقت دونوں نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ میں نے تجھسے یہ خچر
پانچ درہم پر کرایہ لیا ہے اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ گدھا پانچ درہم میں لیا ہے پس اگر سواری لینے سے پہلے ایسا اختلاف
ہوا اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو دونوں باہم قسم کھا دینگے۔ اور اگر بعد سواری کے اختلاف کیا اور کسی نے گواہ
قائم نہ کیے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے اور اختلاف معقود علیہ یعنی منفعت میں واقع ہوا ہے پس
اگر سواری لینے سے پہلے اختلاف کیا تو موجر کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کوفہ سے فارس تک کوئی ٹٹو کرایہ لیا
اور ملک فارس میں سے کوئی شہر خاص بیان کردیا تو اجارہ جائز ہے پھر اجارہ تمام ہونے پر دونوں نے اختلاف کیا مستاجر
نے کہا کہ میں تجھے مثلاً فارسی درہم دونگا کیونکہ اجرت فارس میں پہونچکر واجب ہوئی ہے حالانکہ فارس کے درہم کم ہوتے ہیں
اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ تجھپر کوفہ کے درہم واجب ہیں کیونکہ عقد کوفہ میں ہوا ہے حالانکہ کوفہ کا درہم وہاں سے بڑھتی ہوتا ہے
تو مستاجر پر اس جگہ کے درہم واجب ہونگے جہاں اجارہ ٹھہرا ہے اور جہاں کرایہ واجب الادا ہوا ہے وہاں کے درہم واجب
نہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے کسی مزدور سے گانوں میں کام لیا اور یہ کام بطور اجارہ فاسدہ کے لیا پھر دونوں نے
شہر میں آکر اجرت مثل کا جھگڑا کیا حالانکہ ایسے کام کا اجر المثل باعتبار مقام کے مختلف ہے تو جس مقام پر اجارہ لیکر کام
لیا ہے وہاں کے حساب سے اجر المثل واجب ہوگا یہ تتمہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے حیرہ تک جو ایک مقام کا نام ہے ایک جانور
کرایہ لیا اور جانور کے مالک نے کہا کہ یہ جانور لے اور اُسپر سوار ہو جا پھر جب وہ شخص حیرہ سے لوٹ آیا تو دونوں نے
اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ میں اسکو حیرہ تک نہیں لے گیا پس مجھپر کچھ کرایہ واجب نہوا اور جانور کے مالک نے کہا

کہ نہیں بلکہ تو اُسکو حیرہ تک لیگیا ہی اور میرا کرایہ تجھپر واجب ہی پس اگر مستاجر کا سفر کیواسطے نکلنا اور حیرہ کیطرف متوجہ ہونا معلوم نہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر نکلکر حیرہ کیطرف جانا معلوم ہو تو موجر کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہی - اگر صبح سے رات تک کے واسطے ایک چوپایہ سواری کا کرایہ لیا اور موجر نے اُسکو اُسکے مکان پر دکھا دیا اور کہا کہ جب تیرا جی چاہے تب سوار ہو جانا پھر جب رات ہوئی تو دونوں نے کرایہ اور سواری مین جھگڑا کیا پس اگر موجر نے مستاجر کو وہ جانور دیدیا ہو تو مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر نہ دیا ہو تو واجب نہوگا اور موجر پر واجب ہوگا کہ اس امر کے گواہ لاوے کہ مستاجر اُسپر سوار ہوا ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص نے کوئی غلام اپنے ساتھ سلائی کا کام کرنے کے واسطے کسی قدر ماہواری اجرت معلومہ پر کرایہ کیا پھر درزی نے اجارہ لینے سے انکار کیا اور دعوی کیا کہ یہ غلام میرا ہی اور غلام کے مالک نے اجارہ دینے پر گواہ قائم کیے اور اس مقدمہ مین دونوں نے ایک مہینہ تک قاضی کے پاس آمد و رفت رکھی پھر مالک کے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی اور درزی نے انکار اجارہ سے پہلے اور بعد بھی غلام سے کام لیا ہی تو اُسپر تمام مدت کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر وہ غلام حالت انکار مین سلائی کا کام لینے مین مرگیا تو مستاجر پر کچھ ضمان واجب نہوگی فقط اُسپر کرایہ واجب ہوگا - اسی طرح اگر مستاجر نے کہا کہ یہ شخص اُسی مدعی کا غلام ہی مگر مین نے اسکو از روی غصب کے لے لیا ہی یعنی اجارہ پر نہیں لیا ہی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کسی شخص نے پنچکی اجارہ پر لی پھر اُسکا ایک پتھر اور چکر ٹوٹ گیا تو یہ عذر ہی اور اُسکو اجارہ فسخ کر دینے کا اختیار ہی اسی طرح اگر بیت منہدم ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو دو صورتین ہین یا تو مدت انکسار مین اختلاف کیا یا اصل انکسار مین اختلاف کیا اور ان دونوں صورتون مین ایسا ہی حکم ہی جیسا کہ پانی منقطع ہونے کی مدت مین یا اصل پانی منقطع ہونے مین اختلاف کرنے کا حکم مذکور ہو چکا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - بغداد تک ایک اونٹ کرایہ لیا پھر دونوں نے خروج کے وقت مین اختلاف کیا تو اصل خروج مین مستاجر کا قول قبول ہوگا ایسا ہی راہ کی تعیین مین بشرطیکہ دونوں راہین یکسان ہون اور اگر کوئی راہ دشوار ہو تو اُسکا بیان ہو جانا ضرور ہی یہ خلاصہ مین ہی - دو آدمیون نے بغداد سے کوفہ تک اجرت معلومہ پر ایک ٹٹو کرایہ لیا پھر جب کوفہ مین پہونچے تو دونوں نے قاضی کے پاس نالش کی اور ایک نے دعوی کیا کہ ہمنے فلان شخص سے کوفہ تک آمد و رفت کے واسطے کرایہ لیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ ہمنے مکہ تک آمد و رفت کے واسطے اُس سے کرایہ لیا ہی اور دونوں مین سے کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی حکم دیگا کہ یہ ٹٹو فلان غائب کی ملک ہی اور اس حکم کے ضمن مین اجارہ واقع ہونے کا حکم نہ دیگا اور ہر ایک کو دونوں مین سے ممانعت کر دیگا کہ جہان تک کیواسطے کرایہ کرنے کا مدعی ہی وہان نہ جاوے اور اگر دونوں نے ایک شئے کا دعوی کیا تو قاضی دونوں کو انکے اتفاق پر چھوڑ دیگا یعنی جسپر متفق ہوئے ہین اُسی پر رہین اور اگر دونوں نے کرایہ کے دعوے پر اپنے اپنے گواہ قائم کیے اور دونوں فریق گواہون کی عدالت ثابت ہوئی تو قاضی اُس ٹٹو کو دونوں کے قبضہ مین چھوڑ دیگا اور دونوں مین سے کسی کو یہ حکم نہ دیگا کہ جس مقام تک کرایہ لینے کا مدعی ہی وہان جاوے اور موافق اپنی رائے کے دونوں کو حکم کریگا کہ اس ٹٹو کو نفقہ دین بشرطیکہ قاضی کو امید ہو کہ اسکا مالک آجاویگا اور اگر اُسکے آنے کی اُمید نہو تو اُسکو نفقہ دینے کا حکم نہ دیگا بلکہ دونوں کو اسکے فروخت کرنے کا حکم کریگا اور جب بحکم قاضی دونوں نے اسکو فروخت کیا تو اسکا ثمن دونوں کے پاس رہنے دیگا اور اگر دونوں نے قاضی کے حکم سے اُس ٹٹو کو کچھ کھلایا ہو اور قاضی کے نزدیک ثابت ہوگیا تو قاضی انکو ثمن مین سے اسقدر دیدیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر دونوں نے درخواست کی کہ جو کرایہ ہمنے ٹٹو کے مالک کو دیا ہی وہ ہمکو دیا جاوے تو نہ دیا جائیگا کیونکہ اسمین قضاء

علی الغائب لازم آتی ہو ولیکن اُسکے دام ان دونون کے پاس موقوف رہینگے یہان تک کہ دونون گواہ قائم کرین کہ ٹٹو کا مالک مرگیا۔ اور قاضی کو یہ بھی اختیار ہو کہ اُن دونون کی نالش کی سماعت نہ کرے اور نہ اُنکو نفقہ دینے اور فروخت کرنے کا حکم دے کیونکہ اسمین ایک طرح سے قضا علی الغائب ہو اور ایک وجہ سے اسمین غائب کے مال کی حفاظت ہو اسی وجہ سے قاضی مختار ہو کہ جسطرت جی چاہے توجہ کرے یہ کافی مین ہو۔ اور اگر دو شخصون نے بغداد سے کوفہ تک آمد و رفت کیواسطے کرایہ لیا اور کوفہ مین پہونچ کر ایک شخص کے حق مین یہ مصلحت ظاہر ہوئی کہ بغداد کو واپس نہ جاوے اور فسخ اجارہ کیواسطے یہ عذر ہو الپس اگر فسخ اجارہ کیواسطے قاضی کے پاس مرافعہ کیا اور دونون نے اتفاق کیا اور ایک نے دوسرے کی تصدیق کی اور دونون نے گواہ قائم نہ کیے تو قاضی اسمین کچھ تعرض نہ کریگا اور اگر باوجود اتفاق کے گواہ قائم کیے تو قاضی اجارہ فسخ نہ کریگا کیونکہ اسمین قضا علی الغائب لازم آتی ہو ولیکن اگر بنظر خیر و حفاظت غائب کے چاہے تو یہ اضعف جسکو ایک شخص چھوڑتا ہو اُسکے شریک کو دیدے اور کتاب مین فرمایا کہ قاضی چاہے تو جو شخص واپس جانا چاہتا ہو اُس کے ہاتھ تمام ٹٹو کرایہ دیدے اور معنی اُسکے یہی ہین کہ آدھا اُسکے پاس کرایہ پر ہو وہ رہنے دے اور یہ آدھا جسکو ایک نے چھوڑا ہو وہ بھی اسی کو دیدے یا اگر قاضی چاہے تو کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدے پس دونون اُسپر سوار ہو جاوین یا باری سے سوار ہون جس طرح دونون پہلے کرتے تھے۔ اور کتاب مین یہ ذکر فرمایا کہ اگر قاضی نے کوئی کرایہ لینے والا نہ پایا تو آیا اس شخص کے پاس ودیعت رکھدے جو بغداد کو جانا چاہتا ہو اور دوسری جگہ کتاب مین لکھا ہو کہ قاضی کا جی چاہے تو ایسا کردے کہ نصف اُس کے پاس کرایہ پر ہوگا اور نصف ودیعت رہیگا پس ایک روز سوار ہوگا اور دوسرے روز اُتر کر چلیگا۔ اور یہ حکم جو مذکور ہوا یہ صاحبین رح کے موافق ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک کسی دوسرے کو نصف کا اجارہ دینا جائز نہین ہو کیونکہ اسمین عدم انقسام ہو یہ محیط مین ہو۔ نوادر ابن سماعہ و ہشام مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک مکان کچھ دراہم معلومہ پر کرایہ دیا اور پھر ایک شخص نے گواہ پیش کرکے اپنا استحقاق ثابت کرکے اس مکان کی اپنے نام ڈگری کرائی اور کہا کہ مین نے یہ مکان اس موجر کو دیا تھا تاکہ اجرت پر دیدے پس اجرت میری ہوگی اور موجر نے کہا کہ مین نے اس شخص سے غصب کر لیا تھا اور خود ہی کرایہ پر دیا ہو پس اجرت میری ہو تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور وہ اجرت لیگا۔ اور اگر موجر نے اپنے غصب کر لینے کے دعوی کے گواہ پیش کیے تو مقبول نہونگے اور اگر اس امر کے گواہ پیش کیے کہ مستحق نے اقرار کیا ہو کہ مدعی نے اسکو غصب کر لیا ہو تو گواہ مقبول ہونگے اور اور اجرت اسی کو دلائی جاویگی۔ اور اگر موجر نے زمین مین کوئی عمارت تیار کرکے پھر مع عمارت کرایہ پر دیدی اور زمین کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے حکم دیا تھا کہ عمارت بنوا کر کرایہ پر دیدے اور موجر نے کہا کہ مین نے غصب کرکے اسمین عمارت بنوا کر کرایہ پر دیدی ہو تو فرمایا کہ تمام اجرت خالی بلا عمارت زمین کی قیمت و عمارت پر تقسیم کرکے جو حصہ فقط زمین کے پڑتے مین پڑے وہ مالک زمین کو ملیگا اور جو عمارت کے حصہ مین آوے وہ موجر کو ملیگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک سواری کا جانور کرایہ لیا اور سمرقند لے گیا پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ جانور میرا ہو اور مستاجر کے قول کی تصدیق نہ کی کہ یہ مستاجر ہو اور اسپر اپنا استحقاق ثابت کیا اور جانور لے لیا پس آیا موجر کو یہ اختیار ہوگا کہ جس سے اُسنے خریدا ہو اُس بائع سے اپنے دام واپس لے یا نہین تو بعض نے فرمایا کہ نہین۔ اور اگرچہ پایہ کے مدعی نے قابض پر کسی فعل کا دعوی کیا مثلاً یون کہا کہ یہ جانور میری ملک ہو تو نے مجھ سے غصب کر لیا ہو

تو مستاجر اسکا خصم قرار پاویگا اور اُسکے مقابلہ میں مدعی کے گواہوں کی سماعت ہوگی اور بعد اثبات کے موجر کو اختیار ہوگا کہ اپنے بائع سے اپنے دام واپس لے۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ میں نے یہ دار جو تیرے قبضہ میں ہے فلان شخص سے فلان تاریخ یعنی تیرے اجارہ لینے سے پہلے اجارہ لیا ہے پس آیا قابض مکان اُس کا خصم قرار پاویگا یعنی مدعی اپنا اجارہ لینا قابض کے مقابلہ میں ثابت کرسکتا ہے اور اُسکے گواہوں کی سماعت ہوگی پس اس کی دو صورتیں ہیں اگر مدعی نے قابض پر قابض کے کسی فعل کا دعوی کیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے یہ مکان فلان شخص سے اجارہ لیکر قبضہ کر لیا تھا پھر تو نے مجھ سے ناحق غصب کر لیا تو مدعی کے گواہوں کی بمقابلہ قابض کے سماعت ہوگی اور اگر یوں کہا کہ میں نے فلان شخص سے تیرے اجارہ لینے سے پہلے اجارہ پر لیا ہے اور اُسنے مجھے سپرد کر دیا اور قابض پر کسی فعل قابض کا دعوی نہ کیا تو گواہوں کی سماعت نہوگی یہ محیط میں ہے مستاجر نے اگر دعوی کیا کہ میں نے جسوقت زمین اجارہ لی ہے اُسوقت فارغ اور خالی تھی اور موجر نے دعوے کیا کہ نہیں بلکہ اجارہ لینے کے وقت مشغول تھی اور اُس میں کھیتی تھی تو فی الحال کا اعتبار کیا جائیگا پس اگر اسوقت کھیتی موجود ہو تو موجر کا قول قبول ہوگا اور اگر اُسوقت مزروعہ نہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر دلال نے کسی شخص کی زمین فروخت کی اور مالک زمین نے کہا کہ تو نے بلا اجرت فروخت کر دی ہے اور دلال نے کہا کہ میں نے اجرت پر یہ کام کیا ہے پس اگر یہ دلال اس کام میں مشہور ہو کہ لوگوں کا مال اجرت پر فروخت کیا کرتا ہے تو مالک زمین کے قول کی تصدیق نہوگی اور اسکو اجر المثل دینا پڑیگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر چرواہے نے کہا کہ میں نے گائے بکری وغیرہ جو جانور چرائی پر تھا اسکے مرجانے کا خوف کرکے اسکو ذبح کر دیا ہے اور مالک نے انکار کیا تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور چرواہے پر گواہ لانا چاہئیے یہ وجیز کردری میں ہے۔ فوائد صاحب المحیط میں ہے کہ چرواہے اور مالک میں اختلاف ہوا چرواہے نے کہا کہ میں نے بکری کو مردگی کی حالت میں ذبح کر ڈالا ہے اور مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے زندگی کی حالت میں ذبح کیا ہے تو چرواہے کا قول قبول ہوگا اور صدر النوازل میں لکھا ہے کہ اگر اجنبی نے ایسا کہا کہ میں نے مردگی کی حالت میں تیری بکری کو ذبح کر ڈالا ہے پس آیا مثل چرواہے کے ہوگا فرمایا کہ قسم سے اُسی کا قول قبول ہونا چاہئیے اور ایسا ہی بعض فقہا نے فرمایا ہے کیونکہ اسکی ضمان میں شک ہے بخلاف اسکے اگر کہا کہ میں نے تیری بکری تیری اجازت سے ذبح کی ہے اور مالک نے اجازت سے انکار کیا تو مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر چرواہے نے کہا کہ میں نے بکری کو اس وجہ سے ذبح کیا کہ وہ بیمار تھی اور مالک نے کہا کہ اسکو کچھ مرض نہ تھا تو مالک کا قول قبول ہوگا اور چرواہا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے موجر کو تمام اجرت دیدی پھر دو مہینہ بعد مرگیا اور وارثوں نے دس مہینے کی اجرت کا دعوی کیا اور مطالبہ کیا اور موجر نے کہا کہ میں نے اتنی اجرت دو ہی مہینہ کے واسطے لی تھی اور باقی دس مہینے تک اسکو اپنا مباح کر دیا تھا اور وارثوں نے کہا کہ تو نے تمام سال کے واسطے کرایہ پر دیا تھا تو موجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ اجرت کا مالک ہے اور وارث لوگ اسکی ملک باطل کرنا چاہتے ہیں

کذا فی القنیہ

چھبیسواں باب سواری کے جانوروں کو سواری کے واسطے کرایہ لینے کے بیان میں۔

سواری کے جانوروں کو سواری ولادنے کے واسطے کرایہ لینا جائز ہے۔ اور اگر سواری کو مطلق چھوڑا کسی شخص کی خصوصیت

بیان نہ کی ہو کہ کیا جو چاہے سوار کرے یہ ہدایہ میں ہے - اور اگر خود سوار ہوا یا کسی ایک شخص کو سوار کیا تو اسکو دوسرے کے سوار کرنے کا
اختیار نہو گا یہ کافی میں ہے - اور اگر سواری لینے میں کوئی شخص خاص ہو گیا پھر مستاجر یا دوسرا شخص سوائے اس شخص خاص کے سوار
ہوا اور جانور مر گیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہو گا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے - اور اگر اس شرط سے کرایہ لیا کہ فلان شخص کو سوار کریگا
پھر اسکے سوائے دوسرے شخص کو سوار کیا اور جانور مر گیا تو ضامن ہو گا یہ کافی میں ہے - اگر کسی شخص سے چند اونٹ بغیر تعیین گنتی
تعداد بیان کر دی ہو کہ فریب مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تو اجارہ جائز ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے شرح میں ذکر فرمایا کہ
اس مسئلہ میں یہ غرض نہیں ہے کہ لفظ اجارہ میں غیر معین اونٹ قرار پائے ہیں کیونکہ غیر معین اونٹوں کا کرایہ لینا جائز نہیں ہے
اسلئے کہ معقود علیہ یعنی جس چیز پر عقد واقع ہوا ہے مجہول ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ مستاجر نے کہا کہ مجھے مکہ معظمہ تک سواری پر پہونچا دو
اور موجر نے اسکو قبول کیا اور اس صورت میں معقود علیہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ تک موجر اسکو پہونچا دے اور یہ امر معلوم ہے مجہول نہیں ہے
بلکہ آلہ حمل معقود علیہ ہے اور آلات کا مجہول ہونا موجب فساد اجارہ نہیں ہوتا ہے جیسا کہ درزی و دھوبی وغیرہ کے مسائل میں ہے -
اور صدر الشہید نے فرمایا کہ ہم اسکے جواز کا فتوے دیتے ہیں جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے اور اسکی تفسیر وہی ہے جو ہمنے بیان کر دی
ہے اور اسطرح معقود علیہ ایک شی متعاد ہو گئی اور اگر ایسا نہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے - اگر کسی مقام معلوم تک جانے کے
واسطے کوئی سواری کا جانور مادہ کرایہ لیا پھر جب کچھ دور چلا تو مادہ جانور نے بچہ دیا اور چلنے سے ضعیف ہو گئی پس اگر
مستاجر نے بعینہ اسکو کرایہ لیا ہو تو مستاجر کو اختیار ہو گا کہ چاہے اجارہ فسخ کر دے یا انتظار کرے یہاں تک کہ اسمیں طاقت
آجاوے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ موجر سے دوسرے جانور کا مطالبہ کرے اور اگر اسنے صرف اس مقام کے پہونچا دینے
کا اجارہ قرار دیا ہو کوئی جانور معین کرایہ نہ لیا ہو تو اسکے ضعیف ہو جانے کے وقت مستاجر کو اختیار ہو گا کہ موجر سے دوسرے
جانور کا مطالبہ کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے - جامع الفتاوی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے ایک چوپایہ سواری کا کسی مقام
معلوم تک کے لیے کرایہ کیا اور اسکو اس مقام تک نہ لیگیا مگر اس سے کام لیا تو اسپر اجرت واجب نہو گی اور اگر اسکو اس
مقام تک لیگیا تو اجرت واجب ہو گی خواہ سوار ہوا ہو یا نہوا ہو - اور یہ حکم اس صورت کا ہے کہ جب جانور کو جہان سے کرایہ
کیا ہے وہاں سے مقام معلوم تک لیگیا ہو اور اگر وہین ٹھہر کر انتظار کرتا رہا پس اگر اسکو بقدر کہ ایسا انتظار کیا جیسا کہ
قافلہ روانہ ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے تو اس مقام تک جانے کا کرایہ اسپر واجب ہو گا خواہ سوار ہوا ہو یا نہوا ہو اور اگر قافلہ
کے نکلنے میں جسقدر انتظار کیا جاتا ہے اس سے زیادہ انتظار کرتا رہا تو اسپر اسقدر روکنے سے ضمان واجب ہو گی یعنی اگر جانور
مر جاوے تو ضامن ہو گا اور جب ضمان لازم آگئی تو پھر روانہ ہو جانے سے ضمان مرتفع نہ ہو گی اور جب ضمان مرتفع نہوئی
تو اجرت واجب نہو گی یہ تاتارخانیہ میں ہے - ایک شخص نے ایک روز کے واسطے ایک جانور سواری کا کرایہ پر لیا
اور اسدن بھر اس سے نفع اٹھایا پھر اس رات میں اسکو باندھ رکھا حالانکہ اسکا پیٹ ورم کر گیا اور وہ بیمار ہو گیا تھا
اور اسی گھر میں چھوڑ دیا جہان تھا حالانکہ یہ گھر مستاجر کے سوائے کسی دوسرے شخص کا ہے پس وہ جانور مر گیا تو ضامن ہو گا
یہ جواہر الفتاوے میں ہے - اگر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ کا جانور مستاجر کو دیدیا تو اسپر یہ واجب نہیں ہے کہ جانور
کے ساتھ اپنا شاگرد یا غلام بھی روانہ کرے اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ یہ بھی واجب ہے یہ غیاثیہ میں ہے - قال المترجم
المصیر فی ہذا الی العرف فناخذ بروایۃ محمد رحمہ اللہ للعرف فی دیارنا فافہم - اور صیرفیہ میں لکھا ہے کہ بار برداری کیواسطے
ایک معین جانور کرایہ لیا پھر موجر نے اسکے سوائے دوسرے جانور پر بوجھ لادکر پہونچا دیا تو اجرت کا مستحق نہو گا اور اگر

فعل مین اسنے مستاجر پر احسان کیا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر فرات سے جعفی تک کرایہ کیا حالانکہ جعفی دو قبیلہ شہر کوفہ مین این اور کوئی تفصیل نہ بیان کی کہ کون قبیلہ مراد ہے یا کناسہ تک کرایہ کیا اور کناسہ دو ہین ایک کناسہ ظاہرہ یا باطنہ کی تفصیل نہ کی تو اجارہ فاسد اور مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا اسی طرح اگر بخارا سے سہلہ تک کرایہ لیا اور سہلہ توت یا سہلہ امیر کی تفصیل نہ کی یا خنوب تک اور خنوب دو گاؤن ہین انمین سے کوئی گاؤن خاص بیان نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے واضح ہو کہ سہلہ ریگستان ہے اور سہلہ امیر وز سپاسمر قند کو کہتے ہین کذا فی الظہیریہ۔ خوارزم سے کچھ ٹٹو بخارا تک کرایہ لیے اور بیس دینار کرایہ ٹھہرے مگر نقد و وزن کی تعیین نہ کی تو نقد خوارزم معتبر ہوگا اور وہین کا وزن معتبر ہوگا کیونکہ وہین عقد قرار پایا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک ٹٹو چار درم پر کسی مقام معلوم تک جانے کے واسطے اس شرط سے کرایہ لیا کہ آج واپس آویگا پھر چند روز تک واپس نہ آیا پس اگر ٹٹو نہ لایا تو اسپر فقط دو درم واجب ہونگے کیونکہ اسنے واپس آنے مین عقد کے خلاف کیا یعنی ضامن ہوگیا ہے یہ جواہر کردری مین ہے۔ ایک شخص نے مکہ تک ایک اونٹ کرایہ لیا تو یہ عقد فقط پہونچانے پر قرار دیا جائے گا اور آمد و رفت دونون پر نہوگا اور اگر عاریت لیا ہو تو آمد و رفت دونون پر عاریت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوائے آہوین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک جانور سو من گیہون لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر وہ جانور بیمار ہوگیا اور سوائے پچاس من گیہون کے زیادہ لادنے کی طاقت نہ رہی پس مستاجر نے اسپر پچاس ہی من گیہون لادے پس آیا بقدر کمی کے موجر سے کرایہ واپس لے سکتا ہے تو قاضی بدیع الدین نے فتوے دیا کہ واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ مستاجر اسی پر راضی ہوگیا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص سے دو چوپایہ ایک بغداد تک دوسرا حلوان تک کرایہ لیا پس اگر بغداد تک اور حلوان تک کیواسطے دونون جانور علحدہ معین ہون تو عقد جائز ہے اور اگر غیر معین ہون تو جائز نہین ہے اور جسقدر اسنے سواری لی ہے اسکا اجر المثل دینا پڑیگا اور ضمان واجب نہوگی بسبب اسکے کہ عقد فاسد کو جائز پر قیاس کیا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دو ٹٹو ایک ہی صفقہ مین کرایہ لیے تو جسقدر اسنے باربرداری وغیرہ کا کام لیا ہے اسکے حساب سے اجرت مقررہ دونون کے اجر المثل پر تقسیم کرکے لیجاویگی اسی طرح اگر دو غلام سلائی وغیرہ کیواسطے ایک صفقہ مین اجارہ لیے تو بھی یہی حکم ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر پیدل لوگون نے ایک اونٹ اس شرط سے کرایہ لیا کہ ہم مین سے جو مریض ہو جاوے یا تھک جاوے اُس کو سوار کرلے تو یہ فاسد ہے اور اگر عقبۃ الاجیر کی شرط لگائی تو جائز ہے اور عقبۃ الاجیر کی شرط سے یہان یہ مراد ہے کہ یون شرط ٹھہرائی کہ ایک سوار ہو کر پھر اُتر پڑے پھر دوسرا سوار ہو وہ بھی کچھ دور چلکر اُتر پڑے پھر تیسرا سوار ہووے یہ استحسان ہے قیاس نہین کذا فی الخلاصہ قلت و قدمر تفسیرہا مفصلاً۔ اگر کسی شخص نے ایک چوپایہ جبانہ تک یا مصلائے جنازہ تک کرایہ لیا تو جائز نہین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جبانہ تک کرایہ لینا ایسے شہر کے لوگون کیواسطے نہین جائز ہے کہ جہان دو جبانہ ہون ایک قریب ہو دوسرا بعید ہو چنانچہ امام محمد رحمہ کے شہرون مین ایسا ہی تھا پس معلوم نہین ہوتا تھا کہ کس جبانہ تک کرایہ لیا ہے اور اگر ایک ہی جبانہ ہو تو جائز ہے اور اس جبانہ کی اول حد تک اجارہ واقع ہوگا اور جنازہ مین بھی جب ہی جائز نہوگا کہ جب وہ یا زیادہ مصلے ہون کہ معلوم نہو کہ کس مصلے تک کرایہ لیا ہے اور اگر ایک ہی مصلے ہو یا زیادہ ہون مگر معلوم ہو کہ فلان مصلے تک کرایہ لیا ہے تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسپر سوار ہو کر فلان شخص جو سفر کو جاتا ہے اس کی مشایعت کرے یعنی اس کو پہونچانے جاوے یا فلان شخص جو سفر سے

آتا ہی اُس سے ملاقات کرے تو نہین جائز ولیکن اگر مقام بیان کر دے کہ کس مقام تک مستاجر ملاقات کے واسطے یا ملاقات کیواسطے جاویگا تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر دس درم ماہواری پر کوئی ٹٹو اس شرط سے کرایہ لیا کہ رات یا دن مین جس وقت کچھ ضرورت ہوگی اُسپر سوار ہولنگا پس اگر کوفہ مین کوئی جانب معلوم بیان کردی تو جائز ہی اور اگر کوئی مقام معلوم بیان نہ کیا تو جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر بغداد وغیرہ سے کسی شخص نے کوفہ تک کوئی ٹٹو کرایہ لیا تو موجر پر واجب ہے کہ کوفہ مین پہونچکر مستاجر کو مستاجر کے گھر تک پہونچا دے یہ حکم استحساناً ہی اور تہا سا یہ امر اُسپر واجب نہین ہی اسی طرح اگر اپنا اسباب لادنے کے واسطے کرایہ لیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مستاجر نے اوسکو کوفہ مین پہونچکر کسی کنارہ شہر کے اپنا اسباب اُتار دیا اور لدوا لیا یہی پہر انتقام ہی پہر معلوم ہوا کہ اُسنے خطا کی اور چوک گیا اور چاہا کہ دوبارہ اپنے گھر تک لاد کر لیجا دے تو ایسا نہین کرسکتا ہی۔ اسی طرح اگر کوفہ سے جانب حیرہ روانہ ہونے کیلیے آمد و رفت کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا پس اگر کسی مقام سے واپس آوے تو اُسکو چاہیے کہ مستاجر کو اُسکے گھر تک کوفہ مین پہونچا دے چنانچہ اگر کوفہ سے فقط حیرہ تک کیواسطے کرایہ لیا ہو تو بھی واپس آنے کے وقت یہی حکم ہی۔ اور اگر کوفہ مین سرا سے ایک ٹٹو کناسہ تک جانے کے واسطے اور واپس آنے کیواسطے کرایہ کیا اور چاہا کہ واپس ہوکر اپنے مکان پر اُترے تو یہ اختیار نہین ہے بلکہ جہان سے کرایہ لیا ہی وہین واپس ہوکر اُتر سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ منتقی مین لکھا ہی کہ اگر کوفہ سے بصرہ تک بیس روز مین پہونچانے کی شرط سے کوئی ٹٹو کرایہ لیا اور موجر نے اُسکو پچیس روز مین پہونچایا تو اس حساب سے اُجرت کم کردیجاویگی الخ۔ یہ حکم امام محمد و امام ابو یوسف کے قول پر درست ہوتا ہی اور امام اعظم رح کے قول پر اجارہ فاسد ہونا چاہیے یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کوفہ سے بغداد تک اس شرط سے ٹٹو کرایہ لیا کہ اگر دو روز مین بغداد پہونچا دے تو دس درم اُجرت ہی ورنہ ایک درم ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک پہلا تسمیہ یعنی دس درم جائز ہی اور دوسرا تسمیہ فاسد ہی اور صاحبین کے نزدیک دونون تسمیہ صحیح ہین یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے کوفہ سے مکہ معظمہ تک حج کے لیے آمد و رفت پر ایک ٹٹو کرایہ لیا[1] تو مستاجر کو اختیار ہی کہ یوم الترویہ و یوم عرفہ و یوم النحر و تین روز ایام تشریق اُسپر سوار ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک ٹٹو کو دو آدمیون نے کرایہ لیا پھر ایک آدمی راستہ مین مر گیا تو موجر پر جبر کیا جائیگا کہ جو شخص زندہ ہے اور سوار ہوکر روانہ ہونا چاہتا ہی اُسکو آدھے کرایہ پر آدھا ٹٹو کرایہ دیکر سوار کرکے پہونچا دے اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو شخص مر گیا ہی اُسکے مثل دوسرا شخص سوار کرے قلت اور کتاب مین ٹٹو کے بجاے اونٹ فرض کیا ہی اور ٹٹو مین سواری مین تفصیل ہوگی کہ اگر دونون نوبت سوار ہوتے ہون تو نصف ٹٹو کرایہ دینے کے یہ معنی ہونگے کہ مستاجر اپنی نوبت پر سوار ہوگا اور بلا نوبت ٹٹو خالی جاویگا بخلاف اونٹ کے کہ اُسمین اپنی جگہ پر سوار رہیگا فافہم۔ اور اگر کچھ لوگون نے کوئی کشتی کرایہ لی تاکہ سوار ہون پھر اُن مین بعض مر گئے تو باقیون کو بعوض اُنکے حصہ اُجرت کے سوار کرے اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو شخص مرا ہی اُسکے مثل یا زیادہ دوسرا شخص سوار کرے مگر زیادتی مین جب ہی تک زیادتی کا اختیار ہوگا کہ جب تک دوسرون کی ردا نگی مین جو شرط ٹھہری ہی اُسکو موافق شرط کے ضرر نہ پہونچے۔ پس اگر اثنا میں سے ایک شخص نے کہا کہ یہان ٹھہر پس اگر اُسنے کسی جنگل مین ٹھہرنے کو کہا تو قبول نہ کیا جائیگا اور اُسپر جبر کیا جائیگا کہ یہان سے جو آبادی قریب تر ہو وہان تک پہونچکر ٹھہرے یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے کوفہ سے آمد و رفت کیواسطے مکہ معظمہ تک ایک اونٹ کرایہ لیا پھر جب وہ شخص حج کے مناسک و افعال ادا کر چکا تو مر گیا تو اُسپر اُسکے حساب سے اُجرت واجب ہوگی کیونکہ باقی کا عقد اُسکے مرنے کیوجہ سے باطل ہو گیا پس باقی کی اُجرت

[1] ... یوم الترویہ ... یوم النحر ... ایام تشریق ...

بھی ساقط ہو گئی اور جسقدر اُس نے منفعت حاصل کی ہے اُسکی اُجرت اسقدر کہ جو واجب ہو گی پھر اسکا حساب بیان کیا اور فرمایا کہ دس حصون مین سے ساڑھے پانچ حصے واجب ہونگے اور ساڑھے چار حصے باطل ہو جاوینگے اور یہ جواب مسئلہ ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے اس حساب کی تخریج یون بیان فرمائی کہ کوفہ سے مکہ معظمہ تک ستائیس مرحلے مین جانے کے ہوتے اور اسی قدر آنے کے ہوتے اور افعال حج کا اداکرنا چھ روز مین ہوگا کہ یوم الترویہ کو منی کی طرف جائیگا اور یوم عرفہ مین عرفات کو جائے گا اور یوم النحر مین طواف زیارت کیواسطے مکہ کو واپس آویگا اور پھر تین روز رمی جمار کیواسطے چاہیے ہین کل چھ روز ہوئے اور ہر روز ایک مرحلہ شمار کیا گیا اور ان سب کا مجموعہ ساٹھ مرحلہ ہوتے اور انکے دس حصے کیے گئے تو ہر چھ مرحلہ ایک دہائی ہوئی پھر جب وہ شخص ادائے مناسک کے بعد مرگیا تو تینتیس مرحلے کے بعد مرا یعنی ستائیس مکہ تک جانے کے اور چھ ادائے مناسک کے کہ مجموعہ تینتیس ہوئے اور یہ تینتیس باعتبار دہائی کے دس حصون مین سے ساڑھے پانچ حصے ہوئے ۔ اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ بسا اوقات مدینہ سے ہو کر گذرنا بھی شرط ہوتا ہے پس اگر یہ بھی شرط ہو تو تین مرحلے اور زیادہ کیے جاوینگے کیونکہ کوفہ سے مکہ معظمہ تک کا فاصلہ مدینہ منورہ ہو کر تیس مرحلے ہیں پس اگر مدینہ ہو کر گذرنا جاتے وقت شرط کیا ہو تو مجموعہ تریسٹھ رکھے جاوینگے اور اُنمین سے چھتیس جزو اُسپر زیادہ ہونگے یعنے تیس جانے کے اور چھ مرحلے ادائے مناسک کے کل چھتیس ہوئے اور اگر آتے وقت مدینہ ہو کر آنا شرط کیا ہو تو اُسپر تریسٹھ جزو ان مین سے تینتیس جزو واجب ہونگے یعنے جانے کے ستائیس اور ادائے مناسک کے چھ کل تینتیس ہوئے ۔ اور اگر جانا و آنا دونون مدینہ ہو کر شرط قرار پایا تو مجموعہ چھیاسٹھ مرحلے ہوئے اور مستاجر پر چھتیس جزو اجرت کے واجب ہونگے کیونکہ جانے کے چھتیس مرحلے ہوئے یعنی تیس مرحلے راہ کے اور چھ مرحلے ادائے مناسک کے کل چھتیس ہوئے پس حاصل دہائی کے حساب سے یون ہوا کہ کرایہ کے گیارہ جزو ان مین سے چھ جزو اُسپر واجب ہونگے اور مرحلون پر کرایہ تقسیم کرنے مین سہولت یا اشکال کا اعتبار نہ کیا کیونکہ اُسکا ضبط ممکن نہین ہے اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جو شخص علم فقہ مین مشتہر ہوتا ہے اُس سے امتحاناً دریافت کیا جاتا ہے یہ قول میرے والد رح اپنے استاد امام ظہیر الدین مرغینانی رح سے نقل فرماتے تھے یہ ظہیریہ مین ہے ۔ اگر مستاجر نے لوہے ہوتے بوجھ یعنی کسیسہ یا تیہ رکھنا چاہا تو اس کام کا مختار نہ ہوگا اور مختار نہین ہے کہ جس جنس کا بوجھ ٹھہرا ہے اُسی کی جنس کا بوجھ دوسرا اقرار داد سے زیادہ لادے اور اگر اسی قدر یا اُس سے کم لاد کر لاوے تو جائز ہے اور اگر موجر نے چاہا کہ جو اونٹ ٹھہرا ہے اُسی کے مثل دوسرا بدل دے تو جائز ہے اور اگر بارگیر یعنے محمل ٹوٹ گئی اور مستاجر کسی اونٹ پر جسپر بوجھ وغیرہ اسباب لادا جاتا ہے روانہ ہوا تو پوری اجرت واجب ہو گی اور اگر شتربان بھاگ گیا اور مستاجر نے حاکم کے حکم سے یا جسکو حاکم نے مقرر کیا اُسکے حکم سے چوپایہ کو نفقہ دیا تو جسقدر نفقہ دیگا وہ موجر سے واپس لے گا اور نفقہ دینے مین بدون گواہ پیش کرنے کے فقط مستاجر کے قول کی تصدیق نہ ہو گی یہ غیاثیہ مین ہے ۔ ایک شخص نے ایک سواری کا جانور اس شرط سے کرایہ لیا کہ فلان شخص کے ساتھ اسکی متابعت کیواسطے یعنی اسکو پہونچانے کو فلان مقام تک سوار ہو کر جاویگا تو کہا کہ اجارہ جائز ہو گیا پھر دوسرے روز اسکو دوپہر تک باندھ رکھا پھر اُس شخص کی راہ مین آیا کہ نہ نکلا پس ظہر کے وقت مستاجر نے چوپایہ واپس کیا تو کرایہ کچھ واجب نہ ہو گا اور ضمان واجب ہونے کی بابت یہ حکم ہے کہ اگر مستاجر نے اُس سفر کرنے والے کے انتظار مین اسقدر روکا ہے جسقدر اور لوگ انتظار مین روکتے ہین تو ضامن نہوگا اور اگر اس سے زیادہ روکا ہے تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے ۔ اگر ایک شخص نے لادنے کے واسطے کوئی

یعنی جانور مرے تو قیمت دینی پڑیگی ۱۲

جانور کرایہ لیا تو اُسکو اختیار ہی کہ بجائے بار کے سوار ہو جاوے اور اگر سواری کیواسطے کرایہ لیا تو باربرداری کا اختیار نہین ہی اور اگر اس صورت مین بوجھ لادا تو اجرت کا استحقاق نہوگا یعنے مضمون ہوگیا اور بقالی مین لکھا ہی کہ اگر باربرداری کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا اور اُسپر کسی شخص کو سوار کیا تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے بغداد تک ایک جانور اس شرط سے کرایہ لیا کہ جب بغداد سے واپس ہوگا تب اجرت دیگا تو جانور کے مالک کو تا وقتیکہ مستاجر بغداد سے واپس نہ آوے کرایہ طلب کرنے کا اختیار نہین ہی اور اس حکم مین اشکال ہی اسواسطے کہ بغداد سے اسکی واپسی کا وقت معلوم نہین ہی۔ پھر اگر میعاد مجہول ہو اور مستاجر بغداد مین مرگیا تو اُسوقت موجر کو اختیار ہوگا کہ مستاجر کے وہانتک جانے کا کرایہ مستاجر کے ترکہ مین سے وصول کرے یہ ظہیریہ مین ہی۔

ستائیسوان باب اجارہ مین خلاف کرنے اور ضائع و تلف وغیرہ ہونے سے ضمان لازم آنے کے مسائل کے بیان مین۔ ایک شخص نے شہر سے کسی مقام معلوم تک جانے کیواسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر اُسپر شہر مین سوار ہوا اور وہان نگیا تو ضامن ہوگا اور اگر کپڑے کے اجارہ مین اسطرح خلاف کیا ہو تو ضامن نہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک شخص نے شہر مین ایک روز سوار ہونے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اسکو لیکر لیئے سوار ہوکر باہر چلا گیا مگر اُسی روز اُسکو شہر مین واپس لایا تو ضمان سے بری ہو جائیگا یہ امام محمد رح سے مروی ہی کذا فی التاتارخانیہ۔ ایک چوپایہ اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسپر کسیقدر جو باندازہ معلوم یعنے بہ پیمانہ معلوم لادے پھر اُسیقدر گیہون یعنی اسیقدر پیمانہ گیہون اُسپر لادے تو اسپر درصورت چوپایہ کے ہلاک ہو جانے کے چوپایہ کی قیمت واجب ہوگی اور اسپر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ سب ائمہ کے نزدیک بالاجماع ہی کیونکہ جسقدر پیمانہ جو ہون اسیقدر پیمانہ اگر گیہون لیئے جاوین تو بسبب جو کے گران ہونگے کیونکہ گیہون مین بہ نسبت جو کے زیادہ انبار ہوتا ہی پس گویا اُسنے پتھر یا لوہا بجائے جو کے لادا اور ظاہر ہے کہ اُس مین صورت ضامن ہوگا پس گیہون مین بھی ضامن ہوگا بخلاف اسکے اگر جو واسطے کرایہ کیا کہ اُسپر دس قفیز جو لادے پھر اُسپر گیارہ قفیز جو لادا یا تو اس صورت مین اُسکی قیمت کے گیارہ حصے کرکے ایک حصہ قیمت کا ضامن ہوگا بشرطیکہ چوپایہ مین گیارہ قفیز جو اُٹھانے کی طاقت ہو اور فقط گیارھوین حصہ کا ضامن اسوجہ سے ہوگا کہ جو چیز اُسنے زیادہ لادی ہی وہ اُسی جنس سے ہی جسکے لادنے کیواسطے کرایہ لیا تھا۔ اور اگر گیارہ قفیز گیہون لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر اُسپر گیارہ قفیز جو لادے تو استحساناً ضامن نہوگا۔ اور اگر تول کے حساب سے گیہون لادنے کیواسطے کرایہ لیا پھر اُسی تول سے اُسپر اُسیقدر جو لادا یا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ جس جگہ چوپایہ کی پیٹھ پر بوجھ لادا جاتا ہی اُتنی جگہ سے یہ بوجھ تجاوز نہ کر گیا ہو یعنے موضع حمل سے زیادہ جگہ نہ لادا ہو وے۔ اور اگر جو لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر تول سے اسیقدر گیہون لادے تو ضامن ہوگا۔ اور اصل اس باب مین یہ ہی کہ جو چیز بیان کردی گئی ہی اسکو لادکر دیکھا جاوے اور جو چیز مستاجر نے از راہ مخالفت جانور کی پیٹھ پر لادی ہی اُسکو لادکر دیکھا جاوے حالانکہ وزن مین دونون یکسان ہون پس اگر وہ چیز جسکو مستاجر نے لادا ہی جانور کی پیٹھ پر بہ نسبت مقررشدہ چیز کے کم جگہ گھیرتی ہو تو ضامن ہوگا کیونکہ اُس صورت مین جو چیز مستاجر نے لادی ہی وہ بہ نسبت مقررشدہ کے جانور کے حق مین زیادہ مضر ہوگی چنانچہ اگر عقد مین گیہون یا جو لادنا قرار پایا اور مستاجر نے بجائے اسکے پتھر یا لوہا لادا حالانکہ وزن مین اُسی قدر لادا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر وہ چیز جو مستاجر نے لادی ہی بہ نسبت مقررشدہ کے زیادہ جگہ گھیرلی ہو اور وزن مین

دونوں برابر ہوں تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ چیز بہ نسبت مقرر شدہ کے چوپایہ کے حق مین آسان ہوگی پس ایسے خلاف سے ضامن نہوگا ولیکن اگر اُس چیز کو لادا اور دستہ کی جگہ سے تجاوز کر گیا تو ضامن ہوگا چنانچہ اگر گیہوں لادنا اجارہ مین ٹھہرا اور دستہ چھنے بجائے دستہ کے کٹر یا ان اینٹ ہمن کی یا کھو سہ یا رائی اُسی قدر وزن مین لادی اسطرح کہ لادنے کی جگہ سے تجاوز کیا تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اگر پیمانہ معلوم سے جو لادنے کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر اُسپر اُسکے نصف کے برابر گیہوں لاد دے تو امام سرخسی نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور امام خواہرزادہ نے فرمایا کہ استحسانًا ضامن نہوگا اور صدر الشہید نے کتاب الاصل کی شرح مسائل العاریۃ مین فرمایا کہ یہی اصح ہے یہ خلاصہ مین ہے - اگر جو لادنے کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر اُسکی پیٹھ پر ایک طرف گون مین گیہوں لادے اور دوسری طرف جو لادے اور جانور مر گیا تو ہمارے صاحبان نے فرمایا کہ نصف ضمان اور نصف اجرت اُسپر واجب ہوگی یہ ینابیع مین ہے - اگر بجائے نرمی کپڑوں کے چادرین سوتی اور ریلیسان کہنہ لادلایا تو ضامن ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے - اگر بوجھ لادنے کے واسطے کوئی اونٹ کرایہ لیا پھر اُسپر ایشیاے خانہ داری وانا تہ لادا تو ضامن ہوگا اور اگر بجائے بوجھ کے اُسپر کسی شخص کو سوار کر دیا تو ضامن ہوگا کیونکہ یہ بوجھ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے - ایک شخص نے اپنے سوار ہونے کے واسطے ایک جانور کرایہ کیا پھر اُسپر کسی دوسرے شخص کو سوار کیا پھر اُسکو اُتار کر خود سوار ہوا تو ضمان سے بری نہو جائیگا اور اگر کوئی جانور کسی مقام معلوم تک کے واسطے کرایہ لیا اور اُسکو اُس مقام تک لیگیا حالانکہ نہ اُسپر سوار ہوا نہ اُسپر بوجھ لادا تو اجرت واجب ہوگی اور اگر جانور مین کوئی عذر ایسا ظاہر ہوا کہ جسکے باعث سے سوار نہو سکا اور نہ بوجھ لاد سکا تو اجرت واجب نہو گی یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر کوئی زین ایک مہینہ تک کسیکر سوار ہونے کے واسطے اجارہ لی پھر کسی دوسرے شخص کو دیدی وہ کسکر سوار ہوتا رہا تو ضامن ہوگا اور اجرت واجب نہوگی اور اگر کوئی اکاف یعنی پالان خر اس غرض سے کرایہ لیا کہ ایک مہینہ تک اُسپر گیہوں لادکر لادے تو جائز ہے خواہ اُسنے اپنے گیہوں لادے ہوں یا دوسرے کے گیہوں ہوں اور جوال کا بھی یہی حکم ہے یعنے خواہ اپنے گیہوں اُسمین بھرے یا دوسرے کو گیہوں بھرنے کے واسطے دیدیے یہ مبسوط مین ہے - اگر کسی نے اپنا بوجھ لادنے کے واسطے جانور لیا پھر اُسپر غیر کا بوجھ لادا تو ضامن نہوگا - اور اگر کوئی محمل اپنی سواری کے واسطے کرایہ لی تو اُسکو جائز نہین ہے کہ دوسرے کو سوار کرے یہ تاتارخانیہ مین ہے - دو شخصون نے ایک لادو جانور اس شرط سے کرایہ لیا کہ ایک کا دو تہائی اور دوسرے کا ایک تہائی ہے پس پہلے شخص نے اُسپر سات من لادا اور دوسرے نے دس من لادا تو یہ شخص اپنے بوجھ کے سترہ حصون مین سے چار حصہ کا اور ایک تہائی حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اُس کو صرف پانچ حصے کا اور دو تہائی حصے کی اجازت ہے یہ غیاثیہ مین ہے - اگر ایک جانور دس من گیہوں لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر اُسپر گیارہ من گیہوں لادے اور وہ جانور مقام مشروط پر پہونچکر تھک کر مر گیا تو مستاجر پر پوری اجرت اور گیارہ حصہ قیمت جانور مین سے ایک حصہ کی ضمان واجب ہوگی اور اس سے زیادہ مستاجر سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی تاویل دو طور سے ہے ایک یہ ہے کہ جسقدر بوجھ مستاجر نے زیادہ کر دیا ہے اُسکے اُٹھانے کی طاقت جانور کو حاصل تھی اور زیادتی بوجھ پر بھی چل سکتا تھا تب یہ حکم ہے اور اگر زیادہ بوجھ کی طاقت نہ تھی تو بقیاس ایک مسئلہ کے جو آیندہ آتا ہے یہ حکم ہوگا کہ پوری قیمت ڈانڈ دے - اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اُسنے گیارہ من گیہوں ایکبارگی لادے ہوں تب یہ حکم ہے اور اگر اُسنے دس من ایک دفعہ لادے ہوں پھر ایک من لادے ہوں اور جانور تھک کر

مرگیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا - اور یہ اُسوقت ہی کہ جب اُسنے گیارہ من اُسی جگہ لادا ہو جہان جانور کی پیٹھ پر دس من لدے ہوے ہین - اور اگر اُس جگہ نہ لادا بلکہ فتراک وغیرہ مین ایک من لٹکا دیا تو بقیاس مسئلہ آیندہ کے جو انشاء اللہ تعالی بیان ہوگا یہ حکم ہی کہ بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا کذا فی المحیط اور واضح ہو کہ یہ مسئلہ جو مذکور ہوا اس مین اور دوسرے مسئلہ مین فرق ہی یعنی ایک بیل دس من پیسنے کیواسطے اجارہ لیکر گیارہ من گیہون پیسے اور جانور مرگیا یا ایک جریب زمین ہل چلانے کیواسطے کرایہ لیا اور ڈیڑھ جریب زمین مین ہل چلایا اور جانور تھکا کر مرگیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا پس ان دونون مین یہ فرق ہی کہ پیسائی کا کام رفتہ رفتہ ہوتا ہی پس جب پیسائی دس من پہونچی تو عقد اجارہ تمام ہوگیا پھر اسکے بعد کام لینے سے ہرطرح ضامن ہوگا پس پوری قیمت دینی پڑیگی بخلاف لدائی کے کہ لدائی ایک ہی مرتبہ ہوتی ہی پس جب اُسنے زیادہ بوجھ لاد دیا اور اُسمین سے تھوڑے بوجھ کی اسکو عقد اجارت تھی پس ہرطرح ضامن نہوا بلکہ بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - (قال الامام) امام ابوحنیفہ رح ایک شخص نے دس من گیہون لادنے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا اور اُسپر بیس من لادے پس اگر وہ جانور مرنے سے بچ گیا تو مستاجر پر پوری اجرت واجب ہوگی - اور اگر مقام مشروط پر پہونچکر مرگیا تو پوری اجرت اور آدھی قیمت ڈانڈ واجب ہوگی مگر امام ابویوسف کے نزدیک پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ کبری مین ہی - ایک شخص نے دس من گیہون لادنے کیواسطے کرایہ لیا پھر اُسپر گیارہ من گیہون لاد لیگیا اور صحیح سالم اسکو واپس لایا مگر مالک کو واپس کرنے سے پہلے وہ جانور مرگیا پس اگر مستاجر کو معلوم تھا کہ اسقدر بوجھ لادنے کی طاقت اس جانور مین ہی تو پوری اجرت اور ایک تہائی قیمت ڈانڈ واجب ہوگی اور اگر معلوم تھا کہ نہین طاقت رکھتا ہی تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور کچھ اجرت واجب نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر مستاجر نے جانور کے مالک کو حکم دیا کہ اُسپر بوجھ لاددے اُسنے لاد دیا حالانکہ جانتا ہی کہ اس بوجھ مین قرارداد سے زیادتی ہی یا نہین جانتا ہی تو مستاجر ضامن نہوگا اور یہ ایک حیلہ ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی - اور اگر دس من گیہون لادنے کیواسطے کرایہ لیا پھر بیس من کی گون بھر کر موجر کو حکم دیا کہ جانور پر لاددے اُسنے لاد دیا تو مستاجر ضامن نہوگا اور اگر دونون نے ملکر ایک ساتھ لادا ہو تو مستاجر چوتھائی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر بیس من اُسنے دو گونون مین بھرا اور ہر ایک نے ایک ایک گون لادی یا پہلے مستاجر نے دس من کی گون لادی پھر موجر نے دوسری گون لادی تو بالکل مستاجر ضامن نہوگا اور اگر پہلے موجر نے بحکم مستاجر ایک گون لادی پھر مستاجر نے دوسری گون لادی تو نصف قیمت کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی - اگر کسی مقام معلوم تک سوار ہونے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنے ساتھ بوجھ لاد لیا پس اگر جانور ہلاک ہو جاوے تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ حکم کتاب مین صریح مذکور ہی اور اسکی تفسیر یہ ہی کہ دانا کار لوگون کے پاس جاکر دریافت کیا جاویگا کہ یہ بوجھ جو اس شخص نے زیادہ لاد لیا ہی سواری سے گردائی مین کسقدر زیادہ ہی اُسی حساب سے ضمان لیجاویگی اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب اُسنے سواری کی جگہ بوجھ نہ رکھا ہو بلکہ سواری کی جگہ خود سوار ہوا ہو اور بوجھ دوسری جگہ مثلاً کسی طرف لٹکا لیا ہو اور اگر سواری کی جگہ بوجھ لادکر اُسپر سوار ہوگیا ہو تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتاوی صغری مین ہی - اگر سوار ہونے کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنے ساتھ کسی غیر کو سوار کر لیا پس اگر جانور بچ گیا تو پوری اجرت واجب ہوگی اور ضامن نہوگا اور اگر ایسی سواری سے جانور مرگیا حالانکہ اس نے مقام مشروط تک پہونچا دیا ہی تو مستاجر پر اجرت کامل واجب ہوگی اور نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور ضمان وصول کرنے مین مالک کو

اختیار ہوگا چاہے مستاجر سے وصول کرے یا اس غیر سے وصول کرے خواہ یہ غیر مستاجر کا مستاجر ہو یعنی اُس نے مستاجر
سے اجارہ لیا ہو یا مستعیر ہو پس اگر مالک نے اپنے مستاجر سے ضمان لی تو مستاجر اس ضمان کو اس غیر سے کسی صورت میں
واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مالک نے اس غیر سے ضمان وصول کر لی پس اگر یہ غیر مستاجر ہو تو اپنے موجر سے مال ضمان
واپس لیگا اور اگر مستعیر ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور واضح ہو کہ یہ شخص غیر خواہ ہلکا ہو یا بھاری ہو کچھ فرق نکیا جائیگا
ہر صورت میں ضمان واجب ہوگی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ آدھی قیمت کی ضمان صرف اُسی صورت میں ہے کہ جب وہ
جانور دونوں کا بوجھ اُٹھا سکتا ہو اور اگر دونوں سواروں کا بوجھ نہ اُٹھا سکتا ہو تو مستاجر پوری قیمت کا ضامن ہوگا
پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے اس مسئلہ میں مطلقاً نصف قیمت کے ضامن ہونے کا حکم دیا اور جامع صغیر میں یوں ذکر کیا
ہے کہ اگر ایک شخص نے قادسیہ تک ایک جانور سواری کیواسطے کرایہ لیا اور اپنی ردیف میں ایک غیر شخص کو سوار کیا
اور جانور تھک کر مر گیا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور نیز جامع صغیر میں اس مسئلہ قادسیہ واسطے کے ذکر
کرنے کے دوسرے کے بعد بیان کیا کہ اندازہ و گمان کا اعتبار کیا جائیگا اور قدوری میں لکھا ہے کہ مستاجر نصف قیمت کا
ضامن ہوگا خواہ دوسرا شخص ہلکا ہو یا بھاری ہو اور امام زاہد فخر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ حاصل یہ ہے کہ اندازہ
گمان معتبر ہے اور اگر اندازہ گمان میں اشتباہ رہے تو عدد کا اعتبار کیا جائیگا۔ اور اگر مستاجر نے اپنے ساتھ کسی ایسے
نابالغ کو سوار کر لیا جو جانور سے سواری نہیں لے سکتا ہے اور نہ اُسکو پھیر سکتا ہے تو جسقدر بوجھ زیادہ ہو گیا اس کے
حساب سے ضامن ہوگا۔ مگر واضح ہو کہ جب اُسنے اپنے ساتھ ایسی چیز کو لا دلیا جو بوجھ یا بوجھ کے حکم میں ہے تو بقدر زیادتی
کے ضامن ہونا اُسی صورت میں ہے کہ جب بوجھ کے رکھنے کی جگہ کے سوائے دوسری جگہ سوار ہوا ہو اور اگر موضع حمل
پر سوار ہوا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا پس اس مسئلہ پر قیاس کر کے ہم کہتے ہیں کہ اگر سواری کے واسطے ایک
جانور کرایہ لیا پھر اُسپر خود سوار ہوا اور اپنے کندھے پر دوسرے شخص کو سوار کر لیا اور جانور مر گیا تو پوری قیمت کا
ضامن ہوگا۔ اور یہ اختلاف جیسے بقدر زیادتی کے یا پوری قیمت کے ضامن ہونے کا ہے صرف اُس صورت
میں ہے کہ جب وہ جانور اسقدر طاقت رکھتا ہو کہ مستاجر مع بوجھ کے اُسپر سوار ہو جاوے اور اگر یہ طاقت نہ رکھتا ہو تو
سب صورتوں میں پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر سواری کیواسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر کرایہ لینے
کے وقت جسقدر کپڑے پہنے ہوئے تھا اُس سے زیادہ کپڑے پہنکر سوار ہوا پس اگر یہ زیادتی ایسی ہے جیسے لوگ
سوار ہونے میں پہنا کرتے ہیں یعنی لوگوں کے رواج سے خلاف نہیں ہے تو ضامن نہوگا اور اگر اس سے بھی زیادہ پہن
لیے ہوں تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک جانور سواری کے لیے کرایہ کیا اور جب
اپنے گھر کو لایا تو اسکو گھر میں اس غرض سے باندھ لے گیا کہ جو زائد لباس پہنے ہوئے ہے اُسکو اُتار دے پس
وہ جانور گھر سے نکلکر بھاگا اور مستاجر اُسکے پیچھے دوڑا مگر اُس تک نہ پہونچ سکا تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے حفاظت ترک
نہیں کی یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اگر شہر میں دس روز سواری لینے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا اور اُسکو باندھ
رکھا اور بالکل سوار نہوا تو بھی کرایہ واجب ہوگا اور کچھ ضامن نہوگا اور اگر دس روز سے زیادہ اسکو باندھ رکھا ہو تو
زیادہ دنوں کا کرایہ واجب نہوگا اور اگر جانور کو نفقہ دیا ہو تو اُسنے احسان کیا یعنی جو کچھ خرچ کیا ہے اسکو مالک سے
نہیں لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ ایک جانور اس غرض سے کرایہ لیا کہ رات میں

دلہن کو اسکے شوہر کے گھر پہونچایا جاوے تو یہ شہر کے اندر ہو تا ہے اور اگر کسی نے شہر کے باہر سوار کر کے شوہر کے گھر پہونچایا جاوے پس اگر شہر معین ہوا اور جہاں پہونچانا منظور ہے وہ جگہ بھی معین کر دی تو اجارہ جائز ہو اور اگر عروس یا شہر معین نہو تو اجارہ فاسد ہو اور اگر مستاجر نے اپنے اجارہ میں کسی دلہن کو سوار کر کے پہونچا دیا تو استحساناً عقد اجارہ منقلب ہو کر جائز ہو جاوے گا اور مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا جو دونوں کے درمیان قرار پایا ہو۔ اور اگر دلہن والوں نے وہ جانور باندھ رکھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی پس آیا اجرت واجب ہو گی یا نہیں تو حکم یہ ہو کہ اگر شہر میں کسی عروس معین کے سوار کرنے کے واسطے کرایہ لیا ہو تو اجرت واجب ہو گی اور اگر خارج شہر میں کسی عروس معین کی سواری کے لیے کرایہ لیا ہو تو اجرت واجب نہو گی اور آیا ایسے باندھ رکھنے سے ضامن ہو گا یا نہیں تو حکم یہ ہو کہ اگر خارج شہر میں سواری کے واسطے کرایہ لیا ہے تو ضامن ہو گا اور اگر شہر میں سواری کیواسطے اجارہ لیا ہو تو ضامن نہو گا۔ اور اگر دلہن والوں نے عروس غیر معین کے زفاف کیواسطے کرایہ پر لیا ہو تو جسوقت اسکو باندھ رکھا اجرت واجب ہو گی خواہ شہر میں سواری کے واسطے اجارہ پر لیا ہو یا باہر شہر کے۔ اور اگر عروس معین کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اسکے سوا کسی دوسری دلہن کو سوار کیا تو ضامن ہو جاوے گا اور کرایہ واجب نہو گا خواہ جانور بچ گیا ہو یا مر گیا ہو اور اگر عروس غیر معین کی سواری کے واسطے اجارہ لیا ہو تو ضامن نہو گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک انسان کو سوار کرنے کیواسطے جانور کرایہ لیا پھر اسپر ایک موٹی بھاری عورت سوار کرائی تو ضامن نہو گا کیونکہ انسان میں عورت بھی داخل ہے۔ اگر وہ عورت ایسی موٹی بھاری ہو کہ جانور اسکا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہو مگر مستاجر نے خواہ مخواہ سوار کیا تو ضامن ہو گا کیونکہ یہ سواری نہیں ہے بلکہ جانور کو دیدہ و دانستہ ضائع کرنا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اپنی سواری کیواسطے کوئی جانور کرایہ لیا اور اسپر ایک نابالغ لڑکے کو جو تھم سکتا ہو یعنی جانور کی گرفت کر سکتا ہو سوار کیا تو تمام قیمت کا ضامن ہو گا اسیطرح اگر نہ تھم سکتا ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ غیاثیہ میں ہو۔ اگر کسی عورت کے سوار کرنے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اس عورت کے بچہ ہوا اور بچہ کو بھی ساتھ سوار کیا تو بقدر بچہ کی زیادتی کے ضامن ہو گا اسی طرح اگر کرایہ کی اونٹنی نے بچہ دیا اور بچہ کو عورت کے ساتھ بٹھا دیا تو بھی بقدر بچہ کے ضامن ہو گا اگرچہ وہ بچہ مالک جانور کی ملک ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کوئی گدھا مع زین کرایہ لیا پھر اسپر ایسی زین ڈالی جیسی ان گدھوں پر نہیں ڈالی جاتی ہو یعنی بھاری زین تھی تو باتفاق الروایات بقدر زیادتی کے ضامن ہو گا اور اگر دوسری زین بہ نسبت پہلی زین کے ہلکی یا برابر ہو تو ضامن نہو گا اسیطرح اگر گدھے کو مع پالان کرایہ لیا اور پالان دور کر کے دوسرا پالان اُس سے ہلکا یا برابر ڈالا تو ضامن نہو گا اور اگر بھاری ڈالا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہو گا۔ اور اگر کوئی گدھا مع پالان کے سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر پالان کو دور کر کے اسپر زین رکھی تو ضامن نہو گا۔ اور اگر گدھا مع زین کے سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر زین دور کر کے پالان ڈالکر سوار ہوا تو ضامن ہو گا ایسا ہی جامع صغیر میں مذکور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ بقدر زیادتی کے ضامن ہو گا اور جو حکم جامع صغیر میں مذکور ہے وہی اصح ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ مستاجر نے کل میں صورۃ و معنی میں خلاف کیا ہے یعنی مستاجر نے صورۃً و معنًی کل میں مخالفت کی پس کل کا ضامن ہو گا۔ اور یہ قیاس ہی حکم اس صورت میں ہو کہ جب ایسے گدھے پر ایسا پالان ڈالا جاتا ہو اور اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اسپر بالکل پالان نہیں ڈالا جاتا ہے یا ایسا پالان نہیں ڈالا جاتا ہے تو بالاجماع پوری قیمت کا ضامن ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر ننگا گدھا یعنی ننگی پیٹھ گدھا کرایہ لیا

اور اسپر زین کسکر سوار ہوا تو ضامن ہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ننگی پیٹھ ایک مقام سے ایسے مقام تک
کرایہ لیا کہ جہانتک بدون زین کے سوار ہو جانا ممکن نہیں ہے مثلاً ایک شہر سے دوسرے شہر تک کرایہ لیا تو زین کسنے
سے ضامن نہوگا اسی طرح اگر شہر ہی میں سوار ہونے کے واسطے کرایہ لیا مگر مستاجر ایسا شخص ہے کہ شہر میں ننگی پیٹھ جانور پر
سوار نہیں ہوتا ہے تو بھی ضامن نہوگا اور زین کسنا ایسی صورت میں مستاجر کو اسواسطے دلالۃً ثابت ہوگا- اور اگر مستاجر ایسا
شخص ہو کہ شہر میں ننگی پیٹھ جانور پر سوار ہوتا ہے تو اسکے واسطے یہ اجازت دلالۃً ثابت نہوگی اور وہ ضامن ہوگا پھر جب
ضمان مقرر ہوئی پس آیا پوری قیمت کا ضامن ہوگا یا بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا تو اسکا حکم کتاب الاصل میں نہیں
لکھا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے- اگر بدون لگام کے کوئی
جانور کرایہ لیا پھر لگام دیدی یا لگام دی ہوئی تھی اسکو اتار کر دوسری لگام ویسی ہی چڑھائی اور سوار ہو گیا تو ضامن نہوگا
اور اگر وہ جانور بغیر لگام کے چلتا ہو اور ایسی لگام دی جیسی اس جانور کے نہیں چڑھائی جاتی ہے تو ضامن ہوگا یہ
خزانۃ المفتیین میں ہے- اگر جانور کی لگام سختی سے اپنی طرف کھینچی یا اسکو مارا کہ وہ مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن
ہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے- اور شیخ اسمعیل زاہد رح نے فرمایا کہ اگر سواری کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا
پھر اسکو مارا کہ وہ مر گیا پس اگر مالک کی اجازت سے اسکو مارا اور مار کی چوٹ ایسی جگہ پہونچی جہان مارنے کی عادت ہے تو
بالاجماع ضامن نہوگا اور اگر غیر عادت کی جگہ پہونچی یعنی وہان مارنے کی عادت نہیں ہے تو بالاجماع ضامن ہوگا لیکن اگر
خاص اس غیر معتاد جگہ پر مارنے کی اجازت حاصل ہو تو ضامن نہوگا یہ مضمرات میں ہے- اور اگر جانور کے چلانے میں سختی کی
یعنی غیر معتاد رفتار سے ہانکا تو ضامن ہوگا یہ بالاجماع ہے کذا فی الغیاثیہ- اگر کوفہ تک جانے کے واسطے کوئی جانور کرایہ
لیا اور اسکو کوفہ کے آگے لیگیا مگر اسقدر بڑھ گیا کہ لوگ ایسی زیادتی سے چشم پوشی نہیں کرتے ہیں خواہ اس بڑھ جانے
میں سوار ہوا ہو یا نہوا پھر اسکو کوفہ میں واپس لایا تو مستاجر پر کوفہ تک کا کرایہ واجب ہوگا اور جانور اسکے پاس ضمان
میں رہے گا تاوقتیکہ مالک کو واپس نہ کرے چنانچہ اگر کوفہ کے راستہ میں مر جاوے تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور
کرایہ میں سے کچھ کمی نہ کیجاویگی اور یہ دوسرا قول امام اعظم رح کا اور یہی قول صاحبین رح کا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے-
اگر اجارہ کی چیز مستاجر کے پاس تلف ہوئی اور پھر کسی شخص نے مستاجر قابض پر اپنا استحقاق ثابت کرکے مستاجر سے
ضمان لے لی تو مستاجر اس مال ضمان کو اپنے موجر سے واپس لیگا یہ ینابیع میں ہے- جامع الفتاوے میں لکھا ہے کہ اگر
دس قفیز گیہون لادنے کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اسکو بیس قفیز گیہون لادنے کے لیے دوسرے شخص کو کرایہ پر
دیدیا اور دوسرے کی باربرداری میں وہ جانور تلف ہو گیا تو مالک کو دونون میں ہر ایک سے ضمان لینے کا اختیار ہوگا
پس اگر اسنے دوسرے سے ضمان لی تو وہ پہلے مستاجر سے یہ مال ضمان واپس لیگا اور اگر اسنے پہلے مستاجر سے
ضمان لی تو پہلا مستاجر اس مال کو دوسرے سے واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اسی نے دوسرے کو دھوکا دیا تھا-
اور اگر ایک شخص نے شہر ہمدان تک جانے کے واسطے کرایہ لیا اور بیچ راستہ میں وہ جانور مر گیا حالانکہ جسقدر راستہ
باقی رہ گیا ہے وہ بہ نسبت طے کیے ہوے کے سخت و دشوار ہے تو کرایہ کی تقسیم میں آسانی و سختی کا اعتبار ہوگا اسواسطے
کہ کبھی آسانی کی وجہ سے ایک کوس کا ایک درم کرایہ ہوتا ہے اور کبھی سختی کیوجہ سے ایک کوس کا دو درم کرایہ ہوتا ہے
یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے- اگر کسی مقام معلوم تک سوار ہو کر آمد و رفت کے واسطے ایک جانور چارہ دینے کی شرط سے

ف یعنی اس امر کو کرایہ سے دلالۃً کی اجازت نہیں پائی گئی ۱۲

کرایہ لیا حتی کہ اجارہ فاسد قرار پایا پھر وہاں تک جا کر واپس ہوا اور اپنی ردیف میں ایک شخص کو سوار کر لیا تو جانے کا
پورا اجرالمثل واجب ہوگا اور واپسی کا آدھا اجرالمثل واجب ہوگا کیونکہ واپسی کیوقت وہ شخص نصف کا غاصب
ہوگیا اور نصف کا اجارہ فاسد تھا اور اگر اس صورت میں جانور مر جاوے تو نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اسنے
موافق شرط کے اجارہ دیا تو جو اجرت اسپر واجب ہوئی ہے نہیں محسوب کیا جائیگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر ایک مقام معین تک
سوار ہونے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اسکو کسی دوسرے مقام تک سوار ہو کر لے گیا تو درصورت مر جانے کے
ضامن ہوگا اگرچہ دوسرا مقام بنسبت مقام معین کے نزدیک ہو یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر ایک مقام معین تک سوار
ہونے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا اور اسکو کسی دوسرے مقام تک سوار ہو کر لیگیا تو کچھ اجرت واجب نہوگی خواہ جانور
صحیح سالم رہا ہو یا مر گیا ہو۔ اور ایسی جنس کے مسائل میں اصل یہ ٹھہری ہے کہ معقود علیہ یعنی منفعت کا حاصل کر لینا مستاجر کے
ذمہ موجب اجرت ہوتا ہے بشرطیکہ معقود علیہ حاصل کرنے پر مستاجر قادر ہو اور اگر قادر نہو تو موجب نہیں ہے۔ آیا تو نہیں دیکھتا
ہے کہ اگر ایک شخص نے کوئی خاص کپڑا پہننے کیواسطے کرایہ پر لیا اور اسی مستاجر نے اپنے موجر سے کوئی دوسرا کپڑا
غصب کر کے لے لیا پھر مستاجر نے جو کپڑا کرایہ لیا تھا اسکے سوائے غصب کیا ہوا کپڑا پہنا پس اگر کرایہ والا کپڑا مستاجر
کے گھر میں موجود ہو تو اسپر کرایہ واجب ہوگا اور اگر مثلاً اسکو مستاجر سے کسی شخص نے چھین لیا ہو اور مستاجر اس سے
نفع حاصل نکر سکتا ہو تو مستاجر کے ذمہ بالکل کرایہ واجب نہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کچھ بار معین کسی مقام معلوم تک خاص راستہ
سے لیجانے کیواسطے کوئی جانور کرایہ کیا یا کوئی گدھا اس غرض سے کرایہ کیا کہ اسباب ضروری لاد کر خاص راستہ سے
فلاں مقام تک جاوے اور جب روانہ ہوا تو اسنے اس راستہ اختیار کیا کہ جسمیں لوگوں کی آمد و رفت ہے مگر وہ راستہ خاص
جو قرار پایا ہے اس سے روانہ نہوا پھر جانور مر گیا یا اسباب تلف ہوگیا تو ضمان لازم نہ آویگی اور اگر مقام مقصود تک پہونچ گیا تو
اجرت واجب ہوگی کیونکہ جب دونوں راستے یکساں ہیں کوئی تفاوت نہیں تو معین کرنا بیفائدہ ہے حتی کہ اگر اسنے ایسا
راستہ اختیار کیا جس سے لوگوں کی آمد و رفت نہیں ہے یا خوفناک ہے تو اس صورت میں ضامن ہوگا کیونکہ اس صورت میں جو راستہ
معین کیا ہے اسکے معین کرنے میں فائدہ ہے۔ اور اگر دریائی راہ سے روانہ ہوا ہو تو اس صورت میں ضامن ہوگا کیونکہ اسمیں
اکثر خوف تلف ہوتا ہے اور اگر اس صورت میں منزل مقصود پر صحیح سالم پہونچ گیا تو کرایہ واجب ہوگا اور مخالفت کرنے کا
اعتبار نہ کیا جائیگا کیونکہ مقصود حاصل ہونے پر مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور مال بضاعت میں بھی ایسا ہی حکم ہے۔ یہ
تمرتاشی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک خچر اس غرض سے کرایہ کیا کہ اسپر اسباب لادکر مدینہ منورہ تک جاوے اور لاد کر
مدینہ منورہ کو روانہ ہوا پھر راہ میں بیٹھا سب یا پیچھا نہ کی غرض سے پیچھے رہ گیا یا کسی شخص سے باتیں کرنے لگا اور خچر آگے چلا گیا
اور ضائع ہوگیا پس اگر اسکی آنکھ سے غائب نہیں ہوا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی نظر سے غائب ہوا تو ضامن ہوگا۔ یہ
فتاوی قاضی خاں میں ہے۔ زید نے گانوں سے شہر جانے کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا اور جانور کے مالک نے
عمرو کو زید کے ساتھ کیا راستہ میں عمرو کسی کام میں مشغول ہوگیا اور زید تنہا جانور کو لیکر چلا گیا اور جانور اسکے پاس
ضائع ہوگیا تو عمرو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ کسی شخص نے
خاص مقام تک سوار ہو جانے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر جب کچھ دور گیا تو دعوی کیا کہ یہ جانور میرا ہے اور اجارہ
لینے سے انکار کیا اور جانور کا مالک اجارہ کا مدعی ہے پس اگر مستاجر کی سواری کی وجہ سے جانور مر گیا تو ضامن نہوگا اور

اگر سواری لینے سے پہلے مرگیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایسا واقعہ ہوا کہ مسافت طے ہو جانے کے بعد مستاجر اس جانور کو مالک کو واپس کرنے کیواسطے لایا اور وہ تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا اور شیخ قدوری رح نے فرمایا ہے کہ مستاجر پر امام ابو یوسف کے نزدیک انکار سے پہلے کی اجرت واجب ہوگی اور انکار کے بعد کی اجرت اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جاویگی اور امام محمد رح کے نزدیک پوری اجرت واجب ہوگی یہ کبری میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کرایہ کا جانور یا غلام اپنے مستاجر کے پاس بدون تعدی یا مخالفت یا جنایت کرنے کے بعد مرگیا تو اسپر ضمان لازم نہ آویگی اور اجارہ اُسی وقت سے باطل ہو جائیگا کیونکہ معقود علیہ معدوم ہو گیا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے کوئی جانور اس غرض سے کرایہ لیا کہ اُسپر اناج لاد کر شہر کو لیجاوے پھر واپسی کیوقت اُس جانور پر دو قفیز نمک مالک کی بلا اجازت لاد لیا اور جانور مرگیا تو ضامن ہوگا یہ ملتقط میں ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک اونٹ دیا اور حکم کیا کہ اسکو کرایہ پر دیدے اور اسکے کرایہ سے میرے واسطے کوئی چیز خرید دے پھر وہ اونٹ اُسکے پاس اندھا ہو گیا اُس نے فروخت کر دیا اور اُسکے دام وصول کر لیئے وہ دام راستہ میں اُسکے پاس تلف ہو گئے تو فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے اونٹ ایسے مقام میں فروخت کیا جہاں کسی حاکم کے پاس جو اُس کو فروخت کی اجازت دے نہیں پہونچ سکتا تھا تو اسپر اونٹ کی یا اُسکے داموں کی ضمان لازم نہ آویگی اور اگر ایسے مقام میں تھا کہ اسکو رکھ سکتا تھا یا ویسا ہی اندھا اونٹ مالک کو واپس کر سکتا تھا تو وہ شخص اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ یہ خلاصہ میں ہے۔ اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے زید کو اپنا جانور اس غرض سے کرایہ دیا کہ زید اسپر کوئی شی معلوم لاد کر کسی مقام معلوم کو لیجاوے اور خود جانور کے ساتھ نہ گیا ولیکن خالد کو مزدور کیا کہ اسکے ساتھ جاوے اور جانور کو واپس لاوے اور خالد سے کہدیا کہ قافلہ کے ساتھ واپس آوے پھر جب زید مقام مقصود پر پہونچ گیا اور قافلہ واپس ہوا تو خالد قافلہ کے ساتھ نہ آیا بلکہ پیچھے رہا اور اس جانور کو چند روز تک اپنے ذاتی کام میں رکھا پھر دوسرے قافلہ کے ساتھ اسکو واپس لے چلا اور راستہ میں ڈاکہ پڑا اور یہ جانور بھی لوٹا گیا پس آیا خالد ضامن ہوگا یا نہیں تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہاں ضامن ہوگا کیونکہ خالد مزدور ہے اور اُس نے جانور کو اپنے کام میں رکھنے سے مالک کی مخالفت کی اسیلئے ضامن ہوگا اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک اور دوسرے قول کے موافق جب اجیر مخالفت کرتا ہے پھر اگرچہ موافقت کیطرف عود کرتا ہے تب بھی ضمان سے بری نہیں ہوتا ہے اور یہی قول امام ابو یوسف و امام محمد رح کا ہے۔ اور اگر اجیر یعنی خالد نے جانور کو اپنے کام میں نہ رکھا ہو تو ضامن نہوگا اگرچہ پہلے قافلے کے ساتھ واپس نہ لاوے کیونکہ مالک نے اُس سے یہ کہا تھا کہ قافلہ کے ساتھ واپس لاوے اور یہ نہیں کہا تھا کہ اسی قافلہ کے ساتھ لاوے پس اُسکے حکم کا اجرا علی الاطلاق واجب ہوا اور اُس کے موافق اجیر اسکو ایک قافلہ کے ساتھ واپس لاتا تھا پس ضامن نہوگا یہ فتاوی نسفی میں ہے۔ زید نے ایک جانور کرایہ لیا کہ صبح سے رات تک فلان موضع سے گیہوں لاد کر اپنے مکان کو لادیگا اور زید نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اس موضع سے گیہوں جانور پر لاد کر اپنے گھر لاتا تھا اور پھر اس موضع تک جانے کے وقت جانور پر خود سوار ہو کر جاتا تھا پھر جانور مرگیا تو زید اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسی عادت لوگوں میں جاری نہو تو ضامن ہوگا اور اگر لوگوں کی عادت ہو کہ اس موضع تک خالی جانے کے وقت سوار ہو کر جاتے ہوں تو ضامن

نہوگا اور فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ایسا ہی حکم مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ زید نے ایک گدھا ایک درم میں کرایہ لیا کہ
بیس کھیپ کھاد مٹی اسپر لاد کر اپنی زمین میں ڈالیگا اور اسکی زمین میں کچی اینٹیں پڑی ہیں جب کوئی کھیپ کھاد
کی ڈال کر لوٹتا ہے تب ایک کھیپ اپنی اینٹیں لاد لاتا ہے پس اگر وہ گدھا واپسی کی حالت میں ہلاک ہو جاوے تو زید
اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور کچھ اجرت نہ دینی ہوگی اور اگر صحیح سالم بچ جاوے تو زید پر پوری اجرت واجب ہوگی
یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک گدھا زید نے کرایہ لیا کہ اسپر اسقدر بوجھ لادلیجاویگا پھر جسقدر بیان کیا تھا اسپر کچھ بوجھ بڑھا
کر لادلیگیا اور جہاں کا وعدہ ٹھہرا تھا وہانتک پہونچایا اور گدھا صحیح وسالم واپس لایا مگر مالک کو واپس دینے سے پہلے
وہ گدھا ضائع ہوگیا تو جسقدر بوجھ اُسنے زیادہ کر دیا تھا اسکے اندازسے گدھے کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ یہ کبری میں ہے۔
شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے کسی قدر اجرت معلومہ پر کھاد اُٹھانے کے واسطے ایک گدھا اجارہ لیا
حالانکہ وہ گدھا کمزور تھا اور زید نے کہا کہ یہ گدھا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہے اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ اٹھا سکتا ہے اور تو اُسپر
اتنا بوجھ لادنا جتنا ایسے گدھوں پر لادتے ہیں اور یہ کہکر اسکو چھوڑ دیا پھر اسکے پانوں میں کوئی آفت پہونچی تو شیخ رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ مستاجر ضامن نہوگا یہ فتاوے نسفی میں ہے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ زید نے دس درم پر ایک مہینہ تک
سلائی کا کام لینے کیواسطے ایک غلام اجارہ لیا پھر اسکو اُسی اجرت میں کچی اینٹیں ڈھالنے کے کام میں لگایا اور
غلام اس کام میں تھک کر مر گیا تو زید ضامن ہوگا اور اگر اس کام میں ہلاک نہیں ہوا تھا کہ زید نے اسکو اس کام
سے چھوڑا کر سلائی کے کام میں لگایا اور وہ تھک کر مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور یہ مسئلہ چوپایہ کے مسئلہ کے مشابہ نہیں
ہے کہ ایک چوپایہ کسی مقام معلوم تک سوار ہوجانے کیواسطے کرایہ لیا اور پھر اس مقام سے تجاوز کر گیا۔ اور اسکا حکم
مذکور ہو چکا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاوی ابو اللیث میں لکھا ہے کہ ایک شخص ایک جانور بیطار کے پاس لایا اور کہا کہ
اسکو دیکھ کہ اسکو کیا بیماری ہے اُسنے دیکھکر کہا کہ اسکے کان کے پیچھے بیماری ہے جسکو موش کہتے ہیں پس مالک نے حکم دیا
کہ اس مواد کو نکال دے اُسنے موافق حکم کے مواد نکالا اور چوپایہ مرگیا تو بیطار پر ضمان لازم نہ آویگی کیونکہ اُسنے مالک
کی اجازت سے یہ کام کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک صراف نے زید سے کچھ درم کسی قدر اجرت لیکر پرکھنے کا اجارہ لیا اور اُن
درموں میں زیوف یا ستوق درم نکلے تو زید کو صراف سے کچھ نقصان نہ دیگا کیونکہ اُسنے زید کا کچھ حق تلف نہیں کیا ہاں کام
تھوڑا کیا یعنی بعض درم پرکھے ہیں پس اُسی حساب سے اجرت واپس دیگا حتی کہ اگر کل درم زیوف پائے جاویں تو
کل اجرت واپس کریگا اور نصف زیوف ہوں تو نصف اجرت واپس دیگا اور زید ان زیوف کو جس شخص نے دیے
ہیں اُسکو واپس کریگا اور اگر دینے والے نے انکار کیا اور کہا کہ یہ وہ درم نہیں ہیں جو تو نے مجھ سے لیے ہیں تو قسم
کے ساتھ زید کا قول قبول ہوگا کیونکہ زید اسکے سوا دوسرے درم لینے سے منکر ہے مگر یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب لیتے
وقت زید نے اسطرح اقرار نہ کیا ہو کہ میں نے اپنا حق بھر پایا یا کھرے درم وصول پائے۔ اور اگر زید نے اسطرح اقرار
کر دیا ہو پھر زیوف ہونے کیوجہ سے بعض درم واپس کرنے چاہے اور دینے والے نے اپنے درم ہونے سے انکار کیا
تو زید کا قول قبول نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے ایک کاتب
کسی قدر اجرت پر اسواسطے مقرر کیا کہ میرے واسطے ایک مصحف مجید لکھکر نقطہ لگا دے اور ہر دس آیت الگ
کر کے وہاں نقطوں سے نشان کر دے پس کاتب نے بعض نقطوں اور بعض دس آیتوں کے نشان میں خطا کی

تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ اگر ہر ورق میں اُسنے ایسی ہی خطا کی ہی تو زید کو اختیار ہو گا کہ چاہے اُس سے یہ مصحف لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر جو اجرت قرار پائی تھی اُس سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائیگا یا یہ مصحف اسکو واپس کر دے اور اپنی اجرت اگر دیدی ہی تو واپس کر لے اور اگر بعض ورقوں میں اقرار کے موافق کام کیا اور بعض میں خطا کی ہو تو جسقدر اوراق میں موافق اقرار کے کام کیا ہی انکا حصہ اجرت مقررہ اجرت میں سے دیلوے اور جنمیں خلاف کیا انکی اجرت اجر المثل کے حساب سے دیلوے یہ حاوی میں ہی۔ اگر زید نے ایک رنگریز کو حکم دیا کہ زعفران یا مجیٹھ سے میرا کپڑا رنگ دے اُسنے دوسری جنس سے رنگا تو زید کو اختیار ہو گا کہ چاہے یہ کپڑا رنگریز کے پاس چھوڑ دے اور اپنے سپید کپڑے کی قیمت اُس سے لے یا یہ کپڑا لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر جو کچھ دونوں میں قرار پایا ہی اُس سے اجر المثل کی مقدار زیادہ نہو گی۔ اور اگر رنگریز نے اسی جنس کا رنگ دیا ہو جیسا کہ زید نے حکم دیا ہے ولیکن وصف میں خلاف حکم عمل میں لایا ہے مثلاً زید نے جو تھائی قفیز زعفران سے رنگنے کا حکم دیا تھا اور رنگریز نے ایک قفیز سے رنگا اور زید نے بھی ایک قفیز سے رنگی ہوئی ہونے کا اقرار کیا تو زید کو اختیار رہو گا کہ چاہے یہ کپڑا رنگریز کے پاس چھوڑ دے اور اُس سے بھی سپید کپڑے کی قیمت لے یا یہ کپڑا لے لے اور جو کچھ اُسنے رنگ میں زیادہ کیا ہی اسکی قیمت ادا کرے اور جو اجرت قرار پائی ہی وہ اجرت ادا کرے یہ ظہیریہ اور تتارخانیہ و قاضی خان میں ہی۔ اگر زید نے اپنی انگوٹھی مہرکن کو دی کہ اس کے نگینہ پر میرا نام نقش کر دے اُسنے عمداً یا خطا سے غیر شخص کا نام نقش کر دیا تو مالک کو اختیار رہو گا کہ چاہے نقاش سے اپنی انگوٹھی کی قیمت ڈانڈ لے یا انگوٹھی لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر اجر المثل اجرت مقررہ سے زیادہ نہ دیا جائیگا اسی طرح اگر کسی نجار یعنی بڑھئی کو دروازہ دیا کہ اسپر ایسے نقش کر دے اُسنے دوسری طرح کے نقش کھود دے تو بھی مالک کو ایسا ہی اختیار حاصل ہو گا اور اگر کاریگر نے اسکے حکم کے موافق کام کیا مگر کچھ خلاف کیا تو ایسے تھوڑے خلاف کا اعتبار نہیں ہی یہ غیاثیہ میں ہی اگر کسی شخص کو حکم دیا کہ میرے بیت کو سرخ رنگ دے اُسنے سبز رنگا تو امام رح نے فرمایا کہ سبز رنگ کرنے سے جو زیادتی ہوئی وہ مالک ادا کرے اور رنگ کرنے والے کو کچھ اجرت نہ ملیگی مگر بیت میں جسقدر اُسنے رنگ بھرا ہی اس کی قیمت کا مستحق ہو گا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کسی رنگ بھرنے والے کو حکم دیا کہ میرے دروازے یا دیوار میں سرخ رنگ بھر دے اُسنے سبز رنگ سے نقش بھر دیئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے اُس سے قیمت کی ضمان لے یا وہ چیز لیکر جسقدر رنگ اُسنے دیا ہی اُسکی قیمت ادا کرے مگر نقاش کو کچھ اجرت نہ ملیگی۔ اور اگر کسی نجار کو حکم دیا کہ میرے بیت کی چھت بلند کر دے یعنی لکڑی کی چھت درست کر کے قائم کر دے اُسنے درست کر کے اپنے موقع سے قائم کر دی پھر بعد دن فعل نجار کے وہ چھت گر پڑی تو نجار کو اجرت ملیگی اور اسپر ضمان لازم نہ آویگی اور اگر قائم کرنے سے اسکے فعل سے گر پڑی یعنی جب اُسنے قائم کیا تو کوئی ایسا فعل اُس سے صادر ہوا کہ چھت گر پڑی اور درمیان شکستہ ہوگئیں تو ضمان لازم نہ آویگی مگر اجرت نہ ملیگی یہ غیاثیہ میں ہی۔ ایک شخص نے گیہوں کی زراعت کرنے کیواسطے زمین کا اجارہ لیا پھر اُسمیں رطبہ بویا تو جسقدر زمین کو نقصان پہونچا ہی اسکی ضمان ادا کرے اور اُسپر کچھ اجرت واجب نہو گی یہ جامع صغیر میں ہی۔ اور اگر درزی کو حکم دیا کہ اس کپڑے کی قمیص قطع کر دے اُسنے قبا قطع کر دی یا حکم دیا کہ اسکو رومی سلائی سی دے اُسنے فارسی سلائی سے سیا تو مالک کو اختیار رہو گا کہ چاہے اپنے کپڑے کی قیمت لیکر کپڑا درزی کے پاس چھوڑ دے یا کپڑا لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر جو اجرت ٹھہری ہی اُس سے زیادہ اجر المثل نہ دیا جائیگا اور اگر اُسنے سراویل سی دی تو مالک کا حق منقطع ہو کر

ضمان لینا متعین ہوگیا اور صحیح یہ ہے کہ مالک کو اس صورت میں بھی خیار مذکور حاصل ہو گا کیونکہ درزی نے در اصل سلائی میں اُسکے حکم کی موافقت کی ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو تانبا یا پیتل وغیرہ کوئی چیز ایک طشت ڈھالنے کیواسطے دی اور طشت کا وصف بیان کر دیا اُسنے ایک کوزہ ڈھال دیا تو امام نے فرمایا کہ مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس سے اپنی چیز کے مثل ضمان لے اور وہ کوزہ کاریگر کا ہوجائیگا یا کوزہ لیکر اجر المثل ادا کرے جو مقدار مقررہ سے زائد نہو گا یہ بدائع میں ہے۔ اگر کسی جولاہے کو کچھ سوت دیا کہ اُسکا ستا چوآ کپڑا بن دے اُسنے اُس سے زیادہ یا کم کرکے بنا تو مالک کو اختیار ہوگا کیونکہ اسکی شرط کا اعتبار کیا جاویگا پس چاہے تو کپڑا چھوڑ کر اپنے سوت کے مثل جولاہے سے ضمان لے اور سوت کی مقدار میں خصومت میں کہ کسقدر تھا جولاہے کا قول قبول ہو گا یا کپڑا لیکر اُسکو اجرت دے مگر یہ اجرت مقررہ دینا زیادتی کرنے کی صورت میں ہے اور بمقابلہ زیادتی کے کچھ اجرت نہ دیگا کیونکہ اُسکے بلا حکم اُسنے زیادتی سے بنا ہے اور در صورت کمی کرنے کے جو کچھ اُسنے بن کر تیار کیا ہے اُسکا اجر المثل دیا جائیگا مگر جو اجرت ٹھہری تھی اُسکے حصہ سے زیادہ نہ دیا جائیگا اور اس کلام کے معنی یہ ہیں کہ مثلاً مالک نے ستا چوا بننے کا حکم دیا تھا اور اسکا عرض بیان کیا تھا باہمی مثال فرض ۳ ہوئے اور جولاہے نے مثلاً کمی کرکے ستا بنا بن دیا اور اُسکا طول ۲ ہوئے تو چوتھائی کی کمی ہوئی پس مقدار مقررہ سے ایک چوتھائی کم کر دیجائیگی پھر جو کچھ اجر المثل واجب ہوگا وہ دیکھکر دیا جائیگا کہ اجرت مقررہ کے تین چوتھائی حصے سے زائد نہو اور اگر دونوں نے مالک کی مقدار حکم میں اختلاف کیا یعنی اُسنے کس طرح بننے کا حکم دیا ہے ستا چوا یا ستا تیا مثلاً تو اس اختلاف میں مالک کا قول قبول ہوگا پس اگر اُسنے شرط میں مخالفت کی ہو تو مالک کو خیار حاصل ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ریشمی سوت جولاہے کو کپڑا بننے کیواسطے دیا اُسنے ریشمی سوت تھوڑا سا نکال کر بجائے اُسکے روئی کا سوت داخل کر دیا اور کپڑا بن دیا اور مالک کو جولاہے کی یہ حرکت معلوم ہوئی تو یہ کپڑا جولاہے کا ہوا اور مالک کو اختیار ہے کہ جولاہے سے اپنے ریشمی سوت کے مثل طلب کرے کیونکہ جب جولاہے نے اسکا سوت دوسرے کے سوت کے ساتھ اسطرح ملا دیا کہ جدا کرنا ممکن نہیں ہے یا محنت و مشقت سے ممکن ہے تو جولاہہ غاصب ٹھہرا پس اس شخص کے ریشمی سوت کی ضمان دے اور جو کپڑا بنا ہے وہ اُسکا ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے جولاہے کو دو قسم کا سوت دیکر حکم دیا کہ ایک سے باریک اور دوسرے سے موٹا کپڑا بن دے اُسنے دونوں کو ملا کر دونوں سے ایک قسم کا کپڑا بن دیا تو بنا ہوا کپڑا جولاہے کا ہوگا اور مالک کو اسکے سوت کے مثل ضمان دے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے جولاہے کو دو قسم کا سوت دیا ایک باریک اور دوسرا موٹا تھا اور حکم دیا کہ باریک کا ششصدی اور موٹے کا پنج صدی بن دے اُسنے دونوں کو ملا کر کپڑا بن دیا تو مخالفت کرنے کی وجہ سے وہ کپڑا جولاہے کا ہو گیا اور جولاہہ اُسکے مثل سوت ڈانڈ دیوے یہ ظہیریہ میں ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک کاشتکار سے مالک زمین نے یوں کہا کہ یہ گیہوں اور یہ اخروٹ ترہیں انکو میدان میں لیجا کر خشک ہونے کیواسطے ڈالدے تاکہ خراب نہو جاویں اُسنے سستی سے پڑے رہنے دئے یہانتک کہ خراب ہوگئے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کاشتکار نے مالک زمین کا حکم قبول کیا اور پھر اسکے حکم کے موافق کام نہ کیا تو اخروٹ کا ضامن ہوگا گیہوں کی قیمت کا ضامن ہوگا اور بگڑے ہوے کاشتکار کے ہو جاوینگے اور فقیہ نے فرمایا کہ اگر اُسکے مثل تازہ تر دستیاب نہوں تو کاشتکار پر قیمت واجب ہوگی اور اگر اُسکے مثل دستیاب ہوسکتے ہیں تو اُس پر اُس کے مثل

دینا واجب ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اگر کسی درزی کے پاس کپڑا لایا اور کہا کہ اسکو دیکھ اگر میری قمیص کے واسطے پورا
کافی ہو تو اسکو قطع کرکے ایک درہم پرسی دے اُسنے کہا کہ ہاں پھر قطع کرنے کے بعد کہا کہ تیری قمیص کے واسطے کافی
نہیں ہی تو درزی اُس کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر مالک نے کہا کہ اسکو دیکھ کہ میری قمیص کیواسطے کافی
ہو جائیگا اُس نے کہا کہ ہاں پس مالک نے حکم دیا کہ اسکو قطع کر دے پھر جو دیکھا تو وہ کافی نہیں ہوتا ہی تو ایسی صورت
میں درزی ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہی۔ اگر درزی سے کہا کہ اسکو دیکھ کہ آیا یہ کپڑا میری قمیص کے واسطے
کافی ہی اُس نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا کہ پس اسکو قطع کر دے یا کہا کہ اب اسکو قطع کر دے پھر جب قطع کیا تو کافی
نہ نکلا پس اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہی اور فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہی کہ انھوں نے فرمایا کہ درزی ضامن نہوگا
یہ ذخیرہ میں ہی۔ اگر درزی کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اسکو اسطرح قطع کر دے کہ پیش کلی اور آستین میں پانچ بالشت
لگے اور چوڑائی اس قدر ہو پھر درزی اسکو اس سے ناقص کر لایا تو فرمایا کہ اگر ایک انگل یا اُس کے مثل کمی ہو تو
کچھ نہیں ہی اور اگر اس سے زیادہ نقصان ہو تو ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہی۔ ایک شخص نے کرایہ کا گدھا دروازہ
پر چھوڑ دیا اور خود گھر کے اندر [illegible] کی لکڑی لینے مکان میں گیا اتنی مدت میں وہ گدھا ضائع ہو گیا پس اگر مکان کے اندر
جانے میں مستاجر کی آنکھ سے پوشیدہ نہیں ہوا تو ضامن نہوگا اور اگر پوشیدہ ہو گیا پس اگر ایسا مقام ہو کہ وہاں ایسی
حفاظت کو ضائع کر دینے میں شمار نہیں ہی جیسے کہ [illegible] وغیرہ تو ضامن نہوگا۔ اور اگر ضائع کر دینے
میں شمار ہو تو ضامن ہوگا اور واضح ہو کہ پاخانہ کو جانا یا مسجد میں کوئی کسی چیز کے لینے کے واسطے جانا یا بدون باندھے
ہوئے چھوڑ جانا دونوں یکساں ہیں [illegible] دونوں صورتوں میں ضامن ہوگا۔ اس کو امام سرخسی
نے ذکر کیا ہی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ لیا اور اُسکے پاس دوسرا گدھا بھی ہے اسنے ان
دونوں پر بوجھ لادا اور تھوڑا سا راستہ قطع کیا تھا کہ اسکا ذاتی گدھا مر گیا وہ شخص اُسکی پرورش [illegible] میں مشغول ہوا اسنے
کرایہ کا گدھا چلا گیا اور ضائع ہو گیا پس اگر ایسی صورت ہو کہ اگر وہ شخص کرایہ کے گدھے کے پیچھے جاتا ہی تو
ذاتی گدھا یا اسباب ضائع ہوا جاتا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر ایسا نہو تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہی [illegible] کہ اگر کوئی [illegible] کے چراگاہ
[illegible] اور [illegible] ضائع ہو جانے کے اُس کا پیچھا نہ کیا اور وہ تلف ہو گئی تو ضامن
نہیں ہوتا ہی اور [illegible] کی کتاب الاجارات میں یوں لکھا ہی کہ اگر مستاجر کے پاس دو گدھے ہوں
اور وہ ایک گدھے کے [illegible] میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ دوسرا ضائع ہو گیا پس اگر اس کی نظر سے غائب
ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ کی بنا پر [illegible] اگر اسکی نظر سے پوشیدہ ہو کر تلف ہو جاوے تو
ضامن ہونا چاہیئے لیکن فتوی دینے کے [illegible] فتوی دینا چاہیئے یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ فتاوی [illegible]
میں ہی کہ ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ لیا اور وہ راستہ میں گم ہو گیا اسنے چھوڑ دیا اور نہ ڈھونڈھا یہاں تک کہ ضائع
ہو گیا تو فرمایا کہ اگر باوجود اُسکی نگہبانی کے گدھا اسطرح بھاگ گیا کہ [illegible] اور [illegible] معلوم ہوا تب اُس نے
ڈھونڈھا اور نہ پایا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر اُسکے ڈھونڈھنے [illegible] تھا اُس نے نہ ڈھونڈھا تو بھی یہی
حکم ہی اور اگر مستاجر نے اُس موضع کے آس پاس جہاں سے گم ہوا ہی تلاش کیا اور نہ پایا تو ضامن نہ ہوگا اور
اگر گدھا چلا گیا حالانکہ مستاجر اسکو دیکھتا رہا اور نہ روکا تو ضامن ہوگا اور مراد یہ ہی کہ اپنی نظر سے غائب ہونے دیا

اور اس مسئلہ کی بنا پر اگر مستاجر گدھے کو روٹی والے کی دکان پر لایا اور گدھا چھوڑ کر روٹی خریدنے میں مشغول ہوا اور گدھا ضائع ہو گیا پس اگر گدھا اسکی نظر سے غائب ہو کر ضائع ہوا تو ضامن ہو گا اور اگر اُسکی نظر سے غائب نہیں ہوا ہے تو ضامن نہو گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کرایہ کا گدھا کسی کوچہ نافذہ میں مضبوط باندھا حالانکہ مستاجر کا گھر اس کوچہ میں یا اُسکے قریب نہیں ہے پس اگر اپنے سوار ہونے کیواسطے کرایہ لیا ہے اور وہ ضائع ہو گیا تو ضامن ہو گا اور اگر مطلقاً کرایہ پر لیا کسی سوار ہونے والے کو بیان نہیں کیا ہے اور اُس مقام پر چند لوگ ایسے خواب میں ہیں جو نہ مستاجر کے عیال میں ہیں اور نہ اُسکے گروہ کے لوگ ہیں پس اگر لوگوں کی حفاظت میں سپرد نہیں کیا تو درصورت ضائع ہو جانے کے ضامن ہو گا اور اگر انکی حفاظت میں سپرد کیا اور انھوں نے قبول کیا یا بعض نے قبول کیا اور وہ مقام ایسا ہے کہ وہاں جانور کے نگہبان کا سو رہنا غالباً جانور کے ضائع کر دینے میں شمار نہیں ہے تو ضامن نہو گا اور اگر وہ مقام ایسا ہے کہ جہاں جانور کے نگہبان کے سو رہنے کو جانور کا ضائع کر دینا شمار کیا جاتا ہے تو یہ شخص ضامن ہو گا پس اگر اُن لوگوں کی حفاظت میں سپرد نہیں کیا ہے تو خود ضامن ہو گا اور اگر انکی حفاظت میں سپرد کیا اور انھوں نے حفاظت کرنا قبول کیا تو جسنے حفاظت کرنا قبول کیا ہے وہ شخص ضامن ہو گا مستاجر پر ضمان لازم نہ آویگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک خچر کرایہ لیا اور اُسکی حفاظت کیواسطے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا پھر وہ جانور مزدور کے پاس تلف ہو گیا پس اگر مستاجر نے اپنی سواری کے واسطے کرایہ لیا ہو تو ضامن ہو گا اور اگر سواری کی تعیین نہ کی ہو تو ضامن نہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک خچر کرایہ لیا اور فجر کی نماز پڑھنے کی غرض سے اُسکو کھڑا کر دیا اور وہ گدھا چلا گیا یا اُسکو کوئی اُچکا آدمی لیگیا پس اگر مستاجر نے خچر کو جاتے ہوئے یا اُچکے کو خچر لیجاتے ہوئے دیکھا اور نماز کو توڑ کر نہ روکا تو ضامن ہو گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر راستہ میں نماز میں مشغول ہو گیا اور گدھا اُسکے سامنے ہے پھر وہ ضائع ہو گیا پس اگر اسطرح ضائع ہوا کہ اُسکی نظر سے غائب ہوا اور اُسنے نماز توڑ کر اُسکا پیچھا نہ کیا تو ضامن ہو گا اور اگر اُسکی نظر سے بدون غائب ہونے کے ضائع ہو گیا تو ضامن نہو گا۔ یہ فتاوے عتابیہ میں ہے۔ شیخ ابو بکر رحمہ اللہ تعالی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص زید نے مثلاً عمرو کو حکم دیا کہ ایک گدھا کرایہ کر کے فلان مقام کو لیجا دے اور کام پورا ہونے پر زید اُسکی اجرت ادا کریگا پھر عمرو نے ایسا ہی کیا اور راستے میں عمرو نے اُس گدھے کو رباط میں داخل کیا اور وہاں چوروں نے ہجوم کیا اور غالب ہو کر گدھے کو لیگئے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ رباط مستاجر کی گذرگاہ پر واقع ہو تو ضامن نہو گا اور اگر وہ کام سے فارغ ہو چکا ہے تو کرایہ اُسپر واجب ہو گا یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے زید کو اجارہ پر مقرر کیا اور اُسکو اپنا گدھا اور پچاس دینار اسواسطے دیئے کہ فلان موضع سے کوئی چیز تجارت کی میرے واسطے خرید لے اُسنے اُس موضع میں جا کر خریدی پھر کسی ظالم نے قافلہ کے تمام گدھے چھین لیے پھر بعضے لوگ اُس ظالم کے پیچھے پیچھے فریاد کرتے ہوئے گئے اور یہ اجیر اور بعضے لوگ نہ گئے پھر جو لوگ پیچھے پیچھے گئے تھے انمیں بعض نے اپنے گدھے واپس پائے اور جو لوگ نہیں گئے تھے اُنکو نہ ملے پس اگر ایسا ہو کہ جو لوگ پیچھے پیچھے گئے تھے نہ جانے والوں کو ملامت کرتے ہوں تو یہ اجیر ضامن ہو گا اور اگر وہ اس سے ملامت نہ کرتے ہوں کہ بڑی مشقت اٹھا کر دستیاب ہوئے ہیں تو اجیر ضامن نہو گا۔ اور اگر مستاجر نے کرایہ کے گدھے پر اسباب لادا اور گدھے والا ساتھ تھا پھر راستہ میں ڈاکو لوگ قافلہ کی طرف دوڑے

اور گدھے والے نے گدھے پر سے اسباب پھینک دیا اور اپنا گدھا لیکر چلا گیا اور ڈاکو لوگوں نے اسباب لوٹ
لیا پس اگر ایسا ہو کہ یہ معلوم ہو کہ اگر وہ نہ بھاگتا تو ڈاکو لوگ اسباب کو مع گدھے کے لے لیتے تو ضامن نہوگا
اور اگر گدھے والے کو مع اسباب بھاگ جانا ممکن تھا پھر بھی وہ اسباب چھوڑ کر بھاگا تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری
میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گدھا کسی موضع معلوم تک جانے کے واسطے کرایہ لیا پھر اسکو خبر دیگئی کہ اس راستہ میں
چور رہتے ہیں مگر اُسنے التفات نہ کیا اور اسی راہ سے گیا اور چوروں نے گدھا چھین لیا اور لیگئے تو شیخ ابوبکر فقیہ نے
فرمایا کہ اگر باوجود اس خبر کے بھی لوگ اپنے جانور و اسباب اس راہ سے لیجاتے ہوں تو مستاجر ضامن نہوگا ورنہ ضامن
ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ چند بھٹیاروں میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا گدھا ایک شخص کو کرایہ دیا پھر سب بھٹیاروں
نے ایک بھٹیارے کو حکم دیا کہ تو اس شخص کے ساتھ جا کر ان گدھوں کی پرداخت کیا کر وہ بھٹیارہ مستاجر کے
ساتھ گیا پھر مستاجر نے اس بھٹیارے سے کہا کہ تو سب گدھوں کو لیے ہوئے یہاں ٹھیرا رہ تاکہ میں ایک
گدھے کو لیجاؤں اور بورے لے لے اور ایک گدھے کو لیگیا تو اس بھٹیارے پر کچھ ضمان لازم نہ آویگی
اگر اُسنے مستاجر سے لے لینے کی قدرت نہ پائی کیونکہ ان لوگوں نے اس بھٹیارے کو اپنے جانوروں کی پرداخت
کے واسطے حکم دیا جو غیر شخص کے قبضہ میں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے زید سے ایک گدھا بخارا تک
جانے کے واسطے کرایہ لیا پھر وہ گدھا راہ میں تھک گیا اور گدھے کا مالک سنجارا میں ہے پس مستاجر نے
ایک شخص کو حکم دیا کہ اپنے چارہ میں سے ہر روز اس گدھے کو بقدر چارہ دیا کر اور کچھ اجرت ٹھیرا دی یہانتک
کہ گدھے کا مالک آ پہونچے پس اس شخص نے وہ گدھا لے لیا اور چند روز تک اسکو چارہ دیتا رہا پھر وہ گدھا
اسکے پاس مرگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر مستاجر نے اپنی سواری کے واسطے کرایہ لیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر مطلقاً کرایہ لیا
سواری کو بیان نہیں کیا ہے تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے اپنا گھوڑا عمرو کو دیا کہ میرے
گاؤں میں لیجا کر میرے بیٹے کو پہونچا دے عمرو اسکو لیچلا اور ایک منزل تک ساتھ لیجا کر گھوڑا ایک رباط میں
چھوڑ دیا اور خود اپنی راہ چلا گیا پھر اس گاؤں کا ایک شخص بکر آیا اور اس رباط میں اسکا گذر ہوا اس نے گھوڑے
کو پہچان کر ایک شخص خالد کو مزدور مقرر کیا کہ یہ گھوڑا اس گاؤں میں لیجاوے خالد اسکو بحکم بکر لیچلا اور وہ گھوڑا
راہ میں مرگیا پس اسکی ضمان کس شخص پر واجب ہوگی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ
عمرو ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے گھوڑے کو چھوڑ دیا ہے۔ اور بکر جسنے خالد کو مزدور کر کے گھوڑا روانہ کیا
ہے اسکی دو حالتیں ہیں اگر اُسنے گھوڑے کو نہیں پکڑا ہے تو ضامن نہوگا۔ اور اگر اُسنے گھوڑے کو پکڑ کر خالد کو
دیا ہے تو اسکی دو حالتیں ہیں اگر اُسنے اس امر کے گواہ کر لیئے کہ میں گھوڑا اسواسطے پکڑتا ہوں کہ اس کے
مالک کو پہونچا دوں اور جو شخص مزدور کیا ہے وہ اسکے اہل و عیال میں سے بھی ہو تو بکر ضامن نہوگا اور اگر بکر نے گواہ
نہ کر لیے یا گواہ کر لیے مگر خالد اُسکے عیال میں سے نہیں ہے تو ضامن ہوگا۔ اور خالد بہر حال میں ضامن ہوگا۔
صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ جو حکم خالد مزدور کے حق میں ہے اسمیں یہ اشکال ہے کہ جب بکر نے اس امر کے گواہ
ٹھیرا لیے کہ میں یہ گھوڑا اسواسطے پکڑ کر روانہ کرتا ہوں کہ مالک کو پہونچا دوں اور جو اجیر مقرر کیا ہے وہ بکر کے
عیال میں سے ہے تو خالد کیونکر ضامن ہوگا۔ اور اگر بکر نے وہ گھوڑا اسی رباط میں [illegible] مالک کے

سے گے پہنچنے کو سپرد کر دیا تو ضمان سے بری نہوگا اور اگر اجیر سے ضمان لیگئی تو اجیر یہ مال ضمان اپنے مستاجر سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ بعض فتاوی میں لکھا ہے کہ کرایہ کا گدھا راہ میں بیٹھ گیا اور مستاجر اُس کو چھوڑ کر چلا گیا اور گدھے کا مالک ساتھ نہ تھا پھر چور اس گدھے کو پکڑ لے گئے تو مستاجر پر ضمان لازم نہ آویگی۔ اسی طرح اگر گدھے کا مالک ساتھ ہو مگر مستاجر ساتھ نہو اور جب گدھا بیٹھ گیا تو گدھے کا مالک اس کو مع اسباب لدا ہوا چھوڑ کر چلا گیا اور چور پکڑ لیگئے تو گدھے والے پر ضمان لازم نہ آویگی مگر مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب گدھے کے مالک کو اسباب دوسرے گدھے پر لادنا ممکن نہو وے اور اگر یہ ممکن ہو کہ اسباب اُتار کر دوسرے گدھے پر لاد لاوے مگر اُسنے نہ لادا اور چھوڑ کر چلا آیا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ لیا اور اپنے گدھے کے ساتھ اسکو شہر میں لیگیا وہاں سرکاری پیادے نے اُسکا ذاتی گدھا زبردستی پکڑ لیا اُس نے کرایہ والا گدھا چھوڑ دیا اور اپنے گدھے کے چھوڑانے میں مشغول ہوا اور کرایہ والا گدھا ضائع ہو گیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اس پیادے کو نہ پہچانتا ہو اور شیخ قاضی خان نے فرمایا کہ مطلقاً ضامن نہوگا خواہ پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے کھنڈل میں سے مٹی کھودوانے اور نقل کرانے کیواسطے ایک گدھا کرایہ لیا اور مٹی اٹھوانی شروع کی پھر وہ کھنڈل جو کچھ بنا ہوا باقی تھا سب گر گیا اور گدھا اُس صدمہ سے مر گیا پس اگر مستاجر کے کسی فعل سے منہدم ہوا تو مستاجر گدھے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مستاجر کے فعل سے نہیں گرا بلکہ وہ ڈھلا ہوا تھا مگر مستاجر کو معلوم نہ تھا اور وہ گر گیا تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے جلانے کیواسطے کانسے وغیرہ لکڑیاں لادلانے کیلیے ایک گدھا کرایہ لیا پھر ایک تنگ راستہ پر گذرا جہاں نہر جاری تھی اور وہاں گدھے کو مارا اور وہ مع بوجھ کے نہر میں گر پڑا اور مستاجر نے جلدی سے اسکے بوجھ کی رسیاں کاٹنی شروع کیں مگر وہ گدھا مر گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ مقام ایسا تنگ ہو کہ اُس سے بوجھ سمیت گدھے نہیں گذر سکتے ہیں تو مستاجر ضامن ہوگا اور اگر ایسا راستہ ہے کہ اگرچہ تنگ ہے مگر بوجھ سمیت اُس راہ میں گدھے چلتے ہیں اور پار اُتر جاتے ہیں پس اگر مستاجر نے ایسی سختی سے مارا کہ چوٹ کھا کر چوٹ کے صدمہ سے گدھا تڑپ کر نہر میں جا گرا تو ضامن ہوگا اور اگر بدون اُسکے سختی کرنے اور چوٹ کے گر گیا تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باغ سے جلانے کی لکڑیاں لادلانے کیواسطے ایک گدھا کرایہ لیا اور اسپر جلانے کی لکڑیاں لادلاتا تھا اور جیسا کہ اکثر ایسے گدھوں پر لادا جاتا ہے ویسا ہی لادتا تھا پھر ایک دفعہ اُس گدھے نے دیوار سے ٹکر کھائی اور ایک نہر میں جا پڑا اور مر گیا پس اگر مستاجر نے اُسکے ہانکنے میں سختی نہیں کی بلکہ جیسا لوگ ایسے گدھے کو ایسے راستہ میں ہانکتے ہیں اُسی طرح اس راہ میں ہانکا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکے برخلاف عمل میں لایا ہو تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مستاجر کسی گدھے پر لکڑیاں لادکر شہر کو روانہ ہوا اور گدھا تنگ راہ میں کسی دیوار سے ٹکر کھا کر نہر میں گر کر مر گیا پس اگر غالباً لکڑی کا گٹھا اس راہ سے صحیح سالم گذرنا نظر آتا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر کثر صحیح سالم گذرتا معلوم ہو تو ضامن ہوگا۔ اسیطرح اگر کسی تنگ پل سے ہو کر گذرا اور یہ معاملہ واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے کرایہ کے گدھے پر قبضہ کر کے اپنے باغ میں مع اُس کی کملی کے چھوڑ دیا۔ پھر اس کے اوپر کی کملی چوری گئی اور گدھے کے

بدن مین سردی اثر کر گئی اور بیمار ہو گیا اور مالک کے پاس مر گیا پس اگر وہ باغ حصین ہو یعنے اسکی چہار دیواری اسقدر بلند ہو کہ راہگیر کی نظر باغ کے اندر نہ پڑتی ہو اور باغ کا در بند بھی ہو اور اگر اسمین سے کوئی بات نہ پائی گئی تو حصین نہ ہو گا اور گدھے کو اگر کملی موجود ہوتی تو جاڑا اثر نہ کرتا تو ایسی صورت مین مستاجر کملی اور گدھے کا ضامن نہو گا اور اگر باغ مین اسقدر سردی ہو کہ باوجود کملی کے بھی گدھے کو سردی اثر کر جاتی تو مستاجر گدھے کی قیمت کا ضامن ہو گا اور کملی کی قیمت کا ضامن نہو گا اور اگر وہ باغ حصین نہو اور باوجود کملی کے گدھے کو جاڑا اثر کرتا ہو تو ایسی صورت مین مالک کو واپس دینے کے وقت گدھے کی قیمت کا ضامن نہو گا مگر کملی کی قیمت کا ضامن ہو گا یہ وجیز کردری مین ہے۔ کرایہ کا گدھا کسی شخص نے غصب کر لیا اور بعد معلوم ہونے کے مستاجر اُس سے لے سکتا تھا مگر مستاجر نے نہ لیا یہان تک کہ ضائع ہو گیا تو مستاجر ضامن نہو گا یہ قنیہ مین ہے۔

تین آدمیون کے درمیان ایک زمین کی کھیتی مشترک تھی انھون نے کھیتی کاٹی پھر تینون مین سے ایک شخص نے جا کر کھیتی اُٹھانے کیواسطے ایک گدھا کرایہ کر کے اُسپر قبضہ کر لیا اور اپنے شریک کو دیا تاکہ کٹی ہوئی کھیتی کو لاد کر کھلیان مین پہونچا دے اور شریک کے پاس وہ گدھا تھک کر مر گیا اور اُن لوگون مین یہ عادت جاری تھی کہ ان مین سے ایک شخص کوئی گدھا یا بیل کرایہ کر کے خود یہ کام لیتا تھا یا اپنے شریک کو اس کام کیواسطے دیدیتا تھا تو ایسی حالت مین مستاجر ضامن نہو گا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے ایک ترازو کیا ن کرایہ لی اور اُسکے عمود مین عیب تھا اور مستاجر کو معلوم نہ تھا اُسنے ترازو سے وزن کیا اور عمود ٹوٹ گیا پس اگر باوجود اس عیب کے ایسے ترازو سے اتنا بوجھ تولا جاتا ہو تو ضامن نہو گا ورنہ ضامن ہو گا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ موجر نے مستاجر کو آگاہ نہ کیا ہو اور اگر اس عیب سے آگاہ کر دیا ہو تو اُسنے اجازت دیدی کہ جسقدر بوجھ بدون عیب کے تولا جاتا ہے اُسی قدر بوجھ اُس سے تولے پس اگر اسقدر بوجھ وزن کیا تو ضمان لازم نہ آئیگی یہ وجیز کردری مین ہے اور شیخ فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی دیا گیا ہے کذا فی الکبری۔ اور ینبوع شتی مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ کو لی پھر جب کرایہ کی مدت گذر گئی تب مالک کو واپس کرنے کے واسطے لیچلا اور وہ راہ مین تلف ہو گئی تو ضامن نہو گا اور اگر واپس نہ کیا تو ضامن ہو گا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دیگ کرایہ لی اور فارغ ہونے کے بعد اُسکو گدھے پر لادکر اُسکے مالک کو واپس کرنے کیواسطے لیچلا اور راہ مین گدھے کا پانون پھسلا اور دیگ گر کر ٹوٹ گئی تو ضامن نہو گا بشرطیکہ گدھا اسکے اُٹھانے کی طاقت رکھتا ہو اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو گا تو ضامن ہو گا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے پکانے کے واسطے ایک دیگ کرایہ لی اور پکانے کے بعد اسکو اُٹھا کر باہر لایا تاکہ دیگ کالن پر پہنچا دے اور اُسکا پانون پھسلا اور دیگ گر کر ٹوٹ گئی تو ضامن ہو گا جیسے کہ حمال کے پھسلنے کی صورت مین حکم ہے اور بعض مشایخ نے فرمایا کہ ضامن نہونا چاہیے جیسے کہ وہ شخص نہین ہوتا ہے جسنے ایک کپڑا پہننے کے واسطے کرایہ لیا اور وہ کپڑا اسکے پہننے سے پھٹ گیا اور بعض نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔ اسی طرح پیالہ کے مسئلہ مین اگر حالت انتفاع مین مستاجر کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو ضامن نہو گا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک کلھاڑی کرایہ لی اور اپنے اجیر کو دیدی تاکہ لکڑیاں چیرے اجیر اسکو لیگیا اور معلوم نہین کہ کہان لے گیا پس اگر اُسنے پہلے اجیر مقرر کر لیا تھا تو ضامن نہو گا کیونکہ اُسنے اسی واسطے کرایہ لی تھی کہ اسکو دیدے اور اگر اسکے برعکس واقع ہو تو ضامن ہو گا مگر مذہب مختار یہ ہے کہ مطلقا ضامن نہو گا۔

کذا فی الخلاصہ - اور صحیح مذہب یہ ہی کہ اگر اُسنے پہلے کلھاڑی کو ایسے کام کے واسطے اجارہ لیا کہ جسمین لوگ یکسان استعمال
کرتے ہین باہم تفاوت نہین ہوتا ہی تو ضامن نہوگا ولیکن اگر اس صورت مین نہ اجیر جو مشہور ہو تو ضامن ہوگا اور اگر
ایسے کام کیواسطے اجارہ لیا کہ جسمین لوگون کا استعمال متفاوت ہی پس اگر خود بذاتہ کام کرنے کیواسطے اجارہ لی ہو
تو دوسرے کو دینے کیوجہ سے ضامن ہوگا اور اگر اُسنے کلھاڑی اجارہ لی اور یہ بیان نہ کیا کہ کون شخص اس سے
کام کریگا اور خود کام کرنے سے پہلے اجیر کو دیدی تو ضامن نہوگا اور اگر پہلے خود کام کیا پھر اجیر کو دیدی تو ضامن ہوگا
یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہی - قصاب نے اپنے کام کی کلھاڑی کرایہ لی اُس سے سرکاری پیادون نے لکڑیٹے کے
عوض چھین لی اور قصاب بخوف زخم دیکر اُس کو نہ چھوڑ ا یا یہانتک کہ ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہے -
ایک شخص نے ایک بیلچہ کرایہ لیکر راستہ مین رکھدیا اور مُنھ پھیر کر اپنے اجیر کو پکارنے لگا مگر اُس جگہ سے جنبش نہین
کی پھر دیکھا کہ بیلچہ کوئی اُٹھا لیگیا ہی تو فرمایا کہ اگر اُسکا مُنھ پھیرنا زمانہ دراز تک نہین ہوا کہ اس کے سبب سے ضائع
کردینے والا قرار دیا جاوے تو ضامن نہوگا اور اگر موجر اُسکے قول کی تکذیب کرے تو اس باب مین اُسی کا قول قسم
سے مقبول ہوگا اور اگر دیر تک اسنے مُنھ پھیرا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر بیلچہ کرایہ لیا اور اُس کو مٹی مین ڈال دیا
اور اُس سے اعراض کیے رہا اور وہ چوری گیا پس اگر دیر تک اعراض کیا تو ضامن ہوگا اور اگر دیر تک اعراض
نہین کیا تو ضامن نہوگا یہ ملتقط مین ہی - ایک دلال نے اسباب کے مالک کے حکم سے اسباب فروخت کرکے
اُسکے دام بحکم مالک اپنے پاس رکھے اور وہ دام چوری گئے تو بالاجماع اُسپر ضمان لازم نہ آویگی یہ محیط سرخسی مین ہی -
عمال اگر بوجھ اُٹھالایا اور مالک نے کہا کہ اُسکو اپنے پاس رہنے دے تو اسپر ضمان لازم نہین ہی اگر تلف ہو - اور دھوبی
دورزی وغیرہ جنکو اپنی اجرت وصول کرنے کیواسطے روک رکھنے کا حق حاصل ہی اگر مالک کے حکم سے کام کرنے کے بعد
چیز کو اپنے پاس رکھا اور وہ تلف ہوگئی پس اگر اجرت وصول کرچکا ہی تو اسکا یہی حکم ہی جو ہمنے بیان کیا اور اگر نہین
وصول کرچکا ہی تو اسمین مشہور اختلاف ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر فصاد یا بیطار نے نشتر دیا اور جو جگہ عادت
کے موافق نشتر کے واسطے مقرر ہی اُس سے تجاوز نہ کیا تو جو کچھ بوجہ نشتر کے تلف ہو وے اسکی ضمان اُسپر لازم نہ
آویگی اور اگر عادت کے موافق جو جگہ ہی اُس سے تجاوز کرے تو ضامن ہوگا - اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب بیطار
کا نشتر لگانا یا پچھنے لگانا مالک کے حکم سے ہو اور اگر اسکی بلا اجازت ہو تو ضامن ہوگا خواہ معتاد جگہ سے تجاوز
کرے یا نہ کرے یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر پچھنے لگانے والے نے پچھنے لگائے یا ختنہ کرنے والے نے ختنہ
کیا اور وہ شخص اُس صدمہ سے مرگیا تو ضمان لازم نہ آویگی بخلاف دھوبی کے مسئلہ کے - اور یہ حکم اُسوقت ہے
کہ جو جگہ اس کام کی ہی وہان سے تجاوز نکیا ہو اور اگر تجاوز کیا اور اُسنے حشفہ یعنے ذکر کا سر کاٹ ڈالا تو لوادر مین
لکھا ہی کہ اگر وہ شخص اس زخم سے مرگیا تو قتل نفس کی آدھی دیت لازم آویگی اور اگر اچھا ہوگیا تو پوری دیت واجب
ہوگی اور دیات شرح الطحاوی مین لکھا ہی کہ اگر ختان نے پورا حشفہ کاٹ ڈالا تو اسپر قصاص لازم آوے گا
اور اگر تھوڑا حشفہ کاٹ ڈالا تو قصاص لازم نہ آویگا اور یہ بیان نہ فرمایا کہ کیا واجب ہوگا - اور فتاویٰ
صغریٰ کی کتاب الدیات مین لکھا ہی کہ دو شخص عادل کے حکم پر جو کچھ مقرر کرین عمل کیا جاوے گا یہ خلاصہ مین ہے -
اگر کسی شخص کو ہاتھ یا انگلی کاٹنے یا دانت اُکھاڑنے کیواسطے اجرت پر مقرر کیا تو جائز ہے اور اگر مستاجر مرگیا

تو اجیر ضامن نہو گا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر طعام ولیمہ تیار کرنے کے واسطے کوئی باورچی مقرر کیا اس نے کھانا جلا دیا یا کچا رکھا تو ضامن ہو گا۔ اور اگر باورچی نے کچھ خراب نہ کیا بلکہ مالک مکان نے پانی کی ایک پکھال خریدی اور اونٹ والے سے کہا کہ مکان کے اندر اونٹ لیجا کر پکھال خالی کردے اُسنے اونٹ کو ہانکا اور اونٹ دیگون پر گر پڑا اور دیگین ٹوٹ گئین اور کھانا خراب ہو گیا تو اونٹ والے اور باورچی دونون پر کچھ ضمان لازم نہ آویگی۔ اسی طرح اگر مالک مکان کے نابالغ غلام یا لڑکے پر وہ اونٹ گر پڑا اور لڑکا کچل کر مرگیا تو بھی اونٹ والا ضامن نہو گا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر چکی کا گلا کھل گیا اور گیہون ضائع ہو گئے تو پیسنے والا ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔

اٹھائیسوان باب۔ اجیر خاص و اجیر مشترک کے بیان مین۔ اس مین دو فصلین ہین فصل اول اجیر خاص و اجیر خاص مشترک کے درمیان فرق اور دونون کے احکام کے بیان مین۔ واضح ہو کہ اجیر خاص و مشترک کے درمیان فرق بیان کرنے مین مشائخ کی عبارات مختلف ہین بعض مشائخ نے فرمایا کہ اجیر مشترک اسکو کہتے ہین کہ جو کام سپرد کرنے سے اجرت کا مستحق ہوتا ہی اپنی جان کام کرنے کے لیے سپرد کرنے سے مستحق نہین ہوتا ہی اور اجیر خاص وہ ہی کہ جو اپنی جان کام کرنے کے لیے سپرد کرنے اور مدت گذر جانے سے اجرت کا مستحق ہوتا ہی اور اجرت کے استحقاق کے واسطے کام تیار ہونا اُسکے حق مین شرط نہین ہی۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اجیر مشترک وہ شخص ہے جو ہر ایک کا کام تیار کرنے کے واسطے لیتا ہی اور اجیر خاص وہ ہی جو ایک ہی شخص سے لیتا ہی۔ اور واضح ہو کہ کام کر دینے سے اجرت کا مستحق ہونا پہلی تعریف کے موافق جب ہی معلوم ہو گا کہ عقد اجارہ کام پر واقع ہو مثلاً ایک درزی کو اجیر مقرر کیا کہ میرا یہ کپڑا ایک درم پر سی دے یعنی سی دے یہ کپڑا ایک درم پر یا دھوبی کو مقرر کیا کہ دھو دے یہ کپڑا ایک درم پر۔ اور اپنے نفس کو کام کیواسطے سپرد کرنے اور مدت گذر جانے سے اجرت کا مستحق ہونا جب ہی معلوم ہوگا کہ عقد اجارہ مدت پر واقع ہو مثلاً کسی شخص کو ایک مہینہ کے لیے اجارہ لیا تاکہ میری خدمت کیا کرے۔ قال المترجم وقوع اجارہ کام یا مدت پر بنابر اختلاف عبارات ہی اور فصیح عبارات اردو مین بمشقت فعل مابعد مدت و عمل و اجرت کے واقع ہوتا ہی پس زبان اردو مین وقوع بدون تصریح مشکل ہے ہان زبان عربی مین آسان ہی وقد مر ہذا الکلام مفصلا فی بعض المواضع فتذکر۔ اور عقد اجارہ کا کام پر واقع ہونا بشرطیکہ کام معلوم ہو بدون بیان مدت کے صحیح ہی مگر عقد اجارہ کا مدت پر واقع ہونا بدون نوع عمل بیان کرنے کے نہین صحیح ہی۔ اور اگر کسی شخص نے کام و مدت دونون کو عقد اجارہ مین بیان کیا اگر پہلے کام کا ذکر کیا مثلاً معدود بکریان چرانے کیواسطے ایک مہینہ کے لیے کسی کو ایک درم پر اجیر مقرر کیا تو یہ اجیر اجیر مشترک قرار دیا جائیگا ولیکن اگر آخر کلام مین اجیر خاص کا حکم صریح بیان کردے تو اجیر خاص ہو جائیگا مثلاً یون بیان کردے کہ بشرطیکہ تو میری بکریون کے ساتھ دوسرے کی بکریان نہ چراوے۔ اور اگر اُسنے پہلے مدت بیان کردی مثلاً ایک مہینہ کے واسطے بکریان معدودہ چرانے کے لیے کسی کو ایک درم پر اجیر مقرر کیا تو یہ اجیر خاص قرار دیا جائیگا ولیکن اگر آخر کلام مین اجیر مشترک کا حکم صریح بیان کر دیا مثلاً یون کہدیا کہ تجکو اختیار ہی اگر تیرا جی چاہے تو دوسرے کی بکریان بھی میری بکریون کے ساتھ چرا لائیو کذا فی الذخیرہ۔ اور اوجہ عبارت یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ اجیر مشترک وہ ہی کہ جسکا اجارہ کسی عمل معلوم پر مع بیان عمل واقع ہوا اور اجیر خاص اُسکو کہتے ہین کہ جس کا عقد اُسکے منافع

پیروا تج ہوا اور منافع اس سے کسی طرح معلوم نہوں مگر صرف مدت یا مسافت کے بیان کرنے سے یہ تبیین میں مذکور ہے۔
اجیر خاص کا حکم یہ ہے کہ ایسا اجیر بالاجماع امین ہوتا ہے کہ جو کچھ اسکے کام سے تلف ہوا اُس کی ضمان اُس پر
واجب نہیں ہوتی ہے ولیکن اگر کام میں مخالفت کرے تو ضامن ہوگی اور مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مستاجر نے اسکو
کسی کام کا حکم دیا اُسنے سوائے اسکے دوسرا کام کیا تو اس صورت میں اس مخالفت سے جو نتیجہ پیدا ہو اُسکا ضامن ہوگا
یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اجیر مشترک کا حکم یہ ہے کہ بدون اسکے فعل کے جو کچھ اسکے پاس تلف ہو تو امام اعظم کے
نزدیک اجیر مشترک اسکا ضامن نہوگا اور یہی قول امام زفر و حسن بن زیاد کا ہے اور یہ قول قیاس ہے خواہ ایسے
سبب سے تلف ہو کہ جس سے احتراز ممکن ہے جیسے غصب و سرقہ وغیرہ یا ایسے سبب سے جس سے احتراز ناممکن ہے
جیسے اکثر آگ لگ گئی یا ایسا ہی ڈاکہ پڑا وغیرہ ذلک اور امام ابو یوسف وامام محمد رح کے نزدیک اگر ایسے امر سے
تلف ہو جس سے احتراز ممکن ہے تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے سبب سے تلف ہو جس سے احتراز ناممکن ہے تو ضامن نہوگا
کذا فی المحیط۔ اور بعض مشایخ نے فتوی دیا کہ باہم دونوں یعنے اجیر و مستاجر صلح کرلیں تاکہ دونوں قولوں پر عمل
ہو جاوے اور شیخ امام ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ امام اعظم کے قول پر فتوے دیتے تھے اور کتاب عدہ کے
مصنف نے فرمایا کہ میں نے ایک روز امام ہمام ظہیر الدین رح سے دریافت کیا کہ مشایخ میں سے جن لوگوں نے صلح
کرلینے کا فتوے دیا ہے اگر اس صورت میں خصم نے صلح کرنے سے انکار کیا تو کیا اسپر صلح کے واسطے جبر کیا جائیگا فرمایا
کہ پہلے میں بھی صلح کرنے کا فتوی دیا کرتا تھا پھر میں نے اسی وجہ سے اس فتوے سے رجوع کرلیا اور قاضی امام فخر الدین
بھی امام اعظم کے قول پر فتوے دیتے تھے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور کتاب الابانہ میں لکھا ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے
اس مسئلہ میں امام اعظم کا قول اختیار کیا ہے اور میں بھی اسی قول پر فتوے دیتا ہوں کذا فی التاتارخانیہ۔ اور ہمارے
زمانہ میں لوگوں کے حالات دیانت بدل جانے سے صاحبین رح کے قول پر فتوے دیا جائیگا اور اس ذریعہ
سے لوگوں کے اموال کی حفاظت ہوسکتی ہے یہ تبیین میں لکھا ہے پھر واضح ہو کہ موافق مذکورہ بالا کے صاحبین رح کے
نزدیک ضمانت کا لزوم فقط ایسی صورت میں ہے کہ اجیر مشترک کو جو چیز اجارہ پر دی ہے اُسنے اس چیز میں کوئی کام
بنایا ہو اور اگر کوئی کام ایسا نہ بنایا ہو مثلاً غلاف بنانے کیواسطے ایک مصحف مجید دیا یا تلوار دی یا دستہ بنانے
کے واسطے چھری دی پھر انمیں سے کوئی چیز جاتی رہی تو بالاجماع ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور منتقی
میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کو بابت نقطہ لگانے کیواسطے قرآن مجید دیا اور اس کا غلاف
اُسکے پاس ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر کسی شخص کو رومال میں لپیٹ کر رفو کرنے کیواسطے کوئی کپڑا دیا
پھر اُسکا رومال ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا اسیطرح اگر کسی شخص کو تلوار واسطے صیقل کے دی کہ اسکے پلہ درست
کردے اور تلوار جس خانہ میں رکھی تھی وہ ضائع ہوگیا تو بھی ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ خلاصہ و فتاوی میں ہے کہ
اگر مستاجر نے عقد اجارہ میں اجیر سے ضمان دینے کی شرط ٹھہرائی پس اگر ایسے سبب سے تلف شدہ کی ضمان کی شرط
لگائی جس سے احتراز ناممکن ہے جیسے موت وغیرہ تو بالاتفاق عقد اجارہ فاسد ہے اور اگر ایسے سبب سے تلف شدہ ضمان
کی شرط لگائی جس سبب سے احتراز ممکن ہے جیسے سرقہ وغیرہ تو امام اعظم کے نزدیک اس میں بھی یہی حکم ہے مگر صاحبین کے
نزدیک عقد و شرط صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے پھر واضح ہو کہ بسبب صاحبین کے مذہب کے موافق اجیر مشترک پر ضمان واجب ہوئی

پس اگر کام بنانے سے پہلے وہ چیز تلف ہوئی ہو تو مستاجر بدون بنا ہوئی چیز کے حساب سے اسکی قیمت ڈانڈ لیگا اور
اجیر کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر کام تیار ہو جانے کے بعد وہ چیز تلف ہوئی ہو تو مالک کو اختیار ہو گا کہ چاہے اجیر سے
بنی ہوئی چیز کی قیمت کے حساب سے لیکر اسکو مزدوری دیدے اور وہ مزدوری ضمان سے وضع کر دے یا بے بنی
ہوئی چیز کے حساب سے اجیر سے ضمان لے اور مستاجر پر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور
اجیر مشترک کے پاس جو چیز اجارہ کی اسکے فعل سے تلف ہوئی مثلاً دھوبی کے دھونے میں کپڑا پھٹ گیا یا اس نے
کشتی چونہ پر پھیلا دیا اور وہ جل گیا یا حمال پھسل پڑا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک اجیر ضامن ہوگا کذا فی المحیط۔
خواہ اسنے شرط عقد سے مخالفت کی ہو یا نہ کی ہو یہ ینابیع میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ جو کچھ اجیر مشترک کے ہاتھ سے نقصان
ہوا اسکی ضمان اجیر کے ذمہ فقط ایسی صورت میں واجب ہوگی کہ جب محل عمل یعنے جس چیز میں کام بنانا قرار پایا ہے اجیر کے
سپرد ہوا ور ایسی طرح سپرد ہو کہ اگر مشتری فرض کیا جاوے تو ضمان عقد لازم لاوے اور شے مضمونہ ایسی چیزوں میں
سے ہو کہ جسکی ضمان بوجہ عقد کے لازم آتی ہے اور اجیر کی وسعت میں اسکا دفع کرنا بھی ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے پھر
جس صورت میں موافق مذہب علمائے ثلثہ کے اجیر مشترک پر اسکے ہاتھ کے نقصان کیوجہ سے ضمان لازم آئی تو مستاجر
کو اختیار ہے چاہے اپنی چیز کی قیمت کی ضمان بنی ہوئی کے حساب سے لے اور اسکو اجرت نہ دینی ہوگی یا بے بنی
ہوئی چیز کے قیمت کے حساب سے ڈانڈ لے مگر اجیر کو اسکا اجر المثل دینا پڑیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور تجرید میں لکھا ہے کہ
اگر چراغ سے اجیر کا گھر جلگیا تو مستاجر کی چیز کا ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے زید کو اپنے کپڑے کے
سینے یا دھونے کے واسطے اجیر مقرر کیا اسنے کپڑے کو اپنے قبضہ میں لیا مگر بدون اسکے کسی فعل یا تعدی کے کپڑا اس
کے پاس تلف ہوگیا تو اسپر ضمان لازم نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ واضح ہو کہ جو شخص مثل دھوبی و درزی کے
اجیر مشترک ہو اگر کام تیار کرے تو اجارہ کی چیز بعد تیار ہونے کے مالک کو واپس کرے اور واپسی کا خرچ بذمہ
اجیر مشترک ہے کپڑے کے مالک پر نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اجیر مشترک گائے بکری وغیرہ کا چرواہا ہو
کہ عام لوگوں کے جانور چراتا ہو تو جو جانور اسکے خلاف عادت ہانکنے یا خلاف عادت مارنے سے تلف ہو اسکی قیمت کا
ضامن ہوگا اور اگر اجیر ان جانوروں کو پانی پلانے لیگیا وہاں پل پر جانوروں کا ازدحام ہوگیا اور بعضوں نے
بعضوں کو بسبب کشمکش کے ڈھکیلا اور سب دریا میں گر کر ہلاک ہوگئے تو لوگوں کو اسکی قیمت ڈانڈ ادا کرے یہ
ینابیع میں ہے۔ زید نے عمرو کو کوئی چیز کام بنانے کے واسطے اجیر مشترک کے طور پر دی اور وہ عمرو کے پاس تلف
ہوگئی پھر خالد نے عمرو پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور عمرو سے اس چیز کی قیمت کی ضمان وصول کر لی تو عمرو اس مال ضمان
کو زید سے نہیں لے سکتا ہے جیسا کہ عاریت میں حکم ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر اجیر مشترک نے جانوروں کو ہانکا اور بعض نے
بعض کو سینگوں سے مار ڈالا یا پیروں سے روند ڈالا تو ضامن ہوگا اور اگر اجیر خاص ہو تو ضامن نہوگا اور اگر نر جانور
مادہ جانور پر کودا اور اس باعث سے تلف ہوا تو ضامن نہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور جو شخص کاروان سرائے کی حفاظت
کیواسطے مزدور مقرر ہوا ہے اگر سرائے سے کوئی شے چوری جاوے تو اجیر ضامن نہوگا کیونکہ اجیر فقط دروازہ کا نگہبان ہے
اور مال اپنے اپنے مالکوں کی حفاظت میں ہے اسی طرح اگر رات میں مال چوری گیا تو چوکیدار ضامن نہوگا یہ ملتقط میں ہے
ناصری میں لکھا ہے کہ کاشتکار نے گائے چرنے کو چھوڑ دی وہ چوری گئی تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان و تاتارخانیہ میں ہے

سلہ یعنی یہ سبب مطلقاً ضمان نہیں ۱۲ سلہ یعنی اجیر مشترک ۱۲

امام محمد رح نے جامع صغیر مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دریاے فرات کے کنارہ سے ایک مٹکا اٹھاکر فلان مقام معلوم تک پہونچانے کیواسطے ایک حمال مقرر کیا راہ مین حمال گر کر مٹکا ٹوٹ گیا تو علماء ثلثہ کے نزدیک متاجر کو اختیار ہے کہ چاہے اجیر سے وہ قیمت ڈانڈ وصول کرے جو فرات کے کنارے اسکی قیمت ہے یعنے جہان سے لایا ہے وہان جس قیمت کو ملتا ہے وہ قیمت سے لے اور کچھ اجرت نہ دیتی ہوگی یا جہان ٹوٹا ہے وہا نکی قیمت سے لے اور حساب کرکے یہان تک کی جواجرت نکلے وہ اجرت دیدے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ راہ مین مٹکا ٹوٹ جاوے - اور اگر مقام معلوم تک پہونچکر اُسکا پانون پھسلا یا سر سے چھوٹ پڑا اور ٹوٹ گیا تو حمال کو پوری اجرت ملیگی اور اسپر ضمان لازم نہ آویگی اور یہ روایت قاضی صاعد نیشاپوری سے اسطرح جیسا ہمنے بیان کیا ہے منقول ہے اور یہ نقل امام محمد رح کے دوسرے قول کے موافق ہے ولیکن پہلے قول کے موافق یہ حکم ہے کہ اجیر پر ضمان لازم آویگی اور یہی امام ابو یوسف کا قول ہے - اور یہ اختلاف ایسی صورت مین ہے کہ جب یہ جنایت اسکے عمل سے لازم آئی ہو - اور اگر اُسکے فعل سے لازم نہ آوے پس اگر ایسے سبب سے یہ نقصان لازم آیا جس سے تحرز ممکن نہین ہے تو بالاجماع اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اسکو پوری اجرت ملیگی اور اگر ایسے سبب سے نقصان ہو جس سے احتراز ممکن تھا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک ضمان واجب ہوگی اور درصورت اُسکے فعل سے تلف ہونے کے مالک کو ضمان لینے کا اختیار بوجہ سابق[1] ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر حمال کے سر پر سے اسباب چوری گیا پس اگر اسباب کا مالک ساتھ نہو تو بالاجماع حمال پر ضمان نہین آتی ہے اگرچہ صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوا کرتا ہے - اور اگر مالک ساتھ نہو تو صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا - اسیطرح جس رسّی سے بھٹیارا محمل کو باندھتا ہے اگر بھٹیارے کے ہانکنے سے وہ رسّی ٹوٹ جاوے تو وہ ضامن ہے اور اگر جانور کے ہانکنے مین نہ ٹوٹی دوسری طرح ٹوٹی مثلاً جانور کھڑا ہوا تھا اتنے مین ہوا کا جھونکا آیا اُسنے بوجھ کو پیٹھ پر سے پھسلایا اور جانور بھڑکا اور رسی ٹوٹ گئی تو اُسپر ضمان نہین ہے یہ سراج الوہاج مین ہے - اگر اُسنے مالک اسباب کی رسی سے بوجھ لادا اور رسی ٹوٹ گئی تو ضامن نہوگا یہ غیاثیہ مین ہے - ایک حمال ٹھہرایا کہ گھی کی مشک اٹھاکر پہونچا وے پس مالک اور حمال دونون نے ملکر اس غرض سے اٹھایا کہ حمال کے سر پر رکھدے اور وہ اُٹھانے مین پھٹ گئی تو حمال ضامن نہوگا اور منتقی مین لکھا ہے کہ اگر حمال نے راستہ مین مشک اُتار کر رکھدی پھر اُٹھانی چاہی اور مالک سے اُٹھوانے مین مدد مانگی اور دونون نے ملکر اُسکو اُٹھایا اور وہ پھٹ گئی تو حمال ضامن ہوگا کیونکہ مشک گھی کی حمال کی ضمانت مین آچکی تھی - اور اگر مالک کے مکان مین پہونچکر حمال و مالک نے ملکر اسکو اُتارنا چاہا اور دونون کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر کر ناقص ہوگئی تو حمال ضامن ہوگا اور قیاس چاہتا ہے کہ حمال نصف قیمت کا ضامن ہو اور اسی کو فقیہ ابو اللیث اور بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ ذخیرہ کبری مین لکھا ہے - اور اگر زید نے حمال سے کہا کہ اسکا کرایہ آدھا درم اور اُسکا کرایہ ایک درم دونگا انمین جو بوجھ تو چاہے اٹھا کر لیچل اُس نے دونون کو ایکبارگی اُٹھالیا تو اسکو دونونکا نصف کرایہ ملیگا اور اگر تلف ہون تو دونون کا ضامن ہوگا اور اگر اُسنے ایک بوجھ پہلے اُٹھایا ہو تو دوسرے کے اٹھانے مین متطوع یعنے مفت احسان کرنے والا شمار ہوگا اور اگر تلف ہو جاوے تو ضامن ہوگا کیونکہ اُس نے بلا اجازت اُٹھا لیا ہے - اور اگر کسی شخص کو مردار کی کھال اُٹھانے کے واسطے اجیر مقرر کیا اُس نے اسکی دباغت کردی اور وہ تلف ہو گئی یا تلف کردی تو اسکو اجرت نہ ملیگی اور نہ اسپر ضمانت واجب ہوگی کیونکہ وہ مال نہین ہے - اور اگر عمرو کو اسواسطے

[1] سابق یعنی ابتدا سے مسافت کے حساب سے اجرت

یعنی دریا اس مقام کی قیمت سے اور اجرت دے

مزدور کیا کہ یہ درم اٹھا کر فلان شخص کو پہونچا دے اسنے بیچ راہ مین اسکو خرچ کر ڈالا اور اسکے مثل فلان شخص کو ادا کر دیا
تو مزدور کو کرایہ نہ ملیگا کیونکہ ضمان ادا کرنے سے مزدور ان درمون کا خود مالک ہو گیا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر
ایک بوجھ اٹھانے کے واسطے دو حمال مقرر کیے انمین سے ایک نے تمام بوجھ اٹھا کر پہونچا دیا پس اگر دونون حمالون
مین عقد شرکت تھا تو پوری اجرت واجب ہوگی اور وہ دونون اسمین مشترک ہونگے اور اگر دونون مین عقد شرکت نہ ہو
تو ایک کو نصف اجرت ملیگی اور باقی نصف جسکو اٹھانے مین وہ حمال مفت احسان کرنے والا شمار ہوگا اور اگر حمال
نے مقام مشروط تک پہونچا دیا پھر مالک نے کہا کہ اسکو اپنے پاس رکھ اسنے رکھا اور وہ ضائع ہو گیا تو ضامن نہوگا اور
اجرت کامل واجب ہوگی - اور اگر حمال نے پہونچنے کے وقت مالک سے مانگا ہے اپنی مزدوری کیواسطے روک لیا ہو تو ضائع ہونے
سے ضامن ہوگا - اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ حمال کو تاوقتیکہ بوجھ سر سے اتار کر نہ رکھے مزدوری طلب کرنے کا
اختیار نہین ہے اور اگر متاجر کے گھر پر لایا اور گھر مین سے آیا وہان لغزش کھائی اور بوجھ گر کر ناقص ہو گیا یا سر سے اتارتے
مین گر کر تلف ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص نے اسکو توڑ ڈالا تو حمال ضامن نہوگا اور اسکا کرایہ واجب
ہوگا یہ تتمہ مین ہے - فتاوے ابو اللیث مین لکھا ہے کہ اگر حمال نے بوجھ کو میدان مین اتارا اور باوجودیکہ اسکو وہاں سے
منتقل کر سکتا تھا مگر نکیا یہان تک کہ چوری یا بارش سے اسباب تلف ہو گیا تو حمال ضامن ہوگا اور مراد یہ ہے کہ جبکہ
چوری یا مینہ کا غالب احتمال ہو کذا فی الفصول العمادیہ - ایک شخص نے بار دان اٹھانے کے واسطے ایک مزدور مقرر
کیا کہ فلان مقام تک پہونچا دے راہ مین وہ بار دان خود ہی پھٹ گیا اور جو کچھ اسمین تھا بہہ نکل پڑا تو شیخ ابو بکر نے
فرمایا کہ مثل ایسے حمال کے جسکی رسی ٹوٹ جاوے اور وہ ضامن ہوتا ہے یہ بھی ضامن ہوگا - اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا
کہ امام اعظم کے قول کے قیاس پر ضامن نہوگا شیخ فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہین یہ
کبری مین ہے منتقی مین لکھا ہے کہ اگر حمال اسکو اپنی گردن پر اٹھائے ہو اور اسنے لغزش کھائی اور جو کچھ اسمین
تھا وہ بہہ گیا حالانکہ مالک اسکے ساتھ ہے تو حمال ضامن ہے اور اگر لوگون نے حمال پر اژدحام کیا یہانتک کہ کشمکش
مین وہ ظرف ٹوٹ گیا تو بالاجماع حمال ضامن نہوگا اور اگر خود ہی حمال نے اژدحام کیا یعنے ہجوم مین گھس گیا
یہانتک کہ ظرف ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا اور مالک کو اختیار رہیگا کہ چاہے ٹوٹنے کے وقت کی قیمت اسکی ضمان لے
مگر اسصورت مین بقدر اسکی اجرت کے جہانتک لایا ہے حساب کرکے وضع کر دے یا جہان سے لادا ہے وہان کی قیمت اسسے
لے اور اس صورت مین کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی یہ خلاصہ مین ہے - ایک بھاڑے والا ایک گانون سے دوشاب
لاد کر شہر مین لاتا تھا پھر وہ راہ مین اتر کر دوشاب کی گھڑی اوندھی رکھدی اور سو رہا اور کتے نے آکر دوشاب چاٹ ڈالی اور
دوشاب ضائع ہو گیا پس اگر بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہے - تتمہ مین لکھا ہے کہ شیخ ابو حکیم رحمہ اللہ
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ترکمان کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ یہ دوشاب مروستہ تک پہونچا دے
اسنے منظور کیا پھر جب بیچ راہ مین پہونچا تو وہان ایک پل نظر آیا اور اسکا پتھر پھٹا ہوا تھا پھر جب اس پل سے عبور
کا قصد کیا تو اونٹ کا پاؤن رپٹا اور اسکے گرنے سے دوشاب تلف ہو گیا حالانکہ اس پل سے باوجود اس کے پتھر کے
لوگ آمد و رفت رکھتے تھے پس آیا یہ ترکمان ضامن ہوگا یا نہین تو شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ جو ترکمان راہ سے جاہلانہ چلا تھا
اسپر ضمان واجب ہے اور یہی مسئلہ شیخ یوسف بن احمد سے دریافت کیا گیا انھون نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتارخانیہ

یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر جانور بھڑک کر بھاگا اور اسباب اسکے اوپر سے گر کر تلف ہوا تو بھاڑے والا ضامن نہوگا اور اگر مالک اسباب کے ہانکنے یا ہاتھ پکڑ کر چلانے سے جانور پھسل پڑا تو بھاڑے والا ضامن نہوگا اسی طرح اگر بھاڑے والے اور مالک دونوں کے ہانکنے سے ایسا ہوا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اسباب کا مالک جانور پر سوار ہوا اور اسکا اسباب دوسرے جانور پر لدا ہوا اور مالک اسکے ساتھ چلتا ہو تو بھاڑے والا ضامن نہوگا اور یہ امام ابویوسف کے نزدیک ہے اور اگر جانور پر اسباب لادا اور مالک اسباب اسی جانور پر سوار ہوا اور جانور کی لغزش سے اسباب تلف ہوا تو بھاڑے والا ضامن نہوگا اور اگر سوار نہو بلکہ اسکے ساتھ یا نزدیک ہی پیدل چلتا ہو تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک بھاڑے والا ضامن ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اسباب بسبب حرارت آفتاب یا برودت یا باران کے خراب ہو گیا تو امام کے نزدیک بھاڑے والا ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اسی طرح اگر جانور کی پیٹھ پر سے مال چوری گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اسکی پیٹھ پر کوئی غلام سوار ہوا اور جانور کے مالک نے جانور ہانکا اور جانور نے لغزش کھا کر گر پڑا اور غلام مر گیا تو جانور کا مالک غلام کا ضامن نہوگا کیونکہ غلام اسکی ضمان و قبضہ میں نہیں ہے بلکہ خود اپنے قابو میں ہے بخلاف اسباب کے اور اگر غلام ایسا بچہ ہو کہ خود ٹھیک نہیں بیٹھ سکتا ہے تو ضامن ہوگا جیسا کہ کپڑے یا جانور کی تلف میں کہ اگر اسکے ہانکنے سے تلف ہو تو ضامن ہوتا ہے کذا فی الوجیز الکردری اور صحیح حکم اس صورت میں یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں یعنی غلام بالغ ہو یا ایسا بچہ ہو کچھ فرق نہیں ہے اور عقد اجارہ میں مثل مزدور کے غلام کا بھی ضامن نہوگا یہ تمرتاشی نے لکھا ہے۔ قلت اور صریح امام اعظم سے روایت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ کرایہ کے جانور پر اسباب کے ساتھ مالک اسباب کا کوئی غلام نابالغ سوار ہوا اور جانور کو اسکی سواری کی شرط کیے کرایہ لیا ہو پھر جانور نے لغزش کھائی اور غلام مع اسباب گر کر ضائع ہوا تو جانور کا مالک غلام کا ضامن نہوگا اور اسباب کا ضامن ہوگا اگرچہ غلام کی ہلاکت بھاڑے والے کے فعل سے ہوئی ہے۔ پھر واضح ہو کہ اسباب کا ضامن تبھی جب ہی ہوگا کہ غلام ایسا نادان ہو کہ اس سے اسباب کی حفاظت نہو سکتی ہو و نہ اگر غلام اسباب کی حفاظت کرنے کے لائق ہو تو جانور کا مالک اسباب کا بھی ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے زید کو مقرر کیا کہ اپنے جانور پر شیرہ انگور فلان مقام تک کرایہ پر پہونچا دے اسنے پہونچا دیا اور جب اتارنے کا قصد کیا تو ایک طرف کی گون پکڑ لی اور دوسری طرف کی گون پھینک دی مگر پھینکنے سے اسکی مشک جنمین شیرہ انگور تھا پھٹ گئی تو شیخ نے فرمایا کہ مشک اور شیرہ انگور کے نقصان کا ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ فتاوی نسفی میں لکھا ہے کہ زید نے کچھ بوجھ عمرو کو دیا کہ اسکو لاد کر فلان مقام تک پہونچا دے اور شرط کر لی کہ راستہ میں روانہ ہو اکرے اور زید خود بھی ساتھ ہوا پھر مع اسباب کے جانور ضائع ہو گیا پس اگر عمرو نے جانور کی حفاظت چھوڑ دینے سے خود ضائع کر دیا تو بلا خلاف ضامن ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا بلکہ جانور خود ضائع ہوا تو عمرو پر الزام نہیں ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا بخلاف قول صاحبین کے کہ انکے نزدیک ضامن ہوگا مگر لازم یہ تھا کہ بلا خلاف ضامن نہوتا درحالیکہ زید اسکے ساتھ چلتا تھا ولیکن اس جنس کے ادائل اور شروط مرغیتانی میں اس مقام پر بالاجماع ضامن ہونے کی روایت صریح مذکور ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر موج کے تھپیڑے سے یا ہوا کے جھونکے یا پہاڑ کی ٹکر سے جو کچھ غرق ہو گیا ملاح اسکا ضامن نہوگا اور اگر ملاح کے کھینچنے یا کسی اسکے فعل سے کچھ غرق ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر کشتی ٹوٹ کر غرق ہو گئی پس اگر ملاح کا قصور ہے کہ اسکے فعل سے ایسا ہوا تو ضامن ہوگا ورنہ نہیں اور اگر مالک اسباب یا اسکا وکیل کشتی میں موجود ہو تو ملاح فقط تعدی کی صورت میں ضامن ہوگا ان صورتوں میں ضامن نہوگا کیونکہ اسباب

اُسکے قبضہ مین ہی ملاح کے پاس مضمون نہین ہی اور اگر دو کشتیان ہون کہ ایک مین خود سوار ہو اور اسباب دوسری مین ہو
تو بھی ملاح سوائے تعدی کی صورت کے ضامن نہوگا چنانچہ دو جانورونکی صورت مین سفر خشکی مین یہی حکم ہی اسیطرح
اگر مالک اسباب فریضہ نماز یا کسی دوسری ضرورت سے باہر آیا مگر اسباب اسکی نظر سے غائب نہین ہوا تو بھی ملاح
بدون تعدی کرنے کے کسی صورت مین ضامن نہوگا۔ اور اگر کشتی کسی مقام تک پہونچ گئی پھر اسکو ہوا کے جھونکے
یا موج کے تھپیڑے نے لوٹا دیا یا خشکی مین جانور راہ مین سے لوٹ پڑا پس اگر مالک اسباب کشتی مین یا جانور پر سوار
ہو تو اجرت واجب ہوگی اور جانور والے سے لوٹا لیجانے کا مطالبہ نہ کریگا ولیکن اگر کشتی کو ہوا کا جھونکا کسی ایسی جگہ
بہا لیجاوے جہان مالک اسباب اپنے اسباب پر قبضہ نہین کرسکتا ہی تو ملاح بااجرت لوٹا لیجانے پر مجبور کیا جائے گا
اور اگر مالک اسباب یا اسکا وکیل اس اسباب کے ساتھ موجود نہووے تو پہلی ہی اجرت پر لوٹا لیجانے کے واسطے
ملاح مجبور کیا جائیگا یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر ملاح نے بضرورت کچھ آگ کشتی مین رکھ لی اور اس کے باعث سے کشتی
جل گئی تو ملاح اسباب کا ضامن نہوگا اگرچہ مالک اسباب کشتی مین موجود نہو یہ تمرتاشی مین لکھا ہی۔ ایک کشتی مین کچھ عیب
تھا اسکو ایک شخص نے کرایہ لیا کہ یہ اسباب اسپر لاد کر پہونچا دے پھر ملاح نے اس کشتی مین دوسرے شخص کا کچھ اسباب
بھی بدون پہلے مستاجر کی رضامندی کے داخل کر دیا حالانکہ کشتی اسقدر بوجھ کو بخوبی اٹھا سکتی تھی مگر پھر بھی کشتی غرق
ہوگئی اور مستاجر کشتی کے ساتھ موجود ہی تو ملاح ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی شیخ علی بن احمد رحمہ اللہ سے دریافت
کیا گیا کہ ایک کشتی آدمیون اور اسباب سے خوب بھری ہوئی ہی زمین سے لگی ہوئی ہے کہ اُسکے غرق ہو جانے کا سبب
کو خوف ہی پھر بعضے آدمی اسمین سے نکلے اور دوسری کشتی کرایہ کر لی اسمین کچھ لوگ سوار ہوئے اور کچھ اسباب
نکال کر لاد دیا اور کئی بار ایسا کیا یہان تک کہ پہلی کشتی ہلکی ہوگئی اور چل نکلی اور اجرت مین کسیقدر دینا دونون نے پر
اتفاق کیا پس آیا یہ اجرت انھین لوگون پر پڑیگی جنھون نے عقد اجارہ کیا ہی یا سب آدمیون اور اسباب پر پڑیگی
اور جو کچھ ان لوگون نے کیا اسپر اسباب والے راضی تھے تو فرمایا کہ اجرت انھین لوگون پر واجب ہوگی جنھون
نے عقد اجارہ قرار دیا ہی اور باہم موافقت کرنا بہتر ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی منتقی مین لکھا ہی کہ اگر بہت سی کشتیان ہون
اور اسباب کا مالک یا اُسکا وکیل کسی ایک کشتی مین موجود ہو تو جس کشتی مین مالک اسباب یا اسکا وکیل ہی اگر اسمین سے
کچھ جاتا رہے تو ملاح اسکا ضامن نہوگا اور ما سوائے اسکے ضامن ہوگا اور فرمایا کہ یہ سب امام ابو یوسف و امام محمد رح
کے نزدیک ہی اور اسی مقام پر فرمایا کہ جب کشتیان بہت ہون تو ایسی صورت مین امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول
بھی ہی پس جبکہ اگر بہت سی کشتیان اسطرح چلتی ہون کہ سب ساتھ ہی روانہ ہوتی ہون اور ساتھ ہی لنگر کرتی ہون تو ملاح پر
کسی بھی کشتی کے اسباب جانے سے ضمان لازم نہ آویگی اگرچہ باہم کشتیان آگے پیچھے چلتی ہون اسیطرح حمال کا حال ہی کہ اگر
اسپر اسباب لدا ہو اور مالک اسباب اونٹ پر سوار چلتا ہو تو حمال ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک ملاح نے لوگون
کے اسباب سے کشتی بھر کر راستہ مین کنارے سے باندھ دی پھر اسمین سوراخ ظاہر ہوئے جنکی راہ سے پانی بھر گیا اور
کشتی غرق ہوگئی اور اسباب سب تلف ہو گیا تو ملاح ضامن نہوگا بشرطیکہ عادت کے موافق اسطرح کشتی چھوڑ دیجاتی ہو
اور اگر مالک اسباب نے ملاح سے کہا کہ یہان اس کنارے کشتی کو باندھ دے اس نے وہان لنگر نہ کیا چلا گیا
یہان تک کہ موج سے غرق ہوگئی تو ملاح ضامن ہوگا بشرطیکہ جب مالک نے کہا تھا اس حالت مین کشتیون کے

اندر دیئے جانے کا دستور ہو یہ قنیہ مین ہے۔ ایک جولاہہ اپنے خسر کے ساتھ ایک مکان مین رہا کرتا تھا پھر ایک مکان کرایہ لیکر مع اسباب وہان اُٹھ گیا اور سوت وہین چھوڑ دیا وہ ضائع ہو گیا پس اگر سوت کو جہان تھا وہان سے دوسرے مکان مین نہین لیگیا اور نہ اپنے خسر کو ودیعت دیا تو ضامن نہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک ہر حال مین ضامن ہوگا یہ فتاوی کبرے مین ہے۔ نوازل مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے کپڑا بننے کے واسطے دوسرے کو سوت دیدیا اُسنے دوسرے جولاہہ کو بننے کے واسطے دیدیا اسکے ہاتھ سے چوری گیا پس اگر دوسرا جولاہہ پہلے کا اجیر ہووے تو دونون مین سے کوئی ضامن نہوگا اور اگر دوسرا جولاہہ اجنبی ہو تو پہلا جولاہہ ضامن ہوگا اور دوسرا ضامن نہوگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک پہلی صورت مین مطلقًا ضامن ہوگا اور اجنبی ہونے کی صورت مین مالک کو اختیار ہے چاہے پہلے سے ضمان لے یا دوسرے سے ضمان لے یہ خلاصہ مین ہے اور جامع الفتاوی مین لکھا ہے کہ سونار وغیرہ نے اگر دوسرے کو ڈھالنے کے واسطے دیدیا تو ایسی صورت مین بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے زید کا سوت کپڑا بننے کے واسطے لیا اور اپنے اُستاد کے گھر مین رکھ دیا وہان سے غائب ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ ایک جولاہہ نے جہان کپڑا بنتا تھا اپنی کارگاہ مین سوت چھوڑ دیا وہان سے چوری گیا پس اگر کارگاہ کا گھر حصین ہو کہ ایسی اس قسم کے اسباب رکھے جاتے ہون تو جولاہہ ضامن نہوگا اور اگر ایسا نہین اس قسم کے اسباب نہ رکھے جاتے ہون پس اگر سوت کے مالک اس گھر مین رکھنے سے راضی ہون تو بھی ضامن نہوگا اور اگر راضی نہون تو ضامن ہوگا۔ اور جولاہہ پر کارگاہ مین رات کو رہنا واجب نہین ہے بلکہ اگر اُسنے قفل بند کر دیا اور رات مین وہان سے چلا گیا تو ضامن نہین ہے اور اگر کارگاہ مین سے ایک دو مرتبہ چوری ہو گئی ہو تو دو ایک مرتبہ چوری ہونے سے وہ مکان محفوظ وحصین ہونے سے خارج نہین ہو سکتا ہے یعنے اگر حصین کے معنی پائے جاتے ہون تو ایک دو مرتبہ چوری ہونے سے یہ نہ کہا جائیگا کہ حصین نہین ہے لیکن اگر بہت مرتبہ چوری ہو جاوے تو حصین نہ رہیگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک جولاہے نے ایسے زمانہ مین کہ چورون کا ہر طرف غل تھا اور غلبہ تھا کپڑے کو کارگاہ مین چھوڑ کر دروازہ بند کر کے رات مین دوسری جگہ جا کر سو رہا اور کپڑا چوری گیا پس اگر ایسے وقت مین ایسے مکان مین کپڑا اسطرح چھوڑ دیا جاتا ہو تو جولاہہ ضامن ہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک جولاہے نے کپڑا بنکر اپنے مکان مین رکھ لیا مالک کو واپس نہ کیا اور چوری گیا تو آیا جولاہہ ضامن ہوگا یا نہین پس جو امام فقیہ یہ فرماتے ہین کہ واپسی کی مشقت وخرچہ اجیر مشترک کے ذمہ ہوتا ہے انکے قول کے موافق اگر جولاہہ واپس کر سکتا تھا اور واپس نہ کیا تو ضامن ہوگا اور جو امام فقیہ یہ فرماتے ہین کہ مالک کے ذمہ ہے انکے قول کے موافق ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک جولاہہ نے کپڑا بنکر باہر نکالا اور مالک سے کہا کہ مین کپڑا تیار کر کے لاتا ہون آ کر لیجا اُسنے جواب دیا کہ آج تیرے پاس رہیگا مین کل کے روز آ کر لیجاؤنگا رات کو چور لیگئے تو جولاہہ ضامن نہوگا کیونکہ مالک کے اس کہنے سے کہ آج تیرے پاس رہیگا وہ جولاہہ مستودع ہو گیا۔ اور اگر مالک نے یون نہ کہا ہو کہ آج تیرے پاس رہے اور کام تمام ہو جانے کے بعد چوری گیا تو بعض نے فرمایا کہ اگر جولاہے سے واپس کرنا ممکن تھا اور اُسنے واپس نہ کیا تو ضامن ہوگا مگر چاہیئے یہ ہے کہ اگر اُس نے بعوض اجرت کے روک رکھا ہو تو ضامن نہووے کیونکہ اس صورت مین اُسپر واپس کرنا واجب نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔

ایک شخص نے ایک جولاہہ کو کچھ کپڑا ایسا کہ کچھ اُس میں سے بنا ہوا تھا اور کچھ بغیر بنا ہوا تھا دیا یہ کپڑا جولاہہ کے پاس سے چوری گیا تو نوازل میں لکھا ہے کہ جس امام کے نزدیک اجیر مشترک ہر ایسی چیز کا ضامن ہوتا ہے جو اُس کے پاس سے بدون اُسکے فعل کے تلف ہوئی ہووے اُسکے قول پر جولاہہ تمام کپڑے کا ضامن ہوگا کیونکہ بنا ہوا اور بے بنا ہوا بسبب اتصال کے ایک چیز کے حکم میں ہے اور باقی کا بنا جانا بنے ہوئے کی قیمت بڑھاتا ہے پس جولاہہ تمام کپڑے کے حق میں اجیر مشترک ہوگیا پس کل کپڑے کا ضامن ہوگا اور یہ چند مسائل ہیں کہ جنہیں امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول پر مشائخ نے فتوی دیا ہے ایک تو یہی مسئلہ ہے جو مذکور ہوا ہے اور ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے درزی کو کپڑا دیا اُسنے اُس میں سے ایک قمیص تیار کر کے دیدی اور ایک ٹکڑا بچ رہا تھا وہ چوری گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ درزی ضامن ہوگا - اور ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے موزہ دوز کو چمڑا دیا اُسنے موزہ تیار کر کے دیدیا اور کچھ چمڑا بچ رہا تھا وہ چوری گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ موزہ دوز ضامن ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے - اگر جولاہے کو ایسا کپڑا دیا جس میں سے کچھ بنا ہوا اور کچھ بغیر بنا ہوا ہے تاکہ جولاہہ باقی کو بن دیوے وہ چوری گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کچھ ضامن نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بے بنے ہوئے کا ضامن ہوگا بنے ہوئے کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ بنا ہوا اسکے پاس ودیعت ہے مگر امام محمد رح کے نزدیک اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے - جولاہہ کو سوت دیکر شرط کر لی کہ دو دو روز میں بن دے اُسنے بن دیا اُسکے بعد کپڑا تلف ہوگیا تو موافق مذہب مختار شیخ الاسلام اوزجندی کے ضامن ہوگا اور اگر دھوبی کو دیا تو ایسی صورت میں بھی یہی حکم ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے - اگر زید نے عمرو کو سلائی کے کام کے واسطے ایک مہینہ تک مقرر کیا تو یہ شخص اجیر خاص ہے پھر اگر عمرو کو اُس مہینہ میں کسی روز کوئی خاص کپڑا سینے کیواسطے بعوض ایک درہم کے اجیر مقرر کیا تو یہ عقد بھی جائز ہوا اور عمرو کی ماہواری تنخواہ میں سے اُس روز کی اجرت یعنی ایک درہم وضع کر لیا جائیگا یہ غیاثیہ میں ہے درزی کپڑا لیکر مالک کے پاس لایا مالک نے اُسکے ہاتھ سے کھینچا اُسکے کھینچنے سے پھٹ گیا تو درزی ضامن نہوگا - اور اگر دونوں کی کھینچا تانی میں پھٹا ہو تو درزی نصف نقصان خرق کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے - شیخ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک دھوبی نے دوکان میں لکڑی پر کپڑا رکھکر اپنی بہن کے لڑکے کو حفاظت کے واسطے بٹھلا دیا اور کسی اُچکے نے وہ کپڑا اچک لیا پس شیخ نے فرمایا کہ اگر بیت السفل اسطرح ہو کہ داخل ہونے والے کی آنکھ سے کپڑے کا مقام پوشیدہ ہوتا ہے پس اگر اُس لڑکے کو اُسکی ماں یا باپ نے دھوبی کے ساتھ کر دیا ہو یا اُس نے اُس لڑکے کو والدین سے انتقال کیواسطے اپنے ساتھ کر لیا ہو تو دھوبی ضامن ہوگا اور اگر لڑکا ایسی جگہ ہو کہ باوجود اس جگہ ہونے کے سب کو دیکھتا ہو پس اگر وہ لڑکا موافق مذکورہ بالا کے دھوبی کے ساتھ ہو تو دونوں میں سے کسی پر ضمان لازم نہ آویگی اور اگر معلوم نہ ہو کہ اُسکے عیال میں نہو تو دھوبی ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے - ایک دھوبی نے لوگوں کے کپڑے اپنے اجیر کو دینے کہ گھاٹ پر حفاظت سے دھو لیا دیکر بھیجا شکر سے آوے وہاں اجیر سو گیا اور جب لایا تب پانچ کپڑے اُس میں سے ضائع ہو گئے تھے اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کیونکر ضائع ہوئے اور کب ضائع ہوئے تو فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ معلوم ہو کہ اُسکی خواب کی حالت میں گم ہوئے ہیں تو ضمان دھوبی پر واجب ہوگی اجیر پر لازم نہ ہوگی - اور اگر یہ معلوم ہو کہ اجیر کی خواب کی حالت میں گم ہوئے ہیں تو اجیر ضامن ہے کہ اُسنے حفاظت واجبہ کو ترک کیا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دونوں صورتوں میں دھوبی سے ضمان لیوے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ دھوبی سے ضمان لینے کا قول

جو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا یہ اسوجہ سے ہے کہ فقیہ ابو جعفر اجیر مشترک کے مسئلہ میں صاحبین رحمہما اللہ کا قول اختیار کرتے
تھے ورنہ امام اعظم رحمہ کے قول کے موافق دھوبی ضامن نہوگا اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔ ہمارے استاد رحمہ نے فرمایا
کہ اسی پر فتوی کیا ہے کذا فی الکبری۔ دو دھوبی شرکت میں لوگوں کا کپڑا لیا کرتے تھے پس ایک دھوبی کام چھوڑ کر دوسرے
کو کپڑے دیکر چلا گیا اور انمیں سے کچھ ضائع ہو گیا تو دوسرے کو دینے سے اور دوسرے کے ضائع ہونے سے ضامن نہوگا کیونکہ
وہ دونوں شریک تھے تو ایک کا لینا مثل دوسرے کے لینے کے ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک دھوبی نے دھولائی کا
کپڑا بعوض اپنے قرضہ کے ایک شخص کے پاس رہن کیا پھر چھوڑا آیا حالانکہ مرتہن کے پاس کپڑے میں کچھ نجاست
لگ گئی تھی پھر جب کپڑے کے مالک نے اسکو دیکھا تو دھوبی سے کہا کہ اسکو پاک کر دے اُسنے انکار کیا اور باہم دونوں
میں جھگڑا ہوا اُسنے کپڑا دھوبی کے پاس چھوڑ دیا اور دھوبی کے پاس تلف ہو گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر نجاست سے
کپڑے کی قیمت میں کچھ نقصان نہیں آیا تو دھوبی پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر قیمت میں نقصان آیا ہو تو بقدر نقصان کے
دھوبی ضامن ہوگا اور کپڑا اُسکے پاس امانت میں تلف ہوا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص نے ریختہ کپڑا دھوبی
کو دیا اُسنے خم پر چڑھا دیا وہ بگڑ گیا اور دھوبی کو اُسکا حال معلوم نہ ہوا تو دھوبی ضامن ہوگا کیونکہ اُس کے فعل سے
تلف ہوا ہے اور نادانستگی عذر نہیں ہو سکتی ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک دھوبی نے دھولائی کا کپڑا خشک کیا اور دھواں
دی وہ جل گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر اسکو نچوڑا اور وہ پھٹ گیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر دھوبی کے اجیر نے ایسا
کیا مگر اُسنے عمداً بگاڑ ڈالنے کا قصد نہیں کیا تو اجیر ضامن نہ ہوگا بلکہ استاد یعنی دھوبی ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں
ہے۔ امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ اگر دھوبی اپنی دوکان میں چراغ لیگیا اور اُس سے کوئی کپڑا جل گیا مگر دھوبی کا قصور
فعلی نہیں ہے یعنی اسکے فعل سے نہیں جلا تو دھوبی ضامن ہوگا کیونکہ فی الجملہ اس سے احتراز ممکن تھا ہاں ایسی صورت
میں ضامن نہیں ہوتا ہے کہ جب ایسی آتش لگی ہو کہ جسکا بجھانا ممکن نہو اور یہ صاحبین کے قول کے موافق ہے اور امام اعظم
کے نزدیک جو چیز بدون اسکے فعل کے تلف ہو اسکا ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ دھوبی کے شاگرد یا اجیر خاص
نے اگر دھوبی کے حکم سے دوکان میں چراغ روشن کرنے کے لیے آگ پہونچائی اور اُسمیں سے کوئی شرارہ اُڑ کر دھولائی کے
کے کپڑوں میں لگ گیا یا چراغ کا تیل کسی دھولائی کے کپڑے کو لگ گیا تو اجیر ضامن نہوگا کیونکہ اُس نے دھوبی کے
حکم سے آگ وہاں پہونچائی ہے بلکہ دھوبی ضامن ہوگا اور اجیر کا فعل مثل دھوبی کے فعل کے قرار دیا جائے گا اور ظاہر
ہے کہ دھوبی کے خود فعل سے دھوبی ضامن ہوتا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اجیر مشترک کے شاگرد کے ہاتھ سے
اگر چراغ گر گیا اور اُس سے دھولائی کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا جل گیا تو اسکی ضمان اجیر مشترک پر لازم ہوگی اور اگر
دھولائی کا کپڑا نہووے تو اجیر ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ دھوبی نے دوکان کا چراغ گل کر دیا اور فتیلہ وہیں
چھوڑ دی انمیں کچھ شرارہ رہگیا تھا وہ کسی شخص کے کپڑے پر گر پڑا اور کپڑا جلا دیا تو دھوبی ضامن نہوگا اور اسی پر
فتوی ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور تجرید میں لکھا ہے کہ دھوبی وغیرہ تمام کاریگروں کے شاگردوں یا اجیر پر ضمان لازم
نہیں آتی ہے مگر وہیں جہاں عدوان ثابت ہو ہاں استاد یعنی کاریگر سے ضمان لیجاویگی اور وہ مال ضمانت اپنے شاگرد یا اجیر
سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ دھوبی کے اجیر نے اگر اسکی دوکان میں کوئی کپڑا اوڑھا پس اگر ایسا کپڑا
ہو جو اوڑھا جاتا ہے یعنی بچھونا ہو سکتا ہے تو ضامن نہوگا اور اگر ایسا نہو مثلاً باریک کپڑا ہو تو ضامن ہوگا خواہ دھولائی

کے کپڑوں میں سے ہو یا انکے سوائے ہو یہ صغریٰ میں ہے۔ اگر اجیر مشترک سے شرط ٹھہرالی کہ اگر تلف ہو جائیگا تو تو ضامن ہے تو بعض نے کہا کہ بالاجماع ضامن ہو گا مگر فتوے دیا گیا ہے کہ ایسی شرط کا کچھ اثر نہیں ہے شرط کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر استاد کے گھر میں اسکی اجازت سے کوئی چیز اٹھالایا اور وہ کسی کپڑے پر گر پڑی وہ پھٹ گیا پس اگر دھولائی کے کپڑوں میں سے ہو تو استاد ضامن ہو گا تلمیذ ضامن نہو گا اور اگر دھولائی میں سے نہو تو اجیر ضامن ہو گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر اجیر اپنے استاد کی خدمت میں کوئی شے اٹھالایا اور وہ گر کر خراب ہو گئی تو ضامن نہو گا اور اگر استاد کے پاس کسی ودیعت کی چیز پر گری اور اسکو خراب کر دیا تو اُسکا ضامن ہو گا اسی طرح اگر اُسنے لغزش کھائی اور ودیعت کی چیز پر گری تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بچھانے کیواسطے کوئی فرش مستعار لیا ہو یا تکیہ ہو اسپر ایسا معاملہ واقع ہونے سے مالک مکان یا اجیر دونوں میں سے کسی پر ضمان لازم نہیں آتی ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور عادت کے موافق دھوبی کے کُندی کرنے سے جو کچھ تلف ہو یا نا ندمیں چونہ سے یا دھوپ دینے سے کچھ جل جاوے تو دھوبی اُسکا ضامن ہے اور مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دھوبی سے تیار کپڑے کے حساب سے قیمت لیکر اسکو اجرت دیدے یا بے بنے ہوئے کپڑے کی قیمت ڈانڈ لے اور کچھ اجرت نہ دیوے۔ اور اگر مالک سے دھوبی نے کہا کہ یہ کپڑا کوٹنے وکندی کرنے کو برداشت نہیں کرسکتا ہے یا کسی شخص نے شیشہ گر سے کہا کہ یہ شیشہ تراش دے اُسنے کہا کہ تراشنے میں ایسا شیشہ کمتر سالم بچتا ہے اُسنے کہا کہ اگر پھٹ گیا یا ٹوٹ گیا تو تجھپر کچھ الزام نہیں ہے پس دھوبی نے کُندی کی یا شیشہ گر نے تراش دیا پھر کپڑا پھٹ گیا یا شیشہ ٹوٹ گیا پس اگر غالباً ایسی چیز صحیح سالم نہیں رہتی ہے تو مالک اُس سے ضمان نہیں لے سکتا ہے کیونکہ وہ راضی ہو چکا ہے اور اگر بسا اوقات صحیح سالم رہتی ہو تو ضمان لے سکتا ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر کُندی کرنے والے نے دھوبی کے اجیر کے ہاتھ سے کُندی کرنے کے وقت کُندی پلٹ کر کسی دوسرے کپڑے پر جا پڑی اور وہ پھٹ گیا پس اگر اس لکڑی پر جس پر کُندی کیجاتی ہے چوٹ پڑنے سے پہلے چھوٹ کر کسی کپڑے پر جا پڑی اور وہ کپڑا دھولائی کے کپڑوں میں سے ہے تو اُسپر ضمان لازم نہیں ہے مگر دھوبی پر ضمان واجب ہو گی اور اگر وہ کپڑا دھولائی کے کپڑوں میں سے نہیں ہے تو اجیر ضامن ہو گا۔ اور اگر اُس لکڑی پر جسپر کُندی کیجاتی ہے چوٹ پڑنے کے بعد ٹوٹ کر کسی کپڑے پر جا پڑی ہو تو ظاہر الروایت میں بلاتفصیل لکھا ہے کہ اجیر ضامن نہو گا کوئی تفصیل بیان نہیں ہے کہ دھولائی کا کپڑا خراب ہوا یا دوسرا کپڑا خراب ہوا اور فقیہ ابوبکر بلخی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جو تفصیل ابتدائے منقلب ہو جانے میں مذکور ہے وہی اس صورت میں بھی ہونی چاہیے کذا فی الذخیرہ اور نوادر میں لکھا ہے کہ اگر کُندی اُسکے ہاتھ سے لوٹ کر چھوٹی اور کسی شخص پر جا پڑی اور اُسکو قتل کیا تو اُسکی ضمان اجیر پر ہو گی دھوبی پر نہو گی یوں ہی کتاب میں لکھا ہے اور شیخ معروف بخواہر زادہ نے یہ صورت پہلی وجہ میں بیان فرمائی ہے یعنے جبکہ لکڑی پر چوٹ پڑنے سے پہلے چھوٹ کر کہیں جا پڑی ہو اور دوسری صورت میں یعنے جبکہ کُندی کی چوٹ اُس لکڑی پر جس پر کُندی کیجاتی ہے واقع ہونے کے بعد کُندی نے چھوٹ کر کسی شخص کو قتل کیا ہو تو لکھا ہے بعض کے قول کے موافق یہی حکم ہے ولیکن ظاہر الروایہ کے موافق ضامن نہو گا۔ مگر واضح ہو کہ تفصیل ٹھیک نہیں ہے صحیح وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کُندی گری کی چیز وں میں سے کوئی چیز جس پر کُندی کیجاتی ہے یا جس سے کُندی کیجاتی ہے شاگرد کے ہاتھ سے ٹوٹ گئی تو ضامن نہ ہو گا۔ اور اگر

ظاہر یہ کہ اس صورت میں بھی ضامن نہ ہوگا [illegible]

ایسی چیز نہو جس سے کندی کیجاتی ہے یا جس پر کیجاتی ہے تو شاگرد ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ (فتاوی) قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص نے چند لوگوں کو اپنے گھر میں بلایا وہ لوگ اُسکے فرش پر چلے آئے وہ پھٹ گیا یا تکیہ جو کہ بیٹھنے کیواسطے تھا اُس سے وہ پھٹ گیا یا مہمان تلوار ڈالے ہوئے تھا جب بیٹھا تو اُس تلوار سے بچھونا یا تکیہ پھٹ گیا تو اُسپر ضمان واجب نہیں ہے اور اگر صاحب خانہ کا کوئی برتن پیرون کے نیچے چور کر دیا یا ایسے کپڑے کو روند دیا جسکے مثل روندا نہیں جاتا ہے اور بچھایا نہیں جاتا ہے تو ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دھوبی نے کپڑے خشک کرنے کیواسطے ایک رسی پر لٹکا دیئے اور اسطرف سے کوئی شخص بوجھ لادے ہوئے جانور لیکر گذرا اور اسطرح ہانکا کہ کپڑون پر صدمہ پہونچایا اور وہ پھٹ گئے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک دھوبی ضامن نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اور جو شخص جانور ہانکتا ہے وہ اس نقصان کا ضامن ہے کذا فی الذخیرہ۔ اگر دھوبی نے کپڑے کے مالک سے درخواست کی کہ میرے ساتھ کندی کرنے میں مدد کرے اور ہر دونون نے کندی کی چوٹ لگائی اور کپڑا پھٹ گیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس کی چوٹ سے پھٹا گیا ہے تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نصف کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے کذا فی الغیاثیہ اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ فتوی اسپر ہے کہ وہ نصف کا ضامن نہوگا یہ کبری میں ہے۔ اور واضح ہو کہ مالک کے مدد کرنے کی صورت میں اگر کپڑا نہ پھٹا تو آیا اجرت میں سے بھی بقدر مالک کے کام کے کم کر دیا جائیگا پس صاحب محیط نے کتاب الفوائد میں لکھا ہے کہ کم کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر درزی کے پاس آکر مالک نے درزی کے قبضہ میں کچھ کپڑا مالکر سلایا یا جولاہہ کے پاس جاکر کچھ مدد کر کے بُنا یا تو بھی بقدر کام کے حصہ اجرت ساقط کر دیا جائیگا اور یہی صحیح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر دھوبی نے درحالیکہ مالک نے اپنا کپڑا لے لینا چاہا تھا بغرض اپنی مزدوری وصول کرنے کے کپڑا تھام لیا اور مالک نے اسکو کھینچا اور وہ پھٹ گیا تو دھوبی پر نصف نقصان خرق کی ضمان واجب ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ دو شریک دھوبیوں میں سے ایک شخص کے ہاتھ سے کچھ نقصان ہوا تو اسکی ضمان دونون دھوبیون پر لازم ہوگی یعنی مالک کو اختیار ہوگا کہ دونون میں سے جس سے چاہے اپنے کپڑے کی پوری قیمت ڈانڈ بھرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک دھوبی نے کسی باعث سے کپڑے کی ضمان داخل کر دی پھر وہ کپڑا ظاہر ہوا تو شیخ ابو نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دھوبی اُسکا مالک نہوگا یہ حاوی میں ہے۔ کتاب العدۃ کے ابواب الاجارات میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے دھوبی کو ایک کپڑا دیا اور شرط لگائی کہ اسکو دھو دے اور ہاتھ سے نہ رکھنا جبتک کہ تو اس کام سے فارغ نہو جاوے یا یہ شرط لگائی کہ آج یا کل میں دھو کر دیدے اُسنے ایسا نہ کیا اور مالک نے بار ہا اُس سے مطالبہ کیا اُسنے نہ دیا یہانتک کہ چوری گیا تو ضامن نہوگا۔ اور ائمہ بخارا سے فتوی طلب کیا گیا کہ ایک دھوبی سے شرط لگائی کہ آج دھو کر دیدے اُسنے نہ دیا پھر دوسرے روز کپڑا تلف ہو گیا پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ ہان ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے زید نے اپنا کپڑا درزی یا دھوبی کو دیا اور خالد کو وکیل کیا کہ اسکو وصول کرے جب اُسنے طلب کیا تو درزی یا دھوبی نے وکیل کو دوسرا کپڑا دیدیا تو زید کو یہ کپڑا لے لینا لازم نہوگا اور خالد وکیل بھی ضامن نہوگا اگر وکیل کے پاس تلف ہو جاوے اور زید کو اختیار ہے کہ اپنے کپڑے کیواسطے اجیر مشترک کا دامنگیر ہو اور یہ حکم ہوتا ہے کہ جو کپڑا اجیر مشترک نے دیا ہے وہ اجیر مشترک کا ہو وے اور اگر دوسرے شخص مثلاً عمرو کا ہووے تو عمرو کو اختیار ہے کہ درصورت تلف ہونے کے چاہے اجیر سے ضمان لے یا وکیل سے پس اگر اُسنے اجیر سے ضمان لی تو اجیر ان ضمان کو خالد سے وصول نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُسنے وکیل سے ضمان لی تو وکیل جسقدر ڈانڈ بھرا ہے اسکو اجیر مشترک سے وصول کرے گا کیونکہ اُس نے

اسکو دھوبی کا دیا تھا یہ ذخیرہ میں نوازل سے ہے۔ دھوبی نے اگر مالک کو کسی دوسرے شخص کا کپڑا دیا اُسنے اس گمان سے
کہ میرا ہے قبضہ کر لیا تو در صورت تلف ہونے کے ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر دھوبی نے مالک کو کسی دوسرے کا
تھان خطا سے حوالہ کیا اُسنے لیکر قطع کر کے سلا لیا تو اصل مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان... پس
اگر اُسنے قطع کرانے والے سے ضمان لی تو مال ضمان کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر دھوبی سے ضمان لی تو دھوبی
ڈھونڈھ کا مال اُسی قطع کرنے والے سے وصول کریگا اور یہ اپنا کپڑا دھوبی سے وصول کرے اسی طرح اگر دھوبی نے
اپنا ذاتی کپڑا کسی شخص کو کپڑوں میں ملا کر دیدیا اور معلوم نہ ہوا اور اس شخص نے قطع کرا لیا تو یہ شخص دھوبی کو اُسکی قیمت
کی ضمان ادا کرے۔ اسی طرح ہر مستودع جو مودع کو اپنی ذاتی چیز باین گمان کہ یہ چیز مودع کی ہے ودیعت کے
ساتھ دیدے تو اُسکا بھی حکم ہے۔ اور اگر دھوبی نے کہا کہ یہ تیرا کپڑا ہے تو اسکے قول کی تصدیق ہو گی کیونکہ وہ امین ہے اور
یہی حکم ہر اجیر مشترک میں ہے۔ ہاں اب یہ رہا کہ اسکو نفع اٹھانا روا ہے یا نہیں ہے پس اگر اپنے کپڑے کے عوض لیا ہے
اور بدلا ہے تو رفع الاذن اور یہ اُسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی اگر اُسنے انکار کیا ہو کہ میرا کپڑا نہیں ہے۔ اسیطرح اگر دھوبی وغیرہ
نے کہا کہ میں نے تیرا کپڑا اسکے دیدیا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے قول کی تصدیق کیجاویگی اور صاحبین کے نزدیک
بدون ثبوت و گواہ اسکی تصدیق نہو گی یہ غیاثیہ میں ہے۔ قلت بحسب ان الفتی فی ہذا الزمان بقول الصاحبین صیانۃ لاموال المسلمین
نافہم۔ اگر مالک کے حکم سے دھوبی نے کپڑا روک رکھا اور وہ تلف ہو گیا پس اگر اجرت نہیں لے چکا ہے تو امام اعظم کے
نزدیک ضامن نہو گا بخلاف قول صاحبین رح کے اور اگر پا چکا ہو پھر تلف ہوا تو بالاجماع امانت میں تلف ہوا۔ اور امام
اعظم رح سے ایک روایت میں آیا ہے کہ دھوبی کو روک رکھنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اُسنے روک رکھا اور تلف ہوا تو ضامن
ہو گا یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے شاگرد پیشہ کے ہاتھ ایک کپڑا دھوبی کے پاس دھونے کو
روانہ کیا پھر دھوبی سے کہدیا کہ جب تو اسکو درست کر چکے تو میرے شاگرد پیشہ کو نہ دینا پھر جب دھوبی درست کر چکا
تو اُسنے شاگرد پیشہ کو دیدیا اور شاگرد اسکو لیکر بھاگ گیا پس آیا دھوبی ضامن ہو گا تو فرمایا کہ اگر شاگرد نے کپڑا دینے
کے وقت یہ مضمون کہا کہ یہ کپڑا فلاں شخص کا ہے اُسنے میرے ہاتھ تیرے پاس بھیجا ہے تو ضامن نہو گا اور اگر یہ کہا ہو پس
اگر دھوبی نے اُسکے قول کی تصدیق کی ہو تو ضامن ہو گا ورنہ ضامن نہو گا یہ محیط میں ہے۔ صاحب المحیط نے
ابیاریات میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دھوبی کو اپنا کپڑا دیا پھر اسکے پاس لینے آیا اُسنے کہا کہ میں نے تیرا کپڑا
ایک شخص کو اسکے کپڑے کے دھوکے میں دیدیا تو دھوبی ضامن ہو گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ہمارے زمانہ میں ایسا
واقعہ پیش آیا اور اسکی یہ صورت ہوئی کہ رات کے وقت چند چور ایک دھوبی کے دروازہ پر آئے اور سب کے سب
کسی گوشہ میں چھپ رہے مگر ایک چور اسکے دروازہ پر گیا اور آواز دی کہ میں وہاں کا رہنے والا ہوں اور محنت
میں بہت پیاسا ہوں ایک ذرا سا پانی مجھے پلا دے اُسنے ترس کھا کر دروازہ کھول دیا اور پانی لایا اور چور اُسکی
چوکھٹ پر بیٹھکر پانی پینے لگا اسنے میں سب چور آگئے اور اُسکے مکان میں گھس پڑے اور دھوبی کو مع اُسکے
عیال کے گرفتار کر لیا اور تمام لوگوں کے کپڑے جو اُسکے یہاں سے نکلے باندھ لیگئے پس آیا دھوبی اس صورت میں
ضامن ہو یا نہیں تو ائمہ نے بالاتفاق فتوی دیا کہ یہ سرقہ غالب نہیں ہے اور ضمان لازم ہو گی اور اس مسئلہ کو
دوسرے مسئلہ پر قیاس کیا وہ یہ ہے جو شرح قدوری میں ہے کہ بیان کیا ہے کہ اگر چراغ کی آگ سے دھوبی کی

دوکان جل گئی تو یہ حرق غالب نہیں ہے اسوجہ سے کہ اگر ابتداء اسے اسکا علم ہو تو احتراز ممکن ہے اور حرق غالب وہ ہوتا ہے
کہ باوجود ابتداء سے علم کے اسکا انسداد ممکن نہو پس سرقہ غالب وہ کہ اگر ابتداء سے علم ہو تو اسکا تدارک ممکن نہو اور
یہ سرقہ جو واقع ہوا غالب نہیں ہے کیونکہ اگر ابتداء سے علم ہو تو انسداد ممکن ہے کہ دروازہ نہ کھولے یہ ذخیرہ میں
ہے۔ خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر دھوبی سے یہ شرط لگائی کہ اسطرح دھو دے کہ پھٹنے نہ پاوے تو یہ شرط صحیح ہے اسلیے
کہ یہ دھوبی کے امکان میں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ دھوبی نے اگر دھولائی کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا پہنا پھر
اسکو اتار دیا پھر اسکے بعد ضائع ہوا تو ضامن نہو گا۔ اسی طور پر سے موزہ دوز نے اگر موزہ منتعل کرنے کیواسطے
لیا اور پہن لیا تو جب تک پہنے رہا تب تک ضامن ہے پھر اگر اتار دیا پھر ضائع ہوا تو ضامن نہو گا یہ فصول عمادیہ میں
ہے اگر ایک شخص حمام میں گیا اور اپنے کپڑے حمام والے کو سپرد کر دیے اور اسکو اجارہ پر مقرر کیا کہ اسکی حفاظت
کرے اور شرط کر لی کہ اگر تلف ہوے تو تو ضامن ہو گا تو فقیہ ابوبکر بلخی فرماتے تھے کہ حمامی بالاجماع ضامن ہو گا اور
فرماتے تھے کہ امام اعظم رح کے نزدیک اجیر مشترک صرف ایسی صورت میں ضامن نہیں ہوتا ہے کہ جب اس سے
درصورت تلف ہونے کے ضمان کی شرط نہ لگا دے اور اگر شرط لگا دے تو ضامن ہو گا۔ اور فقیہ ابوجعفر رح ضمان
کی شرط لگانا اور نہ لگانا برابر جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ ضمان لازم نہ ہو گی اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ ہم اسی کو
لیتے ہیں اور ہم یہی فتوی دیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص حمام میں گیا اور اپنے کپڑے حفاظت کیواسطے
حمام والے کو سپرد کر دیے وہ ضائع ہو گئے تو بالاجماع ضامن نہو گا کیونکہ حمامی مستودع تھا اسواسطے کہ پوری اجرت
حمام سے انتفاع کے مقابلہ میں تھی ولیکن اگر شرط کر لی کہ اجرت ہمقابلہ حفاظت کے ہے تو یہ حکم نہیں ہے اور اگر کہا
کہ کپڑوں کی حفاظت اور حمام سے نفع اٹھانے کے مقابلہ میں اجرت ہے تو اسوقت میں حکم اختلافی ہو گا اور اگر ایسے
شخص کو دیا جو اجرت پر حفاظت کرتا ہے جیسے ثیابی تو حکم میں اختلاف ہے کذا فی الصغری۔ ایک شخص حمام میں گیا اور
حمامی سے پوچھا کہ اپنے کپڑے کہاں رکھوں اسنے کسی مقام کو اشارہ کیا اسنے وہیں رکھ دیے اور حمام میں گھس گیا
اور حمام سے ایک شخص دوسرا نکلا وہ ان کپڑوں کو اٹھا لیگیا اور حمامی نے منع نہ کیا اور گمان کیا کہ یہ اسی کے کپڑے
ہیں تو حمام والا ضامن ہو گا یہ قول شیخ محمد بن سلمہ وابونصر الدبوسی کا ہے اور شیخ ابوالقاسم فرماتے تھے کہ ضامن نہو گا
اور قول اول اصح ہے یہ محیط میں ہے۔ حمام کا ثیابی سو گیا اور کپڑے چوری گئے اگر بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو تو ضامن نہو گا
اور اگر کروٹ سے یا چت سو یا ہو تو ضامن ہو گا یہ وجیز کردری میں ہے۔ قلت عند الاعظم رح فی ہٰذا الاجیر استودع تامل فیہ
ثیابی اگر حمام میں سے باہر چلا آیا اور کوئی کپڑا ضائع ہوا پس اگر ثیابی نے اسکو ضائع کرنے کے طور پر چھوڑ دیا ہو تو ضامن
ہو گا۔ اور اگر نائی یا حمامی یا اپنے عیال میں سے کسی کے سپرد کیا ہو تو ضامن نہو گا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے
حمامی کے سامنے کپڑے اتارے اور اسکے پاس چھوڑ کر حمام میں چلا گیا اور زبان سے کچھ نہ کہا پھر حمام سے نکلا تو
نہ پائے پس اگر حمامی کے پاس کوئی ثیابی نہو تو حمامی ویسا ضامن ہو گا جیسا کہ مستودع ضامن ہوتا ہے کیونکہ اسکے
سامنے رکھ دینا استحفاظ ہے ایسا ہی محمد بن سلمہ نے فرمایا ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اسی پر فتوی دیا جاتا
کذا فی الفتاوی العتابیہ اور اگر حمامی کے یہاں ثیابی ہو مگر اسوقت حاضر نہ تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حاضر ہو تو
حمامی ضامن نہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے آکر اپنے کپڑے ایک شخص کے پاس رکھدیے کہ

کہ وہ وہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے نہ قبول کیے اور نہ انکار کیا کہ میرے پاس مت رکھ تو در صورت تلف ہو جانے کے
وہ شخص ضامن ہو گا کیونکہ عرفاً یہ معاملہ استحفاظ ہے یہ حاوی میں ہے ایک عورت زنانہ حمام میں نہانے گئی اور اپنے
کپڑے جس مقام پر برہنہ ہوتے ہیں اتار کر داخل ہوئی اور حامیہ یعنی جو عورت حمام کی مالک تھی وہ ان کپڑوں کو دیکھ رہی
تھی پھر وہ حامیہ عورت کسی کے پیچھے پیچھے حمام میں اسواسطے پانی لینے گئی کہ اپنی دختر کے بچہ کو نہلا دے اور اُس کی بیٹی اور
دریچہ حمام کی دہلیز پر تھی کہ وہاں سے اپنی ماں کو دیکھتی تھی پھر اس عورت کے کپڑے گم ہو گئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر
عورت کے کپڑے حامیہ و اسکی بیٹی دونوں کی آنکھ سے غائب ہو گئے ہوں تو حامیہ ضامن ہو گی ورنہ نہیں یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ زید حمام سے نکلا اور ثیابی سے کہا کہ میرے کپڑوں میں تھیلی میں درم تھے وہ ضائع ہو گئے پس
اگر ثیابی نے اقرار نہیں کیا ہے تو اُسپر ضمان نہیں اور اگر اقرار کیا پس اگر انکو اسطرح چھوڑ گیا ہے کہ ضائع ہو جاویں
تو ضامن ہو گا اور اگر اُسنے تضییع نہیں کی تو اسکا حکم ہے جیسے دھوبی کے مسئلہ میں ذکر فرمایا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے
امام محمد رح نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ چرواہا اگر اجیر خاص ہو اور بکریوں میں سے کوئی بکری مر گئی ہے تو ضامن نہوا
تو اجرت میں سے اُسکے حساب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا مگر مستاجر کو یہ اختیار ہو گا کہ بجائے اُسکے دوسری بکریاں چرانے
کے واسطے اسکو تکلیف کرے اور اگر ان بکریوں میں سے چرانے یا پانی پلانے میں کچھ بکریاں مرگئیں تو اجیر خاص ضامن
نہو گا یہ سب اجیر خاص ہونے کی صورت میں ہے اور اگر اجیر مشترک ہو تو جسقدر بکریاں مرجاویں بالاجماع انکا ضامن نہو گا
اور یہ حکم اسوقت ہے کہ بکریوں کا مرنا دونوں کی باہمی تصدیق یا گواہی سے ثابت ہوا اور اگر اختلاف ہوا کہ چرواہے نے
مرنے کا دعوی کیا اور مالک نے انکار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک چرواہے کا قول قبول ہو گا اور صاحبین کے نزدیک
بکریوں کے مالک کا قول مقبول ہو گا۔ اور اگر چرواہا بکریوں کو چراگاہ کی طرف لیچلا اور راہ میں کوئی بکری مر گئی مگر اسکے
ہانکنے میں نہیں مری بلکہ اور وجہ سے مثلاً پہاڑ پر چڑھی یا کسی بلند مقام پر چڑھ کر وہاں سے گر کر مر گئی تو امام اعظم رح
کے نزدیک اجیر پر ضمان نہو گی اور صاحبین کے نزدیک ضمان لازم ہو گی اسی طرح اگر کسی نہر پر انکو پانی پلانے لایا اور
کوئی بکری ڈوب گئی تو بھی یہی اختلافی حکم ہے۔ اسیطرح اگر اسمیں سے بھیڑیا لیگیا یا چور لیگیا تو بھی اختلاف ہے اور
اگر اُسکے ہانکنے سے مری مثلاً اُسے تیز ہانکا اور لغزش کھا کر اسکا پانوں ٹوٹ گیا یا گر پڑی اور گردن ٹوٹ گئی تو تینوں
اماموں کے نزدیک بالاتفاق چرواہا ضامن ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر بھیڑیے نے کوئی بکری کھالی حالانکہ چرواہا وہیں
تھا پس اگر ایک سے زیادہ کئی بھیڑیے ہوں تو ضامن نہو گا کیونکہ یہ مثل سرقہ غالبہ کے ہے اور اگر ایک بھیڑیا ہو تو
ضامن ہو گا یہ ذخیرہ کبری میں ہے۔ اگر گاے کے چرواہے نے گاؤں کو ہانکا اور انھوں نے ہانکنے میں باہم ایک
دوسرے کے سینگ مارے اور بعض نے بعض کو مار ڈالا پس اگر اجیر کسی شخص کا اجیر خاص ہو تو ضامن نہ ہو گا
اور اگر چند لوگوں کا چرواہا اجیر مشترک ہو تو ضامن ہو گا اسیطرح اگر چرواہا ایک شخص کا اجیر خاص ہو مگر گائیں چند لوگوں
کی ہوں تو بھی جو گاے اسکے ہانکنے میں تلف ہوئی اُسکا ضامن ہو گا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ چرواہے نے
اگر کسی بکری کو مارا اور اسکی آنکھ پھوٹ گئی یا پانوں ٹوٹ گیا یا اُسکے جسم سے کچھ تلف ہو گیا تو ضامن ہو گا۔ اور
ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح کے قول پر ہے اور صاحبین کے قول کے قیاس پر اگر بکری کو موضع معتاد
پر عادت کے موافق مارا ہے تو ضامن نہونا چاہیے۔ اور بعض نے کہا کہ چاہیے کہ یہ لحاظ کیا جاوے کہ ایسی چیز سے

مارے جس سے بکریوں کو مارتے ہیں اور یہ بالاجماع ہے کذا فی الظہیریہ پس اگر بکری کو لاٹھی سے مارا تو سب کے
نزدیک ضامن ہوگا۔ اور واضح ہو کہ چرواہے کو اختیار ہے کہ خود چراوے یا اپنے شاگرد یا اجیر یا اہل عیال میں
سے کوئی چراوے اور اگر چرواہے نے سوائے ان لوگوں کے کسی غیر کو حفاظت کے واسطے دیدیں تو درصورت ضائع
ہونے کے ضامن ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور چرواہے کو اختیار ہے کہ بکریاں اپنے غلام یا اجیر یا بالغ بیٹے کے ہاتھ جو
اسکے عیال میں ہے روانہ کرے پس اگر واپسی میں راہ میں کوئی بکری مرگئی پس اگر چرواہا اجیر مشترک ہو تو امام اعظم رح کے
نزدیک ہر حال میں اسپر ضمان واجب نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر ایسی وجہ سے تلف ہوئی کہ جس سے
احتراز ممکن تھا تو ضامن ہوگا چنانچہ اگر خود واپس لاتا اور ایسے سبب سے تلف ہو جاتی تو ضامن ہوتا۔ اور اگر چرواہا
اجیر خاص ہو تو ہر حال میں اسپر ضمان نہیں ہے چنانچہ اگر خود واپس لاتا اور اسکے ساتھ میں تلف ہوتی تو ضامن نہ ہوتا
اور امام زاہد شیخ احمد طواویسی نے فرمایا کہ اجیر مشترک کو یہ بھی اختیار ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ واپس کرے جو اسکے
عیال میں نہیں ہے اور اجیر خاص کو یہ اختیار نہیں ہے اور حاکم شہید نے دونوں کو یکساں قرار دیا اور فرمایا کہ دونوں
کو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے مشترک چرواہے نے اگر سب کی بکریاں باہم خلط کر دیں پس اگر جدا کرنے پر
قادر ہے مثلاً ہر ایک کی بکریاں پہچانتا ہے تو اسپر ضمان لازم نہ ہوگی اور ہر ایک کی بکریوں کی تعیین کے بارہ میں
اسی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر جدا کرنا ممکن نہیں ہے مثلاً کہتا ہے کہ میں ہر ایک کی بکریاں نہیں پہچانتا ہوں تو بکریوں
کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مقدار قیمت میں چرواہے کا قول قبول ہوگا اور بکریوں کی قیمت وہ معتبر ہوگی
جو خلط ملط کرنے کے روز تھی اور یہ حکم بر اصل امام اعظم رحمہ اللہ مشکل نہیں ہے اور صاحبین کے قول کے موافق مشائخ
نے اختلاف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ خلط ملط کرنے کے روز کی قیمت صاحبین کے نزدیک بھی لیجاویگی اور یہی صحیح ہے
اور اگر بعض لوگوں نے دعوی کیا کہ یہ چند بکریاں ہماری ہیں تو چرواہے سے قسم لیجاویگی کہ یہ بکریاں اسکی نہیں ہیں
کیونکہ چرواہے پر ایسے امر کا دعوی کیا گیا ہے کہ اگر اسکا اقرار کرے تو اسکے ذمہ لازم ہو جاوے پس جب اسنے
انکار کیا تو قسم لیجاویگی پس اگر اسنے قسم کھالی تو بری ہوگیا اور اگر نکول کیا تو مدعی کو ان کی قیمت ادا کرے یہ ذخیرہ
میں ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بکریاں ایک شخص کے گلہ میں خلط کر دیں اور ایک
مدت تک مخلوط رہیں اور بکریوں کے مالک نے گمان کیا کہ وہ شخص بلا اجارت حفاظت کرتا ہے تو شیخ رح نے فرمایا
کہ اگر وہ شخص اجرت پر حفاظت کرنے میں مشہور ہو تو اسی کا قول قبول ہوگا اور بکریوں والے پر اسکی حفاظت
کرنے کی اجرت واجب ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر چرواہے کو خوف ہوا کہ یہ بکری مرجاویگی اسنے ذبح کر دی
تو استحساناً بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہوگا بشرطیکہ اسکی زندگی سے ناامیدی ہو اور اگر اسکی زندگی کی امید ہو تو
صدر الشہید نے اپنے واقعات کے باب اول شرکت میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کی بکری جسکی
زندگی کی امید نہیں ہے ذبح کر دی تو ضامن ہوگا اور چرواہا ضامن نہوگا پس اجنبی اور چرواہے میں فرق کیا اور فقیہ ابو اللیث
نے دونوں کو یکساں کر دیا اور کہا کہ جس طرح چرواہا ضامن نہیں ہوتا ہے اسی طرح اجنبی بھی ضامن نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے
یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دیکھا کہ زید کی بکری گر پڑی اور اسکے مرجانے کا خوف ہوا اسنے ذبح کر ڈالی تو
استحساناً ضامن نہوگا اور فتوی کے واسطے یہ مختار ہے کہ ضامن ہوگا اور اگر چرواہے و مالک میں اختلاف ہوا

مالک نے کہا کہ تو نے اسکی زندگی کی حالت مین ذبح کیا ہے اور چرواہے نے کہا کہ نہین بلکہ مردگی کی حالت مین ذبح
کیا ہے تو چرواہے کا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے اگر مالک نے کہا کہ اسکو ذبح کر ڈال بشرطیکہ اُسکے پیٹ
مین بچہ نہوئے چرواہے نے کہا کہ یقیناً جانتا ہون کہ اُسکے پیٹ مین بچہ نہین ہے پھر جب ذبح کیا تو بچہ نکلا تو چرواہا
ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر کوئی گائے بیمار ہوئی اور چرواہے کو اُسکے مرنے کا خوف ہوا اُس نے
ذبح کر دی تو ضامن نہوگا اور اگر نہ ذبح کی یہانتک کہ مرگئی تو بھی ضامن نہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر بکریونکے
مالک نے چاہا کہ اسقدر بکریان بڑھاوے جنکو چرواہا سنبھال سکتا ہے تو اسکو یہ اختیار ہے۔ اور اگر بکریون کے
مالک نے آدھی بکریان فروخت کر دین پس اگر چرواہے کو ایک ماہ کے واسطے اس شرط سے مقرر کیا ہو کہ میری
بکریون کی چرواہی کرے تو اسکی اجرت مقررہ کچھ کم نہین کر سکتا ہے اور اگر ایک مہینہ تک خاص ان بکریون کے
چرانے کے واسطے مقرر کیا ہو تو قیاساً اُسکو ان بکریون مین زیادہ کرنے کا اختیار نہین ہے ولیکن استحساناً فرمایا کہ
جسقدر سنبھال سکتا ہو اتنی بڑھاوے ولیکن سواے اس کام کے کسی دوسرے کام کی تکلیف نہین دیسکتا ہے۔ اور
فرمایا کہ اگر بکریون کے بچے پیدا ہون تو بکریون کے ساتھ بچون کا چرانا چرواہے پر واجب ہوگا یہی حکم قیاساً و
استحساناً دونون طرح ہے اور اگر مستاجر نے ایک مہینہ کے واسطے اجیر نہین کیا بلکہ کچھ معدود بکریان اس شرط سے
اُسکو دین کہ ایک درم ماہواری پر چراوے تو مستاجر کو ایک بکری بھی زیادہ کرنے کا اختیار نہین ہے اور اگر کچھ
بکریان اُنمین سے فروخت کر دین تو اجرت مین سے اسی حساب سے کمی کر دیجاویگی اور اگر بچے پیدا ہوئے تو بکریونکے
ساتھ انکا چرانا اجیر پر واجب نہوگا مگر بوقت تقرری کے اگر شرط کر دے کہ بکریون کے بچے اور بکریونکے ساتھ
چراوے تو قیاساً فاسد ہے اور استحساناً جائز فرمایا ہے اور سب صورتون مین بکریون کے مانند اونٹ و گائے و گھوڑے
و گدھے و خچرون کا یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور چرواہے کو یہ اختیار نہین ہے کہ بدون مالک کی اجازت کے کسی
جانور مادہ پر نر چھوڑا دے اور گابھن کراوے اور اگر اُسنے ایسا کیا اور کچھ نقصان ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر چرواہے
نے ایسا نہ کیا بلکہ گلہ مین سے کوئی نر خود ہی کسی مادہ پر جا پڑا اور وہ مادہ مرگئی تو چرواہا ضامن نہوگا اور یہ حکم
بالاجماع ہے بشرطیکہ چرواہا اجیر خاص ہو اور اگر اجیر مشترک ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے مگر صاحبین کے
نزدیک ضامن ہوگا۔ اور اگر گلہ مین سے کوئی جانور وحشت کھا کر بھاگ گیا اور چرواہے نے بدین خیال کہ باقی جانور
ضائع نہو جاوین اُس وحشی کا پیچھا نہ کیا تو اُسکو گنجایش ہے اور اُس بھگوڑے کی ضمان لازم نہ آویگی اور یہ بالاجماع
ہے بشرطیکہ اجیر خاص ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر اجیر مشترک ہو تو بھی یہی حکم ہے اگرچہ اُسنے بھگوڑے کا
پیچھا کرنا اور اُسکی حفاظت کرنی چھوڑ دی اور مردہ مین ترک حفاظت سے ضامن ہوا کرتا ہے پس یہان ضامن نہونا
اسوجہ سے ہے کہ مردہ مین ترک حفاظت سے ایسی صورت مین ضامن ہوتا ہے کہ بلا عذر ترک حفاظت کرے اور
یہان عذر موجود ہے کہ باقی ضائع نہو جاوین اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اسلیے کہ جس سے احتراز ممکن تھا
ایسی صورت مین ترک حفاظت ثابت ہوئی۔ اور مینے کتاب کے بعض نسخے مین یون لکھا دیکھا کہ جو جانور
وحشت سے بھاگ گیا اُسکا ضامن نہوگا بشرطیکہ اسکو ایسا شخص بھی دستیاب نہوا ہو جو بھگوڑے کا پیچھا کرے
یا بھیجکر اُسکے مالک کو اس معاملہ کی خبر کرے۔ اور اگر اُسنے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا کہ اس بھگوڑے کو پکڑلاوے

ملہ نر جو ساتھ ہون مادیان کا گابھن کراوے تاکہ انکا بچہ حاصل ہوں

تو اُسنے احسان کیا پس یہ اجرت مالک پر ادا کرنی واجب نہوگی۔ اور اگر گلہ سے بکریاں کئی فرقہ ہوگئیں اور سب کی اتباع پر قادر نہوا اُسنے ایک فرقہ کا پیچھا کیا اور باقیوں کی حفاظت چھوڑ دی تو اُسکو گنجائش ہے اور اُسپر ضمان لازم نہ آویگی کیونکہ اُسنے بعض کا پیچھا کرنا بعذر ترک کیا ہے مگر صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا کیونکہ یہ ایسا عذر ہے کہ جس سے فی الجملہ احتراز ممکن ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر اُسنے بھگڑے جانور کے پکڑ لانے کیواسطے کسی شخص کو باجرت مقرر کیا تو اُسنے مفت احسان کیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے چرواہا مقرر کیا اور چراگاہ کا مقام خاص نہ کیا پس اگر اجیر مشترک ہے اور اُسنے کسی مقام پر جہاں اسکا جی چاہا گلہ چرایا اور کوئی جانور ڈوب کر یا درندہ کے گزند وغیرہ سے ہلاک ہوگیا اور مالک نے کہا کہ مینے تجہسے شرط یہ کردی تھی کہ میری بکریاں اس مقام کے سوا دوسرے مقام پر چرانا اور چرواہے نے کہا کہ نہیں بلکہ تونے اسی مقام کو بیان کیا تھا تو بالاجماع مالک کا قول قبول ہوگا اور چرواہے کے گواہ قبول ہونگے اور اگر چرواہا اجیر خاص ہو تو ایسے اختلاف کی صورت میں مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر چرواہے نے گواہ سنائے تو بالاجماع اسپر ضمان لازم نہ آویگی یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ اگر مالک نے کسی خاص مقام پر چرانے کا حکم دیا اور چرواہے نے اُس سے مخالفت کی اور کوئی جانور مرگیا تو چرواہا ضامن ہوگا اور اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر بکریاں صحیح سالم بچ رہیں تو قیاساً اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی مگر استحساناً اجرت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ شیخ نجم الائمہ حلیمی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے گھوڑے چرواہے کو سپرد کیے کہ مدت معلومہ تک انکی حفاظت کرے اور چرواہے کو چرانے وحفاظت کرنے کی اجرت دیدی پھر چرواہا کسی اپنے کام میں مشغول ہوگیا اور گھوڑے چھوڑ دیے اور وہ ضائع ہوگئے پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ اگر ایسا اشتغال گھوڑے کے چرواہوں میں متعارف ہو تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ دو غلی مادیوں کے چرواہے نے اگر کمند پھینکی اور گھوڑی کی گردن میں جا پڑی اور اُسنے کھینچی اور وہ مرگئی تو ضامن ہوگا۔ اور اگر مالک کی اجازت سے ایسا کیا تو ضامن نہوگا ایسا ہی کتاب الاصل میں مذکور ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ چرواہا اجیر خاص ہو اور اگر اجیر مشترک ہو تو ضامن ہوگا اور عامہ مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ ہر صورت میں اجیر پر ضمان نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور ولوالجیہ میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر چرواہے سے شرط ٹھہرائی کہ جو جانور تیرے فعل سے تلف ہوگا اُسکا تو ضامن ہوگا تو جائز ہے اور اس سے عقد اجارہ فاسد نہوگا اور اگر بعد عقد کے یہ شرط لگائی تو شرط صحیح نہوئی اور عقد فاسد نہوا یہی صحیح ہے اور یہی فتوے کے واسطے مختار ہے یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ اور اگر لوگوں نے چرواہے سے یہ شرط ٹھہرائی کہ جو جانور ریوڑ سے مرجائیگا اسکا تو ضامن ہوگا پس اگر عقد اجارہ میں ایسی شرط لگائی ہو تو عقد فاسد ہوگا یہی صحیح و فتوے کے واسطے مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر چرواہا اجیر مشترک ہو کہ پہاڑوں میں بکریاں چراتا ہو اور مالک نے شرط ٹھہرائی کہ جو مرجاوے اُسکی جسمی نشانی لاکر دکھاوے ورنہ ضامن ہوگا تو ایسی شرط معتبر نہیں ہے پھر امام اعظم رح کے نزدیک چرواہے کا قول قبول ہوگا اگرچہ جسمی نشانی نہ لاوے اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اگرچہ جسمی نشانی لاوے ولیکن اگر مرجانے پر گواہ قائم کرے تو بری ہوگا۔ اور ان بکریوں میں سے جب تک کہ مالک موجود نہو تب تک صدقہ کردے [illegible]

نہ کیا ہوگی کہ چرواہے سے صدقہ لیوے اور اگر مصدق نے چرواہے سے زکوٰۃ لے لی تو چرواہا ضامن نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر بکریوں کے مالک نے چرواہے سے کہا کہ میں نے تجھے سو بکریاں دی تھیں اُسنے کہا کہ نہیں بلکہ نوے بکریاں تھیں تو چرواہے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مالک کے گواہ مقبول ہونگے اور چرواہے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بکریوں کا دودھ پیوے یا پلاوے یا کھلاوے۔ کذا فی المحیط اور تجنیس خواہر زادہ میں لکھا ہے اور فروخت نہیں کرسکتا ہے اور اگر اُسنے ایسا کیا تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر چرواہا اجیر خاص ہو تو اُسکو اختیار نہیں ہے کہ کسی غیر کی بکریاں اجرت پر چراوے اور اگر چرانے پر اُسنے غیر شخص کی نوکری کرلی اور چند مہینے گذر گئے اور پہلے شخص کو معلوم نہ ہوا تو اُسکی اجرت دونوں میں سے ہر ایک پر پوری پوری واجب ہوگی اور سب حلال ہوگی اُنمیں سے کچھ صدقہ نہ کرے ولیکن چرواہا گنہگار رہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ولوالجیہ میں لکھا ہے کہ بخلاف اسکے اگر کسی شخص کو ایک روز کے لیے کھیت کاٹنے یا خدمت کیواسطے مقرر کیا اُسنے تیسرے دوپہر کام کیا پھر کسی دوسرے کی خدمت کی تو پوری اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور گنہگار رہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور فرمایا کہ اگر اجیر نے مہینہ میں ایک روز یا دو روز معطل بیکار چھوڑ دیے یا بیمار رہو گیا تو اجرت میں سے اُسی حساب سے وضع کرلیا جاوے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر چرواہے سے شرط لگا لی کہ اسقدر بچے میں پیدا ہوں اسکو پہچاننا ہے اور باقی سب تیرا ہے تو یہ سب شرطیں فاسد ہیں اور چرواہے نے جو کچھ اُنمیں سے لیا ہوگا اُسکا وہ ضامن ہوگا اور چرواہے کو اجر المثل ملیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر چرواہے سے زید کی بکریاں خالد کے قبضہ میں دیدیں اُسنے سب مار ڈالیں اور چرواہے نے اسکا اقرار کیا تو زید کو اختیار ہے کہ چرواہے سے ضمان لیوے اور خالد سے ضمان نہیں لے سکتا ہے اگر خالد نے یہ اقرار نہ کیا ہو کہ جو بکریاں میرے قبضہ میں آئی تھیں وہ زید کی ملک تھیں اور نہ زید اس امر کے گواہ قائم کرسکتا ہے۔ اور اگر زید نے گواہ قائم کیے کہ جو بکریاں فی الحال مقبوضہ خالد ہیں وہ میری ملک ہیں یا خالد نے خود اس امر کا اقرار کیا تو زید کو اختیار ہے کہ اگر خالد کے پاس وہ بکریاں بعینہ موجود ہوں تو واپس لے لے اور اگر مستہلک ہوں تو مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے چرواہے سے اُسکی ضمان لے یا خالد سے لے یہ محیط میں ہے اگر چرواہے نے خالد کو دیتے وقت یہ اقرار کیا ہو کہ یہ خالد کی ہیں تو پھر چرواہے کا قول خالد کے حق میں مقبول نہ ہوگا۔ یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک گاؤں والوں نے ایک چرواہا مقرر کیا کہ انکی گائے گوڑ چرایا کرتا تھا اور ان لوگوں نے چراگاہ مقرر کیے تھے جہاں سے گھنے پیڑ اور درخت تھے کہ انکی وجہ سے چرواہا ہر ایک گائے بیل پر نظر نہیں رکھ سکتا تھا اور ایک گائے ضائع ہوگئی تو چرواہا ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے۔ جو شخص حفاظت کیواسطے اجیر مقرر ہوا ہے وہ حفاظت چھوڑ دینے سے ضامن ہوگا اور ترک حفاظت یعنی یہ ہوتی ہے کہ ضائع ہو جانے تک اسکی نظر سے چیز غائب رہی ہو یہ ینابیع میں ہے۔ عیون المسائل میں ہے کہ شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ اگر چرواہے نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ بیل کہاں چلا گیا تو ضامن ہوگا کیونکہ یہ بمنزلہ تضییع کا اقرار ہے یعنی خود ضائع کر دینے کا اقرار ہے یہ قنیہ میں ہے۔ جامع الفتاویٰ میں ہے کہ شیخ الامام ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گاؤں کا چرواہا جسکی عادت تھی کہ چرانے لیجاتا اور واپسی پر بکریاں ہر ایک گائے کے مالک کے کوچہ میں چھوڑ دیتا اور مالک کے سپرد نہیں کرتا تھا اور بکریاں چرانے والا بھی ایسا ہی کرتا تھا۔ پس اگر گائے یا بکری مالک کے گھر پہونچنے سے پہلے ضائع ہو جاوے

توکیا وہ ضامن ہوگا تو شیخ نے فرمایا کہ ضمان لازم نہیں ہے اور شیخ ابوبکر بن محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایسا فعل اسکی طرف سے
مخالفت میں شمار نہو تو ضامن نہوگا یہ حاوی میں ہے۔ گنوار یا اپنے گاے بیل چرانے والے نے کہا کہ مین نے یہ گاے
اس گانون مین داخل کر دی تھی حالانکہ اُسکے مالک نے اسکو گانون مین نہ پایا پھر چند روز بعد پایا مگر مرگئی تھی پس
اگر اس گانون کے لوگ اتنے ہی پر راضی تھے کہ چرواہا گانون مین داخل کر دے ہر ایک کے مکان پر نہ پہونچا وے
تو چرواہے کا قول قبول ہوگا کہ مین نے یہ گاے گانون مین پہونچا دی تھی پس اگر اُسنے اس قول پر قسم کھانے سے
انکار کیا تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہ ہوگا۔ اسیطرح اگر چرواہے نے ہر ہو نکو اس جگہ پہونچا دیا جہان رات کو رہتے ہین
یعنی لکڑیان اور بانسون سے گھیر کر ایک حاطہ سا بنا لیتے ہین یا اسمین رہتے ہین۔ پھر وہان سے کوئی جانور نکل گیا اور ضائع
ہو تو بھی یہی حکم ہے ولیکن اگر شرط ٹھہر گئی ہو کہ ہر ایک کا بیل اُسکے مالک کو پہونچا یا کرے تو ضامن ہوگا۔ یہ وجیز کردری
مین ہے۔ منتقی مین لکھا ہے کہ اگر ہر ہے چرانے والے نے لوگونسے یہ شرط کر لی کہ جب مین ہر ہون کو گانون کے فلان مقام
تک پہونچا دون تو مین بری ہون تو شرط جائز ہے اور یہانتک پہونچا نے سے وہ بری ہوگا پھر اگر کسی شخص کا بیل مرگیا
اور اُسنے بجاے اُسکے دوسرا بیل وہین پہونچا دیا جہان سب ہر ہے جمع ہوتے ہین اور چرواہا انکو لیگیا تو یہ بیل بھی اُسی
شرط سابق سے اُسکے پاس رہیگا یعنے اگر اُسنے گانون کے اُس مقام تک پہونچا دیا تو بری ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے
اور لوگون کو اُسکے ساتھ مشارطت نہین چاہیے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنا بیل یا گاے وہان بھیجدی اور اُسنے جو شرط
چرواہے اور اہل قریہ کے درمیان ہے نہین سنی ہے تو جبتک چرواہا اُسکا جانور اسکو واپس نہ کرے بری نہوگا اور
اگر اسنے شرط سنی ہے تو استحساناً شرط جائز ہے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ جو منتقی مین مذکور ہے اسپر فتوی ہے یہ کبری
مین ہے۔ ایک عورت نے ایک شخص کے ہاتھ اپنا بیل ایک چرواہے کے پاس بھیجدیا پھر چرواہے کے پاس وہ ایلچی
آیا اور کہا کہ یہ بیل میرا ہے اور لیگیا پھر وہ بیل مرگیا پس اگر عورت نے گواہ قائم کیے تو چرواہے سے ضمان لے سکتی ہے
اور چرواہا اُس ایلچی سے نہین لے سکتا ہے بشرطیکہ چرواہے نے باوجود اس علم کے کہ یہ بیل عورت کا ہے ایلچی کو
دیدیا ہو اور اگر یہ نہین جانتا تھا تو ایلچی سے واپس لیگا یعنی مال ضمان یہ محیط مین ہے۔ فوائد صاحب المحیط مین لکھا ہے
کہ ایک شخص نے اپنا بیل ایک شخص کے ہاتھ ایک چرواہے کے پاس بھیجا اُسنے لاکر چرواہے سے کہا کہ فلان شخص نے
یہ بیل تیرے پاس بھیجا ہے اُسنے جواب دیا کہ تو اسکو لیجا مین نہین لیتا ہون وہ لیگیا اور بیل مرگیا تو چرواہا ضامن ہوگا
کیونکہ جب ایلچی نے چرواہے کے پاس پہونچایا تو رسالت تمام ہو گئی پس چرواہا امین قرار پایا اور مستودع کو یہ اختیار
نہین ہے کہ اجنبی کے پاس ودیعت رکھے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک گانون کے لوگون نے اپنے گدھے ایک
چرواہے کو دیے مگر آپس مین کہا کہ ہم اس چرواہے کو پہچانتے نہین ہین یہ سمجھکر ایک آدمی اُسکے ساتھ گیا راہ مین چرواہے
نے اُس آدمی سے کہا کہ تو ان گدھون کے ساتھ رہ تا کہ مین یہ گدھا لیجا کر اُسپر یہ چیز لادلاؤن یہ کہکر وہ گدھا لیکر معلوم
نہین کہان چلا گیا تو وہ شخص جو ساتھ گیا گیا تھا ضامن نہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ ہر ہے چرانیوالا یا بقورہ مین سے غائب
ہوگیا اور باقورہ ایک شخص کی کھیتی مین گھس پڑا اور کھیتی خراب کر دی تو بقار ضامن نہوگا ہان اگر بقار نے باقورہ
کو کسی شخص کی کھیتی مین ڈال دیا یا گانون سے باہر ہانک کر ساتھ لیجاتا تھا کہ گلہ کسی شخص کی کھیتی مین جا پڑا اسکے
ہانکنے مین کسی شخص کا مال تلف کر دیا تو بقار ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے۔ گلہ مین سے ایک بکری ایک

برتن بیچنے والے کی دوکان میں گھس پڑی اور چرواہا دوکان پر اسکو ہانکنے گیا اور ہانکنے میں گھڑے برتن پھوٹ گئے تو چرواہا ضامن ہو گا کیونکہ اُسکے ہانکنے میں ٹوٹے ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک گاؤں کے لوگ اپنے چارپائے نوبت نوبت چراتے ہیں پھر ایک شخص کی نوبت میں ایک بیل کھو گیا تو شیخ ابراہیم بن یوسف نے فرمایا کہ جو شخص اجیر مشترک کو ضامن کرتا ہے اسکے موافق یہ شخص ضامن ہو گا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس امر پر فتوی ہے کہ جو شئے اجیر مشترک کی حرکت سے ضائع ہو اُسکا ضامن ہوتا ہے اسکے سوائے ضامن نہیں ہوتا ہے یہ کبرے میں ہے قلت القلیل بارد ۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گاؤں کے لوگوں نے باہم اتفاق کر لیا کہ ہر روز ایک آدمی ہم میں سے چوپایہ گلہ کی حفاظت کیا کرے پھر ایک روز ایک شخص کی باری تھی اُسنے زید کو گلہ کی حفاظت کیواسطے اجیر مقرر کر لیا اجیر گلہ کو جنگل میں لایا اور اپنے گھر میں کھانا کھانے کیواسطے گھس گیا انمیں سے کچھ جانور ضائع ہوے تو کون ضامن ہو گا شیخ رح نے فرمایا کہ اگر اجیر کے غائب ہونے کی حالت میں ضائع ہوے تو اجیر ضامن ہے کیونکہ اُسنے نگہبانی چھوڑ دی اور اگر اُسکے واپس آنے کے بعد ضائع ہوے تو ضامن نہو گا کیونکہ واپس آنے سے اُسنے مخالفت سے وفاق کی طرف رجوع کر لیا ہے پس ضمان سے نکل گیا اور جس شخص کی باری تھی وہ کسی حال میں ضامن نہو گا یہ فتاوے نسفی میں ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب ہر ایک نے اپنی ذاتی حفاظت کی شرط نہ کر لی ہو اور اگر یہ شرط کر لی ہو کہ خود حفاظت کرے تو دوسرے کو دیدینے سے ضامن ہو گا۔ اور اجیر مشترک اس مسئلہ میں تبھی ضامن ہو گا کہ گلہ کے ساتھ اپنے عیال میں سے کسی کو نہ چھوڑ جاوے اور اگر کسی کو عیال میں محافظ چھوڑا ہو تو وہ بھی کسی حال میں ضامن نہ ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک چرواہا اجرت پر چرایا کرتا تھا اُسنے گلہ ایک شخص کے پاس حفاظت کیواسطے چھوڑ دیا اور خود گاؤں میں اس غرض سے گیا کہ جو جانور پیچھے چھوٹ گئے ہیں اُنکو ہانک لاوے یا کسی حاجت ذاتی کیواسطے گیا اتنے میں جو جانور باہر تھے اُنمیں سے بعضے تلف ہوے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر محافظ اُسکے عیال میں سے نہو تو ضامن ہو گا ورنہ ضامن نہ ہو گا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ بقار نے اگر گائے بیل کا گلہ کسی اجنبی کے پاس حفاظت کیواسطے چھوڑ دیا تو کیا ضامن ہو گا فرمایا کہ تھوڑی دیر تک جیسے پیشاب کرنے لگا یا کھانا کھانے لگا یا وضو کرنے لگا اتنی دیر تک چھوڑ دیا تو ضامن نہ ہو گا کیونکہ اسقدر عفو ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ بقار نے گلہ کو ایک لڑکے کی حفاظت پر چھوڑ دیا اور پانی پلانے کیوقت ایک گائے کسی آفت کی وجہ سے تلف ہو گئی پس اگر لڑکے سے حفاظت ہو سکتی تھی تو ضامن نہو گا اور اگر نہیں ہو سکتی تھی تو گویا اُسنے بلا محافظ چھوڑا پس ضامن ہو گا۔ یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ گائے بیل کا گلہ ایک پُل پر گذرا اور ایک بیل کا پاؤں ایک سوراخ میں جا پڑا اور ٹوٹ گیا یا کوئی گائے پانی میں گر کر غرق ہو گئی اور تلف ہو گئی تو بقار ضامن ہو گا اگرچہ اسکے ہانکنے سے ایسا نہیں ہوا بشرطیکہ اُس سے حفاظت ممکن ہو یہ ذخیرہ کبری میں ہے۔ ایک بقار نے گلہ دوسرے شخص کی حفاظت میں چھوڑ دیا اور ایک گائے تلف ہو گئی کہ اسکو ایک بھیڑیا کھا گیا تو ضامن نہو گا بشرطیکہ اپنے عیال میں سے کسی کے ہاتھ حفاظت پر چھوڑ دیا ہو ایک بقار نے گلہ کو ویسے ہی ضائع چھوڑ دیا اور خود گھر کو چلا گیا اور زبان سے اپنی جورو کو حفاظت کے واسطے کہدیا اُسنے شام تک حفاظت کی پھر معلوم ہوا کہ ایک گائے نہیں ہے اور یہ نہیں معلوم کہ کس وقت غائب ہو گئی تو بقار ضامن ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر بازار کی حفاظت کے واسطے ایک چوکیدار اجارہ لیا اور بازار والے

چوکیداری اجرت حسب حصہ وصول کرلی تو آیا چوکیدار کے حق مین یہ چوکیداری کا مال حلال ہے پس اگر اسکے رئیس نے چوکیدار کو اجارہ پر مقرر کیا ہو تو اُسکا عقد اجارہ سب کے حق مین نافذ ہوگا اگرچہ مکروہ جانتے ہون یہ ظہیریہ مین ہے۔

فصل ثانی ۔ متفرقات کے بیان مین ۔ نوازل مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے صیقل گر کو اپنی تلوار مع نیام صیقل کرنے کیواسطے دیدی اور وہ چوری گئی تو نیام کا ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے ۔ میرے دادا شیخ الاسلام برہان الدین کے فوائد مین ہے کہ مصحف مجید ایک وراق کو جلدسازی کیواسطے دیا اُسنے ساتھ لیکر سفر کیا اور چورون نے اس کو چھین لیا پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ ہان اور میرے چچا نظام الدین نے فرمایا کہ مین نے ظاہر فقہ پر اعتماد کرکے کہ جب مستودع مال ودیعت کو لیکر سفر کرتا ہے تو ضامن نہین ہوتا ہے یہ حکم دیا کہ ضامن نہ ہوگا اور یہ نہ کہا جاوے کہ یہ مستودع تو با اجرت مستودع ہے پس ضامن ہوگا کیونکہ یہ اجرت بمقابلہ حفاظت نہین ہے ولیکن شیخ نے اچھی فقاہت کیطرف اشارہ کیا کہ ضامن ہونا واجب ہے کیونکہ جب ودیعت بلا اجرت ہوتی ہے تو اسوجہ سے ضامن نہین ہوتا ہے کہ اس صورت مین کوئی عقد نہین ٹھہرا ہوتا ہے کہ جس سے حفاظت کیواسطے کوئی جگہ متعین ہو جاوے اور جو ودیعت با اجرت ہوتا ہے اسمین حفاظت کی جگہ متعین ہو جاتی ہے اور اس مسئلہ مین اُسنے حفاظت کیواسطے صریح حکم نہین دیا مگر اجارہ کی ضمن مین ضمناً حکم کیا ہے اور اجارہ مین مکان عقد معتبر ہوگا پس جو اسکے ضمن مین ہو اسمین بھی یہی ہوگا اس واسطے ضامن ہونا چاہیے یہ فصول عمادیہ مین ہے ۔ ایک شخص نے سونار کو سونا دیا کہ ہمکا مسوج کنگن تیار کر دے ہمکو مسوج کام بنانا نہین آتا تھا سو اسواسطے اُسنے سونا گلا کر بڑھا کر دوسرے کو بنانے کیواسطے دیدیا اُسکے پاس سے چوری گیا پس اگر دوسرا کاریگر پہلے کاریگر کا تلمیذ یا اجیر نہ تھا اور مالک کے حکم سے بھی پہلے نے اُسکو نہین دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے اور یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک فقط پہلا ضامن ہوگا اور اگر دوسرے نے بیان کیا کہ کام بنانے کے بعد اُسکے پاس سے چوری گیا ہے تو ضامن نہوگا مگر کام کرنے تک اُسکا قبضہ ضمان ہے یہ کبرے مین ہے ۔ اگر دھوبی و درزی و جولاہہ وغیرہ اجیر مشترک ہو تو کام بنا کر واپس کرنا اجیر کے ذمہ ہے بخلاف اسکے اگر غلام یا چوپایہ وغیرہ کسی شخص سے اجرت پر لیا اور مستاجر کام سے فارغ ہوا تو واپس لینا غلام یا جانور کے مالک کے ذمہ ہے یہ محیط مین ہے ۔ یتیم بان اجیر مشترک ہوتا ہے حتے کہ اگر یتیم سے کوئی چیز ضائع ہو جاوے تو صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اور یہ اسوقت ہے کہ حجرہ کی خارج سے ضائع ہوا اور اگر داخل حجرہ سے ضائع ہو مثلاً چور نے سیندھ لگا کر چورا لیا تو اصح قول کے موافق ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے ۔ نخاسی اجیر مشترک ہوتا ہے کہ اگر باندی یا غلام بدون اُسکے فعل کے اُسکے پاس سے ضائع ہو جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اسی طرح دلال بھی اجیر مشترک ہوتا ہے چنانچہ اگر دلال نے کسی شخص کو دکھلانے کے واسطے دوکاندار کا کپڑا دیدیا تاکہ خریدے وہ شخص کپڑا لیکر بھاگ گیا اور دلال نے اُسکو نہ پایا تو ضامن نہ ہوگا ۔ اور اگر دلال کے ہاتھ مین ایک کپڑا تھا اُس سے ایک شخص نے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہے چوری گیا تھا اور دلال نے یہ سنتے ہی دوکاندار کو جس سے لیا تھا حوالہ کر دیا تو دلال ضمان سے بری ہوگیا یہ ذخیرہ مین ہے ۔ ایک شخص نے رنگریز کو کچھ ابریشم دیا کہ اسکو مثلاً ایک درم مین ایسا رنگ دے پھر رنگریز سے کہا کہ میرا ابریشم نہ رنگنا بلکہ سب مجھے واپس کر دے اُسنے واپس نہ کیا پھر وہ تلف ہوگیا تو رنگریز ضامن ہوگا

یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ کحال نے اگر کسی شخص کی آنکھ میں دوا ڈالی اور اُسکی بینائی جاتی رہی تو ضامن نہوگا بسبب جیسے ختّان ضامن نہیں ہوتا ہے ولیکن اگر کحال سے غلط کام کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر عمداً اُسنے غلط کیا ہے تو ضامن ہے پس اگر دو شخصوں نے یہ کہا کہ اسکو اس کام کی لیاقت نہیں ہے اور یہ نقصان اُسی کی بدلیاقتی سے واقع ہوا اور دو آدمیوں نے کہا کہ اسکو لیاقت ہے تو کحال ضامن نہ ہوگا اور اگر کحال کیطرف ایک شخص ہو اور اُسکے مخالف دو شخص ہوں تو ضامن ہوگا۔ اور جنایات مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے کحال سے یہ شرط لگائی کہ دو اکر بدین شرط کہ بینائی جاتی نہ رہے پھر بینائی جاتی رہی تو ضامن نہوگا۔ یہ خلاصہ میں ہے۔

انتیسواں باب اجارہ میں وکیل مقرر کرنے کے بیان میں۔ اگر ایک شخص نے زید کو وکیل کیا کہ فلاں مکان میعین اتنے کرایہ پر میرے واسطے اجارہ پر دے اُسنے ایسا ہی کیا تو مالک مکان کرایہ کا مطالبہ وکیل سے کریگا اور وکیل موکل سے طالب ہوگا۔ اور وکیل کو اختیار ہے کہ اپنے موکل سے اجرت طلب کرے اگرچہ ہنوز مالک مکان نے وکیل سے مطالبہ نہ کیا ہو اور اگر مالک مکان نے وکیل کو کرایہ ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے کرایہ کا مطالبہ کرے۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اجارہ فاسدہ میں وکیل ضامن نہ ہوگا اور اجرالمثل مستاجر کے ذمہ واجب ہوگا۔ اور اگر اجارہ طویلہ ہو تو فسخ اجارہ کیوقت وکیل سے مال اجارہ کا مطالبہ کیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اجارہ سے وکیل نے اگر کرایہ والا مکان مستاجر سے خود کرایہ لیا تو نہیں جائز ہے کیونکہ اس صورت میں دو شخص موجر و مستاجر دونوں ہو جاتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ علماء نے پہلے ایسا فتویٰ دیا تھا پھر منقول ہے کہ انہوں نے اس سے رجوع کرکے جواز کا فتویٰ دیا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ موکل نے اگر موجر سے اجارہ فسخ کیا تو فسخ ہو جائیگا اور آیا موکل کو وکیل سے مال اجارہ واپس لینے کا اختیار ہے یا نہیں تو قاضی امام بدیع الدین نے فرمایا کہ نہیں ہے کیونکہ یہ فسخ اسکے حق میں ظاہر نہیں ہوا اور قنیہ میں لکھا ہے کہ شیخ علی بن احمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کی زمین خالد کو کرایہ دیدی اور عمرو نے سنکر کہا کہ میں اس عقد کی اجازت نہیں دیتا ہوں پھر چند روز بعد کہا کہ زید نے اجارہ دیدی تو آیا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ اگر اُسنے رد کر دیا تو پھر اجازت نہیں دے سکتا ہے شیخ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سوال کا جواب نہیں ہے اور جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک یہ قول عقد کا رد کر دینا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص ایسا وکیل تھا کہ فلاں گھر دس درہم پر کرایہ سے اُسنے پندرہ درہم پر کرایہ لیکر موکل کو دیدیا اور کہا کہ میں نے فقط دس درہم پر کرایہ لیا ہے تو موکل پر کرایہ واجب نہوگا اور وکیل پر مالک کا کرایہ واجب ہوگا اور یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ تعاطی سے اجارہ منعقد نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

تیسواں باب۔ اجارہ طویلہ مرسومہ بخارا کے بیان میں۔ اجارہ طویلہ جسکا بخارا کے لوگوں میں معمول ہے یوں ہے کہ وہ لوگ اپنا گھر یا زمین مثلاً تیس برس کے واسطے اجارہ دیتے ہیں مگر ہر آخر سال میں تین روز کا استثنا کرتے ہیں اور انتیس سال میں ہر سال کا کرایہ کچھ قلیل رکھتے ہیں اور باقی سب کرایہ اخیر سال اجارہ کے مقابلہ میں قرار دیتے ہیں۔ اور مشائخ نے اسکے جواز میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہیں جائز ہے کیونکہ یہ ایک اجارہ ہے کہ جسمیں تین روز سے زیادہ شرط خیار ہے کہ جس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ یہ بالاتفاق جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہ استثنا در حقیقت شرط خیار نہیں ہے بلکہ ہر سال کے آخر میں ان ایام کو اجارہ سے مستثنیٰ

کر لیا ہے کہ ان ایام میں حکم اجارہ ثابت نہیں اور نہ یہ اجارہ میں داخل ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پھر جن مشائخ نے
اسکے جواز کا فتوے دیا ہے انمیں اختلاف ہے کہ اجارہ ایک ہی عقد شمار ہوگا یا عقود مختلفہ شمار ہونگے بعضوں نے کہا
کہ عقود مختلفہ شمار ہونگے تاکہ ایک ہی عقد میں مدت خیار کا تین روز سے بڑھ جانا لازم نہ آوے کہ جس سے امام اعظم رح
کے نزدیک عقد فاسد ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہم اسکو ایک ہی عقد شمار کرینگے کیونکہ اگر عقود مختلفہ شمار کریں تو سوا
ایک عقد اول کے باقی عقود مضافہ ہونگے اور اجارہ مضافہ میں تعجیل و بالشرط مال اجارہ کا مالک نہیں ہوتا ہے حالانکہ غرض
ایسے اجارہ دینے سے فی الحال ملکیت اجرت ہے کذا فی المحیط اور اس خلاف کا ثمرہ ایسی صورت میں ظاہر ہوگا کہ مثلاً ایک یتیم کا مکان
تین برس کیواسطے اجارہ دیا تو پہلے دوسرے برس کی اجرت اسکے اجر المثل سے کم ہوگی اور اگر یتیم کے واسطے اجارہ لیا تو
تیسرے برس کی اجرت اسکے اجر المثل سے بڑھ جاویگی پس تیسرے سال میں اجارہ فاسد ہوگا پس جسکے نزدیک یہ عقد
ایک ہی ہے اسکے نزدیک گذشتہ سال کا اجارہ بھی فاسد ہوا اور جسکے نزدیک عقود مختلفہ ہیں اسکے نزدیک فساد متعدی
نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور امام صدر الشہید نے فرمایا کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تعجیل بالشرط تعجیل اجرت کے
مالک ہونے کے حق میں تو یہ عقد مثل عقد واحد کے شمار کیا جاوے اور باقی احکام میں مثل عقود مختلفہ کے شمار ہوگا۔
اور نابالغ کے مکان کے اجارہ دینے میں یہ حیلہ ہے کہ تمام مال اجارہ بمقابلہ اخیر سال کے قرار دیا جاوے اور پہلے سالوں
کا کرایہ اجر المثل کے برابر یا اس سے زیادہ قرار دیا جاوے پھر نابالغ کا باپ مستاجر کو سالہا سے متقدمہ کا کرایہ معاف
کر دے اور معاف کرنا امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک سوائے قول امام ابو یوسف کے صحیح ہے اور اگر یہی منظور ہو کہ
اسقدر اختلاف سے بھی نجات پاوے تو کوئی حاکم حکم کر دے پس اتفاقاً جائز ہو جائیگا۔ اور اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے واسطے
کوئی مکان یا زمین اجارہ لی اور مال اجارہ مثلاً ہزار درہم ہیں اور اس مکان کا اجر المثل سو درہم سالانہ ہے تو بیس برس میں
سے اول کے دس برس کے مقابلہ میں کچھ تھوڑا سا مال قرار دے پھر پچھلے دس برس کے مقابلہ میں ہزار درہم کچھ کم قرار دے
تو اجارہ جائز و مقصود حاصل ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ہزار درہم دس برس کے اجر المثل سے اسقدر زائد ہو کہ لوگ
اسقدر خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو یہ اجارہ جائز نہوگا۔ اور واضح ہو کہ اجارہ طویلہ جسطرح عقار و اراضی میں جائز ہے
ایسے چوپاؤں و مملوکوں وغیرہ ہر شے میں کہ جس سے باوجود بقاء عین شے کے انتفاع ممکن ہے جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے
اور فتاوی نسفی میں لکھا ہے کہ ملک نابالغ کا اجارہ طویلہ نا جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ امام محمد رح کے کتاب الشروط میں فرمایا کہ
دو شخصوں نے زید کو دس برس کیواسطے مکان اجارہ دیا اور زید کو یہ خوف ہوا کہ مجھے نکال باہر نہ کریں سو اسنے وثاقت
کر لینی چاہی تو حیلہ یہ ہے کہ پہلے مہینوں کا ایک درہم ماہواری کرایہ مقرر کرے اور اخیر مہینہ بعوض باقی کرایہ کے قرار دے
پس جب اخیر مہینہ پر سب کرایہ ہوگا تو اسکو مکان سے باہر نہ کرینگے اور اسی مسئلہ سے اہل بخارا نے اجارہ طویلہ مرسومہ
بخارا اخذ کیا ہے کہ اگلے برسوں کا کرایہ بہت تھوڑا مقرر کرتے ہیں اور باقی سب کرایہ اخیر سال کے مقابلہ میں قرار دیتے
ہیں یہ محیط میں ہے۔ ولوالجیہ میں لکھا ہے کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے دس برس کیواسطے یہ مکان کرایہ
دیا سوائے تین روز کے آخر ہر سال سے کہ وہ مستثنی ہیں تو یہ جائز ہے اور اگر اسنے یوں کہا کہ اس شرط سے کہ تجھے آخر
ہر سال میں تین روز تک خیار ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اجارہ طویلہ میں اگر ایام
فسخ ہر سال کے آخر میں قرار دیئے اور اجارہ بیچ مہینہ میں واقع ہوا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک سال کا اعتبار دنوں پر ہوگا اور

صاحبین کے نزدیک پہلا اور پچھلا مہینہ دونوں سے شمار ہوگا اور باقی بیچ کے مہینہ چاند سے لیے جاوینگے - اور اگر موافق امام اعظم رح کے سال کا اعتبار دونوں سے لیا اور دونوں میں سے کوئی آخر سال کو نہیں جانتا ہے تو حیلہ یہ ہے کہ موجر اجارہ کی چیز سال تمام ہونے سے پہلے بدون مستاجر کی اجازت کے فروخت کر دے تاکہ جب ایام فسخ آویں تو فسخ ہو جاوے اور دوسرا حیلہ یہ ہو کہ فسخ مضاف کر دے کہ وقت فسخ کے فسخ ہو جاوے - اور بعضے مشائخ نے اس حرج دوقت کے دفعیہ کیواسطے صاحبین کے قول پر فتوے دیا ہے یہ خلاصہ میں ہے - ایک شخص نے مزارعت پر اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہوں پھر زمین کے مالک نے کسی دوسرے شخص کو زمین اجارہ طویلہ پر دیدی اور کاشتکار کی رضامندی سے ایسا نہیں کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ مزارعت میں جب بیج کاشتکار کیطرف سے ہوتا ہے تو کاشتکار زمین کا مستاجر ہو جاتا ہے پس ایسا ہوا کہ گویا اُسنے ایک کو اجارہ دی پھر دوسرے کو اجارہ پر دیدی پس دوسرا اجارہ جائز نہوگا اور اگر کاشتکار راضی ہوگیا تو پہلا اجارہ فسخ اور دوسرا نافذ ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر کسی کو اجارہ دی پھر دوسرے کو اجارہ دی پھر پہلا شخص راضی ہوا تو اجارہ ثانیہ پہلے مستاجر پر نافذ ہوگا بشرطیکہ اول کے قبضہ کے بعد ایسا ہوا اور اس مقام پر اجارہ کاشتکار کے حق میں نافذ نہوگا کیونکہ مزارعت مع اجارہ ہونے میں مقصود مختلف ہو جاتا ہے پس دوسرا اجارہ پہلے شخص پر نافذ نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے - اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا گھر باجارہ طویلہ اتنی اجرت پر دیدے اُسنے کہا کہ میں نے اجارہ دیدیا پھر مالک مکان نے کاتب سے کہا کہ کرایہ نامہ لکھدے اُسنے موافق رسم کے لکھدیا اور سوائے اسکے دونوں کے درمیان کوئی امر دیگر واقع نہیں ہوا اور مستاجر نے مال اجارہ موجر کو دیدیا تو اس حرکت سے دونوں کے درمیان اجارہ منعقد نہوگا اور گھر میں رہنے سے مستاجر پر مال اجارہ واجب نہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ پر چلانے کیواسطے رکھا گیا ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اگر کسی شخص نے کسی وقف کو متولی سے باجارہ طویلہ اجارہ لیا پس اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کر دی تھی کہ ایک سال سے زیادہ اجارہ دیا جاوے تو اسکی شرط لامحالہ جائز ہے اور اگر اُسنے یہ شرط کر دی ہو کہ ایک سال سے زیادہ نہ دیا جاوے تو بھی اُسکی شرط کی مراعات واجب ہوگی اور ایک سال سے زیادہ اجارہ جائز ہونے کا فتوے نہ دیا جائیگا ولیکن اگر ایکسال سے زیادہ اجارہ دینے میں فقیروں کا نفع متصور ہو تو ایسی صورت میں ایک سال سے زیادہ اجارہ پر دے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے - اگر وقف کرنیوالے نے کوئی شرط نہ لگائی ہو تو ایک جماعت مشائخ سے منقول ہے کہ ایک سال سے زیادہ اجارہ جائز نہیں ہے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ میرے نزدیک تین سال تک جائز اور اس سے زیادہ نہیں جائز ہے اور صدر الشہید حسام الدین رح فرماتے تھے کہ زمین وقف کے اجارہ میں تین سال تک جواز کا فتوے دیتا ہوں لیکن اگر کوئی مصلحت عدم جواز کی ہو تو عدم جواز کا فتوی دونگا اور سوائے زمین کے ایک سال سے زیادہ میں عدم جواز کا فتوے ہے لیکن اگر کوئی مصلحت جواز کی ہو تو جواز ہوگا اور یہ امر باختلاف زمانہ وموضع کے مختلف ہوگا - اگر وقف کو ایسے طور پر اجارہ دیا کہ جائز ہے پھر اسکی اجرت ارزان ہوگئی تو اجارہ فسخ نہوگا اور اگر اُسکا اجر المثل بڑھ گیا حالانکہ کچھ مدت گذر چکی ہے تو فتاوائے اہل سمرقند میں مذکور ہے کہ عقد فسخ نہوگا اور شیخ طحاوی میں مذکور ہے کہ عقد فسخ ہوگا اور از سرنو زیادتی کے موافق عقد قرار دیا جائیگا اور گذشتہ کا کرایہ وقت فسخ تک اُس حساب سے واجب ہوگا جو قرار پایا ہے - اور اگر زمین کی ایسی حالت ہو کہ اسکا اجارہ فسخ نہو سکتا ہو جیسے کہ

اسمین کھیتی موجود ہو اور ہنوز کاٹنے کے لائق نہین ہے تو جسوقت اجر المثل بڑھا ہے تب تک مقررہ کے حساب سے واجب ہوگا اور جب سے بڑھا ہے تب سے آخر سال تک اجر المثل کے حساب سے دینا ہوگا۔ اور اجرت کا زیادہ ہونا اسطور سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سب کے نزدیک بڑھا ہوا ہو یعنے کسی خاص زمین کے زیادہ ہونے سے زیادت کا حکم نہ دیا جائیگا یہ سب طحاوی نے کتاب المزارعہ مین ذکر کیا ہے ولیکن املاک مین یون لکھا ہے کہ عقد فسخ نہوگا خواہ اجر المثل ارزان ہو جاوے یا گران ہو جاوے اسمین سب روایات متفق ہین یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایسی حویلی جو اسکے باپ نے اپنی اولاد کیواسطے نسلاً بعد نسل موبد وقف کر دی تھی کسی شخص کو کرایہ پر دیدی اور اجارہ طویلہ قرار پایا اور موجر کے حکم سے متاجر نے اسکی عمارت مین روپیہ لگایا پس اگر موجر کو وہان کوئی ولایت حاصل نہو یعنے مثلاً متولی وقف نہو تو غاصب قرار دیا جائے گا اور متاجر پر اُسکا کرایہ مقررہ واجب ہو گا کہ اس کو لیکر صدقہ کر دے اور متاجر نے جو کچھ عمارت مین صرف کیا ہے اسکو نہ موجر سے لے سکتا ہے اور نہ کسی اور سے لے سکتا ہے کیونکہ ظاہر ہوا کہ اُسنے منفعت احسان کی راہ سے خرچ کیا ہے۔ اور اگر موجر متولی وقف ہو تو متاجر پر اجر مقررہ واجب ہوگا بشرطیکہ اجر المثل کے برابر یا زیادہ ہو اور متاجر نے جو کچھ عمارت مین لگایا ہے وہ حویلی کے کرایہ مین سے وضع کر لے گا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے زمین وقف باجارہ طویلہ نتو برس تک ایک شخص کو اجارہ دی اور دونون نے اقرار کیا ہے کہ ہمنے سالانون مین سے ایک شخص کیواسطے یہ عقد قرار دیا ہے اور ایک حاکم نے اُسکی صحت کا حکم دیدیا پس جب کسی حاکم نے باوجود طول مدت کے اسکی صحت کا حکم دیدیا تو اجارہ صحیح ہے اور چونکہ دونون نے اقرار کیا کہ عقد ایک شخص غیر معین کیواسطے واقع ہوا ہے تو دونون مین سے کسی کے مرنے سے عقد فسخ نہوگا اور مال اجارہ اُسکے واسطے حلال ہوگا ایسا ہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے اور اسمین کچھ خلاف نہین ہے یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو کوئی گھر یا زمین بالمقطع مدت قصیرہ مثلاً ایکسال کیواسطے اجارہ دی پھر زید نے اسکو خالد کے ہاتھ اجارہ طویلہ مرسوم پر دیا تو مدت قصیرہ کی اجارہ کے اندر اجارہ طویلہ بلا شبہہ ناجائز ہے اور اس مدت کے ماسوا اسمین یہ حکم ہے کہ جس شخص نے اجارہ طویلہ مرسومہ کو عقد واحد قرار دیا ہے اُسکے نزدیک ناجائز ہے اور جسنے عقود متفرقہ قرار دیا ہے اُسکے نزدیک جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ زید نے انگور کا باغ اجارہ طویلہ پر لیکر قبضہ کر لیا اور عمرو کو بالمقطع ہر شش ماہی تک بعوض معلوم اجارہ دیا پھر عمرو نے اسکو دیکھا تو درخت بسبب سردی کے سوختہ پائے اور زید کو نہ پایا کہ اسکو واپس کر دے یہانتک کہ فسخ کے دن قریب آگئے اور زید بھی آگیا اُسنے اجارہ فسخ کر کے مال بالمقطع طلب کیا اور عمرو نے انکار کیا اور یہی علت پیش کی کہ درخت سوختہ تھے تو عمرو کے قول کی سماعت کیجاوے گی اور مال بالمقطع اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا بشرطیکہ اُسنے باغ مین اسطرح عمل دخل نہ کیا ہو کہ جس سے رضامندی ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر بروقت دیکھنے کے زید موجود ہوا اور باوجود امکان واپسی کے عمرو نے اُسکو واپس نہ دیا تو مال مقطع ساقط نہ ہوگا اور علی ہذا القیاس اگر کسی شخص نے اپنا گھر اجارہ دیا اور متاجر نے عیب دار پاکر واپس کرنا چاہا پس اگر واپس نہ کر سکا مثلاً موجر غائب تھا تو جسوقت موجر حاضر ہو اسوقت واپس کر سکتا ہے اور اجر تھا واجب نہ ہوگی بشرطیکہ متاجر نے مکان مین کوئی ایسا عمل نہ کیا ہو جو رضامندی پر دلیل ہو یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے باجارہ طویلہ کوئی چیز اجارہ دیکر وہ چیز فروخت کر دی پھر خیار کی مدت آئی پس آیا بیع نافذ ہو جائیگی تو اسمین دو روایتین ہین اور صحیح یہ ہے

کہ نافذ ہو جائیگی اور یہ ایسا ہے کہ مثلاً کوئی چیز با جارہ مضافہ دی پھر وقت اضافت سے پہلے فروخت کر دی کہ اسمین بھی یہی حکم ہے مگر شیخ امام ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ میرے نزدیک بیع نافذ نہوگی اور ظاہر الروایت کے موافق بیع نافذ ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ زید نے ایک گھر با جارہ طویلہ پانچ دینار مین کرایہ دیا اور کرایہ وصول کر کے گھر مستاجر کے قبضہ مین دیدیا پھر مستاجر کی بلا رضامندی پانچ دینار مین اسکو فروخت کیا اور دام وصول کر لیے پھر مر گیا اور سوائے اس گھر کے اسکا کچھ مال نہیں ہے تو مستاجر اسکا زیادہ حقدار ہے اور اسکو اختیار ہے کہ اپنے کرایہ وصول کرنے تک مکان اپنے قبضہ مین روک لے کیونکہ موت کیوجہ سے اجارہ باطل ہوا۔ بیع باطل نہین ہوئی لیس وہ گھر مشتری کی ملک باقی رہا ولیکن مشتری کو اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے اجرت ادا کر کے مکان پر قبضہ کرے یا بیع چھوڑ دے اور اگر مکان کی بیع جائز ہوئی اور کرایہ کے مال مین دس روپیہ مین اور دام پانچ روپیہ مین تو بھی مستاجر کو باقی پانچ روپیہ کے واسطے روک رکھنے کا استحقاق حاصل ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار حاصل نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ زید نے عمرو کو با جارہ طویلہ ایک مکان کرایہ دیا اور سو دینار اجرت ٹھہرے حالانکہ مکان کی قیمت پچاس دینار ہین پھر زید مر گیا اور اجارہ فسخ ہو گیا اور سوائے اس مکان کے اُسنے کوئی مال نہین چھوڑا پھر زید کے وارث نے عمرو کو بعوض اُن دینارون کے جو زید پر آتے ہین یہ مکان با جارہ طویلہ کرایہ دیدیا پھر وارث و مستاجر کے درمیان یہ اجارہ فسخ ہو گیا تو عمرو وارث سے سو دینار نہین لے سکتا ہے ولیکن ترکہ مین اگر زید نے یہ مکان پچاس دینار قیمت کا چھوڑا تھا تو بقدر پچاس دینار کے مطالبہ کر سکتا ہے نہ سو دینار کا یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوائے صغری مین ہے کہ اگر ایک شخص نے زید کو ایک مکان با جارہ طویلہ کرایہ دیا پھر دوسرے کو با جارہ طویلہ کرایہ دیا تو جائز نہین ہے اور بعد فسخ اول کے منقلب ہو کر جائز نہو جائیگا۔ اور اس حکم مین اشکال ہے اور اس مسئلہ مین دو روایتین ہونی چاہیے ہین کیونکہ اجارہ طویلہ مین بعض معقود علیہ مضاف ہوتا ہے اور جو اجارہ مضاف ہو اُسمین وقت مضاف الیہ آنے سے پہلے اجارہ فسخ ہونے کی صحت مین دو روایتین ہین اور یہ اجارہ پہلے اجارہ کے فسخ کی دلیل ہے جیسے بیع مین ہوتا ہے لیس واجب ہے کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہون یہ محیط مین ہے ایک شخص نے با جارہ طویلہ ایک مکان کرایہ لیا پھر موجر نے برضامندی مستاجر اُسکی عمارت گرا کر از سر نو بنوا دی تو بسبب بقائے اصل کے اجارہ باقی رہیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور جس نے با جارہ طویلہ اجارہ لیا ہے اگر اُسنے دوسرے کو اجارہ دیا تو اجارہ ثانیہ مین ایام مستثنے کو کہ مثلاً دسوین و گیارھوین و بارھوین فلان مہینے کی ہے بیان کرے اور صریح استثناء کرے تاکہ عقد ثانی مین ایام رد وغیرہ داخلہ مین تمیز ہو جاوے ایسا ہی حاکم شہید سمرقندی نے کتاب الشروط مین بیان فرمایا ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اجارہ ثانیہ کے واسطے علیحدہ یادداشت تحریر کرے اور اگر پہلی یادداشت کی پشت پر فقط یون لکھدے کہ اس یادداشت کے ایام مستثنے کے سوا ہے۔ تو عقد ثانی کے جواز کے واسطے کافی ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے کوئی چیز با جارہ طویلہ بعوض دینارون کے کرایہ لی اور وہ دینار بعد بیان وصف کے ذمہ کر لیے پھر پچاس دینارون کے درم دیے پھر دونون نے عقد اجارہ فسخ کیا تو موجر سے دینارون کا مطالبہ ہوگا نہ درمون کا۔ اور اگر عقد فاسد ہوا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو موجر سے درمون کا مطالبہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر

اجارہ طویلہ کے اندر زمین یا باغ انگور میں موجر نے پودے لگانے چاہے تو مستاجر کو منع کرنے کا اختیار ہے کیونکہ موجر کو
ملک الید والتصرف حاصل نہیں ہے اور اگر موجر نے درخت کاٹنے یا پتیاں چھانٹنی چاہیں تو منع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اسکا
اختیار بیع کا ہے کہ حق ثمن میں ظاہر ہے نہ حق شجر میں اور اگر مستاجر نے زمین سے جلانے کی لکڑیاں جمع کیں تو نہیں جمع
کر سکتا ہے حالانکہ اسکی بیع میں ہے یہ ذخیرہ کبری میں ہے۔ ایک شخص نے زمین باجارہ طویلہ لی اور درخت
خریدے تاکہ استیجار صحیح ہو پھر درختوں میں پھل آگئے پھر دونوں نے عقد فسخ کر لیا تو تمام پھل مستاجر کی ملک
ہیں اور اگر درخت قطع کر دیا پھر فسخ کیا تو پھل موجر کے ہونگے اور اگر مستاجر نے انکو تلف کر دیا تو اُس پر
اُنکی قیمت واجب ہوگی کیونکہ جواز اجارہ کے واسطے یہ بیع ضروری ہے پس احکام بیع قطع کے اُسپر جاری
نہ ہونگے اور اگر مدت اجارہ کے اندر موجر نے درخت تلف کر دیئے تو صحیح یہ ہے کہ موجر پر ضمان واجب ہوگی
اگر مستاجر کو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے فسخ کر دے کیونکہ عیب پیدا ہوگیا ہے اور اگر مدت اجارہ کے اندر مستاجر
نے قطع کر دیئے تو شیخ برہان الدین صاحب المحیط و قاضی خان و قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ نقصان کا ضامن
نہ ہوگا ولیکن موجر کو خیار حاصل ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے باغ انگور باجارہ طویلہ کرایہ لیا اور یہ طور
معاملت کے موجر کو دیا پس اگر اجارہ طویلہ بطریق درختوں کی بیع کے ہو جیسے درخت بیچ کر لیے ہوں تو
معاملت جائز ہے اور اگر اجارہ بطور معاملت کے ہو تو مالک کو معاملت پر دینا نہیں جائز ہے یہ ذخیرہ کبری میں ہے
اگر کسی شخص نے ایسا باغ انگور اجارہ لیا جسکو نہیں دیکھا ہے اور مالک باغ نے درخت پہلے سے بیع کر دیئے
تھے کہ اجارہ صحیح ہو تو مستاجر کو باغ کا خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر مستاجر نے باغ میں اسکا نہ کوئی تصرف
کیا تو خیار رویت ساقط ہو جائیگا۔ اور اگر اُسنے انگور کے پھل اُس باغ میں سے کھا لئے تو اُس سے خیار
رویت باطل نہیں ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر اجارہ طویلہ میں موجر مر گیا حالانکہ موجر کے ذمہ بہت سے
قرضہ واجب الادا ہیں تو شے اجارہ کے ثمن کا استحقاق مستاجر کو سب قرضخواہوں سے زیادہ حاصل ہے یعنی پہلے
وہ شے فروخت ہوکر اُسکے داموں سے مستاجر کا کرایہ دیا جائیگا پھر دوسرے قرضخواہوں کو ملیگا جیسے شے مرہونہ میں
مرتہن باقی قرضخواہوں سے ثمن رہن کا زیادہ مستحق ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اجارہ طویلہ اگر کسی وجہ سے
فاسد ہو تو مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا مگر بمقدار مقرر شدہ سے زیادہ نہ دیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر
اجارہ طویلہ میں مستاجر نے اجرت موجر کو ہبہ کر دی اور ہنوز اجارہ فسخ نہیں ہوا ہے تو صحیح نہیں ہے کیونکہ تعجیل
کی شرط کی وجہ سے تمام اجرت موجر کی ملک ہوگی پس باوجود ملک موجر کے اسکی مملوکہ چیز کو مستاجر نے اُسے ہبہ کیا
اسواسطے صحیح نہیں ہے یہ صغری میں ہے۔ ایک شخص نے ایک کشتی بنانے واسطے کوئی مزدور مقرر کیا کہ اسقدر اجرت
پر بارہ بالشت کی کشتی اس لکڑی کی تیار کر دے اور کشتی ساز نے کہا کہ تیری لکڑی اس کام کے لائق نہیں ہے مگر
تو مجھے اجازت دے کہ میں اسمیں ایک بالشت کم یا زیادہ کر دوں اُسنے زیادہ کر دینے کا حکم دیا اور کشتی ساز
نے تیرہ بالشت کی کشتی بنا لی تو زیادتی کے مقابلہ میں اجرت کا مستحق ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ اجارہ طویلہ کے مستاجر
نے اگر کسی دوسرے کو اجارہ کی چیز اجرت پر دیدی یا مزارعت پر یا معاملت پر دیدی کہ بیج کاشتکار کی طرف
سے ہو اور پھر مستاجر اول نے اپنے موجر سے عقد فسخ کر لیا پس کیا اجارہ ثانیہ بھی فسخ ہو جائیگا تو اُسمیں

مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اجارہ ثانیہ خواہ اجارہ ہو یا مزارعت شرطیہ وہ بھی فسخ ہو جائیگی خواہ ہر دو اجارہ کے ایام فسخ ایک ہی قرار پاتے ہوں یا مختلف ہوں مثلاً ایام خیار پہلے اجارہ میں تین روز آخر سال میں اکھون ہیں اور دوسرے اجارہ میں بھی ایسے ہی ہوں یا اسکے برخلاف ہوں یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔

اکتیسواں باب کوئی کام کاریگر سے بنوانے یا کسی کام کے ٹھیکہ کے بیان میں استصناع استحساناً جائز ہے یعنی سونار وغیرہ سے مثلاً کوئی شئے بنوائی اور اجارہ کر لیا تو جائز ہے کیونکہ ہر زمانہ میں بلا انکار لوگوں کا تعامل و تعارف چلا آیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور استصناع کے یہ معنی ہیں کہ مال عین و عمل دونوں کاریگر کی طرف سے ہوں یعنی مثلاً سونار اور اسکا کنگن بنانا دونوں سونار کیطرف سے ہوں اور اگر مال عین مثلاً سونا بنوانے والے نے اپنے پاس سے دیا سونار کاریگر نے نہ لگایا تو یہ اجارہ ہوگا استصناع نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور تجنیس شیخ الاسلام خواہرزادہ میں مذکور ہے کہ استصناع کی یہ صورت ہے کہ کوئی چیز خرید کرے اور بائع سے درخواست کرے کہ اس چیز میں یہ کام بنا دے مثلاً چمڑا خرید کرے اور بائع کو حکم دے کہ اسکے موزے بنا دے اور موزوں کا انداز ساخت بیان کرے تو یہ ساخت ناجائز ہے اور ہر ایسی چیزیں جنکی استصناع کی عادت جاری ہے یہی حکم ہے جیسے پیتل و تانبے و لکڑی کے برتن و دو نگینے وغیرہ و ٹوپیاں وغیرہ مگر ان کا انداز و ساخت بیان کر دے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور استصناع بھی بیع ہے یہی اصح ہے اور جس نے چیز بنوائی ہے اسکو بروقت دیکھنے کے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا اور کاریگر کو اختیار نہیں ہے یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ میں ہے پھر اگر بنوانے والے نے چیز پسند کر لی تو اسکو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور کاریگر کو اختیار ہے کہ بنوانے والے کی پسند سے پہلے اسکو فروخت کر دے کذا فی التہذیب۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر زید نے کسی جولاہے سے روئی کا کپڑا بنوایا اور اسکا طول و عرض و جنس و رقعہ بیان کر دیا اور سوت جولاہے کی طرف سے ٹھہرا جسکے استصناع قرار پایا تو قیاساً یہ جائز ہے لیکن امام محمد رح نے استحساناً حکم دیا کہ نہیں جائز ہے اور اگر اس صورت میں کوئی میعاد مقرر کر دی تو بیع سلم ہو جائیگی اور یہ مسئلہ کتاب الاجارات میں بدون ذکر اختلاف مذکور ہے اور شرح شیخ الاسلام کتاب البیوع میں ہے کہ جن چیزوں میں لوگوں کے درمیان استصناع کی عادت جاری ہے اگر انمین مدت مقرر ہو جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع سلم ہو جاتی ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں ہوتی ہے اور جن چیزوں میں ایسا معمول نہیں ہے انمیں مدت لگانے سے بالاجماع سلم ہو جاتی ہے۔ اور قدوری میں ہے کہ اگر استصناع میں میعاد مقرر کی تو وہ بمنزلہ سلم کے ہے کہ اسمیں مجلس عقد میں بدل پر قبضہ ہو جانا ضرور ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک دونوں میں کسی کو خیار نہ رہیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ سلم نہیں ہے اور جن چیزوں میں لوگوں کا تعامل ہے اور جنمیں نہیں ہے انکی کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے اور کتاب الاجارات میں بلا ذکر خلاف بیان کرنا اس قول کا مؤید ہے جو شیخ الاسلام نے شرح کتاب البیوع میں فرمایا کہ جن چیزوں میں استصناع کا معاملہ لوگوں میں عادۃً جاری نہیں ہے انمیں میعاد لگانے سے بالاجماع سلم ہو جاتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو دو سیر ابریشم دیا اور کہا کہ دو سیر اپنے پاس سے اسمیں ملا کر کپڑا تیار کر دے اور اپنی بنائی لیکر جو بڑھے وہ دونوں میں نصفا نصف نفع سے تقسیم ہو پس اگر جولاہے نے غلط نہ کیا اور ہر ایک کو

... کو بنانا تو ابریشم والے سے وہی بنائی لے لیگا اور باقی سب ثمن ابریشم والے کو دیگا اور اگر اُسنے خلط کر کے سب بنا ڈالا
تو سب دونوں میں موافق شرط کے نصفا نصف مشترک ہوگا اور اجر المثل واجب نہ ہوگا کیونکہ اُسنے محل مشترک میں کام
کیا ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے - ایک شخص نے ایک جولاہہ کو کچھ سوت دیا کہ تھان بُن دے اور کہا کہ اسمیں ایک رطل
اپنے پاس سے بڑھا دے اور کہدیا کہ اپنے سوت میں سے مجھے اس شرط سے قرض دے کہ میں اُسکے مثل سوت تجھے دیدونگا اور
حکم دیا کہ اس صفت کا کپڑا اسقدر اجرت معلومہ پر بُن دے تو یہ استحسانا جائز ہے خواہ قرض لینا عقد اجارہ میں مشروط ہو یا نہو
اور اگر کہا کہ ایک رطل بڑھا دے واسطے اس شرط سے بڑھا دے کہ تیرے سوت کے مثل میں سوت تجھے دیدونگا تو جائز ہے اور
یہ قرض قرار دیا جائیگا اور اگر کہا کہ میرے واسطے سوت اسمیں بڑھا دے اور یہ کہکر خاموش رہا تو بھی جائز ہے اور یہ قرض
ہوگا - پھر اگر قرض لینا عقد اجارہ میں مشروط نہو تو اجارہ قیاسا و استحسانا جائز ہے اور اگر مشروط ہو تو مسئلہ میں حکم قیاس
و استحسان ہے چنانچہ استحسان بیان کر دیا جائیگا یعنے جائز ہے - پھر اگر جولاہہ اور مالک میں اختلاف ہوا حالانکہ جولاہہ کام
سے فارغ ہو چکا ہے پس مالک نے کہا کہ تو نے اسمیں کچھ نہیں بڑھایا ہے اور جولاہہ نے کہا کہ میں نے اسمیں بڑھا دیا ہے
اور حال یہ ہے کہ وہ کپڑا موجود نہیں ہے مثلاً اسکے مالک نے وزن معلوم کرنے سے پہلے اسکو فروخت کر دیا ہے تو قسم سے
مالک کا قول قبول ہوگا کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ جولاہہ نے میرے واسطے سوت بڑھا دیا ہے اور جولاہہ پر
واجب ہے کہ اپنے گواہ دے پھر اگر کپڑے کے مالک نے قسم سے انکار کیا تو جو کچھ جولاہہ نے دعوی کیا ہے وہ ثابت
ہو جائیگا اور رب الثوب پر لازم ہوگا اور اگر کپڑے کے مالک نے قسم کھالی تو جولاہہ کے دعوی سے بری ہو گیا اور اگر
وہ کپڑا بعینہ موجود ہو تو عنقریب اس صورت کا حکم بیان ہوگا انشاء اللہ تعالی - اور اگر کپڑے کے مالک نے جولاہہ سے
یوں کہا کہ اپنے سوت میں سے ایک رطل بڑھا دے اس شرط سے کہ میں تیرے سوت کے دام اور بنوائی میں اسقدر درم
دونگا تو قیاسا یہ جائز نہیں ہے مگر استحسانا جائز ہے اور جب یہ صورت استحسانا جائز ٹھہری پس اگر کام سے فارغ ہونے
کے بعد دونوں نے اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے اسمیں کچھ نہیں بڑھایا ہے اور جولاہہ نے کہا کہ جسقدر تو نے
بڑھانے کا حکم کیا تھا میں نے وہ بھی بڑھا دیا ہے پس اگر وہ کپڑا موجود نہ رہا ہو تو جولاہہ کو یہ ہے کہ کپڑے کے مالک سے اسکے
علم پر قسم لیکر اُسی کا قول قبول ہوگا پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو جولاہہ کا دعوی یعنے اسکے حکم کے موافق بڑھا دینا
ثابت ہو جائیگا اور جو اُسنے مقرر کیا وہ سب جولاہے کو دیگا اسمیں سے کچھ بمقابلہ سوت کے دام کے اور کچھ بمقابلہ کام کی
مزدوری کے ہوگا اور اگر قسم کھالی تو بڑھانا ثابت نہ ہوگا اور امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ جو مقدار اُسنے بیان کی ہے
اسمیں سے سوت کے دام وضع کر کے باقی دام بنائی میں اسکو دیئے جائینگے - اور اُسکے پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ جو مقدار کہ [illegible]
بمقابلہ کام و زیادتی کے بیان کی ہے اسکو اجر المثل عمل و سوت کی قیمت جسکو مالک نے قبول کیا ہے تقسیم کریں [illegible]
اتنی مقدار میں جو اُسنے حکم دیا تھا - اسواسطے کہ جولاہہ نے مقدار مسمی کو بمقابلہ سوت و ڈیڑھ سیر سوت [illegible] قبول کیا
ہے اسواسطے کہ ایک سیر سوت اسکو [illegible] دیا اور نصف سیر اُس سے خرید لیا ہے پس اسکی قیمت کم کر دیجائیگی اور جو کچھ کام
کی [illegible] وہ بنائی اسکے ذمہ لازم ہوگی چنانچہ اگر مقدار مسمی تین درم ہوں کہ بمقابلہ سوت و کام کے ٹھہرے ہوں اور
سوت کی قیمت ایک درم ہو اور اجر المثل اس کام کا جسکے تیار کرنے کا حکم دیا ہے دو درم ہوں تو [illegible] ایک درم
کم کر دیا جائیگا [illegible] سوت کی قیمت [illegible] دو درم [illegible]

بمقابلہ اس نے قبول کیا اور ثابت یہ ہوا کہ اس نے ایک سیر سوت بنا ہے تو باقی ان دونوں پر تقسیم ہو گا پس زیادتی یعنے مقدار
غیر معمولہ کا حصہ اجرت کم کر دیا جائیگا اور معمول سے غیر معمول زیادت کا حصہ کیونکر معلوم کیا جاوے اس میں مشائخ نے
اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ باعتبار وزن کے معلوم کر لیا جاوے مثلاً اگر دیا ہوا سوت ایک سیر ہوا اور زیادتی
آدھ سیر کی ہو تو مابقی یعنے سوت کے دام نکالنے کے بعد جس میں سے جو باقی رہا یعنے دو درم وہ ان دونوں پر تین حصہ
ہو کر دو حصہ بمقابلہ معمولہ کے اور ایک حصہ بمقابلہ غیر معمولہ کے قرار دیکر دو درم میں سے اسکی ایک تہائی کم کیجائیگی اور بعضوں
نے فرمایا کہ کام کی سختی و آسانی باعتبار کپڑے کی چھوٹائی بڑائی کے معتبر ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ جو موجود ہے اُسکا
یہ ساقط کی مقدار باعتبار کام کی سہولیت و سختی کے بسبب کپڑے کی چھوٹائی و بڑائی کے معلوم کیجاویگی اور یہ اسوجہ سے کہ
کبھی کپڑے کی بڑائی کیوجہ سے جولاہہ پر کام آسان ہوتا ہے اور بسبب چھوٹائی کے دشوار ہو جاتا ہے کیونکہ جب چھوٹا ہوگا
تو وصل و کام دقیق کا بار بار محتاج ہوگا اور جب بڑا ہوگا تو ایک ہی بار اسکی ضرورت ہوگی اور یہ تفاوت اس کام کے
کاریگروں میں معتبر ہے کہ چھوٹائی میں زیادہ اجرت پڑتی ہے اور بڑائی میں کم پس اسکا اعتبار کرنا ضرور ہے اور جب
ان دونوں کا اعتبار ضرور ہوا تو جو کچھ مقدار مسمی سے بچ رہا ہے یعنے دو درم وہ ڈیڑھ سیر کے کام اور ایک سیر کے کام
کے اجر المثل پر تقسیم ہوگا پس اگر ڈیڑھ سیر کا اجر المثل ڈھائی درم ہوں اور ایک سیر کا دو درم ہوں تو بمقابلہ زیادتی
کے نصف درم پڑا پس دو درم میں سے نصف درم کم کر دیا جائیگا یہی غیر معمولہ کا حصہ اجرت ہے ولیکن اگر طویل و قصیر
میں ایک یا دو ہاتھ کا فرق ہو تو اجرت کی زیادتی و نقصان کے بارہ میں اتنے فرق کا کچھ اعتبار نہیں ہے پھر آیا
اجر المثل واجب ہوگا یا مسمی واجب ہوگا پس بعض مشائخ کے قول پر جو حصہ اجرت مقدار مسمی میں سے پڑنے میں
پڑتا ہے اُس سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائیگا اور بعضوں کے قول پر اگر مستاجر عیب پر راضی ہوا تو اسپر مسمی واجب
ہوگا اور اگر راضی نہ ہوا ہو تو اجر المثل واجب ہوگا مگر حصہ مسمی سے زیادہ نہ کیا جائیگا جیسا کہ ہمنے مسائل متقدمہ میں
بیان کیا ہے۔ اور امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں اجرت کو مطلقاً بیان فرمایا مسمی کا لفظ نہیں کہا ہے تو مثل مسئلہ اولی کے
اُسکی تخریج واجب ہے۔ اور اگر کپڑا بعینہ موجود ہو پس اگر اس سوت کی مقدار جو مالک نے دیا ہے معلوم نہوئی ہو تو
سب صورتوں میں وہی حکم ہوگا جو درصورت موجود نہ ہونے کے اول سے آخر تک بیان ہوا ہے مگر فرق ایک صورت
میں ہے کہ اگر مالک نے قسم کھالی اور زیادتی ثابت نہ ہوئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ جولاہہ کے پاس وہ کپڑا چھوڑ دے
اور اپنے سوت کے مثل سوت اُس سے ڈانڈ بھر لے۔ اور اگر درصورت کپڑا موجود ہونے کے اس سوت کی مقدار جو مالک
نے دیا ہے معلوم ہوتی ہو پس اگر باہمی تصدیق کی کہ وہ ایک سیر تھا تو کپڑے کا وزن کیا جائیگا اور دونوں میں سے کسی کے قول پر
التفات نہ کیا جائیگا پس اگر تول میں ایک سیر نکلا تو زیادتی کرنا بالیقین ثابت نہ ہوا پس مالک کا قول بلا قسم معتبر ہوگا اور
اگر تول میں دو سیر نکلا تو جولاہہ کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ مالک یہ دعوی نہ کرے کہ یہ زیادتی آٹے یعنے مانڈی کیوجہ سے
ہے اور اگر اُسنے یہ دعوی کیا تو جو لوگ اس فن کے بصیر ہیں انکو دکھایا جائیگا پس اگر اُنھوں نے کہا کہ مانڈی سے کبھی اسقدر
بڑھ جاتا ہے تو قسم کے ساتھ مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر اُنھوں نے کہا کہ مانڈی سے اسقدر نہیں بڑھتا ہے تو ظاہر
حال جولاہہ کا شاہد ہے پس قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کو تل دیئے کہ اسکی
بھوسی اور رسب تنقیح کر دے اور اسکو ایک درم دونگا تو یہ فاسد ہے اور اگر تاجروں کے نزدیک تنقیح کی مقدار

معلوم ہو تو جائز ہے بخلاف اسکے اگر رنگریز کو کپڑا دیا کہ رنگ دے تو جائز ہے اگرچہ عصفر کی مقدار بیان نہ کرے یہ محیط سرخسی
میں ہے اگر لوہار کو کوئی چیز معلوم بنانے کیواسطے لوہا دیا اور اجرت ٹھہرا دی پھر لوہار اسکو موافق حکم کے بنا لایا تو مالک کو
خیار نہوگا بلکہ قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر لوہار نے حکم سے مخالفت کر کے کچھ تفاوت کیا پس اگر من حیث الجنس
تفاوت کیا مثلاً بسولا بنانے کیواسطے حکم کیا اور لوہار نے بیلچہ بنا دیا تو بیلچہ لوہار کا اور لوہار اسکے لوہے کے مثل
لوہا ضمان دے اور لوہے کے مالک کو کچھ اختیار نہوگا اور اگر من حیث الوصف خلاف کیا مثلاً بسولا بخاروں کے
کام کا بنانے کے لیے حکم کیا اُسنے لکڑی چیرنے کی کولہاڑی بنا لی تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے لوہے کے مثل
لوہا ضمان لے اور کولہاڑی لوہار کے پاس چھوڑ دے اور کچھ اجرت نہ دے یا کولہاڑی لیکر اُسکو مزدوری دیدے
اور یہی حکم ہر صانع میں ہے کہ اگر کوئی چیز معین بنانے کیواسطے اسکو مقرر کیا مثلاً موزہ دوز کو چمڑا دیدیا کہ اسکے موزے بنا دے
اور اُسنے مخالفت کی تو بنا بر مخالفت کے اسی طور سے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ المفتین شیخ شیخ رحمہا اللہ سے دریافت
کیا گیا کہ ایک شخص نے زین ساز کو بعض چیزیں زین کے کام کی اپنے پاس سے دیکر کہا کہ ان چیزوں سے اور جو
چیزیں اور چاہیے ہوں اپنے پاس سے ملا کر زین تیار کر دے اور شرط کرتا ہوں کہ تجھے تیرے کام کی مزدوری اور
جو چیزیں تو نے لگائی ہیں انکی قیمت دیدونگا اور زین ساز نے ایسا ہی کیا اور ایک جماعت نے کہا کہ اسکے کام کی مزدوری
مع قیمت اشیاء تیس درم ہیں وہ شخص راضی ہو گیا اور دونوں اہل معاملہ اسپر متفق ہوئے پس اس شخص نے پانچ درم
زین ساز کو ادا کر دیے پھر بادشاہی بعضے سپاہی ترک زبردستی زین چھین لے گئے اور اسکو اسطرح چھپا دیا کہ پھر
تا بو نہیں چل سکتا ہے پس کیا اس شخص کو اختیار ہے کہ زین ساز سے زین کی قیمت کی ضمان لیوے تو شیخ رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ اُسکو اختیار ہے کہ جو کچھ اُسنے دیا ہے وہ پھیر لیوے کیونکہ کام اسکے سپرد نہیں ہوا اور بعضی چیزیں اسکے سپرد ہو گئی
ہیں اور فرمایا کہ باوجود اسکے جب زین بنانے سے فارغ ہوا اور بعض آلات بعض سے متصل ہو گئے اور دونوں
کا اتفاق و باہمی رضامندی ہو گئی کہ اس کام پر یہ مال دیوے تو فرمایا کہ مثل ابتدائی بیع کے ہے پس جائز ہے یہ
فتاوی نسفی میں ہے۔ اگر ایک شخص زید نے چمڑا موزہ دوز کو جوڑا موزہ کسیقدر اجرت معلوم پر تیار کرنے کیواسطے
دیا اور مقدار و صفت بیان کر دی اس شرط سے کہ موزہ دوز اسمیں نعل لگا دے اور اپنے ہی پاس سے استر دے
اور نعل و استر کا وصف بیان کر دیا تو قیاساً جائز نہیں اور استحساناً جائز ہے اور قیاساً ایسا ہے کہ گویا ایک درزی
کو جبہ سینے کیواسطے کپڑا دیا باین شرط کہ اپنے پاس سے استر دیکر بھر دے اور کچھ اجرت معلوم ٹھہرا لی تو یہ
نہیں جائز ہے اور امام محمد رح نے جبہ کا مسئلہ کتاب الاصل میں یونہی ذکر فرمایا ہے جیسا ہمنے بیان کیا اور منتقی میں
لکھا ہے کہ امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے درزی کو ابرہ دیکر کہا کہ اسمیں اپنے پاس سے استر دیکر میرے لیے
تیار کر دے تو یہ جائز ہے اور اسکا قیاس اسی نوادر کا مسئلہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک موزہ خریدا اور بائع سے
کہا کہ اپنے پاس سے اسمیں نعل لگا دے اور یہ جائز ہے پس ان مسئلوں میں دو روایتیں ہو گئیں یعنی ایک میں جائز اور
دوسری میں ناجائز ہے۔ اور اگر استر اپنے پاس سے دیکر کہا کہ اسکو ابرہ اپنے پاس سے دیکر تیار کر دے تو یہ
باتفاق الروایات فاسد ہے۔ پھر امام محمد رح نے اس تدبیر کو جائز رکھا اگرچہ چمڑے کے مالک نے نعل و استر
کو نہ دیکھا ہو مگر یہ نعل و استر اس موزے کے لائق ہو۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے موزہ دوز سے کہا کہ چار قطع چمڑے کے

میرے موزہ میں پر لگا کر بعوض اتنی اجرت کے مکتب کر دے حالانکہ اُسنے چمڑے کے ٹکڑے نہیں دیکھے ہیں تو یہ بھی استحساناً
جائز ہے۔ اسی طرح پھٹے ہوئے موزے پر پیوند لگانا بھی جائز ہے اگرچہ اس شخص نے پیوند دیکھے نہوں مگر نوادر ابن سماعہ
میں نعل اور مکتب کے کوڑا ہے اور پیوند کے ٹکڑے دکھلانا عقد اجارہ جائز ہونے کیواسطے شرط گردانا ہے پس اس
مسئلہ میں دو روایتیں ہو گئیں یعنی ایک روایت میں بدون دکھلانے کے عقد جائز ہے اور دوسری میں نہیں جائز ہے
اور جب یہ اجارہ استحساناً جائز ہوا اور موزہ دوز نے کام تیار کیا پس اگر اُسکا کام اچھا اور قریب قریب اس شخص کے
بیان کے ہو کہ اہلِ فن میں کچھ فساد نہو تو چمڑے کے مالک پر جبر کیا جائیگا کہ اسکو قبول کرے اور اُسکو خیار حاصل نہ ہوگا کہ
چاہے لیوے یا نہ لیوے پس خواہ مخواہ قبول کر لینے کیواسطے قریب قریب حکم کے تیار ہونا معتبر رکھا ہے ہر طرح حقیقۃً
موافق حکم کے ہونا شرط نہیں کیا اور چمڑے کے مالک کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا نہ کام میں اور نہ نعلوں میں اور یہ حکم
اُسوقت ہے کہ قریب قریب حکم کے اچھا کام ہوا اور اگر اُسنے بگاڑ دیا مثلاً کسی صفت میں خلاف کیا تو ذکر فرمایا ہے کہ
چمڑے کے مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے موزہ اُسی کے پاس چھوڑ کر اُس سے اپنے چمڑے کی قیمت لے لے یا موزہ لیکر اُسکی
اجرت دیدے پس اگر اُسنے موزہ چھوڑ کر چمڑے کی قیمت لے لی تو کچھ اجرت نہ دے گا اور اگر موزہ لیکر اجرت دی تو پہلے
اُسکو فقط موزہ سینے کی اجرت مثل دیگا پھر نعل سے جو اسمیں زیادتی ہوگئی ہے اُسکی قیمت دے گا۔ اور نعل سے جو
زیادتی ہوگئی ہے اُسکی شناخت کا یہ طریقہ ہے کہ ایکبار موزہ کو بلا نعل سلا ہوا انکواسطے کہ اسکی قیمت کیا ہے پھر اُسکو مع نعل
انکوانے پس اگر بغیر نعل کی قیمت دس درم ہوں اور مع نعل کی قیمت بارہ درم ہوں تو معلوم ہو گیا ہے کہ نعل سے دو درم
کی زیادتی ہوئی پھر دیکھا جائیگا کہ فقط موزہ کی سلائی کیا ہے پس اگر تین درم مثلاً ہوں تو اُسکے ساتھ یہ زیادتی نعل کی
یعنی دو درم ملا کر پانچ درم رکھے جاوینگے پھر اجرت مسمی سے اُسکا مقابلہ کیا جاویگا پس اگر یہ پانچ درم اجرت مسمی کے
برابر یا کم ہوں تو موزہ دوز کو یہی دیئے جاوینگے اور اگر اجرت مسمی اُس سے کم ہو مثلاً چار ہی درم ہوں تو پانچ درم
میں سے ایک درم کم کر کے چار درم اُسکو دیئے جاوینگے۔ اور جب یوں اعتبار کیا گیا کہ نعل سے اسمیں از روے قیمت
کیا زیادتی ہوئی تو نعل دوزی کی اجرت مثل کا کچھ اعتبار نہ کیا جائیگا اور اس مسئلہ اور دوسرے مسئلہ میں جو بیان کیا
جاتا ہے فرق کیا ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے سلا ہوا موزہ ایک موزہ دوز کو اپنے پاس سے نعل لگانے کیواسطے
دیا اور اجرت معلوم ٹھہرا دی تھی کہ بسبب تعامل کے استحساناً اجارہ جائز ہوا اُسنے ایسا نعل لگایا کہ وہ خراب ہے اس
موزہ کے لائق نہیں ہے اور موزہ بگڑ گیا اور مثل مسئلہ مذکورۂ بالا کے اس صورت میں بھی مالک کو خیار حاصل ہوا اور
مالک نے موزہ لے لینا اختیار کیا تو مالک اسکو اسکے کام کا اجر المثل اور جو نعل کی قیمت بغیر دوختہ عطا کرے گا مگر
مقدار مسمی سے دونوں داموں میں زیادہ نہ دیگا اور مسئلہ مذکورہ میں اجر المثل کے ساتھ نعل سے جو زیادتی ہوئی
اُسکی قیمت دینے کا حکم کیا اور نادوختہ نعل و استر کی قیمت دینے کا حکم نہ کیا حالانکہ دونوں جگہ موزہ دوز کا کام وہیں
مال مالک کے موزہ کے ساتھ متصل ہے مگر ایک جگہ تو یوں کہا کہ نعل سے جو زیادتی ہوئی اُسکی قیمت دے اور
دوسری جگہ فرمایا کہ نادوختہ نعل کی قیمت دے اور ہمارے مشائخ میں سے بعض نے فرمایا کہ دونوں مسئلوں میں جو اس
مسئلہ میں مذکور ہے فرق ہے اور مسئلہ مذکورہ میں اگر اس مسئلہ کے موافق مالک نے چاہا کہ موزہ دوز کو موزہ و
نعل و استر کی سلائی کا اجر المثل دیکر نعل و استر کی قیمت نادوختہ کے حساب سے دیدے تو جائز ہے اور بعضے

مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ مذکورہ میں نعل واستر سے جو زیادتی ہوئی اسکی قیمت دینی ممکن ہے اور اس مسئلہ میں نعل سے
جو زیادتی ہوئی اسکی قیمت کا واجب کرنا ممکن نہیں ہے۔ پھر امام محمد رح نے دونوں مسئلوں میں فرمایا کہ مقدار مسمی سے اجر المثل
زیادہ نہ دیا جائیگا اسمیں بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ علے الخصوص بمقابلہ کام کے جو مقدار مسمی
ہے اس سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائیگا ولیکن جو بمقابلہ نعل کے خاص ہے وہ خواہ کسی قدر ہو سب دینا واجب ہوگا
اور بعض نے فرمایا کہ نعل وعمل دونوں کے مقابلہ میں مقدار مسمی سے زیادہ اجر المثل نہ دیا جائیگا یہ محیط میں ہے یہ سب طرح
اگر کسی ٹوپی بنانے والے کو ایک ٹکڑا دیا کہ اسکی ٹوپی اپنے پاس سے استر لگا کر تیار کر دے تو اسکا بھی یہی حکم ہے
جو ہمنے بیان کر دیا ہے پھر اگر غیر جید بنا کر لایا تو اسکو خیار نہ ہوگا ولیکن اگر شرط کر دی ہو کہ جید ہی بنا دے تو
اس صورت میں خیار حاصل ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے موزہ دوز سے دو موزے سلوا کے
اور کچھ چمڑا اپنے پاس سے نہیں دی وہ بنا لایا اور مستصنع نے کہا کہ ایسا ویسا چمڑا نہیں ہے جیسا میں نے
بیان کیا اور نہ ویسی سلائی اور نہ مقدار ہے اور موزہ دوز نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے ایسے ہی بنانے کا حکم دیا
تھا اور موزہ دوز نے چاہا کہ اس شخص سے قسم لے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے بخلاف رنگریز کے اگر اسنے کپڑے کے مالک
سے کہا کہ تو نے ایسا ہی رنگنے کا حکم دیا تھا اور قسم لینی چاہی تو اسکو اختیار ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی موزہ دوز
کو چمڑا دیکر کہا کہ اسکے موزے قطع کر کے سی دے اور چار درم مزدوری دونگا اسنے کسی دوسرے شخص کو دو درم پر
سینے کے واسطے دیدیے ہیں اگر اسکو اپنے پاس سے دام ادا کیے یا خود کچھ کام کر دیا ہے تو یہ زیادتی اسکے
حق میں حلال ہے ورنہ اسکو صدقہ کر دے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے موزہ دوز سے کہا کہ
اپنے پاس سے اس موزہ میں نعل لگا دے اور اجرت ٹھہرا دی اسنے ایسے نعل جیسے ایسے موزوں میں لگائے
جاتے ہیں لگائے تو مالک کو لینے پڑینگے اگرچہ بہت عمدہ نہوں اور مالک کو نہ لینے کا اختیار نہوگا۔ اور اگر جید نعل
لگانے کی شرط کر لی ہو اور موزہ دوز ایسے نعل لگا لایا کہ انکو جید کہ سکتے ہیں تو مالک اسکے قبول کرنے پر
مجبور کیا جاویگا اور اسکو نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر موزہ دوز سے شرط کر لی کہ جید نعل
لگا دے اسنے غیر جید لگائی تو مالک کو اختیار ہے چاہے اپنے موزے کی قیمت لے لے یا موزے لیکر اسکے کام کی مزدوری
بحساب اجر المثل اور جو زیادتی ہوئی ہے اسکی قیمت دیدے مگر مقدار مسمی سے زیادہ نہ دی جاویگی یہ بدائع
میں ہے۔ موزہ دوز نے زید کے کہنے کے موافق سب طرح موزہ تیار کر دیا لیکن باہم اتفاق ہے مگر اجرت میں
اختلاف کیا کہ موزہ دوز نے کہا کہ تو نے مجھے ایک درم دینے کو کہا تھا اور مالک نے کہا کہ دو دانگ دینے
ٹھہرائے تھے اور دونوں نے گواہ قایم کیے تو موزہ دوز کے گواہ مقبول ہونگے اور یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر کسی نے
گواہ قایم نہ کیے تو کیا حکم ہے اور مناسب اس صورت میں یہ ہے کہ نادوختہ موزہ کی قیمت کے موافق حکم ہو اور جس کے
قول کی شاہد نعل کی قیمت ہو اسی کا قول قبول ہو جیسا کہ رنگریزی کی صورت میں ہوتا ہے پس اگر نعل کی قیمت
ایک درم ہو جیسا کہ موزہ دوز مدعی ہے تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر نعل کی قیمت دو دانگ ہو جیسا کہ
مالک مدعی ہے تو قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا اور باہم قسم نہ لیجاویگی۔ اور اگر نعل کی قیمت دونوں میں سے
کسی کے قول کی شاہد نہو مثلاً نصف درم ہو تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لی جاوے گی۔

اُس صورت مین ہے کہ اجرت کی مقدار مین اختلاف ہو۔ اور اگر نفس اجرت مین اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے مجھے
بلا اجرت سی دیا ہے اور موزہ دوز نے کہا کہ مین نے تجھے با اجرت بنا دیا ہے تو دونون مین سے ہر ایک سے دوسرے
کے دعوی پر قسم لیجاویگی پس اگر دونون نے قسم کھالی اور دونون مین سے کسی کا دعوی ثابت نہ ہوا تو مذکور ہے کہ نعل
سے جو زیادتی ہو گئی ہے اسکی قیمت مالک نعل ادا کریگا۔ اور فرمایا کہ اگر اُسنے پورا موزہ سب اپنے پاس سے بنایا
یہانتک کہ یہ عقد استصناع قرار پایا پھر قبضہ سے پہلے مقدار اجرت مین اختلاف کیا تو موزہ دوز کا قول قبول ہوگا اور
دونون سے باہم قسم نہ لیجاویگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ زید نے بخار سے کہا کہ میرے واسطے ایک بیت تیار کر دے اور
جب تو فارغ ہوگا تو جو کچھ اندازہ کرنے والے اندازہ کرینگے وہ مین تجھے دیدونگا اور دونون اسپر راضی ہوے اور
بخار نے تیار کیا اور باتفاق دونون کے ایک شخص نے اندازہ کیا مگر بخار نے اُس سے انکار کیا تو اسکو اجر المثل
ملیگا اور شیخ ابو حامد حمیر الوبری نے فرمایا کہ وہ شخص بمنزلہ مقوم کے ہے نہ بمنزلہ حکم کے پس جو اُسنے اندازہ کیا ہے وہ
بخار پر لازم نہ ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دس درم چاندی سونار کو دی اور کہا کہ اسمین دو درم اپنے پاس
سے بڑھا کر کنگن بنا دے اور وہ دو درم مجھپر قرض رہینگے اور تیری اجرت ایک درم ہے اور سونار اُس کو تیار
کر کے لایا اور کہا کہ مین نے اسمین دو درم چاندی بڑھا دی اور مالک نے کہا کہ تو نے اسمین کچھ نہین بڑھایا ہے تو
ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی پس اگر دونون نے قسم کھالی تو سونار کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے
کنگن اسکو دیکر پانچ دانگ درم دس درم کی اجرت لے لے یا دس درم چاندی واپس کر کے کنگن اپنے پاس رکھے
اور دونون سے قسم لینا سو اسواسطے ہے کہ سونار اس شخص پر دو درم قرض کا دعوی کرتا ہے اور وہ شخص منکر ہے اور وہ
شخص سونار پر کنگن کے استحقاق کا بدون کسی عوض کے دعوی کرتا ہے اور سونار منکر ہے پس دونون مین سے ہر ایک
سے قسم لیجاویگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ زید نے ایک شخص کو جو سونا چڑھاتا ہے ایک مصحف مجید دیا کہ اسپر
اپنے پاس سے سونا چڑھا دے اور سونا چڑھانے والے نے زید کو نمونہ دہ آیتی و پنج آیتی اور شروع آیات
و اوائل سور کا دکھلا دیا اور زید نے حکم دیا کہ باجرت معلوم اسی طور سے سونا چڑھا دے تو صحیح نہین ہے کیونکہ اشیا
کی مقدار مجہول ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط سے خریدا کہ بائع اسکو سی دے اور دس درم ٹھہرائے تو فاسد
ہے اور اگر کسی موچی کے پاس تسمہ اور جوتا لایا کہ اسقدر اجرت پر اسکو ٹانک دے تو یہ جائز ہے اور اگر موچی سے کہا کہ اپنے
پاس سے تسمہ لگا دے اور موچی نے تسمہ دکھلا دیئے اور وہ راضی ہو گیا پھر ٹانک دیئے تو استحسانا جائز ہے یہ محیط مین
ہے۔ اگر رنگریز کو ایک کپڑا دیا کہ اسکو اپنے پاس سے عصفر سے رنگ دے اُسنے موافق کہنے کے عصفر سے رنگا مگر صفت مین
خلاف کیا کہ جس سے کپڑے مین کچھ عیب آ گیا پس بہت گہرا رنگ کر دیا یا اسقدر کم کیا جس سے کپڑا عیبدار ہو گیا تو مالک
کو اختیار ہو گا کہ چاہے کپڑا اُسکے پاس چھوڑ کر اپنے سپید کپڑے کی قیمت ضمان لے یا کپڑا لیکر اُسکو اُسکے کام کا اجر المثل
دیدے مگر مقدار مسمی سے اجر المثل زائد نہ دیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر درزی سے ٹھہرایا کہ قمیص کی آستین
اپنے پاس سے ڈالدے تو یہ فاسد ہے کہ اسمین عرف جاری نہین ہے اسیطرح اگر معمار سے ٹھہرایا کہ پختہ اینٹ اور چونا
کچھ اپنے پاس سے لگا دے تو بھی یہی حکم ہے اور جو شے اس جنس کے غیر مین کاریگر کے ذمہ شرط کرے تو عقد فاسد ہے
اور اگر کاریگر نے کام تیار کیا تو وہ شے اسکے مالک کو دیجاویگی اور کاریگر کو اسکے کام کی اجرت مثل ملیگی اور جو زیادہ کیا ہے

اسکی قیمت ملیگی یہ مبسوط میں ہے

بتیسواں باب - متفرقات میں - اگر زید نے خالد سے کہا کہ میں نے تجکو اپنا یہ گھر ایک روز بعوض اسقدر اجرت پر دیا اور باقی تمام سال تک مفت دیا اور خالد نے اسمین سکونت اختیار کی تو خالد پر ایک روز کا اجر المثل واجب ہوگا اور باقی سال بھر کا کچھ کرایہ واجب نہوگا یہ ذخیرہ و فتاوے قاضی خان میں ہے - ایک شخص نے کام کے واسطے بیلچہ کرایہ لیا اور موجر نے کہا کہ میں کرایہ نہیں چاہتا ہوں بلکہ تو بیلچہ کا قبضہ لکڑی کا بنوا دے پھر اجرت کا مطالبہ کیا (قال ان کان لا یطلب له قیمته) تو اجر المثل واجب ہوگا ورنہ نہیں یہ وجیز کردری میں ہے - ایک شخص نے کسی محلہ میں ایک مکان مدت معلومہ تک کے لیے کرایہ لیا پھر محلہ میں کوئی نائرہ آئی کہ جس سے لوگ بھاگ گئے اور آفت کے خوف سے مستاجر بھی اس مکان سے منتفع نہوسکا تو مشائخ نے فرمایا کہ کرایہ واجب نہوگا اور ظہیر سے والد بھی یہی فتوے دیتے تھے یہ ظہیریہ میں ہے - درزی اگر سلائی سے فارغ ہوا اور اپنے بیٹے کے ہاتھ اُسنے کپڑا سلا ہوا مالک کے پاس بھیجا حالانکہ اُسکا بیٹا بالغ نہ تھا پھر کسی اچکے نے راہ میں اُسکے ہاتھ سے کپڑا اُچک لیا پس اگر وہ لڑکا عاقل ضابط ہو کہ کپڑے کی حفاظت کرسکتا ہو تو درزی ضامن نہوگا اور اگر ضابط نہو اور حفاظت نہ کرسکتا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے - ایک درزی کو ایک کپڑا دیا کہ اسکا جبہ یا قبا تیار کر دے اور کچھ اُجرت اُس سے نہیں ٹھہرائی پھر جب درزی نے کام تیار کر دیا تو مالک نے اسکو اجرت مثل سے زیادہ دام دیے تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ زیادتی ائمہ کے نزدیک بالاجماع جائز ہے اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ کبری میں ہے - اگر حمال سے کہا کہ یہ چیز میرے گھر پہونچا دے یا درزی سے کہا کہ اسکو سی دے پس اگر درزی یا حمال مشہور ہو کہ ہر ایک اپنا اپنا کام باجرت کرتا ہے تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں یہ محیط میں ہے ایک شخص نے درزی سے کہا کہ اسکو اجرت پر سی دے اُسنے کہا کہ میں اُجرت نہیں چاہتا ہوں تو اجرت کا مستحق نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اگر کسی درزی کو کپڑا دیا کہ اسکو سی دے اُسنے سی دیا اور اجرت کچھ نہیں ٹھہری ہے یعنے اجرت کی شرط نہیں ہوئی ہے تو اُسکو اُجرت ملیگی ولیکن اگر درزی نے کہا ہو کہ میں تجھ سے اُجرت نہیں چاہتا ہوں تو مستحق نہوگا یہ سراجیہ میں ہے - ایک شخص زید نے خالد کو کچھ درم یا دینار قرض دیے اور چاہا کہ خالد کے مکان میں بلا اُجرت رہا کرے تو چاہیے کہ خالد کا مکان کچھ مدت معلومہ کے واسطے بشرط اجرت معجلہ کرایہ لے یعنے اُجرت فی الحال دیدینا ٹھہرا لے پھر اُس اُجرت کے عوض خالد کے ہاتھ کوئی ہلکی سی چیز فروخت کر دے تاکہ اُجرت کا معاوضہ ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین میں ہے - قرض خواہ نے اپنے قرضدار سے کہا کہ اس زمین کو بطور مزارعت کے گوڑ دے اُسنے گوڑ دی تو اُسکو اجر المثل ملیگا یہ قنیہ میں ہے - زید نے خالد سے کچھ درم قرض لیے اور اپنا گدھا خالد کو دیا کہ اسکو اپنے کام میں لاوے اور خالد ہی کے پاس رہے یہاں تک کہ اسکا قرضہ ادا کر دے پس خالد نے اسکو چراگاہ چرنے کے واسطے بھیجا وہاں بھیڑیے نے اسکو پھاڑ ڈالا تو خالد اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اگر زید نے خالد سے کچھ درم قرض لیے اور کہا کہ میری اس دوکان میں رہا کر پس اگر میں نے تجھے تیرے درم واپس نہ دے تو دوکان کے کرایہ کا مطالبہ نہ کرونگا اور اجرت واجب تجھے ہبہ ہوگی پس خالد نے اسکو درم دیدیے اور دوکان میں مدت تک رہا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر اجرت چھوڑ دینا اُسنے مال لینے کے ساتھ ہی بیان کیا ہو تو خالد پر اُجرت واجب ہوگی یعنے اجر المثل واجب ہوگا اور اگر اجرت

چھوڑ دینے کا ذکر قرض لینے سے پہلے یا اسکے بعد کیا ہو تو خالد پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور دوکان اسکے پاس عاریۃ
قرار دیجاویگی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اجرمثل واجب ہوگا کذا فی المضمرات اور
امام فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے یہ کبریٰ میں لکھا ہے۔ زید نے خالد کو کچھ درم قرض دیئے پھر زید نے خالد کو
ترازو کا باٹ دو درم ماہواری پر کرایہ دیا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر ترازو کے باٹ کی کچھ قیمت ہو اور نہ عادۃ
کے موافق ترازو کا باٹ کرایہ لیا جاتا ہو تو مستاجر کے ذمہ کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
اگر قرض دینے والے کو کسی قیمتی مال کی نگاہبانی کے واسطے اجرت پر مقرر کیا اور مال کی قیمت اجارہ سے زائد ہے
جیسے چھوری یا کنگھی یا چمچہ وغیرہ اور ماہواری کچھ کرایہ ٹھہرالیا تو ائمہ متاخرین نے اختلاف کیا ہے پس بعض
نے فرمایا کہ بلاکراہت جائز ہے اور انھیں میں سے امام محمد بن سلمہ اور امام حسام الدین علیا بادی صاحب کامل
وابو الفتح محمد بن علی اور صاحب ہدایہ ہیں اور اسکے جائز ہونے پر بڑے بڑے اماموں کا قول ہے۔ اور اگر
قرض دینے والے نے وہ شئے قبالہ قرض میں داخل کر کے دونوں کی ایک ساتھ حفاظت کی تو اجرت واجب ہوگی
اور فتوی میں یہ ہے کہ اگر مال معین کو قبالہ کے ساتھ حفاظت سے رکھا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی کیونکہ قرض دینے والا
قبالہ کو اپنے واسطے نگاہ رکھتا ہے کسی غیر شخص کیواسطے اسکی حفاظت نہیں کرتا ہے اور غیر چیز بھی اسکی تبعیت
میں حفاظت سے رہی۔ اور یہی شمس الائمہ اوزجندی کا فتوی اس مسئلہ میں بنا براسی روایت کے دیکھا ہے یعنی اجرت
واجب نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر قرض لینے والے نے قرض دہندہ کو قبالہ دیکر اسکی حفاظت کیواسطے
اجیر مقرر کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ قبالہ کی حفاظت قرض خواہ کے حق کے واسطے ہے [illegible]
ہے۔ اور اگر چھوری مثلاً تلف ہوگئی اور سال کے بعد دونوں نے اختلاف کیا اور قرض دہندہ نے کہا کہ سال کے بعد
تلف ہوئی ہے اور قرض دار نے کہا کہ ایکسال سے تلف ہوگئی ہے تو مستاجر یعنی قرضدار کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہی
کرایہ کی زیادتی سے منکر ہے۔ اور اگر اجیر نے وہ چھوری اپنی عورت کو یا ایسے شخص کو جو عیال میں ہے حفاظت کیواسطے
دیدی تو کرایہ واجب ہوگا اور اگر کسی اجنبی کو دیدی تو کچھ کرایہ واجب نہوگا اور اگر اس شرط سے اجیر مقرر کیا
کہ خواہ خود حفاظت کرے یا جسکو چاہے حفاظت کے واسطے دیدے تو شرط جائز ہے اور دوسرا وکیل یا محفوظ ہوگا
اور اگر مستاجر نے اجیر کو اجازت دیدی کہ اس چھوری کو اپنے کام میں لاوے اور وہ اسکے کام میں لایا تو جبتک
اپنے کام میں لایا ہے اس زمانہ تک کا کرایہ کچھ واجب نہوگا یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے پانچ
سو دینار قرض لیے اور اسقدر کی دستاویز اقراری لکھدی اور قرض دینے والے کو موافق دستور کے کسی قدر
ماہواری پر اجیر مقرر کیا اور یہ سب کام مستقرض نے وصول کرنے سے پہلے کیے پھر مقرض نے مستقرض کو فقط ساڑھے
چار سو دینار دیئے اور اسیر کئی مہینے گذر گئے اور مقرض اثنائے باقی کا منتظر رہا تو جو اجرت ٹھہری ہے وہ
پوری پوری واجب ہوگی انھیں سے بقدر حصہ پچاس دینار کے جو نہیں دیئے ہیں کمی نہ کیجاویگی بخلاف اسکے
اگر قرض لینے والے نے کچھ مال قرض ادا کر دیا اور اسکے بعد کچھ مدت گذر گئی تو پھر قرض دینے والے کو اس
مدت کی جو کچھ مال ادا کرنے کے بعد گذری ہے پورے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار نہوگا۔ مستقرض و مقرض دونوں
نے دستاویز لکھنے والے کی دوکان پر بیٹھکر کسی مال معین کی حفاظت کے واسطے کسی قدر ماہواری پر اجارہ

مرسومہ قرار دیا اور مستقرض نے کاتب سے قرض کی دستاویز بدل اجارہ کے تحریر کرنے کو کہا اور مقرض نے وہ مال
عین کاتب کے سامنے مستقرض سے اپنے قبضہ میں لینے کے بعد کاتب کی حفاظت میں اس غرض سے چھوڑ دیا کہ
اُسکی باحتیاط و بصدق دستاویز میں اچھی طرح لکھ دے اور اسپر کچھ مہینے گذر گئے اور کاتب نے چند ماہ تک دستاویز
نہ لکھی حالانکہ وہ مال عین اُسکے پاس رہا پس آیا اس مدت کی حفاظت کا کرایہ واجب ہوگا یا نہیں تو بعضے اماموں نے
فرمایا کہ واجب ہوگا کیونکہ اجیر یعنے مقرض کے ذمہ مطلقاً حفاظت کی شرط تھی پس اُسکو اختیار ہے کہ جسپر اُسکو اعتماد ہو اُس
کے ہاتھ میں حفاظت سے رکھے اور اس صورت میں اُسنے اس کاتب پر اعتماد کیا ہے کہ اُسکے پاس چھوڑ دی
اور کیونکر ایسا نہ ہوگا حالانکہ مستاجر کو خود معلوم ہے اور وہ راضی ہے مقرض نے مال عین جسکی حفاظت کیواسطے
خود اجیر مقرر ہوا تھا ایسے شخص کو دیدیا جو اُسکے عیال میں نہیں ہے اور اُسکو حفاظت کرنے کا حکم کیا اُس نے
ایک زمانہ تک حفاظت کی تو مستقرض مستاجر پر اُس مدت کی اجرت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے دو
شخصوں نے ایک شخص سے قرض لیکر اسکو مال عین کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کیا پھر دونوں مستاجرون
میں سے ایک نے انتقال کیا تو اُسکے حصہ کا اجارہ باطل ہوا اور زندہ کے حصہ کا باقی رہا یہ وجیز کردری میں ہے
اگر مستقرض نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ مقرض کو چھوری کی حفاظت کیواسطے ماہواری پر اجیر مقرر کرے اور یہ نہ کہا
کہ اسقدر ماہواری پر اجیر کرے اُسنے ایک درہم ماہواری پر مقرر کیا تو یہ عقد حق موکل میں نافذ نہوگا تا وقتیکہ اجرت
معین نہ کرے یا تعمیم کے ساتھ حکم کرے کہ جس اجرت پر چاہے مقرر کر دے۔ اور اگر اُسکو ایک سال تک اپنی
چھوری کی حفاظت کے واسطے بیس دینار ماہواری پر مقرر کیا تو مدت گذرنے سے پہلے اُسکو فسخ کا اختیار نہیں
ہے اگرچہ اسکو ضرر لاحق ہوا مگر ایسا کہ اُسکے مقابلہ میں حفاظت کی منفعت موجود ہے جیسے درزی یا دھوبی یا پیغام
دینے کا اجارہ پر مقرر کرنا بخلاف کاتب کے اجیر مقرر کرنے کے کہ درصورت اُس شخص کے حاضر ہو جانے کے
جسکے پاس خط بھیجنا چاہتا تھا یعنے مکتوب الیہ کے حاضر ہو جانے کے فسخ کا اختیار رہے۔ اور اگر اُسکو کچھ درہم ماہواری
پر چھوری کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو جس روز چاند ہوا اُس روز مقرض کے سامنے یعنے حضور میں فسخ کا
اختیار ہے۔ اور اگر اُسنے دو یا تین شخصوں کو چھوری کی حفاظت کیواسطے اجیر مقرر کیا اور ایک شخص نے اُس کی
حفاظت کی تو مستاجر پر پورا کرایہ واجب ہوگا بشرطیکہ اس کام کے تحمل کرنے میں یہ لوگ باہم شریک ہوں ورنہ
فقط اُس شخص کے حصہ کی مزدوری واجب ہوگی جیسا کہ اس دوسرے مسئلہ میں حکم ہے کہ اگر دو شخصوں کو اپنے گھر
ایک لکڑی اُٹھا لیچلنے کے واسطے ایک درہم پر مزدور مقرر کیا پھر ایک شخص اُٹھا کر لایا تو یہاں بھی اسی تفصیل سے حکم ہے
یہ تتمہ میں ہے۔ قال رضی اللہ عنہ اجارہ میں غبن فاحش دہ یازدہ کا ہوتا ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اگر وصی یا
متولی نے صغیر یا وقف کے لیے قرض لیا اور اجارہ مرسومہ کا عقد ٹھہرایا پس آیا اسکا التزام مال وقف یا مال صغیر کی
جانب متعدی ہوگا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر قرض لینے کی ضرورت ہو وے تو متعدی ہوگا چنانچہ اگر کچھ مال
کسی ظالم کو مال وقف یا مال صغیر میں سے اس غرض سے دیا کہ تمام مال وقف یا مال صغیر اس ظالم کے پنجہ سے
چھوٹ رہے تو اس صورت میں بسبب ضرورت کے یہ مال جو دیا ہے مال وقف یا مال صغیر میں محسوب ہوگا
یہ وجیز کردری میں ہے۔ زید نے عمرو کو کچھ مال دیا اور حکم کیا کہ یہ مال خالد کو بطور قرض دیدے اور اجارہ مرسو

کا عقد ٹھہرا دے پس وکیل یعنے عمرو نے وہ مال خالد کو دیدیا اُسنے عمرو کو کسی مال عین کی حفاظت کے واسطے جو دیا ہے
کچھ درم ماہواری پر اجیر مقرر کیا پھر عمرو نے انتقال کیا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا کیونکہ جس کے واسطے عقد اجارہ تھا یعنے
زید موکل وہ باقی ہے اور یہ اسواسطے کہ درحقیقت زید نے عقد اجارہ کے واسطے عمرو کو وکیل کیا اور اجارہ کی
توکیل یہان قبول عمل کی توکیل ہے یعنے حفاظت قبول کرنے کی اور قبول اعمال کے واسطے وکیل مقرر کرنا صحیح ہے
یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ خالد سے قرض لے اور اجارہ مرسومہ کا عقد ٹھہرا دے بشرطیکہ
موکل ہر عہدہ سے جو لازم آوے خارج رہے اُسنے ایسا ہی کیا تو اجرت اور استقراض وکیل کے ذمہ قرار دیا
جائیگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ زید نے عمرو سے ایک مکان سو دینار پر کرایہ لیا اور ہنوز اُس مین سکونت اختیار
نہین کی تھی کہ مالک مکان نے اُسکو حکم کیا کہ دس درم خالد کو کرایہ مین سے اس شرط سے دیدے کہ عمرو کا خالد
پر قرضہ ہے پھر دونون مین اجارہ ٹوٹ گیا مثلاً ایک مرگیا تو مستاجر کو مستقرض سے لینے کی کوئی راہ نہین ہے
پھر اگر زید نے خالد کو جیسا کرایہ واجب تھا اُس سے کھوٹے درم دیئے ہون تو عمرو سے ویسے ہی درم لے
سکتا ہے جیسے اُسکو دیئے ہین۔ اور اگر اُسنے کرایہ مکان سے کھرے درم دیئے ہون تو عمرو سے فقط اس قسم
کے درم واپس لے سکتا ہے جیسے درم دینے کا اُسنے حکم کیا ہے مگر عمرو کو خالد سے ان درمونکے لینے کا
اختیار ہے جیسے اُسنے مستاجر سے وصول کیے ہین یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر موجر کا مستاجر پر کچھ مال قرض یا
اسکے مثل کسی وجہ سے واجب ہوا اور مستاجر نے موجر سے کہا کہ جو مین نے کرایہ دیا ہے اُسمین سے یہ مال
محسوب کرلے یا فارسی مین کہا کہ (فرو روار مال اجارہ) اُسنے کہا کہ (فرو رفتم) یعنے مین نے محسوب کیا
تو بقدر اس مال کے اجارہ فسخ ہو جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر موجر کے مستاجر پر دینار قرض ہون اور کرایہ مین
درم دیئے ہون اور دونون نے اسطور سے قصاص کر لیا یعنے بدلا کر دیا تو اگرچہ جنس مختلف ہے مگر بسبب
باہمی رضامندی کے جائز ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے ایسی زمین جو کسی مسجد کے واسطے
وقف ہے اجارہ شرعیہ لی اور اُسکو آباد کیا اور اُسمین زراعت کی اور اسکو مال اجارہ سے زیادہ مال حاصل ہوا
پس اگر اجارہ کا مال مقررہ وقت عقد کے اس زمین کے اجر المثل کے برابر ہو تو اس شخص کو زیادتی حلال ہے
یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ ایک قرضدار اپنے قرضخواہ کے پاس مال لایا تاکہ اجارہ معہود فسخ کرے اور
مقرض نے روپوشی اختیار کی یا کفالت بالنفس اس شرط سے کی کہ اگر کل کے روز اسکو تجھ سے نہ ملادے تو مجھپر ہزار
درم واجب ہونگے پس اسکو لایا اور مکفول لہ روپوش ہوگیا یا یون قسم کھائی کہ اگر آج ہزار درم نہ ادا کرے تو اُسکی عورت کو
طلاق ہے پس لایا اور قرضخواہ روپوش ہوگیا تو اگر قاضی کو اسکی سرکشی و ضرر رسانی کا قصد معلوم ہوا تو اسکی طرف سے
ایک وکیل مقرر کرکے مال اُسکے سپرد کرادے اور اجارہ فسخ ہو جائیگا اور کفیل بالمال نہ رہیگا اور نہ اُسکی عورت کو طلاق ہوگی
اور اگر اُسکا یہ قصد معلوم نہو تو وکیل مقرر نہ کریگا اور اگر باوجود اسکے قاضی نے غائب کیطرف سے وکیل مقرر کرکے اسکو
مال دلوادیا تو احکام مذکورہ ثابت ہوجاوینگے اور حکم قضا نافذ ہو جائیگا کیونکہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے یہ وجیز کردری مین ہے
ایک شخص کی دوکان کے سامنے شارع عام مین کچھ میدان ہے اُسنے ایک درم ماہواری پر ایک میوہ فروش کو اجارہ
دیدیا تو جو کچھ اجرت وصول کریگا وہ اُسی شخص کو ملیگی کیونکہ وہ شخص غاصب ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ

یہ حکم اسوقت ہے کہ وہان کوئی عمارت یا دوکان ہو کیونکہ اس سے غاصب قرار پائیگا اور بدون اسکے غاصب نہوگا اور میرے نزدیک پہلا ہی حکم صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مستاجر نے زمین اجارہ مین کوئی عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر مدت اجارہ منقضی ہو گئی پس آیا اُن چیزون کے دور کر دینے کے واسطے مستاجر کو حکم کیا جائیگا فرمایا کہ انکے دور کرنے کیواسطے اسکو حکم دیا جائیگا خواہ انکی قیمت قلیل ہو یا کثیر ہو بشرطیکہ مالک زمین اُن چیزون کو بقیمت نہ لیوے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر اُسنے باجازت مالک ایسا فعل کیا ہو فرمایا کہ اگرچہ اُسنے اجازت دیدی ہو۔ اور کتاب الشرب مین ذکر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین مین کسی شخص کی آمد و رفت پر راضی ہو یا اُسکا پانی اپنی زمین مین ہو کر بہنے کی اجازت دیدی اور مطلقا یہ اجازت دیدی پھر اُسکی راے مین آیا کہ اُس سے ممانعت کر دے تو ممانعت کر سکتا ہے کیونکہ یہ اجازت کوئی امر لازمی نہین ہے یہ فتاوی نسفی مین ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دس درہم کرایہ پر ایک زمین اس شرط سے لی کہ دس جریب ہے زمین کھیتی بوئی پھر اُسکو پندرہ جریب یا سات ہی جریب پایا تو فرمایا کہ اسکو وہی کرایہ ملیگا جو قرار پایا ہے اور اگر وقت عقد کے یہ کہا ہو کہ دس جریب فی جریب ایک درہم کرایہ مین تو اس صورت مین ہر جریب بحساب ایک درہم کے محسوب کیا جاویگی یہ محیط مین ہے۔ زید نے کچھ زمین ایک بڑے گانون مین سے جسکے حصے متفرق ہین عمرو کو کرایہ پر دی اور اسکی کاریز کا پانی کم ہو گیا اور اسمین ایک زائد خرچ کی ضرورت ہوئی اور ارباب کاریز سے نفقہ طلب کیا پس اس کرایہ والی زمین کا خرچہ مستاجر پر ہوگا یا موجر پر تو فرمایا کہ موجر پر اپنی ملک و زمین مین خرچہ واجب نہوگا اور مستاجر پر بھی اسکی غیر ملک و موجر کی زمین کیواسطے خرچہ لازم نہ ہوگا۔ اور اگر وہ گانون تنہا منفرد ہوا اور زید نے عمرو کو کرایہ پر دیدیا اور اسکی کاریز کا پانی کم ہو گیا اور عمرو نے زید سے کاریز کا خرچہ طلب کیا کہ اُسکو صاف و درست کرا کے پانی کی آمد بڑھا دے تو زید پر خواہ مخواہ خرچہ دینا لازم نہین ہے مگر ہان نقصان پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر نقصان فاحش کثیر ہو کہ کسی قدر زمین سے جسپر اجارہ واقع ہو چکا ہے بالکل پانی منقطع ہو گیا تو جسقدر زمین سے پانی منقطع ہوا ہے اسکا اجارہ موافق اُس روایت کے جسپر امام قدوری نے اعتماد کیا ہے فسخ ہو جاویگا اور اُس روایت مین یہ مذکور ہے کہ جس زمین سے پانی منقطع ہوا اُسکا اجارہ فسخ ہو جاتا ہے اور باقی زمین مین مستاجر کو خیار حاصل ہوگا چاہے بعوض اسکے حصہ اجرت کے اجارہ پر رہنے دے یا فسخ کر دے اور اگر نقصان قلیل ہو کہ پانی سب زمین مین پہونچتا ہو مگر سیراب نہ کرتا ہو اور کافی نہ ہو اور اس سے ضرر فاحش لاحق ہوا تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے اجارہ فسخ کر کے زمین واپس کر دے یا اجارہ سابقہ کو بعوض اجرت مسمی کے تمام کرے۔ اور یہ جواب اس مسئلہ مین وہ ہے کہ ہمارے پیشوا استاد شیخ الاسلام قاضی ابو المعالی نور اللہ ضریحہ نے ارشاد فرمایا ہے اور ہمکو اسکی وصیت کر دی ہے اور کتاب مین ذکر نہین کیا۔ اور اگر گانون اجارہ دیا اور اسکی کاریز کا پانی تنہا نہ رو زمین بیس جریب کو سیراب کرتا ہے پھر کم ہو کر بیس سے دس ہو گیا تو دس جریب کا اجارہ فسخ ہو جائیگا یعنے نصف کا اور ہمارے مشائخ کے قول کے موافق باقی مین اُسکو خیار حاصل ہوگا ایسا ہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔ ایک شخص زید نے ایک زمین جو کسی مسجد کی ضرورت کیواسطے وقف تھی اُسکے متولی سے کچھ درمون معلومہ پر ایکسال کے واسطے اجارہ لی پھر زید نے وہ زمین عمرو کو مزارعت بالنصف یعنے آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دیدی کہ بیج زید کی طرف سے ہین

پھر جب کھیتی کاٹی تو اہل مسجد نے کہا کہ جس شخص نے تجھے زمین اجارہ دی تھی وہ متولی نہ تھا اور اجارہ صحیح نہیں ہوا اور
گاؤں کے رواج کے موافق تہائی غلہ مسجد کے واسطے ہم لینگے اور جبرا اُس سے لے لیا پھر اگر مستاجر نے موجر کے
متولی ہونے کے گواہ قایم کیے تو جو کچھ اہل مسجد نے وصول کر لیا ہے وہ واپس لیکر باقی غلہ کے ساتھ اپنے اور کاشتکار
کے درمیان موافق شرط کے تقسیم کریگا اور اسپر اجرت مسمی واجب ہوگی اور اگر اُس نے اس قسم کے گواہ قایم نہ ہو سکے
کہ موجر متولی تھا تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا اور جو اہل مسجد نے وصول کر لیا ہے اُسکو واپس لیگا اور کاشتکار کے
ساتھ شرط کے موافق باہم تقسیم کر لیگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے شرف الائمہ مکی اور قاضی عبد الجبار نے فرمایا کہ ایک شخص
نے زمین وقف اجارہ لی اور اُس میں عمارت بنائی اور درخت لگائے پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو اختیار ہے کہ
کہ اسکو اجر المثل پر سنبھالے بشرطیکہ اس میں کچھ ضرر نہو پھر دونوں سے دریافت کیا گیا کہ اگر موقوف علیہ سوا اسکے درختوں کے
اُکھاڑ ڈالنے کے کسی بات پر راضی نہوا آیا یہ اختیار ہے تو دونوں نے فرمایا کہ نہیں یہ قنیہ میں ہے۔ ایک گاؤں میں
کچھ زمین فی سبیل اللہ ہے کہ اُسکو گاؤں والوں نے چند سال معلوم کیواسطے اجارہ لیا پس اگر اسمیں گاؤں کے
حق میں کوئی مصلحت ہو تو اس زمین میں اُنکا تصرف جایز ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اور مکہ معظمہ کی زمین کا اجارہ
لینا مکروہ ہے کیونکہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے زمین مکہ کا کرایہ کھایا اُسنے گویا سود
کھایا یہ کافی کی کتاب الکراہیۃ والاستحسان میں ہے۔ زید نے عمرو سے جو زمین اجارہ لی وہ اسکی ملک سے زائد
تھی حالانکہ صرف عمرو کی ملک کی زمین غیر مشترک اجارہ لی تھی پس اگر زائد زمین کا مالک راضی نہوا اور اُسنے
عقد فسخ کیا تو اُسکے حق کا اجارہ ٹوٹ جائیگا۔ اور اگر مالک نے کچھ تعرض نہ کیا مگر موجر نے بعد عقد کے حاکم کے پاس
اس امر کا اقرار کر دیا تو مستاجر کو بقدر زیادتی کے عقد فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر موجر نے یہ اقرار نہ کیا اور
نہ مالک نے کچھ دعوی کیا اور نہ مستاجر سے منازع ہو کر مستاجر کو حایل کرنے میں کچھ تعرض یا ممانعت کی تو مستاجر کو بقدر زیادتی کے
اجارہ فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے اگرچہ اُسکو معلوم ہو کہ یہ زمین دوسرے کی ملک ہے یہ سلطانی وکیل نے اگر
کوئی گاؤں کسی شخص کو شرعی اجارہ پر اجارہ دیا اور مستاجر نے اسمیں کھیتی بوئی پھر کسی شخص نے اجارہ میں بڑھا دیا
اور وکیل نے دوسرے کو اجارہ دیدیا تو اس گاؤں کا غلہ واناج وغیرہ خریدنا جایز نہیں ہے کیونکہ یہ پہلے
مستاجر کی ملک ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ تہائی بٹائی کے کاشتکار نے کئی مرتبہ زمین گوڑی پھر تالیف لگانے کیواسطے
مالک زمین کو اجارہ پر دیدی تو عقد سابقہ کیوجہ سے اسکو تہائی اجرت ملیگی اگرچہ فقط گوڑنے سے کسی چیز کا مستحق نہ تھا
یہ قنیہ میں ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص زید نے عمرو کو اپنا غلام اجارہ دیکر سپرد کر دیا پھر بلا عذر
اسکو فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور وہ مشتری کے پاس مر گیا تو مستاجر کو مشتری سے اُسکی قیمت کی ضمان لینے
کا اختیار نہیں ہے پس مستاجر اس حکم میں راہن کے مثل نہیں ہے اُسکے برخلاف ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ابن سماعہ
نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ زید نے عمرو سے ایک مکان بعوض اپنے غلام کے ایکسال کے واسطے اجارہ لیا
اور اسمیں سکونت اختیار کی پھر اُس سے غلام کا اجارہ توڑ لیا تو غلام واپس لے اور اس مکان کا اجر المثل عمرو
کو دیدے۔ اگر کرایہ کا مکان زید نے کرایہ دار سے غصب کر لیا پھر چھوڑ دیا پھر مستاجر نے چاہا کہ باقی مدت
کے واسطے اُسپر قبضہ نہ کرے یا موجر نے چاہا کہ قبضہ نہ دیوے تو مستاجر ایسا انکار نہیں کر سکتا ہے اور نہ موجر کو

ایسا اختیار رہے۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب سال کے اندر اجارہ لینے کے واسطے کوئی وقت
مقرر نہ ہو کہ اسوقت میں اس مکان کے اجارہ لینے کی کسی وجہ سے خواہش ہوتا کہ جو وقت خواہش کا تھا وہ
نکل گیا اور اسوقت مستاجر کو وہ مکان نہ ملا تو ایسی صورت میں باقی سال کے واسطے مستاجر کو خیار دیا جائے گا کہ
چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔ اصل میں لکھا ہے کہ اگر دار یا اونٹ کسی غلام معین یا غیر معین کے عوض کسی مدت تک
کرایہ پر لیا پس اگر غلام معین ہے تو اجارہ جائز ہے اور اگر غیر معین ہے تو فاسد ہے پھر اگر غلام معین ہوا اور اجارہ
جائز ٹھہرا اور مستاجر نے اونٹوں سے اپنا نفع حاصل کر لیا پھر موجر کو غلام سپرد کرنے سے پہلے وہ غلام مستاجر
کے پاس مر گیا تو مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر غلام غیر معین ہوا اور اجارہ فاسد ہو تو در صورت استیفاء
منافع کر لینے کے مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا خواہ غلام مر جاوے یا نہ مر جاوے یہ محیط میں ہے۔ اگر
غلام کے مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کو اسواسطے اجارہ لیا کہ غلام کو روٹی پکانا یا سینا سکھلا دے اور
ایک درہم یا ایک مہینہ کی اجرت ٹھہرائی تو یہ اجارہ جائز ہے اور اگر اُسنے کام سکھلا دیا تو اسکو اجرت ملیگی اور اگر
مہینہ گذر گیا اسکے بعد بائع کے پاس وہ غلام مر گیا تو بائع کا مال گیا اور اسکو پورا اجارہ کرنے سے مشتری کا
قبضہ نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی کپڑا خریدا اور اسکے دھونے یا سینے کے واسطے بائع کو اجارہ پر مقرر کیا تو
جائز ہے اور اگر کپڑا تلف ہوا پس اگر قطع کرنے یا دھونے میں برباد ہوا تو مشتری قابض ہو گیا اور مشتری کا مال تلف
ہوا ورنہ بائع کا مال گیا۔ اور اگر مشتری نے بائع کو مبیع کی حفاظت کے واسطے کسی قدر اجرت پر مقرر کیا تو
اجارہ باطل ہے کیونکہ جب تک مشتری کے سپرد کرے تب تک اسکی حفاظت بائع کے ذمہ خود لازم ہے یہ ظہیریہ میں
ہے۔ زید نے عمرو کا گھر جو کرایہ پر چلانے کے واسطے تھا خالد کے پاس رہن کیا اور مرتہن نے اسمیں سکونت اختیار
کی تو اسپر کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ غالباً کرایہ کا التزام کر کے اسمیں نہیں رہا ہے چنانچہ اگر خود مالک نے رہن کیا اور
مرتہن نے اسمیں سکونت اختیار کی تو بھی کرایہ واجب نہیں ہوتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ راہن نے مرتہن کو حفاظت
رہن کے واسطے اجارہ لیا تو نہیں جائز ہے اور اگر مستودع کو حفظ ودیعت کیواسطے اجارہ لیا تو جائز ہے یہ
سراجیہ میں ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے ایک مکان ماہواری پر کرایہ لیا اور خود باہر چلا گیا
مگر اپنی جورو و اسباب اسمیں چھوڑ گیا پھر موجر نے چاہا کہ اس عورت کو نکال دے اور اجارہ فسخ کر دے تو شیخ رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ موجر ایسا نہیں کر سکتا ہے تاوقتیکہ مستاجر نہ ہو اور صورت فسخ کی یہ ہے کہ درمیان مہینہ میں کسی دوسرے
کو اجارہ دیدے پھر جب یہ مہینہ پورا ہو جائیگا تو پہلا اجارہ ٹوٹ جائیگا اور مکان دوسرے شخص کے اجارہ
میں آجاویگا پھر اس عورت کو نکال دے اور اس سے کہے کہ یہ مکان خالی کر کے دوسرے کرایہ دار کے سپرد
کر دے یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار میں سے کوئی حویلی کسی قدر دراہم معلومہ پر کرایہ لی اور مستاجر نے
اپنی عورت کو طلاق دیدی اور خود شہر سے چلا گیا پس آیا مالک کو عورت کے نکال دینے کی کوئی راہ ہے فرمایا
کہ نہیں اور جب تک مہینہ پورا نہ ہو تب تک عورت کو حویلی میں سے نہیں نکال سکتا ہے پھر جب چاند نکلا حالانکہ اس کا شوہر
اسوقت تک غائب ہے پس آیا مالک مکان کو اختیار ہے کہ عورت کو نکال دے اور اجارہ فسخ کر دے تو واجب
ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہو یعنی امام اعظم و امام محمد رح کے قول پر نہیں اختیار ہے اور امام ابو یوسف کے قول پر

ف مستودع جس کے پاس ودیعت رکھی گئی

اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کوئی حویلی ایک درم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ لی کہ خود اسمین رہیگا دوسرے کو نہ بسا دیگا پھر اُسنے ایک یا دو عورت سے نکاح کیا تو اُسکو اختیار ہے کہ اُن دونون کو اُسمین بساوے اور مالک مکان انکار نہین کر سکتا ہے اور یہ مسئلہ دلیل ہے تاویل یہ ہے اس حویلی مین چہ بچہ یا وضو کا کنوان نہو وے یہ ذخیرہ مین ہے زید نے ایک عورت سے جو کرایہ کے مکان مین رہتی ہے نکاح کیا اور سال بھر اُسکے ساتھ اس مکان مین رہا اور عورت نے زید کو خبر دی تھی کہ میرے پاس یہ مکان کرایہ پر ہے یا نہین خبر کی تھی پھر مکان والے نے کرایہ طلب کیا تو یہ کرایہ عورت پر واجب ہوگا مرد زید پر واجب نہ ہوگا۔ اور اگر زید نے اُس عورت سے کہدیا ہو کہ مجھپر تیرے نفقہ کے ساتھ مکان کا اسقدر کرایہ بھی ہے اور مالک مکان کو اسکی ضمان دیدی تو یہ کرایہ مرد ہی پر رہا۔ اگر عورت کے سامنے فقط اس کرایہ دینے کے گواہ کر دیئے مگر مالک مکان کو ضمان نہ دی پھر اُس عورت کو کرایہ نہ دیا تو اُسکو اختیار ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک عورت اپنی بہن کے گھر مین بغیر اسکی رضامندی کے دو برس تک رہی اور اسکی بہن اُس سے کرایہ مکان کا تقاضا کیا کرتی تھی تو عورت پر اجر المثل واجب ہو گا یہ قنیہ مین ہے۔ کتاب الاصل مین فرمایا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دو کان کرایہ لی اور ایک درم ماہواری کرایہ ٹھہرایا اور دونون نے باہم یہ شرط قرار دی کہ ہم مین سے ایک شخص اُس سرے پر رہے اور ایک شخص اگلی طرف رہے اور یہ شرط اصل اجارہ مین نہین ٹھہرائی فرمایا کہ اجارہ جائز ہے اور دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اس شرط سے پھر جاوے۔ پھر کتاب مین مذکور ہے کہ اگر دونون نے عقد اجارہ مین ایسی شرط نہین لگائی تو اجارہ فاسد نہو گا اور یہ مذکور نہین ہے کہ اگر اصل اجارہ مین یہ شرط لگائی تو آیا اجارہ فاسد ہو گا یا نہین اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اجارہ فاسد ہو جائیگا اور کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اجارہ فاسد نہو گا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک حویلی دو شخصون مین جنمین سے ایک حاضر دوسرا غائب ہے پہلے مشترک تھی پھر تقسیم ہو گئی تو جو شخص حاضر ہے اُسکو فقط اپنے حصہ مین سکونت کا اختیار ہے سب حویلی مین نہین رہ سکتا ہے اور قاضی کو اختیار ہے کہ اگر اُسکے خراب ہو جانے اور گر جانے کا خوف ہو تو سب کو کرایہ پر دیدے اور اسکی اجرت اپنے پاس امانت رکھے۔ اور اگر تقسیم نہ ہوئی ہو تو شریک حاضر بقدر اپنے حصہ کے مسکن بنا سکتا ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر گر جانے و خراب ہو جانے کا خوف ہو تو سب مین سکونت اختیار کر سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے ایک مکان جو کرایہ پر چلانے کیواسطے رکھا گیا ہے وہ تین شخصون کو میراث مین پہونچا اُنمین سے ایک بدون باقی دونون کی اجازت کے اسمین رہا تو اُسپر کچھ کرایہ واجب نہ ہو گا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے کاروان سرائے کا ایک حجرہ کچھ مدت معلومہ کیواسطے کرایہ لیکر اسمین اپنا اسباب رکھکر مقفل کر دیا اور خود کہین چلا گیا پھر کاروان سرائے کا متولی آیا اور اُسنے بلا کنجی وہ قفل کھول کر اُسمین سے اسباب نکال کر دس روز تک کسی دوسری جگہ رکھا پھر اُٹھا کر اُسی حجرہ مین رکھکر قفل دیدیا اور اسی طور سے مدت گذر گئی تو جسوقت سے اسباب باہر نکالا اسوقت سے کچھ کرایہ واجب نہ ہو گا یہ خلاصہ مین ہے۔ تتمہ مین لکھا ہے کہ شیخ ابو ذرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک مکان کرایہ لیا اُسمین سے مدت تک ایک غاصب جسکا نکال دینا ممکن تھا رہا کیا تو فرمایا کہ جتنی مدت تک غصب رہا ہے اُسکا کرایہ واجب نہو گا اور مین نے شیخ ابو الفضل کرمانیؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے پتیل غصب کر کے ایک قمقمہ بنانے والے کو کچھ اجرت پر قمقمہ بنانے کے لیے دیا اور وہ شخص کاریگر یہ جانتا ہے کہ یہ شخص غاصب ہے پس آیا اس کی اجرت اس شخص پر

[illegible][12]

واجب ہوگی فرمایا کہ ہاں پھر مین نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے پتیل غصب کرکے اسکا قمقمہ بنوایا پھر مالک آیا تو وہ قمقمہ کو
لے سکتا ہے فرمایا کہ نہین لے سکتا ہے پھر مین نے کہا کہ اگر چاندی کا پتھر جو کان سے نکلا ہے کسی نے غصب کرکے اُسکے
کنگن بنوائے اور مالک آیا تو فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک مفت لے سکتا ہے۔ اور شیخ علی بن احمد رح سے دریافت
کیا گیا کہ زید کی دوکان ہے اور وہ دوکان عمرو کے قبضہ مین ہے پھر چند لوگون نے زید سے کہا کہ یہ دوکان ہمکو کرایہ پر
دیدے اُسنے کہا کہ مین تمکو کرایہ پر نہین دے سکتا ہون کہ آج اسمین میرا حق نہین ہے کیونکہ مین نے قابض کو کرایہ پر دیدیا
ہے اور اجارہ کی مدت مین کچھ روز باقی رہگئے ہین پھر اُن لوگون نے بہت خوشامد کی اور کہا کہ ہمکو کرایہ پر دیدے ہم قابض کو
اُسمین سے نکال دینگے اُسنے ان لوگو نکو کرایہ پر دیدی پس آیا اُسکا یہ اقرار کہ مدت مین سے کچھ روز رہے ہین صحیح ہے اور بعد اس
اقرار کے اُن لوگو نکو اجارہ دینا صحیح ہے تو شیخ نے فرمایا کہ جتنے دن پہلے اجارہ مین سے باقی رہے ہین اُتنے دنون تک نہین صحیح
ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ غاصب نے مکان مغصوب ایک شخص کو کرایہ پر دیکر اُسکا کرایہ مالک کو دیدیا تو اسکو لینا حلال ہے
کیونکہ اجرت کا لینا اجارہ پر دیدینا ہے قال الشیخ رضی اللہ عنہ پس اجرت کا لے لینا بالتفصیل اجازہ قرار دیا اور
امام قدوری نے فرمایا کہ اگر منفعت حاصل کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دیدی ہو تو اجرت مالک کی ہوگی اور اگر
بعد کو اجازت دی تو عاقد کی ہوگی یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص مکان وقف مین خود مع اپنے اہل و اولاد و خدام کے رہا
تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر ایسا مکان جو کرایہ پر چلنے کیواسطے یا یتیم کا ہے یا کسی یتیم کیواسطے وقف ہے
غصب کیا اور کچھ مدت معلومہ کیواسطے کسی قدر اجرت مقررہ پر اجارہ دیدیا اور مستاجر اسمین رہا تو اجرمسمی اسپر واجب ہوگا
اجرالمثل واجب نہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ آیا مالک کو غاصب پر کچھ دینا لازم آتا ہے تو شیخ نے لکھ بھیجا کہ نہین ولیکن جو کچھ اُسنے
وصول کیا ہے وہ سب مالک کو واپس کردے کہ یہ اولی ہے پھر دریافت کیا گیا کہ جو اجرت مقرر ہوئی ہے وہ مالک کی ہے یا
عاقد کی فرمایا کہ عاقد کی ہے مگر اُسکے حق مین حلال نہین ہے بلکہ مالک کو دیدے کہ یہ اولی ہے اور امام ابو یوسف سے مروی ہے
کہ اسکو صدقہ کردے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک مشاطہ کو عروس کی آراستگی و تزیین کیواسطے مقرر کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو اجرت
حلال نہین ہے ولیکن اگر بطور ہدیہ کے بلا شرط و تقاضا دیدیجاوے تو ہو سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اجارہ جائز ہونا چاہیے
بشرطیکہ موقت ہو یعنے وقت مقرر ہو یا کام معلوم ہو اور اُسنے صورتین و تمثال عروس کے چہرہ پر نہ بنائی ہون تو اجرت
اسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ عروس کا آراستہ کرنا مباح ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ کبرے مین لکھا ہے کہ ایک شہر کے
لوگون کو عمال کا خرچہ دینا بہت گران معلوم ہوا اُنھون نے ایک شخص کو کچھ اجرت معلومہ پر اجیر مقرر کیا کہ سلطان کے
شہر مین جا کر سلطان کے روبرو اس امر کی فریاد کرے تاکہ سلطان اس ظلم مین تخفیف کردے کہ ہر غنی و فقیر سے اجرت
لیجاتی ہے تو اس مقام پر مذکور ہے کہ اگر ایسی حالت ظاہر ہو کہ یہ شخص سلطان کے شہر مین جا کر ایک یا دو روز مین اصلاح
کام سے فارغ ہو جائیگا تو اجارہ جائز ہے اور اگر حالت سے یہ معلوم ہو کہ اس کام کی اصلاح مین کچھ مدت
گذریگی تو بدون وقت مقرر کرنے کے اجارہ جائز نہوگا پس اگر کوئی وقت مقرر کیا تو اجارہ جائز ہوا اور کل اجرت
اسکو ملیگی اور اگر وقت مقرر نہ کیا یونہی بھیجدیا تو اسکو اجرالمثل ملیگا اور یہ اجرت اُن سب لوگون پر بقدر ہر ایک
کے کام و نفع کے تقسیم ہوگی یعنے اُسکے جانے سے جسکا جسقدر نفع ہوا اُسی قدر اجرت دیوے اور قاضی فخرالدین
نے فرمایا کہ یہ حکم ایک طرح کی توسیع و استحسان ہے ورنہ حکم کتاب کے موافق یہ اجارہ بدون میعاد

مقرر کرنے کے جائز نہیں ہے اور اسی پر فتوی دیا جاوے ایسا ہی امام سرخسی نے ادب القاضی کے باب الرشوۃ میں ذکر کیا ہے کہ وقت مقرر کرنا ضرور ہے اگرچہ جلاح کار کی مدت ایک یا دو روز ہون یہ مضمرات میں ہے۔ ایک پانی کا چشمہ ایک گانون والون کا ہے ایکن سے بستے گانون والون نے ایک شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ پہاڑ کو کاٹ کے پتھرون کو توڑ کے چشمہ صاف کر دے تاکہ پانی بہر جاوے تو یہ زیادتی سب گانون والون کا حق ہوگا اسی طرح اگر اس چشمہ کے حریم میں کوئی دوسرا چشمہ کھودا یا اسی چشمہ کو چوڑا کر دیا یا اسکا نیچا گزیادہ کرا دیا کہ جس سے پانی زیادہ آنے لگا تو سب گانون والون کا استحقاق ہے فقط مستاجر ہی کا نہیں ہے اور اگر بعض گانون والون نے اس چشمہ کے حریم کو چھوڑ کر دوسری جگہ کوئی چشمہ کھود نکالا تو اسکا پانی فقط مستاجر کا ہوگا کذا فی الصغری اور اجرت فقط مستاجر پر واجب ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ یہ زیادتی گانون والون کی نہر میں جاری کرے ولیکن انکی سب کی رضامندی سے جاری کر سکتا ہے اور اگر راضی نہ ہون تو جو زمین مردہ پڑی ہے یا اپنی ذاتی زمین میں دوسری نہر کھود دیگا یہ صغری میں ہے۔ زید نے عمرو سے ایک بچہ دس روز کے واسطے کسی قدر روزانہ اجرت پر کرایہ لیا پھر زید نے بچہ ان دونون میں سے پانچ روز تک عمرو کے پاس ودیعت رکھا تو زید پر پورے دس روز کا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ مستودع کا قبضہ بعینہ مودع کا قبضہ شمار ہوتا ہے اور اگر بجائے ودیعت کے مالک کو عاریۃ دیا ہوا ہو۔ باقی مسئلہ بحالہ ہو تو مدت عاریت کے کرایہ واجب ہونے میں دو روایتین ہین یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے معمار کو ایک... دیوار بنانے کے لیے جسکا مقام دکھلا دیا اور اسکا طول و عرض و اونچائی سب بیان کر دی مزدور مقرر کیا اور یہ شرط قرار دی کہ ہر ہزار اینٹ بعوض اسقدر اجرت کے اور اسقدر پیچ بعوض اس اجرت کے تیار کرے پھر مزدور نے نیو وغیرہ بنائی تھی کہ اسنے میں مر گیا اور ہزار اینٹین پیچ پیچ کے اسقدر قرار پایا تھا داخل کر چکا تھا تو جو اجرت ٹھہری تھی وہ بنے ہوئے حصہ دیوار اور سب بنے حصہ پر تقسیم ہو کر جو تیار ہوئی ہے اُسکے پرتے میں جو اجرت آئی ہو اسقدر دیجاویگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک مکان کرایہ لیا اور اسمین ایک دیوار ایسی مٹی سے بنوائی جو اُس مکان مین پڑی ہوئی تھی مگر بلا اجازت مالک یہ کام کیا پھر جب اُس مکان کو چھوڑا تو دیوار توڑنے کا قصد کیا پس اگر اُسنے مکان کی مٹی سے کچی اینٹین بنوا کر دیوار بنوائی ہو تو اُسکو اختیار ہے کہ توڑ دے اور اُسپر واجب ہوگا کہ مالک مکان کو مٹی کی قیمت دیدے اور اگر اُسنے مٹی میں پانی دیکر بنوائی ہے تو نہیں توڑ سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ محیط میں شمس الائمہ اوزجندی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے مزدور سے کہا کہ یہ کنڈل میرا درست کر دے تجھے دس درم دونگا اُسنے بنانا شروع کیا اس حالت میں کنڈل میں سے کچھ اور عمارت گر گئی اُسنے سب درست کیا تو مزدور کو سوائے دس درم کے زیادہ نہ ملینگے یہ تتمہ میں ہے۔ جامع الفتاوی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے زید کو ایک منارہ جسکا طول پچاس گز اور عرض دس گز ہے بنانے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور اُسنے تھوڑا سا بنایا تھا کہ وہ گر گیا تو اُسکے حساب سے اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر ایک شخص کو دس گز کا کنوان کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اسنے پانچ گز کھود کر کہا کہ اب مجھ سے باقی نہیں کھدتا ہے حالانکہ اسکو کوئی عذر پیش نہیں آیا تو فرمایا کہ میں باقی کھودنے کے واسطے اسکو قید کر دونگا۔ اور اگر کسی شخص کو کچھ مال دیا کہ اسقدر اجرت پر فلان شہر میں جاکر فلان شخص کو پہونچا دے

پھر ایلچی نے آکر کہا کہ مین نے دیدیا اور مرسل نے انکار کیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ زید نے عمرو کی زمین غصب کر کے خالد ایک شخص معین کو اجارہ دیدی اور زید کو معلوم نہوا یہان تک کہ سال مین سے کچھ دن گذر گئے پھر بعد معلوم ہونے کے اُسنے عقد اجارہ کی اجازت دیدی تو گذشتہ کا کرایہ غاصب کا اور باقی ایام اجارہ کا کرایہ وقت اجازت سے مالک کا ہوگا اور اگر مالک نے اجازت نہ دی یہان تک کہ تمام مدت اجارہ کی گذر گئی توسب کرایہ غاصب کا ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ قدوری مین لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے دو مکان کرایہ لیے پھر ایک مکان منہدم ہوگیا یا اسکو کسی نے غصب کر لیا یا ایسی ہی کوئی وجہ واقع ہوئی تو مستاجر کو اختیار ہے کہ دوسرے کو چھوڑ دے یہ محیط مین ہے۔ دو شخصون نے ایک شے معین کا دعوے کیا ایک نے اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اجارہ کا اقرار کر دیا اور مدعی خرید نے اس سے خرید نے پر قسم لینی چاہی تو قسم لے سکتا ہے۔ اور اگر دونون نے اجارہ کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے ایک کیواسطے اجارہ دینے کا اقرار کیا اور دوسرے نے اُس سے قسم طلب کی تو قسم نہین لے سکتا ہے یہ صغری مین ہے۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے امام کی سکونت کے واسطے ایک مکان وقف کیا پس آیا اُسکو اختیار ہے کہ کسی کو کرایہ پر دیدے فرمایا کہ نہین اختیار ہے اور یہی والد رحمہ سے بھی دریافت کیا گیا انھون نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر عمرو نے زید کو ایک غلام دیا کہ تیرا جی چاہے بعوض ہزار درم خرید کے اُسکو اپنے قبضہ مین کر لے یا اسقدر کرایہ پر ایک سال تک اجارہ مین لے لے زید نے قبضہ کر لیا اور بعد کام لینے کے اُسکے پاس مرگیا تو اجارہ مین قرار دیا جائیگا پس اگر زید نے کہا کہ مین نے خرید کے طور پر قبضہ کیا تھا پس اگر اسکی قیمت مثل اجرت کے یا زیادہ ہو تو اسکا قول قبول ہوگا اور اگر اجرت زیادہ ہو تو قبول نہوگا۔ اور اگر اُسنے کام نہ لیا ہو اور وہ مرگیا تو اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کوئی چیز خریدی اور قبضہ سے پہلے کسی شخص کو اجارہ پر دیدی تو جائز نہین ہے جیسے فروخت کرنا ناجائز ہے اور یہ حکم مال منقول[1] مین ہے۔ اور اگر غیر منقولہ از قسم عقار ہو تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسمین ویسا ہی اختلاف ہے جیسا اُسکی بیع مین ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اجارہ بالاجماع نہین جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ دوکان مین ایسا عیب پیدا ہوگیا کہ کام کے لائق نہ رہی اور مالک نے آدھی درست کرا دی اور آدھی درست نہ کرائی یہانتک کہ سال پورا ہوگیا تو اُسپر پوری دوکان کا کرایہ واجب ہوگا تاوقتیکہ عیب کیوجہ سے دوکان واپس نہ کرے یعنی چاہیے کہ عیب کی وجہ سے اجارہ فسخ کر دے تاکہ کرایہ واجب نہو اور یہ اختیار نہین ہے کہ آدھی واپس کرے اور آدھی واپس نہ کرے یہ تجنیس مین ہے۔ زید نے عمرو کو ایک گوسالہ دیا کہ اسکی پرورش کرے جب بڑا ہو جاوے تب اُسکو فروخت کرے جو دام بڑھتی لینگے وہ ہم دونون مین مشترک ہونگے تو وہ گوسالہ اپنے مالک کا رہیگا اور عمرو کو فقط اُس کی حفاظت کی اجرت ملیگی۔ دوکان کا کرایہ دار مفلس ہوکر کہین روپوش ہوگیا تو اسکے اہل بازار کو یہ اختیار نہین ہے کہ دوکان اُسکے مالک کو واپس کر کے اجارہ فسخ کر دین۔ اور اگر عقد اجارہ باقی رہا اور مستاجر غائب رہا یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی پس اگر مستاجر اور اسکے اسباب کے تصرف و تعلق مین ہو تو تمامی اجرت واجب ہوگی یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ زید نے عمرو کو مزدور مقرر کیا کہ یہ لٹھا معین کرمیٹھ سے بنجار اتک ٹھیل پر لا دکر پہونچا دے

[1] منقول یعنی جو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل ہو سکے جیسے کپڑا وغیرہ اور غیر منقول جیسے زمین اور اس کو عقار بھی کہتے ہین اور جیسے درخت وغیرہ ۱۲

وہ پانی پر لایا تو بعض نے فرمایا کہ اسکو اجر المثل ملیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ زید نے خالد سے کچھ اونٹ اس
شرط سے کرایہ پر ٹھہرائے کہ ہر اونٹ پر سو رطل بوجھ لادیگا پھر خالد اپنے اونٹ لایا اور زید نے اسکو حکم کیا کہ یہ گٹھر
لادے اور خالد کو خبردار کر چکا تھا کہ ہر گٹھر سو رطل سے زیادہ نہیں ہے پس جہانتک لانا ٹھہرا تھا وہاں تک لایا
اور حال یہ گذرا کہ راہ میں بعضے اونٹ ہلاک ہوگئے تو زید پر ضمان لازم نہو گی۔ اور اگر دو شخصوں نے زید سے
ایک مہینہ کیواسطے ایک مکان کرایہ لیا پھر مہینہ کے بعد خالد کیطرف سے گواہی دی کہ یہ مکان خالد کا ہے تو گواہی
قبول ہوگی۔ زید نے ایک پیسنے والے کو مقرر کیا کہ ایک درم پر پیسے اُسنے پیسکر گوندھ کر روٹی پکا کر کھا لی تو زید کو
اختیار ہے کہ چاہے اُس سے آٹے کی ضمان لے مگر پیسنے والے کو اجرت دیوے یا گیہوں اس سے ضمان لے اور
اس صورت میں اُسپر کچھ اجرت واجب نہو گی۔ دو شخصوں نے ایک چیز کرایہ لی اور ایک نے دوسرے کو دیدی کہ
اسکو حفاظت سے رکھے تو دینے والے پر کچھ ضمان لازم نہ آویگی بشرطیکہ وہ چیز قابل تقسیم نہ ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ زید نے
خالد کا اناج اس شرط سے مزدوری پر لیا کہ اس مقام سے فلان مقام تک بارہ درم کرایہ پر آج ہی پہونچا دونگا پھر اُس نے
دیر میں پہونچایا تو جسقدر اجرت قرار پائی ہے وہ خالد کے ذمہ واجب نہ ہوگی بلکہ اجر المثل واجب ہوگا اور چاہیے کہ
یہ حکم امام اعظم رح کے قول پر ہووے ورنہ صاحبین رح کے نزدیک یہ اجارہ جائز ہے پس اجر مسمی واجب ہوگا یہ ذخیرہ
میں ہے۔ فتاوی آہو میں لکھا ہے کہ قاضی بدیع الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ اجارہ والے باغ میں کانٹے ہیں پس آیا
مستاجر کو اختیار ہے کہ پھلون کی طرح انکو لے لے فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ادیب وختنہ کرنے والے کی اجرت
لڑکے کے مال میں واجب ہوتی ہے بشرطیکہ کچھ مال ہو ورنہ اسکے باپ پر واجب ہوگی اور قابلہ کی اجرت جو دو خصم
میں سے جو اسکو بلاوے اُسپر واجب ہوگی اور شوہر پر قابلہ باجارہ مقرر کرنے کیواسطے جبر نہ کیا جاوے گا اور
قاضی کے قیدخانہ کے داروغہ کی اجرت قیدی پر لازم نہوگی اور ظہیر تمرتاشی نے فرمایا کہ بعض نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ
میں داروغہ مجلس کی اجرت قرضخواہ پر واجب ہونی چاہیے کیونکہ اُسی کے واسطے کام کرتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ قاضی
بدیع الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ مالک زمین نے اپنے بیج سے یا زمین کے پیداوار بیج سے اُسی زمین میں فالیز[ل]
لگائی پس آیا مستاجر کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس زمین میں پیدا ہوا ہے اُس میں سے حصہ لیوے فرمایا کہ نہیں۔ اور اگر اُسنے
حصہ لے لیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اُس سے واپس لے لے اگر بعینہ قائم ہو یا اسکی قیمت لے لے اگر تلف ہو گیا ہو
یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ زید نے ایک شخص کو مزدور کیا کہ اُس مقام سے فلان مقام تک یہ بوجھ اتنے کرایہ پر پہونچا دے پھر جب
وہ آدھا راستہ چلا تو حال کی راستے میں آیا کہ کسی دوسرے کام کو جاوے اُسنے بوجھ مستاجر کے پاس وہین چھوڑ دیا
اور اپنا آدھا کرایہ طلب کیا تو فرمایا کہ اسکو یہ اختیار ہے بشرطیکہ باقی آدھا راستہ سختی و آسانی میں طے کیے ہوئے
راستہ کے مثل ہو ایسا ہی فتاوی میں مذکور ہے اور ہمنے رحل الاستصناع میں ذکر کر دیا ہے کہ کرایہ تقسیم کرنے میں
مرحلون کا اعتبار ہے سختی و آسانی کا اعتبار نہیں ہے پس فتوی دینے کے وقت خوب تامل کرنا چاہیے یہ محیط میں ہے۔
مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام اوزجندی رح سے دریافت کیا گیا کہ زید نے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا
کہ دراستانہ مطمورہ میں آگ روشن کرے اُسنے ایسا ہی کیا اور کچھ رات رہے سو گیا پس مطمورہ اور جو کچھ اُس میں تھا
سب جل گیا پس آیا اجیر ضامن ہوگا فرمایا کہ نہیں پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مزدور نے دوبارہ بدون حکم زید کے روشن

ل فالیز ... خربوزہ وغیرہ کی بالیزی ... [illegible]

کی ہوا یا ضامن ہو گا فرمایا کہ ہاں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ زید نے عمرو کو دس من تانبا دیا اور چالیس درم پر مزدور کیا کہ کوٹ
دے پس بعد کوٹنے کے وہ نو من رہ گیا پس آیا دس من کی اجرت واجب ہوگی یا نو من کی فرمایا کہ زید پر چالیس درم
واجب ہونگے جیسی کہ اُسنے شرط کی ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ ایک شخص بازار میں فروخت کرتا تھا
اُسنے کسی بازاری سے اپنے مال فروخت کرانے پر استعانت طلب کی اُسنے مدد کی پھر اجرت مانگی تو اس باب میں اہل
بازار کی عادت کا اعتبار ہے اگر انکی عادت یہ ہو کہ باجرت مدد کرتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی ورنہ نہیں واجب
ہوگی اور دلالوں نے جو مقدار اشیا پر باہمی وضعات مقرر کر رکھی ہے یہ محض ظلم و سرکشی ہے انکو سوائے اجر المثل کے کچھ
حلال نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو مقرر کیا کہ اس میدان میں میرے واسطے دو بیت علیحدہ علیحدہ چھت
کے یا ایک ہی چھت کے تیار کر دے اور اُسکا طول و عرض وغیرہ جو ضرور ہے بیان کر دیا تو فتاوی ابو اللیث میں لکھا
ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ مگر جائز ہونا چاہیے بشرطیکہ مستاجر کے اسباب سے تیار ہو کیونکہ اسطرح تعامل جاری ہے یہ محیط میں
ہے۔ زید نے اپنا مکان عمرو کو ایک درم ماہوار کے کرایہ پر دیا پھر خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا اور خالد کرایہ عمرو سے وصول
کرتا رہا اور اسطرح ایک زمانہ گذر گیا اور خالد نے زید سے وعدہ کیا تھا کہ جب تو میرے دام واپس کر دیگا تو میں تجھے
مکان واپس کر دونگا اور جو کرایہ میں نے وصول کیا ہوگا وہ محسوب کر دونگا پھر بائع درم لیکر آیا اور چاہا کہ کرایہ کے
درم محسوب کرے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب مشتری نے کرایہ دار سے کرایہ طلب کیا تو یہ بمنزلہ اجارہ کے ہوا
اور اجارہ مشتری کیطرف سے از سر نو قائم ہو گیا پس جو کچھ مشتری نے کرایہ لیا ہے وہ سب مشتری کا ہوا اور بائع کا
اُسمیں کچھ نہیں ہے نہ تھوڑا نہ بہت اور یہ جو مشتری نے وعدہ کر لیا ہے کہ وضع کر دونگا یہ محض وعدہ ہے اگر اُسنے پورا
نہ کیا تو اُسپر حکماً کچھ لازم نہیں آتا ہے۔ اور اگر بیع میں یہ شرط ٹھہری ہو وے تو بیع فاسد ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ شمس الائمہ
اوزجندی رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک بیمار باندی ایک طبیب کو دی کہ اپنے پاس سے اُس کا
علاج کر دے بعوض صحت کے باعتبار اُسکے جو کچھ اسکی قیمت بڑھ جاویگی وہ زیادتی سب تیری ہے اُسنے ایسا ہی کیا
اور باندی اچھی ہو گئی تو طبیب کا حق مالک پر یہ ہے کہ اُسکے کام کا اجر المثل دے اور دواؤں کے دام و خوراک
کا خرچہ دے اور اُسکے سوائے اُسکا کچھ حق نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے بیمار باندی ایک طبیب
کو دی کہ اسکا معالجہ کر دے اگر اچھی ہو جائیگی تو بسبب صحت کے جو اسکی قیمت بڑھ جاویگی وہ ہم دونوں میں مشترک ہوگی
اُسنے علاج کیا اور وہ اچھی ہو گئی تو طبیب کو اجر المثل و خوراک و دواؤں کا خرچہ اور کپڑے کا خرچہ دینا واجب ہے
اور اجر المثل وصول کرنے کیواسطے باندی کو نہیں روک سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک معلم نے لڑکوں سے
چٹائی و بوریہ وغیرہ مکتب کے کام کی چیزوں کی قیمت طلب کی وہ لوگ کچھ درم لائے اور معلم نے اپنے ذاتی
درموں میں ملا دئے یا کچھ اُنمیں سے اپنی ذاتی ضرورت میں صرف کیے یا چٹائی خریدی پھر چند روز اسکے استعمال
کے بعد اپنے گھر میں اُٹھا کر ڈال لیں تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہے یہ جواہر الفتاوے میں ہے۔ نابالغ لڑکے نے
اگر معلم کو کھانے کی کوئی چیز دی تو اصح قول کے موافق معلم کو اسکا کھانا حلال ہے یہ وجیز کردری میں ہے شیخ کرخی نے
فرمایا کہ ہمارے سب اصحاب کے نزدیک معلم اور ایسے استاد نے جسکے پاس کوئی صنعت سکھلانے کو لڑکا سپرد کیا
جاتا ہے اگر بدوں باپ یا وصی کی اجازت کے مارا اور وہ مر گیا تو دونوں ضامن ہونگے اور اگر باپ یا وصی کی اجازت

مارا تو ضامن نہ ہونگے مگر یہ حکم اسوقت ہے کہ عادت کے موافق اسکو مارا ہو وسے کہ ایسی ہی معلم مارتے ہیں اور اگر ایسا نہو بلکہ خلاف عادت مارا ہو وسے تو ہر حال میں ضامن ہونگے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس ایک نابالغ لڑکا اجیر ہے پس اگر اُس سے کوئی بیہودہ حرکت دیکھی تو کیا اسکو مارے تاکہ ادب سیکھے فرمایا کہ نہیں ولیکن اگر اُسکے باپ نے اجازت دیدی ہو تو ایسا کرسکتا ہے اور خلف بن ایوب سے مذکور ہے کہ اُنھوں نے اپنا لڑکا بازار میں کسی کے پاس سپرد کیا اُسنے لڑکے کی کوئی بیہودہ حرکت دیکھی اور خلف سے شکایت کی اور کہا کہ اسکی تادیب کروں فرمایا کہ ہاں پھر فرمایا کہ اس کو تادیب کرنے کا اختیار ہے اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ تادیب نہیں کرسکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا غلام یا بیٹا کسی جولاہہ کو دیا اور جولاہے کو اجیر مقرر کیا کہ اس لڑکے کو بُنا سکھلا دے اور جولاہہ نے چاہا کہ دوسرے جولاہے کے سپرد کرے تاکہ وہ اسکو سکھلا دے تو بعضوں نے کہا کہ اسکو یہ اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں اختیار ہے اور یہی اصح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے ایک دستاویز نویس کی ضرورت ہے اس نے کسی اور شخص نے کہا کہ مجھے تو کچھ دے کہ مجھے دستاویز نویس ملتا ہے اُسنے دیدی مگر اس شخص نے خود ہی دستاویز لکھدی تو اسکو یہ اجرت لینا حلال نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور دستاویز نویس کے حق میں بعض نے فرمایا کہ اگر اُسنے زمین کے تیارہ کی سب حدود میں یا بعض میں غلطی کی پس اگر اسکو درست نہ کر دیا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر درست کر دیا تو لکھوانے والے کو خیار ہوگا اگر پسند کرے تو کاتب کو اجر المثل دیدے یہ محیط میں ہے۔ ایک کاتب کو حکم دیا اُسنے بیعنامہ لکھا مگر علماء نے فتوی دیا کہ یہ بیع صحیح نہیں ہوئی تو لکھوانے والے پر کچھ نہیں واجب ہوگا یہ قنیہ میں ہے مفتی کو فتوی لکھنے پر اجرت بقدر جواب لینا جائز ہے خواہ اس شہر میں دوسرا مفتی ہو یا نہو اسواسطے کہ جواب لکھنا اُسکے ذمہ واجب نہیں ہے کیونکہ واجب یا تو زبان سے کہنا یا لکھدینا ہے اور بعضوں نے یوں بیان فرمایا کہ اگر حکم دیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی تحریر کرے تو جائز ہے اور یہی حال مفتی کا ہے بشرطیکہ اُس شہر میں دوسرا مفتی موجود ہو یہ فتاوی الغرائب میں ہے۔ اور سجلات و محاضر و وثائق لکھنے پر قاضی کو اجرت لینا جائز ہے اور اسی قدر اجرت لیگا جسقدر دوسرے کیواسطے لینا خود تجویز کرے یہ ملتقط میں ہے۔ اور شیخ الاسلام ابو الحسن السغدی رحمہ اللہ سے کاتبوں کی مقدار اجرت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ اگر ہزار درہم مال کا وثیقہ لکھنے وثاقت نامہ تحریر کرے تو اُسکی اجرت پانچ درہم ہے اور اگر دو ہزار تک پہونچ جاوے تو دس درہم ہیں ایسے ہی دس ہزار درہم تک یہی حکم چلا جاویگا کہ دس ہزار میں پچاس درہم واجب ہونگے پھر اگر دس ہزار سے زیادہ ہو وے تو ہر ہزار میں ایک درہم پچاس پر بڑھا جاویگا۔ اور اگر ہزار سے کم کا وثاقت نامہ ہو پس اگر اسکو وہی مشقت پیش آوے جو ہزار کے وثاقت نامہ میں ہے تو اسمیں پانچ درہم اور اگر اس سے دوچند مشقت ہو تو دس درہم اور اگر اس سے نصف مشقت ہو تو ڈھائی درہم الحاصل زیادت و نقصان مشقت کے اعتبار سے کمی بیشی معتبر ہوگی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایسا ہی امام اجل استاد سید ابو شجاع بلخی نے ہمسے بیان فرمایا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شاید یہ امام اعظم یا بعض اصحاب متقدمین رح سے مروی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور کاتب قاضی اور قسام قاضی کی اجرت کا یہ حکم ہے کہ اگر قاضی کی رائے میں آیا کہ یہ اجرت خصوم کے ذمہ ڈالی جاوے تو ایسا کرے اور قاضی نے بیت المال سے دینا تجویز کیا حالانکہ بیت المال میں

گنجائش ہے تو ایسا کرے اور جس صحیفہ مین مدعی کا دعوی اور گواہون کی گواہی تحریر کرتا ہے اسکی اجرت کو اگر قاضی نے
مدعی سے لینا تجویز کیا تو مدعی سے لے سکتا ہے ورنہ بیت المال مین سے لیوے۔ اور بعض مشائخ سے دریافت
کیا گیا کہ سجل کی اجرت کس شخص پر ہے فرمایا کہ مدعی پر۔ اور شیخ برہان الدین نے فرمایا کہ مدعا علیہ پر ہے اور امام
فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ جو شخص کاتب کو اجیر کرے اُسپر ہے اور اگر کسی نے کاتب کو اجیر نہ کیا تو جو شخص سجل
لے اُسپر واجب ہے۔ اور پیادون کی اجرت سوان لوگون پر واجب ہوگی جنکے واسطے کام کرین یعنے مدعیون پر
واجب ہوگی ولیکن شہر مین کام کرنے پر نصف درم سے ایک درم تک اور اگر دیہات مین بھیجے گئے تو ہر فرسخ
کیواسطے تین درم یا چار درم سے زیادہ نہین لے سکتے ہین۔ اور بعض نے فرمایا کہ شخص کی اجرت بیت المال
پر واجب ہوگی اور بعض نے کہا کہ متمرد پر واجب ہوگی جیسے چور کا حکم ہے کہ اگر اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو جلاد کی اجرت
اور تیل کے دام جس سے اسکا ہاتھ تلا جاویگا چور پر واجب ہے کیونکہ وہی اسکا باعث ہوا ہے۔ اور اگر قاضی نے مدعا علیہ
کے ساتھ کوئی شخص ہر وقت ملازمت کے طور پر مال برآمد کرنے کیواسطے مقرر کیا جسکو موکل کہتے ہین تو اسکا خرچہ
مدعا علیہ پر واجب ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ مدعی پر واجب ہوگا اور یہی اصح ہے۔ اور جو شخص گواہون کا تزکیہ کرے
اسکی اجرت مدعی پر واجب ہے ایسے ہی جو شخص تعدیل کیواسطے بھیجا جاوے اسکا بھی یہی حکم ہے۔ اور ہم نے
بعض مقام پر لکھا دیکھا ہے کہ قاضی نے اگر کوئی شخص مدعا علیہ کے پاس نشان دہی اور آگاہی کیواسطے مدعی
کے ساتھ بھیجا اور وہ نشان مدعا علیہ کے سامنے پیش ہوا اور اُسنے انکار کیا اور مدعی نے اس امر کے گواہ
کر لیے جنھون نے قاضی کے سامنے اثبات کیا تو قاضی اُسکے پاس دوبارہ جو پیادہ روانہ کرے گا اُسکی
اجرت مدعا علیہ پر واجب ہوگی اور پہر مدعی پر کچھ واجب نہ ہوگا پس حاصل یہ ہے کہ ابتدا مین چپراسی کی اجرت
مدعی پر ہوگی پھر اگر مدعا علیہ کے انکار کیوجہ سے دوبارہ ضرورت ہوئی تو مدعا علیہ پر واجب ہوگی اور
یہ حکم استحسانا معلوم ہوتا ہے کہ مدعا علیہ کی تنبیہ کیواسطے اس استحسان کیطرف میلان کیا ہے ورنہ قیاس تو مثل
ابتدائی حالت کے آخر مین بھی مدعی پر واجب ہونا چاہئیے کیونکہ دونون حالتون مین اُسی کا نفع ہے۔ اور جو
شخص صاحب المجلس والمجلو از کہلاتا ہے کہ جسکو قاضی نے اسواسطے مقرر کیا ہے کہ لوگون کو قاضی کے سامنے
ادب کے ساتھ اُٹھاتا بٹھاتا ہے اور بے ادبی کرنے سے جدا کرتا ہے تو وہ شخص مدعی سے کچھ نہ لیگا یہ فتاوی
الغرائب مین ہے۔ اور قسام کی اجرت عدد رؤس کے موافق ہر بالغ و نابالغ پر یکسان ہے اور شیخ ظہیر الدین مرغینانی
اور شمس الائمہ مکی نے فرمایا کہ قاضی نے اگر بذات خود ترکہ تقسیم کیا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اگرچہ بیت المال سے
جو اُسکا روزینہ ہے وہ کافی نہو اور محیط و شرح ابی ذر مین لکھا ہے کہ قاضی کو اجرت ملیگی جبکہ بیت المال کا روزینہ
اسکے واسطے کافی نہو ولیکن مستحب یہ ہے کہ نہ لیوے اور ہمارے اُستاد رحمہ نے فرمایا کہ امام ظہیر الدین و شمس
الائمہ کا قول اس زمانہ کے لحاظ سے حسن ہے کہ قاضیون کی نیت فاسد ہوگئی ہے اگر اُن کے واسطے یہ حکم
دیا جاوے کہ نہ لیوین تو کبھی وہ لوگ اجر المثل پر قناعت نہ کرینگے یہ تتمیہ مین ہے۔ زید نے کھیتی کے کام مین
دو مزدور خالد و عمرو مقرر کیے اور ہر ایک کو دو دو بیل معین کر کے دیدیے کہ وہ زراعت کا کام کرتے ہین
پھر دونون مین سے ایک نے اپنے دو بیل معین چھوڑ کے دوسرے کے بیلون سے کام لیا اور بیل مر گیا تو

اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور آیا دیدینے والا بھی ضامن ہوگا تو بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور یہی اصح ہے اور یہی ظاہر الروایت کا حکم ہے اور اسی پر شمس الائمہ سرخسی فتوی دیتے تھے۔ اور مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ زید نے عمرو کے پاس اناج کی کچھ گٹھریان ودیعت رکھین اور عمرو نے گونون کو خالی کر کے انمین اپنا اناج بھر دیا پھر زید نے اس سے اپنی گٹھریان طلب کین تاکہ مکہ کو لیجاوے اُسنے اپنے ذاتی اناج کی گٹھریان اسکو دیدین اور آگاہ نہ کیا وہ انکو لادکر مکہ مین لایا تو مستودع کو اختیار ہے کہ اس سے اپنا اناج لے لیوے اور اُسپر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ وقف کے متولی یا یتیم کے وصی نے اگر مال وقف یا مال یتیم کو اجر المثل سے کم اجرت پر جسقدر کم ہے کہ ایسے خسارہ کو لوگ برداشت نہین کرتے ہین اجارہ دیدیا تو شیخ امام اجل محمد بن الفضل رحمہ نے فرمایا کہ ہمارے بعض علماء کے نزدیک اجر المثل واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو اور اسی پر فتوی ہے۔ وصی نے اگر یتیم کے مال مین سے بارگاہ قاضی مین کسی مقدمہ مین جو یتیم پر دائر تھا یا یتیم نے دائر کیا تھا کچھ خرچ کیا تو شیخ امام ابو الفضل رحمہ نے فرمایا کہ جسقدر مال وصی نے بطور اجارہ کے دیا ہے اسمین سے بقدر اجر المثل کے ضامن نہوگا اور جو اُسنے بطور رشوت کے دیا ہے اسکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور جو شخص وقف یا یتیم کے مکان مین اپنے اہل وعیال وتابعدارون سمیت رہا تو اجر المثل اس شخص پر جسکے توابع ہین واجب ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک مریض نے اپنا مکان اجر المثل سے کم پر کرایہ دیا تو اجارہ اسکے تمام مال سے قرار دیا جائیگا نقط تہائی سے معتبر ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دوکان جو فقیرون پر وقف تھی کرایہ لی اور چاہا کہ اُسپر ایک غرفہ اپنے مال سے اپنے نفع کے واسطے بنادے مگر دوکان کے کرایہ مین اجرت مقررہ سے زیادہ کچھ نہ بڑھادے تو اُسکو غرفہ بنانے کی اجازت نہ دیجاویگی ولیکن اگر اجرت بڑھادے تو صرف بقدر عمارت بنانے کی اجازت دیجائیگی کہ جس سے قدیمی عمارت کو ضرر نہ پہونچے۔ اور اگر ایسا ہو کہ یہ دوکان اکثر اوقات خالی رہتی ہو اور اس مستاجر نے فقط اسی غرفہ کی خواہش سے اسکو کرایہ لیا ہو تو بدون کرایہ کے زیادہ کرنے کے اسکو غرفہ بنانے کی اجازت دیجاوے گی یہ محیط مین ہے۔ مسجد کے اوقاف مین سے زید نے ایک وقفی حجرہ اجارہ لیا اور اُسمین کو لہاری سے لکڑیان چیرنی شروع کین حالانکہ پڑوسی لوگ اس سے راضی نہین ہین مگر متولی راضی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس فعل سے مثل کندی کرنے والون دلوہارون کے فعل کے کھلا ضرر حجرہ کو پہونچتا ہو اور متولی کو کوئی دوسرا شخص جو اس کرایہ پر حجرہ کو لے ملتا ہو تو متولی پر واجب ہے کہ اسکو اس فعل سے منع کرے اور اگر باز نہ رہے تو حجرہ سے نکال دے یعنی مجبور کرے کہ نکلجاوے۔ اور اگر متولی کو کوئی ایسا شخص نہ ملے جو اسقدر کرایہ پر حجرہ کو لے لے تو متولی کو اختیار ہے کہ حجرہ اُسکے قبضہ مین چھوڑ دے ولیکن اگر اُس سے عمارت وقف کے گرجانے کا خوف ہو تو ایسا نہ کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ جامع الفتاوی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے دس درم ماہواری پر ایک گدھا کرایہ کیا اور اسکو اپنے زمین کے بیس درم ماہواری پر کرایہ دیدیا تو حصہ زمین کا کرایہ اسکو حلال ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے سو من تازہ چھوہارے دوسرے شہر مین پہونچانے کی غرض سے جانور کرایہ کیا اور راستہ مین چھوہارے خشک ہو کر پچاس من رہگئے پس اگر مستاجر نے جانور کو کرایہ کیا ہے تو اجرت مین سے کچھ کم نہوگا اور اگر سو من چھوہارے پہونچانے کا اجارہ کیا ہے تو بقدر نقصان کے اجرت مین سے کمی کردیجاویگی یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ ایک شخص زید نے تین من دار تیل عمرو کو صابون بنانے کے واسطے دیا اور کہا کہ صابون پکانے کا قلیہ اور دیگر ضروریات اپنے

پاس سے لگا دے اس شرط سے کہ سو درم دونگا عمرو نے ایساہی کیا تو صابون زید کو ملیگا اور عمرو کا اجر المثل اور جو
چیزین اُسنے صرف کی ہین انکی قیمت زید پر واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی کا معلوم
کیواسطے ایک مہینہ تک کوئی غلام اجارہ لیا پھر ایک روز اُس سے کہا کہ یہ خط فلان مقام پر پہونچا دے اور
تجکو دو درم دونگا تو اسکو دونون اجرتین نہ ملینگی ولیکن دوسرا اجارہ گویا اتنی مدت تک جتنے مین یہ کام کریگا
پہلے اجارہ کا فاسخ یعنی توڑنے والا ہے اور اس مدت کے دو درم غلام کو ملینگے پھر جب خط پہونچا کر واپس آیا
پہلا اجارہ عود کریگا اور جتنے روز تک خط پہونچانے مین پہلے اجارہ کا کام نہین کیا اتنے دنون کی اجرت
وضع ہو جائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ زید نے ایک چکی گھر اجارہ لیا اور خالد کو اجارہ پر دیدیا پھر اُسمین سے کچھ
منہدم ہو گیا پس زید نے خالد سے کہا کہ اپنے خرچ سے اسکی تعمیر کرا دے اُسنے خرچ کرکے بنوا لیا پس آیا زید سے
واپس لے سکتا ہے یا نہین تو یہ حکم ہے کہ اگر خالد کو معلوم تھا کہ زید مستاجر ہے مالک نہین ہے تو زید سے کچھ نہین لے سکتا
ہے اور اگر اُسنے یہ گمان کیا تھا کہ مالک ہے تو اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین جبتک واپس لینے کی شرط
نہ لگائی ہو تب تک واپس نہین لے سکتا ہے اور دیگر روایت مین بدون شرط کے واپس لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے
شیخ ابو القاسم رحسے دریافت کیا گیا کہ ایک احاطہ مین زید کا حجرہ اور خالد کا اصطبل ہے اور بسا اوقات خالد
دروازہ بند کر دیتا ہے اور زید نے اسکو منع کرنا چاہا پس آیا منع کر سکتا ہے فرمایا کہ خالد کو اختیار ہے کہ جسوقت
اس محلہ کے لوگ اپنے اپنے دروازے بند کرتے ہین اسوقت بند کر دے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے
ایک مقام دباغت کا کام کرنے کیواسطے اجارہ لیا اور پڑوسی اُسکو اُس سے منع کرتے ہین فرمایا کہ یہ عام ضرر ہے
اسکو باز رکھین یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ تین آدمی کسی کام مین اجیر ہوئے اور سب باہمی شریک تھے پھر ایک
بیمار ہو گیا اور دونون باقیون نے کام پورا کیا تو سب کو برابر اجرت تقسیم ہوگی اور بیمار کے کام پورا کرنے
مین دونون متطوع شمار ہونگے یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو چکی اجارہ دی اور اسی موجر نے اسی
مستاجر کے پاس گیہون بھیجے کہ انکا آٹا پیس دے اُسنے ایسا ہی کیا تو اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر یون کہا ہو
کہ اسی چکی مین پیس دے تو اجرت واجب ہوگی کذا فی التاتارخانیہ زید کا کچھ کرایہ ایام گذشتہ کا اپنے مستاجر
عمرو سے بابت اپنی دوکان کے واجب الوصول تھا اور زید نے تقاضا کیا مگر عمرو دینے مین درنگ کرتا تھا پس زید
نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا قاضی نے دوکان پر مہر لگا دی پس جتنے دنون اُسپر مہر رہی اُسکا کرایہ واجب ہوگا یا
نہین تو حکم یہ ہے کہ واجب نہوگا کیونکہ عمرو قاضی کی مہر کو نہین توڑ سکتا ہے پس انتفاع حاصل کرنے سے باز
رکھا گیا اس لیے کرایہ بھی ساقط ہوگا وفیہ نظر اور اس حکم مین اعتراض ہے اور صحیح یہ حکم ہے کہ کرایہ واجب ہوگا
ایک جولاہے نے کوچ کرایہ لی اور روزانہ کچھ اجرت ٹھہری اور یہ جولاہہ وقف کے کرگہ مین کام کرتا تھا اور
چونکہ کرایہ نہین دیا تھا اس جہت سے متولی وقف اس کوچ کو گرو لیگیا اور چند روز اُسکے پاس رہی تو اتنے
دنون کا کرایہ واجب ہوگا یا نہین تو جواب یہ ہے کہ اگر جولاہے کو متولی کے ساتھ مقابلہ کرنے اور چھین لینے کی
طاقت تھی تو واجب ہوگا ورنہ نہین وفیہ نظر اور اسمین اعتراض ہے صحیح حکم یہ ہے کہ واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے
زید نے زراعت کیواسطے کوئی زمین اجارہ لی اور کھیتی بوئی پھر کسی آفت سے وہ کھیتی جڑ پیڑ سے

نابود ہو گئی تو ایام گذشتہ کا کرایہ واجب ہو گا اور آفت کے بعد باقی مدت کا کرایہ واجب نہو گا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ زید نے زمین عمرو کو اجارہ دی پھر خالد کے ہاتھ فروخت کر دی اور خالد نے ثمن عمرو کو بوجہ مال اجارہ کے دیدیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر زید حاضر ہے تو خالد متطوع شمار ہو گا اور اگر حاضر نہین ہے تو متطوع نہ ہو گا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ غاصب نے اگر غصب کا غلام یا گھر کسی کو کرایہ پر دیدیا اور مغصوب منہ نے جسکی چیز غصب کی ہے یہ کہا کہ مین نے تجھے اجارہ دینے کیواسطے حکم کیا تھا غاصب نے کہا کہ نہین حکم کیا تھا تو مغصوب منہ کا قول قبول ہو گا اور اگر غاصب نے اجارہ دیا پھر مدت گذرنے پر مغصوب منہ نے دعوی کیا کہ مین نے انقضاے مدت سے پہلے اجارہ کی اجازت دیدی تھی تو بدون گواہون کے اسکا قول قبول نہو گا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کوئی مکان غصب کیا پھر اسکو اجارہ دیا پھر مالک سے خرید لیا تو اجارہ سابقہ باقی رہیگا اور اگر از سر نو تجدید کر لی تو افضل ہے غاصب نے اگر کسی کو غصب کی چیز اجارہ دیدی پھر مستاجر نے وہ چیز غاصب کو اجارہ دی اور اجرت لی لی تو غاصب کو اختیار ہے کہ اس سے اجرت واپس لیوے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ بھاگے ہوئے غلام کو اگر کسی شخص نے پکڑ کر زید کو اجارہ دیا تو اسکی اجرت عاقد کو ملیگی مگر صدقہ کر دے اور اگر عاقد نے اجرت مع غلام اسکے مالک کے سپرد کی اور کہا کہ یہ تیرے غلام کی اجرت ہے تو استحسانا سب مولی کو حلال ہے مگر قیاسا یہ حکم نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے کچھ درخت خرید کر قطع کرا ئے اور کوئی زمین اجارہ لی تاکہ بریدہ درخت اس مین لا دے بعد خشک ہونے کے کام آوین اور جو زمین کرایہ لی ہے اسکا راستہ عمرو کی زمین مین ہو کر جاتا ہے پس درختونکے خریدار نے چاہا کہ بریدہ درخت لد واکر اسی راہ سے اجارہ والی زمین مین لیجاوے اور عمرو نے ممانعت کرنی چاہی تو عمرو کو ممانعت کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے زید سے کوئی غلام یا اسباب خرید کر کچھ مدت معلوم کیواسطے بعد قبضہ کے بائع یعنے زید کو کسی قدر اجرت معلوم پر اجارہ دیا پھر وہ غلام یا اسباب کسی مستحق نے باثبات استحقاق لے لیا پس آیا مشتری کو ایام گذشتہ کے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار ہے تو بعض نے فرمایا کہ مطالبہ نہین کرنا چاہیے کذا فی الذخیرہ

کتاب المکاتب

اور اس کتاب مین نو باب ہین

باب اول کتابت کی تفسیر و رکن و شروط و احکام کے بیان مین۔ کتابت کی تفسیر شرعی یون بیان فرمائی ہے کہ تحریر المملوک یدا فی الحال و رقبۃ فی المآل کذا فی التبیین یعنی مملوک کو خواہ باندی ہو یا غلام فی الحال اپنی ذریعہ دستی سے اور فی المآل مملوکیت سے آزاد کر دینے کو کتابت کہتے ہین۔ اور کتابت کا رکن یہ ہے کہ مولی کی طرف سے ایجاب ہو اور مکاتب کیطرف سے قبول ہو اور ایجاب ایسے الفاظ سے ہو مکاتبت پر دلالت کرتے ہین جیسے مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجھے اسقدر درمون پر مکاتب کیا خواہ اس قول کے ساتھ کوئی تعلیق ہو اسطرح کہ اگر تو مجھے ادا کر دیگا تو تو آزاد ہے یا کوئی تعلیق نہو۔ اسی طرح اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو ہزار درم پر ہر دن آزاد ہے کہ ماہواری اسقدر قسط وار مجھے سب ادا کر دے اسنے قبول کیا۔ یا یون کہا کہ جب تو نے مجھے

ہزار درم پورے ماہواری اسقدر کر کے ادا کر دیئے تو تو آزاد ہے اُسنے قبول کیا یا کہا کہ مین نے تجھپر ہزار درم رکھے کہ انکو تھوڑا تھوڑا کر کے اسقدر ماہواری سے ادا کر دے اور جب تو نے ادا کر دیئے تو تو آزاد ہے اور اگر غائب ہو یا تو مملوک رہا اُسنے قبول کیا۔ یا اور اُسی معنی کے الفاظ بیان کیے تو سب کتابت ہین کیونکہ عقود دین اعتبار معانی کا ہوتا ہے نہ الفاظ کا۔ اور قبول کی یہ صورت ہے کہ مکاتب کہے کہ مین نے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا ایسے ہی الفاظ بیان کرے۔ پھر جب ایجاب و قبول پایا گیا تو کتابت کا رکن تمام ہو گیا۔ پھر رکن کی حاجت ایسے مملوکون مین ہے جسکے حق مین حکم عقد مقصودًا ثابت ہو نہ ایسے مملوکون مین جنمین تبعًا ثابت ہو جیسے وہ لڑکا جو حالت کتابت مین باندی سے پیدا ہوا یا اپنے والدین یا بیٹے کو خرید کیا تو انمین حاجت نہین ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب تو ادا کر دیئے سب مجھے تو نے ہزار درم ماہواری سو درم کر کے تو تو آزاد ہے تو روایت ابی حفص کے موافق یہ مکاتب نہین ہے اسواسطے کہ ایک ہی بار ادا کرنے کا اعتبار ہے اور یہی اصح ہے یہ تبیین مین ہے واضح ہو کہ کتابت کے شرائط چند قسم ہین بعضی شرطین مولے کیطرف راجع ہین اور بعضی مکاتب کیطرف اور بعضی بدل کتابت کی جانب اور بعضی نفس رکن کی جانب راجع ہین۔ پھر بعضے شرائط انعقاد ہین اور بعضی شرط نفاذ اور بعضی شرط صحت ہین۔ اب ہر ایک کا بیان یون ہے کہ جو شرطین مولی کیطرف راجع ہین از انجملہ عقل چاہیے اور یہ انعقاد کی شرط ہے پس جو لڑکا کہ لا یعقل ہو یا شخص مجنون ہو اُسکا مکاتب کرنا نہین صحیح ہے۔ از انجملہ بلوغ شرط ہے اور یہ نفاذ کی شرط ہے پس جو لڑکا نابالغ کہ سمجھدار ہو اُسکا عقد کتابت نافذ نہو گا اگرچہ وہ لڑکا آزاد ہو اور اپنے ولی یا وصی کیطرف سے اُسکو تجارت کرنے کی اجازت حاصل ہو از انجملہ ملک و ولایت شرط ہے اور یہ بھی شرط نفاذ ہے پس اگر کسی فضولی نے مکاتب کیا یعنے اجنبی شخص نے زید کا غلام ہزار درم پر مکاتب کر دیا تو یہ عقد نافذ نہو گا کیونکہ فضولی کو نہ ملک حاصل ہے نہ ولایت اور اگر وکیل نے ایسا کیا تو عقد نافذ ہو گا کیونکہ وہ مولی کا نائب ہے اسیطرح باپ و وصی کیطرف سے بھی استحسانًا یہی حکم ہے۔ از انجملہ رضامندی شرط ہے اور یہ شرائط صحت مین سے ہے پس اگر زید سے زبردستی اُسکا غلام مکاتب کرایا گیا یا اُسنے مسخرہ پن یا خطا سے مکاتب کیا تو صحیح نہین ہے اور واضح ہو کہ حریت یعنے مولی کا آزاد ہونا جواز مکاتبت کیواسطے شرط نہین ہے پس مکاتب کا مکاتب کرنا جائز ہے اور ایسے ہی اسلام بھی شرط نہین ہے پس ذمی کا اپنے غلام کافر کو مکاتب کرنا جائز ہے یا ذمی نے کسی مسلمان غلام کو خرید کر کے مکاتب کر دیا تو بھی جائز ہے۔ اور مرتد نے اگر اپنے مملوک کو مکاتب کیا تو امام اعظم رحکے نزدیک موقوف رہیگا یعنے اگر وہ مرتد حالت ارتداد پر قتل کیا گیا یا مر گیا یا دار الحرب مین جا ملا تو عقد باطل ہو گیا اور اگر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہو گا اور صاحبین کے نزدیک اُسکا عقد کتابت نافذ ہوتا ہے۔ اور جو شرطین مکاتب کیطرف راجع ہین از انجملہ یہ ہے کہ مکاتب عاقل ہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے۔ اور جو بدل کتابت کیطرف راجع ہین از انجملہ یہ ہے کہ بدل کتابت مال ہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے پس خون یا مردار پر مکاتبت منعقد نہ ہو گی حتے کہ اگر ادا کر دے تو آزاد نہو گا ولیکن اگر مولی نے یون شرط لگائی کہ اگر تو مجھے یہ مردار ادا کر دے تو تو آزاد ہے اُسنے ادا کر دیا تو بسبب شرط کے آزاد ہو جائیگا اور مولی اُس سے اُسکی قیمت نہین لے سکتا ہے۔ از انجملہ مال متقوم ہوا اور یہ شرائط صحت مین سے ہے پس اگر مسلمان نے اپنے مسلمان یا ذمی غلام کو شراب یا سور پر مکاتب کیا یا کسی ذمی نے اپنے مسلمان غلام کو شراب یا سور پر مکاتب کیا تو

[illegible]

[illegible] عقد کتابت منعقد نہین ہوا ۱۲ منہ

صحیح نہیں ہے اور اگر غلام نے یہ مال ادا کر دیا تو آزاد ہو جائیگا مگر اُس پر اپنی ذات کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی۔ اگر ذمی
نے اپنے غلام کافر کو شراب یا سور پر مکاتب کیا تو جائز ہے۔ اور اگر ذمی کا کوئی غلام کافر ہو اور اُسنے اس غلام کو شراب پر
مکاتب کیا پھر دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تو کتابت پوری اور غلام پر شراب کی قیمت واجب ہوگی از انجملہ یہ ہے کہ
بدل کتابت کی نوع و مقدار معلوم ہو خواہ صفت معلوم ہو یا نہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے۔ پس اگر بدل کتابت کی نوع یا مقدار
مجہول ہوگی تو کتابت منعقد نہوگی اور اگر نوع و مقدار معلوم ہوا اور صفت مجہول ہو تو کتابت جائز ہوگی۔ اور اصل اس مقام
پر یہ ہے کہ جب بدل کتابت کا مجہول ہونا حد سے تجاوز کرے تو کتابت جائز نہ ہوگی ورنہ جائز ہوگی۔ از انجملہ یہ ہے
کہ بدل کتابت مولی کی ملک نہو اور یہ شرط انعقاد ہے پس اگر اموال مولی میں سے کسی مال عین پر مکاتب کیا
تو جائز نہیں ہے اسیطرح اگر وقت عقد کے کچھ کمائی غلام کے پاس موجود ہے اس پر کتابت قرار دی تو بھی جائز نہیں ہے
اور بدل کتابت کا دین ہونا جواز کتابت کی شرط ہے۔ اور جو شرط بنفس رکن کیطرف راجع ہیں پس شرائط [illegible]
سے ایک یہ ہے کہ شرط فاسد سے خالی ہو اور شرط فاسد وہ ہے کہ جو مقتضائے عقد کے مخالف اور نفس عقد میں داخل
ہو اور اگر وہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف نہو تو شرط و عقد دونوں جائز ہونگے اور اگر مقتضائے عقد کے
مخالف ہوگی مگر نفس عقد میں داخل نہوگی تو شرط باطل ہو جائیگی اور عقد صحیح رہیگا یہ بدائع میں ہے۔ اور کتابت کا
حکم یہ ہے کہ غلام آزادانہ تصرف کہ جس سے بسبب مملوکیت کے اُسکو ممانعت تھی اُس ممانعت سے بری ہو جاتا ہے
اور فی الحال اُسکو اپنے امور میں دست قدرت حاصل ہوتا ہے حتے کہ جو کچھ اُسنے کمایا وہ بالخصوص غلام کا ہوگا اور
اگر مولی نے اُسکے ساتھ خواہ اُس پر یا اُسکے مال پر کوئی جنایت کی تو مولی پر ضمان واجب ہوگی اور وقت ادا کر دینے کے
حقیقۃ آزادی ثابت ہوگی اور مولی کو اُس عقد کے ذریعہ سے بدل کتابت کے مطالبہ کی ولایت حاصل ہوتی ہے اور
وقت ادا کر دینے کے حقیقۃ بدل کا مالک ہو جاتا ہے یہ تبیین میں ہے۔ کتابت اگر فی الحال ادا کر دینے پر قرار
پاوے تو کتابت عقد سے فارغ ہوتے ہی مولی کو بدل کتابت کے مطالبہ کا اختیار ہوگا اور اگر میعاد قرار پائی ہو
کہ قسط کر کے ادا کرے تو جسوقت قسط کی میعاد آوے اُسوقت مطالبہ کریگا یہ محیط میں ہے۔ مکاتب کی کمائی کا مولی
مالک نہیں ہوتا ہے اور نہ اُس سے خدمت لے سکتا ہے اور نہ اُسکا صدقہ فطر مولی پر واجب ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین
میں ہے۔ اور اگر مولے نے مکاتبہ باندی کے ساتھ وطی کی تو عقر واجب ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ کفایہ شمس الائمہ بیہقی میں
لکھا ہے کہ اگر مولی نے عمداً مکاتب کو قتل کیا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر مکاتب نے مولی کو قتل کیا تو قصاص واجب
ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اور نکاح اور عدت میں مکاتبہ باندی کے احکام مثل مملوکہ باندی کے ہیں یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے اور کتابت مستحب ہے مگر ایسے غلام کے حق میں جسکے حال سے بہتری معلوم ہو یعنی معلوم کرے کہ
یہ غلام امین ہے اور تجارت کے کام میں ہوشیار ہے اور کمائی کر سکتا ہے اور بدل کتابت فی الحال ہو یا میعادی ہو قسط
وار ہو یا یکمشت اور یہ سب ہمارے مذہب میں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور بعضوں نے فرمایا کہ بہتری
سے یہ مراد ہے کہ اُسکے حال سے معلوم کرے کہ آزادی کے بعد مسلمانوں کو ضرر نہ پہونچا دیگا اور اگر دیکھے کہ ضرر پہونچا
دیگا تو افضل یہ ہے کہ اسکو مکاتب نہ کرے اور اگر کر دیا تو جائز ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور غلام و باندی اور
صغیر و کبیر میں کچھ فرق نہیں ہے جبکہ اسکو خرید و فروخت کی عقل ہو یہ کافی میں ہے۔ اور جو چیزیں نکاح میں

مہر ہو سکتی ہین وہ کتابت کا عوض ہو سکتی ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور بدون تمام مال کتابت ادا کرنے کے آزاد نہو گا اور جب سب ادا کر دیا تو آزاد ہو گیا اگرچہ مولے نے یون نہ کہا ہو کہ جب تو تمام بدل کتابت ادا کر دیگا تو تو آزاد ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور غلام کے ذمہ سے بدل کتابت مین سے کچھ کم کر دینا اور چھوڑ دینا خواہ مخواہ واجب نہین ہے بلکہ مندوب ہے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ اور اگر بدل کتابت کے عوض ایسی کوئی شئے رہن کر لی جس سے بدل ادا کر سکتا ہے یعنے بدل کتابت کی ادائی اُس سے ہو سکتی ہے اور وہ چیز مالک کے پاس تلف ہو گئی تو غلام آزاد ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ واضح ہو کہ کتابت دو طرح پر ہوتی ہے ایک تو یہ ہے کہ اُسکے نفس کو مکاتب کرے مال کو کتابت مین داخل نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ جان و مال دونون کو مکاتب کرے اور دونون صورتین جائز ہین اور پہلی صورت کی یہ مثال ہے کہ مین نے تجھے ہزار درہم پر مکاتب کیا پس اس صورت مین جو مال اس سے پہلے کی کمائی کا غلام کے پاس ہو وہ سب مولی کا ہو گا اور اُسکے بعد جو کچھ کمائے وہ سب غلام کا ہو گا مگر جب اُس نے اس کمائی سے بدل کتابت ادا کر دیا تو جو باقی رہا وہ سب غلام کے سپرد ہو گا۔ اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ مین نے تیری جان و مال کو ہزار درہم پر مکاتب کیا تو جو کچھ اسوقت مکاتب کے پاس موجود ہے اور جو آیندہ کما دے سب اسی کا ہو گا خواہ اسکا مال جو فی الحال موجود ہے وہ بدل کتابت سے کم ہو یا زیادہ ہو اور مولی کو اس مال سے سواے بدل کتابت کے کچھ نہ ملیگا اور غلام کا مال وہ ہے جو اُسنے تجارت سے کمایا یا اُسکو کسی نے ہبہ کیا یا صدقہ دیا۔ اور اگر دونون نے غلام کے مال مین اختلاف کیا یعنی مولی نے اپنا حق بیان کیا اور غلام نے اپنا تو مکاتب کا قول قبول ہو گا۔ مگر جنایات کے عوض جو ارش دستیاب ہو یا عقر ملے تو دونون مولی کی ملک ہونگے یہ مضمرات مین ہے۔ اور کتابت مین شرط خیار جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ المتصلات اگر مکاتب نے ہزار درہم کتابت ادا کر دیے پھر مولے کے پاس سے یہ درم استحقاق مین لے لیے گئے تو مکاتب آزاد ہو گیا اور مولی بجاے اُنکے ہزار درم مکاتب سے لے لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے اپنے مجنون یا صغیر غلام کو مکاتب کیا تو عقد منعقد نہو گا اور اگر اُسکی طرف سے بدل عقد کتابت عمرو نے زید کو ادا کر دیا اور زید نے قبول کیا تو آزاد نہو گا اور عمرو مختار ہے کہ اپنا بدل کتابت زید سے واپس کرے کیونکہ اُسنے آزادی کے عوض دیا اور آزادی حاصل نہ ہوئی۔ اور اگر نابالغ کیطرف سے عمرو نے ایجاب کتابت کو قبول کیا اور مولی بھی راضی ہوا تو بھی عقد کتابت منعقد نہو گا۔ اور آیا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ایجاب و قبول اجنبی کا موقوف ہے کہ جب غلام بالغ ہو تو اجازت دیوے پس امام قدوری نے فرمایا کہ نہین موقوف ہو گا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اجنبی کے عقد کا اجارہ پر موقوف ہونا اسوقت ہوتا ہے کہ جب اُسکا اجازت دینے والا وقت عقد کے موجود ہو اور یہان موجود نہین ہے کیونکہ نابالغ اہل اجازت سے نہین ہے بخلاف اسکے اگر غلام بالغ ہو مگر غائب ہو اور عمرو نے اُسکی طرف سے کتابت کو قبول کر لیا اور زید راضی ہوا تو غلام کی اجازت پر موقوف ہو گا۔ اور صورت مذکورہ بالا مین اگر عمرو نے نابالغ غلام کیطرف سے قبول کر کے مولی کو بدل کتابت ادا کر دیا تو اصل مین مذکور ہے کہ استحسانًا آزاد ہو جائیگا اور جسنے قبول کیا یعنے عمرو کو اپنا مال واپس لینے کا اختیار نہین ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اُسنے کل بدل ادا کر دیا ہو اور اگر اُسنے کچھ ادا کیا ہو تو قیاسًا و استحسانًا واپس لے سکتا ہے ولیکن اگر اسی عرصہ مین غلام نے بالغ ہو کر اجازت دیدی تو پھر

نہیں واپس کرسکتا ہے یہ بدائع میں ہے

دوسرا باب کتابت فاسدہ کے بیان میں - کتابت فاسدہ میں مولی کو اختیار ہے کہ بلا رضامندی غلام کے اسکو رقیق کردے اور کتابت کو فسخ کردے - اور کتابت صحیحہ میں بدون غلام کی رضامندی کے فسخ نہیں کرسکتا ہے اور غلام کو اختیار ہے کہ کتابت فاسدہ اور جائزہ دونوں میں بدون مالک کی رضامندی کے فسخ کردے یہ شرح طحاوی میں ہے - اور ولوالجیہ میں لکھا ہے کہ کتابت فاسدہ میں جو چیز مولی کو اسکی زندگی میں ادا کرنے سے آزاد ہوتا تھا اگر اسکی موت کے بعد وارثوں کو ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے - اگر کسی شخص غیر کے مال عین پر خواہ از قسم کیلی ہو یا وزنی یا عروض میں سے ہو اپنے غلام کو مکاتب کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں اور اظہر روایت یہ ہے کہ عقد فاسد ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اگر زید نے اپنے غلام کو ہزار درم اور ایک سال تک خدمت کرنے یا کسی ملوک پر مکاتب کیا تو جائز ہے اور اگر ایک ہزار درم و ہمیشہ خدمت کرنے پر مکاتب کیا تو فاسد ہے اور غلام اپنی قیمت ادا کرنے پر آزاد ہو جائیگا خدمت نہ لیجاویگی - پھر اگر وہ ہزار درم دیکر آزاد ہوا اور یہی اسکی مقدار قیمت ہے تو مولے کو اس سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر مقدار قیمت اس سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے اس سے لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے - کتابت فاسدہ میں جو چیز بدل قرار پائی ہے اگر قیمت اسی جنس سے ہو پس اگر مقررہ سے کم ہو تو بدل کم نہ کیا جائیگا اور اگر قیمت زائد ہو تو بدل مقررہ میں زیادتی کر دیجاویگی یہ شرح وقایہ میں ہے - اگر گیہوں یا جو پر مکاتب کیا اور مقدار معلوم بیان کر دی پس اگر صفت بھی مثل جید یا وسط یا ردی بیان کر دی تو اسی صفت پر عقد قرار دیا جائے گا اور اگر کوئی صفت بیان نہ کی ہو تو درمیانی قسم قرار دیجاویگی یہ محیط میں ہے - اگر زید نے اپنے غلام کو ایسے مال معین پر جو غلام کے قبضہ میں ہے اور اسکی کمائی کا ہے اسطور سے کہ مثلاً زید نے اسکو تجارت کی اجازت دی تھی اسنے یہ مال کمایا ہے مکاتب کیا تو اسکی دو روایتیں ہیں ایک روایت میں جائز ہے کیونکہ اسنے ایسے بدل معلوم پر مکاتب کیا جسکے سپرد کرنے پر غلام قادر ہے اور ایک روایت میں جائز نہیں ہے کیونکہ اسنے اپنے مال پر مکاتب کیا اور اگر اسنے چند درموں پر جو غلام کے ہاتھ میں تھے مکاتب کیا تو باتفاق الروایات جائز ہے کیونکہ معاوضات میں درہم متعین نہیں ہوتے یہ تبیین میں ہے - اگر بدل کتابت غلام نے دیا اور وہ عقد میں متعین نہ تھا کہ خاص یہی چیز ادا کرے بلکہ از قبیل درم و دینار تھا اور وہ بعد اثبات استحقاق کے مولی سے لے لیا گیا تو غلام پر اسکے مثل واجب ہوگا اور اگر مال عین کوئی اسباب یا حیوان معین تھا تو امام ابو یوسف کے نزدیک مولی اس سے اسکی قیمت لیگا مثل نہ لیگا یہ تاتارخانیہ میں تجرید سے منقول ہے - اگر زید نے اپنا غلام ایک باندی پر مکاتب کیا اور غلام نے دیدی اور زید نے اس سے وطی کی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا پھر اس باندی پر استحقاق ثابت ہوا تو فرمایا کہ مستحق وہ باندی زید سے لیگا اور اسکا عقر اور بچہ کی قیمت لے لیگا پھر زید مکاتب سے بچہ کی قیمت واپس لے سکتا ہے عقر نہیں لے سکتا یہ مبسوط میں ہے - اگر زید نے اپنا غلام ایک کپڑے یا چوپایہ یا حیوان یا دار پر مکاتب کیا تو کتابت منعقد نہ ہوگی حتی کہ ادا کرنے سے غلام آزاد نہ ہوگا کیونکہ کپڑے و دار و حیوان کی نوع مجہول ہے اور اگر ہروی کپڑے یا غلام یا باندی یا گھوڑے پر مکاتب کیا تو جائز ہے اور ہر چیز میں سے درمیانی قرار دیا جائے گا اور اگر

ان صورتون مین غلام درمیانی چیز کی قیمت لایا تو مولے پر جبر کیا جائیگا کہ اسکو قبول کرے یہ بدائع مین ہے۔ اور امام
اعظم رح کے نزدیک درمیانی وہ ہے کہ جسکی قیمت چالیس درم ہون اور صاحبین رح کے نزدیک اسکی زرانی اور گرانی پر لحاظ ہو
اور درمیانی چیز کی قیمت لگانے مین غلام مکاتب کی قیمت پر نظر نہ کی جاویگی کذا فی الذخیرہ اور کافی کے باب المہر مین لکھا
ہے کہ صاحبین ہی کا قول صحیح ہے انتہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام کو اسکی قیمت پر مکاتب کیا تو کتابت فاسدہ ہے پھر اگر
اسنے اپنی قیمت ادا کردی تو آزاد ہو جائیگا اور سوا اسکے اسپر کچھ واجب نہوگا پھر واضح ہو کہ قیمت کا اندازہ
یعنی یہی قیمت ہے جو اسنے ادا کی ہے دونون کی باہمی تصدیق سے ثابت ہوگی اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قیمت آنکنے
والون کے قول پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر دو شخص ایک قیمت پر متفق ہوے تو وہی قیمت قرار دیجاویگی اور اگر اختلاف کیا
ایک نے مثلاً ہزار درم اندازہ اور دوسرے نے ایک ہزار دس درم اندازے تو جبتک بڑھی ہوئی انتہا سے قیمت
نہ ادا کرے تبتک آزاد نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر کہا کہ مین نے تجھے مکاتب کیا اور مال عوض سے سکوت کیا
ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک کتابت اصلا منعقد نہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اسنے ایک خادم سپید رنگ پر مکاتب
کیا پھر اسنے اس عوض سے دو خادم ابیض یا دو حبشی سیاہ پر ہاتھون ہاتھ صلح کر لی تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر
کسی نے اپنے غلام کو موتی یا یاقوت پر مکاتب کیا تو انعقاد نہوگا اور اگر اپنے حکم پر کہ جو مین کہدون یا اسکے حکم پر کہ
جسقدر تو کہدے مکاتب کیا تو انعقاد نہوگا کیونکہ نوع و مقدار مجہول ہونے سے بھی یہان زیادہ جہالت ہے یہ بدائع مین
ہے۔ اگر زید نے ایک غلام یا باندی پر اپنا غلام مکاتب کیا اور مکاتب نے یہ خادم دیدیا اور آزاد ہوگیا پھر زید نے خادم
مین کھلا ہوا عیب پایا تو مکاتب کو واپس کر کے ایک خادم اسکے مثل لے لے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے اپنی باندی
کو اس شرط سے ہزار درم پر مکاتب کیا کہ جو بچہ تو جنے وہ میرا ہو یا یہ کہ بعد آزادی کے میری خدمت کرے تو کتابت
فاسدہ ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو ایک مکان پر جسکا نام لے لیا اور اسکا وصف بیان کردیا یا
کسی زمین پر اسیطور سے مکاتب کیا تو جائز نہین ہے کیونکہ مکان یا زمین کسی عقد مین بطور دین کے ذمہ ثابت نہین
ہوتے ہین پس اگر اسنے معین نہ کیا ہو تو مجہول چیز پر عقد ہوگا اور اگر معین کیا تو ایسی چیز ذمہ رکھی جو ذمہ دین
نہین ہوتی ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر باندی کو ہزار درم پر مکاتب کیا اس شرط سے کہ جبتک وہ مکاتب رہیگی آقا
وطی کریگا یا ایکبار اس سے وطی کریگا تو کتابت فاسدہ ہے پھر اگر اسنے ہزار درم دیدیے تو عامہ علما کے نزدیک آزاد ہو جائیگی
پھر جب دیکر آزاد ہو گئی تو اسکی قیمت دیکھی جاویگی اگر اسکی قیمت ہزار درم ہون تو نہ مولے کا اسپر کچھ چاہیے اور نہ اسکا
مولے پر کچھ چاہیے ہے اور اگر قیمت اسکی زائد ہو تو جسقدر ہزار سے زائد ہے اسقدر مولے اس سے لے لیگا۔ اور اگر ہزار سے
کم ہو تو ہمارے اصحاب ثلثہ نے فرمایا کہ باندی مکاتبہ بقدر کمی کے اپنے مولے سے واپس نہین لے سکتی ہے یہ بدائع مین
ہے۔ اگر مولے نے اس سے وطی کی پھر اسنے بدل کتابت ادا کردیا تو مولے پر اسکا عقر ادا کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر زید نے
اپنی حاملہ باندی کو مکاتب کیا تو جو اسکے پیٹ مین ہے وہ بھی کتابت مین داخل ہوا خواہ صریح ذکر کرے یا نکرے اور اگر اسکے
پیٹ کا بچہ مستثنی کیا تو کتابت جائز نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر اپنے غلام کو درمونپر مکاتب کیا تو یہ فاسد ہے و لیکن اگر اسنے تین
درم دیدیے تو آزاد ہو جائیگا اور اسپر اپنی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی کذا فی السراجیہ قال المترجم یہ حکم زبان عربی سے
متعلق ہے اگر یون کہا کہ کاتبتک علی دراہم تو کمتر جمع تین درم ہین پس علی الاصل لامام الاعظم تین درم متیقن ہونگے اور زیادہ

ادا کرے سوائے اسکے جو چاہتا ہے کہ دو درہم ادا کرے تو بھی یہی حکم ہوگا کذا فی جوامع ده۔ اگر باندی کو ہزار درہم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ یہ ہزار درہم قسطوار ادا کرے لیکن اگر ایک قسط بھی ٹل گئی تو علاوہ قسط کے اسیقدر درہم واجب ہونگے تو کتابت فاسد ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر یہ ہزار درہم پر قسطوار کرکے ادا کرنے پر مکاتب کیا اور شرط لگائی کہ اگر کسی قسط سے عاجز ہوا تو ہزار درہم پر مکاتب ہو جائیگا تو یہ کتابت فاسد ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دوسری کتابت فاسد ہوگی پہلی کتابت امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہوگی اور صاحبین کے نزدیک دونوں جائز ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر زید نے اپنے دو غلاموں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اور ہزار درہم بدل ٹھہرائے اور شرط کی کہ مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مواخذہ کریگا پھر زید نے ایک کو وہ مال کتابت ہبہ کیا تو دونوں آزاد ہو جائینگے۔ اور اگر اس غلام نے ہبہ قبول نہ کیا تو ہزار درہم کتابت کے دونوں پر بدستور قرار پاوینگے جیسے کہ سابق میں تھے اور وہ دونوں آزاد ہو جاوینگے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر زید نے اپنی باندی کو ہزار درہم پر بوعدہ عطا یا کھیتی کٹنے یا روندے جانے وغیرہ وعدہ پر جسکی میعاد معلوم نہیں ہے مکاتب کیا تو استحسانا جائز ہے پس اگر عطا میں تاخیر واقع ہوئی تو بدل کتابت دینا اسی وقت واجب ہوگا جسوقت عطا نکالا جاتا تھا اور باندی کو اختیار ہے کہ اس سے پہلے مال ادا کرکے آزاد ہو جاوے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غلام کو ہزار درہم پر مکاتب کیا اور یہی اسکی قیمت ہے اس شرط سے کہ اگر غلام اسقدر درہم ادا کرکے آزاد ہو گیا تو اسپر دوسرے ہزار درہم واجب الادا ہونگے تو جائز ہے اور یوں ہی رکھا جائیگا جیسا کہ اس نے کہا ہے یعنی جسوقت ہزار درہم دیدیگا تو آزاد ہو جائیگا اور بعد آزادی کے اسپر دوسرے ہزار درہم واجب ہونگے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ میں نے تجھے ان ہزار درہم پر مکاتب کیا حالانکہ یہ ہزار درہم اس باندی کے نہیں غیر شخص کے ہیں تو مکاتبت جائز ہوا اور جب باندی نے ان ہزار درہم کے سوا دوسرے ہزار درہم اپنے مالک کو ادا کر دیے تو آزاد ہو جائیگی اسیطرح اگر باندی سے کہا کہ تجھے ہزار درہم پر مکاتب کرتا ہوں اس شرط سے کہ میں یہ ہزار درہم فلان شخص کے مال سے لونگا تو عقد کتابت جائز ہے اور یہ شرط لغو ہے اور اگر باندی کو مکاتب کیا اور عقد کتابت میں اپنے یا اسکے لیے خیار کی شرط لگائی تو جائز ہے پھر اگر اسکے کوئی بچہ پیدا ہوا پھر صاحب خیار نے اپنا خیار ساقط کر دیا تو بچہ بھی اس باندی کے ساتھ مکاتب ہوگا۔ اور اگر خیار ساقط کرنے سے پہلے وہ شخص جسکو خیار تھا خواہ مولی یا باندی نے انتقال کیا تو صاحب خیار کے مرنے سے مثل بیع کے خیار ساقط ہو جائیگا اور بچہ اس مال کے واسطے جو باندی پر واجب ہو سعی کریگا اور اگر اپنا خیار ساقط کرنے سے پہلے مولی نے نصف باندی آزاد کر دی تو یہ امر اسکی طرف سے عقد کتابت کا فسخ ہے چنانچہ سب باندی آزاد کرنے میں یہی حکم ہے۔ اور جب کتابت فسخ ہوئی تو امام اعظم رح کے نزدیک باندی نصف قیمت کے واسطے سعی کریگی۔ اسیطرح اگر مالک نے اسکے بچہ کو آزاد کر دیا تو یہ بھی عقد کتابت کا فسخ ہے اور اگر خیار باندی کا ہو وے تو بچہ مولی کے آزاد کرنے سے آزاد ہو جائیگا اور باندی کے ذمہ سے بدل کتابت میں کچھ مال بھی بسبب بچہ کے آزاد ہو جانے کے کم نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے تین روز کی شرط خیار کے ساتھ اپنی باندی کو مکاتب کیا اور باندی کے بچہ پیدا ہوا اور مولی نے اس بچہ کو فروخت کر دیا یا ہبہ کرکے سپرد کیا یا آزاد کر دیا تو اسکے تصرفات سب جائز اور کتابت باطل ہوگئی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک

حربی نے دارالحرب مین اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر دونون مسلمان ہو گئے یا دونون ذمی ہو گئے تو یہ امر کتابت جائز رکھا جائیگا اور اگر دونون امان لیکر آئے حالانکہ بجا لہ غلام اسکے قبضہ مین ہے اُسنے کتابت مین یہان نالش کی تو قاضی اُسکو باطل کردیگا چنانچہ دارالحرب کے عتق و تدبیر کو باطل کر دیتا ہے جبکہ وہ امان لیکر آتے ہین - اور اگر حربی غلام کو مکاتب کیا پھر غلام مسلمان ہو کر دارالاسلام مین آگیا تو آزاد ہو گیا اور کتابت باطل ہو گئی - ایک مسلمان تاجر نے دارالحرب مین اپنے غلام کو مکاتب یا آزاد یا مدبر کیا تو استحساناً جائز ہے اسیطرح اگر غلام کافر ہو کہ اسکو دارالاسلام مین خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلام کافر ہو کہ اسکو دارالحرب مین خریدا ہو اور مکاتب کیا اُسنے بدل کتابت ادا کردیا اور آزاد ہو گیا پھر مسلمان ہو گیا تو استحساناً اسکو مسلمان پر جائز رکھونگا یہ مبسوط مین ہے - اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو جو سینا یا رنگنا جانتا ہے بعوض ایسے ہی غلام کے جو یہ کام جانتا ہو مکاتب کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ یہ عقد صحیح نہو اور استحساناً صحیح ہے یہ محیط مین ہے - اگر اپنی باندی کو بطور کتابت فاسدہ کے مکاتب کیا اور اسکے بچہ پیدا ہوا پھر اُسنے مال کتابت ادا کیا تو اسکا بچہ اُسکے ساتھ آزاد ہو جائیگا اور اگر ادا کرنے سے پہلے مرگئی تو اُسکے بچہ پر کچھ سعایت لازم نہین آتی ہے اور اگر اُسکی مان کے مال کتابت کے واسطے اُس سے سعی کرائی اور اُسنے سعایت کرکے ادا کردیا تو قیاساً یہ غلام آزاد نہوگا اور استحساناً یہ لڑکا مع اسکی مان کے حالت زندگی پر اعتبار کرکے آزاد ہو جاویگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر اپنے غلام کو ہزار درم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ مکاتب یہ مال میرے قرضخواہ کو ادا کردے تو کتابت جائز ہے - اسی طرح اگر اس شرط سے مکاتب کیا کہ مکاتب یہ مال اپنے مولی کی طرف سے فلان شخص کو ضمان دے تو بھی کتابت جائز ہے اور فرمایا کہ ضمان بھی جائز ہے اور یہ استحسان ہے یہ ذخیرہ مین ہے - ایک شخص نے اپنی باندی کو مکاتب کیا حالانکہ اس باندی پر قرضہ ہے پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور اُسنے کتابت کا مال ادا کردیا پھر قرضخواہ لوگ حاضر ہوئے تو انکو اختیار ہے کہ کتابت کا مال مالک سے واپس لین اور اس سے باندی کی قیمت کی ضمان لین اور جو قرضہ رہ جاوے اُسکو خواہ باندی سے وصول کرین یا بچے سے و لیکن بچہ سے اُسکی قیمت سے زیادہ نہین لے سکتے ہین اور یہ بھی قرضخواہون کو اختیار ہے کہ چاہین اپنا قرضہ سب باندی سے وصول کرین - اور انکو یہ اختیار نہین ہے کہ مولی سے بچہ کی قیمت کی ضمان لین - اور اگر وہ باندی ادائے کتابت کے بعد مرگئی تو بچہ پر بچہ کی قیمت اور مال قرضہ مین سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر غلام کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ شہر سے باہر نجاوے تو شرط باطل اور کتابت جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - ایک شخص نے زید کو اپنے غلام آزاد کرنیکا وکیل کیا اُسنے مکاتب کردیا تو صحیح نہین ہے یہ جواہر الفتاوی مین ہے - ایک شخص نے دو تاجر غلامون کو جنپر قرضہ تھا ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا پھر دونون مین سے ایک غائب ہو گیا پھر قرضخواہ لوگون نے قرضہ لینا چاہا تو انکو یہ اختیار نہین ہے کہ جو غلام حاضر ہے اسکو کتابت فسخ کرکے رقیق بنادین لیکن اُس قرضہ کے واسطے جو اسپر آتا ہے سعی کرادینگے اور جو اُسنے مال کتابت ادا کیا ہے قرضخواہ اُسکے لینے کے حقدار ہین یعنی مولی سے لے لینگے مگر یہ اختیار انکو نہین ہے کہ مولی سے دونون کی ضمان لین یہ مبسوط مین ہے - اور بھی مبسوط کے باب کتابت المرتد مین لکھا ہے کہ اگر کسی مرتد نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر خود دارالحرب والون مین

جا ملا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا پس اگر غلام نے قاضی کے پاس مرافعہ کیا ہو اور قاضی نے اسکو رقیق کر دیا ہو تو
کتابت باطل ہو گئی ورنہ غلام اپنے عقد کتابت پر رہیگا انتہی اور کچھ مبسوط کے باب ما لا یجوز من المکاتب میں ہے کہ اگر
کسی نے اپنی باندی کو مردار پر مکاتب کیا اور اسکے ایک بچہ پیدا ہوا پھر مالک نے باندی کو آزاد کر دیا تو اسکے ساتھ
اسکا بچہ آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر بہزار درم پر کتابت فاسدہ کے طور پر مکاتب کیا اور اسکے بچہ پیدا ہوا پھر
مالک نے باندی کو آزاد کر دیا تو اسکے ساتھ اسکا بچہ آزاد ہو جائیگا انتہی قلت لان العقد فی الوجہ الاول باطل و
فی الثانی فاسد وہو الفرق بینہما

تیسرا باب جو افعال مکاتب کر سکتا ہے اور جو نہیں کر سکتا ہے اسکے بیان میں - جن تبرعات کی عادت جاری ہے
انکے سوائے باقی تبرعات سے منع کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور مکاتب کے واسطے خرید و فروخت
و سفر جائز ہے کذا فی الکافی اور اسکو اختیار ہے کہ قلیل و کثیر ثمن پر فروخت کرے اور جس جنس پر چاہے فروخت کرے
اور نقد و ادھار فروخت کرے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک قلیل ثمن پر فروخت کر سکتا ہے مگر
صرف اسیقدر کمی ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں اور ہر جنس سے بیان فروخت کر سکتا ہے درم و دینار سے
فروخت کر سکتا ہے اور نقد فروخت کر سکتا ہے ادھار نہیں فروخت کر سکتا ہے اور مکاتب کو اختیار ہے کہ اپنے مولی کے
ساتھ خرید و فروخت کرے ولیکن یہ نہیں جائز ہے کہ جو چیز اسنے اپنے مولی سے خریدی ہے اسکو کسی کے ہاتھ
مرابحہ سے فروخت کرے ولیکن اگر واقعی حال بیان کر دے تو جائز ہے اور یہی حکم مولی کے حق میں ہے یعنی مولی نے
جو چیز اسی سے خریدی ہے اسکو بدون واقعی بیان کے کسی کے ہاتھ مرابحہ سے نہیں فروخت کر سکتا ہے اور یہ نہیں جائز
ہے کہ مولی کے ہاتھ ایک درم میں دو درم فروخت کرے کیونکہ عقد کتابت سے وہ غلام اپنی کمائی کا خود مستحقدار ہو گیا
پس مثل اجنبی کے ہو گیا اسیطرح مولی کو بھی اس سے اور [illegible] فروخت کرنا و خرید کرنا نہیں جائز ہے - اور جائز ہے کہ جو چیز
اسنے فروخت کی اور اسمیں عیب کا دعوی کیا گیا تو اسکے ثمن میں سے گھٹا دے یا جو اسنے خریدی ہے اسکے دام
بڑھا دے مگر یہ اختیار نہیں ہے کہ جو اسنے فروخت کی اسکے داموں میں سے بلا عیب کچھ گھٹا دے اور اگر اسنے
ایسا کیا تو جائز نہوگا اور اسکو اختیار ہے کہ جو چیز اسنے خریدی ہے اسکو بسبب عیب کے واپس کر دے خواہ
کسی اجنبی سے خریدی ہو یا مولی سے خریدی ہو یہ بدائع میں ہے - اور مکاتب نے اگر اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا
یا قرضہ وصول پانیکا اقرار کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے - اگر مکاتب کو اہل حرب قید کر لیگئے اور اسنے قرضہ لیا تو یہ قرضہ حکماً ایسا ہے
ہے کہ اسنے دار الاسلام میں لیا - اور اگر مکاتب مرتد ہو گیا حالانکہ اسپر قرضہ ہے اور حالت ردت میں اسنے قرضہ لیا جو
اسکے اقرار ہی سے ثابت ہے پھر حالت ردت پر مقتول ہوا تو یہ بمنزلہ مرض کے قرضہ کے قرار دیا جائیگا حتی کہ اسکی کمائی
سے پہلے حالت اسلام کا قرضہ دیا جائیگا پھر باقی میں سے حالت ردت کا قرضہ یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہے پھر
بعد ادائے قرض و مال کتابت کے جو کچھ باقی رہیگا وہ اسکے مسلمان وارثوں کو دیا جائیگا - اور اگر اسکے بیٹے نے جو حالت
کتابت میں پیدا ہوا تھا سعی کر کے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا پھر اسکے باپ کے قرضخواہ حاضر ہوئے تو
انکو یہ اختیار نہیں ہے کہ مولی نے جو کچھ لیا ہے اسکو واپس لیوین ولیکن اسکے بیٹے سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرینگے اور وہ دامنگیر
ہونگے یہ مبسوط میں ہے - اور مولی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مکاتب کی باندی سے نکاح کرے اور اگر مکاتب نے اپنے

مولی کی جورو کو خرید اتو مولی کا نکاح باقی رہیگا یہ کافی مین ہر- اور اگر مکاتب نے کچھ رہن کیا یا رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اجارہ لیا تو یہ جائز ہو یہ ذخیرہ مین ہر- اور مکاتب کو یہ جائز نہین ہر کہ اپنے لڑکے یا لڑکی کو بیاہ دے مگر اپنی باندی یا مکاتبہ کو بیاہ دے سکتا ہر یہ بدائع مین ہر- اور اپنے غلام کو نہین بیاہ سکتا ہر اور نہ اسکے واسطے وکیل کر سکتا ہر پھر اگر خود آزاد ہوا اور اجازت دیدی تو نکاح سابق جائز نہوجائیگا کیونکہ اجازت ایک عقد باطل کیساتھ لاحق ہوئی ہو اور اگر بعد آزادی کے اسنے کہا کہ مین نے اس وکالت کی اجازت دیدی تو یہ ابتدائی توکیل ہوگی یہ کافی مین ہر- اور اگر مکاتب نے اپنی باندی کو اپنے غلام سے بیاہ دیا تو موافق ظاہر الروایۃ کے ناجائز ہر کذا فی العینی شرح الہدایہ- مکاتبہ نے اگر مالک کی اجازت سے اپنا نکاح کسی مرد سے کیا پھر آزاد ہوئی تو اسکو خیار عتق حاصل ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہر- اور اگر اسنے بدون مولی کی اجازت کے نکاح کر لیا اور دونون مین تفریق نہوئی یہانتک کہ وہ آزاد ہوگئی تو نکاح جائز اور باندی کو خیار حاصل نہوگا یہ مبسوط مین ہر- امام محمد رح نے فرمایا کہ مکاتب نے اگر اپنی کمائی سے کوئی غلام مکاتب کیا تو استحساناً جائز ہر اسکو ہمارے علما نے لیا ہر پھر جب مکاتب کا مکاتب کرنا جائز ٹھہرا پس اگر مکاتب ثانی نے مال ادا کر دیا تو آزاد ہوجائیگا اور اسکی آزادی کے وقت دیکھا جائیگا کہ پہلا مکاتب آزاد ہر یا مکاتب ہر پس اگر مکاتب ہو تو دوسرے مکاتب آزاد شدہ کی ولا مکاتب اول کے مولی کے لیے ثابت ہوگی اور اگر آزاد ہوگیا ہو تو ولا اسی کے واسطے ہوگی اسکے مولے کے واسطے نہوگی پھر جس صورت مین دوسرے مکاتب کی ولا پہلے مکاتب کے مولے کے لیے ثابت ہوئی ہر پھر اگر پہلے مکاتب نے مال ادا کر دیا اور آزاد ہوگیا تو دوسرے کی ولا جو مالک کو مل چکی ہر متحول ہو کر پہلے مکاتب آزاد شدہ کو نہ ملے گی- اور اگر پہلا مکاتب ادائے کتابت سے عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا اور ہنوز دوسرے نے مال ادا نہین کیا ہر تو وہ اپنی کتابت پر باقی رہیگا اور در صورت مکاتب باقی رہنے کے درحقیقت وہ اصل مولے کا مملوک ہوگا حتے کہ اگر اصل مالک نے اسکو آزاد کر دیا تو حقیقۃً عتق نافذ ہوجائیگا÷ اور اگر مکاتب اول عاجز نہوا مگر ادائے کتابت سے پہلے مر گیا اور ہنوز دوسرے نے کتابت کا مال نہین دیا ہر تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اگر پہلے نے انتقال کیا اور سوائے اس مال کے جو مکاتب ثانی پر کتابت کا مال چھوڑا ہو اور بہت سا مال چھوڑا جس سے اسکا بدل کتابت ادا ہو سکتا ہر تو اس صورت مین اسکا عقد کتابت فسخ نہوگا اور اسکے ترکہ مین سے اسکا بدل کتابت ادا کر کے اسکی آزادی کا حکم اسکی زندگی کے آخر جزو مین ثابت کیا جائیگا اور جو باقی رہا وہ اسکے آزاد وارثون کو حسب فرائض تقسیم ہوگا بشرطیکہ آزاد وارث موجود ہون ورنہ اسکے مولی کو ملیگا اور جو اسنے مکاتب ثانی پر چھوڑا ہر وہ اسیطرح رہیگا یہانتک کہ وہ اپنا بدل کتابت ادا کر دے کہ وہ اسکے وارثان آزاد کو ملیگا اور جب دوسرا آزاد ہوگیا تو اسکی ولا پہلے مکاتب کی ہی کہ اسکی اولاد کے ذکور کو کہ اسکے وارث ہون اور دوسری صورت یہ ہر کہ اگر پہلا مکاتب مر گیا اور اسنے کچھ مال سوائے اس مال کے جو مکاتب ثانی پر چھوڑا ہر نہ چھوڑا تو لامحالہ یا تو دوسرے مکاتب کا بدل کتابت پہلے مکاتب سے کم ہوگا اور اس صورت مین پہلے کی کتابت فسخ ہوگی اور وہ غلام قرار دیا جائیگا اور دوسرا مکاتب اپنے عقد کتابت پر رہیگا مگر مال کتابت مولائے اول کو دیگا

در صورتیکہ مکاتب ثانی کے وارث احرار موجود ہون ۱۲

ہوگا۔ یا دوسرے کا مال کتابت پہلے کے برابر ہوگا یا اس سے زیادہ ہوگا اور ایسی صورت میں یا تو دوسرے مکاتب کے ادا کرنے کا وقت پہلے کے مرنے کے وقت پر آگیا ہو تو پہلے مکاتب کا عقد کتابت فسخ نہ ہوگا پس دوسرا مکاتب اپنے بدل کتابت میں سے بقدر کتابت اول کے ادا کردیگا اور اسکی حریت کا حکم فی الحال دیا جائیگا اور پہلے کی حریت کا حکم اسکی زندگی کے آخر جزو میں ثابت کیا جائیگا اور دوسرے کی مکاتبت میں سے جو مال باقی رہا وہ پہلے مکاتب کے وارثوں کو بشرط آزادی دیا جائیگا اور دوسرے مکاتب کی ولا پہلے کے وارثوں کو ملیگی مولی کو نہ ملیگی۔ اور اگر دوسرے مکاتب کی کتابت ادا کرنے کا وقت پہلے مکاتب کی موت کے وقت نہیں آیا پس اگر مولی نے قاضی سے اسکی کتابت فسخ کردینے کی درخواست نہ کی یہانتک کہ دوسرے مکاتب کے ادا کرنیکا وقت آگیا تو اسکا حکم وہی ہے جو پہلے کی موت کے وقت دوسرے کے ادا کرنے کا وقت آجانے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر مولی نے پہلے کی کتابت فسخ کرنیکی درخواست کی تو قاضی اسکی کتابت فسخ کردیگا کذا فی المحیط۔ اور اگر دونوں مکاتب ہوں اور ایک سا ہو مال کتابت ادا کیا تو دونوں کی ولا اصل مولی کو ملیگی یہ بدائع میں ہے اور اسی طرح مبسوط میں امام محمد رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر پہلا مکاتب مرگیا اور اسقدر مال چھوڑ گیا کہ جس سے مال کتابت ادا ہو سکتا ہے مگر یہ مال لوگوں پر قرضہ ہے نقد موجود نہیں ہے پھر ہنوز قرضہ برآمد نہوا تھا کہ دوسرے مکاتب نے مال کتابت ادا کردیا تو وہ آزاد ہوگیا اور اسکی ولا اصل مولی کو ملیگی پھر اگر اسکے بعد قرضہ وصول ہو کر پہلے مکاتب کا مال ادا کیا گیا تو دوسرے کی ولا پہلے مکاتب کی طرف منتقل ہوگی اور ولا و میراث میں اس روز مال کتابت ادا کیا جاتا ہے اسی روز کا اعتبار ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک مکاتب نے اپنا غلام مکاتب کیا پھر پہلا مکاتب ایک آزاد بیٹا چھوڑ کر مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑا سوا اسکے کہ جو دوسرے مکاتب پر مال کتابت ہے پھر دوسرا مکاتب بھی ایسا بیٹا چھوڑ کر جو حالت کتابت میں پیدا ہوا ہے مرگیا تو اس لڑکے پر واجب ہے کہ جو مال اسکے باپ پر آتا ہے اسکے واسطے سعی کرے اور اصل مولی کو پہلے مکاتب کی طرف سے ادا کرے اور جو بچے وہ پہلے مکاتب کے بیٹے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث ملیگا اور دوسرے مکاتب کے بیٹے کی ولا پہلے مکاتب کے بیٹے کو ملیگی۔ ایک مکاتب نے اپنی جورو کو خریدا اور اسوقت تک اسکی مکاتبت سے کوئی اولاد نتھی پھر اس عورت کو مکاتب کردیا تو یہ جائز ہے اور جو بچہ بعد کتابت کے پیدا ہو وہ اسکے ساتھ کتابت میں شامل ہوگا کیونکہ بچہ اسکا جزو ہے پھر اگر غلام مکاتب اسقدر مال کہ جس سے مال کتابت ادا ہو جاوے چھوڑ کر مرگیا تو یہ باندی مکاتبہ مع اولاد کے آزاد ہو جاویگی اور جو مال باقی بچیگا وہ اسکی اولاد کو میراث ملیگا اور اگر اسنے کتابت ادا کردینے کے واسطے کافی مال نہیں چھوڑا تو عورت اور اسکے بچے کو اختیار ہوگا کہ چاہیں اس قدر مال کے واسطے جو غلام کی کتابت میں باقی ہے سعی کرکے حاصل کریں اور مولی کو دیدیں تاکہ غلام کے آزاد ہو جانے سے خود آزاد ہو جاویں یا جو مال باندی کے ذمہ باقی ہے اسکی تحصیل کیواسطے سعی کریں اور جو ان میں سے کم ہو اسکے واسطے سعی کرینگے۔ اور اگر مکاتب نے اپنی جورو کو مکاتب کیا اور ہنوز ان سے کوئی اولاد نتھی پھر بعد کتابت کے اسکے بچہ ہوا پھر باندی مرگئی اور اسقدر چھوڑا کہ مال کتابت ادا ہو جاوے تو لڑکے کو اختیار ہوگا کہ چاہے اسقدر مال کیواسطے جو اسکی ماں کے ذمہ باقی تھا سعی کرکے ادا کردیگا

اسکی آزادی سے آزاد ہو جاوے یا اپنے نفس کو عاجز قرار دے تو اسکا وہی حال ہوگا جو اسکے باپ کا ہم بیان کر چکے
ہیں ہے۔ اور مکاتب کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی اولاد یا والدین کو مکاتب کرے اور اصل یہ ہے کہ جس شخص کے فروخت
کر دینے کا اسکو اختیار نہیں ہے اسکے مکاتب کرنیکا بھی اختیار نہیں ہے و لیکن ام ولد کو مکاتب کر سکتا ہے یہ بدائع
میں ہے۔ ایک مکاتب نے اپنی باندی کو مکاتب کیا پھر اس سے وطی کی اور اس سے حمل رہا پس اگر چاہے تو کتابت
کو باقی رہنے اور مکاتب سے اپنا عقر لے یا اپنے تئیں عاجز کرے تو بمنزلہ اسکی ام ولد کے ہو جاویگی کہ اسکو فروخت
نہیں کر سکتا ہے چنانچہ اگر اپنی کسی باندی کو ام ولد بنا دے تو یہی حکم ہے اور اگر وہ باندی مال کتابت ادا کرنے
سے عاجز ہوئی اور اسکو غلام کے مولی نے آزاد کیا تو جائز نہیں ہے چنانچہ اگر مکاتب کی کمائی کی کوئی باندی
مولی نے آزاد کی تو جائز نہیں ہوتی ہے بخلاف اسکے کہ اگر باندی کے بچہ کو جو مکاتب کے نطفہ سے ہے آزاد کیا تو
جائز ہے کیونکہ اولاد مکاتب کی کتابت میں داخل ہے پس اسکی آزادی کے ساتھ آزاد ہوگا پس مولی کا مملوک
ہوا و لیکن باندی اس غلام مکاتب کی ام ولد ہے کہ اس سے وطی کر سکتا ہے اور قیمت سے سکتا ہے پس مولی کی مملوکہ
نہوئی اور اگر باندی مکاتبہ کا بچہ مر گیا تو بھی مکاتب کو اپنی مکاتبہ باندی ام ولد کو فروخت کر دینے کا اختیار نہوگا
قال المترجم عفا اللہ عنہ یہ حکم اس بنا پر ہے کہ آدمی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ام ولد کو بیع کرے کیونکہ با جماع صحابہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسی بیع باطل ہے اگرچہ جواز کے قائل بنا بر نکہ اجماع متاخر سے اختلاف متقدم مرتفع
نہیں ہوتا اس میں کلام کرتے ہیں والاول مختار الحنفیۃ رحمہم اللہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ایک مکاتب نے اپنی باندی
کو مکاتب کیا پھر مولی نے اسکو ام ولد بنایا تو مولی پر واجب ہوگا کہ باندی کو اسکا عقر ادا کرے اور بچہ اپنی ماں کے ساتھ
بمنزلہ ماں کے مکاتب ہوگا پھر اگر وہ باندی ادائے کتابت سے عاجز ہوئی تو مولی اس بچہ کو استحساناً بے قیمت لے لیگا اور
باندی مکاتب کی مملوک رہیگی بمنزلہ مدبرہ کے قرار دیجائیگی۔ اور اگر مکاتب نے خود ہی اس باندی سے وطی کی پھر
مر گیا اور کچھ مال چھوڑا پس اگر وطی سے اسکے بچہ نہیں پیدا ہوا تو اپنی کتابت پر باقی رہیگی اور اگر بچہ پیدا ہوا تو اسکو
اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اپنی مکاتبت کو توڑ دے اور خود اور اسکا بچہ پہلے غلام کی کتابت کیو اسطے سعی کرے یا اپنی
مکاتبت کو پورا کرے اور اگر غلام نے اسقدر مال چھوڑا جس سے اسکا مال کتابت بخوبی ادا ہو سکتا ہے تو اسکی مکاتبت کا
مال ادا کر کے اسکے اور اسکے بیٹے کی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور باندی کی کتابت باطل ہو جاویگی۔ اور اگر مکاتبہ باندی
عاجز ہوئی اور مولی بچہ کے نسب کا مدعی ہے اور مکاتب اول مر چکا ہے تو بچہ آزاد ہوگا اور مولی پر اسکی قیمت واجب
ہوگی۔ اور بچہ کی قیمت سے مکاتب اول کا مال کتابت پورا ادا ہو سکتا ہو تو مکاتب کی آزادی کا بھی حکم دیا جائیگا پس
یہ باندی عاجزہ مکاتب اول کے وارثوں کی مملوکہ ہوگی بشرطیکہ سوا اسکے مولی کے اسکا کوئی وارث ہو اور اگر نہوگا تو ولا کی
وجہ سے مولی کو ملیگی اور مولی کی ام ولد قرار پائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت
دی تو جائز ہے پھر اگر غلام نے کچھ ادھار لیا تو اسکے ذمہ لازم ہوگا پھر اگر قرضخواہوں نے اس غلام کو طلب کیا تو غلام
قرضہ کے عوض فروخت کیا جائیگا و لیکن اگر مولی نے اسکی قیمت دیدی تو فروخت نہ کیا جائیگا۔ اور پھر اگر مکاتب نے اسکا
قرضہ ادا کیا کہ جس سے وہ فروخت نہ کیا گیا تو کہا جائیگا کہ جو قرضہ مکاتب نے ادا کیا ہے اگر وہ اسکی قیمت کے برابر ہو تو بالا
سب اماموں کے نزدیک جائز ہے اور اگر وہ قرضہ اسکی قیمت سے زیادہ ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر صرف اسقدر زیادتی ہے کہ

یعنی [illegible] آزاد ہوگی [illegible] ۱۲

لوگ اپنے اندازہ مین اتنا خسارہ برداشت کرلیتے ہین تو بھی بلاخلاف جائز ہو اور اگر اسقدر زیادتی ہو کہ لوگ اندازہ
مین اتنا خسارہ گوارا نہین کرتے ہین تو کتاب الاصل مین اشارہ فرمایا کہ جائز ہو پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ
جو کتاب الاصل مین ہو سب کے نزدیک بالاجماع ہو اور بعض نے کہا کہ یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور صاحبین
کے نزدیک نہین جائز ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور مکاتب کیواسطے یہ جائز نہین ہو کہ صدقہ دے مگر تھوڑی سی چیز
دیسکتا ہو حتی کہ ایکدرم کسی فقیر کو نہین دیسکتا ہو اور نہ اُسکو ایک کپڑا پہنا سکتا ہو۔ اسیطرح یہ جائز نہین ہو کہ مکاتب
ہدیہ بھیجے مگر ہان تھوڑی سی کھانے کی چیز بھیج سکتا ہو اور مکاتب کو اختیار ہو کہ دعوت طعام مین بلا دے اور اجارہ
اعارہ و ایداع کا اختیار رکھتا ہو یہ بدائع مین ہو۔ اور قرض نہین دیسکتا ہو اور اگر قرض دیدیا تو مستقرض کو
اُسکا کھا لینا حلال نہین ہو و لیکن اگر قرض مضمون ہو یعنی ضمان مستقرض پر لازم آوے تو جائز ہو اور مستقرض اس
مین تصرف کرسکتا ہو یہ عینی شرح ہدایہ مین ہو۔ اور مکاتب کی وصیت یعنی وصی ہونا جائز نہین ہو اور نہ مال یا نفس
کی کفالت جائز ہو خواہ باجازت مولی ہو یا بلا اجازت ہو اور اگر مکاتب خریدنے کے واسطے وکیل ہوا تو جائز ہو
اگرچہ بائع کی ضمان اسپر لازم آوے کیونکہ وکالت ضروریات تجارت مین سے ہو اور اگر مکاتب نے مال ادا کردیا اور
آزاد ہوگیا تو کفالت اُسکے ذمہ لازم ہوگی یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر ایسا ہو کہ جس وقت مکاتب نے کفالت کی ہو اُسوقت
نابالغ ہو تو اُسکے واسطے ماخوذ نہوگا اگرچہ آزاد ہو جاوے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہو۔ اور مکاتب نے اپنے مولے
کی طرف سے کفالت کرلی تو جائز ہو اور آیا حوالہ جائز ہو یا نہین تو اُسکی دو صورتین ہین کہ اگر مکاتب پر کسی شخص کا
قرض ہو اور قرضخواہ پر کسی تیسرے کا قرض ہو پس مکاتب کے قرضخواہ نے اپنے قرضخواہ کو مکاتب پر حوالہ کردیا تو یہ
جائز ہو اور اگر ایسا ہو کہ زید پر عمرو کا قرض ہو اور عمرو نے زید کو اس مکاتب پر حوالہ کیا اور مکاتب نے قبول کیا حالانکہ
مکاتب پر عمرو کا کچھ قرض نہین ہو تو یہ جائز نہین ہو کیونکہ یہ تبرع ہو یہ بدائع مین ہو۔ اگر اُسنے کچھ مال فروخت کیا پھر
اقالہ کرلیا تو جائز ہو اور مکاتب کو اختیار ہو کہ مضاربت پر مال دیوے اور مولے سے مضاربت پر لیوے اور
اپنے نفس کو اجارہ پر دیوے اور مال بضاعت لیوے اور دیوے اگرچہ یہ شخص غیر کی اعانت ہو یہ ذخیرہ مین ہو
مکاتب کو اختیار ہو کہ اپنے غلام مملوک کو مکاتب کرے اور یہ استحسان ہو پھر اگر بعد کتابت کے آزاد کیا تو جائز
و نافذ نہین ہو جیسا کہ قبل کتابت کے ناجائز تھا اسیطرح اگر نصف مال کتابت یا کل مال اپنے مکاتب کو ہبہ
کیا تو بھی ناجائز ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر مکاتب نے بعوض مال کے اپنا غلام آزاد کیا یا نصف غلام کو غلام ہی
کے ہاتھ کسیقدر مال پر فروخت کیا تو جائز نہین ہو یہ شرح جامع صغیر مصنفہ قاضی خان مین ہو۔ اور مکاتب کے
واسطے کسی آزاد سے شرکت مفاوضہ کرنا جائز نہین ہو ہان اگر آزاد سے شرکت عنان اختیار کرے تو جائز
ہو پھر اسکے بعد اگر مکاتب عاجز ہوا تو دونون کی شرکت منقطع ہو جاویگی۔ اور فرمایا کہ جو چیز مولی نے خریدی اُس
مین مکاتب کو شفعہ کا استحقاق ہوتا ہو اور ایسے ہی جو مکاتب نے خریدی اُس مین مولی کو استحقاق شفعہ ہوتا ہو
اور اگر شرکت عنان کے بعد مکاتب آزاد ہوا تو شرکت بحالہ باقی رہیگی۔ اور اگر کسی غیر کے ساتھ شرکت مفاوضہ
کی خواہ باجازت مالک یا بلا اجازت پھر اسکے بعد آزاد ہوگیا تو یہ شرکت صحیح نہوجاویگی۔ اور اگر مکاتب نے
کوئی مکان اس شرط سے خریدا کہ مکاتب کو تین روز تک خیار ہو پھر عاجز ہو کر رقیق کردیا گیا تو اُسکا خیار

شرکت مفاوضہ
شرکت عنان مکاتب

منقطع ہوگیا اور اگر بائع نے خیار اپنے واسطے شرط کیا ہو تو وہ مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد بھی اپنے خیار پر رہیگا
جیسا کہ اُسکے مرنے کے بعد اپنے خیار پر رہتا ہے - اور اگر مشتری مکاتب نے اپنے واسطے خیار کی شرط ٹھہرائی
اور اُسکے پہلو مین کوئی دوسرا مکان فروخت ہوا تو اُسکو یہ اختیار ہے کہ شفعہ مین یہ مکان لے لے اور شفعہ مین لینا
خیار ساقط کر دینا قرار دیا جائیگا اور اگر مکاتب نے شفعہ مین وہ مکان نہ لیا تھا تا آنکہ مشتری نے بائع کو واپس
کیا تو وہ دوسرے مکان مین ان دونون مین سے کسی کو شفعہ نہین پہونچتا ہے یہ مبسوط مین ہے - چوتھا باب
مکاتب کے اپنے قریب یا زوجہ وغیرہ کے خریدنے کے بیان مین ہے - اگر مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا
تو اُسکی کتابت مین داخل ہوجائیگا اور اُسکی آزادی پر آزاد اور اُسکے رقیق ہونے پر رقیق ہوگا اور مکاتب
اُسکو فروخت نہین کرسکتا ہے - اسی طرح جس نسبی اولادی قرابت دار کا مالک ہوا اُسکا یہی حکم ہے جیسے دادا و دادی
و پوتا و پوتی وغیرہ یہ اصل کی روایت ہے اور اگر مکاتب نے انکو خرید لیا تو بسبب عیب کے واپس نہین کرسکتا
ہے اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے و لیکن اگر عاجز ہوا تو اُسکو واپس کرنیکا استحقاق حاصل ہوگا اور اگر مولی
نے مکاتب کو فروخت کیا یا مکاتب مرگیا تو واپس کرنے کا استحقاق مولی کو حاصل ہوگا کذا فی المضمرات - اور
اگر مکاتب نے اسقدر مال چھوڑا جس سے مال کتابت ادا ہوجاوے اور ایک بیٹا چھوڑا جو کتابت مین پیدا ہوا ہے
تو یہ لڑکا اپنے باپ کی کتابت کے مال کے لیے سعی کریگا اور جسطرح قسطوار ٹھہرا ہے بسعایت ادا کریگا اور جب اُسنے
ادا کر دیا تو ہم اُسکے باپ کے آزاد ہونے کا قبل موت کے حکم دینگے اور یہ لڑکا بھی آزاد ہوگا اور اگر حالت کتابت مین
خریدا ہوا لڑکا چھوڑا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے تو مال کتابت فی الحال ادا کر دے یا رقیق کیا جائیگا اور
یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ - اور مکاتب کے والدین مکاتب کے مرتے ہی یا رقیق کیے جاوینگے
اور بدل کتابت فی الحال یا میعاد ٹھہرا کر ادا نہ کرینگے یہ تبیین مین ہے - اگر مکاتبہ باندی کے حالت کتابت مین ولد
ہوئی اور پھر باندی نے اپنا دوسرا بچہ خریدا پھر مر گئی تو حالت کتابت کی اولاد قسطوار مال کتابت کیواسطے سعایت
کریگی اور جو مال خریدے ہوئے بچہ نے کمایا ہو اُسکو حالت کتابت کی اولاد اُس سے لیکر اپنی مان کی کتابت ادا
کرینگے اور جو باقی رہا وہ دونون کو برابر تقسیم ہوگا اور کتابت و اولاد کو اختیار ہے کہ خریدے ہوئے کو بحکم قاضی اجارہ
پر دیدین یہ تاتارخانیہ مین بحوالہ الحجۃ سے منقول ہے - اگر مکاتب نے اپنی دختر خریدی حالانکہ وہ اُسکے مولی کی جورو
ہے تو مولی کا نکاح فاسد ہوگیا اور اگر اُسکی کسی قرابت دار ہو تو آزاد ہوجاویگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اور اگر مکاتب
اپنے مولی کے باپ یا بیٹے کا مالک ہو وہ آزاد نہو جائیگا کیونکہ مولی نے اگر مکاتب کا غلام آزاد کیا تو عتق نافذ نہین ہوتا
ہے اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ مولی اُنکا مالک نہین ہوتا ہے اسواسطے مولی کیطرف سے آزاد نہونگے اور نہ مکاتب
کو انکی بیع ممنوع ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر مولی نے مکاتبہ باندی کے ایسے بچہ کو جو حالت کتابت مین پیدا ہوا یا خریدا
ہوا ہے آزاد کیا تو استحساناً اُسکا عتق نافذ ہوگا کیونکہ وہ مکاتبہ کا جزو ہے اور مکاتبہ کا رقبہ طرح مولی کا مملوک ہے چنانچہ
آزاد کرنے سے آزاد ہوجاتی ہے پس ایسے ہی اُسکی اولاد کا حکم ہے بخلاف اُسکی کمائی کے غلام و غیرہ کے کہ وہ مملوک
مولی نہین ہوتا یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر مکاتب نے سوائے والدین و اپنی اولاد کے بھائی یا بہن یا کسی ذی رحم محرم
کو مثل چچا و پھوپھی وغیرہ کے خریدا کیا تو استحساناً اُس کے ساتھ مکاتب نہو جاوینگے اور مکاتب انکو فروخت

کر سکتا ہو یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور اگر اُسنے اپنے چچا کے بیٹے کو خرید اتو بالاجماع اُسکے ساتھ مکاتب نہ ہو جائیگا یہ
ذخیرہ مین ہو۔ مگر واضح ہو کہ مکاتب نے جسوقت مال کتابت ادا کیا اگر اسوقت یہ لوگ قرابتی اسکی ملک مین
موجود ہون تو بلا سعایت اُسکی طرف سے آزاد ہو جاوینگے یہ تاتارخانیہ مین ینابیع سے منقول ہو۔ اگر مکاتب نے
ایسی جورو خریدی جس سے مکاتب کی کوئی اولاد نہین ہوئی ہو تو اُسکو فروخت کر سکتا ہو اور اگر اُس سے کوئی
اولاد ہوئی ہو پس اگر مع اولاد اسکا مالک ہوا تو بالاجماع اُسکو فروخت نہین کر سکتا ہو اور اگر بدون اولاد کے مالک ہوا
تو اختلاف ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین فروخت کر سکتا ہو کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہو یہ مضمرات مین ہو اگر
مکاتب نے اپنی جورو کو خریدا اور اُسکے ساتھ مکاتب سے اسکی اولاد ہو تو اولاد مکاتب کی کتابت مین داخل
ہو جاویگی اور جورو اپنی اولاد کی کتابت مین داخل ہو جاویگی پھر اگر مکاتب مرگیا تو دونون پر سعایت لازم نہ
آویگی لیکن اگر ان دونون نے جو مال مکاتب پر وقت موت کے واجب الادا تھا ادا کر دیا تو آزاد ہو جاوینگے یہ تاتارخانیہ
مین ہو۔ نوادر بشر مین امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ ایک مکاتب نے اپنی جورو کو خریدا اور بعد خرید کے اُس سے
وطی کی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر مکاتب مرگیا اور اسقدر چھوڑا کہ جس سے اسکا مال کتابت ادا ہو تو یہ بچہ
اپنی ماں کے مہر کے واسطے جو باپ پر قرض ہو سعی کریگا اور جو بچہ حالت کتابت مین پیدا ہوا ہو وہ اپنے باپ کے
سب قرضون کے واسطے سعی کریگا یہ محیط مین ہو۔ مکاتب نے اپنی زوجہ کو خریدا تو اُس سے وطی کرنا حلال ہو
پھر اگر اُسکے بچہ ہوا تو بچہ اپنے باپ کی کتابت مین تبعاً داخل ہوا اور اسکی تبعیت مین اُسکی ماں اسکی کتابت
مین داخل ہوگی پھر اگر مکاتب مرگیا اور اسقدر مال چھوڑا کہ ادا سے کتابت کیواسطے کافی ہو تو وہ عورت دو مہینے
و پانچ روز عدت وفات مین بیٹھے گی اور بیٹا بجاے باپ کے قائم ہو کر قسطوار کتابت کیواسطے سعی کریگا اور
ماں و بیٹے دونون ادا کرنے سے آزاد ہو جاوینگے اور وہ عورت تین حیض عدت مین رہیگی اور اگر اس عرصہ
مین پہلی عدت مین سے کچھ باقی رہا ہو تو دونون عدتون مین تداخل ہو جائیگا اور پہلی عدت مین بالخصوص سوگ کریگی اور اگر ادا سے کتابت کے لائق مال چھوڑ گیا تو بدل کتابت ادا کیا جائیگا اور مکاتب کی زندگی کے آخر جزو مین
ان سب کی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور عورت کا نکاح فاسد ہونا ظاہر ہوگا اور اُسپر دو عدتین واجب ہونگی ایک عدت
نکاح کے دو حیض واجب ہونگے کیونکہ باندی ہونے کی حالت مین آخر جزو زندگی مین فرقت واقع ہوئی اور
دوسری عدت استبراء کی جو بسبب موت ہونے کے تین حیض واجب ہوئے اور دونون عدتین متداخل
ہو جاوینگی۔ اور اگر مکاتب سے اولاد نہین ہوئی تو باندی اسکی عورت باقی رہیگی آزاد نہوگی۔ ایک مکاتب نے
اپنی جورو کو جو باندی ہو دو طلاق دین پھر اُسکا مالک ہوا تو اُسکے حق مین حلال نہوگی تاوقتیکہ دوسرے شوہر
سے نکاح نہ کرے کیونکہ باندی کی طلاق کامل دو طلاق ہین یہ کافی مین ہو۔ اور اگر باندی سے مکاتب کی حالت ملک
مین جو بچہ پیدا ہوا تھا وہ مکاتب کی زندگی مین مرگیا پھر مکاتب مرا پس اگر باندی نے بدل کتابت اسکے مرنیکے
وقت تک ادا کیا تو آزاد ہو جاویگی ورنہ رقیق کردی جاویگی اور بدل کتابت کیواسطے فروخت کی جاویگی اور
باندی پر سعایت واجب نہین ہو یہ مضمرات مین ہو۔ مکاتبہ نے اگر اپنے شوہر کو خریدا تو اسکا نکاح باطل نہوگا اور
مکاتب کو اختیار ہو کہ اسی نکاح پر اُس سے وطی کرے کیونکہ وہ باندی مکاتبہ درحقیقت اسکی ذات کی مالک نہین ہوئی

یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے - مکاتب ذمی نے ایک مسلمان باندی خریدی پس اگر اسکو ام ولد بنایا تو اپنے حال پر رہیگی اور اگر مکاتب ادا کرکے آزاد ہوگیا تو باندی کی کتابت اسکو پوری حاصل ہو گئی اور باندی اسکی ام ولد ہو جاویگی پس سعی کرکے اپنی قیمت ادا کریگی اور اگر مکاتب عاجز ہوکر پھر رقیق قرار دیا گیا تو مکاتب کے مولے پر جبر کیا جائیگا کہ باندی کو فروخت کردے یہ مبسوط میں ہے - ایک مکاتب نے ایک باندی خریدکر ایک حیض سے اسکا استبرا کرلیا پھر آزاد ہوا تو مکاتب آزاد شدہ کو اسی قدر حیض پر اسکے ساتھ وطی کرنی جائز ہے اور اگر عاجز ہوکر مکاتب مع باندی کے رقیق کیے گئے تو مولی پر باندی کا استبرا واجب ہے اور اگر مکاتب نے اپنی بیٹی یا ماں کو خریدا تو بعد عاجز ہونے کے مولی پر استبرا ان دونو کا واجب نہیں ہے اور قبل عجز کے جو حیض مکاتب کے پاس ان دونوں کو آگیا ہے وہی کافی شمار ہوگا - اور اگر اپنی بہن کو خریدا پھر مکاتب عاجز ہوا تو مولی پر اسکا استبرا واجب ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے کیونکہ بہن مکاتب کے ساتھ مکاتبہ نہیں ہوتی ہے بخلاف ماں و دختر کے کہ عاجز ہونے کے بعد مولے پر استبرا واجب نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اگر کسی نے نصف غلام مکاتب کیا پھر مولی نے مکاتب سے کوئی چیز خریدی تو آدھی چیز کی خرید جائز ہوگی - اور اگر ایسے مکاتب نے مولے سے کوئی غلام خریدا تو استحسانًا پورے غلام کی خریداری جائز ہے جیسے غیر شخص سے جائز ہے اور قیاسًا فقط آدھے غلام کی خریداری جائز ہے اور ہم قیاسی حکم کو اختیار کرتے ہیں کذا فی المبسوط -

پانچواں باب مولی سے مکاتبہ باندی کے بچہ ہونے اور مولی کا اپنی ام ولد و مدبرہ کو مکاتب کرنے اور اسکی مکاتبت اور تدبیر اور مولی و اجنبی کے واسطے مکاتب کے اقرار قرض و مکاتبت مریض کے بیان میں - ایک مکاتبہ اپنے مولے سے بچہ جنی تو وہ اسکی ام ولد ہوگی خواہ اپنی کتابت پوری کرے یا عاجز ہو جاوے اور اسکے بچہ کا نسب دعوت نسب سے ثابت ہوگا مگر باندی مکاتبہ کی تصدیق کی ضرورت نہوگی کیونکہ وہ اپنی ذات سے مولی کی مملوک ہے اور اگر اسنے کتابت پوری کردی تو اپنا عقر مولے سے لے لیگی اور اگر مولی مرگیا تو ام ولد ہونے کی وجہ سے وہ آزاد ہوجاویگی اور مال کتابت اسکے ذمہ سے ساقط ہو جاویگا اور اگر وہ باندی مرگئی اور کتابت ادا کرنے کے لائق مال چھوڑا تو اسکی کتابت ادا کردی جاویگی اور جو باقی رہا وہ اسکے بچہ کو میراث ملیگا کیونکہ اسکی زندگی کے آخر جزو میں اسکی آزادی ثابت ہوئی ہے - اور اگر اسنے ادائے کتابت کیواسطے کافی مال نہ چھوڑا ہو تو اس بچہ پر سعایت لازم نہیں آتی ہے کیونکہ یہ بچہ خود آزاد ہے اور اگر پھر اس باندی سے دوسرا بچہ ہوا تو بدون دعوت نسب کے مولی سے اسکا نسب ثابت نہوگا کیونکہ مولی پر اس سے وطی کرنا حرام ہے اور ام ولد کے بچہ کا نسب بدون دعوت کے جب ہی ثابت ہوتا ہے کہ جب مولی پر اسکے ساتھ وطی کرنا حلال ہو اور اگر حرام ہو تو ثابت و لازم نہیں ہوتا ہے حتی کہ اگر مکاتبہ ام ولد عاجز ہوگئی اور اسکے بعد اتنی مدت کے اندر کہ جسمیں نطفہ قرار پاکر بچہ پیدا ہو سکتا ہے اسکے کوئی بچہ پیدا ہوا تو اسکا نسب بلا دعوت ثابت ہوگا لیکن اگر مولی نے صریح نفی کی اور انکار کیا کہ میرا نطفہ نہیں ہے تو جیسے اور ام ولد باندیوں کے بچہ میں ایسی صورت میں نسب ثابت نہیں ہوتا ہے ویسے اسمیں بھی ثابت نہوگا - اور اگر مولے نے دوسرے بچہ کے نسب کا دعوی نہ کیا اور ام ولد مکاتبہ مرگئی تو بچہ اسکے بدل کتابت کیواسطے سعی کریگا کیونکہ اپنی ماں کی تبعیت میں یہ بھی مکاتب ہے اور اگر اسکے بعد مولی بھی مرگیا تو یہ بچہ آزاد

ہو جائیگا اور اُسکے ذمہ سے سعایت ساقط ہو جائیگی یہ تبیین میں ہے۔ اگر مکاتبہ کے مولی سے اولاد ہوئی پھر مولی
نے اقرار کر دیا کہ یہ باندی فلان شخص کی مملوک ہے تو اُسکے اقرار کی تصدیق نہوگی اگرچہ باندی اُسکے قول کی تصدیق
کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مولی نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مولی مر گیا تو وہ بسبب ام ولد ہونے کے
آزاد ہو جاویگی اور بدل کتابت اُسکے ذمہ سے ساقط ہوگا اور اولاد اور کمائی سب اُسکو دیدی جاویگی - اور اگر مولی
کے مرنے سے پہلے اُسنے بدل کتابت ادا کر دیا تو کتابت سے آزاد ہو جاویگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ام ولد کو مکاتب
کیا اور کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ دن بعد اُس کے لڑکا پیدا ہوا اور قبل اقرار نسب کے مولی نے انتقال
کیا تو مولی کے کیساتھ نسب لازم نہوگا۔ اور اگر کتابت سے چھ مہینے سے کم مدت میں بچہ ہوا تو مولی کے نسب سے ثابت
النسب ہوگا کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ قبل کتابت کے یہ نطفہ قرار پایا ہے اور وہ آزاد ہوگا اور اُسکی ماں بھی
بسبب مرجانے مولی کے آزاد ہوگی اور اگر مولی زندہ رہا اور اُسنے نسب کا دعوی کیا تو وہ بچہ اُسکا بیٹا قرار دیا جائیگا
اگرچہ کتابت سے دو برس سے زیادہ دنون بعد پیدا ہوا ہو۔ اور اگر باندی نے اپنی مکاتبت کیحالت میں کوئی
جنایت کی تو اُسکے واسطے سعی کریگی اور اگر اُسپر کسی شخص نے ظلم و جرم کیا تو اُسکا جرمانہ مکاتبہ کو ملیگا۔ اور اگر مرگئی
اور ایسا بچہ چھوڑا جو حالت کتابت میں مولی کے سوا دوسرے شخص سے پیدا ہوا ہے تو وہ لڑکا اس مال کے
واسطے جو اُسکی ماں پر واجب ہے سعی کرے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک نصرانی نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا اُسنے کچھ
بدل کتابت ادا کیا پھر مسلمان ہو گئی پھر عاجز ہو گئی اور قاضی نے اُسکو رقیق کر دیا اور اُسپر قیمت ادا کرنے کا حکم
کیا گیا اس باعث سے کہ بسبب ام ولد ہونے کے اُسپر بیع کی ڈگری نہین ہو سکتی ہے تو اس قیمت مین جو کچھ مولی
نے اس سے لیا ہے وہ محسوب نکیا جائیگا اسی طرح اگر اُسنے مسلمان ہونے کے بعد کچھ ادا کیا ہو اور باقی مسئلہ
بحالہ ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر اپنی ام ولد یا باندی کو ہزار درم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ
مین ایک اوسط درجہ کا مملوک واپس دونگا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک کتابت باطل ہے۔ اگر نصرانی
کی ام ولد مسلمان ہو گئی اور اُسنے قیمت سے زیادہ پر اُسکو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر ام ولد نے اپنے تئین عاجز
کیا اور رقیق کی گئی تو اپنی قیمت کے واسطے سعی کریگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی مدبرہ باندی کو مکاتب
کیا تو جائز ہے کیونکہ مثل ام ولد کے وہ بھی اُسکی مالک میں ہے۔ اور اگر مولی مر گیا اور کچھ مال سوا اُسکے نچھوڑا
تو اُسکو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعی کرے یا تمام کتابت کے واسطے اور یہ امام
اعظم رح کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر مولی نے انتقال کیا اور یہ مدبرہ اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد ہوتی ہے تو آزاد
ہو جاویگی اور بالاجماع اُسکے ذمہ سے سعایت ساقط ہوگی یہ مضمرات میں ہے۔ اگر اپنی مدبرہ کو مکاتب کیا اور
اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر مر گئی تو جو کچھ اُسپر واجب ہے اُسکی ادا کے واسطے بچہ سعی کریگا اور اگر دو لڑکے اُسکے موجود مین
اور ایک نے اپنی ماں کا تمام مال کتابت ادا کر دیا تو دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہے۔ اسیطرح اگر دو مدبرون
کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اور دونون میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پھر دونون مر گئے اور ایک
نے ایک لڑکا چھوڑا جو حالت کتابت میں اُسکی باندی سے پیدا ہوا ہے تو اس لڑکے پر واجب ہوگا کہ سعی کرکے
تمام مال کتابت ادا کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی مکاتبہ باندی کو مدبرہ کر دیا تو صحیح ہے اور باندی کو

اختیار ہوگا کہ چاہے کتابت پوری کردے یا اپنے تئین عاجز کرکے مدبرہ ہو جاوے پس اگر اُسنے کتابت تمام کرنا
اختیار کیا اور مولے مرگیا اور سوا اسکے اس باندی کے اُسکا کچھ مال نہین ہے تو باندی کو اختیار ہوگا کہ چاہے دو تہائی
مال کتابت مین سعی کرے یا دو تہائی قیمت مین اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ ان
دونون مین سے جو کم ہوگا اُسکو ادا کریگی مین سعی کریگی اور اس صورت مین خلاف فقط خیار مین ہے یعنے امام کے نزدیک
اُسکو یہ خیار ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین ہے مگر مقدار مین اتفاق ہے یعنے تہائی مال کتابت یا تہائی قیمت
مین اتفاق ہے کذا فی الہدایہ مع الزیادۃ ۱۲ اور نوازل مین ہے کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے
اپنا غلام مملوک اپنے تئین روز کے خیار پر مکاتب کیا پھر اُسکو مدبر کردیا تو آیا مدبر کرنا کتابت کا توڑنا ہے فرمایا کہ کتابت
کا نقض ہونا ضرور نہین ہے کیونکہ انسان اپنے مکاتب کو مدبر کرتا ہے اور مدبر کو مکاتب کرتا ہے سوا اسنے کوئی ایسا فعل
نہین کیا جو کتابت کا مانع ہوے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر دو غلامونکو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا اور ہزار درم
کتابت کے ٹھہرے اور ہر ایک دونون مین سے دوسرے کا کفیل ہے پھر مولے نے ایک کو مدبر کردیا پھر مولی
نے انتقال کیا اور بہت مال چھوڑا تو تہائی ترکہ کے حساب سے مدبر آزاد ہوجائیگا اور مکاتبت مین سے اُسکا
حصہ مال اُسکے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا کیونکہ اُسکے ادا کرنے کی ضرورت اُسکو نہ رہی چنانچہ اگر زندگی مین مولی
اُسکو آزاد کرتا تو یہی حکم تھا اور دوسرے غلام کے حصے کے واسطے وارثونکو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے
چاہین مواخذہ کرین پھر اگر مدبر نے اسقدر حصہ ادا کیا تو دوسرے مکاتب سے واپس لیگا چنانچہ اگر اپنے
آزاد ہونے سے پہلے ادا کردیتا تو بھی یہی حکم تھا - اور اگر ان دونون کے سوا اسکے مولی نے اور کچھ مال نہ چھوڑا
تو تہائی ترکہ کے حساب سے مدبر کا حصہ آزاد ہوگا اور جو کچھ اُسپر باقی رہا اُسکو سعی کرکے ادا کریگا پس اگر ہر ایک
کی قیمت تین سو درم ہون اور دونون کی کتابت ہزار درم ہے تو مکاتبت مین سے جو حصہ مدبر پر واجب ہوتا
ہے وہ باطل ہوا اور اُسکی قیمت تین سو درم معتبر رہی کیونکہ یہی اقل ہے اور مولے کے حق کے واسطے یہی متعین
ہے پس دریافت ہوا کہ میت نے جو مال چھوڑا وہ یہ ہے کہ تین سو درم قیمت کا مدبر اور پانچ سو درم دوسرے غلام
کا حصہ کتابت پس سب آٹھ سو درم ہوئے اور اُسکی تہائی دو سو چھیاسٹھ و دو تہائی درم ہوئی یہ تو مدبر
مین سے بسبب تدبیر کے آزاد ہوا اور باقی یعنے تینتیس درم ایک تہائی درم کے واسطے سعی کریگا پھر مدبر سے
اسقدر مال کا جو مکاتب پر ہے بسبب اُسکی کفالت کے مواخذہ کیا جا سکتا ہے اور جو مدبر پر باقی رہا ہے اُسکے
واسطے مکاتب سے مواخذہ نہین ہو سکتا کیونکہ مدبر کتابت سے نکل گیا اور اب اُسپر مال تدبیر کے بقیہ کے
واسطے سعی واجب ہے اور ظاہر ہے کہ مکاتب نے اسکی کفالت نہین کی تھی - اور اگر دونون کی قیمت دو ہزار درم
یعنی ہر ایک کی ہزار درم ہو اور مال کتابت ہزار درم ہون اور مدبر نے یہ اختیار کیا کہ مال کتابت کے واسطے سعی
کریگا تو اُسکو یہ اختیار ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ امر اُسکے حق مین نافع ہو مثلاً بدل کتابت قسطوار آہستہ آہستہ
ادا کرنا ٹھہرا ہووے پس اس صورت مین اُسکے ذمہ سے اُسکا ایک تہائی مال کتابت اس وجہ سے ساقط ہوگا کہ
وہ مدبر تھا اور مولی کی وصیت اُسکے حق مین صرف اسیقدر مال کی صحیح ہوگی جسقدر مولے کا حق رہا یعنی تہائی مال
سے وصیت جاری ہوگی اسیواسطے تہائی مال کتابت ساقط ہوگا اور دو تہائی مال کتابت دونون پر رہیگا

جو وارثون کا حق ہے کہ اسکے واسطے دونون مین سے جسکو چاہین گرفتار کرین پھر اگر مدبر نے سب ادا کر دیا تو دوسرے
سے اس مقدار کی تین چوتھائی لیلے بقدر اسکے حصہ کے واپس لیگا اور یہ پانچسو درم ہوے اور اگر مکاتب نے
سب دیدیا تو مدبر سے اسکی چوتھائی یعنی باقی جو اسکے ذمہ واجب تھا واپس لیگا یہ مبسوط مین ہے - ایک مکاتبہ باندی
ایک لڑکی جنی اور پھر لڑکی سے لڑکی پیدا ہوئی پھر مولے نے بیچ والی کو آزاد کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک نواسی
بھی آزاد ہوجاویگی اور صاحبین کے نزدیک نیچے والی یعنی نواسی آزاد نہوگی یہ کافی مین ہے مکاتبہ باندی کے ایک
لڑکی پیدا ہوئی اور وہ بالغ ہوکر مرتدہ ہوکر دار الحرب مین جاملی پھر گرفتار ہوئی تو مکاتبہ ساتھ نہ رکھی جاویگی اور نہ حصہ
ہوگا بلکہ قید کی جاویگی تاکہ توبہ کرے یا قید مین مرے چنانچہ اگر اسکی مان ایسا کرتی تو بھی یہی حکم تھا پھر اگر اسکی مان
مر گئی اور اسقدر مال نہ چھوڑا جس سے مال کتابت ادا ہوسکے تو قاضی اس مرتدہ کو قید سے نکال کر دیگا کہ اسکی مان پر
تھا اسکے واسطے سعی کریگی - مکاتبہ باندی کے لڑکا پیدا ہوا پھر اس لڑکے نے اپنی مانکو قتل کیا تو اسکا مقتول ہونا
بمنزلہ موت کے ہے کہ بوجہ قتل کے لڑکے پر کچھ واجب نہوگا - اور اگر اس باندی نے کسی انسان کو قتل کیا پھر ہنوز اسپر
حکم قاضی جاری نہین ہوا تھا کہ وہ مر گئی تو اسکا بیٹا اسکے جرمانہ اور کتابت دونون کے واسطے سعی کریگا پھر اگر لڑکا
عاجز ہوگیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر قاضی نے ولی مقتول کے واسطے لڑکے پر قیمت کی ڈگری کردی ہے تو یہ لڑکے پر
بمنزلہ قرض کے قرار دیا جائیگا اور اسکے واسطے وہ لڑکا فروخت کیا جائیگا اور اگر قاضی نے ولی مقتول کیواسطے
کچھ حکم نہین دیا ہے تو عاجز ہوجانے پر جرم کا جرمانہ باطل ہوجائیگا چنانچہ اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے اسکی
مان اپنی زندگی مین عاجز ہوجاتی پھر مرجاتی تو بھی اسکے حق مین یہی حکم تھا یہ مبسوط مین ہے - ایک مریض
نے ہزار درم پر قسطوار ادا کرنے کی شرط سے اپنے غلام کو مکاتب کیا اور اسکی قیمت ہزار درم ہے اور اس
مریض کے تہائی مال سے غلام نہین نکلتا ہے تو اسکے مرنے کے بعد غلام کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے تہائی سے
زائد جو کچھ قیمت مین سے رہا اسکو فی الحال بہ تعجیل ادا کردے یا عاجز ہونا چاہے کہ رقیق کیا جاوے یہ محیط
مین ہے - اگر مریض نے دو ہزار درم پر اپنے غلام کو ایک سال مین ادا کرنے کے وعدہ پر مکاتب کیا اور اسکی
قیمت ایک ہزار ہے پھر مرا اور سوا اسکے اسکے مریض کا کچھ مال نہین ہے اور وارثون نے زائد کی اجازت نہ دی
تو وہ غلام دو ہزار کی دو تہائی فی الحال ادا کرے اور باقی اپنی میعاد پر رہیگا یا رقیق کردیا جائیگا
یہ امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ہزار کی دو تہائی فی الحال ادا کرے
اور باقی اپنی میعاد پر دے - اور اگر ہزار درم پر ایک سال کے ادا کرنے کے وعدہ پر مکاتب کیا اور قیمت اسکی
دو ہزار درم ہین اور وارثون نے اجازت نہ دی تو دو تہائی قیمت فی الحال ادا کرے یا رقیق کردیا جائیگا اور یہ بالاجماع
ہے یہ ہدایہ مین ہے - اور اگر اپنی صحت مین ہزار درم پر مکاتب کیا اور اسکی قیمت پانچسو درم ہین پھر اپنے مرض
مین اسکو آزاد کردیا پھر مر گیا اور کچھ وصول نہین پایا تھا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعی کریگا - اسیطرح اگر
غلام کو جو اسپر مال کتابت آتا تھا سب اپنے مرض مین اسکو ہبہ کردیا تو وہ آزاد ہوگا اور اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے
سعی کریگا اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اگر اپنی صحت مین اسکو مکاتب کیا پھر مرض مین آزاد کیا تو غلام کو اختیار
ہوگا کہ چاہے اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعی کرے یا جو کچھ مال کتابت اسپر واجب ہے اسکی دو تہائی کیواسطے

سعی کرے اور اگر مولے نے سب اُس سے وصول کر لیا مگر پانچسو درم نہین وصول پائے ہین پھر اپنے مرض مین آزاد
کیا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعی کریگا اور جو کچھ اُسنے اس سے پہلے ادا کیا ہو وہ محسوب نکیا جائیگا
اور یہ صاحبین رح کا قول ہو اور اسی طرح امام اعظم رح کے نزدیک بھی اگر اُسنے کتابت فسخ کر کے دو تہائی قیمت
کے واسطے سعی کرنا اختیار کیا تو یہی حکم ہو اور اگر غلام نے سب ادا کیا مگر سو درم رہ گئے پھر مرض مین اسکو آزاد
کیا یا باقی اسکو ہبہ کیا تو سو درم کی دو تہائی کیواسطے سعی کریگا یہ مبسوط مین ہو۔ اگر زید نے اپنے مرض الموت مین
ہزار درم پر اپنے غلام کو مکاتب کیا اور اسکی قیمت بھی ہزار درم ہین اور سوا اسکے مریض کا کچھ مال نہین
ہو پھر اپنے مرض مین زید نے ہزار درم کا جو اُسکے پاس تھے یہ اقرار کیا کہ یہ درم اسی مکاتب کے ہین کہ بعد کتابت
کے اُسنے میرے پاس ودیعت رکھے ہین اور یہ درم بدل کتابت کی جنس سے ہین پھر مرگیا تو تہائی مال سے
اسکا اقرار جائز ہوگا اور مراد یہ ہو کہ جب عقد کتابت حالت مرض مین واقع ہو تو ایسا ہوگا اور اگر کتابت حالت
صحت مین واقع ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو تمام مال سے اسکا اقرار معتبر ہوگا۔ اور اگر بدل کتابت سے کھرے ہزار
درم کا اقرار کیا اور کتابت حالت صحت مین واقع ہوئی ہو تو تمام مال سے اسکا اقرار معتبر ہوگا۔ پھر اگر مکاتب نے
کہا کہ مین کھرے درم واپس کر کے جس قسم کے تیرے حق مین چاہیے ہین ویسے دیدونگا تو یہ اختیار اسکو نہوگا۔ اور اگر
مریض نے ہزار درم کھوٹے مقبوضہ کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ میرے مکاتب کی ودیعت ہین اور بدل کتابت کے
درم کھرے قرار پائے ہین تو اسکا اقرار صحیح نہوگا بشرطیکہ اسپر حالت صحت کا قرضہ ہو دوسرے اور یہ ہزار درم قرضخواہان
صحت کو تقسیم ہونگے اور مکاتب سے جو کچھ اسپر آتا ہو اسکا مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہو۔ اگر مریض نے مرض
مین اپنے غلام کو مکاتب کیا اور سوا اسکے اسکا کچھ مال نہین ہو اور وارثون نے اسکی زندگی مین کتابت کی
اجازت دیدی تو اُن لوگونکو اختیار ہو کہ اسکے مرنے کے بعد اجازت سے انکار کرین جیسے باقی وصیتون مین حکم
ہوتا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک مکاتب نے اپنی صحت مین اپنے مولے کیواسطے
ہزار درم کا اقرار کیا اور مولی اسکو ہزار درم پر مکاتب کرچکا تھا اور مکاتب نے اپنی صحت مین ایک شخص اجنبی کیواسطے
ہزار درم کا بھی اقرار کیا پھر مکاتب بیمار رہوا اور اسکے پاس ہزار درم موجود تھے سو اسنے مولی کو کتابت [illegible] دیدیے پھر
اس مرض مین مرگیا اور سوا اسکے ان ہزار درم کے اور کچھ نہ چھوڑا تو مولے اور اجنبی کے درمیان تین حصے ہو کر تقسیم
ہونگے اسمین سے دو حصے مولے کو اور ایک حصہ اجنبی کو ملیگا۔ اور اگر مکاتب نے یہ ہزار درم موجودہ اپنے مولے کو
حالت صحت کے اقراری قرضہ مین دیدیے پھر مرگیا تو ان درمونکا اجنبی ہی حقدار ہو اور مولے کا قرضہ و کتابت باطل
ہوجائیگا۔ اسی طرح اگر غلام نے قرضہ مین نہ دیے بلکہ یونہی چھوڑ کر مرگیا تو بھی اجنبی کو ملینگے۔ اور اگر مکاتب نے
کوئی بیٹا جو حالت کتابت مین پیدا ہوا ہو چھوڑا تو یہ ہزار درم اجنبی کو ملینگے مگر مولے اپنے قرضہ و کتابت
کے واسطے اس لڑکے کا دامنگیر ہوگا کیونکہ وہ اپنے باپ کے قائم مقام ہو۔ اور اگر مکاتب نے اپنی زندگی مین
یہ ہزار درم مولی کو قرضہ اقراری مین دیدیے پھر مرگیا اور حالت کتابت کی پیدائش کا لڑکا چھوڑا تو بھی اجنبی ان ہزار
درم متروکہ کا مستحق ہو اور مولے اپنا قرضہ و کتابت اسکے لڑکے سے لیگا اور اگر لڑکے نے قرضہ و کتابت جو باپ پر واجب الادا
تھا ادا کردیا تو بھی جو حکم اجنبی کیواسطے ہزار درم دینے کا ہوچکا وہ منقوض نہوگا یہ محیط مین ہو۔ اگر زید نے

نقض نہوگا ۱۲

اپنے غلام کو اسقدر مال پر مکاتب کیا کہ جتنے پر ایسے غلام مکاتب ہوتے ہین پھر اقرار کیا کہ مین نے مال کتابت وصول پایا پس اگر اسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اسکے تمام مال کو محیط ہو تو اسکے اقرار کی کچھ تصدیق نہ کیجاویگی و لیکن غلام آزاد ہو جائیگا اور مال کتابت کا مواخذہ اس سے کیا جائیگا چنانچہ اگر اسکو آزاد کردے تو بھی یہی حکم ہوتا ہے - اور اگر اسپر قرضہ نہو اور یہ غلام اسکے تہائی مال سے نکلتا ہے تو آزاد ہو جائیگا اور اسپر کچھ واجب نہوگا - اور اگر اس غلام کے سوا اسکا کچھ مال نہو تو غلام پر واجب ہوگا کہ وارثون کو اپنے مال کتابت کی دو تہائی کمائی کرکے ادا کرے و لیکن اگر اسکی قیمت کم ہو تو دو تہائی قیمت کمائی کرے - اسی طرح اگر اسنے صحت مین اقرار کیا کہ اپنی صحت مین مین نے اسکو مکاتب کیا پھر اپنے مرض مین اقرار کیا کہ مین نے مال کتابت سب وصول پایا ہے تو اسکی تصدیق کیجاویگی بخلاف اسکے اگر اپنے مرض مین مکاتب کیا ہو تو تصدیق نہوگی یہ مبسوط مین ہے - ایک مکاتب کا اپنے مولے پر حالت صحت کا قرضہ ہے پھر اپنے مرض مین اقرار کیا کہ مین نے اپنا قرضہ جو مولے پر تھا وصول پایا اور غلام پر حالت صحت کے قرضے ہین پھر مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو اسکے مرض کے اقرار کی تصدیق نہ کیجاویگی - ایک شخص نے ہزار درم پر صحت مین اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مکاتب نے حالت مرض مین ایک شخص اجنبی کیواسطے ہزار درم کا اقرار کیا پھر مکاتب مرگیا اور سوا ہزار درم کے کچھ مال نہ چھوڑا تو ان ہزار درم کا اجنبی مستحق ہے مولے مستحق نہین ہے اگرچہ مولے کا قرضہ حالت صحت کا ہے اور اجنبی کا حالت مرض کا ہے بخلاف اسکے کہ اگر صحت کا قرضہ بھی کسی اجنبی کا ہووے تو اس صورت مین حالت صحت کا قرضہ ادا کرنا مقدم ہوگا یہ محیط مین ہے - اگر ایک مکاتب نے اپنی موت کیوقت یہ اقرار کیا کہ مین نے اپنے فلان غلام کو مکاتب کیا تھا اور اسکی صحت سے مال کتابت وصول پایا تو اقرار نہین جائز ہے - اسیطرح اگر حالت مرض مین غلام کو اسکی قیمت سے کم پر مکاتب کیا تو جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے - ایک شخص نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور مولے نے اسکو ہزار درم قرض دیے اور اس حالت مین مکاتب تھا پھر مکاتب مرگیا اور ہزار درم ترکہ چھوڑا اور اس مکاتب کی اولاد آزاد عورت آزادہ سے موجود ہے تو قاضی ان ہزار درم کو کتابت مین ہونیکے واسطے حکم دیگا اور مولی کو اختیار نہین ہے کہ اسکو قرضہ مین قرار دے - اور اگر اسکی اولاد کسی آزاد باندی سے جو دوسرے شخص کی آزاد کردہ ہے موجود ہو تو باپ اولاد کی ولاء اپنے مولے کی طرف سمیٹ لاویگا اور اگر مکاتب نے ہزار سے زیادہ مال چھوڑا تو مولے کتابت سے زیادہ ایک ہزار تک اپنے قرضہ مین لے لیگا پھر اگر قرض سے بھی کچھ فاضل رہا تو وارثون کو ملیگا یہ

یہ محیط مین لکھا ہے

چھٹا باب اجنبی کا کسی غلام کی طرف سے عقد کتابت قرار دینے کے بیان مین - زید نے عمرو سے کہا کہ اپنے فلان غلام کو ہزار درم پر اس شرط سے مکاتب کردے کہ اگر مین نے ہزار درم ادا کردیے تو غلام آزاد ہے عمرو نے اسی شرط سے مکاتب کیا اور زید نے قبول کیا پھر ہزار درم ادا کیے تو بدون غلام کے قبول کرنے وا جازت دینے کے شرط پائی جانیکے باعث سے غلام آزاد ہوجائیگا - اور اگر غلام کو خبر پہونچی اور اسنے قبول کیا تو مکاتب ہو جائیگا اور اگر غلام نے کہا مین نہین قبول کرتا ہون پھر زید نے مال ادا کیا تو جائز نہین ہے کیونکہ عقد کتابت اسکے رد کرنے سے رد ہوگیا اور اگر زید ضامن ہوا تو اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر زید نے یہ نہ کہا کہ اس شرط سے کہ اگر مین ادا کردون تو غلام آزاد ہے مگر ادا کردیے تو قیاساً غلام آزاد نہوگا و استحساناً آزاد ہوگا اور جب زید بدل کتابت ادا کرچکا تو غلام سے لیکر آزادی کے

واپس نہین لے سکتا ہو کیونکہ اُسنے احسان کی راہ سے ایسا کیا ہو یہ تبیین مین ہو۔ اور آیا اجنبی کو موسلے سے واپس لینے کا اختیار ہو یا نہین سو اگر بحکم ضمان دیا ہو تو واپس لے سکتا ہو اور اسکی صورت یہ ہو کہ یون کہے کہ اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کر دے اس شرط سے کہ مین ضامن ہون تو اس صورت مین واپس لیگا کیونکہ اُسکی ضمان باطل ہو اسوجہ سے کہ اُسنے غیر واجب کی ضمان کری ہو۔ اور اگر اُسنے بغیر ضمان ادا کیا تو واپس نہین لے سکتا ہو کیونکہ وہ متبرع ہو۔ اور اگر اُسنے تھوڑا ادا کیا تو واپس لے سکتا ہو خواہ بضمان ادا کیا ہو یا بغیر ضمان۔ ولیکن اگر کچھ مال غلام کی اجازت کے بعد ادا کیا تو واپس نہین لے سکتا ہو کیونکہ اس صورت مین ایک اور بات حاصل ہو گئی وہ یہ ہو کہ کسی قدر مال کتابت سے غلام بری الذمہ ہو گیا۔ اور یہ حکم اُس وقت ہو کہ غلام کی اجازت سے پہلے موسلے سے واپس لینے کا قصد کیا ہو اور اگر غلام کی اجازت کے بعد ایسا قصد کیا پس اگر بحکم ضمان دیا ہو تو واپس لے سکتا ہو اور اگر بغیر ضمان دیا ہو تو نہین خواہ سب ادا کیا ہو یا تھوڑا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہو۔ اگر مرد آزاد نے زید کے غلام کی طرف سے کتابت قبول کی کہ اسکے ذمہ ڈالی اس شرط سے کہ مین اُسکی طرف سے کتابت کا ضامن ہون تو جائز نہین ہو کیونکہ آزاد مرد کے قبول کرنے سے بدل کتابت غلام پر واجب نہین ہوا اور نہ یہ ممکن ہو کہ آزاد کے قبول کرنے سے ابتداءً بدل کتابت آزاد پر واجب کیا جاوے اسیطرح اگر یہ غلام اس مرد آزاد کا بیٹا ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو بھی باپ کو یہ ولایت نہین حاصل ہو کہ بیٹے کے ذمہ مال لازم کرے بلکہ باپ و اجنبی اس امر مین یکسان ہین۔ اسی طرح اگر باپ غلام و اسکا بیٹا نابالغ دونو ایک شخص کے مملوک ہون اور باپ نے بیٹے کے ذمہ کتابت لازم کی تو بھی جائز نہین ہو ولیکن اگر دونون صورتونمین باپ نے بیٹے کیطرف سے مال ادا کر دیا تو وہ استحساناً آزاد ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہو۔ اگر غلام حاضر و غائب دونو کو مکاتب کیا اور حاضر نے عقد کتابت قبول کیا تو استحساناً دونون کی طرف سے صحیح ہو اور جس نے دونون مین سے ادا کیا اُسکے ادا کرنے سے دونون آزاد ہو جاوینگے اور موسلے اُسکے قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور جسنے ادا کیا وہ دوسرے سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہو۔ اور اگر موسلے نے حاضر کو بدل کتابت ہبہ کر دیا تو دونون آزاد ہو جاوینگے اور اگر غائب کو ہبہ کیا تو آزاد نہونگے کیونکہ اُسپر کچھ واجب نتھا پس ہبہ صحیح نہین ہوا۔ اور اگر غلام غائب نے عقد قبول کیا تو لغو ہو اور عقد کتابت حاضر کو لازم ہوگا جیسا کہ غائب کے عدم قبول کی صورت مین حکم تھا اور موسلے کو غائب سے کچھ بدل کے مواخذہ کا اختیار نہین ہو کیونکہ اُسنے کسی چیز کا التزام اپنے ذمہ نہین لیا ہو بلکہ عقد کتابت مین وہ بالتبع داخل ہو جیسے مکاتب کے بچہ کا حکم ہو۔ اور اگر مولی نے غلام غائب کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائیگا اور حصہ مکاتبت اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور جب اُسکا حصہ مکاتبت باطل ہوا تو حاضر جب تک اپنا حصہ مکاتبت نہ ادا کرے آزاد نہوگا۔ اور اگر موسلے نے حاضر کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائیگا اور اُسکا حصہ کتابت باطل ہو جائیگا اور غائب اپنا حصہ کتابت فی الحال ادا کرے ورنہ رقیق کر دیا جائیگا یہ کافی مین ہو۔ اور اگر غائب مر گیا تو حاضر کے ذمہ سے کچھ کم نہوگا اور اگر حاضر مر گیا تو موسلے کو غائب سے کچھ بدل کے مطالبہ کا اختیار نہوگا ولیکن اگر غائب نے کہا کہ مین سب بدل کتابت ادا کیے دیتا ہون اور دینے کو لایا اور موسلے نے کہا کہ مین نہین لیتا ہون تو قیاساً اسکو نہ لینے کا اختیار رہا اور استحساناً انکار نہین کر سکتا ہو

اور غائب کے ادا کر دینے کے بعد دونوں آزاد ہو جاوینگے لیکن غائب کے واسطے ادا کرنے کی میعاد ثابت نہوگی اور اگر دونوں زندہ ہوں اور مولی نے غائب کو فروخت کرنا چاہا تو استحساناً ایسا نہیں کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کسی نے اپنی باندی اور اسکے دو نابالغ لڑکوں کو مکاتب کیا تو صحیح ہے اور جتنے مال ادا کیا وہ دونوں سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور یہ استحسان ہے اور جتنے مال کتابت دیا تو مولی پر جبر کیا جائیگا کہ اسکو قبول کرے اور عقد کتابت قبول کرنے یا رد کرنے میں اولاد کا اعتبار نہیں ہے اور اگر اسنے باندی کو آزاد کر دیا تو اولاد پر بقدر انکے حصہ کے بدل کتابت باقی رہیگا کہ اسکو فی الحال ادا کریں مگر مولی باندی سے بدل کا مطالبہ نہ کریگا نہ اولاد سے اور اگر مولی نے اولاد کو آزاد کر دیا تو باندی کے ذمہ سے اولاد کی کتابت کا حصہ ساقط ہوا اور اسکا حصہ اسکے ذمہ بموافق قسط قرارداد کے باقی رہا اور اگر ان لوگوں نے کچھ مال کمایا تو مولی اسمیں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور مولی انکو فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر اولاد کو قرضہ معاف کر دیا یا ہبہ کیا تو نہیں صحیح ہے اور اگر باندی کو معاف یا ہبہ کیا تو صحیح ہے اور باندی کے ساتھ اسکی اولاد بھی آزاد ہو جاویگی یہ تبیین میں ہے۔ اگر ایک غلام کو اسکی جان و اسکی اولاد صغار پر مکاتب کر دیا ہو تو جائز ہے پس اگر اولاد کے بالغ ہونے کے پیشتر پہلے مکاتب عاجز ہوا اور رقیق کر دیا گیا تو اس سے اولاد بھی رقیق ہو جاویگی اور اگر اولاد نے بالغ ہو کر کہا کہ ہم مال کتابت کے واسطے سعی کرینگے تو اسکے قول پر التفات نہ کیا جائیگا۔ اسیطرح اگر باپ کے عاجز ہونے کے وقت اولاد بالغ ہوں تو بھی یہی حکم ہے اگر باپ مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو اسکی اولاد قسط مقررہ کے حساب سے مکاتبت ادا کرنے میں سعی کرینگے اور اگر وقت موت کے ایسی نابالغ ہو کہ سعی نہیں کر سکتی ہے تو سب رقیق کر دیے جاوینگے اور اگر سعی کر سکتے ہوں اور بعض نے سعی کر کے مال ادا کر دیا تو دوسروں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اسکے بعد باپ کا کچھ مال ظاہر ہوا تو سب وارثوں کو میراث میں تقسیم ہوگا اور جس لڑکے نے مال ادا کیا ہے وہ اس میں سے بقدر کتابت کے نہیں لے سکتا ہے۔ اور مولی کو اختیار ہے کہ اولاد میں سے جس سے چاہے تمام مال کتابت کا مواخذہ کرے اسوجہ سے نہیں کہ یہ مال انکے ذمہ قرضہ ہے بلکہ اس اعتبار سے کہ اولاد میں سے ہر ایک باپ کے قائم مقام ہے اور جو امر باپ کے حقوق میں سے ہے اسکا اس میں قبول کرنا مثل باپ کے حق اولاد میں صحیح ہے پس مولی کو اختیار ہے کہ ہر ایک کو جو اس رتبہ پر ہے تمام مال کے واسطے گرفتار کرے اور ہر ایک کا یہ اختیار نہوگا کہ گویا اسکے ساتھ کوئی اور نہیں ہے اسیواسطے اگر کوئی ان میں سے مر جاوے تو باقیوں کے ذمہ سے اسکے حصہ کے موافق مال کتابت کم نہوگا جیسا کہ ابتدا سے اگر معدوم ہوتا تو یہی حکم تھا۔ اور اگر مولی نے اسمیں سے کسی کو آزاد کیا تو باقیوں کے ذمہ سے بقدر قیمت آزاد شدہ کے مال ساقط ہوگا۔ اور اگر ان میں سے کوئی باندی ہو کہ جسکو مولی نے ام ولد بنایا تو وہ اپنا عقر مولی سے لے لیگی اور ویسے ہی مکاتبہ باقی رہیگی اور اپنے نفس کو کتابت سے عاجز نہیں کر سکتی ہے اسوجہ سے کہ اسکے اور بھائی بہن عقد کتابت میں ہیں آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر وہ لوگ مال ادا کریں تو یہ بھی آزاد ہو جاویگی۔ اور اگر ایسا ہو کہ جسوقت غلام کو مکاتب کیا ہے اسوقت اسکی اولاد بالغ ہو اور یہ میں انکے حکم کے مکاتب کو اور انکو عقد کتابت میں داخل کیا اور غلام نے بدل ادا کر دیا تو وہ لوگ بھی آزاد ہو جاوینگے اور مکاتب انسے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دو دودھ پیتے ہوئے غلام کی طرف سے

اپنا سب کتابت کیا اور دوسرے اجنبی نے قبول کیا اور مولے راضی ہوا تو یہ عقد جائز نہیں ہے اور اگر باوجود عدم جواز کے اجنبی نے مال کتابت دیدیا تو وہ غلام آزاد ہو جاویگا یہ حکم استحسانا ہے کذا فی المحیط السرخسی - دو شخصون سے ہر ایک کا ایک غلام ہے اور دونون نے دونون غلامونکو ہزار درم پر ایک ہی عقد مین مکاتب کیا کہ اگر دونون ادا کرین تو دونون آزاد اور اگر عاجز ہو جاوین تو دونون رقیق ہونگے فرمایا کہ ہر ایک غلام بعوض اپنے حصہ کتابت کے مکاتب ہوگا کہ اگر اسقدر اپنے مولے کو ادا کردے تو آزاد ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے

ساتواں باب غلام مشترک کے مکاتب کرنے کے بیان مین - ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہے عمرو نے زید کو اجازت دی کہ اپنا حصہ مکاتب کرکے ہزار درم وصول کرلے اسنے مکاتب کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کتابت صرف اسی کے حصہ مین نافذ ہوگی کیونکہ کتابت امام کے نزدیک متجزی ہوتی ہے اور عمرو کو فسخ کا اختیار ہوگا پس اگر غلام نے ہزار درم دیدیئے تو صرف زید کا حصہ آزاد ہوا اور وہ عمرو کو کچھ ضمان نہ دیگا کیونکہ عمرو کی اجازت سے ایسا ہوا ہے و لیکن غلام اسکے حصہ کے واسطے سعی کریگا - اور اگر غلام نے ہزار درم یا کچھ کم ادا کئے تو عمرو کو اختیار نہیں ہے کہ اسمین سے نصف لیوے کیونکہ جب اسنے زید کو یہ اجازت دی کہ بدل وصول کرلے تو گویا مکاتب کو اجازت دی کہ اسکو ادا کردے اور ادا کرنے کی اجازت یہ مکاتب پر احسان ہے کہ کمائی مین جو میرا حق ہے وہ از راہ احسان معاف کیا اور یہ احسان بعد زید کے قبضہ کرنے کے تام ہوگیا پس جو کچھ زید نے لیا ہے سب اُس کے قبضہ مین دیا جائے گا لیکن اگر عمرو نے ادا کردینے سے پہلے غلام کو منع کردیا تو ممانعت صحیح ہے کیونکہ ہنوز یہ احسان تمام نہیں ہوا - اور اگر عمرو نے حالت مرض مین اجازت دی اور غلام نے بعد کتابت کے جو کمایا وہ ادا کیا تو عمرو کے تمام مال سے یہ اجازت و احسان صحیح رکھا جائے گا - اور اگر قبل کتابت کے کمایا ہو اور عمرو نے مرض مین کتابت اور وصول کی اجازت دی تو تہائی مال سے یہ احسان نافذ رکھا جائیگا - اور صاحبین کے نزدیک کتابت متجزی نہیں ہوتی ہے پس حصہ زید کی کتابت کی اجازت دینا زید کو کل غلام کی کتابت کی اجازت ہے پس جب زید نے اسکو مکاتب کیا تو دونون کا مکاتب ہو گیا اور بدل کتابت دونون کو برابر تقسیم ہوگا اور اگر زید نے کچھ وصول کیا تو دونون کو برابر تقسیم ہو کر ملے گا خواہ عاجز ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو - اور اگر عمرو کی بلا اجازت زید نے مکاتب کیا تو بالاتفاق عمرو کو فسخ کتابت کا استحقاق حاصل ہے اور اگر اسنے فسخ نہ کیا یہانتک کہ غلام نے بدل کتابت ادا کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک زید کا حصہ آزاد ہو جاویگا اور عمرو کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ زید نے بدل کتابت وصول کیا اسمین سے آدھا لے لے کیونکہ درحقیقت یہ مال ایک غلام مشترک کی کمائی ہے پھر دیکھا جائے گا کہ اگر زید نے پورا غلام ہزار درم پر مکاتب کیا ہو تو جس قدر شریک نے زید سے لے لیا اسکو مکاتب سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر صرف اپنا حصہ نصف مکاتب کیا ہو تو جسقدر شریک نے لے لیا ہے اُس قدر غلام سے واپس لیگا - اور صاحبین کے نزدیک اگر مکاتب نے بدل کتابت ادا کیا تو کل آزاد ہو جاویگا پھر زید اپنے شریک کو مکاتب کی نصف قیمت ڈانڈ بھریگا بشرطیکہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہوگا تو غلام نصف قیمت کے واسطے سعی کریگا چنانچہ اگر ایک شریک نے غلام مشترک کو بلا عوض آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہوتا ہے

اور عمرو کو یہ بھی اختیار ہو کہ جو کچھ کمائی غلام کے پاس مال کتابت ادا کرنے کے بعد رہے اسمین سے نصف
لے لے۔ اور اگر دو شخصون سے زید نے کل غلام یا اپنا حصہ ہزار درم پر مکاتب کیا پھر عمرو نے کل یا اپنا حصہ
سو دینار پر مکاتب کیا تو وہ غلام دونون کا مکاتب ہو گیا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک اسوجہ سے صحیح ہوا کہ
امام کے نزدیک کتابت متجزی ہوتی ہے پس ہر ایک کا عقد کتابت اسکے حصہ مین نافذ ہوا اور صاحبین کے
نزدیک اسوجہ سے صحیح ہے کہ پہلے شخص زید نے جب اپنا حصہ مکاتب کیا تو عمرو کو فسخ کا اختیار تھا جب عمرو نے اسکو
مکاتب کیا تو اپنی نصف کی کتابت اولی فسخ کردی اور دونون مین سے جسنے اپنے حصہ کی بدل کتابت مین سے
کچھ وصول کیا اسمین دوسرا شریک اسکا شریک نہین ہو سکتا ہے اور ہر ایک کے حصہ عتق کا تعلق تمام اس بدل
کے ساتھ ہوگا جو اسکے حصہ کے مقابل مقرر ہوا ہے پھر اگر اسنے دونونکو بدل کتابت معاً ادا کیا تو بالاتفاق اسکی
ولار دونونکو ملیگی اور اگر کسیکو پہلے ادا کیا تو ایسا ہو گیا کہ غلام دو شخصونکا مکاتب تھا کہ اسکو ایک نے آزاد کر دیا پس
اسکا نصف امام اعظم رح کے نزدیک آزاد ہو جائیگا اور دوسرے کا نصف ویسا ہی کتابت مین باقی رہیگا اور
ضمان یا سعایت لازم نہ آویگی ولیکن اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو جسنے بدل وصول پایا ہے وہ شریک کو اسکے
حصہ کی ضمان دیگا بشرطیکہ خوشحال ہو ورنہ مکاتب اسکے حصہ کیواسطے سعی کریگا یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام
محمد رح کے نزدیک خوشحالی کی صورت مین جسنے بدل وصول پایا ہے وہ شریک کے حصہ کی قیمت اور اسکی بدل
کتابت مین سے جو کم ہو وہ ضمان دیگا اور درصورت تنگدست ہونے کے غلام بھی جو مقدار ان دونون مین
سے کم ہوگی اسکو سعی کر کے ادا کریگا یہ کافی مین ہے۔ اگر دو شخصون نے اپنے غلام کو ایک ہی کتابت مین مکاتب
کیا اسنے ایک کا حصہ کتابت ادا کیا تو اسکا حصہ آزاد نہوگا جبتک کہ پوری مکاتبت دونونکو ادا نکرے۔ اور اگر
ایک نے اسکو آزاد کیا تو جائز ہے اسیطرح اگر اپنا حصہ مکاتبت اسکو ہبہ کیا یا بری کیا تو آزاد ہو گیا۔ اسیطرح
اگر شریک نے وصول کرنیوالے کو جو اسنے وصول کیا ہے اپنی رضامندی سے سپرد کیا یا شریک کی اجازت سے
وصول کرنیوالے نے وصول کیا ہو تو بھی نصف غلام آزاد ہو گیا پھر مکاتب کو بعد ایک شریک کے آزاد کرنیکے اختیار
ہے چاہے اپنے تئین عاجز کر دے پس امام اعظم رح کے نزدیک اس صورت مین شریک کو اختیار ہوگا کہ آزاد کردے
کی قیمت کے واسطے سعی کرائے یا ضمان لے یا آزاد کرے بشرطیکہ شریک اسکا خوشحال ہو اور اگر تنگدست
ہو تو چاہے آزاد کر دے یا سعی کرا لے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک شریک نصف قیمت کی ضمان دیگا
اگر خوشحال ہو یا غلام نصف قیمت کیواسطے سعی کریگا اگر تنگدست ہو جیسا کہ امام ابو یوسف کا مذہب غلام
مشترک مین ہے وہی یہان بھی ہے۔ اور امام محمد رح کے نزدیک نصف قیمت و باقی کتابت مین سے جو کم
ہو شریک اسکا ضامن ہوگا یا غلام اسکے واسطے سعی کریگا اگر شریک تنگدست ہے۔ اور اگر غلام نے مکاتبت
پوری کرنی چاہی پھر بہت سا مال چھوڑ کر مر گیا تو جس مولے نے آزاد نہین کیا ہے وہ اس مال سے اپنی مکاتبت
وصول کر لیگا جیسا کہ حالت زندگی مین اس سے مطالبہ کرتا تھا۔ پھر جو باقی رہا وہ اسکے وارثون کے درمیان
تقسیم ہوگا اور اگر دو شخصون نے اپنے مشترک دو غلامونکو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا پس اگر دونون نے
ادا کیا تو آزاد ہو جاوینگے اور اگر عاجز ہو گئے تو رقیق کیے جاوینگے اور اس صورت مین دونون مین سے

ہر ایک دونون کا مشترک مکاتب ہوتا ہی اور بدل کتابت اسیقدر ہوتا ہی جو اسکے حصہ مین آوے اور اسکی
شناخت اسطرح ہی کہ مال کتابت دونون کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے جو ہر ایک کے حصہ مین آوے وہی اسکا حصۂ
کتابت ہی پس اگر اسنے اسقدر حصۂ کتابت دونونکو ادا کیا تو آزاد ہوجائیگا بخلاف اسکے کہ اگر دونون غلام ایک ہی
شخص کے ہون تو یہ حکم نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ دو شخصون نے مشترک غلام کو ایک ہزار پر مکاتب کیا پس ایک شخص
نے چھ سو درم وصول کیے اور دوسرے نے چار سو درم سے بری کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مکاتب آزاد ہوجائیگا اور جو کچھ
قابض نے وصول پایا وہ اسکے اور بری کنندہ کے درمیان چھ حصون مین تقسیم ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک
غلام دو شخصون مین مشترک ہی ایک شخص بیمار ہوا اور دوسرے نے باجازت مریض اسکو مکاتب کیا تو جائز ہی اور
وارث مریض بعد موت کے کتابت فسخ نہین کرسکتا ہی اسیطرح اگر اسکو وصول کرنیکی اجازت دی اور اسنے کچھ
بدل کتابت وصول کیا تو وارث کو بعد موت مریض کے یہ اختیار نہین ہی کہ اس سے کچھ لے لے یہ محیط مین ہی۔ اگر
ایک باندی مشترکہ کو دونون نے مکاتب کیا پھر ایک نے اس سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا اور اسنے نسب کا دعوی کیا
پھر دوسرے نے وطی کی اور بچہ ہوا اور اسنے نسب کا دعوی کیا پھر وہ مکاتبہ عاجز ہو گئی تو یہ باندی پہلے شخص کی ام ولد
ہوگی اور چونکہ اسنے مشترک باندی سے وطی کی ہی اس لیے نصف قیمت و نصف عقر کا ضامن ہوگا اور دوسرا شخص
پہلے کو پورا عقر اور بچہ کی قیمت ڈانڈ دیگا اور بچہ اسکا بیٹا قرار دیا جاویگا اور دونون مین سے جس نے مکاتبہ کو اسکا
عقر دیدیا تو جائز ہی اور جب وہ باندی عاجز ہو گئی تو یہی عقر اپنے مولے کو دیدیگی اور یہ سب امام اعظم رح کا
قول ہی۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ باندی پہلے شخص کی ام ولد ہوگی اور دوسرے کی وطی جائز
نہین ہی کیونکہ جب پہلے شخص نے بچہ کا دعوی کیا تو پوری باندی اسکی ام ولد ہوگی کیونکہ ام ولد ہونے مین بالاجماع
تکمیل واجب ہی جہانتک ممکن ہو اور یہان فسخ کتابت کرکے تکمیل ممکن ہی کیونکہ کتابت قابل فسخ ہی پس جہانتک
ضرر نہ پہونچے وہانتک کتابت فسخ ہوگی اور باقی مین باقی رہیگی جہانتک ممکن ہو پس جب پوری باندی
اسکی ام ولد ہو گئی تو دوسرے کا نسب بچہ سے ثابت نہوگا اور نہ قیمت دیکر اس کی طرف سے آزاد ہوگا
مگر ہان اس قدر ہوگا کہ شبہہ کے سبب سے دوسرے شخص کو حد نماری جاویگی اور پورا عقر واجب
ہوگا اور جب کتابت باقی رہی اور پوری باندی پہلے شخص کی مکاتبہ ہو گئی تو بعض نے فرمایا کہ باندی پر نصف
بدل کتابت واجب ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ کل بدل واجب ہوگا کذا فی الہدایہ۔ اور یہی جمہور مشایخ کا مذہب
ہی کذا فی الکافی۔ اور پہلا شخص اپنے شریک کو امام ابو یوسف کے قیاس قول پر باندی کی نصف قیمت مکاتبہ ہونیکے
کے حساب سے دیگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور امام محمد رح کے قول کے موافق نصف قیمت و نصف
بدل مین سے جو کم ہو وہ دیگا۔ اور اگر دوسرے نے اس سے وطی نہین کی بلکہ اسکو مدبرہ کردیا پھر وہ عاجز ہو گئی
تو مدبر کرنا باطل ہوگیا اور وہ پہلے شخص کی ام ولد ہوگی اور وہ اپنے شریک کو اسکا نصف عقر اور نصف قیمت
دیگا اور بچہ پہلے شخص کا بیٹا ہوگا اور یہ بالاجماع ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ ایک باندی دو شخصون کے درمیان مشترک
مکاتبہ ہی اُس نے ایک لڑکی جنی اور اس لڑکی سے ایک شریک نے وطی کی اور اسکے بچہ پیدا ہوا تو فرمایا کہ بچہ
کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا ولیکن اسکی مان اپنے حال پر رہیگی کہ اُس کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے تئین

یعنی بچی ۱۲

کتابت سے نکال کر اس شخص کی ام ولد بنا وے اور اس شخص پر واجب ہوگا کہ اسکا عقر ادا کرے اور یہ عقر اسکی ماں کو ملیگا جیسے کہ اسکی کمائی مکاتبہ کو ملتی تھی اور یہ لڑکی اپنی ماں کی تابع ہوگی یعنے کتابت میں اسکی تابع ہوگی پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوگئی تو یہ باندی یعنے اسکی بیٹی البتہ اس شخص کی ام ولد ہو جائیگی جس سے اولاد جنی ہے کیونکہ اسکے حصہ شریک میں ام ولد ہونے کا وصف ظاہر ہونے کا مانع جو کچھ تھا وہ اسکی ماں کے عاجز ہونے سے مرتفع ہو گیا اور ام ولد اسی وقت سے شمار ہوگی جب سے حاملہ ہوئی تھی اسی واسطے یہ حکم ہے کہ اپنے شریک کو وہ نصف قیمت ڈانڈ بھرے جو نطفہ قرار پانے کے وقت اسکی قیمت تھی - اور اگر مکاتبہ عاجز نہوئی بلکہ یہ صورت واقع ہوئی کہ مکاتبہ کی بیٹی کے شریک سے حاملہ ہو جانے کے بعد اس حاملہ کو دوسرے شریک نے آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک آزاد ہو جاویگی کیونکہ جبتک اسکی کتابت باقی ہے تب تک بیٹی کا حصہ شریک کی ملک ہے پس اسکا عتق نافذ ہو جائیگا اور باندی پر سعایت لازم نہ آویگی اور اسکا بچہ بھی آزاد ہوگا اور اسپر سعایت واجب نہوگی یہ بھی امام اعظم رح کا قول ہے اور مکاتبہ باندی اپنے حال پر رہیگی یعنے اگر بدل کتابت ادا کردیا تو آزاد ہو جاویگی ورنہ عاجز ہونے کی صورت میں مشترک باندی قرار پاویگی - ایک باندی مشترکہ کو دونوں نے مکاتب کیا اور اسکے بچہ پیدا ہوا اور ایک مالک نے بچہ کو آزاد کردیا تو اس شریک کا حصہ جس قدر اس بچہ میں ہے وہ آزاد ہو جائیگا اور بچہ اپنے حال پر رہیگا تاآنکہ اسکی ماں یا تو عاجز ہو جاوے یا آزاد ہو جاوے پھر اگر آزاد ہوئی تو اسی کے ساتھ آزاد ہو جائیگا اور اگر عاجز ہو گئی تو تابع ہو جانا جاتا رہا اور یہ بچہ خود مستقل ہو گیا اور حال یہ گذرا کہ اس مشترک کو دونوں مالکوں میں سے ایک نے آزاد کیا ہے پس اسکا حکم وہی ہے جو ایسے غلام مشترک کا حکم مذکور ہوا ہے جسکو ایک مالک نے آزاد کردیا (یعنی دوسرے شریک کو خیار ہے کہ خواہ ضمان لے یا سعی کرا لے یا آزاد کرے) پس اگر شریک نے ضمان لینا اختیار کیا تو جس وقت اسنے آزاد کیا ہے اسوقت کی قیمت کے حساب سے ضمان دیگا نہ یہ کہ اسکی ماں کے عاجز قرار دیے جانیکے وقت کی قیمت کے حساب سے ضمان لیوے - دو شخصوں کی مشترک مکاتبہ کے لڑکی ہوئی اور دونوں نے لڑکی سے وطی کی اور وہ حاملہ ہوکر دونوں سے بچہ جنی پھر دونوں مر گئے تو یہ لڑکی آزاد ہو گئی کیونکہ یہ دونوں کی ام ولد تھی پس دونوں کے مر جانے سے آزاد ہوئی چنانچہ اگر وہ دونوں اسکو آزاد کردیتے تو بھی یہی حکم تھا اور مکاتب باندی یعنے لڑکی کی ماں وہ دونوں کی کتابت میں رہی - اور اگر خود مکاتبہ ان دونوں سے بچہ جنی پھر دونوں مر جاتے تو یہ مکاتبہ بوجہ استیلاد کے یعنے ام ولد ہونے کے آزاد ہو جاتی اور اسکا بچہ بھی آزاد ہو جاتا - اور اگر حاملہ ہوکر پھر اسکے بعد دونوں سے بچہ جنی تو پہلا بچہ مالک کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے - دو شخصوں کے مشترک مکاتب کو دونوں میں سے ایک نے آزاد کردیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ دوسرے شریک کو اس سے ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے خوشحال ہو یا تنگدست ہو کیونکہ دوسرے شریک کا حصہ بحالہ کتابت میں باقی ہے اس واسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک عتق متجزی ہوتا ہے پھر اگر غلام نے مال کتابت ادا کردیا تو آزاد ہو جائیگا اور اسکی ولا دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر عاجز ہو گیا تو ایسا ہو گیا کہ دو شخصوں میں ایک غلام مشترک تھا کہ اسکو ایک نے آزاد کردیا - اور صاحبین کے نزدیک غلام آزاد ہو جائیگا اور پوری ولا اسی آزاد کرنیوالے کو ملیگی - اور اگر دونوں میں کسی نے اسکو آزاد نہ کیا بلکہ ایک نے اسکو مدبر کردیا تو اسکا حصہ مدبر ہو جاویگا اور بحالہ کتابت پر رہیگا

کیونکہ کتابت اور تدبیر میں منافات نہیں ہے پھر اگر سب مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جاویگا اور اسکی ولا دونوں کو ثابت ہوگی۔ اور اگر عاجز ہو گیا تو ایسا ہو گیا کہ ایک مشترک غلام کو دو مالکوں میں سے ایک نے مدبر کر دیا تو اسکا حصہ مدبر ہو جاویگا اور شریک کو پانچ طرح کا اختیار حاصل ہوگا بشرطیکہ مدبر کنندہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو چار طرح کا خیار حاصل ہوگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے۔ اور اگر یہ صورت نہو بلکہ یہ صورت تھی کہ بجائے غلام کے ایک باندی تھی اور اس کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں میں سے ایک نے نسب کا دعوی کیا تو بچہ کا نسب اسی سے ثابت ہوگا اور اسکا حصہ کنیز اسکی ام ولد ہو گا پھر مکاتبہ کو خیار ہوگا کہ چاہے عقد کتابت پورا کرے یا اپنے تئیں عاجز کر دے اور پوری باندی اس کی ام ولد ہو جاوے گی۔ پھر اگر باندی نے کتابت پوری کرنے کا قصد کیا تو وطی کنندہ سے اپنا عقر لے کر اس سے ادائے معاوضہ کتابت میں مدد پاوے گی اور اگر اس نے اپنے آپکو عاجز کر دیا اور رقیق کر دی گئی تو وہ باندی وطی کنندہ کی ام ولد ہوگی اور اپنے شریک کو نصف قیمت بحساب مکاتبہ ہونے کے ضمان دیگا اور نصف عقر دیگا اور بچہ کی قیمت میں سے کچھ نہ دیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی مکاتب کر دی پھر دو لڑکے چھوڑ کر مر گیا ان میں سے ایک لڑکے نے اسکو ام ولد بنایا تو وہ باندی مختار ہوگی چاہے اپنے تئیں عاجز کر دے تو وطی کرنے والے کی ام ولد ہو جائے گی اور وہ شخص اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت و نصف عقر ضمان دیگا اور اگر چاہے تو اپنی کتابت پوری کرے اور وطی کنندہ سے اپنا عقر وصول کر لے۔ اور اگر دو شخصوں نے اپنی مشترک باندی کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا پھر دونوں میں سے ایک شخص مرتد ہو گیا پھر باندی نے مال کتابت دونوں کو ادا کر دیا پھر وہ مرتد حالت ردت میں قتل کیا گیا تو فرمایا کہ مکاتبہ آزاد نہوگی اور امام اعظم رح کے نزدیک مرتد کو ادا کرنا کچھ نہیں ہوا اور وارث لوگ شریک سے جسقدر اس نے لیا ہے اسکا نصف وصول کر لیں گے چنانچہ اگر فقط اسنے اپنا حصہ وصول کیا ہوتا تو بھی یہی حکم تھا اور اسی واسطے شریک کا حصہ بھی آزاد نہیں ہوگا پھر باقی نصف کے واسطے اس مکاتبہ سے سعی کرا دیں گے پس اگر عاجز ہو گئی تو رقیق کر دی جاویگی اور اسکا حکم بمنزلہ ایسی مکاتبہ کے ہو گیا کہ جسنے آدھا بدل کتابت اپنے دو مولاؤں کو ادا کیا پھر عاجز ہو گئی۔ اور اگر مرتد نے اسکو حالت ردت میں مکاتب کیا تو بدل کتابت پر اسکا قبضہ کرنا جائز نہیں ہے پھر اگر مرتد دار الحرب میں جا ملا اور مکاتبہ نے تمام بدل کتابت دوسرے شریک کو ادا کیا تو آزاد نہوگی۔ اور اگر اسنے دوسرے شریک اور مرتد کے وارثوں کو ادا کیا تو آزاد ہو جاویگی بشرطیکہ مرتد کے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم قاضی نے دیدیا ہو اور یہ حکم مثل اس صورت کے ہے کہ وہ شخص مر گیا اور مکاتبہ نے زندہ شریک اور مردہ کے وارثوں کو بدل کتابت ادا کیا کیونکہ اس صورت میں بھی آزاد ہو جاتی ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک شریک کے مرتد ہو جانے کے بعد مکاتبہ عاجز ہو گئی اور دونوں نے اسکو رقیق کر دیا پھر وہ مرتد اپنی حالت ردت میں قتل کیا گیا تو یہ باندی اپنے عقد کتابت پر رہے گی اور اگر دونوں شریک ایک ساتھ مرتد ہو گئے پھر مکاتبہ عاجز ہو گئی اور دونوں نے اسکو رقیق کر دیا پھر اگر دونوں مسلمان ہو گئے تو وہ باندی دونوں کی مملوک مشترک ہوگی اور اگر دونوں حالت ردت میں مقتول ہوئے تو وہ باندی اپنی کتابت پر رہیگی۔ اگر دو شخصوں کی مشترک مکاتبہ باندی ہو پھر اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی پھر ایک شریک نے لڑکی سے وطی کی

اور اسکے پیٹ رہا اور دوسرے نے اسکی ماں سے وطی کی اور پیٹ رہا اور دونوں نے عاجز ہونا اختیار کیا تو دونوں کو
یہ اختیار حاصل ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ماں کو یہ اختیار ہو کہ اپنے تئیں عاجز قرار دے کیونکہ اسکو دو جہت سے
حریت حاصل ہوتی ہے اور اولاد کو اس خیار میں سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اور اگر ماں نے یہ اختیار کیا کہ کتابت پوری
کرے تو دونوں اپنے اپنے وطی کرنیوالے سے اپنا اپنا عقر لینگی اور بیٹی کا عقر اسکی ماں کو بمنزلہ بیٹی کی کمائی کے
ملیگا اور اگر ماں نے عاجز ہونا اختیار کیا تو ہر ایک اپنے وطی کرنے والے کی ام ولد ہوگی اور وہ شخص اپنے شریک کو
اسکا نصف عقر ادا کریگا۔ امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شریک نے مشترک غلام میں سے اپنا حصہ
بدون اجازت شریک کے مکاتب کیا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ اسکو رد کر دے مگر بدون حکم قاضی نہیں رد کر سکتا ہے
و لیکن اگر غلام اور اُس کا مکاتب کرنے والا دونوں رد کتابت پر راضی ہوں تو رد کر سکتا ہے اور یہی امام اعظم رح
کا قول ہے کذا فی المبسوط

آٹھواں باب۔ مکاتب کے عاجز ہونے اور مکاتب اور مولے کے مرجانے کے بیان میں اور مولے وغیرہ کے
مکاتب کو قتل کرنے یا مکاتب کے مولی وغیرہ کو قتل کرنے کے بیان میں۔ اگر مکاتب کوئی قسط ادا کرنے سے
عاجز ہوا تو حاکم اسکے احوال پر غور فرمائیگا کہ اگر اسکا کچھ قرضہ وصول ہو جانے والا ہو یا کہیں سے مال اسکے پاس
آنے والا ہو تو حاکم اس غلام کے عاجز ہو جانے کا حکم نہ کریگا اور دو تین روز تک انتظار کریگا اور یہی مدت عذر
کے دفعیہ کیواسطے قرار پائی ہے پس اس مدت سے زیادہ انتظار نہیں کر سکتا ہے اور اگر کوئی امید نہو اور مولی نے
درخواست کی کہ اسکی کتابت فسخ کر دی جاوے تو حاکم اسکی کتابت فسخ کر کے عاجز قرار دیگا یہ امام اعظم رح و
امام محمد رح کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اور اگر مکاتب نے کوئی قسط بوقت
پر ادا نہ کی اور اسکے مولے نے غلام کی رضامندی سے سوائے سلطان کے دوسرے کے پاس پیش کیا اُسنے
عقد رد کر دیا تو یہ جائز ہے اور اگر غلام کی رضامندی نہو تو فسخ کے واسطے قاضی کا حکم ہونا ضرور ہے یہ کافی میں ہے اور
اقالہ سے کتابت فسخ ہو جاتی ہے اور اسیطرح بدون مولے کی رضامندی کے صرف غلام کے فسخ کر دینے سے فسخ
ہو جاتی ہے مثلاً غلام کہے کہ میں نے کتابت فسخ کر دی یا مثل اسکے تو فسخ ہوگی خواہ کتابت صحیح ہو یا فاسد ہو اور مولے
بدون غلام کی رضامندی کے فسخ کا مختار نہیں ہے۔ اور موت سے فسخ ہوتی ہے یا نہیں سو واضح ہو کہ مولے کے
مرنے سے بالاجماع فسخ نہیں ہوتی ہے کیونکہ اگر غلام کی کمائی موجود ہو تو مولے کے وارثوں کو دیکر آزاد ہو جاویگا اور
اگر موجود نہوگی تو کمائی کر کے ادا کر کے آزاد ہو جاویگا۔ اور اگر کمائی کر کے ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو رقیق کر دیا
جائیگا چنانچہ مولے کی زندگی میں بھی یہی حکم تھا۔ اور اگر مولے کے انتقال کے بعد مکاتب نے کل مال کتابت یا
باقی مال کتابت وارثوں کو ادا کیا اور آزاد ہو گیا تو اسکی ولا مولی کے عصبات میں سے جو مذکر ہیں انکو ملیگی۔ اور
اگر مولے کے مرنے کے بعد مکاتب عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا پھر وارثوں نے اسکو از سر نو مکاتب کیا اور مکاتب انکو
مال کتابت دیکر آزاد ہو گیا تو اسکی ولا ان وارثوں کو بقدر حصہ میراث کے ملیگی۔ رہا مکاتب کے مرجانیکا حکم سو دیکھا
جائیگا کہ اگر مکاتب نے اسقدر مال چھوڑا کہ جس سے مال کتابت ادا ہو سکتا ہے تو ہمارے نزدیک کتابت فسخ نہوگی
اور اگر اسقدر مال نہیں چھوڑا تو بالاجماع فسخ ہو جاویگی۔ رہا مولی کے مرتد ہو جانے کا حکم سو یہ ہے کہ مولے کے مرتد

ہونے سے کتابت فسخ نہیں ہوتی ہے مثلاً کسی مسلمان نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مولے مرتد ہو گیا تو کتابت فسخ نہوگی اسواسطے کہ درحقیقت اگر مولے مرجاوے تو کتابت فسخ نہیں ہوتی ہے تو حکماً مرجانے سے یعنے مرتد ہو جانے سے بدرجہ اولے فسخ نہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مکاتب ایسے حال سے مرا کہ نہ اُسنے ادائے کتابت کیواسطے کافی مال چھوڑا اور نہ کوئی اولاد چھوڑی تو ایسی حالت میں عقد کتابت کے باقی رہنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شیخ ابوبکر اسکاف رحمہ نے فرمایا کہ کتابت فسخ ہو جاویگی حتے کہ اگر کسی شخص غیر نے احسان کی راہ سے مکاتب کی طرف سے مال کتابت ادا کرنا چاہا تو قبول نہ کیا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ جب تک مکاتب کے عاجز ہونے کا حکم قاضی کی طرف سے جاری نہو تب تک کتابت فسخ نہوگی اور ایسا حکم ہونے سے پہلے اگر کسی شخص نے احساناً اسکی طرف سے مال کتابت ادا کیا تو قبول کیا جائیگا اور جائز ہے اور یہ حکم دیا جائیگا کہ اپنی زندگی کے اجزا میں سے آخر جزو میں آزاد ہو کر مرا یہ تبیین میں ہے۔ اگر مکاتب مر گیا اور آزاد عورت سے اپنا ایک لڑکا چھوڑا اور بقدر ادائے کتابت کے قرضہ اپنا چھوڑا اور لڑکے نے کوئی جنایت کی اور اسکی دیت کی ڈگری اسکی ماں کی مددگار برادری پر ہوگئی تو یہ ڈگری مکاتب کے عاجز ہونے کا حکم نہوگا اور اگر ماں کے موالی اور باپ کے موالی نے اسکی ولا میں جھگڑا کیا اور ماں کے موالی کے نام اس کی ولا کی ڈگری ہوگئی تو یہ حکم البتہ مکاتب کے عجز کا حکم قرار دیا جائیگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی مکاتب ادائے کتابت کے واسطے مال کافی چھوڑ کر مرگیا اور اسپر قرض بھی ہے اور اسنے کچھ وصیتیں کی ہیں مثلاً کسی اپنے مملوک کو مدبر وغیرہ کیا ہے اور اسنے ایک آزاد لڑکا چھوڑا اور ایک لڑکا حالت کتابت میں اسکی باندی سے پیدا ہوا ہے تو ایسے مکاتب کے ترکہ میں سے پہلے غیر مولی کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اگر مولے کا کچھ قرض ہو تو وہ قرض دیا جائیگا پھر اگر مال باقی رہے تو مال کتابت ادا کیا جائیگا پس اگر یہ سب ادا ہو جاوے تو اسکے آزاد مرنے کا حکم دیا جائیگا اور جو کچھ مال پھر بھی باقی رہے وہ اسکی اولاد میں میراث تقسیم ہوگا اور جو کچھ مکاتب نے وصیتیں کی تھیں وہ باطل ہو جاوینگی کیونکہ یہ وصایا احسانات ہیں۔ اگر مکاتب مر گیا اور ہزار درم ترکہ چھوڑا اور مولے کے اسپر ہزار درم قرض کے اور بدل کتابت آتا ہے تو استحساناً بدل کتابت پہلے ادا کیا جاویگا اور قیاساً پہلے قرضہ ادا کیا جائیگا اور اگر اسنے کچھ مال نچھوڑا لیکن کسی شخص پر اپنا قرضہ چھوڑا پھر ایسے لڑکے سے جو حالت کتابت میں پیدا ہوا ہے مال کتابت کیواسطے سعی کرائی گئی اور مکاتب کے ذمہ سوا اسی قرضہ کے کوئی قرضہ نہیں ہے اور لڑکا سعی کرکے ادا کرنے سے عاجز ہوا اور جو کچھ مکاتب کا قرضہ غیر شخص پر آتا ہے اسکے وصول ہونے سے بھی مایوسی ہے تو وہ پھر رقیق کر دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب مر گیا حالانکہ اسپر قرضہ ہے اور جنایت اور بدل کتابت ہے اور ایسی عورت کا مہر ہے جس سے اسنے بدون اجازت مولے کے نکاح کیا تھا تو پہلے قرضہ ادا کیا جاوے پھر جنایت کے مقابلہ میں جو دیت واجب ہو وہ ادا کیجاوے پھر بدل کتابت ادا کیا جاوے پھر مہر دیا جاوے یعنے جو سب سے اقوی ہے وہ پہلے دیا جاوے پھر اسی لحاظ سے ہر ایک ادا کیا جاوے اسیطرح اگر اسنے مال نچھوڑا ہو بلکہ ایسی اولاد چھوڑی جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہے تو جس طور سے ہمنے بیان کیا کہ در صورت مال چھوڑنے کے اقوی کے لحاظ سے ادا کرنا شروع کیا جاوے اسیطرح یہ اولاد ہر حق کو اقوی کے لحاظ سے سعی کر کے

پہلے ادا کرے کیونکہ ایسی اولاد جو مال ادا کرے وہ مثل مال کے ہو جس سے حق ادا ہوتا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ ایک مکاتب نے اپنے لڑکے کو خریدا پھر مرگیا اور ادا سے کتابت کے واسطے وافی مال چھوڑا تو کتابت ادا کر کے باقی مال اسکے بیٹے کو میراث ملیگا اسیطرح اگر وہ غلام اور اسکا بیٹا دونون ایک ہی عقد کتابت مین مکاتب ہوں تو ایسی صورت مین اسکا بیٹا وارث ہوگا۔ اور اگر مکاتب مرگیا اور اسنے مال چھوڑا اور ایک لڑکا چھوڑا جو اسکے ساتھ مکاتب کیا گیا تھا یا حالت کتابت مین پیدا ہوا تھا اور ایک وصی چھوڑا تو وصی اس مال سے بدل کتابت ادا کرے اور قاضی کی طرف سے یہ حکم ہوگا کہ وہ غلام مکاتب اپنی زندگی کے آخر جزو مین آزاد ہو کر مرا ہو اور اسکی اولاد وارث ہوگی۔ اور وصی کو عروض کے فروخت کا اختیار ہو مگر عقار و درم و دینار فروخت نہین کر سکتا ہو۔ اور اگر بدل کتابت ادا کرنے سے پہلے آزاد لڑکا مرگیا تو اس آزاد اولاد سے جو اولاد ہو وہ وارث ہوگی یہ کافی مین ہو۔ اور اگر از قسم صدقات کچھ مال مکاتب نے مولے کو ادا کیا پھر پورا بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو کر رقیق ہوگیا تو یہ صدقات مولے کو حلال ہین اور اگر مولے کو ادا کرنے سے پہلے عاجز ہوگیا تو امام محمد رح کے نزدیک یہ صدقات[له] مولے کو حلال ہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال نہین ہین مگر صحیح روایت یہ ہو کہ بالاجماع حلال ہین یہ تبیین مین ہو۔ ایک غلام نے جنایت کی یعنے کسیکو قتل کیا پھر اسکے مالک نے اسکو مکاتب کر دیا حالانکہ مالک کو اس جنایت کی خبر نہین ہو پھر وہ غلام عاجز ہوا تو مولے او لیاء مقتول کو غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے۔ اسیطرح اگر کسی مکاتب نے جنایت کی اور ہنوز اسکے حق مین کچھ حکم قاضی جاری نہین ہوا تھا کہ وہ عاجز ہوگیا تو بھی یہی حکم ہو کہ مولے اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے۔ اور اگر حالت کتابت مین قبل عاجز ہونے کے مکاتب پر دیت کی ڈگری ہوگئی پھر عاجز ہوگیا تو یہ مال اسپر قرضہ قرار دیا جائیگا اور غلام اسکے واسطے فروخت کیا جائیگا اور یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہو اور یہی دوسرا قول امام ابو یوسف کا ہو یہ جامع صغیر مین ہو۔ اور اگر ایک مکاتب نے قتل عمد سے جسکا اسنے خود اقرار کر لیا تھا صلح کر لی تھی مگر مال صلح ادا کرنے سے پہلے عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا تو حق مولے مین یہ صلح فاسد ہوگی اور امام اعظم رح کے نزدیک فی الحال غلام اسکے مواخذہ مین گرفتار نہین ہو سکتا ہو ہان بعد آزاد ہونے کے بدل صلح کا اس سے مواخذہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فی الحال مواخذہ ہوگا۔ اور اگر کسی مکاتب نے اقرار کیا کہ مین نے اس آزاد عورت یا باندی یا لڑکی کے ساتھ اپنی انگلی سے اقتضاض کیا یعنی اسکی پیشاب گاہ اور دبر کو چیر کر ایک کر دیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ جرم کا اقرار ہو جب تک مکاتب ہو تب تک اس سے مواخذہ کیا جائیگا پھر جب عاجز ہوگیا تو اس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا۔ ایک مسلمان آدمی مرتد ہوگیا نعوذ باللہ منہ اور اسکا ایک غلام تھا اسکو اسکے بیٹے نے مکاتب کر دیا پھر مرتد قتل کیا گیا تو عقد کتابت باطل ہوگا۔ ایک مکاتب مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملا تو اسکے بارہ مین توقف کیا جائیگا پس اگر مرگیا تو اسکے مال سے بدل کتابت ادا کر کے باقی اسکے وارثون مین تقسیم کیا جائیگا اور اگر مسلمان ہو کر واپس آیا تو اسکا مال اسکے سپرد کیا جائیگا یہ کافی مین لکھا ہو۔ اور اگر مکاتب کے غلام نے کسی شخص کو خطا سے قتل کیا تو مکاتب کو حکم دیا جائیگا کہ اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیت مین دے اور اگر اسکے غلام نے کسی شخص کو عمداً قتل کر ڈالا تو جیسا آزاد آدمی کو اپنی ملک مین اختیار ہوتا ہو ویسا ہی مکاتب

کو اختیار ہے کہ اولیاء مقتول سے کسیقدر مال پر صلح کر لے تاکہ اسکا غلام اسکے پاس سالم بچ رہے اور مکاتب سے کچھ مواخذہ اس فعل کی بابت نہوگا اگرچہ پھر وہ عاجز ہو جاوے۔ اور اگر اسکی باندی نے خطا سے کوئی جنایت کی اور مکاتب نے اس باندی کو فروخت کیا یا اسکے ساتھ وطی کی اور اس سے اولاد ہوئی حالانکہ مکاتب اسکی جنایت سے آگاہ تھا تو مکاتب کے یہ افعال یوں قرار دیے جاوینگے کہ اس نے باندی کا فدیہ دینا اختیار کیا اور اسپر فدیہ واجب ہوگا اور اگر مکاتب کو اسکے کسی غلام نے عمداً قتل کیا تو غلام کا اپنے مالک کو عمداً قتل کرنا مثل غیر شخص کے عمداً قتل کرنے کے قرار دیا جائیگا یعنے اسپر قصاص واجب ہوگا جیسا کہ آزاد آدمی کو اس کے غلام کے قتل کرنے کی صورت میں غلام سے قصاص لیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ اگر مکاتب عمداً مقتول ہوا تو اسکی تین صورتیں ہیں کہ اگر اسنے ادائے کتابت کیواسطے وافی مال نچھوڑا تو اسکا قصاص لینا اس کے مولے کا حق واجب ہے اور اگر ادائے کتابت کے واسطے وافی مال چھوڑا اور سوائے مولی کے اسکا کوئی دوسرا وارث بھی ہے تو قاتل پر قصاص واجب نہوگا کیونکہ اشتباہ ہے کہ مستوفی قصاص کون شخص ہے اسیطرح اگر دونوں نے اتفاق کیا تو بھی انکو استیفاء قصاص کا اختیار نہوگا۔ اور اگر سوائے مولے کے اسکا کوئی وارث نہو تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق قاتل پر مولے کا قصاص واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے اپنے مولے پر یا مولے کے کسی مملوک محض پر کوئی جنایت کی تو یہ جنایت معتبر ہوگی اور ایسا ہی اگر مولی نے اپنے مکاتب یا اسکے مملوک محض پر کوئی جنایت کی تو بھی اسکا اعتبار کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مکاتب کے غلام نے کچھ مال تلف کر دیا تو یہ مال اسکی گردن پر قرضہ رہیگا کہ اسکی وجہ سے فروخت کیا جائیگا اور اگر اسکے غلام نے کوئی جنایت کی پھر مکاتب آزاد ہو گیا تو مکاتب کو بعد آزادی کے وہی اختیار باقی رہیگا جو اس صورت میں ہوتا ہے یعنے یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دے۔ اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو یہ اختیار اسکے مولے کو حاصل ہو جائیگا۔ اور اگر کوئی غلام اور اسکی جورو دونوں ایک ہی کتابت میں مکاتب ہوں پھر اسکی جورو کے بچہ پیدا ہوا اور اسکو مولے نے مار ڈالا حالانکہ اس بچہ کی قیمت مال کتابت سے زیادہ تھی تو مولے پر واجب ہوگا کہ یہ قیمت تین برس میں ادا کرے۔ اور اگر مال کتابت ادا کرنے کا وقت درمیان میں آگیا تو مکاتبوں نے مقاصہ کر کے عوض کر لیے پھر مولے پر واجب ہوگا کہ بڑھتی قیمت بچہ کی ماں کو ادا کرے اور ماں نے بچہ کے باپ کی طرف سے جو ادا کیا ہے اسکو واپس لے سکتی ہے اور اگر ادائے کتابت کا وقت درمیان میں نہ آیا تو مولے اس بچہ کی قیمت اسکی ماں کو ادا کرے۔ اور اگر وہ بچہ بھی ان دونوں کے ساتھ مکاتب ہوا اور مولے نے اسکو قتل کر ڈالا پھر قیمت ادا کرنے کا وقت آگیا تو اس قیمت میں سے بقدر کتابت کے بدلا کر لے خواہ ادائے کتابت کا وقت آگیا ہو یا نہ آیا ہو پھر مولی بڑھتی قیمت اور ماں و باپ اپنا حصہ کتابت کا مال اس لڑکے کے وارثوں کو ادا کریں پھر یہ سب مال اس لڑکے کے وارثوں میں اللہ تعالی کے حکم فرائض کے موافق تقسیم ہوگا اور اسکے ماں باپ بھی اسمیں سے اپنا حصہ میراث پاوینگے۔ اور اگر مکاتب نے خطا سے کوئی جرم قتل کیا تو اسکی قیمت اور جرمانہ میں سے جو کم ہو اسکے واسطے سعی کر کے ادا کرنے کا حکم کیا جائیگا پھر اگر ایک مرتبہ

ایسے حکم ہوجانے کے بعد اُسنے دوسرا جرم کیا تو دوبارہ بھی یہ حکم ہوگا کہ اُسکی قیمت اور جرمانہ مین سے جو کم ہو اُسکو
سعی کرکے ادا کرے اور اگر پہلے مرتبہ کے جرم کی بابت حکم ہونے سے پہلے اُسنے دوسرا جرم کیا تو ہمارے نزدیک
فقط ایک ہی قیمت اُسپر ادا کرنی واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے - اگر مکاتب نے شارع عام پر ایک کنواں
کھودا اور اُس مین کوئی شخص گر کر مر گیا تو جو قیمت مکاتب کی کنواں کھودنے کے روز تھی وہ قیمت سعی کرکے ادا
کرے پھر اگر اُس مین کوئی دوسرا شخص گر کر مر گیا تو مکاتب پر ایک قیمت سے زیادہ ادا کرنیکا حکم نہوگا خواہ حاکم نے
پہلے جرم کی بابت حکم کردیا ہو یا نہ کیا ہو یہ بدائع مین ہے - اور اگر مکاتب کے مکان وغیرہ کی جھکی ہوئی دیوار جسپر گواہ
ہوچکے ہون کسی شخص پر گر گئی اور وہ مر گیا تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ سعی کرکے اپنی قیمت ادا کرے - اور اگر
مکاتب کے گھر مین کوئی شخص مقتول پایا گیا ہو تو جس روز وہ شخص مقتول پایا گیا ہے اُس روز جو کچھ مکاتب کی قیمت
اندازہ کیجاوے وہ قیمت مکاتب کو ادا کرنی واجب ہوگی ولیکن اگر مکاتب کی قیمت مقدار دیت سے زائد ہو تو
ایسی صورت مین دیت سے دس درم کم کردیے جاوینگے - اور اگر مکاتب نے کوئی جرم کیا پھر وہ اپنے کتابت سے
عاجز ہو کر رقیق ہوگیا تو دیکھا جاوے کہ اگر عاجز ہونے سے پہلے اُسکے واسطے یہ حکم ہوچکا ہو کہ سعی کرکے جرمانہ ادا کرے
تو یہ جرمانہ اُسکی گردن پر قرضہ ہوگا کہ اُسکی بابت فروخت کیا جائیگا اور اگر ایسا حکم نہین ہوا ہے تو اُسکے مولے کو
اختیار ہوگا کہ چاہے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور اگر مکاتب پر کسی شخص نے جنایت کی تو اُس شخص پر غلام کی
دیت واجب ہوگی - اور اگر مکاتب نے عمداً کسی شخص کو قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا - اور اگر کسی شخص نے
مکاتب کے فرزند یا غلام کو قتل کیا تو قاتل پر قصاص نہین آتا ہے مگر قیمت واجب ہوگی کیونکہ اُسکا سبب قصاص مشتبہ ہے
اور یہ مال مکاتب کیواسطے اور کمائیون کے مثل قرار دیا جائیگا اور اگر اُسنے قاتل کو معاف کیا تو معافی باطل ہے - اور اگر مولے نے
اپنے مکاتب کو خطا سے یا عمداً قتل کیا تو قصاص نہین آتا ہے - اور مکاتب کا اقرار جبتک کہ مکاتب ہے تب تک جائز ہے
اور جب عاجز ہو کر رقیق ہوگیا تو اقراری مال اُس کے سر سے دور ہوجائیگا خواہ اس اقرار پر حکم قاضی ہوچکا ہو یا نہوا
ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور کتاب الجنایات مین مذکور ہے کہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک جس اقرار پر
حاکم کا حکم ہوچکا ہے فی الحال اُسکا مواخذہ کیا جائیگا - اور جس قدر مال مکاتب نے عاجز ہونے سے پہلے ادا کیا ہے
وہ بالاجماع واپس نہین لیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر مکاتب کے ذمہ حدود خالص یا غیر خالص کا جرم ثابت
ہو تو مکاتب اس جرم مین ماخوذ ہوگا جیسے زنا یا چوری و شراب خواری و تہمت وغیرہ اسواسطے کہ جب غلام کہ
ان جرمون کے سبب سے ماخوذ ہوتا ہے تو مکاتب بدرجہ اولے ماخوذ ہوگا - اور اگر مکاتب نے اپنے مولے
کی چیز چرائی تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اسیطرح مولے کے فرزند یا جورو یا مولے کے کسی ذی رحم محرم کی چیز چرائے
سے بھی اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا - اور اسیطرح اگر ان لوگون مین سے کسی شخص نے مکاتب کی چیز چرائی تو انمین
سے بھی کسیکا ہاتھ کاٹا نہ جائیگا - اور اگر کسی اجنبی شخص نے مکاتب کی چیز چرائی تو مکاتب کی نالش پر اُسکا
ہاتھ کاٹا جائیگا یہ بدائع مین ہے - اور اگر مکاتب نے زید کی چیز چرائی پھر عاجز ہو کر رقیق ہوگیا اور اسی زید نے
اُسکو اُسکے مالک سے خرید لیا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا - اور اگر مکاتب نے عمرو کی چیز چرائی حالانکہ عمرو کا اُسپر
قرضہ آتا ہے تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا - اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہوگیا اور عمرو نے جسکا قرضہ آتا ہے اُسنے اپنا

قرضہ طلب کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ اسکے قرضہ کے واسطے یہ غلام فروخت کیا جاوے حالانکہ مولی نے اسکے قرضہ
دینے سے انکار کیا تو قیاساً اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر زید کے ایک مکاتب نے زید کے دوسرے مکاتب کی چیز چرائی
تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا جیسا کہ زید کے چرانے میں حکم تھا۔ اسیطرح اگر مکاتب نے ایسے مشترک غلام کی چیز جو مکاتب
کے مولے اور کسی دوسرے کے درمیان مشترک تھا اور مکاتب کے مولے نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تھا چرائی تو بھی
یہی حکم ہے۔ اور اگر مکاتب نے اپنے مولے کے مضارب کے پاس سے مضاربت کے مال میں سے چرایا تو اسکا
ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اسیطرح اگر مکاتب نے کسی شخص کا مال چرایا حالانکہ مکاتب کے مولے کا اس شخص پر اسیقدر
قرض ہے جسقدر مکاتب نے چرایا ہے تو بھی مکاتب کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب کا مولے مرگیا
تو مکاتب سے کہا جائیگا کہ کتابت کا مال قسطوار اپنے مولے کے وارثوں کو ادا کر دے پھر اگر ان لوگوں نے مکاتب کو
آزاد کر دیا تو آزاد ہو جائیگا اور اسکے سر سے مال کتابت ساقط ہو جائیگا اور اگر ایک وارث نے آزاد کیا تو اسکا
عتق نافذ نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مکاتب ایک آزاد فرزند چھوڑ کر مرگیا پھر ایک شخص کچھ ودیعت لایا اور کہا
کہ یہ ودیعت مکاتب کی ہے تو اسمیں سے مال کتابت ادا کیا جائیگا پھر واضح ہو کہ اس شخص نے مکاتب کیواسطے
ودیعت کا اقرار کیا یہ اقرار اس شخص کے حق میں صحیح ہے مگر مکاتب کی ولا اپنی طرف کھینچ لیجانے کے حق میں
اسکے قول کی تصدیق نہوگی اور شیخ نے فرمایا کہ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مولے نے خود یوں اقرار کیا کہ میرے پاس یہ
مال مکاتب کی ودیعت ہے یا مال کتابت کے قدر مجھپر مکاتب کا قرضہ آتا ہے یا میں نے اپنی کتابت کو مکاتب
کی زندگی میں بھر پایا تو کیا اس صورت میں بچہ کی ولا اپنی طرف لیجانے کیواسطے مولے کے کلام کی تصدیق
ہوتی ہے یعنی نہیں ہوتی ہے پس ایسا ہی غیر شخص کا حال ہے۔ اور اسی سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اگر مکاتب کے مرجانیکے بعد
کسی شخص نے اسکی طرف سے قرضہ ادا کیا اور از راہ احسان ادا کیا تو مکاتب کے آزاد کرنیکا حکم نہ دیا جائیگا اور
اگر مکاتب نے کوئی ام ولد چھوڑی اور اسکے ساتھ کوئی بچہ نہیں ہے تو مال کتابت کیواسطے فروخت کیجاویگی - اور اگر
اسکے ساتھ بچہ ہو تو جس میعاد پر کتابت ادا کرنا قرار پایا ہے اسی میعاد تک سعی کرکے ادا کریگی خواہ اسکا بچہ نابالغ ہو
یا بالغ ہو۔ اور اگر مکاتب نے کچھ مال بھی چھوڑا تو ادائے کتابت میعاد مقررہ تک نہ رکھی جاویگی بلکہ اسکے ادا کرنیکا
وقت فی الحال ہو جائیگا - اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ ام ولد کے ساتھ
بچہ ہونیکی حالت میں جو حکم ہے وہی سب طرح نہونے کیحالت میں بھی ہے کہ میعاد مقررہ تک سعی کرکے ادا کریگی اور
اگر حالت کتابت کے پیدا ہوئے دو فرزند چھوڑ کر مکاتب مرگیا حالانکہ اسپر کچھ قرضہ اور مال کتابت باقی ہے تو دونوں
فرزند اس سب مال کے واسطے سعی کرینگے اور دونوں میں سے جسنے جو کچھ ادا کیا وہ دوسرے سے واپس نہیں
لے سکتا ہے اور دونوں میں سے جسکو مولے نے آزاد کیا وہ آزاد ہو جائیگا چنانچہ مکاتب کی زندگی میں بھی یہی حکم
تھا - اور دوسرے پر واجب ہوگا کہ تمام مال کتابت جو باپ پر باقی ہے سعی کرکے ادا کرے اور قرضخواہوں کو اختیار ہوگا
کہ اپنے قرضہ کیواسطے دونوں میں سے جسکو چاہیں گرفتار کریں اور جو لڑکا جو کچھ ادا کرے وہ دوسرے بھائی سے کچھ
واپس نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے - ایک شخص نے دو غلام ایک ہی کتابت میں مکاتب کئے پھر ایک غلام
عاجز ہوا اور مولی نے خود ہی یا قاضی کے سامنے پیش کرکے اسکو رقیق کر لیا حالانکہ قاضی کو یہ بات نہیں معلوم ہے کہ اسی کتابت

دوسرا غلام بھی اسکے ساتھ مکاتب ہو تو پیشتر ادا ہونے کے رقیق کر لینا صحیح نہیں ہے اور اگر ایک مکاتب حالت عجز میں
مرگیا تو عقد کتابت فسخ نہوگا - اور اگر یہ غلام جو بسبب عاجز ہونے کے رقیق کیا گیا ہے کہیں غائب ہو گیا اور دوسرا
آیا اور اس سے موسے نے ایک قسط یا دو قسطوں کے واسطے سعی کرائی اور وہ عاجز ہوا اور موسے نے چاہا کہ
اسکو رقیق کردے یا قاضی کے حکم سے رقیق کرادے تو یہ نہیں کر سکتا ہے - اور اگر دو شخصوں نے ایک غلام کو ایک ہی
کتابت میں مکاتب کیا پھر ایک موسے غائب ہو گیا اور دوسرا موسے مکاتب کو قاضی کے سامنے لایا کہ
اسکو رقیق کردے حالانکہ وہ عاجز ہوا تھا تو قاضی اسکو رقیق نکریگا تاوقتیکہ دونوں موسے ایک ساتھ جمع نہوں
اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک کا علیحدہ ایک ایک غلام ہے اور دونوں
نے دونوں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا پھر ایک غلام عاجز ہو گیا تو اسکے موسے کو فسخ کتابت کا اختیار
ہے اگرچہ دوسرے مکاتب کا موسے غائب ہو یہ محیط میں ہے - اور اگر ایک ہی شخص موسے ہو مگر چند وارث
چھوڑ کر مر گیا اور بعض وارثوں نے اسکو بحکم قاضی رقیق کر دیا تو صحیح ہے و لیکن اگر بدون حکم قاضی کے اسکو
رقیق کیا تو صحیح نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے - اور اگر مکاتب ہی حالت کتابت کے پیدا ہوئے دو فرزند چھوڑ کر
مرگیا تو ایک فرزند کی غیبت میں موسے کو دوسرے کے رقیق کر دینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے - اور
اگر مکاتب نے اپنے موسے یا غیر شخص سے کوئی غلام خریدا اور اسمیں عیب پایا تو اسکو اختیار ہے کہ اپنے بائع
کو واپس کردے اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا حالانکہ اسنے کسی غیر شخص سے وہ غلام خریدا ہے اور موسے نے
اس میں عیب پایا تو بسبب عیب کے موسے کو واپس کرنیکا اختیار ہے - اگر مکاتب نے کوئی غلام خرید کر اپنے
موسے کے ہاتھ فروخت کیا پھر عاجز ہو گیا اور موسے نے اس میں کوئی عیب پایا تو اپنے غلام کو واپس نہیں کر سکتا
ہے اور نہ اپنے غلام کے بائع کو واپس دیسکتا ہے اسیطرح اگر بعد عاجز ہونیکے مکاتب مر گیا پھر موسے نے اسمیں عیب
پایا تو بھی واپس نہیں کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے - اگر کوئی مکاتب ادائے کتابت کیواسطے کافی مال چھوڑ کر مر گیا پھر اسکو کسی
شخص نے قذف کیا تو اسکے قاذف کو حد ماری جائیگی - مکاتب نے اگر اپنے مولی کی بیٹی سے نکاح کیا پھر موسے مر گیا تو نکاح فاسد
نہوگا پس اگر مکاتب اسکے بعد مر گیا اور ادائے کتابت کے لائق مال کافی چھوڑا تو نکاح باطل نہوگا اور اگر اسقدر نچھوڑا تو باطل
ہو جائیگا پس اگر ایسی صورت اس لڑکی کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے واقع ہوئی تو عدت واجب نہوگی اور نہ مہر واجب
ہوگا اور اگر دخول کے بعد واقع ہوئی تو تین حیض کی عدت اور مہر واجب ہوگا اگرچہ اس لڑکی کے ساتھ دوسرا وارث
موجود ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اگر مکاتب کا غلام مر گیا تو اسپر جنازہ کی نماز پڑھانے کا مکاتب زیادہ حقدار
ہے لیکن اگر مکاتب کیساتھ مکاتب کا موسے موجود ہو تو مکاتب کو چاہیے کہ اپنے مولی کو نماز کیواسطے امام کرے یہ مبسوط میں لکھا ہے

نواں باب متفرقات میں - مکاتب اپنے مولی کے قرضہ کتابت کیواسطے قید نہوگا اور ماسوائے قرضہ کتابت کے دوسرے
قرضہ کیواسطے مقید ہونے میں دو قول آئے ہیں یہ سراجیہ میں ہے - یتیمہ میں لکھا ہے کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت
کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر اپنے بائع سے کہا کہ تو اسکو بیس دینار پر مکاتب کر چکا تھا اُسنے
انکار کیا پس آیا یہ غلام مشتری کی طرف سے مکاتب ہو جائیگا یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے - ایک
کافر غلام ایک مسلمان اور ایک ذمی کے درمیان مشترک تھا پھر ذمی نے اپنا حصہ اپنے شریک کی اجازت سے

نصرانی

شراب کے معاوضہ میں مکاتب کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ کتابت جائز ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک جائز
نہیں ہے۔ اور نصرانی نے جو چیز اس سے لی ہو یعنے شراب اُسکی ضمان مسلمان کو نہ دیگا خواہ مسلمان کی اجازت سے اُسنے
مکاتب کیا ہو یا بلا اجازت مکاتب کیا ہو اور اگر دونوں نے اسکو شراب پر ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا تو
دونوں میں سے کسی کے حصہ کی کتابت صحیح نہیں ہے۔ اور اگر غلام نے دونوں کو شراب ادا کر دی تو آزاد ہو جاویگا کیونکہ
شرط پائی گئی اور اسپر واجب ہوگا کہ ذمی کو اُسکے حصہ کی نصف شراب اور مسلمان کو اپنی ذات کی نصف قیمت ادا
کرے۔ اور اگر دو ذمیوں نے اپنے غلام کو شراب پر مکاتب کیا پھر ایک مسلمان ہو گیا تو دونوں کو اسکے مسلمان ہونیکے روز
کی شراب کی قیمت چاہیے ہوگی پھر اگر ایک نے اپنا حصہ قیمت وصول کیا تو حصہ مقبوضہ دونوں میں مشترک ہوگا
جیسا کہ مسلمان ہونے سے پہلے دونوں میں سے کسی کے اپنا حصہ شراب وصول کرنیکی صورت میں حکم تھا یہ مبسوط
میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا فقط نصف غلام مکاتب کیا تو فقط نصف غلام مکاتب ہو جائیگا پھر اگر غلام نے شہر سے
باہر جانا چاہا تو اسکو منع نہیں کر سکتا ہے اور اگر چاہا کہ ایک روز اس سے خدمت لے اور ایک روز اسکو خالی
چھوڑ دے تو قیاساً اُسکو اختیار ہے اور استحساناً یہ حکم ہے کہ اس سے کچھ تعرض نہیں کر سکتا ہے یہانتک کہ وہ مال
ادا کرے یا عاجز ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے آدھی باندی مکاتب کر دی پھر اس باندی
نے قرضہ لیا تو تمام قرضہ کے واسطے سعی کریگی پھر اگر وہ ادائے کتابت سے عاجز ہو کر رقیق ہو گئی تو تمام قرضہ اسکی تمام
گردن پر رکھا جائیگا یعنی فقط نصف باندی اس قرضہ کے استحقاق میں ماخوذ نہوگی بلکہ کل باندی ماخوذ ہوگی اور
فروخت کیجاویگی اسیطرح اگر دو شخصوں میں ایک باندی مشترک ہو اور ایک شریک نے دوسرے کی اجازت سے اسکو
مکاتب کیا پھر اسنے قرضہ لیا پھر عاجز ہو گئی تو یہ قرضہ اسکی پوری گردن پر ہوگا کہ اسکی وجہ سے فروخت کی جاویگی یہ مبسوط
میں ہے۔ نوادر ابراہیم میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ زید نے عمرو کا غلام بدون حکم عمرو کے ہزار درم پر مکاتب کیا پھر
پانسو درم اُسمیں سے کم کر دیے پھر مولے کو خبر پہونچی اور اس نے اجازت دیدی تو امام محمد نے فرمایا کہ
تو اسکی کتابت پانسو درم پر ہوگی اور اگر زید نے اسکو یہ ہزار درم ہبہ کیے ہوں پھر مولی کو خبر پہونچی اور اسنے اجازت
دیدی ہو تو یہ باطل ہے اور ہزار درم پر اسکی کتابت صحیح رہیگی یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے اپنی باندی کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ مجھے
تین روز تک اختیار ہے پھر وہ باندی اس مدت خیار میں بچہ جنی اور مر گئی تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک
اسکا خیار و عقد کتابت باقی رہیگا اور اسکو اجازت دینے کا اختیار ہوگا اور اگر اُسنے اجازت دیدی تو اسکا بیٹا
اپنی ماں کے اقساط کتابت ادا کرنے میں سعی کریگا اور جب سب ادا کر دے تو یہ حکم ہوگا کہ اسکی ماں اپنی زندگی
کے آخر جزو میں آزاد ہو کر مری ہے اور اسکا یہ بچہ آزاد ہو گیا ہے اور یہ حکم استحسان ہے کذا فی الکافی۔ اگر اپنے غلام کو
اسکی ذات و اُسکی نابالغ اولاد پر بادائے کتابت آزاد ہونے پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ تین روز مجھے اختیار
ہے پھر بعضی اولاد مر گئی پھر مولے نے کتابت کی اجازت دیدی تو بدل میں سے کچھ کم نہوگا۔ اسیطرح اگر اپنے دو
غلاموں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اس شرط سے کہ مجھے اختیار ہے پھر مدت خیار میں ایک غلام مر گیا پھر اُسنے
عقد کتابت کی اجازت دی تو جائز ہے اور بدل کتابت میں سے کچھ کم نہوگا۔ اور اگر اپنی باندی کو باندی کی شرط خیار پر
مکاتب کیا پھر اسکے بچہ پیدا ہوا اور مولے نے اسکے بچہ کو آزاد کر دیا تو وہ باندی اپنے خیار پر باقی رہیگی اور اگر اُسنے اجازت

دیدی تو عقد کتابت نافذ ہوگا لیکن بدل کتابت مین سے کچھ کم نہوگا اور اگر اس صورت مین خیار مولے کا ہو اور اسنے باندی کو آزاد کردیا تو اسکے ساتھ بچہ آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر خیار باندی کا ہو اور مولے نے باندی کو آزاد کردیا تو اسکے ساتھ اسکا بچہ آزاد ہوجاویگا یہ محیط مین ہے۔ دو غلام ایک ہی کتابت مین مکاتب کیے گئے اُن دونون نے ایک باندی خریدی اسکے بچہ پیدا ہوا اور دونون نے ایک ساتھ اسکے نسب کا دعوے کیا پھر دونون ادا کتابت کے لائق کافی مال چھوڑ کر ایک ساتھ مر گئے یا آگے پیچھے مرے اور دونونکا مال کتابت ادا کیا گیا تو وہ لڑکا دونون کا وارث ہوگا اور اگر دونون کا عقد کتابت متفرق ہوا اور ایک ساتھ مال کتابت ادا کیا گیا تو دونون مین سے کسیکا وارث نہوگا۔ ایک مجہول النسب نے اپنا غلام مکاتب کیا اور مکاتب نے ایک باندی خرید کر اسکو مکاتب کیا پھر مجہول النسب نے اپنی ذات پر اقرار کیا کہ مین اس باندی مکاتبہ کا مکاتب مملوک ہون اور اس مکاتبہ نے اسکے قول کی تصدیق کی تو اسکا اقرار صحیح ہے اور یہ مجہول النسب مع اپنے مکاتب کے اس مکاتبہ کی ملک ہوا اور اُن دونون کی کتابت باقی رہی اور ہر ایک کا آزاد ہونا اپنے مولے کو مال کتابت ادا کرنے پر ہے پس اگر دونون نے ایک ساتھ ادا کیا یا دونون کا وقت ادا ایک ساتھ آیا اور یہ لا واقع ہوا تو دونون آزاد ہوجاوینگے اور کسیکو دوسرے کی ولا نملیگی اور اگر کسی نے پہلے ادا کیا تو اسکو دوسرے کی ولا ملیگی اور اسپر دوسرے کی ولا کا حق نہوگا اور اگر دونون ساتھ ہی عاجز ہوگئے تو وہ مکاتبہ باندی آزاد ہوکر دونون کی مالک ہوگی اور اگر کوئی پہلے عاجز ہوا تو دوسرا آزاد ہوکر دونون کا مالک ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص اپنے مکاتب سے مال کتابت بغیر وصول کیے چھوڑ کر مر گیا اور اسکے وارثون مین مرد و عورت موجود ہین پھر اسکا مکاتب ادا ے کتابت کے لائق مال کافی چھوڑ کر مر گیا تو اس مال سے پہلے اسکی کتابت ادا کی جاویگی اور یہ مال اسکے تمام وارثون کے درمیان تقسیم ہوگا پھر جو مال بعد ادا ے کتابت کے باقی رہا وہ مولے کے فقط ذکر وارثون مین تقسیم ہوگا بشرطیکہ سوا ے وارثان مولے کے مکاتب کا کوئی وارث موجود نہو اسیطرح اگر مکاتب پہلے نہین مرا لیکن ان وارثان مولے کو مال کتابت ادا کرکے مرا یا انھون نے مکاتب کو کتابت کا مال سپرد کیا یا اُسکو آزاد کردیا پھر مکاتب مر گیا تو ایسی صورت مین بھی اسکی میراث وارثان مولی مین سے فقط ذکر ونکو ملیگی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ زید کے مکاتب کی باندی سے بچہ ہوا اور یہ باندی مکاتب کی ملک مین حاملہ ہوئی ہے اور زید نے اسکے بچہ کے نسب کا دعوی کیا اور مکاتب نے اسکی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا چنانچہ کسی اجنبی کی باندی کے بچہ کا اسطرح دعوے کرنے اور اجنبی کی تصدیق کرنے مین یہی حکم تھا اور مولے پر باندی کا عقر اور بچہ کی قیمت واجب ہوگی پس وہ بچہ بقیمت آزاد اور مولے سے ثابت النسب ہوگا مگر اسکی مان مولے کی ام ولد نہوجاویگی اور اگر مکاتب نے مولے کی تکذیب کی تو نسب ثابت نہوگا اور اگر مولے کبھی اسکا مالک ہوگیا تو نسب ثابت ہوجاویگا کیونکہ موجب موجود اور مانع یعنی حق مکاتب معدوم ہوگیا اور مولے کو اس سے نکاح کرنا جائز نہین ہے۔ قال المترجم وہہنا اوراق عبارۃ فی النسخۃ قال وقد ادرجنا ہا کما وجدنا ہی۔ (اور اگر مکاتب نے اپنے مولے کی جورو کو خرید کیا تو اسکا نکاح باقی رہا) فہذا یقتضے تاویلا ولکن لم تخالف الاصل فی الابتداء فحمل ذلک فکذلک فی الانتہاء لاا لحبہ فافہم۔ اور اگر مکاتب کے مالک ہونے سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہوا پس اگر مکاتب نے دعوی مولی کی تصدیق کی

یعنی دونون ایک ساتھ ادا کرنے یا دونون کا وقت ادا ایک ساتھ آنے سے دونون آزاد ہوجاوینگے ۱۲ م

تو نسب ثابت ہوگا مگر بچہ آزاد نہوگا اور نہ عقر واجب ہوگا۔ ایسے ہی اگر مکاتب نے کوئی غلام خرید ا اور مولے نے اسکے نسب کا دعوی کیا اور مکاتب نے اسکی تصدیق کی تو نسب ثابت مگر آزاد نہوگا۔ مکاتب کی مکاتبہ باندی کے بچہ پیدا ہوا اور اسکے مولی نے اس باندی کے حمل کا بعد مکاتبہ ہونیکے دعوی کیا پس اگر اس مکاتبہ نے مولے کی تصدیق کی تو بچہ کا نسب مولی سے ثابت ہوگا اور اس امر پر محمول کیا جائیگا کہ بحکم نکاح فاسد اس سے بچہ پیدا ہوا ہے اور قبل مکاتبہ کے عاجز ہونیکے بچہ آزاد نہوگا اور بعد عاجز ہونے کے جو قیمت عاجز ہونے کے روز تھی اس قیمت پر آزاد ہوگا خواہ مکاتب مولے کے دعوی کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے۔ اور اگر مکاتبہ وقت کتابت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی اور مکاتب کے مولی نے دعوی کیا اور مکاتب نے تصدیق کی تو روز پیدائش کی قیمت پر آزاد ہوگا اور اسکا عقر مکاتب کو ملیگا اور اگر مکاتبہ نے مولی کی تکذیب کی تو نسب ثابت نہوگا اگرچہ مکاتب تصدیق کرے۔ و لیکن اگر بچہ نے بعد بلوغ کے مولی کی تصدیق کی یا باوجود تصدیق مکاتب کے وہ باندی مکاتبہ اداے کتابت سے عاجز ہوگئی تو نسب ثابت ہوگا۔ ایک مکاتب نے اپنی باندی کو مکاتبہ کیا اور خود مال ادا کر کے آزاد ہوگیا پھر اسکی مکاتبہ وقت کتابت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی اور مولی نے اسکا دعوی کیا اور مکاتب نے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور روز ولادت کی قیمت پر بچہ آزاد ہوگا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو بچہ آزاد نہوگا کیونکہ غرور نہیں پایا جاتا ہے و لیکن اگر وہ مکاتبہ عاجز ہو جاوے تو اس صورت میں بقیمت وہ بچہ آزاد ہوگا۔ اور اگر وقت کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ میں مکاتبہ بچہ جنی اور چھ مہینے سے کم میں مکاتب آزاد ہوا تو اسکا حکم وہی ہے جو مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے بچہ پیدا ہونے کا حکم تھا اور اگر مکاتب کے آزاد ہونے سے چھ مہینے یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا اور مولے نے زعم کیا کہ بعد آزادی کے وطی واقع ہونے سے بچہ پیدا ہوا ہے تو اسکا نسب ثابت نہوگا اگرچہ مکاتب اسکے قول کی تصدیق کرے اور مولی اسکا زانی قرار دیا جائیگا کیونکہ حق الملک موجود نہیں ہے اور نہ تاویل ہو سکتی ہے پس مثل اجنبی کے ہوگیا اور اگر مولی نے اقرار کیا کہ میں نے اس مکاتبہ سے بعد آزادی مکاتب کے نکاح کیا ہے پس اگر مکاتبہ نے اسکی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا کیونکہ نکاح میں شبہہ ہے۔ اور وہ بچہ اپنی ماں کی تبعیت میں مکاتب ہوگا پھر اگر اسکی ماں عاجز ہوگئی تو دونوں رقیق قرار دیے جاوینگے۔ اور اگر مکاتبہ نے مولی کی تکذیب کی تو نسب ثابت نہوگا لیکن اگر وہ مکاتبہ عاجز ہوئی حالانکہ مکاتب تصدیق کرتا ہے تو نسب ثابت ہوگا مگر بچہ آزاد نہوگا۔ اور اگر مولی نے زعم کیا کہ مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے یا [illegible] سے وطی واقع ہونے سے بچہ پیدا ہوا ہے پس اگر دونوں نے اسکی تصدیق کی تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا اور اگر مکاتبہ عاجز ہوگئی تو مولے اس بچہ کو بقیمت آزاد کر کے لیگا اور اگر اس مکاتبہ نے مال ادا کیا تو خود مع بچہ کے آزاد ہو جاویگی۔ اسیطرح اگر مکاتبہ نے تصدیق اور مکاتب آزاد نے تکذیب کی تو نسب ثابت اور بچہ رقیق ہوگا اگرچہ وہ مکاتبہ عاجز ہو جاوے۔ اگر مکاتب آزاد نے مولی کی تصدیق کی کہ مکاتبہ کے ساتھ اسکی وطی میرے آزاد ہونے سے پہلے واقع ہوئی ہے مگر مکاتبہ نے تکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر مکاتبہ کے عاجز ہو جانیکے بعد ثابت ہو جائیگا اور اسکے عاجز ہونیکے دن کی قیمت پر آزاد ہوگا اور اگر وہ مکاتبہ

مکاتب کی باندی ہو جاویگی۔ مکاتب کی مکاتبہ ایک باندی کی مالک ہوئی اور اس باندی سے بچہ ہوا اور
مکاتب کے مولے نے اسکے نسب کا دعوی کیا اور مکاتبہ نے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا
پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوگئی در صورتیکہ اس مکاتبہ کی باندی وقت ملک سے چھ مہینے مین بچہ جنی ہو تو وہ بچہ عاجز ہونیکے
روز کی قیمت پر آزاد ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم مین جنی ہو تو آزاد نہوگا۔ اور اگر مکاتب اپنی مکاتبت کے عاجز
ہونے سے پہلے آزاد ہوگیا یا وفا کتابت کے لائق کافی مال چھوڑکر مرگیا اور کتابت ادا کردی گئی پھر اسکی مکاتبہ
عاجز ہوئی تو اس صورت مین وہی حکم ہے جو ہمنے در صورت عدم آزادی مکاتب کے ذکر کیا ہے۔ اور اگر وہ باندی
مکاتبہ کی ملک مین آنے سے چھ مہینے سے زیادہ مین جنی تو بچہ آزاد ہوگا ورنہ آزاد نہوگا۔ اور اگر مکاتبہ سے پہلے
مکاتب عاجز ہوگیا یا حالت عجز مین مرگیا یعنے ادائے کتابت کے لائق مال نچھوڑا تو مولے کا دعوی نسب مثل
اپنی باندی کے بچہ کے دعوے نسب کے ہے اور اسکا حکم گذر چکا ہے کذا فی الکافی۔ ایک مکاتب و ایک آزاد
کے درمیان ایک باندی مشترک تھی اسکے بچہ ہوا اور مکاتب نے نسب کا دعوی کیا تو وہ بچہ اسکا فرزند اور باندی
اسکی ام ولد قرار دیجائیگی اور اسکا نصف عقر مولے کو اور نصف قیمت آزاد کو تاوان دیگا۔ اور یہ قیمت اس
روز کی قیمت کے حساب سے دیگا جس دن وہ باندی مشترکہ مکاتب سے حاملہ ہوئی ہے۔ اور بچہ کی قیمت کچھ نہین
دیگا پھر اگر بعد ضمان دینے کے وہ مکاتب عاجز ہوگیا تو یہ باندی اور اسکا بچہ دونون مولے کے مملوک ہوجاوینگے
اور اگر آزاد سے کچھ خصومت نہ واقع ہوئی اور تاوان دینا نہین پایا کہ مکاتب عاجز ہوگیا تو آدھی باندی اور
آدھا بچہ اسکے آزاد شریک کا ہوگا مگر اسپر آدھا عقر واجب ہوگا۔ اور اگر آزاد و مکاتب کے درمیان
مکاتبہ باندی ہو اور مکاتب نے اسکے بچہ کے نسب کا دعوی کیا تو جائز ہے اور وہ مکاتبہ مختار ہوگی کہ چاہے
عقد کتابت پورا کردے اور مکاتب سے اپنے ساتھ وطی کرنے کا عقر لے یا اپنے تئین عاجز کرے اور
مکاتب اپنے شریک آزاد کو اسکی نصف قیمت و نصف عقر دیگا۔ اور اگر دونون نے اسکے نسب کا دعوے
کیا تو اس آزاد کا دعوی صحیح رکھا جائیگا۔ پھر اگر باندی مکاتبہ نے اختیار کیا کہ عقد کتابت پورا کرے پھر وہ آزاد
مرگیا تو اسکے ذمہ سے آدھا بدل کتابت یعنے آزاد کا حصہ ساقط ہوگا اور باقی نصف یعنے مکاتب کا اور
نصف قیمت مین سے جو کم ہو اسکو سعی کرکے ادا کریگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک
آدھی قیمت کیواسطے سعی کریگی۔ اور اگر اسنے عاجز ہونا اختیار کیا اس اگر معتق تنگدست ہو تو اپنی نصف قیمت
کیواسطے سعی کرے اور اگر خوشحال ہو تو اسکی نصف قیمت مکاتب کو ضمان دیگا پھر آزاد نے جسقدر اسنے ضمان دیا وہ
اس باندی سے واپس نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر مکاتب نے اس سے پہلے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا پھر آزاد
نے اس سے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا پھر دونون نے ایک ساتھ دونون بچون کا دعوی کیا اور سوا
ان دونون کے قول کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا ہے تو ہر ایک کو اسکا بچہ بلا قیمت دیا جاوے اور ہر ایک شخص
اس مکاتبہ کو اسکا عقر ادا کرے اور اسکو اختیار ہے چاہے عاجز ہوجاوے یا کتابت پوری کرے پھر اگر اسنے
عاجز ہونا اختیار کیا تو خاصۃً آزاد کی ام ولد قرار دیجاویگی اور وہ آزاد مکاتب کو اسکی نصف قیمت ادا کرے
اور مکاتب کا بچہ مکاتب سے ثابت النسب ہوگا مگر مکاتب پر واجب ہوگا کہ آزاد کو اس بچہ کی نصف قیمت

دینے پر آزاد اگر دو مکاتبہ عاجز ہو گئی اور اسکے ساتھ مکاتب بھی عاجز ہوا تو مکاتب والا بچہ مکاتب کے مولی اور
آزاد شدہ کے درمیان مشترک رقیق ہوگا - اور اگر مکاتب نے آزاد کی وطی کے بعد وطی کی تو وہ باندی مکاتبہ آزاد
کی ام ولد ہوگی اور مکاتب والا بچہ بمنزلہ اپنی ماں کے ہوگا کہ اسکا نسب مکاتب سے ثابت نہوگا اور امام محمد رحمہ
نے فرمایا کہ بہتر نزدیک استحسانا یہ حکم ہے کہ اسکا نسب مکاتب سے ثابت اور وہ آزاد کے نزدیک بمنزلہ اپنی
ماں کے ہوگا یہ مبسوط میں ہے - اگر مکاتب نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی اور اسکا بیٹا آزاد ہے یا علیحدہ کتابت
سے مکاتب ہے تو بدون بیٹے کی تصدیق کے مکاتب کا نسب اسکی باندی کے بچہ سے ثابت نہوگا - پھر اگر مکاتب
آزاد ہو کر کبھی ایک روز بھی اس باندی و بچہ کا مالک ہوا تو یہ لڑکا اس سے ثابت النسب ہو جائیگا اور
باندی اسکی ام ولد ہو جاویگی - اور اگر حالت کتابت میں مکاتب کے کوئی بیٹا ہوا یا مکاتب نے اسکو خرید
کیا پھر اس بیٹے کی باندی سے بچہ ہوا اور مکاتب نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو دعوی صحیح ہے اور وہ باندی مکاتب
کی ام ولد ہوگی اور مکاتب اسکے مہر و قیمت کا ضامن نہوگا یہ محیط کے باب ثبوت النسب میں ہے - اور جو حمل
پیٹ میں ہے اسکا مکاتب کرنا صحیح و جائز نہیں ہے اگرچہ ماں اسکی طرف سے قبول کرے اسیطرح اگر کوئی آزاد
متولی ہو کہ اسکی طرف سے عقد کتابت قبول کرے و ضامن ہو تو بھی جائز نہیں ہے - ولیکن اگر مولی نے یوں کہا
کہ اے آزاد اگر تو مجھے ہزار درہم ادا کردے تو یہ جو پیٹ میں ہے آزاد ہے اسنے ادا کردیا تو وہ آزاد ہو جاویگا بشرطیکہ
چھ مہینے سے کم میں وضع حمل ہو تا کہ وقت تعلیق کے اسکے پیٹ میں ہونیکا یقین ہو پھر صاحب مال اپنا مال لیگا
اگر مکاتب نے کچھ ہبہ یا صدقہ کیا تو باطل ہے پھر اگر ادا کرکے آزاد ہو گیا تو ہبہ و صدقہ جسکو دیا تھا اس سے واپس
کیا جائیگا اور اگر موہوب لہ یا متصدق علیہ نے تلف کردیا تو وہ اسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اسنے ایسا مال
تلف کیا جسمیں اسکا کچھ حق نہ تھا پس حالت کتابت میں مکاتب اس سے وصول کرسکتا ہے اور بعد آزادی
کے بھی مکاتب وصول کریگا اور اگر عاجز ہو گیا تو مولی بطریق اولی اس سے وصول کرے کیونکہ مکاتب کی کمائی
خالص مولے کی ہوگی یہ مبسوط میں ہے - امام محمد رح نے زیادات میں ذکر فرمایا ہے کہ دو مکاتبوں میں ایک باندی مشترک
کے بچہ ہوا اور دونوں نے اسکے نسب کا دعوے کیا تو دونوں سے اسکا نسب ثابت ہوگا اور بچہ دونوں کے
ساتھ مکاتب ہوگا - اور انکی کتابت میں داخل ہوگا اور باندی بمنزلہ ام ولد کے ہوگی کہ اسکی بیع مثل آزاد کی
ام ولد کے ممتنع ہوگی پھر اگر ایک نے اپنا بدل کتابت ادا کردیا تو شرط پائی جانے سے وہ آزاد ہو جائیگا اور اسکے ساتھ
اسکی تبعیت میں اسکا حصہ فرزند بھی آزاد ہوگا اور باقی دوسرے کا حصہ فرزند اسکے ساتھ مکاتب باقی رہیگا
یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور فرزند کی بابت ضمان نہوگی مگر امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قیاس کے موافق
اگر ایک مکاتب نے اپنا بدل ادا کردیا تو اسکے ساتھ اسکا حصہ فرزند اور باقی حصہ فرزند بھی آزاد ہو جاویگا
اور بچہ کی بابت ضمان نہ آویگی اور نہ بچہ پر سعایت واجب ہوگی اور کل باندی اس آزاد شدہ کی ام ولد ہو جاویگی
اور اسپر واجب ہوگا کہ دوسرے مکاتب کو اسکے حصہ کی قیمت ادا کرے خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو - اور
اگر ایسا ہو کہ ایک مکاتب کے بدل کتابت ادا کرنے کے بعد دوسرا عاجز ہو جاوے تو امام اعظم رح کے
نزدیک آزاد شدہ کا حصہ فرزند اسکی تبعیت میں آزاد ہوگا اور تمام باندی آزاد شدہ کی ام ولد ہوگی اور آزاد شدہ پر واجب ہوگا

کہ عاجز شدہ کے مولے کو باندی کی نصف قیمت ادا کرے خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو اور اسپر بچہ کی بابت
کچھ ضمان لازم نہ آویگی و لیکن وہ بچہ عاجز شدہ کے مولے کو نصف قیمت سعی کر کے ادا کریگا - اور اگر ایسا ہو اکہ
ایک مکاتب کے بدل کتابت ادا کرنے کے بعد دوسرے مکاتب نے بھی اپنا بدل ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو
یہ صورت امام محمد رح نے ذکر نہیں فرمائی اور امام اعظم رح کے قول کے موافق یہ حکم ہو کہ وہ بچہ دونوں مکاتبوں
کی تبعیت میں آزاد ہو گا اور صاحبین کے قول کے موافق ایک کے ادا کرنیکے وقت تمام بچہ اسکے ساتھ
آزاد ہو جائیگا بسبب اسکے کہ اعتاق متجزی نہیں ہوتا ہو اور ضمان یا سعایت لازم نہ آویگی اور تمام باندی
اسکی ام ولد ہو جاویگی اور پھر دوسرے کے ادا کرنیکے بعد یہ حکم متغیر نہوگا - اور اگر دونوں نے کچھ ادا نہ کیا
یہانتک کہ ایک عاجز ہو گیا تو صاحبین کے نزدیک جو مکاتب عاجز نہیں ہوا ہو اسکے ساتھ وہ بچہ مکاتب رہیگا
اور دونوں کا فرزند رہیگا جیسا کہ سابق میں تھا اور جو مکاتب عاجز نہیں ہوا ہو وہ عاجز شدہ کے مولے کو بچہ کی
نصف قیمت دیگا خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو اور اس صورت میں امام محمد رح نے اسکی ماں یعنے باندی کا
کچھ حکم ذکر نہیں فرمایا اور صاحبین کے قول کے موافق چاہیے کہ جو عاجز نہیں ہوا ہو اسکی ام ولد ہو جاوے اور امام
اعظم رح کے قول پر چاہیے کہ جو عاجز نہیں ہوا ہو اسکے ساتھ آدھا بچہ مکاتب رہے اور آدھا مکاتب عاجز شدہ
کے مولے کا رقیق مملوک ہو جاوے اب رہا حکم باندی کا سو ہمارے بعض مشایخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول
پر جو عاجز نہیں ہوا ہو پوری باندی اسکی ام ولد ہو جاویگی اور علی رازی و کرخی نے ذکر فرمایا کہ امام اعظم رح کے
قول پر واجب ہو کہ آدھی باندی مکاتب غیر عاجز کی ام ولد اور آدھی مکاتب عاجز شدہ کے مولی کی مملوکہ
رقیقہ ہو جاوے - اور اگر دونوں میں سے نہ کسی نے ادا کیا اور نہ عاجز ہوا لیکن ایک مکاتب ادا سے کتابت
سے زائد وافی مال چھوڑ کر مر گیا تو اسکا مولے اسکے ترکہ میں سے اپنا بدل کتابت وصول کریگا اور قاضی یہ حکم
دیگا کہ یہ مکاتب اپنی زندگی کے آخر جزو میں آزاد ہو کر مرا ہو پھر امام اعظم رح کے نزدیک آدھا فرزند اپنے باپ کی
تبعیت میں آزاد ہوگا اور باقی آدھا دوسرے باپ کی تبعیت میں مکاتب رہیگا - پھر اگر دوسرے نے مال ادا
کر دیا تو پورا فرزند آزاد ہو جاویگا اور پہلے باپ کا وارث نہوگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو - اور اگر دوسرے
نے ادا نہ کیا بلکہ عاجز ہو گیا تو یہ فرزند اپنی نصف قیمت سعایت کر کے عاجز شدہ کے مولے کو دیگا اور بعد دینے
کے اسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا - اب رہی باندی سو اسکی نسبت یہ حکم ہو کہ نصف باندی اس مکاتب کی
جسنے ادائے کتابت کے لائق مال وافی مع زائد چھوڑا ہو ام ولد ہو جاویگی یعنی اسکی حالت حیات و حریت میں
اسکی ام ولد ہوگی یعنی آخر جزو اجزائے حیات میں ایسا ہو گا پس اسکے آزاد ہونے سے نصف باندی ام ولد
بھی آزاد ہو جاویگی چنانچہ ام ولد مرد آزاد میں یہی حکم ہو - رہا دوسرے مکاتب کا حصہ سو اسکا حصہ کنیز رقیق نہ رکھا
جائیگا بلکہ وہ باندی مکاتب زندہ کو اپنی نصف قیمت سعی کر کے ادا کر دے - پھر تمام باندی آزاد ہونیکا حکم ہوگا اور یہ سب قیاس
قول امام اعظم رح ہو - اور بر قیاس قول امام ابو یوسف و امام محمد رح یہ حکم ہو کہ جب ہم نے یہ حکم دیا کہ مکاتب میت اپنی
حیات کے آخر جزو میں آزاد ہو کر مرا ہو تو ہم یہ حکم دینگے کہ پورا فرزند آزاد ہو گیا مگر ہاں جب دوسرا مکاتب ادا
نہ کر سکے اور عاجز ہو جاوے تب البتہ یہ بچہ اپنی نصف قیمت سعایت کر کے عاجز شدہ کے مولے کو ادا کریگا اور

یہ فرزند مکاتب میت کے مال سے کچھ میراث نہ پائیگا یہ محیط مین ہے۔ زید و عمرو کے درمیان ایک باندی مشترک ہے اسکو زید نے تجارت کی اجازت دی اور اُسنے کچھ قرض لیا پھر عمرو نے اپنا حصہ باجازت زید مکاتب کر دیا اور قرضخواہون نے اس کتابت کی اجازت سے انکار کیا تو قرضخواہونکو ایسا اختیار ہے اور اگر راضی ہو جاوین تو عقد کتابت جائز ہے اور اگر قرضخواہ حاضر نہوئے یہانتک کہ عمرو نے مال کتابت وصول کر لیا تو اسکا حصہ بہ سبب وجود شرط کے آزاد ہو جاویگا اور قرضخواہ لوگ عمرو سے آدھا اس مال کا جو اُسنے وصول کیا ہے لے لینگے کیونکہ عمرو نے باندی کی کمائی سے لیا ہے اور اُسمین سے نصف کمائی زید کی ہے اور وہ انکے قرضہ مین کھینچی گئی ہے پھر عمرو یہ مال جو اُسنے قرضخواہون کو دیا ہے اُس مکاتبہ سے واپس لیگا۔ ایک باندی جسکو تجارت کی اجازت ہے اُسپر قرضہ ہے اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور مولے نے اُس فرزند کو مکاتب کر دیا تو قرضخواہونکو عقد کتابت رد کر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ باندی ادای قرض کے لایق مال نہ رکھتی ہو اور اگر باندی کی اتنی مالیت ہو کہ اُس سے قرضہ ادا ہو سکتا ہے تو کتابت جائز ہوگی۔ اور اگر مولے نے اُس فرزند کو آزاد کر دیا تو قرضخواہ مولے سے اُسکی قیمت کی ضمان لے سکتے ہین بشرطیکہ فقط باندی کی قیمت ادائے قرض کیواسطے کافی نہو پھر اگر مولے تنگدست ہووے تو قرضخواہ لوگ اُس فرزند سے اُسکی قیمت اور باقی قرض مین سے جو کم ہو اُسقدر کیواسطے سعی کرا سکتے ہین۔ اگر ایک شخص نے باندی کو مکاتب کیا اور اُسپر قرضہ ہے اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور وہ بڑا ہوا اور اُسنے خرید و فروخت کی اور اسکے ذمہ قرضہ ہو گیا پھر پہلے قرضخواہون نے اگر کتابت رد کر دی تو کتابت رد ہو جائیگی کیونکہ انکا حق باندی کی مالیت مین ثابت ہے اور باندی اپنے قرضہ مین فروخت کیجاویگی اور فرزند خاصةً اپنے قرضخواہون کے قرضہ مین فروخت ہوگا اپنی مان کے قرضہ مین فروخت نہوگا اسیطرح اگر اُسنے باندی کو مکاتب نہ کیا بلکہ فرزند کو تجارت کی اجازت دی تو بھی یہی حکم ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے دو غلام نابالغ کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا اور وہ دونون اسکو سمجھتے ہین تو دونون اس باب مین بمنزلہ بالغون کے قرار پاوینگے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر زید نے اپنے دو غلامونکو ایک ہی کتابت مین ہزار درہم پر مکاتب کیا اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے باین شرط کہ اگر دونون نے ادا کر دیا تو دونون آزاد اور اگر دونون عاجز ہوئے تو دونون رقیق کیے جاوینگے تو یہ عقد استحساناً جائز ہے پھر اگر ایک نے پورے ہزار درہم دیدیے تو دونون آزاد ہو جاوینگے پھر جسنے ادا کیا ہے وہ دوسرے سے بقدر دوسرے کے حصے کے اُس سے واپس لیگا۔ حتے کہ اگر دونون کی قیمت مساوی ہو تو نصف مال دوسرے سے واپس لیگا اسیطرح اگر ایک نے کچھ مال ادا کیا تو دوسرے سے اسکا نصف لے سکتا ہے خواہ یہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور مولی کو اختیار ہے کہ تمام مال کیواسطے دونون مین سے جسکو چاہے گرفتار کرے اور اگر ایک مر گیا تو دوسرے زندہ کے ذمہ سے کچھ مال ساقط نہ ہوگا اور اگر اُسنے تنہا ادا کر دیا تو دونونکی آزادی کا حکم دیا جائیگا۔ اور اگر مولے نے ایک کو آزاد کر دیا تو اسکا حصہ ساقط ہو جاویگا۔ اور اگر دو باندیونکو مکاتب کیا اور ایک کے بچہ پیدا ہوا اور اُس بچہ کو مولے نے آزاد کر دیا تو دونون باندیون کے ذمہ سے کچھ مال ساقط نہوگا اور اس مسئلہ کی تین صورتین ہین ایک تو یہی ہے جو ہمنے بیان کر دی ہے اور دوسری یہ ہے کہ دونونکو ہزار درہم پر ایک ہی کتابت مین مکاتب

کیا اور اس سے زیادہ کوئی شرط نہیں ٹھہرائی پس اس صورت میں اگر ایک نے اپنا حصہ مال ادا کیا تو آزاد ہو جاویگی اور تیسری یہ صورت ہے کہ مولے نے باوجود کتابت کے یہ بھی کہا کہ اگر دونوں ادا کریں تو دونوں آزاد اور اگر دونوں عاجز ہوں تو دونوں رقیق کردیئے جاوینگے مگر یہ ذکر نہ کیا کہ ہر ایک دوسرے کی کفیل ہے پس اس صورت میں جبتک کل مال مولے کو نہ پہنچ جاوے تب تک کوئی آزاد نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مولے نے اقرار کیا کہ میں نے مکاتب سے تمام بدل کتابت بھر پایا ہے تو مکاتب اور اسکی اولاد آزاد ہو جاوینگے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام اور اسکی جورو کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کردیا اور وہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پھر اسکے بچہ پیدا ہوا اور وہ قتل کیا گیا تو اسکی قیمت ماں کو ملیگی نہ باپ کو اور اگر مولے نے اسکو قتل کیا تو اسپر قیمت واجب ہوگی اور مال کتابت میں معاوضہ ہو جاویگی بشرطیکہ اسنے کتابت کا وقت آگیا ہو یا نہ آیا ہو لیکن وہ باندی راضی ہوگئی ہو پھر وہ باندی اپنے خاوند مکاتب سے وقت ادائے کتابت پر بقدر اسکے حصہ کے واپس لیگی۔ اور اگر فرزند کی قیمت میں مال کتابت سے زیادتی ہو تو یہ زیادتی اور جو کچھ فرزند نے ذاتی مال چھوڑا ہو سب اسکی ماں کو ملیگا باپ کو نہ ملیگا اسیطرح اگر باندی سے لڑکی پیدا ہوئی اور بالغ ہو کر ایک لڑکی جنی اور یہ لڑکی قتل کیگئی تو اسکی قیمت اسکی نانی کو ملیگی اسکی کتابت میں داخل ہوگی اور اگر نانی مرگئی اور دونوں بیٹی و نواسی اور شوہر باقی رہا تو بیٹی و نواسی پر وہی سعایت جو نانی پر واجب تھی واجب ہوگی اور اگر بیٹی یا نواسی نے ادا کیا تو دوسری سے کچھ واپس نہیں لے سکتی ہے و لیکن نانی کے شوہر سے بقدر اسکے حصہ کے واپس لیگی جیسے اسکی نانی اپنی زندگی میں درصورت ادائے بدل کتابت کے واپس لے سکتی تھی پھر یہ حصہ اسی کو ملیگا جسنے ادا کیا ہے دوسری کو نہ ملیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مولے نے مکاتب کو آزاد کردیا تو آزاد ہوگا اور مال کتابت اسکے سر سے ساقط ہوگا اسیطرح اگر اسکو مال کتابت سے بری کیا یا ہبہ کردیا تو آزاد ہو جائیگا خواہ اس نے قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ پھر اگر مکاتب نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو مال کتابت عود کریگا مگر مکاتب آزاد رہیگا اسواسطے کہ قرضہ کا ہبہ رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے مگر عتق جب ثابت ہو جاوے تو فسخ کا احتمال نہیں رکھتا ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔ اور اگر غلام کو ہزار درم پر دو برس بعد کسیوقت خاص پر ادا کرنے کی شرط پر مکاتب کیا اور مکاتب نے قبل وقت کے ادا کرنا چاہا تو مولے پر جبر کیا جاویگا کہ اسکو قبول کرے۔ اور اگر اس شرط سے مکاتب کیا کہ میری خدمت کرے اور کچھ مدت مقرر نہ کی تو جائز نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر ایک مہینہ خدمت کرنے پر مکاتب کیا تو استحساناً جائز ہے اور قیاساً جائز نہیں ہے اسیطرح اگر اسطور سے مکاتب کیا کہ میرے واسطے ایک کنواں کھود دے اور کنوئیں کا طول و عرض و مقام بتلا دیا یا میرے واسطے ایک مکان تیار کردے اور اسکی اینٹیں اور گچ اور جو چیزیں اسکی عمارت میں جاتی ہیں دکھلا دے تو اسکا حکم بھی وہی ہے جو ہمنے خدمت کی صورت میں بیان کیا اور اگر اس شرط سے مکاتب کیا کہ ایک شخص کی ایک مہینہ تک خدمت کردے تو قیاساً جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام اعظم رح کے نزدیک کتابت متجزی ہوتی ہے پس اگر نصف غلام مکاتب کیا تو جائز ہے اسکی آدھی کمائی مولے کی اور آدھی خود اسکی ہوگی یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر آدھی باندی مکاتب کی اور اسکے بچہ پیدا ہو کر کمائی کے لائق ہوا تو وہ بمنزلہ اپنی ماں کے ہوگا کہ

ف یہ ایسی صورت میں ہے کہ غلام کی جورو مولی کی باندی ہو ۱۲ منہ [illegible]

اسکی آدھی کمائی مولے کی اور آدھی کمائی اسکی ماں کی ہوگی پھر اگر اسکی ماں نے مال کتابت ادا کردیا تو آدھی آزاد
ہوجاویگی اور اُسکے ساتھ آدھا فرزند بھی آزاد ہوجائیگا اور یہ ایک اپنی آدھی قیمت سعی کرکے مولے کو ادا
کرے گا پھر اسکے بعد جو کچھ وہ فرزند کما وے وہ خود اُسی کا ہوگا نہ اسکی ماں کا اور نہ مولے کا۔ اور اگر اسکی ماں
نے کچھ ادا نہ کیا یہانتک کہ مرگئی تو اُسکا فرزند مال کتابت کیواسطے سعی کریگا پس اگر سعی کرکے ادا کیا تو حکم دیا جائیگا
کہ اسکی ماں آخر جزو حیات میں نصف آزاد ہوکر مری اور نصف فرزند بھی آزاد ہے جیسا کہ ماں کی زندگی میں
ادا کرنیکا حکم تھا پھر اسکے بعد وہ فرزند اپنی نصف قیمت کیواسطے سعی کریگا اپنی ماں کی نصف قیمت کیواسطے
سعایت نہ کریگا اور اگر غلام کو قسطوار مال معین ادا کرنے پر مکاتب کیا پھر اس سے اسطور پر صلح کی کہ اُمین
سے تھوڑا مال دیدے اور باقی ساقط کیا تو جائز ہے اور اگر مقدار صلح پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا
ہوگئے تو صلح فاسد نہوگی کیونکہ یہ افتراق از عین بدین ہوا اور اگر کسی عرض وغیرہ پر میعادی ادا کرنے پر صلح کی
تو جائز نہیں ہے کیونکہ افتراق از دین بدین لازم آتا ہے۔ اور اگر ہزار درم قسطوار ادا کرنے پر اس شرط سے
مکاتب کیا کہ ہر قسط کے ساتھ مجھے ایک کپڑا دیوے اور کپڑے کی جنس بیان کردی یا ہر قسط کے ساتھ مجھے دس درم
دیوے تو یہ بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مکاتب و مولے میں
اختلاف ہوا مثلاً مکاتب نے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم پر مکاتب کیا اور مولے نے کہا کہ میں نے دو ہزار درم پر
تجھے مکاتب کیا ہے یا جنس مال میں اختلاف کیا مثلاً درم و دینار میں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دونوں سے
باہم قسم لیجاویگی اور یہی صاحبین کا قول ہے پھر امام نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ قسم سے غلام مکاتب کا قول
مقبول ہوگا اور مولے پر گواہ پیش کرنے واجب ہیں پھر اگر قاضی نے قسم سے غلام کا قول قبول کرکے اُسکے
ذمہ ہزار درم لازم کئے پھر مولے نے اس امر کے گواہ دئیے کہ اُسنے دو ہزار درم پر مکاتب کیا ہے تو مکاتب کے
ذمہ دو ہزار درم لازم ہونگے کیونکہ گواہ قائم ہونے پر قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر مولے نے گواہ قائم نہ کئے
یہانتک کہ غلام ہزار درم دیکر قاضی کے حکم سے آزاد ہوگیا پھر مولے نے دو ہزار درم پر مکاتب کرنیکے گواہ پیش کئے
تو قبول کئے جاوینگے اور دو ہزار لیکر آزاد کرے گا اور آزاد نہوگا اور اسطرح وہ آزاد ہے اسپر اور ایک ہزار
درم واجب الادا ہونگے۔ اور اگر ایک شخص نے غلام مکاتب کیا پھر معقود علیہ میں اختلاف ہوا کہ مکاتب نے
کہا کہ تو نے مجھے میری جان و مال کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور مولے نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے فقط تیری
جان کو بدون مال کے ہزار درم پر مکاتب کیا ہے تو بالاجماع مولے کا قول مقبول ہوگا اور یہاں بالاجماع دونوں
سے باہم قسم نہ لیجاویگی۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مکاتب کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر مولے نے
کہا کہ میں نے تجھے مکاتب کیا اور جس دن مکاتب کیا اسدن یہ مال تیرے پاس موجود تھا اور یہ مال
میرا ہے اور مکاتب نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ مال میں نے بعد کتابت کے پایا ہے تو مکاتب کا قول قبول ہوگا اور
مولی پر گواہ لانا واجب ہیں پھر اگر دونوں نے گواہ دئیے تو مولے کے گواہ قبول ہونگے اور اگر اصل تقرر میعاد
میں یا مقدار میعاد میں اختلاف کیا تو مولے کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر اصل میعاد اور مقدار میعاد میں اتفاق
کیا مگر قسط میں اختلاف ہوا تو غلام کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر غلام نے دعوے کیا کہ مجھے ... ہزار درم پر

مکاتب کیا اور ماہواری سو درم ٹھہرے ہین اور موسے نے کہا کہ نہین ماہواری دو سو درم ٹھہرائے گئے ہین تو موسے کا قول قبول ہوگا - اور اگر موسے و مکاتبہ مین بچہ کی بابت اختلاف ہوا اور مکاتبہ نے کہا کہ مین بعد مکاتبہ ہونیکے یہ بچہ جنی ہون اور موسے نے کہا کہ قبل مکاتبہ ہونیکے تو یہ بچہ جنی ہر پس اگر وہ بچہ موسے کے قبضہ مین ہو تو موسے کا قول اور اگر مکاتبہ کے قبضہ مین ہوا اور یہ معلوم نہو کہ کب جنی ہر تو مکاتبہ کا قول قبول ہوگا دونون صورتون مین قبضہ کا اعتبار کرکے حکم ہوگا اور امام محمد رح نے کتاب الاصل مین یہ صورت ذکر نہین فرمائی کہ اگر دونون کے قبضہ مین ہو تو کیا حکم ہر اور بشر رح نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہر کہ مولی کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مکاتبہ کے گواہ مقبول ہونگے یہ ذخیرہ مین ہر - اور اگر دونون مین سے ایک نے عقد کتابت مین فساد واقع ہونے کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو منکر کا قول قبول ہوگا کیونکہ عقد پر انکا اتفاق کرنا صحت عقد کے اسباب پر اتفاق ہر اور اگر دونون نے گواہ دیے تو مدعی فساد کے گواہ مقبول ہونگے - اور اگر ذمی نے اپنے مسلمان غلام کو مکاتب کیا پھر مقدار بدل مین اختلاف کیا اور ذمی نے نصرانی گواہ پیش کیے تو نامقبول ہونگے - ایک حربی امان لیکر دار الاسلام مین آیا اور ذمی غلام خریدکر مکاتب کیا پھر مقدار کتابت مین اختلاف کیا اور حربی نے اپنے ساتھ کے حربی لوگ جو امان لیکر آئے تھے گواہ دیے تو غلام ذمی پر انکی گواہی مقبول نہوگی یہ مبسوط مین ہر - اگر مکاتب کے کوئی فرزند اسکی باندی سے پیدا ہوا تو مکاتب کے ساتھ مکاتب ہوگا اور اسکی کمائی مکاتب کی ہوگی اسیطرح اگر مکاتبہ کے بچہ پیدا ہوا تو اسکی کتابت مین داخل ہوگا اور اگر یہ بچہ قتل کیا گیا تو اسکی قیمت ماں کو ملیگی باپ کو نہ ملیگی بخلاف اسکے اگر ماں و باپ نے قبول کتابت اپنی ذات سے اور اپنی اولاد نابالغ سے کیا پھر بیٹا قتل ہوا تو اسکی قیمت دونون مین مشترک ہوگی فقط ماں کو نہ ملیگی یہ تبیین مین ہر - ایک مکاتب نے اپنے موسے کی اجازت سے ایک عورت سے جو اپنے تئین آزاد قرار دیتی ہر نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی پھر وہ عورت مملوکہ ثابت ہوکر اسکے مستحق کے پاس گئی تو اس عورت کی اولاد سب مملوک ہونگی کہ انکو بقیمت نہین لے سکتا ہر اور ایسا ہی غلام ماذون بھی ہر اور یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہر یہ جامع صغیر مین ہر - اگر مکاتب نے ایک عورت سے اس شرط سے نکاح کیا کہ وہ آزاد ہر پھر یہ ظاہر ہوا کہ باندی ہر اسکو اسکے مولی نے نکاح کی اجازت نہین دی ہر تو نکاح فاسد ہوگا اور بعد آزاد ہونے کے اس سے عقر کا مواخذہ کیا جائیگا لیکن اگر باکرہ ہو اور مکاتب نے اسکی فرج دو پر کو چیرکر ملا دیا تو فی الحال ماخوذ ہوگا کیونکہ یہ جرم کی ضمان ہر یہ سراج الوہاج مین ہر - اگر مکاتب نے کسی باکرہ سے جماع کیا کہ اسکا سوراخ فرج و دبر ایک ہوگیا تو اسپر حد واجب ہوگی کیونکہ محض زنا پایا گیا اور مکاتب احکام شریعت بجا لانے پر مامور ہر اور اگر اسمین کچھ شبہہ پیدا ہوگیا اور اس باکرہ نے اسکی مطاوعت بھی نہین کی تو مکاتب پر مہر واجب ہوگا لیکن اگر باکرہ نے مطاوعت کی ہو تو وہ خود ہی اپنے حق کی تاخیر کرنے پر راضی ہوئی پس آزاد ہو جانے تک تاخیر کیا دیگی اور مطاوعت نکرنے کی صورت مین اپنے حق کی تاخیر پر راضی نہ تھا کہا دیگی پس مکاتب کے ذمہ عقر فی الحال لازم ہوگا جیسے اسکے ساتھ کچھ جرم کرنیکی صورت مین فی الحال جرمانہ کے واسطے ماخوذ ہوتا ہر اور اگر مکاتب نے کہا کہ مین نے اسکے ساتھ نکاح کیا سے

اسنے تصدیق کی تو مکاتب پر فقط مہر واجب ہوگا اگرچہ آزاد ہو جاوے کیونکہ عورت نے اپنی تاخیر پر اقرار
غایت کیا کذا فی المبسوط

کتاب الولاء

شرع مین ولاء ایسی قرابت کو کہتے ہین جو بسبب عتق یا موالات کے حاصل ہو کذا فی غایۃ البیان اور ولاء کی
دو قسمین ہین ایک ولاء عتاقہ اور اسکو ولاء نعمہ کہتے ہین دوسری ولاء موالاۃ کذا فی الہدایہ اور اس مین باب ہین
باب اول - ولاء عتاقہ کے احکام مین اور اس مین دو فصلین ہین - فصل اول اسکے سبب و
شرائط و صفت و حکم مین - اسکے ثبوت کا سبب عتق ہے کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط - خواہ یہ
عتق اسکے فعل سے حاصل ہو جیسے آزاد کر دینا یا شرعاً جو اسکے قائم مقام ہے جیسے قرابت دار کا خریدنا اور ہبہ و
صدقہ و وصیت مین قبول کرنا یا بدون اسکے فعل کے حاصل ہوا ہو مثلاً اپنی قرابت دار کا وارث ہوا اور خواہ
اسکو توجہاً للہ تعالی آزاد کیا ہو یا لوجہ الشیطان آزاد کیا ہو اور خواہ اسکو خیرات آزاد کیا ہو یا اسپر شرعاً واجب
ہوا ہو کہ بردہ آزاد کرے مثلاً کفارہ قتل و ظہار و ایلاء و نذر و قسم مین آزاد کیا اور خواہ بغیر بدل آزاد کیا ہو
یا بعوض مال کے آزاد کیا ہو اور خواہ اعتاق منجز ہو یا معلق بشرط ہو یا مضاف بوقت ہو اور خواہ اعتاق صریح ہو یا جو
قائم مقام صریح کے ہو یا کنایہ ہو یا جو قائم مقام کنایہ کے ہو اور جو عتق تدبیر یا استیلاد سے حاصل ہو وہ بھی ایسا ہی ہے اور
خواہ معتق یعنی آزاد شدہ مذکر ہو یا مونث ہو کیونکہ اعتاق دونون مین پایا جاتا ہے اور خواہ آزاد کنندہ اور
آزاد شدہ دونون مسلمان ہون یا دونون کافر ہون یا ایک مسلمان و دوسرا کافر ہو سلئے ہذا اگر موسے نے
کسی شخص کو حکم دیا کہ میرا غلام میری زندگی مین یا بعد میری وفات کے آزاد کر دے تو اسکی ولاء حکم دہندہ
یعنی مولی کو ملیگی - اور اگر کسی شخص سے کہا کہ اپنا غلام میری طرف سے ہزار درہم پر آزاد کر دے اور اسنے
آزاد کر دیا تو اس کی ولاء اس حکم دہندہ کو ملیگی کیونکہ استحساناً عتق اسیکی طرف سے واقع ہوا اور
اگر یون کہا کہ اپنا غلام میری طرف سے آزاد کر دے اور عوض ذکر نہ کیا اور اسنے آزاد کیا تو امام اعظم و امام محمد
کے نزدیک اس کی ولاء مور یعنی غلام کے مولے کو ملیگی اور اگر کہا کہ اپنا غلام آزاد کر دے اسنے آزاد کر دیا تو
ولاء اسکے مولے کو ملیگی اس حکم دہندہ کو نہ ملیگی - اور اگر کہا کہ اپنے غلام کو ہزار درم پر آزاد کر دے اور یہ نہ کہا کہ
میری طرف سے آزاد کر دے تو یہ عتق غلام کے قبول پر موقوف رہیگا بشرطیکہ قبول کی اہلیت رکھتا ہو پس اگر
اسنے اپنے آگاہ ہونیکی مجلس مین قبول کیا تو آزاد ہو جاویگا اور اسکے ذمہ مال لازم ہوگا - اور اگر مسلمان نے کسی
ذمی کو یا ذمی نے مسلمان کو آزاد کیا تو آزاد شدہ کی ولاء دونون صورتون مین آزاد کنندہ کو ملیگی لیکن اتنی بات
ہے کہ اسکا وارث نہ ہوگا کیونکہ وارث ہونیکی شرط یعنی اتحاد ملت معدوم ہے حتے کہ اگر ذمی معتق کی موت سے
پہلے مسلمان ہو جاوے پھر معتق مر جاوے تو اسکا وارث ہوگا اسیطرح اگر اس ذمی کے جتنے غلام مسلم کو آزاد
کیا ہو مسلمان عصبات ہون مثلاً اسکا چچا مسلمان ہو یا چچازاد بھائی مسلمان ہو تو وہ وارث ولاء ہوگا اور ذمی اس صورت مین

بمنزلہ بیت کے قرار دیا جائیگا اور اگر اسکے عصبات مین کوئی مسلمان نہو تو اسکے معتق کا مال بیت المال مین داخل کیا جائیگا۔ اور اگر ایک مسلمان و ذمی کے درمیان ایک مسلمان غلام مشترک ہوا اور دونون نے اسکو آزاد کردیا پھر وہ غلام آزاد مرگیا تو اسکی آدھی ولاء مسلمان کو ملیگی اور آدھی ولاء اس ذمی کے مسلمان عصبات مین سے اقرب عصبہ کو ملیگی بشرطیکہ اسکے عصبات مین سے کوئی مسلمان ہوا اور اگر کوئی مسلمان نہو تو بیت المال مین داخل کردیجاویگی۔ ولاء عتاقہ کے شرائط مین سے بعضے ولاء العتاقہ اور ولاء ولد العتاقہ دونون کو شامل ہین اور بعضے ولاء ولد العتاقہ کے ساتھ مخصوص ہین پس جو شرط دونون کو بالعموم شامل ہے وہ یہ ہے کہ غلام آزاد شدہ یا اسکی اولاد کا کوئی عصبہ نسبی نہو اور اگر عصبہ نسبی موجود ہوگا تو آزاد کنندہ وارث نہوگا اور جو شرائط ولاء ولد العتاقہ کے ساتھ مخصوص ہین ان مین سے ایک یہ ہے کہ اسکی مان آزاد کردہ شدہ ہو پس اگر مملوکہ ہوگی تو اس فرزند پر کسی شخص کی ولاء جبتک مان اسکی مملوکہ ہے نہین پہونچتی ہے خواہ باپ آزاد ہو یا مملوک ہو۔ اور ایک یہ ہے کہ اسکی مان اصلی آزاد نہو اور اگر اصلی آزاد ہوگی تو اسکی اولاد پر کسی کی ولاء کا استحقاق نہوگا اگرچہ اسکی اولاد کا باپ آزاد شدہ ہو۔ اور اگر اسکی مان اور باپ دونون آزاد شدہ ہوں تو اولاد اپنی مان کے تابع ہوگی یعنے اولاد کی ولاء مان کے موسے کو ملیگی۔ اور ایک یہ ہے کہ اولاد کا باپ عربی نہو پس اگر باپ عربی ہوگا اور مان کسی قوم کی باندی آزاد شدہ ہوگی تو اولاد اپنے باپ کی تابع ہوگی اور اسپر کسی شخص کی ولاء نہ پہونچیگی اور ایک یہ ہے کہ اسکے باپ کا موسے عربی نہو اور اگر ہوگا تو اسپر کسی شخص کی ولاء نہ پہونچیگی کیونکہ اسکا حکم عربی کا حکم ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ اولاد آزاد شدہ نہو اور اگر ہوگی تو اسکی ولاء نہ باپ کے موسے کو ملیگی اور نہ مان کے موسے کو ملیگی بلکہ جسنے اسکو آزاد کیا ہے اسی کو ملیگی۔ اس ولاء کی صفات مین سے ایک یہ ہے کہ جب ایسی ولاء ثابت ہو اور اسکے شرائط موجود ہون تو اس ولاء سے میراث پانا بطور تعصیب بنفسہ کے ہوتا ہے اور آزاد کنندہ اپنے آزاد شدہ کے آخری عصبات مین شمار کیا جاتا ہے اور ذوی الارحام و اصحاب فرائض پر باقی مال کے لینے مین مقدم ہوتا ہے یعنے اصحاب فرائض سے جو مال باقی رہا وہ درصورت عدم عصبات آزاد شدہ کے اسی کو ملتا ہے حتی کہ آزاد شدہ کا کوئی وارث ہی نہو یا ذوی الارحام موجود ہون تو کل ولاء اسی آزاد کنندہ کو ملیگی اور اگر اسکے وارثون مین اصحاب فرائض موجود ہون تو پہلے اصحاب فرائض کا حصہ دیا جائیگا پھر اگر کچھ باقی بچا تو اس معتق کو ملیگا ورنہ کچھ نہ ملیگا اور یہ نہ ہوگا کہ بچا ہوا مال پھر اصحاب فرائض کو دیدیا جاوے اگر اصحاب فرائض ایسے لوگ ہون کہ ما بقی مال انپر رد کیا جاسکتا ہوا ور یہ عامہ علماء کا قول ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ یہ ولاء آزاد کنندہ سے میراث نہین ملتی ہے اور نہ اسکی راہ بطور میراث کے رکھی گئی ہے صرف اس ولاء کا استحقاق عصبات معتق کو حاصل ہوتا ہے اور ان عصبات مین سے بھی جو مذکر ہین وہی ولاء پاتے ہین مونث نہین پاتے ہین اور نہ اصحاب فرائض کو ملتی ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ یہ ولاء لازمی ہوتی ہے حتی کہ آزاد کنندہ اسکے باطل کردینے پر قادر نہین ہے پس اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو سائبۃً آزاد کیا یعنے آزاد کیا اور شرط لگائی کہ یہ سائبۃً آزاد ہے یعنے اسپر کسیکی ولاء نہین ہے تو شرط باطل ہے اور اسکی ولاء اس معتق کو ملیگی یہ عامہ علماء کے نزدیک ہے۔ اور اس ولاء کے احکام مین سے ایک یہ ہے کہ معتق یعنے آزاد کنندہ اپنے آزاد کردہ کے

مال کا اور اسکی اولاد کے مال کا وارث ہوتا ہے بشرطیکہ شروط میراث متحقق ہوں اور ایک یہ ہے کہ نصرت و حفظ میں
قیام و زیادت کی جاتی ہے معتق اسکا عاقلہ ہوگا رشتہ دار ہوتا ہے اور ایک یہ ہے کہ معتق کو ولایت نکاح حاصل
ہوتی ہے کیونکہ یہ آخر عصبات میں سے ہے یہ بدائع میں ہے

فصل ثانی۔ معتقین میں اور انکے مالکان کے بیان میں۔ اگر مسلمان نے ایک غلام کافر کو مکاتب کیا پھر اس
مکاتب نے ایک مسلمان باندی کو مکاتب کیا پھر کافر کتابت ادا کرکے آزاد ہو گیا تو اسکی ولاء اس کے مولی کو
ملیگی اگرچہ مکاتب کافر تھا لیکن مولی وارث نہوگا اور نہ آزاد شدہ کا عاقلہ ہوگا پھر اگر باندی مسلمان
کتابت ادا کرکے آزاد ہوئی تو اسکی ولاء اسکے مولی کافر کو ملیگی پھر اگر وہ مری تو اسکی میراث مسلمان مولی کو جنے
کافر کو آزاد کیا ہے ملیگی اور اگر اس نے کوئی جنایت کی تو اس باندی کی جنایت کا عاقلہ بھی وہی ہوگا جو مسلمان
مولی کا عاقلہ ہے یعنی مسلمان مولی کی مددگار برادری اسکی عاقلہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے بنی تغلب کے ایک نصرانی
نے اپنے مسلمان غلام کو آزاد کر دیا پھر غلام مرگیا تو غلام کی میراث اسکے آزاد کنندہ کے عصبات میں سے اقرب
عصبہ کو ملیگی بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اور اسکا عاقلہ اسکے معتق کا قبیلہ ہوگا اگرچہ معتق کافر ہے یہ محیط میں ہے۔
ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب کیا اور ہزار درم فی الحال بدل کتابت ادا کرنے ٹھہرے پھر غلام نے اپنی
باندی کو دو ہزار درم پر مکاتب کیا پھر اپنے مولی کو ان دو ہزار درم کے وصول کرنے کا وکیل کیا اور کہا
کہ اس میں سے ایک ہزار درم اپنے مکاتبت کے مال میں جو غلام پر چاہئے ہیں لے لے اور مولی نے ایسا ہی
کیا تو باندی کی ولاء مولی کو ملیگی چنانچہ اگر مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے خود باندی مال کتابت ادا کرکے
آزاد ہو جاتی تو اسکی ولاء مولی مکاتب کو ملتی۔ اگر غلام ماذون نے باجازت مولی کے ایک غلام مکاتب کیا
پھر مولی نے غلام ماذون کو آزاد کر دیا پھر وہ مکاتب کتابت ادا کرکے آزاد ہو گیا تو اسکی ولاء مولی کو ملیگی
ماذون آزاد شدہ کو نہ ملیگی اور یہ حکم بخلاف مکاتب کے مکاتب کے ہے کہ اگر پہلے مکاتب کے مال ادا کرکے آزاد
ہو جانے کے بعد دوسرے مکاتب نے مال ادا کیا تو اسکی ولاء پہلے مکاتب کو ملیگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرا
مکاتب پہلے مکاتب کی طرف سے مکاتب ہے باین اعتبار کہ مکاتب اول کو اپنی کمائی میں حق املاک حاصل
ہے اور جب اس نے مال اپنا ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو یہ ملک تحقیقاً ثابت ہو گئی۔ نابالغ کو یہ اختیار ہے کہ اپنے
باپ یا وصی کی اجازت سے اپنے غلام کو مکاتب کردے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ مال کے عوض اس کو
آزاد کردے اور جب اسکے مکاتب نے مال کتابت لڑکے کو ادا کیا تو اسکی ولاء لڑکے کو ملیگی کیونکہ اسی
کی ملک میں آزاد ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مردہ باپ کے واسطے ایک غلام آزاد
کیا تو اسکا ثواب اسکے باپ کی روح کو اور ولاء بیٹے کو ملیگی یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک حربی مستامن ایک مسلمان
غلام خرید کر دارالحرب میں لے گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ آزاد ہے اور امامؒ کے نزدیک اسکی ولاء
اسکے خریدنے والے حربی کو نہ ملیگی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اگر حربی نے بقول امام اعظم آزاد کیا تو اسکی ولاء حربی
کو ملیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک حربی نے دارالحرب میں اپنے غلام حربی کو آزاد کیا تو اس سے یہ غلام آزاد
اسکا آزاد شدہ نہ ہو جائیگا اور نہ یہ حربی اسکا مولی ہوگا حتی کہ اگر دونوں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آئے

تو اسکی ولاء حربی کو نہ ملیگی اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہو اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک حربی کا غلام اعتاق آزاد نہین کرتا ہو بلکہ بطریق تخلیہ آزاد کرتا ہو اور جو آزادی بطریق تخلیہ ثابت ہو اس سے ولاء ثابت نہین ہوتی ہو۔ اور اگر مسلمان نے اپنا غلام مسلمان یا ذمی دار الحرب مین آزاد کیا تو اسکی ولاء مسلمان موسے کو ملیگی کیونکہ مسلمان موسے کا اعتاق بالاجماع جائز ہو اور اگر اپنے غلام حربی کو دار الحرب مین آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مسلمان اسکا موسے نہو گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسکا موسے ہو جائیگا حتے کہ اگر وہ غلام دار الحرب مین مسلمان ہو کر موسے کے ساتھ حالت اسلام مین دار الاسلام مین آیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مرسے کو اسکی ولاء نہ ملیگی اور غلام آزاد کو اختیار ہو کہ جسکے ساتھ چاہے موالاۃ کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک موسے کو اسکی ولاء ملیگی اور موسے اسکا وارث ہو گا درحالیکہ دونون حالت اسلام مین نکلکر دار الاسلام مین آگئے ہون۔ اگر غلام آزاد شدہ مقید ہوا تو اسکی ولاء اس شخص کو ملیگی جسنے قید کیا ہو یہ بالاتفاق ہو اور اس حکم سے یہ مسئلہ نکلا ہو کہ اگر کوئی حربی امان لیکر دار الاسلام مین آیا اور اسنے ایک غلام خرید کرکے آزاد کر دیا پھر دار الحرب کو لوٹ گیا اور وہان سے مقید ہو کر آیا اور اسکو اسکے آزاد کردہ غلام نے خرید کر آزاد کر دیا تو ہر ایک دونون مین سے دوسرے کا مولی ہو گا حتی کہ دونون مین سے جو آزاد شدہ پہلے مر گیا اور نسبی عصبات مین سے کوئی چھوڑا تو وارث کے اسباب و شرط پائی جانے کی وجہ سے دوسرا اسکا وارث ہو گا اسیطرح اگر ذمی نے اپنے غلام ذمی کو آزاد کیا پھر وہ مسلمان ہو گیا پھر اسکا آزاد کرنیوالا ذمی عہد توڑ کر دار الحرب کو بھاگ گیا اور وہان سے قید ہو کر آیا اور مسلمان ہو گیا پھر اسکو اسی کے آزاد کردہ غلام نے خرید کر آزاد کر دیا تو ہر ایک دونون مین سے دوسرے کا موسے ہو گا۔ اسیطرح اگر عورت نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا پھر عورت مرتد ہو کر دار الحرب مین بھاگ گئی پھر قید ہوئی پھر اسکے غلام آزاد کردہ شدہ نے خرید کرکے اسکو آزاد کر دیا تو ہر ایک عورت و غلام سے دوسرے کے موسے ہونگے یہ بدائع مین ہو۔ ایک شخص مرتد ہو کر دار الحرب مین چلا گیا پھر اسکا ایک آزاد کردہ غلام جسکو اسنے اپنے مرتد ہونے سے پہلے آزاد کیا تھا مر گیا اور اس مرتد کے وارثون مین سے مذکر لوگ سوا مونث کے اسکے وارث ہونگے پھر یہ شخص مرتد دوبارہ دار الاسلام مین لوٹ آیا تو جو کچھ اپنا ذاتی مال اپنے وارثون کے پاس پاوے وہ لیوے اور جسقدر اسپنے آزاد کردہ شدہ کا مال انکے پاس پاوے وہ نہین لے سکتا ہو اسیطرح اگر وقت انتقال غلام آزاد شدہ کے دار الاسلام مین موجود ہو تو بھی یہی حکم ہو قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت نے اپنی حالت ردت مین یا اس سے پہلے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا پھر دار الحرب مین چلی گئی پھر قید ہو کر آئی اور اسکو ہمدان کے ایک شخص نے خرید کرکے آزاد کر دیا تو اس غلام کی عاقلہ بنو اسد ہونگے یہ امام ابو یوسف کا پہلا قول تھا اور عورت اسکی وارث ہو گی بشرطیکہ اسکا کوئی وارث نہو پھر یعقوب رح یعنی امام ابو یوسف نے اس سے رجوع کیا اور کہا کہ اسکی عاقلہ ہمدان ہونگے اور یہی امام محمد رح کا قول ہو۔ ذمی نے ایک غلام کو آزاد کیا پھر آزاد غلام مسلمان ہو گیا پھر ذمی نے اپنا عہد توڑ دیا اور دار الحرب مین چلا گیا تو غلام آزاد کو یہ اختیار نہین ہو کہ کسی اور سے موالات کرے کیونکہ اسکے آزاد کنندہ کیواسطے اسکی ولاء ثابت ہو اگرچہ وہ حربی ہو گیا کیونکہ اسکا حربی ہونا مثل اسکے مر جانے کے ہو۔ اور اگر اسنے کوئی جنایت کی تو بیت المال اسکی

سلہ قولہ غلام یعنی جو ہی اپنے غلام سے آزاد کرنا نہین ہے بلکہ جس سے ولاء ثابت ہو ... چھوڑ دینا ہے ۱۲

عاقلہ نہوگا اور یہ جنایت خاصۃً اُسی مال پر رہیگی کیونکہ ولاء اُسکی ایک شخص کی طرف منسوب ہو اور بیت المال
ایسے شخص کی عاقلہ ہوتا ہو جسکا مسلمانون مین سے کوئی برادری والا اور وارث نہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر زید
کے غلام نے عمرو کی باندی سے نکاح کیا پھر عمرو نے باندی کو آزاد کردیا اور وہ زید کے غلام سے حاملہ تھی
تو باندی آزاد اور اُسکے ساتھ اُسکا حمل بھی آزاد ہو جاویگا اور اُسکے حمل کی ولاء عمرو کو ملیگی کہ اس سے
کبھی منتقل نہ ہوگی اسیطرح اگر چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی یا دو بچہ جنی کہ ایک چھ مہینے سے کم مین ہوا کیونکہ اس
صورت مین دونون بچے جوڑیا ہونگے کہ انکا علوق ساتھ ہی ہوا ہو پس اس صورت مین بھی وہی حکم ہو جو مذکور
ہوا اور اگر وہ باندی آزادی سے چھ مہینے سے زیادہ کے بعد بچہ جنی تو اُسکی ولاء بھی عمرو کو ملیگی لیکن اگر باپ آزاد
کیا گیا تو باپ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لیجائیگا اور ماں کے مولے یعنی عمرو سے منتقل ہو جاویگی بخلاف
اسکے اگر موت یا طلاق سے عدت مین بیٹھی ہوئی باندی آزاد کی گئی پھر دو برس سے کم مین اسکے بچہ پیدا ہوا تو یہ
بچہ ماں کے مولاؤن کی طرف بولاء منسوب ہوگا یعنے اُسکی ولاء ماں کے مولے کو ملیگی اگرچہ باپ آزاد
کیا جاوے کیونکہ یہ متعذر ہو کہ بعد موت و طلاق بائن کے اُسکے نطفہ کا قرار پانا منسوب کیا جاوے کیونکہ وطی
حرام ہو یا طلاق رجعی کے بعد منسوب ہو کہ شک سے مراجع ہوا جاتا ہو پس لامحالہ بحالت نکاح اسکا علوق قرار
دیا گیا پس وہ لڑکا وقت اعتاق کے موجود ہوگا پس بالقصد آزاد کیا گیا کذا فی الہدایہ اور اصل اس باب
مین یہ ہو کہ جب آزادی بالقصد ثابت ہو تو ولاء منتقل نہ ہوگی اور جب بطریق تبعیت ثابت ہو تو منتقل
ہو جاویگی یہ کافی مین ہو۔ ایک عورت نے ایک غلام خرید کر کے اسکو آزاد کردیا پھر اس غلام آزاد نے ایک
غلام خریدا پھر اس دوسرے غلام نے کسی قوم کی آزاد باندی سے نکاح کیا اور اس سے اولاد پیدا ہوئی تو
اس اولاد کی ولاء اُنکی ماں کے موالی کو ملیگی پھر اگر غلام آزاد نے اپنے اس غلام کو آزاد کردیا تو بعد آزادی کے
یہ غلام اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاویگا پھر اسکا آزاد کرنے والا یعنی غلام آزاد اپنی طرف کھینچ لیجائیگا پھر
اس سے اُسکی آزاد کرنے والی عورت اپنی طرف کھینچ لیگی پس باپ تو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچتا ہو
اور آیا دادا بھی اپنے پوتون کی ولاء اپنی طرف کھینچ سکتا ہو یا نہین سو ظاہر الروایہ کے موافق نہین کھینچ سکتا ہو
خواہ باپ زندہ ہو یا مر گیا ہو۔ اس مسئلہ کی صورت یہ ہو کہ کلو نامے ایک غلام نے ایک قوم کی آزاد کی ہوئی باندی
چنبیلی نامی کے ساتھ نکاح کیا اور اُس سے خیرو ایک لڑکا پیدا ہوا اور کلو کا باپ بدستور زندہ موجود ہو پھر اسکے بعد
بدھو آزاد ہو گیا اور کلو ویسا ہی غلام باقی رہا پھر کلو مر گیا پھر خیرو مر گیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا تو اُسکی میراث
اُسکی ماں چنبیلی کے موالی کو ملیگی اور اگر اُسنے کوئی جنایت کی ہو تو ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک اُسکی عاقلہ
ماں کے موالی ہونگے اور دادا اپنے پوتے کی ولاء اپنے موالی کیطرف نہین لیجا سکتا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر
غلام نے ایک آزاد عورت سے نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی تو اُسکی اولاد کی ولاء ماں کے موالی
کیطرف منسوب ہوگی خواہ ماں معتقہ ہو یا موالیہ ہو پھر جب باپ آزاد کیا جاوے تو اپنی اولاد کی ولاء
اپنی طرف کھینچ لاویگا یہ مبسوط مین ہو۔ ایک عورت آزاد نے ایک غلام سے نکاح کیا اور اس سے
اولاد ہوئی اور اولاد مین سے کسی نے جنایت کی تو اُسکی عاقلہ ماں کے موالی ہونگے پھر اگر باپ آزاد کیا گیا

تو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاوے گا پھر کیا ماں کے موالی نے جو کچھ عاقلہ ہو کر دیا ہے وہ باپ کے موالی سے
واپس لے سکتے ہیں یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں واپس لے سکتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک آزاد عجمی نے ایک
آزاد باندی سے نکاح کیا اور اس عجمی کو کسی نے آزاد نہیں کیا ہے پھر اس سے اولاد ہوئی تو انکی ولاء ان
کے موالی کو ملیگی اسیطرح اگر باپ نے کسی شخص سے موالاۃ کر لی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہ امام اعظم و امام محمد
کا قول ہے کذا فی الکافی اور اگر دونوں جورو مرد آزاد شدہ ہوں یا باپ آزاد شدہ ہو اور ماں باندی یا باپ عربی
اور ماں آزاد شدہ ہو تو بالاجماع اولاد اپنے باپ کی تابع ہوگی اسیطرح اگر دونوں عربی یا دونوں عجمی یا ایک
عربی و دوسرا عجمی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ ایک تغلبی کافر نے کسی قوم کی آزاد شدہ باندی سے
نکاح کیا پھر تغلبی نے مسلمان ہو کر کسی شخص سے موالاۃ پیدا کی اور اس سے عقد موالات کر لیا پھر باندی سے
اولاد ہوئی تو امام اعظم و امام محمد رح نے فرمایا کہ انکی ولاء ماں کے موالی کو ملیگی۔ اسیطرح اگر باپ نے کسی
سے موالاۃ کی تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک انکے موالی ماں کی قوم ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مولی نے
باپ اور بیٹا چھوڑا پھر اسکا آزاد کیا ہوا غلام مر گیا تو اسکی میراث خاصۃ مولے کے بیٹے کو ملیگی یہ امام اعظم و
امام محمد رح کے نزدیک ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف کا ہے اسیطرح اگر بھائی اور دادا ہو تو دادا کو
ملیگی بھائی کو نہ ملیگی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ امام کے نزدیک عصوبت میں دادا اقرب ہے
اسیطرح آزاد کنندہ عورت کے بیٹے کو اسکے آزاد شدہ کی ولاء ملیگی اور وہی وارث ہوگا بھائی اس عورت کا
وارث ہوگا اور اگر آزاد شدہ نے کوئی جنایت کی تو اسکی عاقلہ بھائی ہے کذا فی الکافی۔ ایک شخص نے ایک باندی
آزاد کر دی پھر دونوں غرق ہو گئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کون شخص پہلے غرق ہوا ہے تو مولے کو اسکی میراث
میں سے کچھ نہ ملیگا و لیکن اسکی میراث مولے کے اقرب عصبہ کو ملیگی بشرطیکہ اسکا کوئی وارث موجود نہو یہ مبسوط
میں ہے۔ اگر زید نے اپنا غلام آزاد کیا پھر زید دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا پھر ایک بیٹا اپنا فرزند چھوڑ کر مر گیا پھر اسکا
غلام آزاد مرا تو اسکی ولاء زید کے صلبی بیٹے کو ملیگی کیونکہ زید کا وہی اقرب عصبہ نسبی ہے اور اصل اس باب
میں یہ ہے کہ اعتبار اس عصبہ کا ہے جو آزاد شدہ کی موت کے روز موجود ہو نہ اس عصبہ کا جو آزاد کنندہ کی
موت کے روز موجود ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دونوں بیٹے مر گئے اور ایک نے ایک بیٹا اور دوسرے
نے دو بیٹے چھوڑے پھر غلام آزاد مرا تو اسکی میراث ان سب میں تقسیم ہوگی کیونکہ آزاد شدہ کی ولاء بعد موت
زید کے میراث نہیں ہوئی کہ اسکے دونوں بیٹوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو جاتی بلکہ وہ بحالہ باقی تھی
پھر جب غلام آزاد مرا تو زید کے اقرب عصبہ اسکے وارث ہونے چاہیے ہیں اور یہ تینوں پوتے زید کیساتھ
یکساں قرب رکھتے ہیں پس سب وارث ہونگے یہ محیط میں ہے۔ عورتوں کے واسطے کوئی ولاء نہیں ہے لیکن
انکے آزاد کردہ کی ولاء یا انکے آزاد کردہ نے جسکو آزاد کیا اسکی ولاء یا انکے مکاتب کی ولاء یا انکے مکاتب نے
جسکو مکاتب کیا اسکی ولاء یا انکے مدبر کی ولاء یا انکے مدبر نے جسکو مدبر کیا اسکی ولاء یا انکا آزاد کیا ہوا اگر کسی
شخص کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاوے یا انکے آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا کسی کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاوے
تو یہ سب ولاء البتہ عورتوں کو ملتی ہیں پس آزاد کردہ کی ولاء کی مثال یہ ہے کہ ہندہ نے کلو اپنے غلام کو آزاد کیا

آزاد ہوا ہی پھر جو باقی رہا وہ دونون کو برابر تقسیم ہوگا کیونکہ دونون اپنے باپ کی ولاء مین مشترک ہین پس
باپ کا حصہ دونون مین مشترک مساوی رہا اور یہ حصہ تمام مال کا چھٹا حصہ ہی اور مسئلہ کی تخریج بارہ سے ہوگی
اسمین سے دونون بہنون کو دو تہائی یعنے ہر ایک کو چار سہام ملینگے اور باقی کا آدھا یعنی دو سہم خاص اسکو ملینگے
جسنے بھائی کو باپ کے ساتھ خریدا ہی اور یہ حصہ ولاء ہی اور باقی دونونکو مساوی تقسیم ہونگا پس جسنے بھائی
کو بھی خریدا تھا اسکو سات سہام ملے اور دوسری کو پانچ سہام ملے کذا فی البدائع اور اگر دونون بیٹیون کے
خریدنے اور آزاد ہوجانے کے بعد باپ نے ایک غلام آزاد کیا پھر باپ مرگیا پھر باپ کا آزاد کیا ہوا غلام مرگیا اور
دونون بیٹیون مین سے جنھون نے باپ کو خریدا تھا ایک بیٹی باقی رہی تو سب میراث اسی بیٹی کو ملیگی یہ ذخیرہ مین
ہی۔ اگر بنی ہمدان کی عورت نے بنی اسد کے ایک شخص سے نکاح کیا اور ایک لڑکا پیدا ہوا پھر عورت نے ایک
غلام آزاد کیا تو اسکی ولاء اسی عورت کو ملیگی اور اسکا لڑکا اپنے باپ کا جو بنی اسد مین سے ہی تابع ہوگا پھر اگر
عورت مرگئی پھر اسکا آزاد غلام مرا تو اسکی میراث اسکی بیٹے اسدی کو ملیگی اور اگر غلام آزاد شدہ نے کوئی
جنایت کی تو اسکی عاقلہ بنی ہمدان ہونگے پس میراث تو بنی اسد کو پہونچتی ہی اور جنایت کے مددگار برادری بنی ہمدان
ہوتے ہین یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اگر آزاد کی ہوئی باندی یا غلام مرگیا اور اپنے مولی کے عصبہ کا عصبہ چھوڑا تو عصبہ
کا عصبہ اسکا وارث ہوگا بخلاف مولی کے عصبہ کے کہ وہ وارث ہوتا ہی اگر ایک عورت نے اپنا غلام کلو آزاد کیا پھر مرگئی
اور ایک بیٹا عبداللہ اور اپنا شوہر جو اس لڑکے کا باپ ہی یعنی عبدالرحمن چھوڑا پھر کلو مرگیا تو کلو کی میراث عبداللہ
کو ملیگی یہی عورت کا عصبہ ہے اور اگر عبداللہ مرگیا اور باپ جو عورت کا شوہر ہی چھوڑا پھر کلو
مرگیا تو عورت کے شوہر کو کلو کی میراث نہ ملیگی اور یہ شوہر اپنے بیٹے کا عصبہ ہی اور بیٹا عورت کا عصبہ ہی پس
یہ شوہر عورت کے عصبہ کا عصبہ ہوا مگر یا اینہمہ وارث نہوگا۔ اگر زید نے غلام آزاد کیا جسکا نام کلو ہی پھر کلو نے خیرو غلام
آزاد کیا پھر خیرو نے بدھو غلام آزاد کیا پھر بدھو مرگیا اور زید کا عصبہ چھوڑا تو عصبہ اسکا وارث ہوگا اگرچہ بظاہر یہ ہوتا
عصبہ کے عصبہ کے وارث ہوسکتی ہی ولیکن بالمعنی ایسا نہین ہی کیونکہ زید نے اس بدھو کی ولاء کو اپنی طرف کھینچا
سیوا اسکا عصبہ وارث ہوگا کیونکہ یہی عصبہ قائم مقام زید کے ہی اور اسوجہ سے وارث نہین ہوگا کہ آزاد
کنندہ کے عصبہ کا عصبہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید مرگیا اور کچھ مال چھوڑا اور اسکا کوئی وارث موجود ظاہر
نہین ہی پھر عمرو نے دعوی کیا کہ مین بولاء زید کا وارث ہون اور عمرو کیلیے دو گواہون نے گواہی دی کہ میت یعنی
زید اسکا موسلے ہی اور یہ شخص اسکا وارث ہی تو قاضی فقط اس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا جبتک کہ موسلے کے
معنی دریافت نہ کرے کیونکہ موسلے فقط لفظ مشترک ہی کہ آزاد شدہ غلام کو بھی کہتے ہین اور آزاد کنندہ کو بھی مولی
بولتے ہین اسیطرح اگر یون گواہی دی کہ وہ اسکا مولی العتاقہ ہی تو بھی دریافت کریگا کیونکہ مولی العتاقہ جسطرح
اعلی کو شامل ہی اسیطرح اسفل کو بھی شامل ہوجاتا ہی حالانکہ اعلی وارث ہوتا ہی اسفل نہین وارث ہوتا ہی اور اگر گواہون
نے یون گواہی دی کہ اس مدعی نے اس میت کو آزاد کیا تھا درحالیکہ اسکا مالک تھا اور اب یہ اسکا وارث ہی اور
اسکے سوا سے ہم اسکا کوئی وارث نہین جانتے ہین تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اس مدعی کے نام اسکے میراث
کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر گواہون نے یون بیان کیا کہ میت کا اقرار تھا کہ مین اس مدعی کی ملک ہون اور اس مدعی نے اسکو آزاد کیا

تو بھی قاضی انکی گواہی قبول کرکے مدعی کے نام اسکی میراث کی ڈگری کریگا۔ اور اگر دو گواہوں نے یون گواہی
دی کہ اس مدعی کے باپ نے اس میت کے باپ کو آزاد کیا در حالیکہ اسکا مالک تھا پھر آزاد کنندہ مرگیا اور اپنا
یہ بیٹا مدعی چھوڑا پھر وہ آزاد کردہ شدہ مرا اور اُسنے اپنا بیٹا چھوڑا اور یہ بیٹا بھی پھر جو اب مرا ہے اور یہ بیٹا آزاد
عورت سے پیدا ہوا تھا تو قاضی اس گواہی پر مدعی کے نام میراث کی ڈگری کریگا اور اگر یہ بیٹا کسی شخص کی باندی
سے پیدا ہوا ہو اور اُسکو باندی کے مولی نے آزاد کردیا ہو تو اُسکی میراث باندی کے مولی کو ملیگی۔ اور اگر گواہوں
نے بطور مذکور گواہی دی لیکن یہ بھی کہا کہ ہمنے اس مدعی کے باپ کو نہین پایا ہے ہم اسکے وقت مین نہ تھے لیکن ہمکو
معلوم ہوا ہے کہ اسکے باپ نے میت کے باپ کو آزاد کیا ہے تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا کیونکہ یہ گواہی ولاء کے
باب مین سنی سنائی ہے اور ولاء کے مقدمہ مین سنی سنائی گواہی امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک مقبول نہین ہوتی
ہے اور اگر زید مرگیا اور عمرو نے اسکی میراث کا دعوی کیا ہے اور دو گواہ پیش کیے جنہون نے یہ گواہی دی کہ اس مدعی
نے زید کی ماں کو آزاد کیا اور اس باندی سے اسکے بعد خالد کے غلام سے یہ زید پیدا ہوا اور اسکا باپ حالت
مملوکیت مین یعنے غلام مرا ہے اور زید مرگیا اور ہم اس میت کا کوئی وارث سوا اسکی ماں کے آزاد کرنیوالے
کے نہین جانتے ہین تو قاضی ایسی گواہی قبول کرکے عمرو کے نام میراث کی ڈگری کریگا پھر اگر خالد آیا اور اُسنے
دو گواہ پیش کیے جنہون نے یہ گواہی دی کہ ہمنے زید کے انتقال سے پہلے زید کے باپ کو اپنی ملک کی حالت مین
آزاد کردیا ہے اور ہم زید کا کوئی وارث سوا خالد کے نہین جانتے ہین تو قاضی زید کی ولاء کی ڈگری خالد کے
نام کردیگا اور خالد زید کے باپ کو بعد آزادی ماں کے آزاد کرنے کے سبب سے اسکے بیٹے کی ولاء اپنی طرف
کھینچ لاویگا اور یہ ظاہر ہوگا کہ قاضی نے پہلے جو کچھ فیصلہ کیا تھا اسمین خطا واقع ہوئی یعنے زید کی ماں کے مولی
کے نام میراث کی ڈگری خطا تھی یہ محیط مین ہے۔ اگر زید و عمرو نے خالد میت کی ولاء عتق کا دعوی کرکے
ہر ایک نے اپنے دعوی پر گواہ دیے تو دونون کے نام اسکی میراث کی ڈگری ہوگی اور اگر دونون کے دعوی
مین عتق کا وقت بیان ہوا ہے تو جسنے آزادی کا وقت سابق بیان کیا اُسکے نام ڈگری ہوگی کیونکہ اُسنے آزادی
ایسے وقت ثابت کی کہ اسوقت دوسرا مدعی اسکا منازع نہین ہے اور اگر ایسی صورت ولاء موالاۃ مین واقع ہو تو
آخر وقت کے مدعی کے نام ڈگری ہوگی کیونکہ ولاء موالات ٹوٹ سکتی ہے پس دوسرے کے ساتھ موالات کرلینا پہلے
شخص کے موالات کا نقض ہوگا ولیکن اگر پہلے وقت کے مدعی کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ پہلے وقت
کے مدعی نے اس میت کیطرف سے عقل ادا کیا ہے یعنے جرم کے عوض دیت دی ہے تو ایسی صورت مین
پہلے وقت کے مدعی کی ڈگری ہوگی کیونکہ موالات اب محتمل نقض نہین رہی پس ولاء العتاقہ کے مشابہ ہوگئی
اور اگر ایک مدعی نے گواہ دیے کہ اس نے اُسکو اپنی حالت ملک مین آزاد کیا اور ہم اسکے سوا
اسکا کوئی وارث نہین جانتے ہین اور قاضی نے مدعی کے (یعنی میت کے ۱۲) نام میراث و ولاء کی ڈگری کردی پھر دوسرے شخص نے ایسے
ہی دعوی کے گواہ پیش کیے تو یہ گواہ قبول نہ ہونگے لیکن اگر گواہ یون گواہی دین کہ دوسرے مدعی نے پہلے سے قبل اسکے
آزاد کرنیکے خرید کرکے اپنی ملک مین آزاد کردیا تو البتہ پہلے کے نام کی ڈگری باطل ہوجاویگی یہ بدائع مین ہے۔ زید مرگیا
اور عمرو نے دعوی کیا کہ میرے باپ خالد نے زید کو اپنی ملک مین آزاد کیا تھا اور میرے سوا میرے باپ کا اور اُس میت کا کوئی وارث

سوائے میرے نہیں ہے اور اپنے بھائی کے دو بیٹے اس امر کے گواہ لایا تو فرمایا کہ دونوں کی گواہی جائز نہیں ہے کیونکہ
دونوں اپنے دادا کے واسطے گواہی دیتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ زید مر گیا اور عمرو کے قبضہ میں اپنا بہت سا مال
چھوڑا پھر خالد نے آکر دعوے کیا کہ میں نے زید کو اپنی ملک میں آزاد کیا تھا اور میرے سوائے اسکا کوئی وارث
نہیں ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور عمرو نے بھی ایسی دعوے پر گواہ دیے تو دونوں میں نصفا نصف مال کی
ڈگری ہو جاوے گی کیونکہ ہر ایک دونوں میں سے بذریعہ اپنے گواہوں کے اپنی ولاء ثابت کرتا ہے اسلیے کہ یہی امر
اس دعوی سے مقصود ہے اور مال کا استحقاق سو وہ اس ثبوت پر مبنی ہے اور ولاء ایسی چیز نہیں ہے کہ اسپر قبضہ
وارد ہو پس یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک مدعی قابض قرار دیا جاوے اور دوسرا خارج کیا جاوے بلکہ دونوں خارج
قرار دیے جاوینگے پس مال کی ڈگری دونوں کے نام نصفا نصف ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر زید دو لڑکے اور
لڑکیاں چھوڑ کر مر گیا اور عمرو نے دعوی کیا کہ میرے باپ خالد نے اس میت کو آزاد کیا ہے اور وہ اسکا مالک تھا اور
میت کے دونوں بیٹوں نے اسکی گواہی دی اور بکر نے دعوی کیا کہ میرے باپ نے اسکو آزاد کیا تھا درحالیکہ وہ اسکا مالک تھا
اور میت کی دختر اس دعوی کی مقر ہوئی تو عمرو کے نام ولاء کی ڈگری ہوگی اور اگر بکر کے واسطے ایک لڑکے اور دو
لڑکیوں نے گواہی دی تو دونوں کے نام نصفا نصف ولاء کی ڈگری ہوگی۔ اگر ایک آزاد شدہ نے ایک شخص
عربی پر دعوے کیا کہ میں اسکا مولی ہوں اور اسنے میرے باپ کو آزاد کیا ہے اور مدعی اپنے باپ کے دو بیٹے یعنی
اپنے دو بھائی لایا جنہوں نے اس امر کے گواہ دیے اور وہ شخص عربی منکر ہے تو اسکے دونوں بھائیونکی گواہی مقبول
ہوگی کیونکہ دونوں اپنے باپ اور اپنے واسطے گواہی دیتے ہیں کیونکہ اسمیں دونوں کا نفع ہے اسلیے کہ جب
انکے باپ کی ولاء اس شخص عربی سے ثابت ہوگی تو انکی ولاء بھی اس شخص عربی سے ثابت ہوگی۔ اور اگر
دو ایسے بیٹوں نے ایسی گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اور اگر اس صورت میں عربی نے ولاء کا دعوے کیا ہو
اور اس مولی نے انکار کیا اور اسکے دو بھائیوں نے گواہی دی تو انکی گواہی قبول ہوگی۔ اگر ایک شخص مر گیا اور ایک شخص
نے اسکا مال لے لیا اور دعوے کیا کہ میں ہی اسکا وارث ہوں میرے سوائے کوئی اسکا وارث نہیں ہے تو فرمایا کہ میں اسکے
قبضہ سے مال نہیں نکالونگا اور نہ بیت المال میں رکھونگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک مسلمان نے دو گواہ مسلمان پیش کیے کہ میں نے اس
میت کو اپنی ملک میں آزاد کیا ہے اور یہ مسلمان مرا ہے میرے سوائے اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور ایک ذمی نے دو مسلمان گواہ پیش کیے
کہ میں نے اسکو آزاد کیا ہے درحالیکہ میں اسکا مالک تھا اور یہ کافر مرا ہے میرے سوائے اسکا کوئی وارث نہیں ہے تو مسلمان
مدعی کو آدھی میراث ملیگی اور باقی آدھی میراث ذمی کے اقرب عصبات میں جو مسلمان ہو اسکو ملیگی اور اگر کوئی عصبہ
مسلمان نہوگا تو میں اسکو بیت المال میں داخل کرونگا اور اگر ذمی کے گواہ نصرانی ہونگے تو انکی گواہی مسلمان پر جائز نہ
ہوگی اور میت کی ولاء اور تمام میراث کی ڈگری مسلمان مدعی کے نام ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر طرفین کے گواہ ذمی
لوگ ہوں تو میت کی ولاء و میراث کی ڈگری مسلمان مدعی کے نام ہوگی اور میت کے مسلمان مرنے کا حکم دیا جائیگا
اور اگر مسلمان و ذمی نے ایک زندہ آدمی کی ولاء میں جھگڑا کیا اور ہر ایک نے دعوے کیا کہ میں نے اسکو اپنی ملک میں
آزاد کیا ہے اور تاریخ عتق بیان کی اور ایک شخص کی تاریخ عتق دوسرے سے سابق ہے اور ہر ایک نے اس دعوی پر مسلمان
گواہ قائم کیے تو جسکی تاریخ سابق ہے اسکے نام کی ڈگری ہوگی اور اگر ذمی کے گواہ ذمی لوگ ہوں اور شخص آزاد شدہ کافر ہے تو مسلمان

سکے گواہ ہوں پھر مسلمان کے نام کی ڈگری ہوگی اگرچہ ذمی سابق التاریخ ہو یہ محیط مین ہی - ایک ذمی کے قبضہ مین
ایک غلام ہی اُسنے غلام کو آزاد کر دیا پھر ایک مسلمان نے دو مسلمان گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہی اور ذمی نے دو گواہ مسلمان
پیش کیے کہ مین نے اسکو درحالت اپنی ملک کے آزاد کر دیا ہی تو مین اُسکے عتق کو نافذ کر دونگا اور اُسکی ولاء ذمی کو
ملیگی بنابرین دونون مدعیون کے مسلمان ہونے کی صورت مین بھی یہی حکم ہی اور اگر ذمی کے گواہ کافر ہون تو مسلمان
کے نام ڈگری کر دونگا - اور اگر مسلمان نے دو گواہ مسلمان اس امر کے پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہی کہ مین نے اسکو مدبر کر دیا
ہی یا باندی کی صورت مین دعوی کر کے گواہ دیے کہ میری باندی ہی مین نے اسکو ام ولد بنایا ہی اور ذمی نے دو
مسلمان گواہ اپنی ملک و آزاد کرنیکے قائم کیے تو ذمی کے گواہون پر اُسکے نام ڈگری ہوگی - اگر کسی ذمی کے
پاس ایک باندی ہو کہ ذمی سے اُسکے ایک لڑکا پیدا ہوا اُسپر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ میری باندی ہی
اس ذمی نے غصب کر لی ہی اور اس دعوے پر گواہ قائم کیے اور قابض یعنی ذمی نے اس امر کے گواہ دیے کہ یہ میری
باندی ہی اور میری ملک مین اس سے بچہ پیدا ہوا ہی تو مین باندی اور اُسکے بچہ کی ڈگری مدعی کے نام کر دونگا
اسیطرح اگر مدعی نے یون دعوے کیا کہ یہ میری باندی ہی مین نے اسکو اس قابض کو اجارہ پر یا عاریۃ دیکر
یا ہبہ کر کے سپرد کر دی تھی تو بھی یہی حکم ہوگا - اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ یہ میری باندی ہے میری
ملک مین بچہ جنی ہی تو قابض کے نام ڈگری کر دونگا - اسیطرح اگر قابض نے دعوی کیا کہ یہ میری باندی ہی مین نے
اسکو آزاد کر دیا ہی اور مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ میری باندی ہی میری ملک مین پیدا ہوئی ہی تو آزاد کنندہ کے
گواہ مقبول ہونگے کیونکہ اُنسے باندی کی حریت ثابت ہوتی ہی اور یہ جائز نہین ہی کہ حریت پر گواہ قائم ہونیکے بعد
پھر اُس سے بسبب ملک کے وطی کیجاوے - اور اگر دونون مین سے ہر ایک کے گواہون نے باوجود اس گواہی
کے یہ بھی گواہی دی کہ دوسرے نے اسکو غصب کر لیا ہی تو بھی آزاد کنندہ کے گواہ مقبول ہونگے اور وہی باندی
کی ولاء کا مستحق ہوگا یہ مبسوط مین ہی - زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا پھر زید نے گواہی دی کہ عمرو نے
قبل بیع کرنیکے اسکو آزاد کر دیا ہی تو غلام آزاد ہو جائیگا اور اُسکی ولاء موقوف رہیگی درصورتیکہ بائع اس سے منکر ہو
پھر اگر اسکے بعد عمرو نے زید کے قول کی تصدیق کی تو ولاء اُسکے واسطے لازم ہوگی اور زید کو ثمن واپس
کر دیگا اسیطرح اگر عمرو کے مرنیکے بعد اُسکے وارثون نے زید کے قول کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہی اور یہ حکم استحسانا
ہی - اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ بائع اسکو مدبر کر چکا تھا تو یہ موقوف رہیگا پھر اگر اسکے بعد بائع مر گیا تو غلام
آزاد ہو جاویگا پس اگر بائع کے وارثون نے مشتری کے قول کی تصدیق کی تو اُنکی تصدیق دربارۂ لزوم ولاء
اور رد ثمن کے استحسانا معتبر ہوگی - ایک غلام ہی دو شخصون کے درمیان مشترک ہی اور ہر ایک نے دونون مین
دوسرے پر اُسکے آزاد کر دینے کی گواہی دی تو وہ غلام سعایت کرنے پر مملوکیت سے آزادی کی طرف نکل آویگا اور دونون
کیواسطے سعی کریگا خواہ دونون خوشحال ہون یا تنگدست ہون یا ایک خوشحال ہو اور دوسرا تنگدست ہو اور اُسکی
ولاء دونون مین مشترک ہوگی اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ کا قول ہی اور صاحبین رحمہ کے قول کے موافق وہ غلام آزاد
ہوگا اور اُسکی ولاء دونون مین موقوف رہیگی - ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہی اور دونون مین سے ہر ایک نے
اقرار کیا کہ یہ باندی دوسرے سے بچہ جنی ہی حالانکہ دوسرا اُس سے منکر ہی تو وہ باندی ام ولد موقوفہ رہیگی کہ کبھی دونون

کوئی مرگیا تو آزاد ہوجاویگی اور اُسکی ولاء موقوف رہیگی اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ زید کی
باندی ہے اور معروف ہے کہ یہ اُسکی باندی ہے اس باندی کے عمرو سے ایک بچہ ہوا پس زید نے کہا کہ مین نے یہ باندی تیرے
ہاتھ ہزار درم مین فروخت کردی تھی اور عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے میرے ساتھ اُسکا نکاح کر دیا تھا تو بچہ آزاد
ہوگا اور اُسکی ولاء موقوف رہیگی اسواسطے کہ زید اُسکی ولاء کو اپنی ذات سے دور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ اصلی آزاد
ہے کہ اپنے باپ کی ملک مین اُسکا نطفہ قرار پایا ہے اور باندی بمنزلہ ام ولد کے موقوف رہیگی اور دونون مین سے
کوئی شخص اس سے وطی نہین کرسکتا ہے اور نہ اُس سے خدمت لے سکتا ہے اور نہ اُسکو مزدوری پر دیسکتا ہے
اور اُسکی ولاء موقوف رہیگی کیونکہ دونون مین سے ہر ایک اُسکو اپنی ذات سے دور کرتا ہے اور زید اس
باندی کا عقر عمرو سے بجاے ثمن کے لے لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میرے باپ خالد نے
اپنے غلام کو حالت مرض یا صحت مین آزاد کردیا ہے اور اُسکا وارث سواے میرے کوئی نہین ہے تو قیاساً
اُسکی ولاء موقوف رہیگی اور زید کی اپنے باپ پر اس اقرار کی تصدیق نہ کیجاویگی مگر استحساناً اُسکی ولاء زید کو
ملیگی موقوف نہ رہیگی۔ اور امام محمد رح نے کتاب الولاء مین یہ نہین ذکر فرمایا کہ آیا خالد کی ملک کا برادری اس
غلام کی طرف سے عاقلہ ہوگی یعنے اُسکے جرم کی دیت ادا کریگی یا نہین اور مشائخ نے اسکے جواب مین تفصیل
فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر زید اور اُسکے باپ کا عصبہ ایک ہی ہون مثلاً زید اور اُسکے باپ کو ایک ہی شخص
نے آزاد کیا ہو اور دونون کی قوم ایک ہی قبیلہ ہو تو زید کے باپ کی برادری اُسکی عاقلہ ہوگی اور اگر دونون
کے عصبات جدا جدا ہون مثلاً باپ کو ایک شخص نے اور بیٹے کو دوسرے شخص نے آزاد کیا ہو تو اس غلام
کی عاقلہ مدعیکا برادری نہوگی اور عقل اُسکی موقوف رہیگی۔ اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب اس مقر کے
زید کے ساتھ دوسرا وارث نہو اور اگر دوسرا وارث موجود ہو اور اُسنے زید کے اقرار کی تکذیب کی تو
اُسکو اختیار ہوگا کہ بقدر اپنے حصہ کے غلام سے سعی کراوے پھر امام اعظم رح کے نزدیک اس وارث
کے حصہ کی ولاء جسنے سعی کرائی ہے اُسکو ملیگی اور باقی آدھے حصہ کی ولاء میت کو ملیگی جیسا کہ اگر سب اسی مقر کا
ہوتا اور وہ اقرار کرتا کہ میرے باپ نے اُسکو آزاد کیا ہے تو یہی حکم تھا مگر صاحبین رح کے نزدیک نصف حصہ میت
اور نصف حصہ وارث مستسعی کی ولاء موقوف رہیگی۔ اور جہان جہان ولاء موقوف ہونیکا حکم ہے وہان اگر
آزاد شدہ مرجاوے تو اُسکی میراث بیت المال مین داخل کیجاویگی مگر اُسکی عاقلہ خود وہی ہوگا بیت المال اُسکی
طرف سے عاقلہ نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر تین لڑکیون نے اپنے باپ کو خریدا پھر ایک لڑکی مرگئی اور اُسنے اپنی
مان کا مولے چھوڑا پھر باپ مرگیا تو دونون بیٹیونکو باپ کا دو تہائی مال بسبب فرائض ملیگا اور ایک تہائی باقی
مین سے دو تہائی بسبب ولاء ملیگا اور جو لڑکی مرگئی ہے اُسکے لیے ایک تہائی کا تہائی رہا وہ باپ کی طرف
عود کریگا اسمین سے ایک تہائی کی تہائی کا دو تہائی ان دونون بیٹیونکو ملیگا اور تہائی کی تہائی کا ایک تہائی
اُنکی مان کے مولے کو ملیگا پس ایسے حصے تقسیم کرنیکے حساب نکالنے کیواسطے ایسے عدد کی ضرورت
ہے جسکی تہائی کا تہائی تین ہو اور کم سے کم ایسا عدد ستائیس ہے پس ستائیس حصے کرکے اسمین سے چھبیس
حصے دونون بیٹیون کو اور ایک حصہ دختر متوفی کی مان کے مولے کو ملیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے

دوسرا باب ولاء موالاۃ کے بیان مین - اور اسمین دو فصلین ہین فصل اول اسکے ثبوت کے سبب و شرائط و حکم و صفت سبب و صفت حکم کے بیان مین - واضح ہو کہ ولاء موالات کے ثبوت کا سبب ایجاب و قبول ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ جو شخص کسی شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا وہ اسی شخص سے یا کسی دوسرے سے یہ کہے کہ انت مولائی یعنی تو میرا مولے ہے کہ جب مین مر جاؤن تو میرا وارث ہے اور اگر کوئی جنایت کرون تو تو میری طرف سے عقل ادا کرے پس دوسرا شخص کہے کہ مین نے قبول کیا یا یون کہے کہ والیتک یعنی مین نے تیرے ساتھ موالات کی اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیا خواہ یہ الفاظ اسی شخص سے کہے جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہو یا کسی دوسرے شخص سے کہے اور یہ عامۂ علما کا قول ہے حتے کہ اگر زید ایک شخص عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور خالد سے موالات کی تو زید خالد ہی کا مولے ہوگا یہ عامۂ علما کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے - ولاء موالات کے شرائط مین سے ایک یہ ہے کہ دونون کیطرف سے عقد موالات واقع ہو اب رہا بلوغ سو بالغ ہونا ایجاب کرنیوالے کیطرف سے شرط ہے پس نابالغ کیطرف سے ایجاب منعقد نہوگا اگرچہ نابالغ عاقل ہو پس اگر نابالغ لڑکے نے جو عاقل ہے مسلمان ہو کر کسی شخص سے موالات کا ایجاب کیا تو جائز نہین ہے اگرچہ اسکا کافر باپ اجازت دیدے کیونکہ کافر باپ کو اپنے مسلمان بیٹے پر کچھ بھی استحقاق ولایت نہین ہے پس اسکی اجازت و عدم اجازت دونون یکسان ہین اسیواسطے باقی عقود مثل بیع وغیرہ کے کافر باپ کی اجازت سے جائز نہین ہوتے ہین اور رہا بالغ ہونا قبول والے کی طرف سے سو اس عقد کے نفاذ کی شرط ہے مثلاً کسی بالغ نے اگر نابالغ کے ساتھ موالات کی اور نابالغ نے اسکو قبول کیا تو انعقاد ہو جائیگا مگر نافذ نہوگا بلکہ نابالغ کے باپ یا وصی کی اجازت پر موقوف رہیگا پس اگر باپ یا وصی نے اجازت دیدی تو جائز ہو جائیگا اسیطرح اگر کسی شخص نے ایک غلام سے موالات کی اور غلام نے قبول کیا تو بھی غلام کے مولے کی اجازت پر موقوف ہے اگر مولے نے اجازت دیدی تو عقد جائز ہوگا مگر فرق یہ ہے کہ غلام کی صورت مین اگر مولے نے اجازت دیدی تو عقد ولاء غلام کے مولے کے ساتھ منعقد ہوگا اور نابالغ کی صورت مین اگر اسکے باپ یا وصی نے اجازت دی تو عقد موالات نابالغ کے ساتھ منعقد ہوگا - اور اگر کسی شخص نے مکاتب سے موالات کی تو جائز ہے اور یہ ولاء مکاتب کے مولے کے ساتھ ہوگی کیونکہ مکاتب کا قبول کرنا صحیح ہے مگر ولاء اسکے مولے کے ساتھ ہوگی کیونکہ یہ مکاتب ولاء کی اہلیت نہین رکھتا ہے - رد مختار مین ہے کیون للعاقد وارث و ہو ان لایکون من وارث لقولہ فان کان لم یصح العقد اور اگر عاقد کا زوج یا زوجہ ہو تو عقد صحیح ہے اور ان دونون کا حصہ دیکر باقی مولے کو ملیگا اور ایک یہ ہے کہ عاقد اہل عرب سے نہو حتے کہ اگر کسی عربی نے کسی غیر قبیلہ کے آدمی سے موالات کی تو موالات نہوگی ولیکن وہ بھی گروہ کیطرف منسوب ہوگا اور وہ لوگ اسکے عاقلہ قرار پاوینگے اسیطرح اگر کسی عورت عربیہ نے غیر قبیلہ کے آدمی سے موالات کی تو بھی یہی حکم ہے - اور ایک یہ ہے کہ عاقد اہل عرب کے موالی مین سے نہو کیونکہ اہل عرب کا مولے انھین مین سے قرار دیا جاتا ہے پس اسکا حکم بھی وہی ہے جو اہل عرب کا حکم ہے یہ بدائع مین ہے - اور ایک شرط ہے کہ وہ شخص عاقد آزاد کردہ شدہ نہو یعنی دوسرے نے اسکو آزاد نہ کیا ہو ورنہ آزاد کنندہ اسکا مولے و وارث ہوگا - اور ایک یہ ہے کہ کسی شخص نے عاقد کیطرف سے پہلے عقل ادا نہ کیا ہو ورنہ وہی مولے رہیگا اور ایک یہ شرط ہے کہ عقد مین میراث و دیت جرم ادا کرنا شرط کرین یہ سراج الوہاج مین ہے - اور اگر دونون نے

میراث کی شرط کی تو یون ہی رکھا جائیگا اور ہر ایک دونون مین سے دوسرے کا وارث ہوگا اور یہ شرط نہین ہی کہ عاقد جس سے عقد کیا ہی اسکے ہاتھ پر مسلمان بھی ہوا ہو - اب رہا یہ امر کہ عاقد مجہول النسب ہو سو یہ امر عقد کے صحیح ہونے کی شرط ہی یہ کافی مین ہی - اب رہا یہ کہ عاقد کا مسلمان ہونا سو اسلام اس عقد کیواسطے شرط نہین ہی پس ایک ذمی کا دوسرے ذمی سے یا مسلمان سے یا مسلمان کا ذمی سے موالات کرنا صحیح ہی اسیطرح مذکر ہونا بھی شرط نہین ہی پس عورت کا مرد سے یا مرد کا عورت سے موالات کرنا صحیح ہی اسیطرح دار الاسلام بھی شرط نہین ہی پس اگر حربی نے مسلمان ہوکر دار الحرب یا دار الاسلام مین کسی مسلمان سے موالات کرلی تو موالات صحیح ہی یہ بدائع مین ہی - اور اس عقد کا حکم یہ ہی کہ اگر عاقد مرگیا تو دوسرے کو جسکے واسطے میراث شرط کردی تھی میراث ملیگی اور اگر اسنے کوئی جرم کیا تو یہ شخص اسکی طرف سے دیت دیگا اور اس عقد مین اسکی وہ نابالغ اولاد جو بعد عقد کے پیدا ہوئی ہی داخل ہوگی یہ تبیین مین ہی - اور اس عقد کی صفت یہ ہی کہ یہ عقد جائز غیر لازم ہوتا ہی یعنے لزوم نہین ہوجاتا ہی - اور حکم کی صفت یہ ہی کہ جو ولاء اس عقد کے ذریعہ سے ثابت ہوئی ہی وہ بذریعہ بیع یا ہبہ یا وصیت یا صدقہ کے محتمل تملیک نہین ہوتی ہی یعنے حق ولاء کو کوئی شخص فروخت کرکے دوسرے کو نہین دے سکتا ہی کیونکہ یہ مال نہین ہی حتے کہ اگر زید نے ولاء موالات یا ولاء اعتاقہ کو بعوض ایک غلام کے عمرو کے ہاتھ فروخت کرکے غلام پر قبضہ کرلیا اور آزاد کیا تو عتق باطل ہوگا - اور اگر مولے اسفل نے اپنی ولاء دوسرے کے ہاتھ فروخت یا اسکو ہبہ کردی تو بیع یا ہبہ صحیح نہوگا ولیکن اس سے پہلے کی ولاء کا نقض اور اس دوسرے کے ساتھ ولاء ثابت ہوگی یہ بدائع مین ہی - اور اگر زید نے عمرو سے موالات کی تو مولے یعنی زید کو اختیار ہی کہ عمرو کی ولاء چھوڑ کر خالد کے ساتھ موالات کرلے تا وقتیکہ عمرو نے زید کی طرف سے عقل یعنے جرمانہ دیت ادا نہ کیا ہو اسواسطے کہ یہ عقد لازمی نہین ہوتا ہی جیسے وصیت مگر نقض عقد عمرو کی حضوری مین ہوگا - اسیطرح اعلی کو اختیار ہی کہ اسفل کی ولاء سے برائت کرلے مگر اسفل کا حضور ضرور ہی اور اگر اسفل نے کسی دوسرے شخص سے موالات کرلی تو پہلے عقد کا نقض ہوجائیگا اگرچہ پہلا مولاے اعلے حاضر نہو اور اگر پہلے مولاے اعلی نے اسکی طرف سے جرمانہ دیت ادا کیا ہو تو اسفل کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے کے ساتھ موالات کرکے اپنی ولاء اول سے منتقل کرے اسیطرح اسکے بیٹے کو بھی اختیار نہین کہ جب مولی اعلی نے اسکے باپ کیطرف سے دیت ادا کی ہو پھر اسکی ولاء سے اپنی ولاء کو منتقل کرے اسیطرح اگر مولے اسفل کے بیٹے کیطرف سے دیت ادا کی ہو تو باپ و بیٹے دونون مین سے کسیکو اختیار نہوگا کہ اس سے اپنی ولاء منتقل کرین کیونکہ حکم ولاء مین باپ و بیٹے دونون بمنزلہ ایک شخص کے ہین یہ کافی مین لکھا ہی

فصل دوم مستحقین ولاء اور اسکے ملحقات کے بیان مین - اگر زید نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر عمرو کے ساتھ موالات کی پھر زید کے ایک لڑکا ایسی عورت سے پیدا ہوا جو خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اس سے موالات کرچکی تھی تو لڑکے کی ولاء باپ کے مولے یعنے عمرو کو ملیگی اسیطرح اگر یہ عورت حالت حمل مین خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی ہو اور اس سے عقد موالات کرلیا ہو پھر لڑکا پیدا ہوا تو بھی یہی حکم ہی کہ لڑکے کی ولاء لڑکے کے باپ کے مولی کو ملیگی اور یہ حکم بخلاف ولاء العتاقہ کے ہی کہ در صورت ولاء عتاقہ کے اگر وہ عورت آزاد ہوئی

پھر اُسکے بعد بچہ جنی تو بچہ کی ولا ماں کے مولے کو ملیگی - اور اگر زید و اُسکی عورت سے اولاد ہوئی اور وہ اولاد نابالغ
موجود ہو پھر زید نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی پھر زید کی جورو نے خالد کے ہاتھ پر
مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی تو اولاد کی ولا بالاجماع باپ کے مولے کو ملیگی - اگر ذمیون مین سے
ایک عورت نے جسکے پاس اُسکا ایک نابالغ بچہ ہے کسی شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی تو
امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی ولا اور اُسکے بچہ کی ولا اُس مولے کو ملیگی اور صاحبین کے نزدیک عورت کی ولا اُسکے
مولا کو ملیگی اور اُسکے بعد بچہ کی ولا نہ ملیگی یہ ذخیرہ مین ہے - اگر زید نے خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات
کر لی اور زید کے بالغ بیٹے نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر عمرو سے موالات کر لی تو ہر ایک کی ولا اُسکے مولے کو ملیگی
اور اگر بیٹا فقط مسلمان ہوگیا تو اُسکی ولا موقوف رہیگی اور باپ کے مولے کو نہ ملیگی اور باپ نے جو عقد موالات اپنے
واسطے کیا ہے وہ بیٹے پر جاری نہ ہوگا یہ محیط مین ہے - ایک شخص ذمی مسلمان ہوگیا اور کسی سے اُسنے موالات نہین
کی پھر اُسکے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا تو یہ اُسکا مولے ہوگا اور اگر ایک ذمی ایک حربی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تو حربی
اُسکا مولے نہ ہوگا اگرچہ اسکے بعد وہ حربی مسلمان ہو جاوے یہ مبسوط مین ہے - ایک حربی امان لیکر دار الاسلام
مین آیا اور یہان ایک شخص زید کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی پھر اسکا باپ امان لیکر آیا اور
خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی تو ہر ایک کی ولا اسکے مولے کو جس سے موالات کی ہے ملیگی
اور یہ نہوگا کہ باپ اپنے بیٹے کی ولا اپنی طرف کھینچ لاوے - اور اگر ایک حربی امان لیکر دار الاسلام مین آیا
اور زید کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی پھر اُس حربی کا باپ قید ہوکر دار الاسلام مین آیا اور یہان
آزاد کیا گیا تو وہ اپنے بیٹے کی ولا اپنی طرف کھینچ لاویگا حتے کہ بیٹے کی ولا باپ کے آزاد کنندہ کو ملیگی - اور اگر کسی
حربی نے دار الحرب مین مسلمان کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر وہین یا دار الاسلام مین اُسکے ساتھ موالات کر لی تو جائز ہے
پھر اُسکا بیٹا قید ہوکر آیا اور آزاد کیا گیا تو وہ اپنے باپ کی ولا اپنی طرف نہین کھینچ سکتا ہے اور اگر اُسکا باپ قید ہوکر
آیا اور آزاد کیا گیا تو اپنے بیٹے کی ولا اپنی طرف کھینچ لاویگا - اور اگر ایک ذمی نے اپنا غلام آزاد کیا پھر ذمی عہد توڑکر دار الحرب
مین بھاگ گیا پھر گرفتار ہوکر آیا اور ایک شخص کا غلام بنا اور اسکے آزاد کردہ غلام نے چاہا کہ مین کسی شخص سے
موالات کر لون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے پھر اگر اُسکا مولے کبھی آزاد ہو جائیگا تو اپنے آزاد کردہ کا وارث ہوگا اگر
وہ مر جاوے اور اگر اُسنے بعد اسکے کوئی جنایت کی تو اُسکا جرمانہ خود ہی ادا کریگا اُسکا مولے اُسکی طرف سے نہ ادا
کریگا ایسا ہی عامہ روایات مین مذکور ہے اور بعض روایات مین آیا کہ مولے اُسکا وارث ہوگا اور اُسکی جنایت
کی دیت دیگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط مین ہے - اور اگر عرب کے کسی نصرانی نے اپنے قبیلہ کے سوا کسی دوسرے
قبیلہ کے آدمی کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس کے ساتھ موالات کر لی تو اسکا مولے نہوگا لیکن اپنے گروہ کی طرف
منسوب ہوگا اور وہی لوگ اسکے عاقلہ و وارث ہونگے اور یہی حکم عورت کا ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر ایک کافر نے حالت
کفر مین ایک مسلمان سے موالات کر لی پھر مسلمان ہوکر ایک شخص سے جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے موالات کر لی
تو اُسکی ولا اُسیکو ملیگی جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے اُسکو نہ ملیگی جسکے ساتھ قبل اسلام کے موالات کی تھی یہ تاتارخانیہ
مین لکھا ہے تیسرا باب - متفرقات مین - اگر زید نے اقرار کیا کہ مین عمرو بن خالد کا قوم یا کسی ... سے مولی العتاقہ ہون اور

عمرو بن خالد نے تصدیق کی تو عمرو بن خالد اسکا مولے ہو جائیگا کہ اسکا وارث ہوگا اور اسکی طرف سے عاقلہ ہوگا
اسیطرح اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو بن خالد کا مولی الموالات ہون اور عمرو نے اسکی تصدیق کی تو زید اُسکے
مولی الموالات مین سے ہوگا اور اگر زید کی بالغ اولاد ہون اور انھون نے زید کے اقرار کی تکذیب کی اور کہا
کہ ہمارا باپ بکر بن شعیب کا مولے ہے تو زید کے اقرار کی تصدیق اُسکی ذات کیواسطے ہوگی اور اولاد بالغ کے
اقرار کی تصدیق انکی ذات کے واسطے ہوگی کیونکہ اولاد جب بالغ ہو تو باپ کو انکی طرف سے عقد ولاء کا اختیار
نہین ہوتا ہے پس انکے حق مین ولاء کا اقرار بھی نہین کر سکتا ہے اور اسی سے یہ فرق ثابت ہوا کہ اگر اولاد نابالغ ہو تو
باپ کو انکی طرف سے عقد ولاء کا اختیار ہے پس ولاء کے اقرار کا بھی اختیار ہے۔ اور اگر ایک شخص کی جورو سے
جس سے اولاد موجود ہے اقرار کیا کہ مین عمرو کی آزاد کی ہوئی ہون اور اس شخص نے اقرار کیا کہ مین خالد کا
آزاد کیا ہوا ہون اور عمرو نے جورو کی اور خالد نے شوہر کی تصدیق کی تو ہر ایک جورو و شوہر اپنے اپنے اقرار پر مصدق
ہوگا اور اولاد کی ولاء باپ کے موالے کو ملیگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک عورت آزاد شدہ معروف ہے اور اسکا
شوہر بھی کسیکا آزاد کردہ ہے اس عورت کے بچہ پیدا ہوا پھر عورت نے کہا کہ مین اپنی آزادی سے پانچ مہینہ کے
بعد یہ بچہ جنی ہون اور اسکی ولاء میرے موالے کو چاہیے اور شوہر نے کہا کہ تو آزادی سے چھ مہینہ پر جنی ہے اور
اسکی ولاء میرے موالے کو ملیگی تو شوہر کے قول کی تصدیق کیجائیگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک عورت نے کسی شخص
سے موالات کی اور اسکے ایک بچہ پیدا ہوا کہ جسکا باپ معلوم نہین تو اس عورت کی ولاء مین داخل ہوگا اسیطرح
اگر ایک عورت نے اقرار کیا کہ مین عمرو کی مولاۃ ہون اور اسکے پاس بچہ ہے جسکا باپ معلوم نہین ہے تو اس
عورت کا اقرار اسکے و بچہ دونون کے حق مین صحیح ہے اور دونون عمرو کے موالاۃ مین سے ہو جاوینگے اور یہ حکم
امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ دونون صورتون مین اولاد کی ولاء ماں کے موالے کیواسطے
ثابت نہوگی یہ کافی مین ہے۔ اگر عرب کا ایک شخص ہو جسکی عورت معروف النسب نہین ہے اس سے عربی اولاد
ہوئی پھر عورت نے دعوے کیا کہ مین عمرو کی آزاد کردہ ہون اور عمرو نے اسکی تصدیق کی تو عورت کے قول کی تصدیق اسکے
حق مین ہوگی اور اولاد کے حق مین نہوگی اور اگر عمرو نے آزاد کرنے مین اسکی تکذیب کی اور کہا کہ یہ میری باندی ہے مین نے
اسکو آزاد نہین کیا ہے تو یہ عورت اُسی کی باندی ہو جاویگی کیونکہ اسنے اپنی ذات پر رقیت کا اقرار کرکے
پھر حریت کا دعوی کیا تو اسکے اقرار کی تصدیق ہوگی اور اسکے دعوے کی تصدیق نہ کیجائیگی اور جو لڑکا وقت
اقرار کے بطن مین موجود ہے اسکے حق مین بھی تصدیق نہوگی اور جو اولاد اسکے بعد پیدا ہو اسکے حق مین امام
ابو یوسف رح کے نزدیک اسکے اقرار کی تصدیق ہوگی یعنے وہ اولاد رقیق پیدا ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک
نہ ہوگی یعنے اولاد آزاد پیدا ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک غلام نے اقرار کیا کہ مین زید و عمر کا غلام آزاد کردہ ہون
کہ دونون نے مجھے آزاد کیا ہے پس زید نے اقرار کی تصدیق کی اور عمرو نے تکذیب کی تو یہ غلام بمنزلہ ایسے غلام کے
ہو جائیگا جو دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے اسکو آزاد کر دیا ہو۔ اور اگر غلام نے کہا کہ مین زید کا آزاد کردہ
غلام ہون پھر کہا کہ مین عمرو کا آزاد کردہ غلام ہون اور زید و عمرو دونون نے اسکا دعوی کیا تو وہ زید کا آزاد کردہ
غلام قرار دیا جائیگا۔ اور اگر غلام نے کہا کہ مجھے زید و عمرو نے آزاد کیا ہے اور دونون مین سے ہر ایک نے

ف تصدیق اوّل بیچ [illegible]

یہ دعوی کیا کہ فلان نے اسکو آزاد کیا ہی تو غلام پر کچھ نہین لازم آئیگا پھر اگر اسکے بعد غلام نے دونون مین سے
کسی خاص کے واسطے اقرار کیا یا دونون کے سوائے کسی غیر کے واسطے اقرار کیا تو مقر لہ کا آزاد کیا ہوا قرار
دیا جائیگا پس ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو کتاب مین مذکور ہی کہ اگر غلام نے اسکے بعد کسی شخص غیر
کے واسطے اقرار کیا تو اسکا موےٰ ہو جائیگا یہ حکم صاحبین رح کے قول کے موافق ہونا چاہئے اور امام اعظم رح کے قول
پر یہ حکم ہی کہ اسکا اقرار جائز نہین ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بالاجماع سب کا قول ہی یہ محیط مین ہی اگر
ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین فلان عورت کا آزاد کردہ ہون اور عورت نے کہا کہ مین نے تجھے آزاد نہین کیا
بلکہ تو میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہی اور تو نے مجھ سے موالات کرلی ہی تو وہ شخص اسکا مولی الموالات ہوگا پھر اگر
اُس شخص نے یہ چاہا کہ مین اس عورت کی ولاء سے اپنی ولاء دوسرے شخص کیطرف منتقل کرون تو امام اعظم رح
کے قیاس کے موافق ایسا نہین کرسکتا ہی اور صاحبین رح کے قیاس کے موافق کرسکتا ہی اور اگر اسنے یہ اقرار
کیا کہ مین اسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے موالات کرلی ہی اور عورت نے کہا کہ مین نے تجھے آزاد کیا ہی تو
وہ شخص اسکا مولی الموالات قرار پائیگا اور اسکو اختیار ہی کہ عورت کی موالات سے دوسری کی طرف ولاء منتقل کرے
اور اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین زید کا آزاد کردہ ہون اسنے مجھے آزاد کیا ہی اور زید نے انکار کیا اور کہا کہ مین نے تجھے
آزاد نہین کیا ہی اور نہ مین تجھے پہچانتا ہون پھر اس مقر نے عمرو کے واسطے اقرار کیا کہ اسنے مجھے آزاد کیا ہی تو امام اعظم رح
کے نزدیک اسکا اقرار صحیح نہین ہی اور عمرو کا موےٰ نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی اور اسکا موےٰ ہو جائیگا
بشرطیکہ عمرو اسکی تصدیق کرے۔ اگر زید نے ایک میت کے فرزند پر بعد موت کے دعوی کیا کہ مین نے تیرے باپ کو
آزاد کیا ہی اور فرزند نے اسکی تصدیق کی تو اسکی ولاء زید کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر میت کی اولاد بالغ موجود ہون
اور بعضی اولاد نے اسکی تصدیق کی تو جنھون نے تصدیق کی ہی وہی زید کے موالی ہونگے اور اگر دو شخصون نے یعنی
زید و عمرو نے دعوی کیا اور بعضے اولاد نے زید کی اور بعضی نے عمرو کی تصدیق کی تو جس فریق نے جسکی تصدیق
کی اسکے موےٰ ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اگر غلام نے زید پر دعوی کیا کہ مین اسکا غلام تھا اسنے مجھے آزاد کردیا ہی اور
زید نے کہا کہ مین نے تجھے آزاد نہین کیا ہی تو جیسا میرا غلام تھا ویسا ہی ہی تو موےٰ کا قول قبول ہوگا پھر اگر غلام نے زید
سے قسم لینی چاہی تو لے سکتا ہی اور اگر مدعا علیہ یعنی زید نے کہا کہ تو اصلی آزاد ہی کبھی میرا غلام نتھا اور نہ مین نے تجھے
آزاد کیا ہی اور قسم لینی چاہی تو امام محمد رح کے نزدیک قسم نہ لیجاویگی کیونکہ اختلاف یہان ولاء مین واقع ہوا نہ عتق مین
کیونکہ عتق مین دونون کا تصادق ہی اور ولاء مین امام کے نزدیک استحلاف نہین ہوتا ہی۔ اسیطرح اگر زید نے آزاد
میت کے وارث پر جسنے ایک بیٹی و مال چھوڑا ہی دعوی کیا کہ مین نے میت کو آزاد کیا اور مجھے ولاء سے نصف
میراث چاہئے ہی اور بیٹی نے کہا کہ میرا باپ آزاد اصلی تھا تو دختر سے ولاء پر قسم نہین لیجائیگی مگر مال پر قسم یون لیجاویگی
کہ واللہ مین نہین جانتی ہون کہ میرے باپ کی میراث مین اس مدعی کا کچھ حق ہی۔ اور اس باب مین ولاء موالات
مثل ولاء العتاقہ کے ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک ولاء موالات پر قسم نہ لیجاویگی اور صاحبین نے اسمین بھی
اختلاف کیا ہی اور اگر دختر نے بعد انکار کے پھر مدعی کے دعوی کا اقرار کیا تو یہ شخص مدعی اس میت کا موےٰ قرار پائیگا
اور دختر کے انکار سے ولاء کا نقض نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے موالی مین سے ایک عربی پر دعوی کیا

اسنے مجھے آزاد کیا حالانکہ یہ عربی غائب ہے پھر مدعی کی رائے مین یون آیا کہ اسنے کسی دوسرے پر ایسا دعوی کیا اور اس سے قسم طلب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک اس سے قسم نہ لیجائیگی اور صاحبین کے نزدیک توقف کیا جائیگا پس اگر شخص عربی نے جو غائب تھا اگر اس مدعی کے دعوی کی تصدیق کی تو مدعی کی ولا دوسرے مدعا علیہ سے ثابت نہوگی اور اگر تکذیب کی تو دوسرے سے ثابت ہو جاویگی کذا فی المحیط

کتاب الاکراہ

قال المترجم اکراہ مین چار لفظ کا استعمال ایک مکرہ بصیغہ اسم فاعل یعنی اکراہ کرنیوالا اس لفظ کو مترجم استعمال کرتا ہے اسی معنی مین دوسرا مکرَہ بصیغہ اسم مفعول یعنے جس شخص کو باکراہ مجبور کیا اور بجاے اسکے مترجم لفظ مجبور کردہ استعمال کرتا ہے اور تیسرا مکرہ علیہ جس کام پر قولاً یا فعلاً مجبور کیا چوتھا مکرہ بہ یعنی جس وعید سے ڈرایا کہ تیرے ساتھ یہ کرونگا اگر تو ایسا نکریگا اور ان دونون لفظون کو مترجم استعمال کرتا ہے پس یاد رکھنا چاہئے۔ اور اسمین چار باب ہین باب اول۔ اکراہ کی تفسیر شرعی و انواع و شروط و حکم اور بعض مسائل کے بیان مین اکراہ کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ اکراہ ایسے فعل کا نام ہے جسکو آدمی غیر کیواسطے بلا اسکی رضا مندی کے کرتا ہے کذا فی الکافی اور اکراہ کی دراصل خود دو قسم ہین ایک ملجی دوسرا اکراہ غیر ملجی پس اکراہ ملجی اسکو کہتے ہین کہ غیر شخص کو کسی کام کرنے پر یون دھمکا وے کہ اگر نہ کریگا تو تیری جان ہلاک کر دونگا یا کوئی عضو تلف کر دونگا۔ اور جو اکراہ غیر ملجی ہے وہ یہ ہے کہ قید کر دونگا یا بیڑیان ڈالدونگا۔ اور شرط اکراہ کی امام اعظم رح کے نزدیک یہ ہے کہ اکراہ بادشاہ وقت کیطرف سے ہو اور صاحبین کے نزدیک جو صدمہ سلطان کی طرف سے پہونچتا ہے اگر وہی غیر کیطرف سے پہونچتا نظر آوے تو یہ بھی اکراہ شرعی صحیح ہوگا کذا فی النہایہ اور اسی قول پر فتوے ہے اور اگر مکرہ یعنے اکراہ کرنیوالا اس شخص کی نظر سے جسکو مجبور کرتا ہے غائب ہوا تو اکراہ جاتا رہا اور سلطان کیطرف سے فقط حکم دینا بدون تہدید کے اکراہ ہوتا ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر مامور یہ جانتا ہے کہ اگر مین یہ کام جسکا حکم دیا ہے نکرونگا تو بادشاہ میرے ساتھ خوفناک امر کریگا تو سلطان کا حکم ہی اکراہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور فتاوے آہو مین مذکور ہے کہ شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ سوا سلطان کے دوسرے کی طرف سے اکراہ بالاجماع اسیوقت متحقق ہوگا کہ جب یہ شخص دوسرے سے استغاثہ نہین لے سکتا ہے اور اگر لے سکتا ہو تو اختلاف ہے امام اعظم رح کے نزدیک نہ متحقق ہوگا اور صاحبین کے نزدیک متحقق ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اکراہ مین چند معانی کا اعتبار ہے ایک مکرہ مین دوسرے جسکو مجبور کیا ہے تیسرا امر یہ مجبور کیا جسکے جس بات پر ڈرایا ہے پس مکرہ مین یہ معتبر ہے کہ جس امر سے ڈرایا ہے وہ امر اسکے اختیار مین ہو کہ اسکا ایقاع کر سکتا ہو اور اگر ایسا نہوگا یعنے جس سے ڈراتا ہے اسکو کر نہین سکتا ہے تو ایسے شخص کا اکراہ اکراہ نہین ہذیان ہے اور جس شخص کو ڈرایا ہے اور مجبور کیا ہے اسمین یہ اعتبار ہے کہ مکرہ کیطرف سے وہ شخص اپنی جان پر خوفناک ہو کہ جس امر سے ڈراتا ہے اسکو جلدی ہی واقع کریگا کیونکہ وہ شخص بالطبع بدون اسکے مجبور نہین ہوگا اور جس امر سے ڈراتا ہے اسمین معتبر ہے کہ اس سے جان تلف ہو یا لنجا ہو جاوے یا کوئی عضو تلف ہو جاوے یا ایسے امر سے ڈراوے جس سے یہ شخص راضی

نہین ہی اور جس کام پر اکراہ کیا ہی اسمین یہ معتبر ہی کہ قبل اکراہ کے وہ کام اس شخص سے ممتنع ہو خواہ اسی کے
حق کی وجہ سے یا دوسرے آدمی کے حق کی وجہ سے یا شرعی حق کی وجہ سے اور ان احوال کے اختلاف
کیوجہ سے حکم مختلف ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ رہا حکم اکراہ کا یعنی رخصت یا اباحت وغیرہ سو اکراہ کی شرط پائی
جانے پر ثابت ہوگا اور اصل یہ ہی کہ مکرہ کے سب تصرفات قولی ہمارے نزدیک منعقد ہوتے ہین ولیکن ایسے
تصرفات مین سے جو تصرفات محتمل فسخ ہین جیسے بیع و اجارہ وغیرہ وہ فسخ ہوجاوینگے اور جو فسخ نہین ہوسکتے ہین
جیسے طلاق و عتاق و نکاح و تدبیر و استیلاد و نذر سو یہ تصرفات لازم رہینگے یہ کافی مین ہی۔ جب تلف نفس
یا عضو پر ڈرا کر کسی فعل کرنے پر اکراہ کیا تو وہ فعل مجبور کردہ سے منتقل کیا جائیگا مگر ان صورتون مین منتقل کیا
جائیگا کہ جنمین مجبور کردہ شخص مکرہ کا آلہ ہوسکتا ہی پس ایسا ہوجائیگا کہ گویا خود ہی مکرہ نے یہ فعل کیا ہی اور اسکی مثال
یہ ہی کہ مثلاً زید کو دھمکایا کہ تجھے قتل کرونگا یا تیرا ہاتھ کاٹ ڈالونگا اگر تو نے عمرو کو قتل نہ کیا یا اُسکا مال تلف نہ کیا
اور اگر تلف نفس یا عضو پر ڈرا کر کسی قول کہنے پر مجبور کیا پس اگر وہ قول ایسا ہو کہ جسکا جد و ہزل یکسان ہی اور اسکا
ثبوت متعلق بقبول ہی جیسے طلاق و عتاق تو ایسے اکراہ کا حکم یہ ہی کہ حق اتلاف مین مجبور کردہ شخص مکرہ کا آلہ قرار
دیا جائیگا اور اتلاف اس سے منتقل ہوکر مکرہ پر پڑیگا کیونکہ مجبور کردہ حق اتلاف مین مکرہ کا آلہ ہوسکتا ہی مگر حق
تلفظ مین جسمین مجبور کردہ شخص مکرہ کا آلہ نہین ہوسکتا ہی وہ مجبور کردہ ہی سے اعتبار کیا جائیگا اور اگر ایسا قول
ہو کہ جسکا جد و ہزل یکسان نہو جیسے بیع و اجارہ و اقرار تو ایسے اکراہ کا حکم یہ ہی کہ یہ قول فاسد قرار دیا جائیگا اسیطرح
اگر ایسا قول ہو جسکا جد و ہزل یکسان ہو مگر اسکا ثبوت متعلق بقبول نہین ہی تو ایسے اکراہ کا حکم بھی اس قول کا فساد
ہی حتی کہ مجبور کردہ کی ردت یعنی مرتد ہونا صحیح نہین ہی پس ردت ایسی چیز ہی کہ اُسکا جد و ہزل یکسان ہی مگر ثبوت
ردت متعلق بہ لفظ نہین ہی پس اگر ایک شخص نے زید کو مجبور کیا کہ کفر کرے اسنے کفر قبول کرنیکا اقرار کیا تو کافر نہوگا یہ
محیط مین ہی۔ اور اگر مکرہ نے قید و بند سے ڈرا کر کسی فعل پر مجبور کیا تو اسکا کچھ حکم نہین ہی اور یون قرار دیا جائیگا کہ اس
شخص نے بلا اکراہ خود ہی اس فعل کو کیا ہی اور اگر قید و بند سے ڈرا کر کسی قول پر مجبور کیا پس اگر ایسا قول ہی جسکا جد و
ہزل یکسان نہین ہی تو اسکا حکم یہ ہی کہ یہ قول فاسد ہی اور اگر ایسا قول ہو جسکا جد و ہزل یکسان ہی تو اسکا کچھ حکم
نہین ہی اور یون قرار دیا جائیگا کہ مجبور کردہ نے خود اپنے اختیار سے یہ لفظ کہا ہی یہ تبیین مین ہی پس اگر کسی شخص
کو قتل کیا یا ضرب شدید یا قید مدید سے ڈرا کر خرید یا فروخت یا اقرار یا اجارہ پر مجبور کیا تو مجبور کردہ کو خیار ہوگا
چاہے بیع کو تمام کردے یا فسخ کردے بخلاف اسکے اگر ایک روز کی قید یا بند یا ایک کوڑا مارنے پر ڈرایا تو یہ
حکم نہین ہی لیکن اگر یہ شخص مجبور کردہ صاحب منصب ہو کہ اسکے حال سے معلوم ہو کہ یہ شخص ایسے فعل سے متضرر
ہوگا تو یہ شخص مجبور کردہ قرار دیا جائیگا اور قید کی وہ مقدار جو اکراہ ہوسکتی ہی اسقدر ہی کہ جس سے کھلا ہوا
غم لاحق ہو اور ضرب سے اسقدر ہی کہ جس سے درد شدید حاصل ہو اور اسکی کوئی ایسی حد مقرر نہین ہی کہ
جس سے کم و زیادہ نہو سکے بلکہ یہ امام وقت کی رائے پر موقوف ہی اسواسطے کہ یہ باختلاف احوال مردم
مختلف ہوتا ہی پس بعضے آدمی ایسے ہوتے ہین جو بدون ضرب شدید و قید مدید کے دردناک نہین ہوتے ہین اور
بعضے شریف و صاحب منصب ہوتے ہین کہ ادنی توہین سے مثل ایک کوڑے یا گوشمالی سے متضرر ہوتے ہین خصوصاً جبکہ

یہ حرکت انکے ساتھ مجمع عام میں یا سلطان کے روبرو کیجا وے تو ایسے لوگون کے حق مین اکراہ صرف اسیقدر سے
ثابت ہوگا یہ تبیین مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو بیع کرکے سپرد کر دینے پر مجبور کیا تو یہ بیع مکروہ ہوگی اور اگر اسنے فقط
بیع پر مجبور کیا اور عمرو نے بیع کرکے بخوشی سپرد کیا تو یہ بیع مکروہ نہین ہے پس ثابت ہوا کہ بیع پر اکراہ کرنا سپرد
کر دینے پر اکراہ نہین ہوتا ہے پس سپرد کرنا برضامندی ہوا اور اس سے یہ حکم ہوگا کہ اسنے بیع کی اجازت دیدی
اور اسی سے ہم نے کہا ہے کہ جو شخص یون دعوے کرے کہ مین بیع کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اور اب چاہتا ہون
کہ بیع مشتری سے واپس لے تو اس دعوی کی سماعت نہ ہوگی تا وقتیکہ یون دعوے نہ کرے کہ مین بیع
کرکے سپرد کر دینے پر مجبور کیا گیا تھا۔ اور جب اکراہ بیع کرکے سپرد کر دینے پر واقع ہو حتی کہ بیع مکروہ ہو جاوے اور
مشتری نے بیع پر قبضہ کیا تو بیع فاسد اسکا مالک ہوگا اور مشتری کے تصرفات اسمین نافذ ہونگے اور بعد
تصرف کے اگر مجبور کردہ نے اس سے خصومت کی پس اگر ایسا تصرف ہو جو بعد وقوع کے محتمل نقض ہو تو مجبور
کردہ کو اختیار ہے کہ اسکا تصرف توڑ کر اپنے مال عین کو جہان پاوے واپس لیوے اور اگر ایسا تصرف ہو جو بعد
وقوع کے محتمل نقض نہین ہے جیسے عتق و تدبیر وغیرہ تو مجبور کردہ اسکو نہین توڑ سکتا ہے لیکن اسکو قیمت کی ضمان لینے کا
اختیار ہے پس چاہے مکرہ سے مشتری کے سپرد کرنیکے روز کی قیمت لے یا مشتری سے یہ قیمت ڈانڈ لے پس اگر
اسنے مشتری سے ضمان لینا اختیار کیا تو چاہے مشتری کے قبضہ کرنیکے روز کی قیمت لے یا جس روز اسنے آزاد
کیا ہے اس روز کی قیمت لے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو بیع پر مجبور کیا اور عمرو نے ثمن پر بطوع خود قبضہ کیا تو
یہ اجازت ہے کیونکہ ثمن پر بطوع خود قبضہ کرنا رضامندی کی دلیل ہے اور یہی شرط تھی بخلاف اسکے اگر ہبہ پر اکراہ
کیا سپرد کرنے پر اکراہ نکیا اور مجبور کردہ نے سپرد کیا تو یہ اجازت نہین ہے اگرچہ بطوع خود سپرد کیا۔ اور اگر مجبور کردہ نے
باکراہ اسکو قبول کیا تو یہ بیع کی اجازت نہین ہے اور ثمن پر قبضہ بسبب اکراہ کے ہوگا کہ ثمن واپس کرے اگر اسکے پاس موجود ہو کیونکہ
اکراہ سے عقد فاسد ہے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو اس سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر مشتری کے ہاتھ مین بیع تلف
ہوئی حالانکہ مشتری مجبور کردہ نتھا مگر بائع مجبور کردہ تھا تو مشتری اسکی قیمت بائع کو ڈانڈ دے اور بائع کو اختیار
ہے کہ مکرہ سے ضمان لے پس اگر مکرہ سے ضمان لی تو مکرہ مشتری سے قیمت واپس لیگا اور اگر مشتری سے ضمان لی تو مشتری
کی ملک بیع مین ثابت ہوگی اور مکرہ سے مشتری کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اسکو فروخت
کر دیا اور دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ علی ہذا القیاس ہاتھون ہاتھ چند بار فروخت ہوئی تو سب بیع مشتری اول
کے ضمان دینے سے نافذ ہو جاوینگی اور بائع اول کو اختیار ہے کہ جس مشتری سے چاہے ضمان لے اور جو مشتری ان
مشتریون مین سے ضمان ادا کریگا وہ مالک ہو جائیگا اور جتنی بیوع اسکے بعد واقع ہوئی ہین وہ سب جائز ہو جاوینگی
مگر ماقبل کی بیوع باطل ہونگی بخلاف اسکے اگر مجبور کردہ نے ان بیوع مین سے کسی بیع کی اجازت دی تو سب بیوع
ماقبل و مابعد کی جائز ہو جاوینگی اور ثمن کو مشتری اول سے وصول کریگا یہ تبیین مین ہے۔ اگر بائع مجبور کردہ ہو مشتری
مجبور کردہ نہو پس مشتری نے بعد قبضہ کے کہا کہ مین نے بیع توڑ دی تو اسکا توڑنا صحیح نہین ہے اور اگر قبل قبضہ کے
نقض کیا تو صحیح ہے اور اگر مشتری مجبور کردہ ہو یا بائع ہو تو قبل قبضہ کے دونون مین سے ہر ایک کو نقض بیع کا اختیار
ہے مگر بعد قبضہ کے فقط مشتری کو فسخ کا اختیار ہوگا نہ بائع کو یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر مشتری مجبور کردہ ہو نہ بائع

پھر مبیع مشتری کے پاس تلف ہو گئی پس اگر بلا تعدی تلف ہوئی تو امانت کا مال گیا یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اگر سلطان نے زید کو کسی چیز کے خریدنے و قبضہ کرنے و ثمن دینے پر مجبور کیا اور بائع مجبور کردہ نہیں ہے پھر مشتری مجبور نے بعد خریدنے و قبضہ کرنے کے اسکو آزاد کر دیا یا مدبر بنایا یا باندی تھی اس سے وطی کی یا شہوت سے بوسہ لیا تو خریداری نافذ ہو جاویگی - اور اگر مشتری نے خریدا اور ہنوز قبضہ نہیں کیا کہ بائع نے اسکو آزاد کیا تو عتق نافذ و بیع باطل ہو جاویگی اور اگر مشتری نے قبل قبضہ کے اسکو آزاد کیا تو استحساناً عتق نافذ ہوگا اور اگر قبل قبضہ کے دونوں نے معاً اسکو آزاد کیا تو بائع کا آزاد کرنا نافذ ہوگا یہ محیط میں ہے - اور اگر بائع مجبور کردہ ہو مشتری نہ ہو اور مشتری نے قبل قبضہ کے اسکو آزاد کر دیا تو اسکا عتق باطل ہے اور اگر مشتری کے آزاد کرنے کے وقت بائع نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو جاویگی کیونکہ ابھی تک معقود علیہ پر عقد کا حکم ہو سکتا ہے اور یہ عتق جو مشتری سے واقع ہوا جائز نہیں - اور اگر دونوں نے اسکو آزاد کیا تو بائع کا اعتاق جائز ہے کیونکہ اسکی ملک پر واقع ہوا ہے اور اس سے بیع ٹوٹ گئی اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا پھر دونوں نے اسکو آزاد کیا تو غلام مشتری کیطرف سے آزاد ہوا - اور اگر بائع و مشتری دونوں مجبور کردہ ہوں کہ عقد کریں بیع و ثمن پر باہم قبضہ کریں اور دونوں کو ایسا ہی کرنا پڑا پھر ایک نے بعد اسکے کہا کہ میں نے بیع کی اجازت دیدی تو اسکی جانب سے بیع جائز ہو جاویگی اور دوسرا اپنے حال پر رہیگا - پھر اگر دونوں نے بلا اکراہ اجازت دیدی تو بیع جائز ہے اور اگر دونوں نے اجازت نہ دی یہانتک کہ مشتری نے غلام آزاد کر دیا تو عتق جائز ہے پھر اگر اسکے بعد دوسرے نے اجازت دی تو اسکی اجازت پر التفات نہ کیا جائیگا کیونکہ تیسرے پر ضمان قیمت مقرر ہو چکی ہے اور محل عقد ابتداءً معدوم ہو گیا اور اگر دونوں نے باہم قبضہ نہ کیا یہانتک کہ ایک نے بلا اکراہ بیع کی اجازت دیدی تو بیع بالاتفاق فاسد ہو گی کیونکہ ایک کیطرف سے اکراہ پایا جانا فساد بیع کیواسطے کافی ہے - اور اگر معاً دونوں نے اسکو آزاد کیا حالانکہ ایک نے بیع کی اجازت دیدی ہے پس اگر وہ غلام مقبوض نہ ہو تو بائع کا اعتاق جائز ہے اور مشتری کا باطل ہے اور اگر ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے آزاد کیا پس اگر بائع نے بیع کی اجازت دیدی ہو اور مشتری نے بائع سے پہلے آزاد کیا تو یہ فعل دونوں کیطرف سے بیع کی اجازت تحقیق کریگا اور ثمن بائع کا مشتری پر واجب ہوگا اور عتق مشتری کیطرف سے نافذ ہوگا کیونکہ اسکی ملک سابق ہو چکی ہے اور اگر بائع نے پہلے آزاد کیا تو اُسنے اعتاق سے بیع توڑ دی اور اُسکی طرف سے عتق نافذ ہو گیا پھر دونوں میں سے کسیکی اجازت نفاذ عتق کیواسطے کارآمد نہ ہوگی اور نہ مشتری کا اعتاق اسکے بعد نافذ ہو سکتا ہے اور اگر مشتری نے اولاً بیع کی اجازت دی ہو اور بائع نے اجازت نہ دی ہو تو بائع کا اعتاق نافذ ہوگا اور اس سے بیع ٹوٹ جاویگی خواہ مشتری سے پہلے آزاد کیا ہو یا اسکے بعد آزاد کیا ہو کیونکہ مشتری کی اجازت کے بعد بھی وہ غلام بائع کی ملک میں باقی ہے پس بائع کا اعتاق اسکی ملک پر واقع ہوا اسواسطے نافذ ہوگا اور بیع ٹوٹ جاویگی یہ مبسوط میں ہے - اگر زید کو اسکی باندی فروخت کرنے پر مجبور کیا اور کسی مشتری کا نام نہ لیا اسنے باندی کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دی تو یہ فاسد ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے - اگر زید کو ظالموں نے گرفتار کیا کہ مال ادا کرے اور اسپر اداے مال کے واسطے اکراہ کیا اور زید ذکر نہ کیا کہ اپنی باندی کو اس مال کے عوض فروخت کرکے ادا کرے مگر زید نے

اپنی باندی اسلیے فروخت کی کہ یہ مال ادا کرے تو بیع جائز ہوگی کیونکہ اُسنے بطوع خود باندی فروخت کی ہے
اسلیے کہ ادائے مال کا تحقیق بطریق استقراض یا استیہاب ہو سکتا ہے کچھ باندی کی فروخت پر موقوف نہیں ہے اور یہ ظالموں
کی عادت ہے کہ جب کسی شخص سے مصادرہ چاہتے ہیں یعنی جرمانہ لینا چاہتے ہیں ۱۲ تو اسکو ادائے مال پر مجبور کرتے ہیں اور یہ نہیں کہتے ہیں
کہ اپنی ملک کی کوئی چیز فروخت کرے پھر جب اُسنے وہ چیز فروخت کردی تو بیع اُسکی نافذ ہوجاتی ہے تو ایسی
بلا میں مبتلا ہونے کے وقت حیلہ یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ میں کہاں سے ادا کروں میرے پاس مال نہیں ہے پھر جب
ظالم اُس سے کہے کہ اپنی باندی فروخت کرکے ادا کر تو اب وہ شخص باندی فروخت کرنے پر مجبور قرار دیا جائیگا
پس بیع نافذ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص دس ہزار درم پر ایک باندی خریدنے پر مجبور کیا گیا حالانکہ باندی کی
قیمت ہزار درم ہیں پس اُسنے دس ہزار سے زیادہ کو خریدی یا ایک شخص دس ہزار درم کی قیمت کی باندی کو ہزار
درم پر فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے ہزار سے کم پر فروخت کی تو ہمارے علماء کے قول پر استحسانًا بیع جائز ہے اور
اگر ہزار درم پر ایک باندی فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے بعوض دیناروں کے جنکی قیمت ہزار درم ہے فروخت
کی تو ہمارے علماء کے قول پر بیع فاسد ہے اور اگر ہزار درم پر باندی فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے بعوض کسی
اسباب یا حیوان کے جسکی قیمت ہزار درم ہے فروخت کی یا ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا گیا اُسنے سو دینار کا
جسکی قیمت ہزار درم ہے اقرار کیا تو ہمارے علماء کے قول پر یہ بیع و اقرار نافذ ہوگا اور اگر ہزار درم پر فروخت کرنے پر
مجبور کیا گیا اُسنے دو ہزار درم کو فروخت کی تو کل بیع جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر بیع پر مجبور
کیا گیا اور مجبور نے بیع ہبہ کردی تو جائز ہے اسیطرح اگر ہزار درم حق کا اقرار کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے ہزار درم
ہبہ کر دیے تو بھی جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص ملف نفس یا عضو کی دھمکی سے مجبور کیا گیا کہ اُسنے غلام ہزار
درم قیمت کا دس ہزار درم کو خریدا اور ثمن دیدیے اور غلام پر قبضہ کرلینے پر بھی مجبور کیا گیا اور مشتری نے سابق
میں قسم کھائی تھی کہ جس غلام کا میں آیندہ مالک ہوں وہ آزاد ہے یا خاص اسی غلام کی نسبت قسم کھائی تھی
تو یہ غلام آزاد ہوجائیگا اور مکرہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر زید اپنے
ذی رحم محرم کو قیمت سے زیادہ پر خریدنے اور اُسپر قبضہ کرنے پر مجبور کیا گیا اور زید نے خرید کر قبضہ کیا تو آزاد
ہوجاویگا اور قیمت دینی لازم آویگی اور جو کچھ اُسنے دیا ہے وہ مکرہ سے واپس لیگا اور اسیطرح اگر ایسی باندی
خریدنے پر جو زید سے بنکاح بچہ جنی ہے اور اسکے قبضہ کرنے پر مجبور کیا گیا یا ایسی باندی خریدنے پر مجبور کیا گیا جسکی
نسبت اُسنے یوں قسم کھائی تھی کہ اگر میں اسکا مالک ہوں اور قابض ہوں تو یہ مدبرہ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں
ہے۔ اگر سلطان نے زید کو تلف یا قید کی دھمکی سے اسپر مجبور کیا کہ میری متاع اس شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت
کرے حالانکہ مشتری خرید پر مجبور نہیں کیا گیا اور شخص مجبور نے مشتری کے ہاتھ متاع فروخت کی تو بیع جائز
ہے اور عہدہ اُسکا سلطان پر ہوگا نہ بائع پر اور اگر اسکے بعد مشتری سے بائع نے ثمن طلب کیا تو بیع کا عہدہ
اسی مشتری کی طرف راجع ہوگا اور اگر سلطان نے اس بات پر مجبور کیا کہ میرے واسطے فلاں شخص کا
اسباب ہزار درم میں خریدے اور زید نے خرید کیا تو خرید جائز ہے اور کل اسباب سلطان کا ہوگا اور مشتری
پر کچھ عہدہ نہیں ہے حتے کہ مشتری سے ثمن پھیر کر لیگا مطالبہ نہ کیا جائیگا اور اگر پھر مشتری سے بائع نے مبیع

سپرد کرنے کا مطالبہ کیا تو عہدہ زید کے ذمہ رجوع ہوگا اور اُس سے ثمن ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی
اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنا آدھا گھر غیر مقسوم عمرو کو ہبہ کر دے یا اُس سے مقسوم و غیر مقسوم کچھ بیان نہ کیا اور مجبور
کیا گیا کہ سپرد بھی کر دے پس زید نے تمام گھر ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو یہ جائز ہی کیونکہ اُسنے ایسا ہبہ کیا جسپر وہ مجبور
نہین کیا گیا تھا اور اگر اپنے آدھے گھر مقسوم کی بیع پر مجبور کیا گیا اور اُسنے تمام گھر بیع کیا تو ہمارے نزدیک استحساناً
بیع جائز نہین ہی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور اگر زید کو مجبور کیا کہ عمرو کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے فروخت کرے
اور زید نے بطور بیع صحیح کے فروخت کیا تو بیع جائز ہی اور اگر بطور بیع جائز کے فروخت کرنے پر
اور سپرد کرنے پر بھی مجبور کیا گیا اور اُسنے بطور بیع فاسد کے فروخت کر کے دیدی اور مبیع مشتری کے پاس
تلف ہو گئی تو بائع کو اختیار ہی کہ چاہے مکرہ سے ضمان لے یا مشتری سے کذا فی المبسوط۔ اگر اسکو بیع فاسد پر
اکراہ کیا اُسنے بیع کی تو جائز ہی۔ اور بر عکس مین اسکو اختیار ہی کہ مکرہ سے مبیع کی قیمت کی ضمان لے اور وہ مشتری
سے مال ضمان واپس لیگا اور اگر مکرہ نے زید کو نصف دار مقسوم یا کسی بیت کے ہبہ پر مجبور کیا اُسنے کل مکان ہبہ
یا فروخت کیا تو جائز نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اگر زید کو مکرہ نے عمرو کو مکان ہبہ کر دینے پر مجبور کیا اُسنے عمرو کو
صدقہ مین دیدیا یا صدقہ دینے پر مجبور کیا تھا اُسنے ہبہ کر دیا اور عمرو اُسکا ذو رحم محرم ہی یا اجنبی ہی تو یہ جائز ہی کیونکہ
ہبہ اور ہی اور صدقہ اور ہی۔ اور اگر مکرہ نے ہبہ کر کے سپرد کر دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض ہبہ کر کے باہمی قبضہ
کر لیا تو جائز ہی اور اگر مکرہ نے بعوض ہبہ کرنے پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض فروخت کر دیا اور باہمی قبضہ کر لیا تو باطل
ہی اسیطرح اگر بیع اور قبضہ باہمی پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض ہبہ کر کے باہمی قبضہ کر لیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مکرہ
نے ہبہ و قبضہ دیدینے پر مجبور کیا اور مجبور نے ایسا ہی کیا پھر موہوب لہ نے اسکو کچھ عوض دیا اُسنے قبول کیا تو یہ
اجازت قرار پائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر مکرہ نے ہبہ کر دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے اسکو نحلہ یا عمریٰ مین
دیا تو یہ باطل ہی خواہ موہوب لہ اسکا ذو رحم محرم ہو یا اجنبی ہو یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مکرہ نے خالد کو اس امر
پر مجبور کیا کہ اپنی باندی زید کو ہبہ کرے اُسنے زید و عمرو دو شخصونکو ہبہ کر دی تو حصہ عمرو کا ہبہ جائز اور حصہ
زید کا باطل ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر اس مسئلہ مین بجاے باندی کے ہزار درم ہون تو صاحب
اماموں کے نزدیک بالاتفاق کل ہبہ باطل ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر مکرہ نے زید کو مجبور کیا کہ عمرو کو
ہبہ کرے اور قبضہ دلا دینے پر مجبور نہین کیا پس زید نے ہبہ کر کے وہ چیز عمرو کو دیدی اور کہا کہ مین نے تجھے
ہبہ کیا تو اسکو لے لے اور عمرو نے وہ چیز لے لی اور اسکے پاس تلف ہو گئی تو زید کو خیار ہوگا کہ چاہے مکرہ
سے قیمت کی ضمان لے یا عمرو سے ضمان لے یہ مبسوط مین ہی

دوسرا باب اُن امور کے بیان مین جنکا کرنا شخص مجبور کردہ شدہ کو حلال ہی اور جنکا نہین حلال ہی۔ اس
باب کے مسائل چار قسم پر ہین اول وہ کہ جنکا کرنا اوسے ہی نکرنے سے اور ترک کرنے سے گنہگار ہوگا دوم وہ
کہ جنکے نکرنے سے ثواب ہوگا حالانکہ اگر کرے تو گنہگار نہو مگر ترک کرنا اوسے ہی سوم وہ کہ جنکے نہ کرنے سے
ثواب پائیگا اور کر لے سے گنہگار ہوگا چہارم وہ کہ جنکا کرنا و نہ کرنا دونون یکسان ہین یہ فتاوے قاضیخان
مین ہی۔ سلطان نے اگر ایک شخص کو گرفتار کیا اور کہا کہ یا تو یہ شراب پیے یا یہ مردار کھاوے یا یہ سور کا گوشت کھاوے

ورنہ میں تجھے قتل کر دونگا تو اس شخص کو اسکا پینا و کھانا جائز ہے بلکہ اگر اسکا غالب گمان یہ ہو کہ در صورت نہ کھانے
کے مقتول ہوجائیگا تو کھانا اسپر فرض ہے پس اگر اسنے نہ کھایا اور سلطان نے اسکو قتل کیا تو ظاہر الروایہ کے موافق
گنہگار ہوگا اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ گنہگار اور خودکشی کے جرم میں ماخوذ ہوگا لیکن اگر یہ نجانتا ہو کہ بوقت
ضرورت یہ چیزیں مباح ہوجاتی ہیں اور حرام سمجھکر اسنے نہ کھائیں اور مقتول ہوا تو امید ہے کہ اسکے حق میں
گنجائش ہوا اور اگر مباح ہوجانے کو جانکر اسنے نہ کھائیں تو ماخوذ ہوگا ایسا ہی محمد رح نے فرمایا ہے اور اگر اس
شخص کے غالب گمان میں یہ امر ہو کہ سلطان مجھسے دل لگی کرتا ہے اور قتل کرنے پر دھمکاتا ہے مگر نہ کھانے کی
صورت میں قتل نہ کریگا تو اسکو کھانا حلال نہیں ہے اور اس باب میں اسکی رائے حکم ہے۔ اسیطرح اگر ظالمون
نے اسکے عضو کے تلف کرنے پر دھمکایا مثلاً ہاتھ وغیرہ کاٹ ڈالنے پر ڈرایا اسیطرح اگر سو کوڑے وغیرہ مارنے پر
دھمکایا کہ جس سے جان یا کسی عضو کے تلف ہوجانے کا خوف ہے تو بھی مثل قتل کے اسکا حکم ہوا اور امام محمد رح
نے اسکی کوئی مقدار مقرر نہیں کی بلکہ ضرب کی مقدار مجبور کردہ کی رائے پر تفویض کی ہے اور یہی صحیح ہے اور قرار پایا کہ
اگر ایک یا دو کوڑے مارنے پر دھمکایا تو اسکو ان حرام چیزوں کا کھانا مباح نہیں ہے لیکن اگر ظالمون نے یون ڈرایا
کہ ایک یا دو کوڑے آنکھ پر یا آلہ تناسل پر خوب ماریں گے تو گنجائش ہے اور اگر اسکو حبس دوام یا بند دائمی
پر دھمکایا تو اسکو کھانا مباح نہیں ہے بشرطیکہ اس قید و بند میں کھانا پانی بند نہ کیا جاوے اور ہمارے مشائخ نے
فرمایا کہ اگر شخص مجبور کردہ صاحب عیش و حشمت ہو کہ جسپر قید و بند شاق گذرے اسطرح کہ اسکے دل میں
پیدا ہو کہ در صورت عدم تناول کے میں قید و بند میں مر جاؤنگا یا میرا کوئی عضو جاتا رہیگا تو اسکو کھالینا مباح
ہے اور اسیطرح اگر کسی مکان تاریک میں قید کرنے پر دھمکایا جسکے اندر دیر تک رہنے سے بینائی جاتی رہنے کا خوف
ہو تو بھی اسکو کھالینا مباح ہے۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رح نے اسطرح کا حکم فقط اپنے زمانہ کی قید دیکھکر
فرمایا ہے اور ہمارے زمانہ میں جو صورت قید کی موجود ہے اس سے کھالینا مباح ہوتا ہے اور اگر ظالمون نے کہا کہ ہم
تجھے بھوکا رکھینگے ورنہ تو ان چیزون کو تناول کر تو اسکو تناول کرنا مباح نہیں ہے تاوقتیکہ بھوک سے یہ نوبت
نہ پہنچے جس سے خوف تلف ہو یہ محیط میں ہے اور اگر اس شرط پر مجبور کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے اور دھمکایا گیا کہ در صورت نہ کہنے کے قتل کیا جائیگا یا عضو قطع کیا جائیگا تو کلمہ
کفر اظہار کرنے میں اسکو رخصت دیگئی ہے پس اگر اسنے کلمہ کفر اظہار کیا حالانکہ اسکا دل ایمان سے مطمئن ہے تو
گنہگار نہ ہوگا اور اگر اسنے صبر کیا یہانتک کہ مقتول ہوا تو اسکو ثواب عظیم ملیگا اور اگر قید و بند یا ضرب سے دھمکایا گیا کہ
کلمہ کفر کہے یا سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کرے تو یہ درحقیقت اکراہ نہیں ہے جبتک کہ ایسے امر سے نہ دھمکایا جاوے
جس سے تلف نفس یا عضو کا خوف ہو اور اگر کسی مسلمان کے مال تلف کرنے کیواسطے ایسے امر سے اکراہ کیا گیا
جس سے تلف نفس یا عضو کا خوف ہے تو اسکو رخصت ہے اور اگر اسنے مکرہ کا کہنا نہ مانا اور صبر کیا یہانتک کہ مقتول ہوا
تو شہید ہوگا اور ثواب عظیم پائیگا اور اگر فقط قید و بند سے دھمکایا گیا تو اسکو مال مسلم کے تلف کردینے کی گنجائش نہیں
ہے اور صاحب مال کو اختیار ہے کہ مکرہ سے ضمان لے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر تلف نفس یا عضو پر ڈرایا گیا کہ زید کا مال
لے لے یا عمرو کا تو [illegible] دونوں میں سے ایک کا مال لے لے [illegible] دونوں میں سے کسکا مال لینا اولیٰ ہے تو

تو جسنے قسم کھالی اسپر تاوان نہیں ہے اور جسنے نہیں کھائی وہ مقبوضہ کی ضمان دیگا پس اگر قسم سے انکار کرنیوالا
وہی ہو جسنے غلام پر قبضہ کیا ہے تو بائع اپنے غلام کی قیمت جس سے چاہے ڈانڈ لے خواہ مشتری سے یا مکرہ سے پس
اگر مکرہ سے لی تو وہ مشتری سے واپس لیگا اور اگر مشتری سے لی تو وہ مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور بائع
ثمن بھی نہیں واپس لے سکتا ہے - اور اگر مشتری قسم کھا گیا اور بائع نے انکار کیا تو غلام کی نسبت مشتری
ضمان نہ لیجاویگی اور ثمن کی ضمان چاہے بائع سے لے یا مکرہ سے پس اگر بائع سے لی تو وہ مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا
ہے اور اگر مکرہ سے لی تو وہ بائع سے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے - اگر زید کسی شخص کے قتل کرنے پر مجبور کیا گیا
تو زید کو اسکے قتل کرنیکی رخصت نہیں ہے اور اس فعل پر اقدام نہیں کر سکتا ہے بلکہ صبر کرے یہانتک کہ خود قتل
ہو جاوے اور اگر زید نے اسکو قتل کیا تو گنہگار ہوگا اور اُسکا قصاص مجبور کردہ پر عائد ہوگا اگر قتل عمدا ہو یہ امام
اعظم و امام محمد رحمہ کا قول ہے یہ کافی میں ہے - اور اگر مامور مختلط العقل یا نابالغ ہو تو قصاص مکرہ پر واجب ہوگا یہ
عینی شرح ہدایہ میں ہے - اور اگر کوئی شخص صرف قید و بند سے ڈرا کر اس امر پر مجبور کیا گیا کہ زید مسلم کو قتل کرے
اسنے ایسا ہی کیا تو یہ اکراہ صحیح نہیں ہے اور قاتل پر بالاتفاق قصاص واجب ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں
ہے - اگر سلطان نے ایک شخص کو قتل پر ڈرایا کہ اپنا ہاتھ قطع کرے تو اسکو گنجائش ہے کہ ہاتھ قطع کر دے پھر اگر مکرہ
نے اس مقدار میں خصومت کی تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا - اور اگر اس امر پر اکراہ کیا کہ اپنے تئیں قتل کرے
تو نہیں کر سکتا ہے اور اگر اپنے تئیں قتل کیا تو مکرہ پر کچھ واجب نہیں ہوگا یہ محیط میں ہے - اگر سلطان نے کسی شخص
سے کہا کہ اپنے تئیں اس آگ میں ڈالدے ورنہ تجھے قتل کر دونگا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسی آگ ہے کہ اس سے کبھی بچ جاتا ہے اور
کبھی نہیں بچتا ہے تو اسکو آگ میں گر پڑنے کی گنجائش ہے پھر اگر اسنے آگ میں ڈالا اور مر گیا تو حکم دینے والے مکرہ پر
امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور اگر آگ ایسی ہو کہ جس سے نجات ممکن نہیں ہے ولیکن اس
شخص کو اپنے تئیں آگ میں ڈالنے میں بہ نسبت اور عذاب کے تھوڑی راحت ہے تو اسکو اختیار ہے کہ اپنے تئیں آگ
میں ڈالدے - بعض نے کہا کہ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے پس اگر اسنے اپنے تئیں آگ میں ڈالا اور مر گیا
تو امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک مکرہ پر قصاص واجب ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکرہ کے مال پر دیت
واجب ہوگی قصاص نہوگا اور ایسی میت کو غسل نہ دیا جائیگا اور اگر اس آگ میں ڈالنے سے جس سے نجات متعذر
ہوگی کچھ راحت بھی نہو تو اسکو آگ میں گرنیکا اختیار نہیں ہے اور اگر اسنے آگ میں جان ڈالدی اور مر گیا تو اسکا
خون ہدر ہوگا یہ بالاتفاق ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے - اگر سلطان نے ایک شخص سے کہا کہ اپنے تئیں اس
پانی میں ڈالدے ورنہ تجھے قتل کرونگا پس اگر وہ شخص جانتا ہے کہ میں پانی سے زندہ نہ بچونگا تو اسکو ایسا کرنیکی
گنجائش نہیں ہے اور اگر ایسا کیا تو اسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اسمیں کچھ راحت ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک ایسا
کر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں کر سکتا ہے پس اگر اسنے ایسا کیا اور مر گیا تو اسکی دیت امام اعظم رحمہ کے
نزدیک مکرہ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی جیسا کہ خود مکرہ کے گرا دینے کی صورت میں یہی حکم تھا اور امام ابو یوسف
نے فرمایا کہ اسکی دیت مکرہ کے مال سے دلائی جاویگی اور قصاص عائد نہوگا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مکرہ پر قصاص
واجب ہوگا اور امام ابو یوسف سے ایک روایت میں مثل قول امام محمد رحمہ کے مروی ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے - اور اگر

عـه قولہ ہدر یعنی رائیگان ہوگا قصاص یا دیت کچھ بھی لازم نہوگی ۱۲

مکرہ نے کہا کہ تو خود اپنا ہاتھ قطع کر دے ورنہ میں قطع کر دونگا تو اسکو اپنے ہاتھ کے خود کاٹنے کی گنجایش نہیں ہے
اور اگر خود کاٹا تو ہدر ہو جاویگا اور اگر مکرہ نے کہا کہ تو اپنے تئیں تلوار سے قتل کر دے ورنہ میں تجھے تلوار سے قتل
کر دونگا یا کوڑوں سے مار ڈالونگا یا ایسا ہی کوئی عذاب جو بہ نسبت اسکے خود قتل کرنیکے سخت تر ہے بیان
کیا تو اسکو خودکشی کی گنجایش ہے اور جب اسنے مکرہ کے اکراہ سے اپنے تئیں تلوار سے قتل کیا تو مکرہ پر قصاص
واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر سلطان نے ایک شخص سے کہا کہ تو اپنے تئیں پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دے ورنہ
میں تجھے قتل کر دونگا پس اگر اسکو گرا دینے میں کچھ راحت ہو تو اسکو خود گرا دینیکی گنجایش نہیں ہے اور اگر اسنے خود
گرا دیا اور مرگیا تو اسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اسمیں کچھ راحت ہو تو امام اعظم رح کے قیاس پر اسکو گرا دینے
کی گنجایش ہے پس اگر اسنے گرا دیا اور مرگیا تو امام اعظم رح کے قول پر اسکی دیت مکرہ کی مددگار برادری پر
واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک اسکو یہ گنجایش نہیں ہے اور اگر اسنے گرا دیا تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا
اور یہ مسئلہ قتل بالمثقل کے مسئلہ کی فرع ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک ایسا کرنا موجب قصاص نہیں ہوتا
ہے اور صاحبین کے نزدیک ہوتا ہے اور مامور کا فعل مثل فعل حکم دہندہ کے قرار دیا جاتا ہے اور اگر حکم دہندہ نے
اسکو گرا دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک دیت واجب ہوگی قصاص واجب نہوگا اور صاحبین کے نزدیک قصاص
واجب ہوگا اور امام ابو یوسف سے ایک روایت میں آیا ہے کہ مکرہ کے مال سے دیت دلائی جاویگی اور اگر
ایسا ہو کہ اس فعل سے اسکو ہلاکت کا خوف اور کچھ نجات کی بھی امید ہو اور اسنے اپنے تئیں گرا دیا تو حکم دہندہ
کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ حکم بالاتفاق ہے کیونکہ یہ مثل خطا سے قتل کرنیکے ہے یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ اگر سلطان نے زید سے کہا کہ عمرو کا ہاتھ کاٹ دے ورنہ میں تجھے قتل کر دونگا تو اسکو عمرو کے ہاتھ کاٹنے
کی گنجایش ہے اور جب اسنے قطع کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قصاص مکرہ پر عائد ہوگا یہ محیط میں
ہے۔ اور اگر بوعید تلف اسکو اس امر کے واسطے ڈرایا کہ تو اللہ تعالے کے ساتھ کفر کر یا اس شخص مسلمان کو قتل
کر تو اسکو گنجایش ہے کہ اللہ تعالی کیساتھ کلمہ کفر بطور اجرا زبان لیکر اسکا دل ایمان سے مطمئن ہو اور یہ گنجایش نہیں ہے
کہ فلان شخص مسلم کو قتل کرے اور اگر اسنے صبر کیا یہانتک کہ خود قتل ہوا تو اسکو ثواب عظیم حاصل ہوگا اور
اگر اسنے کفر سے انکار کر کے فلان شخص کو قتل کیا تو قیاساً اسکے عوض قتل کیا جاوے اور استحساناً قتل نہ کیا
جائیگا بشرطیکہ یہ جانتا ہو کہ اس صورت میں اسکو کفر کرنیکی گنجایش ہے ولیکن یہ واجب ہوگا کہ اسکے مال سے تین
سال میں دیت مقتول ادا کیجاوے اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس صورت میں اسکو کفر روا ہے اور باوجود اسکے اسنے
مسلمان کو قتل کیا تو امام محمد رح نے کتاب الاصل میں یہ صورت ذکر نہیں فرمائی اور ہمارے اکثر مشایخ کا یہ قول
ہے کہ اس صورت میں قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر زید مجبور کیا جاوے کہ تو اس مردار گوشت وغیرہ
کو کھالے یا اس مرد مسلمان کو قتل کر تو اسکو چاہیے کہ مردار کو کھاوے مسلمان کو قتل نکرے اور اگر
اسنے مردار نہ کھایا یہانتک کہ مقتول ہوا تو گنہگار ہوگا بشرطیکہ جانتا ہو کہ ضرورت کیوقت مردار کھانا مباح ہے اور
اگر اسنے مردار نہ کھایا بلکہ مسلمان کو قتل کیا تو اسپر قصاص واجب ہوگا اور امام محمد رح نے مردار کے مسئلہ میں وجوب قصاص
کیواسطے یہ شرط نہیں لگائی کہ اسکو یہ معلوم نہ ہو کہ مردار کھانیکی گنجایش تھی اور ہمارے مشایخ نے مسئلہ مردار میں فرمایا کہ

نہین ہے۔ اگر زید کو بوعید تلف ڈرایا کہ فلان شخص کا مال لیکر مجھے دیدے تو مجھے امید ہے کہ اسکو لیکر زید کو دیدینا روا ہے اور
تاوان بکر پر واجب ہوگا۔ اور یہ فعل مامور کو اسوقت تک روا ہے جبتک کہ بکرہ کے پاس حاضر ہے اور اگر مکرہ
نے اسکو بھیجا تاکہ ایسا کرے اور مامور کو خوف ہے کہ اگر مین نے ایسا نہ کیا تو در صورت قابو پانے کے مجھے قتل کریگا
یا جس طور سے مجھے ڈرایا ہے وہی فعل کریگا تو مامور کو اسکی فرمانبرداری پر اقدام حلال نہین ہے لیکن اگر مکرہ کا ایلچی
اسکے ساتھ ہو کہ اگر یہ شخص ایسا نہ کرے تو میرے پاس واپس لاتا تو البتہ اقدام کر سکتا ہے اور اگر اسنے نہ کیا یہانتک
کہ مکرہ نے اسکو قتل کیا تو انشاء اللہ تعالی اسکو گنجائش ہے اور اگر مکرہ نے اسکو قید و بند سے ڈرایا ہو تو مامور
کو ایسے فعل کا اقدام حلال نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر طلاق یا عتاق پر ایک شخص مجبور کیا گیا تو طلاق و عتق
واقع ہو جائیگا اور غلام کی قیمت مکرہ سے واپس لیگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور غلام پر سعایت لازم
نہ آویگی اور دیگر اس غلام سے تاوان کا مال واپس نہین لے سکتا ہے اسیطرح آدھا مہر مکرہ سے لیگا اگر یہ طلاق
بالاکراہ قبل دخول کے واقع ہوئی ہو اور مقدار مہر عقد نکاح مین بیان کردی گئی ہو اور اگر مسمی نہ ہو تو جو کچھ اسپر
متعہ واجب ہوا ہے لیگا اور اگر مجبور نے مسئلہ عتق مین یون کہا کہ میرے دل مین زمانہ گذشتہ کی آزادی کی
خبر دینا بطور کاذب گذرا تھا اور میری یہی مراد تھی تو اسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور حکم قضا مین غلام آزاد ہو جاویگا
اور در صورت سچ ہونے کے فیما بینہ و بین اللہ تعالے آزاد نہ ہوگا اور مکرہ اسکو کچھ تاوان نہ دیگا اور اگر یون کہا
کہ میرے دل مین یہ خطرہ گذرا تھا کہ مین نے اپنے کلام سے یہ مراد نہین لی بلکہ میری مراد یہی تھی کہ فی الحال حریت
حاصل ہو یا مین نے کچھ ارادہ نہین کیا یا میرے دل مین کچھ خطرہ نہین گذرا تو اس صورت مین قضاءً و دیانتہً دونون
طرح آزاد ہو جاویگا اور اسکی قیمت مکرہ سے تاوان لیگا اور طلاق مین بھی اسی تفصیل سے حکم ہے یہ تبیین مین ہے
اگر مکرہ نے مالک غلام سے کہا کہ تیرے دل مین زمانہ ماضی کے عتق کا اخبار بطور کاذب گذرا اور تیرا یہی
ارادہ تھا تو نے آیندہ عتق کا ارادہ نہین کیا پس تجھے مجھ سے ضمان لینا نہین پہونچتا ہے اور مکرہ نے کہا کہ نہین بلکہ
مین نے از سر نو عتق مراد لیا ہے اور مین تجھ سے ضمان لے سکتا ہون تو مالک غلام کا قول قبول ہوگا اور مکرہ کو
اختیار ہے کہ اس سے اسکے دعوے پر قسم لے اور اسیطرح طلاق مین اگر مکرہ نے شوہر سے کہا کہ تو نے
اخبار بطور کاذب زمانہ ماضی کا ارادہ کیا ہے نہ یہ کہ طلاق ایجاد ہو جاوے اور شوہر نے کہا کہ نہین بلکہ یہی مراد
تھی کہ ایجاد ہو جاوے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ اپنی
عورت کا طلاق یا اپنے غلام کا عتق اپنی عورت یا غلام کے ہاتھ مین دیدے یا کسی غیر کے ہاتھ مین دیدے
پس جسکے اختیار مین دیا تھا اسنے طلاق دیدی اور آزاد کردیا تو طلاق و عتاق واقع ہو جاویگی اور مجبور کردہ مکرہ سے
طلاق قبل الدخول مین نصف مہر اور عتاق مین غلام کی قیمت تاوان لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ امام محمد رحمہ
فرمایا کہ اگر لص غالب نے زید کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت کو ایک طلاق دیدے حالانکہ زید
نے اسکے ساتھ دخول نہین کیا تھا اسنے تین طلاق دیکر نصف مہر اسکو بھر دیا تو یہ نصف مہر مکرہ سے واپس نہین
لے سکتا ہے اور اگر اسکو تین طلاق پر مجبور کیا جاوے تو یہ ایک طلاق کا اکراہ ہوتا ہے اور اگر نصف غلام آزاد کرنے
پر بوعید تلف مجبور کیا گیا اسنے کل غلام آزاد کردیا تو بالاتفاق سب غلام آزاد ہو جاویگا اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک

مجبور کردہ مکرہ سے کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک غلام کی قیمت کا تاوان لے سکتا ہے
خواہ وہ خوشحال ہو یا تنگدست اور اگر کل غلام آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا اور اسنے آزاد کیا تو یہ صورت اور صورت
اول صاحبین کے قیاس پر یکساں ہے کہ کل غلام آزاد ہو جاویگا اور مکرہ اس شخص کو غلام کی قیمت تاوان
دیگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو مگر امام اعظم رح کے نزدیک نصف غلام آزاد اور نصف رقیق رہیگا اور جس قدر
مکرہ کیوجہ سے آزاد ہوا ہے یعنی نصف اسکی ضمان مکرہ کو دینی ہوگی اور باقی نصف جو مکرہ کے عدم اکراہ سے
نہیں آزاد ہوا ہے اسکا یہ حکم ہے کہ اگر مکرہ خوشحال ہو تو اسکا تاوان بھی ادا کریگا ورنہ تنگدست ہو تو نہیں اس صورت میں نہیں
ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک مریض نے اپنی عورت کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ مجھ سے ایک طلاق
بائن کی درخواست کرے اسنے درخواست کی اور مریض نے ایک طلاق بائن دیدی اور ہنوز وہ عدت میں
تھی کہ مریض مر گیا تو عورت اسکی وارث ہوگی اور اگر وہ طلاق بائن کی درخواست کی اور مریض نے دیدی پھر
اسکی عدت میں مر گیا تو عورت وارث نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنی جورو کی ایک طلاق عمرو کے اختیار
میں دیدی کہ چاہے ایک طلاق دے اور پھر زید مجبور کیا گیا کہ اسکو دوسری طلاق کا حکم دے حالانکہ وہ عورت
زید کی مدخولہ نہیں ہے پس عمرو نے دو طلاق دیں تو مہر کا ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اسیطرح اگر اسنے وہی طلاق
جسکا اختیار زید نے بلا اکراہ دیا تھا دیدی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المبسوط اور اگر عمرو نے وہ طلاق جسکے واسطے زید
مجبور کیا گیا دیدی تو مکرہ نصف مہر کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے پھر صورت اولیٰ کی دلیل میں فرماتے ہیں کہ کیا تو نہیں
دیکھتا ہے کہ اگر زید نے اپنی جورو سے جو مدخولہ نہیں ہے یوں کہا کہ تو طالق ہے جب تو چاہے پھر اسکے بعد یا اس سے پہلے زید
مجبور کیا گیا کہ اپنی جورو سے یوں کہے کہ تو طالق ہے جب تو چاہے پس زید نے ایسا کہا اور عورت نے اپنے تئیں دونوں
طلاق دیدیں تو شوہر اسکو نصف مہر تاوان دیگا اور مکرہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر عورت ہی صاحب قدرت
و سلطنت ہو اور اسنے اپنے شوہر کو مجبور کیا کہ میں تیری جان یا عضو تلف کردونگی اگر تو نے مجھے طلاق نہ دی اسنے
مجبور ہو کر ایسا کیا تو زید پر کچھ مہر واجب نہ ہوگا اور اگر اسنے صرف قید سے ڈرایا ہو تو ایسی صورت میں نصف مہر
لے لیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر عورت اس امر پر مجبور کیگئی کہ اپنے شوہر سے ایک طلاق ہزار درم پر قبول کرے اسنے
قبول کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور عورت کے ذمہ مال لازم نہ ہوگا پھر اگر عورت نے اسکے بعد اس طلاق کی
جسکے واسطے بعوض ہزار درم کے مجبور کیگئی ہے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی اجازت صحیح ہے اور مال
اسکے ذمہ لازم ہوگا اور طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک طلاق رجعی ہوگی اور اجازت باطل اور امام
ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں ایک روایت مثل قول امام محمد رح کے اور ایک مثل امام ابو حنیفہ کے ہے یہ فتاویٰ قاضیخان
میں ہے۔ اور اصح روایت یہ ہے کہ قول امام ابو یوسف مثل قول امام اعظم ہے اور اگر بجائے طلاق کے خلع بعوض ہزار درم
ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر کچھ مال واجب نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر شوہر مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت کو بعوض
ہزار درم کے طلاق دے اور عورت مجبور کی گئی کہ قبول کرے پس دونوں نے ایسا کیا تو طلاق بلا مال واقع ہوگی
اسیطرح اگر خلع [illegible] ایسا واقع ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن عتق میں مولیٰ کو اختیار ہے [illegible]
اپنے غلام کی قیمت تاوان لے بشرطیکہ مکرہ نے بوعید قتل اسکو مجبور کیا ہو اور اگر قید سے [illegible] تو کچھ تاوان نہ

لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے - ایک باندی جو آزاد کی گئی وہ قبل دخول کے مجبور کی گئی کہ اپنے نفس کو اختیار کر لے
یعنی شوہر کی ملک سے فرقت کر لے تو شوہر سے اسکا یا اسکے مولی کا کچھ مہر واجب نہ ہوگا اور مکرہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی
میں ہے - اگر زید بوعید تلف مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت کو بعوض ہزار درم کے ایک طلاق دیدے اسنے تین طلاق
مہر طلاق بعوض ہزار درم کے دی یا اور عورت نے یہ سب قبول کر لیں تو تین طلاق واقع ہونگی اور شوہر کے عورت پر
تین ہزار درم واجب ہونگے اور عورت کا نصف مہر شوہر پر واجب ہوگا اسوجہ سے کہ قبل دخول کے فرقت
واقع ہوئی ہے اور سبب فرقت ایسا نہیں ہے کہ عورت کی طرف منسوب ہو اور مکرہ سے اس صورت میں کچھ تاوان
نہیں لے سکتا ہے اگرچہ نصف مہر تین ہزار درم سے زائد ہو کیونکہ طلاق میں جسقدر مرد نے اپنی طرف سے زائد
کیا وہی روپیہ نصف مہر ثابت ہونے کیواسطے کافی ہے اور اگر شوہر مجبور کیا گیا کہ اپنی جورو کو ایک طلاق بعوض
ہزار درم کے دیدے اسنے ایسا کیا اور عورت نے قبول کیا تو عورت پر مرد کے ہزار درم واجب ہونگے پھر دیکھا جائیگا
کہ نصف مہر کسقدر ہے پس اگر زائد ہو تو شوہر بقدر زیادتی کے عورت کو ادا کریگا اور اسیقدر مکرہ سے واپس لیگا بشرطیکہ
مکرہ نے اسکو بوعید تلف ڈرایا ہو اور یہ امام محمد و امام ابو یوسف کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک شوہر کے ذمہ
عورت کا کچھ مال واجب نہ ہوگا اور شوہر کے ہزار درم عورت پر واجب ہونگے یہ مبسوط میں ہے - اگر زید مجبور کیا گیا
کہ اپنے غلام کو سو درم پر آزاد کردے اور غلام نے قبول کیا حالانکہ غلام کی قیمت ہزار درم ہیں اور غلام مجبور کردہ
نہیں ہے تو سو درم پر عتق جائز ہے پھر مولے کو اختیار ہوگا کہ چاہے مکرہ سے غلام کی پوری قیمت تاوان لے پھر مکرہ غلام سے
سو درم واپس لیگا یا غلام سے سو درم لیکر باقی نو سو درم مکرہ سے تاوان لے - اور اگر مکرہ نے زید کو مجبور کیا کہ اپنے غلام
کو دو ہزار درم پر بوعدہ ایک سال کے آزاد کردے حالانکہ غلام کی قیمت ایکہزار درم ہیں تو مولے کو اختیار ہے
چاہے مکرہ سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے یا برس گذرنے پر غلام سے دو ہزار درم کا مطالبہ کرے کیونکہ اسنے یہ
امر بطوع خود اپنے ذمہ لازم کر لیا پس اگر مولی نے مکرہ سے ضمان لینی اختیار کی تو مکرہ بجائے مولی ہو گیا یعنی سال
گذرنے پر مکرہ غلام سے دو ہزار درم لے لیگا پس جب اسنے دو ہزار درم وصول کیے تو اسمیں سے ایکہزار درم جو
اسنے ادا کیے ہیں لیکر باقی سب صدقہ کردیگا کیونکہ یہ ہزار درم اسکو خبیث طور پر حاصل ہوئے ہیں اور اگر مولے
نے غلام سے مطالبہ کرنا اختیار کیا تو پھر اسکا کچھ حق مکرہ کیطرف نہیں ہو سکتا ہے اور اگر دو ہزار درم قسطوار ادا کرنے
قرار پائے ہوں اور ایک قسط کا وقت آنے پر مولے نے غلام سے بلا اکراہ مطالبہ کیا تو اس فعل سے یہ ثابت ہوا کہ اسنے
غلام سے مطالبہ کرنا اختیار کیا ہے تو پھر اسکے بعد مکرہ سے کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے - زید و عمرو کے
درمیان ایک غلام مشترک تھا اسکے آزاد کرنے کے واسطے زید مجبور کیا گیا یہانتک کہ زید نے اسکو آزاد کردیا تو
عتق جائز ہے پھر امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول پر عتق متجزی نہیں ہوتا ہے پس پورا غلام آزاد ہو جاویگا اور اسکی
ولاء معتق کو ملیگی اور مکرہ پر اگر خوشحال ہے تو پوری قیمت کی ضمان لازم آویگی کہ دونوں میں نصفا نصف تقسیم
ہو اور اگر تنگدست ہے تو صرف زید کے حصہ کی ضمان لازم آویگی اور دوسرے شریک کے حصہ کیواسطے غلام سعی
کریگا - اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ حکم ہے کہ مکرہ زید کے حصہ کا ضامن ہوگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور
عمرو کے حصہ کا اگر مکرہ خوشحال ہو تو عمرو کو تین طرح کا اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کردے یا غلام سے سعی کرالے یا مکرہ سے ضمان لے

اگر اُسنے مکرہ سے ضمان لی تو مکرہ غلام کی طرف رجوع کریگا اور بقدر ضمان کے غلام سے سعی کرا کر لے لیگا اور اسکی
ولا زید و مکرہ کے درمیان برابر تقسیم ہوگی اور اگر مکرہ تنگدست ہو تو عمرو کو اختیار ہو کہ چاہے اپنا حصہ آزاد کرے
یا غلام سے سعی کرا لے اور اُسکی ولا اُسکے اور زید کے درمیان برابر تقسیم ہوگی یہ ظہیریہ مین ہو - اگر زید کے
غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور زید اسکے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اُسنے یہ جنایت
کی ہو تو مکرہ اُسکی قیمت تاوان دیگا جسکو مولے لیکر ولی جنایت کو دیدیگا اور اگر اکراہ بوعید قید و بند واقع ہوئی ہو تو
مولی ولی مقتول کو اُسکی قیمت دیگا نہ دیت اور مکرہ اُسکو کچھ تاوان نہ دیگا یہ محیط سرخسی مین ہو - اگر ایک شخص نے
ایک شخص کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ اپنے غلام کو جو ہزار درم کا ہوتا ہو عمرو کیطرف سے ہزار درم پر آزاد
کردے اُسنے ایسا ہی کیا اور عمرو نے بطوع خود قبول کیا تو غلام عمرو کیطرف سے آزاد ہو گیا پھر مالک غلام
مختار ہو چاہے عمرو سے غلام کی قیمت لے یا مکرہ سے قیمت تاوان لے پھر مکرہ اسکو عمرو سے وصول کر لیگا اور
ولا عمرو کے واسطے ثابت ہوگی اور اگر اُسنے عمرو سے ضمان لے لی تو وہ مکرہ کیطرف رجوع نہین کر سکتا ہو
اور اگر مکرہ نے اُسکو صرف لقید و بند ڈرایا ہو تو استحقاق قیمت صرف عمرو سے ہوگا نہ مکرہ سے یہ مبسوط
مین ہو - اور اگر زید یعنی مالک غلام اور عمرو یعنی جسکی طرف سے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا ہو دونون بوعید
تلف مجبور کیے گیے ہین کہ دونون نے ایسا کیا تو عمرو کی طرف سے غلام آزاد ہوگا اور ولا اُسی کے واسطے
ثابت ہوگی اور زید کا مال تاوان خالصۃً مکرہ پر واجب ہوگا شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ بمنزلہ ایسی صورت
کے ہو کہ مکرہ نے ایک شخص زید کو مجبور کیا کہ اپنا غلام عمرو کے ہاتھ ہزار درم مین فروخت کرکے سپرد کرے
اور عمرو کو مجبور کیا کہ اسکو خرید کر قبضہ کرکے آزاد کردے اور اکراہ بوعید تلف واقع ہوئی پس دونون نے ایسا کیا
تو اسمین تاوان خالصۃً مکرہ پر لازم آتا ہو پس ایسا ہی مسئلہ سابقہ مین ہو - اور اگر دونون کو بوعید قید مجبور کیا
ہو اور دونون نے ایسا کیا تو عمرو اسکی قیمت زید کو تاوان دیگا اور اس صورت مین مکرہ پر ضمان نہین آتی
ہو اور اگر زید کو بوعید قید اور عمرو کو بوعید تلف مجبور کیا تو غلام عمرو کیطرف سے آزاد ہوگا پھر عمرو اپنے مکرہ سے
قیمت غلام تاوان لیگا یہ ظہیریہ مین ہو - اور اگر غلام کو مجبور کیا کہ مال کے عوض عتق قبول کرے تو غلام پر کچھ
لازم نہ آئیگا بلکہ مکرہ ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو - اگر لصوص غالب نے ایک شخص سے کہا کہ ہم تجھے قتل کر دینگے
ورنہ تو اپنے غلام کو آزاد کر یا اپنی اس عورت کو طلاق دیدے دونون مین جو تجھے پسند ہو کر پس مجبور کردہ نے ان مین سے
ایک فعل کیا اور عورت سے دخول نہین کیا تھا تو جو فعل اُسنے کیا وہ نافذ ہوگا اور نصف مہر اور غلام کی قیمت
مین سے جو مقدار کم ہو اسقدر مکرہ تاوان دیگا اور اگر مجبور کردہ نے اپنی عورت سے دخول کر لیا تو مکرہ کچھ ضمان
نہ دیگا یہ مبسوط مین ہو - اور کبریٰ مین لکھا ہو کہ اگر عورت غیر مدخولہ ہو اور اکراہ بقید و بند واقع ہوا ہو اور مجبور نے
ایک فعل کیا تو مکرہ اُسکو کچھ تاوان نہ دیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو - اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ یون کہے کہ جس
مملوک کا مین زمانہ آیندہ مین مالک ہون وہ آزاد ہو اُسنے مجبوری کہا پھر ایک غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد
ہو جاویگا اور مکرہ سے کچھ نہین لے سکتا ہو اور اگر ایسی صورت مین وہ شخص کسی غلام کا وارث ہوا تو وہ
آزاد ہو جاویگا مگر مکرہ سے استحساناً غلام کی قیمت تاوان لیگا اور اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ غلام سے

یون کہے کہ اگر تو چاہے تو آزاد ہے یا اگر تو گھر مین داخل ہو تو آزاد ہے پھر غلام نے چاہا یا گھر مین داخل ہوا تو آزاد ہو جائیگا اور مالک مکرہ سے غلام کی قیمت تاوان لیگا اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنے غلام کا عتق اپنے فعل پر معلق کرے حالانکہ یہ فعل ایسا ہے کہ اسکا کرنا ضرور ہے جیسے نماز فرائض وغیرہ یا ایسا فعل ہے کہ اسکے نکرنے مین جان کا خوف ہے جیسے کھانا پینا وغیرہ پس مکرہ نے مجبوری اسکا کہنا کیا اور یہ فعل کیا تو غلام آزاد اور مکرہ سے اسکی قیمت تاوان لیگا۔ اور اگر ایسے فعل پر معلق کرنے پر مجبور کیا جسکے نکرنے کی کوئی راہ نکل سکتی ہے جیسے تقاضاے قرض وغیرہ تو اس صورت مین مکرہ سے تاوان نہین لے سکتا ہے اور یہ اکراہ بمنزلہ اکراہ بوعید قید و بند ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر زید کو بوعید تلف اس بات پر مجبور کیا کہ مجھے اپنے غلام آزاد کرنے کی اجازت دیدے اور زید نے مجبوری اجازت دی اور مکرہ نے آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہو جائیگا اور اسکی ولا زید کو ملیگی اور مکرہ اسکی قیمت تاوان دیگا نہ اس اعتبار سے کہ اسنے آزاد کیا ہے بلکہ اسوجہ سے کہ اسنے زید کو عتق کی اجازت دینے پر مجبور کیا اسی سے اگر فقط بوعید قید و بند ڈرایا ہو اور زید نے اجازت دیدی ہو تو کچھ بھی تاوان نہ دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص کو بوعید قتل یا قید و بند یا ضرب شدید اس امر پر مجبور کیا کہ اس عورت سے دس ہزار درم پر نکاح کرے حالانکہ اسکا مہر مثل ہزار درم تھا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو دس ہزار درم سے فقط مہر مثل ہزار درم ملینگے اور باقی جو زیادہ ہے وہ باطل ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ اور اسی مسئلہ مین شوہر مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے پھر اس مسئلہ مین اگر یہ صورت ہو کہ عورت ہی مجبور کی گئی یہانتک کہ شوہر نے اسکو ہزار درم پر اپنے نکاح مین لیا حالانکہ مہر مثل اسکا دس ہزار درم ہے اور اسکو اسکے والیون نے بااکراہ بیاہ دیا ہے تو نکاح جائز ہے اور مکرہ پر تاوان واجب نہین آتا ہے پھر آیا عورت و والیون کو ایسے نکاح پر اعتراض کا حق ہے یا نہین سو اگر شوہر عورت کا کفو ہو اور عورت مہر مسمی پر راضی ہوگئی ہو تو فقط امام اعظم رح کے نزدیک والیون کو حق اعتراض حاصل ہے اور صاحبین کے نزدیک بالکل اعتراض کا حق نہین ہے۔ اور اگر ابتداءً عورت نے کسی اپنے کفو کے ساتھ خود ہی مہر مثل سے کمتر پر نکاح کر لیا تو بھی مسئلہ مین ایسا ہی اختلاف ہے اور اگر شوہر غیر کفو ہو تو بالاتفاق والیون کو حق اعتراض حاصل ہے یہ حکم اس صورت مین ہے کہ عورت مہر مسمی پر راضی ہوگئی ہو اور شوہر نے اسکے ساتھ دخول کیا ہو۔ اور اگر مہر مسمی پر راضی نہو ئی ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر شوہر اسکا کفو ہے تو عورت کو اس نکاح پر حق اعتراض ہوگا بسبب اسکے کہ مہر ناقص ہے اور یہ حکم بالاتفاق ہے پھر جب یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا جاوے تو اسکے شوہر کو قاضی اختیار دیگا کہ یا تو اسکا مہر پورا کر دے ورنہ مین تم دونون مین فرقت کر دونگا پس اگر اسنے پورا کر دیا تو نکاح نافذ ہوگا اور اگر انکار کیا تو تفریق کر دیجاویگی اور اسکو کچھ مہر نہ دلایا جائیگا۔ اور اگر شوہر اسکا کفو نہو تو عورت اور اولیاء دونونکو حق اعتراض ہوگا یہ امام اعظم رح کا مذہب ہے کیونکہ کفو ہونا معدوم اور مہر ناقص ہے اور صاحبین کے نزدیک عورت کو ان دونون وجوہ سے البتہ حق اعتراض ہے مگر اولیاء کو صرف عدم کفو کیوجہ سے حق اعتراض ہے اور کوئی وجہ اعتراض کی انکو حاصل نہین ہے اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ شوہر نے اسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو۔ اور اگر اسکے ساتھ دخول کیا حالانکہ وہ عورت مجبور کردہ ہے پس اگر شوہر اسکا کفو ہو تو کسی کو اس نکاح پر اعتراض کا استحقاق

نہیں ہے اور کفو نہ ہو تو اولیا اور عورت دونوں کو بسبب عدم کفو ہونیکے حق اعتراض حاصل ہے اور اگر اسکے ساتھ دخول کیا حالانکہ وہ طائعہ تھی یعنے مجبور کردہ نہتھی تو وہ مہر مسمی پر دلالۃً راضی ہو گئی پس ایسا ہو گا کہ گویا صریحاً راضی ہوئی اور اگر وہ عورت صریحاً راضی ہوئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اولیا کو حق اعتراض حاصل ہے ۔ اور اگر شوہر کفو نہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اولیا کو عدم کفو ہونے اور نقصان مہر ہونے دونوں صورتوں سے حق اعتراض ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط کفو نہونے کی وجہ سے حق اعتراض ہے یہ اُس بیان کا خلاصہ ہے جو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر فرمایا ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے ۔ اور اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عمرو کو اپنی عورت کے طلاق دینے کو اسطےجسکے ساتھ اُسنے دخول نہیں کیا ہے یا اپنے غلام کے عتق کیواسطے وکیل کرے اُسنے وکیل کیا تو توکیل استحساناً جائز ہے اور قیاس سے باوجود اکراہ کے وکالت صحیح نہونی چاہیے پھر استحساناً یہ حکم ہے کہ زید اپنے مکرہ سے نصف مہر اور غلام کی قیمت لے لیگا اور قیاساً نہیں لے سکتا ہے اور استحسان کیوجہ یہ ہے کہ مکرہ کی غرض مالک کی ملک کا زوال ہے جبکہ وکیل مباشر فعل ہوا اور زوال ہی اسکا مقصود تھا اسوجہ سے ضامن ہوگا اور وکیل پر ضمان نہیں آتی ہے کیونکہ اسکی طرف سے اکراہ نہیں پایا گیا کذا فی الکافی اور اگر اکراہ بوعید قید و بند ہو تو مکرہ پر بھی ضمان نہ آویگی ۔ ذخیرہ میں ہے ۔ اگر زید کو بوعید قتل اس امر پر مجبور کیا کہ عمرو کو اپنا غلام ہزار درم میں فروخت کرنے پر وکیل کرے اور مجبور کیا کہ اُسکو غلام فروخت کیواسطے دیدے اُسنے دیا پھر عمرو نے غلام بیچکر دام وصول کرلیے اور غلام مشتری کو دیدیا پھر غلام مشتری کے پاس مر گیا اور وکیل و مشتری دونوں طایع ہیں یعنے مجبور کردہ نہیں ہیں تو غلام کا مالک مختار ہے چاہے مکرہ سے غلام کی قیمت تاوان لے یا وکیل سے ضمان لے یا مشتری سے ڈانڈ لے پس اگر اُسنے مشتری سے ڈانڈ لیا تو مشتری کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اس لفظ کے معنی یہ ہیں کہ ضمان کی قیمت میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے لیکن مشتری وکیل سے ثمن واپس لیگا اور اگر اُسنے وکیل سے ضمان لینا اختیار کیا تو وکیل مشتری سے قیمت لیگا مکرہ سے ثمن نہیں لے سکتا ہے پھر دونوں بقدر مساوات کے باہم بدلا کرکے جو بڑھتی ہوگی وہ دیدینگے اور اگر اُسنے مکرہ سے تاوان لیا تو مکرہ کو اختیار ہے کہ بقدر تاوان خواہ مشتری سے وصول کرلے یا وکیل سے ۔ اور اگر اکراہ بوعید قید و بند ہو تو مکرہ کچھ ضامن نہوگا پھر جیسے مکرہ در بیان سے نقل کیا تو پھر مذکور ہے کہ موکل کو اختیار ہے چاہے وکیل سے غلام کی قیمت ڈانڈ لے اور وکیل بقدر ضمان مشتری سے لے لیگا اور قیمت و ثمن میں دونوں باہم بدلا کر کے بڑھتی بھی لینگے اور چاہے مشتری سے ضمان لے اور مشتری کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے ۔ اور اگر موکل اور وکیل دونوں باکراہ قتل مجبور کیے گئے ہوں تو موکل کو اختیار ہے چاہے مشتری سے غلام کی قیمت کی ضمان لے یا مکرہ سے بسبب اسکے کہ اُسنے بوعید تلف اکراہ کر کے اُسکو سپرد کرنے پر مجبور کیا ہے پھر مکرہ بقدر تاوان مشتری سے لے لیگا اور یہاں وکیل پر ضمان نہیں آتی ہے اور اگر موکل و وکیل و مشتری سب بوعید قتل مجبور کیے گئے ہوں تو تاوان خاصۃً مکرہ پر آویگا کیونکہ اتلاف اُسی کی طرف منسوب ہے اور مکرہ اُن میں سے کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے کیونکہ یہ سب لوگ مثل آلہ کے ہو گئے ہیں ۔ اور اگر ان سب کو بوعید قید و بند مجبور کیا ہو تو مکرہ پر تاوان نہیں آتا ہے اور موکل کو اختیار ہے کہ مشتری سے غلام کی قیمت کی ضمان لے اور اگر وکیل سے تاوان لیا تو وکیل مشتری سے لے لیگا اور اگر مشتری سے ضمان لینا اختیار کیا تو وہی

والی مقصود ہستا ہے نہ وکیل کیونکہ وکیل کو بوعید قید بیع و تسلیم پر مجبور کیا گیا تھا اور اس سے اسکا اثر امر بعہد کا
عقد منتفی ہو گیا۔ اور اگر موسلے کو بوعید قتل اور وکیل و مشتری کو بوعید قید مجبور کیا تو موسلے کو اختیار ہے کہ
قیمت کی ضمان ان دونوں سے جس سے چاہے لے لیں اگر مشتری سے تاوان لیا تو مشتری مال ضمان کسی سے
نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ مشتری سے واپس لے سکتا ہے اور مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا
ہے اور اگر مکرہ سے تاوان لیا تو وہ مشتری سے بقدر قیمت ضمان واپس لیگا و وکیل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے۔
اور اگر موسلے و وکیل بوعید قتل مجبور کیے گئے اور مشتری باکراہ قید کیا گیا تو وکیل پر ضمان نہ آویگی اور
موسلے کو اختیار ہے چاہے مکرہ سے قیمت کی ضمان لے اور مکرہ بقدر ضمان مشتری سے واپس لیگا یا چاہے
مشتری سے تاوان لے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر موسلے اور وکیل بوعید قید مجبور کیے گئے اور مشتری بوعید قتل
مجبور کیا گیا تو فقط وکیل ضامن ہوگا یہ اسوقت ہے کہ مشتری بوعید قتل و فقط خریدنے پر مجبور کیا گیا ہو نہ قبضہ
پر تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ اسکا قبضہ کر لینا [illegible] اور اگر مشتری خریدنے و قبضہ دونوں پر
مجبور کیا گیا ہو تو موسلے کو اختیار ہے کہ مکرہ سے ضمان لے اور اگر موکل و مشتری دونوں بوعید قتل مجبور کیے گئے ہوں
اور وکیل بوعید قید تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے وکیل سے ضمان لے اور وکیل مال ضمان کسی سے واپس نہیں
لے سکتا ہے یا چاہے مکرہ سے ضمان لے اور وہ وکیل سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر بوعید
قتل زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ عمرو کو وکیل کرے تاکہ اسکا یہ غلام اس شخص خالد کو ہبہ کر دے اور
دیدے وکیل کیا اور عمرو وکیل نے بقبضہ کرنے کے خالد کو دیدیا و خالد کے پاس مر گیا اور عمرو و خالد دونوں
مجبور کردہ نہیں ہیں تو زید کو اختیار ہے کہ ان سب میں سے جس سے چاہے قیمت ضمان لے پس اگر خالد سے
ضمان لی تو وہ بقدر ضمان کسی شخص سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ موہوب لہ
یعنی خالد سے واپس لیگا اور اگر مکرہ سے ضمان لی تو مکرہ مال ضمان چاہے موہوب لہ سے واپس لے یا وکیل
سے واپس لے اور وکیل پھر موہوب لہ سے واپس لیگا اور اگر اکراہ بوعید قید ہو تو مکرہ ضامن نہوگا اور موسلے
کو اختیار ہوگا کہ چاہے وکیل سے ضمان لے یا موہوب لہ سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ موہوب لہ سے
واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو باکراہ مجبور کیا کہ میرا مال فروخت کرے یا میرے مال سے خرید کرے اور
مجبور نے بائع سے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا تو وکالت صحیح ہے اور عہدہ اسی کے ذمہ عائد ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے
اور نذر میں اکراہ عمل نہیں کرتا ہے یعنی اسمیں اکراہ کا اثر ثابت نہیں کیا جاتا ہے حتی کہ اگر بوعید تلف ایک شخص کو
مجبور کیا کہ اپنے اوپر صدقہ یا روزہ یا حج یا ایسی چیز جو باعث تقرب الی اللہ ہوتی ہے واجب کرے اور اسنے اپنے
اوپر نذر کر لی تو اسکے ذمہ لازم ہو جاویگی اسیطرح اگر ان کاموں وغیرہ میں سے کسی کام کرنے پر قسم کھلائی تو بھی
یہی حکم ہے کیونکہ نذر ایسی چیز ہے کہ فسخ نہیں ہو سکتی ہے اور جس چیز میں بعد وقوع کے فسخ موثر نہیں ہوتا ہے اس میں اکراہ
بھی موثر نہیں ہوتا ہے اور اگر مجبور کو ان امور میں کچھ صرف وغیرہ پیش آیا تو اسکو مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے اسیطرح
اگر اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت سے مظاہرہ کرے تو مظاہر ہو جائیگا اسکو اپنی عورت سے قربت روا نہیں ہے تاوقتیکہ
کفارہ ظہار ادا نکرے اور یہی رجعت کا حکم ہے اور ایسے ہی فئی اور خلع شوہر کی طرف سے طلاق ہے یا قسم پس اسمیں

[illegible]

اکراہ ہونا ہوگا اور اگر شوہر خلع پر مجبور کیا جاوے اور اسکی عورت مجبور نہ کیجاوے تو عورت کے ذمہ بدل
خلع لازم ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت مدخولہ سے ہزار درم پر خلع کرے حالانکہ اسکا مہر
چار ہزار درم ہے اور عورت خلع کرانے پر مجبور نہیں کی گئی ہے تو ہزار درم پر خلع جائز ہوگا اور شوہر کرہ سے کچھ نہیں
لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص پر کفارۂ ظہار واجب ہوا اور سلطان نے اسکو مجبور کیا کہ غلام آزاد
کرے اسنے آزاد کیا تو اسکی دو صورتیں ہیں کہ اگر سلطان نے غلام غیر معین آزاد کرنے پر مجبور کیا تو مکرہ پر ضمان
نہیں ہے کیونکہ اسنے ایسی چیز پر اکراہ کیا جو اسپر واجب تھی اور اگر اسکو غلام معین آزاد کرنے پر مجبور کیا تو شمس الائمہ
سرخسی نے مطلقاً اپنی شرح میں بلا تفصیل یہ حکم ذکر کیا ہے کہ مکرہ پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور مظاہر کا کفارہ
ظہار ادا ہوگا کیونکہ یہ اعتاق فی المعنی اعتاق بعوض ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں تفصیل
ذکر فرمائی کہ اگر یہ غلام جسکے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا ہے غلاموں میں سے نہایت خسیس و نہایت کم قیمت ہو کہ
اس سے زیادہ و کم قیمت دوسرا نہو تو مکرہ پر تاوان نہ آویگا اور اگر دوسرا کوئی غلام اس سے زیادہ خسیس و کم قیمت
ہو تو مکرہ اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کا کفارۂ ظہار ادا نہوگا پس اگر مجبور نے یوں کہا کہ میں مکرہ کو ضمان
قیمت سے بری کرتا ہوں تاکہ کفارۂ ظہار میرا ادا ہو جاوے تو کفارہ ادا نہوگا جیسے اگر ایک شخص نے مال پر
اپنا غلام بسبب وجوب کفارہ کے آزاد کیا پھر اسکو مال سے بری کر دیا تو کفارہ ادا نہیں ہوتا ہے اور اگر مظاہر نے
وقت آزاد کرنے کے یوں کہا کہ میں اسکو کفارۂ ظہار ادا ہونیکے واسطے آزاد کرتا ہوں دفع اکراہ کی وجہ سے آزاد
نہیں کرتا ہوں تو کفارہ ادا ہو جائیگا اور مکرہ پر تاوان واجب نہ ہوگا مگر عورت کو شرعی گنجائش نہیں ہے کہ مرد کو
اپنے ساتھ قربت کرنے کا قابو دے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مجبور کردہ نے کہا کہ مشیطور ہے مکرہ نے مجھے میرے
کفارۂ ظہار سے آزاد کرنیکا حکم دیا تھا وہی میں نے ارادہ کیا یعنے یہی نیت کی اور سوا اسکے کچھ میری نیت
میں خیال نہیں آیا تو کفارۂ ظہار ادا نہوگا اور قیمت مکرہ پر واجب ہوگی اور اگر مجبور کردہ کو بوعید قید و بند مجبور
کیا ہو تو کفارۂ ظہار ادا ہو جائیگا اور مکرہ سے کچھ ضمان نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید کو بوعید
تلف اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت سے ایلا کرے تو یہ شخص مولی ہو جائیگا پھر اگر عورت کو چار مہینے تک
چھوڑ دیا اس سے قربت نہ کی اور عورت بائنہ ہو گئی اور مدخولہ تھی تو شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور
اسکو مکرہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اس شخص کو اختیار تھا کہ مدت کے اندر عورت سے قربت کرے
اور جب اسنے خود نہ کی تو گویا نصف مہر دینے پر خود ہی راضی ہوا اور اگر عورت سے قربت کی تو اسپر کفارہ
واجب ہوگا اور جو خرچ کفارہ میں پڑے اسکو مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے اسیطرح اگر اس امر پر مجبور کیا کہ
یوں کہے کہ اگر میں اپنی عورت سے قربت کروں تو میرا یہ غلام آزاد ہے پھر اگر قربت کی تو غلام آزاد ہو جاویگا
اور مکرہ سے ضمان نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اسنے اکراہ کے موافق عمل نہیں کیا اور اگر عورت سے قربت نہ کی
اور قبل دخول کے بسبب ایلا کے وہ عورت بائنہ ہو گئی تو نصف مہر تاوان دیگا اور مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے
یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر وہ مملوک جسکے آزاد ہو جانے پر قسم کھائی ہے مدبر یا ام ولد ہو وے اور مجبور کردہ نے اپنی عورت
سے قربت کی تو مکرہ کچھ ضامن نہوگا اور اگر قربت نہ کی یہانتک کہ مدت گذر گئی اور وہ عورت مدخولہ نہ تھی تو شوہر نصف مہر کا ضامن

ہوگا اور اُسکو مکرہ سے واپس لیگا اور درصورت آزادی کے جسکے آزاد ہونے پر حلف واقع ہوئی ہر اُسکی قیمت
اور نصف مہر میں سے جو کم ہو اسقدر مکرہ سے لے سکتا ہر یہ محیط سرخسی میں ہر - اور اگر یہ بات کہنے پر مجبور کیا
گیا کہ اگر میں اپنی عورت سے قربت کروں تو میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہر پس چار مہینہ تک اُس سے قربت نکی
یہانتک کہ وہ بائنہ ہوگئی حالانکہ مدخولہ نتھی یا چار مہینہ کے اندر اس سے قربت کرلی اور مال اُسکو صدقہ
کرنا لازم آیا تو مکرہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہر اور یہ صورت فی المعنی نظیر اُس صورت کی ہر کہ نذر کرنے پر مجبور
کیا کہ یوں نذر کرے کہ اگر عورت سے قربت کروں تو تمام میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہر یہ مبسوط مین ہر - اور اگر زید کو
کفارہ قسم ادا کرنے پر جسکو وہ توڑ چکا ہر مجبور کیا اور اسکے معنی یہ ہین کہ مطلقاً کفارہ قسم ادا کرنے پر مجبور کیا کہ قسم
کے کفارات مین سے کسی نوع کو معین نہ کیا پس مجبور کردہ نے کسی نوع کا کفارہ اُن کفارات مین سے جو
اللہ تعالی نے کفارہ قسم مین فرض کیے ہین ادا کیا تو جائز ہر اور مکرہ ضامن نہوگا اور اگر مجبور کردہ کو کفارہ قسم مین کسی
معین یا غیر معین غلام کے آزاد کرنے پر مجبور کیا پس اگر خسیس تر غلام کی قیمت اُسیقدر ہو جو کم سے کم صدقہ اور لباس
مین صرف ہوتا ہر تو جائز ہر اور مکرہ ضامن نہوگا اور اگر خسیس تر غلام کی قیمت کم سے کم خرچ طعام و لباس سے
زیادہ تر پڑتی ہو تو مکرہ غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کا کفارہ قسم ادا نہ ہوگا - اور اگر اس صورت مین
اکراہ بوعید حبس واقع ہو تو مکرہ پر ضمان نہ آویگی اور غلام آزاد کرنے سے کفارہ قسم ادا ہو جائیگا - اور اگر طعام
صدقہ کرنے پر بوعید قتل مجبور کیا پس اگر وہ اناج جسکے صدقہ کرنے پر مجبور کیا ہر بہ نسبت لباس یا بردہ کے کہ یہ بھی کفارہ
قسم مین جائز ہین قیمت مین کم ہو تو مکرہ ضامن نہوگا اور مجبور کردہ کا کفارہ ادا ہو جاویگا اور اگر لباس و بردہ مین
کم سے کم جس سے کفارہ قسم ادا ہو جاوے اُس سے قیمت مین زیادہ ہو تو مکرہ ضامن ہوگا اور کفارہ ادا
نہوگا پس اگر مجبور کردہ اُس شخص پر جسنے وقت اکراہ مکرہ کے مجبور کردہ سے وہ اناج لیا ہر قادر ہو تو اُس سے
واپس لیوے اور اگر اس صورت مین اکراہ بوعید قید و بند واقع ہو تو مکرہ پر ضمان نہین آتی ہر لیکن مجبور کردہ
اُس شخص سے جسنے اُس سے لیا ہر واپس لے سکتا ہر کیونکہ مجبور کردہ قید و بند کے ساتھ اُسکے دینے پر راضی
نہ تھا اور اگر اُسکے بعد مجبور کردہ نے اجازت دیدی پس اگر مال وقت اجازت کے قائم ہو تو اُسکی اجازت
کار آمد ہوگی اور اگر تلف ہوگیا ہو تو کار آمد نہوگی یہ مبسوط مین ہر - فرمایا کہ جو چیز کہ اللہ تعالی اسپر واجب ہو
جیسے بدنہ یا ہدی یا حج یا صدقہ اور مکرہ نے اسکو مجبور کیا کہ اسکو ادا کرے اور مجبور نے ادا کیا حالانکہ مکرہ نے
اسکو بعینہ کسی چیز کے ادا کا حکم نہین کیا تو مکرہ پر ضمان واجب نہ ہوگی اور جو مجبور نے ادا کیا وہ ادا ہو جائیگا اور اگر
مجبور نے کوئی شی معین اپنے اوپر واجب کی مثلاً صدقہ مساکین اور مکرہ نے اُسکو بوعید قید یا قتل مجبور کیا کہ صدقہ
کرے تو جو کچھ مجبور نے کیا وہ جائز ہر اور مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہر اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اللہ تعالی کے واسطے
نذر کرتا ہون کہ ایک ہدی بیت اللہ تعالی مین بھیجونگا پھر کسی نے بوعید قتل مجبور کیا کہ بعیر یا بدنہ بھیجے کہ قربانی کر کے صدقہ
کیا جاوے اُسنے ایسا ہی کیا تو مکرہ اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کی نذر ادا نہوگی - اور اگر مکرہ نے اُسکو
کم سے کم قیمت وغیرہ کی ہدی بھیجنے پر مجبور کیا تو مکرہ ضامن نہوگا کیونکہ مکرہ نے اُس چیز پر جو اُسپر شرعاً واجب تھی کچھ
زیادتی نہین کی اور اگر کہا کہ مین اللہ تعالی کے واسطے ایک بردہ آزاد کرونگا اور مکرہ نے اُسکو کسی خاص غلام کے آزاد کرنے پر

مجبور کیا اور قتل سے ڈرایا اُسنے آزاد کیا تو مکرہ اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسکی نذر ادا نہ ہوگی اور اگر یہ معلوم ہوجاے
کہ جس غلام کے آزاد کرنے پر مکرہ نے مجبور کیا ہے وہ کم سے کم ہے یعنے جس سے نذر ادا ہو سکتی ہے اُسکی قیمت سے قیمت
مین کمتر ہے تو مکرہ ضامن نہوگا اور اُسکی نذر ادا ہوجاویگی کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہین کہ اسقدر اُسپر واجب تھا۔ اور
اگر یون نذر کی کہ مین اللہ تعالی کے واسطے ایک ہروی یا مروی کپڑا خاص معین صدقہ کرونگا اور مکرہ نے اُسکو کسی کپڑے
کے صدقہ پر مجبور کیا اور اُسنے صدقہ کیا تو جو کپڑا صدقہ کیا ہے اُسکو دیکھنا چاہیے کہ اگر اس جنس مین قیمت وغیرہ مین
کم سے کم ہو تو نذر ادا ہوجاویگی اور مکرہ ضامن نہوگا اور اگر اُس سے کم قیمت مین دوسرا کپڑا موجود ہو تو دونون
قیمتون کا فرق دیکھا جاوے پس جسقدر فرق ہے اسیقدر مکرہ ضامن ہوگا اور کم سے کم مقدار جو ادا ہوئی ہے وہ اُسکی
ادا سے نذر کیواسطے کافی ہوگی۔ اور اگر یون کہا کہ مین اللہ تعالے کیواسطے دس قفیز گیہون مسکینون پر صدقہ کرنا
نذر کرتا ہون پھر مکرہ نے اُسکو اس امر پر مجبور کیا کہ پانچ قفیز کھرے گیہون جو دس قفیز ردی گیہون کے برابر ہین صدقہ
کرے اور قتل سے ڈرایا تو مکرہ اسکے مثل گیہون کا ضامن ہوگا کیونکہ جسقدر اُسنے ادا کیا ہے اُس سے تمام نذر ادا
نہوگی کیونکہ جو مال ایسے ہین کہ جنمین ربوٰ جاری ہوتا ہے انمین بالمقابلہ صنعت کا اعتبار نہین ہے اور پانچ قفیز جید گیہون
سے تجویز ممکن نہین ہے کیونکہ اسمین نذر کرنیوالے کا ضرر ہے اور نذر کرنے والے کو اختیار رہے کہ ردی دس قفیز
گیہون صدقہ کردے۔ اور اگر ایک شخص کے پاس پچیس بنت مخاض ہون اور اُسپر ایک سال گذر گیا اور زکوٰۃ
مین ایک بنت مخاض وسط واجب ہوئی مگر مکرہ نے اسکو جید بنت مخاض صدقہ دینے پر بوعید قتل مجبور
کیا تو وسط بنت مخاض سے جسقدر جید بنت مخاض کی قیمت زاید ہے اسقدر مکرہ تاوان
دیگا کیونکہ اُسی قدر زیادتی دلوانے مین اُسنے ظلم کیا ہے اور بقدر وسط کے اُس شخص سے صدقہ ادا ہوگیا
پس بقدر وسط کے مکرہ ضامن نہوگا اور بنت مخاض مین یہ حکم اسواسطے ہے کہ یہ اموال ربوٰ مین سے نہین ہے پس
کل واجب سے بعض کا مقابلہ کرنا روا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید کو بوعید قتل ہندہ سے زنا کرنے پر مجبور کیا گیا
اور اُسنے زنا کیا تو امام اعظم رح کا اول قول یہ تھا کہ زید پر حد ماری جاویگی پھر رجوع کیا اور فرمایا کہ حد نہین
جاری ہوگی اور یہی صاحبین کا قول ہے اور زید پر مہر واجب ہوگا خواہ ہندہ زنا کرانے پر مجبور کی گئی ہو یا طائعہ
ہو اور یہ مال تاوان مکرہ سے نہین لے سکتا ہے کیونکہ زنا کا نفع زانی کو حاصل ہوا ہے اور ایسا ہوگیا کہ جیسے
ایک شخص کو اُسی کے کھانا کھانے کیواسطے مجبور کیا کہ اس صورت مین اگر وہ شخص بھوکا تھا تو مکرہ ضامن
نہوگا اور اگر آسودہ تھا تو مکرہ سے کھانے کی قیمت لے لیگا۔ اور عورت جب زنا پر مجبور کیجاوے تو اُسپر حد
جاری نہین ہوتی ہے اور اگر مرد نے زنا پر اقدام کیا تو گنہگار ہوگا کیونکہ زنا بڑے گناہون مین سے ہے اور عورت
اگر زنا پر مجبور کیجاوے تو آیا گنہگار ہوتی ہے یا نہین سو شیخ الاسلام نے اپنی شرح کے باب الاکراہ علے الزنا مین
بیان کیا ہے کہ اگر عورت اسطور پر مجبور کی گئی کہ اپنے اوپر زنا کرنے کا قابو دے اور اُسنے قابو دیا تو گنہگار
ہوگی اور اگر اُسنے خود قابو نہ دیا مگر اُس سے زنا کیا گیا تو وہ گنہگار نہ ہوگی اور یہی باب الاکراہ مین ذکر کیا کہ اگر
عورت زنا پر مجبور کی گئی اور اُسنے اپنے اوپر زنا کرنے کا قابو دیا تو اُسپر گناہ نہین ہے اور یہ سب اس صورت
مین ہے کہ اکراہ بوعید تلف واقع ہوا اور اگر اکراہ بوعید قید و بند ہو تو مرد پر بلا خلاف حد جاری ہوگی زنی

عورت سو اسپر حد نہین جاری ہوگی مگر وہ گنہگار رہوگی اور اگر اکراہ بوعید قتل کی صورت مین مرد نے زنا سے انکار
کیا یہانتک کہ مقتول ہوا تو اسکو ثواب حاصل ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر حربی نے ایک مسلمان سے یون کہا کہ اگر
تو مجھے یہ باندی اس غرض سے دیدے کہ مین اس سے زنا کرون تو مین مسلمان قیدیون مین سے جو میرے پاس
ہین ایک قیدی چھوڑ دون تو اس مسلمان کو یہ روا نہین ہے کہ باندی اسکو دیدے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور
اگر ایک شخص مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا تو اسکی عورت اس سے بائنہ نہ ہوگی اور اگر عورت نے دعوے کیا کہ مین
تجھسے بائنہ ہوگئی ہون اور مرد نے کہا کہ مین نے کلمۂ کفر صرف زبان سے اظہار کیا حالانکہ دل میرا ایمان کے ساتھ
مطمئن تھا تو استحسانًا مرد کا قول قبول ہوگا کیونکہ شوہر فرقت سے انکار کرتا ہے اور اگر اس شخص نے جسکو کلمہ
کفر کہنے پر مجبور کیا تھا یون کہا کہ کفرت باللہ کہتے مین میرے دل مین یہ خیال تھا کہ مین زمانہ گذشتہ کی جھوٹی
خبر بیان کرتا ہون حالانکہ مین نے کبھی اللہ تعالے کے ساتھ کفر نہین کیا ہے تو حکم قضا مین اسکی عورت بائنہ ہوجاوگی
اور فیما بینہ و بین اللہ تعالے بائن نہوگی اور اگر ایک شخص نے بطوع خود زمانہ گذشتہ مین اپنے کفر کا اقرار کیا
پھر کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ دروغ کہتا ہون تو قاضی اسکے قول کی تصدیق نکریگا اور اگر سچ کہتا ہے تو فیما بینہ و بین اللہ
تعالے اسکی تصدیق ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میرے دل مین زمانہ گذشتہ کے اخبار کا خیال آیا مگر مین نے خبر مراد
نہین لی بلکہ انشاء مراد لی جیسا کہ مجھ سے مکرہ نے چاہا تھا تو اس صورت مین اس شخص نے حقیقۃً کفر کا اقرار کیا
تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ و بحکم قضا دونون طرح اسکی عورت بائن ہوجاویگی۔ اور اگر کہا کہ میرے دل مین کچھ خطرہ نہین
آیا مگر مین نے اللہ تعالے کیساتھ آیندہ کفر کا اقرار کیا حالانکہ میرا دل ایمان سے مطمئن تھا تو اسکی عورت بائن نہوگی۔ اور اسیطرح
اگر زید کو صلیب کیواسطے نماز پڑھنے یا سجدہ کرنے پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بد کہنے پر مجبور کیا اور
مجبور ہونے ایسا کیا اور کہا کہ مین نے اللہ تعالی کیواسطے نماز مراد لی تھی یا کسی دوسرے شخص کو بد کہنا مراد
لیا تھا اور یہی میری نیت تھی تو اسکی منکوحہ حکم قاضی مین بائن ہوگی اور ما بینہ و بین اللہ تعالی بائن نہوگی اور اگر
اسکے دل مین اللہ تعالے کیواسطے نماز کا اور سواے حضرت رسول صلعم کے دوسرے کے بد کہنے کا خیال تھا پھر اسنے
صلیب کیواسطے سجدہ کیا یا نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بد کہا تو قضاءً و دیانۃً اسکی عورت بائن
ہوگئی اور اگر اسکے دل مین کچھ خیال نہ گذرا اور اسنے صلیب کیواسطے نماز پڑھی یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وسلم کو بد کہا حالانکہ اسکا دل ایمان سے مطمئن ہے تو اسکی منکوحہ قضاءً و دیانۃً کسیطرح بائن نہوگی بشرطیکہ اسکے
دل مین کچھ خطرہ نہ آیا ہو اور اسنے مکرہ علیہ کو کہا اور اسکو دفع نکر سکا کذا فی الکافی۔ اگر ایک شخص اسلام پر مجبور کیے جانے
سے مسلمان ہوا تو اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا اور اگر اسلام پر مجبور کیا گیا اور مسلمان ہوا پھر اسلام سے پھر گیا تو
قتل نکیا جائیگا کذا فی التبیین اور علی ہذا اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو نے نماز پڑھی تو مین تجھے قتل کرونگا اس
وقت کے چلے جانے کا خوف کرکے اسنے نماز پڑھی حالانکہ جانتا ہے کہ مجھے اسوقت نماز ترک کرنیکی شرعاً گنجائش
ہے مگر جب نماز پڑھی تو مقتول ہوا تو وہ شخص ایسا کرنے مین اپنا قاتل اور گنہگار نہوگا کیونکہ اسنے عزیمت کو اختیار کیا ہے
اسیطرح صوم رمضان کی نسبت اگر ایک شخص مقیم سے کہا گیا کہ اگر تو روزہ افطار نکریگا تو ہم تجھے قتل کرینگے اسنے
افطار سے انکار کیا یہانتک کہ قتل کیا گیا حالانکہ جانتا ہے کہ مجھے افطار کی گنجائش ہے تو اسکو

ثواب ملیگا کہ اُسنے عزیمت کو اختیار کیا ہے اور اگر اُسنے افطار کر لیا تو رخصت ہے گنہگار نہ ہوگا ولیکن اگر ایسا مریض
ہو کہ نہ کھانے پینے سے اُسکی جان کا خوف ہوا اور اُسنے افطار نہ کیا حالانکہ جانتا ہے کہ مجھے افطار کی گنجایش ہے
تو وہ گنہگار ہوگا اسیطرح اگر رمضان میں مسافر ہوا اور اُس سے کہا گیا کہ تو افطار کر ورنہ ہم تجھے قتل کرینگے اُسنے
افطار سے انکار کیا اور قتل کیا گیا تو گنہگار ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ابن شجاع رحمہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا
کہ اگر اہل حرب نے کسی نبی کو گرفتار کر کے اُس سے کہا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہیں ہون تو ہم تجھے چھوڑ
دینگے اور اگر تو نے اپنے تئین نبی کہا تو ہم تجھے قتل کرینگے تو اُسکو روا نہیں ہے کہ اپنے تئین سوائے
نبی اللہ و رسول اللہ کے اور کچھ کہے اور اگر سوائے نبی کے کسی غیر شخص سے یون کہا کہ اگر تو یون کہے کہ یہ
شخص نبی نہیں ہے تو ہم تیرے نبی کو چھوڑتے ہیں اور اگر تو نے کہا کہ یہ نبی ہے تو ہم تیرے نبی کو قتل کرینگے تو اُسکو
اختیار ہے کہ یون کہدے کہ یہ نبی نہیں ہے تاکہ نبی قتل سے درگذر ہو یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کسی
محرم سے کہا گیا کہ تو اس شکار کو قتل کر ورنہ ہم تجھے قتل کرینگے اسنے انکار کیا اور خود قتل کیا گیا تو انشاء اللہ تعالی
ثواب پاویگا اور اگر اُسنے شکار کو قتل کیا تو قیاساً اسپر کچھ واجب نہ ہوگا اور نہ اسپر جسنے اُسکو مجبور کیا ہے اگر استحساناً
قاتل پر کفارہ واجب ہوگا اور مکرہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر مجبور کردہ اور مجبور کنندہ دونون محرم ہون تو دونون
مین سے ہر ایک پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر محرم کو فقط قید پر ڈرایا ہو حالانکہ دونون محرم ہین تو قیاساً فقط
قاتل پر کفارہ واجب ہوگا نہ مکرہ پر کیونکہ قتل صید ایک فعل ہے اور اکراہ بقید کا افعال مین کچھ اثر نہیں ہوتا
ہے اور استحساناً دونون مین سے ہر ایک پر جزا واجب ہوگی۔ اور اگر دونون حلال ہون کہ حرم مین موجود
ہون اور ایک نے دوسرے کو وعید قتل اس امر پر مجبور کیا کہ صید کو قتل کرے تو مکرہ پر کفارہ واجب ہوگا
اور اگر بوعید قید مجبور کیا تو فاعل پر کفارہ واجب ہوگا بمنزلہ ضمان مال کے وبمنزلہ کفارہ قتل آدمی کی خطا سے
یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ رمضان مین دن مین اپنی عورت سے جماع کرے یا کھاوے یا پیوے اور
اُسنے ایسا ہی کیا تو اسپر کفارہ واجب نہ ہوگا اور قضا واجب ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر
بوعید قتل زنا کرنے پر مجبور کیا گیا تو اُسکو گرفتار روا نہیں ہے اور اگر اُسنے کیا اور محرم تھا تو احرام فاسد ہو جاویگا اور
اُسی پر کفارہ واجب ہوگا نہ اسپر جسنے مجبور کیا ہے اور اگر بوعید قتل ایک عورت محرمہ زنا کرنے پر مجبور کی
گئی تو اُسکو روا ہے کہ اپنے اوپر زنا کا قابو دیدے اور اُسکا احرام فاسد ہو جاویگا اور اسی پر کفارہ واجب ہوگا
نہ مکرہ پر اور اگر عورت نے نہ مانا یہانتک کہ قتل کی گئی تو اُسکو گنجایش ہے پھر ان مقامات مین جہان ہمنے مجبور کردہ پر
کفارہ واجب کیا ہے اُس کفارہ کو مجبور کنندہ و مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر لے لیا تو اسپر مکرہ کے نام کی ڈگری بقدر کفارہ
کیجاویگی اور یہ روا نہیں ہے کہ [illegible] اُسنے مجبور [illegible] الا ہے اس سے زیادہ مجبور اس سے لے یہ مبسوط مین ہے
فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر سلطان نے وصی یتیم کو بوعید قتل یا اتلاف عضو ڈرایا کہ مجھے یتیم کا مال دیدے اُسنے
دیدیا تو ضامن نہوگا اور اگر بوعید قید و بند ڈرایا ہو تو وصی ضامن ہوگا اور اگر خود اُسکے مال چھین لینے پر ڈرایا ہو کہ
اگر یتیم کا مال نہ دیگا تو تیرا مال لے لونگا پس اگر وصی جانتا ہے کہ کچھ مال لیگا اور کچھ بقدر کفایت چھوڑ دیگا تو اسکو روا نہیں ہے کہ یتیم کا مال
دیدے [illegible] اور اگر خوف ہو کہ [illegible] سب مال لے لیگا تو وصی معذور ہوگا اور اگر اُسنے یتیم کا مال دیدیا

تو ضامن نہ ہوگا اور اگر سلطان نے یتیم کا مال خود لے لیا تو وصی پر سب صورتوں میں سے کسی طرح ضمان نہیں آتی
ہو یہ فتاویٰ میں ہے - اور اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ ہمیں اپنا مال بتلا کہ کہاں ہے اور ہم لے چلیں ورنہ ہم تجھے قتل کریں گے
اُس نے ایسا نہ کیا یہانتک کہ قتل کیا گیا تو گنہگار نہ ہوگا اور اگر اُس نے راہ بتلا دی یہانتک کہ انھوں نے مال لے لیا
تو ظالم لوگ ضامن ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے

باب تیسرا - عقود تلجیہ کے مسائل کے بیان میں - اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنا یہ غلام ایک
بادشاہ کے خوف سے تیرے ہاتھ بطور تلجیہ کے فروخت کروں اور عمرو نے کہا کہ اچھا اور اس گفتگو پر چند لوگ شاہد
تھے پھر دونوں بازار میں آئے اور باہم خرید و فروخت چند لوگوں کے سامنے کر لی پھر اس بیع کے بعد اگر دونوں
نے آپس میں ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ہم نے اس قرارداد پر جو مذکور ہوا ہے تلجیہ کے طور پر بیع ٹھہرائی ہے تو بلا خلاف
یہ بیع فاسد ہے اور اگر دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ہم نے وقوع بیع سے پہلے قرارداد تلجیہ سے
اعراض کر کے پھر بیع قرار دی ہے تو بلا خلاف بیع جائز ہوا - اگر دونوں نے تلجیہ کی گفتگو واقع ہونے پر ایک
دوسرے کی تصدیق کی مگر ایک نے دعوے کیا کہ اسی قرارداد تلجیہ پر بیع واقع ہوئی اور دوسرے نے دعوے کیا
کہ اس قرارداد تلجیہ سے اعراض کر کے بطور صحیح بیع واقع ہوئی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ بیع جائز ہے اور جو شخص
تلجیہ سے اعراض کرنے کا مدعی ہے اسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ جواز عقد کا مدعی ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ بیع
فاسد ہے اور جو شخص قرارداد تلجیہ پر وقوع بیع کا مدعی ہے اسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ ایسے امر کا مدعی ہے
جو دونوں کے اتفاق سے ثابت ہے اور علیٰ ہذا اگر دونوں نے تلجیہ کی گفتگو پر اتفاق کیا پھر دونوں نے کہا کہ وقت
وقوع بیع کے ہمارے دل میں کچھ خیال نہیں تھا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع جائز اور صاحبین کے نزدیک
فاسد ہے اور اگر ایک نے تلجیہ کی قرارداد کا دعوے کیا اور دوسرے نے اس قرارداد سے انکار کیا تو قرارداد
سے منکر کا قول قبول ہوگا پھر اگر قرارداد کے مدعی نے تلجیہ کی قرارداد پر گواہ پیش کیے اور کہا کہ ہم نے اسی قرارداد
پر اس بیع کو قائم کیا ہے پس اگر دوسرے نے اس بنا پر وقوع بیع کی تصدیق کی تو بیع فاسد ہے اور اگر
کہا کہ ہم نے اس قرارداد سے اعراض کر کے بیع قائم کی ہے تو مسئلہ میں اختلاف ہوگا امام اعظم رح
کے نزدیک جائز اور صاحبین کے نزدیک بیع فاسد ہوگی - اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ بیع ہم دونوں میں
تلجیہ واقع ہوئی پھر ایک نے اجازت دیدی تو جائز نہیں تا وقتیکہ دونوں اجازت نہ دیں اور اگر بیع بطور تلجیہ
واقع ہونے پر دونوں نے اتفاق کیا اور بنا بر تلجیہ مشتری نے بائع سے غلام لیکر قبضہ کر کے آزاد کر دیا تو عتق
باطل ہے اور دونوں مسئلوں میں بائع کو خیار ثابت ہوگا - اور اگر دونوں نے یہ قرارداد کیا کہ دونوں یہ خبر دینگے
کہ کل کے روز ہم نے یہ غلام ہزار درم کو باہم خرید و فروخت کیا ہے حالانکہ دونوں کے درمیان بیع واقع نہیں
ہوئی پھر اسکا اقرار کیا تو یہ بیع نہیں ہے اور اگر ایک نے دعوے کیا کہ یہ اقرار ہزل ہے اور دوسرے نے دعوے
کیا کہ جد ہے تو مدعی جد کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ اصل کا دعوے کرتا ہے اور دوسرے پر لازم ہے کہ گواہ پیش
کرے اور اگر دونوں نے کہا کہ پہلے اس بیع کی جھوٹی خبر دی ہے اجازت دیدی تو جائز نہ ہوگی - یہ مبسوط میں ہے یہ اس
صورت میں ہے کہ نفس بیع میں تلجیہ واقع ہو اور اگر بدل بیع میں تلجیہ واقع ہو مثلاً پوشیدہ دونوں قرارداد کی کہ ثمن ایک ہزار درم

ہی مگر ہم علانیہ دو ہزار درم پر فروخت کرینگے ایک ہزار درم لوگوں کو سنانے کو بڑھا دینگے پھر اگر دونوں نے اتفاق
کیا کہ ہم نے اعراض کر کے بیع قرار دی ہی تو دو ہزار درم پر بیع جائز ہوگی اور اگر اسی قرارداد پر بیع پر اتفاق
کیا تو صاحبین کے نزدیک ایک ہزار درم پر بیع جائز ہی اور ایک روایت امام اعظم رح سے بھی یہی ہی اور
دوسری روایت میں امام اعظم رح کے نزدیک بیع فاسد ہی ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں ذکر
کیا ہی اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ وقت بیع کے ہمارے دل میں کچھ خیال نہ تھا تو صاحبین کے نزدیک ایک ہزار
درم پر بیع واقع ہوگی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ امام اعظم رح سے بھی ایک روایت میں یوں ہی آیا ہی اور
دوسری روایت میں یوں ہی کہ بیع دو ہزار درم پر واقع ہوگی اور یہی روایت کتاب الاقرار میں مذکور ہی اور
شمس الائمہ نے کہا کہ یہی روایت اصح ہی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں یہ تفصیل ذکر نہیں فرمائی اور اگر
پوشیدہ یوں قرارداد کی کہ ثمن سو دینار ہیں اور علانیہ دس ہزار درم پر بیع قرار دی تو دس ہزار درم پر بیع واقع
ہوگی اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ کہ جائز نہ ہونی چاہئے۔ اور اگر دونوں نے پوشیدہ کسی ثمن پر بیع قرار دی پھر علانیہ
دوسرے ثمن پر قرار دی پس اگر ثمن علانیہ جنس ثمن سر سے ہو مگر فرق یہ ہو کہ سر کے ثمن سے زائد ہو مثلاً خفیہ ہزار درم
پر بیع کی پھر علانیہ دو ہزار درم پر قرار دی پس اگر اس امر کے گواہ کر دیے کہ علانیہ بیع ہزل و سمعہ ہی تو عقد وہی ہوگا
جو پوشیدہ قرار دیا ہے اور اگر اس امر کے گواہ نہ کیے تو عقد وہی عقد علانیہ ہوگا اسیطرح اگر علانیہ دوسری جنس
کے ثمن پر بیع قرار دی تو بھی حکم اسی تفصیل سے ہی کہ اگر علانیہ عقد کے ہزل و سمعہ ہونے پر گواہ کر لیے تو عقد
سر یعنی پوشیدہ صحیح ہی ورنہ عقد علانیہ صحیح ہی۔ اور اگر پوشیدہ دونوں نے یہ کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ علانیہ بیع ظاہر کریں
حالانکہ یہ تلجیہ و باطل ہوگا اور اس امر پر اتفاق کیا پھر علانیہ ایک نے کہا کہ ہم نے خفیہ یوں قرارداد کی تھی اور
اب میری رائے میں آیا کہ اسکو بیع صحیح کر دوں اور دوسرا شخص حاضر تھا اور اسکو سنتا تھا اسنے کچھ نہ کہا
یہاں تک کہ دونوں نے باہم بیع کی تو بیع جائز ہی اور اگر دوسرے نے نہ سنا اور بیع قرار دی تو بیع فاسد ہی
اگرچہ مشتری غلام پر قبضہ کر کے اسکو آزاد کر دے پس اگر یہ قول بائع نے کہا ہو تو عتق جائز ہی اور بائع پر
واجب ہوگا کہ ثمن واپس پھیر دے اور اگر مشتری نے کہا تو عتق باطل ہی یہ محیط میں ہی۔ اگر زید نے ہندہ سے کہا
کہ میں تیرے ساتھ بطور ہزل نکاح کرونگا ہندہ نے کہا بہت اچھا اور ہندہ کے ولی نے دونوں کے ساتھ
اتفاق کیا پھر زید نے نکاح کیا تو یہ نکاح حکم قضا میں بھی اور فیما بینہ و بین اللہ تعالے بھی جائز ہی۔ اور اگر زید نے
ہندہ اور اسکے ولی سے پوشیدہ ولی سے کہا کہ میں ہندہ سے ہزار درم پر نکاح کرنا چاہتا ہوں اور سنانے کو
دو ہزار پر علانیہ نکاح ہوگا حالانکہ مہر ہزار درم ہی پس ولی نے کہا کہ اچھا میں ایسا کروں گا پس زید نے ہندہ
سے علانیہ دو ہزار پر نکاح کیا تو نکاح جائز ہی اور مہر ہزار درم ہوگا بشرطیکہ دونوں اس قول پر جو انھوں
نے خفیہ قرار دیا ہی اتفاق کریں یا گواہ قائم ہوں۔ اور اگر کہا کہ سو دینار مہر ہی لیکن سنانے کو دس ہزار درم
قرار دینگے اور اسپر گواہ کر لیے پھر ہندہ سے دس ہزار درم پر علانیہ نکاح کیا تو یہ نکاح ہندہ
کے مہر مثل پر جائز ہوگا اسیطرح اگر پوشیدہ سو دینار مہر قرار دیا اور ظاہر میں اسکا کچھ مہر معین نہ کیا تو بھی اسکو مہر مثل
ملیگا اور اگر وقت عقد کے یوں بیان کیا کہ ہم نے اس قدر مہر پر عقد کیا جسپر ہم راضی ہو چکے ہیں تو یہ نکاح سو

دینار پر جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر پوشیدہ ہزار درم پر عقد نکاح قرار دیا پھر علانیہ دو ہزار درم پر عقد نکاح قرار دیا
پس اگر اس امر کے گواہ کر لیے کہ ظاہر مین جو مہر قرار دیتے ہین یہ ہزل اور سنانے کو ہی تو مہر وہی ہوگا جو پوشیدہ
قرار دیا ہی اور اگر اس امر کے گواہ نہ کیے کہ جو ظاہر کرتے ہین وہ سنانے کو ہزل ہی تو جو مہر علانیہ ٹھہرایا ہی وہی مہر قرار
دیا جائیگا اسیطرح اگر ظاہر مین خلاف جنس اول مہر قرار دیا تو یہی حکم ہی اور اگر ایک نے علانیہ کا دعوی کرکے
اسپر گواہ قائم کیے اور دوسرے نے پوشیدہ کا دعوی کرکے گواہ قائم کیے تو علانیہ گواہون کی سماعت ہوگی
ولیکن اگر گواہون نے یون گواہی دی کہ انھون نے یون کہا تھا کہ سنانے کو ہم ظاہر مہر پر ظاہر مین گواہ کر لینگے تو
اس صورت مین پوشیدہ دعوی کے گواہون کی سماعت کرونگا اور ظاہر کے گواہون کو باطل کرونگا اور اگر بطور
ہزل کے اپنی عورت کو یا اپنے غلام کو مال پر طلاق دیا یا آزاد کیا اور عورت یا غلام نے قبول کیا یا دونون نے پوشیدہ
یہ قرارداد کی کہ جو ہم ظاہر کرین وہ ہزل ہی تو طلاق واقع ہوگی اور مال عورت پر واجب ہوگا ایسا ہی امام محمد رح نے
کتاب مین ذکر فرمایا ہی اور یہ تفصیل ذکر نہین فرمائی کہ ہزل آیا شوہر یا مولے کیطرف سے تھا یا عورت و غلام
کیطرف سے یا دونون طرف سے تھا پس اگر ہزل شوہر یا مولی کیطرف سے ہو تو دونون صورت عورت یا غلام کے
قبول کرنیکے بلا شک عورت و غلام پر مال واجب ہوگا اور اگر عورت و غلام کیطرف سے ہو یا دونون طرف سے
ہو تو مسئلہ مین اختلاف واجب ہی یعنی امام اعظم رح کے قول پر جبتک عورت و غلام کیطرف سے اجازت نہ پائی
جاوے تب تک مال واجب نہ ہونا چاہیے اور صاحبین کے قول پر مال واجب ہوگا اور شرط ہزل صحیح نہ ہوگی
ایسا ہی فقیہ ابو جعفر ہندوانی رح نے ذکر فرمایا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر عورت کو طلاق دی یا غلام کو آزاد کیا یا قتل
عمد سے صلح کسیقدر مال پر خفیہ قرار دی پھر طلاق یا عتاق یا صلح دوبارہ کسیقدر مال پر ظاہر مین قرار دی پس اگر مال
ثانی جنس اول سے ہو مگر فرق یہ ہو کہ مال ثانی زیادہ ہو پس اگر اس امر کے گواہ کر لیے کہ جو مال علانیہ بیان کرتے ہین یہ
ریا و سمعۃ ہی تو مال بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار دیا ہی اور اگر اس امر پر گواہ نہ کر لیے تو امام اعظم رح کے نزدیک بدل وہی ہی
جو خفیہ ٹھہرایا ہی اور صاحبین کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ ٹھہرایا ہی اور
بعضون نے کہا کہ بدل وہی ہی جو علانیہ قرار دیا ہے اور رجوع بسبب بدل اول سے ثانی مین زیادہ ہی وہ اسپر زیادتی
کردینا ہوگی اور اس اختلاف کا حاصل یہ ٹھہرتا ہی کہ بدل طلاق و عتاق و صلح قتل عمد مین زیادتی صحیح ہی یا نہین سو
بعض مشائخ کے نزدیک نہین صحیح ہی اور یہی اصح ہی۔ اور اگر بدل ثانی خلاف جنس بدل اول ہو تو بھی یہی حکم ہی کہ اگر علانیہ
بدل کے ریا و سمعۃ ہونے پر گواہ کر لیے تو بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار دیا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر عورت و مرد نے پوشیدہ
قرارداد کر لی کہ مہر دینار ہین اور علانیہ اس طور سے نکاح کیا کہ عورت کا کچھ مہر نہین ہی تو عورت کا مہر ان دینارون
سے ہوگا جسپر خفیہ قرارداد کر لی ہی اور اگر ظاہر مین اسطور سے نکاح کیا کہ عورت کا مہر دینار نہین یا علانیہ نکاح کیا
اور مہر سے سکوت کیا تو دونون صورتون مین مہر المثل پر انعقاد نکاح ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تجھے
ہزار درم پر طلاق دونگا ولیکن لوگون کے سنانے کو سو دینار کہونگا پھر اسکو سو دینار پر طلاق دیدی تو سو دینار پر طلاق
واقع ہوگی اگرچہ دونون نے یہ قرارداد کر لی ہو کہ ہم دینار کا بیان لوگون کے سنانے کو اسطرح کرینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی

باب چہارم متفرقات کے بیان مین۔ اگر زید کو بوعید تلف یا قید و بند اس امر پر مجبور کیا کہ اقرار کرے اسنے

اقرار کیا تو اقرار صحیح نہیں ہی اور اگر ایک روز کی قید وبند یا ایک کوڑا مارنے پر ڈیرا سکے ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا اور زید نے اقرار کیا کہ مجہپر اسکے ہزار درم ہین تو جائز ہوا اور اگر اسکے دل مین یہ خیال گذرا کہ اسقدر قید وبند باعث غم ہی تو اقرار باطل ہوگا۔ اور یہ حکم جو مذکور ہوا ہی اس صورت مین ہی کہ وہ شخص درمیانی لوگون مین سے ہوا اور اگر اشراف لوگون مین سے ہو کہ اسکو مجمع مین ایک کوڑا لگنے سے عار ہو یا ایک روز کی قید وبند یا مجلس سلطان مین گوشمالی اسکے حق مین عار ہو تو ایسا شخص مجبور کردہ شمار ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر زید کو ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا اسنے سو دینار کا جسکی قیمت ہزار درم ہی اقرار کیا تو اقرار نافذ ہوگا اور اگر زید کو عمرو کیواسطے ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا اور زید نے پانچ سو درم کا اقرار کیا تو استحسانًا صحیح نہین ہوا اور زید کے ذمہ مال لازم نہوگا اور اگر زید نے ہزار سے زیادہ ڈیڑہ ہزار درم یا دو ہزار درم کا اقرار کیا تو ہزار سے جسقدر زیادہ ہی وہ زید کے ذمہ لازم ہوگا اور جسقدر مال پر مجبور کیا گیا تھا وہ لازم نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور اگر زید کو عمرو کے واسطے ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا اور زید نے سوا اسکے درم کے کسی کیلی یا وزنی چیز کا عمرو کیواسطے اقرار کیا تو یہ اقرار بطوع خود صحیح ہی اور اگر عمرو کے واسطے ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا اسنے عمرو و خالد غائب کے واسطے ہزار کا اقرار کیا تو امام ابو یوسف وامام اعظم رح کے نزدیک سب اقرار باطل ہی خواہ زید نے خالد کے شریک ہونے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر خالد نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو سب اقرار باطل ہو گیا اور اگر یون کہا کہ میرا زید پر اس مال کا نصف چاہیئے ہی اور میرے اور عمرو کے درمیان کچھ شرکت نہین ہی تو خالد کیواسطے نصف مال کا اقرار جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور فرمایا کہ اگر زید کو قید ملعب یا غیر ملعب سے اس امر پر مجبور کیا گیا کہ گذشتہ عتق یا طلاق یا نکاح کا اقرار کرے حالانکہ وہ کہتا ہی کہ مین نے کبھی ایسا نہین کیا ہی تو اقرار باطل ہی اور غلام اسکا غلام رہیگا جیسا تھا اور عورت اسکی جورو رہیگی جیسی تھی اور اس حکم مین اکراہ بقتل و اکراہ بوعید قید وبند یکسان ہی اسی طرح اقرار برجعت یا رجعت طلاق یا ایلاء و عفو از قتل عمد کا بھی یہی حکم ہی اسیطرح اپنے غلام کی نسبت یہ اقرار کرانا کہ میرا بیٹا ہی یا باندی کی نسبت کہ یہ میری ام ولد ہی یہی حکم ہی کذا فی المبسوط مین ہی۔ اور منتقیٰ مین لکھا ہی کہ اگر ضرب و قید سے ڈرا کر اس امر پر مجبور کیا گیا کہ اپنے اوپر کسی حد یا قصاص کا اقرار کرے تو یہ باطل ہی اور اگر اسکو چھوڑ دیا اور پھر اسکے بعد پکڑا گیا اور از سرنو اپنے اوپر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اسکو نہ چھوڑا اور یہ کہا کہ ہم تجھے اقرار پر ماخوذ نہین کرتے ہین تیرا جی چاہے اقرار کرے یا چاہے نہ اقرار کر حالانکہ مجبور کردہ اسکے ہاتھ مین ہی کہ گرفتار ہی تو اقرار جائز نہوگا اور اگر اسکو چھوڑ دیا اور مجبور کنندہ کی نظر سے پوشیدہ نہوا تھا کہ ایک شخص کو گرفتار کرکے واپس لانے کو بھیجا اسنے گرفتار ہو کر بدون ڈرانے دہمکانے کے پھر اقرار کر دیا تو یہ کچھ نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر زید کو مجبور کیا کہ اپنے اوپر حد یا قصاص کا اقرار کرے اسنے اقرار کیا تو اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر اسکے اسی اقرار پر اسپر حد یا قصاص جاری کیا گیا حالانکہ زید اس بات مین جسکا اقرار کیا ہی مشہور ہی ولیکن اسپر کوئی گواہی نہین ہی تو استحسانًا مکرہ سے قصاص نہ لیا جائیگا مگر اسکے مال سے سب ضمان دلائی جاویگی اور اگر مشہور نہو تو قصاص کی صورت مین مکرہ سے قصاص لیا جائیگا اور مال کی صورت مین مکرہ سے مال تاوان لیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید پر مجبور کیا گیا کہ غصب یا اتلاف و ودیعت کا اقرار

کہ پہلے اُسنے اقرار کیا تو صحیح نہین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ یون اقرار کرے
کہ مین زمانہ ماضی مین مسلمان ہوگیا ہون تو اقرار باطل ہو اور اگر بوعید تلف یا بغیر تلف اس اقرار پر مجبور کیا کہ میرا عمرو
کے ذمہ کچھ حق قصاص نہین ہو اور نہ میرے پاس اسکے گواہ ہین تو یہ اقرار باطل ہو اور بعد اسکے اگر زید نے دعوے
کیا اور عمرو پر اپنے حق قصاص ہونے کے گواہ پیش کیے تو اسکے نام عمرو پر قصاص کی ڈگری کیجاویگی کیونکہ جو
اُسنے سابق مین نسبت قصاص کے اقرار کیا ہو وہ باطل ہو پس اُسکا وجود و عدم یکسان ہو اسیطرح اگر زید کو
مجبور کیا کہ یون اقرار کرے کہ مین نے اس عورت سے نکاح نہین کیا ہو اور نہ میرے پاس عورت پر اس امر کے
گواہ ہین یا یون اقرار کرے کہ یہ شخص میرا غلام نہین ہو اور اصلی آزاد ہو تو ایسا اقرار باطل ہو کیونکہ اکراہ اس امر
کی دلیل ہو کہ جو کچھ اقرار کرتا ہو وہ جھوٹ ہو پس اگر اسکے بعد زید اس عورت سے نکاح کرلے یا غلام کی رقیت پر
گواہ قائم کرے تو وہ اقرار باکراہ مانع قبول نہوگا[ف] یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ کفیل بالنفس یا
بالمال کو کفالت سے بری کرے تو یہ صحیح نہین ہو اور اگر شفیع کو مجبور کیا کہ طلب شفعہ سے خاموش رہے تو اسکا شفعہ
باطل نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور اگر شفیع نے شفعہ طلب کیا پھر اسکو مجبور کیا کہ شفعہ سپرد کردے تو اسکا
سپرد کرنا باطل ہو۔ اور اگر ایسا ہوا کہ جس وقت شفیع کو معلوم ہوا اُسنے شفعہ طلب کرنا چاہا اور مکرہ نے اسکو مجبور کیا کہ ایک
روز یا زیادہ شفعہ طلب کرنے سے خاموش رہے تو اسکا حق شفعہ باقی رہیگا پس جس وقت رہائی ہو سکے اگر اسنے شفعہ
طلب کیا تو خیر ورنہ شفعہ باطل ہوجائیگا یہ ظہیریہ مین ہو۔ ایک عورت نے اپنے شوہر پر زنا کی تہمت لگانے کا جسکو
قذف کہتے ہین دعوے کیا اور شوہر نے انکار کیا اور شوہر پر گواہ قائم ہوے کہ اسنے تہمت لگائی ہو اور گواہون کی
پوشیدہ و ظاہر دونون طرح تعدیل ہوگئی اور قاضی نے شوہر کو حکم دیا کہ عورت کے ساتھ لعان کرے اُسنے لعان
کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے تہمت نہین لگائی ہو اور ان گواہون نے مجھپر جھوٹی گواہی دی ہو تو قاضی
اسکو لعان کرانے پر مجبور کریگا اور قید کریگا یہانتک کہ لعان کرے پس اگر قاضی نے اسکو قید کیا یہانتک کہ اسنے
مجبور ہوکر لعان کیا یا قید سے ڈرایا حتی کہ اُسنے لعان کیا اور کہا کہ مین اللہ کو گواہ کرتا ہون کہ جو کچھ مین نے اسکو
تہمت لگائی ہو یعنی زنا کی اسمین مین سچا ہون اور عورت نے بھی لعان کرلیا اور قاضی نے دونون مین تفریق کرادی
پھر یہ ظاہر ہوا کہ یہ گواہ لوگ غلام ہین یا حد قذف مین محدود ہوچکے ہین یا اور کسیوجہ سے انکی گواہی باطل ہوگئی
تو قاضی اُس لعان کو جو دونون کے درمیان واقع ہوا اور فرقت کو باطل کرکے عورت کو اسکے شوہر کے پاس واپس
کردیگا اور اگر قاضی نے اسکو لعان کیواسطے قید نہ کیا ہو اور نہ قید سے ڈرایا ہو بلکہ فقط یہ کہا ہو کہ گواہون نے تجھپر قذف
کی گواہی دی اور مین نے تجھپر لعان کرنے کا حکم جاری کردیا ہو پس تو لعان کر اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس
شوہر نے لعان کیا اور عورت نے بھی لعان کیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہو اور قاضی نے تفریق کردی پھر معلوم
ہوا کہ گواہ لوگ غلام ہین اور گواہی باطل ہوگئی تو قاضی اُس لعان کو جو عورت و شوہر کے درمیان واقع
ہوا ہو پورا کریگا اور تفریق کو باقی رکھیگا اور عورت کو بائنہ قرار دیگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور خزانہ مین لکھا ہو کہ اگر
قاتل کو قتل عمد سے مال پر صلح کرلینے پر مجبور کیا اُسنے مجبوری قبول کیا تو مال اسکے ذمہ لازم نہوگا اور قصاص
باطل ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر قصاص سے عفو کرنے پر مجبور کیا اُسنے عفو کیا تو عفو جائز ہو اور ولی قصاص کا کرہ

ف مانع از قبول گواہی قبول یعنی مجبوری والا اقرار مانع نہوگا ۱۲

کچھ ضمان نہ دیگا اور اگر زید کو اُسکے قرضدار کے بری کر دینے پر مجبور کیا اُسنے بری کیا تو ابرا باطل ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ہندہ کا ولی اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عورت کو کسی قدر مہر پر جس میں غبن فاحش ہے نکاح کر دے پھر اکراہ دور ہو گیا اور بعد اُسکے ہندہ راضی ہو گئی مگر ولی اُسکا راضی نہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک ولی کو اختیار ہے کہ تفریق کی درخواست کرے اور صاحبین نے فرمایا کہ نہیں اختیار ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ مہر سے کچھ مال پر صلح کر لے یا شوہر کو بری کر دے تو یہ اکراہ ہے اور عورت کی صلح یا ابرا کچھ صحیح نہیں ہے یہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر شوہر نے اپنی عورت کو مجبور کیا اور مجبور اسطرح کیا کہ تو اسکو طلاق سے ڈرایا یا کہا کہ تیرے اوپر دوسری عورت سے نکاح کر لاؤنگا یا کوئی باندی بٹھاؤنگا تو یہ اکراہ نہیں ہے وہ عورت مجبور شمار نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی عورت کسی صغیر بچہ کے دودھ پلانے پر مجبور کی گئی یا کوئی مرد اس امر پر کہ اپنی عورت سے اس صغیر بچہ کو دودھ پلوائے مجبور کیا گیا اور ایسا واقع ہوا تو رضاع کے احکام سب ثابت ہو جاوینگے۔ اور اگر زید مجبور کیا گیا کہ یوں قسم کھاوے کہ میں عمرو کے گھر جاؤنگا تو قسم منعقد ہو جاویگی سو اگر عمرو کے گھر گیا تو حانث ہوگا اسیطرح اگر زید نے قسم کھائی ہو کہ میں عمرو کے گھر نہ جاؤنگا یا عمرو سے کلام نہ کرونگا اور اسکو مکرہ نے مجبور کیا کہ عمرو کے گھر جاوے یا اس سے کلام کرے یعنی جو شرط تھی اسکو خواہ مخواہ کرے تو بھی حانث ہوگا اور اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ہنوز اُسکے ساتھ دخول نہیں کیا پھر دخول پر مجبور کیا گیا تو جو احکام دخول سے متعلق ہیں جیسے مہر کا مؤکد ہونا اور وجوب عدت واسکی بیٹی سے حرمت نکاح وغیرہ سب ثابت ہو جاوینگے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اگر زید کے پاس عمرو کا مال ہوا اور زید سے سلطان نے کہا اگر تو نے مجھے عمرو کا مال نہ دیا تو میں تجھے ایک مہینہ قید کرونگا یا ایک کوڑا مارونگا یا تجھے شہر بشہر پھراؤنگا تو زید کو دینا جائز نہیں ہے اور اگر دیا تو ضامن ہوگا اور اگر سلطان نے کہا کہ تیرا ہاتھ کاٹ ڈالونگا یا پچاس کوڑے مارونگا تو دینا جائز ہے ضامن نہ ہوگا یہ ینابیع میں ہے۔ اور اگر مکرہ نے زید کو کھانا کھا لینے یا کپڑا پہن لینے پر مجبور کیا اور کپڑا پھٹ گیا تو مکرہ ضامن نہ ہوگا یہ تہذیب میں ہے۔ اور اگر ایک شوہر دار باندی جسکے شوہر نے دخول نہیں کیا تھا آزاد کی گئی اور بوعید تلف یا قید اس امر پر مجبور کی گئی کہ اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر کی تبعیت چھوڑ کر فسخ نکاح کر لے تو شوہر کے ذمہ سے سبب عورت کا مہر ساقط ہو جائیگا اور اسمیں مکرہ پر کچھ تاوان نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے اپنے باپ کی جورو کو سوائے اپنی ماں کے دوسری عورت کو مجبور کر کے اسکے ساتھ زنا کیا اور اس سے مراد اسکی یہ تھی کہ اپنے باپ کے حق میں فساد کرے حالانکہ ہنوز اُسکے باپ نے اس عورت سے دخول نہیں کیا تھا تو اس عورت کا اپنے شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور یہ نصف مہر زید کا باپ زید سے واپس لیگا اور اگر باپ نے اُسکے ساتھ دخول کر لیا ہو تو زید سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ مراد اسکی فساد تھی اُسکے معنی یہ ہیں کہ اُسنے باپ کے ساتھ نکاح کو فاسد کرنا چاہا ورنہ زنا تو ہر حال میں فساد ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنا غلام عمرو کو ہبہ کر دے اُسنے ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر عمرو کہیں ایسا غائب ہو گیا کہ اسپر قابو نہیں چل سکتا ہے تو زید کو اختیار ہے کہ مکرہ سے اپنے غلام کی قیمت واپس لے اور یہی حکم ہندیہ پر اکراہ کرنیکی صورت میں ہے اسیطرح اگر غلام کے بیچ کر دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے بیچ کر کے مشتری کو سپرد

کیا اور مشتری ایسا غائب ہوا کہ اُسپر قابو نہیں چل سکتا ہو تو بھی مکرہ سے غلام کی قیمت واپس لے سکتا ہو یہ فتاوی
قاضیخان میں ہو۔ اور اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عمرو کے واسطے مال کا اقرار کرے اُسنے اقرار کیا اور عمرو نے
اُس سے وہ مال لے لیا پھر کہیں ایسا غائب ہوا کہ اُسپر قابو نہیں چل سکتا ہو یا مفلس مرگیا تو زید کو اختیار ہو
کہ اپنا مال مکرہ سے واپس لے یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اور اگر زید اپنے غلام کو مدبر کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے مدبر کیا تو تدبیر
صحیح ہوا اور مدبر کرنے سے جو نقصان آیا وہ مکرہ سے فی الحال واپس لیگا اور اگر مولے مرگیا تو مدبر آزاد ہوجائیگا اور
اُسکے وارث بھی مکرہ سے غلام کی دو تہائی قیمت مدبر ہونے کے حساب سے لینگے۔ اور اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنا
مال عمرو کے پاس ودیعت رکھے اور عمرو ودیعت لینے پر مجبور کیا گیا تو ایداع صحیح ہوا اور عمرو کے پاس یہ
مال امانت ہوگا اور اگر قابض اس امر پر مجبور کیا گیا کہ قبضہ کرکے مکرہ کو دیدے پس قابض نے قبضہ کیا اور
ہنوز مکرہ کو نہ دیا تھا کہ اُسکے پاس مستودع ضائع ہوگیا پس اگر قابض نے کہا کہ میں نے اسواسطے قبضہ کیا تھا کہ قبضہ کرکے موافق
حکم مکرہ کے مکرہ کو دیدون تو قابض بھی ضامن ہونے میں داخل ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے اسواسطے قبضہ کیا تھا کہ مالک
کو واپس دون تو مال اُسکے پاس امانت ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا اور اس باب میں قول اُسی کا لیا جائیگا اور اگر
ہبہ میں بھی موہوب لہ قابض کا قول قبول ہوگا یعنے اگر زید کو ہبہ کرنے اور عمرو کو قبول و قبضہ کرنے پر مجبور کیا اور
عمرو کے پاس وہ ہبہ تلف ہوگیا تو عمرو کا قول قبول ہوگا کہ میں نے مالک کو واپس دینے کے واسطے قبضہ کیا تھا یہ
فتاوی قاضیخان میں ہو۔ اگر زید کا غلام زید سے بعوض مال کے مدبر ہونا قبول کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے ایسا ہی
کیا تو یہ غلام مکرہ کا مدبر ہوگا اور مکرہ اسکی قیمت زید کو ادا کریگا یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ واضح ہو کہ اگر مکرہ کوئی لڑکا نابالغ یا معتوہ
ہو تو ان دونون کا حکم حق اکراہ میں مثل بالغ عاقل کے ہو اور اگر مکرہ کوئی غلام یا معتوہ ہو مگر اسکو تسلط حاصل ہو اور
اُسنے قتل پر اکراہ کیا تو قاتل ہی مکرہ شمار ہوگا نہ وہ شخص جسنے اسکے اکراہ پر قتل کیا ہو پس دیت اسی مکرہ کی مددگار برادری پر
پر تین برس کے اندر ادا کرنی واجب ہوگی۔ اور اگر بعوض ہبہ قبول کرنے پر اکراہ کیا تو مکرہ سے تاوان نہیں لیسکتا
ہو اسیطرح اگر بعوض مساوی ہبہ کرنا قبول کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُسنے ہبہ کیا اور عوض پر قبضہ کرلیا تو مکرہ سے کچھ
نہیں لے سکتا ہو یہ فتاوی قاضیخان میں ہو۔ اگر زید اپنے کسی مورث کے قتل کرنے پر بوعید قتل مجبور کیا گیا اور زید
نے قتل کیا تو قاتل میراث سے محروم نہ ہوگا اور اسکو اختیار رہیگا کہ مکرہ کو قصاص مورث میں قتل کرادے یہ امام
اعظم و امام محمد رح کا قول ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اگر بوعید قید زید کو ڈرایا کہ اپنا مال عمرو کو ہبہ کرے اور اسپرد کرے اور
عمرو کو بوعید قید اسکے قبول کرنے اور قبضہ کرنے پر مجبور کیا اور وہ مال تلف ہوگیا تو قابض ضامن ہوگا اور
اگر قابض کو اس صورت میں بوعید تلف مجبور کیا ہو تو قابض ضامن نہ ہوگا اور نہ مکرہ تاوان دیگا۔ اور اگر مکرہ نے
کو بوعید تلف اور موہوب لہ کو بوعید قید مجبور کیا ہو تو مالک کو اختیار ہو چاہے قابض سے تاوان لے یا مکرہ
سے ضمان لے پھر اگر مکرہ سے تاوان لیا تو وہ موہوب لہ سے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر زید نے ایک عورت
سے نکاح کرکے اُسکے ساتھ دخول کرلیا پھر اُسکی طلاق پر مجبور کیا گیا اور طلاق دی تو مہر زید پر واجب ہوگا اور
مکرہ سے واپس نہیں لے سکتا ہو لیکن اگر نکاح مہر مثل سے زیادہ پر ہو تو زیادتی اُسکے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ
فتاوی قاضیخان میں ہو۔ اگر زید نے کہا کہ اگر میں اس دار میں جاؤن تو میرا غلام آزاد ہو پھر مکرہ نے زید کو

قولہ بعوض یعنی ہبہ بشرط عوض ۱۲

اس دار مین جانے پر بوعید قتل مجبور کیا اور زید خود چلا گیا تو غلام آزاد ہو جاویگا بخلاف اسکے اگر زید کو اٹھا کر
اس مکان مین داخل کر دیا ہو تو ایسا نہین ہو لیکن اگر زید نے یون قسم کھائی کہ اگر مین اس مکان مین کسی طور
سے جاؤن تو میرا غلام آزاد ہو اور مکرہ نے اسکو اٹھا کر مکان مین کر دیا تو زید اپنی ذات سے کچھ اختیار نہین رکھتا
ہو تو شرط پائی جانے سے غلام آزاد ہو جاویگا اور دونون صورتون مین مکرہ ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہے ۔
اور عورت اگر نکاح پر مجبور کی گئی اور اُسنے ایسا ہی کیا تو نکاح صحیح ہو اور مکرہ سے کچھ تاوان نہین لے سکتی ہو
اسیطرح اگر زید اپنے غلام کے مثل قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اور زید نے بیچا تو مکرہ سے تاوان نہین
لے سکتا ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہو ۔ اور اگر زید مجبور کیا گیا یہانتک کہ اُسنے کہا کہ اگر مین اس اپنی
منکوحہ سے قربت کرون تو اُسکو تین طلاق ہین اور ہنوز اس سے دخول نہین کیا ہو پھر قربت کی تو مطلقہ
ہو جاویگی اور زید پر اسکا مہر واجب ہوگا اور مکرہ سے کچھ تاوان نہین لے سکتا ہو اور اگر اس سے قربت
نہ کی یہانتک کہ چار مہینہ گذرنے سے بائن ہو گئی تو زید پر نصف مہر واجب ہوگا اور اسکو مکرہ سے واپس نہین
لے سکتا ہو یہ مبسوط مین ہو ۔ اور اگر کہا کہ اگر مین کسی عورت سے نکاح کرون تو وہ مطلقہ ہو پھر مجبور کیا گیا کہ اس
عورت سے مہر مثل پر نکاح کرے تو نکاح جائز ہو اور مطلقہ ہو جاویگی اور اسپر نصف مہر واجب ہوگا اور مکرہ سے
واپس نہین لے سکتا ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہو ۔ اگر خوارج متاولین مین سے کچھ لوگ کسی ملک پر قابض
ہو گئے اور انکا حکم اسمین جاری ہوا پھر انھون نے ایک شخص کو کسی امر پر مجبور کیا یا مشرک لوگون نے
ایک شخص کو کسی امر پر مجبور کیا تو یہ صورت حکم مین مجبور کردہ کے حق مین ہر امر مین جسپر مجبور کر کے اقدام روا ہو یا
نہین روا ہو بمنزلہ اکراہ لصوص کے ہو مگر ان سب چیزون مین جن سے لصوص پر قصاص آتا ہو یا ضمان
مال لازم آتی ہو سوا خوارج متاولین یا اہل حرب پر کچھ لازم نہ آئیگا جیسا کہ اگر انھون نے اتلاف اپنے ہاتھون
سے کیا تو یہی حکم ہو کذا فی المبسوط

کتاب الحجر

اسمین تین باب ہین

باب اول حجر کی تفسیر و اسباب و مسائل متفق علیہا کے بیان مین حجر کی تفسیر شرعی یہ ہو کہ کسی شخص خاص
کو تصرف قولی سے زبانی منع کرنا اور وہ شخص مخصوص وہ ہو جو مستحق حجر ہو خواہ کسی سبب سے مستحق ہوا ہو ۔ علما
نے فرمایا کہ حجر کے اسباب موجبہ تین صغر و جنون و رق ہو اور اسپر اجماع ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ امام ابوحنیفہ
رح نے فرمایا کہ قاضی کسی آزاد عاقل بالغ کو مجحور نہ کرے مگر اس شخص کو مجحور کرے جسکا ضرر عام کو پہونچتا ہو
اور وہ تین گروہ ہین ایک طبیب جاہل کہ لوگو نکو مضر اور مہلک دوا ئین پلاتا ہو حالانکہ اسکے نزدیک وہ دوا
نفع بخش ہوتی ہو اور دوسرے مفتی ماجن یعنی وہ شخص جو لوگون کو حیلہ سکھلاتا ہو یا جہالت سے فتوی دیتا ہو اور
تیسرے مکاری مفلس اور صاحبین کے نزدیک ان سب کے سوا اور بھی تین سبب موجب حجر ہین یعنی
کرایہ دینے والا

سفہ و غفلت کذا فی المنادسہ قاضیخان اور مکاری مفلس وہ ہو کہ لوگون سے اونٹ کرایہ پر دینے کا معاملہ کرے حالانکہ اسکے پاس نہ اونٹ ہو اور نہ کوئی سواری ہو کہ اسپر سوار کردے اور نہ مال ہو کہ خرید کر دے پھر لوگ اسپر اعتماد کرکے اسکو کرایہ دیتے ہین اور وہ اپنی ضرورت مین صرف کرتا ہو پھر جب روانگی کا وقت آتا ہو تو اپنے تئین ان لوگون سے چھپا دیتا ہو پس اس حیلہ سازی سے مسلمانون کا مال کھا جاتا ہو اور اکثر اس حرکت سے وہ لوگ حج یا جہاد مین جانے سے باز رہتے ہین یہ ذخیرہ مین ہو۔ پس نابالغ کا تصرف بدون ولی کی اجازت کے ناجائز ہو اور غلام کا تصرف مالک کی بلا اجازت جائز نہین ہو تاکہ مالک کے حقوق کی رعایت ہو تاکہ اسکے منافع بیکار نہ ہو جاوین اور مملوک کی گردن قرضہ مین نہ پھنس جاوے کیونکہ اسکی گردن مالک کی مملوک ہو لیکن اگر مولی نے خود ہی اجازت دیدی تو جائز ہو کہ وہ خود اپنے حقوق کے ضائع ہونے پر راضی ہو گیا کذا فی الکافی۔ اور مجنون مغلوب العقل کا تصرف اصلا نہین جائز ہو اگرچہ اسکا ولی اجازت دیدے اور اگر مجنون کو کبھی جنون اور کبھی افاقہ رہتا ہو تو حالت افاقہ مین مثل عاقل کے ہو اور معتوہ مثل نابالغ عاقل کے یعنی حق تصرفات اور رفع تکلیف مین اسکے مثل ہو اور معتوہ کی تفسیر مین اختلاف کثیر ہو اور سب اقاویل مین بہتر یہ ہو کہ معتوہ وہ ہو جو قلیل الفہم مختلط الکلام فاسد التدبیر ہو کہ نہ مارے اور نہ گالی دے جیسا مجنون کیا کرتا ہو یہ تبیین مین ہو۔ اور ماذون شرح طحاوی مین ہو کہ نابالغ کو تجارت کیواسطے باپ و دادا اور ان دونون کے وصی اور قاضی اور قاضی کے وصی کی اجازت جائز ہو یا صغیر کے غلام کو اگر یہ لوگ اجازت دین تو جائز ہو اور ماں یا بھائی یا چچا یا ماموں کی اجازت جائز نہین ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو جو نابالغ بیع و شرا کو نہین سمجھتا ہو اگر اسنے خریداری کی اور ولی نے اجازت دی تو صحیح نہین ہو اور اگر خرید فروخت کو سمجھتا ہو یعنی یہ جانتا ہو کہ فروخت کر دینے سے ملکیت جاتی رہتی ہو اور خریدنے سے آجاتی ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ یہ خسارہ بہت ہو اور یہ تھوڑا ہو اگر ایسے نابالغ نے کچھ تصرف کیا اور ولی نے مصلحت سمجھکر اجازت دی تو جائز ہو اور اگر ایسے نابالغ کو تصرف کی اجازت دیدی تو اسکا تصرف نافذ ہوگا خواہ اسمین نقصان ہو یا نہ ہو اور اگر قاضی نے نابالغ کو تصرف کی اجازت دی اور باپ انکار کرتا ہو تو تصرف صحیح ہوگا اور اگر نابالغ عاقل نے تصرف کیا پھر ولی نے اسکو تصرف کی اجازت دیدی پس نابالغ نے اس تصرف کو جائز کیا تو نافذ ہو جاویگا یہ سراجیہ مین ہو۔ اور اسباب ثلثہ یعنی صغر و جنون و رق ان اقوال مین جو نفع و نقصان کے درمیان دائر ہین جیسے خرید و فروخت وغیرہ موجب حجر ہوتے ہین مگر وہ اقوال جن مین محض نفع ہو اپین نابالغ مثل بالغ کے ہو اسیوجہ سے نابالغ کیطرف سے قبول ہبہ یا اسلام اگر متحقق ہو تو صحیح ہو ولی کی اجازت کی ضرورت نہین ہو اور ایسے ہی غلام و معتوہ کا حال ہو اور جنین محض ضرر رہو جیسے طلاق و عتاق وغیرہ تو حق صغیر و مجنون مین موجب عدم اصلی ہین نہ حق غلام مین۔ اور واضح ہو کہ یہ اسباب ثلثہ موجب حجر افعال نہین ہین حتی کہ اگر ایک لڑکے نے کسی شخص کا شیشہ توڑ دیا تو فی الحال اسپر تاوان واجب ہوگا اسیطرح اگر غلام و مجنون نے کچھ تلف کیا تو دونون پر فی الحال ضمان لازم آویگی اور اگر یہ فعل ایسا ہو کہ جس سے حکم ایسا متعلق ہو [illegible] دور کردیا جاتا ہو جیسے حدود و قصاص وغیرہ تو ایسے فعل مین عدم قصد نابالغ و مجنون کے حق مین

بیچ ٹھہر قرار دیا جائیگا ہے کہ دونوں پر زنا و سرقہ و شراب خواری و قطع الطریق و قتل مین حدود و قصاص جاری نہ ہونگے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ اور غلام کا اقرار اسکے حق مین نافذ ہوگا پس اگر اسنے مال کا اقرار کیا تو بعد عتق کے ماخوذ ہوگا کیونکہ فی الحال وہ عاجز ہے اور مثل مفلس تنگدست کے اسکا حکم ہو گیا اور اگر اسنے حد و قصاص و طلاق کا اقرار کیا تو فی الحال لازم ہوگا یہ اختیار شرح مختار مین ہے

باب دوم حجر للفساد کے بیان مین اور اسمین دو فصلین ہین فصل اول مسائل مختلف کے بیان مین

حر عاقل بالغ کا مجور کرنا بسبب سفاہت یا قرضہ یا فسق یا غفلت کے امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک فسق کے سوا سے مین جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بھی حجر صرف انھین تصرفات مین جائز ہے جو ہزل و اکراہ صحیح نہین ہوتے ہین جیسے بیع و اجارہ و ہبہ و صدقہ جو محتمل فسخ ہین اور جو ایسا تصرف ہو کہ محتمل فسخ نہین ہے جیسے طلاق و عتاق و نکاح تو اسمین بالاجماع حجر نہین جائز ہے اسیطرح جو اسباب موجب عقوبت ہین جیسے حدود و قصاص اسکا بھی یہی حکم ہے اور سفہ اس کام کو کہتے ہین جو موجب شرع کے خلاف و باتباع ہوا و ہوس ہو اور سفیہ وہ شخص ہے کہ جسکی عادت مین تبذیر و اسراف ہو انفقات مین یا ایسے تصرفات اس سے سرزد ہوں کہ انکی کچھ غرض نہ ہو یا ایسی غرض ہو کہ اسکو عقلا اہل دیانت عزض شمار نہ کرین جیسے گانے والون اور لہو والون کو دینا اور گران قیمت سے اڑان کے کبوتر خریدنا اور تجارات مین ایسے بیموقع نقصان اٹھانا کہ ان مین کچھ بھلائی نہ گنی جاوے یہ کافی مین ہے۔ اور تبذیر مال جیسا بیسود کامون مین ہوتا ہے مثلاً شراب خوارون و بدمعاشون کو اپنے مکان مین جمع کیا اور انکے شراب و کباب و کھانے پینے مین مال خرچ کیا اور انکے واسطے فواحش و آتشبازی کا دروازہ کھولدیا ایسے ہی نیک کامون مین بھی ہوتا ہے جیسے اپنا تمام مال عمارت مسجد مین خرچ کردیا یا ایسے ہی اور نیک کام مین تو صاحبین کے نزدیک قاضی ایسے شخص کو بھی مجور کردیگا یہ ذخیرہ مین ہے پھر صاحبین کا اتفاق ہے کہ حجر بسبب قرضہ کے بدون حکم قاضی ثابت نہین ہوتا ہے اور حجر بسبب فساد و سفہ ہو اسمین اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک وہ بھی بدون حکم قاضی ثابت نہین ہوتا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک فقط سفہ سے ثابت ہوجاتا ہے حکم قاضی پر موقوف نہین ہے اور جو شخص بسبب سفاہت کے مجور ہے اگر اسنے کوئی غلام آزاد کیا تو غلام پر سعایت واجب ہوگی اور مال ادا کریگا اور جو کچھ ادا کریگا وہ بعد زوال حجر کے مولے سے نہین لے سکتا ہے اور حیلہ فلاس کا حکم جاری ہوا اور اگر اسنے کوئی غلام اپنے قبضہ مین آزاد کیا اور غلام نے سعی کرکے مال ادا کیا تو یہ غلام بعد زوال حجر کے وہ مال جو اسنے سعایت سے ادا کیا ہے اپنے مولے سے نہ لیگا اور جو شخص مجور بالدین ہو اگر اسنے اقرار کیا تو حالت حجر کے موجود وہ مال مین زوال حجر کے بعد نافذ ہوگا اور جو مال حالت حجر کے اندر پیدا ہوا ہو اسمین بھی اقرار سابق نافذ ہوگا اور جو شخص مجور بالسفہ ہوا اسکا اقرار سابق حالت حجر کے مال موجود مین بعد زوال حجر کے نافذ نہ ہوگا اور نہ حالت حجر کے اندر جو مال پیدا ہوا ہے اسمین نافذ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک قاضی نے کسی خانہ برانداز کو جو مستحق حجر ہے مجور کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اسنے حجر کو توڑ کر اسکو چھٹکارا کردیا اور اجازت دیدی کہ جو تصرف چاہے کرے تو دوسرے قاضی کا مطلق العنان کرنا جائز ہے کیونکہ یہ قضا ایسی ہے جو مقضی له و مقضی علیہ نہین ہے پس دوسرے کا حکم قضا نافذ ہوگا پھر اسکے بعد تیسرے قاضی کو اختیار نہین ہے کہ پہلا

قاضی کا حکم حجر نافذ کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ پھر اسکے بعد اگر تیسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو
وہ قاضی ثانی کا حکم نافذ کریگا کیونکہ اُس نے ایسی صورت مجتہد فیہ مین حکم دیا ہی پس بالاجماع اُسکا حکم نافذ ہوگا اور یہ اُسوقت
ہی کہ دوسرے قاضی نے اُسکے تصرفات کو نافذ کیا ہو اور اگر باطل کیا ہو اور پھر تیسرے قاضی کے سامنے مرافعہ
ہوا اُسنے اجازت دیدی پھر چوتھے کے پاس پیش ہوا تو چوتھا قاضی دوسرے کا حکم یعنی ابطال تصرفات حجر کو
نافذ کریگا پس اسکے بعد تیسرے قاضی کا حکم یعنی اجازت دینا باطل ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر محجور کے کچھ
تبرعات اُس قاضی کے سامنے جسنے اُسکو محجور کیا ہی قبل اجازت قاضی ثانی کے پیش ہوے اُسنے باطل
کرکے حجر کو برقرار رکھا پھر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو دوسرا قاضی پہلے قاضی کے حکم حجر کو نافذ کریگا
پس اگر دوسرے نے حکم اول کو نافذ نہ کیا بلکہ محجور کے فعل کی اجازت دیدی پھر تیسرے قاضی کے سامنے مقدمہ
پیش ہوا تو تیسرا قاضی پہلے قاضی کے حکم حجر کو نافذ کریگا اور دوسرے قاضی نے جو حجر توڑ دیا ہی اسکو رد کردیگا کیونکہ پہلے
قاضی نے وقت واقعہ کے جو حکم دیا ہی وہ با وجود مقتضی لہ و مقتضی علیہ ہی پس یہ قضاء نافذ ہوگی اور دوسرے قاضی کا ابطال حجر
نافذ نہوگا۔ اور شیخ ابوبکر بلخی سے دریافت کیا گیا کہ ایک محجور نے اپنی زمین اپنے اوپر وقف کی تو فرمایا کہ وقف
صحیح نہین ہی لیکن اگر قاضی اجازت دیدے تو صحیح ہی اور شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اسکا وقف صحیح نہین ہی اگرچہ
قاضی اجازت دیدے پس ان دو شیخون نے سفیہ بالغ پر حجر کو موافق مذہب امام ابو یوسف و امام محمد رح کے جائز رکھا
ہی اور یہی فتوی دیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کوئی سفیہ خانہ برانداز بعد محجور ہو جانیکے مصلح اور اچھی
روش پر ہو گیا تو کیا اُسکا حجر بدون قضاء قاضی کے زائل ہو جاویگا یا نہین تو مسئلہ مین اختلاف ہی امام ابو یوسف
کے نزدیک بدون حکم قاضی کے زائل نہ ہوگا حتی کہ اُسکے تصرفات قبل حکم و اجازت قاضی کے نافذ نہ ہونگے
اور امام محمد رح کے نزدیک یہ ہی کہ جسطرح اُسکا حجر بسبب سفاہت کے بدون حکم قاضی ثابت ہوا تھا اسیطرح اچھی چال
پر ہو جانے سے بلا حکم قاضی زائل بھی ہو جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک چونکہ حجر بسبب سفاہت کے بدون حکم
قاضی ثابت نہین ہوتا ہی اسیواسطے بسبب مصلح ہو جانے کے بدون حکم قاضی زائل بھی نہین ہوتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر
کوئی یتیم بالغ ہوا اور وہ راہ راست پر ہی اور اُسکا مال وصی یا ولی کے پاس ہی تو وہ اُسکا مال اُسکو دیدے اور اگر
بالغ ہو کر راہ راست پر نہو تو نہ دیوے یہانتک کہ پچیس برس کا ہو جاوے اور جب پچیس برس کا ہو جاوے تو
دیدے اُسکو اختیار ہی کہ اپنے مال مین جو تصرف چاہے کرے مگر یہ امام اعظم رح کا مذہب ہی اور صاحبین کے نزدیک
نہ دیوے اگرچہ ستر یا نوے برس کا ہو جاوے تا وقتیکہ اُس سے راست روی ظاہر نہو ہرگز نہ دیوے اور اگر کوئی یتیم
حالت بلوغ تک سفیہ رہا اور سفیہ ہی بالغ ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے تصرفات نافذ ہونگے کیونکہ امام اعظم
رح کے نزدیک حر بالغ پر حجر جائز نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک جب قاضی نے اُسکو محجور کیا تو اُسکے تصرفات نافذ نہونگے
لیکن قاضی اُسکے تصرفات مین سے جو کچھ چاہے اور محجور کے حق مین بہتر جانے نافذ کرے مثلاً اُسنے فروخت کرنے مین
نفع اُٹھایا اور ثمن اُسکے پاس موجود ہی یا خریدنے مین نفع اُٹھایا تو قاضی نافذ کرسکتا ہی اور اگر کوئی یتیم راست روی پر بالغ
ہوا اور اپنے مال سے تجارت کی اور قرضون کا اقرار کیا اور ہبہ یا صدقہ کیا یا اور ایسے ہی تصرفات کیے پھر خانہ برانداز اور
مفسد مال ہو گیا اور ایسا ہو گیا کہ جیسا مستحق حجر ہوتا ہی تو جو تصرفات اس سے قبل مفسد ہو جانیکے سرزد

ہوئے ہیں وہ سب نافذ ہونگے اور جو بعد مفسد ہونے کے صرزد ہوئے ہیں وہ باطل ہونگے یہ امام محمد رحمہ کا مذہب
ہو سکتا کہ اگر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو جو تصرفات اُسنے قبل فساد کیے ہیں وہ نافذ کریگا اور جو بعد فساد
ہونے کے کیے ہیں اُنکو باطل کردیگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک صرف مفسد ہو جانے سے جبتک قاضی حکم
نہ کرے اور محجور نکرے وہ شخص محجور نہ ہوگا پس اگر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو جو تصرفات اُسنے قبل محجور ہونے کے
کیے ہیں سب نافذ کریگا اور بعد مرافعہ کے اُسکو محجور کردیگا اور سفاہت کا حجر امام ابو یوسف کے نزدیک مثل
کے حجر کے ہے یعنی بدون حکم قاضی محجور نہیں ہوتا ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ محجور بمنزلہ نابالغ
کے ہے مگر چار باتوں میں ویسا نہیں ہے۔ اوّل یہ کہ مال یتیم میں وصی کا تصرف جائز ہے مال محجور میں نہیں جائز ہے
اور دوم یہ کہ محجور کا اعتاق و تدبیر و تطلیق و نکاح جائز ہے اور لڑکے کا نہیں جائز ہے اور اگر محجور نے اپنی بیٹی یا
بہن نابالغہ کا نکاح کردیا تو جائز نہیں ہے۔ اور سوم یہ کہ محجور نے اگر کچھ وصیت کی تو تہائی مال سے اُسکی وصیت
جائز ہوگی اور لڑکے کی وصیت نہیں جائز ہے اور چہارم یہ کہ اگر محجور کی باندی کے بچہ ہوا اور محجور نے اُسکے نسب کا
دعوے کیا تو نسب ثابت ہوگا اور اگر نابالغ نے دعوے کیا تو ثابت نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کوئی یتیم بالغ
ہوا اگر سفیہ رہا راست روی نہ آئی تو امام ابو یوسف کے نزدیک جبتک اُسکو قاضی محجور نکرے تب تک محجور نہ ہوگا
اور اُسکے تصرفات نافذ ہوتے رہینگے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک بدون قاضی کے محجور کرنے کے محجور ہوگا یہ
فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور حجر کی صحت کیواسطے اُس شخص کا حاضر ہونا جسکو محجور کیا ہے شرط نہیں ہے
بلکہ حجر صحیح ہوگا خواہ وہ شخص حاضر ہو یا غائب ہو مگر فرق اسقدر ہے کہ غائب کو جبتک یہ خبر نہ پہونچے کہ
قاضی نے تجھے محجور کیا ہے تب تک محجور نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر قاضی نے محجور کرنے سے پہلے
فروخت کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک نہیں جائز ہے کذا فی الکافی اور فرمایا کہ
اگر مستحق حجر نے کچھ خریدا یا فروخت کیا تو ہم بیان کرچکے ہیں کہ یہ تصرف اُسکا نافذ نہ ہوگا پھر اگر قاضی کے پاس
مرافعہ ہوا تو ضرور ہے کہ دیکھے یہ بیع رغبت ہوگی اور اُسمین محجور کے حق میں منفعت ہوگی یا نہ ہوگی پس اگر بیع
رغبت ہو اور ہنوز محجور نے ثمن پر قبضہ نہ کیا ہو تو قاضی اس بیع کو جائز رکھیگا مگر قاضی کو چاہیے کہ مشتری
کو منع کردے کہ محجور کو ثمن نہ دیوے پس اگر قاضی نے بیع کی اجازت دی اور مشتری کو منع کردیا کہ محجور کو ثمن
نہ دے پھر مشتری نے اُسکو دیدیا اور وہ محجور کے پاس تلف ہوا تو مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا اور دوبارہ ثمن
اُسکو دینے پر مجبور کیا جائیگا اور مشتری کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بیع توڑدے اور نہ اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر
قاضی نے مطلقاً بیع کی اجازت دیدی اور مشتری کو منع نہ کیا کہ محجور کو ثمن نہ دے اور مشتری نے دیدیا تو جائز
ہے اور مشتری ثمن سے بری ہوجائیگا اور اگر قاضی نے مطلقاً بیع کی اجازت دیدی پھر اُسکے بعد کہا کہ میں مشتری
کو منع کرتا ہوں کہ محجور کو ثمن نہ دیوے تو یہ ممانعت باطل ہے حتی کہ اگر مشتری نے اُسکو دام دیدیے تو جائز اور
بری ہو جائیگا اور اگر مشتری کو اسوقت خبر پہونچ گئی کہ قاضی نے مجھے منع کیا ہے تو مشتری کو جائز نہیں ہے کہ محجور کو ثمن
دیدے اور صرف ایک شخص کی خبر سے مشتری کے حق میں ممانعت کا حکم ثابت ہوجائیگا خواہ یہ شخص مخبر عادل ہو یا فاسق
مگر یہ صاحبین کا مذہب ہے اور امام اعظم رحمہ کے قول پر جب تک دو شخص خبر نہ دیں یا ایک شخص عادل نہ خبر دے تب تک مشتری کے حق

میں مخالفت کا حکم ثابت نہوگا۔ اور اگر مستحق حجر نے ثمن وصول کر لیا ہو اور وہ اسکے پاس موجود ہو اور قاضی کی
رائے میں یہ عقد بیع محجور کے حق میں بہتر ہو تو قاضی اس بیع کی اجازت دیکر تمام کر دیگا اور یہ حکم مثل تصرف
نابالغ کے ہے کہ جب نابالغ کے قاضی کو خبر ہو جاوے تو وہ بھی ایسا ہی کریگا پھر قاضی اس مستحق حجر سے وہ ثمن لیکر
اپنی حفاظت میں رکھیگا یہانتک کہ اسکی راست روی ظاہر ہو جیسا کہ اسکے باقی تمام اموال کی نسبت حکم ہے
اور سبب اس صورت میں بیع کا یہ ہے کہ بیع مفید ہو اور اگر مفید برغبت نہ ہو مثلاً بیع میں محاباۃ واقع ہوئی ہو تو قاضی
اس عقد کو جائز نہ رکھیگا بلکہ باطل کر دیگا پس اگر محجور نے ثمن وصول نہ کیا ہو تو مشتری ثمن سے بری ہو گیا اور مبیع
اسکے پاس سے واپس لیجاوے اور اگر محجور نے ثمن وصول کر لیا ہو اور بعینہ قائم ہو تو مشتری کو واپس دیا جائیگا
اور اگر محجور کے ثمن وصول کرنے کے بعد اسکے پاس تلف ہوا تو قاضی اس عقد کو جائز نہ رکھیگا بلکہ رد کر دیگا اور محجور
اپنے مشتری کو کچھ ضمان نہ دیگا اور اگر محجور نے ثمن تلف کر دیا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر بیع میں محاباۃ واقع ہوئی ہو تو
قاضی اس عقد کو باطل کر دیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر ضروری کام میں ثمن تلف کیا ہو مثلاً اپنے نفقہ میں خرچ کیا یا حج
ادا کیا یا اپنے مال کی زکوۃ ادا کی تو قاضی مشتری دہندہ کو محجور کے مال سے اسکے مثل دیدیگا اور اسمیں
کچھ تفاوت نہیں ہے کہ خواہ اپنے مال سے صرف کیا ہو یا مال غیر سے پھر اپنے مال سے غیر کو اسکے مثل دیدیا ہو اور اگر
بیع مفید برغبت ہو تو قاضی اس بیع کو جائز رکھیگا۔ اور اگر محجور نے غیر ضروری چیزوں میں ثمن تلف کیا ہو جیسے
غنا وغیرہ میں جو بدکام ہیں اڑا دیا ہو تو بلاشک قاضی اس بیع کو باطل کر دیگا خواہ بیع برغبت ہو یا بمحاباۃ پھر
امام ابو یوسف کے نزدیک محجور اسکے مثل مشتری کو تاوان دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک نہ دیگا یہ محیط میں ہے۔
اور اگر زید پہلے صالح تھا پھر مفسد ہو گیا اور قاضی نے اسکو محجور کر دیا اور عمرو نے زید سے پہلے کوئی چیز خریدی تھی
پھر محجور و مشتری نے باہم اختلاف کیا پس عمرو نے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ چیز حالت صلاح میں خریدی تھی اور
زید نے کہا کہ حالت حجر میں خریدی تھی تو محجور کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم
کیے تو عمرو کے گواہ قبول ہونگے اور اگر قاضی نے زید کا حجر توڑ دیا اور مطلق الامتحان کر دیا اور عمرو نے کہا کہ میں نے
تجھ سے بعد مطلق الامتحان ہونے کے خریدی ہے اور محجور نے کہا کہ حالت حجر میں خریدی ہے تو مشتری کا قول قبول
ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ایک لڑکا بالغ ہوا حالانکہ وہ اپنے مال کی اصلاح کرتا ہے اور راست روی
پر ہے پھر اسکے وصی یا قاضی نے اسکو اسکا مال دیدیا اور اسنے اپنے غلاموں میں سے کوئی غلام فروخت کیا
اور ہنوز غلام نہ دیا اور نہ ثمن پر قبضہ کیا تھا کہ مفسد اور مستحق حجر ہو گیا پھر مشتری نے اسکو ثمن دیدیا تو امام محمد رح
کے نزدیک یہ باطل ہے اور مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک بری ہو جائیگا یہ محیط میں
ہے اور اگر زید عمرو کے غلام فروخت کرتا ہے حالانکہ مرد صالح ہے اور زید نے اسکا غلام فروخت کیا پھر بائع مفسد
مستحق حجر ہو گیا پھر اسکے بعد ثمن وصول کیا تو مشتری بری نہ ہوگا و لیکن اگر زید نے یہ ثمن عمرو کو پہونچا دیا تو
مشتری بری ہو جائیگا اور اگر نہ پہونچایا یہانتک کہ بائع کے پاس تلف ہو گیا تو مشتری کا مال گیا اور
بائع ضامن نہ ہوگا اسیطرح اگر نابالغ کو اسکے ولی نے تجارت کی اجازت دیدی اور اسنے ایک غلام فروخت کیا پھر ولی
نے اسکو محجور کر دیا اور ہنوز اسنے ثمن وصول نہیں کیا تھا پھر مشتری نے اسکو ثمن دیا تو بری نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر

ف محاباۃ یعنی تھوڑا خسارہ جو ظاہر ہو اور زیادہ نقصان کو باطل کر دیگا ۱۲

اپنے بائع کو اسکی قیمت کی ضمان نہ دیگا بلکہ وہی غلام اپنی قیمت سعایت کرکے ادا کریگا اور اگر اپنے بیٹے کو خریدا اور معروف ہو کہ یہ اسکا بیٹا ہے اور قبضہ کر لیا تو خرید فاسد ہے مگر وقت قبضہ کے وہ بیٹا آزاد ہو جاویگا پھر اپنی قیمت سعی کرکے بائع کو ادا کریگا اور بائع مال مشتری مین سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مجبور کو اسکا معروف بیٹا یا کوئی غلام ہبہ کیا گیا اور اسنے دعوی کیا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہو جاویگا اور اسکو اپنی قیمت کی سعایت لازم ہوگی جیسا کہ خود آزاد کرنے کی صورت مین حکم تھا اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہے اور دیکھا جائیگا کہ اسکا مہر المثل کیا ہے اور جو اسنے مہر مقرر کیا ہے وہ کیا ہے پس جو مقدار دونون مین سے کم ہو وہ اسکے ذمہ لازم ہوگی اور مقدار مسمی مین سے جسقدر مہر مثل سے زیادہ ہو کم کیا جائیگا اور اگر اسکو قبل دخول کے طلاق دی تو اسکے مال سے نصف مہر واجب ہوگا کیونکہ تسمیہ مقدار مہر المثل مین اور تنصیف مہر مقررہ کی طلاق قبل دخول کے دینا حکم نصی یعنی ثابت بالنص ہے اسیطرح اگر چار عورتوں سے نکاح کیا یا ہر روز ایک عورت سے نکاح کیا اور طلاق دی تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور عورت مجورہ مثل مرد مجور کے ہے پس اگر عورت مجورہ نے اپنا نکاح اپنے کفو مین سے مرد سے کیا تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کوئی عورت بسبب اپنا مال برباد کرنے کے مجور ہو بالغ ہوئی اور اسنے کسی مرد سے اپنے مہر مثل پر یا کم یا زیادہ پر نکاح کیا اور اسکا کوئی ولی نہین ہے پھر قاضی کے پاس اسکا مرافعہ ہوا پس اگر مرد نے اسکے ساتھ دخول کیا ہو حالانکہ اسکا کفو ہو اور عورت نے اسکے ساتھ مہر مثل یا زیادہ پر یا ایسی کمی پر جسقدر لوگ برداشت کر لیتے ہین نکاح کیا ہو تو نکاح جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو کتاب مین مذکور ہے امام اعظم رح اور آخر قول امام ابو یوسف کا ہے اور بعضون نے فرمایا کہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہے اور یہی ظاہر ہے پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام محمد رح نے امام اعظم و امام ابو یوسف کے قول کیطرف کہ نکاح بدون ولی کے جائز ہے رجوع کیا ہے۔ اور اگر اس عورت نے اپنے کفو سے مہر مثل سے اسقدر کم پر کہ جسکی لوگ برداشت نہین کرتے ہین نکاح کیا ہو تو نکاح جائز ہے مگر شوہر سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے تو اسکا مہر مثل پورا کردے ورنہ انکار کر پس اگر اسنے انکار کیا تو قاضی دونون مین تفریق کردیگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رح کے قول پر ہے کہ اُنکے نزدیک یہ اصول ہے کہ اگر عورت نے مہر مثل سے اسقدر کمی پر جو لوگ برداشت نہین کرتے ہین نکاح کیا تو اولیا کو حق اعتراض حاصل ہوگا اور شوہر کو اختیار دیا جائیگا کہ یا تو اسکا مہر مثل پورا کرے ورنہ انکار کرے کہ قاضی دونون مین تفریق کردے اور صاحبین کے نزدیک بھی اسی طرح بھی عورت کی طرف سے صحیح ہے اور اولیا کو حق اعتراض نہین پہنچتا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہین بلکہ یہ صاحبین کے قول پر ہے۔ اور اگر شوہر نے فسخ کرنا اختیار کیا تو اسپر مہر کچھ قلیل یا کثیر لازم نہ ہوگا اگرچہ تفریق شوہر کی طرف سے پیدا ہوئی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر اس عورت نے غیر کفو سے مہر مثل پر نکاح کیا تو قاضی کو دونون مین تفریق کا اختیار ہے یہ محیط مین ہے اور اگر اس عورت سفیہہ نے شوہر سے کسیقدر مال پر خلع کیا تو جائز ہے اور بدل واجب نہوگا نہ فی الحال اور نہ ثانی الحال پھر اگر یہ طلاق اپنے الفاظ سے واقع ہوئی ہو جو باب طلاق مین صریح ہین تو یہ طلاق بائن نہین بلکہ رجعی ہوگی کہ مرد کو اسکے

رجعت کا اختیار ہوگا اگر اسکے ساتھ دخول کر چکا ہو اور اگر بلفظ خلع طلاق دیا تو بائن واقع ہوگی اور یہ حکم بخلاف
امۃ بالغہ مصلحہ کے ہو کہ اگر ایسی باندی نے اپنے شوہر سے خلع کیا تو طلاق بائن واقع ہوگی خواہ بلفظ صریح ہو
یا بلفظ خلع ہو کیونکہ عوض اگر فی الحال واجب نہ ہوا تو ثانی الحال واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو اور اگر ایسی
باندی نے باجازت مولے خلع کیا ہو تو مال فی الحال واجب ہوگا اور اگر بلا اجازت مولے ہو تو اسپر بعد عتق
کے ادائے مال واجب ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہو - اور سفیہ کی زکوۃ سفیہ کے مال سے نکالکر اسکے
بیٹے و زوجہ اور اسکے ذوی الارحام پر جنکا نفقہ اسپر واجب ہو خرچ کریگا اور اصل اس باب مین یہ ہو کہ جو
مال سفیہ پر بایجاب اللہ تعالی واجب ہوا جیسے حج و زکوۃ یا بحق العباد واجب ہوا تو اسمین سفیہ اور مصلح دونون
یکسان ہین کیونکہ سفیہ بھی مخاطب بخطاب تکلیفی ہو مگر قاضی بقدر زکوۃ کے سفیہ کو دیدیگا تاکہ زکوۃ کے مصارف
مین خرچ کرے لیکن اسکے ساتھ ایک شخص امین روانہ کریگا تاکہ اور کسی مصرف مین سوائے مصرف زکوۃ
کے خرچ نکرے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہو - اور اگر اسنے قاضی سے کچھ مال طلب کیا تاکہ اپنے اہل قرابت کو جنکا نفقہ
اسپر واجب ہو بطور صلہ رحم کے دیوے تو قاضی اسکی درخواست منظور کریگا مگر مال اسکے ہاتھ مین نہ دیگا بلکہ خود اسکے
ذی رحم محرم کو دیدے گا اور اس باب مین قاضی اسکا قول قبول نہ کریگا بلکہ جبتک گواہ اسکی قرابت
برادری و فراتبی کی تنگدستی پر قائم نہ ہون تب تک ایسا نکریگا یہ مبسوط مین ہو - اور فرمایا کہ سفیہ مرد کے قول کی اقرار
بالنسب مین تصدیق نہ ہوگی مگر چار صورتون مین ایک باپ دوسرا بیٹا تیسری زوجہ چوتھا مولے العتاقہ اور
انکے ماسوائے مین تصدیق نہ ہوگی اور اگر عورت سفیہ ہو تو تین صورتون مین بیٹا و شوہر و مولے العتاقہ اور والد
کے اقرار نسب کی تصدیق نہ ہوگی پھر اگر ان لوگون کے حق مین اسکے اقرار کی تصدیق ہوئی اور ماسوائے لنکے
اور لوگ بھی گواہون سے ثابت ہوے تو انکا نفقہ بھی سفیہ کے مال سے واجب ہوگا اور اگر یہ لوگ گواہون سے
ثابت نہ ہوے بلکہ فقط سفیہ نے اقرار کیا تو نفقہ واجب نہ ہوگا ایسے ہی اگر سفیہ نے اپنی عورت کے گذشتہ ایام کے نفقہ
واجبہ کا اپنے اوپر اقرار کیا تو بدون گواہون کے اسکی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط مین ہو - اور اگر سفیہ نے اللہ تعالے
کی قسم کھائی یا ہدی یا صدقہ نذر مانا یا اسنے اپنی عورت سے ظہار کی اسکے ذمہ مال لازم نہ ہوگا بلکہ اپنی قسم و ظہار
کا کفارہ روزہ رکھکر ادا کرے یہ کافی مین ہو - اور اگر اپنی عورت سے ظہار کی اور کفارہ مین غلام آزاد کیا تو نافذ
اسکے کفارہ ظہار کی ادا کے واسطے کافی نہ ہوگا بلکہ غلام اپنی قیمت سعی کرکے ادا کریگا اور سفیہ پر واجب ہوگا کہ پیاپے
دو مہینہ تک روزے رکھے اور اگر اس مجور نے کسیکو تلوار سے قتل کیا تو دیت اسکی مددگار برادری پر واجب
ہوگی اسیطرح لاٹھی سے اگر کسیکو قتل کیا تو دیت اسکی مددگار برادری پر بطور تغلیظ واجب ہوگی پھر وہ بردہ
آزاد کرکے کفارہ نہین ادا کرسکتا ہو بلکہ پیاپے دو مہینہ تک روزے رکھے اور اگر کفارہ مین غلام آزاد کیا تو قتل خطا
کے کفارہ ادا نہ ہوگا اور غلام پر واجب ہوگا کہ سعی کرکے اپنی قیمت ادا کرے یہ محیط مین ہو - اور اگر سفیہ نے
ایک مہینہ تک روزے رکھے پھر مصلح ہوگیا تو پھر اسکے کفارہ سے سوائے عتق کے اور کچھ روا نہین ہو جیسا کہ تنگدست
کے غنی ہوجانے مین حکم ہو یہ مبسوط مین ہو - اور اگر سفیہ نے حج الاسلام کا قصد کیا تو منع نہ کیا جائیگا مگر قاضی حج کا خرچ
اسکو نہ دیگا اس خوف سے کہ راہ مین اسراف کے ساتھ خرچ کرے بلکہ کسی شخص حاجی ثقہ کو دیگا کہ بطور معروف

راہ مین اُسپر خرچ کرے اور اگر ایک عمرہ کا قصد کیا تو استحساناً منع نہ کیا جائیگا اور قیاساً منع کیا جائیگا اور قران
سے منع نہ کیا جائیگا اور نہ سوق ہدی سے منع کیا جائیگا یہ تبیین مین ہے پھر قارن پر بدنہ لازم ہوا اور ہمارے
نزدیک اسکو بکری کی قیمت کافی ہے لیکن بدنہ افضل ہے یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر اُسنے اپنے احرام مین کوئی جنایت
کی تو دیکھنا چاہئے کہ اگر ایسی جنایت ہے کہ جسمین کفارہ روزہ سے روا ہوتا ہے جیسے قتل صید اور بعد حلق
سر وغیرہ تو اسکو مال سے کفارہ دینے کی قدرت نہ دیجاویگی بلکہ روزے رکھکر ادا کرے اور اگر ایسی جنایت ہو
جسمین روزے سے کفارہ ادا نہین ہوتا ہے جیسے بلا ضرورت سر منڈوانا اور خوشبو لگانا اور اسیطرح واجبات کا ترک
کرنا تو اسپر دم یعنے قربانی واجب ہوگی مگر محجور رقیق الحال ہے قربانی کرنے کا قابو نہ دیا جائیگا تا آنکہ ولی بالغ نہ
کہ مصلح ہوجاوے وہ بمنزلہ ایسے فقیر کے ہے جو مالک نہین ہوتا ہے یا بمنزلہ ماذون غلام کے ہوگا در حالیکہ اُسنے احرام میت
جرم کیا ہو یہ تبیین مین ہے اور اگر وقوف عرفہ کے بعد اُسنے اپنی عورت سے جماع کیا تو اسپر بدنہ واجب
ہوگا اور تاخیر دیجاویگی یہانتک کہ مصلح ہوجاوے اور اگر وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو اسے اپنے احرام کے
اتمام کے نفقہ سے اور سال آیندہ مین قضا کیواسطے خود کرنیکے نفقہ سے منع نہ کیا جائیگا مگر کفارہ سے ممنوع
کیا جائیگا اور عمرہ اس حکم مین مثل حج کے ہے یعنی حق محجور مین ہے اور اگر اس محجور نے سوائے طواف زیارت کے سب
حج اسلام ادا کیا اور اپنے اہل کی طرف لوٹ آیا اور طواف صدر ادا نہ کیا تو طواف کیواسطے واپس جانیکے
نفقہ کی اجازت دیجاویگی اور واپسی مین وہی افعال ادا کرے جو اسنے ابتدا سے حج مین ادا کئے ہین مگر یہ شخص
متولی نفقہ ہوگا اور اسکو حکم دیا جائیگا کہ واپسی مین اسکو نفقہ نہ دیوے بلکہ یہ شخص محجور اسکے ساتھ ہووے اور اگر کریگا
اور اگر حالت جنایت مین طواف کرکے اپنے اہل کیطرف واپس آیا تو اُسکے طواف کیواسطے نفقہ واپسی
کی اجازت نہ دیجاویگی مگر اسپر طواف زیارت کیلئے ایک بدنہ اور طواف صدر کیلئے ایک بکری واجب ہوگی کہ
مصلح ہوجانے کے بعد دونون ادا کرے اور اگر حج مین وہ محصور ہوا تو منفق متولی کو چاہئے کہ ایک ہدی بھیجے
کہ اس سے وہ حلال ہوجاوے یہ مبسوط مین ہے اور اگر حج تطوع یا عمرہ تطوع کا احرام باندھا تو قاضی اسکو
نفقہ بمقدار کفایت دیدیگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے اور اگر اس محجور نے حج تطوع کا احرام باندھا تو اسکی قضا کے
واسطے نفقہ سفر اسکو نہ دیا جائیگا مگر جسقدر نفقہ اسکا اسکے گھر مین کفایت کرے وہ میسر کیا جائیگا اور سوا اسکے جو کچھ
سفر مین زیادہ نفقہ و سواری کی ضرورت ہوگی تو وہ بڑھایا یا سمجھا جائیگا پھر اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے تو پیدل
حج کو جا اگرچہ یہ محجور بہت خوشحال کثیر المال ہو اور اسکو اسکے گھر مین فراخی کیساتھ نفقہ دیتا ہو اور جو دیتا
ہو اسمین نفقہ مین خرچ کرنے کے بعد کچھ بچتا ہو اسمین سے کرایہ کرونگا اور اپنے خرچ مین بطور
معروف خرچ کرونگا تو اسکو اجازت دیجاویگی اسکے گھر مین خرچہ دیا جاوے بلکہ ایک شخص ثقہ کو
دیا جائیگا کہ جیسا یہ چاہتا ہے ویسے بطور معروف اسپر خرچ کرے اور اگر محجور پیدل چلنے پر قادر نہ ہوا اور احرام
مین پڑا رہا اور بہت دن گذر گئے یہانتک کہ اسکو اس احرام مین ایسی کچھ ضرورت پیش آئی کہ جس سے اسکے
حق مین مرض وغیرہ کا خوف ہوا تو ایسی حالت مین یعنی بوقت ضرورت کچھ ڈر نہین ہے کہ اسکے مال سے اسکو بقدر
دیا جاوے کہ اپنا احرام تمام کرکے احرام سے خارج ہو کر واپس آوے اسیطرح اگر احرام تطوع مین محصور ہوا

تو اسکی طرف سے ہدی ارسال نہ ہوگی ہاں اگر چاہے کہ سیر سے نفقہ مین سے خرید کر کے بھیج جاوے تو ہو سکتا ہے اور جسکا منشا ایسا جانا تو منع نہیں کیا جائیگا اور اگر اسکا نفقہ مین ہدی خرید کر بھیجنے کی گنجائش نہ ہو تو ایسی ہی احرام مین چھوڑ دیا جائیگا یہانتک کہ دیسی ہی ضرورت پیش آوے جو ہم نے بیان کردی ہے پھر بوقت ضرورت البتہ اسکے مال سے ہدی خرید کر کے روانہ کیا جائیگی تاکہ وہ اپنے احرام سے باہر ہو اور ایسے امور مین صرف اس بات کا لحاظ کیا جائیگا کہ اسکی اور اسکے مال کی اصلاح ہو یہ مبسوط مین ہے۔ اگر محجور نے کچھ وصیت کی پس اگر یہ وصیت اہل خیر و صلاح کی وصیتون کے موافق ہو جیسے حج یا مساکین کو دینے وغیرہ کی جن سے تقرب الی اللہ ہوتا ہے تو استحسانا جائز ہے اور اسکے تہائی مال سے نفاذ ہوگا اور اگر اسکی وصیت اہل خیر و صلاح کی وصیت کے مخالف ہو تو اسکا نفاذ واجب نہین ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ اگر وصی نے وارث کو قبل بلوغ کے اسکا مال دیدیا حالانکہ وہ مستحق حجر بالغ ہوا ہے تو دینا جائز ہے اور وصی ضامن بھی نہوگا یہ محیط مین ہے قال فی الکبریٰ ہذا ظاہر علی قول الشیخین رحمہما اللہ تعالیٰ اما عند الاعظم فلانہ لا یری الحجر فیما نحن فیہ مطلقاً و اما عند ابی یوسف فلانہ یشترط قبل القضاء و ینبغی ان یکون فیہ خلاف محمد رح واللہ اعلم۔ اب یہاں بیان محجور بسبب فسق کے سو واضح ہو کہ ہمارے نزدیک فاسق محجور نہین کیا جاتا ہے جبکہ وہ اپنے مال کا مصلح ہو اور فسق اصلی اور طاری دونون برابر ہین اور رہا مجبور بسبب غفلت کے اور غافل وہ ہے کہ مفسد مال نہو ولیکن بسبب غفلت کے اور سلیم القلب ہونے کے نافع تصرفات کو نہ سمجھے اور تجارات مین نقصان اٹھاوے اور باز نہ رہے تو صاحبین کے نزدیک قاضی ایسے غافل کو محجور کریگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر نابالغ محجور نے کچھ مال اپنی عورت کے مہر ادا کرنیکے واسطے قرض لیا تو صحیح ہے پھر اگر اسنے عورت کو نہ دیا اور اپنی بعض ضرورتون مین خرچ کردیا تو ماخوذ نہ ہوگا نہ اب اور نہ بعد بلوغ کے اور غلام محجور نے اگر مال قرض لیا اور تلف کردیا تو فی الحال اسمین ماخوذ نہ ہوگا اور نہ بعد عتق کے ماخوذ ہوگا اور اگر کسی شخص نے غلام محجور کو مال ودیعت دیا اسنے اقرار کیا کہ مین نے تلف کردیا ہے تو تصدیق نہ کیا جائیگا اور اگر اسکے بعد مصلح ہوگیا تو اس سے اسکے اقرار کا حال دریافت کیا جائیگا پس اگر اسنے کہا کہ مین نے جو اقرار کیا تھا وہ حق تھا تو فی الحال اس سے مواخذہ کیا جائیگا اور اگر کہا کہ باطل تھا تو ماخوذ نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر سفیہ محجور کو کسی شخص نے مال ودیعت دیا اسنے اقرار کیا کہ مین نے تلف کردیا تو اسکے اقرار کی تصدیق نہ ہوگی پھر اگر اسکے بعد مصلح ہوگیا تو اسکے اقرار کا حال دریافت کیا جائیگا پس اگر اسنے اقرار کیا کہ مین نے حالت فساد مین تلف کیا ہے تو کچھ ضامن نہ ہوگا امام اعظم رح کے قول مین اگر امام رحمۃ اللہ کے نزدیک سفیہ محجور ہوتا ہو اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ضامن ہوگا اور اگر یہ اقرار کیا کہ مین نے حالت صلاح مین تلف کیا ہے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر محجور نے کچھ مال قرض لیا اور اپنی ذات پر خرچ کیا اور جسقدر ایسے لوگون کا نفقہ ہوتا ہے اسی حساب سے خرچ کیا اور قاضی نے اس مدت تک اسکو نفقہ نہین دیا تھا تو یہ قرضہ اسکے مال سے ادا کردیگا اور اگر اسنے باسراف خرچ کیا ہو تو قاضی مقرض کو اسمین سے بقدر نفقہ معروف کے یعنی جسقدر ایسے لوگون کا خرچ ہوتا ہے اسقدر دیدیگا اور زیادتی باطل کردیگا کذا

فی المبسوط وفی بعض النسخ الذخیرہ۔ اور اگر زید نے اس سفیہ محجور کو مال ودیعت دیا اور محجور نے گواہوں کے
سامنے اسکو تلف کردیا تو ضامن نہوگا نہ فی الحال اور نہ مصلح ہو جانے کے بعد یہ قیاس قول امام اعظم ہے اگر امام اعظم کے مذہب
میں یہ ہو کہ سفیہ محجور رہتا ہے۔ اور امام محمد رح کا یہی قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ضامن ہوگا اور جو حکم یہاں
مذکور ہے وہی نابالغ محجور میں ہے کہ اگر نابالغ کے پاس مال ودیعت ہو اور اسنے گواہوں کے سامنے تلف
کردیا تو امام اعظم وامام محمد رح کے نزدیک غیر ضامن اور امام ابو یوسف کے نزدیک ضامن ہوگا اور یہ
حکم اسوقت ہے کہ مال ودیعت سوا غلام و باندی کے ہو اور اگر غلام و باندی ہو اور محجور نے اسکو خطا سے
قتل کیا تو بالاتفاق سب کے نزدیک اسکی قیمت محجور کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر
محجور نے ایسا اقرار کیا تو جبتک محجور رہے تب تک وہ ماخوذ نہ ہوگا پھر اگر صالح ہوگیا تو حالت اصلاح میں اس سے
اسکے اقرار کا حال دریافت کیا جائیگا پس بعد اقرار کے جسدن سے اسپر حکم ہوا اسدن سے تین برس کے اندر
اسکی قیمت اسکے مال سے لیجاویگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر محجور نے کسی دوسرے شخص زید کا مال بدون اسکی
اجازت کے لیکر تلف کردینے کا اقرار کیا اور زید نے تصدیق کی اور قاضی کے پاس لایا اور محجور نے یہاں بھی اقرار
کیا تو قاضی محجور کے قول کی تصدیق نہ کریگا پھر اسکے بعد اگر صالح ہوگیا تو اس اقرار پر ماخوذ ہوگا مگر اس سے دریافت
کیا جائیگا پس اگر اسنے اقرار کیا کہ میں نے تلف کردیا ہے اور سچا اقرار کیا تھا تو ماخوذ ہوگا اور مال اقراری اسکے
مال میں قرضہ قرار دیا جائیگا اور اگر تلف کردینا ثابت نہ ہوا اور اقرار میں مبطل ہو تو ماخوذ نہ ہوگا اور واجب ہے
کہ نابالغ بھی محجور کے حکم میں ہو یعنی اگر نابالغ نے زید کا مال بلا اجازت تلف کرنے کا اقرار کیا پھر بالغ ہوا اور کہا کہ
جو میں نے اقرار کیا ہے وہ حق تھا تو ماخوذ ہوگا اور اگر کہا کہ حق نہ تھا تو ماخوذ نہ ہوگا اور اگر رب المال نے کہا کہ تو اپنے
اقرار میں محق یعنی حق پر تھا اور محجور نے کہا کہ مبطل یعنی ناحق پر تھا تو محجور کا قول قبول ہوگا اور رب المال کو چاہئے
کہ گواہ پیش کرے کہ اسنے حالت سفہ میں تلف کیا ہے۔ اور جب محجور نے کہا کہ میں اپنے اقرار میں مبطل تھا اور
رب المال نے محق ہونے کا دعوے کیا تو اسی کا قول قبول ہوگا اسیطرح اگر محجور صبی نے بالغ ہو کر کہا کہ تو نے مجھے
اس زمانہ میں قرض دیا تھا جبکہ میں نابالغ محجور تھا یا ودیعت دیا تھا اور میں نے تلف کردیا اور صاحب مال
نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے قرض یا ودیعت دیا تھا درحالیکہ تو ماذون و بالغ تھا تو رب المال کا قول قبول
ہوگا اور لڑکے پر واجب ہے کہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر زید نے محجور کو قرض دیا یا ودیعت
دی پھر وہ مصلح ہوگیا پھر صاحب المال سے کہا کہ مجھے تو نے حالت فساد میں قرض دیا تھا یا ودیعت دی تھی اور
میں نے اسکو خرچ کردیا اور صاحب المال نے کہا کہ تیری صلاحیت کی حالت میں دیا ہے تو صاحب مال کا
قول قبول ہوگا اور محجور ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر صاحب مال نے کہا کہ میں نے تجھے حالت
حجر میں قرض یا ودیعت دی تھی مگر تو نے حالت صلاح میں اسکو تلف کردیا ہے اور تجھے تاوان چاہیے اور محجور
نے کہا کہ نہیں بلکہ حالت فساد میں تلف کیا ہے اور تاوان نہیں چاہئے ہے تو محجور کا قول قبول ہوگا اور رب المال
پر گواہ لانے واجب ہیں کہ صالح ہونے کے بعد اس کے پاس وہ مال قائم تھا یہ محیط میں ہے
فصل دوم۔ حد بلوغ کی پہچان کے بیان میں۔ لڑکا جب بالغ ہوتا ہے جب احتلام یا احبال یا انزال ہو اور لڑکی

احتلام و حیض و حمل سے بالغہ معلوم ہوتی ہی کذا فی الہدایہ اور جس سن تک پہونچنے سے لڑکے اور لڑکی کے بلوغ کا حکم
دیا جاتا ہی وہ پندرہ سال ہی یہ صاحبین کا مذہب ہو اور یہی ایک روایت امام اعظم رح سے ہی اور اسی پر فتویٰ
ہی اور مشہور روایت امام اعظم رح سے یہ ہی کہ اٹھارہ برس کا لڑکا بالغ اور سترہ برس کی لڑکی بالغ ہوتی ہی کذا فی
الکافی اور احتلام وغیرہ سے بالغ ہونے کی ادنی مدت طفل کے حق میں بارہ برس اور لڑکی کے حق میں نو برس ہیں
اور اگر لڑکا بارہ برس سے کم اور لڑکی نو برس سے کم ہو اور بلوغ کا دعوی کیا تو بلوغ کا حکم نہ دیا جائیگا یہ معدن میں
ہی اور اگر لڑکا اور لڑکی اپنے بلوغ کے مخبر ہوئے یعنی دونوں نے اپنے بالغ ہونے کی خبر دی اور انکا ظاہر حال
انکے قول کے خلاف و مکذب نہیں ہی تو انکا قول قبول کیا جاویگا جیسے عورت کا قول حیض کے باب میں مقبول
ہوتا ہی اور جب ہم نے ان دونوں کا قول قبول کیا تو انکے احکام مثل احکام بالغین کے قرار دینگے یہ اقطع
کی شرح قدوری میں ہی۔ اور اگر لڑکے کو حیض آیا یا لڑکا محتلم ہوا یا ایسا ہونے میں تاخیر ہوئی یہان تک کہ لڑکا پورے
سن بلوغ انیس برس تک اور لڑکی سترہ برس تک پہونچگئی اور دونوں کے آثار سے نیک چلن ظاہر ہوئے اور
اپنے اپنے مال کی حفاظت کرنے میں دونوں امتحان کر لیئے گئے اور دینداری میں ثابت پائے گئے تو انکا مال انکو
دیا جائیگا اور اگر انکے آثار سے نیک چلن ظاہر نہوا تو کچھ نہ دیا جائیگا اور صاحبین رح نے بھی ایسا ہی فرمایا ہی مگر اختلاف
اسقدر کیا کہ تاخیر علامات کی صورت میں انکے نزدیک بلوغ پندرہ برس کے سن میں ہی اور جب سن بلوغ پر پہونچ
جانے سے یا حیض و احتلام پائے جانے سے بلوغ کا حکم دیا گیا اگر نیک چلن اور مصلح ہو تو اوسکا مال اوسکو دیا
جائیگا اور اگر ایسی صفت نہ پائی جاوے بلکہ مفسد ہو تو اوسکے وصی اور قاضی کو بالاجماع یہ اختیار ہی کہ اسکا مال اسکو
نہ دیوے یہ محیط میں ہی۔ اور جب لڑکا یا لڑکی مراہق ہوئے اور یہ پہچان دشوار ہوئی کہ یہ بالغ ہیں یا نہیں پھر
اونہوں نے کہا کہ ہم بالغ ہوں تو اونکا قول قبول ہوگا اور اونکے احکام مثل بالغین کے قرار دیے جاوینگے یہ
کافی میں ہی۔ اور اگر لڑکا اپنی عورت سے ہمصحبت ہوا حالانکہ ایسے سن تک پہونچ چکا ہی کہ اوسکے جماع سے عورت کا
حاملہ ہونا متصور ہو سکتا ہی اور اوسکی عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اوسکا نسب ثابت ہوگا اور اس شخص کے بالغ ہونے کا
حکم دیا جائیگا اسلیئے کہ ثبوت النسب میں ضرورت ظاہری یہ ینابیع میں ہی۔

تیسرا باب بسبب قرضہ کے حجر واقع ہونے کے بیان میں۔ بسبب قرضہ کے محجور ہونے کی صورت یہ ہے
کہ ایک شخص پر اسقدر قرضہ ہو جاوے کہ اسکے تمام مال کو گھیر لیوے یا اوسکے مال سے زیادہ ہو جاوے
اور قرضخواہوں نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو محجور کر دیجیئے تاکہ اپنا مال ہبہ یا صدقہ نہ کرے اور نہ کسی دوسرے
قرضدار کے واسطے اقرار کر دے تو صاحبین کے نزدیک قاضی اسکو محجور کر دیگا اور یہ حجر کارآمد ہوگا کہ پھر اسکے بعد اسکا ہبہ
کرنا یا صدقہ کرنا صحیح نہ ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک قاضی اسکو محجور نہ کریگا اور اوسکا حجر کارآمد نہ ہوگا حتی کہ
اوسکے ایسے تصرفات سب صحیح ہونگے یہ محیط میں ہی۔ اور اگر مقروض محجور نے کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح صحیح
پس اگر اسکے مہر مثل سے مہر زیادہ کیا تو بقدر مہر مثل کے اس قرضخواہ کے حق میں ظاہر ہوگا جسکی وجہ سے محجور ہوا ہی یعنی
قرضخواہ مہر مثل میں اپنا حصہ لے لیگا اور جسقدر مہر مثل سے زیادہ ہو وہ قرضخواہ کے حق میں ظاہر نہ ہوگا بلکہ اس
مال میں رکھا جائیگا جو اسکے بعد وہ شخص محجور پیدا کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ امام اعظم رح کے نزدیک

مدیون کا مال قاضی فروخت نہ کریگا خواہ عروض ہو یا عقار ہو لیکن اُس قرضدار کو برابر قید رکھیگا یہانتک کہ وہ خود ہی اپنے قرضہ کے ادا کے واسطے اپنا مال فروخت کرے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر مدیون نے خود فروخت کرنے سے انکار کیا تو قاضی فروخت کر کے اُسکا ثمن قرضخواہوں کے درمیان موافق حصص کے تقسیم کریگا یہ کافی میں ہے۔ اور قاضی کو جائز نہیں ہے کہ مدیون مال بدون اُسکی رضامندی کے فروخت کر دے مگر برضامندی جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور یہ قول صاحبین رحمہما اللہ کا مدیون حاضر میں سب مشائخ کے نزدیک بالاتفاق ہے مگر مدیون غائب میں مشائخ نے صاحبین کے قول پر اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ مدیون غائب کا مال قاضی اُسکے حق میں نفاذ بیع کے طور پر فروخت نہ کرے۔ اگر شوہر غائب ہو اور عورت نے قاضی سے درخواست کی کہ اُسکا مال میرے نفقہ میں فروخت کر دے تو امام اعظم رہ کے نزدیک قاضی فروخت نہ کریگا اور ایسا ہی صاحبین کا قول بعض مشائخ کے نزدیک ہے اور اگر غائب کا مال ایسی چیز ہو جسکے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو بالاجماع فروخت کر دیگا اسی طرح اگر غائب کا مال کوئی غلام ہو اور قاضی کو خوف ہوا کہ اسکے نفقہ کا خرچہ اُسکی تمام قیمت گھیر لیگا تو بالاجماع قاضی اُسکو فروخت کر دیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک ایسا حجر اگرچہ مدیون مجحور غائب ہو تو بھی جائز ہے مگر بعد حجر کے مجحور کا علم شرط ہے حتےٰ کہ بعد مجحور ہونے کے قبل علم کے جو تصرف اُس سے سرزد ہوا وہ صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگا اور یہ حجر بر قیاس حجر غلام ماذون ہے کہ اسمین بھی حجر کا رآمد نہیں ہوتا جبتک غلام ماذون کو خبر نہو اور ایسے ہی یہ حجر قبل قید اور بعد قید کے دونوں طرح صحیح ہے اور جو تصرف ایسا ہو کہ قرضخواہوں کا حق باطل کرتا ہو اسمین یہ حجر موثر ہوگا جیسے ہبہ و صدقہ وغیرہ اور رہی بیع سو اگر برابر قیمت پر بیع کی تو ایسے مجحور کی ایسی بیع صحیح ہے اور اگر اُسنے نقصان سے بیع کی تو نہیں صحیح ہے خواہ نقصان کم ہو یا زیادہ ہو اور مشتری کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے ثمن پورا کر دے یا فسخ کر لے اور اگر اُسنے اپنا مال اپنے قرضخواہ کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن کو قرضہ میں بدلا کر دیا پس اگر قرضخواہ ایک ہی شخص ہو تو یہ جائز ہے اور اگر قرضخواہ دو شخص ہوں تو مثل قیمت برابر ایک کے ہاتھ بیچنا جائز ہے مگر بدلا کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اگر اُسنے بعض قرضخواہوں کا قرضہ ادا کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر قاضی نے اُسکو بسبب قرضہ کے مجحور کیا تو گواہ کر لے کہ یہ شخص اپنے مال کے تصرف سے مجحور کیا اور گواہ کر لینا صحت حجر کی شرط نہیں ہے صرف اسواسطے احتیاج ہوئی کہ اس حجر کے ساتھ احکام متعلق ہوتے ہیں اور اکثر انکار پیش آتا ہے پس اثبات کی ضرورت ہوتی ہے اسواسطے گواہ کر لے تاکہ انکار سے امن ہو جاوے اور سبب حجر بیان کر دے کہ مینے اس شخص کو فلان بن فلان کے قرضہ کے سبب سے مجحور کیا ہے کیونکہ جو شخص حجر کو جائز رکھتا ہے اُسکے نزدیک اُسکے اسباب مختلف ہوتے ہیں اور وہ اپنے سبب کے اختلاف سے فی نفسہ مختلف ہو جاتا ہے چنانچہ حجر بسبب سفاہت کے تمام اموال کے تصرف سے مجحور کرتا ہے خواہ بالفعل موجود ہوں یا آیندہ پیدا ہوں اور حجر بسبب قرضہ کے صرف اموال موجودہ کو شامل ہے اور جو مال آیندہ کمائی وغیرہ سے پیدا ہوا اُس میں یہ حجر موثر نہیں ہوتا ہے اور مجحور اُسکے حق میں مجحور نہیں ہوتا بلکہ اُسمین اُسکا تصرف نافذ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص پر قرضہ ہے کہ اُسکے اقرار سے یا گواہوں سے قاضی کے نزدیک ثابت ہوا پھر مطلوب حکم ہونے سے پہلے غائب ہو گیا اور حاضری سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ قاضی اُسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کریگا

اور اُس وکیل پر مال کی ڈگری کریگا بشرطیکہ خصم اس امر کی درخواست کرے اور اگر خصم نے مدعا علیہ کے مجبور کرنے کی
درخواست کی تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک اسپر حکم نہ دیگا اور غائب کو مجبور نہ کریگا جبتک حاضر نہووے
پھر جب حاضر ہو تو اسپر حکم جاری کریگا پھر امام محمد رح کے نزدیک اسکو مجبور کریگا کیونکہ حجر بعد حکم کے ہوگا نہ قبل حکم کے
یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر خصم کا قرضہ درم ہوں اور مال مدعا علیہ درم ہوں تو قاضی اسکی بلا اجازت
بالاجماع ڈگری کر دیگا اور اگر اسکا قرضہ درم ہوں اور مال دینار ہوں یا اسکے برعکس ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک
قاضی مال مدعا علیہ کو خصم کے قرضہ میں استحساناً فروخت کریگا اور قیاساً یہ ہے کہ قاضی کو ایسی بیع الصرف کا اختیار
نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ اور عروض و عقار کو فروخت نہ کریگا اور صاحبین نے فرمایا کہ فروخت کر سکتا ہے اور اسی پر فتوی
ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور قرضہ میں پہلے نقود فروخت کرے پھر عروض پھر عقار یعنے آسان سے پہلے شروع کرے
اور مقروض کے واسطے ایک دست کپڑا پہننے کا چھوڑ دے اور باقی فروخت کر دے اور بعض نے کہا کہ دو
دست (پورا جوڑا ۱۲) چھوڑ دے کذا فی الہدایہ - اگر مقروض کے پاس پہننے کے کپڑے ایسے ہوں کہ ان سے گھٹ کر بھی
اپنا لباس رکھ سکتا ہے تو قاضی ایسے کپڑے فروخت کر کے اُسکے ثمن میں سے قرضہ ادا کر کے باقی سے اُسکے
واسطے لباس خرید دے اور علی ہذا القیاس اگر اسکا مسکن ایسا ہو کہ اُس سے کم میں بھی بسر کر سکتا ہے تو قاضی اس مسکن کو
فروخت کر کے اُسکے ثمن میں سے قرضدار کو دیکر باقی سے اُسکے واسطے دوسرا مسکن خرید دیگا اور اسی سے ہمارے
مشایخ نے یہ فرمایا ہے کہ قاضی اُسکی وہ چیز جسکا فی الحال محتاج نہیں ہے فروخت کریگا حتے کہ اسکا لبادہ گرمیوں میں
اور قطع جاڑوں میں فروخت کر دیگا اور جب قاضی یا امین قاضی نے موافق مذہب صاحبین کے مال مدیون
اُسکے قرضہ ادا کرنیکے واسطے فروخت کیا تو اس بیع کا عہدہ مطلوب کے ذمہ ہوگا قاضی اور اُسکے امین کے ذمہ
نہوگا اور مراد عہدہ سے یہ ہے کہ اگر مبیع استحقاق میں لے لیگئی تو مشتری اپنا ثمن مطلوب سے واپس لیگا نہ قاضی
اور اسکے امین سے کذا فی النہایہ - اور اگر اُسکے پاس لوہے کی انگیٹھی ہو تو فروخت کر کے مٹی کی خرید دیگا یہ عینی
شرح ہدایہ میں ہے ہشام نے اپنے نوادر میں لکھا ہے کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص پر قرضہ ہو گیا اور
اُسنے روپوشی اختیار کی اور اپنے مال کے الجاء سے خوف کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قرضخواہوں نے میرے نزدیک
اپنا قرضہ ثابت کر دیا تو میں اوسکو مجبور کر دونگا اور اگر ثابت نہ کیا تو مجبور نہ کرونگا اور اگر غائب ہو گیا اور کسی قاضی
نے اُسکا مال فروخت کر دیا تو اُسکی بیع بطور اسکے کہ غائب پر اس بیع کا نفاذ ہو جائز رکھونگا اور امام محمد رح نے فرمایا
کہ وکیل میں اُسکے عہدہ پر اُسکا مال فروخت نہ کرونگا اور کہا کہ میں نے یہ مسئلہ بھی دریافت کیا کہ زید نے عمرو سے
کہا کہ تو اپنا مال اس مجبور کے ہاتھ فروخت کر دے اور میں اُسکے ثمن کا ضامن ہوں اُسنے مال فروخت کیا تو امام
محمد رح نے مال مبیعہ کا حال پوچھا میں نے عرض کی کہ اسکو مجبور نے اپنے قبضہ میں لیکر تلف کر دیا تو فرمایا کہ زید کچھ ضامن
نہوگا - اور اگر یوں کہا کہ ایک سے سو درم تک جو کچھ تو فروخت کرے میں اسکا ضامن ہوں پس عمرو نے پچاس
درم کا کپڑا سو درم میں مجبور کے ہاتھ فروخت کیا اُسنے قبضہ کر کے تلف کیا تو فرمایا کہ زید اُس کپڑے کی قیمت کا
ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے - اگر زید نے حالت حجر میں کسی کے واسطے کچھ اقرار کیا تو بعد ادائے قرض کے یہ
اقرار اُسکے ذمہ واجب ہوگا اور یہ صاحبین کے قول کے موافق ہے اور یہ اسوجہ سے ہے کہ جو مال موجود

ہو اُسکے ساتھ پہلے قرضخواہون کا حق متعلق ہوچکا ہی پس دوسرے کے واسطے اقرار کرکے ان لوگون کا حق باطل نہین کرسکتا ہی بخلاف اسکے اگر محجور نے ادائے قرض سے پہلے کسی شخص کا مال لیکر تلف کردیا تو ایسا حکم نہین ہی بلکہ بلا خلاف یہ شخص پہلے قرضخواہون کے ساتھ برابر شمار کیا جائیگا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور اگر محجور کو بعد ادائے قرض کے کچھ مال ملا تو اس مال مین اُسکا وہ اقرار نافذ ہوگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر وجوب قرض کا سبب قاضی کے نزدیک کسی علت سے یا گواہون کی گواہی سے جنھون نے قرض لینے یا مثل قیمت پر خرید کرنے کی گواہی دی ہی ثابت ہو تو ایسے قرضخواہون کے ساتھ وہ قرضخواہ جسکا قرضہ محجور ہونے سے پہلے کا ہی شریک ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور خزانہ مین لکھا ہی کہ اگر قاضی نے ایک شخص کو کسی قوم کے قرضہ کی وجہ سے جنکے قرضے مختلف ہون محجور کیا اور محجور نے بعض قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا تو باقی قرضخواہ قابض کے مقبوضہ مین شریک ہونگے پس قابض بقدر اپنے حصہ رسد کے لیگا باقی اُن قرضخواہون کو دیدیگا اور اگر محجور نے اپنے او پر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہی اسی طرح اگر غلام آزاد یا مدبر کیا تو عتق و تدبیر صحیح ہی اور حاصل یہ ہی کہ جو تصرف ایسا ہی کہ جسکا جد و ہزل یکسان ہوتا ہی وہ تصرف محجور کیطرف سے نافذ ہوگا اور جو ہزل کرنے والے سے نافذ نہین ہوتا ہی وہ محجور سے بھی نافذ نہ ہوگا مگر اُس صورت مین نافذ ہوسکتا ہی کہ جب قاضی اجازت دیدے اور اگر محجور نے گواہون کے سامنے کسی شخص کا مال تلف کردیا تو اُسکے واسطے ضامن ہوگا اور صاحب ضمان اُس قرضخواہ کا جسکے واسطے محجور ہوا ہی محجور کے مال مین شریک ہوگا اور اگر محجور نے کوئی باندی گواہون کے سامنے اُسکی قیمت سے بڑھکر خریدی پس اگر وہ باندی فروخت کی تو اُسکی قیمت کے قدر وہ قرضخواہ جسکے واسطے محجور ہوا ہے حصہ دار ہوگا اور جو قیمت سے زیادہ ہی وہ بائع کو اُس مال سے ملیگا جو محجور کے پاس بعد حجر کے پیدا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور مدیون محجور کا نفقہ اور اُسکی زوجہ اور نابالغ اولاد اور اُسکے ذوی الارحام کا نفقہ صاحبین کے نزدیک اُسکے مال سے دیا جائیگا اور اگر مفلس کا کچھ مال معلوم نہوتا ہو اور قرضخواہون نے اُسکے قید کرنے کی درخواست کی حالانکہ وہ کہتا ہی کہ میرا کچھ مال نہین ہی تو حاکم اُسکو ہر ایسے قرضہ کے واسطے جسکو اُسنے اپنے اوپر کسی عقد سے واجب کیا ہی قید کریگا جیسے مہر و کفالت وغیرہ اور اگر مدیون مفلس نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ میرے پاس کچھ مال نہین ہی تو رہا کردیا جائیگا کیونکہ فراخدستی حاصل ہونے تک مہلت دینا نص قرآنی سے ثابت ہی کذا فی الکافی۔ اور اگر تنگدست پایا گیا تو واجب یہ ہی کہ فراخدستی تک اُسکو مہلت دیجاوے اور بعد قید کرنے کے اُسکے تنگدست ہونے کے گواہ بالاتفاق مقبول ہونگے پس گواہ قائم کرنے کے بعد قاضی اسکو رہا کردیگا اور اگر قید سے پہلے گواہ قائم ہون تو ایک روایت مین جب تک مقید نہو مقبول نہ ہونگے اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہی اور یہی شمس الائمہ سرخسی نے شرح ادب القاضی مین اختیار کیا ہی اور یہی اصح ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور جب حاکم نے اُسکو دو یا تین مہینہ قید کیا تو پھر اُسکا حال دریافت کریگا پس اگر اُسکا کچھ مال دریافت نہ ہوا تو رہا کردیگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین ہی۔ اور صحیح یہ ہے کہ قید مین اہل حرفہ کو اپنے حرفہ کا کام کرنے کا قابو نہ دیا جائیگا تاکہ اس کا دل پریشان ہو اور قرضہ ادا کرے بخلاف اسکے اگر اُسکی کوئی باندی ہو اور قید خانہ مین کوئی ایسی جگہ ہو جہان وطی کرسکتا ہے تو منع نہ کیا جائیگا یہ کافی مین ہی۔ اور واقعات مین لکھا ہی کہ قیدی اگر قید خانہ مین بیمار ہوا اور وہان کوئی ایسا نہین ہی جو اُسکی تیمارداری کرے تو کفیل لیکر قید خانہ سے نکالا

اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب ایسی حالت میں اُسکے حق میں مرجانے کا خوف ہو اور اسی پر فتوی ہے
اور اگر کفیل نہ پایا جاوے تو رہا نہ ہوگا اور اگر کسی شخص نے کفالت کی اور قاضی نے رہا کیا تو خصم کا حاضر ہونا
اُسوقت شرط نہیں ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اور اگر اُسنے اپنے یا اہل وعیال کے واسطے اناج خریدا تو جائز ہے یہ
تاتارخانیہ میں ہے۔ اور جو شخص قرضہ کی وجہ سے مقید ہے اگر وہ اپنا روزینہ خریدنے میں اسراف کرتا ہو تو قاضی اسکو
منع کر دیگا اور اُسکے حق میں کفاف معروف مقرر کر دیگا اور ایسے ہی کپڑے میں درمیانی چال چلے اور اُسکو
درمیانی چال چلنے کا حکم کریگا مگر اُسپر اُسکے خورونوش ولباس میں تنگی نہ کریگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور
کفالۃ الاصل میں لکھا ہے کہ محبوس پیٹا نہ جائیگا اور نہ اُسکے بیڑیاں ڈالی جاوینگی اور نہ طوق پہنایا جاویگا اور نہ
ڈرایا جاویگا اور نہ مخوف کیا جاوے اور نہ ننگا کیا جاوے اور نہ مدعی حقدار کے سامنے اہانت کے واسطے
کھڑا کیا جاوے اور نہ اجارہ پر دیا جاوے اور ملتقط میں ہے کہ قرضدار قیدی کے بیڑیاں ڈالی جاوین اور دن میں
اگر بھاگ جانے کا خوف ہو تو مقفل کر دیا جاوے اور قرضدار قیدی جمعہ وعید وحج ونماز فرض ونماز جنازہ وعیادت
مریض کے واسطے باہر نہ نکالا جائیگا اور وحشتناک جگہ قید کیا جائیگا اور اُسکے واسطے کوئی بچھونا وفرش بچھایا
جاوے اور اُسکے پاس کوئی ایسا شخص نہ جانے پائیگا جس سے اُسکی وحشت رفع ہو اُسکو امام سرخسی نے ذکر کیا
ہے کذا فی الخلاصہ اور بعد اخراج کے امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے اور اُسکے قرضخواہوں کے درمیان کچھ روک نہ کی
جاویگی مگر وہ لوگ اُسکو حالت ملازمت میں یعنی جب اُسکے ساتھ ساتھ رہیں تو تصرفات وسفر سے منع نہیں کر سکتے
ہیں اور نہ اُسکو ایک جگہ بٹھلا سکتے ہیں کیونکہ یہ قید ہے بلکہ جہاں اُسکا جی چاہے جاوے اور یہ لوگ اُسکے ساتھ پھر
رہینگے یہ تبیین میں ہے۔ اور جو کچھ اُسکی کمائی حوائج ضروریہ سے بڑھے وہ اپنے قرضخواہوں کے درمیان حصہ رسد
تقسیم کریگا اور وہ لوگ لے لینگے اور یہ اُسوقت ہے کہ اُسکی بڑھتی کمائی قرضخواہوں نے بدون اُسکے اختیار
کے لی ہو یا قاضی نے لیکر بدون اُسکے اختیار کے قرضخواہوں کو تقسیم کی ہو اور اگر مدیون نے اپنی صحت میں اپنے
اختیار سے قرضہ ادا کرنے میں کسی حقدار کو بہ مقابلہ دوسرونکے چھانٹ لیا تو اُسکو اختیار ہے اسکو فتاوی نسفی
میں مشرح بیان کیا ہے کہ یوں فرمایا کہ اگر زید پر تین آدمیوں کے ہزار درم اس تفصیل سے قرضہ ہوں کہ بکر کے پانچ
سو درم اور عمر کے تین سو درم اور خالد کے دو سو درم ہوں اور زید کے پاس کل پانچ سو درم ہیں پس قرضخواہوں
نے جمع ہو کر زید کو مجلس قضا میں قید کرایا تو مال کیونکر تقسیم ہوگا فرمایا کہ اگر قرضدار حاضر ہو تو وہ اُنکا قرضہ خود
ہی تقسیم کریگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ ادا کرنے میں چاہے بعض کو بعض پر مقدم کرے یا بعض کو چھانٹ لے اور
اگر مدیون غائب ہوا اور قاضی کے نزدیک قرضے ثابت ہوں تو قاضی تمام مال قرضخواہوں کو حصہ رسد تقسیم کریگا
یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اور اگر مدیون نے اپنے افلاس کے گواہ دئے اور طالب نے اُسکی خوشحالی کے گواہ
دئے تو طالب کے گواہ قبول ہونگے اور جس سے فراخدستی ثابت ہو اُسکے بیان کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور افلاس
کی گواہی میں مدعی کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور گواہوں کو یوں کہنا چاہئے کہ یہ شخص فقیر ہے ہم
اسکا کچھ یا کوئی عرض وعروض میں ایسا نہیں جانتے ہیں جس سے حالت فقر سے نکلے اور ابو القاسم صفار نے فرمایا
کہ گواہونکو یوں کہنا چاہئے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص مفلس معدم ہے ہم اسکا کوئی مال سوائے اسکے تن کے کپڑوں اور اسکے

لباس شب خوابی کے نہیں جانتے ہیں کذا فی العینی شرح الہدایہ اور اگر مدیون مفلس اپنے گھر میں کسی ضرورت سے گیا
تو ہدایہ میں مذکور ہے کہ اُسکے پیچھے نہ جاوے بلکہ اُسکے دروازے پر بیٹھا رہے یہاں تک کہ وہ باہر آوے اور نہایہ
میں فرمایا کہ جب مدیون نے اُسکو اندر آنے کی اجازت نہ دی تو اُسکے دروازے پر بیٹھا رہے اور اُسکو اندر چلے جانے
سے منع کرے تاکہ روپوش نہ ہو جاوے یا دوسرے دروازے سے نہ نکل جاوے پس ساتھ ساتھ رہنے سے جو مقصود
ہے وہ فوت ہو جاوے اور نہایہ میں لکھا ہے کہ صاحب حق کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ملزوم مطلوب کو پاخانہ یا کھانے
کے واسطے مکان کے اندر جانے سے منع کرے لیکن اگر اسکو غذا دیدی یا پاخانہ پھرنے کے واسطے کوئی مقام مقرر
کر دیا تو اسوقت البتہ اُسکو اختیار ہے کہ گھر میں اُسکو نہ جانے دے تاکہ ایسا نہو کہ ملزوم بھاگ جاوے اور اسی نہایہ میں لکھا
ہے کہ اگر مطلوب ملزوم مثل سقائی وغیرہ کے کام کیا کرتا ہو تو طالب کو اس کام سے منع کرنے کا اختیار نہیں ہے لیکن اپنے نائب
اور یا اجیر و غلام کو اُسکے ساتھ ساتھ رکھ سکتا ہے لیکن اگر مطلوب کو اُسکا اور اُسکے عیال کا نفقہ دیا تو اس صورت میں
اُسکو اس کام سے منع کر سکتا ہے یہ تبیین میں ہے - اور واقعات میں لکھا ہے کہ ایک شخص پر دوسرے کے حق کی ڈگری
ہوئی ڈگریدار نے اپنے غلام کو قرضدار کے ساتھ ساتھ رہنے کا حکم دیا پس جسپر ڈگری ہوئی ہے اُسنے کہا کہ میں مدعی کے ساتھ
بیٹھ سکتا ہوں غلام کے ساتھ نہ بیٹھونگا تو اُسکو یہ اختیار ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے - اور اگر مطلوب نے قید ہونا اور
طالب نے ملازمت اختیار کی تو طالب کو اختیار ہے ولیکن اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ طالب اُسپر ساتھ ساتھ رہنے
میں تعدی کریگا مثلاً گھر میں جانے سے منع کریگا یا اُسکے ساتھ اندر چلا جائیگا تو ایسی صورت میں مطلوب سے ضرر دفع
کرنے کے واسطے اُسکو قید کریگا یہ کافی میں ہے - اور اگر کسی مرد کا عورت پر قرضہ ہو تو اُسکے ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتا
ہے کیونکہ اسمیں اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی ہوگی ولیکن قرضخواہ اسکے پاس ایک امین عورت اپنی طرف سے
بھیجیگا جو اُسکے ساتھ ساتھ رہے کذا فی الہدایہ - اگر زید مفلس ہو گیا اور اُسکے پاس عمرو کا کچھ مال بعینہ ہے جسکو
اُسنے عمرو سے خریدا تھا تو عمرو باقی قرضخواہوں کے ساتھ برابر کر دیا جائیگا اسکی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے
ایک خاص غلام خریدا اور قبضہ کر لیا اور ہنوز دام نہیں دئے تھے کہ مفلس ہو گیا اور اُسکے پاس سوائے اسکے
اور کچھ مال نہیں ہے پس عمرو نے دعوے کیا کہ میں بہ نسبت دوسروں کے اس غلام کا مستحق ہوں اور دوسرے
قرضخواہوں نے مساوات کا دعوی کیا تو یہ غلام فروخت کر کے اُسکے دام سب کو حصہ رسد تقسیم ہونگے بشرطیکہ
سب قرضے ایسے ہوں کہ اُنکے ادا کا وقت آگیا ہو اور اگر بعض کا وقت آیا ہو اور بعض کا نہ آیا ہو تو اُن قرضخواہوں
کو جنکے ادا کا وقت آیا ہے تقسیم کر کے دیدیا جائیگا پھر باقی قرضخواہ وقت آنے پر اُن لوگوں سے جنہوں نے
وصول کیا ہے بقدر اپنے حصہ رسد کے واپس لینگے اور اگر زید نے غلام پر قبضہ نہ کیا ہو یہاں تک کہ مفلس ہو گیا تو
عمرو باقی قرضخواہوں سے بہ نسبت غلام کا حقدار ہوگا یہ ینابیع میں ہے - ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی کہ
ایک سفیہ محجور نے اپنی نابالغ لڑکی یا بہن کو کسی کے ساتھ بیاہ دیا تو جائز نہیں ہے - اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے
امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایسا ہے کہ اُس سے راست روی کے آثار ظاہر نہ ہوئے اور ہنوز وہ محجور بھی نہ
کیا گیا اور اُسکا مال اُسکے پاس ہے اُسنے فروخت کیا تو امام محمد رح نے مجھے خبر دی کہ امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ بیع
باطل ہے اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالے کا قول ہے یہ محیط میں لکھا ہے

کتاب الماذون

اور اسمین تیرہ باب ہین۔

باب اول۔ اذن کی تفسیر شرعی و رکن و شروط و حکم کے بیان مین۔ قال المترجم اذن اجازت ماذون جسکو اجازت دیگئی اور یہ محجور کا مقابل ہے آذن بمد اول و کسر ثانی اجازت دینے والا اور مترجم اجازت دہندہ استعمال کرتا ہے واضح ہو کہ شرعًا اذن کی معنی فک حجر و اسقاط حق ہین پس کسی زمانہ یا مکان یا کسی قسم کی تجارت کے ساتھ خاص نہین ہے کذا فی التبیین۔ اذن کا رکن اسکا یہ ہے کہ مثلا زید اپنے غلام سے کہے کہ مین نے تجھے تجارت کی اجازت دی کذا فی المحیط السرخسی۔ اور شرط اذن یہ ہے کہ غلام ایسا ہو کہ تصرف سمجھتا ہو اور سمجھ کر اُسکا قصد کرتا ہو اور اجازت دہندہ مثل بیع اجارہ و رہن وغیرہ تصرفات کا مالک ہو اور یہ شرط نہین ہے کہ ماذون کی گردن کا مالک ہو حتی کہ غلام ماذون و مکاتب و شریک مفاوض یا عنان یا باپ و دادا و قاضی و وصی کی اجازت جائز ہے اور اُسکا حکم وہی تفسیر شرعی ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر ایک روز یا ایک مہینہ کے واسطے اجازت دی تو جبتک منع نہ کرے تب تک برابر علی الاطلاق ماذون رہیگا اسی طرح اگر قاضی و وصی نے یتیم کے غلام کو اجازت دی یا نابالغ عاقل کو اجازت دی تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور ہمارے نزدیک اذن بالتصرف کبھی مخصوص نہین ہوتا ہے جب کسی غلام محجور کو اجازت دیجاوے اور اگر غلام ماذون کو اجازت دیجاوے تو مخصوص ہوتا ہے حتی کہ اگر مولے نے اپنے غلام کو ماذون کیا پھر اُسکو سو درم دیے کہ اسکے گیہون خرید دے اُسنے آٹا خریدا تو اپنی ذات کے واسطے مشتری قرار دیا جائیگا امام محمد رح نے اسکو ماذون مین صریح بیان فرمایا ہے اور اُسکا ثمن غلام ماذون پر ہوگا کہ اپنے مال سے ادا کرے نہ مال مولی سے اور باوجود اسکے اگر اُسنے مال مولے سے ادا کیا تو مولی کو یہ اختیار نہین ہے کہ اُسکا دامنگیر ہو اگرچہ اسنے مال مولے کو تلف کیا بلکہ مولے بائع کا دامنگیر ہو کر اُس سے وصول کریگا کذا فی الذخیرہ

باب دوم جو امور تجارت کے واسطے اجازت قرار پاتے ہین اور جو نہین قرار پاتے ہین اُنکے بیان مین۔ واضح ہو کہ اذن جسطرح بصراحت ثابت ہوتا ہے اسی طرح بدلالت بھی ثابت ہوتا ہے مثلا زید نے اپنے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور خاموش ہو رہا تو یہ غلام ماذون ہو جاویگا خواہ بیع مولے کے واسطے ہو یا غیر کے واسطے اُسکی اجازت سے ہو یا بلا اجازت ہو اور خواہ بیع صحیح ہو یا فاسد ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے اگر زید نے اپنے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور خاموش ہو رہا منع نہ کیا تو یہ غلام ماذون ہو جاویگا اور یہ تصرف جسکو مولے نے مشاہدہ کیا ہے جائز نہ ہوگا مگر اُس صورت مین کہ مولے اپنے قول سے اُسکی اجازت دیدے خواہ یہ بیع مولے کے واسطے ہو یا غیر کے واسطے مگر بعد اسکے جو تصرف کرے اُسکے حق مین ماذون ہو جاویگا یہ سراج الوہاج ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام کو کوئی متاع فروخت کے واسطے دی اور عمرو نے اُسکو فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو عمرو کے سکوت سے غلام ماذون التجارۃ ہو جاویگا اور زید کے حکم سے متاع کی بیع جائز ہوگی پھر مشائخ نے اس بیع کے عہدہ مین اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ اس بیع کا عہدہ زید پر ہوگا اور بعضون نے کہا غلام پر ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور

اور اگر مولے نے اسکو دیکھ کر منع کیا ہو یا نہ دیکھا ہو تو اُسکا عہدہ مالک مشتری پر ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے
غلام محجور کو غصب کر لیا اور عمرو کو گواہ نہ ملے کہ غلام واپس کر لے اور غاصب قسم کھا گیا پھر غلام نے تصرف کیا
اور مولی خاموش رہا پھر عمرو نے گواہ پیش کرکے غلام واپس پایا تو یہ غلام ماذون نہ ہوگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر غلام نے زید کا
مال غصب کر کے فروخت کیا حالانکہ غلام کا مولی اُسکو دیکھ رہا ہے اور منع نہیں کرتا ہے تو اس سے وہ غلام ماذون التجارۃ ہو جائیگا
اور یہ بیع جائز نہ ہوگی خواہ بحکم مولی ہو یا بلا حکم مولی ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنے درہم و دینار سے کوئی چیز خریدتے ہوئے اپنے
غلام کو دیکھا اور منع نہ کیا تو ماذون ہو جائیگا پس اگر ثمن مال مولی سے ادا کیا تو مولی کو واپس کر لینے کا اختیار ہے اور جب
واپس کر لیا تو یہ بیع باطل نہ ہوگی اور اگر مال مولی کیلی یا وزنی چیز ہو اور مولے نے واپس کر لی تو بیع باطل ہو جائیگی بشرطیکہ یہ
کیلی و موزون معین ہو اور اگر معین نہ ہو اور مولی نے واپس کر لی تو باطل نہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام کو نکاح
کرتے دیکھا یا باندی کو خود ہی نکاح کرتے دیکھا اور خاموش رہا تو صحیح یہ ہے کہ وہ ماذون نہ ہوگا اور اگر مملوک کو اذن عام دیدیا
اسکا تصرف تمام تجارات کے حق میں جائز ہے اور اسکی یہ صورت ہے کہ مملوک سے کہے کہ میں نے تجھے تجارت کی اجازت دیدی اور کسی
نوع تجارت کے ساتھ مقید نہ کیا اسی طرح اگر تجارات کی اجازت بہ لفظ جمع بیان کی تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک
نوع تجارت کی اجازت دی نہ غیر کی تو جمیع تجارات کے واسطے ماذون ہوگا خواہ غیر اس نوع سے صریح منع کیا ہو یا سکوت
کیا پس جمیع تجارات کے واسطے ماذون ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ مجھے ہر مہینہ پانچ درہم اپنی کمائی سے
دیا کر تو یہ اسکے واسطے تمام تجارتوں کی اجازت ہے اسی طرح اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب تو مجھے ہزار درہم ادا کر دے
پس تو آزاد ہے یا تو آزاد ہو تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھ پر ہر مہینہ دس درہم یا ہر جمعہ پانچ درہم مقرر
کیے کہ تو مجھے ادا کیا کرے تو بھی تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ
کہ رنگریز یا درزی یا رنگریز کو کام کے واسطے بٹھال تو تمام تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا اور اگر کہا کہ میں نے تجھے
روٹی کی تجارت کے واسطے اجازت دی تو تمام تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ پہننے
کے واسطے کپڑا خرید کر یا کھانے کے واسطے گوشت خرید کر یا ایسے ہی اور کسی چیز کو کہا تو استحساناً ماذون نہ ہوگا
اور یہ اذن استخدام شمار ہوگا نہ اذن تجارت اور فرق یہ ہے کہ اگر ایسے طور کی اجازت دی جس سے عقود مرۃ بعد
اخریٰ مکرر ہوتے ہیں جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اسکی مراد نفع ہے تو یہ اجازت اذن شمار ہوگی اور اگر ایک ہی عقد
کی اجازت دی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفع مقصود نہیں ہے تو اذن نہ ہوگا بلکہ عرف و عادت کے موافق استخدام
قرار دیا جائیگا حتے کہ اگر یوں کہا کہ کپڑا خرید کر کے فروخت کر دے تو تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا اور علی ہذا
اگر کہا کہ میرا یہ کپڑا فروخت کر کے اُسکے ثمن سے یہ چیز خرید کر تو ماذون التجارت ہو جائیگا اور اسی اصل سے
ہم نے کہا ہے کہ اگر زید نے اپنے غلام سے کہا کہ فلاں شخص کے پاس جا اور اپنے تئیں لوگوں کو اجارہ پر فلاں کام کے
واسطے دے تو تجارت کے واسطے ماذون ہوگا کیونکہ جو شخص اس سے معاملہ کرے وہ متعین نہیں ہے پس اس حکم سے لوگوں
سے معاملہ کرنا ثابت ہوا پس عقود متکررہ کا حکم ثابت ہوا اور نوادر میں مسئلہ اجارہ تین طور پر قرار دیا گیا ہے
ایک یہ صورت کہ غلام سے کہا کہ فلاں شخص کو اپنے تئیں اجرت پر دے تا کہ اسکی خدمت کیا کرے
اور اس صورت میں ماذون التجارۃ نہ ہوگا دوسری یہ صورت کہ اس سے کہا کہ اپنے تئیں اسکے

اجارہ پر دے تاکہ تو اسکے واسطے تجارت کیا کرے اور اس صورت میں ماذون التجارۃ ہو جائیگا اور تیسری صورت
یہ ہے کہ غلام سے فقط اسقدر کہا کہ اپنے تئیں اسکو اجارہ پر دیدے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو اس صورت
میں ماذون التجارۃ نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے - اور فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر مولے نے غلام کو کچھ مدت تک
تجارت کرنے کے لئے اجارہ دیا تو یہ اذن ہے اور جو چیز مستاجر کے واسطے خریدنے میں غلام پر قرضہ آگیا اسکو
مستاجر سے واپس لیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے - اگر اپنے غلام کو ایک مشک کلاں اور گدھا دیا کہ میرے اور میرے عیال
اور پڑوسیوں کو بغیر ثمن پانی پلایا کرے تو یہ تجارت کی اجازت نہیں ہے - اسی طرح اگر طحان نے اپنے غلام کو حمار
دیا کہ اسپر لاد کر گیہوں لایا کرے تاکہ میں اسکو پیسوں تو یہ تجارت کی اجازت نہیں ہے اور اگر غلام اللحم کو مشک و گدھا دیا کہ
اسپر بھر لاکر فروخت کیا کر تو یہ تجارت کی اجازت ہے اسی طرح اگر غلام کو گدھا دیکر کہا کہ لوگوں سے پسائی کا اناج قبول
کرکے اجرت پر اسپر لادا لایا کر تو یہ تجارت کی اجازت ہے اسیطرح اگر لوگوں کا لفظ نہ کہا مگر کسی شخص کو معین نہ کیا تو بھی
اجازت ہے یہ محیط میں ہے - اور اگر کہا کہ نقالین وخیاطین میں کام کیا کر یا نقالین وخیاطین کو اپنے تئیں اجرت پر دیدے
تو یہ غلام کو تجارت کی اجازت ہے اور اگر غلام کو بھیجا کہ میرے واسطے ایک درم کا کپڑا یا گوشت خریدے تو یہ استحسانا
تجارت کی اجازت نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے - اور اگر کہا کہ کپڑا خرید کر کے میرے واسطے قمیص قطع کرا دے
تو ماذون نہ ہوگا بلکہ بضرورت یہ استخدام قرار دیا جائیگا کذا فی المغنی اور اجارہ کی اجازت تجارت کی اجازت ہے
اور تجارت کی اجازت اجارہ کی اجازت ہے یہ سراجیہ میں ہے - اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو کسی مکان کے کرایہ
وصول کرنے کے واسطے حکم کیا یا لوگوں پر اپنے قرضہ کے وصول کرنے کا حکم دیا یا ایسے معاملہ میں خصومت کیواسطے
وکیل کیا تو یہ تجارت کی اجازت نہیں ہے اسیطرح اگر اسکو اپنی کھیتی کی یا زمین کی پرداخت یا اپنی عمارت بنوانے کے
مزدوروں کی نگہبانی یا اپنے قرضداروں سے حساب کرنے یا لوگوں سے اپنے قرضہ کے تقاضے اور اُسمیں سے
اپنی زمین کے خراج ادا کرنے یا اپنے اوپر جو قرضہ ہے اُسکے ادا کرنے کے واسطے مقرر کیا تو اسمیں سے کسی صورت سے
غلام ماذون التجارۃ نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے - اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میں تجھے تجارت سے منع نہیں کرتا ہوں
تو یہ اجازت ہے اسیطرح اگر اسکو لکڑیاں لاکر فروخت کرنے کی اجازت دی تو بھی یہی حکم ہے یہ سراجیہ میں ہے - اگر
زید کے پاس ایک بڑا گانوں ہو اور اسنے اپنے غلام سے کہا کہ اسکی زمین اجارہ پر دے اور اناج خرید کر اسمیں
زراعت کرا اور اسکے پھل فروخت کرکے اسکا خراج ادا کر تو غلام تمام تجارتوں کے واسطے ماذون ہو جائیگا یہ
مبسوط میں ہے - اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو مال دیا اور حکم کیا کہ میرے واسطے اناج خریدے تو یہ مسئلہ ماذون میں دو
جگہ مذکور ہے ایک جگہ یہ حکم دیا ہے کہ غلام ماذون ہو جائیگا اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ ماذون نہ ہوگا اور ہمارے مشائخ
نے فرمایا کہ ماذون ہونے کی صورت میں یہ تاویل ہے کہ اسکو مال کثیر دیا کہ جس سے ایک مرتبہ خرید آسان نہیں ہے
بلکہ چند مرتبہ کرکے خرید سکتا ہے پس اس صورت میں اُسنے عقود متفرقہ کی اجازت دی جس سے ماذون ہو گیا اور نا ماذون
نہونے کی تاویل یہ ہے کہ مال قلیل دیا جس سے ایک ہی مرتبہ خرید سکتا ہے پس ایک ہی عقد کی اجازت دی کہ جس سے
ماذون نہوا اور اس معنی کی جانب امام محمد رحمہ نے کتاب میں اشارہ کیا ہے کہ صورت اذن میں صریح فرمایا کہ مال کثیر
دیا کذا فی المغنی - اگر زید نے اپنے غلام کو مال دیا اور کہا کہ فلاں شہر میں جاکر عمرو کو دے تاکہ وہ کپڑا خرید کر تجھے دیدے

تو اسکو میرے پاس لا پس غلام نے ایسا کیا تو ماذون التجارۃ نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے ۔ اگر کسی نے اپنے غلام کو زمین
خالص دیکر حکم کیا کہ اناج خرید کر اسمیں زراعت کرے اور مزدور کرایہ کرے کہ اُسکے جداول تیار کراوے تاکہ کھیتی کو
پانی پہونچے اور زمین کا خراج ادا کرے تو یہ تجارت کی اجازت ہے اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ اگر اپنے غلام سے کہا
کہ میرا یہ کپڑا نفع و بیشی کے واسطے یا بطور نفع و بیشی کے فروخت کر تو یہ تجارت کی اجازت ہے بخلاف اسکے
اگر یہ کہا کہ میرا یہ کپڑا عمرو کے ہاتھ فروخت کر اور یہ نہ کہا کہ بطور نفع کے فروخت کر تو یہ حکم نہیں ہے یہ منتقی میں ہے
اور اگر کہا کہ میں نے تجھے آج ایک روز کے واسطے تجارت کی اجازت دی پھر آج کے دن گذرنے پر میں
اپنی رائے دوڑاؤنگا تو یہ غلام ہمیشہ کے واسطے ماذون التجارۃ ہو جائیگا یہاں تک کہ اسکو اہل بازار کے سامنے
مجبور کرے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اس دوکان میں تجارت کی اجازت دی تو جمیع مقامات میں تجارت کے
واسطے ماذون ہوگا اسی طرح کسی روز یا کسی ساعت کی اجازت سے تمام ایام کے واسطے ماذون ہوگا تاوقتیکہ
اسکو اہل بازار کے سامنے مجبور نہ کرے اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے صرف اس مہینہ میں تجارت کی اجازت دی
پھر جب مہینہ گذر جاوے تو اُسکے بعد تو خرید و فروخت نہ کرنا تو یہ حجر باطل ہے کذا فی المبسوط ۔ اور اگر اپنے غلام
آبق کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح نہیں ہے اگرچہ آبق کو معلوم ہو جاوے اور اگر آبق کو بیچ اُس شخص کے
جسکے قبضہ میں ہے تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہے اور اگر غلام مغصوب کو تجارت کی اجازت دی پس اگر غاصب
مقر ہو یا مالک کے پاس گواہ ہوں کہ جس سے یہ اسکو غاصب وغیرہ کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہو تو اُسکے واسطے
اجازت دینے کا مالک ہوگا اور غاصب منکر ہو اور اسکے پاس گواہ نہوں تو تجارت کی اجازت صحیح نہیں ہے جیسا کہ
اسکا فروخت کرنا صحیح نہیں ہے یہ فتاوے صغری میں ہے ۔ اور اگر اپنے غلام کو مال کثیر یا کسی قسم کو لیکر خریدنے
کے واسطے روانہ کیا مگر اسکے فروخت سے منع کر دیا تو یہ تجارت کی اجازت ہے یہ مبسوط میں ہے ۔ اور اگر دو وارثوں نے اپنے غلام
کو اجازت دی اور اُسنے نہ سنا تو ماذون نہوگا یہ سراجیہ میں ہے ۔ اور اگر غلام فقط ایک شخص کا ہو اور اُسنے نصف
غلام مکاتب کیا تو یہ جمیع غلام کو تجارت کی اجازت ہے پھر صاحبین کے نزدیک پورا غلام مکاتب ہو جائیگا اور امام
اعظم رح کے نزدیک نصف مکاتب ہوگا اور جو مال کماوے اسمیں سے نصف مولے کا ہوگا باعتبار اسکے کہ نصف
مکاتب نہیں ہے اور نصف مکاتب کا ہوگا باعتبار اسکے کہ نصف مکاتب ہے اور اُسکے ذمہ جو کچھ قرضہ لاحق ہو اُسکے
ادا کے واسطے سعایت کریگا یہ مبسوط میں ہے ۔ اگر پورا غلام ایک شخص کا ہو اور اُسنے اہل بازار سے کہا کہ جب تم
میرے اس غلام کو تجارت کرتے دیکھو تو اسکے ساتھ معاملہ کرو تو ماذون التجارۃ نہوگا پھر مولے نے اسکو تجارت
کرتے دیکھکر منع نہ کیا خاموش رہا تو ماذون التجارۃ ہو جائیگا کذا فی المغنی ۔ وما یتصل بہذا الباب مسائل اور
اس باب سے متصل چند مسائل ہیں واضح ہو کہ اذن کو زمانہ مستقبل کے کسی وقت کی طرف اضافت کرنا جائز ہے
اور ایسے ہی تعلیق بالشرط جائز ہے مگر حجر کی تعلیق بالشرط جائز نہیں ہے اور نہ اسکی اضافت زمانہ مستقبل کی طرف
ہو سکتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے ۔ اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو ماذون التجارۃ ہے تو کل کے روز
ماذون التجارۃ ہو جائیگا اور اگر غلام سے یہ کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو مجبور ہے تو صحیح نہیں ہے اور غلام مجبور
نہ ہو جائیگا اور غلام ماذون نہیں ہوتا ہے تاوقتیکہ اسکو علم نہ ہو جاوے حتی کہ اگر مولے نے کہا کہ میں نے اپنے

غلام کو تجارت کی اجازت دی حالانکہ غلام نہیں جانتا ہی تو مثل وکالت کے ماذون نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میرے غلام
سے تم لوگ خرید و فروخت کرو کہ مین نے اسکو تجارت کی اجازت دیدی ہی انھون نے خرید و فروخت کی حالانکہ غلام
نہین جانتا ہی کہ مولے نے مجھے ماذون کیا ہی تو کتاب الماذون کی روایت پر ماذون ہوجائیگا اور ہمارے بعض
مشائخ نے فرمایا کہ بلاخلاف ماذون ہوجائیگا اور غلام کا مجور کرنا بدون اُسکے علم کے صحیح نہین ہی اور مجور نہ ہوگا تا
وقتیکہ اسکو معلوم نہ ہوجاوے اور اگر بازار مین اُسکو مجور کیا حالانکہ اسکو نہین معلوم ہی پس اگر اسکو دو مرد ون
یا ایک مرد و دو عورتون عادل نے خبر دی یا ایک مرد اور ایک عورت عادل نے خبر دی تو بالاجماع مجور ہوجائیگا خواہ
ماذون نے اس خبر کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - اور اگر مولے نے اپنے غلام کے پاس ایلچی بھیجا
یا خط لکھا اور اُسکے پاس ایلچی نے پیغام یا خط پہونچا دیا تو ماذون ہوجائیگا خواہ ایلچی کیسا ہی ہو - اور اگر کسی فضولی
نے اپنی طرف سے اسکو خبر دی تو کتاب الکفالت مین مذکور ہی کہ اگر خبر دینے والا شخص عادل یا غیر عادل یا ایک مرد عادل
ہو تو ماذون ہوجائیگا خواہ اُسنے مخبر کی تصدیق کی ہو یا نہ کی ہو بشرطیکہ خبر کی صداقت ظاہر ہوجاوے اور ظاہر ہوجانے سے
ہماری مراد یہ ہی کہ اسکے بعد مولے حاضر ہو کر اپنی اجازت دینے کا اقرار کرے اور اگر اُسنے اذن سے انکار کیا تو
ماذون نہ ہوگا - اور اگر مخبر ایک مرد غیر عادل ہو پس اگر غلام نے مخبر کی تصدیق کی تو ماذون ہوجائیگا اور اگر
تکذیب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک ماذون نہ ہوگا اگرچہ خبر کی صداقت ظاہر ہوجاوے اور صاحبین کے نزدیک
ماذون ہوگا اگر صداقت خبر ظاہر ہوجاوے اور صدر الشہید رح نے فتاوی صغری مین لکھا ہی کہ غلام ماذون ہوجائیگا
خواہ مخبر کیسا ہی ہو کذا فی المغنی اور امام ابوحنیفہ رح نے حجر اور اذن مین فرق کیا ہی کہ امام محمد رح کے نزدیک ایک شخص
کی خبر سے حجر ثابت نہین ہوتا ہی لیکن اگر یہ شخص عادل ہو یا دو مرد مخبر ہون تو ثابت ہوتا ہی اور ایک شخص فضولی کے
کہنے سے ہر حال مین اذن ثابت ہوتا ہی اور شیخ امام خواہرزادہ نے شیخ فقیہ ابوبکر بلخی سے نقل کیا کہ اذن و حجر مین
کچھ فرق نہین ہی کہ غلام جبھی ماذون ہوتا ہی کہ جب غلام کے نزدیک مخبر صادق ہو ایسے ہی حجر بھی فضولی کی خبر
سے ثابت نہین ہوتا ہی مگر جبکہ فضولی غلام کے نزدیک صادق ہو اور فتوے اسی قول پر ہے کذا فی

فتاوی قاضیخان

تیسرا باب - اُن چیزون کے بیان مین جنکا غلام مالک ہوتا ہی اور جنکا مالک نہین ہوتا ہی - ماذون کو اختیار ہی
کہ مثل قیمت پر خرید و فروخت کرے یا اسقدر نقصان پر جو لوگ نہین برداشت کرتے ہین یعنے نقصان فاحش
ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور نقصان قلیل پر بالاجماع جائز ہی اور نقصان فاحش پر صاحبین کے
نزدیک نہین جائز ہی اور یہی حکم نابالغ لڑکے ماذون کا ہی اور اگر غلام ماذون نے اپنے مرض الموت مین بیع
مین محاباۃ کی تو جمیع مال سے معتبر ہوگی بشرطیکہ اسپر قرضہ نہو اور اگر ہو تو مابقی سب مین معتبر ہوگی اور اگر قرضہ اسکے
تمام مقبوضہ کو محیط ہو تو مشتری سے کہا جائیگا کہ تو چاہے تو تمام محاباۃ کو پورا کر دے ورنہ ہم بیع رد کر دینگے یہ جوہرہ نیرہ
مین ہی - اور ماذون کو بیع سلم و قبول سلم کا اختیار ہی کذا فی الکافی اور غلام ماذون کو اختیار ہی کہ کسی دوسرے کو نقد و ادھار
خرید فروخت کیواسطے وکیل کرے کذا فی المغنی - اگر غلام ماذون نے اپنے مدعی یا مدعا علیہ ہونے کی صورت مین کسی کو وکیل کیا
تو مثل آزاد کے جائز ہی اسی طرح اگر وکیل یا اُسکا بھائی یا بعض قرضخواہ یا اُسکا بیٹا یا مدعی کا بیٹا یا اُسکا مکاتب یا اُسکا

کوئی غلام ماذون ہو تو بھی جائز ہے کذا فی المبسوط اگر ماذون نے اپنے مولے کو اجنبی کے ساتھ خصومت میں وکیل کیا تو جائز ہے خواہ غلام مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور اس صورت اور دوسری صورت میں جو بیان کرتے ہیں فرق ہے وہ یہ ہے کہ اجنبی نے ماذون کے مولے کو ماذون کے ساتھ خصومت میں وکیل کیا تو یہ توکیل صحیح نہیں ہے حتے کہ اگر وکیل نے اپنے موکل کے اوپر کچھ اقرار کر دیا تو اقرار صحیح نہ ہوگا خواہ ماذون مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو پس مولے اپنے غلام کیطرف سے بمقابلہ اجنبی وکیل ہو سکتا ہے اور اجنبی کیطرف سے بمقابلہ اپنے غلام کے وکیل نہیں ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ماذون کے وکیل نے ماذون پر قاضی کے سامنے کچھ اقرار کیا تو جائز ہے اگرچہ اُسکا مولے انکار کرے اور اگر سوائے قاضی کے دوسرے کے سامنے اقرار کیا اور خصم اسکو قاضی کے پاس لایا اور دعوے کیا کہ اسنے دوسرے کے سامنے اقرار کیا ہے تو قاضی اُس سے دریافت کریگا پس اگر وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے غیر کے سامنے یہاں حاضر ہونے سے پہلے اقرار کیا ہے تو قاضی اُسپر ڈگری کر دیگا اور اگر کہا کہ میں نے قبل اسکے کہ مجھے ماذون وکیل کرے اقرار کیا ہے اور خصم نے کہا کہ حالت وکالت میں اقرار کیا ہے تو قاضی اُسپر ڈگری کر دیگا اور اگر خصم نے تصدیق کی کہ اسنے قبل وکالت کے اقرار کیا ہے تو قاضی اسکو وکالت سے خارج کر دیگا اور اسکے موکل پر بسبب اس اقرار کے کچھ ڈگری نہ کریگا اور اگر وکیل نے اقرار سے انکار کیا تو اُس سے قسم نہ لیجاویگی اور اگر خصم نے قبل وکالت کے یا قاضی کے وکالت سے نکال دینے کے بعد اقرار کرنے کے گواہ دیئے تو اُسکا اقرار موکل پر جائز نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر غلام ماذون نے کسی آزاد کو اپنی متاع فروخت کرنے کا وکیل کیا اُسنے ایسے شخص کے ہاتھ جسکا ماذون پر قرضہ ہے متاع فروخت کی تو طرفین کے نزدیک ثمن بدلا ہو جائیگا مگر امام ابو یوسف نے اسمیں اختلاف کیا ہے اور اگر دونوں پر قرضہ ہو تو بالاتفاق غلام کے قرضہ سے بدلا ہو جائیگا یہ مغنی میں ہے۔ ماذون نے اگر دوسرے کیطرف سے کسی چیز کے خریدنے کی وکالت قبول کی پس اگر اُدھار خریدنے پر قبول کی تو قیاساً اور استحساناً وکالت جائز نہیں ہے اور اگر نقد خریدنے پر قبول کی تو استحساناً جائز ہے اور اگر غیر کی طرف سے بیع کرنے پر وکالت قبول کی تو یہ قیاساً و استحساناً جائز ہے خواہ نقد فروخت کرنے پر یا اُدھار فروخت کرنے پر ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ماذون نے زید کی باندی اُسکے حکم سے فروخت کی پھر قبل تسلیم کے مشتری نے اُسکو قتل کیا تو بیع باطل ہو جاویگی اور اگر ماذون نے اُس باندی کو قتل کیا تو ماذون کے مولے سے کہا جائیگا کہ چاہے ماذون کو دیدے یا جنایت کا فدیہ دے چنانچہ قبل بیع کے اگر قتل کرتا تو یہی حکم تھا پھر اُسکے مولے نے خواہ کوئی فعل دونوں میں اختیار کیا ہو مشتری کو خیار ہوگا کہ چاہے بیع توڑ دے یا جو باندی کے قائم مقام ہوا ہے اُسکو لیکر ثمن ادا کر دے اور اگر ماذون کے مولے نے باندی کو قتل کیا اور ماذون پر قرضہ ہے یا نہیں ہے تو مولے کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ باندی کی قیمت تین سال کے اندر ادا کریں اور مشتری چاہے بیع توڑ دے اور اُسکی قیمت موکل کو ملیگی اور اگر چاہے ثمن ادا کرے تین سال میں وکیل کے مولے کی مددگار برادری سے قیمت وصول کرے۔ اور اگر ماذون نے اپنی مقبوضہ چیزوں سے زید کے ہاتھ کوئی باندی بعوض باندی کے فروخت کی پھر ماذون نے قبل تسلیم کے اُسکو قتل کر ڈالا تو عقد باطل ہو جائیگا کیونکہ غلام کو اپنی کمائی میں وہی اختیار تصرف حاصل ہے جو آزاد آدمی کو اپنی ملک میں حاصل ہوتا ہے پس بیع اُسکے پاس مضمون ہوگی مگر اس چیز کے عوض جسکے مقابل عقد ولایت ہوئی تھی اور وہ چیز زید کے پاس موجود ہے پس نقصان کچھ اور

نہ دینی ہوگی اور اس صورت مین خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہ ہو یکسان ہی اسی طرح اگر ماذون کے مولے نے اسکو قتل کیا
درحالیکہ ماذون مقروض نہین ہی کیونکہ غلام اپنے مولے کا تابع ہی اسکی کمائی مولے کی خالص ملک ہی اور اگر ماذون
مقروض ہو تو مولے قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اس حالت مین اسکی کمائی قرضخواہون کی ہی یہ مبسوط مین ہی زید
نے ایک غلام ماذون کو کوئی چیز مسمی بعوض ثمن مسمی کے خریدنے کے وکیل کیا مگر ثمن نہین دیا تو استحسانًا جائز
ہی اور اگر ثمن میعادی اُدھار کیا تو جو چیز ماذون وکیل نے خریدی وہ اسی کی ہوگی نہ زید کی یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہی
اور اگر مولے نے اپنے غلام ماذون کو ایک باندی دی جو اسکی کمائی مین سے نہین ہی اور حکم کیا کہ اسکو فروخت کرے اسنے
فروخت کی اور ہنوز مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ مولے نے باندی کو قتل کیا تو بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر ماذون نے اسکو
قتل کیا پس اگر مولے نے جنایت مین ماذون کو دینا اختیار کیا تو مشتری کو خیار ہوگا اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو
بیع ٹوٹ جاویگی یہ محیط مین ہی — اگر ماذون نے زید کیطرف سے ایک خاص غلام فروخت کرنیکی وکالت قبول
کی اور فروخت کیا پھر ماذون کو مولے نے محجور کر دیا پھر مشتری نے غلام مبیع مین عیب پایا تو ماذون جو محجور ہو گیا ہی
اسکا خصم قرار دیا جائیگا پس اگر غلام مبیع بثبوت گواہان یا بانکار قسم یا باقرار عیب درحالیکہ عیب ایسا
ہو کہ اسکے مثل پیدا نہ ہو سکتا ہو ماذون محجور کو واپس دیا گیا تو ثمن کے واسطے وہی غلام مردود فروخت کیا جائیگا
ایسا ہی کتاب مین مذکور ہی اور فرمایا کہ اگر مشتری نے ماذون ہونے کی حالت مین وکیل ماذون کو واپس کیا
تو مشتری اسی سے ایفاء ثمن کا مطالبہ کریگا پھر ماذون اُس غلام مبیع مردود کو اپنے موکل کو واپس دیگا اور اس
سے ثمن واپس لیگا۔ اور درصورتیکہ غلام مبیع فروخت کیا گیا اور اسمین سے مشتری کو ثمن ادا کیا گیا اور کم پڑا تو
کیا غلام محجور فروخت کیا جائیگا تو یہ حکم ہے کہ دیکھا جاوے کہ اگر موکل تنگدست ہو بلکہ خوش حال ہو تو فروخت نہ کیا
جائیگا بلکہ محجور سے کہا جائیگا کہ جسقدر دام کم ہوئے ہین وہ اپنے موکل سے لیکر مشتری کو دیدے اور اگر موکل
تنگدست ہو تو محجور کو فروخت کر کے اسکا ثمن مشتری اور اسکے قرضخواہون کے درمیان حصہ رسد تقسیم کیا جائیگا
پھر بھی اگر مشتری کے کچھ دام باقی رہے تو ماذون محجور کے موکل سے واپس لیگا اور اسی طرح محجور کے قرضخواہ
بھی جسقدر مشتری نے محجور کی قیمت مین سے لیا ہے اسقدر موکل سے واپس لینگے یہ مغنی مین ہے — اگر ماذون
اور آزاد شخص کے درمیان ایک مشترک باندی ہو اور آزاد نے اسکو اُسکے فروخت کرنے کا حکم کیا اور غلام
ماذون نے ہزار درہم کو فروخت کی پھر اقرار کیا کہ میرے شریک نے تمام ثمن یا نصف ثمن مشتری سے وصول
کر لیا ہے اور مشتری نے اسکی تصدیق کی مگر شریک نے تکذیب کی تو غلام کا اقرار اس امر کے واسطے صحیح ہوگا
کہ مشتری نصف ثمن سے بری ہوگا پھر غلام سے شریک کے دعوے پر قسم لیجاویگی پس اگر قسم کھالی تو مشتری سے
نصف ثمن لے لیگا کہ وہ دونون کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اگر قسم کھانے سے نکول کیا تو شریک کو آدھا ثمن
تاوان دیگا اور مشتری سے نصف ثمن لیگا کہ وہ اسی کو دیدیا جائیگا اور انمین سے کسی صورت مین مشتری پر
قسم نہین آتی ہی اور اگر شریک نے اقرار کیا ہو کہ ماذون نے تمام ثمن وصول پایا ہے اور مشتری نے
تصدیق اور ماذون نے تکذیب کی ہو تو بھی مشتری نصف ثمن سے بری ہوگا اور مشتری پر قسم نہین آتی ہی
اور شریک اپنے شریک ماذون سے قسم لیگا پس اگر نکول کیا تو نصف ثمن شریک کو دینا پڑیگا اور اگر قسم

کھائی تو شریک کے حصہ سے بری ہو جائیگا اور مشتری سے نصف ثمن وصول کریگا کہ اسمین سے شریک آزاد اسکا
ساجھی نہین ہو سکتا ہی اور اگر شریک نے اقرار کیا کہ غلام نے نصف ثمن وصول کیا ہی تو مشتری چوتھائی
ثمن سے بری ہو جائیگا پس مشتری پر ساڑھے سات سو درم باقی رہینگے پس جب اسقدر درم وصول ہوے
تو شریک کو اسکی ایک تہائی اور ماذون کو دو تہائی ملیگی کیونکہ اسی قدر دونون مین سے ہر ایک کا حق بذمہ
مشتری رہگیا تھا اور اگر شریک نے اقرار کیا کہ غلام ماذون نے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا یا ہبہ کر دیا ہی تو یہ اقرار
باطل ہی اور سب ثمن مشتری کے ذمہ رہیگا اگر غلام نے ایسا اقرار کیا اور شریک نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور
اگر اس مسئلہ مین شریک ہی ماذون کی اجازت سے متولی بیع ہوا پھر اقرار کیا کہ غلام نے تمام ثمن یا اپنا حصہ
وصول کر لیا ہے تو اسکا وہی حکم ہے جو صورت ماذون کے متولی بیع ہونے اور شریک پر ایسا اقرار کرنے
کے بیان ہوا ہے اور اگر بائع نے غلام کی نسبت بری کرنے یا ہبہ کر دینے کا اقرار کیا تو باطل ہی جیسا کہ اگر
ابرا یا ہبہ کو غلام سے معاینہ کیا ہو تو بھی ہبہ باطل ہوتا ہی اسی طرح اگر غلام نے اقرار کیا کہ بائع نے مشتری کو ثمن سے
بری یا ہبہ کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی مگر مشتری کا بائع پر ثمن سے بری کرنیکا دعوے باقی رہا پس بائع سے اسپر قسم لیجائیگی
پس اگر قسم کھائی تو تمام ثمن مشتری سے لیگا اور اگر نکول کیا تو مشتری تمام ثمن سے بری ہوگا اور امام اعظم رح و
امام محمد رح کے نزدیک غلام کو بائع سے نصف ثمن کی ضمان لینے کا اختیار ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے
نزدیک ایسی صورت مین مشتری فقط بائع کے حصہ ثمن سے بری ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک غلام ماذون و زید
کے عمرو پر دو ہزار درم ہین پس زید نے ماذون کو اپنے حصہ کے درم وصول کرنے کا وکیل کیا تو وکالت
جائز نہین ہی اور جسقدر وصول کریگا وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا اور اگر تلف ہوا تو دونون کا مال گیا اور
اگر زید نے ماذون کے مولے کو اس کام کے واسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہی بشرطیکہ غلام مقروض ہو اور اگر مقروض نہ
ہوگا تو جائز ہی یہ مغنی مین ہی۔ اگر ماذون و اسکے شریک زید کے ہزار درم عمرو پر قرضہ ہون اور عمرو منکر ہوگیا پس
غلام و شریک نے غلام کے مولے کو اسکی خصومت مین وکیل کیا اور غلام مقروض ہی یا نہین ہی پھر مولے نے
قاضی کے سامنے یون اقرار کر دیا کہ دونون نے مال وصول پایا ہی تو اسکا اقرار دونون کے حق مین جائز ہوگا
اگرچہ دونون اس سے انکار کرین اور اگر شریک نے غلام پر یہ دعوی کیا کہ اسنے اپنا حصہ وصول کیا ہی پس
اگر غلام مقروض نہو تو شریک اس سے اپنا نصف حصہ لیگا جسکے واسطے وہ فروخت کیا جائیگا اور اگر غلام
مقروض ہو تو شریک کو اس سے یا اسکے مولے سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی جبتک کہ قرضہ ادا نہ کرے اور اگر
غلام نے اپنا قرضہ ادا کیا اور کچھ مال بچا تو اسمین سے بقدر اپنے حصہ کے لے لیگا اور اگر ایسا ہوا کہ مولے نے جو کچھ
دونون کی نسبت اقرار کیا ہی اسکی تصدیق کی مگر ماذون نے تکذیب کی خواہ ماذون مقروض ہی یا نہین ہی تو دونون
مین سے کوئی شخص اپنے شریک سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر شریک نے فقط ماذون کو اپنے حصہ کی خصومت کے واسطے
وکیل کیا اور ماذون نے قاضی کے سامنے یہ اقرار کیا کہ شریک کا عمرو کی جانب کچھ نہین ہی یا یہ اقرار کیا کہ اسنے عمرو سے
اپنا حصہ وصول پایا ہی مگر شریک نے اس سے انکار کیا تو عمرو حصہ شریک سے بری ہوگا مگر ماذون اپنا حصہ عمرو
سے وصول کریگا کیونکہ اسنے اپنے حصہ کی نسبت کچھ اقرار نہین کیا ہی پھر جب ماذون اسکو وصول کرے تو شریک

اُسمین ساجھی ہوجائیگا خواہ غلام مقروض ہو یا نہ ہو۔ اور اگر ماذون اور زید کے عمرو پر ہزار درم ہون اور وہ مقر ہو
مگر کہین غائب ہوگیا پھر ماذون نے شریک پر دعوے کیا کہ اسنے اپنا حصہ وصول کیا ہی اور چاہا کہ اُسمین سے
نصف بانٹ تقسیم کرلے اور زید نے انکار کیا اور ماذون کے مولے کو اس مقدمہ مین خصومت کے واسطے وکیل کیا خواہ
غلام پر قرضہ ہو یا نہین ہو یا ماذون کے بعض قرضخواہون کو وکیل کیا اور وکیل نے اقرار کردیا کہ زید نے عمرو
سے اپنا حصہ پھر پایا ہی تو یہ اقرار باطل اور وہ وکیل نہین ہوسکتا ہی اور اگر زید نے ماذون پر دعوی کیا
کہ اُسنے وصول پایا ہی اور ماذون نے اس مقدمہ مین اپنے مولی یا بعض قرضخواہونکو وکیل کیا اور وکیل نے ماذون کی
نسبت وصول پانے کا اقرار کردیا تو وکیل کا اقرار اُسپر جائز ہی کیونکہ اس اقرار مین وکیل کی کچھ منفعت نہین ہی بلکہ
ضرر ہی اور جسقدر قرضہ دار رہا اقرار ہوا اور اسنے دعوے کیا کہ جسقدر وکیل نے کہا ہی وہ ماذون نے وصول پایا ہی تو
اُسکی تصدیق نہوگی اسی سبب سے غلام کو اختیار ہوگا کہ عمرو سے اپنا تمام قرضہ وصول کرے لیکن اگر غلام ماذون
مر گیا اور وکیل اُسکا مولے ہو تو مولے کے اقرار کی جو اسنے اپنے ماذون کی نسبت کیا ہی تصدیق کیجائیگی (یعنے اس وارث
مین ماذون عمرو سے نہین لے سکتا ہی کذا فی المبسوط ایک ماذون مقروض ہی اور قرضخواہ نے ماذون کے بیٹے یا باپ
یا باپ کے غلام یا اُسکے مکاتب کو وکیل کیا اُسنے قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا تو تصدیق کیجائیگی کذا فی المغنی۔
اگر زید وعمرو کے ماذون پر ہزار درم قرضہ ہون اور غلام نے زید کی نسبت دعوے کیا کہ اسنے اپنا قرضہ وصول پایا
ہی اور زید نے انکار کیا اور ماذون کے مولے کو اس مقدمہ مین اپنا وکیل کیا تو توکیل باطل ہی اور اگر مولے نے اقرار
کیا تو اقرار باطل ہی خواہ غلام مقروض ہو یا نہ ہو اور اگر دوسرا قرضخواہ یعنے عمرو آیا اور جو کچھ ماذون کے مولے نے
زید کی نسبت اقرار کیا تھا ہی دعوی کیا اور چاہا کہ اپنا حصہ نصف اُس سے واپس لے تو ایسا نہین کرسکتا ہی اور
اگر دونون شریکون مین سے کسی نے دوسرے کو غلام کے مقدمہ مین اپنا وکیل کیا اُسنے قاضی کے سامنے اپنے
شریک کی نسبت اپنا حصہ وصول پانے کا اقرار کیا تو یہ اقرار اُسپر اور اُسکے شریک پر جائز ہوگا اور قرضہ مین سے
پانچسو درم کم ہوجاوینگے پھر وکیل شریک نے جب باقی پانچسو درم وصول کئے تو اُسکا شریک اُسمین آدھے کا ساجھی
ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ جاننا چاہئے کہ مولے اپنے غلام ماذون سے اجنبی کی طرف سے اُنکا قرضہ وصول کرنے کا
وکیل نہین ہوسکتا ہی حتے کہ اگر مولے نے اقرار کیا کہ اُسنے میرے ماذون غلام سے اپنا قرضہ وصول پایا ہی تو اقرار صحیح
نہین ہی اور غلام بری نہوگا اسی طرح اگر مولے نے گواہون کے سامنے قرضہ وصول کیا تو وصول صحیح نہین یعنی غلام
اس اجنبی کے قرضہ سے بری نہوگا اور یہ حکم مولے کے حق مین ہی بخلاف غلام کے کہ اگر اسکو کسی اجنبی نے اُسکے مولی
سے اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اور غلام نے قبول کیا تو توکیل صحیح ہی کیونکہ وہ جو کچھ وصول کریگا اُسمین اجنبی
کیطرف سے عامل ہے اپنے واسطے کچھ نہین کرتا ہی اور اپنی جان یا مال کی برأت نہین کرتا ہی۔ پھر واضح ہو کہ جب
غلام کا وکیل ہونا اس معاملہ مین صحیح ٹھہرا تو ہم کہتے ہین کہ اگر مولے نے گواہون کے سامنے اپنے ماذون وکیل کو
اجنبی کا قرضہ ادا کیا تو مولے بری ہوجائیگا اسی طرح اگر غلام نے اقرار کیا کہ مین نے اپنے موکل کا قرضہ وصول کیا تھا
مگر پھر وہ مال تلف ہوگیا تو اقرار صحیح ہی یعنے اُسکا مولے قرضہ سے بری ہوجائیگا مگر غلام سے وصول کرنے اور
تلف ہوجانے پر قسم لیجاویگی پس اگر قسم کھالی تو بری ہوگیا اور اگر نکول کیا تو یہ مال اُسکی گردن

پر پڑیگا جسکے واسطے فروخت ہوگا لیکن اگر مولے اُسکا فدیہ دیدے تو فروخت نہ ہوگا یہ محیط میں ہی۔ زید کے کلو وخیرو دو ماذون غلام ہیں اُنمین سے ایک کلو پر عمرو کے ہزار درم قرض ہیں اُسنے خیرو دوسرے کو اس مال کے وصول کرنے کا وکیل کیا تو جائز ہی اور اگر وکیل نے اُسکے وصول پانے کا اقرار کیا تو قسم سے اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسکی صورت وہی ہی جو مسئلہ سابقہ مین بیان ہوا اور اگر اُسنے قسم سے نکول کیا تو یہ مال اُسکی گردن پر لازم ہوگا یہ مغنی مین ہی۔ اگر زید نے اپنے دو غلام کلو وخیرو کو ماذون کیا اور اُن دونون پر قرضہ ہوگیا اور کلو کے کسی قرضخواہ نے خیرو کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اُسنے وصول پانے کا اقرار کردیا تو جائز ہی۔ اور اگر دوسرے کے بعضے قرضخواہون نے پہلے ماذون کو یا اُسکے مولے کو اپنا قرضہ وصول کرنیکا وکیل کیا تو وہ وکیل نہ ہوگا اور اُسکا قبضہ جائز نہ ہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے اپنے قرضہ کے عوض کچھ رہن کیا اور اُسکو دوسرے کے قبضہ مین کیا پھر دونون مال مرہون تلف ہوگئے تو پہلے ماذون کا رہن اُسکے قرضہ کے معاوضہ مین تلف ہوگا اور دوسرے کا مال اُسکے مال کے عوض تلف ہوگا۔ اور اگر ماذون مقروض نے اپنے کسی قرضخواہ کو ایک شخص خالد پر حوالہ کردیا پس اگر ماذون کا خالد پر کچھ مال آتا تھا اُسکی وجہ سے حوالہ کیا ہی تو حوالہ باطل ہی اور اگر مال نہیں آتا تھا تو حوالہ جائز ہی۔ پھر اگر طالب نے اُسی ماذون محیل کو یا اُسکے مولے کو محتال علیہ سے یہ مال حوالہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا تو قبضہ نہین جائز ہی اور اگر مولے کے کسی دوسرے غلام یا مولے کے بیٹے یا اُس ماذون کے جسپر اصل مین قرضہ تھا کسی غلام کو وکیل کیا اور اُسنے اقرار کیا کہ مین نے محتال علیہ سے قرضہ وصول کیا ہی تو اقرار جائز ہی اور اگر مولے پر قرضہ ہوا اور اُسنے خالد پر حوالہ کردیا پھر قرضخواہ نے مولے کے غلام کو خالد سے قرضہ وصول کرنیکا وکیل کیا اور اُسنے خالد سے وصول پانے کا اقرار کیا تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ غلام مجور نے اگر خالد کی طرف سے خالد کے کسی مال معین فروخت کرنے کی وکالت قبول کی تو جائز ہی اور جب بیع کردی تو جائز ہوگی اور اُسکا ثمن خالد کو ملیگا مگر بیع کا عہدہ غلام کے ذمہ نہ ہوگا بلکہ خالد پر ہوگا پھر اگر مجور آزاد ہوگیا تو عہدہ بیع اُسکے ذمہ آجاویگا اور اگر غلام کے آزاد ہونے سے پہلے مشتری نے مبیع مین کچھ عیب پایا تو اُسکے مقابلہ مین خصم اُسکا یہ غلام نہوگا بلکہ مالک متاع یعنے خالد ہوگا پس اگر مشتری نے عیب کے گواہ پیش کئے تو مبیع خالد کو واپس دیکر اُسی سے ثمن واپس لیگا اور گواہ نہ ہون تو خالد سے علمی قسم لیجاویگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ عمرو مجور ہی کے غلام نے اس مبیع کو ایسے حال مین فروخت کیا کہ اسمین یہ عیب تھا پس اگر قسم کھا گیا تو دعوے سے بری ہوگا ورنہ وہ متاع اسکو واپس دیکر اس سے ثمن واپس لیا جائیگا اور اگر مشتری نے متاع مین عیب لگایا ولیکن ہنوز گواہ پیش نہ کئے تھے کہ غلام آزاد ہوگیا تو مدعا علیہ یہی غلام آزاد قرار پائیگا کہ مشتری اسی کے مقابلہ مین اپنے گواہ پیش کریگا اور اگر گواہ نہوسنگے تو اُسی غلام سے قسم لیگا۔ اور اگر مشتری نے غلام کے آزاد ہونے سے پہلے موکل پر گواہ پیش کئے مگر ہنوز قاضی نے ان گواہون پر مدعی کی ڈگری نہ کی تھی کہ وہ غلام آزاد ہوگیا تو قاضی اُسی گواہی سے اس غلام آزاد شدہ پر ڈگری کردیگا لبعد عتق کے مشتری کو دوبارہ غلام پر گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دیگا اسی طرح اگر قبل عتق کے مشتری موکل پر ایک ہی گواہ پیش کرچکا ہو تو مجور کے عتق کے بعد مشتری دوسرا گواہ اس غلام پر پیش کریگا اور قاضی پہلے گواہ کے اعادہ

کے واسطے اسکو تکلیف نہ دیگا پھر ایسے حال میں اگر قاضی نے گواہوں پر بیع توڑ دی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر مشتری
نے خود غلام سے ثمن وصول کیا ہے تو مشتری اُسی سے اپنا ثمن لے لیگا غلام آزاد شدہ سے کچھ مطالبہ نہ کریگا اور
اگر غلام نے خالد سے وصول کر لیا ہو تو مشتری اُس سے واپس لیگا اور اگر ثمن غلام کے پاس تلف ہوا ہو اور مشتری نے
اُس سے واپس لیا تو غلام اپنے موکل سے پھر واپس لیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ماذون نے زید کے ہزار درم غصب کر لئے
اور اُس سے عمرو نے وصول کر لئے اور اسکے پاس تلف ہوگئے پھر زید حاضر ہوا اور اُسنے یہ اختیار کیا کہ عمرو سے تاوان لے
تو ماذون بری ہو جائیگا پھر اگر ماذون یا اسکے سوائے کو عمرو سے اپنے تاوانی درم وصول کرنیکا وکیل کیا تو وکیل کا
اقرار وصول جائز ہے اسی طرح اگر مالک نے ماذون سے تاوان لینا اختیار کر کے عمرو کو وصول کرنیکا وکیل کیا تو بھی جائز ہے
لیکن اگر ماذون کے مولی کو اُس سے وصول کرنیکا وکیل کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مولی نے اس صورت میں وصول پانیکا اقرار کیا
تو باطل ہوگا۔ اور اگر مولی نے غلام مقروض کو مدبر کیا اور قرضخواہوں نے یہ اختیار کیا کہ مولی سے اُسکی قیمت تاوان لیویں
پھر مدبر کو یہ تاوان مولی سے وصول کرنیکا وکیل کیا تو یہ توکیل و اقرار وصول جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مدبر سے وکیل
ہو کر وصول کرنا اختیار کیا اور مولی کو اُس سے وصول کرنیکا وکیل کیا تو بھی جائز نہیں ہے پھر اگر مدبر کرنیکے بعد مولی نے
اُسکو آزاد کر دیا تو اُسپر ضمان عود نہ کریگی یعنی طالبوں کو یہ استحقاق حاصل نہوگا کہ اُسکو ضامن بناویں اور اگر وکالت
اولی میں اپنے رب سے کچھ وصول کیا تو یہ قبضہ قرضخواہوں کے حق میں جائز ہوگا اور اگر بعد آزاد کرنیکے انھوں نے وکیل کیا تو جائز ہے
یہ مبسوط میں ہے۔ اور ماذون کو رہن دینے اور رہن رکھنے کا اختیار ہے کذا فی الکافی۔ اگر ماذون نے اپنے قرضخواہوں میں سے
کسی کو اُسکا قرضہ ادا کرنا یا قرضہ کے عوض میں رہن دینا چاہا تو دوسرے قرضخواہوں کو روکنے کا اختیار ہے۔ اور اگر قرضخواہ ایک
ہی شخص ہو اور ماذون نے اُسکے قرضہ کے عوض میں رہن دیا اور دونوں نے برضامندی مال مرہون مولی کے پاس رکھا یا اُن
لوگوں کے پاس سے ضائع ہوا تو غلام کا مال گیا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہیگا اور اگر دونوں نے مولی کے کسی دوسرے غلام
یا مدبر یا بیٹے کے ہاتھ میں رکھا ہو اور مال میں تلف ہوگیا تو بعوض قرضہ کے گیا اسی طرح اگر ماذون مقروض کے کسی غلام کے
پاس رکھا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر اُسکا تلف ہو جانا سوائے غلام کے قول کے اور کسی طرح معلوم نہو تو بھی یہی حکم ہوگا یہ
مبسوط میں ہے۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ زمین اجارہ پر دیوے یا لیوے یا مزارعت پر دیوے اور لیوے خواہ بیج اُسکی طرف سے
ٹھہرے ہوں یا کاشتکار کی طرف سے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اُسکو اختیار ہے کہ گیہوں خرید کر کے اُسمیں زراعت کرے کذا
فی التبیین اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ گیہوں دوسرے شخص کو اس غرض سے دیوے کہ یہ شخص اپنی زمین میں آدھم کی
بٹائی پر بووے کذا فی النہایہ۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ماذون کو کفالت بالنفس یا بالمال جائز نہیں
ہے خواہ ماذون مقروض ہو یا نہ ہو اور اگر ماذون کے مولی نے اُسکو کفالت کی اجازت دیدی اور اُسنے کفالت لی تو
جائز ہے بشرطیکہ اُسپر قرضہ نہ ہو اور اگر قرضہ ہو تو نہیں جائز ہے اور شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ اگر ماذون نے کفالت
بالمال کو قبول کیا خواہ باجازت مولی ہو یا بلا اجازت ہو اور اُسپر قرضہ تھا تو بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا یہ ذخیرہ
میں ہے۔ اگر ماذون نے اپنے مولی کی اجازت سے زید کے واسطے ضمانت کر لی اور کہا کہ اگر بکر مر گیا اور ترکہ نہ چھوڑا
نہ کیا تو میں ضامن ہوں حالانکہ اُس غلام پر بکر کے ہزار درم قرضہ ہیں اور قرضہ ادا ہو کر جائیگا [illegible] معیادی نہیں
ہے پس قاضی نے اس غلام کو ہزار درم کو فروخت کیا تو یہ ہزار درم بکر کو دیگا [illegible] مبسوط [illegible]

کفالہ مر گیا اور زید کا حق ادا نہ کیا تو زید پہلے قرضخواہ بکر سے غلام کے ثمن میں سے بقدر حصہ مکفول بہ کے لے لیگا اور
اگر ماذون نے معجل یا موجل کفالت بالنفس باجازت مولے قبول کی پھر مولے نے اسکو فروخت کیا تو بائع ہی
اور مکفول لہ کو بیع توڑ دینے کا اختیار نہیں ہے مگر غلام کا جہان کہیں مشتری کے قبضہ میں پاویگا دامنگیر ہوکر اسکو کفالت
میں ماخوذ کریگا اور یہ ایک عیب ہے سو مشتری کو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے بائع کو واپس کر دے اور اگر مولی نے
اپنے غلام سے کہا کہ زید کے عمرو پر جو ہزار درہم آتے ہیں اسکی کفالت اس طور سے کرے کہ اگر عمرو بدون اس
مال کے ادا کرنے کے مر گیا تو میں ضامن ہوں پھر اگر مولے نے وہ غلام رب المال کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے
اور اسکا ثمن مولے کو ملیگا سو اسکو اختیار ہے جو چاہے سو کرے پھر اگر عمرو مر گیا اور قرضہ ادا نہ کیا تو زید اپنا قرضہ بائع
سے اس غلام کے ثمن سے واپس لیگا نہیں اگر اسکا قرضہ ثمن سے زیادہ ہو تو زیادتی باطل ہو جاویگی اور اگر
زید نے اسمین کوئی عیب پاکر مولے کو واپس کر کے اپنا ثمن واپس کر لیا ہو تو اس صورت میں وہ غلام اسکے قرضہ
کے عوض فروخت کیا جائیگا اور اگر ثمن بائع کے پاس تلف ہو گیا ہو اور مشتری نے عیب پایا تو اسکو واپس کرنیکا
اختیار ہے اور بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے مگر غلام اسکے ثمن کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر ثمن سے کچھ زیادہ
بکا تو زیادتی اپنے قرضہ میں لے لیگا یہ مغنی میں ہے۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ دوسرے سے شرکت عنان کرے مگر
شرکت مفاوضہ نہیں کر سکتا ہے اور اگر شرکت مفاوضہ کر لی تو وہ شرکت عنان ہو کر منعقد ہوگی نہ شرکت مفاوضہ
یہ محیط میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ شرکت عنان کبھی صحیح ہے کہ جب دونوں نے مطلقاً شرکت اختیار کی ہو نقد و ادھار
خریدنے کی قید نہ لگائی ہو اور اگر دو غلام ماذون التجارۃ نے اس طور سے شرکت عنان کر لی کہ باہم نقد و ادھار
خریدیں تو اسمیں سے ادھار نہیں جائز ہے اور نقد جائز ہے لیکن اگر دونوں کے مولاؤں نے نقد و ادھار خریدنے کی
شرکت کی اجازت دیدی حالانکہ دونوں ماذون بقرضہ نہیں ہیں تو جائز ہے جیسا کہ اگر ہر ایک کے مولے نے اسکو
کفالت کی یا ادھار خریدنے کی وکالت قبول کرنے کی اجازت دیدی تو جائز ہوتی ہے یہ نہایہ میں ہے اور اگر مولے
نے شرکت مفاوضہ کی اجازت دی تو بھی مفاوضہ علی سبیل العموم تمام تجارات میں جائز نہ ہوگی اور جب بعد اجازت
مولے کے بھی تمام تجارات میں جائز نہ ہوئی تو کیا علی سبیل الخصوص ایکبار جائز ہوگی سو امام محمد رحمہ نے اس مسئلہ کو
کتاب میں نہیں لکھا ہے۔ اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں لکھا کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جائز ہے اور کہنے والا یہ بھی کہہ
سکتا ہے کہ نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور ماذون کو یہ اختیار ہے کہ تجارت کی اجازت دیوے اور مکاتب کا اور
شریک عنان کا ایسی چیزیں جو دونوں کی شرکت کی ہے یہی حکم ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے ایک صورت میں اختلاف
کیا ہے وہ یہ ہے کہ نوع خاص کے مضارب نے اگر اپنی مضاربت کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو یہ غلام آیا
جمیع تجارات کے واسطے ماذون ہوگا یا اسی نوع خاص کے واسطے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ہمارے
نزدیک اصح یہ ہے کہ جمیع تجارات کے واسطے ماذون ہوگا کذا فی الظہیریہ اور ماذون کو اختیار ہے کہ مال کو مضاربت
کے واسطے دے اور لے اور بضاعت کے طور پر دے کذا فی المحیط۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ اپنی زمین میں
زراعت کرے اور ودیعت دے اور ودیعت لیوے اور عاریت دے اور عاریت لے کذا فی الذخیرہ۔
اور اسکو ہمارے نزدیک اختیار ہے کہ اپنے تئین جس کام کے واسطے چاہے اجارہ پر دیوے اور جو چیز اُسنے

کمائی ہی اسکو بلا خلاف اجارہ پر دے سکتا ہے کذا فی المحیط۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ اپنی باندی کو دودھ پلائی پر اجارہ دے اور جو باندی ماذونہ ہو تو اسکو اپنے تئیں دودھ پلائی پر اجارہ دینے کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے تئیں فروخت کرے یا رہن کرے کذا فی سراج الوہاج اور اپنے نکاح کرنیکا اختیار بھی نہیں ہے مگر باجازت مولے جائز ہے اور اگر اُسنے کسی آزاد عورت سے خود نکاح کر لیا تو دونون مین تفریق کر دیجاویگی اور بسبب دخول کے جو کچھ مہر اُسکے ذمہ لازم آیا اُسکے واسطے بعد آزادی کے ماخوذ نہ ہوگا کذا فی المحیط۔ اور اپنے مملوکون کا نکاح نہین کر سکتا ہے پس اگر اپنے غلام کا نکاح کر دیا تو بالاجماع نہین جائز ہے اور اگر باندی کا نکاح کر دیا تو بھی طرفین رحمہا اللہ کے نزدیک نہین جائز ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور لڑکے ماذون و مضارب و شریک عنان کا بھی یہی حکم ہے یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور ماذون کو اختیار نہین ہے کہ اپنے غلام کو مکاتب کرے اور اگر مکاتب کیا اور مولے نے اجازت دیدی تو جائز ہے بشرطیکہ ماذون مقروض نہ ہو پھر ماذون کو بدل وصول کرنے کی کوئی راہ نہین ہے بلکہ مولے کو استحقاق ہے اور اگر مکاتب نے ماذون کو دیا تو بری نہ ہوگا لیکن اگر ماذون کو مولے وصول کرنیکا وکیل کرے تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر مولے کی اجازت کے بعد ماذون مقروض ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر ماذون پر مال کثیر یا قلیل قرضہ ہو تو اُسکی مکاتبت باطل ہے اگرچہ مولے اجازت دیدے پس اگر مکاتبت رد نہ کی یہانتک کہ اُسکے مکاتب نے بدل ادا کیا پس اگر مولے نے اجازت نہین دی تھی تو مکاتب آزاد نہ ہوگا بلکہ ماذون کا رقیق کر دیا جائیگا اور اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور جو مال اُسنے مکاتبت مین لیا ہے وہ بھی قرضہ مین صرف کیا جائیگا۔ اور اگر مولے نے اجازت دیکر ماذون کو قبض البدل کا وکیل کیا ہو حالانکہ ماذون پر اسقدر قرضہ ہے کہ اُسکی جان و مقبوضہ مال کو محیط ہے پھر اُسکے مکاتب نے مال کتابت ادا کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ صورت اور صورت اولے قیاساً یکسان ہین اور صاحبین کے نزدیک وہ آزاد ہو جائیگا اور مولے اُسکی قیمت قرضخواہون کو تاوان دیگا اور اسی طرح جو مال کتابت مولے نے وصول کیا ہے وہ بھی واپس لیکر قرضخواہون کو تقسیم کر دیا جائیگا اور اگر ماذون کا قرضہ اُسکی جان و مال کو محیط نہ ہو تو اُسکا مکاتب بالاجماع آزاد ہو جائیگا پھر قرضخواہون کو اُسکی قیمت کی ضمان دیگا اور مال کتابت جو مولے و ماذون نے وصول کیا ہے وہ بھی قرضخواہ اپنے قرضہ مین لے لینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور قرضخواہون کو اختیار ہے کہ تحقیق عتق سے پہلے عقد کتابت کو باطل کر دین اور اگر باطل نہ کرائی یہانتک کہ مکاتب آزاد ہوگیا تو مولے اُسکی قیمت قرضخواہون کو تاوان دیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ماذون کے مکاتب نے بدل کتابت مولے کو مولے کی اجازت دینے سے پہلے ادا کیا تو آزاد نہ ہوگا اور جو کچھ مولے نے وصول کیا ہے وہ اُسی کو سپرد کر دیا جائیگا کیونکہ اُسکے غلام کی کمائی ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور ماذون کو اختیار نہین ہے کہ اپنی کمائی کے غلام کو بعوض مال کے آزاد کرے اور اگر اُسنے باوجود عدم اختیار کے مال پر آزاد کیا اور مولے نے عتق کی اجازت دیدی پس اگر ماذون مقروض نہ ہوگا تو مولے کی اجازت کارآمد ہوگی اور بدل وصول کرنے کا استحقاق مولے کو ہے اور اگر اس غلام پر کچھ قرضہ چڑھ گیا ہوگا تو بدل عتق مین سے کچھ اُسکے قرضہ مین صرف نہ کیا جائیگا اور اگر ماذون مقروض ہو پس اگر قرضہ اُسکے واسطے محیط ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک

موسے کی اجازت کارآمد نہوگی اور صاحبین کے نزدیک کارآمد ہوگی اور اگر قرضہ محیط نہ ہو تو بالاجماع اجازت کارآمد ہوگی اور موسے اُسکی قیمت قرضخواہوں کو تاوان دیگا اور قرضخواہوں کو عوض عتق لینے کے کوئی راہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور ماذون کو درم یا کپڑا یا ایسی چیز دینے کے ہبہ یا صدقہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور جو چیز اُسکو بلا شرط عوض ہبہ کی گئی اُسکا معاوضہ نہیں دے سکتا ہے اور قرض نہیں دے سکتا ہے۔ اور اگر موسے نے اُسکو ان تبرعات کی اجازت دیدی پس اگر اسپر قرضہ نہیں ہے تو خیر کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر قرضہ ہو تو اسمیں سے کوئی تبرع جائز نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ ایک پیسہ یا ایک گردہ روٹی یا درم سے کم چاندی صدقہ کرے اور درم سے کم چاندی صدقہ کرنے کے جواز پر کتاب المکاتب میں صریح حکم کیا ہے اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر ماذون نے صدقہ کیا اور مال صدقہ سوائے گیہوں کے کوئی ایسی چیز ہے جسکی قیمت درم یا زیادہ ہے تو جائز نہیں ہے یہ مغنی میں ہے۔ تو ماذون کو آسان بہت کم خرچ دعوت کرنے کا اختیار ہے اور یہ حکم استحسانا ہے اور اسکو بڑی ضیافت کا اختیار نہیں ہے پھر آسان وچھوٹی دعوت اور بڑی دعوت کے درمیان حد فاصل ضرور ہے پس شیخ محمد بن سلمہ رح سے روایت ہے کہ بمقدار مال تجارت پر ہے پس اگر اُسکا مال تجارت مثلاً دس ہزار درم ہوں اور اُسنے دس درم خرچ کرکے ضیافت کی تو آسان وچھوٹی ہے اور اگر دس درم ہوں اور اُسنے ایک دانگ ضیافت میں خرچ کیا تو عرفا یہ صرف کثیر ہے یہ تقریر تو اُسکی دعوت کے باب میں ہوئی اور رہا کلام ہدیہ میں سو ہم کہتے ہیں کہ ماذون کو ماکولات یعنے خورش کی چیزیں ہدیہ کرنیکا اختیار ہے اور اُسکے سوائے درم و دینار کے ہدیہ کا اختیار نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ماکولات میں بھی اسی قدر ہدیہ کر سکتا ہے جسقدر دعوت میں صرف کرنیکا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور واضح ہو کہ غلام ماذون کی دعوت قبول کرنے اور اُسکے کپڑے یا چوپایہ کو عاریت لینے میں شرعا کچھ ڈر نہیں ہے کذا فی الخلاصہ اور اگر ان چیزوں میں سے جو عاریت لی ہیں کوئی چیز مستعیر کے پاس تلف ہوگئی تو اُسپر ضمان لازم نہیں آتی ہے خواہ ماذون مقروض ہو یا نہ ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اور ماذون کا کپڑا پہننا مکروہ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر موسے نے اپنے غلام محجور کو ایک دن کی خوراک دی تو اسکو اختیار ہے کہ اس کھانے میں اپنے بعض رفیقوں کی دعوت کرے اسمیں شرعا کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر ایک مہینہ کی خوراک دی تو حکم اُسکے خلاف ہے اور عورت کو شرعا کچھ ڈر نہیں ہے کہ اپنے شوہر کی بلا اطلاع اُسکے گھر میں سے مثل گردہ روٹی وغیرہ کے خفیف چیز صدقہ کرے کذا فی الکافی۔ قال رضی اللہ عنہ اور ہمارے عرف میں جورو و باندی نقد مال صدقہ کرنے کے حق میں ماذونہ نہیں ہوتی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ماذون نے کوئی باندی فروخت کرکے مشتری کو دیدی پھر ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے یا بعد تمام ثمن یا کچھ مشتری کو ہبہ کر دیا یا مشتری کے ذمہ سے کم کر دیا تو یہ باطل ہے اور اگر مشتری نے بیع میں کچھ عیب لگایا اور ماذون نے قبضہ سے پہلے یا بعد کچھ ثمن ہبہ کر دیا یا کم کر دیا تو جائز ہے لیکن اگر تمام ثمن ہبہ کیا یا کم کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر ماذون نے کوئی باندی خرید کرکے قبضہ کیا پھر بائع نے ثمن ماذون کو ہبہ کر دیا تو جائز ہے اسی طرح اگر بائع نے اُسکے موسے کو ہبہ کیا اور اُسنے قبول کیا تو بھی یہی حکم ہے کہ یہ صورت بمنزلہ غلام کے ہبہ کرنے کے ہوگی خواہ غلام ہو یا نہ ہو اور اگر موسے نے اس صورت میں

یا غلام نے مجلس اول میں قبول نہ کیا تو یہ باطل ہو جائیگا اور ثمن ماذون کا بحالہ باقی رہیگا اور اگر بائع نے غلام کو
یا اسکے مولی کو ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے ثمن ہبہ کیا پھر غلام نے باندی میں کچھ عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا
ہی یہ حکم استحسانا ہے اور اسی طرح جو ثمن غیر معین ہوا سمیں یہی حکم ہے اور اگر ثمن کوئی اسباب معین قرار دیا گیا ہو اور
ماذون نے قبل قبضہ کے اپنا ثمن مشتری کو ہبہ کیا تو ہبہ جائز ہے اور اگر مشتری نے ہبہ قبول نہ کیا تو باطل ہے اور اگر
ماذون کے قبضہ سے پہلے مشتری نے باندی ماذون کو ہبہ کر دی اور ماذون نے قبول کیا تو جائز ہے خواہ غلام مقروض
ہو یا نہ ہو اور یہ قبل فسخ بیع قرار پائیگا اور اگر اُسنے ماذون کے مولے کو ہبہ کر دی پس اگر غلام مقروض نہو تو یہ فسخ
بیع بھی صحیح ہے اور اگر مقروض ہو اور مولے نے باندی موہوبہ کو قبول کیا اور قبضہ کر لیا تو یہ امر بیع کا نقض نہیں ہو اور
اگر باہمی قبضہ کے بعد عرض معین مشتری کو ہبہ کیا اور اُسنے قبول کیا تو ہبہ باطل ہے اور اگر مشتری نے باندی کو بعد
باہمی قبضہ کے ماذون یا اُسکے مولے کو ہبہ کر دی تو ہبہ بطریق ابتدائی احسان کے جائز ہے پھر اگر ماذون نے عرض
معین میں کچھ عیب پایا اور وہ مقروض نہیں ہے تو اسکو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر مقروض ہو اور صورت
یہ ہوئی کہ مشتری نے ماذون کو باندی ہبہ کی ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر صورت یہ ہوئی کہ مولے کو ہبہ کی ہے تو ماذون کو
اختیار ہو کہ بوجہ عیب کے عرض معین اسکو واپس کرے اور جو کچھ قیمت قبضہ کے روز باندی کی تھی وہ مشتری
سے تاوان لیوے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی اور ماذون نے اپنے مقبوضہ
مال میں سے ایک باندی بعوض ایک غلام کے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر کے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری کے
پاس باندی میں کوئی عیب آسمانی آفت سے یا فعل مشتری سے یا فعل اجنبی سے پیدا ہو گیا یا اُسکے بچہ پیدا ہوا یا
مشتری نے اُس سے وطی کر لی حالانکہ وہ باکرہ تھی یا ثیبہ تھی یا کسی اجنبی نے اُس سے وطی کر لی پھر مشتری نے
وہ باندی ماذون یا اُسکے مولی کو ہبہ کر دی حالانکہ غلام مقروض ہے یا نہیں ہے پھر ماذون نے غلام میں کچھ عیب
پایا تو اسکو اختیار ہے کہ عیب کی وجہ سے مشتری کو واپس کرے یہ مغنی میں ہے۔ اگر ماذون نے زید سے ایک
باندی بعوض ہزار درم و اپنے مقبوضہ ایک غلام کے جسکی قیمت ہزار درم ہے خریدی اور باہمی قبضہ کر لیا پھر زید نے
وہ ہزار درم جنکو ماذون سے لیکر قبضہ کیا ہے اور اُسکا غلام دونوں ماذون کو ہبہ کئے اور ماذون نے دونوں پر
قبضہ کر لیا پھر غلام ماذون نے اپنی خریدی ہوئی باندی کو بوجہ عیب کے واپس کرنا چاہا تو واپس نہیں کر سکتا
ہے اسی طرح اگر زید نے اُسکے مولے کو ہبہ کیا ہو درحالیکہ ماذون مقروض نہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ماذون مقروض
ہو اور یہ ہبہ اُسکے مولے کے واسطے واقع ہوا ہو تو ماذون کو عیب کی وجہ سے باندی واپس کرنے کا اختیار ہے
اور واپس کر کے بائع سے اپنے ہزار درم اور غلام کی قیمت لے سکتا ہے پس اگر اُسنے واپس کر کے بائع سے
یہ سب لے لیا پھر ماذون مقروض کو اُسکے قرضخواہوں نے بری کیا یا قرضہ اُسکو ہبہ کیا یا مولی یا وارثان مولی
کو ہبہ کیا تو ماذون نے جو کچھ بائع سے لیا ہے اُسمیں سے کچھ واپس نہ کریگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو تجارت
کی اجازت دی پھر اُس ماذون کا کسی شخص آزاد یا غلام یا مکاتب پر ثمن بیع یا مال غصب واجب ہوا اور ماذون
نے اُسکو مہلت دیدی تو استحسانا اسکا مہلت دینا جائز ہے اور اگر ماذون نے اُس سے اسطور سے صلح کی کہ ایک تہائی
بالفعل وصول کرے اور ایک تہائی کے واسطے مہلت دے اور ایک تہائی چھوڑ دے تو مہلت دینا جائز ہے اور چھوڑنا

باطل ہے اور اگر یہ مال جو واجب ہوا ہے اقراض ہو یعنے ماذون نے اسکو قرض دیا ہو پھر ماذون نے اُسکو مہلت دی تو بھی اسکو اختیار ہوگا کہ مہلت سے رجوع کرکے فی الحال اُس سے وصول کرے کذا فی المغنی اور اگر اسی طور پر راضی ہو تو بہتر ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکے اور ایک شخص زید کے عمرو پر ہزار درم واجب ہوئے جنمیں دونوں قرضخواہ شریک ہیں پھر ماذون نے عمرو کو اپنے حصہ کی مہلت دی حالانکہ فی الحال واجب الادا تھا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک تاخیر باطل ہے اور مال ویسا ہی فی الحال واجب الادا رہیگا اور دونوں قرضخواہوں میں اگر کوئی کچھ وصول کریگا تو وہ اُسکے اور اُسکے شریک کے درمیان مشترک ہوگا اور صاحبین کے نزدیک تاخیر جائز ہے اور تاخیر دہندہ کا ساتھی جسنے تاخیر نہیں دی ہے اگر اُسنے کچھ وصول کیا تو خاص اُسی کا ہوگا ماذون اُسمیں شرکت نہیں کرسکتا ہے تاوقتیکہ میعاد نہ آجاوے یہ مغنی میں ہے پھر جب میعاد پوری ہوگئی تو ماذون کو اختیار ہوگا چاہے اپنے شریک سے جو اُسنے وصول کیا ہے اُسکا آدھا لیوے پھر دونوں ملکر باقی مال قرضدار سے وصول کرینگے یا شریک کا وصول کیا ہوا اُسکے پاس رہنے دے اور اپنا حصہ قرضدار سے خود وصول کرے اور اگر ماذون نے میعاد پوری ہونے سے پہلے کچھ مال قرضدار سے وصول کیا تو اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُسمیں سے نصف تقسیم کرالے۔ اسی طرح اگر تمام مال قرضہ میعادی ہو اور ایک شریک نے میعاد پوری ہونے سے پہلے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو تقسیم کرالینے کا اختیار ہے۔ اور اگر قرضہ فی الحال واجب الادا ہو پھر ماذون نے قرضدار کو ایک سال کی مہلت دیدی پھر شریک نے اپنا حصہ وصول کیا پھر سال گذرنے سے پہلے قرضدار نے خود ہی وہ میعاد مہلت جو ماذون نے برضامندی دیدی باطل کردی تو میعاد باطل ہو جاویگی ولیکن صاحبین کے نزدیک تاوقتیکہ میعاد پوری نہ ہوجاوے ماذون کو اسقدر مال میں جو شریک نے وصول کیا ہے شرکت کا اختیار نہوگا پھر جب میعاد گذر گئی تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے شریک کے مقبوضہ میں ساجھی ہوجاوے اور اگر میعاد نہ گذری ولیکن قرضدار مرگیا اور مال فی الحال واجب الادا ہوگیا تو ماذون اپنے شریک کے مقبوضہ میں شریک ہوجائیگا اور اگر قرضدار نہیں مرا بلکہ دونوں نے میعاد توڑ دی پھر شریک نے اپنا حصہ وصول کیا تو ماذون کو اپنے شریک کے مقبوضہ میں ساجھا کرنیکا اختیار ہے اور اگر مال فی الحال واجب الادا ہوا اور شریک نے اپنا حصہ وصول کیا پھر ماذون نے قرضدار کو اپنے حصہ کی مہلت دیدی خواہ شریک کے وصول کرنے کا حال جانتا ہو یا نہ جانتا ہو تو صاحبین کے نزدیک مہلت دینا جائز ہے اور جب تک میعاد نہ گذرے تب تک اُسکو شریک کے مقبوضہ میں شرکت کی کوئی راہ نہیں ہے پھر جب میعاد گذر گئی تو اُسکو شریک کے مقبوضہ میں نصف کی شرکت کا اختیار ہوگا اور اگر ادا اسے مال کی ایک سال میعاد ہوا اور شریک نے میعاد سے پہلے وصول کر لیا پھر غلام نے قرضدار کو ایک سال آیندہ کی بھی مہلت دیدی خواہ اسکو شریک کے وصول کرنے کا حال معلوم ہے یا نہیں تو صاحبین کے نزدیک اسکا مہلت دینا جائز ہے اور جبتک پورے دونوں برس نہ گذریں تب تک شریک کے مقبوضہ میں ساجھا نہیں کرسکتا ہے۔ اور اگر مال فی الحال واجب الادا ہو اور شریک نے اپنا حصہ وصول کیا اور ماذون نے یہ مال کسی کو سپرد کر دیا تو جائز ہے الا یہ کہ جو کچھ قرضدار پر ہے وہ ڈوب جاوے پس اگر ڈوب گیا تو شریک کے مقبوضہ میں شریک ہوجائیگا۔ اور اگر مال ایک سال کی میعاد پر ہوا اور ماذون نے قرضدار

سے اپنے حصہ کے عوض ایک باندی خریدی تو شریک کو اختیار ہی کہ اپنے نصف حصہ کے واسطے ماذون کو ماخوذ کر کے
درم وصول کرے پس اگر شریک نے اپنے نصف حصہ کو ماذون سے درمون سے وصول کیا پھر ماذون نے
باندی مین عیب پایا اور بحکم قاضی اپنے بائع کو واپس کیا تو پھر مال قرض اپنی میعاد پر عود کریگا اور غلام اپنے
شریک سے جو کچھ اُسنے وصول کیا ہے واپس کریگا - اور اگر ماذون نے وہ باندی بلا حکم قاضی یا باقالہ واپس
کی ہو تو شریک سے جو کچھ اسکو دیا ہی واپس نہین لے سکتا ہی اور ماذون وشریک کے پانچ سو درم قرضداریہ
میعاد آنے پر واجب الادا ہونگے اور پانچسو درم غلام کے قرضدار پر فی الحال واجب ہونگے اسی طرح اگر ماذون نے
وہ باندی قرضدار سے پورے قرضہ ہزار درم مین خریدی ہو تو بھی یہی حکم ہی مگر فرق اسقدر ہی کہ اس صورت مین
شریک اپنا حصہ پانچ سو درم کامل ماذون سے لے لیگا پھر اگر بلا حکم قاضی یا باقالہ واپس کرنے کے وقت
بائع نے ماذون سے یہ شرط کرلی کہ اُسکا ثمن اپنی میعاد سابقہ پر واجب الادا ہووے تو اپنی میعاد پر واجب
الادا ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ماذون نے ایک غلام اس شرط سے خریدا کہ مجھے تین روز تک خیار ہے
پھر مدت خیار کے اندر بائع نے اُسکو ثمن سے بری کر دیا پھر ماذون نے وہ غلام بحکم خیار اُسکو واپس کیا تو
امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہی کذا فی الکافی - اقالہ بیع مین ماذون کا حکم مثل آزاد کے ہی پس اگر ماذون
نے کوئی باندی خریدی اور وہ اُسکے پاس بڑھ گئی یعنے اس مین کچھ زیادتی ہوگئی یہان تک کہ ثمن اُسکی قیمت
سے اسقدر گھٹ گیا جسقدر خسارہ لوگون کی برداشت مین نہین آتا ہی پھر ماذون نے اُسکی بیع کا اقالہ کرلیا تو
امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ماذون نے
ہزار درم کو ایک باندی خرید کر ثمن ادا کرنے سے پہلے اُسپر قبضہ کرلیا اور پھر بائع نے اُسکو ثمن سے بری
کر دیا پھر باہم بیع کا اقالہ کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک بیع کا اقالہ باطل ہی کذا فی الکافی اور
اگر اقالہ بیع سو دینار یا دوسری باندی یا دو ہزار درم پر کیا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک اقالہ باطل ہی اور
صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور اگر ماذون نے باندی پر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ بائع نے اُسکا ثمن اسکو ہبہ
کر دیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو بالاجماع اقالہ باطل ہی اسی طرح اگر ایسی حالت مین دوسرے دامون پر اقالہ
کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دونون نے بیع کا اقالہ نہ کیا و لیکن قبضہ سے پہلے ماذون نے اُس مین عیب پایا اور
راضی نہوا یا باندی کو دیکھا نہ تھا پھر جب دیکھا تو راضی نہ ہوا اور بیع توڑ دی حالانکہ بائع ثمن اسکو ہبہ کر چکا ہی
تو بیع توڑنا باطل ہی یہ مبسوط مین ہی - ابانہ مین منتقی سے منقول ہی کہ ماذون نے اپنی تجارت مین سے ایک غلام فروخت
کیا پھر مولے نے اُسکو محجور کر دیا پھر مشتری نے اُس غلام مین عیب پاکر واپس کرنا چاہا تو عیب کی وجہ سے
واپس کرنے مین خصم وہی غلام ماذون جو محجور ہوگیا ہی قرار دیا جائیگا پس اگر محجور نے عیب کا اقرار کر دیا تو اُسپر
کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر قسم سے انکار کیا اور قاضی نے اُسپر واپس کرنے کی ڈگری کر دی تو جائز ہی یہ تاتار
خانیہ مین ہی - اگر ماذون نے کوئی چیز خرید یا فروخت کی پھر مولے نے اُسکی بیع کا اقالہ کر دیا پس اگر ماذون
اُسوقت تک مقروض نہ ہو تو جو کچھ اُسکے مولے نے کیا ہی وہ ماذون پر جائز ہوگا اور اگر ماذون پر اسوقت
قرض ہو مگر مولے نے وہ قرضہ ادا کر دیا یا قرضخواہون نے غلام کو اپنے قرضہ سے بری کر دیا قبل اسکے کہ قاضی

اقالہ کو فسخ کرے تو جائز ہے اور اگر قاضی اقالہ کو فسخ کریگا پھر قرضخواہوں نے اپنے قرضہ سے اُسکو بری کیا تو فسخ کا حکم باقی رہیگا یعنے اقالہ فسخ رہیگا اور اگر کوئی عرض بعوض ثمن کے فروخت کرکے باہمی قبضہ کرلیا پھر باہم اقالہ کیا حالانکہ عرض تلف باقی ہے مگر ثمن تلف ہوچکا ہے یا بعد اقالہ کے تلف ہوا تو اقالہ پورا ہوجائیگا اور اگر ثمن باقی ہو مگر عرض تلف ہوگیا ہو خواہ قبل اقالہ کے یا بعد اقالہ کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی المبسوط امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ غلام ماذون نے اپنی کمائی میں سے کوئی مال عین فروخت کیا اور مشتری نے بعد قبضہ کے اسمین عیب لگایا اور عیب خواہ ایسا ہے جسکے مثل پیدا ہوسکتا ہے یا نہیں پیدا ہو سکتا ہے اور اسنے ماذون سے مخاصمہ کیا اور ماذون نے بغیر حکم قاضی بلا قسم و بلا گواہ جو عیب پر شاہد ہوں قبول کرلیا تو جائز ہے اور بیع ٹوٹ جاوگی اور اگر قبول نہ کیا یہانتک کہ قاضی نے گواہی کو یا انکار قسم یا اقرار عیب واپس کرنیکا حکم دیدیا تو جائز ہے یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر ماذون نے ہزار درہم کو ایک باندی فروخت کی اور باہمی قبضہ ہو لیا پھر مشتری نے اُسکا ہاتھ کاٹا یا اس سے وطی کرلی یا بدون کسی کے فعل کے اُسکی آنکھ جاتی رہی پھر دونون نے بیع کا اقالہ کرلیا حالانکہ اس سے ماذون کو خبر نہ تھی تو اسکو اختیار حاصل ہوگا چاہے لے یا مشتری کو واپس کردے اور اگر ہاتھ کاٹنے والا یا وطی کرنے والا کوئی اجنبی ہو اور اسپر ارش یا عقر واجب ہوا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کرلیا حالانکہ غلام جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اقالہ باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر غلام ماذون نے کسی کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اور مشتری نے اسپر قبضہ کرلیا پھر اسمین عیب پاکر غلام کو لیجا کر قاضی کے پاس نالش کی اور گواہ دیئے کہ یہ عیب ماذون کے پاس تھا اور قاضی نے غلام کو وہ باندی واپس کرلینے کا حکم کیا اور ثمن لے لیا پھر غلام نے اسکے بعد اسمین ایک دوسرا عیب جو مشتری کے پاس تھا دیکھا جو غلام کو وقت واپسی کے معلوم نہ ہوا تھا اور نہ قاضی کو معلوم ہوا تھا تو ماذون کو اختیار ہوگا چاہے فسخ کو توڑدے اور باندی مشتری کو واپس کرکے اس سے سب ثمن سوائے بمقدار عیب کے جو ماذون کے پاس کا ہے واپس کرلے اور اگر چاہے تو فسخ کو جائز رکھکر باندی اپنے پاس رکھے مگر جو عیب ماذون کے پاس تھا اُسکے نقصان میں کم یا زیادہ کچھ مشتری سے نہیں لے سکتا ہے یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر غلام نے اُسکو واپس نہ کیا یہانتک کہ اُسکے پاس باندی میں دوسرا عیب پیدا ہوگیا تو واپس نہیں کرسکتا ہے مگر ثمن میں سے اس عیب کا نقصان جو مشتری کے پاس پیدا ہوگیا ہے واپس لیگا جیسا کہ مشتری درصورت عیب قدیم پائے جانے اور اُسکے پاس دوسرا پیدا ہوجانے کے کرسکتا تھا پس مشتری کو اس صورت میں اختیار ہوگا کہ چاہے باندی کو مع اس عیب کے جو غلام کے پاس پیدا ہوا ہے لے پس اگر قبول کرلی اور ثمن دیدیا تو ماذون سے بقدر حصہ عیب قدیم کے جو ماذون کے پاس تھا ثمن میں سے واپس لیگا مگر دوسرے عیب کا نقصان واپس نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر دوسرا عیب ماذون کیوجہ سے کوئی جنایت یا وطی ہوا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اجنبی نے کوئی جنایت یا وطی کی ہو اور عقر یا ارش واجب ہوا ہو تو ماذون مشتری سے نقصان عیب جو مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے ثمن میں سے واپس لیگا اور اگر بعد فسخ کے بائع کے پاس باندی میں زیادتی متولدہ پیدا ہوگئی تو مشتری اُسکو نہیں لے سکتا ہے اور جسطرح یہ زیادتی مشتری کے پاس بحق شرعی مانع فسخ عقد ہوتی ہے اسی طرح بائع کے پاس بعد فسخ کے پیدا ہوجانے میں بھی یہی حکم ہے پس جب واپس کرنا متعذر ہو تو بائع کا حق یہ رہا کہ بقدر حصہ عیب کے واپس لے اور اگر مشتری نے ماذون کو پہلے بسبب عیب کے باندی واپس کردی اور ماذون نے اُسپر قبضہ کیا پھر مشتری نے پایا کہ اُسکا ہاتھ قطع کیا گیا ہے یا اُس سے وطی کی

کی گئی ہو اور اس عیب سے واپس نہ کیا یہانتک کہ اُسمین غلام کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوگیا تو مشتری کو
اختیار ہے چاہے باندی کو لیکر ماذون کو تمام ثمن دیکر پھر ثمن مین غلام سے بقدر حصہ عیب اول کے نقصان واپس
لے اور اگر چاہے تو ماذون کو بقدر نقصان اُس عیب کے جو اُسکے پاس پیدا ہوگیا ہے ثمن سے واپس دیدے
اور مراد اس نقصان سے یہ ہے کہ بسبب جنایت کے پیدا ہوا یا بسبب وطی کے درصورت باکرہ ہونیکے پیدا ہوا
کہ اُسکی مالیت مین بسبب وطی کے نقصان آگیا۔ اور اگر مشتری نے اُس سے وطی کی مگر وہ ثیبہ تھی کہ اُسمین
وطی سے کچھ نقصان نہیں آیا تو ماذون مشتری سے ثمن مین سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور وہ باندی ماذون
کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر مشتری کے پاس کسی اجنبی نے اُسکا ہاتھ کاٹا یا اُس سے وطی کی اور عقر یا ارش
واجب ہوا پھر قاضی نے ماذون کو بسبب اُس عیب کے جو ماذون کے پاس تھا ماذون کو واپس کردی اور
جو کچھ اجنبی نے مشتری کے پاس اُس سے کیا ہے وہ معلوم نہ ہوا پھر ماذون کے پاس باندی مین دوسرا عیب پیدا ہوگیا
پھر ماذون کو وہ عیب جو مشتری کے پاس پیدا ہوا تھا معلوم ہوا تو باندی مشتری کو واپس دیگا اور ماذون اُسکے
ساتھ اسقدر نقصان عیب کا جو اُسکے پاس پیدا ہوا ہے کہ جس سے اُسکی قیمت مین نقصان آیا ہے واپس دیگا
پھر ماذون مشتری سے ثمن واپس لیگا اگر اُسکو دے چکا ہو پھر مشتری ماذون سے عیب اول کا نقصان لے
لیگا اور اگر وہ عیب جو غلام کے پاس پیدا ہوا ہے کسی اجنبی کے فعل سے ہوا ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے یہ نقصان
ماذون سے لے لے اور ماذون اُس اجنبی سے پھر لیگا یا اجنبی سے لے اور اگر ماذون کے پاس اجنبی نے اُسکو
قتل کیا تو حکم یکسان ہے اور مشتری ماذون سے باندی کی قیمت لے لیگا اور اجنبی سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے
پھر ماذون اُسکی قیمت اجنبی سے پھیر لیگا بخلاف اسکے اگر جنایت تلف نفس سے کم واقع ہو کہ اُس صورت
مین یہ حکم نہیں ہے اور اگر ماذون نے وہ باندی بعد قبضہ مشتری کے فروخت کی تو بیع جائز ہے یہ مبسوط مین ہے
اور اگر ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی بعوض ایک باندی کے فروخت کی پھر دونوں نے اقالہ کرلیا اور
ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ ہر ایک باندی کے ایک بچہ پیدا ہوا جسکی قیمت ایک ہزار درم ہے اور ہر ایک باندی کی
قیمت بھی ہزار درم ہے تو ہر ایک اپنی باندی اور اُسکے بچہ کو لے لیگا اور اگر بعد اقالہ کے قبضہ نہ کیا یہانتک
کہ دونوں باندیاں مر گئیں تو ہر ایک اپنی باندی مقبوضہ کے بچہ کو مع اُسکی ماں کی نصف قیمت کے دوسرے کو
دیدے اور اگر ہر ایک باندی کی قیمت پانچ سو درم ہوں تو ہر ایک اُس بچہ کو جو دوسرے کے پاس ہے مع
اُسکی ماں کی تہائی قیمت کے لیوے اور اگر دونوں بچے مر گئے باندیاں زندہ ہین تو ہر ایک اپنی اپنی باندی دوسرے
سے لیوے اور اُس سے زیادہ کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں باندیاں اور ایک بچہ مر گیا تو جسکے پاس زندہ بچہ
موجود ہے وہ دوسرے کو دیدے اور دوسرے سے تہائی قیمت اُس باندی کی جو اُسکے پاس مر گئی ہے لے لے یہ ذخیرہ
مین ہے اور اگر ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی کو ہزار درم کو فروخت کرکے باندی قبضہ کرادیا پھر باہم اقالہ کیا
اور ہنوز ماذون نے باندی پر قبضہ نہ کیا تھا کہ عمرو نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اُس سے وطی کی جس سے اُسمین
نقصان آیا تو غلام کو خیار حاصل ہوگا پس اگر اُسنے باندی کا لینا اختیار کیا تو وطی کرنے والے یا ہاتھ کاٹنے والے
کا دامنگیر ہوکر عقر یا ارش وصول کریگا اور اگر اُسنے اقالہ توڑنا اختیار کیا تو عقر یا ارش مشتری کو ملیگا

ہزار درم کے ثمن مین کوئی عرض معین ہو تو ماذون کو اختیار ہوگا چاہے مشتری سے باندی لیکر وطی کنندہ یا جنایت کنندہ سے عقر یا ارش وصول کرے یا مشتری سے اُسکے قبضہ کے روز کی باندی کی قیمت لیکر باندی اُسکے پاس رہنے دیوے اور اُسکا عقر وارش مشتری کا ہوگا اسی طرح اگر جنایت کنندہ نے اسکو قتل کیا تو بھی غلام کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کنندہ کی مددگار برادری سے اسکی قیمت بطور دیت کے لیوے یا مشتری سے فی الحال اُسکی قیمت لیوے پھر مشتری جنایت کنندہ کی مددگار برادری سے تین سال مین اُسکی قیمت وصول کر لیگا اسی طرح اگر بعد اقالہ کے وہ باندی مشتری کے پاس مرگئی تو بھی غلام کو اختیار ہے کہ مشتری سے اُسکی قیمت وصول کرے اور اگر بعد اقالہ کے مشتری کے فعل سے باندی مین کچھ عیب پیدا ہوگیا تو ماذون کو اختیار ہوگا چاہے مشتری سے قبضہ کے روز کی قیمت لیوے یا باندی کو لیکر بقدر نقصان کے مشتری سے لیوے اور اگر قبل اقالہ کے مشتری نے اُسمین کوئی عیب پیدا کردیا پھر اقالہ کیا اور پھر غلام کو اُس عیب کی خبر ہوئی تو اختیار ہوگا کہ چاہے مشتری سے باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت لے لے یا باندی کو یون ہی عیب دار لیوے اور اسکے سوائے کچھ نہین ملیگا اور اگر ماذون نے جاندی کی چھاگل جسکی قیمت سو درم ہے بعوض دس دینار کے فروخت کی اور باہمی قبضہ کے بعد اقالہ کیا اور قبل قبضہ کے دونون جدا ہوگئے تو اقالہ ٹوٹ جاویگا یہ مبسوط مین لکھا ہے۔

چوتھا باب ماذون پر قرضہ چڑھ جانے اور مولے کا ماذون مین بطور بیع یا تدبیر و اعتاق وغیرہ کے تصرف کرنے کے مسائل کے بیان مین۔ واضح ہو کہ قرضہ تین طرح ہے۔ ایک وہ قرضہ جو اُسکی گردن سے بالاتفاق متعلق ہوتا ہے اور وہ استہلاک یعنی مال تلف کر دینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دوسرا وہ قرضہ ہے جو بالاتفاق اُسکی گردن سے متعلق نہین ہوتا ہے اور وہ ہر قرضہ ہے جو ایسی چیز کے عوض واجب ہوا ہو جو تجارت کے معنی مین نہین ہے جیسے بلا اجازت مولے نکاح کرکے وطی کرنے سے مہر واجب ہوا اور تیسرا وہ قرضہ ہے جسکے گردن سے متعلق ہونے اور نہ ہونے مین اختلاف ہے اور وہ ہر قرضہ ہے جو بسبب تجارت و اسکے امثال سے واجب ہوا ہو جیسے خرید و فروخت و اجارہ و استیجار و ضمان مغصوب و ودیعت و امانت درحالیکہ اُس سے منکر ہو جاوے اور جیسے استحقاق ثابت ہونے کے بعد خریدی ہوئی باندی سے وطی کرنے کی وجہ سے عقر واجب ہوا کیونکہ یہ بھی خرید کی جانب مستند ہے پس اُسی کے ساتھ ملحق کر دیا گیا کذا فی التبیین یہ معدن مین ہے۔ اور اگر زید نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی اور غلام نے خرید و فروخت شروع کی اور بعد چندے اُسپر بہت سے قرضے ہوگئے اور قرضخواہ لوگ اُسکو قاضی کے پاس لائے حالانکہ اُسکا مولے حاضر ہے اور مولی سے اُسکے فروخت کی درخواست کی پس اگر غلام کے قبضہ مین بالفعل مال موجود ہو کہ اُسکے ادائے قرض کے واسطے کافی ہے تو اُسکا قرضہ اُسکی کمائی سے ادا کیا جائیگا اور غلام اسکے قرضے مین فروخت نہ کیا جائیگا اور اگر بالفعل اسکے پاس موجود نہین ہے مگر اسکا مال غائب ہے کہ اُسکی درآمد کی امید ہے یا اُسکا کسی شخص پر ایسا قرضہ ہے جو فی الحال واجب الادا ہے اور اُسکے نکل آنے کی امید ہے تو قاضی اُسکے فروخت مین تعجیل نہ کریگا بلکہ انتظار کریگا کہ مال برآمد ہو یا قرضہ وصول ہو جاوے اور اس انتظار کی کوئی مدت مقرر نہین فرمائی اور ہمارے مشائخ مین سے بعضون نے فرمایا کہ اسکی مدت قاضی کی رائے پر ہے پس اگر کچھ مدت نہ گذری اور قاضی کی رائے مین انتظار کی میعاد گذر چکی تو غلام کو فروخت کردیگا

اور اگر اُسکی راے مین مدت ہنوز نہین گذری بلکہ انتظار کی گنجایش معلوم ہوئی تو فروخت نہ کریگا اور فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ انتظار کی مدت تین روز ہین پس اگر تین روز گذرنے پر اسکو مال غائب کے برآمد ہونے یا قرضہ کے وصول ہونے کی امید ہو تو انتظار کرے یہانتک کہ مال غائب برآمد ہو یا قرضہ وصول ہو اور اگر ایسا ہو یعنی تین روز کے گذرنے پر امید نہ ہو تو فروخت کردے پھر اگر دونون قولون کے موافق انتظار کی مدت گذر گئی اور مال غائب برآمد نہ ہوا اور قرضہ وصول نہوا تو قاضی غلام مقروض کو اُنکے قرضہ مین فروخت کریگا یہ سب اس صورت مین ہے کہ مولے حاضر ہو۔ اور اگر مولے غائب ہو تو جب تک مولے حاضر نہو قاضی اُس غلام کو فروخت نہ کریگا پھر اگر مولے کے حاضر ہونے پر قاضی نے اُس غلام کو فروخت کیا تو ثمن لیکر دیکھیگا کہ اگر ثمن سے تمام قرضے ادا ہو سکتے ہون تو ہر ایک قرضخواہ کو اُسکا پورا حق ادا کریگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو مولے کو دیدیگا اور اگر ثمن مین سے تمام قرضے ادا نہ ہو سکتے ہون تو ہر ایک قرضخواہ کو اُسکے حصہ رسد ثمن مین سے ادا کردیگا پھر جو کچھ ہر ایک کا قرضہ رہگیا اسکو غلام سے وصول کرنے کی کوئی راہ نہین ہے تاوقتیکہ وہ آزاد نہ ہو جائے یہ ذخیرہ مین ہے۔ پھر اگر اُس غلام کو اُسی مولی نے خرید کیا جسکے مواجہہ مین قاضی نے قرضخواہون کے واسطے وہ غلام فروخت کیا ہے تو قرضخواہ لوگ اپنے باقی قرضے کیواسطے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اُسکے دامنگیر نہین ہو سکتے ہین اگرچہ وہ غلام اُسی کی ملک مین آگیا جسکی ملک مین اُس غلام پر قرضہ واجب ہوا تھا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر بعضے قرضے فی الحال واجب الادا ہون یعنی غیر میعادی ہون اور بعضے میعادی ہون تو قاضی غلام کو فروخت کرکے غیر میعادی قرضخواہون کو اُنکے حصہ کے موافق دیکر باقی میعادی قرضخواہونکا حصہ رکھ چھوڑیگا کہ بروقت میعاد آنے کے اُنکو ادا کردیگا اور یہ سب اُسوقت ہے کہ سب ظاہر ہون اور اگر بعضے ظاہر اور بعضے غیر ظاہر ہون ولیکن سبب وجوب ظاہر ہوگیا ہو جیسا کہ غلام نے راہ مین کوئی کنواں کھودا اور اُسپر قرضہ ہے تو قاضی اُسکو فروخت کرکے قرضخواہ کو ثمن سے اُسکے قرضہ کے موافق دیدیگا اور اگر ثمن مثل قرضہ کے ہو یعنے دونون برابر ہون تو پورا اسکو دیدیگا پھر اسکے بعد اگر اُس کنوئین مین کوئی جانور گر کر مر گیا تو جانور کا مالک قرضخواہ سے لیگا پس بقدر قیمت جانور کے مالک کا اور بقدر قرضہ کے قرضخواہ کا ثمن مین حصہ لگایا جائیگا کذا فی التاتارخانیہ۔ اور اگر بعضے قرضخواہون نے قاضی سے اُسکے فروخت کی درخواست کی حالانکہ دوسرے قرضخواہ غائب ہین اور قاضی نے حاضرین کیواسطے اُسکو فروخت کیا تو سب کے حق مین اسکی بیع جائز ہے پھر حاضرین کو قاضی ثمن مین سے بقدر اُنکے حصہ کے دیدیگا اور غائبین کا حصہ رکھ چھوڑیگا۔ اور اگر غلام نے قبل فروخت کیے جانے کے یون کہا کہ مجھ پر فلان غائب کا اسقدر مال ہے اور مولے نے اُسکی قول کی تصدیق یا تکذیب کی مگر قرضخواہان حاضر نے کہا کہ فلان شخص کا اسپر تھوڑا یا بہت کچھ نہین ہے تو غلام کی اس بارہ مین تصدیق ہوگی پھر اگر فلان غائب نے حاضر ہو کر غلام کے قول کی تصدیق کی تو اپنا حق لے لیگا اور اگر تکذیب کی تو جسقدر قاضی نے اُسکے حق مین رکھ چھوڑا ہے وہ بھی حاضرین کو حصہ رسد تقسیم کردیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام نے بعد فروخت ہونے کے ایسا اقرار کیا اور مولے نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی تو قرضخواہون کے حق مین دونون کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور تمام ثمن قرضخواہان معروفین کو دیدیا جائیگا پھر اگر فلان غائب

سے حاضر ہو کر اپنے حق کے گواہ پیش کئے تو بحساب قرضخواہوں نے ثمن وصول کیا ہے اُسقدر اپنے حصہ کے
لے لیگا اور اگر قاضی نے چاہا کہ قرضخواہان حاضر سے غائب کے آنے تک جبتک غلام فروخت نہ ہوا ہو کوئی کفیل لیوے
اور قرضخواہوں نے اس سے انکار کیا تو وہ لوگ اس امر پر مجبور نہ کئے جاوینگے لیکن اگر اُنھوں نے خوشی خاطر
کفیل دیدیا تو جائز ہے اور اگر غائب نے حاضر ہو کر گواہ دئے کہ قبل بیع کے غلام نے میرے قرضہ کا اقرار کیا ہے
تو ایسا بھی جائز ہے پھر اگر قرضخواہوں حاضر نے کفیل دیا ہوا ور فلان غائب کا حق بگواہی گواہان ثابت ہوا
تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے قرضخواہوں سے اپنا حصہ لے لے یا کفیل سے وصول کر لے پھر کفیل اُسی قدر مال
قرضخواہوں سے واپس لے لیگا یہ مبسوط میں ہے پھر واضح ہو کہ اگر قاضی یا اُسکے امین نے قرضخواہوں کے
واسطے غلام کو فروخت کیا تو عہدہ بیع اُسکے ذمہ نہ ہوگا یہانتک کہ اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا تو قاضی
یا اُسکے امین کو واپس نہیں کر سکتا ہے ولیکن قاضی ایک وصی مقرر کریگا جسکو مشتری واپس کر دیگا اسی طرح اگر
مشتری سے یا قاضی یا اسکے امین نے ثمن وصول کیا اور اسکے پاس ضائع ہو گیا پھر وہ غلام مشتری کے پاس
سے استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن قاضی یا اُسکے امین سے واپس نہیں لے سکتا ہے بلکہ قرضخواہوں
قرضخواہوں سے واپس لیگا پھر اگر وہ غلام اُسکے بعد آزاد ہو گیا تو قرضخواہ لوگ اس سے اپنا قرضہ وصول کرینگے اور یہ
تو ظاہر ہے مگر جو کچھ اُنھوں نے ڈانڈ بھرا ہے وہ بھی واپس لینگے یا نہیں تو اسکا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہے اور ہمارے
مشایخ نے اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ تاوان غلام سے نہیں لے سکتے ہیں اور شیخ الاسلام خواہرزادہ
نے شرح کتاب الماذون میں ذکر کیا کہ قاضی نے اگر اپنے امین کو ماذون مدیون کے فروخت کیواسطے بدرخواست
قرضخواہان حکم کیا پس اگر یوں کہا کہ امین نے تجھے اس غلام کی فروخت کیواسطے امین مقرر کیا تو امین اس صورت
میں بیع کا عہدہ دار نہ ہوگا یعنی بیع کا عہدہ اُسکے ذمہ نہ ہوگا اور اگر فقط بیع کیواسطے کہا اس [illegible] کہا تو
اسمیں مشایخ نے اختلاف کیا اور صحیح یہ ہے کہ عہدہ بیع امین کے ذمہ لاحق نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے [illegible]
میں کہ مشتری نے وہ غلام بسبب عیب کے قاضی کے مقرر کئے ہوئے وصی کو واپس کیا تو قاضی [illegible] حکم کریگا
کہ یہ غلام فروخت کرے اور اُسکا عیب ظاہر کر دے پس اگر اُسنے فروخت کیا اور ثمن وصول کیا تو پہلے مشتری
کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر دوسرا ثمن بہ نسبت پہلے ثمن کے کم ہو تو بقدر کمی کے قرضخواہ لوگ مشتری کو
یہ تاوان دینگے اور امین اس کمی کا تاوان نہ دیگا اور اگر دوسرا ثمن زیادہ ہو تو مشتری کو اُسکا حق ادا کر کے باقی قرض
خواہوں کو دیدیا جائیگا اگر چہ [illegible] سے قرضخواہوں کا حق غلام سے منقطع ہو گیا تھا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر وہ غلام
امین کے پاس واپس آیا اور امین کے فروخت کرنے سے پہلے امین کے پاس مر گیا تو امین اُسکا ثمن قرضخواہوں
سے واپس لیکر مشتری کو دیدیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مولی نے غلام کی کمائی میں سے کچھ لے لیا پس اگر لینے کیوقت
غلام قرضدار نہ تھا پھر اُسکے بعد قرضدار ہو گیا تو جو کچھ مولے نے لیا ہے اسکا واپس دینا مولے پر لازم نہیں ہے اگر
وہ چیز بعینہ قایم ہو اور اگر تلف کر دی ہو تو ضمان لازم نہیں آتی ہے اور اگر اسوقت غلام قرضدار ہو تو جو کچھ مولے نے
لیا ہے اُسکا واپس دینا مولے پر واجب ہے بشرطیکہ بعینہ قایم ہو اور اگر تلف کر دی ہو تو ضمان لازم آویگی یہ مغنی
میں ہے۔ اور اگر مولے نے اس سے ہزار درم لیکر تلف کر دئے اور اسوقت اسپر پانچ سو درم قرضہ ہے

پھر اسکے بعد اُسپر اسقدر قرضہ ہوگیا کہ غلام کی قیمت اور جو کچھ مولیٰ نے لیا ہے سب کو محیط ہوگیا تو مولیٰ پر ایک ہزار درہم تاوان ادا کرنے اور وہ قرضخواہوں کو دیدیے جاوینگے اور غلام بھی قرضہ میں فروخت کیا جائیگا اور اگر غلام پر زیادہ قرضہ نہ ہوگیا ہو تو مولیٰ فقط نصف کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ماذون پر اسقدر قرضہ ہوگیا کہ اسکے تمام مال مقبوضہ اور اسکی گردن کو محیط ہے پھر اسکے بعد مولیٰ نے اُس سے دس درہم ماہواری محصول لیا یہانتک تک کہ مال کثیر وصول کیا تو جو کچھ مولیٰ نے وصول کیا وہ سب اُسکو دیا جاویگا اور یہ حکم استحسان ہے اسواسطے کہ مولیٰ کے اس طور پر محصول لینے میں قرضخواہوں کی منفعت ہے اس لئے کہ محصول وصول ہونے پر مولیٰ کی طرف سے غلام ماذون باقی رہیگا اور اگر اُس سے ماہواری سو درہم محصول لیا تو باطل ہے اور مولیٰ پر واجب ہوگا جو ایسے غلاموں سے لیا جاتا ہے اُس سے جسقدر زیادہ لیا ہے وہ سب واپس دیوے یہ مبسوط میں ہے۔ اور تتارخانیہ کا قرضہ ہر اُس کمائی سے جو قرضہ سے پہلے یا اسکے بعد حاصل کی ہے اور ہبہ و صدقہ سے ہو اسکو قرضہ سے پہلے یا بعد حاصل ہوا ہے متعلق ہوتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر غلام ماذون نے پانچ سو درہم قرضہ کا اقرار کیا پھر اسکو ہزار درہم قیمت کا ایک غلام ملا اور اسکو مولیٰ نے لے لیا پھر اسکے بعد غلام پر اسقدر قرضہ ہوگیا کہ جو مولیٰ نے لیا ہے اُسکی قیمت کو حاوی ہے تو مولیٰ سے وہ غلام لیکر فروخت کر کے اسکا ثمن سب قرضخواہوں کو تقسیم کر دیا جائیگا اور اگر مولیٰ نے پہلے قرضخواہ کا قرضہ ادا کر دیا تو غلام اسکے سپرد کیا جائیگا مگر دوسرے قرضخواہوں کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور مولیٰ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جسقدر اُسنے پہلے قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا ہے اُسکے واسطے خصومت کرے اور اگر پہلے قرضخواہ کا قرضہ مولیٰ نے ادا نہ کیا ہو بلکہ اُسنے ماذون کو معاف کر دیا ہو بعد ازانکہ غلام پر دوسرے کا قرضہ چڑھ گیا ہے تو وہ غلام جو مولیٰ نے لے لیا ہے دوسرے کے قرضہ میں فروخت کیا جائیگا اور اگر قرضخواہ اول نے غلام کو قبل دوسرے کا قرضدار ہونے کے اپنا قرضہ معاف کر دیا تو یہ غلام جو مولیٰ نے لے لیا ہے مولیٰ کو دیا جائیگا اور اگر معاف نہ کیا یہانتک کہ غلام دوسرے کا قرضدار ہوگیا پھر قرضخواہ اول نے کہا کہ میرا ماذون پر کچھ قرضہ نہیں تھا اور ماذون نے جو کچھ میرے واسطے اقرار کیا وہ سب باطل تھا تو بھی مولیٰ کو اُسکا غلام جو مقبوضہ دیا جائیگا اور دوسرے قرضخواہوں کو اختیار نہ ہوگا کہ مولیٰ سے اُسکی بابت کچھ لیوین بخلاف اسکے اگر قرضخواہ اول کا قرضہ ہوا اور وہ معاف کر دے تو قرضخواہوں کو اختیار ہوگا کہ اسکو لیکر فروخت کرا دین اور اگر مولیٰ نے قرضخواہ اول کے قرضہ کا اقرار کیا جیسا کہ غلام ماذون نے اقرار کیا ہے پھر قرضخواہ اول نے کہا کہ میرا کچھ نہیں آتا ہے اور میرے واسطے جو کچھ اقرار کیا ہے وہ سب باطل ہے تو دوسرے قرضخواہوں کو اختیار ہے کہ جو غلام مولیٰ نے لیا ہے وہ لے لیوین تاکہ اُنکے قرضہ میں فروخت کیا جاوے یہ مبسوط میں ہے۔ اور غلام ماذون جسطرح قرضہ تجارت کے واسطے فروخت کیا جاتا ہے اسی طرح جو چیز بمنزلہ تجارت سے ہے اُسکے واسطے بھی فروخت کیا جائیگا امام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کے واسطے اجازت دیدی تو جو کچھ حق اُسپر قرضہ تجارت کا یا غصب کا یا ودیعت کا جس سے انکار کیا ہے یا چوپایہ کی کونچین کاٹنے کی وجہ سے یا مضاربت یا بضاعت یا عاریت کی وجہ سے جس سے انکار کیا ہے یا کپڑے کی قیمت جسکو جلا دیا ہے یا مزدور کی مزدوری یا باندی کا مہر جسکو خریدا پھر اسپر استحقاق ثابت ہوا اور ماذون نے اُس سے وطی

کی ہی ہے سبب اُسپر لازم ہوگا کہ اسمین فی الحال ماخوذ ہوکر فروخت کیا جائیگا یہ محیط مین ہی- اور بعض مشایخ نے فرمایا کہ چوپایہ کی کوچین کاٹنے یا کپڑا جلا دینے کی ضمان کا حکم جو کچھ ذکر کیا ہی یہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ ماذون نے پہلے چوپایہ یا کپڑا غصب کر کے لیا پھر اُسکی کوچین کاٹ ڈالین یا جلا دیا ورنہ اگر قبضہ سے پہلے کوچین کاٹ ڈالین یا کپڑا جلا دیا تو امام ابو یوسف کے قول کے موافق فی الحال اُس سے مواخذہ نہونا چاہیے اور نہ فی الحال فروخت کیا جاوے ہان امام محمد رح کے قول کے موافق فی الحال مواخذہ ہوکر فروخت کیا جائیگا یہ مغنی مین ہی- اور اگر ماذون نے کسی شخص سے کسی مقام معلوم تک کے واسطے ایک جانور مستعار لیا پھر اسکو دوسری جگہ لے گیا یہان تک کہ مخالفت ضامن قرار پایا تو اُسکی ضمانت مین فروخت کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی- اگر ایک عورت سے نکاح کر کے اُسکے ساتھ دخول کیا پس اگر یہ نکاح باجازت مولی ہو تو دین مہر کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر قاضی کے فروخت کرنے کی صحت کے واسطے قرضخواہون اور مولی کا بیع کی اجازت دینا شرط ہی یہ مغنی مین ہی اگر زید نے اپنی باندی کو تجارت کی اجازت دی اور اُسپر قرضہ چڑھ گیا پھر اُسکو کوئی چیز ہبہ یا صدقہ دیگئی اور اُسنے کچھ مال تجارت وغیرہ سے حاصل کیا تو اس سب مال کے مقدار سولے سے زیادہ اُسکے قرضخواہ ہین یعنے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی- اگر ایک شخص نے اپنی باندی کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا تو کیا اُس باندی کا قرضہ اسکی اولاد پر بھی ساری ہوگا تاکہ مثل مان کے اولاد فروخت کیجاوے یا نہین ساری ہوگا پس اُسکی دو صورتین ہین یا تو قبل قرضہ چڑھ جانے کے بچہ جنی ہی پھر قرضدار ہوئی یا بعد قرضدار ہونے کے بچہ جنی پس اگر قرضدار ہوکر بچہ جنی ہو تو قرضہ اُسکے بچہ پر بھی ساری ہوگا کہ قرضہ مین اُسکے ساتھ اُسکا بچہ بھی فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولی دونون کی طرف سے فدیہ دیدے تو ایسا نہوگا یہ مغنی مین ہی- اور اگر ماذونہ باندی مقروضہ بچہ جنی پھر بعد ولادت کے اُسپر دوسرے قرضخواہون کا قرضہ ہوگیا تو سب اگلے و پچھلے قرضخواہ اُس باندی کی مالیت وثمن مین وقت فروخت کئے جانے کے مشترک ہونگے مگر اُسکے بچہ کا ثمن خاصۃً پہلے قرضخواہون کو ملیگا اور اگر اُسکے دو بچہ ہوئے ایک قرضہ سے پہلے اور دوسرا قرضہ کے بعد تو قرضہ صرف دوسرے بچہ پر ساری ہوگا نہ اول پر کذا فی المبسوط- اور غلام کا قرضہ اُس مال سے متعلق نہین ہوتا ہی جو مولے نے اُسکو تجارت کے واسطے دیا ہی بخلاف اُس مال کے جو اُسکی کمائی کا اُسکے پاس ہی اگرچہ مولے اُس مال کی نسبت کہدے کہ یہ میرا مال تیرے پاس تجارت کے واسطے ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو گواہون کے سامنے کچھ مال دیکر تجارت کی اجازت دی اُسنے خرید و فروخت کی اور اُسپر قرضہ چڑھ گیا پھر وہ مرگیا اور اُسکے پاس مال ہی مگر اُسمین سے مال بعینہ نہین پہچانا جاتا ہی تو جو کچھ اُسکے پاس ہی سب قرضخواہون کا ہی مولے کو اُسمین کچھ نہ ملیگا ولیکن اگر مولے اُسمین سے کوئی شے بطور معین پہچانے تو لے لیگا اُسکو قرضخواہ نہ پاوینگے اسی طرح اگر خاص ایسی کوئی چیز معلوم ہو جو اُسنے مال مولے سے خریدی ہی یا اُسکے عوض مال مولے فروخت کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی کذا فی المبسوط- اگر غلام نے اپنی حیات و صحت مین بعد مقروض ہوجانے کے اقرار کیا کہ یہ میرا مقبوضہ مال میرے مولے کا ہی جو اُسنے مجھے دیا تھا اور گواہون کے سامنے مال دینا ثابت و معلوم ہوا مگر گواہ لوگ مولے کا مال بعینہ نہین پہچانتے ہین تو غلام کا اقرار صحیح نہوگا اور اگر کسی اجنبی کے واسطے ایسا اقرار کیا تو صحیح ہی اور اگر مولے نے اپنے گواہ پیش کئے کہ یہ مال وہی ہی جو مین نے

غلام کو دیا تھا یا قرضخواہوں نے ایسا اقرار کیا تو وہ مال مولی کو ملیگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر غلام پر فی الحال واجب الادا
قرضہ اور میعادی قرضہ ہو اور مولے نے اُسکے ثمن سے فی الحال والا قرضہ ادا کیا پھر میعاد آگئی تو ان قرضخواہوں
کے قرضہ کا ضامن ہوگا اور پہلے قرضخواہوں نے جو کچھ لیا ہے وہ انھیں کے سپرد کیا جائیگا اور اگر پہلے
قرضخواہوں کے واسطے فروخت نہ کیا تو دوسروں کے واسطے فروخت کریگا۔ اور اگر فی الحال والے قرضخواہوں
نے قاضی سے غلام کی بیع کی درخواست کی تو فروخت کرکے اُنکو اُنکا حصہ دیکر باقی مولے کے پاس رکھ دیگا
یہانتک کہ میعاد آجاوے پس اگر میعاد آنے سے پہلے مولے کے پاس تلف ہوگیا تو مولی ضامن نہوگا اور
میعاد والے قرضخواہ پہلے قرضخواہوں کے مقبوضہ میں بقدر حصص شریک ہوجاوینگے اور اگر مولے نے وہ مال خود
تلف کر دیا یا اپنے قرضخواہ کو قرضہ میں دیا تو میعاد والے قرضخواہوں کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر مولی سے
وصول نہوا بلکہ ڈوب گیا تو دوسرے قرضخواہ پہلے والوں کے مقبوضہ میں شریک ہوجاوینگے پھر دونوں ملکر
اُس قرضخواہ سے جسکو مولے نے ادا کیا ہے واپس لینگے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر قاضی نے قرضخواہ کے واسطے غلام
نہیں فروخت کیا بلکہ مولے نے فی الحال والے قرضخواہوں کے واسطے اُنکی رضامندی سے فروخت کیا تو بیع جائز
ہے پھر اس ثمن میں سے نصف ثمن فی الحال والے قرضخواہوں کو دیگا اور نصف ثمن مولے کے سپرد کیا جائیگا پھر جب
میعاد والوں کا وقت آویگا تو وہ لوگ مولی سے نصف قیمت لے سکتے ہیں نصف ثمن لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر
نصف قیمت مولے سے وصول نہوئی ڈوب گئی تو جن قرضخواہوں نے نصف ثمن وصول پایا ہے اُنسے یہ قرضخواہ
کچھ نہیں لے سکتے ہیں اور اگر مولے نے اُسکو بدون حکم قاضی و بدون رضاے قرضخواہان فروخت کیا ہو تو بیع
باطل ہے پس اگر اُن لوگوں نے اجازت دیدی یا مولے نے اُنکا قرضہ دیدیا یا ثمن اداے دین کے لیے کافی تھا
وہ مولے نے انکو دیدیا تو بیع نافذ ہوجاویگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مولی نے بدون رضامندی قرضخواہوں کے
اپنے غلام ماذون قرضدار کو فروخت کرکے مشتری کے سپرد کر دیا پھر قرضخواہوں نے حاضر ہو کر اپنے قرضہ کی وجہ
سے غلام کا استیفا کرکے بیع کو فسخ کرنا چاہا حالانکہ بائع و مشتری دونوں حاضر ہیں تو قرضخواہوں کو فسخ بیع کا اختیار
ہے اور ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ قرضخواہوں کو اپنا قرضہ وصول نہوتا ہو اور اگر ثمن وصول ہوتا
اور اُس سے قرضہ پورا ادا ہوتا ہو تو فسخ بیع کا اختیار نہوگا پس اگر دونوں عاقدین بائع و مشتری میں سے کوئی غائب ہو
پس اگر مشتری غائب ہو اور بائع مع غلام کے حاضر ہو تو بالاجماع قرضخواہوں کو بائع سے مخاصمہ کرنے اور فسخ
کرنیکا اختیار نہیں ہے اور اگر فقط مشتری مع غلام موجود ہو تو امام ابوحنیفہ و امام محمد رح نے فرمایا کہ مشتری کے ساتھ
خصومت نہیں کر سکتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قرضخواہوں نے مشتری و غلام ماذون کو قابو نہ پایا وفقط بائع پر قابو پایا
اور اُس سے غلام کی قیمت کی ضمان لینی چاہی تو انکو ایسا اختیار ہے پھر جب بائع سے یعنی مولے سے انھوں نے ضمان لے لی
تو ہر ایک قرضخواہ اپنے پورے قرضہ کے حساب سے اُس قیمت میں شریک قرار دیا جائیگا اور باہم موافق حصہ رسد کے
تقسیم کر لینگے اور غلام کی بیع جائز ہوجاویگی اور ثمن مولے کو دیدیا جائیگا اور قرضخواہوں کو پھر اُس غلام سے کچھ
وصول کرنے کی راہ نہوگی جبتک کہ آزاد نہو جاوے چنانچہ اگر غلام اُنکے قرضہ میں فروخت کیا جاتا تو بھی یہی حکم تھا اور
اگر انھوں نے بیع کی اجازت دیدی تو ثمن انکا ہوجائیگا اور بائع قیمت سے بری ہوجائیگا پھر اگر قرضخواہوں کو وصول ہونے

سے پہلے بائع کے پاس تلف ہوگیا تو قرضخواہوں کا مال گیا اور بائع ضمان قیمت سے بری رہا پھر جب غلام آزاد ہو جاوے تو ہر قرضخواہ اپنے تمام قرضہ کے واسطے اُسکا دامنگیر ہو سکتا ہے۔ اور اگر بائع کے پاس ثمن تلف ہو جانے کے بعد قرضخواہوں نے بیع کی اجازت دیدی تو اجازت صحیح ہے اور یہ قرضخواہوں کا مال گیا ایسا ہی ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے اور اگر بعضے قرضخواہان نے ضمان قیمت لینا اختیار کیا اور بعضوں نے ثمن لینا پسند کیا تو انکو یہ اختیار حاصل ہے اور ایسا کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ مثلاً قیمت اُسکی بہ نسبت ثمن کے زیادہ ہو پس جنہوں نے قیمت لینی اختیار کی ہے اُنکو باعتبار قیمت کے اُنکا حصہ ملیگا اور جنہوں نے ثمن اختیار کیا ہے انکو ثمن کے حساب سے حصہ ملیگا چنانچہ اگر چار قرضخواہوں اور ایک نے ضمان قیمت پسند کی تو اُسکو چوتھائی قیمت ملیگی اور باقیوں کو جنہوں نے ثمن لینا پسند کیا ہے انکو تین چوتھائی ثمن ملیگا اور باقی چوتھائی ثمن مولے کو ملیگا اور پورے غلام کی بیع نافذ ہو جاوے گی اور یہ حکم بخلاف اسی صورت کی ہے کہ بائع و مشتری بیع غلام کے جو مشتری کے قبضہ میں ہے حاضر ہوں اور اگر بعضے قرضخواہوں نے بیع کی اجازت دی اور بعضوں نے باطل کیا تو باطل کرنے کا حکم مقدم رکھا جائیگا اور غلام میں سے کسی حصہ کی بیع جائز نہ ہوگی کذا فی المحیط۔ اور اگر قرضخواہوں نے بائع و مشتری میں سے کسی کو پایا اور غلام کو نہ پایا تو انکو اختیار ہے کہ بائع و مشتری میں سے جس سے چاہیں غلام کی قیمت تاوان لیویں پس اگر مشتری سے قیمت تاوان لی تو مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لیگا اور اگر بائع یعنی مولے سے ضمان لی تو بائع و مشتری کے درمیان بیع جائز ہو جاوے گی اور واضح ہو کہ دو اشخاص میں سے جس شخص سے قرضخواہوں نے تاوان لینا اختیار کیا اُسکے بعد دوسرا ضمان سے ہمیشہ کے واسطے بری ہو جائیگا یعنی پھر کبھی دوسرا ضامن نہیں قرار دیا جا سکتا ہے کذا فی المغنی۔ اور اگر قرضخواہوں نے بائع یا مشتری سے تاوان قیمت لے لیا پھر غلام ظاہر ہوا اور قرضخواہوں نے چاہا کہ جس سے قیمت لی اُسکو واپس دیکر غلام کو لے لیویں تو دیکھا جائیگا کہ اگر قرضخواہوں نے اپنے زعم کے موافق تاوان لیا ہے یعنی دعویٰ کیا کہ غلام کی قیمت اسقدر ہے اور جسکو ضامن ٹھہرایا ہے اُسنے انکار کیا پس قرضخواہوں نے گواہ پیش کرکے اپنا دعویٰ ثابت کیا یا مدعا علیہ سے قسم لیکر اُسکی نکول پر وہی قیمت لی ہو تو ایسی صورت میں غلام کو نہیں لے سکتے ہیں اور اگر ضامن کے کہنے کے موافق قیمت پائی ہے مثلاً ضامن نے کہا کہ قیمت نہیں ہے جو قرضخواہ دعویٰ کرتے ہیں بلکہ قیمت اُسکی اسقدر ہے اور قسم کھا لی اور قرضخواہوں کے پاس اُنکے دعویٰ کے گواہ نہیں ہیں پس انکو بقسم ضامن کے موافق ملے تو اس صورت میں غلام کو لے سکتے ہیں پھر واضح ہو کہ اگر قرضخواہوں نے مولے سے قیمت لینا پسند کرکے اُس سے قیمت وصول کر لی پھر غلام واپس ہوا اور مشتری نے اُس میں عیب پایا پھر بحکم قاضی بائع مولی کو واپس کیا تو مولی اُس عیب کی وجہ سے قرضخواہوں کو یہ غلام واپس کر سکتا ہے یا نہیں تو اُسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مولا بائع وقت بیع کے اس عیب سے آگاہ ہو اور اس صورت میں اگر وہ عیب ایسا ہو کہ اُسکے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے اور یہ ہوا ہے کہ بائع کو بہ گواہی گواہان یا بہ نکول بائع یا باقرار بائع واپس کیا گیا تو قرضخواہوں کو واپس کر سکتا ہے اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکے مثل حادث ہو سکتا ہے اور یہ ہوا کہ بائع کو بگواہی گواہان یا بہ نکول بائع واپس کیا گیا تو قرضخواہوں کو واپس دے سکتا ہے اور اگر بائع کے اقرار عیب کی وجہ سے واپس کیا گیا ہو تو قرضخواہوں کو واپس نہیں دے سکتا ہے لیکن اگر اس امر کے گواہ پیش کر دیے کہ مشتری کے حضور یہ عیب قدیم سے

پہلے یہ عیب اس غلام میں موجود تھا یا اس امر پر قرضخواہوں سے قسم طلب کرے اور وہ نکول کریں تو واپس دے
سکتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بائع کو مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے کے وقت اس عیب سے آگاہی ہوا ور اسوجہ
میں دو صورتیں ہیں کہ اگر قاضی نے اسپر عیب دار غلام کی قیمت کی ڈگری کی ہو تو اسکو اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہوں کو
غلام واپس کرے اور اگر قاضی نے اسپر بے عیب صحیح سالم غلام کی ڈگری کی ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ قرضخواہوں کو
غلام واپس کرے بشرطیکہ عیب ایسا ہو کہ اسکے مثل حادث نہ ہوسکتا ہو یا حادث ہوسکتا ہو مگر یہ گواہی گواہان
یا بہ نکول قسم قاضی نے اسکو واپس دیا ہو اور اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ قرضخواہوں نے بے عیب ہونے سے قیمت لینے کا
قصد کیا تب مولے نے کہا کہ جس وقت میں نے مشتری کے ہاتھ یہ غلام فروخت کیا ہے تب اسمیں عیب موجود تھا اور
قرضخواہوں نے اسکے قول کی تصدیق کرکے اس سے عیب دار غلام کی قیمت کی ضمان لی یا اسکی تکذیب کرکے کہا کہ نہیں
بلکہ جس وقت تو نے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا تھا اسوقت صحیح سالم تھا اور یہ عیب فقط مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے
اور ہمکو تجھ سے صحیح سالم غلام کی قیمت کی ضمان لینے کا اختیار ہے اور اس سے صحیح سالم غلام کی قیمت تاوان لی پس
اسکا حکم وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور اگر قرضخواہوں نے مولے سے قیمت حاصل کر لی پھر وہ غلام مشتری کے پاس
ظاہر ہوا اور مشتری اسکے عیب قدیم سے واقف ہوا اور ہنوز اسنے واپس نہ کیا تھا کہ اسمیں دوسرا عیب مشتری کے
پاس پیدا ہوگیا تو مشتری اسکو مولے کو واپس نہیں دے سکتا ہے لیکن نقصان عیب قدیم واپس لے سکتا ہے اور اگر
اسنے نقصان عیب مولی سے واپس لیا تو مولی کو اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہوں سے بقدر نقصان عیب کے واپس
لیوے اور یہ مسئلہ اس کتاب میں بلا ذکر خلاف مذکور ہے اور ہمارے بعضے مشایخ نے فرمایا کہ یہ فقط امام اعظم رح کا قول
ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رح کے نزدیک بقدر نقصان عیب کے قرضخواہوں سے واپس لے سکتا ہے اور اس
کتاب کے بعضے نسخوں میں یہ اختلاف صریح مذکور ہے یہ محیط میں ہے اور اگر مولے نے ماذون کا کوئی غلام رقیق
آزاد کیا حالانکہ ماذون پر قرضہ ہے پس آیا یہ عتق نافذ ہوگا یا نہیں تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو ماذون پر قرضہ مستغرق
ہوگا یا غیر مستغرق ہوگا پس اگر غیر مستغرق ہو یعنے اسکے تمام مال وجان کو محیط نہ ہو تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے
کہ عتق نافذ نہوگا پھر رجوع کیا اور فرمایا کہ نافذ ہوگا اور اگر قرضہ مستغرق ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک عتق مولی نافذ نہوگا
اس صورت میں انکا ایک ہی قول ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ ہر حال میں اسکا عتق نافذ ہوگا۔ اور یہ اختلاف جو امام اعظم
اور صاحبین کے درمیان ہے یہ ایک دوسرے مسئلہ پر متفرع ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ غلام پر قرضہ ہونا آیا غلام کی
کمائی میں مولے کی ملکیت واقع ہونے کا مانع ہے یا نہیں سو امام اعظم رح کے نزدیک اگر قرضہ مستغرق ہو تو مانع ہے
اور انکا اس صورت میں یہی ایک قول ہے اور اگر غیر مستغرق ہو تو امام اعظم رح سے دو قول مروی ہیں پہلا قول یہ ہے کہ مانع ہے
اور دوسرا یہ قول ہے کہ مانع نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک مانع نہیں ہے اگرچہ قرضہ مستغرق ہو و لیکن مولے اسکی کمائی
میں تصرف کرنے سے منع کیا جائیگا جب یہ ذہن نشین ہوگیا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر مولے نے غلام کی کمائی کا غلام
آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا خواہ تنگدست ہو یا خوشحال
ہو لیکن اگر مولے تنگدست ہو تو قرضخواہ کو غلام آزاد شدہ کا قیمت کے واسطے دامنگیر ہونے کا اختیار ہے پھر غلام
آزاد شدہ یہ قیمت اپنے آزاد کنندہ یعنے مولے سے واپس لے سکتا ہے بخلاف اسکے اگر ماذون نے خود آزاد

کیا اور ماذون کی تنگدستی مین آزاد شدہ نے قرضخواہون کیواسطے اپنی قیمت سعایت کرکے ادا کی تو یہ قیمت مولے سے
واپس نہین لے سکتا ہی کذا فی المغنی۔ اور اگر مولے نے اپنے ماذون مدیون غلامون کو آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے
نزدیک آزاد نہ ہونگے اور اُس سے یہ مراد ہی کہ قرضخواہون کے حق مین آزاد نہ ہونگے اور انکو اختیار ہوگا کہ
ان غلامون کو فروخت کرکے اُنکے ثمن سے اپنا قرضہ وصول کرین مگر مولے کے حق مین وہ لوگ بالاجماع آزاد ہو
جاوینگے حتی کہ اگر قرضخواہون نے انکو اپنے قرضہ سے بری کیا یا مولے کے ہاتھ اُنکو فروخت کیا یا مولے نے اُنکا قرضہ ادا
کردیا تو وہ آزاد ہونگے اور صاحبین کے نزدیک مولے کا عتق نافذ ہوگا اور قرضخواہون کیواسطے مولے اُنکی قیمت کا
ضامن ہوگا بشرطیکہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو یہ لوگ اپنی اپنی قیمت سعی کرکے قرضخواہون کو ادا کرینگے پھر مولی
سے واپس لینگے یہ ینابیع مین ہی۔ اور اگر ماذون پر بہت قرضہ ہوگیا اور مولے نے اسکو آزاد کرکے جو کچھ اُسکے پاس
تھا وہ سب مال لیکر تلف کردیا پھر قرضخواہون نے غلام کا دامنگیر ہونا پسند کرکے اُس سے قرضہ وصول کرلیا تو غلام
اُس مال کی قیمت مین سے جو اُس سے مولے نے لے لیا ہی بقدر اس قرضہ کے واپس لیگا اور اگر وہ مال بعینہٖ قائم ہو
تو غلام دامنگیر ہو کہ اُسمین سے بقدر قرضہ کے جو اُسنے ادا کیا ہی لے لیگا اور جسقدر زیادہ رہا وہ سب مولے کا ہوگا او
اسی طرح اگر قرضخواہون نے ماذون کو قرضہ معاف کردیا اور ماذون کو کچھ ادا نہ کرنا پڑا تو یہ بھی سب مال مولے کا
ہی غلام اُسمین سے مولے سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی۔ اسی طرح اگر ماذونہ باندی ہو اور اُسکو آزاد کرکے
اُسکا مال اور فرزند اور ہاتھ کٹنے کا جرمانہ یعنی دیت مولے نے لے لی اور حال یہ ہی کہ قبل ولادت وجنایت کے
اُسپر قرضہ چڑھ گیا تھا پھر قرضخواہ لوگ حاضر ہوے تو مولے اس امر پر مجبور کیا جائیگا کہ اُسکا مال اُسکو دیدے تاکہ
اپنا قرضہ ادا کرے اور فرزند وجرمانہ واپس دینے پر مجبور نہ کیا جائیگا اگر اُسکو آزاد نہین کیا ہی مگر باندی فروخت
کیجاویگی اور اُسکے ثمن اور ہاتھ کی دیت اُن سے قرضہ ادا کیا جائیگا اور اگر مولے نے اسکو آزاد کیا ہو تو قرضخواہون
کو اختیار ہوگا کہ مولے سے اُسکی قیمت تاوان لیوین پھر اُسکا بچہ بھی اُنکے قرضہ مین فروخت ہوسکتا ہی اور مولے سے
جرمانہ یعنی دیت بھی وصول کرسکتے ہین پھر بھی اگر کچھ قرضہ باقی رہا تو باقی کے واسطے باندی آزاد شدہ کے دامنگیر
ہونگے اور اُنکو یہ بھی اختیار ہی کہ مولے کو چھوڑکر تمام قرضہ کیواسطے باندی کے دامنگیر ہون پس اگر انھون نے
باندی سے دامنگیر ہوکر تمام قرضہ وصول کرلیا تو اُس باندی کا بچہ اور ہاتھ کی دیت سب مولی کو سپرد ہوگی اور
اُسی کی ہوگی اور باندی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بچہ اور دیت مولے سے واپس لیوے جیسے کہ اُسکو اپنی ذات کی
قیمت واپس لینے کا اختیار نہ تھا مگر یہ اختیار ہوگا کہ مولے نے جو کچھ مال اُس سے لیا ہی وہ واپس لیوے اسی طرح
اگر مولے نے وہ باندی قرضخواہون کے واسطے اُنکے قرضہ مین فروخت کردی اور ثمن وصول کرلیا پھر مشتری
نے وہ باندی آزاد کردی تو قرضخواہون کو اختیار ہی چاہین ثمن لیکر باقی قرضہ کے واسطے باندی کے دامنگیر ہون
یا تمام قرضہ کے واسطے باندی کے دامنگیر ہون پس اگر انھون نے اپنا تمام قرضہ باندی سے وصول کرلیا تو مولے
کو اُسکا ثمن جو اُسنے وصول کرلیا ہی دیدیا جائیگا اسی طرح اگر قرضخواہون کی اجازت سے مولے نے وہ باندی مکاتبہ
کردی تو بھی قرضخواہون کو اختیار ہی کہ جو کچھ مولے نے مال کتابت وصول کیا ہی سب لے لیوین اور جب تک
وہ باندی مکاتبہ ہی تب تک انکو اپنے کچھ قرضہ کے واسطے رجوع کا اختیار نہین ہی پھر اگر مولے نے تمام مال کتابت وصول

پایا اور وہ باندی آزاد ہوگئی تو قرضخواہون کو اختیار ہی چاہین مولے سے تمام مال کتابت وصول کرکے باقی قرضہ کے واسطے باندی کا پلو پکڑین یا باندی سے تمام قرضہ وصول کرین اور اگر اُنھون نے باندی سے تمام قرضہ وصول کیا تو مال کتابت جو مولے نے وصول کیا ہی سب مولی کو دیدیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی- جامع الفتاوی مین لکھا ہی کہ ماذون پر چار ہزار درم قرض ہین اور اُسکے پاس اسقدر اسباب موجود ہی جسکی قیمت تین ہزار درم ہین پھر مولی نے اُسکا یہ مال تلف کردیا اور غلام کو آزاد کردیا تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا چاہین آزاد شدہ سے اپنا قرضہ وصول کرین اور وہ اپنے مولی سے تین ہزار درم یعنی اسباب کی قیمت واپس لیگا یا مولی سے چار ہزار درم ضمان لیلین اور مولی اُس آزاد شدہ سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر مولی و قرضخواہون مین اختلاف ہوا کہ قرضخواہون نے مولی سے کہا کہ تو نے غلام کو آزاد کردیا اور ہمارا تجھپر قیمت لینے کا استحقاق ہی اور مولی نے کہا کہ مین نے آزاد نہین کیا ہی تو مولے کا قول قبول ہوگا اور وہ غلام قرضخواہون کیواسطے فروخت کیا جائیگا اور قرضخواہون کا اقرار باعتاق غلام اس غلام کی بریت کو متضمن نہین ہی اور جب بریت نہوئی اور اُنکا قرضہ اُنکے اقرار اعتاق کے بعد غلام پر رہا تو غلام اُنکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اُنکے قول کیطرف التفات نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی- غلام ماذون مدیون کو اگر اُسکے مولی نے بلا اجازت قرضخواہان کے فروخت کیا اور مشتری نے قبل قبضہ کے اُسکو آزاد کردیا تو عتق موقوف ہیگا پھر اگر قرضخواہون نے بیع کی اجازت دیدی یا مولی نے اُنکا قرضہ ادا کردیا یا اُنھون نے غلام کو قرضہ معاف کردیا تو عتق مشتری نافذ ہوگا اور اگر قرضخواہون نے اجازت بیع سے یا مولے نے اُنکے قرضہ ادا کرنے سے انکار کیا تو عتق باطل ہوگا اور وہ غلام قرضخواہون کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر مشتری نے بعد قبضہ کے آزاد کیا تو عتق نافذ ہوجائیگا اور جب بعد قبضہ کے مشتری کا آزاد کرنا نافذ ہوا تو اُسکے بعد قرضخواہون کو اختیار ہوگا چاہین بیع کی اجازت دیکر ثمن لے لیوین یا بائع سے قیمت کی ضمان لیین اور اگر قیمت غلام تاوان لی تو مولی کی بیع نافذ ہوجائیگی اور ثمن اُسی کو ملیگا یہ محیط مین ہی- اور اگر مشتری نے اُسکو آزاد نہ کیا بلکہ بیع یا ہبہ کرکے سپرد کیا پس اگر بیع اول بعض امور مذکورہ کے پائے جانے سے تمام ہوگئی یعنی قرضخواہون نے اجازت دیدی یا مولے نے قرضہ ادا کردیا یا ثمن اُنکے قرضہ کے ادا کیواسطے کافی تھا وہ اُنھون نے لے لیا تو جو تصرف مشتری نے غلام مین کیا ہی وہ نافذ ہوجائیگا- اور اگر مولے نے اُسکو فروخت نہ کیا بلکہ کسی شخص کو ہبہ کرکے سپرد کردیا پھر قرضخواہون کو تاوان قیمت ادا کردیا تو ہبہ نافذ ہوگا پھر اگر مولے نے بحکم قاضی یا بلا حکم قاضی ہبہ سے رجوع کرلیا تو وہ غلام مولی کو دیا جائیگا اور موہوب لہ پر اُسکی کچھ قیمت واجب نہ ہوگی اور نہ قرضخواہون کو غلام لینے کی کوئی راہ ہوگی- پھر اگر مولے نے اُس غلام مین کوئی عیب پایا جسکی سے قیمت مین بہ نسبت اُس قیمت کے جو اُسنے ڈانڈ بھری ہی نقصان آتا ہی تو مولے کو اختیار ہوگا کہ قرضخواہون کو غلام دیکر اپنی قیمت واپس کرلے اور اگر ہبہ سے رجوع کرنے کے بعد عیب پیدا ہونے سے پہلے مولی نے اُسکو آزاد یا مدبر کردیا یا اُسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا تو جسقدر صحیح سالم کی قیمت اور عیب دار کی قیمت مین تفاوت ہی اُسقدر نقصان واپس لے سکتا ہی مگر آزاد اور مدبر کرنے کی صورت کے سوا ہے اور صورت مین قرضخواہون کو بھی اختیار ہوگا کہ غلام کی قیمت مولی کو واپس کرکے غلام کو لیکر اپنے قرضہ مین فروخت کرین لیکن

اگر مولے یہ چاہے کہ قرضخواہوں سے نقصان کا مطالبہ نہ کرے اور غلام کو یونہی عیب دار رہنے دیوے تو کر سکتا ہے
اور اگر یہ صورت باندی میں ہو جس سے شبہ کے وجہ سے وطی کر لی گئی اور اسکا عقر لازم آیا ہے واقع ہوئی ہو تو اس
زیادت متصلہ کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے قرضخواہوں کو اسکے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی۔ اور اگر مولے نے ماذون
کو فروخت کیا اور مشتری نے اسکو عیب دار کر دیا پھر قرضخواہوں نے مولے سے قیمت ڈانڈلی پھر مشتری نے غلام
میں ایسا عیب پایا جسکے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے اور اسمین دوسرا عیب پیدا ہو گیا اور مشتری نے بائع
سے قیمت نقصان عیب قدیم واپس لی تو بائع کو اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہوں سے قیمت واپس لے مگر جو قیمت
ضمان میں دی ہے اسمیں سے بقدر حصہ عیب کے واپس لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر غلام ماذون نے
اپنے مولی کے ہاتھ کوئی چیز اپنی کمائی کی چیزوں میں سے بعوض مثل قیمت کے فروخت کر دی تو جائز ہے بشرطیکہ قرضدار
ہو اور اگر قرضدار نہ ہو تو جائز نہیں ہے اور صورت جواز میں اگر ثمن وصول کرنے سے پہلے ماذون مدیون نے
مبیع اپنے مولے کے سپرد کر دی تو مولے کے ذمہ سے ثمن ساقط نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ماذون مدیون
نے کم قیمت پر اپنے مولے کے ہاتھ فروخت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک نہیں جائز ہے خواہ تھوڑا نقصان
ہو یا بہت ہو اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہے خواہ نقصان قلیل ہو یا کثیر ہو مگر مولے کو یہ اختیار دیا جائیگا
کہ یا تو اس نقصان کو پورا کر دے یا بیع توڑ دے اور یہ جو ہمنے بیان کیا بعضے مشائخ کا بیان ہے اور بعضے مشائخ
نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ امام اعظم کا قول صاحبین کے قول کے مثل ہے اور اگر ماذون مدیون نے کسی اجنبی کے ہاتھ
فروخت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے خواہ مثل قیمت پر فروخت کیا ہو یا نقصان قلیل یا نقصان کثیر فروخت کی ہو
اور اجنبی سے یہ نہ کہا جائیگا کہ ثمن کا نقصان اسکی قیمت تک پورا کر دے پس امام اعظم رح کے نزدیک اصل یہ
ہے کہ ماذون نے اگر اجنبی کے ساتھ معاملہ کیا تو نقصان قلیل و کثیر کا متحمل ہو سکتا ہے۔ اور امام ابو یوسف و امام
محمد رح کے نزدیک اگر اجنبی شخص کے ہاتھ برابر قیمت پر یا فقط اسقدر نقصان ہو کہ لوگ اسکو اندازہ سے برداشت
کرتے ہیں فروخت کیا تو جائز ہے اور ایسے نقصان کی صورت میں مشتری سے یہ نہ کہا جائیگا کہ ثمن کو پوری قیمت
تک بڑھا دے کذا فی المغنی۔ اگر غلام ماذون نے اپنے مقبوضہ مال تجارت سے مولے کے مرض الموت میں کوئی
چیز خرید یا فروخت کی پھر مولے نے اس مرض میں انتقال کیا اور غلام نے اس خرید و فروخت میں محاباۃ کی
تھی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ بیع محاباۃ اگر ایسے نقصان کے ساتھ ہو کہ جسقدر لوگ اپنے اندازہ سے برداشت
کر لیتے ہیں تو جائز ہے بشرطیکہ محاباۃ اسقدر نہ ہو کہ مولے کے تہائی مال سے تجاوز کر جاوے اور اگر مولے کے
تہائی مال سے تجاوز کیا تو مشتری کو خیار دیا جائیگا چاہے تہائی سے زائد جسقدر نقصان ہے وہ ادا کر دے
یا بیع توڑ دے اور نہ ادا کرے بخلاف اسکے اگر مولے صحیح تندرست ہو اور غلام ماذون نے محاباۃ کے ساتھ
بیع کی اور ایسا غبن اٹھایا کہ لوگ اپنے اندازہ میں برداشت کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں تو امام اعظم رح کے
نزدیک ہر طرح بیع جائز ہے خواہ محاباۃ کا نقصان تہائی مال مولی سے تجاوز کرے یا نہ کرے اور یہ سب امام اعظم رح کا
قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر ماذون نے خرید و فروخت میں اسقدر محاباۃ کی کہ لوگ اندازہ میں ایسا خسارہ اٹھاتے
ہیں تو جائز ہے اور مشتری کو مبیع دیدی جاویگی بشرطیکہ مقدار نقصان مولے کے تہائی مال سے تجاوز نہ کرے اور اگر

تجاوز کرے تو مشتری مختار ہوگا چاہے پورا کردے یا بیع توڑ دے جیسا کہ اگر مولی نے خود خرید فروخت کرنے میں ایسی محاباۃ کی ہوتی تو یہی حکم تھا اور اگر ماذون نے اسقدر نقصان اٹھایا اور محاباۃ کی کہ لوگ ایسے اندازہ میں نہیں برداشت کرتے ہیں تو صاحبین کے نزدیک بیع جائز نہوگی یہانتک کہ اگر مشتری نے یہ بھی کہا کہ میں مقدار نقصان پورا کرتا ہوں اور بیع نہ توڑونگا تو اسکو یہ استحقاق نہیں ہے۔ یہ صاحبین کا قول ہے اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا اسوقت ہے کہ غلام پر قرضہ نہوا اور اگر اسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے رقبہ اور مال مقبوضہ کو محیط ہو یا نہوا اور اُسنے خرید فروخت میں قلیل یا کثیر محاباۃ کی تو صاحبین کے نزدیک بالاتفاق وہی حکم ہے جو غلام کے مقروض نہو نیکی صورت میں ہمنے بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ماذون پر قرضہ نہو بلکہ مولے پر قرضہ ہو تو اسمیں دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ قرضہ مولے کے تمام مال کو محیط ہو دوسرے یہ کہ محیط نہو پس اگر مولے کے تمام مال کو محیط ہوا اور ماذون نے خرید و فروخت میں محاباۃ کی تو محاباۃ مشتری کو سپرد نہ کیجاویگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مگر قلیل محاباۃ کی صورت میں بالاجماع مشتری مختار کیا جائیگا کہ چاہے مقدار نقصان کو پورا کردے یا بیع توڑ دے جیسا کہ خود مولے کی خرید و فروخت میں یہی حکم ہے اور اگر محاباۃ کثیر ہو تو مسئلہ میں اختلاف ہے امام اعظم رح کے نزدیک مشتری کو اختیار دیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک نہ دیا جائیگا قلت۔ یعنے بیع باطل ہوگی اور اگر قرضہ تمام مال مولے کو محیط نہو تو ماذون کی بیع جائز ہوگی خواہ محاباۃ قلیل ہو یا کثیر ہو اور مبیع مشتری کے سپرد کیجائیگی بشرطیکہ بعد ادائے قرضہ کے باقی مال مولی کی تہائی سے زائد محاباۃ نہوا اور اگر بعد قرضہ کے تہائی مال مولے سے محاباۃ تجاوز کرے تو مشتری مختار کیا جائیگا اور ماذون کی بیع مثل مولے کے خود بیع کرلینے کے قرار دیجائیگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر محاباۃ قلیل ہو تو خرید و فروخت جائز ہے اور محاباۃ مشتری کے سپرد کیجائیگی بشرطیکہ بعد قرضہ کے باقی مال مولے کی تہائی سے محابات تجاوز نہ کرے اور اگر تجاوز کرے تو محابات مشتری کے سپرد نہ کیجاویگی لیکن مشتری کو اختیار دیا جائیگا اور اگر محابات کثیر ہو تو صاحبین کے نزدیک مشتری کو اختیار نہ دیا جائیگا اور اگر مولے پر اسقدر قرضہ ہو کہ غلام کے رقبہ اور اُسکے پاس کے مقبوضہ مال کو محیط ہوا اور غلام پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے رقبہ اور اسکے پاس کے مقبوضہ مال کو محیط ہو تو محابات مشتری کے سپرد نہ کیجائیگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مگر قلیل محابات کی صورت میں مشتری کو اختیار دیا جائیگا یہ بالاجماع ہے اور اگر کثیر ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے کہ مشتری مختار کیا جائیگا اور صاحبین کے نزدیک مختار نہیں کیا جائیگا اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہے اسوقت ہے کہ ماذون نے اپنی کیواسطے محابات کی ہو اور اگر مولے کے بعضے وارثوں کے ساتھ معاملہ میں ایسی محابات کی ہو اور مولے اسی مرض میں مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل ہوگی اور وارث کو اختیار نہ دیا جائیگا اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہوگی اور وارث کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے بیع توڑ دے یا پوری قیمت تک ثمن پورا کردے اور محابات میں سے کچھ بھی وارث کو سپرد نہ کیا جائیگا اگرچہ مولے کے تہائی مال میں برآمد ہوتی ہو لیکن اگر باقی وارث لوگ اجازت دیدیں تو ہو سکتا ہے اور یہی حکم ہوگا خواہ مولے پر قرضہ ہو یا نہو یا غلام پر قرضہ ہو یا نہو یہ مغنی میں لکھا ہے اور اگر مولے نے ماذون کے ہاتھ کوئی چیز اُسکے مثل قیمت پر فروخت کی یا مثل سے کم پر فروخت کی تو جائز ہے پھر اگر ثمن وصول کرنے سے پہلے مبیع اُسکے سپرد کر دی تو ثمن باطل ہو جاویگا اور جب ثمن باطل ہوا تو ایسا ہو گیا کہ گویا اُسنے

بغیر ثمن فروخت کر دی پس بیع جائز نہ ہوگی اور بطلان ثمن سے یہ مراد ہے کہ تسلیم ثمن و اسکا مطالبہ باطل ہوگا اور
مولے کو اختیار ہے کہ مبیع کو واپس کر لے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور اگر مولے نے مبیع کو استیفاے ثمن کے واسطے
روک لیا تو جائز ہے جیسے اپنے مکاتب کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے کذا فی الکافی۔ اور اگر ثمن مین کوئی اسباب ٹھہرایا
تو مولی کو اختیار ہوگا کہ جو اسباب غلام سے خریدا ہے اسکا مطالبہ کرے یہ مغنی مین ہے اور اگر مولے نے اپنی متاع اپنے
ماذون کے ہاتھ فروخت کی اور اسکی قیمت سے زیادہ دامون پر خواہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر ہو فروخت کی تو زیادتی
مولے کے سپرد نہ کیجاویگی اور مولے کو خیار ہوگا کہ چاہے بیع توڑ دے یا قیمت مین سے زیادتی کو کم کر دے یہ کافی مین ہے
اگر ایک غلام ماذون قرضدار ہو اور اسکے ہاتھ اُسکے مولے نے اپنے مقبوضہ مال سے ایک کپڑا فروخت کیا تو اُس
کپڑے مین مولے کا غلام پر ثمن بطور قرضہ کے رہیگا کہ کپڑا فروخت ہو کر اُسکے ثمن مین سے مولی اپنا قرضہ وصول
کر لیگا پھر باقی قرضخواہون کا حصہ ہوگا اور اگر اسمین نقصان رہا تو بقدر نقصان کے قرضہ باطل ہو جائیگا یہ
تاتارخانیہ مین ابانہ سے منقول ہے اور اگر ماذون پر دو شریکون کا قرضہ ہو بعض قرضہ فی الحال واجب الادا ہو اور
بعض میعادی ہو اور مولی نے وہ غلام ایک شریک کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو دوسرے شریک کو ہبہ توڑ دینے کا
اختیار ہے اور اگر اُسنے توڑ دیا تو غلام فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے یہ شریک جسنے ہبہ توڑا ہے اپنا قرضہ سب
وصول کر لیگا اور جو باقی رہا وہ مولے کا ہوگا اور موہوب لہ کا شریک یا مولے و غلام پر کچھ حق نہ ہوگا اور اگر
مولے نے وہ غلام ایک شریک کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا حالانکہ قیمت اُسکی دو ہزار درم تھی اور دوسرے
شریک نے بیع توڑ دی خواہ قبضہ سے پہلے یا بعد تو وہ غلام دونون کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور دونون
اُسکے ثمن کو باہم تقسیم کر لینگے اور مشتری کا کچھ قرضہ باطل نہ ہوگا اور اگر ماذون پر میعادی قرضہ ہو اور مولی
نے ماذون کو قرضخواہ کے ہاتھ کمی قیمت یا زیادتی پر فروخت کیا تو ثمن کا مولے مستحق ہے یہان تک کہ ادا سے
قرض کی میعاد آجاوے تب وہ ثمن مولے اُسکے قرضخواہ کے سپرد کر دیگا اور اگر مولے کے پاس وہ ثمن تلف
ہو گیا تو قرضخواہ کو مولے سے لینے کی کوئی راہ نہین ہے۔ اور اگر اُس غلام ماذون پر کسی دوسرے کا بھی قرضہ مثل
قرضہ مشتری کے ہو اور اُسکی میعاد آگئی تو اُسکے واسطے مولے نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسکے سپرد کر یگا
اور وہ قیمت اُسی کی ہوگی اُسمین مشتری ساجھی نہین ہو سکتا ہے خواہ مشتری قرضہ مین شریک ہو یا نہ ہو اور اگر
اس قیمت مین جو اُسنے وصول کی ہے شریک ساجھی ہو گیا تو اُسکے سپرد نہ کیجائیگی بلکہ مولے اُس سے لے لیگا
پھر دوسرا شریک جسنے نہین خریدا ہے اگر مولے سے لے لیگا یہ مبسوط مین ہے اور مولی کو ماذون مقروض کے فروخت
کا اختیار نہین ہے لیکن اگر قرضخواہ اسکو فروخت کی اجازت دین یا مولے انکا قرضہ ادا کر دے یا قاضی خود اسکی
بیع کا حکم کرے تو بیع جائز ہے یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر ماذون پر میعادی قرضہ ہو اور مولی نے اسکو میعاد سے پہلے
فروخت کیا تو بیع جائز ہے کیونکہ قرضہ میعادی مولے کو بیع سے مانع نہین ہوتا ہے پھر جب میعاد آجاوے تو قرضخواہ کو بیع
توڑنے کا اختیار نہوگا ولیکن مولے سے قیمت کی ضمان لے سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور اگر مولے نے
غلام ماذون کو جسپر بہت قرضہ ہے آزاد کیا تو اعتاق جائز ہے اور قرضخواہون کو مولی اُسکی قیمت ڈانڈ دیگا پس اگر
قیمت اور قرض مساوی ہے تو ادا ہو گیا اور اگر قیمت کم ہو تو باقی قرض کیواسطے ماذون بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا یعنی قرضخواہ

اُس سے طلب کرینگے اور اگر قیمت قرضہ سے کم ہو تو فقط بقدر قرضہ کے مولی ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی اور
اگر ماذون پر قرضہ نہ ہو بلکہ اُسنے آزاد یا غلام کو خطا سے قتل کیا ہو اور مولے نے اسکو آزاد کر دیا پس اگر مولے کو
اس جنایت کا حال معلوم تھا تو اس فعل سے اُسنے یہ اختیار کیا کہ مین فدیہ دونگا پس اگر مقتول کوئی آزاد ہو تو
اُسکی دیت ادا کریگا اور اگر مملوک ہو تو اُسکی قیمت ادا کریگا لیکن اگر قیمت دس ہزار درم سے زائد ہو تو اسمین سے دس
درم کم کر دیے جاوینگے اور اگر اُسکو اس جنایت کا حال معلوم نہ تھا تو اس غلام کی قیمت تاوان دیگا لیکن اگر قیمت
دس ہزار درم تک پہونچ جاوے تو اسمین سے دس درم کم کر لیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اسپر قرضہ محیط ہو
اور جنایات بھی محیط ہون یعنے اُسکے رقبہ کو محیط ہون اور مولے نے اُسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ جانتا نہ تھا تو
قرضخواہون کو اُسکی پوری قیمت ڈانڈ دیگا اور والیان جنایت کو بھی پوری قیمت ڈانڈ دیگا لیکن اگر دس ہزار درم سے
زائد ہو تو دس درم کم کیے جاوینگے یہ تہذیب مین ہے۔ اور اگر مولے نے مدبر یا ام ولد کو تجارت کی اجازت دیدی
اور دونون مین سے ہر ایک پر قرضہ چڑھ گیا پھر مولے نے اسکو آزاد کر دیا تو مولی پر ضمان دین یا مدبر و ام ولد کی
ضمان قیمت لازم نہ آویگی کذا فی الکافی۔ اور اگر ماذون پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے رقبہ و مال مقبوضہ کو محیط ہو اور اس
حالت مین مولے نے اُسکی مقبوضہ باندی آزاد کر دی پھر قرضخواہون کو قرضہ ادا کر دیا یا قرضخواہون نے ماذون کو
قرضہ سے بری کر دیا یعنے قرضخواہون نے معاف کیا یہان تک کہ ایسا ہو گیا کہ اُسکی قیمت سے باقی قرضہ ادا ہو سکتا ہے
اور جو اسکے پاس مال ہے وہ قرضہ سے بڑھتی رہا تو مولے کا باندی آزاد کرنا جائز ہے۔ اور اگر مولے نے ماذون کی
باندی آزاد کر دی حالانکہ قبل عتق سے ماذون پر قرضہ محیط ہے پھر مولے نے اسکے بعد اس باندی سے وطی کی اور اس
سے ایک بچہ پیدا ہوا اور مولے نے اُسکے نسب کا دعوے کیا تو اُسکی دعوت جائز ہے اور مولے اُسکی قیمت کا
ضامن ہوگا کہ قرضخواہون کو تاوان ادا کریگا پھر باندی آزاد ہو جاویگی کیونکہ قرضخواہون کا حق اُس سے ساقط ہو گیا
اور وہ ام ولد ہوئی اور مولے پر واجب ہوگا کہ باندی کو اُسکا عقر ادا کرے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولے نے
اپنے ماذون مدیون کو مدبر کیا تو تدبیر جائز ہے اور قرضخواہون کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکی تدبیر کو توڑ دین اور جب
تدبیر نہین توڑ سکتے ہین تو انکو خیار ہوگا کہ چاہین مولے سے قیمت غلام تاوان لین یا غلام سے اپنے قرضہ کے
واسطے سعایت کراوین اور ان دونون باتون مین سے جس بات کو اختیار کر لیا پھر دوسری بات کا انکو
استحقاق نہ رہیگا باطل ہو جائیگا پس اگر مولے سے قیمت کی ضمان حاصل کی تو جب تک غلام آزاد نہو تب تک
غلام سے مطالبہ وغیرہ کی کوئی راہ انکو حاصل نہ ہوگی اور وہ غلام بحالہ ماذون باقی رہیگا اور اگر غلام سے
سعی کرانا اختیار کیا تو اسکی سعایت سے تمام و کمال اپنا قرضہ وصول کر لینگے پھر غلام بحالہ ماذون باقی رہیگا
پھر جب ماذون رہا اور اُسنے اسکے بعد خرید و فروخت کی اور اسپر پھر بہت قرضہ چڑھ گیا تو قرضخواہون کو بھی اختیار
ہوگا کہ غلام کو ماخوذ کرکے اُس سے اپنے قرضہ کے واسطے سعی کراوین مگر اُن لوگون کو مولے سے مواخذہ و مطالبہ
قیمت کا کچھ اختیار نہوگا ہان غلام سے سعایت کرا سکتے ہین بخلاف پہلے قرضخواہون کے جنکا قرضہ مدبر کرنے
سے پہلے غلام پر عائد ہو چکا ہے کہ اُنکے واسطے مولی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر دوسرے قرضخواہون نے
غلام سے سعایت کرائی اور مال سعایت سے اپنا قرضہ وصول کیا تو پہلے قرضخواہون کو جنھون نے مولی سے مدبر کی
کمائی

قیمت ضمان مین وصول کرلی ہے اس سعایت مین سے تھوڑا یا بہت کچھ استحقاق نہ ہوگا اور جو کچھ مال سعایت باقی رہیگا
وہ سب انہی کو ملیگا پہلے قرضخواہون کو جنھون نے قیمت تاوان لی ہے تھوڑا یا بہت کچھ نہ ملیگا اور اگر وہ مدبر
قتل کیا گیا یہان تک کہ اُسکی قیمت قاتل کے ذمہ واجب ہوئی تو اس قیمت مین سے پہلے قرضخواہون کو
جنھون نے مولی سے ضمان قیمت حاصل کرلی ہے کچھ نہ ملیگا بلکہ دوسرے قرضخواہ اس قیمت مین سے اپنا قرضہ وصول
کرینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر غلام ماذون پر تین ہزار درہم تین شخصون کے قرض ہون اور ماذون کی قیمت ایک ہزار
درہم ہو پھر مولی نے اسکو مدبر کردیا پس بعض قرضخواہون نے مولی سے قیمت لینا اختیار کیا اور بعض نے غلام
سے سعایت کرانا پسند کیا تو انکو ایسا اختیار ہوگا پس اگر دو قرضخواہون نے ضمان قیمت اختیار کی تو مولی
سے دو تہائی قیمت لے سکتے ہین اور ایک تہائی قیمت مولی کو مسلم رہیگی پھر جسنے سعایت غلام پسند کی ہے اگر
دوسرے دونون قرضخواہون کی قیمت وصول کرنے سے پہلے اُسنے اپنا حصہ سعایت غلام سے لے لیا تو اسکے لینے
مین دونون کو مشارکت کا اختیار نہوگا اور اگر سعایت سے وصول کرنا اختیار کرنے والے نے مولی سے اپنا حصہ
ضمان لینا چاہا یا دوسرے دونون قرضخواہون کی مقبوضہ قیمت مین شرکت چاہی تو اسکو بھی ایسا اختیار نہوگا اور اسیطرح
باقی دونون قرضخواہون کو بھی بعد ضمان قیمت اختیار کرنے کے ایسا اختیار نہوگا یعنے سعایت سے وصول کرنا اختیار
کرنے والے سے مشارکت یا سعایت غلام سے وصول کرنا اختیار نہین کرسکتے ہین اور اگر دونون نے مولی سے
ضمان قیمت لینا اختیار کرنے کے بعد یہ چاہا کہ مدبر کو اپنے قرضہ مین فروخت کرین تو ایسا نہین کرسکتے ہین اگرچہ مولی
انکو یہ استحقاق دیدے پھر اسکے بعد اگر مدبر نے خرید و فروخت کی اور اُسپر کئی شخصون کا قرضہ چڑھ گیا تو مدبر کی سب کمائی پہلے
قرضخواہ کے جسنے سعایت سے وصول کرنا اختیار کیا ہے اور پچھلے قرضخواہون کے درمیان مشترک ہوگی اور ان سب قرضخواہون
مین سے کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ اورون کے سوا سے خود کچھ وصول کرلے اور اگر پہلے قرضخواہ نے جسنے سعایت سے وصول
کرنا اختیار کیا ہے مدبر کی کمائی مین سے پچھلے قرضخواہون کے قرضہ چڑھنے سے پہلے کچھ لے لیا تو یہ اسی کو دیا جائیگا
یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر قرضخواہ اُس سے واقف نہوئے کہ مولی نے اپنے ماذون مقروض کو مکاتب کردیا یہان
تک کہ مکاتب نے سب بدل کتابت ادا کردیا اور آزاد ہوگیا تو مولی پر اسکی قیمت واجب ہوگی جیسے کہ فی الحال
آزاد کرنے مین واجب ہوتی تھی پھر اسکے بعد قرضخواہون کو یہ اختیار رہیگا کہ چاہین مولی سے غلام کی قیمت تاوان
لین اور جو کچھ اُسنے مکاتب سے لے لیا ہے وہ لے کر اپنے درمیان حصہ رسد تقسیم کرینگے اور اگر کچھ قرضہ باقی
رہا تو فی الحال مکاتب آزاد شدہ سے باقی قرضہ کے واسطے مطالبہ کرینگے یا اگر چاہین تو اپنے پورے قرضہ کے واسطے
غلام سے مواخذہ کرین پس اگر انھون نے غلام سے مواخذہ کرکے اپنا تمام قرضہ وصول کیا تو مولی کو غلام کی
قیمت اور مال کتابت بھی سپرد رہیگا اور غلام کو یہ اختیار نہوگا کہ اسمین سے تھوڑا یا بہت اپنے مولی سے واپس لے
یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام نے کچھ مال کتابت ادا کیا اور کچھ باقی رہا کہ اتنے مین قرضخواہ آکر موجود ہوئے یعنے انکو
آگاہی ہوئی تو انکو اختیار ہوگا کہ چاہین کتابت کو باطل کرین اور وہ غلام اُنکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور
اگر اُنھون نے کتابت باطل نہ کی بلکہ اجازت دیدی تو کتابت جائز ہے اور جو کچھ مال مولی نے اجازت کتابت سے
پہلے وصول کیا ہے اور جو کچھ باقی رہا سب قرضخواہون مین حصہ رسد تقسیم ہوگا۔ اور اگر وہ مال کتابت جو مولی نے

قبل اجازت کے وصول کیا ہو اُسکے پاس تلف ہو گیا پھر قرضخواہون نے اجازت دیدی تو کتابت جائز ہی اور موسلے اُس مال مقبوضہ کتابت کا ضامن نہوگا۔ اور اگر بعض نے کتابت کی اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو جبتک سب قرضخواہ اجازت نہ دین تب تک کتابت جائز نہ ہوگی۔ اور اگر اُنھون نے کتابت توڑ دینے کا قصد کیا اور اتنے مین مولے نے انکا قرضہ یا خود غلام نے ادا کر دیا تو پھر اسکے بعد انکو کتابت باطل کرنیکا اختیار نہ ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ماذون کا قرضہ میعادی ہو تو مولے کو اُس سے خدمت لینے کا اختیار ہی اور اگر فی الحال واجب الادا ہو تو قرضخواہون کو اُس سے ممانعت کرنے کا اختیار ہی اسی طرح اگر مولے نے ماذون کو سفر مین ساتھ لیجانے کا قصد کیا تو درصورت میعادی قرضہ ہونے کے قرضخواہون کو ممانعت کا اختیار نہ ہوگا اور اگر فی الحال واجب الادا ہو تو منع کر سکتے ہین اسی طرح مولے اسکو رہن کر سکتا ہی اور اجارہ دے سکتا ہی بشرطیکہ قرضہ میعادی ہو پھر اگر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے قرضہ کی میعاد آگئی تو یہ عذر ہوگا اور قرضخواہ لوگ اجارہ توڑ سکتے ہین مگر رہن راہن کی طرف سے لازم ہوگا اور میعاد آجانے پر قرضخواہون کو رہن کے توڑنیکا اختیار ہوگا جیسے کہ انکو اُس بیع کے توڑنیکا اختیار نہین ہوتا ہی جو مولے کیطرف سے نافذ ہوگئی لیکن مولے سے اُسکی قیمت کی ضمان لے سکتے ہین پھر اگر ایسا ہوا کہ جب قرضخواہون نے اُس سے ضمان لینے کا قصد کیا تب اُسنے فک رہن کر کے قرضخواہون کے سپرد کر دیا تو ضمان سے بری ہو جائیگا اور اگر قاضی نے اسپر ضمان قیمت کی ڈگری کر دی اسکے بعد اُسنے فک رہن کیا تو اسپر قیمت واجب ہوگی اور غلام اُسی کا ہوگا اور قرضخواہ لوگون کو غلام لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر مولے نے فک رہن سے انکار کیا اور قرضخواہون کے نام غلام کی ڈگری ہوئی کہ اسکو اپنے قرضہ مین فروخت کرین تو انکو ایسا اختیار ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ غلام ماذون قرضدار کو اُسکے مولے نے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور اسکو قرضہ سے آگاہ کیا تو قرضخواہون کو بیع رد کر دینے کا اختیار ہوگا اور اسکی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ قرضخواہ اُسکے ثمن کو وصول نہ پا سکتے ہون اور اگر وصول پا سکتے ہون اور بیع مین محاباۃ نہو تو انکو رد بیع کا اختیار نہوگا مگر صحیح یہ ہی کہ اگرچہ اُنکا قرضہ ثمن سے ادا ہو سکتا ہو تو بھی انکو بیع رد کرنیکا اختیار ہوگا یہ جامع صغیر مین ہی اور اگر اپنے قرضدار غلام کو فروخت کیا اور مشتری نے اسپر قبضہ کر لیا پھر بائع غائب ہو گیا تو مشتری قرضخواہون کا خصم نہ ٹھہرایا جائیگا بشرطیکہ قرضہ سے انکار کرے یہ امام اعظم اور امام محمد کا قول ہی اور اگر مشتری نے انکے قرضہ کی تصدیق کی تو بالاجماع قرضخواہون کو رد بیع کا اختیار ہوگا اور اگر بائع حاضر اور مشتری غائب ہو تو بالاجماع قرضخواہون اور بائع مین خصومت نہوگی تاوقتیکہ مشتری حاضر نہو ولیکن قرضخواہون کو بائع سے ضمان قیمت لینے کا اختیار ہوگا اور جب ضمان قیمت لے لی تو بیع جائز ہوگی اور ثمن بائع کا ہوگا اور اگر اُنھون نے اجازت بیع دیدی تو ثمن لے سکتے ہین یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر ماذون پر قرضہ نہو اور مولے نے اسکو حکم دیا کہ زید کیطرف سے ہزار درہم کی کفالت کرے پس ماذون نے مکفول لہ سے کہا کہ اگر زید تجھکو تیرے ہزار درہم جو اُسپر ہین نہ دیگا تو یہ مال مجھپر ہی تو ضمان جائز ہی اور اسی طرح اگر یون کہا کہ اگر زید مر گیا اور جو کچھ تیرا مال اسپر آتا ہی بے ادا نہ کیا تو وہ مجھپر ہوگا تو بھی اسکے قول کے موافق جائز ہی پھر اگر مولے نے اس ماذون کو اپنی ملک سے بطریق بیع یا ہبہ کے نکال دیا پھر مکفول عنہ یعنی زید مر گیا اور اسے حق مکفول لہ کے ادا نہ کیا تو مکفول لہ کو اختیار ہوگا کہ مولے سے ماذون کی قیمت

اور قرضہ سے جو مقدار کم ہو ضمان لے اور مولی کی بیع و ہبہ باطل ہوگا اسی طرح اگر ضمان درک کیواسطے ضامن
ہونے کا حکم کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مولے نے ایک مکان فروخت کیا اور ماذون کو حکم دیا کہ مشتری کیواسطے
ضمان درک کا ضامن ہوجاوے پھر مولے نے وہ ماذون فروخت کردیا پھر وہ مکان استحقاق میں لے لیا
گیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ مولے سے ماذون کی قیمت اور ثمن میں سے جو کم ہو اسکی ضمان لیوے باعتبار اسکے کہ
اسنے مشتری کا محل حق معدوم کردیا ہے اور اگر مولے نے اسکو اپنی ملک سے خارج نہ کیا یہانتک کہ ماذون پر
اسقدر قرضہ چڑھ گیا کہ اسکے رقبہ کو محیط ہوگیا پھر مشتری کے ہاتھ سے وہ مکان استحقاق میں لے لیا گیا تو غلام
کے ذمہ وہ مال جو اسکی گردن پر ہے مع مال ضمان سب لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مولے نے ماذون کے ہاتھ
اپنا کوئی گھر فروخت کیا پس اگر غلام مقروض نہو تو یہ بیع نہوگی اور اگر مقروض ہو تو بیع جائز ہے پس اگر اسکا ثمن اسکی
قیمت کے برابر یا کم ہو تو شفیع کو شفعہ پہونچتا ہے اور اگر زیادہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل ہوگی اور اسمین
شفعہ کچھ نہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ زیادت باطل ہوگی اور شفیع اسکو شفعہ میں برابر قیمت کے لیگا
بشرطیکہ مولے اسقدر پر راضی ہو یہ ینابیع میں ہے۔ اور اگر ماذون نے کچھ خرید و فروخت کیا تو اسمین مولی کا استحقاق
شفعہ ہوگا بشرطیکہ ماذون پر قرضہ ہو اسی طرح اگر مولے نے خرید و فروخت کیا تو اسمین ماذون کو استحقاق شفعہ
ہوگا اگر ماذون قرضدار ہو اور اگر قرضدار ہوگا تو دونوں میں سے ہر ایک کو سب صورتوں میں استحقاق شفعہ حاصل
ہوگا مگر ہاں ایک صورت ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر غلام نے ایک گھر اسکی قیمت سے اسقدر کمی پر جو لوگ اپنے
اندازہ سے گھٹا لیتے ہیں یا نہیں اٹھا لیتے ہیں فروخت کیا تو مولے کو اسمین شفعہ کا استحقاق نہوگا اور اگر غلام نے
اپنے مولے کے ہاتھ ایک گھر فروخت کیا حالانکہ اسپر قرضہ نہیں ہے اور ایک اجنبی اسکا شفیع ہے تو اجنبی کو شفعہ
نہ ملیگا اور اگر اسپر قرضہ ہو اور بیع اسکے مثل قیمت یا زیادہ پر واقع ہوئی تو اجنبی کو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر
قیمت سے کم ثمن پر واقع ہوئی تو امام اعظم رح کے نزدیک شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اور صاحبین کے نزدیک
شفیع اسکو برابر قیمت پر لے سکتا ہے ورنہ چھوڑ دے پس اگر شفیع نے چھوڑ دیا تو مولے کو اختیار ہوگا کہ چاہے
پوری قیمت میں خرید لے یہ مبسوط میں ہے مولے نے اگر اپنے ماذون کا نکاح کردیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں
ہے۔ ایک غلام ماذون التجارۃ نے ایک باندی خریدی اور وہ قرضدار نہیں ہے پس مولے نے اسی کے ساتھ
باندی کا نکاح کردیا تو جائز ہے اور وہ باندی تجارت سے باہر ہوگئی کہ ماذون اسکو فروخت نہیں کرسکتا ہے اور اسکے
بعد اگر ماذون پر قرضہ چڑھ گیا تو قرضخواہوں کیواسطے وہ باندی فروخت نہ کیجائیگی اور اگر ماذون نے قرضداری
کی حالت میں باندی خریدی ہو اور مولے نے اسی کے ساتھ نکاح کردیا تو قرضہ کی وجہ سے نکاح جائز ہوگا اور
ماذون کو اختیار ہوگا کہ اس باندی کو اور اس باندی سے جو بچہ ماذون کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے فروخت کرے
اور اگر بعد بیع کے مولے نے اسکا قرضہ ادا کردیا تو جائز ہے جیسا کہ قرضہ نہونے کی صورت میں جائز تھا پس یہ بھی
بمنزلہ اسی کے ہے یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر ماذون نے مولے کے حکم سے زید کیطرف سے ہزار درم کی کفالت کرلی حالانکہ
اسپر قرضہ نہیں ہے پھر مولے نے اسکو فروخت کیا تو مکفول لہ کو اسکی بیع توڑ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر بجائے
کفالت مال کے زید کی طرف سے کفالت بالنفس قبول کی ہو تو مکفول لہ کو بیع توڑنے کا اختیار نہوگا و لیکن غلام

سے جہان کہین ہوگا کفالت کا مواخذہ کرسکتا ہی اور یہ امر غلام مین عیب شمار ہوگا اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا
کہ چاہے اس عیب کی وجہ سے واپس کردے اور اگر اس طور سے کفالت ہو کہ اگر مطلوب تجکو اس مدت تک
تیرا حق جو اُسپر ہی ادا نہ کرے تو مین اُسکے نفس کا کفیل ہون تو ایسی کفالت کے عیب ہونیکی وجہ سے مشتری واپس
نہین کرسکتا ہی تاوقتیکہ شرط کا وجود متحقق ہو پھر جب شرط پائی جانے سے غلام پر کفالت واجب ہوجاوے
تو مشتری اسکو واپس کرسکیگا بشرطیکہ وقت خریدنے کے اسکو اس عیب سے آگاہی نہ ہوئی ہو اور اگر اسکو وقت خرید
کے معلوم ہوگیا ہو تو پھر اس عیب کی وجہ سے بھی واپس نہین کرسکتا ہی یہ مبسوط مین ہی مولے نے اگر قرضخواہون
کی اجازت سے ماذون کو فروخت کیا تو صحیح ہی اور قرضخواہون کا حق ثمن کیطرف متحول ہوجائیگا اور مولے
بمنزلہ وکیل کے ہوجائیگا حتیٰ کہ اگر مشتری سے وصول نہوا ڈوب گیا تو یہ قرضخواہونکا مال گیا اور اگر مولے نے
وصول کیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو بھی قرضخواہون کا مال گیا ولیکن قرضخواہونکا قرضہ ساقط نہ ہوگا بلکہ جب
غلام آزاد ہوجائیگا تو اس سے مواخذہ کرینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر مولے نے اپنے غلام ماذون کو
حکم دیا کہ اپنے زید کیطرف سے عمرو کے واسطے ہزار درم کی کفالت اس طور سے کی کہ اگر زید بدون عمرو کا مال ہزار
درم ادا کئے ہوئے مرگیا تو ماذون اس مال کا ضامن ہی تو یہ جائز ہی پھر اگر مولے نے عمرو کے ہاتھ یہ غلام
ہزار درم کو یا کم کو فروخت کیا تو بیع جائز ہی اور ثمن اسکا مولے وصول کرکے جو چاہے کرے پھر اگر مکفول عنہ
یعنے زید بدون ادا سے مال عمرو کے مرگیا تو خریدار یعنی عمرو کو مولے سے ثمن واپس لینے کا اختیار رہیگا کہ اسکو اپنے
ادا سے قرض مین شمار کرلیگا اور اگر مولے کے پاس وہ ثمن تلف ہوگیا ہو تو مولے کچھ ضامن نہوگا اور اگر تھوڑا
تلف ہوگیا ہو تو خریدار باقی کو اپنے ادا سے قرض مین لے لیگا اور جو تلف ہوگیا وہ نابود شمار ہوگا اور اگر مولے کے
پاس ثمن تلف ہوگیا پھر مشتری نے غلام مین کچھ عیب پاکر واپس کرنا چاہا تو واپس کرسکتا ہی اور مولے پر ثمن کی
بابت اُسکا کچھ حق نہوگا ولیکن وہ غلام اُسکے ثمن مین فروخت کیا جائیگا پس اُسکے ثمن سے اپنا ثمن جو اُسنے
مولے کو دیا تھا وصول کرلیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو اسکو اپنے پہلے قرضہ مین لے لیگا اور اگر دوسرا ثمن بہ نسبت
اول کے کم ہو تو مولے پر اس کمی مین کچھ واجب نہوگا کذا فی المبسوط

پانچوان باب جس سے ماذون مجبور ہوجاتا ہی اور جس سے مجبور نہین ہوتا ہی اُسکے اور جو اقرار مجبور سے متعلق ہی
اُسکے بیان مین۔ جاننا چاہئے کہ حجر سے اذن باطل ہوجاتا ہی ولیکن یہ شرط ہی کہ حجر مثل اذن کے ہو حتّےٰ کہ اگر
اذن عام ہو بایں طور کہ اسکو اہل بازار جانتے ہون تو حجر جب کارآمد ہوگا کہ جب حجر بھی عام ہو یعنے اکثر اہل بازار
اس سے واقف ہوجاوین اور اگر اس سے کم ہو تو کارآمد نہوگا بایں طور کہ ایک شخص یا دو شخصون کے سامنے یا تین
آدمیون کے سامنے یا اپنے گھر مین مجبور کیا خواہ غلام اُس سے واقف ہوجاوے یا واقف نہو یہ حجر کارآمد نہوگا اور
اگر اذن خاص ہو بایں طور کہ اُسکی اہل بازار مین یہ خبر منتشر نہوئی ہو مثلاً ایک یا دو یا تین شخصون کے سامنے غلام کو
ماذون کیا ہو تو اگر انھین لوگون کے سامنے غلام کو مجبور کیا اور غلام واقف ہوگیا تو یہ حجر کارآمد ہوگا یعنے غلام مجبور
ہوجائیگا یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر اذن فقط غلام کے سامنے ہو تو اُسی کے سامنے اسکو مجبور کردینا کارآمد ہوگا قال المترجم
اور حاضر و سامنے ہونے مین آگاہ ہونا کافی ہی علی ما اصطلح القوم رحمہ اور اگر غلام اُس سے واقف نہوا تو حجر

کارآمد نہ ہوگا اور اگر غلام کو اجازت دیدی اور وہ آگاہ ہو گیا پھر اسکو مجبور کیا اور وہ آگاہ نہ ہوا تو حجر کارآمد نہ ہوگا
اور اگر اسکو اذن دیا اور وہ آگاہ نہوا پھر مجبور کیا اور وہ آگاہ ہوا تو حجر کارآمد ہوگا کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر ماذون
کو اپنے گھر میں اکثر اہل بازار کے سامنے مجبور کیا تو مجبور ہو جائیگا یہ کافی میں ہے۔ **قال المترجم** حاصل یہ ہے کہ
اذن و حجر میں باعتبار عموم و خصوص و علم ماذون و عدم علم کے ترافق بلحاظ مساوات ہونی چاہئے۔ اور اگر ماذون
کسی شہر کو تجارت کے واسطے گیا پھر اکثر اہل بازار مولی کے مکان پر آئے اور انکے سامنے شہادت کے ساتھ
مولی نے ماذون کو مجبور کیا حالانکہ غلام اس سے واقف نہیں ہے تو وہ مجبور نہوگا اور یہ امر اسکے حق میں حجر نہ ہوگا
اسی طرح اگر غلام اس شہر میں موجود ہو مگر وہ حجر سے واقف نہوا تو یہ امر اسکے حق میں حجر نہ ہوگا اور حجر سے
قبل حجر سے واقف ہونے کے اپنے اہل بازار وغیرہ کے ساتھ تصرف کیا وہ سب نافذ ہوگا اور جب ایک یا دو
روز کے بعد غلام اس سے واقف ہوا تو واقف ہونے کے وقت سے وہ مجبور قرار دیا جائیگا اور قبل وقوف کے جو
خرید و فروخت اس سے صادر ہوئی وہ سب جائز ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ماذون کے مجبور کئے جانے کے بعد غلام
کے آگاہ ہونے سے پہلے مولی نے اسکو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور منع نہ کیا پھر غلام کو مجبور ہونا معلوم ہوا تو استحسانا
ماذون باقی رہیگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر مولی نے ماذون کو فروخت کیا پس اگر اسپر قرضہ نہو تو مجبور ہو جائیگا خواہ اہل
بازار واقف ہوا ہوں یا نہوں اور اگر اسپر قرضہ ہوا تو مشتری کا قبضہ کرنے سے پہلے مجبور نہ ہوگا بخلاف صورت اول
کے کہ اسمیں نفس بیع سے مجبور ہو جاتا ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ قرضہ فی الحال واجب الادا ہو اور اگر غلام کا قرضہ
میعادی ہو تو مولی کو اسکی بیع سے ممانعت نہ کیجائیگی یہ مراد ہے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مولی نے ماذون کسی
شخص کو ہبہ کردیا اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا تو مجبور ہو جائیگا پھر اگر ہبہ سے رجوع کیا تو اجازت عود نہ کریگی اور
یہی حکم بیع کی صورت میں ہے کہ اگر مشتری نے ماذون میں کوئی عیب پاکر بحکم قاضی اسکو واپس کیا تو اجازت عود نہ
کریگی اگرچہ مولی کی قدیم ملک پھر عود کر آئی ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مولی نے ماذون کو بطور بیع فاسد کے بعوض شراب یا
سور کے فروخت کرکے مشتری کے سپرد کیا اور مشتری نے قبضہ میں خرید و فروخت کی پھر بائع کو واپس دیا گیا
تو وہ مجبور رہیگا اسی طرح اگر اسپر مشتری نے بائع کے حکم سے بائع کے حضور یا عدم حضور میں قبضہ کیا یا بائع کے
حضور میں بغیر اسکے حکم کے قبضہ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بعد افتراق کے بلا حکم بائع کے اسپر قبضہ کیا تو مجبور نہ ہوگا
اور اگر مردار یا خون کے عوض فروخت کیا ہو تو بسبب بطلان بیع کے ان سب صورتوں میں مجبور نہ ہوگا یہ
مبسوط میں ہے اور اگر مولی نے بطور بیع صحیح کے تین روز کی اپنی خیار شرط پر فروخت کیا تو جبتک بیع نافذ ہو جاوے
تب تک وہ غلام ماذون رہیگا کیونکہ مولی کی ملک سے خارج نہیں ہوا اور اگر مشتری کیواسطے خیار کی شرط ٹھہری ہو تو
مجبور ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور اگر مولی نے اہل بازار کے حضور میں اپنے ماذون کو مجبور کیا حالانکہ غلام غائب ہے
اور مولی نے اسکے پاس حجر سے آگاہ کرنے کے واسطے ایک ایلچی بھیجا یا اسنے غلام کو آگاہ کر دیا تو غلام مجبور ہو جائیگا
خواہ وہ ایلچی آزاد ہو یا مملوک ہو خواہ عورت ہو یا مرد ہو خواہ عادل ہو یا فاسق ہو اسی طرح اگر اسکو خط لکھکر بھیجا اور خط
پہونچ گیا تو مجبور ہو جائیگا خواہ نامہ بر آزاد ہو یا مملوک ہو خواہ مرد ہو یا لڑکا یا عورت ہو خواہ عادل ہو یا فاسق ہو یہ مغنی
میں ہے۔ اور اگر ماذون کو مجبور ہو جانے کی خبر کسی ایسے شخص نے دی جسکو مولی نے نہیں بھیجا تھا تو

امام اعظم رح کے قیاس میں مجور نہ ہوگا تا وقتیکہ اسکو دو شخص خبر نہ دیں یا ایک شخص عادل جسکو غلام پہچانتا ہو خبر دے
اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ جو شخص عورت یا مرد یا لڑکا اسکو یہ خبر دیدے تو مجور ہو جائیگا بعد از انکہ خبر
سچی ہو کذا فی المبسوط اور قولہ بعد از انکہ خبر سچی ہو اس قول کے یہ معنی ہیں کہ اسکے بعد مولے اگر اقرار کرے کہ میں نے
مجور کیا ہے اور اگر اس نے انکار کیا تو مجور نہ ہوگا یہ محیط میں ہے- اور اگر ماذون پر جنون مطبق طاری ہوگیا کہ جس سے افاقہ نہیں
ہوتا ہے تو مجور ہو جائیگا پھر اگر اسکے بعد اسکو افاقہ ہوگیا تو اذن عود نہ کریگا یہ سراج الوہاج میں ہے- اور اگر جنون مطبق
نہ ہو یعنی جنون سے مجنون ہو جاتا ہو پھر افاقہ ہو جاتا ہو تو مجور نہ ہوگا- پھر جنون مطبق کی حد میں اختلاف کیا ہے امام
محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک مہینہ سے کم ہو تو جنون مطبق نہیں ہے اور اگر ایک مہینہ یا زیادہ ہو تو مطبق ہے پھر اس
قول سے رجوع کیا اور کہا کہ اگر ایک سال سے کم ہو تو مطبق نہیں ہے اور ایک سال یا زیادہ ہو تو مطبق ہے یہ مغنی میں ہے- اور
مجتبے میں ہے کہ اگر ماذون مرتد ہوگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مجور ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک نہ ہوگا پھر
جب دار الحرب میں جا ملا تو وقت لحوق سے صاحبین کے نزدیک اور وقت ارتداد سے امام اعظم رح کے نزدیک
مجور ہوگا اور اگر اسپر بیہوشی طاری ہوئی یعنی بدون نشہ پیئے ہوئے اغماء طاری ہوا تو مجور نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں
ہے- اور اگر وہ دار الحرب میں چلا گیا اور مشرکوں کے ہاتھ گرفتار ہونے کے بعد قید ہو کر آیا تو اسکا مولے اسکا حقدار
ہوگا اور جو قرضہ اسپر تھا وہ بحالہ باقی رہیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ قرضہ باطل ہو
جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ماذون بھاگ گیا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک مجور ہو جائیگا پھر اگر اباق
سے واپس آیا تو کیا اذن عود کریگا یا نہیں سو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب میں ذکر نہیں کیا اور مشائخ
نے اسمیں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ عود نہ کریگا یہ محیط میں ہے- اور اگر غلام نے حالت اباق میں خرید و فروخت
کی تو اسمیں سے اسپر کچھ لازم نہ ہوگا پھر اگر غلام کے ساتھ معاملہ بیع کرنے والے نے یہ کہا کہ غلام بھاگا
ہوا نہ تھا بلکہ مولے نے اسکو بھیجا تھا اور مولے نے کہا کہ بھاگا ہوا تھا تو قول اسی کا لیا جائیگا جسنے غلام سے
بیع کا معاملہ کیا ہے اور مولے پر گواہ لانا واجب ہوگا کہ میرا غلام بھاگا ہوا تھا اور اسنے حالت اباق میں اسکے ساتھ
خرید و فروخت کا معاملہ کیا تھا اور اگر دونوں نے اپنے دعوے کے گواہ پیش کئے تو جسنے غلام سے معاملہ بیع
کیا ہے اسی کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر مولے اور معاملہ کرنے والے نے غلام کے اباق پر اتفاق کیا مگر معاملہ کرنے
والے نے کہا کہ میں نے اباق سے پہلے اسکے ساتھ معاملہ کیا تھا اور مولے نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد اباق کے معاملہ
کیا ہے تو بھی معاملہ کرنے والے کا قول لیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بھی بائع کے گواہ مقبول ہونگے یہ
مغنی میں ہے- اگر غلام مدبر کو ماذون کیا ہو اور وہ بھاگ گیا تو مجور ہوگا اور اگر غلام ماذون کو کسی شخص نے غصب کیا
تو کتاب میں اسکا حکم مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ مجور نہ ہوگا اور اگر ماذون کو حربی دشمن نے
قید کر لیا تو دار الحرب میں محفوظ کر لینے سے پہلے مجور نہ ہوگا اور جب لیجا کر دار الحرب میں محفوظ کر لیا تو مجور ہو جائیگا
پھر اگر اسکے بعد وہ غلام اسکے مولے کے ہاتھ آیا تو ماذون نہو جائیگا یعنے اذن عود نہ کریگا یہ فتاوی قاضی خان
میں ہے- غلام ماذون نے ایک غلام خریدکر اسکو تجارت کیواسطے اجازت دی تھی کہ اجازت صحیح ہوئی پھر مولے
نے دونوں میں سے ایک کو مجور کیا پس اگر دوسرے کو مجور کیا تو اسکا مجور کرنا صحیح نہیں ہے خواہ اول پر قرض ہو یا نہو اور اگر

اول کو مجبور کیا تو مجبور ہو جائیگا پھر آیا دوسرا بھی مجبور ہو جائیگا یا نہیں سو اگر اول پر قرض ہو تو مجبور ہو جائیگا اور اگر
اول پر قرض نہو تو دوسرا مجبور نہ ہو جائیگا قال المترجم کذا فی النسخۃ الموجودۃ۔ اور اگر ان میں سے کوئی بات
نہوئی بلکہ غلام اول مرگیا تو اسکا حکم وہی ہے جو غلام اول کے مجبور کر دینے میں مذکور ہوا ہے۔ اگر غلام اول نہیں
مرا بلکہ مولے مرگیا تو دونوں غلام مجبور ہو جاوینگے خواہ غلام اول مقروض ہو یا نہو یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اپنے
مکاتب کے ماذون کو مولے نے مجبور کیا تو نہیں جائز ہے جیسے ماذون کے ماذون کو مجبور کرنا نہیں جائز ہے یہ
خزانۃ المفتین میں ہے اگر مکاتب نے اپنے غلام کو تجارت کے واسطے اجازت دی پھر خود عاجز ہو گیا خواہ اسپر
قرضہ ہے یا نہیں ہے تو اسکا ماذون بھی مجبور ہو جائیگا اسی طرح اگر مکاتب ادائے کتابت کے لائق کافی مال یا غیر
کافی مال یا کتابت کے اندر جنا ہوا لڑکا چھوڑ کر مرگیا تو بھی یہی حکم ہے پھر اگر فرزند مکاتب نے بعد موت مکاتب کے
غلام کو تجارت کی اجازت دی تو اسکی اجازت جائز نہ ہوگی اسی طرح اگر آزاد مرگیا اور اسپر قرضہ ہے اور اسکا ایک
غلام ہے کہ اسکو وارث نے تجارت کیواسطے اجازت دی تو اجازت باطل ہے پھر اگر وارث نے مال میت سے قرضہ
ادا کر دیا تو بھی اسکی اجازت نافذ نہوگی اور اگر وہ مال جو اُسنے میت کیطرف سے ادا کیا ہے اسکو طالب نے معاف کر دیا
بعد اسکے کہ وارث غلام کو تجارت کی اجازت دے چکا ہے تو اجازت نافذ ہو جائیگی۔ اور اگر میت پر قرضہ نہو بلکہ غلام پر
قرضہ ہو تو وارث کو تجارت کیواسطے غلام کو اجازت دینا جائز ہوگا۔ اسی طرح اگر مکاتب کے بیٹے نے اُس غلام کو
جسکو اسکے باپ نے بعد موت کے چھوڑا ہے اجازت دی پھر کسی شخص سے مال قرض لیکر کتابت ادا کی تو اسکی اجازت
صحیح نہوگی اور اگر کسی شخص نے مکاتب کے بیٹے کو کچھ مال ہبہ کیا پھر اُسنے مال کتابت ادا کر دیا تو غلام کو اسکا
اجازت دینا صحیح ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر وصی نے یتیم یا اُسکے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر خود مرگیا اور
کسی دوسرے کو وصی مقرر کر گیا تو اسکی موت سے یتیم و اسکا غلام مجبور ہو جائیگا اور اگر قاضی نے اسکو اجازت
دی پھر قاضی معزول ہو گیا یا مرگیا تو یتیم و اسکا غلام ماذون رہیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور فتاوے عتابیہ میں
لکھا ہے کہ اگر باپ نے اپنے بیٹے کے غلام کو اذن تجارت دیا پھر باپ نے اسکو خریدا یا وارث ہوا تو اذن باطل
ہو جائیگا اور نابالغ کے غلام کا اذن اُسکے بالغ ہونے سے باطل نہ ہوگا اور ایسے ہی اُسکے بالغ ہونے کے بعد
باپ کے مرنے سے بھی باطل نہوگا اور اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے غلام کو تصرف کرتے دیکھا اور منع نہ کیا
تو یہ اذن ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر مولے مرتد ہو گیا پھر غلام نے خرید و فروخت کی پس اگر مولے قتل کیا گیا یا
مرگیا یا دار الحرب میں جا ملا اور قاضی نے اسکے لحاق کا حکم جاری کر دیا تو جو تصرف غلام نے اُسکے مرتد ہونے
کے بعد کیا ہے سب باطل ہے اور اگر دار الحرب میں جا ملنے سے پہلے یا جا ملنے کے بعد حکم قاضی جاری ہونے سے پہلے مسلمان
ہو کر واپس آیا تو امام اعظم رح کے نزدیک سب تصرفات جائز ہونگے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ سب
تصرفات جائز نہیں ہیں سوائے اس تصرف کے جو مولے کے دار الحرب میں جا ملنے کے بعد اس سے صادر ہوا ہے وہ باطل ہوگا
بشرطیکہ واپس نہ آیا ہو یہاں تک کہ قاضی نے اسکے لحاق کا حکم جاری کر دیا ہو اور اگر اس سے پہلے واپس آیا ہو
تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر عورت مرتد ہوئی ہو تو اسکا ماذون اُسکے اذن پر رہیگا اور اگر وہ عورت دار الحرب میں
جا ملی اور قاضی نے اسکے لحاق کا حکم دیدیا تو اسکا ماذون مجبور ہو جائیگا اور اگر حکم قاضی سے پہلے واپس آ گئی تو ماذون اپنے

ماذون پر رہیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مضارب نے مال مضاربت سے کسی غلام کو تجارت کی اجازت دی تو یہ اجازت رب المال پر جائز ہوگی اور اگر رب المال نے اسکو مجور کیا تو حجر باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ماذونہ باندی اپنے مولے سے بچہ جنی تو مجورہ ہو جائیگی اور اگر اُسپر قرضہ محیط نہ ہو تو مولے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مولے کے سوائے کسی دوسرے سے بچہ جنی ہو تو مجورہ نہ ہوگی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر بچے کے دودھ چھوٹنے تک اُسپر قرضہ نہیں ہوا ہے تو لڑکا مولے کا ہوگا حتے کہ اگر اُسکے بعد اسپر قرضہ ہو گیا تو قرضخواہوں کو بچہ کی گردن میں کچھ حق نہ ہوگا اور اگر ثبوت قرضہ کے بعد اُسکے بچہ ہوا تو وہ بچہ بھی اُن قرضخواہوں کیواسطے جنکا حق قبل ولادت کے ثابت ہو چکا ہے فروخت ہوگا نہ اُنکے واسطے جنکا حق بعد ولادت کے ثابت ہوا کذا فی الجوہرۃ النیرہ۔ ایک باندی کو اُسکے مولے نے اجازت دی اور اُسنے اپنی قیمت سے زیادہ قرض کر لیا پھر مولی نے اسکو مدبرہ کر دیا تو یہ باندی بحالہا ماذونہ رہیگی اور مولے قرضخواہوں کیواسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ جامع صغیر میں ہے۔ اور جب مولے نے ماذون کو مجور کیا تو جو مال اُسکے قبضہ میں ہے اسکی بابت اُسکا اقرار امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہوگا اور اسکے یہ معنی ہیں کہ اُسنے اپنے مقبوضہ مال میں یہ اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کی امانت ہے اور یہ فلان شخص کی غصب کی ہوئی ہے یا اپنے اوپر کچھ قرضہ کا اقرار کرے کہ اُسکے مقبوضہ میں سے ادا کیا جاوے اور صاحبین نے فرمایا کہ اسکا اقرار صحیح نہیں ہے اور بعد عتق کے اُس سے مواخذہ کیا جائیگا اور جو کچھ اسکے پاس ہے وہ اُسکے مولے کا ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنے غلام ماذون کو جسکو تجارت کی اجازت دی تھی مجور کر دیا پھر غلام نے اپنی ذات پر اقرار کیا تو اسکی دو صورتیں ہیں اگر اُسکے ہاتھ میں زمانہ اجازت کی کمائی نہ ہو تو فی الحال کے واسطے اُسکا اقرار صحیح نہوگا یعنے فی الحال اُس سے مواخذہ نہیں ہو سکتا ہے خواہ اسپر زمانہ اجازت کا قرضہ ہو یا نہ ہو اور اس مسئلہ میں سب اماموں کا اتفاق ہے۔ اور اگر اُسکے پاس زمانہ اجازت کی کمائی موجود ہو تو اسمیں تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ زمانہ اجازت کے قرضہ سے یہ سب مال فارغ ہو دوم یہ کہ یہ سب مال اسی قرضہ میں مشغول ہو تیسری یہ کہ کچھ فارغ ہو اور کچھ اُس قرضہ میں مشغول ہو پس اگر سب مال قرضۂ اجازت میں مشغول ہو تو اسکا اقرار اس مال میں جو اُسکے قبضہ میں موجود ہے صحیح نہیں ہے حتے کہ بعد مجور ہونے کے مقر لہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہوں کے ساتھ زمانہ اجازت کی کمائی میں شرکت کرے بلکہ سب مال قرضخواہوں کو زمانہ اجازت کے قرضہ میں دیا جائیگا اور اگر بعض مال مشغول اور بعض فارغ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اسقدر مال میں جو قرضہ اجازت سے فارغ ہے اسکا اقرار صحیح ہوگا اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ غلام اپنے اجازت دینے والے کی ملک میں باقی ہو اور اگر اجازت دہندہ کی ملک سے کسی وجہ سے مثل بیع و ہبہ وغیرہ کے خارج ہو گیا ہو پھر اُسنے اقرار کیا تو بالاتفاق اسکا اقرار صحیح نہ ہوگا خواہ اُسکے پاس کچھ کمائی موجود ہو یا نہ ہو کذا فی المحیط اور اگر اُسکے پاس اس قسم کا مال ہو کہ اُسنے لکڑیاں وغیرہ جنگل سے لاکر فروخت کی ہوں یا اسکے مثل کسی محنت سے جمع کیا ہو پھر اُسنے اس مال کی نسبت دوسرے کیواسطے اقرار کیا تو بالاتفاق اُسکے اقرار کی تصدیق ہوگی یہ نہایہ میں ہے اور اگر مولی نے ماذون کو مجور کیا اور اُسکے پاس ہزار درم تھے اُنکو مولی نے لے لیا پھر ماذون نے یہ اقرار کیا کہ یہ مال فلان شخص کا میرے پاس ودیعت تھا اور مولے نے اسکی تکذیب کی تو اقرار میں سچا نہ ٹھہرایا جائیگا پھر اگر آزاد کیا گیا تو اُس اقرار کی وجہ

سے اسکے ذمہ کچھ لاحق نہ ہوگا اور اگر غصب کا اقرار کیا ہو تو بعد عتق کے ماخوذ ہوگا۔ اور اگر محجور کیا گیا اور اُسکے پاس ہزار درہم تھے اور اسپر ہزار درم قرضہ تھے پس اُسنے اقرار کیا کہ یہ ہزار درم فلان شخص کی ودیعت یا مضاربت یا قرض یا غصب کے میرے پاس ہین اور اسکی تصدیق نہ کی گئی اور صاحب قرض نے یہ درم اپنے قرضہ مین لے لئے پھر غلام آزاد کیا گیا تو اسپر ہزار درم قرضہ رہینگے کہ اُنکے واسطے ماخوذ ہوگا۔ اور اگر ماذون کو محجور کیا اور اسکے پاس ہزار درم ہین اُسنے اپنے اوپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ یہ ہزار درم فلان شخص کے ودیعت ہین تو امام اعظم رح کے قیاس مین یہ ہزار درم صاحب قرضہ کے ہونگے اور جب صاحب قرض کو دیئے گئے تو جسکے واسطے اقرار کیا ہے یہ درم دیئے گئے پھر آزاد کیا گیا تو بعد آزادی کے صاحب ودیعت اُسکا دامنگیر ہوگا۔ اور اگر پہلے صاحب ودیعت کے واسطے اقرار کیا ہو تو یہ درم صاحب ودیعت کو دیئے جاوینگے اور صاحب قرض اُس سے بعد آزادی کے اپنے قرض کے واسطے مواخذہ کریگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول پر اقرار ودیعت باطل ہوگا اور یہ ہزار درم مولے لے لیگا اور جب آزاد ہو جاوے تو صاحب ودیعت اُس سے مواخذہ نہ کریگا مگر جسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہے وہ بعد عتق کے قرضہ کے واسطے دامنگیر ہوگا اور اگر متصل کلام مین یون اقرار کیا کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم قرضہ ہین اور یہ ہزار درم فلان شخص کی ودیعت ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ ہزار درم دونون مقر لہ مین نصفا نصف تقسیم ہونگے اور جب آزاد ہو جاویگا تو [illegible] دونون اس سے مواخذہ کرینگے اور اگر اس اقرار متصل مین پہلے ودیعت [illegible] یہ ہزار درم فلان شخص کی ودیعت ہین اور مجھپر فلان شخص کے ہزار درم قرض ہین تو یہ ہزار درم [illegible] ودیعت کو دیئے جاوینگے اور اگر دونون نے دعوی کیا اور ماذون نے کہا کہ تم دونون سچے ہو تو یہ ہزار درم دونون [illegible] تقسیم ہونگے مبسوط مین ہے اگر اپنے غلام ماذون کو محجور کیا پھر اسکو دوبارہ اجازت دی پس ماذون نے [illegible] زمانہ مین یہ اقرار کیا کہ مین نے بعد محجور ہونے کے یہ اقرار کیا کہ مین نے اس شخص سے ہزار درم زمانہ [illegible] غصب کر لیئے یا قرض لے لئے پس اگر مقر لہ نے اُسکی اس بات مین تصدیق کی تو غلام [illegible] اُسکا مواخذہ نہ کیا جائیگا بلکہ بعد آزادی کے مواخذہ کیا جائیگا۔ اور اگر مقر لہ نے اسکی تکذیب کی [illegible] دوبارہ اجازت پانے کے بعد ایسا اقرار کیا ہے تو قول اُسی مقر لہ کا لیا جائیگا اور فی الحال غلام [illegible] کیا جائیگا اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر ماذون نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اس [illegible] حالت مین ہزار درم غصب کر لئے ہین کہ اس صورت مین یہ حکم ہے کہ ماذون سے فی الحال مواخذہ کیا جائیگا۔ خواہ مقر لہ اسکی تکذیب کرے یا تصدیق کرے یہ مغنی مین ہے اور اگر اپنے غلام کو محجور کیا اور اُسکے پاس ہزار درم ہین پھر اُسنے ایک شخص کے واسطے ہزار درم قرض یا اسی ہزار درم ودیعت کا اقرار کیا پھر مال تلف ہوگیا تو جب تک غلام آزاد نہ ہو تب تک اسکے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا پھر جب آزاد ہو گیا تو قرضہ لازم ہوگا نہ ودیعت اور اگر محجور کیا اور اُسکے پاس ہزار درم ہین اور اسپر ہزار درم قرضہ ہے پھر اسکو اجازت دوبارہ [illegible] پس اُسنے ایک دوسرے شخص کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا یا گواہون سے ثابت کیا گیا تو یہ ہزار درم اسکے پاس موجود ہین وہ پہلے قرضخواہ کو بالخصوص دیئے جاوینگے اسی طرح اگر ماذون نے اقرار کیا کہ یہ قرضہ

تصدیق یعنی سچے ہونے [illegible]

حالت اذن سابق کا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح اگر یہ اقرار کیا کہ یہ مال فلان شخص کی ودیعت ہی کہ اُسنے میرے پاس زمانہ اذن سابق مین ودیعت رکھا تھا تو بھی قرضخواہ اول اُسکا مستحق ہوگا اور صاحب ودیعت اپنے مال کو اُسکے رقبہ سے وصول کریگا اور صاحبین کے نزدیک یہ ہزار درم اُسکے مولے کے ہونگے اور قرضخواہ اپنا مال اُسکے رقبہ سے وصول کریگا پس غلام اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا لیکن اگر اسکا مولے قرضہ ادا کر دے تو فروخت نہوگا۔ اور اگر غلام کو محجور کیا اور اسکے پاس ہزار درم ہین اور اسپر پانچ سو درم قرضہ ہی پس بعد حجر کے اُسنے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر اسکو مولے نے دوبارہ ماذون کیا پس اُسنے اقرار کیا کہ یہ ہزار درم موجودہ میرے پاس اس شخص کی ودیعت ہین تو ودیعت ہونے پر اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور ان ہزار درم موجودہ مین سے پانچ سو درم قرضخواہ اول کو دئے جاوین اور باقی پانچ سو درم دوسرے قرضخواہ کو جسکے واسطے حجر کی حالت مین اقرار کیا تھا دئے جاوین اور پھر بھی اسپر پانچ سو درم قرضہ رہیگا سو اُسکے واسطے بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا اور صاحب ودیعت اپنی پوری ودیعت کے واسطے دامنگیر ہوگا پس غلام اُسکے واسطے فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولے اسکو ادا کر دے تو فروخت نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ہزار درم مین سے پانچ سو درم قرضخواہ اول کو دئے جاوینگے اور باقی پانچ سو درم مولی لے لیگا اور صاحب ودیعت اپنی ودیعت مین سے پانچسو درم کیواسطے دامنگیر ہوگا اور جو پانچسو درم مولی نے لئے ہین اسقدر ودیعت مین سے باطل ہوجاویگی اور اگر ہزار درم موجودہ مین سے غلام کے پاس پانچسو درم تلف ہوگئے تو باقی پانچسودرم قرضخواہ اول کو خاصتہ ملینگے اور صاحب ودیعت غلام کے رقبہ سے پانچسو درم وصول کریگا صرف اُسیقدر اسپر لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر غلام کو اجازت دی پھر محجور کیا پھر اجازت دی پھر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے زید سے زمانہ اذن اول مین ہزار درم قرض لیکر قبضہ کر لیا تھا یا یہ اقرار کیا کہ زید نے مجھے حالت اذن اول مین ودیعت دی تھی اور مین نے تلف کر دی اور رب المال نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو غلام فی الحال اُسکے واسطے ماخوذ ہوگا بخلاف اسکے اگر حالت حجر مین یہ اقرار کیا کہ مین نے حالت اذن مین قرض لیا تھا یا ودیعت تلف کر دی تھی کہ اس صورت مین فی الحال اُس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر غلام محجور شدہ نے کسی شخص کے ہزار درم تلف کر دینے کا اقرار کیا تو جبتک آزاد نہو تب تک اُس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا اور بعد آزاد ہونے کے ماخوذ ہوگا اور اگر اسکی طرف سے کسی شخص نے قبل اُسکی آزادی کے اس قرضہ کی کفالت کر لی تو کفیل فی الحال ماخوذ ہوگا اور اگر اسکو صاحب قرض نے خرید کرکے آزاد کیا یا اپنے پاس رکھا تو غلام سے اسکا قرضہ باطل ہو جائیگا ولیکن کفیل سے مواخذہ کرکے جسقدر مال کی اُسنے ضمانت کی ہی اس سے اور ثمن مین سے جو مقدار کم ہو وہ وصول کریگا اور اگر خریدا نہو بلکہ مالک نے قرضخواہ کو غلام ہبہ کرکے سپرد کر دیا ہو تو غلام سے قرضہ باطل ہوگا اور کفیل سے بھی باطل ہوگا پھر اگر مالک نے ہبہ سے رجوع کیا تو امام محمد رح کے قول پر قرضہ کبھی عود نہ کریگا اور امام ابو یوسف کے قول پر بعد رجوع کے قرضہ عود کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر محجور کیا پھر اجازت دی اور اُسکے پاس ہزار درم ہین اور یہ معلوم ہی کہ یہ درم پہلے اذن کی کمائی ہی پس غلام نے اقرار کیا کہ یہ مال فلان شخص کی ودیعت ہی یا مین نے فلان شخص سے غصب کیا ہی اور مولی نے اُسکے قول کی تکذیب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکا اقرار صحیح ہی اور صاحبین کے

نزدیک نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر مجبور کیا پھر اجازت دی اور اُسکے پاس
ہزار درم ہیں کہ یہ معلوم ہے کہ درم حالت اذن اول میں اُسکے پاس تھے پس اُسنے اقرار کیا کہ یہ درم فلان شخص کی
ودیعت ہیں تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے اقرار کی تصدیق ہوگی اسی طرح اگر یہ اقرار کیا کہ یہ درم فلان شخص سے
میں نے حالت اذن اول میں غصب کیے تھے تو بھی تصدیق کیجائیگی یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے
نزدیک ان ہزار درم میں اُسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی بلکہ یہ مولے کے ہونگے اور مقرلہ اپنا اقراری مال اُسکے
رقبہ سے وصول کریگا اور غلام فروخت کیا جائیگا اسی طرح اگر غلام نے اس مال کی نسبت یہ اقرار اسوقت کیا کہ
جب اُسپر دوسری اجازت کی حالت میں قرضہ چڑھ گیا ہے تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہ مال مقرلہ کو دیا جائیگا اور
صاحبین کے نزدیک یہ مال مولی کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

چھٹا باب غلام ماذون و اُسکے مولی کے اقرار کے بیان میں۔ اگر غلام نے قرضہ کا اقرار کیا تو اُسکی دو صورتیں ہیں اگر
اُسنے قرضہ تجارت کا اقرار کیا تو اقرار حق مولے میں صحیح ہوگا یعنے غلام فی الحال ماخوذ ہوگا خواہ مولی اُسکی تصدیق
کرے یا تکذیب کرے۔ اور اگر تجارت کے سواے کسی دوسری وجہ سے قرضہ کا اقرار کیا تو فی الحال ماخوذ نہ ہوگا بلکہ بعد
آزادی کے مواخذہ کیا جائیگا۔ کتاب الاصل میں امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ماذون غصب کا یا ودیعت کا جس
سے انکار کرگیا تھا یا مضاربت یا بضاعت کا یا عاریت کا جس سے منکر ہوگیا تھا یا کسی چوپایہ کی کونچیں کاٹنے کا
یا کسی کپڑے کے جلا ڈالنے کا اقرار کیا یا کسی اجیر کو اجرت پر مقرر کرنیکا یا کسی باندی کے مہر کا جسکو خرید کر اس سے
وطی کی تھی پھر وہ استحقاق میں لے لیگئی اقرار کیا تو یہ سب لیا قرضہ اُسکے ذمہ ہوگا جسکے واسطے فی الحال ماخوذ ہوگا
اور مشائخ نے فرمایا کہ کونچیں کاٹنے اور کپڑا جلانے کا جو حکم مذکور ہے وہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اُسنے ان
دونوں چیزوں پر قبضہ کرکے کونچیں کاٹنے اور جلانے کا اقرار کیا ہوتا کہ قبضہ سے غاصب قرار پاوے اور وقت
قبضہ سے ضمان واجب ہوجاوے اور اس حالت میں مال مضمون ہوگا ورنہ اگر قبضہ سے پہلے چوپایہ کی
کونچیں کاٹ ڈالیں یا کپڑا جلا دیا ہو تو اسکا اقرار صحیح نہ ہوگا حتی کہ اُس سے مواخذہ نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر
اُسنے یہ اقرار کیا کہ میں نے آزاد عورت یا باندی کی فرج کو جلا کہ دونوں باکرہ ہیں اپنی اُنگلی سے چیر دیا یہانتک
کہ پیشاب اور پیشاب کا ایک سوراخ ہوگیا تو طرفین کے نزدیک فی الحال اسپر کچھ لازم نہ ہوگا مگر مولے کی تصدیق
کرنے سے اور یہ جنایت کا اقرار ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اقرار مال ہے اور فی الحال ماخوذ ہوگا
اور اگر اُسنے ایک باکرہ باندی غصب کرکے اُنگلی سے اُسکی فرج چیر کر پیشاب کے سوراخ سے ملا دی پس اگر
باندی کے مولے نے قبل اُسکے اقرار کے اس سے غصب کی وجہ سے ضمان لینی چاہی تو اسکو اختیار ہوگا کیونکہ
ضمان غصب وجوہ تجارت میں سے ہے اور اگر اقتصاص یعنے چیرنے کے جرم کی وجہ سے ضمان چاہی تو اُسکو
اختیار نہ ہوگا کیونکہ یہ جنایت ہے اُسکے اقرار سے ثابت نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی باکرہ باندی غصب کرکے لیگیا
اور اس سے وطی کی پس اگر باندی کے مولے نے غصب کی وجہ سے نقصان بکارت کی ضمان چاہی تو فی
الحال ضمان لے سکتا ہے اور اگر وطی سے ضمان چاہی تو اسپر فی الحال لازم نہ ہوگی یہانتک کہ آزاد ہوجاوے
یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر ماذون نے اقرار کیا کہ میں نے اس شخص کی باندی باکرہ خرید کر اُس سے اقتضاض

کیا ہے تو مثل اور قرضون کے اُسپر اسکا عقر لازم ہوگا سبب کہ وہ باندی استحقاق مین لے لیجاوے اور فی الحال ماخوذ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اسی طرح اگر اُسنے باکرہ باندی غصب کر لی اور اُسکے پاس کسی شخص نے اُس باندی سے اقتضاض کیا پھر بھاگ گیا تو باندی کے موسلے کو اختیار ہوگا اُسکے عقر کے واسطے ماذون کو گرفتار کرا دے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر یون اقرار کیا کہ مین نے اس باکرہ سے بدون اجازت اپنے موسلے کے نکاح کر کے اقتضاض کیا ہے تو اُسپر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر موسلے نے بنکاح فاسد اُسکے اقتضاض کا اقرار کی تصدیق کی ہو تو پہلے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہا تو باندی کا موسلے اُسکے عقر مین لے لیگا اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ یون چاہیے کہ باندی کا موسلے قرضخواہون کے ساتھ شریک کیا جاوے خواہ مولی نے اُسکی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو یہ مغنی مین ہے اور اگر ماذون نے اقرار کیا کہ مین نے اس سے نکاح سے وطی کی ہے اور موسلے نے اجازت نکاح دینے سے انکار کیا تو فی الحال مہر کے واسطے ماخوذ نہ ہوگا جبتک کہ آزاد نہ ہو جاوے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ماذون نے اپنے مقبوضہ غلام کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ شخص فلان بن فلان کا بیٹا ہے وہ میرے پاس ودیعت چھوڑ گیا ہے یا کہا کہ یہ آزاد ہے کبھی مملوک نہیں ہوا ہے تو قول اسی کا لیا جائیگا اور اس جنس کی مسائل مین اصل یہ ٹھہری ہے کہ ماذون نے اگر اپنے مقبوضہ مملوک کیواسطے حریت طاریہ کا اقرار کیا یعنے حریت و آزادی طاری ہو گئی ہے تو اسکا اقرار صحیح نہ ہوگا اور اگر اصلی آزادی کا جو بظاہر ثابت ہے اقرار کیا تو صحیح ہوگا اور ماذون کے اقرار کو حریت طاریہ کا اقرار جب ہی کہا جائیگا کہ جب مقر بہ مملوکیت کی نشانیان اور علامات ظاہر ہون اور یہ مثلا اس طرح کہ ماذون نے یون اقرار کیا کہ یہ شخص مملوک و رقیق ہے اور مملوک نے اُسکے قول کی تصدیق کی بشرطیکہ مملوک اپنی ذات کو تعبیر کر سکتا ہو اور اگر نہین تعبیر کر سکتا ہے جیسے کہ اُسکے مملوک ہونے کے بارہ مین ماذون ہی کا قول لازم القبول ٹھہرا پھر ماذون نے بعد اقرار رقیت کے اُسکی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ حر الاصل ہے تو اسکا یہ اقرار حریت طاریہ کا اقرار قرار دیا جائیگا پس صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر اس شخص مین رقیت کے علامات و نشانات ظاہر نہون اور ماذون نے یون اقرار کیا کہ یہ حر الاصل ہے تو یہ حریت اصلی کا اقرار قرار دیا جائیگا نہ حریت طاریہ کا پس ماذون کا یہ اقرار صحیح ہوگا اور جس صورت مین اُسنے کہا کہ یہ فلان شخص کا بیٹا ہے اُسنے مجھے ودیعت دیا ہے اور اس شخص مین رقیت کے علامات ظاہر نہین ہین پس جب غلام نے کہا کہ یہ فلان بن فلان کا بیٹا ہے یا کہا کہ یہ حر الاصل ہے تو یہ حریت اصلی کا اقرار ہے پس صحیح ہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر ماذون نے زید سے ایک غلام خریدا حالانکہ غلام موجود و حاضر ہے اور ساکت ہے پھر اقرار کیا کہ فلان شخص کا بیٹا ہے یا حر الاصل ہے کبھی مملوک نہین ہوا ہے تو ماذون کا اقرار صحیح نہ ہوگا اور نہ اُسکی تصدیق ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر ماذون نے اپنی مقبوضہ چیزون مین سے کسی خاص چیز کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ چیز فلان شخص کی ہے مین نے اُس سے غصب کر لی یا اُسنے مجھے ودیعت دی تھی حالانکہ ماذون پر بہت قرضہ ہے تو پہلے مقر لہ کو اُسکی اقراری چیز دیدی جاویگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ماذون نے بہت سے قرضون کا اقرار کیا تو اُسکے قرضخواہ اسکی مقبوضہ کمائی مین اور اُسکے ثمن مین جب فروخت کیا جاوے یکسان شریک ہونگے یہ نہوگا کہ سابق کا قرضخواہ پچھلے قرضخواہ پر مقدم ہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ماذون نے کسی شخص سے

ایک غلام خریدا اور اسکو ثمن ادا کر دیا خواہ اُسپر قرضہ ہی یا نہین ہو پھر اقرار کیا کہ میرے ہاتھ فروخت کرنے
سے پہلے بائع نے اُسکو آزاد کر دیا تھا یہ اصلی آزاد ہی اور بائع نے اُس سے انکار کیا تو وہ غلام بحالہ مملوک
رہیگا اسی طرح اگر بائع کی طرف سے مدبر کرنے کا اقرار کیا یا باندی تھی کہ جسکی نسبت یہ اقرار کیا اہ بائع سے
بچہ جنی ہی تو بھی یہی حکم ہی لیکن اگر بائع نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی تو دونون مین بیع ٹوٹ جاویگی اور ثمن
اُس سے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ماذون نے ایسی کسی بات کا اقرار نہ کیا ولیکن یہ اقرار کیا کہ
بائع نے میرے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور فلان شخص نے
اسکے اقرار کی تصدیق کی مگر بائع نے تکذیب کی تو ماذون اس اقرار مین بائع کے حق مین صادق قرار نہ
دیا جائیگا تاکہ بائع سے اپنا ثمن واپس کرے مگر اپنے حق مین سچا شمار ہوگا اور اسکو حکم دیا جائیگا کہ فلان شخص
یعنی مقرلہ کو غلام دیدے اور اگر بائع نے ماذون کے اقرار کی تصدیق کی تو ماذون اُس سے اپنا ثمن
واپس لیگا اسی طرح اگر ماذون نے اپنے دعوے پر جو بائع پر کیا ہو گواہ پیش کئے یا بائع سے اپنے دعوے پر قسم
طلب کی اور اُسنے قسم سے نکول کیا تو بھی اپنا ثمن واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ماذون پر قرضہ ہو اور اُسنے
اپنی مقبوضہ کسی چیز کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ چیز مولے کی یا اسکے بیٹے یا باپ یا اُسکے غلام تاجر مقروض یا
غیر مقروض کی یا اُسکے مکاتب یا ام ولد کی ہی تو اُسکا اقرار اپنے مولے اور اُسکے مکاتب وماذون وام ولد
کے واسطے باطل ہوگا اگر مولے کے بیٹے یا باپ کیواسطے جائز ہوگا اور اگر غلام پر قرضہ نہو گا تو اسکا اقرار ان
سب صورتون مین جائز ہوگا پھر اگر اُسکے بعد اُس غلام پر قرضہ ہوگیا تو اُس اقرار کا حکم باطل نہ ہوگا اور اگر
ان لوگون مین سے کسی کے قرضہ کا اقرار کیا پھر اسکے بعد اُسپر قرضہ چڑھ گیا تو مولے یا اسکی ام ولد و غلام غیر مقروض
کو کچھ نہ ملیگا اور اُسکے غلام مقروض اور مکاتب اور باپ کیواسطے ایسے اقرار مین بعد قرضہ چڑھ جانے کے
یہ حکم ہی کہ یہ لوگ قرضخواہون کے ساتھ شریک ہو جاوینگے اور اگر ماذون مقروض یا غیر مقروض نے اپنے فرزند
آزاد یا باپ یا اپنی آزاد جورو کے واسطے یا اپنے فرزند آزاد کے مکاتب یا غلام مقروض یا غیر مقروض کیواسطے
اقرار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ان لوگون کے واسطے اُسکا اقرار باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز
ہی اور یہ لوگ اُسکی کمائی مین قرضخواہون کے ساتھ شریک ہو جاوینگے۔ اور اگر ماذون مقروض نے اپنی باندی کو
تجارت کی اجازت دی پھر باندی پر قرضہ چڑھ گیا اور ماذون نے کسی چیز کی نسبت اقرار کیا کہ یہ چیز اس ماذونہ
کی میرے پاس ودیعت ہی تو اسکی تصدیق کیجاویگی خواہ ماذون مقروض ہو یا نہ ہو پس وہ باندی بہ نسبت قرضخواہون
کے اس چیز کی مستحق ہوگی اسی طرح اگر ماذون نے اس باندی کے لیئے قرضہ کا اقرار کیا تو بھی صحیح ہی مگر قرضہ کی
صورت مین یہ باندی اسکے قرضخواہون کے ساتھ اسکی کمائی مین شریک ہوگی۔ اور شئی معین کے اقرار مین اُس چیز
کی مستحق خاصۃً باندی ہوگی ماذون کے قرضخواہ نہ پاوینگے یہ مبسوط مین ہی اور اگر اُس ماذونہ باندی نے مقروض
ہونے کی حالت مین اپنی کسی چیز معین یا قرضہ کا ماذون کیواسطے اقرار کیا تو جائز نہین ہی اور اگر قرضہ نہ ہو تو چیز
معین کا اقرار جائز اور قرضہ کا اقرار ناجائز ہوگا اور اگر باندی کے قرضخواہون مین مولے کا مکاتب یا اسکا غلام
ہو اور ماذون پر قرضہ ہی تو ماذون کا اقرار اُس باندی کی نسبت جائز نہین ہی اور اگر قرضہ نہو تو ماذون کا اقرار

باندی کے قرضخواہوں کے واسطے جائز ہوگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر باندی کے بعضے قرضخواہون مین مولے کا باپ یا بیٹا ہو اور ماذون نے باندی کیواسطے ودیعت یا قرضہ کا اقرار کیا حالانکہ غلام مقروض ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر باندی کے بعضے قرضخواہون مین سے ماذون کا باپ یا بیٹا ہو اور ماذون خود قرضدار ہے یا نہین ہے تو امام اعظم رح کے قیاس پر اُسکا اقرار باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اسی طرح اگر باندی کے بعضے قرضخواہون مین سے ماذون کے باپ یا بیٹے کا مکاتب ہو تو بھی یہی اختلاف ہے اور اگر باندی کے بعضے قرضخواہون مین سے ماذون کا بھائی ہو تو باندی کے واسطے اسکا اقرار جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر باندی کے قرضخواہان ماذون نے ماذون کی بیع کی درخواست کی پس قبل فروخت کئے جانے کے ماذون نے اقرار کیا کہ فلان غائب کا مجھپر اسقدر قرضہ ہے اور مولے اور قرضخواہون نے اُسکی تصدیق یا تکذیب کی تو غلام کی اس اقرار مین تصدیق کیجائیگی اور غلام فروخت کر کے غائب کا حصہ رکھ لیا جاویگا اور اگر غلام نے اقرار نہ کیا یہان تک کہ قاضی نے اسکو فروخت کر دیا پھر اسکے بعد اُسنے ایسا اقرار کیا تو تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر مولے نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی پس اگر اُسپر دوسرا قرضہ ہو تو اقرار صحیح نہ ہوگا اور اگر دوسرا قرضہ نہ ہو تو صحیح ہوگا - پھر اگر ہمارے اس مسئلہ کی صورت مین وہ غائب آیا اور اُسنے اپنے حق کے گواہ قایم کئے تو قرضخواہون کا دامنگیر ہوکر اپنا حصہ ثمن اُنسے لے لیگا ورنہ اسکو کچھ نہ ملیگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر ماذون پر بہت قرضہ ہون اور اُس نے ایک دوسرے قرض کا اقرار کیا تو یہ بھی اُسپر لازم ہوگا اور سب قرضخواہ باہم حصہ رسد تقسیم کر لینگے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر ماذون نے اپنے اوپر حالت حجر کے بہت سے قرضون کا اقرار کیا یعنی یہ کہ مین نے فلان سے قرض لیا اور فلان کا مال غصب کیا اور فلان کی ودیعت تلف کر دی یا عاریت یا مضاربت تلف کر دی تو آیا فی الحال ماخوذ ہوگا - یہ تفصیل ہے کہ غصب مین فے الحال ماخوذ ہوگا خواہ مقر لہ حالت حجر مین اقرار غصب کی تصدیق کرے یا کہے کہ نہین بلکہ تو نے حالت اذن مین غصب کیا ہے بہر صورت ماخوذ ہوکر فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولے اُسکا فدیہ دیدے تو فروخت نہوگا اور قرض یا ودیعت و عاریت و بضاعت مین اگر مقر لہ نے حالت حجر مین ایسا کرنے کی تصدیق کی کہ حالت حجر مین وہ مستودع و مستعیر ہوا تھا تو بقول ابوحنیفہ و محمد رح وہ فے الحال نہین بلکہ بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا اور اگر مقر لہ نے اسکی تکذیب کی تو فے الحال ماخوذ ہوگا یہ محیط مین ہے - اسی طرح اگر نابالغ یا معتوہ سمجھدار ماذون نے اس قسم کا اقرار کیا تو اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر ماذون نے کفالت بالمال کا اقرار کیا تو صحیح نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے غلام ماذون نے اگر ایسے آزاد کے واسطے اقرار کیا کہ اگر غلام کو آزاد فرض کرین تو غلام کی گواہی اسکے لئے مقبول نہو جیسے جورو تو اسکا اقرار صحیح نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور ایضاح مین ہے کہ اگر ماذون نے کسی غلام یا آزاد پر جنایت یا ایسے مہر کا جو بنکاح صحیح یا فاسد یا بالوطی شبہ کے اُسپر واجب ہوا ہے اقرار کیا تو اقرار باطل ہے جب تک آزاد نہو ماخوذ نہوگا اور اگر ایسے امر کا اقرار کیا جس سے قصاص لازم آتا ہے تو صحیح ہے اور مقر لہ کو اس سے قصاص لینے کا اختیار ہوگا یہ نہایہ مین ہے ولو کان العبد صغیرا او کان صغیرا او معتوہا فاقر بعد الاذن انہم قد اقر بانہ بذلک قبل الاذن کان القول قولہم کذا فی المبسوط - اور اگر ماذون سے

موسلے کے مرض الموت مین غصب یا بیع یا قرض یا ودیعت موجودہ بعینہا یا مستہلکہ یا مضاربت قائمہ بعینہا یا مستہلکہ
وغیرہ اقسام تجارات کیوجہ سے اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو اُسکی دو صورتین ہین کہ اگر موسلے پر قرضہ ہو جو
اُسکی صحت مین واجب ہوا ہی اور وہ موسلے کے مال اور غلام کے رقبہ اور مال مقبوضہ کو محیط ہی تو غلام کا اقرار
قرضہ اپنے اوپر موسلے کے مرض الموت مین درحالیکہ موسلے پر قرضہ صحت موجود ہی صحیح نہین ہی بشرطیکہ موسلے کے
مال اور ماذون کے رقبہ و مال مقبوضہ مین موسلے کے قرضہ سے زیادتی نہو۔ اور اگر موسلے پر ایسا قرضہ ہو جسکا اُسنے
مرض الموت مین اقرار کیا ہی تو غلام کا اپنے اوپر قرضہ کا اقرار موسلے کے مرض الموت مین صحیح ہے۔ اور اگر موسلے
کے ترکہ اور رقبہ غلام و اُسکے مقبوضہ مال مین قرضہ موسلے سے زیادتی ہو تو غلام کا اقرار صحیح ہوگا اور پہلے
موسلے کا قرضہ ادا کیا جائیگا اور جو کچھ باقی رہیگا وہ غلام کے قرضخواہون کو ملیگا۔ اور اگر موسلے کا مال غائب ہو
اور غلام اور اسکا مقبوضہ اسباب فروخت کرکے موسلے کا قرضہ ادا کیا گیا پھر موسلے کا مال ہاتھ آیا حالانکہ مولی
کے قرضہ مین سے کچھ باقی قرضہ رہگیا ہی تو اس مال موسلے سے جو ہاتھ آیا ہی پہلے مولی کا باقی قرضہ ادا کیا جائیگا
پھر جو کچھ اسمین سے باقی رہا اُسمین قاضی غور کرکے بقدر غلام کے ثمن اور اُسکے اسباب مقبوضہ کے ثمن کے
نکالکر اس سے غلام کا قرضہ اُسکے قرضخواہون کو ادا کریگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام کا قرضہ اس سے بھی زیادہ ہو
تو اس مال مین سے بقدر غلام و اُسکے اسباب کے ثمن کے نکال لینے کے بعد جو کچھ باقی رہا وہ وارثان موسلے کو میراث
ملیگا اور اُسمین سے غلام کے قرضخواہون کا کچھ حق نہوگا کذا فی المبسوط اور یہ سب اس صورت مین ہی کہ جب
موسلے پر صحت کا قرضہ ہو اور غلام پر قرضہ نہو مگر اُسنے موسلے کے مرض الموت مین اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا ہو
اور اگر دونون مین سے ہر ایک پر ایسا قرضہ ہو جو موسلے کی صحت مین واجب ہوا ہی اور غلام نے اپنے اوپر موسلے
کے مرض الموت مین قرضہ کا اقرار کیا تو اس مسئلہ مین چند صورتین ہین۔ ایک یہ کہ غلام کے رقبہ و اُسکے مقبوضہ
مال مین غلام کے قرضہ سے جو مولی کی صحت مین واجب ہوا ہی زیادتی ہو مگر قرضہ موسلے سے زیادتی نہو اور
اس صورت مین غلام کا اقرار صحیح نہوگا اور غلام کے رقبہ و اُسکی کمائی سے پہلے غلام کا وہ قرضہ جو موسلے کی
صحت مین واجب ہوا ہی ادا کیا جائیگا پھر جو کچھ زیادہ بچ رہا ہی اس سے موسلے کا قرضہ ادا کیا جائیگا۔ اور
دوسری صورت یہ ہی کہ غلام کے رقبہ و اُسکی کمائی مین غلام کے قرضہ اور موسلے کے قرضہ دونون کی بہ نسبت
جو دونون پر حالت صحت موسلے مین واجب ہوا ہی زیادتی ہو تو اس صورت مین غلام کا اقرار بقدر مال مین
جو دونون کے قرضہ سے زائد ہی صحیح ہوگا پس پہلے موسلے کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر غلام کا وہ قرضہ جو موسلے کی
حالت صحت مین واجب ہوا ہی ادا کیا جائیگا پھر جو کچھ باقی رہا وہ غلام کے اقراری قرضہ مین دیا جائیگا تیسری
صورت یہ ہی کہ غلام کے مال و رقبہ مین بہ نسبت قرضہ غلام کے بھی زیادتی نہو تو اس صورت مین غلام کا
اقرار صحیح نہوگا ایسا ہی امام محمد رح نے اس مسئلہ کو کتاب مین ذکر کیا ہی۔ اور اگر مولی پر قرضہ نہو مگر غلام پر
ایسا قرضہ ہو جو موسلے کی صحت مین واجب ہوا ہی اور وہ غلام کے رقبہ و مال مقبوضہ کو محیط ہی پھر غلام نے
موسلے کے مرض الموت مین قرض یا بیع و غصب وغیرہ اقسام تجارات کے قرضہ کا اقرار کیا پھر موسلے اُس
مرض مین مرگیا تو غلام کا اقرار صحیح ہوگا اور قاضی اُس غلام و اُسکے مقبوضہ مال کو فروخت کرکے سب ثمن

اُسکے سب قرضخواہون کو حصہ رسد تقسیم کر دیگا کسی کو کسی پر مقدم نہ کریگا۔ اسی طرح اگر مولے کے مرض الموت مین
درحالیکہ مولے پر قرضہ نہین ہے اپنے مقبوضہ مین سے کسی خاص چیز کا کسی شخص کے واسطے اقرار کیا تو اقرار صحیح
ہے اور مقر لہ کو پہلے وہ چیز دیدیجاویگی پس ظاہر ہوا کہ مولی کے مرض مین غلام بھی مجبور ہوتا ہے اپنے اقرارین و دین
سے جب ہی مجبور ہوتا ہے کہ جب مولی پر صحت کا قرضہ موجود ہو اور اگر مولے پر صحت کا قرضہ نہو تو مرض مولے مین
ایسے اقرار سے مجبور نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے پر زمانہ صحت کا اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے مال اور اُسکے
ماذون کے رقبہ و مقبوضہ مال کو محیط ہو پھر ماذون نے مولے کے مرض مین ایک شخص سے ہزار درہم قرض لیکر
اور گواہون کے سامنے اُنپر قبضہ کیا یا کسی شخص سے کوئی چیز خریدی اور گواہون کے سامنے اُسپر قبضہ کیا پھر مولی
مرگیا تو قاضی غلام کو اور اُسکے مقبوضہ مال کو فروخت کرکے اس سے غلام کا قرضہ ادا کریگا پھر اگر کچھ باقی رہا
تو وہ مولے کے قرضہ مین دیدیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام کو جسکی قیمت ہزار درہم ہے تجارت کی اجازت دی
اور سوا اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہے پھر مولے مریض ہوا اور اپنے اوپر ہزار درہم قرضہ کا اقرار کیا پھر
غلام نے بھی اپنے اوپر ہزار درہم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے مرگیا تو قاضی اس غلام کو فروخت کرکے اسکا ثمن
دونون مقر لہ قرضخواہون کو برابر تقسیم کر دیگا اور اگر غلام نے پہلے اقرار کیا پھر مولے نے اپنے اوپر قرضہ کا
اقرار کیا ہو اور دونون اقرار مولی کے مرض مین واقع ہوے پھر مولے مرگیا تو قاضی پہلے غلام کا قرضہ ادا کریگا
پھر جو کچھ باقی رہا وہ مولے کے قرضخواہ کو دیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے نے پہلے ہزار درہم قرضہ کا اقرار کیا
پھر اسی اقرار سے متصل یا منقطع کرکے دوسرے ہزار درہم کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درہم قرض کا اپنے اوپر
اقرار کیا پھر مولے مرگیا تو تینون قرضخواہ غلام کے ثمن مین برابر حصہ دار ہونگے اور تینون کو تہائی تہائی ثمن تقسیم
کر دیا جائیگا اسی طرح اگر غلام نے ہزار درہم کا اقرار کیا پھر اسی اقرار سے متصل یا منقطع کرکے دوسرے ہزار درہم کا
اقرار کیا تو اُسکے دونون قرضخواہ اقراری مولے کے قرضخواہ کے ساتھ برابر شریک کر دیے جاوینگے یہ مبسوط مین
ہے۔ اور اگر مولے نے ہزار درہم کا اقرار کیا پھر ہزار درہم کا اقرار کیا پھر ہزار درہم کا اقرار کیا اور سب اقرار اپنے مرض
مین کیے پھر غلام نے اپنے اوپر ہزار درہم کا اقرار کیا تو قاضی غلام کو فروخت کرکے اسکا ثمن مولے کے قرضخواہون
اور غلام کے قرضخواہ مین چار حصے کرکے تقسیم کر دیگا۔ اور اگر مولے نے اپنے مرض مین ہزار درہم کا اقرار کیا پھر
غلام نے اپنے اوپر ہزار درہم کا اقرار کیا پھر مولے نے اپنے اوپر ہزار درہم کا اقرار کیا پھر مولے مرگیا تو قاضی غلام
کا ثمن دونون قرضخواہ مولی اور تیسرے قرضخواہ غلام کے درمیان تین حصے کرکے تقسیم کر دیگا یہ مغنی مین ہے۔ اگر
غلام کی قیمت دو ہزار درہم ہون پھر اُسنے مولے کے مرض مین ہزار درہم قرض کا اقرار کیا پھر مولے نے ہزار درہم قرضہ
کا اقرار کیا پھر زید سے ہزار درہم قیمت کا غلام ہزار درہم مین خریدکر گواہون کے سامنے اسپر قبضہ کر لیا اور وہ
غلام ماذون کے پاس مرگیا پھر ماذون کا مولی مرگیا اور سوا اس غلام کے کچھ مال نہ چھوڑا اور وہ دو ہزار درہم کو بیچا گیا تو ماذون
کے قرضخواہ ثمن باہم تقسیم کر لینگے اور اسمین سے مولی کے قرضخواہ کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر غلام نے غلام ہزار درہم کا خریدا ہو مگر مولے
نے اپنے مرض مین ہزار درہم کا غلام خریدا ہو اور گواہون کے سامنے اُسپر قبضہ کیا اور وہ مولی کے پاس مرگیا پھر مولی اپنے اس مرض
مین مرگیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہا اور وہ ماذون دو ہزار درہم کو فروخت کیا گیا تو پہلے بائع کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر جو کچھ باقی رہا وہ غلام

قرضخواہوں میں تقسیم ہوگا اور اس مسئلہ میں خواہ اجازت مولی کی صحت میں واقع ہوئی یا مرض میں واقع ہوئی ہو کچھ حکم
میں فرق نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ماذون کی قیمت دو ہزار درہم ہوں پس اُسنے اپنے اوپر ہزار درہم قرض
کا اقرار کیا پھر مولے نے اپنے اوپر ہزار درہم قرض کا اقرار کیا پھر مولے مرگیا تو قاضی غلام کو فروخت کر دیگا اور
غلام کی قرضخواہ کو ہزار درہم دیدیگا۔ پھر باقی ہزار درہم مولے کے قرضخواہ کو دیدیگا۔ اور اگر غلام کا نرخ گھٹ گیا اور ڈیڑھ
ہزار درہم رہگیا اور قاضی نے غلام کو فروخت کیا تو ہزار درہم غلام کے قرضخواہ کو دیگا اور باقی مولے کے قرضخواہ کو
دیگا اور اگر اسکا نرخ گھٹ کر ہزار درہم رہگیا تو یہ ثمن غلام کے قرضخواہ کو دیدیگا۔ اور اگر غلام نے ہزار درہم قرض
کا اقرار کیا پھر مولے نے غلام پر ہزار درہم قرضہ کا اقرار کیا اور غلام کی قیمت دونوں اقراروں کے وقت دو
ہزار درہم ہے پھر اسکا نرخ گھٹ گیا پھر غلام فروخت کیا گیا تو اسکا ثمن دونوں قرضخواہوں میں برابر تقسیم
کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر غلام نے ہزار درہم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولی نے ہزار درہم قرضہ کا اقرار کیا پھر
غلام نے ہزار درہم کا اقرار کیا اور غلام کی قیمت ہزار درہم ہیں پس وہ ہزار درہم کو فروخت کیا گیا پھر اگر مولی مرگیا
تو مولے کے قرضخواہ کو کچھ نہ ملیگا اور قرضخواہان غلام باہم حصہ رسد تقسیم کرلینگے۔ اور غلام نے جسکی قیمت دو ہزار
درہم ہے ہزار درہم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے ہزار درہم قرضہ کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درہم کا اقرار کیا پھر غلام دو
ہزار درہم کو فروخت کیا گیا تو تینوں قرضخواہ برابر تین حصہ کرکے تقسیم کرلینگے۔ اور اگر قاضی نے اسکو ڈیڑھ ہزار درہم
کو فروخت کیا تو قرضخواہوں میں پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا انمیں سے ایک حصہ مولی کے قرضخواہ کو ملیگا اور اگر
ایک ہزار کو فروخت ہوا تو مولے کے قرضخواہ کو کچھ نہ ملیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ماذون غلام نے ایک ہزار درہم کا اقرار
کیا پھر مولے نے ایک ہزار درہم کا اقرار کیا پھر ایک ہزار درہم کا اقرار کیا اور دونوں اقرار متصل واقع ہوئے یا منفصل
پھر غلام نے ایک ہزار درہم کا اقرار کیا پھر مولے مرگیا اور غلام دو ہزار درہم کو فروخت کیا گیا تو غلام کے دونوں
قرضخواہ اپنے پورے قرضے اور مولی کے قرضخواہ فقط ایک ہزار درہم سے باہم شریک ہو سکینگے یا نہیں اور اگر
غلام ڈیڑھ ہزار کو فروخت ہوا تو قرضخواہان غلام پورے قرضے اور قرضخواہان مولے پانچسو درہم کے حساب سے
شریک کئے جاوینگے پس اُسکا ثمن تمام قرضخواہوں میں پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگا جسمیں سے غلام کے ہر قرضخواہ کو
دو پانچویں حصے جو چھسو درہم ہوئے اور مولے کے قرضخواہ کو ایک پانچواں جو تین سو درہم ہوئے دیا جائیگا
پس اگر اس حساب سے تقسیم کرلیا پھر مولی کا لوگوں پر کچھ قرضہ ظاہر ہوا اور اسمیں ایک ہزار یا دو ہزار اور پانچسو درہم
برآمد ہوئے تو اُسمیں فقط مولی کے قرضخواہوں کا حق ہوگا غلام کے قرضخواہوں کا کچھ حق نہوگا اور وہ لوگ قرضخواہان
غلام کے ساتھ اُسکے ثمن میں بقدر دو ہزار پانچسو کے حصہ کے شریک نہیں ہوسکتے تھے اسی واسطے وہ لوگ اس سب
کے جو برآمد ہوا مستحق ہوئے اور اگر تین ہزار قرضہ برآمد ہوا تو قرضخواہان مولی انمیں سے دو ہزار ساتسو لے لینگے
اور قرضخواہان غلام اسمیں سے تین سو درہم لے لینگے۔ اور اگر دو ہزار چھسو درہم برآمد ہوئے تو قرضخواہان مولی انمیں
سے دو ہزار ساڑھے پانچسو درہم لے لینگے اور باقی پچاس درہم قرضخواہان غلام کو ملینگے۔ اور اگر غلام نے قرضہ اول
کا اقرار نہ کیا ہو اور باقی مسئلہ یہی رہے تو مولے کے قرضخواہ تمام مولے کا قرضہ جو نکلا ہے لے لینگے یعنی دو ہزار چھسو درہم
پھر غلام فروخت کیا جائیگا پس اگر ہزار درہم کو فروخت ہوا تو قرضخواہان مولے انمیں سے اپنے باقی قرضے

اور قرضخواہان غلام اپنے پورے قرضہ کے حساب سے یعنی ہزار درم کے حساب سے شریک کئے جاوینگے پس ثمن
کے سات حصے ہوکر دو حصے مولے کے قرضخواہون کو اور پانچ حصے غلام کے قرضخواہون کو ملینگے یہ مبسوط مین ہے۔
امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر اسنے اپنے غلام پر قیمت غلام سے
زیادہ قرضہ کا اقرار کیا اور اُسوقت تک غلام مقروض نہین ہوا اور غلام نے اُسکے اس اقرار کی تکذیب کی تو
تمام قرضہ اقراری اُسپر لازم ہوگا اور جبکہ مولے کا اقرار قرضہ غلام پر صحیح ہوا تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا چاہین
اپنے قرضہ کے واسطے غلام کو فروخت کراوین یا اُس سے سعایت کراوین اسیطرح اگر مولے نے اسپر کفالت
مال کا اقرار کیا یعنے مثلا یون کہا کہ تو نے میری طرف سے فلان شخص کے واسطے اسقدر مال کی کفالت کی ہے اور
غلام نے اُس سے انکار کیا تو یہ مال غلام پر لازم ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے نے غلام پر دس ہزار درم
قرضہ کا اقرار کیا اور غلام نے انکار کیا پھر غلام اس قرضہ مین فروخت کیا گیا اور ثمن قرضخواہون نے باہم تقسیم
کر لیا تو مشتری کے پاس قرضخواہون کو غلام سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی پھر اگر مشتری نے اُسکو آزاد
کر دیا تو قرضخواہ لوگ اُس سے اُسکی قیمت وصول کرینگے۔ اور اگر مولی نے اسکو فروخت نہ کیا بلکہ مدبر کر دیا تو
قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ چاہین مولے سے اُسکی قیمت کی ضمان لین یا مدبر سے اپنے تمام قرضہ کے واسطے سعایت
کراوین پھر اگر مولے نے بعد مدبر کرنے کے اسکو آزاد کر دیا تو اس صورت مین اُس سے فقط اسکی قیمت کا مواخذہ
کرینگے۔ اور اگر ماذون نے پانچ ہزار درم سعایت سے ادا کئے تھے کہ اتنے مین مولی نے اسکو آزاد کر دیا تو بھی
قرضخواہ اُس سے اُسکی قیمت کا مواخذہ کرینگے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ باطل ہو جائیگا۔ اور اگر اسکو مدبر کیا
یہان تک کہ مولے مریض ہوگیا پس اُسکو آزاد کر دیا پھر مر گیا اور سوا اسکے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو اُسپر
اپنی قیمت کے واسطے سعی کرنی واجب ہوگی اور اسکو وارثان نہین بلکہ قرضخواہ لے لینگے پھر اسکے بعد بھی قرضخواہ
اُسکو یعنی غلام کو ماخوذ کرکے بقدر اُسکی قیمت کے لے لینگے اور اُسمین سے وارثون کو اور قرضخواہان مولے کو
کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر اپنے مرض مین غلام پر قرضہ کا اقرار کیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہا تو پہلی قیمت خاصۃً قرضخواہان
مولے کو ملیگی پھر غلام اپنی قیمت کے واسطے سعی کرکے خاصۃً اپنے قرضخواہون کو ادا کریگا۔ اور اگر مولے نے
اُسپر قرضہ کا اقرار نہ کیا بلکہ مثلا کسی جنایت کا اقرار کیا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے اسکو دیدے یا اسکا فدیہ
دیدے۔ اسیطرح اگر ماذون کی مقبوضہ باندی یا غلام کی نسبت قرضہ یا جنایت کا اقرار کیا تو ایسا ہی حکم ہے
جیسے اُسنے اپنے ماذون پر ایسا اقرار کیا۔ پھر اگر اُن دونون کو اسکے بعد آزاد کر دیا تو یہ بھی بمنزلہ ماذون کے آزاد
کرنے کے ہے یعنے وہی حکم ہوگا جو ماذون کے آزاد کرنے مین اُس صورت مین مذکور ہوا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اپنے
ماذون پر دس ہزار درم کا اقرار کیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار درم ہے اور غلام نے تکذیب کی پھر مولے نے اسکو آزاد کر دیا
تو مولے قرضخواہون کے واسطے ضامن ہوگا مگر ضمان مین مولے صرف اُسکی قیمت یعنی ایک ہزار درم کا ضامن ہوگا
اور اُس سے زیادہ ضامن نہوگا اگرچہ جسقدر قرضہ کا غلام پر اقرار کیا ہے وہ اُسکی قیمت سے زیادہ ہو پھر جب
مولے نے ایک ہزار درم ضمانت دیدی تو کتاب مین مذکور ہے کہ قرضخواہ لوگ دوبارہ اُس سے ایک ہزار درم
وصول کرینگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام نے بھی اسقدر قرضہ کا اقرار کیا تو اُسپر پورا قرضہ واجب ہوگا

شخص پر حالت صحت کا قرضہ تھا اور اُسنے یہ اقرار کیا کہ مین نے اپنا قرضہ وصول پایا ہی تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا حتے کہ اسکا قرضدار
بری ہو جائیگا - اسی طرح اگر اُسنے اپنے اُس قرضہ کے وصول پانے کا اقرار کیا جو اُسکا حالت صحت مین واجب
ہوا تھا اور اُسپر مرض کا قرضہ موجود ہی تو بھی اقرار وصول صحیح ہوگا - اور یہ حکم تو حالت صحت کے قرضہ وصول
پانے کا ہی اور اگر ایسے قرضہ کے وصول پانے کا اقرار کیا جو حالت مرض مین اُسکا دوسرے پر واجب ہوا تھا
پس اگر اُسپر صحت کا قرضہ موجود ہو تو اُسکا اقرار وصول صحیح نہوگا نہ اُسکے قرضدار کی برائت کیواسطے صحیح ہوگا
ورنہ اُسکے حق مین یہ اقرار صحیح ہو جائیگا حتے کہ اُسکا اقرار ہی اُسکے قرضخواہون کے ساتھ یکسان نہو جائیگا اور اگر
ماذون پر مرض کا قرضہ ہو تو اُسکا اقرار وصول صحیح نہوگا یعنے اُسکے قرضدار کی برائت کے واسطے صحیح نہوگا مگر اُسکے
حق مین صحیح ہوگا حتے کہ مقر لہ اُسکے قرضخواہون کے ساتھ یکسان کر دیا جائیگا جو کچھ اُسپر آتا ہی اُسمین سے اسقدر حصہ
جو اُسکے حصہ مین واقع ہوگا وہ اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور جو کچھ اُسپر باقی رہیگا وہ ماذون کے قرضخواہون کو
ادا کریگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر ماذون مریض ہو پس اُسنے اقرار کیا کہ میرا جو قرضہ ہزار درم کا ثمن مبیع وغیرہ کا
زید پر مرض مین واجب ہوا ہی وہ مین نے زید سے وصول پایا اور ماذون پر کچھ قرضہ نہین ہی اور سوائے اس
مال قرض کے اُسکا کچھ اور مال نہین ہی پھر اُسکے بعد اُسنے اپنے اوپر ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مر گیا تو ماذون کا اقرار
وصول باطل ہوگا - اور اگر اُسنے قرضہ کا اقرار نہ کیا ولیکن گواہون کے سامنے اُسپر قرضہ لاحق ہوا تو اسکا اقرار
وصول جائز ہوگا کیونکہ جو قرضہ گواہون کے معاینہ سے واجب ہوا وہ اقرار وصول کے وقت بمنزلہ قرض ظاہر کے
شمار ہوگا اسواسطے کہ گواہون کی گواہی مین کچھ تہمت نہین ہی اسلئے اقرار وصول باطل ہوگا یہ مبسوط مین ہے - اور
اگر مولے نے اپنے ماذون کی باندی فروخت کی اور ثمن مشتری پر ڈوب گیا پھر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے اپنے
مولے کو باندی فروخت کرنے کا حکم دیا تھا تو مولے اُسکی قیمت کا ضامن نہوگا اور اگر وہ انکار کر جاوے تو مولی
ضامن ہوگا اور یہ حکم اسوقت ہی کہ باندی موجود ہو یا اُسکا حال معلوم نہوا اور اگر مر گئی ہو تو صحیح یہ ہی کہ اُسکی تصدیق
نہ کیجائیگی اور اگر غلام نے اُسکی تکذیب کی تو مولے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر ماذون نے کہا کہ مین نے
اُسکو حکم نہین دیا تھا مگر مین نے بیع کی اجازت دیدی پس اگر باندی موجود ہو تو جائز ہی اور مولے ضامن
نہوگا ورنہ جائز نہین اور مولے ضامن ہوگا - اور اگر مولے نے اُسکو مجبور کر دیا پھر ماذون نے کہا کہ مین نے اُسکو
بیع کا حکم دیا تھا تو قول قبول نہوگا اور مولے ضامن رہیگا اسی طرح اگر اُسنے قرضخواہون کے فروخت کرانے کے
بعد ایسا اقرار کیا تو بھی اقرار صحیح نہوگا یہ مغنی مین ہے - اگر ماذون پر قرضہ کثیر ہو اور اُسنے اپنی ایک باندی اپنے
مولے کے بیٹے یا باپ یا مکاتب یا غلام ماذون التجارت مقروض یا غیر مقروض کے ہاتھ باندی کی قیمت سے
زیادہ دامون کو فروخت کر کے مشتری کو دیدی پھر اُس سے ثمن وصول پانے کا اقرار کیا تو ایسا اقرار جائز
ہی مگر مولے کے ماذون و مکاتب کے ہاتھ فروخت کرنے کی صورت مین جائز نہین ہی اور اگر ماذون کے وکیل
نے ایسا امر کیا تو اسکا اقرار بمنزلہ اقرار ماذون کے ہی - اور اگر ماذون کا بیٹا آزاد ہو اور اُسنے اپنے باپ یا
باپ کے مکاتب یا حر یا اُسکے ماذون مقروض یا غیر مقروض کا مال ہلاک یا تلف کر دیا پھر ماذون نے اقرار کیا کہ
مین نے یہ مال اُس تلف کنندہ سے وصول پایا ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے قول کی تصدیق نہوگی خواہ ماذون مقروض ہو یا نہ

اور صاحبین کے نزدیک تصدیق کیجائیگی اور اگر تلف کرنے والا ماذون کا بھائی ہو تو اُس سے وصول پانے کا اقرار
جائز ہوگا اور اُسکے اقرار وصول کے بعد اُسکے بھائی پر قسم عائد نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے- اور اگر ماذون نے اپنے
مولی کو اپنی تجارت کا غلام فروخت کرنے کا حکم دیا اُسنے فروخت کیا پھر اُسنے اقرار کیا کہ ماذون نے مشتری سے
ثمن وصول پایا ہے تو مولے سے اُسکے قول پر قسم لیجائیگی کہ سچ کہتا ہے یا جھوٹ پس اگر مولی نے قسم کھالی تو ضامن
نہوگا اور اگر نکول کیا تو اپنے ماذون کے واسطے ثمن کا ضامن ہوگا یہ مغنی میں ہے- اور اگر زید نے اپنے غلام کو کہ
قیمت ہزار درم ہے تجارت کی اجازت دی اور اُسنے بعد اجازت کے ہزار درم قرض لیے پھر مولے نے اُسپر ہزار
درم قرضہ کا اقرار کیا حالانکہ وہ منکر ہے پھر مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو جس قرضخواہ نے غلام کو قرضہ دیا ہے اُسکو اختیار
ہوگا چاہے مولے سے اُسکی قیمت کی ضمان لے یا غلام آزاد سے اپنا قرضہ وصول کرے پس اگر مولے نے اُسکا ضمان
دیدیا تو دوسرے قرضخواہ یعنے مقرلہ کا مولے یا غلام پر کچھ حق نہوگا اور اگر اُسنے غلام سے اپنا قرضہ لینا اختیار کیا
تو دوسرے مقرلہ کو اختیار ہوگا کہ مولے سے غلام کی قیمت لے- اور اگر مولے نے غلام پر دو ہزار درم کا اقرار کیا
ہو اور غلام پر اسکے سوا سے کوئی قرضہ نہیں ہے اور غلام نے اقرار مولے سے انکار کیا پھر غلام پر اقراری یا بہ ثبوت
گواہان ہزار درم لازم ہوے تو غلام فروخت کیا جائیگا اور ہر ایک قرضخواہ اُسکے ثمن میں بحساب اپنے پورے
قرضہ کے شریک کیا جائیگا اور اگر اولاً غلام نے اقرار کیا ہو تو پہلے اُسی کا اقراری قرضہ ادا کیا جائیگا اسی طرح اگر
غلام دو ہزار کو فروخت ہوا مگر اُسمیں سے ایک ہزار وصول ہوے اور ایک ہزار ڈوب گئے تو بھی جسقدر وصول ہوا ہے
وہ غلام کے مقرلہ قرضخواہ کو ملیگا- اور اگر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا
اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا تو فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن میں سے وہ دونوں قرضخواہ جنکے
واسطے غلام نے اقرار کیا ہے حصہ رسد تقسیم کر لینگے پھر اگر ثمن میں سے کچھ باقی رہا تو اُسکو ملیگا جسکے واسطے مولے
نے اقرار کیا ہے- اور اگر غلام نے کچھ اقرار نہ کیا مگر مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسپر دوسرے شخص
کے ہزار درم قرضہ کا جدا اقرار کیا تو غلام فروخت کیا جائیگا اور اولاً پہلے قرضخواہ کا قرضہ دیکر اگر کچھ باقی رہا تو دوسرے
کو دیا جائیگا اور اگر جدا نہ کیا بلکہ متصل دونوں اقرار کیے مثلاً یوں کہا کہ زید کے میرے اس غلام پر ہزار درم اور عمرو کے ہزار
درم قرضہ ہیں تو دونوں قرضخواہ اُسکے ثمن میں حصہ رسد شریک ہوجاوینگے اور اگر غلام نے مولے کے اقراری دوسرے
قرضخواہ کے قرضہ کی تصدیق کی خواہ کلام اقرار متصل ہو یا منقطع تو دونوں اُسکے ثمن میں حصہ دار ہونگے اور اگر
اول کی تصدیق کی تو پہلے اُسکا قرضہ دیا جائیگا مگر یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مولے کے دونوں اقرار بکلام
منقطع واقع ہوے ہوں اور اگر بکلام متصل ہوں تو دونوں اُسکے ثمن میں حصہ دار ہونگے یہ مبسوط میں ہے-
اور اگر اپنے غلام پر قرضہ کا اقرار کیا تو صحیح ہے اگرچہ غلام تکذیب کرے اور غلام پر قرضہ نہو یہانتک کہ قرضخواہوں
کو غلام کی قیمت سے وصول کرنے کا استحقاق ہوگا اور اگر غلام آزاد ہو گیا تو فقط کمتر مال کا اپنی قیمت و قرضہ
سے ضامن ہوگا یعنے اگر قرضہ کم ہو تو اسکا اور اگر قیمت کم ہو تو اُسکا ضامن ہوگا یہ فتاوی صغری میں ہے- اور اگر ماذون
کی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہوں اور غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا
پھر ماذون نے ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام دو ہزار کو فروخت کیا گیا تو غلام کے دونوں قرضخواہوں میں سے

ہر ایک اپنے پورے قرضہ اور جسکے واسطے مولے نے اقرار کیا ہی پانچ سو درم کے حساب سے اُسکے ثمن مین شریک ہوگا پس تمام ثمن اُنکے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگا - اور اگر فروخت نہ کیا گیا بلکہ مولے نے اُسکو آزاد کر دیا درانحالیکہ اُسکی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہی تو مولے اُن قرضخواہون کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت جو بدل مالیت رقبہ ہی مثل ثمن بیع کے ہی پس اُنکے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگی اور غلام کے قرضخواہ کو دو پانچوین حصے یعنی چھ سو درم ملینگے اور ہر ایک اپنے باقی چار سو درم کے واسطے غلام کا دامنگیر ہوگا مگر جسکے واسطے مولے نے اقرار کیا ہی وہ صرف دو سو درم کے واسطے دامنگیر ہوسکتا ہی - اور قرضخواہون کو یہ بھی اختیار ہی کہ چاہین مولے کا پیچھا چھوڑ کر اپنے قرضہ ثابت کے واسطے غلام آزاد شدہ کے دامنگیر ہون پس اگر اُسکے دامنگیر ہوے تو اُسکے اقرار کی دونون قرضخواہ پورا قرضہ دو ہزار درم لے لینگے اور مولے کا اقراری قرضخواہ پانچ سو درم لے لیگا پھر مولے سے بھی پانچ سو درم لیگا - اور اگر غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہو اور غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے اُسپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام کی قیمت بڑھ گئی یہان تک کہ دو ہزار درم ہوگئی پھر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر دو ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو تمام ثمن اُنھین دونون کو دیا جائیگا جنکے واسطے غلام نے اقرار کیا ہی اور اگر مولے نے اُسکو آزاد کیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اُن دونون نے جنکے واسطے غلام نے اقرار کیا ہی غلام کا دامنگیر ہونا اختیار کیا اور مولے کو قیمت سے بری کر دیا تو اُس قرضخواہ کو جسکے واسطے مولے نے اقرار کیا ہی یہ اختیار ہوگا کہ مولے سے اپنا پورا قرضہ وصول کرے - اور اگر غلام کی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہو اور مولے نے اُسپر ایک ہزار درم کا اقرار کیا پھر دوسرے ہزار درم کا اقرار کیا اور دونون اقرار جدا جدا واقع ہوے پھر غلام ایک ہزار درم کو فروخت کیا تو یہ ثمن پہلے دونون قرضخواہون مین تین تہائی ہوکر تقسیم ہوگا پس اُسکے ثمن مین پہلا بحساب ہزار درم کے اور دوسرا بحساب پانچ سو درم کے شریک کیا جائیگا اور اگر مولے نے اسکو آزاد کیا درحالیکہ اُسکی قیمت ہزار درم تھی تو اُسکے ہزار درم قیمت کا ضامن ہوگا اور ہر دو قرضخواہ اول اس قیمت کو تین حصہ کرکے بقدر اپنے اپنے قرضہ ثابتہ کے باہم تقسیم کر لینگے پھر پانچ سو درم غلام سے بھی لیکر تین حصہ کرکے تقسیم کر لینگے اور اگر اُنھون نے اولاً غلام سے لینا اختیار کیا تو بقدر اُسکی قیمت کے ہزار درم لے لینگے اور تین حصہ کرکے بقدر اپنے اپنے قرضہ ثابتہ کے باہم تقسیم کر لینگے پھر مولے سے بھی اُسکی پوری قیمت لے لینگے - اور اگر مولی نے غلام پر یہ دونون اقرار ایک ہی کلام متصل مین کیے ہون تو قرضخواہ غلام کے ثمن مین برابر شریک ہونگے اور اگر مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو مولے سے اُسکی قیمت تاوان لینگے پھر باقی قرضہ کے واسطے غلام کیطرف رجوع کرکے بقدر اُسکی قیمت کے لینگے اور جسقدر قرضہ اُس سے زیادہ رہگیا وہ ڈوب گیا اسکو کسی سے نہین لے سکتے ہین اور اگر غلام کی قیمت ہزار درم ہو اور مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اسکے بعد ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر اُسپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام دو ہزار کو فروخت ہوا تو یہ ثمن پہلے اور تیسرے کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور درمیانی کو اُسمین سے کچھ نہ ملیگا - اور اگر دو ہزار پانچ سو درم کو فروخت کیا گیا تو پہلا اور تیسرا اپنا اپنا قرضہ وصول کر لینگے اور باقی دوسرے کو ملیگا - اور اگر مولے نے اُسکو آزاد کر دیا اور اُسکی قیمت دو ہزار درم ہی تو اول و سوم اُس سے اپنی قیمت کی ضمان لینگے اور درمیان والے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر آزاد کیا

حالانکہ اُسکی قیمت دوہزار پانچ سو درم تھی تو اول وسو درم سے دوہزار درم لے لینگے اور باقی پانچ سو درم دوسرے
کو ملینگے اسوجہ سے کہ مولی نے اسکے قرضخواہ ہونے کا اقرار کیا ہے اور اُسکا ماذون پر کچھ حق نہوگا اور اگر کچھ قیمت مولے پر
ڈوب گئی تو بیمقدار حاصۃ دوسرے کے حصہ میں شمار ہوگی۔ اور اگر قیمت غلام ڈیڑھ ہزار درم ہو اور مولے نے
اُسپر ہزار درم قرضہ کا پھر ہزار درم قرضہ کا پھر دوہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر غلام تین ہزار کو فروخت ہوا تو اول
اپنا پورا قرضہ ہزار درم وصول کرلیگا اور ایسے ہی دوسرا بھی اور باقی ہزار درم سو تیسرے کو ملینگے اور اگر ثمن میں سے
فقط ہزار درم وصول ہوئے اور باقی دوہزار درم ڈوب گئے تو ہزار کی دو تہائی اول کو اور ایک تہائی دوسرے کو
ملیگی پس جسقدر ثمن وصول ہو اُسمیں سے بقدر اپنے اپنے قرضہ ثابتہ کے حصہ رسد تقسیم کرینگے پس جو برآمد ہوتا جاوے
تو اُسمیں تین تہائی تقسیم ہوگا یہانتک کہ اول اپنا قرضہ ہزار درم پورا کرلے پھر جو کچھ برآمد ہو وہ دوسرے کو ملیگا
یہانتک کہ وہ بھی اپنا قرضہ پورا کرلے پھر اگر اُسکے پورا کرلینے کے بعد بھی کچھ برآمد ہوا تو تیسرے کو ملیگا اور اگر یہ
سب اقرارات بکلام متصل واقع ہوں تو جسقدر برآمد ہوتا جاوے وہ اُن سب میں بقدر ہر ایک کے قرضہ کے حصہ
رسد تقسیم ہوگا اور جسقدر ڈوب جاوے وہ سب کے حصہ میں قرار دیا جائیگا بمنزلہ اس صورت کے کہ اقرار ان سب
قرضخواہوں کے واسطے ایکبارگی کلام میں واقع ہو۔ اور اگر اقرار منقطع ہوں پھر غلام نے اسکے بعد اپنے اوپر ہزار
درم کا اقرار کیا پھر تین ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو پہلا قرضخواہ اور وہ قرضخواہ جسکے واسطے غلام نے اقرار کیا ہے
ہر ایک اپنا قرضہ پورا وصول کرلینگے پھر باقی ثمن میں سے دوسرا قرضخواہ مولی کا اقراری بھی اپنا قرضہ پورا لے لیگا
اور تیسرے کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر ثمن میں سے ایک ہزار ڈوب گئے اور دوہزار برآمد ہوئے تو اول وثانی وغلام کے
اقراری قرضخواہ کے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگا جسمیں سے مولے کے اول اقراری وغلام کے اقراری ہر ایک کو
دو پانچویں اور دوسرے مولی کے اقراری کو ایک پانچواں حصہ ملیگا۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت
کی اجازت دی حالانکہ اُسکی قیمت ہزار درم ہے اُسنے خرید وفروخت کی یہانتک کہ اُسکے پاس ہزار درم ہوگئے
پھر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور مولے نے اُسپر ہزار درم کا اقرار کیا تو ہزار درم جو اُسکے پاس ہیں وہ
دونوں قرضخواہوں میں نصفا نصف تقسیم ہونگے اور اگر مولے نے اُسپر دوہزار درم کا معًا اقرار کیا تو غلام کا
ثمن ومال دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر غلام کے پاس پانچ سو درم ہوں اور غلام نے ہزار درم کا اقرار
کیا اور مولے نے اُسپر دوہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم کا اقرار کیا تو مولے کا اقراری غلام کے ثمن وکمائی میں
فقط پانچ سو درم کا شریک کیا جائیگا۔ اور اگر مولی کا اقرار غلام کے پہلے قرضہ کے اقرار سے پہلے واقع ہو تو غلام کا
ثمن ومال سب قرضخواہوں میں چار حصہ ہوکر تقسیم ہوگا جسمیں سے مولے کے اقراری قرضخواہ کو دو حصہ اور غلام کے
ہر ایک قرضخواہ اقراری کو ایک ایک حصہ ملیگا یہ مبسوط میں ہے

ساتواں باب دو شخصوں کے مشترک غلام میں غلام کو ایک یا دونوں کی تجارت کی اجازت دینے
کے بیان میں۔ قال المترجم اس باب میں ترجمہ اجازت دہندہ کو بلفظ مجیز اور غیر اجازت دہندہ کو بلفظ ساکت
تعبیر کرتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ دو مولاؤں میں ایک نے غلام کو اجازت دینا اُسکے حصہ میں صحیح ہے دوسرے کے حصہ میں نہیں صحیح ہے
اور جب مجیز کے حصہ میں سوائے ساکت کے حصہ کے اجازت صحیح ہوئی اور ساکت نے چاہا کہ اُسکے حصہ کی اجازت

فسخ کر دے تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا پھر امام رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ اگر ایسا غلام خرید و فروخت جائز ہوگی ایسا ہی کتاب میں
مذکور ہے اور جب کل میں اُسکی خرید و فروخت جائز ہوئی پھر اُسپر بہت قرضے ہوگئے اور اُسکے پاس کمائی
موجود ہے پس اگر یہ قرضے اسی کمائی کی وجہ سے جو اُسکے پاس موجود ہے لاحق ہوئے ہوں بایں طور کہ یہ تجارت
کی کمائی ہو اور قرضہ بسبب تجارت کے لاحق ہوا ہو اور یہ بات معلوم ہو جاوے تو قیاساً یہ حکم ہے کہ قرضہ اُسکے
ادا کرنے میں کمائی میں سے مجیز کا حصہ صرف کیا جاوے اور ساکت کا نصف حصہ اسکو دیدیا جاوے مگر
استحساناً یہ حکم ہے کہ کل کمائی مجیز و ساکت دونوں کا حصہ قرضخواہوں کو دیا جاوے۔ اور یہی قیاس و استحسان
اس صورت میں بھی جاری ہے کہ جب پورا غلام مجبور ہو اور اُسنے خرید و فروخت کر کے تجارت سے مال کمایا اور وہ
اُسکے پاس موجود ہے اور تجارت کی وجہ سے اُسپر قرضہ ہوگیا تو جس کمائی کی جہت سے اُسپر قرضہ ہوگیا ہے وہ
استحساناً اُسکے ادائے قرضہ میں صرف کیجاوے اور قیاساً صرف نہ کیجاوے بلکہ پوری کمائی اُسکے مولے کو
دیجاوے رہا قرضخواہوں کا مطالبہ سو وہ لوگ اُسکے آزاد ہو جانے تک انتظار کریں۔ اور اگر یہ کمائی اس سبب
سے حاصل نہ ہوئی ہو جس وجہ سے قرضہ ہو گیا ہے تو ادائے قرض میں مجیز کا حصہ صرف کیا جائیگا نہ ساکت کا۔ اور
اگر کمائی کا حال کچھ معلوم نہو کہ اسی جہت سے حاصل ہوئی ہے جس وجہ سے قرضہ ہوگیا ہے یا اُسکے سوا دوسرے
سبب سے حاصل ہوئی ہے اور دونوں مولاؤں نے اختلاف کیا پس ساکت نے کہا کہ کمائی اُس وجہ سے حاصل نہیں
ہوئی ہے جس وجہ سے قرضہ ہوا ہے مثلاً یوں کہا کہ یہ بطور ہبہ کے حاصل ہوئی ہے نہ بطور تجارت کے اور یہ کمائی ہم دونوں
میں نصفا نصف تقسیم ہونی چاہیے اور مجیز نے مع غلام کے یہ کہا کہ نہیں بلکہ اسی وجہ سے حاصل ہوئی ہے جو قرضہ کا سبب
ہے یعنی کہا کہ تجارت سے حاصل ہوئی ہے وہی قرضہ کا سبب ہوا اور سب کمائی ادائے قرضہ میں صرف ہونی چاہیے تو قیاساً
مولاے ساکت کا قول مقبول ہوگا مگر استحساناً غلام کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ماذون کے پاس اُسکے کسی
دوست یا عزیز کا مال اُسکی تجارت میں ہو پس ساکت نے کہا کہ میں اسمیں سے قرضہ ادا ہونے نہ دونگا تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا و
لیکن اسمیں سے تمام قرضہ قرضخواہوں کو ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو دونوں مولاؤں میں سے ہر ایک کو اس کا
نصف حصہ ملیگا اور اگر اُسکے مقبوضہ مال سے قرضہ زیادہ نکلا تو یہ زیادتی غلام کے ذمہ رہیگی [illegible] مجیز کے حصہ
سے ادا کیجائیگی۔ اسی طرح اگر غلام نے غصب یا مال تلف کر دینے وغیرہ کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مال تلف کرنا
گواہوں سے ثابت ہوتا ہے تو غلام کے پورے رقبہ سے وصول کیا جائیگا جیسے کہ آبد کی اجازت دینے سے پہلے غلام
کے مال تلف کر دینے اور گواہی سے ثابت ہو جانے کی صورت میں حکم تھا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک غلام دو شخصوں
میں مشترک ہو اور ایک نے اُسکو اجازت دی اور غلام نے خرید و فروخت کرنا شروع کیا اور ساکت نے اسکو دیکھکر
منع نہ کیا تو یہ امر اسکی طرف سے بھی تجارت کی اجازت ہو جائیگا اور اگر مولاے ساکت اہل بازار کے پاس آیا اور کہا
کہ غلام سے خرید و فروخت نہ کرنا اور اگر تم لوگ اُس سے ایسا معاملہ کروگے تو فقط میرے شریک کے حصہ میں پڑیگا
پھر مولاے ساکت نے اُس غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو قیاساً اُسکا حصہ بھی ماذون ہوگا مگر
استحساناً ماذون نہوگا اور یہ حکم استحسان اس صورت میں بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ جب پورا غلام مجبور ہو اور
مولے نے اہل بازار کو اُسکے ساتھ خرید و فروخت کرنے سے منع کر دیا پھر اسکو تجارت کرتے دیکھکر سکوت کیا

تو ماذون ہو جائیگا اگرچہ اس سکوت سے پہلے تجارت سے ممانعت کر چکا ہی یہ محیط میں ہی - اگر دو مولاؤں میں سے ایک نے اسکو تجارت کی اجازت دیدی اور وہ ہمراہ اہل بازار کے پاس آیا اور انکا اسکے ساتھ معاملہ خرید و فروخت سے منع کر دیا پھر ساکت نے بجز کا حصہ خرید لیا تو پورا غلام مجور رہیگا پھر اگر مشتری نے اسکا خرید و فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو یہ تجارت کی اجازت ہوگی یہ مبسوط میں ہی - اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے شریک سے کہا کہ غلام کو اپنے حصہ میں یا کہا کہ میرے حصہ میں تجارت کی اجازت دیدے اسنے قبول کیا تو پورے غلام کو اجازت ہو جائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہی - اور اگر غلام دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے دوسرے کو اجازت دی کہ تو میرا غلام مکاتب کر دے تو دونوں کی طرف سے غلام کو تجارت کی اجازت ہوگی مگر کتابت فقط حصہ مکاتب کنندہ کے ساتھ مقصود ہوگی یہ امام اعظم رح کا قول ہی یہانتک کہ اسکی آدھی کمائی اسکو ملیگی جسنے اسکو مکاتب نہیں کیا ہی اور اگر ایک نے دوسرے کو اپنا حصہ مکاتب کرنیکے واسطے وکیل کیا تو اسکے بعد غلام کی کمائی میں نصف مکاتب کنندہ کو اور نصف وکیل کو ملیگی - اور اگر دونوں میں سے ایک نے غلام کو اجازت دی اور اسپر قرضہ ہو گیا پھر اسنے شریک کا حصہ شریک سے خرید لیا پھر غلام نے اسکے بعد خرید فروخت کی اور اسکے ذمہ قرضہ ہوا اور اسپر قرضہ ہو گیا تو پہلا اور دوسرا قرضہ دونوں پہلے نصف میں شمار ہونگے اور اگر مولی کو بعد خرید کے اسکی خرید فروخت کا حال معلوم ہو تو نصف خریدی ہوئی میں بھی یہ تجارت کی اجازت ہوگی پس پہلا قرضہ پہلے نصف میں اور دوسرا قرضہ پورے غلام میں قرار دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہی - اور اگر دو مولاؤں میں سے ایک نے غلام کو اجازت دی اور اسپر قرضہ ہو گیا تو مجیز سے کہا جائیگا کہ اسکا قرضہ ادا کر دے ورنہ غلام میں سے تیرا حصہ فروخت کر دیا جائیگا یہ سراجیہ میں ہی - اور اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے ان میں سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا تو یہ فعل اسکی طرف سے اسکو تجارت کی اجازت ہی اور دوسرے کو اختیار ہوگا کہ کتابت کو باطل کر دے اور اگر اسپر قرضہ ہو گیا پھر دوسرے نے کتابت کو باطل کیا تو یہ قرضہ مکاتب کرنیوالے کے حصہ میں قرار دیا جائیگا - اور اگر اسنے کتابت کو باطل نہ کیا یہانتک کہ غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور اسکو منع نہ کیا تو اس سے اسکی طرف سے اجازت کتابت ثابت نہ ہوگی بلکہ اسکو کتابت باطل کرنیکا اختیار رہیگا اور اس سے اسکی طرف سے تجارت کی اجازت ثابت ہوگی پس اگر اسنے کتابت کو باطل کر دیا حالانکہ غلام قرضدار ہو گیا ہی تو سب غلام قرضہ میں فروخت کیا جائیگا لیکن اگر انکا مولی اسکا قرضہ دیدے تو ایسا نہوگا یہ مبسوط میں ہی - ایک غلام کے دو مالک شریکوں نے اسکو تجارت کی اجازت دی اور ہر ایک نے اسکو سو درم قرضہ دیا اور ایک اجنبی نے بھی اسکو سو درم قرضہ دیا پھر ہر ایک نے اسکے ہاتھ کوئی اسباب بعوض سو درم کو ادھار فروخت کیا پھر یہ غلام سو درم کو فروخت کیا گیا یا سو درم چھوڑ کر مر گیا تو ان میں سے نصف اجنبی کو اور باقی نصف دونوں مولاؤں میں برابر تقسیم ہوگا یہ مغنی میں ہی - اور اگر اسکو فقط ایک ہی مولی نے سو درم قرض دیے ہوں یعنی قرض معاملہ کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو غلام کے سو درم اسکے اور اجنبی کے درمیان تین حصہ ہوکر اسطرح تقسیم ہونگے کہ دو تہائی مولی کو اور ایک تہائی اجنبی کو ملیگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اسکی چوتھائی مولی کو اور تین چوتھائی اجنبی کو ملیگی یہ سراج الوہاج میں ہی - اور اگر دو شخص باہم

بطور مفاوضہ یا عنان کے شریک ہوں اور دونوں میں ایک مشترک غلام ہو کہ وہ اس مال شرکت میں سے ہو
پس ایک نے اسکو مال شرکت سے سو درم کا اسباب قرض دیا اور کسی اجنبی نے بھی سو درم کا قرض دیا پھر
غلام مر گیا اور سو درم چھوڑے یا سو درم کو فروخت کیا گیا تو اسمیں سے اجنبی کو دو تہائی اور دونوں شریک کو
ایک تہائی ملیگا - اور اگر دونوں میں بطور عنان شرکت ہوا اور یہ غلام مال شرکت سے ہوا اور ایک نے سو درم
کا مال شرکت سے اسباب قرض دیا اور اجنبی نے بھی سو درم کا قرضہ دیا تو سو درم کی دو تہائی مال اجنبی کو اور سو درم
کی تہائی دونوں شریکوں کو نصفا نصف ملیگی - اور اگر غلام دونوں میں مشترک ہو اور دونوں نے یا ایک نے اسکو
سو درم کا قرضہ مال شرکت سے دیا اور اجنبی نے سو درم کا قرضہ دیا اور باقی مسئلہ بحالہا رہے تو سو درم سب اجنبی کو
دیے جاوینگے اور اس صورت میں دونوں میں سے کسی شریک کو کچھ نہ ملیگا یہ مبسوط میں ہے - جامع الفتاوے میں
لکھا ہے کہ دو شخصوں کے مشترک غلام ماذون پر ہزار درم کا قرضہ ہو گیا اور دونوں میں سے ایک غائب ہو گیا
پس قرضخواہ نے حاضر ہو کر گرفتار کر کے اسکا حصہ ساڑھے سو درم کو فروخت کر کے اپنے قرضہ میں لے لیا پھر دوسرا
حاضر ہوا اور اپنا حصہ پانچ سو درم کو فروخت کیا تو صاحب قرض کو تین سو درم دیدیگا کہ اسکا قرضہ پورا ہو جاوے
یعنی پورے قرضہ تک یہ اسکو دیدیگا پھر دو سو باقی رہے وہ اس حصہ دار کو جسکا حصہ ساڑھے سو کو فروخت کیا گیا اتنا
دیدیگا تاکہ دونوں تاوان دینے میں برابر رہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے - اور اگر دو شخصوں نے اپنے مشترک غلام کو تجارت
کی اجازت دی پھر ایک نے اسکو سو درم کا اسباب قرض دیا اور ایک اجنبی نے سو درم کا قرضہ دیا پھر جسنے قرضہ
نہیں دیا ہے وہ مولے غائب ہوا اور اجنبی حاضر رہا اور اسنے قصد کیا کہ جس مولے نے اسکو قرضہ دیا ہے اسکا حصہ
فروخت کرا دے اور اپنا قرضہ وصول کرے تو فروخت کیا جائیگا پس اگر پچاس درم کو فروخت کیا جاوے تو
سب اجنبی لے لیگا - اور اگر دوسرا مولے حاضر ہوا تو اسکا حصہ اس اجنبی کے واسطے اور اس مولے کے واسطے
جسنے قرضہ دیا ہے فروخت کیا جائیگا اور دونوں باہم نصفا نصف تقسیم کر لینگے - اور اگر قرضہ دینے والے مولی
کے حصہ کا ثمن مشتری پر ڈوب گیا اور اس مولے کا حصہ جسنے قرضہ نہیں دیا ہے پچاس درم یا کم زیادہ کو فروخت
کیا گیا تو یہ ثمن دونوں میں تین تین تہائی تقسیم ہوگا اسمیں سے دو حصہ اجنبی کو اور ایک حصہ قرضہ دینے والے
مولی کو ملیگا پس اگر انھوں نے اسطور سے بانٹ لیا پھر پہلے پچاس درم برآمد ہوئے تو سب اجنبی لے لیگا -
اسی طرح اگر پچاس سے زیادہ ہوتے کہ سو کی دو تہائی سے بڑھجاوے پس جسقدر زیادہ ہو وہ قرضہ دینے والے
مولی کو ملیگی اور دونوں مولاؤں میں سے کوئی دوسرے سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے - اور اگر ایک غلام دو
شخصوں میں مشترک ہو اور دونوں نے اسکو تجارت کی اجازت دی پھر ہر ایک نے اسکو کسی دوسرے شخص کے
سو درم اسکے حکم سے قرضہ میں دیے اور سو درم کسی اجنبی نے اسکو قرضہ میں دیے پھر وہ غلام سو درم کو فروخت
ہوا تو یہ سو درم اجنبی اور دونوں مولاؤں کے درمیان تین حصہ ہو کر مساوی تقسیم ہونگے - اور اگر وہ مال جو ہر
ایک مولے نے اسکو قرضہ میں دیا ہے وہ اس مولے اور اجنبی کے درمیان مشترک ہو کہ اجنبی نے اسکو قرضہ میں دینے
کی اجازت دی ہو اور باقی مسئلہ یوں ہی رہے تو یہ سو درم دس حصہ ہو کر تقسیم ہونگے کہ جنمیں سے چار حصہ فقط
اجنبی کو ملینگے اور چار حصہ ان دونوں اجنبیوں کو ملینگے جو دو سو درم میں دونوں مولاؤں کے شریک تھے

یعنی ہر ایک کو دو حصے ملینگے اور ہر ایک مولے کو ایک ایک حصہ ملیگا - اور اگر ایک غلام دو سو درم قیمت کا دو شخصون
مین مشترک ہوا اور اُسکو اجنبی نے سو درم قرضہ دیے پھر قرضخواہ آیا اور اپنا قرضہ طلب کیا اور دونون مولاؤن
مین سے ایک غائب ہوا تو غائب کے حصہ مین کچھ ڈگری نہ ہوگی جبتک کہ حاضر نہو پس اگر حاضر کا حصہ سو درم
کو فروخت ہوا تو سب قرضخواہ لے لیگا پھر جب غائب حاضر ہو تو جسکا حصہ فروخت ہوا ہو وہ پچاس درم کے واسطے
اُسکے حصہ غلام مین مواخذہ کریگا پس یا تو وہ فروخت کیا جائیگا یا غائب اسقدر درم ادا کر دیگا اسی طرح اگر غلام
قتل کیا گیا اور حاضر نے اُسکی قیمت مین نصف یعنی سو درم پائے تو قرضخواہ سب لے سکتا ہے پھر جب غائب حاضر
ہوکر اپنے حصہ کی قیمت وصول کرے تو جسکے حصہ سے قرضخواہ نے لے لیا ہے وہ شریک سے نصف قیمت لے لیگا

یہ مبسوط مین ہے -

آٹھوان باب ماذون کے مجبور ہونے کے بیان میں اختلافی خصومت ماذون و اُسکے مولے کے درمیان غلام یا کسی
غیر کے مقبوضہ مال مین واقع ہو اُسکے بیان مین - اگر غلام ماذون کے پاس مال ہو اور مولے نے کہا کہ یہ میرا مال ہے اور ماذون
نے کہا کہ میری کمائی ہے پس اگر غلام مقروض ہو تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر نہو تو مولے کا قول قبول ہوگا کذا
فی الذخیرہ - اور اگر مال غلام و مولے دونون کے قبضہ مین ہو پس اگر وہ غلام مقروض نہو تو دونون کا قبضہ معتبر ہوگا
دونون کے واسطے شرکت کی ڈگری ہوگی - اور اگر قرضہ ہو تو مولے کا قبضہ معتبر ہوگا اسی کے نام ڈگری ہوگی - اور اگر یہ مال
غلام و مولے و اجنبی کے قبضہ مین ہو اور ہر ایک دعوے کرتا ہو کہ میرا ہے پس اگر غلام مقروض نہو تو وہ مال مولے و اجنبی کے
درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر مقروض ہو تو تین تہائی تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر ایک کپڑا ایسا ماذون
و ایک آزاد کے قبضہ مین ہو اور ہر ایک دعوے کرتا ہو کہ میرا ہے اور اگر کپڑا ایک کے قبضہ مین ہو اور دوسرا اُسکا کنارہ پکڑے
ہوے ہو تو وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا - اور اگر ایک اسکو اوڑھے [illegible] ہوے ہو یا [illegible] اور دوسرا [illegible] پکڑے
ہوے ہو یا پہنے ہوے ہو اور دوسرا اسکو پکڑے ہوے ہو یا کوئی چوپایہ ہو کہ ایک اُسپر سوار ہو اور دوسرا اُسکی لگام پکڑے
ہوے ہو تو یہ چیز سوار یا پہنے والے کو ملیگی - اور اگر ایک شخص سوار ہو اور دوسرا اسکو پکڑے ہوے ہو تو صرف تعلق سے پیش پکڑنے
ہونے سے ترجیح کا مستحق نہوگا - اور اگر ایک سوار ہو اور دوسرا [illegible] تو سوار مستحق ہوگا پس اگر ایسا امر
ہو کہ جس سے وقت انفراد کے ایک مستحق ہو اور دوسرے کو وہ امر اسکے مثل حاصل نہو تو پہلا مستحق ہوگا یعنی
اُسی کے نام ڈگری ہوگی یہ مبسوط مین ہے - اور اگر کسی غلام ماذون یا مکاتب یا آزاد نے اپنے تئین کسی درزی
کو اُسکے ساتھ کام کرنے یا اُسکے واسطے [illegible] فروخت کرنے کے لیے اجرت پر دیا پس اگر اجیر کے ہاتھ مین ایک کپڑا ہو
اور اجیر نے کہا کہ یہ میرا ہے اور مستاجر نے کہا کہ یہ میرا ہے پس اگر یہ اجیر اپنے مستاجر کی دوکان یا گھر مین موجود ہو تو مستاجر
کا قول قبول ہوگا اور اگر اجیر کسی گلی مین یا اپنے گھر مین ہو تو اجیر کا قول قبول ہوگا اور اگر اجیر یہ کپڑا پہنے ہوے ہو
اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو اجیر ہی کا قول قبول ہوگا خواہ مستاجر کے گھر مین ہو یا گلی مین - اور منقول ہے کہ شیخ امام جلیل
ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر یہ کپڑا [illegible] کی چیز کاریگری کے آلات مین سے ہو تو اجیر کا قول قبول ہوگا خواہ
اجیر مستاجر کے گھر مین ہو یا کوچہ گلی مین ہو یہ [illegible] مین ہے - اور اگر غلام [illegible] اسکے مولے نے کسی کام کے واسطے اجرت پر
دیدیا اور اُسکے پاس ایک کپڑا ہے پس مستاجر نے کہا کہ یہ میرا ہے اور مولے نے کہا کہ یہ میرا کپڑا اُسکے پاس ہے تو مستاجر کا قول

قبول ہوگا اگرچہ گلی مین ہو اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ مولی نے اسکو سوائے خرید و فروخت تجارتی کے اور کسی
کام کے واسطے اجارہ دیا ہو تاکہ وہ غلام مجبور رہے ورنہ اگر اسکو خرید و فروخت تجارتی کے واسطے کسی کو اجارہ
پر دیا ہے تو ماذون ہوجائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا ہے۔ اور اگر یہ غلام اُس کپڑے کو پہنے ہوئے ہو
تو مولے کا قول قبول ہوگا اور کپڑے کی صورت مین یہ حکم بخلاف چوپایہ سواری کے ہے کہ اگر غلام مجبور چارپایہ پر سوار
ہو اور مستاجر و مولے مین اختلاف واقع ہو پس اس صورت مین مستاجر ہی کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام
مجبور مولے کے گھر مین موجود ہو اور اُسکے پاس کپڑا ہو اور مستاجر و مولے مین اختلاف واقع ہو یعنی مستاجر نے کہا کہ میرا ہی
اور مولے نے کہا کہ میرا ہی تو مولے کا ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر غلام تجارت کے واسطے ماذون ہو اور غلام کے پاس
متاع ہو اور وہ مولے کے گھر مین ہو اور مولے نے کہا کہ یہ میری متاع ہے اور غلام ماذون نے کہا کہ میری ہے پس اگر
یہ متاع غلام کی سوداگری کی ہو تو وہ غلام کی ہوگی یعنی جن چیزون کی غلام سوداگری کرتا ہے اُسی قسم کی چیز ہو اور
اگر غلام کی سوداگری نہو تو مولے کی ہوگی۔ اور امام محمد رحمہ نے ایک صورت ذکر نہیں فرمائی یعنی جبکہ وہ چیز
دونون کی تجارت کی ہو اور فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مولے کے واسطے حکم ہونا چاہیے
اور اگر ماذون کپڑا اپنے پہنے ہوئے ہو یا چارپایہ پر سوار ہو اور ماذون و اُسکے مولے مین اس چیز کی ملک مین اختلاف
ہوا تو غلام کے نام ڈگری ہوگی خواہ اُسکی تجارت کی قسم سے ہو یا نہو یہ محیط مین ہے۔ اور جامع مین لکھا ہے کہ ایک
شخص مسمی زید نے کسی غلام کو کچھ ہبہ دیا پھر ہبہ سے رجوع کرنا چاہا پس غلام نے کہا کہ مین مجبور ہون جب تک میرا
مولے حاضر نہو تب تک تجھے ہبہ واپس لینے کا اختیار نہیں ہے اور واہب نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ماذون ہے پس
غلام نے اپنے مجبور ہونے کے اقرار واہب کے گواہ دیے یعنی گواہون نے یہ گواہی دی کہ واہب نے اسکے
مجبور ہونے کا اقرار کیا ہے تو غلام کے گواہ مقبول ہونگے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ غلام نے
اگر چیز خرید و فروخت کی اور وقت خرید و فروخت کے یہ نہ کہا کہ مین ماذون ہون یا مجبور ہون پھر اُسپر قرضے چڑھ گئے پھر
کہا کہ مین مجبور ہون میرے مولے نے مجھے اجازت نہیں دی ہے اور قرضخواہون نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ماذون ہے
تو استحساناً قرضخواہون کا قول قبول ہوکر غلام ماذون قرار دیا جائیگا اور جب وہ ماذون قرار پایا یا اُسنے
خود ہی صریحاً ماذون ہونے کا اقرار کر دیا تو قیاساً اسکی کمائی قرضہ مین تا وقتیکہ مولے حاضر نہو فروخت نہ
کیجاوے مگر استحساناً اُسکے ادائے قرضہ کے واسطے فروخت کیجائیگی۔ پھر اگر اُسکی کمائی فروخت
کرنیکے ادائے قرض کے باوجود بھی کچھ قرضہ باقی رہ گیا تو قیاساً و استحساناً جب تک مولے حاضر نہو خود
غلام فروخت نہ کیا جائیگا۔ اور اگر قرضخواہون نے گواہ دیے کہ یہ غلام ماذون ہے اور غلام انکار کرتا ہے اور مولی
غائب ہے تو اُنکے گواہ مقبول نہونگے یہان تک کہ اُنکے قرضہ مین غلام فروخت نہوگا۔ اور اگر غلام نے اجازت
کا اقرار کیا اور قاضی نے اُسکی کمائی کا اسباب فروخت کرکے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا پھر مولے نے آکر اجازت
سے انکار کیا تو قاضی قرضخواہون سے گواہ طلب کریگا کہ اُسکی اجازت کے گواہ پیش کرین پس اگر اُنھون نے
گواہ پیش کیے تو جو کچھ گذرا سب جائز ہے ورنہ جسقدر غلام کی چیزون کا ثمن اُنھون نے وصول کیا ہے مولی کو
واپس دینگے مگر قاضی نے جسقدر بیوع واقع ہوئی ہین وہ نہین لوٹ سکتی ہین اور یہ اُس صورت مین ہے کہ

کہ غلام نے اپنے مجبور ہونے کا دعوے کیا ہو - اور اگر بائع نے غلام کے مجبور ہونے کا دعوے کیا اور کہا کہ میں اسکو بیچ نہیں دونگا کیونکہ مجھے یہ استحقاق ہے جبتک کہ یہ آزاد نہ ہوگا وصول نہ ہوگا اور غلام نے کہا کہ میں ماذون ہوں تو اس باب میں غلام کا قول قبول ہوگا اور غلام پر قسم عائد نہوگی - اور بائع پر جبر کیا جائیگا کہ جو چیز تو نے اسکے ہاتھ فروخت کی ہے اسکو دیدے اور بائع اس سے اپنا ثمن لے لیگا پھر اگر بائع نے کہا کہ میں اس امر کے گواہ دیتا ہوں کہ یہ مجبور ہے تو قبول نہ ہونگے ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں یعنی حکم مختلف دو روایتوں کی راہ سے ہے یا از راہ قیاس و استحسان حکم مختلف ہے یہ مغنی میں ہے - اور اگر غلام نے قاضی کے سامنے اپنے مجبور ہونے کا اقرار کیا کہ میں وقت بیع کے مجبور تھا تو بیع کو قاضی رد کردیگا پھر اگر اسکے بعد مولے حاضر ہوا اور غلام کے قول کی تکذیب کی اور کہا کہ میں نے غلام کو خرید فروخت کی اجازت دی تھی تو نقض بیع جو غلام و مشتری کے درمیان ہوچکا وہ جائز رہیگا پھر اسکے بعد اگر مولے نے اسکی بیع کی اجازت دی تو باطل ہوگی اور اگر قاضی نے غلام کے مجبور ہونے کے اقرار پر بیع نہ توڑی یہانتک کہ مولی حاضر ہوا اور بیع کی اجازت دی تو جائز ہوگی یہ محیط میں ہے - اور اگر غلام کی خریدی ہوا اور بائع نے کہا کہ میں تجھکو کچھ نہ دونگا کیونکہ تو مجبور ہے اور اُس نے کہا کہ میں ماذون ہوں تو غلام کا قول قبول ہوگا پھر اگر بائع نے گواہ دیئے کہ بعد خرید کے قاضی کے پاس پیش ہونے سے پہلے غلام نے اپنے مجبور ہونے کا اقرار کیا ہے تو گواہ قبول نہ ہونگے - اور اگر ایک شخص خرید فروخت کرتا ہو اور اُسپر قرضے چڑھ گئے اور اسکا حال معلوم نہوا کہ یہ غلام ہے یا آزاد ہے پھر اسکے بعد کہا کہ میں فلاں شخص کا غلام ہوں اور اس شخص نے تصدیق کی اور کہا کہ میرا غلام ہے اور مجبور تھا اور قرضخواہوں نے کہا کہ یہ آزاد ہے تو یہ غلام اپنے اقرار میں مصدق ہوگا حتی کہ فلاں شخص کا غلام قرار دیا جائیگا مگر قرضخواہوں کے حق میں مصدق نہوگا کہ انکا قرضہ توقف میں پڑا رہے کہ بعد اسکی آزادی کے وصول ہو ایسا نہوگا - پھر امام نے فرمایا کہ یہ غلام فروخت کیا جائیگا اور قرضخواہ لوگ اُسکے ثمن سے اپنا قرضہ وصول کرینگے یہ مغنی میں ہے - اور اگر کسی شخص پر غلام کا قرضہ بسبب بیع یا اجارہ یا قرض یا استہلاک مال کی وجہ سے واجب ہوا یا اُسنے کسی کے پاس مال ودیعت رکھا تھا پھر مولے نے اسکو مجبور کردیا تو ان سب میں خصم وہی غلام ہوگا پس اگر قرضداروں نے غلام کو یہ قرضہ ادا کردیا تو ہر ایک بری ہوجائیگا خواہ غلام مقروض ہو یا نہو - اور اگر مولے کو دیا پس اگر غلام مقروض نہو تو مشتری ثمن سے بری ہوجائیگا اور اگر ہو تو ثمن سے بری نہوگا یہ محیط میں ہے - اور اگر غلام بعد مجبور ہونے کے مرگیا تو مولے کو اُسکے قرضداروں سے بابت قرضہ کے خصومت کا استحقاق ہے خواہ غلام مقروض ہو یا نہو - اور آیا مولے کو اُسکے قرضہ وصول کرنیکا اختیار ہے پس اگر غلام پر قرضہ نہو تو اُسکے قرضہ پر قبضہ کرسکتا ہے اور اگر قرضہ ہو تو قبضہ نہیں کرسکتا ہے یونہی یہ مسئلہ اذن الاصل میں مذکور ہے اور وکالت الاصل میں لکھا ہے کہ قبضہ کرسکتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں مختلف نہیں ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جو حکم کتاب الماذون میں لکھا ہے وہ ایسی صورت میں ہے کہ مولی پر ثاقت نہو یعنی ثقہ نہو کہ تقاضا کرسکتا ہو اور جو حکم کتاب الوکالت میں ہے وہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ مولی ثقہ ہو - اور اگر بعد مجبور ہونے کے غلام مرا نہیں ہے لیکن مولے نے اسکو اپنی ملک سے نکال دیا تو اس قرضہ کے وصول میں مولی خصم ہوگا مگر کیا قبضہ کرسکتا ہے یا نہیں تو اسمیں بھی وہی تفصیل ہے جو ہم نے ذکر کی ہے پھر اگر مشتری نے وہ غلام

آزاد کر دیا تو غلام کبھی خصم قرار پاویگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پس اُسنے ایک شخص کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور اس شخص مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور ثمن اسکو دیدیا پھر مولے نے اسکو مجور کر دیا پھر مشتری نے غلام میں عیب پایا تو خصم اس معاملہ میں وہی غلام مجور ہوگا پھر اگر مشتری نے غلام پر گواہ قائم کیے تو غلام مشتری کردہ اسکو واپس کر سکتا ہے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اپنے ثمن وصول کرنے تک مبیع کو روک رکھے اور اگر غلام مجور کے پاس مال ہو اور اسپر قرضہ ہو تو پہلے واپس کیا ہوا غلام فروخت کرکے اسکا ثمن مشتری کو دیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن میں سے کچھ بچا تو مجور کے قرضخواہوں کو دیا جائیگا اور اگر ثمن اُسکا قرضہ مشتری سے کم پڑا تو غلام مجور کے رقبہ میں یہ مشتری اُسکے قرضخواہوں کے ساتھ شریک کر دیا جائیگا پس اُن کے واسطے مجور فروخت کیا جائیگا۔ اور اگر مشتری نے اپنے ثمن کے واسطے غلام کو نہ روکا بلکہ مجور کو دیدیا پھر اپنا ثمن طلب کرنے کے واسطے آیا تو مشتری قرضخواہوں کے ساتھ غلام واپس کردہ اور غلام مجور کے رقبہ میں شریک کیا جائیگا اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہوں اور اُسنے مجور سے قسم طلب کی تو قاضی اُس سے قطعی قسم لیگا کہ واللہ میں نے یہ غلام بحکم اس بیع کے اس مشتری کو سپرد کیا درحالیکہ اُسمیں یہ عیب نہ تھا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مجور نے عیب سے انکار نہ کیا بلکہ قاضی کے سامنے اقرار کر دیا پس اگر وہ عیب ایسا ہو کہ ویسا عیب حادث نہیں ہوتا ہے تو قاضی مبیع اسکے بائع مجور کو واپس کر دیگا اور اگر اُسکے مثل حادث ہو سکتا ہو تو قاضی مجور کے اقرار سے اُسکو واپس نہ دیگا مگر غلام مجور اپنے اقرار سے بعد مشتری کا خصم باقی نہ رہیگا پھر مشتری اُسکے مولے سے مخاصمہ کر کے مولے پر گواہ قائم کر کے اُسکو واپس دیگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر مشتری کے پاس اسوقت میں گواہ نہوں اور اُسنے مولے سے قسم لینی چاہی تو قاضی اُس سے علم پر قسم لیگا پس اگر مولے نے قسم سے نکول کیا یا عیب کا اقرار کر دیا تو مولی کو وہ غلام واپس دیا جائیگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ یہ عیب اگر ایسا عیب ہے کہ حادث نہیں ہو سکتا ہے تو مجور کے قرضخواہوں کے حق میں یہ واپسی جائز ہے اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکے مثل حادث ہو سکتا ہو اور مجور کے قرضخواہوں اور مولے نے غلام کے اقرار عیب کی تکذیب کی ہو تو یہ واپسی سوائے قرضخواہوں کے غلام و مولے کے حق میں صحیح ہوگی اور وہ غلام واپس شدہ فروخت کر کے اُسکا ثمن مشتری کو دیا جائیگا اور اگر دوسرا ثمن نسبت ثمن سابق کے زیادہ ہوا تو جسقدر زیادہ ہو وہ قرضخواہوں کو دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کم ہوا تو کمی مجور کے رقبہ میں پڑیگی پھر جب مجور فروخت کیا گیا تو پہلے اُسکے ثمن سے قرضخواہوں کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر بعد ادائے قرضہ کے اگر کچھ باقی رہا تو وہ مشتری کو دیا جائیگا اور اگر کچھ نہ بچا تو مشتری کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر مجور پر قرضہ نہو تو مشتری کا قرضہ اُس غلام واپس شدہ و مجور دونوں کی گردن پر ہوگا کہ دونوں اُسکے ثمن کے واسطے فروخت کیے جاسکتے ہیں اور اگر فیصلہ مقدمہ میں مولے نے قسم کھالی ہو تو پھر غلام مبیع اُسکو واپس نہ دیا جائیگا مگر جب غلام مجور آزاد ہو جاوے تب اُسکا غلام مبیع بوجہ اقرار عیب کے اسکو واپس دیا جائیگا کذا فی المغنی

نواں باب غلام ماذون و مجور و نابالغ و معتوہ پر گواہی واقع ہونے کے بیان میں۔ واضح ہو کہ جو چیز از قسم تجارت ہے اُسمیں ماذون خصم قرار دیا جائیگا اور اسپر گواہی مقبول ہوگی اور مولی کا موجود ہونا معتبر نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر دو گواہوں نے ماذون پر گواہی دی کہ اسنے یہ چیز غصب کر لی یا یہ ودیعت

تلف کر دی یا شکر ہو گیا ہے یا یوں گواہی دی کہ اسنے ایسے افعال کا اقرار کیا ہے جو اسپر خرید یا فروخت یا اجارہ کی گواہی
دی حالانکہ غلام منکر ہے اور مولیٰ غائب ہے تو ماذون پر ایسی گواہی مقبول ہو گی اور قاضی اسپر ڈگری کر دیگا اور اگر
ایسی صورت میں گواہی ماذون کے غلام محجور ہو اور مولیٰ کے غائب ہونے کی حالت میں دو گواہوں نے اسپر
استہلاک مال یا غصب کی گواہی دی تو گواہی قبول نہ ہو گی اور غلام محجور پر ڈگری نہ ہو گی اور مشائخ نے اسکے معنی
یہ بیان فرمائے ہیں کہ ایسے حکم کے واسطے گواہی قبول نہ ہو گی جو متعلق بیع ہو لے ہو یعنی غلام فروخت نہ کیا جائیگا مگر
ایسے حق کے واسطے جو غلام ہی کی طرف راجع ہو قبول ہو گی پس بعد عتق کے اس سے مواخذہ کیا جائیگا اور جیسا کہ
مولیٰ کا حاضر ہونا یہاں شرط ہے ایسے ہی غلام کا حاضر ہونا بھی شرط ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے کسی غلام محجور پر
غصب یا اتلاف ودیعت کی گواہی دی پس اگر گواہوں نے معائنہ کی گواہی دی اس محجور کے ایسے فعل کے اقرار کی
گواہی نہ دی تو اسپر گواہی مقبول ہو گی مگر غصب کی ڈگری اسوقت ہو گی جب مولیٰ حاضر ہو اور اتلاف ودیعت و صناعت
کی ضمان کی ڈگری نہ ہو گی جبتک کہ آزاد نہ ہو جاوے یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
اور اگر دونوں گواہوں نے یوں گواہی دی کہ محجور نے ایسے فعل کا اقرار کیا ہے اور مولیٰ حاضر ہے یا غائب ہے تو غلام
پر کسی کی ڈگری نہ ہو گی تاوقتیکہ غلام آزاد نہ ہو جاوے پھر جسوقت آزاد ہوا اسوقت اسپر وہ مال لازم ہو گا جسکی
گواہی دی گئی تھی۔ اور گواہوں نے اسپر قتل عمد یا قذف محصن یا زنا یا شرب خمر کی گواہی دی حالانکہ غلام انکار کرتا ہے تو
امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک مولیٰ کی غیبت میں اسپر ایسی گواہی قبول نہ ہو گی۔ اور اگر یوں گواہی دی کہ غلام
نے ایسے افعال کا اقرار کیا ہے مگر مولیٰ غائب ہے تو جن افعال میں اقرار سے رجوع کر لینا کارآمد ہوتا ہے ان میں یہ گواہی
مقبول نہ ہو گی اور جن میں اقرار سے رجوع کرنا کارآمد نہیں ہے جیسے قصاص و حد القذف تو ان میں یہ گواہی مقبول ہو گی
یہ مبسوط میں ہے۔ اور جو نابالغ لڑکا کہ اسکو اسکے باپ یا باپ کے وصی نے تجارت کی اجازت دی وہ بمنزلہ غلام
ماذون کے ہے کہ اسپر ضمان تجارت کی گواہی مقبول ہو گی اگرچہ اجازت دہندہ غائب ہو اور معتوہ ماذون میں بھی
یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے نابالغ ماذون یا معتوہ ماذون پر قتل عمد یا قذف یا شراب خواری
یا زنا کی گواہی دی پس قذف و شراب خواری و زنا میں انکی گواہی قبول نہ ہو گی اگرچہ اجازت دہندہ حاضر ہو اور قتل میں
اگر اجازت دہندہ حاضر ہو تو گواہی قبول ہو کر اسکی مددگار برادری پر ڈگری ہو گی اور اگر غائب ہو تو گواہی قبول
نہ ہو گی۔ اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس ماذون غلام یا معتوہ یا ماذون لڑکے نے ایسے کسی
فعل کا اقرار کیا ہے تو گواہی قبول نہ ہو گی خواہ اجازت دہندہ حاضر ہو یا غائب ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر گواہوں نے
ماذون غلام پر دس درم یا زیادہ کی چوری کی گواہی دی اور وہ منکر ہے پس اگر اسکا مولیٰ حاضر ہو تو بالاتفاق سب
کے نزدیک اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر غائب ہو تو مال مسروق کا ضامن ہو گا اور امام اعظم و امام محمد
رح کے نزدیک اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا کذا فی المغنی اور اگر دس درم سے کم کی چوری پر گواہی دی ہو تو گواہی
قبول ہو گی خواہ مولیٰ حاضر ہو یا غائب ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے یوں گواہی دی کہ اسنے
دس درم یا زیادہ کی چوری کا اقرار کیا ہے اور ماذون انکار کرتا ہے تو قاضی اسپر اسقدر مال کی ضمان کی ڈگری کریگا
اگرچہ مولیٰ حاضر ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غلام محجور پر دس درم کی چوری کی گواہی دی حالانکہ وہ منکر ہے تو قاضی اسپر کچھ ڈگری

نہ کریگا جبتک کہ اسکا مولے حاضر نہو پھر مولی کے سامنے ہاتھ کاٹنے اور مال میں واپس کرنے کی ڈگری کریگا بشرطیکہ مال
مسروق بعینہ قائم ہو اور تاوان کی ڈگری نہ کریگا اور اگر گواہوں نے مجور کے دس درم یا زیادہ کی چوری کا اقرار
کرلینے پر گواہی دی تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا اور اسپر ہاتھ کاٹنے کی یا مال کی ڈگری نکریگا اگرچہ مولی حاضر ہو
اور مال کی ڈگری نہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ حق مولی میں ڈگری نکریگا حتی کہ وہ اس مال کے واسطے فروخت نہ کیا جائیگا لیکن
بعد آزادی کے اس سے اس مال کا مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور نابالغ ماذون و معتوہ پر دس درم چوری
کی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اجازت دہندہ غائب ہو۔ اور اگر ان دونوں کے اقرار سرقہ پر گواہی دی ہو تو نا
مقبول ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اسنے شراب
یا سور خریدے تو جائز ہے خواہ اسپر قرضہ ہو یا نہو۔ اور اگر مردار یا خون خریدا یا کسی کافر کے ساتھ ربو کا معاملہ کیا تو
باطل ہے۔ اور اسپر دو کافروں نے غصب یا ودیعت یا مضاربت یا بیع یا اجارہ کی گواہی دی یا دین کی گواہی دی کہ اسنے اپنی حالت [illegible]
اقرار کیا ہے حالانکہ وہ اور اسکا مولی اس سے منکر ہیں تو دونوں کی گواہی استحسانا جائز ہے۔ اسی طرح اگر نابالغ
کافر کو اسکے وصی مسلم یا اسکے دادا نے تجارت کی اجازت دی ہو تو ایسی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر غلام ماذون
مسلمان ہو اور اسکا مولے کافر ہو تو کافروں کی گواہی اسپر کسی فعل یا اقرار کی نہیں جائز ہے خواہ اسپر قرضہ ہو یا
قرضہ نہو۔ اور اگر دو کافروں نے مجور کافر پر غصب کی گواہی دی اور اسکا مولے مسلمان ہے تو گواہی باطل ہوگی اور اگر
مولے کافر ہو تو گواہی جائز ہوگی۔ اور اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اور اسپر دو کافروں
نے خطا سے یا عمداً قتل کی یا شرب خمر یا قذف کی گواہی دی یا چار کافروں نے اسپر زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ اور
اسکا مولے اس سے منکر ہیں تو گواہی باطل ہوگی۔ اسی طرح اگر غلام مسلمان اور مولے کافر ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور
اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اور اسپر دو کافروں نے دس درم یا کم کی چوری کی گواہی
دی تو اسپر تاوان مال مسروق کی ڈگری ہوگی ہاتھ کاٹنے کی نہوگی خواہ مولے حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر غلام مسلمان
اور مولے کافر ہو تو گواہوں کی گواہی باطل ہوگی۔ اور اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی
پھر اسپر دو کافروں نے کسی کافر یا مسلمان کی طرف سے ہزار درم قرضہ کی گواہی دی اور ماذون اس سے منکر ہے
اور اسپر کسی مسلمان یا کافر کا ہزار درم قرضہ بھی ہے تو گواہی جائز ہوگی اگرچہ پہلا قرضخواہ مسلمان ہو [illegible]
الدین الاول کافرا فی الدینین ۔ اور اگر مسلمان ہو تو ماذون اور جو کچھ اسکے پاس ہے پہلے قرضہ میں فروخت کیا جائیگا
اور وہ قرضخواہ اپنا قرضہ تمام و کمال وصول کرلیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو دوسرے قرضخواہ کو جسکے واسطے دو کافروں
نے گواہی دی ہے دیا جائیگا۔ اور اگر اسپر دو مسلمانوں نے ہر ایک کے ہزار درم کا دعوی کیا یعنی ایک کے واسطے دو
مسلمانوں نے اور دوسرے کیواسطے دو کافروں نے گواہی دی تو قاضی دونوں کی ڈگری کریگا مگر پہلے اسکا قرضہ ادا کیا
جائیگا جسکے واسطے دو مسلمانوں نے گواہی دی ہے پھر اگر کچھ باقی رہا تو اسکو ملیگا جسکے واسطے دو کافروں نے گواہی
دی ہے۔ اور غلام نے اسکے قرضہ کی جسکے واسطے دو کافروں نے گواہی دی ہے تصدیق کی تو دونوں قرضخواہ اسکی کمائی و ذات
رقبہ میں شریک ہو جاوینگے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مسلمان کیواسطے دو کافروں نے اور کافر کیواسطے دو مسلمانوں نے
گواہی دی تو دونوں قرضخواہ شریک ہوکر وصول پاوینگے۔ اور اگر قرضخواہ [illegible]

واسطے دو مسلمانون اور ایک مسلمان کے واسطے دو کافرون نے اور دوسرے کے واسطے دو مسلمانون نے گواہی دی
پھر غلام فروخت کیا گیا تو پہلے اُن دونون کا قرضہ دیا جائیگا جنکے واسطے مسلمانون نے گواہی دی ہے اور باہم برابر
تقسیم کرینگے پھر جو کچھ کہ قرضخواہ نے لیا ہے وہ اس مسلمان کے ساتھ جسکے گواہ کافر ہین ملاکر نصفا نصف دونون
تقسیم کرلینگے یعنی آدھون آدھ ہے پھر مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جسکے واسطے کافرون نے گواہی دی ہے اس سے لیوے
اور اگر ایک شخص قرضخواہون مین سے مسلمان ہو جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی اور باقی دو کافر ہون کہ ہر ایک
کے واسطے دو کافرون نے گواہی دی تو پہلے مسلمان کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اُسکے قرضہ کے بعد اگر کچھ باقی رہا تو
دونون کافرون مین نصفا نصف ہو جائیگا- اور اگر غلام مسلمان ہو اور مولے کافر ہو اور دو قرضخواہ ہین سے ایک
مسلمان ہو جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی اور ایک کافر ہو جسکے واسطے دو مسلمانون نے گواہی دی اور
غلام اُس سے منکر ہے تو قاضی اُس مسلمان کا دعوے جسکے گواہ کافر ہین باطل کریگا اور دوسرے کے واسطے
وہ غلام فروخت کیا جائیگا اور وہ ثمن سے اپنا قرضہ پورا وصول کریگا پھر اگر کچھ ثمن باقی رہا تو اُسکے مولی کو ملیگا اسی
طرح اگر اس صورت مین غلام محجور ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے- اور اگر مولے مسلم ہو اور غلام کافر محجور ہو اور اُسپر
دو کافر گواہون نے کسی مسلمان کے واسطے ہزار درم غصب کرنیکی گواہی دی اور کافر کے واسطے دو مسلمانون نے
ہزار درم غصب کرنے کی گواہی دی تو کافر کے واسطے ہزار درم کی ڈگری ہوگی اور پھر اُس مین مسلمان اُسکا شریک
ہو جائیگا اور باقی مسلمان کا قرضہ غلام پر رہا کہ اُسکو بعد آزاد ہونے کے اُس سے لیگا یہ مغنی مین ہے- اگر مسلمان
نے اپنے غلام کافر کو اجازت دی پھر دو کافرون نے کسی مسلمان یا کافر کے واسطے ہزار درم قرضہ کا یا ودیعت کا
یا غصب کی گواہی دی اور قاضی نے ڈگری کر دی کہ ہزار درم کو غلام فروخت کیا اور قرضخواہ کو ادا کر دئیے پھر
ایک مدعی قرضخواہ نے اُسپر دعوی کیا کہ اُسکے فروخت کئے جانے سے پہلے کے ہزار درم
اگر مدعی نے اسپر دو مسلمان گواہ قائم کئے تو قاضی قرضخواہ اول سے جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی تھی
ہزار درم واپس لیکر اس دوسرے قرضخواہ کو جسکے گواہ مسلمان ہین دیدیگا اور اگر دوسرا قرضخواہ کافر ہو تو جسکے
واسطے پہلے نے جو کچھ لیا ہے اُسکا آدھا لے لیگا- اور اگر اول کافر ہو اسکے گواہ مسلمان ہون اور دوسرا
مسلمان یا کافر یا اسکے گواہ کافر ہون تو اول سے اُسکا لیا ہوا آدھا لے لیگا- اگر کسی شخص نے اپنے غلام
کافر کو تجارت کی اجازت دیدی اسنے خرید فروخت کی پھر مسلمان ہو گیا پھر اُسپر دو شخصون نے قرضہ کا دعوی کیا اور
دونون مسلمان ہین یا دونون کافر ہین اور مولی مسلمان ہے یا کافر ہے پس ایک مدعی دو کافر گواہ لایا کہ اسپر حالت کفر کا
ہزار درم قرضہ ہے اور دوسرا دو مسلمان گواہ اسی مضمون کے لایا تو مسلمان گواہون کی گواہی جائز ہے اور جسکے گواہ
کافر ہین اُسکو کچھ نہ ملیگا- اگر ایک شخص نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اور وہ شخص مسلمان یا ذمی ہے
پھر ماذون پر دو مسلمانون نے ایک مسلمان کے قرضہ کی اور دو ذمیون نے ایک مسلمان کے قرضہ کی اور دو مستامنون
نے ایک مسلمان کے قرضہ کی گواہی دی تو قاضی دو مستامنون کی یعنی وہ شخص حربی جو امان لیکر دار الاسلام مین
آئے تھے اور اُنھون نے ایک مسلمان کیواسطے گواہی دی تھی باطل کردیگا اور دو ذمیون اور دو مسلمانون کی گواہی پر
ڈگری کر دیگا پھر غلام فروخت کرکے پہلے اُس قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا جائیگا جسکے واسطے دو مسلمانون نے گواہی دی ہے پھر اگر

اُسکے ادا سے قرضہ کے بعد کچھ باقی رہا تو اُسکو دیا جائیگا جسکے واسطے دو ذمیون نے گواہی دی ہے پھر اگر اسکے دینے کے بعد
کچھ ثمن باقی رہا تو مولے کو ملیگا اسی طرح اگر مولے حربی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مولے و غلام دونون حربی ہون اور
باقی مسئلہ بحالہ رہے تو سب قرضہ کی ڈگری ہوگی اور پہلے اُسکا قرضہ ادا کیا جائیگا جسکے گواہ مسلمان ہین پھر اُسکا
جسکے گواہ ذمی ہین پھر اگر کچھ رہا تو اسکو دیا جائیگا جسکے گواہ حربی ہین - اور اگر سب قرضخواہ ذمی ہون اور باقی
مسئلہ بحالہ رہے تو دو قرضخواہ ایک وہ کہ جسکے واسطے مسلمانون نے گواہی دی اور دوم وہ جسکے واسطے ذمیون نے گواہی
دی ہے ماذون کے ثمن مین حصہ رسد تقسیم کر کے اپنا قرضہ پورا کرینگے پھر اگر کچھ باقی رہا تو اسکو ملیگا جسکے گواہ حربی ہین
اور اگر سب قرضخواہ حربی مستامن ہون تو سب قرضخواہ اُسکے ثمن مین حصہ رسد تقسیم کر لینگے اور اگر مولے مسلمان
یا ذمی ہوا اور غلام حربی ہو کہ امان لیکر دار الاسلام مین آیا ہو اور اُسکو اس مولے نے اُسکے حربی مولے سے خرید لیا ہو اور
تجارت کی اجازت دی ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ذمیون کی گواہی اُسپر جائز نہوگی - اور اگر حربی ہمارے ملک
مین امان لیکر آیا اور اُسکے ساتھ اُسکا غلام ہے اور مولے نے اُسکو تجارت کی اجازت دی تو مستامنون کی گواہی اُسپر
جائز ہوگی چاہیے کہ اُسکے مولے پر جائز ہوگی یہ مبسوط مین ہے - اور اگر ایک مسلمان کے واسطے دو حربیون نے
ہزار درہم کی گواہی ایک حربی غلام ماذون پر جو ہمارے ملک مین باامان داخل ہوا ہے ادا کی اور ایک ذمی کیواسطے
دو ذمیون نے اُسپر ہزار درہم قرضہ کی اور ایک حربی کے واسطے دو مسلمانون نے اُسپر ہزار درہم قرضہ کی گواہی دی
اور وہ ہزار درہم کو فروخت کیا گیا تو حربی و ذمی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا پھر حربی قرضخواہ سے مسلمان قرضخواہ اُس
مال سے جو اُسنے پایا ہے نصف لے لیگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر ذمی کے گواہ دو حربی ہون اور مسلمان کے دو ذمی ہون اور
باقی مسئلہ بحالہ رہے تو تمام ثمن مسلمان و حربی کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر جو کچھ حربی کو ملا ہے اُسکا آدھا
اُس سے ذمی لے لیگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر ذمی کے دو مسلمان گواہ اور حربی کے دو ذمی اور مسلمان کے دو حربی
ہون تو ذمی اور حربی کے درمیان مال نصفا نصف تقسیم ہو کر پھر حربی کے حصہ سے مسلمان نصف لے لیگا یہ مغنی
مین ہے - اور اگر غلام پر قرضہ ہو گیا اور مولے نے کہا یہ محجور ہے اور قرضخواہون نے کہا کہ ماذون ہے تو مولی کا قول قبول
ہوگا پھر اگر قرضخواہ اجازت کے دو گواہ لائے ایک نے گواہی دی کہ اسکے مولی نے کپڑا خریدنے کی اجازت دی
تھی اور دوسرے نے کہا کہ گیہون خریدنے کی اجازت دی تھی تو دونون کی گواہی جائز ہوگی اگرچہ قرضہ دونون
اقسام تجارت سے علاوہ کسی قسم کی تجارت مین واقع ہوا ہو اور اگر ایک نے یون ہی گواہی دی کہ مولے نے اُسکو
کپڑا خریدنے کی اجازت دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ مولی نے اسکو کپڑا خریدتے دیکھکر منع نہین کیا تو گواہی باطل ہوگی اور اگر ایک
نے یون گواہی دی کہ مولی نے اسکو اناج خریدتے دیکھکر منع نہین کیا تو دونون گواہی باطل ہونگی اور اگر دونون نے یون گواہی
دی کہ مولے نے اسکو کپڑا خریدتے دیکھکر منع نہین کیا تو خرید جائز اور وہ غلام ماذون التجارۃ ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہے

دسوان باب غلام ماذون کی بیع فاسد اور ماذون کے غرور اور طفل کے غرور کے بیان مین - امام ابو حنیفہ و امام
ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی اُسنے کوئی باندی یا غلام یا کوئی
اسباب وغیرہ بطور بیع فاسد فروخت کیا اور مشتری نے باندی یا غلام پر قبضہ کر کے آزاد کیا یا مبیع کو اُنمین سے کچھ کسی
دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو مشتری کا یہ سب تصرف جائز ہے پھر اس مبیع کی قیمت خواہ اُنمین سے کوئی چیز ہو دو

ماذون سے ماذون اول یا مولے کو سپرد نہ کی تو مشتری ویسا ہی ضامن باقی رہیگا جیسے کہ اگر ماذون ثانی کے پاس وہ باندی مرگئی تو مشتری ماذون اول کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسنے ماذون کے ہاتھ بطور بیع صحیح فروخت کی مگر اسکے سپرد نہ کی تو ضامن باقی رہیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اُسنے ماذون کے مضارب کے ہاتھ فروخت کی تو جائز ہے جیسے کہ اگر مولے کے مضارب کے ہاتھ فروخت کی تو بھی جائز ہی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہ ہو اور اگر اُسنے مولے کے بیٹے یا باپ یا اسکے مکاتب کے ہاتھ یا مولے کے ہاتھ اسکے نابالغ بیٹے کے واسطے جو باپ کی عیال مین ہی فروخت کی تو یہ سب یکسان ہین یعنی بیع جائز ہی اور اسی طرح اگر کسی اجنبی نے مولے کو اسکی خرید کے واسطے وکیل کیا اور مولے نے خرید دی یا اُسنے خود ماذون کو اسکی خرید کے واسطے وکیل کیا اور ماذون نے خریدی تو یہ باندی اس بیع سے اجنبی کے واسطے ہوگی اور مشتری کا ثمن وکیل پر یعنی ماذون پر واجب ہوگا اور پھر ماذون اسکو موکل سے وصول کرلیگا اور ماذون کے مشتری پر ضمان قیمت واجب ہوگی پس اس قیمت اور ثمن مین باہم بدلا ہو جائیگا پھر غلام نے جو کچھ ثمن موکل کیطرف سے ادا کیا ہی وہ موکل سے واپس لیگا۔ اور اگر خود ماذون بائع نے کسی شخص کو اُسکی باندی کے خریدنے کا وکیل کیا اور وکیل نے مشتری سے موکل کے واسطے خریدی اور قبضہ کرلیا تو اُس سے بیع اول یعنی بیع فاسد ٹوٹ جاویگی گویا ماذون نے خود ہی خریدی ہی۔ اور اگر مولے نے کسی شخص کو اپنے واسطے خریدنے کا وکیل کیا تو یہ صورت اور مولے کے خود خرید کرنے کی صورت یکسان ہی یعنی غلام ماذون کے مقروض ہونے مین اور نہ ہونے مین حکم مختلف ہوجائیگا۔ اور اگر ماذون نے مشتری کے پاس اُس باندی کو قتل کیا تو بیع ٹوٹ گئی اسی طرح اگر ماذون نے کسی راہ ایک کنوان کھودا خواہ قبل بیع کے یا بعد بیع کے اور اسمین یہی باندی گرپڑی یا گرنے سے اسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا اور مشتری نے اُس سے باندی کو منع نہ کیا یہان تک کہ اسی فعل سے مرگئی تو اُس سے بیع اول ٹوٹ جاویگی۔ اور اگر مولے نے یہ فعل کیا ہو اور غلام مقروض ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مقروض ہو تو مولے باندی کے واپس لینے پر ایسی حالت مین قادر نہین ہی تو اپنے فعل مین مثل اجنبی کے ہوگا اور اُسکی ہلاکت برابر ہی پر مشتری کے واسطے تین سال مین باندی کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی بشرطیکہ باندی اُسی فعل سے مری ہو اور اگر اس فعل سے اسمین عیب آ گیا مگر کسی اور فعل سے مری تو مشتری بسبب قبضہ کرلینے کے باندی کی قیمت کا ضامن ہوگا اور واپس کرنے سے معذور رہیگا مگر مولے سے نقصان عیب فی الحال مال مولے سے واپس لیگا۔ اور اگر ایسے کنوین مین جسکو ماذون نے اپنے تجارتی مال کے مکان مین یا مولے نے اپنی ملک مین کھودا ہی گر کر مرگئی تو اُس سے بیع اول نہ ٹوٹیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے لوگون سے کہا کہ یہ میرا غلام ہے مین نے اسکو تجارت کی اجازت دی ہی تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو پھر اُسپر قرضہ ہو گیا پھر ایک شخص نے استحقاق ثابت کر کے اسکو لیا پس اگر مستحق نے اقرار کیا کہ مین نے اسکو تجارت کی اجازت دی تھی تو غلام ماذون باقی رہیگا اور قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر اجازت سے انکار کیا تو فی الحال غلام کے ذمہ سے کچھ قرضہ متعلق نہوگا مگر چونکہ زید نے قرضخواہون کو دھوکا دیا کہ میرا غلام ہی اور تم اس سے خرید فروخت کرو اسوجہ سے زید پر واجب ہوگا کہ قرضخواہون کو قرضہ قیمت غلام تک جو کچھ مقدار ہو تاوان ادا کرے اور اگر اسمسئلہ مین یہ

نے یہ لفظ نہ کہا ہو کہ یہ میرا غلام ہے یا نہ کہا کہ تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو تو اسکے واسطے ضامن نہوگا کیونکہ
اُسنے انکو دھوکا نہیں دیا یہ فی شرح الطحاوی - اور دھوکے کا حکم جاری ہونے کے حق مین کچھ فرق نہیں اسمین
کہ جسنے یہ کلام سنا ہو اور جسنے نہین سنا پہنچا ہو یعنے سامع وغیر سامع کے واسطے دعوی کی وجہ سے ضامن ہونے مین
کچھ فرق نہین ہے دونون کے واسطے ضامن ہوگا بشرطیکہ زید نے عامہ اہل بازار کے سامنے یہ لفظ کہا ہو - اور
اگر زید نے جب اہل بازار پاس آیا تو اُسنے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اُس سے کپڑے کی تجارت کرو کہ مین نے اسکو
کپڑے کی تجارت کی اجازت دی ہے پھر اہل بازار نے اُس سے کپڑے کے سواے اور چیزون کی خرید فروخت
کی تھی پھر معلوم ہوا کہ یہ غلام نہین ہے آزاد ہے یا اُسکا مستحق غیر ہے تو جنہون نے سواے کپڑے کے دوسری چیز کی خرید
فروخت کی ہے اور اُسکا اس غلام تاجر پر قرضہ ہے وہ زید سے قرضہ و قیمت سے کم مقدار کی ضمان لیوینگے اور زید کا یہ
کلام کہ مین نے کپڑے کی تجارت کی اجازت دی ہے لغو قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر اپنے غلام کو تجارت
کیواسطے اجازت دی مگر اُسکے ساتھ معاملہ کرنے کی اجازت کسی کو نہین دی پھر مولے نے کسی شخص خاص یا کسی
قوم خاص کو اُسکے ساتھ معاملہ کرنے کی اجازت دی پس اون لوگون نے اور ایک دوسری قوم نے اُسکے ساتھ
معاملہ کیا اور مولے کے حکم پر کارروائی ہوئی پھر اُسپر قرضہ چڑھ گیا پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا یا مدبر نکلا تو جن
لوگون نے مولے کے حکم کے موافق اُس سے معاملہ کیا ہے تو اُنکے واسطے مولی پر بقدر اُنکے حصہ قرض اور قیمت سے
جو کم ہو اُسکی ضمان واجب ہوگی اور دوسرون کے واسطے کچھ ضمان واجب نہوگی - اور اگر اُسنے کسی خاص قوم
کو اُسکے ساتھ کپڑے کی تجارت مین معاملہ کی اجازت دی ہو اور اُنھون نے سواے کپڑے کے دوسری قسم کی
تجارت مین بھی اُس سے معاملہ کیا تو کچھ فرق نہوگا بلکہ اُنکے واسطے مولی پر یعنے جسنے اُنکو دھوکا دیا ہے اُسپر ضمان
واجب ہوگی - اور اگر زید اُسکو اہل بازار کے پاس لایا اور کہا کہ تم لوگ اُس سے معاملہ خرید فروخت کیا کرو اور یہ نہ
کہا کہ یہ میرا غلام ہے اور اہل بازار نے اُس سے خرید فروخت کی اور اُسپر قرضہ ہوگیا پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا یا آزاد
نکلا یا مدبر نکلا تو زید پر کچھ واجب نہوگا اور اگر اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اس سے مبایعت
کرو پھر اسکو مدبر کر دیا پھر اُسپر قرضہ ہوگیا تو زید اُنکے واسطے کچھ ضامن نہوگا مگر غلام قرضہ کے واسطے سعایت
کریگا - اسیطرح اگر بعد اجازت کے اُسکو آزاد کر دیا پھر اُسپر قرضہ ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بعد اجازت کے
اُسکو فروخت کیا پھر اہل بازار نے اُس سے مبایعت کی اور وہ اُنکا قرضدار ہوگیا تو زید پر کچھ واجب نہوگا
اور اگر ایک شخص اُسکو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اس سے مبایعت کرو کہ مین نے اسکو
تجارت کی اجازت دی ہے پس اُنھون نے مبایعت کی پھر وہ غلام استحقاق مین لیا گیا یا آزاد نکلا اور جس شخص نے
اہل بازار کو اُسکے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم دیا تھا وہ غلام ماذون یا مکاتب یا نابالغ ماذون التجارت نکلا تو حکم کرنے
والے پر اہل بازار کی کچھ ضمان واجب نہوگی خواہ وہ لوگ جنھون نے اُس سے مبایعت کی ہے حکم دہندہ کے حال سے
واقف ہون یا نہون - اور اگر حکم دہندہ مکاتب ہو اور وہ ایک باندی بازار مین لایا اور کہا کہ یہ میری باندی ہے اسکو
مین نے تجارت کی اجازت دی ہے تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو پھر اُسپر قرضہ ہوگیا پھر معلوم ہوا کہ قبل اجازت کے
اس باندی کے مکاتب سے کتابت مین بچہ پیدا ہوچکا ہے تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ مکاتب سے اس ام ولد کی

قیمت بحساب بازاری کے اور اپنے قرضہ سے جو مقدار دونون مین سے کم ہو اسقدر ضمان لین یہ مبسوط مین ہی- اگر زید نے اہل بازار سے کہا کہ یہ میرا غلام ہی تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو کہ مین نے اسکو تجارت کی اجازت دی ہی اور انھون نے مبایعت کی پھر اسپر قرضہ ہو گیا پھر اس غلام کو عمرو نے باثبات استحقاق خود لے لیا اور حال یہ تھا کہ زید کے قبضہ مین آنے سے پہلے عمرو اس غلام کو تجارت کی اجازت دے چکا تھا تو غلام اس قرضہ مین فروخت کیا جائیگا لیکن اگر عمرو اُسکے عوض فدیہ دیدے تو فروخت نہوگا اور زید پر جنہنے بازاریون کو مبایعت کا حکم دیا ہی کچھ ضمان لازم نہ ہوگی اور اگر یہ معلوم ہوا کہ یہ غلام عمرو کا مدبر ماذون التجارۃ تھا تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ زید سے اُسکی قیمت بحساب قن یعنی محض مملوک ہونے کے اعتبار سے اور قرضہ مین سے جو کم ہو اسقدر ضمان لین یہ محیط مین ہی- اور اگر عمرو کا غلام مجور ہو اُسکو زید اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہی تم لوگ اس سے مبایعت کرو پھر مولیٰ نے اُسکو تجارت کی اجازت دیدی پھر اسکے بعد اُسپر قرضہ چڑھگیا تو زید پر اس معاملہ مین کچھ ضمان واجب نہوگی- اور اگر عمرو کی اجازت دینے سے پہلے اُسپر ہزار درم قرض ہو گئے پھر عمرو کے اجازت دینے کے بعد اُسپر ہزار درم قرض ہو گئے تو قرضخواہون کے زید پر پہلے قرضہ یعنے ہزار درم قرضہ قبل اجازت مین سے اور غلام کی نصف قیمت مین سے کم مقدار کی ضمان واجب ہوگی- اور اگر زید ایک غلام کو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ عمرو کا غلام ہی اُسنے مجھے وکیل کیا ہی کہ مین اُسکو تجارت کی اجازت دیدون اور تم لوگون کو اُسکے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم دون اور مین نے اسکو تجارت کی اجازت دیدی پس تم لوگ اُس سے مبایعت کرو پس اُنھون نے معاملہ کیا اور غلام پر خرید فروخت مین قرضہ چڑھگیا پھر عمرو آیا اور اُسنے توکیل سے انکار کیا تو وکیل یعنے زید قرضخواہون کے واسطے قیمت اور قرضہ مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا- اور اگر وہ غلام خالد نے استحقاق مین لے لیا اور اپنے مولی کا مدبر نکلا یا محض آزاد تھا تو بھی وکیل ضامن ہوگا اور جسقدر ماذون ادا کریگا اسقدر موکل یعنے عمرو سے واپس لیگا بشرطیکہ عمرو توکیل کا اقرار کرے اور اگر انکار کیا تو کچھ واپس نہین لے سکتا ہی لیکن اگر وکالت کو گواہون سے ثابت کرے تو لے سکتا ہی- اور اگر زید نے کہا کہ یہ میرے بیٹے نابالغ کا جو میرے عیال مین ہی غلام ہی تم لوگ اُس سے مبایعت کرو پھر وہ غلام استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا یا محض آزاد نکلا تو زید غلام کی قیمت اور قرضہ مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور باپ و دادا کے وصی کا بھی یہی حکم ہی- اور اگر ماں یا بھائی وغیرہ ایسے قرابت کے لوگون نے یہ فعل کیا تو دھوکا شمار نہ ہوگا اور نہ ان لوگون پر ضمان واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی- اگر ایک شخص ایک لڑکے کو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی مین نے اسکو تجارت کی اجازت دی ہی تم لوگ اُس سے مبایعت کرو اور وہ نابالغ خرید فروخت کو سمجھتا ہی پس اُن لوگون نے اُس سے معاملہ کیا اور اُسپر قرضہ ہو گیا پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہی اور اس مستحق نے اُسکو تجارت کی اجازت نہین دی تھی تو نابالغ پر فی الحال یا بعد بلوغ کے کبھی کچھ لازم نہوگا لیکن قرضخواہ لوگ اُس شخص سے جسنے اُن لوگون کو اُس سے مبایعت کرنے کا حکم کیا تھا اپنا قرضہ بھر لینگے بخلاف غلام مجور کے کہ ایسی صورت مین غلام مجور بعد آزادی کے ماخوذ ہوتا ہی یہ محیط مین ہی- اگر زید ایک غلام کو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہی اور مدبر ہی تم لوگ اُس سے مبایعت کرو پس اُن لوگون نے اُس سے مبایعت کی اور وہ قرضدار ہو گیا پھر عمرو

نے گواہ دیئے کہ یہ میرا مدبر ہے تو جبتک مدبر آزاد نہ ہوجاوے تب تک اُسکے ذمہ سے قرضہ کا مطالبہ باطل ہوگا اور زید پر اُسکے رقبہ کی قیمت یا کمائی کی ضمان واجب نہوگی۔ اور اگر وہ مدبر عمرو کے پاس مقتول ہوا تو زید مدبر ہونے کے حساب سے اُسکی قیمت قرضخواہوں کو تاوان دیگا۔ اور اگر ایک باندی کو اہل بازار کے پاس لایا اور کہا کہ یہ میری باندی ہے تم لوگ اس سے مبایعت کرو پھر اُسپر اسقدر قرضہ چڑھگیا جو اُسکے رقبہ کو محیط ہے پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور پھر عمرو نے استحقاق ثابت کرکے باندی مع بچہ کے لے لی تو زید اُسکے اور اُسکے بچہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر یہ حال ہو کہ جسدن لوگوں کو اُس سے مبایعت کا حکم کیا ہے اُسدن باندی کی قیمت یوم استحقاق کی بہ نسبت زیادہ یا کم ہو تو زید اُسی دن کی قیمت کا ضامن ہوگا جسدن استحقاق میں لیگئی ہے۔ اور اگر زید نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ عمرو نے اُسکو دینے سے پہلے یا دھوکا دینے کے بعد باندی کے قرضدار ہونے سے پہلے عمرو اسکو تجارت کی اجازت دے چکا ہے تو زید ضمان سے بری ہو جائیگا کذا فی المبسوط۔

گیارھواں باب ماذون یا ماذون کے غلام کی جنایت کرنے یا اُسپر کسی شخص کی جنایت کرنے کے بیان میں

اگر ماذون نے کسی شخص آزاد یا مملوک پر خطا سے جنایت کی یعنے قتل کیا اور اُسپر قرضہ ہے تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا قبول کیا تو ماذون جرم جنایت سے بری ہوگیا پس اُسپر قرضخواہوں کا حق باقی رہگیا سو اُنکے قرضہ میں فروخت کیا جائیگا۔ اور اگر اُسنے ماذون کو دیدیا تو قرضخواہ لوگ اولیاء جنایت کے پاس ماذون کے دامنگیر ہو کر اُسکو اپنے قرضہ میں فروخت کراوینگے لیکن اگر والیان مقتول اس ماذون قاتل کا فدیہ ادا کر دیں تو ایسا نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ پھر جب وہ غلام قرضخواہوں کے واسطے والیان جنایت کے پاس فروخت کیا گیا تو اولیاء مقتول کو اُسکے بعد مولے سے کچھ واپس لینے کا اختیار نہوگا بخلاف اسکے اگر قرضہ چڑھجانے سے پہلے ماذون سے جنایت صادر ہوئی اور مولے نے ماذون کو اولیاء جنایت کے حوالہ کیا اور وہ قرضخواہوں کے قرضہ میں فروخت کیا گیا پس اس صورت میں والیان مقتول کو اختیار ہوگا کہ مولے سے ماذون کی قیمت واپس لیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ماذون کے غلاموں میں سے کسی غلام نے جنایت کی اور کسی آزاد یا غلام کو خطا سے قتل کیا تو اسکو دینے یا اسکا فدیہ دینے کیواسطے ماذون سے کہا جائیگا نہ مولا سے ماذون سے یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر ماذون کے پاس تجارت کی باندی ہو اور اُسنے کسی کو خطا سے قتل کیا تو ماذون کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے خواہ ماذون مقروض ہو یا نہو پس اگر باندی کا جرم یہ ہو کہ اُسنے کسی نفس کو مار ڈالا اور باندی کی قیمت ہزار درم ہو اور ماذون نے دس ہزار درم فدیہ میں دیئے تو امام اعظم رح کے قیاس پر جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر باندی نے عمداً قتل کیا اور اُسپر قصاص واجب ہوا پھر ماذون نے اُس سے ولی مقتول سے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر خود ماذون قاتل ہو اور اُسنے اپنی جان سے صلح کر لی خواہ اُسپر قرضہ ہے یا نہیں ہے تو صلح جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور جب قاضی نے ماذون کا اپنی ذات کے واسطے صلح کر لینا باطل کر دیا تو ولی مقتول کو یہ اختیار نہوگا کہ ماذون کو قتل کرا دے یا اُس سے بدل الصلح میں سے کچھ لیوے تاوقتیکہ وہ آزاد نہ ہوجاوے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ماذون نے عمداً کسی کو قتل کیا اور اُسپر قرضہ ہے پس مولے نے والیان مقتول سے اس طور پر صلح کی کہ اُنکے حق میں

غلام اُنکو دیدے تو جائز نہیں ہے اور اُن لوگون کو اُسکا قتل کرنا یعنے قصاصاً جائز نہ رہیگا اور قصاص ساقط ہو گیا اور وہ غلام قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ بچ رہا تو والیان مقتول کو دیا جائیگا ورنہ انکو کچھ نہیں ملیگا یہ مغنی مین ہے- اگر ماذون کے پاس اُسکی تجارت کا کوئی مکان ہو اور اسمین ایک شخص مقتول پا گیا اور ماذون مقروض ہے یا نہیں ہے تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اُسکی دیت مولی کی مددگار برادری پر ہوگی- اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر غلام پر قرضہ محیط نہو تو یہی حکم ہے اور اگر قرضہ محیط ہو تو قیاساً مولی کی مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا لیکن اُس سے یون کہا جائیگا کہ یا غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے مگر امام اعظم رح نے استحساناً دیت مولی کی مددگار برادری پر ڈالی ہے- اسی طرح اگر اس گھر کی کوئی دیوار جھکی ہوئی ہو اور ماذون پر گواہ کر دیے گئے مگر اُسنے اس دیوار کو نہیں گروایا یہان تک کہ وہ خود ایک شخص پر گر پڑی اور وہ مر گیا تو اُسکی دیت مولی کی مددگار برادری پر ہوگی اور صاحبین نے فرمایا کہ یہ صورت بمنزلہ اس صورت کے ہے کہ اس گھر مین کوئی شخص مقتول پایا گیا- اور اس مسئلہ مین امام اعظم رح کا قول ذکر نہیں کیا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک بجواب الاستحسان یہی حکم ہے- اور یہ حکم بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ یہ دیوار کسی جانور پر گر پڑی اور وہ مر گیا کہ اس صورت مین جانور کی قیمت ماذون کی گردن پر ہوگی کہ اُسکے واسطے یا تو غلام فروخت کیا جائیگا یا مولے اسکا فدیہ دیگا یہ مبسوط مین ہے- ہمارے علماء ثلثہ یعنے امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ماذون پر قرضہ ہو اور اُسکی جنایت کی اور مولے نے اُسکو قرضخواہون کے ہاتھ اُنکے قرضہ مین فروخت کیا پس اگر اُسکو جنایت کا حال معلوم تھا تو اس فعل سے فدیہ دینے کو اختیار کر لینے والا قرار دیا جائیگا اور اگر جنایت کو نہین جانتا تھا تو اُسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی لیکن اگر جرمانہ قیمت سے کم ہو تو یہ حکم نہ ہوگا- فرمایا کہ اگر مولے نے ماذون کو قرضخواہون کے ہاتھ فروخت کیا یہان تک کہ اولیاء جنایت اُسکے پاس آئے اور مولے نے بلا حکم قاضی وہ غلام اُنکو دیدیا تو قیاساً یہ حکم ہے کہ قرضخواہون کیواسطے قیمت کا ضامن ہو مگر استحساناً کچھ ضامن نہوگا پھر جب استحساناً کچھ ضامن نہوا اور دیدیا جائز ٹھہرا تو قرضخواہون کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اُسکو اپنے قرضہ مین فروخت کرا دین لیکن اگر اولیاء جنایت اُسکا فدیہ ادا کرین تو یہ نہوگا یہ مبسوط مین ہے- اور امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قرضخواہ لوگ حاضر ہوے اور ماذون کے قرضہ کیواسطے فروخت کی درخواست کی اور وہ اپنے مولے کے پاس موجود ہے اور اُسنے ہنوز جنایت مین نہین دیا ہے اور اصحاب جنایت اپنے حق طلب کرنے کیواسطے حاضر نہین ہوے اور مولی اور قرضخواہون نے جنایت کا اقرار کیا ہے اور قاضی کو بھی خبر کر دی ہے تو جبتک اصحاب جنایت حاضر نہون تب تک قاضی اسکو قرضخواہون کیواسطے نہ فروخت کریگا پھر اصحاب جنایت کی حاضری پر انکو دیگا مگر مولے اُسکا فدیہ اگر ادا کر دے تو ایسا نکریگا پھر اسکے بعد قرضخواہون کیواسطے فروخت کیا جائیگا تاکہ وہ لوگ اپنا قرضہ پورا وصول کرین اور اگر اصحاب جنایت کی غیبت مین قاضی کی راے مین آیا کہ ماذون کو قرضخواہون کیواسطے اُنکے قرضہ مین فروخت کرے تو بیع جائز ہے اور اہل جنایت کا مولی یا غلام پر کچھ نہوگا اور انکی جنایت باطل ہو گئی یہ مغنی مین ہے اور اگر قاضی نے اُسکو قرضخواہون کے ہاتھ قرضہ سے زیادہ دامون کو فروخت کیا تو اُنمین سے قرضخواہون کو انکا قرضہ دیدیا جائیگا پھر جو اُنمین سے کچھ باقی رہے [illegible]

اصحاب جنایت کو دیا جائیگا اگرچہ جنایت کا جرمانہ غلام کی قیمت سے زیادہ ہو پھر اگر جرمانہ جنایت دیکر کچھ باقی رہا تو وہ
مولی کو دیا جائیگا۔ بخلاف اسکے اگر مولے نے خود بدون حکم قاضی کے غلام کی قیمت سے زیادہ داموں کو فروخت
کیا اور وہ جنایت سے واقف نہ تھا مثلاً اسنے پانچہزار درم کو غلام فروخت کیا حالانکہ اسکی قیمت ہزار درم تھی اور قرضہ
کے ہزار درم تھے پھر جب قرضہ کے ہزار درم دیدیے گئے اور مولی کے پاس چار ہزار درم رہے تو اسمین سے اصحاب
جنایت کو غلام کی قیمت کے برابر یعنے ہزار درم دیدیے جاوینگے اگرچہ جنایت کا جرمانہ ہزار درم سے زیادہ ہو پس
باقی تین ہزار درم مولی کو ملینگے۔ اور بخلاف اسکے اگر ولی جنایت حاضر ہوا اور مولی نے وہ غلام ولی جنایت کو دیدیا
پھر قاضی نے دیدینے کے بعد ولی جنایت کے پاس سے قرضخواہوں کے قرضہ مین فروخت کیا اور اسکا ثمن قرضہ سے
زیادہ آیا پس اسمین سے قرضہ ادا کیا گیا تو باقی سب اولیاے جنایت کو دیا جائیگا اگرچہ جرمانہ جنایت سے زیادہ باقی رہا
ہو اور مولے کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہے۔ امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر غلام ماذون
کو کسی شخص نے عمداً قتل کیا تو قاتل پر مولے کے واسطے قصاص واجب ہوگا اور قرضخواہوں کا کچھ حق نہ ہوگا خواہ
غلام مقروض ہو یا نہو پس اگر قاتل نے قصاص سے کچھ درم یا دینار یا عروض قلیل یا کثیر دیکر صلح کی تو صلح جائز ہے
پس اسمین سے قرضخواہ لوگ اپنا قرضہ پورا وصول کرینگے اور قصاص منقلب بمال ہوگیا اور مال سے قرضخواہوں کا حق متعلق ہوگیا
پس اگر بدل صلح مین درم یا دینار آئے تو اسمین سے وہ لوگ اپنا قرضہ لینگے کیونکہ یہ انکے حق کی جنس ہے اور اگر بدل الصلح
مین عروض یا غلام ہو تو انکے قرضہ مین کیا جائیگا لیکن اگر مولے اسکا فدیہ پورے قرضہ کے ساتھ دیدے تو ایسا نہوگا اور
یہ سب اسوقت ہے کہ ماذون کو عمداً قتل کیا ہو اور وہ قرضدار ہو یا نہو۔ اور اگر ماذون کو نہین بلکہ اسکی کمائی کے کسی
غلام کو قتل کیا ہو پس اگر ماذون پر قرضہ نہو تو مولے کو اختیار ہوگا کہ قاتل سے قصاص لے اور ماذون کو استیفاء
قصاص کا اختیار نہوگا کذا فی المغنی پس اگر ماذون نے قاتل کے ساتھ کچھ مال پر صلح کی تو ظاہر الروایۃ مین
امام محمد رحمہ نے اسکے جواز یا عدم جواز کو نہین ذکر فرمایا ہے مگر فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ یہ مسئلہ
دو روایتون پر ہونا چاہیے یعنے مسئلہ وصی پر قیاس کیا جاوے کہ اگر اسنے ایسے قصاص سے جو یتیم کے واسطے قاتل
پر واجب ہوا تھا صلح کر لی تو ایک روایت مین ہے کہ وصی کی صلح جائز نہین ہے پس اس روایت پر قیاس کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ ماذون کی صلح ناجائز ہوگی اور دوسری روایت مین ہے کہ وصی کی صلح جائز ہوگی پس اس روایت پر قیاس
کرنے سے معلوم ہوا کہ ماذون کی صلح بھی جائز ہے یہ مبسوط مین ہے لیکن اگر ماذون پر قرضہ ہو خواہ تھوڑا ہو یا بہت تو مولی
یا قرضخواہون یا ماذون کو قصاص کا استحقاق نہوگا علیحدہ علیحدہ نہ بالاجتماع کذا فی المغنی اور قاتل پر واجب ہوگا
کہ اپنے مال سے تین برس مین مقتول کی قیمت ادا کرے لیکن اگر قیمت دس ہزار تک پہونچ جاوے تو اسمین سے
دس درم کم کر دیے جاوینگے اور یہ سب ماذون کے قرضخواہون کو ملینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور امام ابو یوسف
اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر زید کے غلام نے جنایت کر کے عمرو کو خطاء سے قتل کیا پھر زید نے اسکو تجارت کی اجازت
دیدی خواہ زید کو اسکی جنایت کا حال معلوم ہے یا نہین ہے پھر ماذون نے اسکے بعد خرید فروخت کی اور اسپر
قرضہ چڑھ گیا تو یہ فعل زید کا فدیہ کا اختیار کرنا شمار نہوگا اور زید سے اسکے بعد کہا جائیگا کہ یا تو غلام کو دیدے
یا اسکا فدیہ دے پس اگر زید نے اولیاے جنایت کو جرمانہ ادا کیا تو ماذون اپنے قرضخواہون کے واسطے فروخت

کیا جائیگا اور کسی کو مولے سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہ ہوگی۔ اور اگر زید نے جبراً نہ دیا بلکہ اولیاء جنایت کو غلام
دیدیا تو قرضخواہوں کو اختیار ہوگا کہ غلام کا پیچھا کریں اور اپنے قرضہ میں فروخت کرا دیں لیکن اگر اصحاب جنایت
قرضخواہوں کو انکا قرضہ ادا کر دیں تو ایسا نہ ہوگا پھر اگر اُنہوں نے غلام کا قرضہ ادا کر دیا یا نہ ادا کیا اور غلام اُنکے
قرضہ میں فروخت کیا گیا تو اُنکو اختیار ہوگا کہ زید سے غلام کی قیمت اور قرضہ سے کم مقدار واپس لیوین بخلاف
اسکے اگر مولی نے ماذون سے کوئی ایسی خدمت لی جس سے وہ مرگیا تو اس صورت میں اولیاء جنایت کیواسطے
مولے پر کچھ ضمان نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بعد جنایت کے مولے نے اسکو خرید فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو یہ سکوت
بمنزلہ صریح اجازت تجارت کے قرار دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے فرمایا کہ اگر مولے نے غلام کو تجارت کی اجازت دی اور
اُسکی قیمت ہزار درہم ہے پھر اُسپر ہزار درہم قرضہ ہوگئے پھر اُسنے جنایت کی تو مولے اُس غلام کو اولیاء جنایت کو دے
سکتا ہے پس اگر اُسنے دیدیا اور وہاں سے قرضخواہوں نے اپنے قرضہ میں فروخت کرا لیا تو اولیاء جنایت کو
یہ اختیار نہوگا کہ مولے سے غلام کی قیمت واپس لیوین بخلاف اسکے اگر جنایت قرضہ سے پہلے واقع ہوئی ہو تو بھی
صورت میں غلام کی قیمت مولے سے لے سکتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جنایت سے پہلے ماذون پر ہزار درہم قرضہ
ہوگئے ہوں پھر جنایت کے بعد ہزار درہم قرضہ ہوگئے اور اُسکی قیمت ہزار درہم ہے پھر مولے نے اسکو جنایت میں دیدیا
تو غلام دونوں قرضوں کے واسطے فروخت کیا جائیگا پس اگر فروخت کیا گیا یا اولیاء جنایت نے دونوں قرضے
ادا کر دیے تو اولیاء جنایت مولے سے غلام کی نصف قیمت یعنی پہلے قرضہ کے حساب سے جو حصہ ہوتا ہے
لینگے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ماذون یا مجور نے کسی شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولے نے اُسپر قرضہ کا اقرار کیا
تو یہ اقرار پورا قرار نہ دیا جائیگا کہ اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہے اگرچہ وقت اقرار کے جنایت سے آگاہ ہو بلکہ
مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام قرضخواہوں
کے قرضہ میں فروخت کیا جائیگا اور کسی کو مولے سے اسکا کچھ استحقاق باقی نہ رہیگا۔ اور اگر فدیہ نہ دیا بلکہ
غلام اولیاء جنایت کو دیدیا تو قرضخواہ لوگ اُسکو اپنے قرضہ میں فروخت کرا دینگے لیکن اگر اولیاء جنایت اُنکا
قرضہ دیدیں تو ایسا نہ ہوگا کذا فی المغنی پھر ولی جنایت مولے سے اُسکی قیمت لے لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مولی نے
اُسپر کسی شخص کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا پھر دوسرے شخص کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا مگر اول اولیاء
جنایت نے مولے کے دوسرے اقرار جنایت کی تکذیب کی تو مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو دونوں جنایتوں کے والیوں
کو غلام دیدے یا دونوں کا فدیہ ادا کر پس اگر اُسنے دونوں کو غلام دیدیا تو اول اولیاء جنایت مولے سے غلام
کی نصف قیمت لے لینگے اور اس مسئلہ میں اور ایک دوسرے مسئلہ میں فرق ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام پر معروف
قرضہ یا مولے کے اقرار سے ثابت ہوا ہو کہ اُسکے تمام رقبہ کو محیط ہو پھر مولے نے اُسپر جنایت کا یا دوسرے قرضہ کا
اقرار کیا تو مولی کا اقرار صحیح نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ماذون نے کسی کو عمداً قتل کیا اور اُسپر قرضہ ہے پھر مولے نے جنایت
سے غلام کے دینے پر اولیاء جنایت سے صلح کی تو یہ صلح قرضخواہوں کے حق میں نافذ نہ ہوگی مگر ولی جنایت کو
اس صلح کے بعد یہ اختیار نہ رہیگا کہ غلام کو قصاص میں قتل کرا دے پھر وہ غلام اپنے قرضہ کے واسطے فروخت
کیا جائیگا پس اگر بعد ادائے قرضہ کے اسکے ثمن میں سے کچھ باقی رہا تو اولیاء جنایت کو ملیگا اور اگر کچھ نہ رہا

تو صاحب جنایت کا مولی پر یا غلام پر اُسکی حالت رقیت مین یا بعد عتق کے کچھ حق واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اصحاب قصاص نے صلح نہ کی مگر ایک ولی نے خون عفو کیا تو مولے آدھا غلام دوسرے کو دیدیگا یا اُسکا فدیہ دیگا پھر پورا غلام قرضہ مین فروخت کیا جائیگا۔ اور اگر غلام نے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کو عمداً قتل کیا ہے اور اُسپر قرضہ ہے تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی خواہ مولے تصدیق کرے یا تکذیب کرے۔ اور اگر اولیاء جنایت مین سے ایک شخص نے عفو کیا تو پورا خون معاف ہو جائیگا یعنی قصاص نہ لیا جائیگا پس غلام قرضہ مین فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولے پورا قرضہ فدیہ مین ادا کردے تو ایسا نہ ہوگا پس اگر مولے نے فدیہ دیدیا اور جنایت مین غلام کے قول کی تصدیق کی تو اُس سے کہا جائیگا کہ آدھا غلام اُس ولی کو دیدے جسنے خون معاف نہین کیا ہے اور اگر مولے نے اقرار جنایت کی تکذیب کی ہو تو پورا غلام مولے کا ہوگا درحالیکہ اُسنے قرضہ فدیہ مین ادا کردیا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر غلام ماذون نے کسی شخص کو قتل کیا اور اُسپر قرضہ ہے پس اگر قرضخواہ لوگ اور مقتول کے وارث دونون حاضر ہوئے تو قاضی اُس غلام کو مقتول کے وارثون کو دیدیگا پھر وہان سے قرضخواہ لوگ اُسکا پیچھا کرکے اپنے قرضہ مین فروخت کرادینگے اور ثمن مین سے اقدر قرضہ کے لے لینگے پھر جو باقی رہا وہ مقتول کے وارثون کو ملیگا یہ حکم اُس وقت ہے کہ دونون فریق حاضر ہوئے ہون۔ اور اگر پہلے مقتول کے وارث حاضر ہوئے تو بھی یہی حکم ہے کہ غلام انکو دیدیگا اور قرضخواہون کے حاضر ہونے کا انتظار نہ کریگا۔ اور اگر قرضخواہ لوگ پہلے حاضر ہوئے پس اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ اُسپر جنایت ہے تو اُنکے قرضہ مین اُسکو فروخت نہ کریگا اور اگر معلوم نہ ہوا اور قاضی نے فروخت کردیا تو وارثان مقتول کا حق باطل ہوگیا اور مولے کچھ ضامن نہ ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر ماذون اپنے مولے کے گھر مین مقتول پایا گیا اور اُسپر قرضہ نہین ہے تو اُسکا خون ہدر ہے یعنی باطل ہے اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو فی الحال مولے کے مال سے اُسکی قیمت اور قرضہ سے جو کم مقدار ہو لیا جائیگا جیسا کہ مولے کے خود قتل کرنے کی صورت مین حکم ہے۔ اور اگر ماذون کے تجار تی غلامون مین سے کوئی غلام مولے کے گھر مین مقتول پایا گیا اور ماذون پر قرضہ نہین ہے تو اسکا خون ہدر ہے اور اگر ماذون پر قرضہ ہو کہ اُسکی قیمت اور باقی کو گھیرے ہو تو مولے پر اُس مقتول کی قیمت مولے کے مال سے تین برس مین ادا کرنی واجب ہوگی یہ قیاس قول امام اعظم رح ہے اور صاحبین کے نزدیک فی الحال اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر قرضہ اُس سب کو محیط نہو تو بالاجماع مولے پر فی الحال اُسکی قیمت واجب ہوگی جیسا کہ مولی کے خود قتل کرنے کی صورت مین حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ کافر دشمنون نے ماذون کو قید کرکے اپنے احراز مین کرلیا یعنی اپنی ملک مین محفوظ کرلیا پھر مسلمان لوگ اُنپر غالب ہوئے اور غلام کے مولے نے اپنا غلام لے لیا لانا غلام پر پہلی جنایت یا قرضہ ہے تو وہ دونون عود کرینگے اسی طرح اگر اسکو کسی شخص نے خریدا اور مولے نے دام دیکر لے لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مولے نے دام دیکر نہ لیا ہو تو قرضہ عود کریگا جنایت عود نہ کریگی اور جسنے قرضہ مین وہ غلام فروخت کیا جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ جسکے حصہ غنیمت مین وہ غلام پڑا تھا اسکو بیت المال سے عوض دیا جائیگا جیسا کہ غلام جنایت مین دیا گیا ہو اُسکی صورت مین یہی حکم ہے اور بعض نے فرمایا کہ عوض نہ دیا جائیگا جیسا کہ وہ شخص غلام جنایت مین دیا گیا پھر وہ قرضہ مین فروخت ہوا تو عوض نہین دیا جاتا ہے اور اگر وہ سب کافر مسلمان ہوگئے تو یہ غلام انہین کا رہیگا اور جنایت باطل ہو جائیگی قرضہ باطل نہ ہوگا اسی طرح اگر کافر اُس غلام کو ہمارے ملک مین امان لیکر لایا تو بھی قرضہ عود کریگا اور مولی

کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اگر اُس کافر سے اُسکے مولے نے خرید لیا تو قرضہ عود کریگا نہ جنایت یہ ہنی میں ہے۔ اور
اگر ماذون کے دار میں مولی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت اُسکی مددگار برادری پر تین برس میں واجب ہوگی کہ اُسکے
وارثوں کو ادا کریں یہ قیاس قول امام اعظم رح ہی اور صاحبین کے نزدیک اُسکا خون ہدر ہوگا۔ اور اگر غلام ماذون
اپنے تجارتی گھر میں مقتول پایا گیا اور اُسپر قرضہ نہیں ہے تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو مولے پر اُسکی
قیمت اور قرضہ میں سے کم مقدار واجب ہوگی کہ فی الحال اپنے مال سے ادا کرے جیسا کہ مولی کے دوسرے گھر
میں ماذون مقتول پائے جانے کی صورت میں حکم ہے اور ماذون صغیر میں مذکور ہے کہ یہ حکم استحسان ہے خواہ اُسپر
قرضہ ہو یا نہو اور اگر ماذون کا قرضخواہ ماذون کے تجارتی گھر میں مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت ماذون کے مولے کی
مددگار برادری پر تین سال میں ادا کرنی واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر غلام کے قرضخواہ کا غلام مقتول پایا جاوے تو اُسکا
بھی یہی حکم ہے کہ اُسکی قیمت مولے کی مددگار برادری پر تین برس میں واجب ہوگی اُسکا غلام اور غیر کا غلام اس حکم
میں یکساں ہیں۔ اور اگر مکاتب نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر ماذون کے گھر میں ایک شخص
مقتول پایا گیا اور ماذون مقروض ہے یا نہیں ہے تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ ماذون کے رقبہ کی قیمت اپنے مال سے
فی الحال وارثان مقتول کو ادا کرے جیسے کہ مکاتب کی کمائی کے دوسرے گھر میں اگر کوئی مقتول پایا جاوے تو
اسمیں یہی حکم ہوتا ہے۔ اور اگر مکاتب کے ماذون کے گھر میں مکاتب ہی مقتول پایا گیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا جیسے
کہ اپنے دوسرے گھر میں خود مقتول پایا جاوے تو یہی حکم ہوتا ہے۔ اور واضح ہو کہ امام اعظم رح ایسی صورت میں مکاتب
اور آزاد میں فرق کرتے ہیں۔ اور اگر مکاتب کے مکان میں اُسکا ماذون مقتول پایا گیا تو مکاتب پر واجب ہوگا
کہ اپنے مال سے فی الحال اُسکی قیمت اور اپنی قیمت میں سے کم مقدار اپنے ماذون کے قرضخواہوں کو ادا کرے
کذا فی المبسوط۔

بارھواں باب نابالغ و معتوہ یا اُن دونوں کے غلام کو اُنکے باپ یا وصی یا قاضی کی تجارت کی اجازت دینے
اور قبل اجازت کے ان دونوں کے تصرفات کے بیان میں۔ اگر نابالغ کو جو خرید فروخت کو سمجھتا ہے تجارت کے
واسطے اجازت دی تو جائز ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ یہ سمجھتا ہو کہ بیع سے ملک جاتی رہتی ہے اور خرید سے
آجاتی ہے اور قلیل نقصان اور کثیر نقصان کو پہچانتا ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ خرید فروخت کی مثلاً عبارت کو جانتا ہے
یعنی نفس خرید فروخت کو الفاظ سے سمجھتا ہو یہ فتاوے صغری میں ہے۔ اور اگر نابالغ کو اُسکے ولی نے تجارت
کی اجازت دی تو وہ خرید فروخت میں مثل ماذون کے ہوگا جبکہ خرید فروخت کو سمجھتا ہو یہاں تک کہ اُسکا تصرف نافذ
ہوگا اور تصرفات تین قسم کے ہیں ایک وہ کہ جسمیں محض ضرر ہے جیسے طلاق عتاق وہبہ و صدقہ پس ایسے تصرف کا نابالغ
مالک نہیں ہوتا ہے اگرچہ ولی اسکو اجازت دیدے دوسرے وہ کہ محض نافع ہیں جیسے ہبہ و صدقہ قبول کرنا پس ایسے
تصرف کا بلا اجازت مالک ہوتا ہے تیسرے وہ کہ نفع و ضرر میں دائر ہیں جیسے خرید فروخت و اجارہ و نکاح وغیرہ
پس ایسے تصرف کا باجازت مالک ہوتا ہے بلا اجازت مالک نہیں ہوتا ہے۔ اور نابالغ کا ولی اول اُسکا باپ ہے پھر باپ
کا وصی پھر سگا دادا پھر دادا کا وصی ہے پھر والی ملک اور قاضی اور قاضی کا وصی ہے اور ماں اور ماں کے وصی کا اسکو
تجارت کے واسطے اجازت دینا صحیح نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ اور چچا و بھائی و والی شہر ادا و والی غیر مولے القضاء

کی اجازت ناجائز ہے یہ مغنی میں ہے۔ اور نابالغ کی بہن و پھوپھی و خالہ کی اجازت ناجائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور جبکہ نابالغ کے واسطے اجازت صحیح ہو گئی تو جو چیز اسکی اجازت کے تحت میں داخل ہوئی اسمیں نابالغ مثل آزاد بالغ کے قرار دیا جائیگا پس اسکو اختیار ہوگا کہ اپنے تئیں اجرت پر دیوے یا اپنے واسطے اجیر مقرر کرے اور جو چیز اسکو ورثہ میں ملی خواہ منقول ہو یا غیر منقول اسکو فروخت کرے جیسا کہ بالغ آزاد کو ایسا تصرف جائز ہوتا ہے اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے کسی غلام کو مکاتب کرے یہ ینابیع میں ہے۔ جامع الفتاوے میں ہے کہ اگر باپ نے اپنے دو نابالغ لڑکوں کو تجارت کی اجازت دی پس ایک نے دوسرے سے کچھ چیز فروخت کی تو جائز ہے اور وصی کی اجازت دینے میں یہ ناجائز ہے اور ابن سماعہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے دو نابالغوں کو تجارت کی اجازت دی پھر ایک شخص کو حکم کیا کہ ان دونوں میں سے ایک سے دوسرے کیواسطے کوئی چیز خریدے پس اگر وہی شخص دونوں کی طرف سے [illegible] تو صحیح نہیں ہے اور اگر اسنے ایک کی طرف سے تعبیر کی اور دوسرے نے خود ہی ایجاب یا قبول کیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر نابالغ ماذون نے کوئی غلام خریدا اور اسکو تجارت کی اجازت دی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر نابالغ نے اپنے مال سے کوئی چیز فروخت کی یا اپنے واسطے کوئی چیز خریدی اگرچہ اسکو اجازت حاصل نہیں ہوئی ہے حالانکہ وہ خرید فروخت کو سمجھتا ہے تو ہمارے نزدیک اسکا تصرف منعقد ہوگا مگر نافذ جب ہوگا کہ جب ولی اجازت دیدے اسی طرح جو نابالغ خرید فروخت کو سمجھتا ہے اگر اسنے دوسرے شخص کی طرف سے خرید فروخت کی وکالت قبول کی اور خرید یا فروخت کی تو ہمارے علماء کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور ماذون لڑکے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی باندی کو بیاہ دے یہ امام اعظم و امام محمد رحمہ کا قول ہے اگرچہ لڑکے کے باپ اور وصی کو ایسا اختیار ہے اور غلام کا نکاح کر دینا اسکا اختیار نہ اس ماذون کو ہے اور نہ اسکے باپ یا وصی کو ہے اسیطرح اگر نابالغ نے بعد بلوغ کے اسکی اجازت دیدی تو بھی جائز نہ ہوگا اسی طرح اگر کسی اجنبی نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے بخلاف اسکے اگر اجنبی نے اسکی باندی کا نکاح کر دیا تو ایسا نہیں ہے اور اگر اجنبی نے اسکے غلام کو مکاتب کیا اور بعد بلوغ کے اسنے اجازت دی تو کتابت جائز ہوگی۔ اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ نابالغ کے مال میں جو فعل اسکا باپ اور وصی نہیں کر سکتا ہے اگر اسکو کسی اجنبی نے کیا اور نابالغ نے اجازت دی تو اجازت باطل ہے اور جو فعل اسکا باپ و وصی کر سکتا ہے اور وہ جائز ہوتا ہے اگر اسکو اجنبی نے کیا اور نابالغ نے بعد بلوغ کے اسکی اجازت دیدی تو جائز ہے کیونکہ انتہا میں اسی اجازت دہندہ کی اجازت مثل ابتدا میں واقع ہونے کے ہے اور ایسے تصرفات اجازت سے ابتدا میں ایسے شخص کے فعل سے نافذ ہوتے ہیں جسکی راے اس نابالغ کی راے کے قائم مقام کی گئی ہے پس انتہا میں اسی اجازت دہندہ کی اجازت سے نافذ ہونگے یا بعد بلوغ کے لڑکے کی اجازت سے نافذ ہو سکتے کیونکہ لڑکا خود اپنے سوا علاوہ میں ایجاد کرسکنے کے واسطے اہل ہے یہ مبسوط میں ہے اور نابالغ کو جو چیز اپنی ماں کے ورثہ میں ملی ہے اسمیں باپ کے وصی کو تجارت کی ولایت حاصل نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر نابالغ ماذون نے اپنے غلام کا نکاح اپنی باندی سے کر دیا یا اسکے باپ یا باپ کے وصی نے ایسا کیا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے [illegible] ہوگا۔ اور اگر نابالغ کی جورو ہو اور اسکے باپ یا

اجنبی نے اس عورت سے خلع کر دیا یا طلاق دیدی یا اُسکا غلام آزاد کر دیا پھر یہ بالغ ہونے کے اُسنے اجازت دی تو باطل
ہی اور اگر اُسنے بعد بلوغ کے یوں کہا کہ مین نے اس عورت پر وہ طلاق جو فلان شخص نے دی تھی واقع کی یا غلام پر وہ
عتاق جو فلان شخص نے کیا تھا واقع کیا تو طلاق و عتاق واقع ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور مغنی مین لکھا ہے کہ باپ
کے وصی و باپ کو نابالغ کے مال مین اسقدر اختیار ہے جسقدر ماذون غلام کو ہوتا ہے یعنی خفیف صدقہ و ضیافت
یہ نہایہ مین ہے۔ اگر ایک نابالغ نے جو بیع کو سمجھتا ہے ایک غلام کسی شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر کے ثمن وصول
کر لیا اور غلام دیدیا پھر زید نے مشتری کیواسطے ضمان درک کر لی پھر وہ غلام مشتری کے پاس سے استحقاق مین
لے لیا گیا پس اگر نابالغ ماذون ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اپنا ثمن چاہے نابالغ ماذون سے اور چاہے کفیل
سے واپس لے پس اگر کفیل سے لیا تو کفیل اس ماذون نابالغ سے واپس لیگا بشرطیکہ نابالغ کی اجازت سے
کفالت کی ہو اور اگر نابالغ محجور ہوگا تو اسکی طرف سے ضمان باطل ہے اگر ثمن تلف ہو گیا یا محجور نے تلف کر دیا ہو
اور اگر بعینہ قائم ہو تو مشتری اسکو لے لیگا۔ اور اگر زید نے اصل عقد بیع مین ضمانت کر لی ہو یا قبل اسکے کہ مشتری ثمن
ادا کرے زید نے ضمانت کی ہو پھر کفیل کی ضمان پر مشتری نے ثمن ادا کیا ہو پھر وہ غلام مشتری سے استحقاق مین لیا گیا
تو ضمانت جائز ہے اور مشتری کفیل سے اپنا ثمن لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر نابالغ ماذون نے اپنے باپ کے ہاتھ
ایک غلام فروخت کیا تو اسکی چند صورتین ہین یا تو اُسنے لوگون کی طرح برابر قیمت پر فروخت کیا یا قیمت سے زیادہ
اسقدر پر کہ لوگ اتنا خسارہ اندازہ مین اُٹھاتے ہین یا نہین اُٹھاتے ہین فروخت کیا یا کم قیمت پر فروخت کیا مگر اسقدر
کمی کہ لوگ اندازہ مین اُٹھاتے ہین پس ان سب صورتون مین بالاجماع بیع جائز ہے یا اُسنے اسقدر کمی پر فروخت کیا
کہ لوگ اپنے اندازہ مین ایسی کمی نہین اُٹھاتے ہین پس اس صورت مین امام اعظم رح سے روایات مختلف آئی ہین اور
ماذون کے بعض نسخون مین لکھا ہے کہ ایسی بیع امام اعظم رح و امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہے۔ اور
اگر اُسنے اپنے وصی کے ہاتھ برابر قیمت یا زیادہ قیمت یا کم پر مگر اسقدر کم کہ لوگ اپنے اندازہ مین برداشت
کرتے ہین فروخت کیا تو مذکور ہے کہ بیع جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اسمین حکم یہ تفصیل ہونا واجب ہے اور یا ختلاف
ہونا چاہیے یعنی اگر نابالغ کے حق مین منفعت ظاہرہ ہو مثلاً اُسنے قیمت سے زیادہ کو مگر اسقدر زیادتی کہ لوگ اپنے
اندازہ مین برداشت کرتے ہین فروخت کیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اگر منفعت ظاہرہ
نہو مثلاً اُسنے برابر قیمت پر یا اسقدر کمی پر کہ لوگ برداشت کرتے ہین فروخت کیا تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے
نزدیک نہین جائز ہے جیسا کہ اگر وصی نے نابالغ کا مال اپنے ہاتھ فروخت کیا تو ایسی صورت مین یہی حکم ہے مگر امام
اعظم رح کے قول پر اس مسئلہ مین دو روایتین ہونی چاہیے ہین ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا ہے یہ
مغنی مین ہے۔ اور اگر اجنبی کے ہاتھ قیمت سے کم پر مگر اسقدر کمی کہ لوگ اپنے اندازہ مین اُٹھاتے ہین فروخت کیا
تو باتفاق الروایات امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہے۔ اور اگر نابالغ
نے اپنا ثمن جو اُسکے باپ یا وصی پر واجب ہوا تھا وصول پانیکا اقرار کیا تو اس صورت مین روایات مختلف
وارد ہین بعض مین مذکور ہے کہ اقرار جائز ہے اور بعض مین ہے کہ اقرار نہین جائز ہے اور شیخ الاسلام
خواہرزادہ رح نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا کہ اقرار مین یہ اختلاف روایات امام اعظم رح کے قول پر ہونا چاہیے

ورنہ صاحبین کے نزدیک باپ یا وصی کے واسطے اُسکا اقرار جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے- اور ظاہر الروایہ
مین مذکور ہے کہ جیسے اُسکا اقرار اپنی کمائی مین جائز ہے ویسے ہی جو چیز اپنے باپ سے میراث پائی ہے اُسمین بھی جائز
ہے کذا فی المبسوط- اور اگر اُسنے اپنے وصی سے اپنا مال وصول پانے کا اقرار کیا تو جائز نہین ہے اور اگر وصی نے
بعد اجازت کے اُسکو اُسکا مال دیا تو جائز ہے یہ محیط مین ہے- اور متفرقات مین بیان کیا کہ اگر اُسنے قرضہ تجارت کا
اقرار کیا تو صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے- اور غیاثیہ مین ہے کہ اگر وصی نے اسکو اجازت دی پھر اسنے اپنے پدر متوفی پر قرضہ
کا یا قبل حصول اجازت کے غصب کا اقرار کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر اُسنے اپنے باپ کے ترکہ مین تصرف کیا تو
جائز ہے بلکہ ایک روایت مین ناجائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے- نابالغ ماذون یا معتوہ ماذون نے اگر غصب یا مال
تلف کر دینے کا اقرار کیا مگر اس فعل کو حالت حجر کی طرف منسوب کیا تو فی الحال اس سے مواخذہ کیا جائیگا خواہ
مقر لہ اسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے جیسا کہ غلام ماذون کے مسئلہ مین حکم ہے- اگر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے
حالت حجر مین قرض لیا یا ودیعت تلف کر دی ہے تو بھی امام ابو یوسف کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام اعظم و امام محمد
رح کے نزدیک اگر مقر لہ نے اسکی حالت حجر کی طرف منسوب کرنے کی تصدیق کی تو اس سے نہ فی الحال اور نہ بعد
بلوغ کے کبھی مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اگر تکذیب کی ہو تو فی الحال ماخوذ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے-
اور معتوہ کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہے وہ بمنزلہ نابالغ کے ہے کہ فقط باپ و وصی و دادا کی اجازت سے ماذون ہو جاتا
ہے لیکن سوائے اور لوگون کی اجازت سے ماذون نہین ہوتا ہے پھر اُسکا حکم وہی ہے جو نابالغ کا ہے یہ خزانۃ المفتین
مین ہے- اور اگر معتوہ خرید فروخت کو نہ سمجھتا ہو اور اسکو باپ یا باپ کے وصی نے تجارت کی اجازت دی تو صحیح نہین
ہے- اور اگر معتوہ کو جو خرید فروخت کو سمجھتا ہے اُسکے پسر نے اجازت دی تو باطل ہے اور اسی طرح اگر سوائے باپ
دادا کے کسی اہل قرابت نے مثل بھائی یا چچا وغیرہ کے اجازت دی تو بھی اجازت باطل ہے یہ مبسوط مین ہے- اور اگر
اپنے بالغ فرزند معتوہ کو تجارت کی اجازت دی تو اُسکا حکم مثل نابالغ کے ہے یعنی اگر خرید و فروخت کو سمجھتا ہو تو اجازت
صحیح ہے اور اگر خرید فروخت کو نہ سمجھتا ہو تو اجازت صحیح نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے- اور یہ اُسوقت ہے کہ وہ معتوہ ہی بالغ
ہوا ہو اور اگر بالغ ہونے کے وقت عاقل ہو پھر معتوہ ہو گیا اور باپ نے اسکو تجارت کی اجازت دی تو
فقیہ ابو بکر بلخی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ استحساناً اجازت صحیح ہے اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور فقیہ ابو بکر محمد بن
ابراہیم المیدانی فرماتے تھے کہ استحساناً صحیح ہے اور یہ ہمارے علمائے ثلثہ کا قول ہے- اسی طرح اگر بالغ ہونے پر عاقل
تھا پھر مجنون ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے- اور اگر باپ خود معتوہ یا مجنون ہو گیا تو بیٹے کو تصرف کی ولایت حاصل
نہ ہوگی فقط اسکو تزویج کی ولایت حاصل ہوگی نہ غیر کذا فی الذخیرہ اور جس شخص کو نابالغ کے مال مین ولایت
تجارت و تصرف حاصل ہے اُسکو یہ ولایت بھی حاصل ہے کہ نابالغ کو تجارت کی اجازت دے اسی طرح
نابالغ کے غلام کو بھی اجازت دے سکتا ہے اور جب یہ بات معلوم ہو گئی تو ہم بیان کرتے ہین کہ اگر باپ
نے نابالغ کے غلام کو اجازت تجارت دی تو جائز ہے اسی طرح باپ کے وصی نے باپ کے مرنے کے بعد
اگر ایسا کیا تو جائز ہے اور باپ کے مرنے کے بعد اگر دادا نے ایسا کیا اور باپ کی طرف سے کوئی وصی
نہین ہے تو اجازت صحیح ہوگی اور اگر باپ زندہ موجود ہو تو باپ کے باپ یعنی دادا کی اجازت صحیح نہ ہوگی

اور اگر باپ کا وصی موجود ہو تو بھی دادا کی اجازت صحیح نہ ہوگی اور یہ ہمارے نزدیک ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے غلام کو اجازت تجارت دی اور یتیم کا کوئی وصی اُسکے باپ کی طرف سے موجود نہیں ہے تو قاضی کی اجازت صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جس صورت میں باپ یا اُسکے وصی یا قاضی کی اجازت صحیح ہو گئی اور غلام پر قرضہ چڑھ گیا تو ہمارے نزدیک وہ غلام قرضہ تجارت میں فروخت کیا جائیگا۔ اور اگر ایک عورت مر گئی اور کسی شخص کو وصیت کر گئی یعنے وصی بنا گئی اور ایک لڑکا نابالغ چھوڑا کہ اُسکا باپ یا باپ کا وصی یا دادا موجود نہیں ہے اور عورت اس فرزند نابالغ کے واسطے بہت سا مال میراث چھوڑ مری ہے پس اس شخص وصی نے ان غلاموں میں سے جنکو نابالغ نے اپنی ماں کے میراث میں پایا ہے کسی غلام کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر قاضی نے غلام سے کہا کہ فقط اناج یا گیہوں کی تجارت کر اور غلام نے دوسری چیزوں کی تجارت کی تو جائز ہے کیونکہ قاضی اس اجازت دہی میں نابالغ کا نائب ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مولے بالغ ہو اور اُسنے غلام سے کہا کہ فقط گیہوں کی تجارت کر تو غلام کو تمام تجارتوں کا اختیار ہوتا ہے پس اسی طرح اگر قاضی نے اسکو فقط گیہوں کی تجارت کی اجازت دی تو بھی اسکو تمام تجارات کا اختیار حاصل ہوگا اسی طرح اگر قاضی نے اس غلام سے کہا کہ تو فقط گیہوں کی تجارت کر دوسری چیز کی تجارت نہ کرنا کہ میں نے تجھے مجھور کیا اگر تو اسکے سوائے دوسری تجارت کرے تو یہ غلام تمام چیزوں کی تجارت کا مجاز ہوگا اور قاضی کا یہ قول باطل قرار دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایسے غلام نے تصرف کیا اور اسپر بہت قرضہ ہو گیا یعنے اُن تجارتوں کی وجہ سے جنکی قاضی نے اجازت دی ہے اور بعضے بوجہ اُن تجارتوں کے جنکی اجازت نہیں دی اور قرضخواہوں نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے اُس تجارت کے قرضے جسکی اجازت نہیں دی تھی باطل کر دیے تو اُسکے بعد اُس غلام کے تصرفات اس قسم کی تجارت میں نافذ نہ ہونگے اور اگر اسکے بعد اس قاضی کے فیصلہ کا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس کیا گیا تو دوسرے کو اختیار نہ ہوگا کہ قاضی اول کے فیصلہ کو منسوخ کرے جیسا کہ امور مجتہد فیہا میں حکم ہے اسی طرح اگر قاضی نے اُس غلام کی تمام تجارتوں کے جواز تصرفات کا حکم دیا اور تمام قرضخواہوں کا قرضہ ثابت رکھا تو اُسکا فیصلہ نافذ ہو جائیگا اور اسکے بعد کسی دوسرے قاضی کو اس فیصلہ کے منسوخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر قاضی نے کسی نابالغ یا معتوہ کو تجارت کی اجازت دی پھر قاضی معزول ہوا تو نابالغ و معتوہ اپنی اجازت پر رہینگے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر نابالغ کا یا معتوہ کا باپ یا وصی یا اسکا دادا موجود ہو اور قاضی کی رائے میں آیا کہ اس نابالغ یا معتوہ کو تجارت کی اجازت دے پس اُسنے اجازت دیدی مگر باپ نے انکار کیا تو قاضی کی طرف سے اجازت جائز ہوگی اگرچہ قاضی کی ولایت باپ و وصی کی ولایت سے موخر ہے کذا فی المحیط۔ اور اس قاضی کی زندگی میں اگر باپ یا وصی نے اسکو مجھور کیا تو صحیح نہیں ہے کذا فی المغنی۔ اور اگر یہ قاضی مر گیا یا معزول ہو گیا پھر اُن میں سے کسی ولی نے اسکو مجھور کیا تو مجھور باطل ہے اسیطرح اگر اس قاضی نے بعد اپنی معزولی کے اسکو مجھور کیا تو بھی باطل ہے ہاں اسکو مجھور وہ قاضی کر سکتا ہے جو اس قاضی کی موت یا معزول ہونے کے بعد اُسکی جگہ مقرر ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اور نوادر ابراہیم رح میں امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر قاضی نے نابالغ کے غلام کو تجارت کی اجازت دی حالانکہ اُسکا وصی راضی نہیں ہے الخ

یا مر گیا تو جو کچھ فرزند ماذون نے کیا ہے سب باطل ہوگا اور اسمین تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ اور اگر ذمی نے اپنے نابالغ فرزند کو جو اُسکے دین پر ہے یا معتوہ کو جو اُسکے دین پر ہے تجارت کی اجازت دی تو سب باتون مین جو ہمنے بیان کی ہین اُسکا حکم بمنزلہ مسلمان ماذون کے ہے اگر اُسکا لڑکا بوجہ اپنی مان کے یا بذات خود مسلمان ہو یعنے مثلاً عاقل ہو کر مسلمان ہو گیا ہو تو ذمی باپ کی اجازت اُسکے حق مین باطل ہوگی اور اگر اجازت دیکر ذمی باپ مسلمان ہو گیا تو یہ اجازت جائز نہوگی یہ مبسوط مین ہے

تیرھوان باب متفرقات مین ۔ اگر ایک شخص شہر مین آیا اور کہا کہ مین فلان شخص کا غلام ہون اور اُسنے خرید فروخت کی تو تجارت کی ہر چیز اُسپر لازم ہوگی اور اس مسئلہ کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ غلام یہ خبر دے کہ میرے مولے نے مجھے تجارت کی اجازت دی پس استحساناً اُسکے قول کی تصدیق کیجاویگی خواہ عادل ہو یا غیر عادل ہو اور دوسری یہ کہ غلام نے کچھ خبر نہین دی اور خرید فروخت کرتا رہا پس اس صورت مین قیاساً اُسکے حق مین اجازت ثابت نہوگی مگر استحساناً ثابت ہوگی پھر جب اُسکا ماذون ہونا ثابت ہوا تو اُسکے سب تصرفات صحیح ہونگے اور اُسپر جسقدر قرضہ ہو جاوے سب اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اُسکی کمائی سے وصول کیا جائیگا اور اگر سب قرضہ اُسکی کمائی سے ادا نہو سکے تو وہ غلام فروخت نہ کیا جائیگا تاوقتیکہ اُسکا مولی حاضر نہو پھر اگر مولی نے حاضر ہو کر اجازت کا اقرار کیا تو قرضہ کیواسطے فروخت کیا جائیگا اور اگر کہا کہ یہ مجحور ہے تو مولی کا قول قبول ہوگا کذا فی الکافی۔ اگر زید نے کوئی غلام کار تجارت کیواسطے اجیر لیا تو زید کے حق مین وہ غلام مثل وکیل کے قرار دیا جائیگا اور غلام و مستاجر کے درمیان تمام احکام وکالت کے مرعی ہونگے نہ احکام ماذون التجارۃ کے یہانتک کہ عہدہ مستاجر کے ذمہ لاحق ہوگا اور غلام کو اختیار ہوگا کہ مثلاً ثمن مبیع کا مستاجر سے مطالبہ کرے قبل اسکے کہ بائع اُس سے ثمن کا مطالبہ کرے ایسے ہی اور احکام بھی مثل وکیل کے مرعی ہونگے اور وہ غلام اپنے مولی کے حق مین مثل ماذون کے قرار دیا جائیگا اور اُسکے و مولے کے درمیان ماذون کے احکام مرعی ہونگے یہ مغنی مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ زید نے عمرو سے ایک غلام دس درم ماہواری پر اپنی راے کے موافق خرید فروخت کے کام کیواسطے اجارہ لیا کہ میرے واسطے خرید فروخت کرے تو جائز ہے پس اگر غلام نے زید کے واسطے اُسکے حکم کے موافق خرید فروخت کی اور اُسپر بہت قرضہ ہو گیا تو قرضخواہ لوگ مستاجر سے اپنے قرضہ کا مطالبہ نہین کر سکتے ہین بلکہ فقط اُس غلام سے مطالبہ کر سکتے ہین پھر غلام کو اختیار ہے کہ مستاجر سے اپنے ادا کرنے سے پہلے اور اسکے بعد اسقدر مال کا مطالبہ کرے۔ اور اگر مستاجر مفلس ہو گیا کہ اُسکے پاس کچھ نہو اور غلام کے پاس بھی کچھ کمائی نہو تو وہ غلام قرضخواہون کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولی اسکا فدیہ دیدے تو ایسا نہین ہو سکتا ہے پس اگر مولے نے اسکا فدیہ دیدیا تو جسقدر اُسنے دیا ہے اسکو مستاجر سے واپس لیگا اور واپس لینے کا استحقاق خود مولی کو حاصل ہوگا اور غلام کو یہ استحقاق نہوگا اور اگر مولی نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور غلام ایک ہزار درم کو فروخت کیا گیا اور قرضخواہون کا قرضہ مثلاً دس ہزار درم ہے تو یہ ہزار درم اُسکے قرضخواہون مین حصہ رسد تقسیم ہونگے اور پھر قرضخواہون کو اپنے باقی قرضہ کیواسطے غلام سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہانتک کہ وہ غلام آزاد ہو جاوے پھر آزاد ہو جانے کے بعد اپنے باقی قرضہ کیواسطے اُسکے دامنگیر ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور فرمایا کہ مولی کو یہ اختیار ہوگا کہ مستاجر سے غلام کا ثمن یعنے ہزار درم واپس لے اور یہ سب

مولے کو دیے جاوینگے اور قرضخواہون کو اُس سے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور قرضخواہون کیواسطے قاضی ایک
وکیل مقرر کریگا جو مستاجر سے قرضخواہون کے باقی قرضہ کا مطالبہ کرے۔ اور کتاب الماذون مین مذکور ہو کہ مولے
خود مستاجر سے مخاصمہ کریگا اور اسقدر اُس سے وصول کرکے قرضخواہون کو دیدیگا اور شیخ حاکم عبد الرحمن نے
فرمایا کہ اختلاف الروایت نہین ہو بلکہ مولی ہی مستاجر سے مخاصمہ کریگا جیسا کہ ماذون مین مذکور ہو پس اگر
اُسنے انکار کیا تو قاضی ایک وکیل مقرر کریگا جیسا کہ یہان مذکور ہو یہ مغنی مین ہو۔ اور اگر مستاجر نے ہنوز کچھ
ادا کیا تھا کہ مرگیا اور پانچ ہزار درم چھوڑے تو یہ مال مولی اور قرضخواہون کے درمیان دس حصے ہوکر
تقسیم ہوگا جسمین سے ایک حصہ مولی کو اور نو حصے قرضخواہون کو دیے جاوینگے۔ اور اگر غلام قرضہ مین فروخت
نکیا گیا یہانتک کہ اسکو ایک غلام ہزار درم قیمت کا ہبہ کیا گیا اور مولی نے قرضہ سے انکار کیا تو دونون غلام
قرضہ مین فروخت کیے جاوینگے اور کتاب مین مذکور ہو کہ اگر ماذون پر قرضہ ہوجانے کے بعد اسکو غلام ہبہ کیا گیا یا
لحوق قرضہ سے پہلے ہبہ کیا گیا دونون صورتین یکسان ہین پھر جب یہ حکم واجب ہوا کہ ماذون و موہوب دونون
غلام فروخت کیے جاوین اور دونون مثلاً دو ہزار درم مین فروخت کیے گئے تو یہ سب مال قرضخواہون کے درمیان حصہ
رسد تقسیم ہوگا اور مولی مستاجر سے ماذون کا ثمن پھر لیگا مگر موہوب کا ثمن نہین لے سکتا ہو اور قاضی ایک وکیل
مقرر کریگا جو مستاجر سے نو ہزار درم کا مطالبہ کریگا یعنے آٹھ ہزار درم قرضخواہون کا باقی قرضہ اور ہزار درم موہوب غلام
کا ثمن اور وکیل یہ سب وصول کرکے مولی کو سپرد کریگا یعنے مولی کو دیا جائیگا۔ اور اگر مستاجر نے موہوب غلام کا ثمن اور
قرضخواہون کا باقی قرضہ کچھ ادا نہ کیا یہانتک کہ مرگیا اور پانچ ہزار درم چھوڑے تو اسکے دس حصے کیے جاوینگے
اس حساب سے ہزار درم غلام موہوب کا ثمن اور ہزار درم ماذون کا ثمن اور آٹھ ہزار درم قرضخواہون کا باقی قرضہ پس
مستاجر کے ترکہ مین سے جسقدر آٹھ ہزار درم کے پرتے مین پڑے وہ قرضخواہون کو ملیگا اور نیز جسقدر موہوب غلام
کے ثمن کے پرتے مین پڑے وہ بھی قرضخواہون کو ملیگا اور جسقدر ماذون کے ثمن کے پرتے مین پڑے وہ مولے کو
ملیگا اور جسقدر غلام موہوب کے ثمن کے پرتے مین آیا ہو اُسکے لینے کی مولے کو کوئی راہ نہین ہو کذا فی المحیط۔ اور
اگر قرضخواہون نے اپنے قرضہ سے کچھ وصول نہ کیا یہانتک کہ آخرکار اُنھون نے ماذون کو اپنا قرضہ ہبہ
کر دیا یا ماذون کو بری کر دیا خواہ غلام ماذون کے فروخت کیے جانے سے پہلے یا اسکے بعد خواہ مستاجر کے
مرنے سے پہلے یا اسکے بعد جو حق مستاجر کے ذمہ واجب ہوا ہو اُسمین سے کچھ ساقط نہ ہوگا پس اگر غلام ماذون
فروخت نہوا ہو تو یہ حق رہی مستاجر سے وصول کر لیگا اور اگر فروخت ہوگیا ہو تو یہ حق اسکا مولی مستاجر
سے وصول کریگا کذا فی المغنی۔ اور اگر مستاجر نے اس غلام کو جسوقت اجارہ پر لیا ہو اُسوقت اس غرض سے
اجارہ پر لیا ہو کہ میرے واسطے خاصہ سوتی کپڑے کی خرید و فروخت کرے پس اُس غلام نے کپڑا خرید و فروخت
کرکے نفع اُٹھایا تو نفع مستاجر کا ہوگا اور اگر کچھ گھٹی پڑی تو مستاجر کے ذمہ ہوگی اور اگر اُسنے ریشمی کپڑا خرید و
فروخت کرکے نفع حاصل کیا تو یہ نفع مولی کو ملیگا اسمین مستاجر کا کچھ نہین ہوا اور اگر کچھ گھٹی پڑے تو غلام کی گردن
پر ہوگی کہ اُسکے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اسمین سے مولے پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہو۔ اگر ماذون نے زید
سے سو درم قیمت کے ایک کر گیہون اُتنی درم کو خریدے اور قبل قبضہ کے اسمین پانی ڈال دیا جس سے وہ

فاسد ہو کر اسّی درم کے رہ گئے پھر اسکے بعد بائع نے اُسمین پانی ڈال دیا جس سے وہ بگڑ کر ساٹھ درم کے رہ گئے تو ماذون کو خیار ہوگا پس اگر اُسنے لینا اختیار کیا تو چھیاسٹھ درم مین لے سکتا ہے اور اگر چھوڑ دیا تو اُسپر جو کچھ بگاڑا ہے اُسکی ضمان نہ ہوگی- اور اگر اولاً بائع نے اُسمین پانی ڈال دیا ہو پھر مشتری نے پانی ملایا تو مشتری مجبور کیا جائیگا کہ چھیاسٹھ درم دیکر اُسپر قبضہ کرے اور یہی حکم ہر مکیل وموزون مین ہے- اگر مبیع کوئی عرض ہو کہ اسکو پہلے مشتری نے بگاڑا پھر بائع نے بگاڑا پس اگر مشتری نے لینا اختیار کیا تو اُسکے ذمہ سے ثمن سے جسقدر بائع نے بگاڑا ہے ساقط ہو جائیگا اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور جسقدر نقصان کیا ہے اسقدر ثمن ادا کرے- اور اگر مشتری نے بعد بائع کے اُسکو بگاڑا تو مبیع کا لینا اُسکے ذمہ لازم ہوگا مگر ثمن سے جسقدر بائع نے بگاڑا ہے اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے- اور فرمایا کہ اگر کسی اجنبی کا کچھ مال مولے پر آتا ہو اور مولے نے بنظر وثاقت اُسکے عوض کچھ چیز رہن کر کے اپنے ماذون کے پاس رکھی اور وہ ضائع ہوگئی تو جسکے عوض رہن تھی اُسکے عوض گئی اور مولے قرضہ سے بری ہوگیا یہ مغنی مین ہے- اگر ماذون نے ایک کر چھوہارے جید بعوض ایک کر چھوہارے ردی کے بعینہ مین خرید کئے پھر جسکو خریدا ہے اُسمین ماذون نے پانی ڈال دیا اور وہ خراب ہوگئے پھر بائع نے اُسمین پانی ڈال دیا اور وہ خراب ہوگئے تو اُسکو خیار ہوگا چاہے خرید کردہ کر لیکر اُسکے معاوضہ کا کر دیدے یا بیع توڑ دے اور دونون صورتون مین کسی کو دوسرے سے نقصان کر لینے کا اختیار نہوگا- اور اگر مشتری نے بعد بائع کے اُسمین پانی ڈالا ہو تو اُسپر لازم ہوگا کہ جو کر اُسنے جس کر کے عوض خریدا ہے پورا عوض دیکر لیوے اور اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کرے خواہ قبضہ سے پہلے پاوے یا اسکے بعد پاوے اسلئے کہ اُسنے پانی ڈال کر اُسکو خراب کر دیا ہے یہ مبسوط مین ہے- اگر باپ یا وصی نے نابالغ یا معتوہ کیواسطے ایک باندی جو نابالغ یا معتوہ کی ذات رحم محرم ہے خرید کر دی تو یہ عقد اُن دونون پر نافذ نہوگا بلکہ باپ و وصی پر نافذ ہوگا یہ کافی مین ہے- اور اگر ماذون نے زید کے ہاتھ دس قفیز گیہون اور دس قفیز جو یہ کہکر فروخت کئے کہ مین نے یہ دس قفیز گیہون اور یہ دس قفیز جو تیرے ہاتھ ہر قفیز ایک درم کے حساب سے فروخت کئے تو بیع جائز ہے پس اگر اس صورت مین کہ ہر قفیز ایک درم کے حساب سے فروخت کیا ہے دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر زید نے گیہون مین عیب پایا تو اُنکو آدھے ثمن پر بحساب ہر قفیز ایک درم کے واپس کرے اور اگر اُسنے یہ کہا ہو کہ دونون مین سے ہر قفیز ایک درم کو ہے اور باہمی قبضہ ہوگیا پھر گیہون مین عیب پایا ہو تو زید انکو ہر دونون کے ایک قفیز ایک درم کے حساب سے یعنے آدھے گیہون اور آدھے جو ایک درم کے حساب سے واپس کر سکتا ہے اور اُسکی یہ صورت ہوگی کہ تمام ثمن یعنے بیس درم گیہون اور جو کی قیمت پر پھیلایا جاوے پس اگر گیہون کی قیمت مثلاً بیس درم ہے اور جو کی قیمت دس درم ہو تو سب گیہون جنمین عیب پایا ہے بعوض دو تہائی ثمن کے واپس کریگا اسی طرح اگر یہ کہا ہو کہ دونون کے ایک قفیز ایک درم کے حساب سے ہے تو یہ قول اور پہلا قول یعنے دونون مین سے ہر قفیز ایک درم کو ہی یکسان ہے- اور اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے یہ گیہون اور یہ جو تیرے ہاتھ فروخت کیے اور دونون کا ہر ایک قفیز کا ایک درم کا حساب بتلایا مگر دونون کی تمام مقدار نہ بیان کی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک تاوقتیکہ سب کیل و پیمانہ معلوم نہ ہو بیع فاسد ہے پھر اگر اُسکو سب پیمانہ بتلا دیا تو مشتری مختار ہوگا چاہے

ہر قفیز گیہوں ایک درم کے حساب سے گیہوں اور جو ہر قفیز ایک درم کے حساب سے خرید لے یا بیع ترک کر دے اور
صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہے گیہوں ہر قفیز ایک درم کے حساب سے اور جو ہر قفیز ایک درم کے حساب سے
خرید لیگا۔ اور اگر یوں کہا کہ دونوں میں سے ہر قفیز ایک درم کو ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایک قفیز پر جسمیں آدھے
گیہوں اور آدھے جو ہونگے ایک درم پر بیع واقع ہوگی اور جسقدر ایک قفیز سے زیادہ ہے اُنمیں اگر تمام پیمانہ
معلوم ہوگیا تو مشتری مختار ہوگا چاہے ہر قفیز دونوں میں سے ایک درم کے حساب سے خرید لے یا بیع ترک کر دے
اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک کل کی بیع جائز ہوگی دونوں میں سے ہر قفیز آدھے گیہوں اور آدھے
جو بحساب ایک درم کے لیگا۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ گیہوں اس شرط سے کہ یہ ایک کر ہے
زائد ہیں فروخت کیے اور مشتری نے اسی شرط سے خریدے پھر اُنکو کر سے کم پایا تو بیع جائز ہے اور اگر اُسکو
ایک کر سے زیادہ پایا تو بیع فاسد ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ اس شرط سے کہ یہ ایک کر یا اس سے کم ہیں پس اگر مشتری
نے ایک کر یا اس سے کم پائے تو بیع جائز ہے اور اگر کر سے زیادہ پائے تو اسمیں سے مشتری کو ایک کر
لینے لازم ہونگے اور بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ ایک کر سے بھی کم کرے اور جو زائد ہے وہ بائع کے ہونگے
اور اگر اس شرط سے فروخت کیے کہ یہ ایک کر یا اس سے زیادہ ہیں پس اگر مشتری نے موافق شرط کے پائے تو

بیع جائز ہے اور اگر کم پائے تو مشتری کو خیار ہوگا کہ چاہے مقدار موجودہ کو اسکے حصہ ثمن کے عوض سے لے
یا ترک کر دے کذا فی المبسوط۔ ایک شخص نے صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ آیا اُس
سے قسم لیجاویگی یا نہیں اور کتاب الاقرار میں لکھا ہے کہ ماذون سے قسم لیجاویگی اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ماذون نے زید سے دس رطل زیت ایک درم کو خریدا اور اسکو حکم کیا کہ اس شیشے میں
جسکو ماذون لایا تھا ناپ دے پس بائع نے اُسمیں ناپنا شروع کیا پھر جب دو رطل ناپ چکا تو شیشہ ٹوٹ
گیا حالانکہ بائع و مشتری دونوں اُس سے لاعلم ہیں پھر بائع نے اُسکے بعد اسمیں سب تیل جسقدر فروخت کیا تھا
ناپ دیا اور سب بہ گیا تو ماذون کے ذمہ اسمیں سے سوائے ثمن رطل اول کے کچھ لازم نہوگا۔ اور اگر رطل اول
سب نہ بہا ہو جسوقت بائع نے دوسرا رطل اسمیں ڈالا ہے تو شیشہ میں جسقدر رطل اول میں سے رہا ہے اُسکا بائع ضامن ہوگا
اور اگر شیشہ پہلے سے ٹوٹا ہوا ہو جسوقت ماذون نے اُسکو دیا ہے اور ماذون نے حکم دیا کہ اسمیں ناپ دے اور دونوں
اُسکے ٹوٹے ہونے سے بیخبر ہیں اور بائع نے اُسمیں دس رطل ناپ دیا اور سب بہ گیا تو ماذون کے ذمہ کل ثمن
لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ زید نے اپنے مدبر کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکو عمرو نے حکم دیا کہ میرے واسطے ایک
باندی پانچ ہزار درم کو خرید دے اُسنے موافق عمرو کے حکم کے باندی خرید کر کے اُسکو دیدی پھر عمرو کے پاس مر گئی یا
عمرو نے اُسکو آزاد کر دیا یا ام ولد بنا لیا یا مدبر کے پاس قبل پھیر دینے عمرو کے مر گئی تو ان سب صورتوں میں یکساں حکم ہے
یعنی وہ عمرو کا مال گیا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ ثمن کیواسطے مدبر کا دامنگیر ہو لیکن اگر اُسنے عمرو سے مطالبہ کا قصد کیا
تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اور جب بائع ثمن کیواسطے مدبر کا دامنگیر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ ثمن کے واسطے مدبر سے
سعایت کراوے اور مدبر کو ثمن ادا کرنے سے پہلے اور اُسکے بعد یہ اختیار ہوگا کہ اپنے موکل سے ثمن کا مطالبہ کرے
اور اگر مدبر و موکل کے پاس کچھ نہ ہو پھر ایک غلام نے مدبر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ غلام ارش جنایت میں مدبر کو دیا گیا اور

مدبر نے بطور تجارت یا ہبہ کے ایک باندی حاصل کی تو وہ غلام جو جنایت میں ملا ہی اور یہ باندی دونوں مدبر کے قرضہ میں فروخت کیجاوینگی لیکن اگر مولے دونوں کا فدیہ دیدے تو فروخت نہ ہونگے پس اگر مولے نے دونوں کا فدیہ دیدیا تو پورا فدیہ مدبر کے موکل سے واپس لیگا اور واپس لینے والا متولی خود مولی ہوگا نہ مدبر۔ اور اگر مولے نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور دونوں دوہزار درہم کو یعنے غلام ہزار درہم کو اور باندی ہزار درہم کو فروخت کی گئی تو بائع یہ سب اپنے قرضہ میں لے لیگا اور مولی خود موکل سے اُس غلام کا ثمن جو جنایت میں ملا تھا لے لیگا اور باندی کا خود ثمن نہیں لے سکتا ہی مگر مدبر اسکا ثمن واپس لیگا اور جسقدر بائع کا قرضہ رہگیا وہ بھی واپس لیگا اور یہ چار ہزار درہم ہوئے جسمیں سے تین ہزار درہم بائع کو دیے جاوینگے جبکہ اسکا قرضہ پانچ ہزار درہم ہو اور دو ہزار درہم اُسکو مل چکے پس باقی ایک ہزار درہم مولی کو ملینگے۔ اور اگر مدبر و مولی نے موکل سے کچھ وصول نہ کیا یہانتک کہ موکل دوہزار درہم چھوڑ کر مرگیا تو اُسکے پانچ حصہ کیے جاوینگے جسمین سے ایک حصہ مولی کو دیا جاویگا اور چار حصہ مدبر کو دیے جاوینگے تاکہ بائع کو ادا کردے۔ اور اگر مدبر کا ہاتھ نہ کاٹا گیا بلکہ خطا سے قتل کیا گیا اور قاتل نے اسکی قیمت ادا کردی تو یہ قیمت اُسکے بائع کو دیجاویگی اور مولی اسکی قیمت اُسکے موکل سے واپس لیگا بخلاف ثمن غلام موہوب کے یہ مغنی میں لکھا ہی۔ اور اگر ماذون نے ایک باندی خرید کر قبل ادا ے ثمن کے بلا اجازت بائع اسپر قبضہ کر لیا اور وہ اُسکے پاس مرگئی یا اُسکے مولی نے اسکو قتل کیا حالانکہ ماذون مقروض نہیں ہی یا اسکو آزاد کردیا تو بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ ماذون یا اُسکے مولی سے باندی کی قیمت کی ضمان حاصل کرے مگر ماذون سے اُسکے ثمن کا مطالبہ کریگا اور ماذون اس ثمن کے واسطے فروخت کیا جائیگا پس اگر ماذون کے ثمن میں بائع کے حق سے کمی ہو تو مولی پر واجب ہوگا کہ جس باندی کو اُسنے تلف کیا ہی اُسکی قیمت سے اس کمی کو پورا کرے۔ اور اگر ماذون نے کسی کو اس باندی پر قبضہ کرنے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے قبضہ کیا اور وہ وکیل کے پاس مرگئی تو وکیل بائع کو اُسکی قیمت کی ضمان دے پھر بقدر ضمان اپنے موکل یعنے ماذون سے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہی۔ اگر ماذون نے اپنے مولی کی بلا اجازت احرام باندھ لیا تو مولی کو اختیار ہوگا کہ اسکو حلال کرادے یعنے احرام سے باہر کرادے اور اگر ماذون نے باجازت مولی احرام باندھا اور اُسکے بعد مولی نے اسکو فروخت کیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اسکو احرام سے باہر کرادے یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اگر زید کا غلام ماذون سالم نام اور عمرو کا غلام افلح نام ہو اور ہر ایک نے دوسرے کو اُسکے مولے سے خریدا پس اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ پہلے مثلاً سالم نے افلح کو عمرو سے خریدا ہی اور اُسپر قرضہ نہیں ہی پھر افلح نے سالم کو زید سے خریدا ہی تو سالم کا افلح کو خریدنا جائز ہوگا اور افلح اپنے خریدار سالم کے مولی کی ملک ہوجائیگا اور محجور ہوجائیگا پھر افلح کا سالم کو خریدنا باطل ہوگا اور اگر یہ معلوم نہو کہ اول کونسی بیع واقع ہوئی ہی تو دونوں بیع رد ہوجاوینگی گویا کہ دونوں ایکبارگی واقع ہوئی ہیں پس معاً واقع ہونے میں جسطرح دونوں رد ہوتی ہیں ایسے ہی نہ معلوم ہونے کی صورت میں بھی رد ہونگی اور اگر دونوں ماذون قرضدار ہوں تو اول کی بیع بھی ناجائز ہوگی لیکن اگر اُسکے قرضخواہ اجازت دیدیں تو جائز ہوجاویگی یہ مبسوط میں ہی منتقی میں لکھا ہی کہ معلے رحمہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہی کہ اگر ماذون نے کسی کو اپنا قرض ادا کرنے یا قرض وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر مولے نے اسکو محجور کردیا پھر وکیل نے قرضہ ادا

کیا یا وصول کیا اور اسکو ماذون کے مجور ہونے کی خبر نہین ہے تو جائز ہے اور مسئلہ مذکورہ کیا کرتین نے امام محمد رح
سے سنا ہے کہ وہ یون فرماتے تھے کہ وکیل کا یہ تصرف جائز ہے خواہ اسکو ماذون کے مجور ہونے کا علم ہوا یا نہوا اور
کہتے تھے کہ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ اگر غلام مجور نے ایک کپڑا خریدا اور مولی کو معلوم نہین ہے
یہان تک کہ اسنے غلام کو فروخت کیا پھر اس خریداری کی اجازت دیدی تو خرید جائز نہوگی اور اگر غلام نے ایک
کپڑا کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مولی کو معلوم نہین ہے یہان تک کہ اسنے غلام کو فروخت کیا پھر بیع کی اجازت
دی تو جائز ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر زید کے غلام ماذون کا عمرو پر ہزار درم قرضہ ہو پھر زید نے عمرو کو وہ غلام ہبہ
کرکے قبضہ کرا دیا تو ہبہ جائز ہے اور زید کا عمرو پر ہزار درم قرضہ بحالہ رہیگا اگر ماذون پر پانچسو درم کا قرضہ ہوا اور
اسکی قیمت ایک ہزار درم ہو پھر اسنے ایک شخص کی طرف سے دوسرے کیواسطے ہزار درم کی کفالت مولی کی اجازت سے
قبول کرلی پھر اسنے ایک ہزار درم قرضہ کرلیے پھر اسنے دوسرے شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت قبول کی
پھر وہ غلام ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو ہم کہتے ہین کہ پہلی کفالت مین سے نصف باطل ہوگی اور باقی نصف
کیواسطے مکفول لہ اسکے ثمن مین شریک قرار دیا جائیگا اور دوسری کفالت بالکل باطل ہوگی پس پہلا قرضخواہ
پانچسو درم کے حساب سے اور دوسرا قرضخواہ پورے قرضہ ہزار درم کے حساب سے اور پہلا مکفول لہ پانچسو درم کے حساب
سے اسکے ثمن مین شریک ہوگا پس غلام کا ثمن ہزار درم ان لوگون مین چار حصہ ہوکر تقسیم ہوگا اور ہر پانچسو درم ایک سہم قرار
دیا جائیگا پس اس حساب سے دوسو پچاس درم پہلے قرضخواہ کے اور اسیقدر پہلے مکفول لہ کے اور پانچسو درم دوسرے
قرضخواہ کے حصہ مین آئینگے اور دیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہے اور اگر ماذون نے کہا کہ مین تیرے ہاتھ یہ کپڑا اس
شرط سے فروخت کرتا ہون کہ ہزار گز سے رقبہ کم ہے اور مشتری نے اسکو کم یا ہزار گز یا زیادہ پایا تو بیع جائز ہے اور اگر کہا کہ
اس شرط سے کہ ہزار گز سے زیادہ ہے پس اگر اسکو ہزار گز سے تھوڑا بہت زیادہ پایا تو بیع لازم ہوگی اور اگر اسکو
ہزار گز یا کم پایا تو مشتری کو خیار ہوگا چاہے اسکو پورے ثمن مین خرید لے یا ترک کردے پس اگر اسنے لینا اختیار
کیا تو اسپر پورا ثمن لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہے اگر غلام نے کسی شخص کو کوئی چیز ودیعت دی تو مولے کو ودیعت لے
لینے کا اختیار نہوگا خواہ غلام ماذون ہو یا مجور ہو اور اگر مودع نے ودیعت اسکے مولی کو دیدی پس اگر غلام پر
قرضہ نہو تو جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر ایک شخص سے ایک کپڑا دس درم کو اس شرط سے
کہ دس گز ہے خریدا اور اسکو آٹھ گز پایا پس بائع نے کہا کہ مین نے اس شرط سے کہ آٹھ گز ہے فروخت کیا ہے تو قسم
سے قول بائع کا قبول ہوگا اور مشتری پر واجب ہوگا کہ اپنی شرط کے دعوی پر گواہ لادے جیسا کہ اس صورت مین
کہ ایک غلام اس شرط سے خریدا کہ یہ کاتب یا نانبائی ہے حکم ہے یعنی بائع کا قول قبول اور مشتری پر گواہ لانا واجب
ہوتے ہین اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے دس درم کو اس شرط سے خریدا ہے کہ دس گز ہے ہر گز ایک درم کو اور
پھر مین نے اسکو آٹھ گز پایا ہے اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اس شرط سے دس درم کو فروخت کیا ہے کہ آٹھ گز ہے
اور مین نے فی گز ایک درم کی شرط نہین لگائی تو دونون باہم قسم کھا کر بیع واپس کردینگے یہ مبسوط مین ہے۔ منتقی کے
باب الحجر مین لکھا ہے کہ اگر مولے نے ماذون کو مجور کیا اور اسپر میعادی قرضہ ہے تو قرضہ میعادی رہیگا کذا فی المغنی
منتقی مین ہے کہ ایک ماذون کو اسکے مولے نے مجور کیا اور اسکے قرضدارون کو منع کیا کہ اسکو قرضہ کچھ

ماذون تو فرمایا کہ اگر اُسکے قرضداروں نے اُسکا قرضہ دیدیا تو بری ہوجاوینگے اسیطرح اگر مولی نے اس غلام کو فروخت
کردیا اور قرضداروں نے بعد فروخت کے اسکو دیا تو بھی بری ہوجاوینگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ غلام ماذون نے اپنے ماذون
مقروض کو عمرو کے پاس رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس بھاگ گیا تو قرضخواہوں کو عمرو سے ضمان لینے کا اختیار ہوگا
یہ قنیہ میں ہے۔ غلام مرہون کو اُسکے مولی نے خرید و فروخت کی اجازت دی اُسنے خرید فروخت کی اور اُسپر قرضہ ہوگیا تو
فرمایا کہ رہن بحالہ باقی رہیگا ولیکن قرضخواہوں کو غلام پر جبتک رہن ہے کوئی راہ نہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ غلام ماذون
نے اگر کوئی لقیط اُٹھایا اور یہ امر صرف اُسی کے قول سے ثابت ہوتا ہے اور مولی نے کہا کہ تو جھوٹا ہے یہ تو میرا
غلام ہے تو قول ماذون کا قبول ہوگا پھر اسکے بعد باعتبار اصل کے اُس لقیط کی آزادی ثابت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے
اور اگر ماذون نے ایک باندی ہزار درہم کو اس شرط سے خریدی کہ اگر میں تین روز تک ثمن ادا کروں تو ہم دونوں میں
بیع نہیں ہے تو یہ جائز ہے بمنزلہ تین روز تک خیار شرط کے قرار دیا جائیگا جو کہ مرد آزاد سے جائز ہے۔ اسی طرح اگر اُسکو
خرید کر ثمن ادا کرکے قبضہ کر لیا اس شرط سے کہ اگر بائع نے تین روز میں مشتری کو ثمن واپس کیا تو دونوں
میں بیع نہیں ہے تو یہ بھی موافق شرط کے جائز ہے اور یہ بمنزلہ بائع کے واسطے شرط خیار ہونے کے قرار دیا جائیگا
اور اگر اس شرط سے خریدی کہ اگر میں نے تین روز میں ثمن ادا نہ کیا تو ہم دونوں میں بیع نہیں ہے پس اُسپر قبضہ کر کے
فروخت کر دی تو بیع نافذ ہوجائیگی پھر اگر تین روز گذرے اور اُسنے ثمن ادا نہ کیا تو بائع کو اُس باندی کے لینے
کی کوئی راہ نہوگی ولیکن مشتری ثمن کے واسطے ماخوذ ہوگا۔ اسی طرح اگر مشتری نے اسکو قتل کیا یا اُسکے
پاس مرگئی یا کسی اجنبی نے اسکو قتل کرکے اسکی قیمت تین روز کے درمیان تاوان ادا کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور
اگر مشتری نے اُس سے تین روز کے درمیان وطی کی خواہ وہ باکرہ تھی یا ثیبہ تھی یا اُسپر کوئی جنایت کی یا بدون کسی
شخص کے فعل کے اُسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا پھر ثمن ادا کرنے سے پہلے تین روز گذر گئے تو بائع کو خیار ہوگا کہ
چاہے اُسکو لے لے مگر اور کچھ اُسکو نہ ملیگا یا مشتری کے سپرد کرے اور اگر وطی کرنے والا یا جنایت کرنے والا
کوئی اجنبی ہو اور عقر یا ارش واجب ہوا تو بائع کو باندی لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر تین روز گذرنے کے بعد
کسی اجنبی کے فعل سے اُسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا تو بائع کو اختیار ہوگا چاہے باندی کو لیکر اجنبی سے موجب
حکم اُسکے فعل کے خواہ وطی ہو یا جنایت ہو مواخذہ کرکے عقر یا ارش وصول کرے یا مشتری کو بعوض ثمن کے سپرد
کرے پس اگر اُسنے مشتری کے سپرد کر دی تو مشتری کو اجنبی کا دامنگیر ہوکر عقر یا ارش وصول کرنیکا اختیار ہوگا۔ اور یہ خیار بائع کو اُس وقت
حاصل ہوگا کہ وہ باندی باکرہ ہو کہ جس سے اجنبی کے وطی کرنے سے اُسکی مالیت میں نقصان آگیا ہو اور اگر ثیبہ ہو کہ اس سے وطی کرنے سے نقصان
نہ آیا ہو تو بائع اُسکو لیکر اجنبی سے اُسکا عقر وصول کریگا اور اُسکو باندی ترک کرنیکا کچھ اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر
خود مشتری نے تین روز گذرنے کے بعد باندی کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا باکرہ تھی اور اُس نے اقتضاض کیا تو بائع
کو خیار ہوگا چاہے ثمن کے عوض وہ باندی مشتری کے سپرد کرے یا ہاتھ کاٹنے کی صورت میں نصف ثمن مع
باندی کے واپس لے اور بصورت اقتضاض کے اُسکے عقر پر لحاظ نہ کیا جائیگا بلکہ دیکھا جائیگا کہ وطی سے اسکی
قیمت میں کسقدر نقصان آیا ہے پس اُسقدر حصہ اُسکے ثمن میں سے مشتری پر واجب ہوگا اور یہ امام اعظم رح کا قول
ہے اور صاحبین کے نزدیک اُسکے عقر اور نقصان قیمت دونوں میں سے دیکھا جائیگا کہ کون زیادہ ہے اسکے حساب سے مشتری پر اسکی ڈگری

میں سے حصہ واجب ہوگا۔ اور اگر وطی سے باندی میں کچھ نقصان نہ آیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بائع اُس
باندی کو لے لیگا اور مشتری پر کچھ واجب نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ثمن اُسکی قیمت اور اُسکے عقر پر تقسیم کیا جائیگا
پس بائع وہ باندی مع حصہ عقر کے اسکے ثمن سے مشتری سے واپس لیگا۔ اور اگر تین روز کے اندر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر تین
روز گذر گئے اور وہ دونوں زندہ موجود ہیں اور مشتری نے ثمن ہنوز نہیں ادا کیا ہی تو باندی مع بچہ کے ثمن کے عوض
مشتری کو ملیگی اور بائع کو اسمیں کچھ اختیار نہوگا اور اگر بعد تین روز گذرنے کے بچہ پیدا ہوا اور ولادت سے باندی میں
نقصان آیا تو بائع کو خیار حاصل ہوگا اور اگر بعد تین روز گذرنے کی مر گئی اور بچہ نہیں پیدا ہوا تو مشتری پر ثمن واجب
ہوگا۔ اور اگر تین روز گذرنے کے بعد اسکے بچہ ہوا پھر وہ مر گئی اور بچہ باقی رہا تو بائع کو خیار ہوگا چاہے اسکا بچہ
مشتری کو دیکر اُس سے سب ثمن وصول کر لے یا بچہ مع اُسکی ماں کے حصہ ثمن کے مشتری سے واپس کر لے یہ مبسوط
میں ہی۔ ایک غلام محجور نے زید کو قرضہ دیا پھر اسکے مولے نے زید کو منع کر دیا کہ مال قرضہ اُسکو نہ دینا پھر زید نے
اسی کو دیا پس اگر بعینہ وہی درم دیدیے جو اُس سے لیے تھے تو قرضدار بری ہو جائیگا اور اگر دوسرے درم دیے تو
بری نہوگا اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دونوں صورتوں میں بری نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر
اگر کوئی باندی کسی عرض معین کے عوض اس شرط سے خریدی کہ اگر میں یہ عرض تین روز میں نہ دیدوں تو میرے اور بائع کے
درمیان بیع نہیں ہی تو بشرط خیار کے یہ جائز ہی پس اگر مشتری کے پاس باندی میں عیب آ گیا یا اُسنے باندی کی آنکھ پھوڑ دی
یا اُس سے وطی کی اور وہ باکرہ یا ثیبہ تھی یا کسی اجنبی نے ایسا فعل کیا پھر وہ عرض معین دینے سے پہلے تین روز گذر
گئے تو یہ صورت اور درموں سے خریدنے کی صورت جو ہمنے بیان کی ہی دونوں یکساں ہیں۔ اور اگر مشتری نے
بائع کو مال مشروط نہ دیا اور تین روز گذر گئے پھر مشتری کے پاس وہ باندی مر گئی یا مشتری نے اُسکو قتل کیا تو بائع
کی قیمت مشتری پر واجب ہوگی مگر ثمن کسی راہ سے نہیں لے سکتا ہی۔ اور اگر باندی کی آنکھ جاتی رہی یا مشتری نے
پھوڑ دی تو بائع باندی کو مع نصف قیمت واپس لیگا اور ثمن لینے کی کوئی راہ نہوگی۔ اور اگر کسی اجنبی نے اسکی
آنکھ پھوڑ دی یا قتل کیا تو بائع کو خیار ہوگا چاہے قتل کی صورت میں مشتری کے مال سے فی الحال اُسکی قیمت لے لے
یا قاتل کی مددگار برادری سے تین سال میں وصول کرے۔ پس اگر مشتری سے لے لی تو وہ قاتل کی مددگار برادری
سے وصول کر لیگا اور آنکھ پھوڑنے کی صورت میں بائع باندی کو واپس لیگا اور آنکھ پھوڑنے کا جرمانہ فی الحال
مشتری یا اجنبی سے لے لیگا پس اگر مشتری سے لیا تو وہ قاتل سے واپس لیگا۔ اور ان صورتوں میں سے کسی صورت میں
بائع کو ثمن لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک ماذون پر پانچسو درم قرضہ ہی اور مولی نے ماذون اُسکے قرضخواہ
کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا تو بیع جائز ہی اور وہ پانچسو درم اپنے قرضہ سے نکال کر باقی پانچسو درم مولی کو دیدیگا پس اس
مقام پر قرضخواہ کے قرضہ ساقط ہونے کا حکم نہ کیا جائےگا کہ پانچسو درم اپنے قرضہ کے نکالیگا حالانکہ وہ ماذون کا
مالک ہو گیا ہی یہ محیط میں ہے۔ اگر ماذون نے یا آزاد مرد نے ہزار درم کو ایک باندی فروخت کی اور باہمی قبضہ ہو گیا اس شرط
سے کہ اگر تین روز میں بائع نے مشتری کو دام واپس کیے تو دونوں میں بیع نہیں ہی پھر مشتری نے تین روز کے اندر
باندی سے وطی کی یا آنکھ پھوڑ دی پھر اگر بائع نے تین روز میں مشتری کو ثمن واپس دیا تو اپنی باندی لے سکتا ہی اور وطی میں
عقر اور آنکھ پھوڑنے میں نصف قیمت لے سکتا ہی۔ اور اگر تین روز پورے ہو گئے اور ہنوز ثمن واپس نہ کیا

تو بیع تمام ہوجاویگی اور مشتری پر ارش یا عقر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر کسی اجنبی نے ایسا کیا پھر بائع نے تین روز میں ثمن واپس دیا تو اپنی باندی واپس لے سکتا ہے اور اُسکے ساتھ آنکھ پھوڑنے کی صورت میں نصف قیمت خواہ مشتری سے پھر مشتری اُس اجنبی سے لے لیگا یا آنکھ پھوڑنے والے سے واپس لے سکتا ہے اور وطی کی صورت میں اگر باکرہ ہو تو یہی حکم ہے اور اگر ثیبہ ہو کہ جسکو وطی سے کچھ نقصان نہیں پہونچا تو باندی واپس لیگا اور اجنبی وطی کنندہ سے اُسکا عقر لیگا اور مشتری سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر بائع تین روز میں ثمن واپس نہ کیا تو بیع پوری ہوگئی اور مشتری وطی کنندہ یا آنکھ پھوڑنے والے سے عقر یا ارش لے لیگا۔ اور اگر خود بائع نے اُس سے وطی کی یا آنکھ پھوڑی تو بیع ٹوٹ گئی خواہ اُسکے بعد ثمن واپس کرے یا نہ کرے اور اپنی باندی لے لیگا اور اگر تین روز بعد بائع نے ایسا کیا اور ثمن واپس نہیں کیا ہے تو مشتری کا اُسپر عقر یا ارش واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ جامع میں ہے کہ اگر مولے نے اپنے غلام کو جسنے جنایت کی ہے تجارت کی اجازت دی اور اُسپر قرضہ ہوگیا یا رہن کیا یا اجرت پر دیا تو یہ نہوگا کہ اس فعل سے مولے اُسکا فدیہ دینا اختیار کرنیوالا قرار دیا جاوے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اور زید نے باندی کے سامنے اُسپر قبضہ کیا اور اُس باندی کا حال معلوم نہوا پھر عمرو نے دعوی کیا کہ یہ میری بیٹی ہے اور اُسکے دعوی کی مشتری اور غلام نے تصدیق کی تو وہ باندی عمرو کی بیٹی قرار پاکر اُسکو دیدیجاویگی اور ان دونوں میں بیع نہ ٹوٹیگی۔ اور اگر ماذون نے اُسکو بکر سے خرید کر قبضہ کیا ہو اور بائع نے ایسا اقرار کر دیا تو سب بیوع ٹوٹ جاوینگی اور باہم ثمن واپس کرلینگے اور اگر ماذون نے اُسکو بکر سے باندی کے حضور میں خرید کر باندی کے حضور میں باندی پر قبضہ کیا ہو اور وہ ساکت رہی کچھ منکر نہوئی پھر عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کر لیا پھر زید نے دعوی کیا کہ یہ میری بیٹی ہے اور ماذون اور باندی اور مشتری نے اُسکے قول کی تصدیق کی مگر بکر نے انکار کیا تو باندی بسبب اقرار مشتری کے آزاد اور زید کی بیٹی قرار پائیگی مگر جو بیع ماذون اور عمرو کے درمیان تھی وہ منتقض نہوگی دلان اقرار العبد باطل ہ اسیطرح اگر عمرو نے دعوی کیا کہ بکر نے ماذون کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے اُسکو آزاد یا مدبرہ کر دیا تھا اُس سے بچہ جنی تھی اور ماذون نے جسنے عمرو کے ہاتھ بیچی ہے اُسکی تصدیق کی تو عمرو کا اقرار صحیح ہوگا مگر ماذون کا اقرار باطل ہوگا پس اگر باندی کی حریت کا اقرار کیا ہو تو وہ باندی آزاد ہوجائیگی مگر اُسکی ولا موقوف رہیگی اور اگر اُسکے مدبرہ یا ام ولد ہونے کا اقرار کیا تو عمرو پر موقوف ہوگی پھر اگر بائع اول مرگیا تو آزاد ہوجاویگی اور عمرو اپنا ثمن ماذون سے تاوقتیکہ آزاد نہو واپس نہیں لے سکتا ہے ہان بعد آزاد ہوجانے کے واپس لیگا اور یہی حکم اُس صورت میں ہے کہ جب ماذون اس سبب اقرار مشتری سے منکر ہو لیکن فرق یہ ہے کہ اس صورت میں ماذون کے آزاد ہوجانے کے بعد بھی اپنا ثمن اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر مشتری یعنی عمرو نے یون دعوی کیا کہ بکر نے ماذون کے ہاتھ بیچنے سے پہلے اُسکو مکاتب کیا تھا اور ماذون نے تصدیق کی یا نکذیب کی اور باندی نے بھی یہی دعوی کیا تو وہ باندی مشتری یعنے عمرو کی مملوکہ رہیگی چاہے اسکو فروخت کرے کذا فی المبسوط۔

کتاب الغصب

اسمین چودہ باب ہین۔

باب اول غصب کی تفسیر و شرط و حکم و ملحقات یعنی مثلیات وغیرہ کے بیان میں۔ شرع میں کسی شخص کے مال متقوم محترم کو بلا اجازت اُسکے مالک کے اسطرح لے لینا کہ اگر اُسکے ہاتھ میں ہو تو اُسکے ہاتھ سے زائل ہو جاوے اور اگر ہاتھ میں نہو تو اُس چیز تک اُسکا ہاتھ نہ پہونچ سکے غصب کہتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص اور اسکی ملک کے درمیان کوئی شخص حائل ہو جاوے تو وہ شخص ضامن نہوگا کیونکہ یہ غصب نہیں ہے اور اگر کسی نے مالک کو اُسکے مال کی حفاظت سے روک دیا یہانتک کہ وہ مال تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ ینابیع میں ہے۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک غصب کی شرط یہ ہے کہ جو چیز لے لی ہے وہ مال منقول ہو اور یہی آخر قول امام ابو یوسف کا ہے پس اگر کسی شخص نے مال غیر منقول یعنی عقار لے لیا تو ان دونوں اماموں کے نزدیک ضمان واجب نہوگی یہ نہایہ میں ہے۔ حکم غصب کا یہ ہے کہ اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو گنہگار ہوا اور تاوان دے اور بدون علم ایسا کیا تو مثلاً جو چیز لے لی اُسکو اس گمان سے لیا کہ یہ میرا مال ہے یا کوئی مال خریدا پھر معلوم ہوا کہ سوا اسکے بائع کے اسکا کوئی شخص غیر مستحق ہے تو اس صورت میں واجب ہے کہ تاوان دیوے اور گنہگار نہوگا۔ اور غاصب پر واجب ہے کہ مالک کو اُسکا مال بعینہ اگر موجود ہو تو واپس کرے اور اگر اُسکے واپس کرنے سے عاجز ہو مثلاً اُسکے پاس اُسکے فعل سے تلف ہو گیا یا بدون اُسکے فعل کے تلف ہو گیا پس اگر وہ مال مثلی ہو تو اسکا مثل واپس دے جیسی کیلی و وزنی چیزیں ہیں اور اگر اسکا مثل اسوجہ سے نہ واپس کر سکے کہ وہ چیز ان دنوں بازار میں نہیں ملتی ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک جس روز نالش ہوئی ہے اُسدن کے حساب سے اُسکی قیمت دیوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک غصب کے روز کی قیمت اور امام محمد رح کے نزدیک جسدن سے بازار سے منقطع ہوئی اُسدن کی قیمت واپس دے یہ کذا فی الکافی اور اگر ایسی چیز غصب کی جسکا مثل نہیں ہوتا ہے تو بالاجماع جس روز غصب کی ہے اس روز کی قیمت دیوے واجب ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور منقطع ہو جانے میں یہی اعتبار ہے کہ بازار میں وہ چیز نہ ملتی ہو اگرچہ لوگوں کے پاس گھروں میں موجود ہو کذا فی التبیین اور اکثر مشائخ نے امام محمد رح کے قول پر فتوی دیا اور برہان الائمہ صدر الکبیر برہان الدین اور صدر شہید حسام الدین نے بھی اسی قول پر فتوی دیا ہے اور ہمارے بعضی مشائخ نے امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے یہ کفایہ کی آخر کتاب الصرف میں لکھا ہے اور صدر الاسلام ابو الیسر نے شرح کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ ہر کیلی چیز یا وزنی چیز مثلی نہیں ہوتی ہے بلکہ کیلی و وزنی چیزوں میں فقط وہی مثلی ہوتی ہیں جو باہم متقارب ہوں اور جو متفاوت ہوں وہ مثلی نہیں ہیں اور صاحب المحیط نے شرح جامع صغیر میں لکھا ہے کہ کیلی و وزنی و عددی کے اعتبار سے تمام عددیات متقاربہ سب مثلی ہیں اور متفاوتہ سب ذوات القیم میں یعنی انکی قیمت دینا چاہیے۔ اور جس چیز کے احاد میں باعتبار قیمت کے تفاوت ہو وہ عددی متفاوت ہے جیسے بکریاں اور جیسے احاد میں تفاوت قیمت نہو ہاں اُسکے انواع میں تفاوت ہو جیسے بادنجان تو مثلی متقارب ہے پس اسپر قیاس کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیاز و لہسن دونوں مثلی ہیں اور اگر انڈے ایک جنس کے ہوں تو سب میں بڑا و چھوٹا یکسان حکم میں ہے اور شیخ الاسلام علی اسبیجابی نے شرح اصل میں لکھا ہے کہ بچا بیس و صنوبر دونوں مثلی ہیں اور کشمش و اخروٹ سب مثلی ہیں کیونکہ یہ عددی متقارب ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور انکی ایک جنس ہے اگرچہ اُسکے انواع و اسما مختلف ہیں اور یہی حکم کشمش کا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور کبریٰ میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کا جبن تلف کیا تو اسکی قیمت واجب ہوگی پس یاد رہے واسطے کہ جبن موزونات میں سے ہے اسکو مثلی نہیں قرار دیا کیونکہ اسمیں فی نفسہ کھلا ہوا تفاوت ہوتا ہے

اگرچہ بیع سلم میں جواز کے واسطے اسکو مثلی اعتبار کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ شہد مثلی ہے اور گھی مثلی ہے اور تیل بھی
یعنی سبھی ذوات الامثال ہے۔ اور سوت مثلی ہے اور جو چیز سوت سے تیار ہوتی ہے وہ بھی مثلی ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور عمادیہ
میں ہے کہ سرکہ اور عصیر دونوں مثلی ہیں اسیطرح آٹا اور چوکر اور بیج اور چونا اور روئی اور اسکا سوت اور صوف اور اسکا
سوت اور سب طرح کا تین اور کتان و ابریشم و رصاص و حدید و شبہ و حنا و وسمہ اور حبہ خشک ریاحین یہ سب
مثلی ہیں اور برف مثلی ہے اور فتاوی رشید الدین میں دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ برف قیمتی ہے اور فوائد صاحب المحیط
میں ہے کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف کے نزدیک پانی ذوات القیم میں سے ہے اور کاغذ مثلی ہے اور انار و سیب و کھیرا
و ککڑی و خربوزہ سب کے آحاد متفاوت ہوتے ہیں پس سب ذوات القیم ہیں اور صابون و سکنجبین و گلقند ذوات القیم
میں سے ہیں اور فتاوی رشید الدین میں لکھا ہے کہ ہر دو وزنی چیزیں جو باہم اسطرح مخلوط کیجاویں کہ انمیں تمیز نہو سکے
تو مثلی نہینگی اور ذوات القیم میں سے ہوجاوینگی اور یہ حکم اسواسطے ہے کہ مثلا ایک صابون میں روغن کم اور دوسرے
میں زیادہ ہوتا ہو یا ایک سکنجبین میں سرکہ زیادہ اور دوسری میں سرکہ کم ہوتا ہے حتی کہ اگر دونوں صابون مثلا ایک ہی
روغن سے بناے گئے ہوں تو مثلی رہینگے اور جسقدر صابون تلف کیا ہے اُسی قدر ویسے اسکے مثل ضمان دیگا اور گوبر ذوات القیم
میں سے ہے اور ریشم اور درختوں کے پتے سب قیمتی ہیں اور بساط و حصیر و بوریہ و اُسکے امثال سب ذوات القیم میں اور
اُدھیم و بیرم و [illegible] مثل کپڑے کے ذوات القیم ہیں اور سوئی ذوات القیم میں سے ہوتی ہے اور ریاحین تازہ بقول بعض
[illegible] یعنی لکڑیاں ذوات القیم ہیں اور دودھ مثلی ہے اور حیوانات ذوات القیم میں سے ہونا چاہیے کیونکہ اسمیں باعتبار چکنی و
ترشی کے تفاوت ہوتا ہے فتاوے قاضی ظہیر الدین کی بیوع میں لکھا ہے کہ اگر گوشت پختہ ہو تو بالاجماع بتعدی تلف
کرنے سے باعتبار قیمت کے اسکی ضمان واجب ہوتی ہے اور اگر خام ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی الفصول العمادیہ
اور گوشت و چربی و چکتی ذوات القیم ہیں کذا فی القنیہ اور گیہوں اگر جو کے ساتھ مخلوط کردیے تو قیمت واجب ہوگی کیونکہ اسکا
مثل نہیں ہے کذا فی الاختیار قال المترجم اور ہندوستان میں گیہوں اور جو مخلوط جو گوجی کے نام سے معروف ہے میرے
نزدیک اسکا مثل ہوگی واللہ اعلم۔ اور فتاوی قاضی خان کی اول کتاب البیوع میں ہے کہ ظاہر الروایہ کے موافق
روئی ذوات القیم میں سے ہے کذا فی الفصول العمادیہ۔ قال رضی اللہ عنہ لہم بیانہ یعنی ابن رستم کے ساتھ اگر چوب
دھوپ دیا گیا ہو تو مثلی ہے اور اگر چوب نہ سوکھا ہو تو قیمتی ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ [illegible] ذوات القیم
میں سے ہے اور قاضی خان نے فرمایا کہ مثلی ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور خشت خام و پختہ کے مثلی ہونے میں امام اعظم رح
سے دو روایتیں ہیں کذا فی القنیہ اور واضح ہو کہ مغصوب مال ضرور ہے کہ یا تو غیر منقول ہوگا جیسے دار و اراضی و کرم یعنی
باغ انگور و طاحونہ وغیرہ یا منقول ہوگا اور منقول میں ضرور ہے کہ یا تو مثلی ہوگا جیسے کیلی چیزیں اور وزنی چیزیں کہ جنکی تبعیض
یعنی ٹکڑے کرنے میں ضرر نہیں ہے یعنے غیر مصنوع ہوں اور عددی متقارب جیسے اخروٹ اور فلوس وغیرہ اور [illegible]
جنکے آحاد متفاوت نہیں ہیں یا غیر مثلی ہوگا جیسے حیوانات و ذرعیات یعنی گزوں سے ناپنے کی چیزیں اور عددیات
غیر متقارب یعنی عددی متفاوت جیسے خربوزہ و انار وغیرہ اور وزنی چیزیں جنکے ٹکڑے کرنے میں ضرر ہے مصنوع پس اگر
مال مغصوب غیر منقول ہو جیسے دار و عقار و حانوت وغیرہ اور وہ آسمانی کسی آفت سے منہدم ہوگیا یا پانی کی بہیا آئی اور
عمارت و درخت وغیرہ بہا لیگئی یا کسی زمین پر سیل چڑھ گئی جس سے زمین ناقص ہوگئی اور پانی کے نیچے برباد ہوگئی

تو قول امام اعظمؒ و آخر قول امام ابو یوسفؒ کے موافق غاصب پر ضمان واجب نہوگی کذا فی شرح الطحاوی اور یہی صحیح ہے
کذا فی جواہر الاخلاطی اور اگر یہ چیزیں کسی شخص کے فعل سے حادث ہوئی ہوں تو اُسی تلف کرنے والے پر ضمان واجب
ہوگی یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے پس اسمیں اختلاف ہے اور اگر یہ چیزیں خود غاصب کے فعل اور اسکی
سکونت سے حادث ہوئی ہوں تو بالاجماع اُسی پر ضمان واجب ہوگی اور زاد مین لکھا ہے کہ صحیح قول امام اعظمؒ
و امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ مضمرات مین ہے۔ اور اگر غاصب کی سکونت و زراعت سے کچھ نقصان آیا تو مثل مال منقول
کے بالاجماع بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور نقصان کی تفسیر مین اختلاف ہے شیخ نصیر بن یحییٰ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ
نقصان یون دریافت کیا جاوے کہ یہ زمین قبل استعمال کے کتنے پر اجارہ ہوتی تھی اور بعد استعمال کے کتنے پر اجارہ ہوتی
ہے پس جسقدر تفاوت ہو وہی نقصان ہے اُسکا ضامن ہوگا کذا فی التبیین اور یہی الیق ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ کبری مین ہے
پھر غاصب پیداوار زراعت مین سے بقدر اپنے راس المال یعنی بیج اور ضمان نقصان و خرچہ وغیرہ کے لیکر
باقی کو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صدقہ کر دیگا پس اگر اُسنے ایک زمین غصب کی اور اسمین دو کُر بیج بوئے
اور آٹھ کُر پیدا ہوئے اور بقدر ایک کُر کے اُسپر خرچہ پڑا اور اُسنے ایک کُر ضمان نقصان دیا تو آٹھ کُر مین سے چار کُر لیکر باقی صدقہ
کر دیگا یہ تبیین مین ہے۔ ایک شخص دوسرے کے بچھونے پر سویا یا دوسرے کے فرش پر بیٹھا تو غاصب نہوگا کیونکہ امام اعظمؒ
رحمہ اللہ کے نزدیک مال منقول کا غصب بدون نقل و تحویل کے متحقق نہیں ہوتا ہے پس جبتک اپنے فعل سے اسکو تلف نکرے
تبتک ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ زید کے غلام کو عمرو نے اپنے کام مین لگایا تو یہ غصب ہے حتی کہ اگر اس فعل
سے مر گیا تو عمرو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ یہ جانتا ہو کہ یہ شخص غیر کا غلام ہے یا نجانتا ہو مثلاً غلام نے کہا کہ مین آزاد
ہوں مجھے مزدور کر لے اور عمرو نے مزدور کر لیا اور یہ حکم سوقت ہے کہ اپنے کاموں مین سے کسی کام مین لگایا ہو اور اگر اپنے
کسی کام مین نہ لگایا ہو تو غاصب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام سے کہا کہ تو اس درخت پر چڑھکر اسکی
شاخ جھاڑ تاکہ تو کھاوے اور وہ درخت سے گر کر مر گیا تو زید ضامن نہوگا۔ اور اگر کہا کہ میرے کھانے کے واسطے جھاڑ اور
باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ضامن ہوگا کذا فی المحیط و ہکذا فی فتاوے قاضی خان۔ اور اگر نابالغ سے کہا کہ یہ دیوار توڑ دے
اُسنے ایسا ہی کیا اور اس کام مین مر گیا تو ضامن نہوگا اور اگر کہا ہو کہ میرے واسطے اس دیوار کو توڑ دے تو
بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر لڑکے سے کہا کہ اس درخت پر چڑھکر میرے واسطے پھل توڑ دے اور وہ چڑھ گیا
اور وہان اُسنے ایک پھل کھایا جو اُسکے حلق مین اٹک رہا اور وہ مر گیا تو حکم دہندہ ضامن نہوگا کیونکہ فعل نابالغ
اُسکے قول کا معارض ہوگیا یہ اسولہ واجوبہ محمد بن محمود بن الحسن الاستروشنی مین ہے۔ اور اگر کسی چوپایہ کی نکیل تھامکر
لے چلایا ہانکا یا سوار ہوا اور اُسپر کچھ لادا اور یہ سب مالک کی بلا اجازت کیا تو ضامن ہوگا خواہ وہ چوپایہ اس
خدمت سے مر گیا ہو یا دوسری طرح مرا ہو یہ ینابیع و فصول عمادیہ مین ہے

باب دوسرا۔ غاصب یا غیر کے فعل سے مال مغصوب متغیر ہوجانے کے بیان مین۔ اگر عین مغصوب بفعل غاصب
متغیر ہوگئی حتی کہ اُسکا نام اور پوری منفعت بدل دی تو اُس سے مغصوب منہ کی ملک جاتی رہیگی اور غاصب
اُسکا مالک ہوگا اور اُسکا ضامن ہوگا مگر اُس سے انتفاع حلال نہیں ہے تاوقتیکہ اُسکا بدلہ یعنی ضمان ادا نہ کرے
یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر مال مغصوب غاصب کے ہاتھ مین ناقص ہوگیا تو غاصب بقدر نقصان ضامن ہوگا پس مال کرمع نقصان

مغصوب منہ کو واپس دیگا لیکن اگر نقصان سوائے غاصب کے دوسرے کے فعل سے پیدا ہوگیا ہو تو مغصوب منہ کو اختیار
ہوگا چاہے غاصب سے نقصان لے اور غاصب اُسکو غیر سے واپس لیگا یا غیر سے نقصان لے اور غیر اُسکو غاصب
سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مغصوب چیز غاصب کے پاس بڑھ گئی تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا کہ مع زیادتی
واپس کرلے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کوئی کپڑا غصب کیا اور اسکو سرخ یا زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب
سے سپید کپڑے کی قیمت لے اور کپڑا غاصب کا ہوگا یا اپنا کپڑا لیکر غاصب کو بقدر درم دیدے جسقدر رنگ سے
زیادتی ہوئی ہے یا اس کپڑے کو فروخت کر دے پس اسکے ثمن میں مالک اُسکی قیمت میں سپید ہونے کے حساب سے
شریک ہوگا اور جسقدر رنگ سے زیادتی ہوئی اُسکے حساب سے غاصب شریک ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک
شخص کا کپڑا دوسرے شخص کے رنگ میں گر پڑا پس اگر رنگ گیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اسکو اُسکے رنگ کے دام
دیدے یا کپڑا فروخت کرے اُسکے ثمن میں دونوں بقدر اپنے اپنے حق کے شریک ہوجاوینگے یہ محیط سرخسی میں ہے اور
اگر غاصب نے غصب کئے ہوئے کپڑے کو سیاہ رنگا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ سیاہ رنگ کپڑے کے حق میں نقصان
ہوتا ہے پس مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب کے پاس چھوڑ کر اُس سے اپنے سپید کپڑے کی قیمت تاوان لے یا کپڑا
لیکر اُس سے نقصان لے لے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ سیاہ رنگ بھی زیادتی ہے پس اُسکا حکم وہی
ہے جو عصفر میں ہوا حکم ہے کذا فی شرح الطحاوی اور صحیح یہ ہے کہ باہم کچھ اختلاف درحقیقت نہیں ہے اسواسطے کہ امام اعظم کا فتوی
ایسے وقت میں ہوا جسوقت کہ سیاہ رنگ نقصان قرار دیا جاتا تھا یا عیب شمار کیا جاتا تھا اور صاحبین کا فتوی ایسے
وقت میں ہوا کہ جب سیاہ رنگ زیادتی شمار کیا جاتا تھا پس رنگ میں عرف و عادت کی رعایت رکھنی واجب ہوگی یہ ظہیریہ
میں ہے۔ اور اگر کپڑا اس قسم کا ہو کہ جسمیں رنگ سے نقصان ہوتا ہو مثلاً تیس (۳۰) درم قیمت ہو اور رنگ کے بعد بیس (۲۰) درم
رہجاوے تو امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایسے کپڑے کیطرف لحاظ کیا جاوے جسمیں رنگ سے زیادتی قیمت ہوجاتی ہے
پس اگر پانچ درم مثلاً زیادہ ہوتے ہوں تو مالک اپنا کپڑا اور پانچ درم لے لیگا یہ تبیین میں ہے۔ اگر کپڑے کے مالک نے
عصفر غصب کر کے اُس سے اپنا کپڑا رنگا تو عصفر کے مثل تاوان دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ زید نے عمرو سے کپڑا غصب
کیا اور بکر سے عصفر غصب کیا اور اُس سے وہ کپڑا رنگا پھر دونوں نے حاضر ہوکر دعوی کیا تو عصفر والا وہ کپڑا لے لیگا
یہانتک کہ اسکو اُسکے عصفر کے مثل ادا کرے اور اگر مثل نہ ملتا ہو تو قیمت ادا کرے اور اس صورت میں بالاجماع
سیاہ رنگ کا حکم مثل اور رنگوں کے ہے اور اگر زید نے عمرو سے کپڑا اور بکر سے رنگ غصب کیا پھر اُسپر قدرت حاصل
نہوئی تو امام کا یہ حکم ہے کہ اگر کپڑے کے مالک نے کپڑا لیا تو رنگ کے مالک کو بقدر اسکے رنگ کی زیادتی کے ضمان دیگا یا اسکو
اختیار ہوگا کہ کپڑے کو فروخت کرے پس اُسکے ثمن میں مالک بحساب سپید کپڑے کی قیمت کے اور مالک رنگ
بحساب قیمت رنگ کے شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کپڑا اور عصفر ایک ہی شخص کا غصب کیا اور رنگا
تو مالک کو اختیار ہوگا کہ رنگا ہوا کپڑا لے لے اور غاصب ضمان سے بری ہوگیا یا اُس سے سپید کپڑے کی قیمت
لے لے اور اپنے عصفر کے مثل عصفر لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عصفر زید کا اور کپڑا عمرو کا ہوا اور دونوں راضی
ہوئے کہ رنگا ہوا کپڑا لے لیں تو دونوں کو یہ اختیار حاصل نہوگا مگر کپڑے کے مالک کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنا کپڑا رنگا ہوا
لیکر رنگ والے کو جسقدر رنگ سے زیادتی ہوگئی ہے تاوان دے پھر عصفر والا غاصب کا دامنگیر ہوکر اپنے عصفر کے

مثل لے لیگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر عمرو کا کپڑا زید کے پاس رہن ہو اور عمرو نے عصفر سے اسکو رنگ دیا تو وہ
رہن سے نکل گیا اور عمرو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر کپڑا اور عصفر دونوں رہن ہوں تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ
اس سے کپڑے کی قیمت کی ضمان اور عصفر کے مثل عصفر لے یا رنگے ہوئے کپڑے پر راضی ہو جاوے پس وہ
رنگا ہوا اُسکے پاس رہن رہیگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کپڑے کے مالک نے عصفر غصب کرکے اُس سے کپڑا رنگ کر
فروخت کیا تو عصفر کے مالک کا مشتری پر کچھ واجب نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر اپنے ذاتی عصفر سے ایک کپڑا
غصب کرکے رنگا اور اُسکو فروخت کرکے غائب ہوگیا اور مالک ثوب نے حاضر ہوکر نالش کی تو اُسکے نام کپڑے کی
مشتری پر ڈگری ہوجاویگی مگر اُس سے عصفر کے مالک کے واسطے کفیل لے لیا جائیگا اور بائع و مشتری کے درمیان
بیع ٹوٹ جاویگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور کپڑے پر نشاستہ و سریش سے کندی کرنا مثل رنگنے کے ہے اور پاک شدہ
کپڑے کو ناپاک کرنا مثل رنگنے کے ہے مگر جس سے چھاپنا منقص ہو یعنی ناقص کرتا ہو یہ قنیہ میں ہے اور اگر کپڑا غصب کرکے اسکو
بل دیا یا دھو دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اسکو لے لے اور غاصب کو کچھ نہ دیگا کیونکہ کپڑے کے چھاپنے میں کوئی شے اُس میں
زیادہ نہیں ہو جاتی ہے بلکہ چھاپنے میں صرف اُسکی صفت اجزا کا تغیر ہوتا ہے اور غسل دینے میں اُسکا میل صاف ہوجاتا ہے
اور صابون یا اشنان جس سے میل چھانٹتا ہے وہ کچھ کپڑے میں نہیں رہجاتا ہے بلکہ وہ تو پانی کے ساتھ دھل جاتا ہے اور
واضح ہو کہ چھاپنے سے مراد یہ ہے کہ بغیر حریر کے ہو جیسے اُسکے کونے بل دیکر ایک دوسرے کے ساتھ چن دیئے اور اگر حریر کے
ساتھ اُسکا چھاپنا کیا ہو تو زیادتی ہوگئی جیسے رنگ سے زیادتی ہوتی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ستو غصب
کرکے مسکہ میں لت کر دیئے تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے یہ ستو غاصب کے پاس چھوڑ کر اُسکے مثل غاصب سے تاوان لے
یا انہیں کو لیکر جسقدر مسکہ سے زیادتی ہوئی ہے اُسکو تاوان دیدے اور اصل میں فرمایا کہ ستو کی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے
کہ ستوؤں میں باختیار کھوٹ کے تفاوت ہوتا ہے پس مثلی نہ رہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ قیمت سے امام محمد رح کی مراد
مثل ہے اُسی کو قیمت کہا ہے مثل کے قائم مقام قیمت ہوتی ہے کذا فی الہدایہ اور شہد و مسکہ دونوں اصل میں جبکہ دونوں
مختلط ہوں۔ اور اگر تیل کے ساتھ مشک مختلط ہو جاوے پس اگر تیل کی قیمت بڑھ جاوے اور اچھا ہو جاوے تو مشک
بمنزلہ رنگ کے کپڑے کے حق میں ہوگا اور اگر تیل سے اچھا نہوا اور قیمت نہ بڑھی مثلاً تیل بدبودار تیلوں میں سے ہے
تو مشک کا تلف کر دینا قرار دیا جائیگا یہ فتاوی کبری میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا کپڑا غصب کرکے قطع کرایا مگر ہنوز نہیں
سلایا تو دیکھا جائیگا کہ اگر قطع کرنے سے کھلا ہوا عیب نہیں پیدا ہوگیا تو مالک کو یہ اختیار ہوگا کہ اُس سے کپڑا لیکر بقدر
نقصان قطع کے ضمان لے اور یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ کپڑا اُسی کے ذمہ ڈالے اور اگر قطع سے ایسا عیب فاحش پیدا ہوگیا
کہ منفعت اُسکی تلف کے ہے تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس سے کپڑا لیکر بقدر نقصان کے ضمان لے یا کپڑا اُسی کے پاس
چھوڑ دے اور اپنے صحیح سالم کپڑے کی قیمت لے لے۔ اور اگر غاصب نے قطع کرکے سلایا تو مالک کا حق اُس سے منقطع ہوگیا
پس غصب کے وقت کی قیمت اُس سے ضمان لیگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا کپڑا پھاڑ دیا اور
بہت پھٹ گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے اس سے کپڑے کی پوری قیمت تاوان لے اور وہ کپڑا غاصب کا ہوجائیگا
کیونکہ وہ کپڑا ایک وجہ سے گویا تلف ہوگیا کیونکہ جن کاموں کے لائق پہلے تھا اُنکے لائق اب نہ رہا یا کپڑا لیکر اُس سے نقصان
کی ضمان لے کیونکہ ایک وجہ سے وہ عیب دار ہوگیا ہے اسلئے درحقیقت تو وہ کپڑا باقی موجود ہے اور اسلیے ہی سے

منافع بھی اُس سے حاصل ہوسکتے ہیں — اور اگر تھوڑا پھٹا ہو تو غاصب بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور مالک اپنا
کپڑا واپس لیگا اسلیے کہ وہ کپڑا ہر وجہ سے قائم موجود ہے - اب رہا یہ امر کہ بہت پھٹا ہوا اور تھوڑا پھٹا ہوا کسکو کہتے ہیں پس صحیح یہ ہے
کہ خرق فاحش اسکو کہتے ہیں جس سے کسی قدر وہ شے عین اور جنس منفعت زائل ہوجاوے اور بعض وہ شے اور بعض منفعت
باقی رہجاوے اور خرق یسیر یعنی قلیل وہ ہے کہ جس سے کچھ منفعت زائل نہوجاوے فقط اُسمین کچھ نقصان آجاوے
اور یہ تفسیر خرق کثیر کی ہمنے اسواسطے صحیح بیان کی کہ امام محمد رح نے کتاب الاصل میں کپڑا قطع کرنے کو نقصان فاحش
قرار دیا ہے حالانکہ بعض منفعت اُس سے زائل ہوتی ہے یہ کافی میں ہے - اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ جو حکم کپڑے کی
خرق میں مذکور ہوا یعنی اگر خرق فاحش ہو تو مالک مختار ہے (اور کل زائل نہیں ہوتی ہے) چاہے کپڑا لیکر نقصان لے لے یا بالکل قیمت لے لے
اور اگر کچھ ادنی سا [illegible] اور اگر قلیل ہو تو کپڑا لیکر نقصان لے لے یہی حکم ہر مال عین میں ہے - مگر ہاں اموال ربویہ یعنی جنمیں ربا
جاری ہوتا ہے یہ حکم نہیں ہے کیونکہ اموال ربویہ کے عیب دار کرنے میں خواہ خرق فاحش کثیر ہو یا قلیل ہو مالک کو یہ اختیار
ہوگا کہ چاہے وہ مال معیب واپس کرلے اور غاصب سے کچھ نہ لے یا وہ مال اسکو دیکر اُسکے مثل یا اُسکی قیمت لے لے کیونکہ
نقصان کی ضمان لینا ایسے مالوں میں اسوجہ سے متعذر ہے کہ ربو تک پہونچ جائیگا یہ نہایہ میں ہے - اگر ایک کپڑا غصب کیا
اور غاصب کے پاس متعفن ہوگیا یا زرد پڑ گیا تو مالک اسکو مع ضمان نقصان واپس لیگا اور یہ اُسوقت ہے کہ نقصان
یسیر ہو اور اگر نقصان کثیر ہو تو مختار ہوگا چاہے کپڑا اُسی کے پاس چھوڑ کر قیمت لے لے یا لیکر اُسکے ساتھ نقصان لے لے - اور
اگر مال مغصوب کیلی یا وزنی چیز ہو مثلاً گندم ہوں اور وہ غاصب کے پاس متعفن ہوگئے تو اُسپر اُسکے مثل واجب ہونگے
اور یہ فاسد گیہوں اُسی کے ہوجاوینگے یا مالک چاہے تو متعفن گیہوں لے لے اور غاصب پر کچھ واجب نہوگا کذا فی المحیط
قلت لانہ لو اخذ ضمان النقصان لادی الی الربو واللہ اعلم - اور اگر مال مغصوب باندی یا غلام ہو اور غاصب نے اُسکا
ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے مغصوب اسکو دیکر پوری قیمت غاصب سے ضمان لے یا اس
مغصوب کو لیکر اُسکے ساتھ ضمان نقصان لے یہ ظہیریہ میں ہے - اگر کسی شخص نے زید کی بکری ذبح کر ڈالی تو زید کو اختیار
ہے چاہے مذبوحہ اسکو دیکر اُس سے قیمت واپس لے یا بقدر نقصان مذبوحہ کے ساتھ ضمان لے اور یہی حکم اونٹ وغیرہ
کا ہے اسی طرح اگر بکری یا اونٹ وغیرہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظاہر الروایہ کا حکم ہے - اور اگر چوپایہ غیر ماکول اللحم ہو
یعنی اُسکا گوشت حلال نہو اور غاصب نے اُسکا ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالا تو مالک کو یہ اختیار ہوگا کہ غاصب سے اُسکی
پوری قیمت کی ضمان لے کیونکہ اس صورت میں ہر وجہ سے تلف کرنا ثابت ہوا بخلاف مملوک کے ہاتھ یا پاؤں کاٹنے
کے کہ اس صورت میں اس مملوک کو مع ارش بھی واپس لے سکتا ہے اسوجہ سے کہ ہر وجہ سے ہلاک نہیں ہے کیونکہ ہاتھ
یا پاؤں کٹ جانے کے بعد بھی آدمی سے نفع حاصل ہوسکتا ہے کذا فی الہدایۃ والکبری اور نوادر میں ہے کہ اگر چوپایہ کا کان
یا ہاتھ توڑا کان کاٹ ڈالا تو نقصان کا ضامن ہوگا پس چوپایہ کے کان کاٹنے کو نقصان حقیقت قرار دیا ہے اسی طرح اگر چوپایہ
کی دم کاٹ ڈالی تو نقصان کا ضامن ہوگا اور شریح رح سے منقول ہے کہ اگر قاضی کے خچر کی دم کاٹی تو پوری
قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر دوسرے کے خچر کی دم کاٹی تو فقط نقصان کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے - قلت کانہ
اراد القاضی [illegible] بضمان جمیع القیمۃ والافلا وجہ لہ ولعلہ تعریض - اور اگر کسی نے خچر کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالا پھر مالک نے
اسکو ذبح کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مالک کا کاٹنے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے زید نے عمرو [illegible]

فقط ٹوٹا ہوا لیگا اور یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی گرد روٹی توڑ ڈالی تو مالک کو فقط وہی ٹوٹی ہوئی روٹی ملیگی اور امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ درم یا دینار توڑنے واسطے پر اُسکے مثل واجب ہونگے اور مالک کو یہ بھی اختیار ہے کہ اُسکو لے اور زیادہ کچھ نہیں لے سکتا ہے خواہ ٹوٹنے سے اُسکی مالیت میں نقصان آگیا ہو یا نہ آیا ہو۔ اور اگر زید نے عمرو کی باندی غصب کی اور زید کے پاس رہی یہانتک کہ بڑھیا ہوگئی تو عمرو کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکو مع نقصان کی ضمان کے لے لے اسی طرح اگر جوان غلام غصب کیا اور اُسکے پاس رہا یہانتک کہ بڈھا ہوگیا تو مالک اُسکو مع ضمان نقصان لے لیگا۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ نقصان خفیف ہوا ہو اور اگر نقصان فاحش ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے مع ضمان نقصان لے یا چھوڑ دے اور قیمت لے لے اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے۔ اور اگر لڑکا غصب کیا اور اُسکے پاس رہا یہانتک کہ بالغ ہوگیا یا ڈاڑھی نکل آئی تو مالک اُسکو لے لیگا اور کچھ ضمان نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر باندی جسکی کوچین چھاتیوں کی اُبھار تھی غصب کی اور غاصب کے پاس اُسکی چھاتی لٹک پڑیں تو مع نقصان واپس لیگا اور اگر کوئی حرفہ جانتا ہوا غلام غصب کیا اور وہ غاصب کے پاس رہکر یہ حرفہ بھول گیا تو غاصب بقدر نقصان ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے غلام خوش آواز غصب کیا اور اُسکے پاس اُسکی آواز متغیر ہوگئی تو مالک کو نقصان ملیگا۔ اور اگر غلام گوتا تھا اور غاصب کے پاس یہ فعل بھول گیا تو غاصب ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام کی زلفیں منڈوا دیں پھر جم آئیں لیکن پہلی کیسی ویسی نہیں تو زید کچھ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا سونا و چاندی غصب کرکے دینار و درم یا برتن بنائے تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی ملک اُس سے زائل نہوگی پس مالک اسکو لے لیگا اور غاصب کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اور نہ اُسکے کام کے عوض مالک کچھ دیوےگا۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ مالک کو درم و دینار مضروبہ لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور غاصب پر واجب ہوگا کہ اُسکے مثل ادا کرے اور بعد ادا کے مغصوب کا مالک ہو جائیگا اور شیخ خجندی نے فرمایا کہ اگر چاندی یا سونا غصب کرکے اسکا زیور ڈھال کر بنایا تو مالک اُسکو واپس لے سکتا ہے اور غاصب کو اُسکی ڈھلوائی کچھ نہ دیگا لیکن اگر اُس چاندی و سونے کو اپنے کسی مال میں اسطرح جڑ دیا کہ اُسکے اُکھاڑنے میں ضرر تھا مثلاً اپنی مشک کا دہانہ بنایا یا چھت میں تیر جڑ دئے یا مثل اُسکے کوئی فعل کیا تو ایسی صورت مالک کا حق منقطع ہو جائیگا اور غاصب پر اُسکے مثل ضمان دینا واجب ہوگا اور وقت غصب کے حساب سے ضمان دیگا اور اگر اُسنے سونے چاندی کو فقط گلایا مگر ڈھال کر کوئی چیز یا درم و دینار مضروب نہ کیے بلکہ فقط اُسکو مربع یا مدور یا مستطیل پتر بنایا تو بالاجماع اُس سے مالک کا حق منقطع نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر درم غصب کرکے اُسکو گلا کر کوئی چیز نہیں بنائی تو اُس سے مالک کا حق منقطع نہوگا اسمین کچھ اختلاف نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر فلوس غصب کرکے برتن بنائے تو فلوس کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے فلوس کو ثمن ہونے سے خارج کر دیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر پیتل غصب کرکے اُس سے کوزہ بنایا تو مالک کا حق منقطع ہو جائیگا اور شیخ کرخی رح فرماتے تھے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ بعد ساختہ ہونے کے وہ برتن وزن کرکے فروخت نہوتا ہو اور اگر وزن سے فروخت ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک مثل چاندی کے ساختہ ہونے پر بھی حق مالک منقطع نہونا چاہیے۔ اور شیخ شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں مثل سونے چاندی کے امام اعظم رح کے نزدیک مطلقاً حق مالک منقطع ہو جاتا ہے۔ اور اگر پیتل لیکے مالک نے اُسکا

غاصب اسکو اسکے پتیل کی قیمت ادا کر چکا ہو یا قبل ازانکہ اسپر پتیل کی قیمت کی ڈگری ہو وے وہ کوزہ توڑ ڈالا تو فرمایا
کہ مالک پر صحیح کوزہ کی قیمت کی ڈگری کیجائیگی اور شکستہ مالک کو دیا جائیگا اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ دونوں میں باہم قیمت
کا ادلا بدلا ہو جائیگا بلکہ مالک پر کوزہ کی قیمت واجب ہوگی اور دونوں میں مقاصہ یعنی ادلا بدلا نہیں ہوتا ہے -
اور کتاب میں فرمایا کہ لیکن اگر غاصب اُس حق سے جو اسپر ہے باہم مالک کے ساتھ مصالحت کر لیوے اور ہمارے بعض
مشائخ نے فرمایا کہ اس قول سے یہ مراد ہو کہ دونوں باہم صلح کر لیں تو ایسی صورت میں استبدال ہو جائیگا اور جائز ہوگا
اگر بدون اسکے تو ناجائز ہے - اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ تاویل یہ ہو کہ یہ حکم اُس وقت ہو کہ غصب کیا ہوا پتیل ایسا پتیل ہو
کہ اسکا مثل موجود نہو تاکہ اسکی قیمت غاصب پر واجب ہو لیں مقاصہ یعنی باہم بدلا ہو جائیگا یہ محیط میں ہے - اور اگر زید نے
کوئی حیوان غصب کیا اور اُسکے پاس بڑا ہو گیا اور اُسکی قیمت زیادہ ہو گئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اسکو لے لے
اور غاصب کو کچھ نہیں ملیگا اسی طرح اگر زخمی یا مریض غصب کیا اور دوا کی یہاں تک کہ وہ اچھا ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے
اسی طرح اگر ایسی زمین جسمیں زراعت موجود نہ ہو یا نخل غصب کیا اور کھیتی کو سینچا یا نخل کو گوڑا یہاں تک کہ زیادتی لگائی
اور اصلاح میں مستعد رہا تو بھی یہ سب مالک کو ملیگا اور غاصب کو اسکا خرچ نہیں ملیگا اور اگر غاصب نے کھیتی کاٹ
لی یا پھل جھاڑ لیے اور تلف کر دیئے تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے - اور اگر خرما کی تنہ غصب کر کے اُس سے
زنبیل بنائی تو مالک کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہیں رہی - اور اگر نخل کو غصب کر کے اُس سے چیر وا کر دھنیاں بنوائیں
تو مالک کو اسکے لینے کا اختیار ہے کیونکہ نام ابھی تک زائل نہیں ہوا صرف اُسکے اجزا متفرق ہو گئے ہیں یہ ایسا
ہو گیا کہ جیسے کپڑا غصب کر کے اسکو قطع کرایا یہ سراج الوہاج میں ہے - ایک شخص نے دوسرے کا مصحف غصب
کر کے اسمیں نقطہ لگا دئے تو یہ زیادتی ہے اور مالک کو اختیار ہوگا چاہے مصحف لیکر زیادتی کرنے کا حق ادا کر
دیوے اور چاہے غیر منقوط مصحف کی قیمت اُس سے تاوان لیوے اور یہ امام محمد کا قول ہے اور مشائخ نے امام
ابو یوسف سے روایت کی کہ مالک اسکو بدون کچھ دیئے ہوئے لے لیگا پس اگر اس صورت میں یہ حکم ہو کہ ایک شخص
نے دوسرے کا غلام غصب کیا اسکو لکھنا سکھلایا - اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا کاغذ غصب کر کے اُسپر
لکھا تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ مالک کا حق اُس سے منقطع ہو جائیگا اور قاضی رکن الاسلام علی سغدی رح نے
ذکر کیا کہ اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مالک کا حق منقطع نہوگا یہ محیط میں ہے - اگر ایک شخص نے دوسرے
کی کتان غصب کر کے اسکو کاتا اور کپڑا بنوایا تو اسپر اسکے مثل واجب ہوگا اور اگر مثل نہ پایا جاوے تو قیمت واجب
ہوگی اور مالک کو اُس کپڑے کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے - زید نے عمرو کی روئی غصب کر کے
اسکو کات کر بنوایا یا سوت غصب کر کے اسکو بنوایا تو مالک کا حق منقطع ہو جائیگا اور اگر روئی غصب کر کے اسکو
کاتا اور دُہنا تو اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مالک کا حق منقطع ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر
غاصب نے غصب کے گیہوں پیسے تو ہمارے نزدیک آٹا اسکا ہوگا مگر اسکے مثل گیہوں تاوان ادا کرے یہ مبسوط
میں ہے - اگر غاصب نے آٹے کو گوندہ ڈالا تو مالک کا حق منقطع ہو جائیگا یہ قنیہ میں ہے - آٹا غصب کر کے روٹی پکائی
یا گوشت کو بھون ڈالا یا تلون کا تیل نکالا تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت کے موافق مالک کا حق منقطع ہو جائیگا
اسی طرح اگر مٹی غصب کر کے اسکا کوزہ بنایا یا لوہا غصب کر کے اسکی تلوار بنائی تو بھی مالک کا حق منقطع ہو گا

اور ساکھو اور لوہے کی قیمت ادا کرلے پس یہ چیزیں غاصب کی ہوجاوینگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ساکھو یا لکڑی غصب
کرکے اُسکو اپنی عمارت میں داخل کیا یا پختہ اینٹ غصب کرکے عمارت میں داخل کی یا گچ کو لیکر اُس سے عمارت
بنائی تو ہمارے نزدیک ان سب صورتوں میں اُسپر قیمت واجب ہوگی اور مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ غاصب
کی عمارت توڑ دے اور یہی صحیح ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر میدان غصب کرکے اُسمیں عمارت بنائی تو مالک کا حق منقطع
نہوگا اور اُسکو لینے کا اختیار رہیگا اور قاضی امام ابو علی نسفی رح شیخ کرخی سے نقل کرتے تھے کہ اُنھوں نے اپنی بعض
کتابوں میں یوں تفصیل کی ہے کہ اگر میدان کی قیمت قیمت عمارت سے کم ہو تو نہیں لے سکتا ہے اور زیادہ ہو تو لے سکتا ہے
اور فرمایا کہ جو حکم کتاب میں مذکور ہے اُس سے یہی مراد ہے جو ہمنے بیان کی ہے اور زعم کیا کہ یہی مذہب ہے اور ہمارے
مشائخ نے فرمایا کہ یہ قول اُن اقوال سے قریب ہے جو چند مسائل میں امام محمد رح سے محفوظ ہیں کہ اگر ایک شخص کے
ہاتھ میں ایک موتی ہے اور وہ گر پڑا اور اُسکو کسی شخص کی مرغی نگل گئی تو مرغی اور موتی کی قیمت پر لحاظ کیا جائیگا پس
اگر مرغی کی قیمت کم ہو تو موتی کے مالک کو اختیار ہوگا چاہے مرغی کو لیکر اُسکی قیمت اُسکے مالک کو دیدے
یا چھوڑ کر اپنا موتی لے لے یعنی مرغی کا مالک موتی کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر زید نے عمرو کے
پاس اونٹ کا بچہ مثلاً ودیعت رکھا اور عمرو نے اپنے گھر میں پالا پھر وہ بچہ بڑا اونٹ ہوگیا اور گھر سے اُسکا نکالنا
بدون دیوار توڑے ممکن نہ ہوا تو دیوار و اونٹ کی قیمت پر غور کیا جائیگا پس جس چیز کی قیمت زیادہ ہو اُسکے مالک کو
خیار دیا جائیگا انتہی۔ پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے اصل میں یہ ذکر نہ کیا کہ اگر غاصب نے چاہا کہ عمارت توڑ کر میدان یعنی
جسمیں عمارت بنائی تھی واپس کردے پس آیا اُسکو یہ حلال ہے یا نہیں اور اُسکی دو صورتیں ہیں اگر قاضی نے
غاصب پر میدان کی قیمت کی ڈگری کردی تو اُسکو عمارت توڑنا حلال نہیں ہے اور اگر توڑ ڈالی تو میدان واپس نہیں
کرسکتا ہے۔ اور اگر قاضی نے ایسی ڈگری نہ کی ہو تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ عمارت توڑنا حلال ہے
اور بعض نے کہا کہ نہیں حلال ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بڑھئی نے لکڑی غصب کرکے غیر شخص کی عمارت میں
مالک کی بلا اجازت داخل کردی تو بڑھئی اور صاحب عمارت کوئی اُسکا مالک نہو جائیگا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر تختہ
غصب کرکے کشتی میں لگایا یا ابریشم غصب کرکے اپنا یا اپنے غلام کا پیٹ اُس سے ٹانکا تو مالک کا حق منقطع ہوجائیگا یہ
وجیز کردری میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی زمین غصب کرکے اسمیں درخت لگائے یا عمارت بنائی تو اُس سے کہا جائیگا
کہ درخت و عمارت دور کرکے مالک کو واپس دے اور اگر درخت وغیرہ اُکھاڑنے سے زمین ناقص ہوئی جاتی ہو تو عمرو کو
اختیار ہوگا کہ اسکو عمارت شکستہ کی اور اُکھڑے ہوے درختوں کی قیمت دیدے اور عمارت و درخت کا خود مالک
ہوجائیگا اور مراد یہ ہے کہ جسدن اُکھاڑنے کا حکم ہوا ہے اُس دن کے حساب سے دیدے کیونکہ حق اُسکا اُسی دن ہے
پس بدون درخت و عمارت کے زمین کی قیمت اندازہ کیجاوے اور وہی زمین مع عمارت و درخت جن کے
دور کرنے کا حکم دیا گیا ہے اندازہ کیجاوے پس دونوں کے درمیان جو فرق ہو وہی عمارت شکستہ و درخت برکندہ کی
قیمت قرار دیجاویگی پس اُسیقدر غاصب کو ضمان دے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے غصب کی زمین میں اُسی
زمین کی مٹی سے چار دیواری بنائی تو فقیہ ابو بکر بلخی رح نے فرمایا کہ وہ چار دیواری مالک زمین کی ہوگی بنانے والے کا
کچھ استحقاق نہوگا کیونکہ اگر اُسکے توڑ دینے کا حکم دیا جاوے تو جیسی مٹی تھی ویسے ہی ہو جاویگی اور ایسا ہی جامع الواقعات میں

نے فرمایا ہے اور ان دونوں کے سوائے مشائخ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے باغ انگور میں اُسکی بلا
اجازت چار دیواری بنائی پس اگر مٹی کی کچھ قیمت نہ ہو تو چار دیواری باغ کے مالک کی ہو گی اور بنانے والا اس فصل
میں احسان کرنے والا شمار ہو گا اور اگر مٹی کی قیمت ہو تو چار دیواری بنانے والے کی ہو گی اور اسپر مٹی کی قیمت واجب
ہو گی کذا فی فتاوی قاضی خان والکبری ایک شخص نے دوسرے سے زمین غصب کر کے اسمیں عمارت بنائی یا کھیتی
بوئی پس مالک نے عمارت ڈھا دی یا کھیتی اکھاڑ ڈالی تو ضامن نہ ہو گا بشرطیکہ غاصب کی لکڑی یا اینٹیں
وغیرہ نہ ٹوٹی ہوں یہ حاوی میں ہے اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کا عصا توڑ ڈالا تو
نقصان کا ضامن ہو گا اور اگر بہت شکستہ کر دیا کہ ایندھن یا پیچ کے لائق ہو گیا عصا کا فائدہ اس سے جاتا رہا تو مالک
کو ضمان لینے کا اختیار حاصل ہو گا انتہی اور ترک لوگ جو دھنیاں وعواریں اور لکڑیاں غصب کر کے نہایت شکستہ
کر ڈالتے ہیں تو انسے مالک کا حق منقطع نہیں ہوتا ہے اگرچہ انکی قیمت شکستگی کے سبب زیادہ ہو جاوے یہ قنیہ میں ہے
اور اگر کسی شخص نے ایک دار غصب کر کے اُسپر گچ کرائی تو مالک سے کہا جائیگا کہ اسمیں بسبب گچ کے جو کچھ زیادتی ہو گئی ہے
غاصب کو دیدے لیکن اگر مالک راضی ہو جاوے کہ غاصب اسی میں سے کچھ حصہ لے لے تو ہو سکتا ہے اسیطرح اگر غاصب
نے سفید رنگ کرایا تو مالک کو اختیار ہو گا چاہے مکان کو لیکر رنگ سے جسقدر زیادتی ہو گئی ہے غاصب کو دیدے اور اگر انکار
کیا تو وہ دار غاصب کو بعوض قیمت دلایا جائیگا اور قیمت مالک لے لیگا بشرطیکہ رنگ کرائی کا خرچ کثیر ہو اور ہشام نے امام
ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ اگر مالک نے غاصب کو جسقدر رنگ سے زیادتی ہوئی ہے دینے سے انکار کیا تو میں اُسکو زائل
دور کرنیکا حکم دونگا اور اسکے دور کرنے اور رنگ جدا کرنے میں جو کچھ نقصان پہنچیگا اُسکی ضمان کی ڈگری کر دونگا اسیطرح اگر دروازہ
کے کواڑ غصب کر کے رنگ سے نقش کرائے تو اسمیں بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دروازہ کے کواڑ بعد غصب کے
رنگ سے نقش نہ کرائے بلکہ کھود کر نقش کرائے تو اسمیں کواڑ کا تلف کرنا ہے پس غاصب پر اسکی قیمت واجب ہو گی اور کواڑ اُسکے
ہو جاوینگے۔ اسیطرح اگر چاندی کے برتن پر کھود کر یا ڈھالی کے نقش کرائے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر غاصب نے کسی شخص سے
دار مغصوب خرید کیا اور اسکی عمارت منہدم کر کے اپنی عمارت میں داخل کر لی پھر مالک حاضر ہوا پس اگر اسکی عمارت قلیل ہو کہ جسکے
ڈھانے میں مشکل نہ ہو تو ڈھا کر مالک کو واپس دے اور اگر بہت ہو کہ جسکے ڈھانے میں مشکل پڑے اور اسکے واسطے ایک زمانہ درکار
ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے نہ ڈھا دے بلکہ چھوڑ دے اور مشتری سے زمین اور عمارت سابق کی قیمت ضمان لے اور فقیہ ابو جعفر
نے فرمایا کہ یہ بالاتفاق سبھوں کا قول ہے اور ابو جعفر کے سوائے مشائخ نے فرمایا کہ یہ فقط امام محمد رح کا قول ہے یہ تاتارخانیہ میں ذخیرہ
سے منقول ہے۔ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی شراب غصب کر کے سرکہ بنائی تو کتاب میں لکھا ہے کہ مالک اُسکو لے سکتا ہے اور
مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ غاصب نے اسکو ایسی چیز کے ساتھ سرکہ بنایا کہ جسکی کچھ قیمت نہیں ہے
مثلاً سایہ سے دھوپ میں یا دھوپ سے سایہ میں رکھدیا یا اسمیں بہت قلیل نمک یا سرکہ جسکی قیمت کچھ نہیں ہے ڈالا اور اگر اسمیں
نمک یا سرکہ بقدر ڈالا کہ جسکی قیمت ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک سب سرکہ غاصب کا ہو جائیگا اور اسپر کچھ واجب نہ ہو گا اور صاحبین
کے نزدیک اگر اسمیں نمک ڈالا ہے تو مالک اُسکو لے لیگا اور جو کچھ نمک سے اسمیں زیادتی ہوئی ہے وہ غاصب کو دیدیگا اور اگر سرکہ
ڈالا ہے تو تمام سرکہ دونوں میں ہر ایک کی ناپ کے موافق تقسیم ہو گا خواہ اُسی وقت سرکہ ہو کر تیار ہو جاوے یا کچھ دیر بعد تیار ہو
اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے اسمیں بہت سا سرکہ ڈال دیا یہاں تک کہ اُسی وقت

وہ سب سرکہ ہو گئی تو سب غاصب کو ملیگی - اور اگر تھوڑا سرکہ ڈالا کہ جس سے دیر بعد سرکہ ہوئی تو دونوں میں اپنی اپنی ناپ کے موافق تقسیم ہوگی یہ محیط میں ہے - اور اگر مسلمان کی شراب کسی ذمی نے غصب کر لی اور وہ اُسکے پاس سرکہ ہو گئی یا اُسنے سرکہ بنائی تو مسلمان کو اُسکے واپس لینے کا اختیار ہوگا اور اگر سرکہ ہو جانے کے بعد ذمی کے پاس تلف ہو گئی تو بھی ضمان واجب نہوگی اور اگر خود ذمی غاصب نے تلف کر ڈالا تو مسلمان کو اُسکی مثل سرکہ تاوان دیگا یہ سراج الوہاج میں ہے - اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے شراب غصب کی پس آیا غاصب پر واجب ہے کہ اُسکو واپس دیوے کہ اگر نہ دیگا تو قیامت میں ماخوذ ہوگا یا نہیں تو اگر جانتا ہے یعنی قطعاً جانتا ہے کہ یہ شخص سرکہ بنانے کے واسطے واپس لیتا ہے تو اُسپر واپس کرنا واجب ہے ورنہ قیامت میں ماخوذ ہوگا - اور اگر قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا تو تامل کرے پس اگر قاضی کو بیقین معلوم ہوا کہ یہ شخص سرکہ بنانے کے واسطے واپس مانگتا ہے تو واپس کرنے کی ڈگری کرے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص شراب خواری کے واسطے واپس مانگتا ہے تو غاصب کو حکم دیے کہ وہ بہا دے اور یہ مسئلہ ویسا ہی ہے کہ ایک شخص کے پاس دوسرے کی تلوار ہے اور مالک اُس سے لینے کو آیا پس اگر قابض نے یہ معلوم کیا کہ اسواسطے مانگتا ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے جیسا کہ سابق میں اُسکی رائے تھی تو اُسکو نہ دیوے بلکہ اپنے پاس رکھے اور اگر قابض نے معلوم کیا کہ اسنے رائے سابق کو ترک کیا ہے اور اب اسواسطے مانگتا ہے کہ بطور مباح اُس سے فائدہ اُٹھاوے تو اُسپر واپس کرنا واجب ہے - ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی شراب غصب کر کے اُسکو پی لیا تو اُسپر دنیا میں کچھ دعوے اُسکا نہیں ہے مگر آخرت میں اگر وہ شراب سرکہ سازوں کی تھی اور اُسنے انگور یا عصیر سرکہ کے واسطے خریدے تھے تو گنہگار ہوگا اور اگر اُسنے انگور و عصیر واسطے شراب خواری کے لیے تھے تو آخرت میں بھی اُسکا غاصب پر کچھ حق نہوگا فقط شراب خوار پر شراب خواری کا گناہ کبیرہ ہوگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے - زید نے عمرو کے گھر میں شراب پائی اُسمیں نمک ڈال دیا اور وہ سرکہ ہو گئی تو زید کی ہو جاویگی اگرچہ شیشہ کو اپنی جگہ سے منتقل نہ کیا ہو قال الشیخ رضی اللہ عنہ اس روایت سے ظاہر ہوا کہ فقط نمک ملا دینے سے سرکہ کا مالک ہو جاتا ہے کذا فی القنیہ - اگر عصیر کو غصب کیا اور وہ اُسکے پاس شراب ہو گیا تو مالک اس سے عصیر کے مثل ضمان لے سکتا ہے اگر زمانہ عصیر باقی ہو یعنی اُسوقت عصیر ملسکتا ہو اور اگر بیوقت ہو تو اُسکی قیمت تاوان لے اور اگر اُسنے چاہا کہ شراب لے لے اور غاصب سے ضمان نہ لے تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہے قال المترجم وہو الحق الاحق بالاتباع فافہم - اور اگر دودھ غصب کیا پس وہ مخیض ہو گیا یا انگور غصب کیے اور وہ خشک ہو کر زبیب ہو گئے تو مالک کو اُسکے مثل ضمان لینے کا اختیار ہے اور اگر چاہے تو اُسی کو جو موجود ہے لے لے اور کچھ نقصان نہیں لے سکتا ہے اور یہی حکم تمام مثلیات میں ہے کذا فی التہذیب - اور اگر اُسنے رطب غصب کیے اور وہ پک کر تمر ہو گئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے انکو بعینہ لے لے اور کچھ نہ لیگا یا اُسکے مثل ضمان لے یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور اگر مردار کی کھال غصب کر کے اسکو بے قیمت چیز سے مدبوغ کیا تو مالک اُسکو مفت لے لیگا اور اگر قیمت دار چیز سے مدبوغ کیا تو مالک اسکو لیکر جو کچھ دباغت سے زیادتی ہو گئی ہے غاصب کو دیدے کذا فی المحیط اور زیادتی کی مقدار پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ یوں دیکھا جاوے کہ اگر یہ کھال ذبح کی ہوئی غیر مدبوغ ہوتی تو کتنے کو خریدی جاتی اور اسیکی مثل ہے پس جسقدر دونوں میں تفاوت معلوم ہو وہی مقدار

یعنی موجودہ [illegible] ۱۲

اور یا مالک کو قیمت کے مطالبہ کا اختیار نہوگا اگرچہ نرخ مین دونون نقد مختلف ہون - اور اگر کسی مال عین کو غصب کیا پھر مالک سے دوسرے شہر مین ملا اور وہ مال بعینہ اُسکے پاس موجود ہی پس اگر اُسکی قیمت یہان اُسی قدر ہو جسقدر مقام غصب مین تھی یا اُس سے زیادہ ہو تو مالک اُس مال کو لے سکتا ہی مگر اُسکی قیمت کا مطالبہ نہین کر سکتا ہی اور اگر مقام غصب سے یہان اُسکی قیمت کم ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے مقام غصب کے حساب سے قیمت لے لے یا انتظار کرے - اور اگر مال مغصوب مثلی ہو اور وہ تلف ہو گیا ہو پس اگر ان دونون جگہ اُسکی قیمت یکسان ہو یا مطالبہ کی جگہ زائد ہو تو غاصب قیمت مثل واپس دیگا اور اگر مطالبہ کی جگہ نرخ کم ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے مثل یہان لے لے یا مقام غصب کی قیمت لے لے یا انتظار کرے یہان تک کہ غاصب اسی شہر مین واپس جاوے پھر وہان اُس سے اُسکے مثل لے لے اور اگر مطالبہ کی جگہ اُسکی قیمت زائد ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے مقام مطالبہ مین اُسکے مثل مالک کو دیدے یا جہان غصب کیا ہی اُسکے حساب سے قیمت دیدے لیکن اگر مغصوب منہ اس بات پر راضی ہو کہ مین تاخیر دیتا ہون اور انتظار کرتا ہون تو اُسکو اختیار ہی اور اگر دونون جگہ قیمت یکسان ہو تو مالک اُس سے سوائے مثل کا مطالبہ نہین کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مالک نے غاصب کو مقام غصب مین پایا مگر مغصوب کا نرخ ارزان ہو گیا ہی تو مالک اپنا مال مغصوب لے لیگا اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ مال کو چھوڑ کر غاصب سے روز غصب کی قیمت کا مطالبہ کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - منتقی مین ہی کہ زید نے عمرو کے ایک کر گیہون سو درم قیمت کے غصب کیے پھر نرخ گران ہو کر ایک سو پچاس درم کی قیمت ہو گئی - پھر نایاب ہو گئے اور بازار مین ملنا موقوف ہو گیا اور نرخ گران ہو گیا اور مثل اُسکا دستیاب نہین ہو سکتا ہی اور قیمت بڑھکر دو سو درم ہو گئی پھر غاصب نے اُنکو تلف کر دیا تو عمرو کو اختیار ہوگا کہ زید سے تلف کرنے کے روز کی قیمت دو سو درم ضمان لے - اور اگر زید نے عمرو کا ایک کر گیہون دو سو درم کا غصب کیا پھر نرخ گھٹ کر ڈیڑھ سو درم قیمت رہگئی پھر لوگون کے ہاتھ سے منقطع ہو گئے پھر اُسکی قیمت ایک سو درم رہگئی پھر غاصب نے اُنکو تلف کر دیا تو عمرو کو اختیار ہوگا کہ اُس سے ڈیڑھ سو درم قیمت کا مطالبہ کرے یعنی آخر وقت موجودگی تک جو قیمت تھی وہ ضمان لے اور اُس سے زیادہ ضمان نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور مغصوبہ چیز کے زوائد خواہ متصلہ ہون یا منفصلہ از قسم اولاد و صوف و شیر و گُشدگی و جمال وغیرہ کے مغصوبہ نہین قرار دیے جاتے ہین بلکہ غاصب کے پاس بطور امانت پیدا ہو کر رہتے ہین اور اُسپر ضمان بھی واجب نہین ہوتی ہی مگر اس صورت مین کہ غاصب نے اُنکو تلف کر دیا یا مالک کو منع کیا حتی کہ اگر مالک نے اگر غاصب سے درخواست کی کہ زوائد واپس دے اور غاصب نے انکار کیا اور نہ دیے تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر زوائد کو فروخت کرکے مشتری کے سپرد کیا تو زوائد منفصلہ کی صورت مین مالک کو خیار ہوگا چاہے روز فروخت و سپردگی کی قیمت غاصب سے تاوان لے یا مشتری سے اور اگر آدمی کے سوائے اور چیز کے زوائد متصلہ کو تلف کر دیا تو امام کے نزدیک ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر غاصب کے پاس مغصوب مین زیادتی ہو گئی تو مالک اُسکو مع زیادتی کے واپس کر سکتا ہی اگرچہ زیادتی نرخ مین یا بدن مین ہو اور اگر نقصان آگیا پھر غاصب کے پاس وہ شے تلف ہو گئی تو سب کے نزدیک روز غصب کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ چیز قائم ہو تو مالک کو واپس دیگا پس اگر بدن مین نقصان آیا ہو تو بقدر نقصان ضامن ہوگا اور اگر نرخ مین نقصان ہوا ہو تو نہین - اور اگر بعد نقصان آجانے کے

غاصب نے تلف کردی تو وقت غصب کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر بعد زیادتی کے تلف کی مثلاً فروخت کر کے
مشتری کو دیدی اور مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے روز غصب کی قیمت کی
ضمان لے اور بیع جائز ہو جائیگی اور ثمن غاصب کو ملیگا یا مشتری سے فروختگی کے روز کی قیمت لے اور بیع باطل
ہو جائیگی اور مشتری اپنا ثمن غاصب سے واپس لیگا اور غاصب سے سپرد کرنے کے روز کی قیمت امام اعظمؒ کے نزدیک
تاوان نہیں لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر ایک غلام ہزار درم قیمت کا غصب کیا پھر اسکی قیمت بڑھ کر بعد
غصب کے دو ہزار درم ہو گئی پھر کسی شخص نے قتل کیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے روز غصب والی
ہزار درم قیمت لے یا قاتل سے روز قتل کے دو ہزار درم لینا اختیار کرے کہ جسکو قاتل کی مددگار برادری سے وصول
پاویگا پس اگر اس نے غاصب سے لینا منظور کیا تو غاصب دو ہزار درم قاتل کی مددگار برادری سے وصول کر کے ہزار
درم سے زائد سب صدقہ کر دیگا۔ اور اگر غاصب کے پاس خود غلام نے اپنے تئیں قتل کر ڈالا تو غاصب روز غصب کے
ہزار درم قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور روز خودکشی کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا گیہوں
کا کھلیان پھونک دیا تو عمرو داش بھوسے کی قیمت تاوان لیگا پھر اگر بالیوں سے گیہوں کے بہ نسبت نکالے ہوئے کے
کی زیادہ قیمت ہو تو اسپر قیمت واجب ہوگی اور اگر نکلے ہوئے زیادہ قیمت کے ہوں تو اسپر اسکے مثل گیہوں اور
بھوسے میں قیمت واجب ہوگی۔ ایک شخص نے کھلیان غصب کر کے اسکو روند دیا تو اسپر بھوسے کی قیمت واجب ہوگی
اور گیہوں کے مثل گیہوں واجب ہونگے یہ وجیز کردری میں ہے۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر زید نے عمرو کا ایک دانہ گیہوں
غصب کر لیا تو غاصب پر کچھ واجب نہ ہوگا اسلیے کہ اسکی قیمت کچھ نہیں شمار کی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر بہت آدمیوں نے زید کا
ایک ایک دانہ گیہوں غصب کیا یہاں تک کہ سب دانے مل کر ایک قفیز گیہوں ہو گئے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر ایک
قوم نے ایک شخص کی کوئی چیز جسکی کچھ قیمت ہے غصب کی تو ان سب سے ضمان لیگا اور اگر ایک نے بعد دوسرے کے غصب
کی ہو تو ان میں کسی کو کچھ تاوان نہیں دلا دیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص
نے کسی شخص سے ایک انڈا غصب کر کے اسکو تلف کر دیا تو اسپر اسکے مثل واجب ہوگا اور یہ امام ابو یوسفؒ کا دوسرا
قول ہے اور پہلا قول انکا یہ تھا کہ اسپر قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ غاصب نے اگر مال مغصوب کو تلف کر دیا حالانکہ
وہ ذوات القیم میں سے تھا حتی کہ اسپر ضمان قیمت واجب ہوئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر بازار میں یہ چیز درموں سے
فروخت ہوتی ہو تو درموں سے اندازہ کیجائیگی اور اگر دینار سے فروخت ہوتی ہو تو دینار سے اندازہ کیجاویگی اور
اگر دونوں سے فروخت ہوتی ہو تو قاضی کی رائے پر ہے ایسی اسکو چاہیے کہ جس نقد سے قیمت لگانے میں مغصوب منہ کا
نفع ہو اسی سے اندازہ کر کے ضمان کی ڈگری کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے
کی بکری غصب کر کے اسکا دودھ دوہ لیا تو دودھ کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر باندی غصب کی پس غاصب
کے پاس اسکے بچہ ہوا اسکو دودھ پلایا تو اسکے دودھ کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر گوشت غصب کر کے اسکو
بھون ڈالا یا پکایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ اسکا ہو گیا پس مالک کو اسکے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی
مسلمان کا انگور [illegible] اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مسلمان
کا سرکہ [illegible] اسکی قیمت کا ضامن ہوگا مسلمان

ف امام اول یعنی [illegible]

۲۰

گرنے کے اندازہ کرایا جاوے اور بدون اسکے اندازہ کرایا جاوے جسقدر دونون مین فرق ہو وہی دیوار کی قیمت ہوگی یہ
ذخیرہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کی مٹی کی دیوار گرادی پھر اسکو جیسی تھی ویسی ہی بنوادیا تو ضمان سے بری ہوگیا اور اگر
لکڑی کی تھی اور اسکو اسی لکڑی سے بنوادیا تو بھی بری ہوگیا اور اگر دوسری لکڑی سے بنوایا تو بری نہوگا کیونکہ لکڑی
لکڑی مین فرق ہوتا ہے مگر اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ دوسری لکڑی پہلی سے بہتر ہو تو بری ہوجائیگا یہ وجیز کردری مین
ہے۔ اگر کسی شخص نے مسجد کی دیوار گرادی تو حکم دیا جائیگا کہ اسکو برابر کرکے درست کردے یہ قنیہ مین ہے۔ درزی نے
ایک شخص کا کپڑا بگاڑ دیا اور مالک نے باوجود جاننے کے اسکو پہن لیا تو پھر تاوان نہین لے سکتا ہے یہ وجیز کردری
مین ہے۔ اگر غیر کی زمین سے مٹی اٹھائی پس اگر وہان مٹی کی کچھ قیمت نہو لیکن مٹی اٹھانے سے زمین ناقص ہوگئی تو
نقصان کا ضامن ہوگا اور اگر ناقص نہوئی تو کچھ ضامن نہوگا اور اسکو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ گڑھا پاٹ دے اگرچہ بعض
علما نے یہ حکم دیا ہے۔ اور اگر وہان مٹی کی قیمت ہو تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ زمین مین نقصان آگیا ہو یا نہ
آیا ہو۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین مین گڑھا کھودا جس سے اسکی زمین مین نقصان آگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا
اور واضح ہو کہ اس قول سے کہ جس سے اسکی زمین مین نقصان آگیا یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اگر اسکی زمین مین نقصان نہ آیا
تو کچھ ضامن نہوگا کذا فی الذخیرہ۔ اگر صراف نے مالک کی اجازت سے درمون کو پرکھا اور کسی درم کو دبایا جس سے
وہ ٹوٹ گیا تو اسپر ضمان نہین ہے مگر فتوی کے واسطے یہ مختار ہے کہ اگر مالک نے اسکو درم کے دباکر دیکھنے کا حکم کیا ہو تو
اسپر ضمان نہین ہے اور اگر حکم نہ کیا ہو مگر لوگ درمون کو ایسی طرح دباکر پرکھتے ہون تو بھی اسپر ضمان نہین ہے ورنہ اگر دباکر
نہین پرکھتے ہون تو ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر غیر شخص کا گوشت اسکی بلا اجازت پکایا تو ضامن ہوگا اور
اگر مالک نے گوشت دیگچی مین کرکے چولھے پر چڑھا دیا اور اسکے نیچے لکڑیان لگادین پھر ایک شخص نے آگ جلاکر گوشت
پکا دیا تو استحساناً ضامن نہ ہوگا اور اس جنس کے پانچ مسئلہ ہین ایک ان مین سے یہی مسئلہ ہے جو مذکور ہوا دوسرا
یہ ہے کہ اگر غیر شخص کے گیہون اسکی بلا اجازت چکی مین ڈالے تو ضامن ہوگا اور اگر مالک نے بیل چکی ہانکنے چلانے کے
لئے چکی مین گیہون بھر دیے اور بیل کو چکی مین باندھ دیا ہو پھر ایک شخص نے آکر بیل ہانک دیا اور گیہون پس گئے
تو ضامن نہ ہوگا۔ تیسرا یہ ہے کہ اگر غیر شخص کا برتن اسکی بلا اجازت اٹھا دیا اور وہ ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر
مالک نے خود اسکو اٹھا کر اپنی طرف جھکایا اور ایک شخص نے اٹھانے مین اسکی مدد کی اور اس بیچ مین وہ ٹوٹ گیا
تو ضامن نہ ہوگا۔ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے مالک کی بلا اجازت اسکے خچر پر بوجھ لادا اور وہ مر گیا تو ضامن
ہوگا اور اگر خود مالک نے لادا پھر راہ مین بوجھ گر پڑا اور غیر شخص نے اسکی بلا اجازت آکر لاد دیا اور جانور مر گیا تو ضامن
نہ ہوگا۔ پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی قربانی کا جانور اسکی بلا اجازت ذبح کر دیا پس اگر غیر ایام
قربانی مین ذبح کر دیا تو جائز نہین ہے اور ضامن ہوگا اور اگر ایام قربانی مین ذبح کیا تو جائز ہے اور وہ ضامن نہوگا
کیونکہ ایسے مسائل مین اجازت بدلالت ثابت ہوتی ہے اور حکم دلالت کا اسوقت تک اعتبار ہے جسوقت تک
صریح اسکے برخلاف نہ پایا جاوے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اسی جنس کے مسائل سے وہ مسئلہ بھی ہے جسکو امام محمد
نے مزارعت مین باب المزارعة التی یشترط فیہا المعاملة سے پہلے ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے چند لوگون کو اپنے
دار کے منہدم کرنے کے واسطے بلایا پھر ایک شخص نے اگر مالک کی بلا اجازت گرانا شروع کیا تو استحساناً ضامن

نہوگا پس اس جنس کے مسائل میں یہ اصل قرار پائی کہ جس کام کے کرنے میں لوگوں کا فعل باہم متفاوت نہیں ہوتا ہے اُسمیں ہر شخص کو استعانت بدلالت ثابت ہوتی ہے اور اگر ایسا کام ہو جسمیں لوگوں کا فعل متفاوت ہوتا ہے تو اُسمیں ہر شخص کو اجازت ثابت نہوگی چنانچہ اگر بکری ذبح کرنے کے بعد کھال کھینچنے کے واسطے لٹکائی اور ایک شخص نے اگر بلا اجازت مالک اُسکی کھال کھینچ دی تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک قصاب نے ایک بکری خریدی پس ایک شخص نے اگر اُسکو ذبح کر دیا پس اگر قصاب نے اُسکو پکڑ کر ذبح کرنے کے واسطے اُسکے پاؤں باندھ دیے ہوں تو ذبح کرنے والا ضامن نہوگا اور اگر پاؤں نہ باندھے ہوں تو ضامن ہوگا کذا فی الصغری۔ قلت ہذا اشارۃ الیہ فشافی وقد تعارف فیہ شد رجل الشاۃ للذبح وفیما الا فلا وانت تعلم ان المراد ان یفعل بہا فعلا ادل منہ قصد الذبح فی الحال فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر کسی شخص نے اپنے باغ انگور یا زراعت میں کوئی چوپایہ پایا ہوا پایا اگر اُسنے نقصان کر دیا تھا پس اُسکو باندہ رکھا یہانتک کہ وہ مرگیا تو ضامن ہوگا۔ اور اُسکو نکال دیا تو مختار یہ ہے کہ اگر اُسکو نکال کر ہانکا اور وہ مر گیا تو ضامن ہوگا اور نہ ہانکا فقط نکال دیا تو ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر کسی اجنبی کی زراعت سے کسی اجنبی کا چوپایہ نکالا تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے اور اگر اُس چوپایہ کو صرف اتنی دور تک ہانکا کہ وہاں اپنی زراعت سے بخوف ہوگیا تو ایسا حکم ہے کہ جیسے اُسنے اپنی زراعت سے فقط باہر نکال دیا یعنی ضامن نہوگا اور ہمارے اکثر شائخ کے نزدیک ضامن ہوگا۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر اپنی زراعت میں کوئی چوپایہ پایا اور باہر نکالا اور اُسنے بیمار روی کی تو جو مصیبت اُسکو پہونچیگی اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسکو نکال دینے کے بعد بہت دور تک پیچھا کیا اور وہ کہیں چلا گیا تو بھی ضامن ہوگا اور اگر اُسکو کسی اجنبی نے نکال دیا ہو تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ چرواہے نے اگر گائے خانہ یا شتر خانہ میں دوسرے شخص کی گائے دیکھکر ہانک دی کہ وہ گائے خانہ سے باہر ہو گئی تو ضامن نہوگا اور اگر گائے خانہ سے باہر ہونے کے بعد بھی اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا یہ محیط و فتاوی کبری میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زراعت میں دوسرے کا جانور دیکھکر اُسکو باہر نکال کر اس غرض سے ہانکا کہ اُسکے مالک تک پہونچا دے اور وہ راستہ میں مرگیا یا اُسکا پاؤں ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہم ایسے نہیں ہیں کہ اس روایت کو اختیار کریں ہم تو وہی روایت لیتے ہیں جو امام محمد رح سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا چوپایہ اپنی کھیتی میں چلا ہوا دیکھکر عمرو کو اس حال کی خبر دی اور اتنے میں چوپایہ نے کھیتی کو خراب کر دیا پس اگر زید نے اُسکو یہ حکم دیا کہ اپنا جانور کھیت سے باہر کر لے تو عمرو کچھ ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے غیر کی بچھیری کو اُسکی بلا اجازت ہانکا اور اُسکے نوجوان بچے کو بھیڑیا کھا گیا یا کہ وہ ضائع ہوگیا اور بچھیری اپنے مالک کے پاس واپس پہونچی پس اگر اُسنے بچھیری کو مع نوجوان بچے کے ہانکا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر بچہ بدون اُسکے ہانکنے کے خود گیا ہو تو ضائع ہونے سے ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر چرواہا گلہ کو زراعت سے اتنا قریب لیکر چلا کہ جانور چاہے تو کھیتی میں منہ ڈال کر کھا لے تو ایسی صورت میں اگر زراعت میں نقصان پہونچا تو چرواہا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر زید کا چوپایہ رات یا دن میں بدون زید کے چھوڑے ہوئے چھوٹ کر چلا گیا اور اُسنے کسی شخص کے کھیت میں نقصان پہونچا دیا تو ہمارے نزدیک مالک پر ضمان نہیں آتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ زید نے عمرو کو مزارعت یعنی بٹائی پر زمین دی اور تخم اور بیل دیئے اور عمرو نے بیل کسی چرواہے کو دیئے

اور وہ ضائع ہوگئے تو عمرو یا چرواہا کوئی ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ زید اپنی کھیتی کو سینچنا چاہتا تھا کہ عمرو نے اسکو زبردستی روکا یہانتک کہ زراعت خراب ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر مربط میں گاے کو دیکھکر کسی شخص غیر نے باہر نکال دیا اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن ہوگا نہ اور اگر زید نے عمرو کا مربط غصب کر کے آمین اپنے جانور باندھے پھر انکو عمرو نے باہر نکال دیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ زید عمرو کا قرضدار تھا سو روپیہ لیکر عمرو کے پاس اسکا قرضہ ادا کرنے آیا اور عمرو کو روپیہ پرکھنے کے واسطے دیا کہ اتنے میں عمرو کے ہاتھ سے وہ سب روپیہ تلف ہوگیا تو زید کا مال گیا اور قرضہ بحالہ باقی رہا کیونکہ پرکھنے میں عمرو زید کی طرف سے وکیل ہے پس اس صورت میں عمرو کا ہاتھ مثل زید کے ہاتھ کے ہے اور اگر زید نے زر قرضہ عمرو کو دیدیا اور کچھ نہ کہا پھر عمرو نے زید کو پرکھنے کیواسطے دیا اور زید کے ہاتھ میں تلف ہوگیا تو عمرو کا مال گیا کیونکہ عمرو اپنا حق پا چکا تھا پھر جو اسنے پرکھنے کو دیا تو زید اسکا وکیل ہوگیا پھر اسکے بعد اگر زید کے پاس سے تلف ہوا الخ یا عمرو کے پاس سے تلف ہوا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر غیر کی باندی سے جماع کیا کہ جس سے وہ مرگئی تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں غیاثیہ سے منقول ہے۔ زید کی بلی نے عمرو کا کبوتر مار ڈالا تو زید ضامن نہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ زید نے ایک بلی پکڑ کر عمرو کی مرغی یا کبوتر کی طرف پھینکی اور اس نے مرغی یا کبوتر کو دابکر مار ڈالا پس اگر زید کے پھینکنے پر اس نے پکڑا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر بعد پھینکنے کے اسنے پکڑکر مارا ہو تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ زید نے عمرو کا شیر یا بھیڑیا قتل کر دیا تو ضامن نہوگا اور اگر بندر قتل کیا تو ضامن ہوگا کیونکہ بندر گھر میں خدمت کرتا ہے اسکی قیمت ہوتی ہے پس بمنزلہ سگ کے ہوگیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر شراب یا سور تلف کر دی پس اگر کسی مسلمان کی تھی تو تلف کرنیوالے پر کچھ ضمان نہوگی خواہ تلف کرنیوالا مسلمان ہو یا ذمی ہو اور اگر ذمی کی تھی تو تلف کرنیوالا ضامن ہوگا خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو صرف فرق اسقدر ہے کہ اگر ذمی ہوگا تو اسپر مثل شراب کے شراب واجب ہوگی اور اگر مسلمان ہوگا تو شراب کی قیمت تاوان دیگا اور سور کے اتلاف میں دونوں کو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مسلمان یا ذمی نے ذمی کی سور تلف کر دی پھر طالب یا مطلوب یا دونوں مسلمان ہوگئے تو مطلوب تلف کنندہ اس ضمان سے جو اسپر لازم ہوئی تھی بری نہوگا۔ اور اگر ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کر دی اور قاضی نے اسپر اسکے مثل شراب تاوان واجب کی پھر طالب یا دونوں مسلمان ہوگئے تو بالاجماع مطلوب کے ذمہ سے تاوان ساقط ہوکر بری ہوجائیگا۔ اور اگر پہلے مطلوب مسلمان ہوا پھر اسکے بعد طالب مسلمان ہوا یا نہوا تو امام ابو یوسف کے قول کے موافق اور یہی امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے کہ مطلوب شراب کی ضمان سے بری ہوجائیگا اور مثل کی تحویل بجانب قیمت نہوگی اسیطرح اگر بعد قبضہ کے مسلمان ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر اہل قداوح بکری جسکے ذبح کے وقت سے بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ترک کیا تھا تلف کر دی تو ضامن نہ ہوگا کذا فی التاتارخانیہ

چوتھا باب۔ کیفیت ضمان کے بیان میں۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ زید نے عمرو کی طیلسان پھاڑ کر عمرو اسکو رفو کیا تو میں رفو کی ہوئی اور صحیح سالم دونوں طرح طیلسان کی قیمت اندازہ کرا کے جسقدر دونوں میں فرق ہو اسقدر زید سے عمرو کو مع طیلسان دلواؤنگا۔ زید نے اپنی ملک میں کنواں کھودا اور عمرو نے نکلی ہوئی مٹی سے اسکو پاٹ دیا تو فرمایا کہ میں کھودے ہوئے اور بے کھودے ہوئے دونوں کا خرچہ

سلہ ضامن ہوگا اگرچہ اپنی بکری دار کی واذیت دیتا ... مر ... یا دیگا اور اذیت ... کا ... نقصان ... ۱۲

اندازہ لگا کر دونون کا فرق دلوادیگا اور اگر اُسنے اپنی مٹی اُسمین ڈالی ہو تو اُسکو مجبور کر دیگا کہ نکال لیوے۔ اور اگر
اُسنے جنگل مین کھودا ہو پس اگر ہنوز پانی نہ نکلا ہو تو پاٹ دینے سے کچھ ضمان لازم نہ ہوگی اور اگر پانی نکل آیا ہو تو یہ
اُسکا مستحق ہو جائیگا کیونکہ وہ شبر عطن ہی یعنی اُس سے پانی پلا کر اونٹ بکری وغیرہ اُسکے گرد آرام پاوینگے پس اُسکا
پاٹ دینے والا اُسی حساب سے اندازہ کو لگا کر ضامن ہوگا جو پہلے مذکور ہوا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ کسی شخص نے
دوسرے کی دستاویز یا دفتر حساب پھاڑ ڈالا تو مشائخ نے گفتگو کی ہی کہ اُسپر کیا واجب ہوگا اور اصح قول یہ ہی کہ لکھی ہوئی
دستاویز کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کا بربط یا طنبورہ یا دف
وغیرہ آلات لہو کو توڑ ڈالا تو صاحبین کے نزدیک کچھ ضامن نہوگا۔ مگر امام اعظم رح کے نزدیک ضمان واجب ہوگی
اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک ضمان واجب ہوگی لیکن اگر امام وقت کے حکم سے توڑا ہو تو کچھ
ضمان نہین ہی اور امام قاضی صدر الاسلام نے فرمایا کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی کیونکہ لوگون مین کثرت سے فساد
پھیلا ہوا ہی اور امام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر مین ذکر کیا کہ امام اعظم رح کا قول بہ قیاس ہی اور صاحبین کا قول
باستحسان ہی۔ اور امام صدر الاسلام نے فرمایا کہ جب امام اعظم رح کے نزدیک ضمان واجب ٹھہری تو آلات لہو ہونے کی
وجہ کے اعتبار سے ضمان واجب ہوگی کہ جس وجہ پر ان آلات سے بطور صلاح انتفاع ممکن ہو اور ایسا ہی اختلاف تمرتاشی
وشرح ... مین ہی کیونکہ ممکن ہی کہ ان چیزون سے ترازو کا بانٹ بنایا جاوے۔ اور قدوری مین مسئلہ طنبور مین مذکور
ہی کہ کھدی ہوئی لکڑی کی قیمت کا ضامن ہوگا اور منتقی مین ہی کہ لکڑی کی لوح کے اعتبار سے قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط
وذخیرہ مین ہی۔ اور وہ طبل جو لڑکون کے بہلانے کو بجایا جاتا ہی اسکے تلف کرنے سے بلا اختلاف ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ
مین ہی۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک مسلمان نے کچی اینٹین نقشی تلف کر ڈالین پس اگر نقش مین جاندار کی صورتین
نہی ہون تو غیر منقوش اینٹون کا ضامن ہوگا اور اگر سرکٹی ہوئی تصویرین ہون تو نقشی اینٹون کا ضامن ہوگا کیونکہ
ایسی تصویرین بمنزلہ درختون کے نقش کے حرام نہین ہین۔ اور اگر ایسا فرش جسمین آدمیون کی صورتین بنی ہوئی
تھین جلا دیا تو نقشی بساط کا ضامن ہوگا اسلیے کہ فرش مین تمثال حرام نہین ہی اسلیے کہ فرش روندا جاتا ہی یہ محیط
سرخسی مین ہی۔ ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ اگر کسی نے دوسرے کا دروازہ جسپر جاندار
کی تصویرین کھدی ہوئی تھین جلا دیا تو فرمایا کہ میرے قول کے موافق بے نقش دروازہ کی قیمت کا ضامن ہوگا
اور اگر دروازہ کے مالک نے تصویرون کے سر کاٹ ڈالے ہون تو بمنزلہ تصویر درخت کے نقشی دروازہ کی
قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی اگر کسی نے ایسا گھر جسمین رنگ سے جاندار کی تصویرین بنی ہوئی تھین ڈہا دیا تو گھر
کی قیمت اور فقط رنگ کی قیمت کا ضامن ہوگا تصویر کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ گھر مین ایسی تصویرون کا
رکھنا شرع مین حرام ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر چاندی کا ایسا برتن جسپر جاندار کی پوری تصویرین ہون تلف
کر دیا تو اسپر بے تصویر برتن کی قیمت واجب ہوگی اور اگر تصویرین جاندار کی بے سر ہون تو با تصویر برتن کی قیمت کا
ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر مغنیہ باندی کو قتل کیا تو غیر مغنیہ باندی کی قیمت کا ضامن ہوگا لیکن اگر ایسا
مغنیہ ہونے کے قیمت مین نقصان آتا ہو تو یہ عیب قرار دیا جائیگا اور حق غاصب مین اسکا اعتبار کیا جائیگا یہ سراج
الوہاج مین ہی۔ قال المترجم المراد بالقتل استجارۃ انہ قبضہا ثم قتلہا حتی تحقق الغصب فتامل اور اگر باندی خوش آواز ...

اُسکے تاوان قیمت میں خوش آوازی معتبر ہوگی۔ اور اگر کبوتر یا قمری خوش آوازی سے بولتی ہو تو اُسکی قیمت اُسکے اعتبار
سے اندازہ کیجاویگی۔ اور اگر کبوتر دور سے اڑا آتا ہو تو قیمت لگانے میں اُسکا اعتبار نہ کیا جائیگا اور اگر ایسا گھوڑا ہو جسپر
گھوڑدوڑ میں آدمی سبقت لیجاتا ہو تو سبقت … اُسکی قیمت لگائی جائیگی اور اگر ایسا ہو کہ خوب اڑتا ہو تو اڑان پر اُسکی قیمت
نہیں لگائی جائیگی اور اسیطرح جو چیز بلا تعلیم ہو اُسکا یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر لڑانے کا مینڈھا یا لڑائی کا مرغ تلف
کر دیا تو اس صفت کے ساتھ اُسکی قیمت نہیں لگائی جائیگی اسواسطے کہ یہ صفت دونوں میں حرام ہے کہ اُسکے مقابلہ میں کچھ
قیمت نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اخروٹ کے درخت میں چھوٹے چھوٹے تر و تازہ اخروٹ پھلے اور کسی شخص نے اُن
پھلوں کو تلف کر دیا تو درخت کے نقصان کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ یہ پھل اگرچہ کچھ قیمت نہیں رکھتے اور نہ مال میں حتی
کہ درخت پر رہنے کی صورت میں اُنکے تلف کرنے سے ضمان نہیں آتی ہے ولیکن درخت پر اُنکے تلف کرنے سے درخت
میں نقصان پیدا ہوتا ہے پس لحاظ کیا جائیگا کہ ان پھلوں سمیت اس درخت کی کیا قیمت اُٹھتی تھی اور بدون اُنکے کیا
قیمت اُٹھتی ہے پس جسقدر دونوں قیمتوں میں فرق ہو اسقدر ضامن ہوگا اسیطرح اگر موسم بہار میں درخت پر کلیاں آئیں
اور کسی شخص نے اُنمیں ایسا نقصان کر دیا کہ اُسکی کلیاں جھڑ گئیں تو اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی کے درخت
کی شاخ توڑ ڈالی اور شاخ کی قیمت قلیل ہے تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے پورے درخت کے نقصان کی ضمان لے لے
اور وہ شاخ شکستہ توڑنیوالے کو دیدے یا بدون شاخ کے درخت کے نقصان کی ضمان لیکر شاخ شکستہ خود لے لے
یہ ملتقط میں ہے۔ ذخیرہ میں لکھا ہے کہ باغ انگور کے درخت کاٹ ڈالے تو قیمت کا ضامن ہوگا اسلیے کہ اُسنے غیر شی کو تلف کیا ہے
پھر قیمت پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ باغ انگور مع درختوں کے اندازہ کیا جاوے اور یہی باغ انگور درخت کٹا ہوا لیکن
بدون درخت کے اندازہ کیا جاوے پس جسقدر دونوں قیمتوں میں فرق ہو وہی درختوں کی قیمت ہوگی پھر اسکے بعد
مالک کو اختیار ہوگا چاہے کٹے ہوئے درخت ضامن کو دیکر اس سے یہی قیمت لے لے یا کٹے ہوئے درخت خود لے لے
اور قیمت میں سے ان درختوں کی قیمت منہا کرکے باقی قیمت لے لیگا۔ ایک شخص نے دوسرے کا لگایا درخت بدون
اُسکی اجازت کے قطع کر دیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قطع کرنیوالے کو وہ درخت دیکر اس سے لگے ہوئے درخت
کی قیمت تاوان لے۔ اور اُسکی قیمت پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ گھر کی … لگے ہوئے درخت کے قیمت اندازہ کیجاوے اور
گھر کی بدون درخت کے قیمت اندازہ کیجاوے پس جسقدر دونوں قیمتوں میں فرق ہو وہی درخت قائم کی قیمت قرار پائیگی
یا درخت اپنے پاس رکھے اور اس شخص سے بقدر نقصان درخت کے لیکن درخت قائم کو قطع کر دیا ہے بقدر نقصان کی
قیمت لے اسواسطے کہ اُسنے قیام درخت کو تلف کیا ہے کہ نقصان کیا ہے اور اس نقصان کے دریافت کرنے کا یہ طریقہ
ہے کہ جیسا ہمنے طریقہ مذکورہ سابقہ سے درخت … قیمت دریافت کرکے
جسقدر دونوں میں فرق ہو وہی مقدار نقصان قیام ہے اور اگر … کی قیمت برابر ہو تو وہ
شخص کچھ ضامن نہ ہوگا یہ کبریٰ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین سے خشک درخت کاٹ کر تلف کر دیا تو
اُسپر حطب کی قیمت واجب ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص ایک تنور پر آیا اور وہ تنور خوب سے گرم کیا گیا تھا
پس اُسنے اُسمیں پانی ڈال دیا تو اُسنے تنور کے سرد ہونے کے … دونوں اعتبار سے قیمت دریافت کرکے جسقدر دونوں میں
فرق ہو اسقدر ضامن ہوگا۔ اور واقعات ناطفی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے تنور کا منہ کھول دیا یہانتک کہ

تنور سرد ہو گیا تو اسپر اُسقدر لکڑیون کی قیمت واجب ہوگی جسقدر سے تنور گرم کیا گیا تھا اور ممکن ہے کہ یون کہا جاوے کہ تنور مسجور ایسا کہ بدون دوبارہ گرم کرنے کے اُس سے انتفاع حاصل کیا جاوے کتنے کو اجارہ لیا جاتا ہے کا پس اُسی قدر کا ضامن ہوگا یا دیکھا جائیگا کہ اُسکی اجرت مسجور ہونے کی اور غیر مسجور ہونے کی حالت مین کسقدر ہے پس جسقدر دونون مین فرق ہے وہ مقدار نقصان ہوگی کذا فی المحیط - ایک شخص نے دوسرے کے تنور کا منھ کھول دیا یہانتک کہ وہ سرد ہو گیا تو اسپر اُسقدر لکڑیون کی جس سے تنور گرم کیا گیا تھا قیمت واجب ہوگی اور امام ظہیر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ تنور مسجور انتفاع حاصل کرنے کے واسطے قبل از انکہ دوبارہ گرم کیا جاوے جتنے کو اجارہ لیا جاوے اسیقدر مقدار کا ضامن ہوگا یا اُسکی اجرت حالت مسجور ہونے کی اور اجرت حالت غیر مسجور ہونے کی دیکھکر جسقدر دونون اجرتون مین فرق ہو اُسقدر مقدار کا ضامن ہوگا کذا فی الظہیریہ - اگر کسی شخص نے دوسرے کی قمیص پر دھبا ڈالی تو اس قمیص کی میلی ہوئی اور میلی نہ ہوئی کے اعتبار سے قیمت لگا کر بقدر فرق کے ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اگر کوئی کنوان خاص ہو یعنی کسی خاص شخص یا قوم کا ہو اور اُس مین نجاست ڈالدی تو کنوان تمام اُلچوانے کا ضامن نہوگا مگر بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور اگر عام کنوان ہو تو حکم دیا جائیگا کہ اسکو بالکل اُلچوا دے کذا فی القنیہ قال المترجم شرح البرجندی کنوان تمام اُلچوانے سے یہ مراد ہے کہ موافق مسئلہ مفتی بہا کے پانی کا حکم دیا جاوے - واللہ اعلم

پانچوان باب دو شخصون کے مال کو یا غیر کے مال کو اپنے مال کے ساتھ خلط کرنے یا بدون خلط کے مختلط ہو جانے کے بیان مین

غاصب نے اگر مال مغصوب کو اپنے مال یا غیر کے مال کے ساتھ خلط کر دیا تو اسکی دو قسمین ہین خلط ممازجت اور خلط مجاورت پھر خلط ممازجت کی دو قسمین ہین ایک یہ کہ تقسیم سے دونون تمیز ممکن نہو اور دوسری یہ کہ اس طور سے تمیز ممکن ہو پس اگر ایسا خلط ہو کہ تقسیم سے تمیز ممکن نہو جیسے روغن بادام کو روغن زیتون کے ساتھ خلط کیا یا آرد گندم کو آرد جو مین ملا دیا تو ملانے والا ضامن ہوگا اور بالاجماع موجود مخلوط سے مالک کا حق منقطع ہو جائیگا اور اگر تقسیم سے تمیز ممکن ہو جیسے ایک جنس کو اُسی جنس مین ملایا مثلاً گیہون کو گیہون مین یا دودھ کو دودھ مین ملایا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے اپنے حق کے مثل ضمان لے یا اس مخلوط مین شریک ہو جاوے پس موافق اپنے حق کے باہم تقسیم کر لینگے - اور خلط مجاورت کی بھی دو قسمین ہین ایک یہ کہ بلا کلفت و مشقت جدا کرنا ممکن ہو اور دوسری یہ کہ مشقت و کلفت کے ساتھ علیحدہ کرنا ممکن ہو پس اگر ایسی صورت ہو کہ بلا کلفت و مشقت جدا کرنا ممکن ہو جیسے درہم و دینار کا خلط کیا یا دراہم سفید کو سیاہ کے ساتھ مخلوط کیا تو ملانے والا ضامن نہوگا اور مالک کو جدا کر کے دیا جائیگا اور اگر بتکلیف و مشقت سے تمیز ممکن ہو جیسے گیہون و جو کے خلط مین ہے تو کتاب مین مذکور ہے کہ غاصب سے ضمان لیگا اور مالک کو خیار حاصل ہونا صریح مذکور نہیں ہے مگر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مالک کو خیار حاصل ہوگا چاہے شرکت کر لے جیسا صاحبین کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک تاوان ہی لیگا شریک نہو جائیگا اسواسطے کہ گیہون دانہاے جو سے خالی نہیں ہوتے ہین پس گویا اُسنے جنس کو جنس مین خلط کیا ہے پس امام کے نزدیک مالک کا حق منقطع ہوگا اور غاصب اُسکا مالک ہو جائیگا - اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ بالاتفاق سب کے نزدیک مالک کو خیار حاصل ہوگا اور بعض نے

فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق سب کے نزدیک اُسکے ساتھ مخلوط میں شریک نہ ہوگا - اور اگر غاصب ایک شخص نے زید
کے گیہوں و عمرو کے جو باہم خلط کر کے غائب ہو گیا پس اگر زید و عمرو نے باہم صلح کر لی کہ اس مخلوط کو ایک شخص ہم
دونوں میں سے لیکر دوسرے کو اُسکی ناپ کے مثل جنس یا اُسکی قیمت ضمان دیدے تو جائز ہے اسواسطے کہ مخلوط
موجود دونوں میں مشترک ہے اور مخلوط مشترک میں سے اگر ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت
کرے تو جائز ہے - اور اگر دونوں نے صلح نہ کی تو دونوں اُسکو فروخت کریں اور ثمن کو باہم اس طرح تقسیم کریں کہ
زید جو ملے ہوئے گیہوں کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور عمرو گیہوں ملے ہوئے جو کی قیمت کے حساب
سے شریک نہ کیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے - منتقے میں بروایت ہشام رح امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر
زید کے پاس ستو اور عمرو کے پاس روغن یا زیتون کا تیل ہے اور بکر نے دونوں آدمیوں کو مضبوط باندھ کر عمرو کا روغن
یا تیل زید کے ستوؤں میں ملا یا تو زید مثل روغن یا روغن زیتون کے عمرو کو تاوان دیگا یعنی اُسکے روغن یا تیل کے
برابر ناپ کر تاوان دیگا یہ محیط میں ہے - اگر بدون کسی شخص کے ملانے کے ایک شخص کا آٹا دوسرے کے
آرد گندم میں مل گیا تو مخلوط فروخت کر کے اُسکے ثمن میں ہر ایک اپنے مال کی قیمت ملی ہوئی کے حساب سے شریک
کیا جائیگا کیونکہ یہ نقصان کسی شخص کے فعل سے نہیں ہوا ہے پس کوئی شخص بہ نسبت دوسرے کے ضامن ہونے
میں مرجح نہیں ہو سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے - اگر ردی چیز کو کھری چیز میں ملا دیا تو کھری کے مثل ضامن ہوگا
اور اگر ردی قلیل ہو تو جسقدر ملائی ہے اُسکے حساب سے دونوں شریک ہونگے اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر کسی
شخص نے دوسرے کے اناج میں پانی ڈال کر اُسکو بگاڑ دیا اور اسکا اندازہ بڑھ گیا یعنی کیل میں زیادتی ہو گئی
تو اناج والے کو اختیار ہوگا کہ قبل پانی ملانے کے جو کچھ اُسکی قیمت تھی اُسقدر تاوان لے اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے
اناج کے مثل تاوان لے اسی طرح اگر روغن یا روغن زیتون میں پانی ڈال دیا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے
کہ بھیگے ہوئے اناج کا یا جس تیل میں پانی ملا دیا ہے اُسکا کچھ مثل نہیں ہے پس قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ نہیں جائز
ہو سکتا ہے کہ پانی ملانے سے پہلے جو کچھ مقدار پیمانہ کے حساب سے اناج یا روغن کی تھی اسقدر ضمان لے اسواسطے
کہ غاصب کی طرف سے قبل اُسکے غصب متحقق نہیں ہوا ہاں اگر اُسنے پہلے غصب کر کے پھر پانی ڈال دیا ہو تو
تب اُسکے مثل واجب ہوگا یہ محیط میں ہے - اگر کسی شخص نے کھرے درم اور زیوف درم ایک میں ملا دیے پس
اگر یہ امر معلوم ہو جاوے کہ کھرون میں کھوٹے اور کھوٹون میں کھرے درم تھے تو ملانے والا ضامن ہوگا اسواسطے
کہ درحقیقت تمییز کرنا متعذر رہی اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ کھرون میں کوئی کھوٹا نہ تھا اور نہ کھوٹون میں کھرا
تھا تو ضامن نہ ہوگا اسواسطے کہ کھرے و کھوٹے کو الگ کر لینا ممکن ہے پس خلط سے استہلاک نہ ہوگا یہ محیط سرخسی
میں ہے - ایک شخص کے ہاتھ میں کچھ درم تھے وہ اُنکو دیکھ رہا تھا کہ اُسمیں سے کچھ درم غیر شخص کے درمون
میں گر کر مخلوط ہو گئے تو جسکے ہاتھ سے درم گرے ہیں وہ غاصب و ضامن ہوگا اور یہ فعل اُسکی طرف سے جرم
قرار دیا جائیگا اگرچہ اُسنے عمداً نہیں کیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر کسی شخص کا ترنج دوسرے کے شیشے میں گھس
گیا تو دیکھا جائیگا کہ کسکی زیادہ قیمت ہے پس زیادہ قیمت والے کو حکم دیا جائیگا کہ دوسرے کو اُسکے مال کی قیمت ادا
کرے اور اگر کسی شخص نے ایک شخص کا ترنج دوسرے کے شیشے میں داخل کر دیا تو ہر ایک مالک کو اُسکے

مال کی قیمت ادا کریگا اور کسی مالک کو کچھ اختیار نہ ہوگا کیونکہ اُسنے دونوں کا مال تلف کر دیا ہی پھر وہ تریخ مع تار بورہ اُسکا ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر اونٹ کسی شخص کا موتی نگل گیا اور موتی بیش قیمت ہی یعنی اونٹ سے زیادہ قیمت کا ہی تو موتی کے مالک کو اختیار ہوگا کہ اونٹ والے کو اونٹ کی قیمت دیدے اور اگر موتی کی قیمت یون ہی خفیف ہو یعنی ایک درم یا اُس سے کم ہو تو اونٹ کے مالک پر کچھ واجب نہوگا - ایک شخص دوسرے کا موتی نگل گیا اور مر گیا تو موتی کی ضمان اُسکے ترکہ مین سے دیجائیگی اگر اُسنے ترکہ چھوڑا ہو اور اگر کچھ مال نہ چھوڑا تو موتی کے واسطے اُسکا پیٹ چاک نکیا جائیگا اور اگر موتی نگل جانے کے بعد زندہ موجود ہو تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسقدر انتظار نہ کیا جائیگا کہ اُسکے پیٹ سے باہر نکلے - اور اگر زید کے ملک مین ایک کدو کا درخت اُگا اور اُسکا پھل عمرو کے مٹکے مین لٹکا اور مٹکے کے اندر بڑا ہو گیا حتے کہ بدون مٹکا توڑے نکل نہین سکتا ہی تو یہ صورت بمنزلہ ایسی صورت کے ہی کہ کسی کی مرغی دوسرے کا موتی نگل گئی پس دیکھا جائیگا کہ دونون مالون مین سے کس مال کی زیادہ قیمت ہی پس زیادہ قیمت والے سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے دوسرے کو اُسکے مال کی قیمت دیدے اور وہ مال تیرا ہو جائیگا اور اگر اُسنے انکار کیا تو وہ مٹکا یون ہی فروخت کیا جائیگا اور اُسکی بیع دونون پر نافذ ہوگی پھر اُسکے ثمن مین دونون اپنے حق کے موافق حصہ دار ہو جاوینگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر کرایہ کے مکان مین کرایہ دار کا کوئی مٹکا ایسا ہو کہ بدون کسی قدر دیوار توڑے اُسکا نکالنا ممکن نہو تو دونون چیزون پر لحاظ کیا جائیگا کہ جسقدر دیوار ٹوٹتی ہی وہ زیادہ قیمت کی ہی یا مٹکا کذا فی المحیط - اور اگر درم یا موتی کسی شخص کی دوات مین گھس گیا اور اب بدون دوات توڑے وہ نہین نکلتا ہی پس اگر موتی یا درم بہ نسبت دوات کے زیادہ قیمت کا ہی اور دوات کے مالک کی حرکت سے اُسمین گھس گیا ہی تو دوات توڑی جاویگی اور جسکا موتی یا درم ہی اُسپر کچھ تاوان لازم نہوگا اور اگر موتی یا درم کے مالک کے فعل سے یا بدون اُسکے فعل کے گھس گیا ہی تو بھی دوات توڑی جاویگی اور موتی یا درم کا مالک دوات کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ چاہے تو صبر کرے یہان تک کہ دوات خود ہی ٹوٹے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کسی شخص کے چوپایہ نے دوسرے کی ہانڈی مین جو بہ نسبت چوپایہ کے کم قیمت ہی سر ڈال دیا اور اب بدون ہانڈی توڑے اُسکا سر نہین نکلتا ہی تو چوپایہ کا مالک مختار ہی کہ دوسرے کو اُسکی ہانڈی کی قیمت ادا کرکے ہانڈی کا مالک ہو جاوے اور اُسکے نظائر بہت ہین کہ زیادہ قیمت کے مال والے کو اختیار ہی کہ کم قیمت کے مال والے کو قیمت ادا کرکے اُسکا مالک ہو جاوے اور اگر دونون کی قیمت برابر ہو تو دونون چیزین فروخت کیجاوینگی اور بیع اُن دونون پر نافذ ہوگی اور دونون اُسکا ثمن باہم تقسیم کر لینگے - امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ زید کا موتی عمرو کے آٹے کے ڈھیر مین گر پڑا تو فرمایا کہ اگر آٹے کے لوٹ پوٹ کرنے مین ضرر ہو تو مین اُسکو لوٹ پوٹ کرنے کا حکم نہ دونگا اور موتی کا مالک منتظر رہیگا یہان تک کہ ایک مرتبہ سے آٹا ایکبار یا بعد دوسری بار کے فروخت ہو جاوے اور اگر لوٹ پوٹ کرنے مین ضرر نہو تو حکم دونگا کہ لوٹ پوٹ کرکے تلاش کر لے اور شیخ بشر رحمہ نے (جو امام ابو یوسف کے شاگرد و راوی ہین) فرمایا کہ وہی لوٹ پوٹ کریگا جو موتی تلاش کرتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک اونٹ کا بچہ ودیعت رکھا اور مستودع نے اُسکو اپنے گھر مین داخل کر لیا یہان تک کہ وہ رہتے رہتے بڑا ہو گیا پھر یہ نوبت پہونچی کہ بدون دروازہ اُکھاڑے وہ نکل نہین سکتا ہی تو مودع کو اختیار ہوگا چاہے اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کی غرض سے مودع کو اُسکی قیمت

اس روز کی قیمت کے حساب سے جس دن وہ ایسا ہو گیا تھا کہ نکل نہیں سکتا تھا دیدے یا اپنا دروازہ اکھاڑ کر مودع
کو اسکا اونٹ کا بچہ واپس کر دے اور شیخ صدر الشہید رحمہ اللہ نے اپنے واقعات میں فرمایا کہ اس مسئلہ میں جو حکم مذکور ہے
اسکی اسطرح تاویل کرنی واجب ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب گھر میں سے جسقدر منہدم کرنا پڑتا ہے اسکی قیمت اونٹ کے
بچہ کی قیمت سے زائد ہو اور اگر اونٹ کے بچہ کی قیمت اس سے زائد ہو اور مستودع نے اونٹ کا بچہ نکالنے کے واسطے
دروازہ اکھاڑنے سے انکار کیا تو واجب ہے کہ شتر بچہ کے مالک کو حکم دیا جاوے کہ گھر سے جسقدر منہدم ہوتا ہے اسکی
قیمت مستودع کو دیکر شتر بچہ کو باہر نکال لے اور کتاب الحیل میں ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ مستودع نے اپنے گھر میں
ودیعت کا شتر بچہ داخل کر لیا ہو اور اگر کوئی گھر مستعار لیکر اسمیں شتر بچہ داخل کیا ہو یہانتک کہ وہ بڑا ہو گیا اور باقی مسئلہ
بحالہ رہے تو شتر بچہ کے مالک سے کہا جائیگا کہ اگر تو اپنے شتر بچہ کو نکال سکے تو نکال لے ورنہ اسکو ذبح کر کے ٹکڑے
ٹکڑے کر کے نکال لے اور اگر ودیعت میں تغیر پا گیا ہو لیکن اگر دروازہ گرانے کا ضرر نقصان فاحش ہو تو بھی یہی حکم ہوگا
اور اگر یسیر قلیل ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دروازہ سے نکال لے اور جو کچھ نقصان دروازہ میں آوے اسکا تاوان
دیدے اور یہ ایک طرح کا استحسان ہے یہ محیط میں ہے اور واقعات ناطفی میں ہے کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک کے پاس
مشاجہ ہے انمیں سے ایک شخص نے دوسرے کے مشاجہ میں سے کچھ برف لیکر اپنے مشاجہ میں ڈال لیا تو اسکی دو صورتیں ہیں
یا تو جسکے مشاجہ سے برف لیا ہے اسنے کوئی ایسی جگہ بنائی تھی جہاں بدون جمع کیے ہوئے برف جمع ہو جاتا تھا یا ایسی جگہ تھی جہاں
اسکو برف جمع کرنے کی حاجت پڑتی تھی پس اول صورت میں اس شخص کو جسکے مشاجہ سے برف لیا ہے اختیار ہوگا کہ لینے
والے کے مشاجہ سے اپنا برف اگر جدا ہو تو لے لیوے اور اگر دوسرے برف سے مخلوط کر دیا ہو تو جسقدر مخلوط کیا ہے جس دن
کے حساب سے اسکی قیمت لے لے اور دوسری صورت میں مسئلہ دو قسم پر ہے ایک یہ کہ لینے والے نے اس شخص کے
مشاجہ میں سے نہیں لیا بلکہ اسکی حد میں سے لیا اور دوسری یہ کہ اسکے مشاجہ میں سے لیا پس پہلی قسم میں برف
اسی کا ہے جس نے اسکو لیا ہے اور دوسری قسم میں حکم وہی ہے جو اول صورت میں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے
اپنا مال دوسرے کے مال میں مخلوط کر دیا تو ضامن ہوگا [illegible] اسنے جسکو اسکے موکل نے ہزار درم اپنے
واسطے اسباب خریدنے کو دیے [illegible] اپنے درموں میں مخلوط کر کے سب درموں سے کوئی اسباب خریدا
تو یہ اسباب ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اسکو ابن سماعہ نے امام محمد رح سے ذکر کیا ہے۔ اور امام محمد رح
نے فرمایا کہ اگر زید نے عمرو کو دو درم دیے اور بکر نے اسکو ایک درم دیا اور دونوں نے اسکو مخلوط کرنے کیواسطے حکم
دیدیا اور اسنے تینوں درم مخلوط کر دیے پھر انمیں ایک درم ستوق پایا تو اس باب میں کہ یہ درم زید کا ہے یا بکر کا ہے عمرو
امین کا قول قبول ہوگا اور اگر عمرو امین نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ کس کا ہے تو میں امین سے اسکی ضمان لونگا اگرچہ
امین نے اسکو دونوں کی اجازت سے مخلوط کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

چھٹا باب۔ غاصب سے مال مغصوب کے استرداد کے وجوہ صورتوں میں غاصب ضمان سے بری ہوتا ہے اور جنمیں
نہیں بری ہوتا ہے انکے بیان میں۔ شیخ کرخی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر مغصوب منہ نے مال مغصوب میں ایسی بات
کی جس سے غاصب قرار دیا جاتا ہو پس اگر یہ بات مالک سے غیر میں واقع ہوئی تو غصب کا پھیر لینے والا قرار دیا جائیگا اور
اس سے غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا اور اسکی یہ صورت ہے کہ مثلاً مغصوب سے خدمت کی اسواسطے کہ محل

دلیل [illegible] ۱۲

[illegible]

پر اپنا قبضہ مقرر کر کے غاصب ہوا پس جب اُسنے ایسی بات کی کہ جس سے غاصب ہو جاتا ہے تو مملوک پر اُسنے اپنا قبضہ قائم کیا اور مالک کا قبضہ قائم ہونا غاصب سے ضمان ساقط ہونے کا موجب ہے خواہ مالک اسکو پہچانے یا نہ پہچانے اسلیے کہ یہ حکم تو سبب پر مبنی ہوتا ہے نہ علم پر اور ایسی حالت میں غاصب پہلے غصب کی وجہ سے غاصب نہ رہیگا ہاں اگر پھر اسکے بعد کوئی غصب کا فعل کرے تو غاصب ہوگا اسی طرح اگر غاصب نے غصب کیا ہوا کپڑا مالک کو پہنایا اور اُسنے پہن لیا حتے کہ پھٹ گیا تو بھی یہی حکم ہے خواہ مالک اُسکو پہچانے یا نہ پہچانے اور اسی طرح اگر مالک سے وہ کپڑا فروخت کیا یا اسکو ہبہ کر دیا یہاں تک کہ اُسنے پہن لیا اور پھٹ گیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر غاصب نے اناج غصب کر کے مالک کو کھانے کو دیا اور اُسنے کھا لیا تو بھی یہی حکم ہے خواہ مالک نے اُسکو جانا ہو یا نہ جانا ہو اسیطرح اگر مالک خود غاصب کے گھر میں آیا اور وہی اناج جو غاصب نے غصب کیا تھا خود کھا لیا خواہ پہچانا ہو یا نہ پہچانا ہو تو بھی یہی حکم ہے غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا اور اگر غاصب نے آٹے کی روٹیاں پکا کر یا گوشت کو بھون کر پھر مالک کو کھلا دیا تو ضمان سے بری نہ ہوگا اسواسطے کہ مالک نے مال مغصوب اپنی [یعنی مغصوب جو تھا ہو اس] صورت میں اپنا قبضہ ثابت نہیں کیا۔ اور اگر مغصوبہ باندی غاصب کے پاس ایک آنکھ سے معذور ہو گئی یا اُسکا دانت گر گیا پھر غاصب نے مالک کو واپس کر دی پھر مالک کے پاس اُسکی آنکھ کا عذر زائل ہو گیا یا دانت جم آیا تو اُسکی ضمان سے غاصب بری ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کوئی غلام غصب کیا پھر اُسکی آنکھ میں پھلی پڑ گئی پھر غاصب نے مالک کو واپس دیا اور مالک نے اس نقصان کا جرمانہ لے لیا پھر مالک نے اُسکو فروخت کیا اور مشتری کے پاس اُسکی آنکھ صاف ہو گئی تو جسقدر مالک نے آنکھ کے نقصان کا جرمانہ غاصب سے لیا ہے اسکو غاصب واپس لیگا اسواسطے کہ جرم کا اثر زائل ہو گیا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا دار غصب کیا پھر مالک سے اُسکو کرایہ پر لیا حالانکہ وہ دار دونوں کے مقبوضہ میں نہیں ہے تو ضمان سے بری نہ ہوگا اور اگر غاصب اُسمیں رہتا ہو یا اسمیں رہنے پر قادر ہو تو ضمان سے بری ہو جائیگا کیونکہ اُسپر کرایہ واجب ہو گیا یہ چیز کردری میں ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ عمرو کے غصب کیے ہوئے غلام کو عمرو سے اپنی کوئی دیوار معلوم بنانے کیواسطے اجارہ پر لیا تو جبتک وہ غلام دیوار کا کام شروع نہ کرے تب تک اُسکی ضمان میں رہیگا پھر جب دیوار کا کام شروع کریگا تب سے غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا اسی طرح اگر مالک سے خدمت کیواسطے اجارہ لیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ نے جامع میں فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا پھر مالک سے اسکو اجارہ پر لیا تو صحیح ہے اور مستاجر فقط عقد ہی سے قابض قرار دیا جائیگا اور ضمان غصب سے بری ہو جائیگا اسواسطے کہ قبضہ غصب قبضہ اجارہ کا نائب ہوگا اسلیے کہ جب قبضہ غصب قبضہ خرید کا نائب ہوتا ہے تو بدرجہ اولی قبضہ اجارہ کا نائب ہوگا پس جب فقط عقد ہی سے بطریق اجارہ قابض قرار دیا گیا تو وہ غاصب نہ رہیگا بلکہ امین ہو جائیگا اور ضمان مرتفع ہو جائیگی اور پھر ضمان عود نہ کریگی مگر جبکہ دوبارہ کوئی تعدی کرے یعنے پھر کوئی فعل موجب ضمان صادر ہو پس اگر مدت اجارہ میں غلام مر گیا تو امانت میں مرا اور جسقدر مدت گذری ہو اُسکی اجرت غاصب پر واجب ہوگی اور باقی ساقط ہو جائیگی پھر اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور غلام زندہ موجود ہے تو ضمان عود نہ کریگی یعنے مال مضمون نہ ہو جائیگا۔ اور منتقی میں ہے کہ اگر کسی شخص سے غلام غصب کر کے پھر اُس سے کسی کام کیواسطے اجارہ لیا تو جسوقت غلام اُس کام کو شروع کریگا اُسوقت غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا اسواسطے کہ غاصب

پر اجرت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مال مغصوب کو مالک نے غاصب کو عاریت دیا تو غاصب فقط اتنے سے بری نہو جائیگا حتی کہ اگر قبل استعمال کے وہ مال تلف ہوگیا تو غاصب پر اسکی ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر مالک نے غاصب سے کہا کہ میں نے مال مغصوب تیری ودیعت میں دیا پھر وہ مال غاصب کے پاس تلف ہوگیا تو غاصب ضامن ہوگا اسواسطے کہ ضمان سے بری کرنا صریحًا نہیں پایا گیا اور عقد ودیعت وحکم بحفاظت دونوں ضمان غصب کے منافی نہیں ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ واضح ہو کہ مغصوب منہ نے اگر مغصوبہ باندی کا نکاح کر دیا تو امام ابو یوسف کے قیاس پر غاصب فی الحال ضمان سے بری ہو جائیگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نہیں بری ہوگا اور یہ اختلاف فرع اختلاف بیع ہے آیا نکاح کرنے سے مالک قابض ہو جائیگا یا نہیں۔ اور اگر اسکے شوہر نے اس سے وطی کرلی تو بالاجماع غاصب بری ہو جائیگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر مغصوب منہ نے مغصوب کو کوئی کام سکھلانے کیواسطے غاصب کو اجیر مقرر کیا تو جائز ہے مگر وہ غاصب کے پاس اسی طرح مضمون رہیگا کہ اگر یہ کام سیکھنا شروع کرنے سے پہلے یا بعد مرگیا تو غاصب ضامن ہوگا اسی طرح اگر غاصب کو مغصوب کپڑے کے دھونے کیواسطے اجیر مقرر کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے گیہوں غصب کرکے پھر عمرو کو دیئے کہ میرے واسطے ان کو پیس دے اسنے پیسے پھر اسکو معلوم ہوا کہ یہ وہی میرے گیہوں ہیں تو اسکو اختیار ہوگا کہ آٹا سب واسطے اپنے رکھے اسی طرح اگر عمرو کا سوت غصب کرکے پھر عمرو کو دیکر کہا کہ میرے واسطے اسکا کپڑا بن دے پھر عمرو کو معلوم ہوا کہ میرا سوت ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اسیطرح اگر زید نے عمرو کا جانور غصب کیا اور عمرو مر گیا اور اسکا وارث زید کے پاس آیا اور وہ جانور عاریت مانگا اور زید نے دیدیا اور وہ وارث کے پاس مر گیا تو زید اسکے تاوان سے بری ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ غاصب نے اگر مال مغصوب کو بحکم قاضی فروخت کیا تو ضمان سے بری ہو جائیگا جیسے بحکم مالک فروخت کرنے میں بری ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مالک نے غاصب کو حکم دیا کہ غلام مغصوب فروخت کرے تو صحیح ہے اور غاصب وکیل قرار دیا جائیگا مگر فقط حکم دینے سے غاصب ضمان سے بری نہوگا اور نہ فقط بیع کر دینے سے بری ہوگا حتی کہ اگر بعد بیع کے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور غاصب اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسیطرح اگر مغصوب منہ نے مال مغصوب خود ہی فروخت کیا تو مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے غاصب اسکی ضمان سے بری نہوگا۔ پھر واضح ہو کہ اگر غاصب نے مغصوب منہ کے حکم سے مال مغصوب فروخت کر دیا پھر مشتری نے بسبب عیب کے غاصب کو واپس کیا پس اگر قبضہ سے پہلے واپس کیا ہو تو بحالہ غاصب کے پاس مضمون رہیگا اور اگر بعد قبضہ کے واپس کیا تو غاصب کے ہاتھ میں مضمون ہو کر نہ رہیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مالک نے غاصب کو حکم دیا کہ غصب کی ہوئی بکری کو قربانی کر دے تو قربانی کر دینے سے پہلے غاصب اسکی ضمان سے بری نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر غاصب نے مغصوب منہ کو مال مغصوب واپس کیا تو کتاب میں حکم مطلق مذکور ہے کہ ضمان سے بری ہو جائیگا اور امام خواہر زادہ نے کتاب الاقرار میں فرمایا کہ حاصل مسئلہ کی چند صورتیں ہیں اگر مغصوب منہ بالغ ہو تو وہی حکم ہے جو کتاب میں مذکور ہے اور اگر نابالغ ہو پس اگر ماذون التجارۃ ہو تو بھی وہی حکم ہے اور اگر محجور ہو پس اگر قبضہ وحفاظت کو نہ سمجھتا ہو اور غاصب نے وہ مال اس سے غصب کرنے اور اپنی جگہ سے تحویل کرنے کے بعد اسکو واپس کیا تو بری نہوگا اور اگر اپنی جگہ سے تحویل کرنے سے پہلے اسکو واپس کیا تو استحسانًا بری ہو جائیگا اور اگر نابالغ محجور ایسا ہو کہ قبضہ حفاظت کو سمجھتا ہو

تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہی اور فتاوائے فضلی مین لکھا ہی کہ اگر نابالغ لینا و دینا سمجھتا ہو تو غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا اور کچھ اختلاف ذکر نہین کیا اور اگر نہ سمجھتا ہو تو بری نہوگا اور کچھ تفصیل ذکر نہین فرمائی اور نیز فتاوائے فضلی مین لکھا ہی کہ اگر مال مغصوب درم ہون اور غاصب نے انکو تلف کر دیا پھر ان کے مثل نابالغ کو واپس دیے اور وہ نابالغ عاقل ہی پس اگر وہ نابالغ عاقل ماذون ہو تو غاصب بری ہو جائیگا اور اگر محجور ہو تو بری نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر جانور کی پیٹھ پر سے نمدہ غصب کر کے پھر اسکی پیٹھ پر لوٹا دی تو ضمان سے بری نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی ایک شخص نے ایندھن کی لکڑی غصب کر کے پھر مغصوب منہ کو اپنی ہانڈیان پکانے کے واسطے مزدور کیا اور اسنے ہانڈیون کے نیچے وہین لکڑیان جلائین اور یہ نجانا کہ یہ وہی لکڑیان ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکی کوئی روایت نہین ہی اور صحیح یہ حکم ہی کہ غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ زید کا عمرو پر قرضہ آتا ہی زید نے عمرو کے مال سے بقدر اپنے حق کے لے لیا تو صدر الشہید رح نے فرمایا کہ مختار یہ ہی کہ زید غاصب نہوگا اسلیے کہ اسنے باجازت شرع لیا ہی لیکن اُس سے مضمون علیہ ہو جائیگا اور یہ اسواسطے کہ یہ ادائے قرض کا طریقہ ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہی پھر ایک شخص غیر نے مقروض کے مال سے لیکر قرضخواہ کو دیدیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی شیخ نصیر بن یحیٰی نے فرمایا کہ یہ مال قرضہ کا قصاص ہو جائیگا یعنی ادلا بدلا ہو جائیگا اسواسطے کہ جسنے لیکر دیا ہی وہ بمنزلہ قرضخواہ کے وصول کرلینے کے مددگار کے ہو گیا اور فتویٰ اسی قول پر ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص نے سوتے ہوئے آدمی کی انگوٹھی اُتار لی اور پھر سوتے ہی مین اسکو پہنا دی تو بری ہو جائیگا اور اگر وہ جاگا پھر سو گیا پھر دوسری نیند مین اسکو پہنا دی تو بری نہوگا کیونکہ پہلی صورت مین سوتے کو واپس دینا واجب ہوا تھا اور وہ پایا گیا اور دوسری صورت مین جاگتے کو واپس دینا واجب ہوا تھا اور یہ نہ پایا گیا اور حاصل یہ ہی کہ سوتے آدمی کی اُنگلی مین انگوٹھی یا پاؤن مین موزہ یا سر پر ٹوپی واپس کرنے مین امام ابو یوسف ضمان سے بری ہونے کیواسطے اتحاد نوم یعنی نیند کا متحد ہونا اعتبار کرتے ہین جیسا کہ اس مقام پر مذکور ہی اور امام محمد رح کے نزدیک مجلس کا متحد ہونا معتبر ہی حتی کہ اگر اسنے اسی مجلس مین جہان سے چیز اُتاری تھی وہین پہنا دی تو تاوان سے بری ہو جائیگا اگرچہ نیند مین واپس دی ہو پس اگر اسکی جگہ سے تحویل پائی گئی اور اسکی اُنگلی جاہیے کوئی اُنگلی ہو یا پاؤن مین دوبارہ پہنا دی تو ضمان ساقط ہو جائیگی اور اگر اپنی جگہ سے تحویل پائی گئی پھر اسی نیند مین یا دوسری نیند مین دوبارہ پہنا دی تو بری نہ ہوگا جبتک کہ اسکو جاگنے مین واپس نہ کرے یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر دوسرے شخص کا کپڑا اُسکی غیبت مین بدون اُسکی اجازت کے پہن لیا پھر اُتار کر اُسکی جگہ پر رکھا یا تو ضمان سے بری نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت مین ہی کہ وہ کپڑا اسطرح پہنا ہو جسطرح اُسکے پہننے کی عادت جاری ہی اور اگر قمیص تھی اور اسکو اپنے کاندھے پر ڈال لیا پھر اُتار کر اُسکی جگہ پر رکھدیا تو بالاتفاق ضامن نہوگا۔ اور منتقی مین ابن سماعہ کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے گھر سے اُسکا کپڑا بدون اُسکی اجازت کے لے لیا اور پہنا پھر اسکو اُسکے گھر مین جہان سے لیا تھا رکھدیا اور وہ تلف ہو گیا تو استحساناً اس شخص پر ضمان نہین ہی اسیطرح اگر دوسرے کا جانور اُسکے تھان پر سے جہان جا بندھا ہی بدون مالک کی اجازت کے لے لیا پھر اسکو اُسکی جگہ پر واپس پہونچا دیا تو استحساناً ضامن نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کے ہاتھ سے اسکا جانور براہ غصب لے لیا پھر اُسکو واپس کرنے کو لایا مگر مالک یا خادم کو نہ پایا اور جانور کو اُسکے تھان پر باندھ دیا

کی راے جائز ہوگی کذا فی الظہیریہ ۔

ساتوان باب غصب مین دعوی واقع ہونے اور غاصب ومغصوب منہ مین اختلاف واقع ہونے اور اس مین گواہی ادا ہونے کے بیان مین ۔ (امام محمد رح نے فرمایا کہ) ایک شخص نے دوسرے پر اس دعوی کے گواہ قائم کیے کہ اسنے میری ایک باندی غصب کر لی ہی تو مین اسکو قید کرونگا یہان تک کہ باندی لاکر مدعی کو واپس دیجاویگی شیخ ابوالیسر وامام سرخسی نے ذکر کیا کہ یہ جو امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ ایسا دعوی وگواہی مسموع ہی یہی اصح ہی اسواسطے کہ غصب کبھی اچانک واقع ہوجاتا ہی تو گواہوں سے باندی کی صفت وقیمت کی شناخت نہین ہوسکتی ہی پس تعذر کی وجہ سے گواہوں سے علم اوصاف کا اعتبار ساقط ہوجائیگا اور ان کی گواہی سے فعل غصب ثابت ہوگا اور بکر رح نے ذکر کیا کہ اگر حق قضا مین یہ گواہی مثبت نہ ہو تو حق ایجاب حبس مین مثبت ہوگی جیسا کہ سرقہ مین حکم ہی اور اقضیہ مین لکھا ہی کہ یہ سب اس صورت مین ہی کہ مدعی نے باندی کے موجود ہونے کا دعوی کیا ہو اور اگر یہ دعوی کیا کہ وہ مرگئی تو بالاتفاق صحت دعوی کے واسطے بیان قیمت شرط ہی اور امام محمد رح نے جو فرمایا کہ یہان تک کہ باندی لاوے وہ مدعی کو واپس دیجائیگی اس سے یہ غرض ہی کہ جب اسکے عین پر دوبارہ گواہ قائم کرے (یعنی یہ وہی باندی ہی) اور غرض یہ ہی کہ باندی کے حاضر کرنے کے بعد اگر دونون نے اسکے عین مین اختلاف کیا تو دوبارہ گواہی کی ضرورت ہی ۔ اور اگر غاصب نے کہا کہ وہ باندی بھاگ گئی یا مرگئی یا مین نے اسکو فروخت کرکے مشتری کے سپرد کردیا اور اب مین اسپر قادر نہین ہون پس اگر مدعی نے اسکے قول کی تصدیق کی تو غاصب پر قیمت کی ڈگری کیجائیگی اگر مدعی نے اسکی درخواست کی ۔ اور اگر مدعی نے اسکے قول کی تکذیب کی تو قاضی اسکو قید کریگا یہان تک کہ قاضی کی راے اسطرف غالب ہوجاوے کہ اگر غاصب اسپر قادر ہوتا تو اسکو ظاہر کرتا پھر اسکو قید سے باہر نکالیگا اور مدعی سے کہیگا کہ تو اس باندی کے ظاہر ہونے تک انتظار کرنا چاہتا ہی یا تاوان قیمت چاہتا ہی پس اگر اسنے قیمت چاہی اور دونون نے کسی قدر قیمت پر اتفاق کیا تو اسقدر قیمت کی ڈگری کردیگا اور اگر مقدار قیمت مین اختلاف کیا تو مدعی کے ذمہ گواہ لانا ہی اور قسم کے ساتھ غاصب کا قول قبول ہوگا اور اگر غاصب نے قسم سے انکار کیا تو یہ مثل اقرار کے ہی پس اسپر نکول سے ڈگری کردیجائیگی اور اگر قسم کھا گیا تو جسقدر غاصب نے اقرار کیا ہی اسیقدر قیمت مدعی لے لیگا پھر اگر وہ باندی ظاہر ہوئی پس اگر مدعی نے اسکی قیمت بدثبوت گواہان لی یا غاصب نے اسکے دعوی قیمت کی تصدیق کی تھی وہی قیمت لی یا غاصب کے نکول پر اپنے دعوی کی قیمت لی ہو تو مالک کو اس باندی کی طرف کوئی راہ نہین ہی اور اگر غاصب کے قول پر اسکی قیمت لی ہو حالانکہ اسقدر پر راضی نہ تھا تو مختار ہوگا چاہے قیمت واپس کرکے باندی لیلے یا قیمت پر راضی رہے تو باندی غاصب کی ہوجائیگی اور شیخ کرخی نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ جب یہ ظاہر ہو کہ اس باندی کی قیمت غاصب کے بیان سے زائد ہی اور اگر اسی قدر نکلی کہ جسقدر غاصب نے بیان کی ہی تو مالک کو اسکے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی کذا فی التمرتاشی اور ظاہر الروایت مین جو حکم مذکور ہی وہ مطلق ہی (یعنی) اسمین یہ تفصیل نہین ہی جو شیخ کرخی نے بیان کی ہی) اور وہی صحیح ہی یہ مبسوط مین ہی ۔ اگر مغصوب منہ نے اگر غاصب کے قبضہ کی باندی کا خود دعوی کیا حالانکہ غاصب انکار کرتا ہی پس مدعی نے دو گواہ قائم کیے ایک نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہی مدعی نے اسکو فلان شخص سے خرید ا ہی اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہی اسنے

اُسکو اپنے باپ سے میراث پایا ہے تو گواہی جائز نہ ہوگی۔ اور اگر ایک گواہ نے [illegible] شخص سے خریدنے کی گواہی دی
اور دوسرے نے کسی دوسرے شخص سے خریدنے کی یا بطور ہبہ یا صدقہ پانے کی گواہی دی تو گواہی جائز نہ ہوگی۔ اور
اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے اس سے اس غاصب نے غصب کرلی ہے۔ اور غاصب اُسکو فروخت
کرکے مشتری کے سپرد کرچکا ہے پھر اسکے بعد مالک نے بیع کی اجازت دیدی تو فرمایا کہ جائز ہے پس اگر غاصب ثمن وصول
کرچکا ہو اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا تو مالک کا مال گیا اور جو کچھ باندی سے مشتری کے پاس از قسم اولاد یا کمائی یا
ارش جنایت یا اُسکے مانند پیدا ہوا وہ سب مشتری کی ہوگی اور اگر مالک نے بیع کی اجازت نہ دی اور اپنی باندی کو
لے لیا تو اسکے ساتھ یہ سب بھی لے لیگا۔ اور اگر مشتری نے اُسکو آزاد کردیا تو ہمارے نزدیک مالک کی اجازت بیع سے
پہلے عتق نافذ نہ ہوگا اور اگر مشتری کے آزاد کرنے کے بعد مالک نے بیع کی اجازت دی تو بیع جائز ہوجائیگی اور استحساناً
عتق نافذ ہوجائیگا یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہے ایسا ہی امام محمد رح ان دونوں اماموں سے روایت فرماتے
ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید و عمرو نے بکر پر ایک باندی کا دعوی کیا پس زید نے گواہ دیئے کہ بکر نے مجھسے یہ باندی فلان
وقت میں غصب کرلی ہے اور عمرو نے گواہ دیئے کہ بکر نے مجھسے یہ باندی فلان وقت متاخر میں غصب کرلی ہے یعنی
ایسا وقت بیان کیا جو پہلے مدعی کے وقت کے بعد ہے تو فرمایا کہ امام اعظم رح کے قیاس پر وہ باندی دوسرے مدعی کو
ملیگی اور پہلے مدعی کی قیمت غاصب پر واجب ہوگی اور امام ابو یوسف کے قیاس پر وہ باندی پہلے مدعی کو ملیگی اور
دوسرے مدعی کا کچھ حق ضمان غاصب پر واجب نہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اس نے
مجھسے میری مملوکہ باندی غصب کرلی ہے اور عمرو نے کہا کہ جس باندی کا یہ شخص دعوی کرتا ہے میں نے اُسکو سو درم میں
خریدا ہے اور دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو عمرو کے گواہ قبول ہونگے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے
کی مقبوضہ باندی کا دعوی کیا کہ یہ باندی میری ہے اس قابض نے مجھسے غصب کرلی ہے مگر مدعی کے گواہوں نے غصب
کی گواہی نہ دی صرف مدعی کی ملک ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے چاہا کہ مدعی گواہ قائم کرنے والے کے نام ڈگری
کردے تو کیا مدعی سے یوں قسم لیگا کہ واللہ میں نے یہ باندی اسکے ہاتھ فروخت نہیں کی اور نہ اسکو اسمیں تصرف کرنے
کی اجازت دی ہے یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں لیکن اگر قابض ان باتوں میں سے کسی بات کا دعوی کرے تو البتہ قسم لیگا اور
امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ قاضی اس سے قسم لیگا اگرچہ قابض درخواست دعوی نہ کرے تاکہ حکم قضا احکم و ابرم
ہو اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کے ترکہ میں اپنے قرضہ کا دعوی کیا تو باوجود گواہ قائم کرنے
کے قاضی اُس سے قسم لیگا کہ واللہ میں نے یہ قرضہ وصول نہیں پایا اور نہ میں نے قرضدار کو بری کیا ہے اگرچہ مدعا علیہ
اُسکا دعوی نہ کرے اور یہ مسئلہ اجماعی امام ابو یوسف کے قول کا شاہد ہے یہ محیط میں ہے۔ قال المترجم المیت غیر ناظر فی حقوقہ
فجعل القاضی مقامہ فی النظر لطلب الحلف لعموم ولایتہ بخلاف الحی حیث لم یدع ما فیہ نظرہ فافترقا فلا یتم الاستشہاد۔ اگر ایک
شخص نے دوسرے کا کپڑا غصب کرلیا اور غاصب کی طرف سے مغصوب منہ کے واسطے ایک شخص کپڑے کی قیمت کا
ضامن و کفیل ہوا پھر باہم سب نے قیمت میں اختلاف کیا کفیل نے کہا کہ دس درم ہے اور غاصب نے کہا کہ بیس درم ہے
اور مالک نے کہا کہ تیس درم ہے تو کفیل پر مکفول عنہ و مکفول لہ کسی کے قول کی تصدیق نہ ہوگی کیونکہ مکفول لہ کفیل پر
زیادتی کا دعوی کرتا ہے اور وہ انکار کرتا ہے اور غاصب دس درم زیادتی کا اقرار کرتا ہے اور ہر مقر کا اقرار اسی کے

ہوتا قسم کھا لیوے تو ہمیں ایسا حکم ہے پھر ان دونوں کی رضامندی ایسے امر پر جو مخالف شرع ہے لغو ہوگی۔ اور اگر غاصب ایک
ڈوٹی کپڑا لایا اور کہا کہ یہی وہ کپڑا ہے جو میں نے تجھ سے غصب کیا تھا اور مالک نے کہا کہ تو جھوٹا ہے یہ وہ نہیں ہے بلکہ وہ تو ہروی
یا مروی تھا تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا اور یوں قسم لیجائیگی کہ واللہ یہی اس شخص کا کپڑا ہے جو میں نے اس سے غصب
کیا تھا اور میں نے اس سے ہروی یا مروی کپڑا غصب نہیں کیا ہے پھر اگر وہ قسم کھا گیا تو مالک کے نام اس کپڑے کی
ڈگری کیجائیگی اور غاصب اسکے دعوی سے بری کردیا جائیگا اور اگر قسم سے نکول کیا تو اسپر مدعی کے دعوی کی
ڈگری کیجائیگی پھر اگر مالک چاہے تو اس کو دیکر اپنا لیوے یا اسکو چھوڑ دے۔ اور اگر غاصب ہروی کپڑا اٹھا لایا اور کہا کہ یہی
میں نے تجھ سے غصب کیا ہے اور وہ پھٹا ہوا موجود ہے اور مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ میرا کپڑا نیا تھا جب تو نے اسکو غصب
کیا ہے تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مالک کے گواہ قبول ہوں گے کہ
وہ کپڑا نیا تھا۔ اور اگر دونوں میں سے کسی نے گواہ قائم نہ کیے اور غاصب سے قسم لی گئی اور مالک نے وہ کپڑا لے لیا
پھر گواہ قائم کیے کہ غاصب نے مدعی سے یہ کپڑا نیا غصب کیا تھا تو غاصب اس پر اسکے اور پھٹے کے درمیان جسقدر
فرق ہوا اسکا ضامن ہوگا ایسا ہی اصل میں مذکور ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ مقدار
نقصان تھوڑی ہو اور اگر کثیر ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے یہ کپڑا لیکر اس سے تاوان نقصان لے لے یا کپڑا اسکے
ذمہ چھوڑ کر اس سے اپنے کپڑے کی قیمت لے لے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید کے پاس ایک کپڑا ہو اور عمرو نے اسپر
گواہ قائم کیے کہ یہ کپڑا عمرو کا ہے اس سے زید نے غصب کر لیا ہے اور زید نے گواہ دیے کہ عمرو نے زید کو یہ کپڑا ہبہ
کردیا ہے تو فرمایا کہ میں قابض کے نام ڈگری کرونگا اسی طرح اگر قابض نے اس امر کے گواہ دیے کہ مدعی نے اسکے
ہاتھ بعوض اسقدر ثمن مسمی کے فروخت کیا ہے یا مدعی نے یہ اقرار کیا کہ یہ کپڑا اس قابض کا ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر
وہ کپڑا دونوں کے قبضہ میں ہو اور ہر ایک نے دوسرے پر اس دعوے کے گواہ قائم کیے کہ مجھسے اسنے غصب کیا
ہے تو دونوں کے نام نصفا نصف کی ڈگری کرونگا۔ اور اگر ایک نے اس دعوے کے گواہ دیے کہ یہ کپڑا میرا ہے میں نے
اس میت کے پاس ودیعت رکھا تھا جسکا یہ شخص وارث ہے اور دوسرے نے اس دعوے کے گواہ دیے کہ یہ کپڑا میرا
ہے مجھسے اس میت نے غصب کر لیا تھا تو میں دونوں کے نام نصفا نصف کی ڈگری کرونگا۔ اور اگر ایک
شخص گواہ لایا کہ یہ دراہم معینہ جو اس میت کے ترکہ میں موجود ہیں یہ میرے ہیں مجھسے اس میت نے غصب
کر لیے تھے تو میت کے قرضخواہوں کی بہ نسبت یہ شخص ان درہموں کا حقدار ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر
ایک شخص نے دعوے کیا کہ یہ کپڑا جو اس شخص کے قبضہ میں ہے میرا ہے اور اسنے مجھسے غصب کر لیا ہے اور اس
دعوے کے گواہ قائم کردیے۔ اور ایک دوسرے مدعی نے قابض پر اس دعوے کے گواہ دیے کہ قابض
نے اقرار کیا ہے کہ یہ کپڑا اسکا ہے تو اس مدعی کے نام ڈگری ہوگی جسکے گواہوں نے یہ گواہی دی ہے کہ یہ کپڑا
اس مدعی کا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے یہ جبہ بھرا ہوا مجھسے غصب کر لیا ہے اور
غاصب نے کہا کہ میں نے یہ جبہ غصب نہیں کیا مگر اسکا ابرہ تجھسے غصب کر لیا ہے تو قسم سے غاصب کا قول
قبول ہوگا پھر اگر وہ قسم کھا گیا تو ابرہ کی قیمت کا ضامن ہوگا کذا فی المبسوط اور اگر اقرار کیا کہ میں نے
تجھسے یہ جبہ غصب کیا ہے پھر کہا کہ جو کچھ اسمیں بھرا ہے وہ اور اسکا استر میرا ہے تو یوں اقرار کیا کہ میں نے یہ انگوٹھی

مجھ سے غصب کی ہے اور اسکا نگینہ میرا ہے یا یہ دار مین نے تجھ سے غصب کیا ہے اور اسکی عمارت میری ہے یا یہ زمین مین نے
تجھ سے غصب کی ہے اور اُسکے درخت میرے ہین تو سب صورتون مین غاصب کی بات کی تصدیق نہ ہوگی یہ
وجیز کردری مین ہے۔ قال المترجم عدم تصدیق سے یہ مراد ہے کہ جو چیز اُسنے اپنی بیان کی ہے اُسمین اُسکے بیان کی تصدیق
نہوگی فافہم اور اگر غاصب نے کہا کہ مین نے یہ گاے فلان شخص سے غصب کر لی ہے اور اُسکا بچہ میرا ہے تو اُسکا قول قبول
ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مالک نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ غاصب کے پاس مغصوب مر گیا ہے اور غاصب
نے گواہ دیے کہ مغصوب مالک کے پاس مرا ہے تو مالک کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر مالک کے گواہون نے یون
گواہی دی کہ اس مدعا علیہ نے وہ غلام غصب کیا اور اسکے پاس مر گیا اور غاصب کے گواہون نے یون گواہی دی کہ
وہ غلام غصب سے پہلے مالک کے پاس مر گیا ہے تو غاصب کے گواہون کی ایسی گواہی قبول نہوگی اسواسطے کہ مولے
کے پاس غصب سے پہلے غلام کے مرجانے سے کوئی حکم متعلق نہین ہوتا کیونکہ اس سے یہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ والیس ہاے
ہان فقط اس سے نفی غصب ثابت ہوتی ہے اور مولی کے گواہون سے غصب وضمان ثابت ہوتی ہے پس اُسکے گواہ مقبول
ہونگے۔ اور اگر مالک نے گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے مالک مدعی سے قربانی کے روز اُسکا غلام کوفہ مین غصب کیا ہے پھر
غاصب نے گواہ دیے کہ غاصب خود یا وہ غلام قربانی کے روز مکہ معظمہ مین موجود تھا تو غاصب پر ضمان واجب ہوگی یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ مالک نے اپنا غلام قابو پاکر غاصب سے لے لیا حالانکہ غلام کے پاس مال تھا پھر غاصب نے کہا کہ میرا مال ہے
اور مالک نے کہا نہین بلکہ میرا ہے پس اگر غلام اُسوقت غاصب کی حویلی مین ہو اور اُسکے پاس مال نکلا تو وہ غاصب کا ہوگا
اور اگر اُسکی حویلی مین نہو تو وہ مال مالک غلام کا ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ بشر رح نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے
کہ اگر غاصب الثوب نے کہا کہ اس کپڑے کو مین نے رنگا ہے اور مغصوب منہ نے کہا کہ تو نے رنگا ہوا غصب کیا ہے تو
مغصوب منہ کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر دونون نے دار مغصوب کی عمارت یا تلوار کے حلیہ مین اختلاف کیا تو بھی
یہی حکم ہے۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو غاصب کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دونون نے دار مغصوبہ کے
اندر رکھی ہوئی متاع یا خشت یا پختہ یا جوڑی کواڑ مین ایسا اختلاف کیا تو غاصب کا قول اور مغصوب منہ کے گواہ
قبول ہونگے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کر کے اُسکو فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور ثمن وصول
کر لیا اور وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر مغصوب منہ نے کہا کہ مین نے اس شخص کو بیع کیواسطے حکم دیا تھا تو اُسی
کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کہا کہ مین نے اُسکو بیع کا حکم نہین دیا تھا مگر جس وقت مجھے بیع کی خبر پہونچی اُسوقت مین نے
بیع کی اجازت دیدی ہے تو اُسکے قول پر التفات نہ ہوگا اور اُسکو ثمن لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی لیکن اگر اس امر کے
گواہ پیش کرے کہ مین نے غلام کے مرنے سے پہلے بیع کی اجازت دی ہے تو ثمن لے سکتا ہے ہشام رح نے اپنی نوادر
مین ذکر کیا کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ ایک شخص بازار مین آیا اور کسی شخص کا زیتون کا تیل یا روغن یا اور کوئی
چیز سرکہ یا روغن کی قسم سے بہا دی اور گواہون نے اس فعل کو معائنہ کیا اور اسپر گواہی دی اور اس شخص نے
جسنے یہ جرم کیا تھا یہ جواب دیا کہ وہ نجس تھا اُسمین ایک چوہا مر گیا تھا مین نے اُسکو بہا دیا تو اُسی کا قول قبول ہوگا
مین نے امام محمد رح سے کہا کہ اگر وہ شخص قصابون کی بازار مین آیا اور قصد کر کے اُسنے گوشت کے طباق پھینک کے
تمام گوشت تلف کر دیا اور گواہون نے اُسکا معائنہ کیا اور اسپر گواہی دی پس اُسنے جواب دیا کہ یہ مردار کا

نوٹ: قولہ نفی غصب ثابت ہوتی ہے یعنی اگر گواہ اس امر کی گواہی دیں کہ غلام مالک کے پاس مر گیا تو غلام پر غاصب کا قبضہ ثابت نہوگا فافہم ۱۲

گوشت تھا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ میں اس قول میں اسکی تصدیق نہ کرونگا اور گواہوں کو گنجائش ہے کہ یوں گواہی دیں کہ وہ ذبیح
کیے ہوئے جانور کا گوشت تھا اسواسطے کہ بازار میں مردار کا گوشت فروخت نہیں ہوتا ہے بخلاف روغن کے کہ السیار روغن زیتون
ناپاک میں پڑ جاتا ہے اور بازار میں فروخت کیا جاتا ہے - ابراہیم نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے
کی مٹی سے اینٹیں یا دیوار بنائی تو اُسی کی ہو گی اور اُسپر مٹی کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مٹی کے مالک نے کہا کہ
میں نے اسکو اُسکے بنانے کا حکم کیا تھا تو فرمایا کہ وہ اینٹیں یا دیوار مٹی کے مالک کی ہو گی یہ محیط میں ہے - ایک شخص
نے ایک باندی غصب کی پھر اسکو آزاد کر دیا یا مدبر کر دیا یا ام ولد بنایا پھر اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص سے غصب کی ہے
اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جو کچھ اُسنے کیا ہے وہ باطل نہ ہوگا اور بچہ کی قیمت
کا ضامن نہ ہوگا پھر اگر مدعی نے گواہ قائم کیے تو اُسکے نام باندی اور باندی کے بچہ کی ڈگری ہو جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے -
ایک شخص نے یوں اقرار کیا کہ ہم نے فلاں شخص سے ہزار درم غصب کر لیے درحالیکہ ہم دس آدمی تھے تو اُسپر پورے ہزار
درم کی ڈگری کیجائیگی کذا فی التاتارخانیہ -

(نواں باب) غاصب کے مال مغصوب سے مالک ہو جانے اور اُس سے نفع حاصل کرنے کے بیان میں - اگر ایک
شخص نے دوسرے کا گوشت غصب کر کے اسکو بھونا یا اُسکے گیہوں غصب کر کے انکو پیسا اور ملک اُسکی ہو گئی اور اُسپر
قیمت واجب ہو گئی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُس چیز کا کھانا اسکو حلال ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُسکا کھانا حرام
ہوتا وقتیکہ مغصوب منہ کو راضی نہ کرے - فتاوی اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ کسی نے دوسرے کا اناج غصب کر کے اسکو
چبایا یہانتک کہ چبا ڈالنے سے وہ شخص تلف کنندہ ہو گیا پھر جب اُسکو نگل گیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک حلال نگلا بخلاف
قول امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ کے یعنی صاحبین کے نزدیک ابھی حلت کا حکم نہیں ہے بنابرآنکہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک
شرط حلت حصول الملک ببدل ہے اور صاحبین کے نزدیک ادائے بدل ہے کذا فی المحیط - اور فتوے صاحبین کے قول
پر ہے کذا فی الخلاصہ - اور اگر گیہوں غصب کر کے انکی زراعت کی پھر انکا مالک آیا درحالیکہ زراعت پختہ ہو گئی تھی یا ہنوز
خام تھی تو غاصب پر اُسکے گیہوں کے مثل گیہوں واجب ہونگے اور ہمارے نزدیک مالک کو زراعت لینے کی کوئی راہ
نہیں ہے مگر غاصب نے جسقدر گیہوں تاوان دیے ہیں اُس سے زیادہ زراعت میں سے لینا حلال نہیں ہے - اور علی ہذا اگر
اُسنے گٹھلی غصب کر کے اسکو اُگایا یا پودا غصب کر کے اسکو جمایا تو بھی یہی حکم ہے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے
کہ انھوں نے پودے کی صورت میں فرمایا کہ جبتک ضمان ادا نہ کرے تب تک اُس سے نفع حاصل کرنا غاصب کو حلال
نہیں ہے اور زراعت اور گٹھلی کی صورت میں فرمایا کہ قبل ضمان کے اسکو نفع حاصل کرنا حلال ہے مگر ظاہر الروایت میں
دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے کچھ فرق نہیں ہے - اور علی ہذا اگر اُسنے مرغی کا انڈا غصب کر کے کسی مرغی کے نیچے
بٹھلایا اور اُس سے بچہ نکلا تو اُسکا اور مسئلہ زراعت کا ایک حکم ہے یہ مبسوط میں ہے - ایک شخص نے دوسرے کی
زمین سے پودا اُکھاڑ کر اُسی زمین میں ایک طرف جما دیا اور وہ بڑھکر درخت ہو گیا تو یہ درخت اُس شخص کا ہوگا جسنے
لگایا ہے یعنی غاصب کا اور غاصب پر واجب ہوگا کہ مالک کو اُسکا پودا اُکھاڑنے کے روز کی قیمت ادا کرے
اور غاصب کو حکم دیا جائیگا کہ اس درخت کو اُکھاڑ لے - اور اگر اس درخت کے اُکھاڑنے میں زمین کو نقصان پہونچتا
ہو تو زمین کا مالک اسکو اس درخت کی قیمت دیدیگا مگر اکھڑے ہوئے درخت کی قیمت دیگا یہ کبرے میں ہے - اگر زید

[illegible]

قوله حصول الملک ببدل یعنی ضمان واجب ہو چکنے بالکلیہ خاص ہو گئی تو حلال ہوا ۱۲

کر دیا تو عتق جائز ہوگا اور غاصب پر پوری قیمت واجب ہوگی جیسے بیع فاسد میں اگر بطور فاسد خرید کر کے آزاد کر دیا ہو تو قیمت کاملہ واجب ہوتی ہے اور عتق نافذ ہوتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے - امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر پانی کی بہیا نے کسی شخص کے گیہوں بہا کر دوسرے کی زمین میں ڈالے اور وہ اُس زمین میں اُگ آئے تو امام نے فرمایا کہ اگر گیہوں اسقدر ہوں کہ اُنکا کچھ ثمن ہے تو جو کچھ پیدا ہوگا وہ سب گیہوں کے مالک کا ہوگا مگر اُس میں سے اپنے گیہوں کی مقدار سے زائد صدقہ کر دے اور اُس پر نقصان زمین کا تاوان کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے - اگر کسی شخص نے غصب کیے ہوئے کپڑے کو مہر قرار دیکر کسی عورت سے نکاح کیا تو اُس سے وطی حلال ہے اسواسطے کہ اگر کپڑا استحقاق میں لے لیا جاوے تو نکاح فسخ نہ ہوگا یہ ینابیع میں ہے - اور صدر الاسلام نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے ہزار درم مغصوبہ سے ایک باندی خریدی تو کیا اُس سے وطی حلال ہے پس صحیح یہ ہے کہ اُسکو وطی کا اختیار نہیں ہے اسوجہ سے کہ سبب میں ایک نوع کا خبث ہے یہ نہایہ میں ہے - ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم غصب کر کے اُن سے دینار خریدے تو اُسکو دیناروں کے خرچ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اسواسطے کہ اگر بعد افتراق کے وہ دراہم استحقاق میں لے لیے گئے تو دینار کی بیع صرف ٹوٹ جاویگی پس اگر غاصب پر اُسکے ان درہموں کے مثل کی ڈگری کر دیگئی تو وہ دینار اُسکو حلال ہو جاوینگے کذا فی الذخیرہ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر دراہم مغصوبہ پر کسی عورت سے نکاح کیا تو اُس سے وطی کرنے کی گنجائش ہے یہ سراج الوہاج میں ہے - اور اگر ہزار درم غصب کر کے اُسکے عوض دو ہزار درم قیمت کا اناج خرید کر اُسکو کھا یا یا ہبہ کیا تو بالاجماع منافع حاصلہ کو صدقہ نکریگا یہ وجیز کردری میں ہے - اور اگر مغصوب میں تصرف کر کے نفع حاصل کیا تو مسئلہ کی چند صورتیں ہیں یا تو ایسی چیز ہوگی کہ معین کرنے سے متعین ہو جاتی ہے جیسے عروض یا متعین نہو جیسے نقدین یعنے درم و دینار پس اگر قسم اول ہو تو قبل ضمان کے اُس سے تناول حلال نہیں ہے اور پھر حلال ہوگا سواے اسقدر کے کہ قدر قیمت سے زائد ہے یعنے نفع کہ بقدر نفع کے اُسکو حلال نہوگی پس اُسکو صدقہ کر دے - اور اگر دوسری قسم یعنی ایسی چیز ہو کہ معین کرنے سے متعین نہوتی ہو تو شیخ کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمیں چار صورتیں ہیں یا تو وقت خریدنے کے اُسی مغصوب کی طرف اشارہ کیا اور اسی میں سے ثمن ادا بھی کیا ہو یا اُسکی طرف اشارہ کیا مگر دوسری میں سے ادا کیا یا مطلقاً چھوڑ دیا تھا مگر اُسی میں سے ادا کیا یا وقت خرید کے سواے مغصوب کے دوسری کیطرف اشارہ کیا مگر مغصوب میں سے ادا کیا اور ان سب صورتوں میں سواے صورت اولی کے (کہ مغصوب کیطرف اشارہ کیا اور اُسمیں سے ادا کیا) اُسکو نفع حلال ہوگا مگر ہمارے مشائخ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ قبل ضمان کے ہر حال میں اسکو اس چیز میں سے تناول حلال نہیں ہے اور بعد ضمان کے ہر حال میں اُسکو نفع حلال نہیں ہے اور یہی مختار ہے اور جامعین اور کتاب المضاربۃ میں جو حکم مذکور ہے وہ اسی پر دلالت کرتا ہے - اور بعض مشائخ نے امام کرخی کے قول پر فتوی اختیار کیا ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں حرام کی کثرت ہے - اور یہ سب امام اعظم و امام محمد رح کے قول پر ہے - اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُسمیں سے کچھ صدقہ نہ کرے - اور واضح ہو کہ اماموں میں یہ اختلاف مذکور ایسی صورت میں ہے کہ وہ نفع اُسکے ہاتھ میں تقلب سے اُسی جنس سے ہو گئی ہو جو اُسنے ضمان میں دی ہے مثلاً اُسنے دراہم ضمان دیے اور بدل مغصوب بھی اُسکے ہاتھ میں دراہم ہو گئے تو حکم میں اختلاف مذکور جاری ہے اور اگر بدل مغصوب اُسکے

ہاتھ مین مضمون کی جنس کے خلاف ہوگیا ہو مثلاً دراہم ضمان دیے اور بدل مضمون اُسکے پاس اناج یا عروض موجود ہی تو بالاجماع اُسپر کچھ صدقہ کردینا واجب نہین ہی یہ تبیین مین ہی۔ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر فلان شخص نے میرے مال سے کچھ ہتھیالیا تو حلال ہی اور فلان شخص نے اُسکے مال سے کچھ ہتھیالیا بدون اسکے کہ اُسکے مباح کردینے سے آگاہ ہو تو شیخ نصیر بن یحیی نے فرمایا کہ یہ جائز ہی اور اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر یون کہا کل انسان تناول من مالی فہو حلال لہ یعنے جس انسان نے میرے مال سے کچھ ہتھیالیا تو وہ اُسکو حلال ہی تو شیخ ابو نصر بن سلام نے فرمایا کہ یہ جائز ہی اور شیخ رح نے اپنے فعل کو اباحت قرار دیا ہی اور مجہول کے واسطے اباحت جائز ہی۔ اور اسی پر فتوی ہی اور اگر دوسرے سے کہا کہ (جمیع ما تاکل من مالی فقد جعلتک فی حل) سب جو کچھ تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے حلت مین رکھا تو بالاتفاق اُسکو حلال ہی اور اگر یون کہا کہ سب جو کچھ تو میرے مال سے کھاوے مین نے تجھے بری کیا تو صحیح یہ ہی کہ وہ شخص بری ہوگا۔ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ (جعلتک فی حل الدنیا) او قال (جعلتک فی حل الساعۃ) یعنی مین نے تجھے حل دنیا مین رکھا یا کہا کہ مین نے تجھے حل ساعت مین رکھا تو اُسکو حلت دنیا حاصل ہوگی اور تمام ساعات کیواسطے حلت ثابت ہوگی۔ اور اگر یون کہا کہ جو میرا مال تیری طرف ہو اُسکا تجھے مخاصمہ نہ کرونگا یا مطالبہ نہ کرونگا تو یہ کچھ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر مغصوب غلام نے کچھ کمایا پھر مالک نے مغصوب کو مع کمائی کے واپس کیا تو کمائی کو صدقہ کرے اور اگر غاصب نے وقت ہلاک یا آبق کے قیمت کی ضمان دی یہان تک کہ کمائی غاصب کی ہوگئی تو اُسکو صدقہ کردے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر غلام غصب کرکے اُسکو اجارہ پر دیا تو اجرت غاصب کی اور طرفین کے نزدیک اُسکو صدقہ کردے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُسکو حلال ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر باجارات مغصوب سے لی اور اُسمین کمی پڑ گئی تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور طرفین کے نزدیک اُسکو صدقہ کردے کذا فی الکافی اور اگر غاصب کے عمل یا غیر عمل سے مغصوب ہلاک ہوگیا اور مالک نے اُس سے قیمت کی ضمان لی تو اُسکو جائز ہوگا کہ اجرت کی مد سے قیمت ادا کرے پھر باقی کو صدقہ کردے اور اسمین کچھ تفصیل غنی وفقیر کی نہ فرمائی اور صحیح یہ ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ غاصب فقیر ہو کذا فی الخلاصہ اور اگر مغصوب کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا ثمن لے لیا پھر وہ مغصوب اپنے مشتری کے پاس مرگیا پھر مالک نے مشتری سے ضمان قیمت لے لی پس مشتری نے غاصب سے اپنا ثمن واپس لینا چاہا پس اگر غاصب فقیر ہو تو مغصوب کی اجرت سے ادا سے ثمن مین دے سکتا ہی اور اگر غنی ہو تو نہین دے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر نہر عام کے کنارے ایک درخت جما دیا پھر ایک شخص جو نہر کا شریک نہین ہی اس ارادے سے آیا کہ اُسکو اُکھاڑ لیوے پس اگر اکثر لوگون کے حق مین مضر ہو تو اُسکو اختیار ہی اور اولی یہ ہی کہ اس امر کو حاکم کے سامنے پیش کرے یہان تک کہ حاکم اُسکے نام اُکھاڑ لینے کا حکم دے یہ فتاوی کبری مین ہی۔ اگر ایک دوکان غصب کرکے اُسمین تجارت کی اور نفع اُٹھایا تو نفع اُسکو حلال ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر کوئی بیت یا حانوت دو شخصون مین مشترک ہو پھر اُسمین دونون مین سے ایک شخص ساکن رہا تو اُسپر کرایہ واجب نہوگا اگرچہ وہ کرایہ پر چلانے کیواسطے رکھی گئی ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک نہر عام ایک زمین کے بہاؤ مین واقع تھی اور پانی کے زور نے حریم نہر کو کاٹ ڈالا یہان تک کہ ایک شخص کی زمین مین نہر ہوگئی اور اُس شخص نے چاہا کہ اپنی زمین مین چکی لگا دے تو اُس شخص کو یہ اختیار رہیگا کیونکہ اُسنے اپنی ملک مین کھڑی کی ہی اور اگر اُسنے یہ چاہا کہ نہر عامہ مین چکی لگا دے تو یہ اختیار نہ ہوگا

کیونکہ اپنی ملک مین نہین کھڑی کرتا ہی یہ فتاوے کبری مین ہی اور فتاوائے ابوالفضل کرمانی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے کرم پیلہ غصب کر کے انکو تربیت کیا تو ابریشم غاصب کا ہوگا اور اسپر امام اعظم رح کے نزدیک کچھ واجب نہ ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک اسکی قیمت اسپر واجب ہوگی۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ مین امام محمد رح کے قول پر فتوی ہے یہ قنیہ مین ہی۔ اگر دوسرے شخص کے بیتے غصب کر کے کرم پیلون کو کھلائے تو ابریشم فروخت کرنے کے روز کرم کی قیمت سے جسقدر زائد ہو وہ سب صدقہ کر دے یہ وجیز کردری مین ہی منتقی مین ہی کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کی زمین غصب کر کے اسمین دوکانین وحمام ومسجد بنائی تو ایسی مسجد مین نماز پڑھنے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر حمام مین نہانا چاہیے اور نہ دوکانین کرایہ پر لینی چاہیے اور فرمایا کہ دوکانون مین خرید متاع کی غرض سے جانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور ہشام رح نے فرمایا کہ مین ایسی مسجد مین نماز مکروہ جانتا ہون تاوقتیکہ مالکان اصلی بطیب خاطر اجازت نہ دیدین اور زمین غصب یا دوکانہائے غصب سے خرید متاع کو مکروہ جانتا ہون اور اگر باوجود علم اس امر کے کہ یہ دوکانین مغصوب ہین غاصب ان دوکانون مین فروخت کرتا ہی تو مین نہین جانتا ہون کہ ایسے بائع کی گواہی مقبول ہوگی یا نہین یہ محیط مین ہی۔

نوان باب اتلاف مال غیر کا حکم دینے اور اسکے متعلقات کے بیان مین ہی۔ جابی یعنی اگر سلطانی اعوان یعنی سرہنگون کو مال غیر لینے کا حکم دیا تو یہ امر دوطرح سے نظر کے لائق ہی کہ باعتبار ظاہر کے جابی پر ضمان نہ واجب ہوگی بلکہ فقط لینے والے پر واجب ہوگی لیکن باعتبار معنی کے جابی پر واجب ہوگی پس فتوے کے وقت ایسے واقعہ مین تامل چاہیے اور امام فخرالدین قاضی خان نے فرمایا کہ فتوے اسطرح ہی کہ لینے والا ہر حال مین ضامن ہوگا پھر رہا یہ امر کہ حکم دہندہ سے واپس لے سکتا ہی یا نہین سو اگر لی ہوئی چیز اُسنے حکم دہندہ کو دیدی ہو تو رجوع کر سکتا ہی اور اگر لینے والے کے پاس تلف ہوگئی یا اُسنے تلف کر ڈالی ہو تو رجوع نہین کر سکتا ہی اور اگر اُسنے حکم دہندہ کی اجازت سے حکم دہندہ کے حوائج ضروریہ مین خرچ کر دی ہو تو یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہی کہ کسی نے دوسرے کو اُسکے ذاتی مال سے اپنی ضرورت مین خرچ کرنے کا حکم دیا ہو بعضون نے فرمایا کہ یہ موجب رجوع ہی بدون اسکے کہ اُسنے واپس لینے کی کوئی شرط کر لی ہو اور یہی اصح ہی۔ اور محیط مین مسئلہ جابی کے حکم مین یون مذکور ہی کہ مختار یہ ہی کہ جابی پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر جابی نے سرہنگ کو صاحب مال کا بیت دکھلا دیا مگر اُسکو کچھ حکم نہ کیا یا شریک نے سرہنگ کو دوسرے شریک کا بیت دکھلا دیا یہان تک کہ اُسنے مال لے لیا یا اُسکے بیت سے رہن بعوض اُس مال کے جسکا اُس سے مطالبہ کیا گیا ہی بسبب اُسکی ملک پائی جانے کے لے لیا اور وہ رہن ضائع ہوگیا تو شریک یا جابی بلاشبہہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ ان دونون سے کوئی حکم یا عمل نہین پایا گیا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے یہ بکری ذبح کر دے حالانکہ یہ بکری اُسکے پڑوسی کی تھی تو ذبح کرنے والا ضامن ہوگا خواہ اسکو معلوم ہو کہ یہ بکری غیر کی ہی یا نہ معلوم ہو پھر آیا اسکو حکم دہندہ سے بقدر ضمان واپس لینے کا اختیار ہی یا نہین ہی سو اگر اسکو معلوم تھا کہ یہ بکری غیر شخص کی ہی تو جان چکا تھا کہ اسکے ذبح کرنے کا حکم صحیح نہین ہی تو ذبح کرنے والے کو حکم دہندہ سے واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اُسنے یہ نہین جانا تھا کہ گمان کیا کہ حکم صحیح ہی تو ضمان حکم دہندہ سے واپس لیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ زید نے عمرو کو اپنی مملوکہ بکری ذبح کر دینے کا حکم دیا پھر عمرو کے ذبح کرنے

سے پہلے زید نے اسکو بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر عمرو نے اسکو ذبح کیا تو بکر کے واسطے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا
خواہ اسکو یہ حال معلوم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مال ضمان کو زید سے واپس لے خواہ اسکو
فروخت کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسواسطے کہ زید نے اسکو اس واقعہ میں دھوکا نہیں دیا ہی یہ ظہیریہ میں ہی فتاوا سے
ابو اللیث میں مذکور ہی کہ شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ایک گھوڑا نہر کے کنارے نہلانے کے
واسطے لایا اور وہان ایک شخص زید کھڑا تھا پس لانے والے نے زید سے کہا کہ اسکو نہر میں گھسا پس اُسنے گھسایا اور
گھوڑا ڈوب کر مر گیا تو حکم فرمایا کہ اگر پانی کی ایسی حالت ہو کہ لوگ اپنے گھوڑے پانی پلانے اور نہلانے کے واسطے
اُسمین گھساتے ہون تو کسی پر ضمان نہ ہوگی کیونکہ سائیس کو اختیار ہی کہ اپنے ہاتھ سے یہ فعل کرے یا دوسرے
سے کرا دے اور اگر پانی کی حالت ایسی نہو کہ لوگ نہلانے یا پانی پلانے کے واسطے اپنے گھوڑے اُسمین گھساتے ہون
تو گھوڑے کے مالک کو اختیار ہوگا چاہے سائیس سے ضمان لے یا زید مامور سے ایسا ہی اس مقام پر ذکر کیا ہی اور
اسمین نظر ہی یعنی اعتراض ہی اور یون چاہیے کہ حکم دہندہ و سائیس پر ضمان واجب نہو پس اگر اُسنے سائیس سے ضمان
لی تو سائیس مال ضمان کو مامور یعنی زید سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر اُسنے زید سے ضمان لی پس اگر زید کو یہ معلوم
ہو کہ یہ حکم دہندہ اس گھوڑے کا سائیس ہی تو اُسنے حکم صحیح ہونے کا گمان کیا تو وہ سائیس سے مال ضمان واپس
لے سکتا ہی یہ محیط میں ہی منتقی العدۃ میں مذکور ہی کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کا کپڑا جلا دے
[illegible] اسپر ضمان واجب ہوگی نہ اسپر جسنے حکم کیا ہو اور یہ جو شخص حکم دینے سے ضامن ہوتا ہی وہ سلطان ہو یا ولی
ہو یا اسنے اپنے غلام کو حکم دیا ہو یہ فصول عمادیہ میں ہی ۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا یہ کپڑا جلا دے یا اسکو دریا
میں ڈال دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسکے حکم سے ایسا کیا ہو ولیکن گنہگار ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں
ہی ۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے اس دیوار میں ایک دروازہ پھوڑ دے اُسنے ایسا ہی کیا پھر
وہ دیوار کسی غیر شخص کی نکلی تو دروازہ پھوڑنے والا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ملک غیر کو تلف کر دیا مگر مال ضمان کو اپنے
حکم دہندہ سے واپس لیگا اور اگر اس نے یون کہا ہو کہ اس دیوار میں ایک دروازہ پھوڑ دے اور یہ نہ کہا کہ میرے
واسطے میری دیوار میں ہی تو پھوڑنے والا حکم دہندہ سے مال ضمان واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر اس صورت میں
حکم دہندہ اس دار میں رہتا ہو یا اس شخص کو دروازہ پھوڑنے پر اجیر مقرر کیا ہو تو پھوڑنے والا مال ضمان واپس لیگا یہ
محیط سرخسی میں ہی ۔ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ گھر کی خاک باہر ڈال دے اُسنے باہر ڈال دی پھر اس عورت کا خاوند
آیا اور کہا کہ مین نے اس خاک میں ہر قدر سونا رکھا تھا پس اگر ثابت ہو جاوے کہ اُسنے خاک میں سونا رکھا تھا تو ضمان اُس
شخص پر واجب ہوگی جسنے خاک باہر ڈال دی ہی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہی ۔

دسوان باب ۔ زمین مغصوبہ میں زراعت کرنیکے بیان میں ۔ ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کر کے اُسمین کھیتی
بوئی اور وہ اُگی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اپنی زمین لے لے اور اپنی ملکیت فارغ کرنے کی غرض سے غاصب کو حکم
دے کہ کھیتی اُکھاڑ لے اور اگر غاصب نے اس فعل سے انکار کیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ خود ایسا کرے ۔ اور اگر مالک حاضر
نہوا یہان تک کہ کھیتی پک گئی تو کھیتی غاصب کی ہوگی اور یہ معروف ہی اور اگر بسبب زراعت کے زمین میں نقصان
آیا ہو تو غاصب سے بقدر نقصان لے سکتا ہی پھر مشائخ نے مقدار نقصان کی دریافت میں اختلاف کیا ہے بعض

نے فرمایا کہ یوں دیکھا جاوے کہ قبل زراعت کے کتنے پر اُٹھتی تھی اور بعد زراعت کے کتنے پر اُٹھتی ہی پس جسقدر تفاوت ہو وہی نقصان زمین ہی شمس الائمہ رحمہ نے فرمایا کہ یہ قول اقرب الی الصواب ہی۔ اور اگر مالک حاضر ہوا اور ہنوز کھیتی نہیں اُگی تھی تو مالک کو اختیار ہی چاہے چھوڑ دے یہاں تک کہ کھیتی اُگے پھر غاصب کو اُسکے اُکھاڑ لینے کا حکم کرے یا چاہے تو غاصب کو اُسکے بیجوں کی قیمت دیدے لیکن اس حساب سے کہ وہ تخم دوسرے کی زمین میں ریختہ ہیں اور اُسکی صورت یہ ہی کہ زمین ایکدفعہ تخم ریختہ اور پھر بغیر تخم ریختہ اندازہ کرائی جاوے پس جسقدر دونوں میں فرق ہو اسی قدر غاصب کو دیدے یہ ذخیرہ میں ہی۔ قال المترجم تخم ریختہ در زمین غیر کی توضیح مسئلہ ذیل سے دریافت کرنا چاہیے۔ ایک شخص نے دوسرے کی زمین میں گیہوں بوئے اور ہنوز نہیں اُگے تھے کہ دونوں نے باہم جھگڑا کیا تو مالک زمین کو اختیار ہی چاہے چھوڑ دے یہاں تک کہ اُگیں پھر اُس سے کہے کہ اپنی کھیتی اُکھاڑ لے یا جو کچھ تخم سے زیادتی ہوگئی ہی اُسکو دیدے پس اگر مالک نے ادائے ضمان کو اختیار کیا تو کسطرح ضمان دیگا پس مختار یہ ہی کہ اُسکے بیج کی قیمت بدین اعتبار کہ وہ بیج غیر کی زمین میں ریختہ ہیں ضمان دیگا اور اُسکا یہ طریقہ ہی کہ ایک بار زمین ایسے بیجوں سے بوئی ہوئی اندازہ کیجاوے کہ جنکے اُگنے کے بعد شخص غیر کو کھیتی اُکھڑوا دینے کا اختیار ہی اور ایک بار بغیر تخم ریختہ اندازہ کیجاوے پس جو کچھ ان دونوں میں تفاوت ہو وہی ایسے بیجوں کی قیمت ہی جو دوسرے کی زمین میں ریختہ کیے ہوں یہ ظہیریہ میں ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین میں تخم ریزی کی پھر دوسرے شخص نے اگر اُسی زمین میں اپنے بیج بوئے اور مالک زمین کے بیج اُگنے سے پہلے اُسکو گوڑا یا نہیں گوڑا اور زمین کو سینچا یہاں تک کہ دونوں بیج اُگے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جو کچھ اُگا ہی وہ دوسرے کا ہوگا اسلیے کہ امام کے نزدیک خلط جنس یا خلاف جنس استہلاک اول ہی اور دوسرے شخص پر مالک کے بیجوں کی قیمت واجب ہوگی مگر بدین اعتبار کہ وہ بیج اپنی زمین میں بوئے ہوئے ہیں پس ایک بار زمین بغیر تخم ریختہ اندازہ کیجاویگی اور دوسری بار تخم ریختہ اندازہ کیجاویگی پس جو کچھ دونوں میں فرق ہو اسقدر مالک زمین کو دیگا اور اگر پھر مالک زمین نے اگر دوبارہ اپنے بیج اُس زمین میں بوئے اور زمین کو قبل اُگانے کے گوڑا یا نہ گوڑا اور زمین کو سینچا یہاں تک کہ سب بیج پھوٹ نکلے تو جو کچھ اُگا ہی سب مالک زمین کا ہی اور اُسپر غاصب کے واسطے اُسکے بیج کے مثل بیج واجب ہونگے ولیکن بدین حساب کہ وہ دوسرے کی زمین میں ریختہ ہیں ایسا ہی فتاوی فضلی میں مذکور ہی اور یہ جواب مشبع نہیں ہی بلکہ مشبع جواب یہ ہی کہ مالک زمین کو غاصب اُسکے بیجوں کی قیمت اپنی زمین میں بوئے ہوئے کے حساب سے دیگا پھر مالک زمین غاصب کو دونوں بیجوں کی قیمت بدین اعتبار کہ وہ غیر کی زمین میں ریختہ ہیں ضمان دیگا اسواسطے کہ اتلاف یوں ہی وارد ہوا ہی۔ اور یہ سب اس صورت میں ہی کہ کھیتی اُگی ہوئی نہ ہو اور اگر مالک کی کھیتی اُگی ہو پھر دوسرے نے اگر اپنی تخم ریزی کرکے زمین کو سینچا پس اگر زمین کو نہ گوڑا ہو یہاں تک کہ دوسرے بیج اُگے تو حکم وہی ہے جو پہلے بیان کیا ہی اور اگر زمین کو گوڑا ہو پس اگر اُگی ہوئی کھیتی بعد گوڑنے کے دوبارہ اُگی ہی تو بھی حکم وہی ہی جو پہلے بیان کیا ہی اور اگر دوبارہ نہیں اُگی تو جو کچھ اُگی وہ غاصب کی ہوگی اور غاصب زمین کے مالک کے واسطے اُسکی اُگی ہوئی کھیتی کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اتلاف یوں ہی وارد ہوا ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور شیخ نصیر رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی زمین میں گیہوں بوئے پھر دوسرے نے اگر اُسمیں اپنے جو بوئے تو فرمایا کہ جو والے پر

جنس میں اسی جنس کو ملا کر نے سے اور خلاف جنس کا ملانا ہی ۱۲

مالک کے ریختہ گیہون کی قیمت واجب ہوگی اسکو ابن سماعہ رح نے امام محمد بن الحسن سے روایت کیا ہو اور فقیہ ابو اللیث
نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہو کہ گیہون کا مالک اپنے گیہون کے ریختہ کے حساب سے قیمت لینے پر راضی ہوجاوے اور اگر وہ
اسپر راضی نہ ہوا تو اسکو اختیار ہوگا چاہے چھوڑ دے یہانتک کہ کھیتی اُگے پھر جب اُگی تو اسکو اکھاڑ لیوے یا چاہے
تو غاصب کو ضمان سے بری کردے پھر جب کھیتی کاٹنے کا وقت آوے اور دونون کھیتی کاٹین تو وہ کھیتی دونون مین
بقدر انکے حصہ کے مشترک ہوگی یہ ظہیریہ مین ہو۔ صاحب المحیط رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے زمین غصب
کرکے اُسمین کپاس بوئی پھر مالک نے زمین جوتکر اُسمین کوئی اور چیز بوئی پس آیا مالک زمین اُس غاصب کیواسطے
کچھ ضامن ہوگا تو شیخ رح نے جواب دیا کہ کچھ نہین ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ایسا فعل کیا ہو کہ اگر یہ مقدمہ قاضی کے سامنے
پیش ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ ایک شخص نے حب القطن دوسرے کی زمین مین از راہ غصب
ڈالے اور وہ اُگے پس مالک زمین نے انکو تربیت کیا تو غور پاسے پنبہ غاصب کے ہونگے اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان
واجب ہوگا اور مالک کا تعہد اُسکے ساتھ رضامندی شمار ہوگا اور اظہر یہ کہ مالک کا تعہد غاصب کے لیے ہو یہ قنیہ
مین ہو۔ ایک حادثہ واقع ہوا جسپر فتوی لیا گیا تھا وہ یہ ہو کہ دو شریکون مین سے ایک شریک زمین نے زمین مشترک مین
زراعت کی پس آیا دوسرے شریک کو پہونچتا ہو کہ بقدر اپنے حصہ زمین کے موافق عرف دیہہ کے تہائی یا چوتھائی کا مطالبہ
کرے تو جواب دیا گیا کہ ایسا نہین کرسکتا ہو ولیکن اگر کاشتکاری سے زمین کو کچھ نقصان پہونچا ہو تو بقدر اپنے حصہ کے
تاوان نقصان لے سکتا ہو یہ فصول عمادیہ کی بتیسوین فصل مین لکھا ہو۔ ایک زمین دو شخصون مین مشترک تھی اور اس
سب زمین کو فقط ایک شریک نے بدون اجازت دوسرے شریک کے بویا تو امام محمد رح نے فرمایا ہو کہ اگر کھیتی اُگ آئی اور
دونون نے اسطرح باہم تصفیہ کرلیا کہ جسنے نہین بویا ہو وہ بونیوالے کو آدھے بیج دیدے اور تمام کھیتی دونون مین مشترک
ہوجاوے تو جائز ہو اور اگر ہنوز نہ اُگی ہو کہ دونون نے اسطرح مصالحہ کیا تو جائز نہین ہو۔ اور اگر کھیتی اُگ چکی ہو اور
جسنے زراعت نہین کی ہو اُسنے یہ ارادہ کیا کہ زراعت کو اکھاڑ دے تو وہ زمین دونون مین برابر تقسیم کردیجاویگی پس جسقدر
زمین غیر زراعت کنندہ کو ملیگی اُسمین سے جسقدر کھیتی ہو اکھاڑ دے اور اکھاڑنے سے اسکی زمین کو جو کچھ نقصان پہونچیگا
اُسکا زراعت کنندہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ امام محمد رح سے مروی ہو کہ ایک زمین دو شخصون مین
مشترک ہو اُنمین سے ایک شخص غائب ہوگیا تو اُسکے شریک حاضر کو اختیار ہو کہ نصف زمین مین زراعت کرے اور اگر
اُسنے دوسرے برس بھی زراعت کا قصد کیا تو اُسی نصف زمین مین زراعت کرے جسمین سال گذشتہ مین کھیتی بوئی تھی
ایسا ہی اس مقام پر ذکر فرمایا ہو اور فتوی اسطرح پر ہو کہ اگر اُسکو یہ معلوم ہو کہ زراعت زمین کے حق مین نافع ہوگی نقصان
نہ پہونچائیگی تو اُسکو تمام زمین کی زراعت کا اختیار ہو اور جب شریک غائب حاضر ہو تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ جتنی مدت
تک شریک حاضر نے تمام زمین سے نفع اُٹھایا ہو وہ بھی اُسقدر مدت تک کل زمین سے انتفاع حاصل کرے اسواسطے کہ ایسی
باتون مین غائب کی رضامندی دلالۃً ثابت ہو اور اگر اُسکو معلوم ہو کہ کھیتی کرنا زمین کے حق مین نقصان ہو اور چھوڑ دینا
نافع ہوگا اور زمین کی قوت بڑھا دیگا تو حاضر کو بالکل کھیتی کرنے کا اختیار نہ ہوگا اسواسطے کہ رضامندی شریک یہان
ثابت نہین ہو کذا فی الظہیریہ۔ میرے جد رحمہ اللہ سے استفتا کیا گیا کہ ایک شخص نے غیر کی زمین مین اُسکی بلا اجازت
کھیتی بوئی پس مالک زمین نے کہا کہ تو نے کیون بوئی اُسنے کہا کہ مین نے جسقدر بیج ڈالے ہین تو مجھے دیدے

اور مین تیرا کاشتکار ہوجاؤنگا اور کھیتی میرے تیرے درمیان موافق رسم کے مشترک ہوگی پس مالک نے اُسکو اُسکے تخم کے مثل دیدیے پھر کھیتی تیار ہوئی تو آیا دونون مین مشترک ہوگی یا کُل کھیتی کسی ایک کی ہوگی تو جواب دیا کہ سب کھیتی مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار کو اجر المثل ملیگا یہ فصول عمادیہ مین ہی ۔ شیخ الاسلام عطا ربن حمزہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے بیجون سے دوسرے کی زمین مین بدون مالک کی اجازت کے کھیتی کی پس آیا کھیتی تیار ہونے پر مالک زمین کو اختیار ہی کہ اُس سے بقدر حصہ زمین کے پیداوار کا مطالبہ کرے تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ ہان بشرطیکہ اُس گاؤن مین ایسا عرف جاری ہو کہ لوگ دوسرون کی زمین تہائی چوتھائی آدھی وغیرہ کسی جز معین پر بویا کرتے ہون تو اسقدر جز جو عرفاً معروف ہو واجب ہوگا پھر شیخ رحمہ سے پوچھا گیا کہ اسکی کوئی روایت بھی آئی ہی تو فرمایا کہ ہان آخر کتاب المزارعت مین آئی ہی ۔ شیخ ابو جعفر رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا باغ آدھون دوسرے کو معاملتہ دیا پس باغ مذکور مین پھل آئے پس دینے والا اور اُسکے گھر والے اکثر باغ مین جاتے اور کھاتے اور باندھ لاتے تھے اور عامل نہین جانتا تھا مگر کبھی کبھی پس آیا دینے والے پر ضمان واجب ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ بدون اجازت اُس شخص کے جسنے دیا ہی کھاتے اور لادلاتے تھے تو اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی بلکہ انھین کھانے والون اور لادنے والون پر واجب ہوگی اور اگر اُسکی اجازت سے ایسا کرتے تھے پس اگر وہ لوگ ایسے تھے کہ اُنکا نفقہ اُس شخص پر واجب تھا تو دینے والا بقدر حصہ عامل کے ضامن ہوگا اور اُنکا کھانا ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا خود اُس نے کھایا ہی اور اگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ اُنکا نفقہ اُس شخص پر واجب ہو تو اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی لیکن چونکہ اُسنے اجازت دی تھی اسواسطے ایسا واقع ہوا کہ گویا اُسنے دوسرے کے مال تلف کرنے پر اُنکو راہ بتائی کذا فی الظہیریہ ۔

گیارھوان باب اُن امور کے بیان مین جو غلام مغصوب کو لاحق ہون کہ انکی ضمان غاصب پر واجب ہووے

امام ہمام قدوری رحمہ نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام یا باندی غصب کی پس غلام غاصب کے پاس سے بھاگ گیا حالانکہ اس سے پہلے نہین بھاگا تھا یا باندی نے زنا یا چوری کی حالانکہ اس سے پہلے باندی نے ایسا نہ کیا تھا تو بسبب سرقہ یا اباق یا عیب زنا کے جو نقصان پیدا ہوا اُسکی ضمان غاصب پر واجب ہوگی اور ایسا ہی ہر امر موجب نقصان قیمت غاصب کے پاس پیدا ہوجاوے جیسے عور و شل واسکے اشباہ تو اُسکی ضمان بھی غاصب پر واجب ہوجائیگی پس ایسا ہو تو غلام کی قیمت بفرض صحیح وسالم اندازہ کیجائیگی اور پھر اس عیب کے ساتھ اندازہ کیجائیگی پس مالک اپنا غلام کو لیکر اُسکے ساتھ جو کچھ دونون قیمتون مین تفاوت ہی غاصب سے لے لیگا یہ محیط مین ہی ۔ اگر ایک باندی غصب کرکے اسکے ساتھ زنا کیا پھر وہ مرگئی تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور بالاجماع اُسپر حد زنا واجب ہوگی اسواسطے کہ غصب مین ضمان دینے سے وقت غصب سے ملک حاصل ہوجاتی ہی لیکن اگر اُسکے ساتھ زنا کیا پھر اُسکو غصب کیا پھر مرگئی اور اُسکی قیمت کی ضمان دی تو امام اعظم وامام محمد رحمہ کے نزدیک حد زنا ساقط ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ساقط نہ ہوجائیگی کذا فی التاتارخانیہ اور اگر غاصب کے پاس باندی کو بخار آنے لگا یا اسکی دونون آنکھین سفید ہوگئین پس غاصب نے باندی کو واپس دیا اور اسکے ساتھ تاوان نقصان بھی دیا پھر مالک کے پاس اُسکا بخار جاتا رہا یا سپیدی چشم جاتی رہی تو مولی نے جسقدر تاوان نقصان لیا ہی غاصب کو واپس دے کذا فی محیط السرخسی اور اگر غاصب کے پاس باندی زنا سے حاملہ

ہو گئی تو مالک اسکو مع اُسکے نقصان کے لے لیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ نقصان حمل اور نقصان عیب زنا دونوں پر نظر کریگا جو زیادہ ہوا اُسکا ضامن ہوگا اور اُسمیں کم داخل ہو جائیگا اور یہ استحسان ہے اور امام محمد رح کے نزدیک دونوں عیبوں کا تاوان لیگا اور یہ قیاس ہے - اور اگر زنا سے حاملہ ہو کر بچہ جنی تو ولادت سے عیب حمل جاتا رہا اور عیب زنا باقی رہ گیا پس اگر عیب زنا بہ نسبت عیب حمل کے زیادہ تاوان رکھتا ہو اور غاصب نے عیب حمل کا تاوان دے دیا ہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ تاوان عیب زنا کو پورا کر دے اور اگر تاوان عیب حمل زیادہ ہو تو غاصب پر فقط بقدر عیب زنا کے تاوان واجب رہ گیا اور باقی زائد بسبب زوال حمل کے زائل ہو گیا پس اسکا غاصب کو واپس دینا واجب ہوا - اور اگر مالک کو اُسکی باندی بحالت حمل واپس کی پھر مالک کے پاس بسبب ولادت کے ہلاک ہوئی اور اُسکا بچہ رہ گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ نہیں فقط نقصان حمل کا ضامن ہوگا - اور اگر ولادت سے ہلاک ہوئی اور اُسکا بچہ باقی رہا تو امام اعظم رح کے نزدیک یوم غصب کی پوری قیمت باندی کا ضامن ہوگا اور بچہ کے ساتھ تاوان نہ کیا جائیگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ فقط اسی قدر ضامن ہوگا جس قدر اسمیں حمل سے نقصان آیا - اور اگر بچہ مر گیا تو غاصب باندی کو واپس کرے اور اُسکے ساتھ نقصان ولادت کا تاوان دے اور بچہ کی موت سے اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر باندی مع بچہ کے غاصب کے پاس مر گئی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ باندی کے یوم قبضہ کی قیمت تاوان دے اور قیمت ولد کا ضامن نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے - ایک شخص نے ایک باندی غصب کر کے اُسکے ساتھ زنا کیا پھر اُسکے مولیٰ کو واپس کر دی پھر مولیٰ کے پاس اُسکا حمل ظاہر ہوا اور مولیٰ کے پاس بچہ جنی اور ولادت یا نفاس میں مر گئی تو امام اعظم رح کے قول پر اگر غاصب کے واپس کرنے کے وقت سے چھ مہینہ سے کم میں مولیٰ کے پاس بچہ جنی ہو تو غاصب اُسکے یوم غصب کی قیمت کا ضامن ہوگا بخلاف اُسکے اگر کسی آزاد عورت سے زنا کیا ہو اور وہ حاملہ ہو کر ولادت یا نفاس میں مر گئی ہو تو زانی کچھ ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے - اور اگر مغصوبہ باندی نے غاصب کے پاس زنا کیا ہو پھر مالک کو واپس کر دی پھر اسکے بعد اُسکا ہاتھ کاٹا گیا یا حد زنا ماری گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک زنا کی صورت میں نقصان ضرب حد و نقصان زنا میں سے جو زیادہ ہو اُسکا غاصب ضامن ہوگا اور چوری سے ہاتھ کٹنے کی صورت میں باندی کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط نقصان زنا و نقصان سرقہ کا ضامن ہوگا اور نقصان ضرب حد کا ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر غاصب نے مالک کو حاملہ باندی واپس کی اور اُسکے حد ماری گئی اور حد ماری جانے سے وہ ہلاک ہوئی تو بالاجماع غاصب نقصان کا ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے - اور اگر مغصوبہ باندی نے اپنے مولیٰ کے پاس زنا یا چوری کی ہو پھر غاصب نے اسکو غصب کیا پھر وہ بعد زنا و سرقہ میں ماخوذ ہوئی اور اس سبب سے مر گئی تو اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی کیونکہ باندی ایسے سبب سے تلف ہوئی جسکا وجود مولیٰ کے پاس ہوا ہے اسی طرح اگر غاصب کے پاس اپنے شوہر سے حاملہ ہوئی جو مولیٰ کے پاس بھی موجود تھا اور اس سبب سے ہلاک ہوئی تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر مولیٰ نے اسکو شوہر سے وطی کرکے حاملہ کیا ہو پھر غاصب نے غصب کر لی اور غاصب کے پاس بسبب حمل کے مر گئی تو بھی غاصب ضامن نہ ہوگا کیونکہ اُسکا تلف ہونا ایسے سبب سے ہوا جسکا وجود مولیٰ کے پاس پایا گیا تھا لیس یہ ایسا ہوا کہ جیسے مولیٰ نے اُسکو غاصب کے پاس قتل کر دیا - اور اگر غاصب نے اسکو حاملہ غصب کیا مگر یہ حمل اسکو استقرار نہ تھا کہ مولیٰ نے اُسکو حاملہ کیا تھا یا مولیٰ کے پاس کسی شوہر نے اسکو حاملہ

کیا تھا پھر وہ باندی غاصب کے پاس بسبب حمل مذکور کے تلف ہوئی تو غاصب اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ باندی غاصب کے پاس بدون فعل مولیٰ اور بدون ایسے سبب کے جو مولیٰ کی طرف سے پایا جاوے ہلاک ہوئی ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے - اور اگر ایسی باندی غصب کی جسکو بخار آتا تھا یا حاملہ تھی یا مرلیضہ یا مجروحہ تھی اور وہ اسی سبب سے ہلاک ہوگئی تو اس عیب دار ہونیکے ساتھ اُسکی قیمت اندازہ کر کے اُسکا غاصب ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر غاصب کے پاس باندی کو بخار آنے لگا پھر اُسنے مالک کو اسی طرح واپس دی پھر مالک کے پاس اُسی بخار سے مرگئی تو بالاجماع غاصب فقط نقصان حمی (یعنی بخار آنے کی بیماری کے نقصان) کا ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے - اگر غاصب کے پاس سے غلام مغصوب بھاگ گیا تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے غلام کے ظاہر ہونے تک انتظار کرے پس جب ظاہر ہو لے اُسکو واپس لیوے یا نہ انتظار کرے اور غاصب سے اُسکی قیمت لے لے پھر اگر بعد قیمت لے لینے کے غلام ظاہر ہوا تو دیکھا جائیگا کہ اگر مالک نے وہ قیمت لی ہے جو اُسنے بیان کی تھی اُسپر راضی ہوا تھا خواہ اسطرح کہ دونوں نے اس مقدار قیمت پر باہم اتفاق کیا تھا یا گواہ قائم ہوئے تھے یا غاصب نے قسم سے نکول کیا تھا تو اس صورت میں ہمارے نزدیک مالک کو اس غلام کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر مالک نے غاصب سے جو قیمت لی ہے وہ غاصب کے قول پر لی ہے یعنی جسقدر غاصب نے بیان کی ہے اور مالک کی زیادت متدعویہ سے غاصب نے قسم کھا لیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قیمت رکھ لے اور اُسپر راضی ہو جاوے اور وہ غلام غاصب کو دیدے اور اگر چاہے تو جسقدر اُسنے قیمت لی ہے وہ غاصب کو واپس کر کے اپنا غلام لے لیوے اور غاصب کو اختیار ہوگا کہ اپنی قیمت وصول کرنے کی غرض سے غلام کو روک رکھے اور اگر غاصب کو قیمت واپس دینے سے پہلے وہ غلام غاصب کے پاس مرگیا تو قیمت واپس نکریگا لیکن اگر غلام کی قیمت میں اس قیمت وصول کردہ سے زیادتی ہو تو بقدر زیادتی کے غاصب سے واپس لیگا اور اگر اُسکی قیمت میں کچھ زیادتی نہو تو مالک کو سوائے اس قیمت ماخوذہ کے اور کچھ نہ ملیگا اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ اگر غلام آبق ظاہر ہوا اور اُسکی قیمت اتنی ہی نکلی جتنی غاصب نے بیان کی ہے تو مغصوب منہ کو خیار نہوگا اور نہ اُسکو غلام لینے کی کوئی راہ ہوگی مگر ظاہر الروایت کے موافق بلاتفصیل مالک کو خیار حاصل ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر غلام مغصوب نے غاصب کے پاس کسی شخص آزاد یا غلام کو قتل کیا یا کوئی جنایت جو جان تلف کرنے سے کم ہو ویسی کی تو مولیٰ کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پھر مولیٰ جرمانہ جنایت و قیمت غلام دونوں میں جو مقدار کم ہو غاصب سے لے لیگا - اور اگر غلام مغصوب نے کسی کا مال تلف کر دیا اور مولیٰ سے خطاب کیا گیا کہ اُسکو فروخت کر یا اُسکا فدیہ دے تو مولیٰ قیمت غلام اور جو اُسنے غلام کی طرف سے قرضہ ادا کیا ہے دونوں میں سے کم مقدار کو غاصب سے لے لیگا - اور اگر یوم غصب میں غلام کی قیمت ہزار درم ہو پھر زائد ہو کر دو ہزار درم ہوگئی پھر کسی شخص نے غاصب کے پاس اُسکو قتل کر ڈالا تو مولیٰ کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے یوم غصب کی قیمت ہزار درم لے لے اور غاصب اُس قاتل کی مددگار برادری سے دو ہزار درم لے لیگا مگر اُس میں سے ایک ہزار درم زائد صدقہ کر دیگا یا چاہے تو قاتل کی مددگار برادری سے روز قتل کی دو ہزار درم قیمت لے لے پھر قاتل اُسکے غاصب سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس صورت میں غلام نے خود ہی اپنے تئیں قتل کر ڈالا ہو تو مولیٰ غاصب سے یوم غصب کی ہزار درم قیمت تاوان لیگا اور یوم قتل کی قیمت تاوان نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے - اگر غاصب کے پاس

یعنی مالک کو اختیار بلاتفصیل خواہ قیمت برابر بیان غاصب کے ہو یا زیادہ ہو ۱۲

سے غلام مغصوب بھاگ گیا تو اُسکا جُعل واپسی مالک پر واجب ہوگا یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور یہاں مقدار جُعل کو غاصب سے نہیں لے سکتا ہے لیکن نقصان اباق کو غاصب سے لے سکتا ہے بشرطیکہ اس سے پہلے غلام نہ بھاگا ہو۔ اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ سوائے مقدار جُعل کے بھی غاصب سے واپس لیگا یہ ینابیع میں ہے

گیارھوان باب

غاصب الغاصب اور مستودع الغاصب وغیرہ کے بیان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے مال مغصوب کو غاصب سے غصب کر لیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اول و ثانی جس غاصب سے چاہے ضمان لے پس اگر غاصب اول سے ضمان لی تو غاصب اول مال ضمان کو غاصب ثانی سے لے لیگا اور اگر اُسنے دوسرے سے ضمان لی اور دوسرا اسکو اول سے نہیں لے سکتا ہے اور جب مالک نے دونوں میں سے کسی ایک سے ضمان لینا اختیار کیا تو امام اعظم و امام محمدؒ کے نزدیک پھر اسکو دوسرے کی تضمین کا اختیار نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جب تک اُس سے تاوان وصول نہ کرے تب تک اُسکو ایسا اختیار ہے کذا فی محیط السرخسی اور جب مالک نے دونوں میں سے ایک یعنی غاصب یا غاصب الغاصب یا مستودع الغاصب سے تاوان لے لیا تو دوسرا بری ہو گیا یہ خلاصہ میں ہے۔ غاصب الغاصب نے اگر مال مغصوب کو تلف کرکے اُسکی قیمت غاصب اول کو ادا کر دی تو ضمان سے بری ہو گیا اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ بری نہ ہوگا اور اگر بعینہ مال مغصوب کو غاصب اول کو واپس دیا تو بالاجماع سب کے نزدیک بری ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مال مغصوب غاصب الغاصب کے پاس تلف ہو گیا اور اُسنے غاصب اول کو اُسکی قیمت تاوان دیدی تو بھی ضمان سے بری ہو جائیگا یہان تک کہ مالک کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ اسکے بعد غاصب الغاصب کو ضامن ٹھہراوے کیونکہ قیمت قائم مقام عین ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ غاصب اول کا غصب کرنا گواہوں کی گواہی یا اقرار مالک کے ذریعہ سے معروف و معلوم ہو اور اگر فقط غاصب اول نے ایسا اقرار کیا ہو تو مالک کے حق میں اسکے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی مگر اپنے حق میں اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی پس مالک کو اختیار رہیگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے (مگر اول پھر ثانی سے رجوع ضمان نہیں کر سکتا ہے) اور اگر غاصب الغاصب نے مغصوب کو فروخت کرکے اُسکا ثمن وصول کیا تو غاصب اول کو اُس سے اس ثمن کے لینے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ وہ مالک نہیں ہے اور نہ مالک کی طرف سے نائب ہے اور اُسکو اجازت بیع کا بھی اختیار نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے غاصب سے ضمان لے یا اُسکے مستودع سے کیونکہ اُسکے حق میں دونوں میں سے ہر ایک متعدی ہے (یعنی ظالم ہے) یہ محیط میں ہے۔ اور اگر غاصب نے مال مغصوب کسی کو عاریۃً دیا تو مالک مختار ہوگا چاہے معیر سے تاوان لے یا مستعیر سے پھر جس سے لے لیا وہ دوسرے سے مال تاوان نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستعیر نے اُسکو تلف کر دیا ہو تو ضمان اُسی پر مقرر ہو جائیگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر غاصب نے مال مغصوب کسی کو ہبہ کر دیا اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو گیا اور مالک نے اُس سے تاوان لے لیا تو وہ اپنے واہب سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مغصوب کو غاصب نے فروخت کرکے مشتری کے سپرد کر دیا (یعنی قابض ۱۲) تو مالک کو اختیار ہے چاہے غاصب سے ضمان لے پس بیع جائز ہو جائیگی اور ثمن غاصب کا ہوگا یا مشتری تاوان لے تو مشتری اپنا ثمن غاصب سے واپس لیگا اور بیع باطل ہو جائیگی اور مال ضمان واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر غاصب نے فروخت کرکے سپرد نہ کیا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ منتقی میں ابن سماعہ کی

روایت ہے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر مالک نے غاصب اول سے ضمان لینا اختیار کیا ہو خواہ غاصب اول اس امر پر راضی ہوا یا نہ ہوا اگر قاضی نے غاصب اول پر مالک کے واسطے قیمت کی ڈگری کر دی تو مالک کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ غاصب اول سے ضمان لینا ترک کر کے دوسرے سے ضمان لینا اختیار کرے ۔ اور اگر غاصب اول راضی نہوا ہو اور قاضی نے اُسپر مالک کے نام قیمت کی ڈگری نہ کی تو مالک کو اختیار رہیگا کہ اس سے رجوع کر کے غاصب ثانی سے ضمان لینا اختیار کرے ۔ اور اگر مالک نے غاصب اول سے ضمان لینا اختیار کر لیا اور اُسنے مالک کو کچھ نہ دیا اور وہ نادار ہو تو قاضی غاصب اول کو حکم دیگا کہ دوسرے غاصب سے اپنا مال وصول کر کے مالک کو دیدے پس اگر اول نے اس بات سے انکار کیا اور مالک نے ان دونوں غاصبوں کو حاضر کر کے گواہ پیش کیے تو مالک سے دوسرے پر پہلے غاصب کے واسطے ایسے گواہ مقبول ہونگے یہان تک کہ دوسرے غاصب سے یہ مال وصول کر لیا جائیگا پھر اُسکو مغصوب منہ لے لیگا یہ محیط میں ہے ۔ اور اگر مالک نے چاہا کہ دونوں میں سے ایک سے کسیقدر یعنی قیمت تہائی و چوتھائی و نصف وغیرہ تاوان لے تو اُسکو اختیار رہیگا کہ باقی قیمت دوسرے سے تاوان لے یہ ذخیرہ میں ہے جامع کبیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص کی باندی ہزار درم قیمت کی غصب کر لی پھر غاصب سے دوسرے شخص نے غصب کر لی اور دوسرے غصب کے روز بھی اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے غاصب کے پاس سے بھاگ گئی تو پہلے غاصب کو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے اُسکی قیمت تاوان لے اگرچہ مالک نے پہلے غاصب سے ہنوز تاوان نہ لیا ہو پھر جب غاصب اول نے قیمت لے لی تو دوسرا غاصب ضمان سے بری ہوگیا اور یہ قیمت جو دوسرے سے وصول کی ہے وہ غاصب اول پر مضمون رہیگی حتی کہ اگر غاصب اول کے پاس تلف ہوگئی تو مالک کو اختیار رہیگا کہ اُس سے باندی کی قیمت غصب کا تاوان لے پھر جب مالک حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے غاصب اول سے وہ قیمت لے لے جو اُسنے غاصب ثانی سے لی ہے پس باندی مغصوبہ اصل مالک کی طرف سے غاصب ثانی کی ملک ہو جائیگی یا چاہے تو غاصب اول سے اگر سر تو اُسکی قیمت تاوان لے پس مالک کی طرف سے باندی پہلے غاصب اول کی مملوک ہو کر پھر اُسکی طرف سے غاصب ثانی کی مملوکہ ہوگی ۔ اور اگر غصب اول کے روز باندی کی قیمت ہزار درم ہو اور غصب ثانی کے روز دو ہزار درم ہو پھر وہ دوسرے غاصب کے پاس سے بھاگ گئی اور پہلے نے دوسرے سے دو ہزار درم قیمت لے لی اور وہ قیمت غاصب اول کے پاس تلف ہوگئی تو مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ اول سے دو ہزار کی ضمان لے بلکہ فقط اس سے اُسکے غصب کے روز کی قیمت ہزار درم تاوان لے سکتا ہے اور اگر نہوئے حاضر ہوا اور اُسوقت تک غاصب اول کے پاس وہ قیمت جو اُسنے ثانی سے وصول کی ہے بعینہ موجود تھی اور حال یہ تھا کہ باندی کہیں ظاہر ہوگئی تھی تو مالک کو یہ اختیارات ہونگے کہ چاہے باندی کو جہان ظاہر ہوئی ہے وہان سے لے لے یا چاہے غاصب اول سے وہ قیمت لے لے جو اُسنے غاصب ثانی سے وصول کی ہے یا چاہے غاصب اول سے اُسکے غصب کے روز کی قیمت لے لے پس اگر مالک نے اپنی باندی لینا اختیار کیا تو دوسرا غاصب پہلے سے وہ قیمت جو اُسنے دوسرے سے وصول کی ہے پھیر لیگا اور اگر وہ قیمت پہلے کے پاس تلف ہوگئی ہو تو پہلا دوسرے کیواسطے اُسکا ضامن ہوگا ۔ اور اگر مالک نے غاصب اول سے وہ قیمت جو اُسنے دوسرے سے وصول کی ہے لے لی تو باندی دوسرے غاصب کو پھیر دیجائیگی ۔ اور اگر مالک نے اول سے اُسکے غصب کے روز کی قیمت تاوان

نے قیمت لینا اختیار کیا تو اُسپر تو باندی کا استبرار کرے اور اگر باندی لینا اختیار کیا تو جو کچھ اُسنے تصرف کیا سب باطل ہو جائیگا سواے ام ولد بنانے کے کہ اس صورت میں استحساناً بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور بچہ رقیق ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور غاصب ثانی کو باندی سے وطی کا اختیار نہیں ہے یہاں تک کہ مولیٰ غاصب اول سے وہ قیمت لے لینا اختیار کرے جو اول نے ثانی سے لی ہے یا غاصب اول سے ضمان لینا اختیار کرے۔۔ اور اگر غاصب اول کے ثانی سے قیمت لینے کے بعد اور مولیٰ کے کسی امر تضمین کے اختیار کرنے سے پہلے باندی کو حیض آیا تو یہی حیض حکم استبرار کیواسطے کافی نہوگا اور اگر غاصب اول نے دوسرے سے قیمت لینے کا اقرار کیا تو یہ اقرار اور گواہوں سے قیمت لینا ثابت ہو جانا دونوں یکسان ہیں ہاں ان دونوں میں دوسری وجہ سے اتنا فرق ہے کہ اس صورت اقراری میں مولیٰ کو دوسرے غاصب کی تضمین کا اختیار رہے اور صورت ثبوت بگواہان میں دوسرے کی تضمین کا اختیار نہیں ہے اور اسیطرح جب قاضی نے دوسرے پر قیمت کی ڈگری کر دی ہو پھر غاصب نے وصول قیمت کا اقرار کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر غاصب اول نے اقرار کیا کہ میں نے غاصب دوم سے باندی اپنے قبضہ میں واپس کی اور اقرار کیا کہ وہ میرے پاس مر گئی تو بھی اُ۔ کا قول قبول نہوگا یہاں تک کہ مالک کو ان سب صورتوں میں غاصب ثانی کی تضمین کا اختیار ہوگا مگر غاصب ثانی غاصب اول سے اپنی قیمت واپس لیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا گھوڑا غصب کیا پھر اُس سے تیسرے نے غصب کر لیا پھر تیسرے سے مالک نے چرا لیا پھر غاصب ثانی نے مالک سے زبردستی چھین لیا اور مالک اسکے ساتھ مقابلہ سے عاجز رہا تو مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ اول پر نالش کرے کیونکہ جب وہ گھوڑا مالک کے پاس پہونچ گیا تو غاصب اول اس سے بری ہو گیا تھا یہ وجیز کردری میں ہے۔ زید نے عمرو کا مال غصب کیا پھر زید سے بکر نے اس غرض سے لیا کہ اسکو مالک کو واپس دیدے پھر مالک کو نہ پایا تو بکر کے عہدہ ضمان سے باہر ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے لیکن اگر اُسکو مالک کیواسطے صدقہ کر دے تو مجھے امید ہے کہ مالک اسکے ثواب سے راضی ہو جاوے۔ ایک شخص نے عین مغصوبہ غاصب کے قبضہ میں سے نکال لی تاکہ اسکو مالک کو واپس دیدے پھر مالک کو نہ پایا تو یہ شخص غاصب الغاصب قرار پائیگا پس غاصب اول کو واپس کر دے تاکہ عہدہ ضمان سے بری ہو جاوے اور اگر اُسنے غاصب اول کو واپس کر دی پھر غاصب اول کے پاس تلف ہو گئی تو غاصب ثانی پر کچھ نہیں ہے وہ عہدہ سے بری ہو چکا ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر مال مغصوب غاصب سے کسی چور نے چرا لیا اور قاضی کو یہ معلوم ہو گیا اور مالک غائب ہے تو قاضی اُس مال کو لیکر غاصب کی ذمہ داری پر اسکی حفاظت کریگا اور یہ امر قاضی کو جائز ہے کہ غاصب کے مال میں ایسا تصرف کرے جو مودی بحفظ المال ہو نہ اسطرح جو مودی بابطال حقوق غائب ہو اور غاصب و سارق پر مال کا مضمون ہونا حقوق غائب میں سے ہے پس از جانب قاضی السارق بابرار ساقط نہ ہوگا کذا فی المحیط

تیرھواں باب آزاد و مدبر و مکاتب و ام ولد کو غصب کرنے کے بیان میں۔ ایک شخص ایک عورت یا نابالغ دختر کو وعدہ دیکر اسکے شوہر یا باپ کے گھر سے نکال لے گیا تو وہ شخص قید کیا جائیگا یہاں تک کہ اسکو لاوے یا اسکے حال سے آگاہ کرے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک نابالغ کو چرا لیا پھر وہ اسکے ہاتھ سے چوری گیا اور اسکی موت یا قتل ظاہر نہ ہوا تو چور ضامن نہ ہوگا بلکہ قید کیا جائیگا یہاں تک کہ اُسکو لا دے یا اُسکے حال سے آگاہ کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک آزاد نابالغ کو اُسکے اہل میں سے غصب کر لیا اور وہ بیمار ہو گیا پھر اسکے پاس مر گیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی۔ اور اگر مریض نہ ہوا اور نہ مرا لیکن اسکو درندہ نے زخمی کر کے ہلاک کیا یا اُسکو سانپ نے کاٹا اور وہ مر گیا تو غاصب کی مددگار پر اداری پر اسکی ۔۔۔

واجب ہوگی و بالجملہ حکم یہ ہو کہ آزاد خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو غصب سے مضمون نہین ہوتا ہو اسواسطے کہ ضمان غصب مقتضی
تملیک ہو اور آزاد مین صلاحیت تملیک نہین ہو ہان مضمون بالجنایۃ ہوتا ہو اسواسطے کہ جنایت اتلاف ہو پس جب یہ امر
ثابت ہوا تو ہم کہتے ہین کہ جب نابالغ ایسے سبب سے مرا جو باتلاف اسکے مختلف نہین ہوتا ہو تو غاصب پر ضمان واجب نہ
ہوگی اسلیے کہ اتلاف متحقق نہ ہوا اور اگر ایسے سبب سے ہلاک ہوا جو باختلاف اسکے مختلف ہوتا ہو تو غاصب کی مددگار
برادری پر ضمان واجب ہوگی - اور اگر غاصب کے پاس اسکو کسی نے قتل کیا (یعنی خطاء سے قتل کیا ۱۲) تو اولیاء مغصوب کو اختیار ہوگا چاہین غاصب
سے دیت کے واسطے دامنگیر ہون یا قاتل کے دامنگیر ہون پس اگر انھون نے غاصب سے ضمان دیت لی تو وہ قاتل
سے رجوع کریگا اور اگر انھون نے قاتل کا پیچھا کیا تو وہ غاصب پر رجوع نہین کرسکتا ہو اور یہ سب ضمان مددگار
برادری پر واجب ہوگی کیونکہ یہ ضمان جنایت ہے اور اگر مغصوب نے خود اپنے تئین قتل کر لیا یا کنوئین مین گر گیا
یا اسپر دیوار گر گئی اور وہ مر گیا تو غاصب ضامن ہو پس اسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور دیوار
کی صورت مین اگر غاصب دیوار کے مالک کو دیوار توڑنے کے واسطے پہلے اعلام کر چکا ہو (یعنی اسکو ڈھا دے
کہ یہ معرض سقوط مین ہے) تو عاقلہ غاصب کو مالک دیوار سے واپس لینے کا اختیار ہوگا - اور اگر اسکو کسی نے
عمداً قتل کیا تو اولیاء مغصوب کو اختیار ہوگا چاہین قاتل کو قصاصاً قتل کرین اور غاصب بری ہو جائیگا یا غاصب کو ضامن
قرار دیکر اسکی مددگار برادری سے دیت لے لین پھر غاصب کی مددگار برادری مال ضمان قاتل سے واپس لیگی مگر
اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ قاتل کو قصاصاً قتل کرے یہ سراج الوہاج مین ہے - اگر آزاد نابالغ کو غصب کیا پھر وہ غرق
ہو گیا یا جل گیا تو غاصب ضامن ہوگا اور اگر خود قضا سے مر گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اور اگر نابالغ
نے خود اپنے تئین قتل کر لیا تو اسکی دیت غاصب کے مددگار برادری پر ہوگی اور اسکی مددگار برادری نابالغ
کی مددگار برادری سے واپس نہین لے سکتی ہو اور اسی طرح اگر اس نابالغ نے اپنے بدن کے کسی عضو پر (مثل ہاتھ
یا پانون و اسکے اشباہ کے) جنایت کی تو بھی یہی حکم ہو اور اسی طرح اگر جانور سواری پر سوار ہو کر اپنے تئین اسپر
سے گرا دیا تو بھی یہی حکم ہو اور یہ سب امام ابو یوسف رح کا قول ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نابالغ کی اپنے نفس پر جنایت (مثلاً اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا ۱۲)
کرنے سے غاصب پر ضمان نہین ہو یہ محیط مین ہو - اور اگر غاصب کے پاس نابالغ نے کسی شخص کو قتل کیا پھر غاصب
نے وہ نابالغ اسکے باپ کو واپس دیا پھر نابالغ کی مددگار برادری نے شخص مقتول کی دیت ادا کی تو اسکی مددگار برادری
کو غاصب سے کچھ واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہو - اگر کسی نے ایک غلام جسکے ساتھ اسکے مولے کا
مال ہو غصب کیا تو وہ شخص مال کا بھی غاصب ہو جائیگا حتی کہ اگر غلام بھاگ گیا تو غاصب اس مقدار مال اور قیمت
غلام کا ضامن ہوگا - اور اگر کسی نے آزاد کو غصب کیا اور اسکے تن پر کپڑے موجود ہین تو بدینوجہ کہ مغصوب
اسکے قبضہ مین ہو اسکے کپڑون کی ضمان غاصب پر واجب نہ ہوگی لیکن اگر بجائے آزاد کے غلام کو غصب کیا
اور اسپر لباس ہو تو مثل اسکے عین کے اسکے لباس کا بھی ضامن ہوگا اور اسکے پاس لباس کی ضمان اسکے
عین کی ضمان کی تابع ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہو - اور اگر مغصوب مملوک مدبر ہو اور وہ غاصب کے پاس سے
بھاگ گیا تو غاصب اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسلیے کہ مدبر بسبب غصب کے مضمون ہوتا ہو ولیکن ادا
ضمان سے غاصب اسکا مالک نہ ہو جائیگا حتی کہ اگر وہ ظاہر ہو جاوے تو اسکے مولی کو واپس کرکے اپنی قیمت واپس کر لے

ضمان جنایت اگر غلام کا [illegible] غاصب ضامن ہوگا [illegible] مضمون [illegible]

[illegible]

اور غاصب کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی قیمت وصول کرنے کی غرض سے اُسکو روک رکھے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ ایک شخص نے ایک مدبر کو غصب کیا کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر اُسکے پاس بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر اس سے دوسرے شخص نے غصب کر لیا پھر وہ دوسرے کے پاس سے بھاگ گیا یا مرگیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے اُسکے وقت غصب کی قیمت تاوان لے یعنی چاہے تو غاصب اول سے ایک ہزار درم تاوان لے اور وہ دوسرے سے دو ہزار درم واپس لے لیگا مگر اسمین سے ایک ہزار اُسکو حلال طیب ہین اور باقی ایک ہزار درم صدقہ کر دے پھر اگر وہ مدبر ظاہر ہوا تو ملک مولی مین عود کریگا اور مولے پر واجب ہوگا کہ غاصب اول کو اُسکے ہزار درم واپس کر دے اور غاصب اول پر واجب ہوگا کہ دوسرے کو اُسکے دو ہزار درم واپس کر دے۔ پھر اگر مولے نے اول سے ضمان لینا اختیار کیا اور بعد اختیار کے قبل استیفاء مال کے وہ مدبر دوسرے غاصب کے قبضہ مین عود کر آیا اور اُسکے پاس مرگیا تو دوسرا ضامن نہوگا کیونکہ دوسرا اُسکے ضمان غصب سے بھی بری ہوگیا کہ جب مولے نے اول سے ضمان لینا اختیار کیا اور پھر اسکے بعد اُسکی طرف سے منع نہین پایا گیا حتے کہ اگر مولے نے اُس سے طلب کیا ہو اور اُسنے دینے سے انکار کیا ہو اور پھر وہ غلام مرگیا تو دوسرا ضامن ہوگا اسواسطے کہ مالک کو دینے سے انکار کرنا یہ از سر نو غصب ہے اور اسی طرح اگر دوسرے نے اُسکو خطا سے قتل کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے پس مولی کو اختیار ہوگا کہ اول کو ہزار درم اُسکے واپس کر سکے دوسرے کی مددگار برادری سے دو ہزار درم تاوان دیت لے۔ اور اگر مولے نے اول کو ہنوز کچھ ضامن نہ کیا ہو یہان تک کہ دوسرے نے اُسکو قتل کیا پھر اُسنے اول کو ضامن کیا خواہ وہ دوسرے کے قتل کرنے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو تو دوسرا بری ہو جائیگا اور پہلے کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے دوسرے سے ضمان غصب لے یا دوسرے کی مددگار برادری سے ضمان جنایت لے یہ کافی مین ہے۔ اگر کسی نے ام ولد غصب کر لی اور وہ اُسکے پاس مرگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اگر اپنی موت سے مری ہے تو غاصب اُسکا ضامن نہوگا اور اگر کسی اپنے سبب سے مری جس سے نابالغ آزاد کی صورت مین ضمان واجب ہوتی ہے تو غاصب فی الحال اپنے مال سے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ ام ولد مضمون ہونے مین بہ نسبت نابالغ آزاد کے احق ہے اسلیے کہ اُسکا مال ہونا بہ نسبت نابالغ آزاد کے اولی ہے اور اگر کسی نے مدبرہ باندی کو غصب کیا اور وہ اُسکے پاس مرگئی تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے

چودھوان باب متفرقات مین۔ اگر غاصب نے مغصوب کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مالک نے اُسکے بیع کی اجازت دیدی تو اجازت صحیح ہو جائیگی بشرطیکہ اس اجازت مین شرائط اجازت پائی جاوین اور وہ شرائط یہ ہین کہ بائع و مشتری و معقود علیہ قائم ہون اور یہ کہ اجازت قبل خصومت کے ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور موافق ظاہر الروایۃ کے قیام ثمن شرط نہین ہے جبکہ وہ بیع بعوض دراہم و دینار کے واقع ہوئی ہو اور اگر مالک نے غاصب کے ساتھ خصومت کر کے قاضی سے درخواست کی کہ میرے نام مالک کی ڈگری فرما دے پھر بیع کی اجازت دی تو امام اعظم رح کے قول پر ایسی اجازت صحیح نہین ہے ایسا ہی شمس الائمہ حلوائی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا کہ موافق ظاہر الروایۃ کے اجازت صحیح ہے پس اگر وقت اجازت کے قیام مبیع معلوم نہو مثلاً وہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگ گیا تو ظاہر الروایۃ مین مذکور ہے کہ اجازت صحیح ہے اور

[illegible]

اگر غاصب نے ثمن پر قبضہ کر لیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گیا پھر مالک نے بیع کی اجازت دیدی تو وہ ثمن تلف شدہ مالک کا
مال گیا ہے یہ وجہ کہ اجازت انتہا میں ابتداءً اجازت کے اعتبار میں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر غاصب مال مغصوب کا مغصوب
منہ کی طرف سے بسبب بیع یا ہبہ یا ارث کے بعد دوسرے کے ہاتھ اُسکے فروخت کرنے کے مالک ہوا تو بیع باطل ہو جائیگی بسبب
اسکے کہ ملک قطعی ملک موقوف پر طاری ہوئی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اس راہ سے چلا جا کہ
یہ مامون ہے پس وہ اسی راستہ گیا اور راہ میں اُسکو لصوص نے پکڑا تو راہ بتلانے والا ضامن نہوگا اور اگر راہ بتلانے
والے نے یون کہا ہو کہ اگر یہ راستہ خوفناک نکلا اور تیرا مال چھن گیا تو میں ضامن ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے
تو ضامن ہوگا پس اس جنس کے مسائل میں قاعدہ یہ ہوا کہ فریب کی وجہ سے دھوکا کھانے والے کا حق ضمان دھوکا
دینے والے پر جبھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ امر کسی عقد معاوضہ کے ضمن میں واقع ہو یا صریحاً دھوکا دینے والا اپنا نت اُسکی
سے سلامتی کو بیان کرے۔ اور اسی طرح اگر اُسنے دوسرے سے کہا کہ تو یہ کھانا کھالے کہ یہ طیب ہے پس وہ زہر ملا ہوا نکلا تو
ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے جانور کی پیٹھ پر بدون اُسکی اجازت کے بار لادا یہانتک کہ
جانور کے بالون ورم کر گئے پس مالک نے اُنکو چیرا تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ انتظار کیا جاوے پس اگر اچھا ہو کر بے نشان
ہو جاوے تو کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر نقصان رہا پس اگر چیرنے سے رہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ورم سے رہا تو غاصب
ضامن ہوگا اسی طرح اگر جانور مر گیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قسم کے ساتھ اُس شخص کا قول قبول
ہوگا جسنے جانور سے کام لیا ہے پس اگر قسم کھا گیا تو جانور کے تاوان سے بری ہو جائیگا مگر ضمان نقصان سے بری نہوگا یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے ایک درخت ہے جو اُسکی ملک میں قائم ہے شاخین پھوٹ کر پڑوسی کی طرف
گئی ہیں پس پڑوسی نے چاہا کہ اپنی ہوا سے فضا صاف کرنے کے واسطے اُنکو قطع کرے تو اُسکو ایسا اختیار ہے ایسا ہی امام محمد
رحمہ نے ذکر فرمایا اور شیخ ناطفی اپنے واقعات میں فرماتے ہیں کہ ظاہر لفظ امام محمد رح اس امر کو مفید ہے کہ پڑوسی کو بدون
اجازت قاضی کے قطع کرنے کی ولایت حاصل ہے اور بعض نے فرمایا کہ اسکی دو صورتیں ہیں کہ اگر تفریغ ہوا شاخون
کے درخت کیطرف کھینچکر رسی سے باندھنے سے ممکن ہو تو پڑوسی قطع نہیں کر سکتا ہے اور اگر قطع کریگا تو ضامن ہوگا
ولیکن مالک درخت سے طالب ہوگا کہ شاخین درخت کیطرف کھینچکر اپنی رسی سے باندھ دے اور اگر اُسنے جھگڑا کیا تو قاضی
اُسکے ذمہ یہ امر لازم کریگا اور اسی طرح اگر بعض شاخون کا درخت کی طرف کھینچکر باندھ دینا ممکن ہو تو ایسی شاخون کو
نہیں قطع کر سکتا ہے۔ اور اگر تفریغ ہوا بدون کاٹنے شاخون کے ممکن نہ ہو تو اولی یہ ہے کہ مالک درخت کو خبر کرے کہ وہ یا تو
کاٹ دے یا اُسکو کاٹنے کی اجازت دیدے اور اگر آگاہی پر اُسنے انکار کیا تو یہ امر قاضی کے سامنے پیش کرے تاکہ قاضی
اُسکو کاٹ ڈالنے پر مجبور کرے۔ اور اگر پڑوسی نے ان باتون میں سے کچھ نہ کیا بلکہ ابتداءً خود ہی شاخین کاٹ ڈالین پس
اگر ایسی جگہ سے کاٹی ہیں کہ اُس جگہ سے اونچی یا نیچی کاٹنا مالک کے حق میں مفید تر نہیں ہے تو ضامن نہوگا ایسا ہی
شیخ الاسلام نے شرح کتاب الصلح میں ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے بھی شرح کتاب الصلح میں ذکر فرمایا کہ جب
پڑوسی نے اُنکے کاٹنے کا قصد کیا تو فقط اپنی ذاتی ملک میں کاٹ سکتا ہے اور اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے پڑوسی
کے بستان میں جاکر شاخون کو کاٹے مصنف رح فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اپنی جانب سے
اُسکو کاٹنے کا اختیار جبھی ہوگا کہ جب اپنی طرف سے کاٹنے میں ویسا ہی ضرر متصور ہو جیسا مالک کیطرف

سے جاکر کاٹنے میں ہو اور اگر مالک کی طرف سے کاٹنے میں کم ضرر ہو تو پڑوسی اُنکو نہیں کاٹ سکتا ہے مگر اُسکو قاضی کے سامنے پیش کریگا تاکہ قاضی مالک کو اُنکے کاٹنے کا حکم کرے پس اگر اُسنے جھگڑا کیا اور کاٹنے سے انکار کیا تو قاضی ایک امین کر کے بھیجیگا تاکہ مالک درخت کی طرف سے جاکر اُن کو چھانٹ دے پھر واضح ہو کہ جس صورت میں پڑوسی اُن کے کاٹنے سے ضامن نہیں ٹھہرتا ہے اگر پڑوسی نے خود اُن کو قطع کیا تو مونت قطع میں جو کچھ اُسکو خرچ پڑا وہ مالک درخت سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے شہتیر پڑوسی کی دیوار پر اسطرح رکھے ہوئے تھے کہ اُن کے کنارے باہر نکلے تھے اور اُس دیوار کے حال سے ظاہر تھا کہ ایسا بار نہیں اُٹھا سکتی ہے پس مالک دیوار نے ان کو کاٹ دیا پس اگر شہتیروں کے مالک کو اسطرح آگاہ کر دیا تھا کہ تو اُن کو اُٹھا لے ورنہ میں کاٹ ڈالونگا تو ضامن نہوگا کیونکہ شہتیر کا مالک اُسکے قطع پر راضی ہو گیا اور اگر اُسکو آگاہ نہ کیا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ زید نے عمرو کا کپڑا غصب کر کے اسکی قمیص قطع کر کے سی پھر اُس قمیص کو خالد نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو عمرو کپڑے کی قیمت زید سے تاوان لیگا اسیطرح اگر گیہوں غصب کر کے اُن کو پیسا پھر خالد نے آٹا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو بھی عمرو اپنے گیہوں کے مثل زید سے لیگا اسیطرح اگر گوشت غصب کر کے اُسکو بھونا اور بھونے ہوئے کو خالد نے استحقاق میں لیا تو بھی عمرو اپنے گوشت کی قیمت زید سے لے سکتا ہے اور اگر خالد نے اسطرح گواہ قائم کیے ہوں کہ یہ کپڑا سینے سے پہلے سے میرا ہے یا یہ گیہوں پیسنے سے پہلے سے میرے ہیں یا یہ گوشت بھونے سے پہلے سے میرا ہے تو پھر مغصوب منہ یعنی عمرو کو زید سے کچھ تاوان لینے کا اختیار نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے ایک کپڑا غصب کر کے قطع کیا مگر اُسکو نہیں سیا یا بکری غصب کر کے ذبح کی حتی کہ مال مغصوب سے حق مالک منقطع نہیں ہوا پھر کسی شخص نے باثبات استحقاق اُسکو لے لیا تو غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک غلام پانی کا کوزہ مولی کے بیت کیطرف اپنے مولی کی اجازت سے اُٹھا لیے جاتا تھا پھر بغیر اجازت اُسکے مولی کے ایک شخص نے کوزہ اُسکو دیا کہ میرے واسطے حوض سے پانی بھر لے اُٹھا لے چل پس رستہ میں وہ غلام مر گیا تو یہ شخص کل قیمت غلام کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسکا کام غلام کے مولی کے کام کا ناسخ ہو گیا پس کل غلام اُسکا مغصوب ہو گیا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر موقوذہ مجوسی کو کسی مسلمان نے غصب کر کے تلف کر دیا تو شفاقی رح نے صریح بیان فرمایا ہے کہ مسلمان ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے ایک شخص نے اپنا درخت کاٹا اور اُسکی جڑیں دوسرے شخص کی عمارت کے نیو کے نیچے پیوست ہو گئی ہیں پس صاحب عمارت نے جڑیں کاٹنے سے اُسکو روکا تو مالک درخت کیواسطے اُسکے درخت کی جڑوں کا ضامن ہوگا یہ ملتقط میں ہے۔ ایک شخص نے دو انڈے غصب کر کے ایک کو ایک مرغی کے نیچے بٹھایا اور دوسرے کو دوسری مرغی نے خود سے لیا اور دونوں سے دو بچے نکلے تو دونوں بچے غاصب کے ہونگے اور اُسپر تاوان دو انڈے واجب ہونگے اور مسئلہ مذکورہ میں بجائے غصب کے دونوں انڈے ودیعت ہوں تو جو بچہ مرغی کے خود ہی سینے سے نکلا ہے وہ مستودع کا ہوگا انڈے کے مالک کا نہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے پاس ایک انڈا غصب کا اور دوسرا ودیعت کا ہو اور ان کو ایک مرغی نے سیا اور ان سے دو بچے نکلے تو ودیعت کے انڈے کا بچہ مالک ودیعت کا ہوگا اور غصب والے کا بچہ غاصب کا ہوگا اور یہ بمنزلہ اس صورت کے ہے کہ ایک شخص کے پاس دو قفیز گیہوں ایک قفیز ودیعت اور ایک قفیز مغصوب تھے پھر دونوں کو ہوا نے اُڑا کر ایک زمین میں ڈالا اور دونوں قفیز اُگے تو ودیعت سے جو قفیز اُگے وہ

صاحب ودیعت کی اور جو غصب سے آگئی وہ غاصب کی ہوگی اور مغصوب منہ کو ایک قفیز گیہون غاصب تاوان دیگا - پھر اگر
دونون گیہون کی ایک دوسرے سے شناخت نہو تو لیتین و دلیعت مین کہ یہ ودیعت کا ہے تو غاصب کا قول قبول ہوگا اور
اگر غاصب نے کہا کہ مین نہین پہچانتا ہون تو دونون گیہون دونون مین مشترک رہینگے اور غاصب پر غصب کا تاوان
ایک قفیز واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر میت کے قرضدارون سے کسی ظالم نے مال میت جو انپر آتا ہے لے لیا
تو میت کا قرضہ انپر بحالہ باقی رہیگا یہ تاتارخانیہ مین بر بابیہ سے منقول ہے - اگر غاصب نے دار فروخت کرکے مشتری
کے سپرد کر دیا پھر غصب کا اقرار کیا اور مالک دار کے پاس گواہ نہین ہین تو غاصب کا اقرار حق مشتری مین باطل ہوگا
پھر امام اعظم رح اور آخر قول امام ابو یوسف کے موافق مالک کیواسطے غاصب پر کچھ ضمان نہوگی یہ مبسوط مین ہے - اگر ایک
شخص طحان کے پاس گیہون لایا اور طاحونہ کے صحن مین رکھکر طحان کو حکم دے گیا کہ رات کو اندر داخل کر لینا اسنے داخل
نکیے اور رات کو سیندہ لگا کر چوری ہوگئی پس اگر صحن طاحونہ بلند دیوار سے کہ بغیر بدون سیڑہی لگائے نہ چڑہا جا سکتا
ہو وے محیط ہو تو طحان ضامن نہوگا اور اگر اسکے برخلاف ہو تو ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے
موزہ دوز کو سینے کیواسطے موزہ دیا اس موزے کو موزہ دوز باہری دوکان مین رکھکر دوکان کا دروازہ کھلا ہوا چھوڑ کر
بدون نگہبان بٹھلانے کے نماز کو چلا گیا اور وہ موزہ چوری گیا تو موزہ دوز ضامن ہوگا اسلیے کہ وہ مضیع ہے یہ کبری مین ہے -
دہوبی کو جو کپڑا دیا گیا تھا اسمین اسنے اپنے کام پر جانے کے وقت روٹیان رکھین اور وہ چوری گیا پس اگر اسمین اسطرح لپیٹی
ہوین جیسے رومال مین چیز رکھکر لپیٹی جاتی ہے تو ضامن ہوگا اور اگر اسنے وہ کپڑا اپنی بغل مین دبایا پھر اسمین روٹیان رکھ لین
تو ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے - حمال نے اگر بیابان مین بوجھ اتارا اور یا وجود اسکے کہ وہان سے منتقل کرنا اسکو ممکن
تھا مگر منتقل کرسکے نہ چلا یہان تک کہ بسبب بارش یا چوری کے وہ متاع برباد ہوئی تو حمال ضامن ہوگا اور اس مسئلہ
کی تاویل یہ ہے کہ یہ اسوقت ہے کہ جب بارش یا چوری کا گمان غالب ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر ایک شخص نے
حمال کو کچھ اسباب کسی شہر تک پہونچانے کے واسطے دیا اور حمال لادکر چلتے چلتے ایک بڑی نہر پر آیا اور اس نہر مین برف
کے ٹکڑے پانی مین بہتے تھے جیسا کہ موسم سرما مین ہوتا ہے پس حمال ایک ٹکڑے پر سوار ہوا اور اس ٹکڑے سے
پیچھے اور ٹکڑے پانی کی رو مین آگئے جلکے تھے پس ٹکڑون کے بہاؤ سے وہ ٹکڑا حمال کے قابو سے نکل گیا اور بوجھ
پانی مین گر پڑا پس اگر لوگ ایسی صورت مین بدون کسی تکلیف کے ہو کر چلتے ہین تو اسپر ضمان واجب نہ ہوگی یہ کبری
مین ہے - اگر ایک شخص اونٹون کی قطار مین آیا اور بعض کو کھول دیا تو ضامن نہوگا کیونکہ اسنے کوئی اونٹ غصب
نہین کیا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے - ایک شخص نے اپنا غلام زنجیر سے بندہا ہوا دوسرے کو دیا کہ اسکو مع زنجیر اسکے
گھر کو پہنچا دے پس وہ شخص بدون زنجیر کے چلا پھر وہ غلام بھاگ گیا تو ضامن نہوگا - ایک شخص نے دوسرے کی بکریون
کے صوف بدون مالک کی اجازت کے جھاڑ کر اسکے نمدے بنائے تو نمدے غاصب کے ہونگے کیونکہ اسکی ساخت سے
تیار ہوئے ہین پھر اسکے بعد دیکھنا چاہیے کہ اگر صوف جھاڑ لینے سے بکریون کی قیمت مین کچھ نقصان نہین آیا تو غاصب
پر اسکے مثل صوف واجب ہے اور اگر نقصان آیا ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے اسکے مثل صوف لے یا
بکریون مین جو کچھ نقصان آیا ہے وہ نقصان لیوے یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام یا چوپایہ غصب کیا
اور مغصوب منہ غائب ہو گیا پس غاصب نے قاضی سے درخواست کی کہ مجھسے یہ مال مغصوب لے لیا جاوے کہ

نہین کی بلکی تاوان غصب ہوا اور یہین ... ۱۲

یا بیچنے اسکے نفقہ دینے کا حکم دیا جاوے تاکہ میں مالک سے خرچہ واپس لون تو قاضی اُسکی درخواست کو منظور نہ فرمائیگا اور اُسکا نفقہ غاصب کے ذمہ رہیگا اور اگر قاضی نے مغصوب منہ پر اُسکے نفقہ کی ڈگری کر دی تو اُس سے مغصوب منہ پھیر واپس لیوے گا اور اگر مثلاً اسوجہ سے کہ غاصب کی ذات سے خوف ہے قاضی کی راے مین آیا کہ غلام یا جانور کو فروخت کرکے اُسکا ثمن مالک کیواسطے رکھ چھوڑے تو ایسا کر سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کتاب الصرف مین ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی نے چاندی کا کنگن ایک دینار کے عوض خریدکر کے دینار اُسکو دیدیا اور کنگن پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ ایک شخص نے آکر کنگن پر قبضہ کرلیا اور مشتری نے اُسکے قبضہ کی اجازت دی پھر کنگن اُس کے قبضہ مین تلف ہوگیا تو قابض ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے گھر مین ہدف بنایا تھا پس اُسنے ہدف کیطرف تیر مارا اور وہ تیر تجاوز کرکے پڑوسی کے گھر مین پہونچا اور وہان کسی چیز کو خراب کیا یا کسی آدمی کو قتل کیا تو تیر انداز ضامن ہوگا پس مال کی ضمان تیر انداز کے مال پر اور جان کی ضمان دیت تیر انداز کی مددگار برادری پر ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ایک گانون مین گذرا اُسکے ساتھ ایک گٹھا نرکل کا گدھے پر لدا ہوا تھا اور وہان لڑکون نے ایک کوچہ مین آگ جلائی تھی اُنھون نے تھوڑی آگ نرکل مین ڈال دی پس گٹھے مین آگ لگ گئی پس وہ گدھا ایک سڑک کے نیچے جسپر جلانے کی لکڑیان تھین گھس گیا اور نرکل سے آگ بلند ہوکر لکڑیون مین جا لگی اور لکڑی والون نے وہ لکڑیان گدھے پر ڈال دین پس گدھا جل گیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ لکڑیان نرکل کے ساتھ افروختہ ہوئی ہون تو آگ ڈالنے والے اور لکڑیان ڈالنے والے دونون ضامن ہونگے یہ حاوی مین ہے۔ ایک محلہ مین آگ لگ گئی پس ایک شخص نے دوسرے کا گھر بدون اُسکی اجازت کے ڈھا دیا حتی کہ آگ اُسکے گھر سے منقطع ہوگئی تو وہ شخص ضامن ہوگا بشرطیکہ بحکم سلطان ایسا نہ کیا ہو مگر اُسپر گناہ نہوگا اسواسطے کہ اُسنے غیر کی ملک اُسکی بلا اجازت اور بلا اجازت اُس شخص کے جو اُسپر والی ہے منہدم کر دی ہے ولیکن اسکو تعزیر دیجائیگی اور یہ مسئلہ نظیر مسئلہ مضطر کا ہے جبکہ مضطر نے دوسرے کا کھانا بدون اُسکی اجازت کے حالت اضطرار مین کھایا ہو وسے یہ محیط مین ہے۔ ایک کشتی مین چند آدمیون کا بار لدا ہوا ہے اور وہ کشتی بعض جزایر مین اڑ گئی پس ایک شخص نے بعض بار کو دور کر دیا تاکہ کشتی ہلکی ہو جاوے پھر ایک شخص آیا اور وہ بار جو اُتارا گیا ہے لے گیا پس آیا اُتارنے والے پر ضمان عائد ہے یا نہین تو اُسکی دو صورتین ہین اگر غرق کشتی کا خوف نہ تھا تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص غاصب ہو جائیگا اور اگر خوف غرق تھا پس اگر غرق سے بخوف ہونے سے پہلے لیجانے والا لے گیا تو نکالنے والا ضامن نہ ہوگا اور اگر غرق سے بےخوف ہو جانے کے بعد لے گیا تو اُتارنے والا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے تنور مین آگ روشن کی اور اتنی تنور کی برداشت سے زیادہ لکڑی ڈالی پس آگ نے اُسکا گھر جلایا اور اُسکا اثر پڑوسی کے گھر تک پہونچا کہ جس سے اُسکا گھر بھی جل گیا تو تنور کا مالک ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ فتاوی نسفی مین ہے کہ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی ملک مین بدون اُسکی اجازت کے آگ روشن کی اور وہ متعدی ہوکر گیہون کے کھلیان یا دوسرے مال پر پہونچی اور مال کو سوختہ کر دیا پس آیا یہ شخص ضامن ہوگا فرمایا کہ نہین اور اگر اُسی جگہ جہان آگ روشن کی گئی ہے کوئی چیز جلا دی تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے شیخ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک قریہ کے صحرا مین جو اہل قریہ کے چوپایون کی شب گذاری کی جگہ ہے بدون کسی کی اجازت کے ایک گڈھا کھودا کہ اسمین اپنا غلہ بھرتا تھا پھر اُس گڈھے مین ایک شخص نے آگ روشن کی بغرض اور اسمین کسی کا گدھا گرکر مر گیا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ

یہ مسئلہ اُس قیاس پر ہی جو ہمارے اصحاب نے فرمایا ہی کہ اگر کسی شخص نے چوڑے عام راستہ پر ایک کنواں کھودا اور دوسرے
نے اُسمیں ایک پتھر ڈالدیا پھر اُسمیں ایک شخص گر پڑا اور اُسکے پتھر کا صدمہ اُٹھا کر مر گیا تو اُسکی دیت کنواں کھودنے والے
پر ہو گی اسی طرح ہمارے اس مسئلہ میں جبکہ گدھا اُسمیں گر کر جل گیا تو ضمان اُسکے کھودنے والے پر ہو گی یہ حاوی میں ہی اگر
کسی نے دوسرے کی دار میں بغیر اُسکی اجازت داخل کر دیا اور دار میں مالک دار کا بچھڑا تھا پس مغتلم اُسکے ساتھ جفتی کر بیٹھا تو
مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہی فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر مالک دار کی اجازت سے داخل کیا ہو تو ضامن نہوگا
اور اگر بدون اُسکی اجازت کے داخل کیا ہو تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتوے ہی اور بعیر مغتلم وہ اونٹ ہی جو فرط شہوت
سے مست ہو گیا ہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہی شیخ وبری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی زمین تک
نہر کا تقیہ خوب مضبوط بند نہ کیا یہاں تک کہ پانی کے فساد سے پڑوسی کو ضرر پہونچا پس آیا اُسپر ضمان واجب ہو گی
تو فرمایا کہ اگر وہ نہر مشترک ہو تو ضامن ہوگا جبکہ تقیہ نہر کے بند کرنے میں قصور کرتا ہو یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہی۔ اگر
عورت نے اپنے شوہر کی روئی کا سوت کاتا تو اُسکی چند صورتیں ہیں یا تو شوہر نے اُسکو کاتنے کی اجازت
دی ہو یا کاتنے سے منع کیا ہو یا اجازت نہ دی ہو اور منع نہ کیا ہو بلکہ سکوت کیا ہو یا عورت کے کاتنے سے
آگاہ نہ ہوا ہو پس اگر اُسکو اجازت دی ہو تو اُسکی چار صورتیں ہیں یا تو اُس سے کہا کہ اسکو میرے واسطے کات
دے یا کہا کہ اپنے واسطے کات لے یا کہا کہ اسکو کات تاکہ کپڑا میرا تیرا ہو یا کہا کہ اسکو کات اور اس سے زیادہ کچھ
نہ کہا پس اول صورت میں یعنی جبکہ یون کہا کہ میرے واسطے کات دے تو تمام سوت شوہر کا ہوگا پس اگر کہا ہو کہ میرے
واسطے اسقدر اجرت پر کات دے تو سوت شوہر کا ہوگا اور اُسپر عورت کے واسطے اجر مسمّی واجب ہوگا اور
اگر اجرت کا ذکر نہ کیا ہو تو سوت شوہر کا ہوگا اور شوہر پر کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ عورت از راہ ظاہر متطوعہ ہی
اور اگر دونوں نے اختلاف کیا عورت نے کہا کہ میں نے باجرت کاتا ہی اور شوہر نے کہا کہ میں نے اجرت کا ذکر نہیں
کیا تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر عورت سے کہا ہو کہ اپنے واسطے کات لے تو سوت عورت کا ہوگا اور
شوہر اسکو روئی ہبہ کرنیوالا قرار دیا جائیگا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا شوہر نے کہا کہ میں نے فقط تجھ سے
یہ کہا تھا کہ تو سوت کات اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے کہا کہ اپنے واسطے کات لے تو قسم سے شوہر کا قول
قبول ہوگا۔ اور اگر شوہر نے کہا ہو کہ اسکو کات تاکہ کپڑا میرے تیرے درمیان مشترک ہو تو تمام سوت شوہر کا ہوگا
اور اُسپر عورت کیواسطے اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ شوہر نے اُسکو جزو حاصل پر اجیر کیا پس اجارہ فاسد ہوگا تو
اجر المثل واجب ہوگا جیسا کہ اس صورت میں ہی کہ کسی جولاہہ کو آدھے پر کپڑا بننے کو سوت دیا تو تمام کپڑا مالک سوت کا
ہوتا ہی اور اُسپر جولاہہ کا اجر المثل واجب ہوتا ہی اور اگر شوہر نے اُس سے کہا کہ اسکو کات اور اس سے زیادہ
کچھ نہ کہا تو تمام سوت شوہر کا ہوگا اور اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ عورت نے من حیث الظاہر تبرعاً کات دیا ہی۔ یہ سب
اُس صورت میں ہی کہ عورت کو شوہر نے کاتنے کی اجازت دی ہو۔ اور اگر اسکو کاتنے سے منع کیا ہو اور عورت نے بعد
ممانعت کے کاتا تو سوت عورت کا ہوگا اور اُسپر شوہر کیواسطے اُسکی روئی کے مثل روئی واجب ہوگی کیونکہ عورت غاصبہ
مستہلکہ ہوئی لہذا ضامن ہوگی جیسے کہ ایک شخص نے گیہون غصب کر کے آٹا پیس ڈالا تو امام اعظم رح کے نزدیک آٹا غاصب کا ہوگا
اور اُسپر مثل گیہون کے واجب ہونگے۔ اور اگر شوہر نے نہ اسکو اجازت دی ہو اور نہ منع کیا ہو پھر عورت نے

کاتا تو وہ سوت بیوی کا ہے اگر اُسکا شوہر روئی فروش ہو تو سوت عورت کا ہوگا اور عورت پر اُسکے مثل روئی شوہر کیواسطے واجب
ہوگی کیونکہ شوہر روئی کو تجارت کیواسطے خریدتا تھا پس مخالفت من حیث الظاہر پائی گئی تھی اور اگر شوہر روئی فروش نہ ہو
بلکہ وہ بازار سے روئی خرید کر اپنے گھر لایا ہو اور عورت نے سوت کات دیا تو اُسکا سوت شوہر کا ہوگا اور عورت کو کچھ اجرت
نہ ملیگی اور امام ہشام نے اپنے نوادر میں ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی روئی کو کاتا پھر دونوں نے اختلاف کیا اور مالک نے
کہا کہ تو نے میری اجازت سے سوت کاتا ہے پس سوت میرا ہے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے بدون تیری اجازت کے کاتا ہے
پس سوت میرا ہے اور تیرے واسطے مجھپر تیری روئی کے مثل واجب ہے تو روئی کے مالک کا قول قبول ہوگا یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے۔ اگر غلام مغصوب غاصب کے پاس مرگیا اور غاصب نے اقرار کیا کہ میں نے فلان شخص سے غصب کیا
تھا تو اُسکو حکم کیا جائیگا کہ مقرلہ کو اُسکی قیمت بطور ضمان دیوے پھر اگر دوسرا شخص آیا اور اُسنے گواہ قائم کیے کہ وہ میرا غلام
تھا اور مجھ سے اُسنے غصب کر لیا تھا تو قاضی اُسکے نام قیمت کی ڈگری کر دیگا پھر جب قاضی نے گواہ قائم کنندہ کے نام
قیمت کی ڈگری کر دی اور اُسنے قیمت لے لی تو مقرلہ کا غاصب پر کچھ حق نہ ہوگا پھر اگر ڈگریدار کیطرف سے بعینہ یہی قیمت
بوجہ ہبہ یا ارث یا وصیت یا مبایعت کے غاصب کے پاس پہونچی تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ مقرلہ کو دیدے اور اگر غاصب کو
ڈگریدار کی طرف سے سوائے قیمت ماخوذہ کے دوسرے ہزار درم پہونچے پس اگر بوجہ ہبہ یا مبایعت کے پہونچے ہوں تو
مقرلہ کو دیدینے کا حکم نہ کیا جائیگا اور اگر بوجہ میراث یا وصیت کے پہونچے ہوں تو مقرلہ کو دیدینے کا حکم کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں
ہے عیون میں ہے کہ اگر مسلمان نے دوسرے مسلمان کی شراب کی مشک پھاڑ ڈالی تو شراب کا ضامن نہوگا مگر مشک کا
ضامن ہوگا الا اُس صورت میں کہ پھاڑنے والا امام المسلمین ہو کہ اُسکی رائے میں یہ مناسب معلوم ہوا تو ایسی صورت میں
ضامن نہوگا کیونکہ یہ مختلف فیہ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ذمی نے شہر میں شراب فروشی ظاہر کی تو اُس سے منع کیا جائیگا اور اگر
کسی مسلمان نے اُسکی شراب کو تلف کر دیا تو ضامن ہوگا لیکن اگر تلف کنندہ امام المسلمین ہو کہ اُسکی رائے میں یہ امر مناسب معلوم ہو
تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ امر مختلف فیہ ہے یہ محیط میں ہے۔ اور فتاوے خلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر ذمیوں نے مسلمانوں کے درمیان
شراب ظاہر کی اور کسی مسلمان نے بپابندی امر بالمعروف اُنکی شراب بہا دی اور خم توڑ ڈالے اور مشکیں پھاڑ ڈالیں تو
اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ فتاوی میں ہے کہ ایک شخص دوسرے کے کپڑے میں چمٹ گیا اور کپڑے
کو مالک کے ہاتھ سے اپنی طرف کھینچا پس وہ پھٹ گیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مالک نے کھینچنے والے کے ہاتھ
سے کھینچا ہو تو کھینچنے والا اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے کے لباس پر بیٹھ گیا
اور صاحب لباس کو معلوم نہیں پھر صاحب لباس کھڑا ہوا اور بیٹھنے والے کے بیٹھنے سے وہ کپڑا پھٹ گیا تو بیٹھنے والے پر
نصف ضمان شق واجب ہوگی اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ نقصان شق کا ضامن ہوگا مگر اعتماد ظاہر الروایۃ پر ہے یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک مال عین کسی دلال کو اُسکے فروخت کرنے کیواسطے دیا اور دلال نے کسی
دوکاندار کو دکھلایا اور اُسکے پاس چھوڑ دیا پھر دوکاندار بھاگ گیا اور وہ مال بھی لے گیا تو دلال ضامن ہوگا اور شیخ
نسفی نے اپنے فتاوی میں شیخ الاسلام ابو الحسن سے روایت کی ہے کہ دلال ضامن نہوگا اور یہی صحیح ہے کیونکہ جو فعل دلال
سے مردود ہوا اُس سے چارہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے شیخ ابو الفضل کرمانی نے اشارات الجامع میں ذکر کیا ہے کہ متاع کا غصب
متحقق نہیں ہوتا ہے اور اقضیہ میں مذکور ہے کہ متحقق ہوتا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص دوسرے

کے بیت میں داخل ہوا اور مالک بیت نے اُسکو بالش پر بیٹھنے کی اجازت دی پس وہ بیٹھ گیا اور اسکے نیچے ایک تیل کی شیشی
تھی جسمین تیل تھا کہ جسکو وہ نہین جانتا تھا پس شیشی ٹوٹ گئی اور تیل بہ گیا تو تیل کی ضمان اور جو بالش پھٹ گئی اور شیشی
ٹوٹ گئی اُسکا تاوان بیٹھنے والے پر واجب ہوگا اور اگر ایسا شیشہ کسی لبادہ کے نیچے ہو کہ اُسکو ڈھانک دیا ہو اور لبادہ پر
بیٹھنے کی مالک نے اجازت دی ہو تو ایسی صورت مین بیٹھنے والا ضامن نہ ہوگا اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اس شق کی
صورت مین بھی بعض کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اور یہی اقرب الی القیاس ہے کیونکہ مثل لبادہ کے بالش بھی ہے کہ جالس نہین
ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ اسی طرح اگر اُسکو سطح پر بیٹھنے کی اجازت دی پس وہ سطح اجازت دینے والے کے
ملوک پر گر پڑی تو بھی جالس ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک دلال کے پاس ایک کپڑا تھا وہ اسکو بیچتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ
چوری کا کپڑا ہے پھر اُسنے اُسی شخص کو واپس کر دیا جسنے اُسکو فروخت کرنے کے واسطے دیا تھا پھر مسروق منہ نے دلال سے وہ
کپڑا طلب کیا پس دلال نے کہا کہ جسنے دیا تھا مین نے اُسی کو واپس کر دیا ہے تو دلال بری ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ شیخ نجم الدین
سے دریافت کیا گیا کہ ایک مکتب کے لڑکون مع معلم کو سردی کی تکلیف پہونچی اور دیوار مین ایک روشندان کھلا ہوا تھا
پس معلم نے کہا کہ کاش کوئی لڑکا اس فوطہ کو جو اس فلان لڑکے کے پاس ہے اس روشندان کو بند کر دیتا تو سردی دفع
ہو جاتی پس ایک لڑکے نے ایسا ہی کیا پھر فوطہ ضائع ہو گیا پس آیا معلم یا وہ لڑکا جسنے لیا ایسا ہے کہ ضامن ہوگا فرمایا کہ
نہین کیونکہ اُن لوگون کی موجودگی مین فوطہ اس سوراخ مین رکھنا فوطہ کی تضییع نہین ہے پس ضامن نہ ہوگا اور نیز شیخ
نجم الدین رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ کچھ لوگ ایک باغ انگور کے اندر دبس تیار کرتے تھے پس ایک عورت اُنکی مدد کو
آئی اور اُسنے بدون اُنمین سے کسی کی اجازت کے ایک تلاش اس غرض سے لیا کہ اُسمین شیرہ لیوے اور وہ
بہت گرم تھا پس عورت نے شیرہ گرمی کے باعث سے زمین پر دے پٹکا کہ وہ ٹوٹ گیا پس آیا
وہ عورت ضامن ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ ہان اسواسطے کہ اُسنے دے پٹکا ہے اور اگر اُسکے ہاتھ سے گر جاتا تو ضامن
نہ ہوتی۔ اور نیز شیخ نجم الدین رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مر گیا اُسکے مرنے کے بعد اُسکے گھر کی دیوار منہدم
ہو گئی اور نقد مال (یعنی درہم و دینار) نکلے پس قاضی کو یہ بات معلوم ہوئی اور اُسنے حکم دیا کہ اس مال کو حاضر کرو تاکہ
مین وارثون مین تقسیم کر دون پس وہ لوگ اُس مال کو قاضی کے پاس لے آئے اور چند روز اُسکے پاس رہا پھر امیر ولایت
نے قاضی کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ مال میرے پاس بھیجدے تاکہ مین وارثون مین تقسیم کر دون پس قاضی نے اُسکے
پاس بھیجدیا پھر امیر ولایت نے وارثون کو نہ دیا پس آیا وارثون کو قاضی سے تاوان مال لینے کا اختیار ہے تو شیخ رحمہ نے
فرمایا کہ ہان کذا فی الظہیریہ۔ مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کے ساتھ فعل حرام کیا اور
اُسکا پردہ بکارت جاتا رہا تو امام محمد بن الحسن نے فرمایا کہ فاعلہ پر مفعولہ کا مہر مثل واجب ہوگا اور فرمایا کہ یہ حکم حضرت
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پہونچا ہے یہ محیط مین ہے۔ امام محمد رحمہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا
غلام غصب کیا پس ایک شخص نے مغصوب منہ کے واسطے ضامن ہوا کہ غاصب کل کے روز تجھے وہ غلام دیدیگا اور اگر
اُسنے ایسا نہ کیا تو مجھپر ہزار درم ضمانت کے ہونگے اور غلام کی قیمت فقط پچاس درم ہے پھر غاصب نے دوسرے روز
مغصوب منہ کو وہ غلام نہ دیا تو ضامن پر غلام کی قیمت پچاس درم لازم ہونگے اور زیادتی باطل ہوگی۔ اور اگر غلام کی
قیمت مین دونون نے اختلاف کیا تو مغصوب منہ کی قیمت مدعویہ بین سے ہزار درم تک قسم سے مغصوب منہ کا

قول قبول ہوگا اور ہزار سے زیادہ میں ضامن کا قول قبول ہوگا یہ امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ اور اگر قیمت کی ضمان لی اور اسکو مسمی کر دیا پھر دیکھا گیا تو یہ مقدار مسمی قیمت غلام سے اسقدر زیادہ ہے کہ ایسی زیادتی لوگ اپنے اندازہ میں برداشت کر جاتے ہیں تو یہی مقدار غلام کی قیمت قرار دیجائیگی پس ضامن پر اسقدر مقدار مسمی واجب ہوگی اور اگر اسقدر زیادہ ہو کہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسی زیادتی کا خسارہ نہیں اُٹھاتے ہیں تو جسقدر اُٹھا جاتے ہیں اس سے جسقدر زیادہ ہے وہ باطل ہوجائیگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا کپڑا غصب کر کے پہن لیا پھر مغصوب منہ نے آکر اپنا کپڑا اکھینچا اور غاصب کو یہ معلوم نہ ہوا کہ یہی کپڑے کا مالک ہے پس کشمکش میں کپڑا پھٹ گیا تو غاصب پر تاوان واجب نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہے مجھے واپس دے اور غاصب نے انکار کیا پس مالک نے اس زور سے کھینچا کہ ایسا کپڑا اس زور سے کھینچنے کی عادت نہیں ہے پس وہ کپڑا پھٹ گیا تو بھی غاصب ضامن نہ ہوگا اور عادةً جسطرح لوگ کھینچا کرتے ہیں اسی طرح کھینچا اور وہ پھٹ گیا تو غاصب نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے اپنے مالک کا کپڑا پہنا اور اسکو ایک شخص نے اس طرح کھینچا کہ ایسے کپڑے کی اس طرح کھینچنے کی عادت نہیں ہے اور وہ کپڑا پھٹ گیا تو کھینچنے والے پر پوری قیمت واجب ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کوئی شخص غاصب دار مغصوبہ میں بیمار ہوا تو اسمیں اسکی عیادت نہ کیجائیگی اور سفیان ثوری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ اصحاب صرافی کے پاس جاتے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے اور فقیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ ملتقط میں ہے۔ ایک مغصوبہ باندی بچہ جنتی اور اس نے کچھ مال کمایا اور کچھ ہبہ کیا گیا اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا اور اس سے شبہہ میں وطی کی گئی پھر وہ مرگئی اور یوم غصب کی قیمت کی ڈگری ہوئی تو بچہ اور ہبہ اور کمائی سب موسلہ کی ہوگی اور عقر اور ارش غاصب کو ملیگا۔ اور اگر بلا حکم قاضی اسکی قیمت پر باہمی صلح کرلی تو یہ سب مالک کو ملیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ایک لکڑیوں والا اپنے مکان میں جو ایک کوچہ نافذہ میں واقع ہے لکڑیاں لاتا ہو اور اہل کوچہ نے اسکو اس امر سے منع کرنا چاہا پس اگر وہ شخص جانور کی پیٹھ پر لاد کر لاتا ہو تو ان کے منع کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ شخص ان کی ملک میں فقط یہی تصرف کرتا ہے کہ جانور کو کوچہ میں داخل کرتا ہے اور ایسا اس کو اختیار ہے اور اگر لکڑیوں کو اسطرح پھینکتا ہو کہ جس سے ان کی عمارت کو ضرر پہونچتا ہو تو وہ لوگ اسکو منع کر سکتے ہیں یہ فتاوے کبرے میں ہے۔ اگر غاصب کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور اسکو مالک مغصوب ہاتھ نہ لگا تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جبتک اسکو مالک کے آنے کی امید رہے تب تک مال مغصوب کو اپنے پاس رہنے دے جب اسکے آنے کی امید ٹوٹ جاوے تو اختیار ہے کہ وہ مال مالک کے نام سے صدقہ کر دے اور احسن یہ ہے کہ اس معاملہ کو امام المسلمین کے سامنے پیش کرے اسلیے کہ امام کو ایک تدبر ور اسے حاصل ہے پس احسن ٹھہرا کہ اسکی رائے کو یہانتک قطع نہ کر دے۔ اور امام محمد رح نے جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا اور غلام نے اپنے تئیں اجارہ پر دیا اور کام سے صحیح سالم رہا تو موافق معروف کے اجارہ صحیح ہے پس اگر غلام نے اجرت لی اور اس سے غاصب نے لیکر تلف کر دی تو امام اعظم رح کے نزدیک غاصب پر ضمان واجب نہ ہوگی اور صاحبین نے فرمایا کہ واجب ہوگی اور اگر وہ اجرت بعینہ قائم ہو تو بالاجماع مالک کو ملیگی یہ محیط میں ہے۔ شیخ نجم الدین رح سے روایت ہے کہ انھون نے اپنے استاد علیہ الرحمۃ

نقل کیا کہ ایک شخص نے اپنے قرضدار کے سر سے اُسکا عمامہ اُتار لیا کہ میرے قرضہ میں رہن ہے اور اُسکو ایک رومال لپیٹنے کو دیدی کہ اپنے سر پر باندھ لے اور کہا کہ جب تو میرا قرضہ لے آویگا تو میں تیرا عمامہ واپس دونگا پس قرضدار اُسکا قرضہ لایا حالانکہ قرضخواہ کے پاس وہ عمامہ تلف ہو گیا تھا تو شیخ رحمہ اللہ کے استاد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس تلف مال مرہون کے قرار دیا جائیگا نہ تلف مال مغصوب کے اسلئے کہ اُسنے بطور رہن لیا تھا اور قرضدار کا چھوڑ کر چلا جانا رہن ہو جانے کے ساتھ رضامندی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کے گھر میں مر گیا پس اگر اسکی کھال کی کچھ قیمت ہو تو مالک اُسکو باہر نکالے اور اگر قیمت نہ ہو تو گھر والا اُسکو باہر نکالے۔ جو شخص قبضہ مال کیواسطے وکیل کیا گیا اُسنے اپنے موکل کے قرضدار سے وہ مال وصول کر کے اپنے گھر کے تو شہ میں رکھکر گھر سے پر لٹکا لیا پس اُسمین سے وہ درہم تلف ہو گئے تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ اُسنے اس مال کے ساتھ حفاظت کے حق میں وہی فعل کیا جو اپنے مال کے ساتھ کرتا کذا فی الحاوی۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کے گھر میں گھس گیا تو اُسکا نکالنا اُسکے مالک پر واجب ہے کیونکہ وہ اُسکی ملک ہے کہ غیر کے دار کو مشغول کیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا پرند جانور دوسرے کے کنوئین میں مر گیا تو اُسکا نکالنا مالک پرند پر واجب ہے مگر کنوئین کا پانی کھینچوانا اُسپر واجب نہیں ہے یہ فتاوی کبری میں ہے۔ تفریط کی کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے باندی خریدی اُسکے ام ولد بچہ پیدا ہوا پھر وہ باندی استحقاق میں لے لیگئی تو اُسکا بچہ حر الاصل ہوگا اور مشتری پر واجب ہوگا کہ باندی کے مولی کو بچہ کی قیمت ادا کرے ایسا ہی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے محضر صحابہ میں فیصلہ قضا صادر فرمایا تھا اور بچہ کی قیمت میں اعتبار یوم خصومت کا ہے۔ اور اگر وہ بچہ مر گیا اور اُسنے کچھ میراث چھوڑی تو اُسکی تمام میراث اُسکے باپ کو ملیگی اور اُسپر باندی کے مولی کیواسطے کچھ واجب نہوگا۔ ایک شخص نے دوسرے کی باندی غصب کر کے اُسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دی حالانکہ مشتری نہیں جانتا ہے کہ یہ مغصوبہ باندی ہے پھر مشتری نے اُس سے وطی کی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور وہ باندی مشتری کے پاس مر گئی پھر مغصوب منہ نے نالش کر کے قاضی کے سامنے گواہ قائم کئے کہ یہ باندی میری تھی تو مالک کو اختیار حاصل ہوگا کہ مشتری سے باندی کا عقر لے لے خواہ اُسنے بائع سے ضمان لینا اختیار کیا ہو یا مشتری سے۔ اور جو باندی بطور بیع فاسد خریدی گئی ہو اور مشتری پر اُسکے باب عقر واجب ہوا ہو پھر باندی ہلاک ہو گئی یا اُسکا واپس کرنا کسی وجہ سے متعذر ہو گیا ہو پس آیا ایسی صورت میں عقر کا مالک ہوگا یا نہیں تو اُسمین دو روایتیں ہیں اور صورت غصب لظیر بیع فاسد ہے پس صورت غصب میں بھی عقر کی بابت دو روایتیں ہونگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی غصب کی اور دوسرے شخص نے اسی مغصوب منہ سے ایک غلام غصب کیا اور دونوں غاصبوں نے غلام و باندی کا باہم خرید و فروخت میں معاوضہ کر لیا اور باہمی قبضہ کر لیا پھر مالک کو خبر پہونچی اور اُسنے اس بیع کی اجازت دیدی تو باطل ہوگی۔ اور اگر غلام و باندی کے دو شخص مالک ہوں اور دونوں کو اس معاملہ کی خبر پہونچی اور دونوں نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو جائیگی بعد جواز کے غلام تو باندی کے غاصب کا اور باندی غلام کے غاصب کی ہو جائیگی اور غاصب غلام پر واجب ہوگا کہ غلام کی قیمت اُسکے مولی کو تاوان دے اور غاصب باندی پر واجب ہوگا کہ باندی کی قیمت باندی کے مولی کو تاوان دے۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک مالک نے ابتدا میں اجازت دیدی باین طور کہ مالک غلام نے اپنے غاصب سے کہا کہ فلان شخص کی باندی بعوض میرے اس غلام کے خرید اور

مالک باندی نے اسکے غاصب سے کہا کہ فلان شخص کا غلام باعوض اس باندی کے خرید تو بھی یہی حکم ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے سے سو دینار غصب کر لیے اور دوسرے غاصب نے اسی شخص سے ہزار درم غصب کر لیے پھر دونون غاصبون نے باہم ان درمون و دینارون کی بیع کر کے باہمی قبضہ کر لیا پھر دونون جدا ہوگئے پھر مالک کو معلوم ہوا اور اسنے اجازت دیدی تو بیع جائز ہوجائیگی یہ محیط مین ہو - ایک شخص نے ایک خربزہ غصب کر کے اسکی پھانک اُتاری تو خربزہ سے مالک کا حق منقطع نہوگا اور پورے خربوزے کی پھانکین کر ڈالین تو منقطع ہوجائیگا کیونکہ اس سے خربوزے کا اسم زائل ہوگیا کذا فی القنیہ - اگر ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو بہکایا اسکو حکم کیا یا اُس سے کہا کہ اپنے تئین قتل کر ڈال پس اُسنے ایسا ہی کیا تو حکم دہندہ پر غلام کی قیمت واجب ہوگی - اور اگر اس غلام سے کہا کہ اپنے مولے کا مال تباہ کر دے پس اُسنے تلف کر دیا تو حکم دہندہ ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو - شیخ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے اُرز غصب کر کے انکو مقشر کر ڈالا یا گیہون غصب کر کے اُنکو کنکٹ بنا یا پس آیا حق مالک منقطع ہوجائیگا فرمایا کہ نہین اسواسطے کہ عین المغصوب قائم ہو جیسا کہ اگر کسی غیر کی ایک بکری ذبح کر کے اُسکی کھال کھینچ ڈالی تو حق مالک منقطع نہین ہوتا ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو - کسی شخص نے بدون اجازت خادم مسجد کے اپنی چند گونین مسجد مین داخل کین اور مسجد کی کنجی لیکر کھول لی اور بہنیا آئی اور اُسنے مسجد کا فرش تباہ کر دیا تو یہ شخص ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہو - علی بن الجعد سے روایت ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے علی بن عاصم سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے کہ مین نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کا ایک درم اور ایک شخص کے دو درم باہم مختلط ہوگئے پھر دو درم ضائع ہوگئے اور ایک درم باقی رہگیا اور یہ معلوم نہین کہ یہ تینون مین سے کونسا درم ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ باقی درم دونون مین تین حصہ ہوکر تقسیم ہوگا (یعنی ایک درم والے کو ایک حصہ اور دو درم والے کو دو حصہ ملینگے) پھر مین نے شیخ ابن شبرمہ سے ملاقات کی اور اُنسے بھی یہی مسئلہ پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ تو نے یہ مسئلہ کسی سے دریافت کیا ہو مین نے کہا کہ ہان مین نے امام ابو حنیفہ رح سے دریافت کیا تھا پس کہا کہ اُنھون نے تجھسے یون فرمایا کہ باقی درم دونون مین تین حصے ہوکر تقسیم ہوگا مین نے کہا کہ ہان تو فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح چوک گئے اسواسطے کہ ہم کہتے ہین کہ دونون درمون ضائع شدہ مین کا ایک درم بیشک دو درمون والے کا ہو اور ضائع شدہ مین کا دوسرا درم محتمل ہو کہ دو درم والے کا ہو اور محتمل ہو کہ ایک درم والے کا ہو پس جو درم باقی موجود ہو وہ دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا پس مین نے انکا جواب خوب مستحسن جانا اور لوٹ کر مین امام ابو حنیفہ رح کے پاس آیا اور مین نے کہا کہ جو مسئلہ مین نے آپ سے دریافت کیا تھا اسمین آپ سے مخالفت کی گئی ہو پس امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ کیا تو نے ابن شبرمہ سے ملاقات کی تھی اور اُسنے تجھسے اسطرح بیان کیا ہو یعنی امام نے بعینہ ابن شبرمہ رح کا جواب ذکر فرمایا پس مین نے کہا کہ ہان تو آپ نے فرمایا کہ جب تینون درم باہم مختلط ہوگئے تو دونون کی شرکت مین ہوگئے اسطرح کہ دونون مین تمیز نہین ہوسکتی پس دو درم والے کا ہر درم مین سے دو تہائی حصہ اور ایک درم والے کا ہر درم مین سے ایک تہائی حصہ ہوا پس جو درم ضائع ہوا وہ اپنے حصہ سمیت ضائع ہوا پس جو درم باقی رہا وہ اُسی حصہ کے موافق تین تہائی حصص پر باقی رہا یہ جوہرہ نیرہ مین ہو - ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور دوسرے کے ہاتھ اُسکو پانچ سو درم کو بوعدہ ایک سال کے اُدھار فروخت کیا حالانکہ وہ غلام مغصوب منہ کا معروف تھا اور مغصوب منہ نے غاصب سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ غلام ہزار درم کو

فی الحال قیمت ادا کرنے پر خرید کرکے مجھے اپنے قبضہ مین لیکر پھر تو نے اس شخص کے ہاتھ پانچ سو درم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کیا ہو اور غاصب نے کہا کہ مین نے تجھسے یہ غلام ہرگز نہین خریدا ہی ولیکن تو نے مجھے حکم دیا تھا پس مین نے تیرے حکم سے اس شخص کے ہاتھ پانچ سو درم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کردیا ہی اور وہ غلام مشتری کے پاس بعینہ قائم ہی تو وہ غلام مشتری کو سپرد رہیگا اسواسطے کہ انہون نے اسکی صحت خرید پر اتفاق کیا ہی اور غاصب پر غصب کیوجہ سے ضمان بھی واجب نہوگی کیونکہ مالک کو واپس کرنا ایسی بات سے متعذر ہوا جو مالک کیطرف سے پائی گئی یعنے اسنے غاصب کے ہاتھ خود فروخت کردینے کا اقرار کیا پس غاصب سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے اس غلام کو نہین خریدا ہے پس اگر غاصب نے قسم کھالی تو اسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر اسنے نکول کیا تو جسقدر ثمن کا مغصوب منہ نے اسپر دعوی کیا ہے اسپر واجب ہوگا اور اگر مسئلہ مذکورہ مین وہ غلام مشتری کے پاس مرچکا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اس صورت مین دونون مین سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجائیگی - اور اگر غاصب نے وہ غلام کسی شخص کو ہبہ کرکے سپرد کردیا ہو پھر دعوی کیا کہ مین نے مغصوب منہ کے حکم سے ایسا کیا ہی پس مغصوب منہ نے کہا کہ تو نے مجھسے ہزار درم کو خرید کر پھر خود ہبہ کیا ہی تو اسکا حکم بھی اسی تفصیل سے ہی جو ہمنے بیع کی صورت مین بیان کی ہی اور اگر غاصب نے اس غلام کو اسطرح مارا کہ وہ قتل ہوگیا پھر غاصب نے کہا کہ مین نے اسکے مالک کے حکم سے مارا ہی اور مالک نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کردیا تھا پھر تو نے اپنے مملوک کو اسطرح مارا ہی تو پہلے غاصب سے قسم لیجائیگی پس اگر اسنے نکول کیا تو اسپر ثمن متدعویہ مالک لازم ہوگا اور اگر اسنے قسم کھالی تو اسپر غلام مقتول کی قیمت لازم ہوگی کیونکہ واپسی کا تعذر ایسی بات سے ہوا جو غاصب کی طرف سے پائی گئی پھر مالک سے قسم لیجائیگی پس اگر اسنے نکول کیا تو قیمت باطل ہوجائیگی اور اگر قسم کھالے تو غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور یہ نظیر اس صورت کی ہی جو مالک سابق مین مذکور ہوئی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نشہ مین بیہوش لایعقل راستہ مین سو رہا پس ایک شخص نے اسکا کپڑا حفاظت کی غرض سے لے لیا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکے سر کے نیچے سے کپڑا لیلیا یا اسکی انگلی مین سے انگوٹھی اتار لی یا اسکی کمر سے ہمیانی کھول لی یا اسکی آستین سے درم نکال لیے بدین غرض کہ اس مال کی حفاظت کرے تو ضامن ہوگا کیونکہ یہ مال اپنے مالک کے پاس محفوظ تھا یہ وجیز کردری مین ہی - ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہے اور اس مقر کی مددگار برادری نے اسکے اقرار کی تکذیب کی پھر اس غلام اقطع کو اسکے مولی کے پاس سے کسی دوسرے نے غصب کرلیا اور وہ غاصب کے پاس مرگیا تو مولے کو اختیار ہی چاہے جنایت کنندہ سے اسکی قیمت اسکے مال سے تین سال مین لے یا غاصب سے اس غلام کی قیمت ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے اسکے مال سے فی الحال لے اور جنایت کنندہ سے اسکے ہاتھ کا ارش اسکے مال سے لے اور یہ ارش بقدر نصف قیمت کے ہوگا پھر اگر مالک نے جنایت کنندہ سے اسکے اقرار پر غلام مذکور کی قیمت ضمان لینا اختیار کی تو جنایت کنندہ غاصب سے اس غلام اقطع کی قیمت غاصب کے مال سے لیگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے غلام ماذون مدیون کو غصب کرلیا اور وہ اسکے پاس مرگیا تو قرضخواہون کو غاصب سے اسکی قیمت کے مطالبہ کا اختیار ہوگا یہ قنیہ مین ہی - شیخ ابو حامد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس دار مرہونہ تھا اس سے یہ دار کسی غاصب نے غصب کرلیا پس آیا مرتہن کو اپنے قرضدار راہن سے اپنے قرضہ کے مطالبہ کا اختیار ہی فرمایا کہ دیکھا جائیگا کہ اگر راہن نے مرتہن کو انتفاع مباح کیا تھا پھر حالت انتفاع مین

غصب کر لیا گیا تو مرتہن کو اپنے قرض کے مطالبہ کا اختیار ہے اور اگر غیر حالت انتفاع مین غصب کیا گیا تو بمنزلہ ہلاک کے قرار
دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر مسلمان نے کسی ذمی سے کچھ غصب کیا یا چورا لیا تو قیامت کے دن مسلمان پر عقاب
کیا جائیگا اور ذمی کا مخاصمہ قیامت کے روز بہت سخت ہوگا اور کافر کا مظلمہ بہ نسبت مظلمہ مسلمان کے زیادہ سخت ہوگا
اسواسطے کہ کافر دائمی دوزخی ہوگا اور اُسکے حق مین بوجہ اُن مظلومون کے جو اُسکے لوگون کی جانب ہونگے عذاب نار
کی تخفیف ہوگی پس اُسکی طرف سے اُن ظلمون کے چھوڑنے کی امید نہین ہے اور مسلمان کیطرف سے ایسی امید ہے پھر
جب کافر نے مخاصمہ کیا تو اُسکی کوئی راہ نہین ہے کہ اُسکو مسلمان کا ثواب طاعت دیا جاوے اور نہ اُسکی کوئی راہ ہے کہ مسلمان
پر اُسکے کفر کا وبال رکھا جاوے پس یہی متعین ہوا کہ مسلمان پر اُسکے مظلمہ کی وجہ سے عذاب ہووے اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ
جانور کا آدمی پر قیامت کے روز نالش کرنا آدمی پر نالش کرنے سے زیادہ سخت ہے یہ کبریٰ مین ہے۔ شیخ علی بن احمد رح سے
دریافت کیا گیا کہ ایک رئیس قوم نے اہل قوم کو پکڑا تا کہ اُنسے کچھ مال از راہ ظلم لیوے پھر اہل قوم روپوش ہوگئے سوائے
ایک آدمی کے پس اُس آدمی سے اِس رئیس نے یہ جبابت وصول کرلی پھر جب قوم کے لوگ ظاہر ہوسے تو اُس نے
اُس آدمی کو اہل قوم پر اُس مال کے عوض جو اُسنے اُس شخص سے قبل ازین لے لیا تھا حوالہ کرنا شروع کیا اور اہل قوم
سے وہی جو اُس شخص سے لیا تھا از راہ ظلم لیا پھر اپنے فعل سے نادم ہوا پس آیا اُسپر واجب ہے کہ جو کچھ اُسنے اہل قوم سے
لیا ہے اُنکو واپس کر دے فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک عورت کے ربیعی گیہون ایک مٹکے مین اور خریفی گیہون
دوسرے مٹکے مین بھرے تھے پس عورت نے اپنی بہن کو حکم دیا کہ میرے کاشتکار بٹائی کو خریفی دیدے وہ چوک گئی
اور اُسنے ربیعی گیہون دیدیے پھر عورت مذکورہ نے اپنی بیٹی کو کاشتکار کے ساتھ بھیجا تا کہ تخم ریزی کے واسطے گیہون پہونچا دے
پس اُسکی بیٹی نے پہونچا دیے اور کاشتکار نے تخم ریزی کر دی مگر وہ گیہون نہ اُگے پھر معلوم ہوا کہ وہ ربیعی بیج تھے
تو وہ عورت تینون مین سے جس سے چاہے تاوان لے کیونکہ اسکی بہن نے جب خطا کی تو وہ غاصبہ ہوگئی اور بیٹی
اور کاشتکار دونون غاصب الغاصب ٹھہرے شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ قول اچھا و دقیق ہے اِس سے بہت سے
واقعات کا حکم نکلتا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ شیخ ابو حامد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مسافر نے اپنا مال متاع
ایک کشتی پر اپنے شہر پہونچانے کے واسطے لادا پھر مر گیا اور اُسکے ساتھ اسکا ایک بیٹا تھا پس بیٹے نے یہ متاع اُس
کشتی پر سے اُتار کر دوسری کشتی پر اِس غرض سے لادی کہ اُسکو لیجا کر باقی وارثون کے سپرد کر دے اور اُس نے
ایسا راستہ اختیار کیا کہ جس سے لوگ آتے جاتے تھے مگر یہ وہ راستہ نہ تھا جس سے میت نے جانے کا قصد کیا تھا
پھر وہ کشتی ڈوب گئی اور بیٹا مر گیا اور مال متاع ضائع ہوگیا پس آیا وہ بیٹا باقی وارثون کے حصص کا ضامن
ہوگا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہین اور شیخ رحمہ اللہ سے دوسری بار یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو فرمایا کہ اگر وہ
بیٹا یہ متاع کشتی سے اُتار کر دوسری کشتی مین لاکر باقی سوا سے وارثون کے وطن کے دوسری جگہ لے چلا ہو تو ضامن
ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ جامع اصغر مین ہے کہ کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ یہ قمقمہ کسی صفار کو دیدے تا کہ وہ اُسکو
درست کر دے پس مامور نے کسی صفار کو دیا مگر بھول گیا تو ضامن نہوگا جیسے مستودع اگر بھول گیا کہ ودیعت کہان رکھی
تو ضامن نہین ہوتا ہے اور اِسی کے مثل فتاوی ساعدی مین ہے کہ حکم دیا کہ یہ سوت ایک جولاہہ کو دیدے اور اُسکو
معین نہ کیا اور نہ یہ کہا کہ جسکو تیرا جی چاہے دیدے پس مامور نے دیدیا اور جسکو دیا تھا وہ بھاگ گیا تو مامور ضامن

نہوگا اور یہ بخلاف موکل کے ہی کہ اُسنے اپنے وکیل سے یون کہا کہ وکل احدا اپنے کسی کو وکیل کردے کیونکہ یہ صحیح نہین ہی اور صحیح بھی ہوگا کہ جب یون کہے کہ جسکو تیرا جی چاہے وکیل کردے اسیطرح اگر خلیفہ نے والی شہر سے کہا کہ کسی کو عہدۂ قضا دیدے تو صحیح نہین ہی اور اگر کہا کہ جسکو تیرا جی چاہے عہدۂ قضا دیدے تو صحیح ہی یہ قنیہ مین ہی - شیخ ابو یوسف بن محمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک غاصب نے اپنے فعل سے نادم ہوکر وہ مال اُسکے مالک کو واپس کرنا چاہا مگر مالک کے ہاتھ آنے سے اُسکو یاس ہوگئی پس یہ مال اُسنے فقیرون کو صدقہ کردیا پس آیا فقیر کو جائز ہی کہ اس مال سے انتفاع حاصل کرے تو فرمایا کہ فقیر کو اسکا قبول کرنا جائز نہین ہی اور نہ اُس سے انتفاع جائز ہی فقیر پر واجب ہی کہ جسنے اُسکو دیا ہی اُسی کو واپس کردے مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیخ رضی اللہ عنہ نے ان کے زجر کے واسطے ایسا جواب فرمایا ہی تاکہ وہ لوگ حقوق العباد مین تساہل نہ کرین ورنہ اگر غاصب نے ایسی راہ اختیار کی کہ مالک کا پتا دنشان ملجاوے پھر اُسکو نہ پایا تو اُسکا حکم مثل حکم لقطہ کے ہوگا - پھر شیخ ابو یوسف بن محمد رحمہ سے کہا گیا کہ جب اس مال سے انتفاع جائز نہ ٹھہرا اور فقیر نے چاہا کہ غاصب کو واپس کردے مگر اُسنے غاصب کو نہ پایا اور یہ چیز ایسی ہی کہ موسم گرما مین تلف ہوجائیگی اور غاصب کے ملنے تک یا اُسکی طرف رجوع کرنے تک باقی نہین رہسکتی ہی تو کیا کرے فرمایا کہ جبتک اُس سے ممکن ہو اپنے پاس رکھے پھر جب اُسکے تلف ہوجانے کا خوف ہو تو فروخت کرکے اُسکا ثمن اپنے پاس رکھے یہانتک کہ جسنے اسکو دی تھی اُسکو واپس کرے کذا فی تاتارخانیہ - دولو اجاز بیع المغصوب ثم رجع لا یصح رجوعہ عند ابی یوسف رح کذا فی الملتقط قال المترجم ہکذا وجدت الالفاظ لہذہ المسئلۃ فی النسخۃ الموجودۃ ولم یتیسر لی الرجوع الی الصحیحۃ لما صحح بعد الطبع انشاء اللہ تعالی اذا حصلت النسخۃ الصحیحۃ بتوفیق اللہ سبحانہ وتعالی - ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنا علین ودین لوگون کے پاس مغصوب چھوڑا اور وارثون کو اُسمین سے کچھ نہ ملا تو قیامت مین اُسکا ثواب آخرت مین وارثون کو ملیگا کیونکہ یہ مال اُسکی میراث مین وارثون کی ملک مین آیا اور غصبا یہ مال دبا ہوا قرضہ ہی پھر اگر قبل موت کے دبا ہو تو اُسکا ثواب میت ہی کو ملیگا سواسطے کہ دبے ہوے مال مین ارث جاری نہین ہوتا ہی اور اگر بعد موت کے دبا تو اُسکا ثواب وارث کو ملیگا کیونکہ موت کے وقت اُسکے قیام کی وجہ سے اُسمین میراث جاری ہوگئی یہ فتاوے غیاثیہ مین ہی - ایک شخص جسپر قرضہ تھا اور وہ اُسکو بھولا ہوا تھا مرگیا کیا قیامت مین اُس سے مواخذہ کیا جائیگا - اور اگر قرضہ بجہت تجارت کے ہو تو امید ہی کہ اُس سے مواخذہ نہ کیا جاوے اور اگر بوجہ غصب کے ہو تو ماخوذ ہوگا یہ فتاوے کبری مین ہی - ایک شخص مرگیا اور اُسپر دین تھا جسکو وہ بھولا ہوا تھا اور اُسکا بیٹا اس امر کو جانتا تھا تو بیٹے کو چاہیے کہ اسکو ادا کردے اور اگر بیٹا بھی بھول گیا حتی کہ وہ بھی مرگیا تو بیٹے سے آخرت مین مواخذہ نہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص نے اپنے باپ کی کوئی چیز چورائی پھر باپ مرگیا تو سارق سے آخرت مین مواخذہ نہ ہوگا اسواسطے کہ دین یعنے تاوان مال مسروق اُسی کی ملک مین منتقل ہوا یا مگر سرقہ کا گنہگار رہیگا کیونکہ اُسنے مسروق منہ پر جنایت کی ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ ہے پس قرضخواہ نے اُس سے تقاضا کیا مگر قرضدار نے ظلم سے اُسکو نہ دیا یہانتک کہ قرضخواہ مرگیا اور وہ قرضہ منتقل ہوکر وارث کی ملک مین آیا پس مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہی اور اکثر مشائخ نے فرمایا ہی کہ مورث کو قرضدار کے ساتھ آخرت مین حق خصومت رہا لیکن مختار یہ ہے کہ قرضہ تو وارث کا ہی مگر مورث کو قرضدار کے ساتھ ظلما نہ دینے کا حق خصومت ہے مگر قرضہ کا حق خصومت نہین ہی اسواسطے کہ قرضہ وارث کی طرف منتقل ہوگیا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص کا دوسرے

پر دین تھا اسکو یہ خبر پہونچی کہ مدیون مرگیا پس اُسنے کہا کہ مین نے اسکو حلال مین کر دیا یا کہا کہ مین نے اسکو ہبہ کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ مدیون زندہ موجود ہے تو طالب کو روا نہین ہے کہ اُس سے مواخذہ کرے اسواسطے کہ اُسنے بلا شرط مدیون کو ہبہ کیا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - ایک شخص کا کوئی خصم تھا وہ مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا تو صاحب حق کیطرف سے یہ مرگیا ہے تو بہتر ہے کہ اسکے حق کے صدقہ کر دے تاکہ یہ قدر مال اللہ تعالے کے پاس ودیعت رہے تاکہ قیامت کے روز اسکے خصم کو پہونچایا جاوے یہ فتاوے عتابیہ مین لکہا ہے - ایک شخص کا ایک عورت پر حق آتا ہے تو اُس شخص کو اختیار ہے کہ اُس عورت کے ساتھ ملازم رہے اور اُس عورت کے ساتھ بیٹھے اور اُسکا کپڑا پکڑ لے اسواسطے کہ یہ حرام نہین ہے اور اگر وہ عورت بھاگ کر کسی مقام تخلیہ مین چلی گئی تو وہاں داخل ہو بشرطیکہ یہ شخص اپنے نفس سے امون ہو اور بعد مامون ہونے کے بھی بادید امن سکے اُس سے دور فقط آنکہ سے حفاظت کرے - ایک شخص نے ظلما دوسرے کا مال قطع کیا تو صاحب مال کو افضل یہ ہے کہ اسکو حلال کر دے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - ایک شخص کا دوسرے پر دین آتا ہے کہ اسکے بھر پانے کی قدرت نہین رکہتا ہے تو اُسپر دعوی کرنے سے اسکو بری کر دینا بہتر ہے اسواسطے کہ بری کر دینے مین عذاب آخرت سے چھوڑ آتا ہے اور اسمین ثواب عظیم ہے یہ فتاوے کبری مین ہے - مہر کن نے خاتم مین دوسرے شخص کا نام غلطی سے نقش کر دیا پس اگر نقاش سے اُسکی اصلاح ممکن نہ ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہر حال مین ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے - ایک شخص نے دو آدمیون کو اسواسطے مزدور کیا کہ دونون متاجر کے واسطے گدہے کا چارہ جمع کرین اور دونون کو دو گدہے دیے پھر ایک زبردست نے دونون سے دونون گدہے لے لیے پھر ان دونون نے جاکر دونون گدہے اُس سے واپس لیے پھر ایک نے دونون گدہے دوسرے کو دیدیے پھر دوسرے نے گدہے کو ہانکا اور وہ مرگیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے دوسرے کو دینے والے سے تاوان لے یا گدہا ہانکنے والے سے ضمان لے اسواسطے کہ اول نے تو دوسرے کو دینے مین تعدی کی اور دوسرے نے بدون اول کے ہانکنے مین تعدی کی یہ جواہر الفتاوی مین ہے - شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کا علو وسفل غصب کر لیا پھر علو خراب ہو گیا تو غاصب پر کیا واجب ہوگا تو فرمایا کہ مالک کو اختیار ہوگا چاہے لوٹن کو غاصب کے پاس چھوڑ کر اُس سے قیمت کی ضمان لے یا لوٹن کو لیکر غاصب سے عمارت بیٹھ کا نقصان لے یہ فتاوی ابو الفتح محمد بن محمود بن الحسن الاستروشنی مین ہے - ایک شخص نے گوسالہ غصب کر کے اسکو تلف کر دیا پس اُسکی مان کا دودھ خشک ہو گیا تو شیخ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ غاصب گوسالہ کی قیمت اور اُسکی مان کے نقصان کا ضامن ہوگا اسلیے کہ بچہ کا ہلاک اُسکی مان کے نقصان کا موجب ہوا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو غصب کر کے رسی سے باندھا پھر غلام نے اپنے تئین قتل کر ڈالا یا اپنی موت سے مرگیا تو غاصب ضامن ہوگا اسواسطے کہ غلام اُسکی ضمان مین تھا یہ فتاوی کبری مین ہے - ایک شخص نے چند کپڑے فروخت کیے اور اپنے دیون یعنی ثمن جو ہنوز مشتریون سے بھر پانے سے پہلے مرگیا اور کوئی ظاہر وارث نہ چھوڑا پس سلطان نے اُس کے قرضدارون سے اُسکے دیون وصول کر لیے پھر اُسکا وارث ظاہر ہوا تو قرضدارون پر واجب ہوگا کہ اُس کے دیون اُس کے وارث کو ادا کرین اسواسطے کہ جب اُسکا وارث ظاہر ہوا تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ سلطان کو قرضہ لینے کا کچھ حق نہ تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - تجنیس الملتقط مین ہے کہ اگر میت کی دیوار منہدم ہوئی اور اُسکے

پیچھے سے مال برآمد ہوا لیس اُسکو قاضی نے لے لیا پھر ظالمون کو یہ خبر پہونچی اور قاضی نے وہ مال اُنکو دیدیا تو قاضی ضامن
ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص نے ایک نابالغ غلام کو اپنی ضرورت ذاتیہ کیواسطے بدون اجازت مولای غلام کے بھیجا
پس اُس غلام نے کچھ لڑکے کھیلتے دیکھکر اپنے آپ کو اُن تک پہونچایا اور وہان کسی کی کوٹھری کی چھت پر چڑھا اور وہان سے
گر کر مر گیا تو جسنے اُسکو اپنی حاجت کیواسطے بھیجا ہے ضامن ہوگا کیونکہ وہ اُس غلام کو اپنے کام مین لگانے سے غاصب ہوگیا
ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - شمس الاسلام رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام یا باندی کو اپنے
کام مین لگایا اور وہ حالت استعمال مین بھاگ گیا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن ہوگا بمنزلہ مغصوب کے کہ اگر وہ غاصب
کے پاس سے بھاگ گیا تو غاصب ضامن ہے - اور اگر ایک شخص نے اپنے اور دوسرے کے درمیان مشترک غلام یا مشترک
گدھے کو بدون اجازت شریک کے استعمال کیا تو حصہ شریک کا غاصب ہوگا اور اجناس ناطفی مین لکھا ہے کہ بدون اجازت
شریک کے غلام مشترک کے استعمال مین دو روایتین آئی ہین ہشام رحمہ کی روایت مین مذکور ہے کہ استعمال کرنے والا غاصب
ہوگا اور اُنھین سے روایت ابن رستم مین مذکور ہے کہ غاصب نہ ہوجائیگا اور چوپایہ جانور کی صورت مین خواہ سوار ہوا ہو یا
لادا ہو دونون روایتون کے موافق غاصب ہوجائیگا - ہمارے زمانہ مین بعض شہرون سے استفتا آیا اُسکی صورت یہ
تھی کہ ایک شخص لکڑیان چیرتا تھا کہ اتنے مین دوسرے شخص کا غلام آیا اور اُسنے کہا کہ کلھاڑی اور لکڑی مجھے دے تاکہ
مین چیرون پس لکڑی کا مالک لایا اور غلام نے اُس سے کلھاڑی لی اور لکڑی لی اور کچھ لکڑی چیر دی اور کہا کہ
دوسری لکڑی لاتاکہ اُسے چیرون پس وہ شخص دوسری لکڑی لایا اور غلام نے اُسکو چیرا پس اُسکی لکڑی کی بعضی
چیٹھین اُڑ کر غلام کی آنکھ مین لگی اور اُسکی آنکھ جاتی رہی تو مشائخ بخارا رحمہم اللہ تعالی نے فتوے دیا کہ لکڑی کے مالک
پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - ایک جماعت ایک شخص کی بیت مین تھی کہ اُنمین سے ایک شخص نے آئینہ اُٹھا کر دیکھا
پھر دوسرے کو دیدیا اُسنے بھی دیکھا پھر وہ آئینہ ضائع ہوگیا تو کوئی شخص ضامن نہ ہوگا کیونکہ آئینہ کے مثل
چیزون مین دلالۃً اجازت ثابت ہے حتی کہ اگر کوئی ایسی چیز ہوتی کہ جسکے استعمال مین بخل کی عادت جاری ہے تو غصب
قرار دیا جاتا - ایک شخص نے بڑھئی کا بسولا اُٹھا لیا وہ دیکھتا رہا اور منع نہ کیا پس اُس شخص نے استعمال کیا اور وہ ٹوٹ
گیا تو ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہے - ایک شخص نے اپنی باندی نخاسی کے پاس بھیجی اور اُسکو حکم کیا کہ اسکو فروخت کردے
پھر نخاسی کی جورو نے اس باندی کو اپنے کسی کام کے واسطے بھیجا پھر وہ بھاگ گئی تو مالک باندی کو اختیار ہوگا
کہ نخاسی کی جورو سے ضمان لے اور نخاسی سے ضمان نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ نخاسی اجیر مشترک ہوتا ہے اور
اجیر مشترک امام اعظم رحمہ کے نزدیک ضامن نہیں ٹھہرایا جاتا ہے اور یہی حکم کپڑون کے دلال مین ہے یہ کبریٰ مین لکھا ہے -
فتاوی ابو اللیث مین ہے کہ ایک باندی بدون اجازت اپنے مولی کے نخاسی کے پاس آئی اور اُس سے بیع کی درخواست
کی پھر وہ چلی گئی اور معلوم نہوا کہ کہان چلی گئی اور نخاسی نے کہا کہ مین نے اُسکے مولی کو واپس کردی تو نخاسی کا قول
قبول ہوگا اور اُسپر ضمان واجب نہوگی - اور اُسکے معنے یہ ہین کہ نخاسی نے باندی کو اخذ نہین کیا اور واپس کردینے کے
یہ معنی ہین کہ نخاسی نے اُسکو حکم دیا کہ اپنے مولی کے گھر کو واپس جاوے اور نخاسی غصب کا منکر تھا - اور اگر نخاسی نے
باندی کو راستہ سے پکڑ لیا ہو یا اُسکے مولی کے گھر سے بلا اجازت مولی کے اُسکو لے گیا ہو تو اُسکے قول کی تصدیق نہ
کیجائیگی یہ محیط مین ہے - ایک شخص دوسرے کے جانور چوپایہ پر بدون مالک کی اجازت کے سوار ہوا پھر اُترپڑا پس

وہ جانور مرگیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ شخص امام اعظم رح کے قول کے موافق ضامن نہ ہوگا تاوقتیکہ اُس جانور کو اُسکی جگہ سے حرکت نہ دے تاکہ حرکت انتقال سے غصب متحقق ہو اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص دوسرے کے جانور کی پیٹھ پر بیٹھ گیا مگر جانور کو حرکت نہ دی اور نہ اُسکی جگہ سے اُسکی تحویل کی یہان تک کہ ایک دوسرے شخص نے آکر اُس جانور کی کونچین کاٹ ڈالین تو تاوان اُسی شخص پر واجب ہوگا جسنے اُسکی کونچین کاٹی ہین نہ اُس شخص پر جو اُسپر سوار ہوگیا تھا بشرطیکہ سوار کے سوار ہونے سے وہ نہ مرا ہو۔ اور اگر سوار ہونے والے نے اُس جانور کی کونچین کاٹی جانے سے پہلے اُسکو اُسکے مالک کو دینے سے انکار کیا اور روکا ہو مگر اُسکو اُسکی جگہ سے جنبش نہ دی ہو پھر ایک شخص نے آکر اُسکی کونچین کاٹ ڈالین تو جانور کے مالک کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے تاوان لے۔ اور اسیطرح اگر کسی شخص نے دوسرے کے گھر مین جاکر اُسکی کوئی متاع لے لی اور انکار کیا اور روکا تو ضامن ہوگا اور اگر متاع کو اپنی جگہ سے تحویل نہ کیا اور نہ روکا ہو تو ضامن نہ ہوگا لیکن اگر اُسکے فعل سے تلف ہو جاوے یا گھر سے باہر کردے تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے کے دار مین گیا اور اُسکی ایک منزل سے کوئی کپڑا نکال کر دوسری منزل مین رکھا اور وہ کپڑا ضائع ہوگیا پس اگر دونون منزلون مین اندراہ حفاظت کے فرق ہو تو ضامن ہوگا ورنہ نہین یہ کبریٰ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو جنگل مین قتل کیا اور مقتول کے ساتھ مال تھا اور وہ ضائع ہوا تو قاتل اس مال کا ضامن ہوگا ایسا ہی عیون مین مذکور ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی علیہ الرحمہ نے ضامن نہونے کا فتویٰ دیا ہے اور یہی الیق بقول امام اعظم رح ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک اصطبل دو شخصون مین مشترک تھا اور دونون کی اُسمین علیحدہ علیحدہ گائین تھین پس ایک شریک اصطبل مین گیا اور دوسرے شریک کی گاے کو باندھ دیا تاکہ وہ اور گایون کو نہ مارے پھر اُس گاے نے جنبش کی اور رسّی سے گلا گھٹ کر مرگئی تو باندھنے والے پر ضمان واجب نہ ہوگی بشرطیکہ اُس نے اُس گاے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا ہو یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ سلطان نے اگر کسی شخص کا مال عین لیکر دوسرے کے پاس رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا پس اگر مرتہن رہن کر لینے مین طائع ہو تو ضامن ہوگا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے سلطان سے تاوان لے یا مرتہن سے اور اسی پر مبنی ہے کہ اگر جابی یعنی بیگار نے کوئی چیز رہن لے لی اور وہ طائع تھا تو ضامن ہوگا اور ایسے ہی صراف اگر طائع ہو تو ضامن ہوگا اور اس سے صراف اور جابی دونون مجروح الشہادۃ ہو جائینگے یہ محیط مین ہے۔ اگر مہتر محلہ نے کوئی چیز لے لی اور وہ طائع تھا تو ضامن ہوگا۔ پھر اگر اُسنے دوسرے کے پاس رہن دیدی اور مرتہن طائع تھا تو اُسکا حکم وہی ہے جو ہمنے ذکر کیا یعنی مالک کو دونون مین سے ہر ایک کی تضمین کا اختیار ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ فتاوی سمرقند مین لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے سر سے ٹوپی اُتار کر دوسرے کے سر پر رکھدی اُسنے پھینکدی پس اگر وہ ٹوپی مالک کے پیش نظر رہی اور اُس سے ٹوپی کا اُٹھا لینا ممکن رہا تو اُن دونون مین سے کسی پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر اسکے برخلاف ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے اُتارنے والے سے تاوان لے یا پھینکنے والے سے ضمان لے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے نماز پڑھنی شروع کی پھر اُسکی ٹوپی اُس کے سامنے گر پڑی پس ایک شخص نے اُسکو ایک طرف کردیا تو اگر اُسنے ایسی جگہ رکھی کہ مالک اُس کو ہاتھ سے لے سکتا ہے مگر وہ چوری گئی تو ضامن نہ ہوگا اسلیے کہ اب بھی وہ سامنے ہی رکھی تھی اور اگر اس سے زیادہ دور رکھی اور وہ ضائع ہوگئی تو اگر وہ ٹوپی مالک کے پیش نظر تھی اور اُسکو وہان سے اُٹھا لے سکتا تھا تو رکھنے والے پر

تاوان واجب نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ کبریٰ مین ہے۔ فتاوی کی ہوزع مین ہے کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے فقاعی سے ایک کوزہ یا ایک پیالہ فقاع پینے کے واسطے لیا پھر وہ اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو فرمایا کہ اُس پر ضمان واجب نہوگی یہ حاوی مین ہے۔ فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ ایک شخص کمہار کے پاس گیا اور اُسکی اجازت سے ایک مٹی کا برتن دیکھنے کے واسطے لیا پھر وہ برتن اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر کمہار کے دوسرے برتنون پر گرا اور سب برتن ٹوٹ گئے تو جو برتن اُسنے دیکھنے کو لیا تھا اُسکی ضمان واجب نہوگی اور باقی برتنون کا تاوان واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص حمام مین گیا اور نہانا شروع کیا اور ایک طاس لیکر دوسرے شخص کو دیا وہ دوسرے کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اول پر تاوان واجب نہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کسی دوکاندار کی دوکان مین اُسکی اجازت سے داخل ہوا اور اُس کے کپڑے مین دوکان کی چیزون مین سے کوئی چیز چپٹ گئی اور گر کر ٹوٹ گئی تو یہ شخص ضامن نہ ہوگا لیکن تاویل مسئلہ یون ہے کہ یہ سقوط اس شخص کے فعل وکشش سے نہو۔ اسیطرح اگر کوئی چیز بدون اُسکی اجازت کے دوکان کی چیزون مین سے دیکھنے کو لی اور وہ گر پڑی تو ضامن نہوگا مگر واجب ہے کہ ضامن ہو مگر جان صریحاً یا دلالۃً اُسکی اجازت سے لی ہو تو ضامن نہ ہوگا۔ ایک شخص دوسرے کے مکان مین باجازت داخل ہوا اور اُسکے بیت مین سے کوئی برتن دیکھنے کے واسطے لیا اور وہ اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو ضامن نہ ہوگا تاوقتیکہ مالک نے اُسکو اس سے منع نہ کیا ہو اسلیئے کہ بدون مانعت کے دلالۃً اسکو اجازت ثابت ہو آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر اُسنے پانی کا کوزہ پانی پینے کیواسطے لیا اور اُسکے پینے کے بعد اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ کبریٰ مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ ایک شخص کی دوسرے کے پاس ودلیعت ہے اور وہ ودیعت کچھ کپڑے تھے پس مستودع نے اسمین ایک اپنا کپڑا رکھدیا پھر مالک ودیعت نے ودیعت کو طلب کیا اور مستودع نے سب کپڑے اُسکو دیدیے پھر مستودع کا کپڑا ضائع ہوگیا تو مالک ودیعت اُس کپڑے کا ضامن ہوگا اُسی مقام پر شیخ مصنف رح نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کوئی چیز اس گمان پر لی کہ وہ میری ہے مگر اُسکی نہ تھی تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو مہمان کیا پھر مہمان اُسکے پاس ایک کپڑا بھول گیا پس میزبان اُسکو لیکر اُسکے پیچھے چلا (تاکہ اُسکو دیدے) پس راہ مین ایک غاصب نے اُسکو غصب کر لیا پس اگر غاصب نے شہر کے اندر غصب کیا ہو تو میزبان پر ضمان واجب نہوگی اور اگر شہر کے باہر غصب کیا ہو تو میزبان ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص دوسرے شخص کو جھگڑا کرنے مین چپٹ گیا پس جس شخص سے لپٹا تھا اُسکی کوئی چیز گر کر ضائع ہوگئی تو مشائخ نے فرمایا کہ چپٹنے والا ضامن ہوگا مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حکم مین تفصیل ہونی چاہیے کہ اگر مالک مال سے قریب وہ مال گرا اور مالک مال اسکو دیکھتا ہے اور اُٹھا لے سکتا ہے تو چپٹنے والا ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ قال المترجم فان قلت الیس المتعلق امسکہ ولا یمہلہ لیاخذہ قلت سید فع بامکان الاخذ علی ان المنع منہ غیر موجب للغصب لکن حال جنبہ دین باشیۃ حتی ہلکت حیث لا یضمن فتامل وفیہ اشارۃ الی الجواب من المشائخ باخراج الوجہ الذی ذکرہ من المسئلۃ بدلالۃ الحال تامل۔ ایک شخص نے دھوبی کے پاس ایک شخص کو بھیجا تاکہ دھوبی سے اُسکا کپڑا وصول کرلادے پس دھوبی نے غلطی سے اور دوسرا کپڑا دیدیا اور وہ ایلچی کے پاس ضائع ہوگیا پس اگر وہ کپڑا دھوبی کی ملک ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر غیر کی ملک ہو تو اُسکا مالک مختار ہے چاہے دھوبی سے تاوان لے یا ایلچی سے اور دونون مین سے جس سے اُسنے تاوان لیا وہ دوسرے سے واپس

نہیں ہو سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ شیخ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی پونجی کیطرف ... بھیجا پھر وہ شخص بھیجنے والے کے چوپایہ پر سوار ہوا اور وہ جانور راہ میں مر گیا تو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر دونوں میں ایسا انبساط تھا کہ (بلا اجازت صریح) حکم دہندہ کے مال میں ایسا کر سکے تو ضامن نہوگا اور اگر ایسا انبساط نہ تھا تو ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ دو شخص باہم شریک نقل تھے انمیں سے ایک شریک نے بدون دوسرے کی اجازت کے اسکا خاص ذاتی گدھا لیکر اسکو چکی میں جوتا کر آٹا پیسا اور گدھے نے چکی میں سے گیہوں کھا لئے اور مر گیا تو یہ شخص ضامن نہ ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں دلالۃً اجازت ثابت ہے شیخ مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمکو اسکا جواب معلوم ہوا کیونکہ عرف اسکے برخلاف ہے لیکن اس حکم کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ جہاں دلالۃً اجازت پائی جاتی ہے اگرچہ صریحاً ثابت نہو وہاں فاعل ضامن نہ ہوگا حتی کہ اگر باپ نے اپنے بیٹے کے گدھے کو اسطرح استعمال کیا یا بالعکس یا شوہر و جورو میں ایک نے دوسرے کے گدھے سے اسطرح کام لیا اور وہ مر گیا تو فاعل ضامن نہوگا کیونکہ دلالۃً اجازت ثابت ہے۔ اور اگر اپنی جورو کی باندی کو بدون جورو کی اجازت کے اپنے ذاتی کام کیواسطے بھیجا اور وہ باندی بھاگ گئی تو شوہر ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک مشک کا دہانہ کھل گیا اور وہاں ایک شخص گذرا پس اگر اسنے منہ نہیں کیا تو ضامن نہوگا اور اگر پکڑ کر پھر چھوڑ دیا پس اگر مالک وہاں حاضر ہو تو یہ شخص ضامن نہ ہوگا اور اگر غائب ہو تو ضامن ہوگا۔ اسیطرح اگر کسی شخص کی آستین سے کچھ گرا اور ایک شخص نے اسکو دیکھا تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کے گھر میں داخل ہوا اور اسکو گھر کے مالک نے نکال دیا پس وہ تلف ہو گیا تو مالک ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے گھر میں اپنا کپڑا رکھ دیا پھر مالک مکان نے اسکو باہر پھینک دیا حالانکہ کپڑے کا مالک غائب تھا تو مالک مکان ضامن ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے

تمت ترجمۃ المجلد الثالث من الفتاوی الہندیۃ المعروفۃ بالفتاوی العالمگیریۃ بعون اللہ سبحانہ وتعالی وحسن توفیقہ ویتلوہا ترجمۃ الرابع انشاء اللہ تعالی وارجو اللہ تعالی ان یوفقنی توفیقا ویعیننی عونا ویحفظنی عن الزلل ویعصمنی من الخطاء والخلل انہ تعالی ولی وحسبی ونعم الوکیل وصلی اللہ علی سیدنا سید الاولین والآخرین مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

حضرت باری تعالے شانہ کے عام فیض انعام کا ہر دم سے انتہا شکر واجب ہے خصوص خاصۃ انعام مفیض عام کا جو اسوقت پیش نظر ہے یعنی حسن توفیق سے اُس نعمت عظمیٰ کا ظہور ہوا جسکے لیے مدتون سے ہمہ تن شوق کی آنکھین منتظر تھین یعنی فتاوی ہندیہ ترجمۂ فتاوے عالمگیریہ جلد سوم حصہ دوم بھی زیور طبع سے مزین ہوکر بصیرت افزاے دیدۂ دل علما رہوا کیون نہین کہ یہ فتاوے جامع معتبرات و جزئیات ہر قسم کے اعمال و افعال کے ساتھ جو جسم تقوے و پرہیزگاری کے لیے روح نورانی ہین حضرت سلطان ظل اللہ تعالے اورنگ زیب غازی محمد عالمگیر بادشاہ ہندوستان کے سعی مشکور کا نتیجہ مقبول اطراف عالم مین بکثرت متداول ہے اور آج اسی سے تسکین حق وسائل ہے بے شبہہ علمار جامعین رحمہم اللہ تعالے وسلطان معین انار اللہ برہانہ نے حق سعی کی داد دی جزاہم اللہ تعالے خیر الجزاء اور انکے طفیل مین بحمد اللہ تعالے اسکے ترجمہ مین بھی کمال حفظ و احتیاط مرعی ہوکر گران قیمت جواہر کو آسان لباس اُردو مین جلوہ گر کیا گیا تاکہ افادہ واستفادہ تمام وفیض عام ہوجاوے اور ہر شخص اپنے اعمال و افعال کو سلکۂ نورانی تقوے پہنا دے اور اس نعمت سے کوئی محروم نرہ جاوے اور بخود عالم علوم ہونا ہی نعمت ہے۔ ترجمہ مین تمام رعایتین تطابق زبان کی مع ضروریات حسب تفصیل مقدمۂ کتاب ملحوظ ہین اور بنظر مزید احتیاط بکرر مطبوعہ کلکتہ سے مقابلہ کیا گیا اور فرق اور سہو وخطار کتابت وغیرہ جو از لوازم بشریت ہین بطور غلط نامہ ہر جلد کے ساتھ شامل ہین اور کمال سہولت کے لیے ہر جلد کے ساتھ علٰحدہ فرہنگ الفاظ مع نشان صفحہ ومسلک تحریر اور قواعد استنباط واصطلاحات وغیرہ نوادر فوائد مقدمہ مین مذکور ہین الغرض حتی الامکان تسہیل و عام نفع مین کوشش تمام کی گئی اور انجاح مرام کی انشاء اللہ تعالے امید قوی ہے التماس کہ حضرات اہل ایمان واسلام ویقین بہ یقین فرماکر اپنے کرم ذاتی وایمانی ستودہ صفاتی کو کام فرماکر نظر قبول وعفو قصور سے مشکور فرمائین اور اس گوہر نایاب کو ہاتھون ہاتھ لیجائین واللہ تعالے ولی التوفیق وہو حسبی نعم المولی ونعم الوکیل والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔ الحمد للہ کہ یہ فتاوے ہر دل عزیز مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بارسوم ماہ جون سنہ ۱۹۱۶ء مطابق ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۵ھ بایماے منشی بشن نرائن صاحب بھارگو مالک مطبع باہتمام منوہر لال بی۔ اے سپرنٹنڈنٹ مطبع حلیۂ طبع سے آراستہ ہوا اور بابو دہن لال بھارگو منیجر بکڈپو نے شائع کیا۔

نام کتاب	قیمت
شرح سفر السعادت۔ از مولانا عبدالحق دہلوی معروف۔	سے/ روپیہ
نحو انج مسمی بہ نمایۃ الشعور از ملا محمد شاہ	۱۱/
تذکرة الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام	۹ پائی
تنبیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین	۹ پائی
بدائع منظوم مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی	۲/
نام حق مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری	۶ پائی
نافع مسائل مجموعہ مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ	۴/۳ پائی
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ یا تقی الاجراز شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۶/۱۴ پائی
مسلک المتقین۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی اکبر خان۔	عہ/۴
فتاوے برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔	عہ/۸
قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم۔	۶/
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبدالرحمن جامی	۱۵/
کنز فارسی۔ نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ	۹/
مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔	۵/۳ پائی
شرح مختصر وقایہ کو رمیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔	عہ/۴
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔	۹ پائی
رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان	۳ پائی

فقہ عربی

نام کتاب	قیمت
ابو المکارم۔ شرح مختصر وقایہ از عبداللہ بن محمد معروف	عہ/ روپیہ
برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح۔	۸/ روپیہ
جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔	۴/ روپیہ
فتح القدیر۔ متن بخط جلی و حاشیہ بخط خفی از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و با عظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم بتفصیل ذیل۔	
کاغذ سفید آگندہ۔	عہ/ [illegible]
ایضاً۔ کاغذ رسمی۔	عہ/ [illegible]
ہدایہ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بہ تحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل	عہ/ روپیہ
۱۔ جلدین اولین عبادات۔	صہ/ روپیہ
۲۔ جلدین آخرین معاملات۔	صہ/۸ روپیہ
فتاوے عالمگیری۔ ہر چہار جلد کامل در سلک جلد کاغذ حنائی و سفید۔	صہ/ روپیہ
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار مجلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں کاغذ سفید بتفصیل ذیل	عہ/۸ روپیہ
ایضاً جلد اوّل و ثانی تا آخر نکاح۔	سے/۱۲ روپیہ
ایضاً۔ جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب	سے/۱۲ روپیہ
فتاوے قاضی خان۔ مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔	صہ/ روپیہ
ذخیرة العقبی۔ حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف	۸/ روپیہ

نام کتاب	قیمت
شرح وقایہ - از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط وصحیح کاغذ سفید وحنائی -	۴ر ۱۴ روپیہ
شرح وقایہ خورد - مع دائرہ ہندسیہ متوسط قلم -	۸ر ۶ پائی
اشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول -	سے روپیہ
ملا مسکین - از بیوع تا وصایا محشی جدید	عصر روپیہ
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب	۸ر
مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول -	عصر
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد ہیں -	۱۲ر
(۱) جلدین اولین عبادات ہیں -	۸ر
(۲) جلدین آخرین معاملات ہیں -	۱۰ر
در مختار شرح تنویر الابصار مع مہر قنا وے موافہ محمد علاء الدین الحصکفی بن شیخ علی چار جلدیں یکجائی یعنی جلد اول کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک - جلد دوم کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک جلد سوم کتاب البیوع سے کتاب الرجوع فی الہبۃ تک جلد چہارم کتاب الاجارۃ سے تا مسائل شتی -	سے روپیہ
شرح الیاس شرح مختصر وقایہ از شیخ محمود بن الیاس مکمل یکجائی -	۴ر روپیہ
مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ درسی متداول -	۹ر
عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ	

نام کتاب	قیمت
از مولوی تراب علی مرحوم -	۹ پائی
قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن درسی متداول -	۸ر
متفرقات دینیہ اہل السنۃ فارسی	
تحفہ اثنا عشریہ مشہور در مناظرہ مذہبی فریقین مصنفہ حافظ غلام حلیم ابن شیخ قطب الدین احمد ابن شیخ ابو الفیض دہلوی	۱۲ر روپیہ
تذکرۃ المعاد - از قاضی ثناء اللہ بخشی بدور السافرہ سیوطی -	۲ر
فتوح الحرمین - مع نقشہ مقامات متبرکہ از حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی کاغذ سفید	۱ روپیہ
ظہیر الاسلام - از منشی ظہیر الدین بلگرامی	۶ر
اسرار محبت - از ملا ظہیر الدین بلگرامی	۱ر ۶ پائی
جواہر القرآن - از محمد بن اسامہ مشتمل ولطائف آیات فرقان -	۴ر ۶ پائی
وصیت نامہ - مع رسالہ دانشمندی از مولانا ولی اللہ -	سو پائی
مولود النبی - از مولوی پیر محمد جعفری	۱ر
دواء الشفاء - جدید شرح قصیدہ بردہ از مولوی نذیر خان صاحب لفٹننٹ	۶ر
شرح قصیدہ بردہ - از مولوی صادق علی شاہ رضوی ساکن وطن ... -	۴ر ۶ پائی
مقالات الصوفیہ - از حضرت شاہ تراب قدس سرہٗ مطبوعہ غیرہ	۲ روپیہ ۱۱ پائی
ایضاً حسب مرتب بالاجیدیا الطبع -	۸ر

... دیا سے جناب منشی پرتاب نرائن صاحب بھارگو مالک مطبع - بابو وشن لال بھارگو ... نولکشور پریس لکھنؤ ... نے چھپوا کر شائع کیا -